ترجمہ وحواشی

از

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ مرحوم ومغفور اعلی اللہ مقامہٗ


المعراج کمپنی

(لاہور پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

# عرضِ ناشر

ادب عربی میں کتاب ''نہج البلاغہ'' علمی دنیا' بالخصوص جہانِ اسلام میں بلاشبہ نمایاں اور منفرد مقام رکھتی ہے۔

جو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کلام گہر بار ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جس کے مطالب الہام ربانی کا عطیہ خاص ہیں جس میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کا امتزاج چھلکتا ہے۔ اور یہ تعلیمات وتفہیمات علوم ومعارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جو کلام الامام امام الکلام کا مصداق ہے۔

علامہ سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تدوین، تجمیع اور تقدیم کا عظیم کارنامہ انجام دیا اور قائد ملت جعفریہ علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ' نے اُردو کے قالب میں ڈھال کر، جہاں خالق کائنات کی رضا اور خوشنودی طلب کی ہے۔ وہاں ہم پر بھی احسانِ عظیم کیا ہے۔

نہج البلاغہ کا یہ اُردو ترجمہ اردو ادب میں عظیم ادبی مقام رکھتا ہے آپ جناب کے ادبی مقام کو بھی تسلیم کروا چکا ہے۔

اس عظیم کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا شرف نو بنیاد ادارہ ''المعراج کمپنی پاکستان'' کو ایک عمدہ اور بہترین، یوں سمجھ لیں کہ یہ نقش دوم ہے جو دوسری پیشکش کے طور پر حاصل ہوا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں سید ذوالفقار علی نقوی صاحب نے معاونت کی۔ خداوند متعال ان کی توفیقات میں اضافہ اور اُن کے مرحومین کو اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

المعراج کمپنی لاہور۔ پاکستان

یکم نومبر ۲۰۰۳ء

# انتساب

صحیفۂ امامت، گلدستۂ معرفت، خزینۂ علم وحکمت منبع وضاحت و بلاغت، آئین تعلیم وتربیت، کتاب مستطاب ''نہج البلاغہ'' کو امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے۔ اس امید اور اس دعا کے ساتھ کہ......

ع۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں

کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں میری جبین نیاز میں

(اقبالؒ)

# فہرست مضامین ترجمۂ نہج البلاغہ جلد اوّل

## فہرست مضامین ترجمۂ نہج البلاغہ جلد دوم

# فہرست مضامین ترجمۂ نہج البلاغہ جلد سوم

## فہرست حکم ونصائح

بحضرت سیّدالاولیاؑ و امام الاتقیاء امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ آلاف التحیۃ والثنا

تیرے حضور شمع امامت لئے ہوئے
قدسی کھڑے ہیں دفترِ قدرت لئے ہوئے

میرے آقا! جہاں تیرے سامنے ملأ اعلیٰ کے رہنے والے عجز و نیاز سے سرنگم ہیں، وہاں مجھ ایسے تہی دامانِ علم کی یہ جرأت و جسارت حیرت انگیز ہے کہ وہ تیرے خوش آب لعل و جواہر کی صورت بگاڑ کر تیرے حضور پیش کرے۔ لیکن اس اُمید پر کہ کیا بعید ہے کہ تیری نگاہ لطف و کرم اس ہدیۂ ناچیز کو شرفِ قبولیت بخشے، اسے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

باسمه سُبحانه

# حرفِ اوّل

نہج البلاغہ علوم ومعارف کا وہ گراں بہا سرمایہ ہے جس کی اہمیت وعظمت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور ہر عہد کے علماؤ ادبا نے اس کی بلند پائیگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہ صرف ادبی شاہکار ہی نہیں ہے، بلکہ اسلامی تعلیمات کا الہامی صحیفہ حکمت واخلاق کا سرچشمہ اور معارفِ ایمان وحقائق تاریخ کا ایک انمول خزانہ ہے، جس کے گوہر آبدار علم وادب کے دامن کو زرنگاہ بنائے ہوئے ہیں اور اپنی چمک دمک سے جوہر شناسوں کو محوِ حیرت کئے ہوئے ہیں۔ افصح العرب کے آغوش میں پلنے والے اور آبِ وحی میں ڈھلی ہوئی زبان چوس کر پروان چڑھنے والے نے بلاغت کلام کے وہ جوہر دکھائے کہ ہر سمت سے فوق کلام المخلوق و تحت کلام الخالق کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

یہ نثر اس دور کی نثر ہے جب عربوں کی طلاقت وجوشِ گفتاری صرف نظم تک محدود تھی۔ ریگزارِ عرب پر بستر لگا کے آزادی کی فضا میں پُر بہار زندگی گزارنے والے فرزندانِ صحرا شعر ونظم اور تخییل ومحاکات کے لازوال نقوش تو چھوڑ گئے مگر جہاں تک نثر کا تعلق ہے ان کے جیب ودامن میں کوئی ایسا گوہر شاہوار نہ تھا، جسے بطورِ تفاخر پیش کرتے۔ اور اہل علم کو اپنے مقابلہ میں للکارتے۔ دامنِ اسلام میں اگرچہ قرآن کریم ایسا عربی نثر کا زندہ جاوید معجزہ موجود ہے مگر وہ اپنے قائل کی عظمت وجلالت اور اعجازی فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے انسانی کلام کے مقابلہ میں نہیں لایا جاسکتا اور پیغمبر کے اقوال وارشادات ہیں تو وہ اگرچہ معنوی لحاظ سے وسیع اور ہمہ گیر ہیں مگر لفظی اعتبار سے اختصار بداماں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد اوتیت جوامع الکلم اس کا شاہد ہے کہ آپ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ مطالب سمیٹ لیتے تھے۔ اسی لئے آپ کے خطب ومکاتیب مختصر ہوتے تھے۔ رہی خلفاء کی نثر تو اس میں فطری حسنِ ادا اور طبعی سادگی کے بجائے بناوٹ اور تصنع کا رنگ جھلکتا ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ انہیں مختصر سے مختصر تقریر کے لئے بھی خصوصی تیاری کی ضرورت ہوتی تھی اور اگر کہیں بغیر تیاری کے کھڑے ہوگئے تو ذہن میں قفل پڑ گئے، زبان لڑکھڑانے لگی اور منہ سے ایک لفظ نہ نکال سکے۔ اگرچہ ملکی فتوحات کے سلسلہ میں اُن کے "کارہائے نمایاں" نظر آتے ہیں۔ مگر کسی علمی وثقافتی مرکز کی سرپرستی یا کسی علمی تحریک میں گام فرسائی کہیں نام کو نظر نہیں آتی۔ یہ باب مدینۃ العلم ہی کی ذات تھی جس نے علم وحکمت کے بند دروازے کھولے، نطق وفصاحت کے پرچم لہرائے اور علمی ذوق کو پھر سے زندہ کیا۔ باوجودیکہ آپ کا دور سکون واطمینان سے یکسر خالی تھا اور ہوس اقتدار کی فتنہ سامانیوں نے اسے اپنی جولانگاہ بنا رکھا تھا اور شورش پسندوں نے خونِ عثمان کو ہوا دے کر آپ کو لڑائیوں میں اُلجھائے رکھنا ہی اپنے مقاصد کے لئے ضروری سمجھ لیا تھا۔ مگر ان رات دن کی لڑائیوں اور چپقلشوں کے باوجود آپ نشرِ علوم ومعارف کے کسی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ کبھی تلواروں کی جھنکار اور خون کی بارش میں علم وحکمت کے رموز بتائے اور کبھی ذہنی الجھاؤ اور افکار کے ہجوم میں ارشاد وہدایت کے فرائض انجام دیئے۔ چنانچہ اس مجموعہ کے خطب ومکاتیب میں دو چار خطبوں اور ایک آدھ خط کے علاوہ تمام تحریریں اسی دور کی تخلیق ہیں کہ جب آپ ظاہری خلافت پر ایک دن بھی اطمینان ودلجمعی سے نہ بیٹھ سکے تھے۔ یہ بلاغت کے رگ وپے میں سرایت کرجانے کا نتیجہ ہے کہ اس



انتشار وپراگندگی خاطر کے باوجود نہ کلام میں انتشار وبرہمی پیدا ہوتی ہے، نہ عبارت کے تسلسل وہم آہنگی میں فرق آنے پاتا ہے اور ہر موقع پر اسلوب بیان کی یک رنگی اپنے خصوصی امتیازات کے ساتھ برقرار رہتی ہے۔

امیر المومنین نے علمی حقائق کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ علم ادب کے نشو ونما میں بھی پورا حصہ لیا اور عربی نثر کو نہ صرف حد کمال تک پہنچایا بلکہ فلسفیانہ نظر وفکر کو ادبی لطافتوں میں سمو کر ایک نئے طرزِ تحریر کی داغ بیل ڈالی، جس کی اس زمانہ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عرب تو خیر اس وقت میں منطقیانہ اندازِ استدلال سے روشناس ہی نہ تھے کہ اس دور میں اس کی مثال ڈھونڈھی جائے۔ آج بھی جبکہ نثر ترقی کے مدارج طے کرچکی ہے اور ادبی وفنی ارتقاء اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ چکا ہے اس کی نظر نہیں مل سکتی۔ اگر کسی کلام میں معانی وبیان کی مناسبتیں اور تشبیہ واستعارہ کی لطافتیں پائی جاتی ہیں، تو وہ حکمت واخلاق کے تعلیمات سے تہی داماں ہے اور اگر کسی میں حکمت واخلاق کے جوہر بھرے ہوئے ہیں تو طرزِ ادا کی شگفتگی اور رنگینی غائب ہے۔ فلسفہ وحکمت کے حقائق اور الٰہیات کے دقیق مسائل کو اس طرح بیان کرنا کہ کلام کی بلاغت، بیان کی ندرت اور طرز ادا کی لطافت میں کہیں جھول نہ آئے، بہت دشوار ہے کیونکہ ہر فن کا ایک خاص لب ولہجہ خاص پیرایہ اور خاص طریقہ بیان ہوتا ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ علمی مطالب میں نہ بلیغانہ تعبیرات کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ ان میں اعلیٰ معیار بلاغت کو باقی رکھا جاسکتا ہے کیونکہ ٹھوس حقائق کی وادی اور ہے اور بلاغت کا پُر بہار چمن اور ہے۔ چنانچہ ابن خلدون کو یہ کہنا پڑا کہ علمی وفنی تعبیریں اسلوب وبلاغت سے میل نہیں کھاتیں۔

اہل فن کے ذہنوں میں جو مخصوص تعبیرات محفوظ ہوتی ہیں، وہ انہیں کو دھرانے پر مجبور ہوتے ہیں۔ وہ اگر اپنے بیان میں شعریت لانا بھی چاہیں گے تو ہیر پھیر کے وہی لفظیں، وہی تعبیریں ہوں گی جو ان کی زبانوں پر چڑھ کر منجھ چکی ہیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ابو القاسم ابن رضوان نے ایک دفعہ ابو العباس ابن شعیب کے سامنے شاعر کا یہ شعر پڑھا۔

لم ادر حین وقفت بالا طلال ما الفرق بین جدید ھا والبالی

(میں جب دوست کے کھنڈروں کے پاس ٹھہرا تو نہ جان سکا کہ نئے اور پرانے کھنڈروں میں کیا فرق ہے)۔ تو ابو العباس نے فوراً کہا کہ یہ کسی فقیہ کا شعر معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ مشہور فقیہ ابن النحوی کا شعر ہے مگر آپ کو اس کا اندازہ کیسے ہوا۔ ابو العباس نے کہا اس میں لفظ ما الفرق بانگ دہل پکار رہی ہے کہ میں کسی فقیہ کی زبان سے نکلی ہوں بھلا اس لفظ کو بلاغت اور اسلوب کلامِ عرب سے کیا واسطہ اور فقہی زبان کو شعر وسخن کی زبان سے کیا لگاؤ لیکن امیر المومنین کے کلام کی یہ نمایاں خصوصیت ہے کہ اس میں ادب کی سحر انگیزی اور علم وحکمت کی باریک نگاہی دونوں سمٹ کو جمع ہوگئی ہیں اور نہ کسی پہلو میں بھی کمزوری کا شائبہ تک نہیں آنے پاتا..... حضرت علی ابن ابی طالبؑ وہ پہلے مفکر اسلام ہیں، جنہوں نے خداوند عالم کی توحید اور اس کے صفات پر عقلی نقطۂ نظر سے بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں جو خطبات متکلمین کی ذہنی رسائیاں ٹھٹک کر رہ جاتی ہیں اور نکتہ رس طبیعتوں کو عجز ونارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے الٰہیاتی مسائل میں علم ودانش کے دریا بہائے ہیں ان کا سرچشمہ آپ ہی کے حکیمانہ ارشادات ہیں۔ یوں تو مخلوقات کی نیرنگیوں سے خالق کی صنعت آفرینیوں پر استدلال کیا ہی جاتا ہے، لیکن جس طرح امیر المومنینؑ دنیائے کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی اور پست سے پست مخلوق میں نقاشِ فطرت کی نقش آرائیوں کی تصویر کھینچ کر صانع کے کمالِ صنعت اور اس کی قدرت وحکمت پر دلیل قائم کرتے ہیں وہ ندرت بیانی واعجاز کلامی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس موقع پر صرف طاؤس کی خوش خرامی اور اُس کے پَر وبال کی رنگینی و

رعنائی ہی نظروں کو جذب نہیں کرتی بلکہ چمگادڑ، ٹڈی اور چیونٹی ایسی روندی ہوئی اور ٹھکرائی ہوئی مخلوق کا دامن بھی فطرت کی فیاضیوں سے چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

ان خطبات و نگارشات میں مابعد الطبیعیاتی و نفسیاتی مسائل کے علاوہ اخلاق، تمدنی، معاشرتی اصول عدل و داد خواہی کے حدود، حرب و ضرب کے ضوابط اور عمال و محصلین زکوٰۃ کے لئے ہدایات بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہیں اور ایک ایسا مکمل و جامع دستور حکومت بھی ان صفحات کی زینت ہے جس کی افادیت اس ترقی یافتہ دور میں بھی مسلّم ہے کہ جب سیاست مدنی کے اصول اور جمہوری و غیر جمہوری حکومتوں کے آئین منضبط ہو چکے ہیں یہ صرف نظریاتی چیز نہیں بلکہ ایک علمی لائحہ ہے، جس پر مسلمانانِ عالم بڑی آسانی سے عمل پیرا ہو کر دینوی و اُخروی ارتقاء کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ سکتے ہیں۔

ان تحریروں میں ان علماء دنیا و فقہاءِ سُو کی فریب کاریوں سے بھی متنبّہ کیا ہے کہ جنہیں علم سے تو کوئی لگاؤ ہوتا نہیں مگر علماء کا روپ دھار کر مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں اور علم و مشیخت کی دکان سج کر دین فروشی کرتے ہیں۔

که ازیں خوب تر تجارت نیست

بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ نہج البلاغہ کے تعلیمات دنیوی تعمیر و ترقی میں سدِ راہ ہیں۔ بے شک امیر المومنین اُس ترقی و فراوانی دنیا کے خواہاں نہ تھے، جو اسلام کی سادگی کو قیصر و کسروی رنگ میں رنگ دے۔ بلکہ اُن کا اصل مقصد ہمیشہ روحانی ترقی و اخلاقی بلندی رہا لیکن اس کے ساتھ وہ رہبانیت کا درس نہ دیتے تھے چنانچہ بصرہ میں جب عاصم بن زیاد کے متعلق اس کے بھائی نے آپ سے گلہ کیا کہ وہ گھر بار اور زن و فرزند کو چھوڑ کر گوشہ گزیں ہو گیا ہے، تو حضرت نے اُسے بلایا اور سختی سے ڈانٹا کہ وہ اس ڈھونگ کو جلد ختم کرے اور دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو۔ نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ترکِ دنیا کی تعلیم ہے اس سے اس قسم کی رہبانیت قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ انسان دنیوی سر و سامان پر بھروسانہ کر بیٹھے کہ یہ صبح ہے تو شام نہیں اور شام ہے تو صبح نہیں اور اس کی کامرانیوں اور دلفریبیوں میں کھو کر حیات بعد الممات سے غافل نہ ہو جائے۔ یہ مقصد نہیں کہ اس کی نعمتوں اور آسائشوں سے کلیۃً دستبردار ہو جائے۔ وہ انہیں حدِ اعتدال میں رہ کر استعمال کر سکتا ہے۔ البتہ دنیا کا بے اعتدالانہ استعمال جہاں اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ اور روحانی زندگی کے لئے زہر ہلاہل بن جائے، کوئی اخلاقی رہنما اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

نہج البلاغہ اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کے مختصر جملے اور ضرب المثلیں اخلاقی شائستگی، خود اعتمادی، حق گوئی اور حقیقت شناسی کا بہترین درس دیتی ہیں۔ اس کے ایک ایک فقرہ میں قرآن و حدیث کی روح اور اسلام کی صحیح تعلیم مضمر ہے جن لوگوں نے اموی و عباسی دور کی نغمہ بار و حُسن پاش رنگینیوں سے اسلامی اخلاق کا اندازہ لگایا ہے، وہ اسلام کی پاکبازانہ تعلیم اور اس کے بلند معیار اخلاق سے بیگانہ ہیں اور اس وقت تک بیگانہ رہیں گے جب تک اس معلّم اسلام کے حکمت آگین کلام کے آئینہ میں اسلام کے خدوخال کو پہچاننے اور اُس کے بلند پایہ اسرار و نکات تک پہنچنے کی کوشش نہ کریں گے۔

علامہ شریف رضیؒ کا دنیائے علم و ادب پر بڑا احسان ہے کہ وہ ان جواہر ریزوں کو بڑی کاہش و کاوش اور تحقیق و جستجو سے جمع کرنے کے بعد نہج البلاغہ کے نام سے چھوڑ گئے۔ جس کے بلند پایۂ حکم و معارف نے دنیا کی نظروں کو اپنی طرف موڑ لیا اور علامہ ممدوح



کے دور سے لے کر اس وقت تک ہر مکتب خیال کے علماء و فضلا نے اس کے مطالب و حقائق کو بقدرِ امکان واضح کرنے کے لئے اس کی شرحیں لکھیں جن کی تعداد سو سے کچھ ہی کم ہو گی لیکن اردو دان طبقہ نہ اصل کتاب سے مستفید ہو سکتا ہے اور نہ شرحوں تک اس کی رسائی ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ضروری تشریحات کے ساتھ اس کا صحیح اور سلیس اردو میں ترجمہ ہو جائے۔ یوں تو اردو میں اس کے متعدد ترجمے ہو چکے ہیں مگر نیرنگ فصاحت کے علاوہ مکمل ترجمہ اس وقت تک منظر عام پر نہیں آیا لیکن اس کے متعلق افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بیشتر مواقع پر مطلب کچھ کا کچھ ہو گیا ہے۔ مگر اردو میں نقشِ اول ہونے کی وجہ سے اس کے فصلِ اقدمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ مانا کہ اصل کلام کے خصوصیات ترجمہ میں منتقل نہیں کیے جا سکتے اور آئینہ کے بالمقابل پھول رکھ کر اس کی پتیوں کی تہہ میں لپٹی ہوئی خوشبو کی عکاسی ناممکن ہے کہ کوئی پھول کے عکس سے خوشبو سونگھنے کی توقع کرنے لگے مگر پھول کی شکل صورت اور رنگ روپ بھی نظر نہ آئے تو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ آئینہ ہی دھندلا ہے۔

ان حالات میں میں نے نہج البلاغہ کا ترجمہ پیش کرنے کی جرأت کی ہے۔ ترجمہ جیسا کچھ بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ میری کوشش تو یہی رہی ہے کہ میرے امکانی حدود تک ترجمہ صحیح ہو، لیکن میری کوشش کہاں تک بار آور ہوئی ہے اس کا اندازہ ارباب علم ہی کر سکتے ہیں۔ میرے صحیح سمجھنے یا کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ ترجمہ میں اصل کی لطافت و بلاغت اور علوی نطق و فصاحت کے جوہر کو سمویا جا سکے تاہم

آب دریا را اگر نتواں کشید ہم بقدرِ تشنگی یا باید چشید!

جو ہو سکتا ہے وہ ظاہر الفاظ کا ایک حد تک صحیح ترجمہ ہے۔ چنانچہ اس کے لئے میں نے کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ اب اس سے اگر تھوڑی بہت جھلک بھی کلام امام کی سامنے آ جائے تو وہی بہت ہے۔

گر بمعنیٰ نہ رسی جلوہ صورت چہ کم است

ترجمہ و حواشی کے سلسلے میں تاریخ و سیر اور رجال کی کتابوں کے علاوہ نہج البلاغہ کے متعدد تراجم و شروح بھی میرے پیش نظر رہے ہیں، جن کا تفصیلی تذکرہ ضروری نہیں ہے۔ البتہ جن شروح سے میں نے خصوصیت کے ساتھ فائدہ اٹھایا ہے اور جابجا اُن کا حوالہ دے دیا ہے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

## (۱) اعلام نہج البلاغہ

اس کے مصنف علی ابن الناصر ہیں، جو جناب سید رضی رحمہ اللہ کے معاصر تھے۔ یہ نہج البلاغہ کی سب سے پہلی شرح ہے گو مختصر ہے لیکن حل لغات و تشریح مطالب کے لحاظ سے بہت بلند پایہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لکھنؤ میں کتب خانہ جناب سید تقی صاحب اعلی اللہ مقامہ میں موجود ہے، وہیں سے اس کو حاصل کر کے دیکھا۔

## (۲) شرح ابن میثم

شیخ کمال الدین میثم ابن علی ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ کی تصنیف ہے، جو علماء امامیہ میں بڑے بلند شخصیت کے مالک تھے۔

ان کی شرح معنیٰ آفرینی ودقیقہ سنجی کے اعتبار سے بہت شہرت رکھتی ہے۔

## (۳) شرح ابن ابی الحدید

ابو حامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ معروف بہ ابن ابی الحدید مدائنی بغدادی، متوفی ۶۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ یہ علماء معتزلہ میں سے تھے۔ ان کی شرح شہرۂ آفاق ہے اور اہم مطالب پر مشتمل ہے اور مصر وایران میں طبع ہو چکی ہیں۔

## (۴) درّۂ نجفیہ

الحاج میرزا ابراہیم خوئی شہید ۱۳۲۵ھ کی تصنیف ہے۔ مشہور ومتداول شرح ہے۔ شرحِ ابن میثم سے متاثر ہو کر لکھی ہے اور اس کے علمی مطالب کو اپنی کتاب میں قال الفاضل کہہ کر درج کرتے ہیں اور کہیں کہیں پر اُن کے نقطۂ نظر سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اس میں لغوی تشریحات بڑی وضاحت سے درج ہیں۔

## (۵) منہاج البراعہ

سید حبیب اللہ خوئی متوفی حدود ۱۳۲۶ھ کی تصنیف ہے۔ یہ شرح بہت بسیط اور تفصیلی واقعات پر مشتمل ہے۔ اکثر مواقع پر ابن ابی الحدید سے الجھے ہیں اور کہیں کہیں ابن میثم پر بھی تنقید کی ہے۔ شرح عربی میں ہے اور فارسی زبان میں ترجمہ بھی ساتھ ساتھ ہے۔

# تشکر وامتنان

میں اپنے بزرگ ومحترم حضرت سید العلماء دام ظلہٗ علامہ علی نقی نقوی صاحب قبلہ کا صمیم قلب سے شکر گذار ہوں، جنہوں نے میری عرض داشت پر ترجمہ وحواشی کے بیشتر اجزاء سماعت فرمانے کے بعد اس پر ایک بسیط ومحققانہ مقدمہ تحریر فرمایا اور مختلف موارد پر اپنے زریں مشوروں سے رہنمائی فرمائی۔ خداوند عالم آپ کے فیوض وبرکات کو تادیر باقی وبرقرار رکھے۔

الاحقر المذنب جعفر حسین عفی اللہ عنہٗ



# مقدمہ

## آیۃ اللہ، سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب قبلہ مدنور اللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ ربّ العٰلمین والصلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانبیاء و المرسلین والہ الطیبین الطاہرین

نہج البلاغہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کا وہ مشہور ترین مجموعہ ہے جسے جناب سید رضی برادر شریف مرتضیٰ علم الہدیٰ نے چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں مرتب فرمایا تھا۔ اس کے بعد پانچویں صدی کے پہلے عشرہ میں آپ کا انتقال ہو گیا ہے اور نہج البلاغہ کے اندازِ تحریر سے پتہ یہ چلتا ہے کہ انہوں نے طویل جستجو کے ساتھ درمیان میں خالی اوراق چھوڑ کر امیر المومنینؑ کے کلام کو متفرق مقامات سے یکجا کیا تھا، جس میں ایک طویل مدت انہیں صرف ہوئی ہوگی اور اس میں اضافہ کا سلسلہ ان کے آخر عمر تک قائم رہا ہوگا، یہاں تک کہ بعض کلام جو کتاب کے یکجا ہونے کے بعد ملا ہے اس کو تعجیل میں انہوں نے اس مقام کی تلاش کئے بغیر جہاں اسے درج ہونا چاہئے تھا کسی اور مقام پر شامل کر دیا ہے اور وہاں پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ کلام کسی اور روایت کے مطابق اس کے پہلے کہیں پر درج ہوا ہے۔ یہ انداز جمع وتالیف خود ایک غیر جانبدار شخص کے لئے یہ پتہ دینے کے واسطے کافی ہے کہ اس میں خود سید رضی کے ملکۂ انشاء اور قوتِ تحریر کا کوئی دخل نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صرف مختلف مقامات سے جمع آوری کر کے امیر المومنینؑ کے کلام کو یکجا کر دینے پر اکتفا کی ہے یہ پاشانی اور پریشانی جسے بحیثیت تالیف کے کتاب کا ایک نقص سمجھنا چاہئے۔ مقام اعتبار میں اس پر اعتماد پیدا کرنے والا ایک جوہر ہو گیا ہے۔ انہوں نے مختلف نسخوں اور مختلف راویوں کی یادداشت کے مطابق نقل الفاظ میں اتنی احتیاط کی ہے کہ بعض وقت دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جاتا ہے کہ اس عبارت کے نقل کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا جبکہ ابھی ابھی ہم ایسی ہی عبارت پڑھ چکے ہیں جسے ذم اہل بصرہ میں اس شہر کے غرقابی کے تذکرے میں اس کی مسجد کا نقشہ کھینچنے میں مختلف عبارات کبھی نعامة جاثمة اور کبھی کجوء جوء طیر فی لجة بحر اور اس سے ملتے جلتے ہوئے اور الفاظ، یہ اسی طرح کا اہتمام صحت نقل میں ہے جسے موجودہ زمانہ میں اکثر کتابوں کی عکسی تصویر شائع کی جاتی ہے جس میں اغلاطِ کتابت تک کی اصلاح نہیں کی جاتی اور صرف حاشیہ پر لکھ دیا جاتا ہے کہ بظاہر یہ لفظ غلط ہے۔ صحیح اس طرح ہونا چاہئے۔ دیکھنے والے کا دل تو ایسے مقام پر یہ چاہتا ہے کہ اصل عبارت ہی میں غلط کو کاٹ کر صحیح لفظ لکھ دی گئی ہوتی، مگر صحت نقل کے اظہار کے لئے یہ صورت اختیار کی جایا کرتی ہے جیسے قرآن مجید میں بعض جگہ تالیف عثمانی کے کاتب نے جو کتابت کی غلطیاں کر دی تھیں جیسے لا ذبحنّہ میں لا کے بعد ایک الف جو یقیناً غلط ہے، اس لئے کہ یہ لائے نافیہ نہیں، جس کے بعد اذبحنّہ فعل آئے، بلکہ لام تاکید ہے، جس سے اذبحنہ فعل متصل ہے مگر اس قسم کے اغلاط کو بھی دور کرنا بعد کے مسلمانوں نے صحتِ نقل کے خلاف سمجھا۔ اسی طرح املائے قرآن گویا ایک تعبدی شکل سے تعین ہو گیا۔ بعض جگہ رحمۃ کی ت لمبی لکھی جاتی ہے، بعض جگہ جنّت بغیر الف کے لکھا جاتا ہے بعض جگہ یدعوا ایسے فعل واحد میں بھی وہ الف لکھا ہوا ہے کہ جو جمع کے بعد غیر ملفوظی ہونے کے باوجود لکھا جایا کرتا ہے۔ ان سب خصوصیات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے، جس سے مقصود وثاقت نقل میں قوت پیدا کرنا ہے۔ اسی طرح علامہ

سید رضیؒ نے جس شکل میں جو فقرہ دیکھا اس کو درج کرنا ضروری سمجھا تاکہ کسی قسم کا تصرف کلام میں ہونے نہ پائے۔ یہ ایک روایتی پہلو ہے جو اس تصور کو بالکل ختم کر دیتا ہے کہ یہ کتاب سید رضی رحمہ اللہ کی تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے۔

دوسرا پہلو خطبوں کے درمیان کے ومنہا.......... ومنہ ہیں، جس میں عموماً بعد کا حصہ قبل سے بالکل غیر مرتبط ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا بھی ہوا ہے کہ قبل کا حصہ قبل بعثت سے متعلق ہے یا اوائل بعثت سے اور بعد کا حصہ بعد وفات رسولؐ سے متعلق ہے یہ بھی دیکھنے والے کے ذوق پر بار ہو جایا کرتا ہے۔ مگر اس سے بھی اس مقصد کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ اگر سید رضی کا کلام ہوتا تو فطری طور ر اس میں تسلسل ہوتا یا اگر، انہیں دو موضوعوں پر لکھنا ہوتا تو اسے وہ دو خطبوں میں مستقل طور پر تحریر کرتے، لیکن وہ کیا کرتے جبکہ انہیں کلام امیر المومنین ہی کا انتخاب پیش کرنا تھا۔ اس لئے جہاں خطبہ کا پہلا جز اور آخر کا جز دو مختلف موضوعوں سے متعلق ہے اور درمیان کا حصہ کسی وجہ سے وہ درج نہیں کر رہے ہیں تو نہ وہ اس کو کلام واحد بنا سکتے ہیں نہ مستقل دو خطبے بلکہ انہیں ایک ہی کلام میں ومنہا کے فاصلے قائم کرنا پڑتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شکل بعض جگہ تو انتخاب کی وجہ سے ہوئی ہے اور بعض جگہ یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ سابق میں قلمی کتابوں کے سوا کوئی دوسری شکل مواد کے فراہم ہونے کی نہ ہوتی تھی اور قلمی کتابوں کے اکثر نسخے منحصر بفرد ہوتے تھے۔ اب اگر ان میں درمیان کا حصہ کرم خوردہ ہو گیا ہے یا اوراق ضائع ہو گئے ہیں یا رطوبت سے روشنائی پھیل جانے کی وجہ سے وہ ناقابل قرأت ہے تو علامہ سید رضی اس موقع پر درمیان کا حصہ نقل کرنے سے قاصر رہے ہیں اور حرص جمع وحفاظت میں انہوں نے اس کے قبل یا بعد یا وسط کے وہ سطور تلاش کئے ہیں جو کسی مستقل مفاد کے حامل ہیں اور اس طرح درمیان کے حصوں میں انہوں نے ومنہا کہہ کر اس کے درج کرنے سے عاجزی ظاہر کی ہے۔ یہ بھی ہے کہ اس وقت علم کا ایک بڑا ذخیرہ حفاظ وادباء ومحدثین کے سینوں میں ہوتا تھا۔ فرض کیجئے کسی اپنے اُستاد اور شیخ حدیث سے علامہ سید رضیؒ نے کسی موقعہ کی مناسبت سے خطبہ کا ابتدائی حصہ سن لیا اور انہوں نے اسے فوراً قلم بند کر لیا، پھر دوسرے موقعہ پر انہوں نے ان کی زبان سے اسی خطبہ کے کچھ دوسرے فقرات سنے اور انہیں محفوظ کر لیا اور اتنا موقعہ نہ مل سکا کہ درمیانی اجزا اُن سے دریافت کر کے لکھتے۔ اس طرح انہوں نے اس کی خانہ پُری ومنہا کے ذریعہ سے کی۔ یہ بھی اس کی دلیل قوی ہے کہ انہوں نے اصل کلام امیر المومنین کے ضبط وحفظ ہی کی کوشش کی ہے۔ قطعاً کوئی تصرت خود نہیں کرنا چاہا۔

تیسرا شاہد اس کا خود جناب رضیؒ کے وہ مختصر تبصرے ہیں جو کہیں کہیں کچھ خطبوں کے بعد انہوں نے اس کلام کے متعلق اپنے احساسات وتاثرات کے اظہار پر مشتمل درج کر دیئے ہیں یا بعض جگہ کچھ الفاظ کی تشریح ضروری سمجھی ہے۔ ان تبصروں کی عبارت نے ان خطبوں سے متصل ہو کر ہر صاحب ذوق عربی دان کے لئے یہ انداز قطعی طور پر آسان کر دیا ہے کہ ان تبصروں کا انشا پرداز وہ ہر گز نہیں ہوسکتا، جو ان خطبوں کا انشا پرداز ہے۔ جس طرح خود علامہ رضیؒ نے اپنی مایۂ ناز تفسیر حقائق التنزیل میں اعجاز قرآن کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ باوجودیکہ امیر المومنینؑ کا کلام جو فصاحت وبلاغت میں مافوق البشر ہے مگر جب خود حضرت کے کلام میں کوئی قرآن کی آیت آجاتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جس طرح سنگریزوں میں گوہر شاہوار بالکل اسی شکل سے اگرچہ علامہ سید رضی اپنے دور کے فصیح زمانہ تھے اور ادب عربی میں معراجِ کمال پر فائز تھے، مگر نہج البلاغہ میں امیر المومنینؑ کے کلام کے بعد جب ان کی عبارت آجاتی ہے تو ہر دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ اس کی نگاہ بلندیوں سے گر کر نشیب میں پہنچ چکی ہے، حالانکہ ان عبارتوں میں علامہ سید رضیؒ نے ادبیت صرف کی ہے اور اپنی حد بھر اپنی قابلیت دکھائی ہے، مگر سابق کلام کی بلندی کو ہر مطالعہ کرنے والے کے لئے ایک امر محسوس کی حیثیت سے ظاہر



کر دیا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا داخلی شاہد ہے۔ اس تصور کے غلط ہونے کا وہ علامہ سید رضیؒ کا کالم ہو۔

چوتھا امر یہ ہے کہ جناب سید رضیؒ اپنے دور کے کوئی گم نام شخص نہ تھے۔ وہ دینی ودنیوی دونوں قسم کے ذمہ دار منصبوں پر فائز تھے۔ یہ دور بھی وہ تھا جو مذہب وملت کے علماء وفضلاء سے بھرا ہوا تھا۔ بغداد سلطنت عباسیہ کا دار السلطنت ہونے کی وجہ سے مرکز علم وادب بھی تھا۔ خود سید رضیؒ کے استاد شیخ مفید بھی نہج البلاغہ کے جمع وتالیف کے دور میں موجود تھے۔ اس لئے کہ جناب شیخ مفید علامہ سید رضیؒ کی وفات کے بعد تک موجود رہے ہیں اور شاگرد کا انتقال اُستاد کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا، اور معاصرین کو تو ایک شخص کے متعلق الزامات کی تلاش رہتی ہے۔ پھر شریف رضیؒ سے تو خود حکومت وقت کو بھی مخاصمت پیدا ہو چکی تھی۔ اس محضر پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے جو فاطمیین مصر کے خلاف حکومت نے مرتب کیا تھا اور جس پر علامہ رضی کے بڑے بھائی اور ان کے والد بزرگوار تک نے حکومت کے تشدد کی بناء پر دستخط کر دیئے تھے مگر علامہ سید رضیؒ نے عواقب ونتائج سے بے نیاز ہو کر اس پر دستخط سے انکار کر دیا تھا علاوہ اس کے کہ اس کردار کا شخص جو صداقت کو ایسے قوی ترین محرکات کے خلاف محفوظ رکھے اس طرح کی چھچھوری بات کر ہی نہیں سکتا کہ وہ ایک پوری کتاب خود لکھ کر امیر المومنینؑ کی جانب منسوب کر دے جس کا غلط ہونا علماء عصر سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور اگر بالفرض وہ ایسا کرتے بھی تو اُن کے دور میں ان کے خلاف علماء وقت اور ارکانِ حکومت کی طرف سے اس الزام کو شدت سے اچھالا جاتا اور سخت سے سخت نکتہ چینی کی جاتی۔ حالانکہ ہمارے سامنے خود ان کے عصر کے علماء کی کتابیں اور ان کے بعد کے کئی صدی تک کے مصنفین کی تحریرات موجود ہیں۔ ان میں سے کسی میں کمزور سے کمزور طریقہ پر بھی ان کے حالات زندگی میں اس قسم کے الزام کا عائد کیا جانا یا اس بارے میں ان پر کسی قسم کا نکتہ چینی کا ہونا موجود نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ صرف بر بنائے جذبات نہج البلاغہ کے بعض مندرجات کو اپنے معتقدات کے خلاف پا کر کچھ متعصب افراد کی بعد کی کارستانی ہے جو انہوں نے نہج البلاغہ کو کلامِ سید رضیؒ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ خود جناب سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے دور میں اس کے مندرجات کا کلام امیر المومنینؑ ہونا بلا تفریق فرقہ ومذہب ایک مسلّم چیز تھی اور اسی لئے ان پر اس بارے میں کوئی الزام عائد نہیں کیا جا سکا۔

پانچواں امر یہ ہے کہ سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہ کے قبل ایسا نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ کے خطبوں کا کوئی نام ونشان عالم اسلامی میں نہ پایا جاتا ہو، بلکہ کتب تاریخ وادب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مسلّم الثبوت ذخیرہ بحیثیت خطب امیر المومنین علیہ السلام کے سید رضی رحمہ اللہ کے قبل سے موجود تھا۔ چنانچہ مؤرخ مسعودی نے جو علامہ سید رضیؒ سے مقدم طبقہ میں ہیں بلکہ ان کی ولادت کے قبل وفات پا چکے تھے اس لئے کہ علامہ سید رضی کا دور شباب ہی میں ۴۰۶ھ میں انتقال ہوا ہے اور مسعودی کی وفات ۳۴۶ھ میں ہو چکی تھی، جس وقت سید رضی کے استاد شیخ مفید ہی نہیں بلکہ ان کے بھی استاد شیخ صدوق محمد بن علی ابن بابویہ قمی بھی زندہ تھے۔ مسعودی نے اپنی کتاب تاریخ مروج الذہب میں لکھا ہے کہ

| | |
|---|---|
| والّذی حفظ الناس عنہ من خطبہ فی سائر مقاماتہ اربعمائۃ خطبۃ و نیف و ثمانون خطبۃ یوردھا علی البدیھۃ تد اول الناس ذالك عنہ قولاً و عملاً۔<br>(مروج الذہب جلد ۲ ص ۳۳ طبع مصر) | لوگوں نے آپ (حضرت علی ابن ابی طالبؑ) کے جو خطبے مختلف موقعوں کے محفوظ کر لئے ہیں وہ چار سو اسی سے کچھ زیادہ تعداد ہیں۔ جنہیں آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا، جنہیں لوگوں نے نقل قول کے طور پر بھی تبواتر نقل کیا ہے اور اپنے خطب ومضامین میں ان کے اقتباسات وغیرہ سے بکثرت کام بھی لیتے رہے ہیں۔ |

ظاہر ہے کہ یہ چار سو اسّی سے کچھ اوپر خطبے اگر تمام وکمال یکجا کئے جائیں تو بلاشبہ نہج البلاغہ سے بڑی کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

جب یہ اتنا بڑا ذخیرہ سید رضی کی ولادت سے پہلے سے موجود تھا تو پھر علامہ سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ اس ذخیرہ سے کام نہ لیں اور اپنی طرف سے نہج البلاغہ ایسی کتاب کو تحریر کر دیں۔ ایسا اس شخص کے لئے کیا جاتا ہے جو گمنام ہو اور جس کا کارنامہ کوئی موجود نہ ہو اور اس کے خلاف یا منتسبین خواہ مخواہ اس کو نمایاں بنانے کے لئے اُس کی جانب سے کوئی کارنامہ تصنیف کر دیں۔ صرف علامہ مسعودی کا یہ قول ہی اس ذخیرہ کے ثبوت کے لئے کافی تھا، جبکہ اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ وہ ذخیرہ آثارِ قدیمہ کے طور پر کسی دور و دراز عجائب خانہ یا کسی ایک عالم کے متروکات میں شامل نہیں تھا، جس تک رسائی کسی زحمت کی طلب گار ہوتی ہو، بلکہ حفظ الناس اور تداول الناس کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ وہ عموماً اہل علم کے ہاتھوں میں موجود اور متداول تھا۔ اسکے علاوہ دور عباسیہ کے یگانۂ روزگار کاتب عبدالحمید بن یحیٰی متوفی ١٣٢ھ کا یہ مقولہ علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں درج کیا ہے کہ

حفظت سبعين خطبة من خطب الاصلع ففاضت ثم فاضت

میں نے ستر خطبے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ازبر کئے ہیں، جن کے فیوض و برکات میرے یہاں نمایاں ہیں۔

اس کے بعد ابن المقفع متوفی ١٤٢ھ کا اعتراف ہے جسے علامہ حسن الذوبی نے اپنے ان حواشی میں، جو کتاب البیـــــان والتبیین للجاحظ پر لکھے ہیں وہ ابن مقفع کے بارے میں لکھتے ہیں۔

الظاهر انه تخرج في البلاغة على خطب الامام علي ذٰلِكَ كان يقول شربت من الخطب من ريا ولم اضبط لها رويا ففاضت ثم فاضت

غالبًا ابن المقفع نے بلاغت میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے خطبوں سے استفادہ کیا تھا اور اسی بناء پر وہ کہتے تھے کہ میں نے خطبوں کے چشمہ سے سیراب ہو کر پیا ہے اور اسے کسی ایک طریقہ میں محدود نہیں رکھا تو اس چشمہ کے برکات بڑھے اور ہمیشہ بڑھتے رہے۔

اس کے بعد ابن نباتہ متوفی ٣٧٤ھ یہ بھی سید رضی سے مقدم ہیں اور ان کا یہ قول ہے۔

حفظت من الخطابة كنزا لا يزيده الانفاق الا سعة وكثرة حفظت مأته فصل من مواعظ علي ابن ابي طالب۔

میں نے خطابت کا ایک خزانہ محفوظ کیا ہے، جس سے جتنا زیادہ کام لیا جائے، پھر بھی اُس میں برکت زیادہ ہی ہوتی رہے گی۔ میں نے سو فصلیں علی ابن ابی طالب کے مواعظ میں سے یاد کی ہیں۔

ابن نباتہ کے اس قول کا بھی ابن ابی الحدید نے تذکرہ کیا ہے۔

رجال کشی میں ابوالصباح کنانی کے حالات میں لکھا ہے کہ زید ابن علی ابن الحسین کو جو زید شہید کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی شہادت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانۂ امامت میں ہوئی وہ برابر امیر المومنینؑ کے خطبوں کو سنا کرتے تھے۔

ابوالصباح کہتے ہیں۔



كان يسمع مني خطب امير المومنين عليه السلام

یہ دوسری صدی ہجری کا ذکر ہے اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایک ذخیرہ خطبوں کا اس وقت بھی موجود تھا جو مسلّم طور پر حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف نسبت رکھتا تھا۔

ان تمام مقامات پر بطور ارسال مسلّمات خطب علیؑ کہنا بتاتا ہے کہ اس زمانے میں اس بارے میں کوئی شک وشبہ بھی محسوس نہیں کیا جاتا تھا۔ ورنہ جیسا کئی صدی بعد جب کچھ اغراض کی بناء پر مصنفین نے اس حقیقت کو مشکوک بنانا ضروری سمجھا تو المنسوبة الىٰ علىٍّ کہنے لگے۔ دورِ اول میں اس قسم کے شک وشبہ کے اظہار کرنے والی کوئی لفظ پائی نہیں جاتی۔

(۱) ہشام ابن محمد ابن سائب کلبی متوفی ١٤٦ھ ان کے جمع وتالیف کا ذکر فہرست ابن ندیم جزو ۷ صفحہ ۲۵۱ میں موجود ہے۔

(۲) ابراہیم ابن ظہیر فرازی، ان کا ذکر فہرست طوسی میں یوں ہے۔

صَنَّفَ كتباً منها كتاب الملاحم و كتاب خطب علي عليه السلام

متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ منجملہ ان کے کتاب الملاحم اور کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

اور رجال نجاشی میں بھی ان کا تذکرہ ہے۔

(۳) ابو محمد مسعدہ ابن صدقہ عبدی۔ ان کے متعلق رجال نجاشی میں ہے۔

لم كتب منها كتاب خطب امير المومنين عليه السلام

ان کے متعدد تصنیفات ہیں، جن میں سے ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۴) ابوالقاسم عبدالعظیم ابن عبداللہ حسنی، جن کا مزار طہران سے تھوڑے فاصلہ پر شاہ عبدالعظیم کے نام سے مشہور ہے یہ امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے جمع کردہ خطبوں کا ذکر رجال نجاشی میں اس طرح ہے۔

له كتاب خطب امير المومنين عليه السلام

ان کی ایک کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۵) ابوالخیر صالح ابن ابی حماد ج رازی۔ یہ بھی امام علی نقی علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ نجاشی میں ہے۔

له كتب منها كتاب خطب امير المومنين عليه السلام

منجملہ آپ کی تالیفات کے کتاب خطب علی علیہ السلام ہے۔

(۶) علی ابن محمد ابن عبداللہ مدائنی متوفی ۲۲۵ھ۔ انہوں نے حضرت کے خطبوں کو اور اُن مکاتیب کو جمع کیا، جو حضرت نے اپنے عمال کو تحریر فرمائے تھے۔ اس کا ذکر معجم الادباء یاقوت حموی جزو ۵ صفحہ ۳۱۳ میں ہے۔

(۷) ابو محمد عبدالعزیز جلودی بصری متوفی ۳۳۰ھ کے تصانیف میں کتاب خطب علی، کتاب رسائل، کتاب مواعظ علی، کتاب خطب علی علیہ السلام فی الملاحم، کتاب دعاء علی موجود ہیں، جن کا تذکرہ شیخ طوسی نے فہرست میں اور نجاشی نے ان کے طویل تصنیفات کے ذیل میں اپنے رجال میں کیا ہے۔

(۸) ابومحمد حسن ابن علی ابن شعبہ حلی متوفی ۳۲۰ھ نے اپنی کتاب تحف العقول (صفحہ ۱۳ طبع ایران) میں امیر المومنین کے کچھ کلمات امثال اور خطب کو درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔

انالو استغرقنا جمیع ماوصل الینا من خطبہ و کلامہ فی التوحید خاصۃ دون ماسواہ من المعانی لکان مثال جمیع ھذا الکتاب

اگر ہم وہ سب لکھنا چاہیں، جو ہم تک حضرت کے خطبے اور آپکا کلام صرف توحید کے بارے میں پہنچا ہے علاوہ دوسرے موضوعات کے تو وہ پوری اس کتاب (تحف العقول) کے برابر ہوگا۔

اب مذکورہ بالا تفصیل پر نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں زید ابن وہب جہنی نے حضرت کے خطبوں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ دوسری صدی میں عبدالحمید ابن یحیٰی کاتب اور ابن مقفع کے دور میں وہ ذخیرہ مسلم طور پر موجود تھا اور اس صدی کے وسطی دور میں وہ خطبے پڑھے اور سنے جاتے تھے۔ جیسا کہ زید شہید کے واقعہ سے ظاہر ہوا اور ادباء اس کو زبانی حفظ کرتے تھے، جیسا کہ عبدالحمید اور ابن مقفع کے تصریحات سے ظاہر ہوا۔

اور تیسری صدی میں متعدد مصنفین نے جو جو خطبے ان تک پہنچے تھے ان کو مدون کیا۔ ایسی صورت میں جناب سید رضی کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ ان تمام ذخیروں کو نظر انداز کر کے یہ دماغی کاوش و کاہش گوارا کریں کہ وہ از خود کلام امیر المومنین کے نام سے کوئی چیز تصنیف کریں۔

چھٹا امر یہ ہے کہ ان تمام ذخیروں کے سابق سے موجود ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ علامہ سید رضی کے لئے یہ تو قطعی ممکن نہیں تھا کہ وہ ان تمام ذخائر کو تلف کرا دیتے اور پھر اسی کی ترویج کرتے جو انہوں نے کلام امیر المومنین قرار دیا تھا۔ یہ قطعی ناممکن تھا اگر وہ ذخیرہ کسی ایک مصنف کے پاس دور دراز جگہ ہوتا تو یہ امکان بھی تھا جیسا کہ مشہور ہے کہ شیخ ابوعلی سینا نے فارابی کے تمام مصنفات کو کسی شخص سے حاصل کر کے انہیں تلف کر دیا اور ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔ یہاں یہ صورت قطعاً ناممکن تھی جبکہ وہ کلام ادباء کے سینوں میں محفوظ تھا۔ اطراف و اقطار عالم اسلامی میں منتشر تھا اور بہت سے مصنفین اس کی تدوین کر چکے تھے۔ پھر جبکہ سید رضی کی تصنیف کے ساتھ ان ذخائر کا موجود ہونا لازمی تھا تو اگر سید رضی کا جمع کردہ کلام اس ذخیرہ سے مختلف ہوتا یا اسلوب بیان میں اس سے جدا ہوتا تو وہ تمام ادباء زمانہ خطبائے روزگار، علمائے وقت جو اس کلام کو دیکھتے ہوئے، پڑھے ہوئے یا یاد کئے ہوئے تھے، صدائے احتجاج بلند کر دیتے، ان میں تلاطم ہو جاتا اور سید رضی تمام دنیا میں اس کی وجہ سے بدنام ہو جاتے۔ کم از کم کوئی ان کے ہم عصر ادباء میں سے اس کی تنقید ہی کرتا ہوا ایک کتاب ہی اس موضوع پر لکھ دیتا کہ امیر المومنین کا جو کلام اب تک محفوظ رہا یہ سید رضی کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے مختلف ہے۔ خصوصاً جب وہ وجہ جو بعد میں ایک طبقہ کو اس باب میں انکار یا تشکیک کی موجب ہوئی، جس کی تفصیل کسی حد تک آئندہ درج ہوگی۔ وہ ایک مذہبی بنیاد تھی۔ یعنی یہ کہ نہج البلاغہ میں ان افراد کے بارے میں جنہیں سوادِ اعظم قابل احترام سمجھتا ہے کچھ تعریضات یا انتقادی کلمات ہیں۔

ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سلطنت عباسیہ کے دارالسلطنت میں لکھی گئی جو اہل سنت کا علمی مرکز تھا۔ اس وقت بڑے بڑے علماء حفاظ، ادباء، خطباء، اہل سیر اور محدثین اہل سنت میں موجود تھے اور ان کا جم غفیر خاص بغداد میں موجود تھا۔ اگر امیر المومنین کے وہ خطبات جو ابن المقفع، ابن نباتہ، عبدالحمید ابن یحیٰی، جاحظ اور دیگر مسلم الثبوت ادباء کے دور میں موجود تھے، ان تعریضات سے خالی تھے اور اس قسم



کے مضامین ان میں نہ تھے، بلکہ فطری طور پر اس صورت میں اس کے خلاف چیزوں پر انہیں مشتمل ہونا چاہئے تھا، تو اس وقت کے اہل سنت کے علماء اس پر قیامت برپا کر دیتے اور اس کو اپنے مذہب کے خلاف ایک عظیم حملہ تصور کر کے پورے طور سے اس کا مقابلہ کرتے اور اس کی دھجیاں اڑا دیتے۔ مگر ایسا کچھ نہیں ہوا، کوئی دھیمی سی آواز بھی اس کے خلاف بلند نہیں ہوئی۔ یہ اس کا قطعی ثبوت ہے کہ سید رضی کے جمع کردہ مجموعہ میں کوئی نئی چیز نہ تھی بلکہ وہ وہی تھا جو اس کے پہلے مضبوط و مدون، متداول و محفوظ رہا تھا، علماء قطعاً اس سے اجنبیت نہ رکھتے تھے بلکہ اس سے مانوس اور اس کے سننے کے اور یاد کرنے کے عادی تھے وہ اس ادبی ذخیرہ کو اس کی ادبی افادیت کے اعتبار سے سر آنکھوں پر رکھتے تھے اور اس تنگ نظری میں مبتلا نہ تھے کہ چونکہ اس میں کچھ چیزیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں اس لئے اس کا انکار کیا جائے یا اس سے اجنبیت برتی جائے۔

ساتواں امر یہ ہے کہ بہت سی کتابیں علامہ سید رضی کے قبل کی اس وقت بھی ایسی موجود ہیں، جن میں امیر المومنین کے اکثر مواقع کے کلام یا خطبات کو کسی مناسبت سے ذکر کیا ہے، جیسے جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی البیان والتبیین، ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ کی عیون الاخبار و غریب الحدیث، ابن واضح یعقوبی متوفی ۲۷۸ھ کی مشہور تاریخ، ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۸۰ھ کی اخبار الطوال، ابوالعباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ کی کتاب المبرد مشہور مورخ ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تاریخ کبیر، ابن درید متوفی ۳۲۱ھ کی کتاب المجتنیٰ، ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ کی عقد الفرید، ثقۃ الاسلام کلینی متوفی ۳۲۹ھ کی مشہور کتاب کافی مسعودی متوفی ۳۴۲ھ کی تاریخ مروج الذہب، ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب اغانی، ابوعلی قالی متوفی ۳۵۶ھ کی کتاب النوادر، شیخ صدوق متوفی ۳۸۱ھ کی کتاب التوحید اور اُن کے دوسرے جوامع حدیث، شیخ مفید رحمہ اللہ، متوفی ۴۱۲ھ اگرچہ تاریخ وفات کے اعتبار سے جناب رضی سے مؤخر ہیں مگر ان کے استاد ہونے کی وجہ سے طبقۃً مقدم ہیں۔ ان کی کتاب الارشاد اور کتاب الجمل۔ ان تمام کتابوں میں جو حضرت کے خطبے درج ہیں، ان کا جب مقابلہ علامہ سید رضی کے مندرجہ خطب اور اجزاء کلام سے کیا جاتا ہے تو اکثر تو وہ بالکل متحد ہوتے ہیں اور نہج البلاغہ میں ایسا درج شدہ کلام اگر کوئی ہے جو ان کتابوں میں درج نہیں ہے یا ان کتابوں میں کوئی کلام ایسا ہے جو نہج البلاغہ میں مذکور نہیں ہے تو اسلوب بیان اور انداز کلام، تسلسل و بلند آہنگی، جوش و حقائق نگاری کے لحاظ سے یقیناً متحد ہوتا ہے۔ جس میں کسی واقف عربیت کو شک نہیں ہو سکتا۔ امیر المومنین کے اس کلام کا جو نہج البلاغہ میں درج ہے اس تمام کلام سے جو حضرت کی طرف نسبت دے کر اور دوسری کتابوں میں درج ہے متحد الاسلوب ہونا پھر اس پہلو کے ضمیمہ کے ساتھ جس کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے کہ وہ خود سید رضی کے اس کلام سے جو نہج البلاغہ میں بطور مقدمہ یا بطور تبصرہ موجود ہے بالکل مختلف ہونا ایک غیر جانبدار شخص کے لئے اس کا کافی ثبوت ہے کہ یہ واقعی امیر المومنین کا کلام ہے جسے علامہ سید رضی نے صرف جمع کیا ہے۔

آٹھواں امر یہ ہے کہ خود علامہ سید رضی کے معاصرین یا اُن سے قریب العہد متعدد لوگوں نے بطورِ خود بھی کلام امیر المومنین کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کیا ہے۔ جیسے ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے تجارب الامم میں، حافظ ابونعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیا میں، شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ھ نے جو شیخ مفید رحمہ اللہ سے تلمذ کی حیثیت سے علامہ رضی کے ہم طبقہ اور علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کی شاگرد ہونے کی حیثیت سے اور نیز سال وفات کے اعتبار سے ان سے ذرا موخر ہیں۔ اپنی کتاب، تہذیب اور کتاب الامالی میں، نیز عبدالواحد ابن محمد ابن عبدالواحد آمدی جو اسی عصر کے تھے اپنی مستقل کتاب غرر الحکم و درر الکلم جو امیر المومنین کے مختصر کلمات پر مشتمل ہے اور مصر و صیدا اور ہندوستان میں طبع ہو چکی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ بھی

ہو چکا ہے نیز ابو سعید منصور ابن حسین آبی وزیر متوفی ۴۲۲ھ اپنی کتاب نزہۃ ونثر الدرر میں جس کا ذکر کشف الظنون باب النون میں ہے اور قاضی ابوعبداللہ محمد بن سلامہ قطاعی شافعی متوفی ۴۵۴ھ جن کی عظیم الشان کتاب اس موضوع پر دستور معالم الحکم کے نام سے ہے اور وہ مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ یہ سب تقریباً سید رضی کے معاصرین ہی ہیں۔ ان سب کی کاوشیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ سوائے ابو حیدر منصور کی کتاب کے جس کا کشف الظنون میں تذکرہ ہے۔ باقی یہ سب کتابیں مطبوع ومتداول ہیں۔ ان میں جو کلام مندرج ہے وہ بھی علامہ سید رضی کے درج کردہ کلام سے عیناً متحد یا اسلوب میں متفق ہی ہے۔ پھر اگر سید رضی کی نسبت یہ تصور کیا جائے کہ انہوں نے خود اس کلام کو تصنیف کر دیا ہے تو ان تمام جامعین اور اپنی کتابوں کے ضمن میں درج کرنے والے دوسرے افراد کو کیا کہا جائے گا۔ پھر ان کی نسبت بھی یہی تصور کرنا چاہئے جبکہ ان میں سے سب یا زیادہ افراد یقیناً جلالت شان اور ورع وتقویٰ وغیرہ میں علامہ سید رضی سے بالا تر نہیں معلوم ہوتے۔ اب اگر ان سب کی نسبت یہی خیال کیا جائے تو خیر علامہ سید رضی تو اشعرج الطالبین تھے اور کتب سیر انہیں خود ادبیت اور فصاحت وبلاغت میں معراج کمال پر ظاہر کرتے ہیں۔ مگر ان میں سے ہر شخص کی نسبت تو یہ تصور قطعی غلط ہے کہ وہ سب علامہ سید رضی ہی کے ادبی حیثیت سے ہم پایہ تھے پھر ایسے مختلف المرتبہ اشخاص کی ذہنی کاوشوں اور قلمی ثمرات میں اتنا ہی فرق کیوں نہیں ہے جو خود ان اشخاص کے مبلغ علمی میں یقینی طور پر پایا جاتا ہے۔ اشخاص کہ جو کلام کے جمع کرنے والے ہیں ان میں آپس میں زمین وآسمان کا فرق اور کلام جو انہوں نے جمع کیا ہے وہ سب ایک ہی مرتبہ، ایک ہی شان کا اسے دیکھتے ہوئے سوائے ایسے شخص کے جو جان بوجھ کر حقیقت کے انکار کرنے پر تلا ہوا ہو اور کسی کو اس میں شک وشبہ بھی باقی نہیں رہ سکتا کہ ان اشخاص کا کارنامہ صرف جمع وتالیف ہی ہے۔ جس میں ان کے سلیقہ اور ذوق کا اختلاف فقط شانِ ترتیب اور عنوان تالیف میں نمودار ہوتا ہے۔ لیکن اصل کلام میں ان کی ذاتی قابلیت، ذہانت اور مبلغ علمی اور معیار ادبی کو ذرا برابر بھی دخل نہیں ہے۔

نواں امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد اگر چہ اپنے زمانہ حیات کے کچھ حصوں میں علامہ سید رضی سے متحد ہیں، مگر ان میں سے متعدد افراد کے سالِ وفات کو دیکھتے ہوئے یہ یقین ہے کہ ان کا زمانہ جمع وتالیف نہج البلاغہ سے مؤخر ہے اور اس کے بعد ایک ایسا طبقہ ہے جو بالکل علامہ رضی سے مؤخر ہی ہے۔ جیسے ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ سبط ابن جوزی متوفی ۶۰۶ھ اور اس کے بعد بہت سے مصنفین۔ ظاہر ہے کہ علامہ رضی کی کتاب نہج البلاغہ گوشۂ گمنامی اور ان لوگوں سے مخفی نہ تھی۔ ان لوگوں کا محرک اس جمع وتالیف وصرف یہ تھا کہ علامہ رضی نے انتخاب سے کام لیتے ہوئے یا ماخذوں کی کمی سے یا ان نسخوں کے کرم خوردہ یا ناقص ہونے کی وجہ سے جو ان کے پاس تھے بہت سے اجزاء کلام امیر المومنین کے نقل نہیں بھی کئے تھے۔ اس لئے مصنفین کو مستدرک اور مستدرک در مستدرک کی ضرورت پڑتی رہی، جس کا سلسلہ ماضی قریب میں علامہ شیخ ہادی آل کاشف الغطاء تک جاری رہا۔ جنہوں نے مستدرک نہج البلاغہ تحریر فرمایا۔ جو نجفِ اشرف میں طبع ہو چکا ہے۔ اگر علامہ سید رضی کے قریب العہد یا ان کے بعد کے اہل قلم میں کسی کو بھی نہج البلاغہ کے مندرجہ کلمات وخطب میں یہ خیال ہوتا کہ یہ جناب سید رضی نے تصنیف کر کے اس میں شامل کر دیئے ہیں تو وہ سب بالخصوص معاصرین جو کسی رعایت کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے، اپنی کتابوں کی وجہ تالیف میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتے کہ چونکہ اس کے قبل جو کتاب امیر المومنین کے خطبوں پر مشتمل کہہ کر لکھی گئی ہے اس میں آپ کا اصل کلام موجود نہیں ہے بلکہ وہ ساختہ وپرداختہ اور وضعی ہے۔ اس لئے ہمیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم آپ کا اصلی کلام منظرِ عام پر لائیں، جبکہ ایسا نہیں ہوا اور یہ بالکل مشاہدہ ہے کہ ایسا نہیں ہوا تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ان سب کے نزدیک علامہ سید رضی نے جو کلام جمع کیا وہ بلاشبہ کلام امیر المومنین کی حیثیت سے اس کے پہلے سے مدون ومتداول تھا اور ان کو سید رضی شکایت صرف بعض خطبوں کو



چھوڑ دینے یا احاطہ واستقصائہ کرنے یا شان ترتیب وعنوان تالیف میں کسی مناسب تر صورت کو اختیار نہ کرنے ہی کی تھی، جس کے لئے انہوں نے بھی اس بارے میں کوشش ضروری سمجھی، جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ممکن ہے کہ بعض مصنفین اب بھی کسی خاص ترتیب سے نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب کو دیکھنے کے متمنی ہوں یہ دوسری چیز ہے اور اصل کلام کے بارے میں کسی شک وشبہ کا رکھنا دوسری چیز ہے۔

دسواں امر یہ ہے کہ تلاش کی جاتی ہے تو نہج البلاغہ کے مندرجہ خطب واقوال کا پتہ۔ اب بھی بعیون الفاظہا نہج البلاغہ کے قبل تالیف شدہ کتابوں میں مل جاتا ہے اور جبکہ اکثر حصہ اس کا قبل کی کتابوں میں مندرج موجود ہے تو تھوڑا سا حصہ اگر دستیاب نہ بھی ہو تو ایک معتدل ذہن میں اس سے کوئی شک وشبہ پیدا نہیں ہو سکتا، جبکہ یہ معلوم ہے کہ دنیا میں مختلف حوادث کے ذیل میں کتابوں کے اتنے ذخیرے تلف ہوئے ہیں جو اگر موجود ہوتے تو یقیناً موجودہ ذخائر سے بدرجہا زیادہ ہوتے خود تاریخ نے کلامِ امیر المومنین کے جن جمع شدہ ذخیروں کا پتہ علامہ سید رضی کے قبل ہم تک پہنچا دیا ہے وہی سب اس وقت کہاں موجود ہیں؟ اس لئے اگر بعض مندرجات رائج الوقت کتابوں میں نہیں بھی ملتے تو ذہن یہی فیصلہ کرتا ہے کہ ان کتابوں میں موجود ہوں گے، جن تک ہمارا اس وقت دسترس نہیں ہے۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کے ان حوالوں کو پہلے علامہ شیخ ہادی کاشف الغطاء نے مستدرک نہج البلاغہ کے اثنائے تالیف ہی میں مدارک نہج البلاغہ کے نام سے مرتب کیا تھا، جو غالباً مکمل شائع نہیں ہوا ہے اور ایک قابل قدر کوشش رامپور کے ایک سنی فاضل عرشی صاحب نے کی ہے، جو فاران کراچی میں مقالہ کی صورت میں شائع ہوئی ہے اور مزید تلاش کی جائے تو اس سلسلہ میں مزید کامیابی کا بھی امکان ہے۔

گیارہواں امر یہ ہے کہ محققین علمائے شیعہ کا رویہ دیکھا جائے تو وہ ہر اُس کتاب یا مجموعہ کو جو معصومین میں سے کسی کی طرف منسوب ہو بلا چون وچرا صرف اس لئے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو جاتے کہ وہ معصومین کی جانب منسوب ہے بلکہ وہ پوری فراخ حوصلگی کے ساتھ محققانہ فریضہ کو انجام دیتے ہوئے اگر وہ قابل انکار ہوتا ہے تو کھل کر اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اگر مشکوک ہوتا ہے تو شک وشبہ کا اظہار کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح بہت سے وہ ذخیرے جو کلام معصومین کے نام سے موجود ہیں مقام اعتبار میں مختلف درجے اختیار کر چکے ہیں مثلاً دیوان امیر المومنین بھی تو بطور کلامِ علی ہی رائج ہے مگر علماء شیعہ بلا رورعایت اسے غلط سمجھتے ہیں۔ اس سے بالاتر دوسرا درجہ تفسیر امام حسن عسکریؑ کا ہے۔ حالانکہ وہ شہرت میں تقریباً نہج البلاغہ سے کم نہیں ہے اور شیخ صدوق ایسے بلند مرتبہ قدیم محدث نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اکثر علمائے شیعہ اسے تسلیم نہیں کرتے، یہاں تک کہ ہمارے قریبی دور کے محققین علامہ شیخ محمد جواد بلاغی نے ایک پورا رسالہ اس کے غلط ہونے کے اثبات میں لکھ دیا ہے۔ فقہ الرضا امام رضا علیہ السلام کی طرف منسوب ہے مگر اس کے اعتبار اور عدم اعتبار کی بحث ایک مہتم بالشان علمی مسئلہ بن گئی ہے جس پر مستقل کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ اسی طرح جعفریات اور امام رضا علیہ السلام کا رسالہ ذہبیہ وغیرہ کوئی نقد وبحث سے نہیں بچا ہے۔ اس رویہ کے باوجود سید رضی کے بعد سے اس وقت تک کسی دور میں بھی کسی شیعہ عالم کا نہج البلاغہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنا اور اس میں ذرہ بھر بھی شک، شبہ کا اظہار نہ کرنا اس کا ثبوت قطعی ہے کہ ان سب کی نظر میں اس کی حیثیت ان تمام مجموعوں سے ممتاز اور جداگانہ ہے۔ نہج البلاغہ کے ہم پلہ اس حیثیت سے اگر کوئی کتاب ہے تو وہ صرف صحیفۂ کاملہ جو اسی طرح مسلم طور پر امام زین العابدین علیہ السلام کے کلام کا مجموعہ ہے اور کوئی کتاب اس ذیل میں ان دونوں کے ہم مرتبہ نہیں ہے۔

مذکورہ بالا وجوہ کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ سید رضی کے بعد تقریباً دو ڈھائی سو برس تک نہج البلاغہ کے خلاف کوئی آواز اٹھتے ہوئے معلوم نہیں ہوتی بلکہ متعدد علمائے اہل سنت نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے ابوالحسن علی ابن ابی القاسم بیہقی متوفی ۵۶۵ھ امام فخر الدین

متوفی ۶۰۶ھ ابن ابی الحدید متوفی ۶۵۵ھ علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ۔ غالباً انہیں علمائے اہل سنت کے شروح وغیرہ لکھنے کا یہ نتیجہ تھا کہ عوام میں نہج البلاغہ کا چرچا پھیلا اور اس کے ان مضامین کے بارے میں جو خلفاء ثلاثہ کے بارے میں ہیں اہل سنت میں بے چینی پیدا ہوئی اور اب آپس میں بحثیں شروع ہوگئیں اور اس کی وجہ سے علماء کو اپنے اصول عقائد سنبھالنے کے لئے اور عوام کو تسلی دینے کے لئے نہج البلاغہ کے بارے میں شکوک وشبہات اور رفتہ رفتہ انکار کی ضرورت پڑی، چنانچہ سب سے پہلے ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ نے اس کو مشکوک بنانے کی کوشش کی اور علامہ سید مرتضٰی کے حالات میں یہ لکھا کہ

| | |
|---|---|
| قَدْ اختلف الناس فی کتاب نهج البلاغة المجموعه من کلام علی ابن ابی طالب هل هوجمعه اواخوه الرضی و قدقیل انه لیس من کلام علی ابن ابی طالب و انما الذی جمعه و نسبه الیه هو الذی وضعه والله اعلم | لوگوں میں کتاب نہج البلاغہ کے بارے میں جو امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے کلام کا مجموعہ ہے اختلاف ہے کہ وہ انہی (سید المرتضٰی) کا جمع کردہ ہے یا ان کے بھائی سید رضی کا اور بعض کہتے ہیں کہ یہ جناب امیر کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ جسے جامع سمجھا جاتا ہے، اسی کی تصنیف ہے۔ واللہ اعلم |

یہ امر بہت قابل لحاظ ہے کہ نہج البلاغہ کے بارے میں اختلافی آواز ڈھائی صدی کے بعد بھی نہج البلاغہ کے تالیف کے مرکز میں یعنی بغداد یا ملک عراق کے کسی شہر سے بلند نہیں ہوئی، بلکہ مغربی مملکت جہاں بنی امیہ کی سلطنت تھی اور قیروان وقرطبہ میں جس سلطنت کے زیر اثر علماء کی پرورش ہو رہی تھی وہاں ابن خلکان مغربی کی زبان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے ظاہر ہے کہ یہ لوگ جنہیں اختلف الناس کہا جا رہا ہے یہ مسلمان دار الخلافہ کے کوئی ذمہ دار افراد نہیں ہیں ورنہ اختلف العلماء، اختلف المحققون، اختلف الادباء ایسے کوئی وقیع الفاظ درج کیے جاتے بلکہ یہ الناس اموی سلطنت کے پروردہ مملکت مغربیہ کے سنی عوام ہیں جنہیں یہ خبر تک نہیں ہے کہ یہ کتاب سید رضی کی جمع کردہ ہے یا سید مرتضٰی کی اور یہ جناب ابن خلکان کا تقیہ ہے کہ وہ خود اپنے اطلاعات کو جو اس کتاب اور اس کے جامع کے بارے میں یقیناً ان کو تھے، پیش نہیں کرتے بلکہ عوام کے جذبات کی تسلی کے لئے خود انہیں عوام کے اختلاف کی ترجمانی کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض لوگ اسے سید مرتضٰی کا جمع کردہ کہتے ہیں اور بعض سید رضی کا اور خود ان کے ضمیر کا فیصلہ پہلے آجاتا ہے کہ جمع کرنے والا کوئی بھی ہو، لیکن ہے وہ کلام امیر المومنین ہی کا اور پھر عوامی جذبات کو دھچکا پہنچنے کے اندیشے سے وہ بعض ان متعصب مجہول الاسم والرسم اشخاص کے اس عذر کو جو اس کے مضامین کے تسلیم کرنے سے گریز کے لئے وہ مقام مناظرہ میں پیش کرتے تھے کہ ہم اسے کلام علی ہی تسلیم نہیں کرتے وہ قیل کہہ کے ذکر کر دیتے ہیں کہ بعض ایسا کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کا کلام ہے ہی نہیں بلکہ جس نے جمع کیا ہے اسی نے اس کو تصنیف کر دیا ہے۔ یہ خود قیل اس قول کے ضعف کے لئے کافی تھا لیکن خود ان کا ضمیر اس قیل سے چونکہ مطمئن نہیں ہے لہٰذا آخر میں واللہ اعلم کہہ کے وہ اس میں مزید شک وشبہ کا اظہار کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ ابن خلکان اس بارے میں اپنے فیصلہ کو ماحول کے دباؤ سے ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور وہ صرف عوام کو باہمی چہ میگوئیوں کا تذکرہ کر کے اپنا دامن بچا لے جانا چاہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تشکیک کا علمی دنیا میں کوئی وزن ہی نہیں مانا جا سکتا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ اگرچہ علامہ ابن خلکان نے اپنے ضمیر کی تحریک سے بہت حد تک اپنے کو نہج البلاغہ کے



انکار کی ذمہ داری سے بچایا تھا مگر ان کے ان الفاظ نے بعد والے میدان مناظرہ کے پہلوانوں کو آسانی سے یہ داؤ بتا دیا کہ وہ نہج البلاغہ کے کلام امیر المومنین ہونے کا انکار کر دیں۔ چنانچہ اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی نے جو اپنے دور کے انتہائی متعصب شخص تھے، یہ جرأت کی کہ وہ اس شک کو یقین کا درجہ دے دیں اور انہوں نے سید مرتضٰی کے حالات میں لکھ دیا کہ

| | |
|---|---|
| من طالع کتابه نهج البلاغة جزم بانه مکذوب علی امیر المومنین نفیه السَّبُ الصریح بل حط علی السیّدین ابی بکر و عمر۔ | جو شخص ان کی کتاب نہج البلاغہ کو دیکھے وہ یقین کر سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی طرف اس کی نسبت بالکل جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ اس میں کھلا ہوا سب وشتم اور ہمارے دونوں سرداروں ابوبکر وعمر کی تنقیص ہے۔ |

اب آپ ذرا اس عجیب رفتار کو دیکھئے کہ تالیف نہج البلاغہ سے دو ڈھائی سو برس بعد یعنی ابن خلکان کے عہد تک تو اختلاف یا شک وشبہ کا بھی نہج البلاغہ کے بارے میں پتہ نہیں چلتا۔ اس کے بعد ابن خلکان مُلکِ مغرب میں بیٹھ کر عوام الناس کے اختلاف کا اس بارے میں اظہار کرتے ہیں کہ یہ سید مرتضٰی کی جمع کردہ کتاب ہے یا سید رضی کی اور ایک ضعیف قول اس کا بیان کرتے ہیں کہ اس کی نسبت امیر المومنینؑ کی جانب غلط ہے اور پھر واللہ اعلم کہہ کر اس تغلیط کو مشکوک کرتے ہیں۔ یہ اس وقت جبکہ قرب عہد کی وجہ سے پھر بھی ذرائع اطلاع زیادہ ہو سکتے تھے اور اس کے ایک صدی کے بعد ذہبی پہلے تو بیک گردش قلم اس اختلاف کو جو جامع کے بارے میں تھا، ختم کر کے اسے سید مرتضٰی کا کارنامہ قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس شک کو یقین کا درجہ دے کر یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی نہج البلاغہ کا مطالعہ کرے وہ ایسا ہی یقین کرے گا۔ اس کے معنٰی یہ ہیں کہ ان کے وقت تک تین سو برس میں گویا کسی نے اس کتاب کا مطالعہ ہی نہ کیا تھا یا انہیں کوئی ایسی عینک ملی ہے جو اس کے پہلے کسی کے پاس نہ تھی اور اب وہ اسی عینک سے اپنے دور کے بعد ہر شخص کو نہج البلاغہ کے مطالعہ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ عینک کیا ہے اسے خود اپنے آخر کلام میں درج کر دیتے ہیں۔ علمی حیثیت سے اصول روایت کے لحاظ سے تنقیدی قوانین کے پیش نظر انہیں چاہئے تھا کہ اس کی نسبت غلط ہونے کے ثبوت میں امیر المومنینؑ کا وہ مسلّم کلام پیش کرتے جو سید رضیؒ کے علاوہ دوسرے مستند ماخذوں سے ان کے نزدیک مسلّم ہوتا اور وہ سید رضیؒ کے مندرجات مضامین سے مختلف ہوتا خود سید رضیؒ کے زمانہ والے مصنفین کے انتقادات کا حوالہ دیتے کہ انہوں نے بھی اسے غلط قرار دیا ہے۔ اس تین سو برس کی مدت میں دوسرے علماء وناقدین نے جو کچھ اس کی رد وقدح کی ہوتی اسے پیش کرتے مگر ان کے جیب ودامن تحقیق میں کوئی ایسی سند موجود نہیں ہے۔ ان کی دلیل اس نسبت کے یقینی طور پر جھوٹ ہونے کی صرف یہ ہے کہ اس میں ان کے دو سرداروں کی تنقیص ہے۔ کیا علمی دنیا میں اس دلیل کی کوئی قیمت ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل ایسا ہے جیسے قرآن نازل ہونے کے چند صدی بعد کوئی طبقہ مشرکین کا قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے صرف اس لئے انکار کرے کہ اس میں ان کے اِلٰہ کے خلاف تنقیص ومذمت کی آیتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حقیقت کو اپنے جذبات کا تابع بنا کر اگر جانچا جائے، تو کوئی حقیقت باقی ہی نہیں رہ سکتی۔ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَائَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اس دروازے کے کھل جانے کے بعد تمام اصول روایت ودرایت معطّل وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ہر عقیدہ اور خیال کا انسان پھر ہر قوی سے قوی نص کو صرف اس بناء پر رد کر دے گا کہ وہ اس کے عقیدہ اور خیال کے خلاف ہے۔ جہاں تک خلفائے ثلاثہ کے مقابل میں شیعوں کے استدلال کا تعلق ہے وہ احادیث رسولؐ یہاں تک کہ صحاحِ ستہ میں درج شدہ اخبار واحادیث سے بھی اس میں تمسک کرتے ہیں اور نہج البلاغہ کے

مندرجات سے کچھ کم واحادیث پیغمبر ومطالب کے تاولوں سے ہمیشہ کام لیتے رہے اور بالکل ان احادیث کے انکار کی جرأت نہیں کی۔ مناظرانہ ضرورتوں سے انکار نصوص کا یہ رجحان جس کا مظاہرہ ذہبی نے کیا ہے یہ بڑھتے بڑھتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ میں یہاں تک آیا کہ شروع شروع عیسائی مبلغین سے مناظرہ میں انہیں وفاتِ مسیحؑ کے خیال کو پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔ صرف اس جذبہ کے ماتحت کہ جناب عیسٰیؑ کی یہ ایک طرح کی فضیلت عیسائی پیش کرتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، لہٰذا اس کو ختم کرنا چاہئے۔ ان سب کا انکار کردیا اور آخر میں خود ان کے دعوئے مسیحیت کے لئے ایک راستہ بن گیا۔ یہی جذبہ ترقی کرکے اب اہل قرآن کے ہاتھوں، جن کی نمائندگی طلوع اسلام وغیرہ کررہے ہیں، یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے کہ طبری اور دوسرے مفسرین اور مورخین سب کے یہاں کچھ نہ کچھ شیعوں کے موافق باتیں موجود ہیں۔ اس لئے کلیتہً احادیث تفاسیر اور تواریخ کے اعتبار پر انہوں نے ضرب لگادی ہے اور ان سب کے انکار کی یہی بنیاد ہے کہ ان لوگوں نے شیعوں کے موافق چیزیں درج کی ہیں۔ لہٰذا یہ سب جھوٹ ہے جو عمارت ایک غلط اساس پر قائم کی جاتی ہے اس کا آخری انجام یہی ہوتا ہے۔ کاش، یہ لوگ حقیقت کو صرف حقیقت کے اعتبار سے دیکھتے اور پھر اپنے جذبات کو اس کے ماتحت لانے کی کوشش کرتے جو ایک عام مسلمان کا فریضہ ایمانی ہے۔ چہ جائیکہ وہ افراد جو اپنے کو علماء اسلام قرار دیتے ہوں یا دنیا میں اس حیثیت سے متعارف ہوں۔

اس کے بعد کی صدیوں میں یہ دروازہ پاٹوں پاٹ کھل ہی گیا تھا۔ چنانچہ اب تو مناظرہ کے میدان کا یہ بہت ہی علم ہتھیار بن گیا کہ جب نہج البلاغہ کا کوئی کلام پیش ہو تو اسے غلط کہہ دیا جائے۔ اس کے بعد پھر موجودہ دور میں تو اور بھی بہت سے جذبات کارفرما ہوگئے ہیں۔ مثلاً تجدد پسند طبقے کا یہ رجحان کہ عورت ہر بات میں مرد کے برابر ہے، جب نہج البلاغہ کے مندرجات سے مجروح ہوتا ہے تو اس جذبہ کے تحفظ کے لئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ حضرت علی کا کلام نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس میں عورتوں کی تنقیص ہے اور موجودہ سائنس سے اس کے نظریات کو ٹکراتے ہوئے دیکھا جاتا ہے تو سائنس کو اصل قرار دے کر اس کا انکار کردیا جاتا ہے کہ یہ حضرت علیؑ کا کلام ہے۔ کبھی اس جذبہ کے ماتحت کو اس میں ان علوم وفنون کی حقیقتوں کا اظہار ہے جسے بعد والے اپنے وقت کا کارنامہ سمجھتے ہیں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ کلام بعد کی پیداوار ہے۔ اس لئے کہ اس وقت عرب میں یہ علوم وفنون تھے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کسی ایک لفظ مثلاً سلطان بمعنٰی بادشاہ کو حادث قرار دے کر اس لفظ کے استعمال کو نہج البلاغہ میں اس کی دلیل بنایا جاتا ہے کہ یہ جناب امیر کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔ حالانکہ یہ سب باتیں صرف اپنی خواہشوں کے تکمیل کا ایک بہانہ ہیں اور اپنے مرقومات کو اصل قرار دے کر حقیقتوں کو ان کا تابع بنالینے کا کرشمہ ہے۔ قرآن مجید میں درج شدہ حقائق کب ایسے ہیں جو اس وقت کے عربوں کو معلوم ہوں اور احادیث رسولؐ کے بہت سے معارف کب اُس وقت کی دنیا کو معلوم تھے جو باب مدینۃ العلم کے اقوال میں کچھ ایسے علوم وفنون کے انکشاف پر تعجب کیا جائے، جن کو اس وقت کی دنیا کو خبر نہ تھی۔ ہر لفظ جس کے لئے کسی قدیم عربی شعر کو سند میں پیش کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ اس شعر سے پہلے اس کے ماخذ کا ہمیں علم نہیں ہوتا ورنہ اس شعر کو ہم سند ہی قرار دینے کی کیوں زحمت محسوس کرتے، تو کیا اس تصور کو حقیقت قرار دے کر کہ اس کے پہلے یہ لفظ کیوں نہیں ہے ہم اس شعر کا انکار کردیں گے یا صحیح طریقہ یہ ہوگا اور یہی اصول معمول بہ ہے کہ اس شعر میں اس لفظ کے وجود سے خود ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس لفظ کا زبان عرب میں رواج تھا۔ اسی طرح ہم آخر لفظ سلطان میں یہ اصول کیوں اختیار کرتے ہیں کہ ہم اپنے اس مزعومہ کو وحی منزل قرار دیں کہ یہ لفظ حادث ہے اور کلام عرب میں موجود نہ تھی۔ خود جناب امیر علیہ السلام کے



کلام میں اس کا وارد ہونا اس کا ثبوت کیوں نہ ہو کہ یہ لفظ چاہے عام اکثریت کی زبان پر جاری نہ ہو، لیکن وہ کلیتہً مفقود نہیں تھی اور اس کا شاہد یہی کلام امیر المومنین کیوں قرار نہ پائے۔ پھر السلطان کو لفظی طور پر بمعنی ملک قرار دینے کی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ وہ بمعنی مصدری یعنی حکومت واقتدار اور غلبہ یقینی موجود تھا اور قرآن مجید میں بھی اس کے نظائر موجود ہیں۔ ذریعہ غلبہ ہونے ہی کی بناء پر دلیل کو سلطان کہا گیا ہے جس طرح اسی اعتبار سے اس کو حجت کہا جاتا ہے اور یہی معنی مصدری بعد میں اسمی شکل اختیار کرکے بمعنی ملک ہوگئے ہیں تو اس میں کیا دشواری ہے کہ اذا تغیر السلطان تغیر الزمان میں ہم السلطان کو حاکم کے معنی میں نہیں، بلکہ حکومت واقتدار کے معنی میں لیں، جو ہماری زبان میں بمعنیٰ حاکم برابر رائج ہے۔ لفظی طور پر یہ معنی نہ کہیں کہ جب بادشاہ بدلتا ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے، بلکہ یہ معنی کہیں کہ جب اقتدار بدلتا ہے تو زمانہ میں بھی تغیر ہوجاتا ہے۔ نتیجہ وہی ایک ہے مگر وہ ہمارا مزعومہ بھی اگر ہمیں بہت عزیز ہو تو اس صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ غرض یہ سب بے بنیاد باتیں ہیں، جو کسی اصول روایت ودرایت پر منطبق نہیں ہوتیں۔ خلفاء کے بارے میں نہج البلاغہ میں ہرگز کوئی ایسی سخت بات نہیں ہے جو دوسری کتابوں میں موجود نہ ہو اور جناب امیر علیہ السلام کے ان رجحانات کے مطابق نہ ہو جو مسلم الثبوت حیثیت سے دوسرے کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں اس قسم کے الفاظ کا حضرت کی زبان پر آنا تو اس کا ثبوت ہے کہ وہ آپ کا کلام ہے۔ ہاں اگر آپ کے واقعی رجحانات کے خلاف اس میں الفاظ ملتے تو اس پر تو غور کرنے کی بھی ضرورت ہوتی کہ وہ کس بناء پر ہیں یا انہیں کسی مجبوری کا نتیجہ قرار دینا پڑتا جیسے بعض علماء کے خیال مطابق للہ بلاء فلان والا خطبہ یہی نوعیت رکھتا ہے۔ مگر وہ کلام جو اپنے متکلم کے خیالات کا نمایاں طور پر آئینہ بردار ہو اُسے تو کسی حیثیت سے اس متکلم کی طرف نسبت صحیح ماننے میں تامل کا کوئی سبب ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود ابن خلکان کے اس اظہارِ تذبذب اور ذہبی کے اس جسارت انکار کے پھر بھی منصف مزاج اور حقیقت پسند علماء ومحققین بلاتفریق مذہب وملت نہج البلاغہ کے مندرجات کو کلام امیر المومنینؑ مانتے رہے اور اس کا اظہار کرتے رہے جن میں سے کچھ افراد کا جو سرِ دست پیش نظر ہیں ذیل میں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

(۱) علامہ شیخ کمال الدین محمد ابن طلحہ قریشی شافعی متوفی ۶۵۲ھ اپنی کتاب مطالب السؤل فی مناقب آل الرسول میں جو لکھنؤ میں بھی طبع ہوچکی ہے علومِ امیر المومنینؑ کے بیان میں لکھتے ہیں۔

واربعها علم البلاغة والفصاحة وكان فيها اماما لا يشق غبارہ و مقدما لا تلحق اثارہ و من وقف على كلامه المرقوم الموسوم بنهج البلاغة صار الخبر عندہ عن فصاحته عيانا والظنُّ يعلو مقامه فيه ايقانا۔

چوتھے علم فصاحت وبلاغت آپ اس میں امام کا درجہ رکھتے تھے جن کے گرد قدم تک بھی پہنچنا ناممکن ہے اور ایسے پیشرو تھے، جن کے نشان قدم کا مقابلہ نہیں ہوسکتا اور جو حضرت کے اس کلام میں مطلع ہو جو نہج البلاغہ کے نام سے موجود ہے اس کے لئے آپ کی فصاحت کی سماعی خبر مشاہدہ بن جاتی ہے اور آپ کی بلندی مرتبہ کا اس باب میں گمان یقین کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں

النوع الخامس فى الخطب والمواعظ مما نقلته الرواة ورونه الثقات عنه عليه

پانچویں قسم ان خطب اور مواعظ کی شکل میں ہے جس کو راویوں نے بیان کیا ہے اور ثقات نے حضرت سے ان کو نقل

السلام قداشتمل کتاب نهج البلاغة المنسوب الیه علی انواع من خطبه و مواعظه الصادعة باو امر هاو نوا هیها المطلعة انوار الفصاحة والبلاغة مشرقة من الفاظها و معانیها الجامعة حکم عیون علم المعانی والبیان علی اختلاف اسالیبها۔

کیا ہے اور نہج البلاغہ کتاب جس کی نسبت حضرت کی طرف دی جاتی ہے۔وہ آپ کے مختلف قسم کے خطبوں اور موعظوں پر مشتمل ہے جو اپنے اوامر ونواہی کو مکمل طور پر ظاہر کرتے اور فصاحت و بلاغت کے انوار کو اپنے الفاظ و معانی سے تابندہ شکل میں نمودار کرتے اور فن معانی و بیان کے اصول شکل میں نمودار کرتے اور فن معانی و بیان کے اصول اور اسرار کو اپنے مختلف انداز بیان میں ہمہ گیر صورت سے ظاہر کرتے ہیں۔

اس میں مندرجات نہج البلاغہ کو معتبر وثقہ راویوں کے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے یقینی طور پر کلام امیر المومنینؑ تسلیم کیا ہے۔ایک جگہ جو منسوب کی لفظ ہے اس سے کوئی غلط فہمی نہیں ہونا چاہئے، وہ بحیثیت مجموعی کتاب بشکل کتاب سے متعلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ کتاب امیر المومنین کی جمع کردہ نہیں ہے۔کتاب تو حقیقتاً سید رضیؒ ہی کی ہے مگر عوام مجازی طور پر یا ناواقفیت کی بناء پر یونہی کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین کی کتاب ہے۔یہ نسبت اس کلام کے لحاظ سے دی جاتی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اور اسی لئے اس محل پر علامہ ابن طلحہ نے منسوب کی لفظ صرف کی ہے جو بالکل درست ہے اس سے اصل کلام کے بارہ میں ان کے وثوق واطمینان کو کوئی دھچکا نہیں پہنچتا۔

(۲) علامہ ابو حامد عبدالحمید ابن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی الحدید مدائنی بغدادی متوفی ۶۵۵ھ جنہوں نے اس کتاب کی مبسوط شرح لکھی ہے وہ حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل ذاتیہ میں فصاحت کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

امام الفصاحة فهو امام الفصحاء و سید البلغاء و عن کلامه قیل دون کلام الخالق و فوق کلام المخلوقین و منه تعلّم النّاس الخطابة والکتابة۔

فصاحت کی آپ کا یہ عالم ہے کہ آپ فصحا کے امام اور اہل بلاغت کے سرگردہ ہیں، آپ ہی کے کلام کے متعلق یہ مقولہ ہے کہ وہ خالق کے کلام کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے اور آپ ہی سے دنیا نے خطابت و بلاغت کے فن کو سیکھا۔

اس کے بعد عبدالحمید بن یحییٰ اور ابن نباتہ کے وہ اقوال درج کئے گئے ہیں جن کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں پھر لکھا ہے۔

ولما قال محقن ابن ابی محقن لمعاویة جئتك من عند اعیی الناس قال لم ویحك کیف یکون اعیی الناس فوالله ماسّن الفصاحة لقریش غیره و یکفی هـذا لکتاب الذی نحنشارحوه دلالة

اور جب محقن بن ابی محقن نے (خوشامد میں) معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ گنگ شخص کے پاس سے آیا ہوں معاویہ نے کہا کہ وائے ہو تم پر وہ گنگ کیونکر کہے جاسکتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم فصاحت کا راستہ قریش کو سوا ان کے کسی اور نے نہیں دکھایا ہے اور یہی کتاب جس کی ہم شرح لکھ رہے ہیں اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہے کہ حضرت



علی انه لا یجاری فی الفصاحة ولا یباری فی البلاغة

فصاحت میں وہ بلند درجہ رکھتے ہیں کہ کوئی آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا اور بلاغت میں آپ کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

علامہ مذکور دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں۔

ان کثیر من فصوله داخل فی باب المعجزات المحمدیة الاشتمالها علی الاخبار الغیبیة و خروجها من وسع الطبیعة البشریة۔

اس کتاب کے اکثر مقامات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کہے جاسکتے ہیں۔اس لئے کہ وہ غیبی خبروں پر مشتمل ہیں اور انسانی طاقت کے حدود سے باہر ہیں۔

حالانکہ علامہ ابن ابی الحدید اپنے معتقدات میں جو شیعیت کے خلاف ہیں پورے راسخ ہیں اور اس لئے نہج البلاغہ میں جہاں جہاں ان کے معتقدات کے خلاف چیزیں ہیں ان کو کافی زحمت پیش ہوئی ہے، مگر اس کے باوجود کسی ایک مقام پر بھی وہ اس شک وشبہ کا اظہار نہیں کرتے کہ یہ شاید امیر المومنینؑ کا کلام نہ ہو۔بلکہ خطبہ شقشقیہ تک میں جو سب سے زیادہ ان کے جذبات کے مضامین پر مشتمل ہے وہ اس امر کو بقوت تسلیم کرتے ہیں کہ یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ضرور اور اس کے خلاف ہر تصور کو دلائل کے ساتھ رد کر دیتے ہیں۔انہوں نے خطبہ ہی میں قدم المفضول علی الفاضل خدا نے (معاذ اللہ) کسی مصلحت و غیر افضل پر مقدم کر دیا اور اسی طرح خطبہ شقشقیہ وغیرہ کے تشریحات میں انہوں نے اپنے معتقدات کا اظہار کر دیا ہے اور امیر المومنین کے الفاظ کو معاذ للہ آپ کے بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے۔یہ اُمور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کو بشری جذبات کا تقاضہ قرار دیا ہے۔یہ اُمور اس تصور کو ختم کر دیتے ہیں کہ انہوں نے اس کتاب میں اس شیعہ رئیس کی خوشامد مدنظر رکھی ہے جس کے نام پر انہوں نے یہ شرح معنون کی تھی۔ابن العلقمی شیعہ ضرور تھے، مگر وہ سلطنت بنی عباس کے وزیر تھے اور یہ کتاب دولت عباسیہ کے سقوط سے پہلے ان کے دورِ وزارت میں لکھی گئی ہے۔اوّل تو اگر خوشامد مدنظر ہوتی تو وزیر کے بجائے خود خلیفہ وقت کے جذبات کا لحاظ کرنا زیادہ ضروری ہوتا۔دوسرے ظاہر ہے کہ سلطنتِ عباسیہ کے وزیر ہونے کی بناء پر خود ابن العلقمی بھی کھل کر ایسے شخص کے خلاف کوئی اقدام نہیں کر سکتے تھے جو حکومت وقت کے مذہب کے موافق کوئی بات کہے نہ وہ خود ہی ایسے جذبات کا علانیہ اظہار کرتے تھے۔پھر اگر ان کی خوشامد ہی پیش نظر ہوتی تو ابن ابی الحدید اسی کتاب میں شیعیت کی ردکیوں کرتے اور خلافتِ ثلاثہ کو شروع سے لے کر آخر تک بقدرِ امکان مضبوط کرنے کی کوشش کس لئے کرتے۔ان کا یہ طرز عمل صاف بتا رہا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں اپنے حقیقی خیالات اور جذبات کو برابر پیش نظر رکھا ہے۔وہ اگر نہج البلاغہ کی صحت میں ذرا سا شک وشبہ کا بھی اظہار کر دیتے تو وہ اُس سے زیادہ ابن العلقمی کے لئے تکلیف دہ نہیں ہوسکتا تھا جتنا خدا کی طرف اس غلط کام کو منسوب کرنا کہ وہ مفضول کو فاضل پر ترجیح دے دیتا ہے۔یا امیر المومنینؑ کے اقوال کو معاذ اللہ نفسانیت پر محمول کرنا جو خطبہ شقشقیہ وغیرہ کی شرح میں انہوں نے لکھ ڈالا ہے۔بلکہ ایک شیعہ کے لئے ان الفاظ کے کلامِ امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینا اتنا صدمہ نہیں پہنچا سکتا اور حضرت علیؑ ابن ابی طالب کی اتنی بڑی توہین نہیں ہے جتنا یہ تصور کرنا کہ حضرت نے معاذ اللہ حقیقت کے خلاف صرف اپنی ذاتی رنجش کی بناء پر یہ الفاظ فرما دیئے ہیں۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگز ابن ابی الحدید کو ابن العلقمی کی کوئی خاطر داری اظہارِ خیالات میں پیش نظر نہ تھی اور اس کتاب پر ابن العلقمی نے اگر کوئی انعام دیا ہو تو یہ صرف

اُن کے وُسعتِ صدر اور سَعت نظر اور تحمل کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ایک مخالف مذہب کے ایک علمی کارنامے کی صرف علمی کارنامہ ہونے کی بناء پر قدر کی جو کہ ان کے خود عقائد و خیالات سے متضاد مضامین پر بھی مشتمل تھا۔ میرے خیال میں تو ابن ابی الحدید نے اپنی سنیت کو اس کتاب میں اتنا ضرورت سے زیادہ طشت از بام کیا ہے کہ اس ساتھ کسی قسم کی رو رعایت کا تصور بھی پیدا ہونا غلط ہے۔

(۳) ابوالسعادات مبارک مجدالدین ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی مشہور کتاب نہایہ میں جو احادیث و آثار کے لغات کی شرح کے موضوع پر ہے۔ کثیر التعداد مقامات پر نہج البلاغہ کے الفاظ کو حل کیا ہے۔ ابن اثیر کی حیثیت فقط ایک عام لغوی کی نہیں ہے بلکہ وہ محدث بھی ہیں۔ اگر صرف ادبی اہمیت کے لحاظ سے ان کو ان الفاظ کا حل کرنا ہی ضروری تھا تو وہ اس کو نہج البلاغہ کا نام لکھ کر درج کرتے پھر واقعہ تو یہ ہے کہ اگر اس کو وہ کلام امیر المومنینؑ سمجھتے ہی نہ، تو انہیں اس کتاب میں جو صرف احادیث اور آثار کے حل کے لئے لکھی گئی ہے، ان لغات کو جگہ ہی نہ دینا چاہئے تھی، کیونکہ اصطلاحی طور پر اثر صرف صحابہ اور ممتاز تابعین کی زبان سے نکلے ہوئے اقوال کو کہتے ہیں۔ کسی متاخر عالم کی کتاب کے الفاظ نہ حدیث میں داخل ہیں اور نہ اثر ہیں۔ ان کا ان الفاظ کو جگہ دینا ہی اس کا ثبوت ہے کہ وہ اس کو سید رضی کا کلام نہیں سمجھتے بلکہ کلام امیر المومنینؑ قرار دیتے ہیں۔ پھر یہ کہ ان لغات کو درج کرنے میں ہر مقام پر تصریحاً وہ حدیث علی کی لفظ کا استعمال کرتے ہیں، جیسے لغت جوی میں منہ حدیث علی یونہی فتق الاجواء وشق الارجاء میں زیادہ تر ان الفاظ کا تذکرہ حدیث علیؑ کی لفظوں کے ساتھ اور کہیں پر خطبۃ علیؑ ہے، جیسے لغت لوط میں فی خطبۃ علی ولاطھا بالبلۃ حتی لزبت ایک جگہ لغت ایم میں یہ الفاظ ہیں کلام علی مات قیّھا وطال تایّمھا۔ اسی لغت اسل میں فی کلام علیؑ کے الفاظ ہیں اور ایسے ہی دو ایک جگہ اور باقی تمام مقامات پر حدیث علیؑ لکھا ہے اور جو مکاتیب کے الفاظ ہیں، انہیں کتاب علی کہہ کر درج کیا ہے۔ ان تمام مقامات کو اختصار کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ''نہج البلاغہ کا استناد'' میں درج کیا ہے جو امامیہ مشن لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے۔

(۴) علامہ سعد الدین تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ شرح مقاصد میں لکھتے ہیں واذ اھوا فصحھم لسانا علی مایشھد بہ کتاب نہج البلاغۃ۔ حضرت سب سے زیادہ فصیح اللسان بھی تھے، جس کی گواہی کتاب نہج البلاغہ دے رہی ہے۔

(۵) جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم بن علی افریقی مصری متوفی ۷۱۱ھ انہوں نے بھی نہایہ کی طرح اپنی عظیم الشان کتاب اللّسان العرب میں مندرجہ ذیل الفاظ کو کلام علی کہتے ہوئے حل کیا ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین قوشجی متوفی ۸۷۵ھ شرح تجرید میں قولِ محقق طوسیؒ افصحھم لسانا کی شرح میں لکھتے ہیں علی مایشھد بہ کتاب نہج البلاغۃ وقال البلغاء ان کلامہ دون کلام الخالق وفوق کلام المخلوق جس کی شاہد ہے۔ آپ کی کتاب نہج البلاغہ اور اہل بلاغت کا قول ہے آپ کا کلام خالق کے نیچے اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۷) محمد بن علی بن طباطبائی معروف بہ ابن طقطقی اپنی کتاب تاریخ الفخری فی الآداب السلطانیہ والدول الاسلامیہ، مطبوعہ مصر ص ۹ میں لکھتے ہیں۔

عدل ناس الی نھج البلاغۃ من کلام امیر المومنین علی ابن ابی طالب فانّہ الکتاب الّذی یتعلّم منہ الحکم و المواعظ والخطب والتوحید والشجاعۃ والزھد و علوّا لھمّۃ و ادنیٰ فوائدہ الفصاحۃ والبلاغۃ

بہت سے لوگوں نے کتاب نہج البلاغہ کی طرف توجہ کی جو امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام ہے۔ کیونکہ وہ کتاب ہے کہ جس سے حکم اور مواعظ اور توحید اور زہد اور علو ہمت، ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہوتی ہے اور اس کا سب سے ادنیٰ فیض فصاحت و بلاغت ہے۔



(۸) علامہ محدث ملا طاہر پٹنی گجراتی، انہوں نے بھی مجمع بحار الانوار، نہایہ کی طرح احادیث و آثار کے لغات ہی کی شرح میں لکھی ہے اور انہوں نے بھی الفاظ نہج البلاغہ کو کلام امیر المومنینؑ تسلیم کرتے ہوئے ان کی شرح کی ہے۔

(۹) علامہ احمد بن منصور کازرونی اپنی کتاب مفتاح الفتوح میں امیر المومنین کے حالات میں لکھتے ہیں۔

و من تامل فی کلامہ و کتبہ و خطبہ ورسالاتہ علم ان علمہ لا یوازی علم احد وفضائلہ لا تشاکل فضائل احد بعد محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ومن جملتھا کتاب نھج البلاغھوایم اللہ لقد وقف دونہ فصاحۃ الفصحٰا و بلاغۃ البلغاء و حکمۃ الحکماء۔

جو حضرت کے کلام اور خطوط اور خطبوں اور تحریروں پر غور کی نگاہ ڈالے اُسے معلوم ہوگا کہ حضرت کا علم کسی دوسرے علم کی طرح اور حضرت کے فضائل پیغمبرؐ کے بعد کسی دوسرے کے فضائل کے قبیل سے نہیں تھے۔ (یعنی بدرجہا زیادہ تھے) اور انہیں میں سے کتاب نہج البلاغہ ہے (اس کے معنی یہ ہیں کہ مصنف کے پیش نظر یہ حقیقت تھی کہ حضرت کے کلام کا ذخیرہ نہج البلاغہ کے علاوہ بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے اور یہ صرف اُس کا ایک جز ہے۔ اور خدا کی قسم آپ کی فصاحت کے سامنے تمام فصحا کی فصاحت اور بلیغوں کی بلاغت اور حکماء روزگار کی حکمت مفلوج و معطل ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۱۰) علامہ یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں آفصح کی شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن اراد مشاھدۃ بلاغتہٖ ومسامعۃ فصاحتہٖ فلینظر الی نھج البلاغۃ ولا ینبغی ان ینسب ھٰذالکلام البلیغ الی رجل شیعی

جو شخص آپ کی فصاحت کو دیکھنا اور آپ کی بلاغت کو سننا چاہتا ہو، وہ نہج البلاغہ پر نظر کرے اور ایسے فصیح و بلیغ کلام کو کسی شیعہ عالم کی طرف منسوب کرنا بالکل غلط ہے۔

(۱۱) علامہ شیخ احمد بن ابن مصطفٰے معروف بہ طاشکیری زادہ اپنی کتاب شقائق نعمانیہ فی علماء دولۃ عثمانیہ قاضی قوام الدّین یوسف کی تصانیف کی فہرست میں لکھتے ہیں۔

و شرح نھج البلاغۃ الامام الھمام علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجھہ۔

(۱۲) مفتی دیارِ مصریہ علامہ شیخ محمد عبدہ متوفی ۱۳۲۳ھ جن کی اس سعیٔ جمیل کے مشکور ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے مصر اور بیروت وغیرہ اہل سنت کے علمی مرکزوں کی نہج البلاغہ کے فیوض سے بہرہ مند بنانے کا سامان کیا اور وہاں کے باشندوں کو ان کے سبب سے اس جلیل القدر کتاب کا تعارف ہو سکا۔ انہوں نے نہج البلاغہ کو اپنے تفسیری حواشی کے ساتھ مصر میں چھپوایا۔ جس

کے بہت سے ایڈیشن اب تک شائع ہو چکے ہیں اور وہ اپنے اس مقدمہ میں جو شروع کتابت میں درج کیا ہے اپنی اس دہشت و حیرت کا اظہار کرتے ہوئے جو نہج البلاغہ کے حقائق آگیں عبارات سے اُن پر طاری ہوئی ہے تحریر کرتے ہیں۔

کان یخیل الی فی کل مقام ان حروباشبت و غارات شنت وان للبلاغة دولة وللفصاحة صولة وان الاوهام عرامة وللریب دعارة و ان حجافل الخطابة وکتائب الذرابة فی عقود النظام و صفوف الانتظام تنافحبالصفیح الا بلج والقویم الا ملج و تملج المهج بروائع الحجج فتفل من دعارة الوساوس وتصیب مقاتل الخوانس فما انا الّا والحق منتصر والباطل منکسر و مرج الشك فی خمود و هرج الریب فی رکود وان مدبر تلك الدولةوباسل تلك الصولة هو حاملواٸها الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب بل کنت کلّما انتقلت من موضع الی موضع احسن بتغیر المشاهد وتحول المعاهد فتارة کنت اجدنی فی عالم یعمره من المعانی ارواح عالیه فی حلل من العبارات الزاهیةتطوف علی النفوس الزاکیة وتدنومن القلوب الصافیة توحی الیها رشادها و تقوم منها منادها و تنفربها عن مداحض المزال الی جواد الفضل والکمال وطورا کانت تنکشف لی الجُمل عن وجوہ باسرہ وانیاب کاسرہ وارواح فی اشباح النمور ومخالب

ہر مقام پر (اس کے اثنائے مطالعہ میں) مجھے ایسا تصور ہو رہا تھا کہ جیسے لڑائیاں چھڑی ہوئی ہیں۔ نبرد آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ بلاغت کا زور ہے اور فصاحت پوری قوت سے حملہ آور ہے۔ توہمات شکست کھا رہے ہیں۔ شکوک و شبہات پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ خطابت کے لشکر صف بستہ ہیں۔ طلاقتِ لسان کی فوجیں شمشیر زنی اور نیزہ بازی میں مصروف ہیں، وسوسوں کا خون بہایا جارہا ہے اور توہمات کی لاشیں گر رہی ہیں اور ایک دفعہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ بس حق غالب آ گیا اور باطل کی شکست ہوگئی اور شک وشبہ کی آگ بجھ گئی اور تصوّرات باطل کا زور ختم ہوگیا اور اس فتح ونصرت کا سہرا اس کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کے سر ہے۔ بلکہ اس کتاب کے مطالعہ میں جتنا جتنا میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوا میں نے مناظرہ کی تبدیلی اور مواقف کے تغیر کو محسوس کیا۔ کبھی میں اپنے کو ایسے عالم میں پاتا تھا جہاں معانی کی بلند روحیں خوشنما عبارتوں کے جامے پہنے ہوئے پاکیزہ نفوس کے گرد چکر لگاتی اور صاف دلوں کے نزدیک آ کر انہیں سیدھے رستے پر چلنے کا اشارہ کرتی اور نفسانی خواہشوں کا قلع قمع کرتی اور لغزش مقامات سے متنفر بنا کر فضیلت وکمال کے راستوں کا سالک بناتی ہیں اور کبھی ایسے جملے سامنے آ جاتے ہیں جو معلوم ہوتا ہے کہ تیوریاں چڑھائے ہوئے اور دانت نکالے ہوئے ہولناک شکلوں میں آگے بڑھ رہے ہیں اور ایسی روحیں ہیں جو چیتوں کے پیکروں میں اور شکاری پرندوں کے پنجوں کے ساتھ حملہ پر آمادہ ہیں اور ایک



النسور قد تحفدّت للوثاب ثم انقضت للاختلاب فخلبت القلوب عن هوا ها واخذت الخواطر دون مرماها واغتالت فاسد الا هواء وباطل الا راء واحیانا کنت اشهد ان عقلا نورانیّا لا شبیه خلقا جسدانیا فصل عن الموکب الالهی واتصل بالروح الانسان فخلعه عن غاشیات الطبیعة وسمابه الی الملکوت الاعلیٰ ونمابه الیٰ مشهدالنور الا جلے وسکن به الیٰ عمار جانب التقدیس بعد استخلاصه من شوائب التلبیس وانات کانی اسمع خطیب الحکمةینادی باعلیآء الکلمة واولیاء امر الامة یعرفهم مواقعالصواب و یبصرهم مواضع الا رتیاب و یحذرهم مزلق الاضطراب و یرشد هم الیٰ دقائق السیاسة ویهدیهم طرق الکیاست ویرتفع بهم الی منضات الریاسته و یصعدهم شرفالتدبیر ویشرف بهم علیٰ حسن المصیر۔

دم شکار پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دلوں کو ان کے ہوا وہوس کے مرکزوں سے جھپٹ کر لے جاتے ہیں اور ضمیروں کو پست جذبات سے زبردستی علیحدہ کر دیتے اور غلط خواہشوں اور باطل عقیدوں کا قلع قمع کر دیتے ہیں اور بعض اوقات میں جیسے مشاہدہ کرتا تھا کہ ایک نورانی عقل جو جسمانی مخلوق سے کسی حیثیت سے بھی مشابہ نہیں ہے خداوندی بارگاہ سے الگ ہوئی اور مادیت کے حجابوں سے نکال لیا اور اُسے عالمِ ملکوت تک پہنچا دیا اور تجلّیاتِ ربّانی کے مرکز تک بلند کر دیا اور لے جا کر عالم قدس میں اس کو ساکن بنا دیا اور بعض لحات میں معلوم ہوتا تھا کہ حکمت کا خطیب صاحبان اقتدار اور قوم کے اہل حل وعقد کو للکار رہا ہے اور انہیں صحیح راستے پر چلنے کی دعوت دے رہا ہے اور ان کی غلطیوں پر متنبہ کر رہا ہے اور انہیں سیاست کی باریکیاں اور تدبر وحکمت کے دقیق نکتے سمجھا رہا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو حکومت کے منصب اور تدّبر وسیاست کی اہلیت پیدا کر کے مکمّل بنا رہا ہے۔

اس میں علامہ محمد عبدہ نے جس طرح یقینی طور پر اس کو کلام امیر المومنین تسلیم کیا ہے اسی طرح اس کے مضامین کی حقانیت اور اس کے مندرجات کی سچائی کا بھی اعتراف کیا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ اس کتاب کے مضامین حق کی فتح اور باطل کی شکست اور شکوک واوہام کی فنا اور توہمات ووساوس کی بیخ کنی کا سبب ہیں اور وہ شروع سے آخر تک انسانی روح کے لئے روحانیت وطہارت اور جلال وکمال کی تعلیمات کے حامل ہیں۔

علامہ محمد عبدہ کو نہج البلاغہ سے اتنی عقیدت تھی کہ وہ اسے قرآن مجید کے بعد ہر کتاب کے مقابلہ میں ترجیح کا مستحق سمجھتے تھے اور انہوں نے اپنا یہ اعتقاد بنایا ہے کہ جامعہ الاسلامیہ میں اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونا اسلام کی ایک صحیح خدمت ہے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ امیر المومنین ایسے بلند مرتبہ مصلح عالم کا کلام ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

لیس فی اهل هذه اللغة الاقائل بان کلام

اس عربی زبان والوں میں کوئی ایسا نہیں جو اس کا قائل نہ ہو

الامام علی بن ابی طالب ھو اشرف الکلام وابلغه۔ بعد کلام اللہ تعالیٰ و کلام نبیه و اغزرہ مادۃ وارفعه اسلوبا واجمعه لجائل المعانی فاجدر بالطالبین لنفائس اللغته وَالطامعین فی التدرج الموا قیھا ان یجعلوا ھٰذا الکتاب اھم محفوظھم وافضل مأثور ھم مع تفھم معانیه فی الاغراض التی جاءَ ت لا جلھا و تامل الفاظه فی المعانی التی صیغت للدلالة علیھا لیصیبوا بذٰلك افضل غایة وینتھوا الیٰ خیر نھایة۔

کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کلام کلام خدا وکلامِ رسولؐ کے بعد ہر کلام سے بلند تر زیادہ پُر معانی اور زیادہ فوائد کا حامل ہے لہٰذا زبان عربی کے نفس ذخیروں کے طلاب کے لئیے کتاب سب سے زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے اپنے محفوظات اور منقولات میں اہم درجہ پر رکھیں اور اس کے ساتھ ان معانی ومقاصد کے سمجھنے کی کوشش کریں، جو اس کتاب کے الفاظ میں مضمر ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ علاّمہ محمد عبدہ کی یہ کوشش پورے طور پر بار آور بھی ہوئی۔ ایسے تنگ نظری کے ماحول میں جبکہ علمی دنیا کا یہ افسوس ناک رویہ ہے کہ خود اہل سنت کی وہ کتابیں جو اہل بیتِ معصومین سے یا حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے متعلق ہیں انہیں زیادہ تر ایران کے شیعی مطبعوں نے شائع کیا ہے۔ مگر مصر و بیروت وغیرہ کے علمی مرکزوں نے انہیں کبھی قابلِ اشاعت نہ سمجھا۔ مثلاً سبط ابن جوزی کتب سیر میں پوری علمی جلالت سے یاد کئے گئے ہیں مگر ان کی کتاب تذکرہ صرف اس لئے سوادِ اعظم کی بارگاہ میں درخورِ اعتنا نہیں سمجھی گئی کہ اس میں اہل بیت رسولؐ کے حالات زیادہ ہیں۔ اسی طرح حافظ نسائی کی خصائص وغیرہ مگر نہج البلاغہ اپنے تمام مندرجات کے باوجود جن سے سوادِ اعظم کو اختلاف ہوسکتا ہے پھر بھی مصر اور بیروت کے علمی حلقوں میں پوری پوری مقبولیت اور مرکزیت رکھتی ہے۔ اس کے مسلسل ایڈیشن شائع ہوتے ہیں اور مدارس اور یونیورسٹیوں کے نصابوں میں داخل ہے۔ یہ صرف ہندوستان یا پاکستان کی مناظرانہ ذہنیت اور اس کی مسموم فضا ہے کہ یہاں کے مدارس میں اکثر اس کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا ہے جو خالص شیعی کتاب سے ہونا چاہئے۔ علامہ شیخ محمد عبدہ نے نہ صرف اس کتاب پر حواشی لکھ دیئے اور اسے طبع کردیا بلکہ وہ اپنی گفتگوؤں میں برابر اس کی تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ مجلّہ الہلال مصر نے اپنی جلد نمبر ۳۵ کے شمارہ اوّل بابت نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۷۸ پر چار سوالات علمی طبقہ کی توجہ کے لئے شائع کئے تھے جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ

ماھو الکتاب او الکتب التی طالعتمو ھا فی شبابکم فافادتکم وکان لھا اثر فی حیاتکم

وہ کونسی کتاب یا کتابیں ہیں جن کا آپ نے دورِ شباب میں مطالعہ کیا تو انہوں نے آپ کو فائدہ پہنچایا اور ان کا آپ کی زندگی پر اثر پڑا۔

اس سوال کا جواب جو استاد شیخ مصطفےٰ عبدالرزاق نے دیا ہے، وہ شمارہ دوم بابت دسمبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۵۰ پر شائع ہوا ہے، اس میں وہ لکھتے ہیں۔

طالعت بارشاد الاستاذ المرحوم الشیخ محمد عبدہ دیوان الحماسه و نھج البلاغة

میں نے استاد مرحوم شیخ محمد عبدہ کی ہدایت سے دیوان حماسہ اور نہج البلاغہ کا مطالعہ کیا۔



عبدالمسیح انطا کی بھی جن کی رائے اس کے بعد آئے گی، اس کا ذکر کیا ہے کہ علامہ محمد عبدہ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ انشاء پردازی کا درجہ حاصل کرو، تو امیر المومنین حضرت علیؑ کو اپنا استاد بناؤ اور ان کے کلام کو اپنے لئے چراغِ ہدایت قرار دو۔

موصوف کا یہ عقیدہ نہج البلاغہ کے متعلق کہ وتمام وکمال امیر المومنین کا کلام ہے، اتنا نمایاں تھا کہ ان کے تمام شاگرد جو ان کے بعد سے اب تک مصر کے بلند پایہ اساتذہ میں رہے، اس حقیقت سے واقف تھے۔ چنانچہ استاد محمد محی الدین عبدالحمید مدرس کلیہ لُغت عربیہ جامعۂ ازہر جن کے خود خیالات ان کی عبارت میں اس کے بعد پیش ہوں گے، اپنے شائع کردہ ایڈیشن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

عسیت ان تسئال رأی الاستاذ الامام الشیخ محمد عبدہ فی ذٰلك و ھوالذی بعث الکتاب من مرقدہ و لم یکن احد اوسع منه اطِلاعًا ولا ادق تفکیر او الجواب علیٰ ھذا تساؤل انا نعتقد انه رحمه اللہ کان مقتنعاً بان الکتاب کله للامام علی رحمه اللہ

ممکن ہے تم اس بارے میں استاد امام شیخ محمد عبدہ کی رائے دریافت کرنا چاہتے ہو جنہوں نے اس کتاب کو خواب گمنامی سے بیدار کیا اور ان سے بڑھ کر کوئی وسعت اطلاع اور باریکئ نگاہ میں مانا بھی نہیں جاسکتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس کتاب کو تمام وکمال امیر المومنینؑ کا کلام سمجھتے تھے۔

علامہ محمد عبدہ کا یہ مقدمہ جس کے اقتباسات ہم نے درج کئے ہیں خود دنیائے ادبیت میں کافی اہمیت رکھتا ہے چنانچہ سید احمد ہاشمی نے اپنی کتاب جواہر الادب حصہ اول میں صفحہ ۳۱۷، ۳۱۸ پر اسے تمام وکمال درج کردیا ہے اور اس پر عنوان قائم کیا ہے وصف نہج البلاغة للامام المرحوم الشیخ محمد عبدہ المتوفی ۱۳۲۲ھ۔

(۱۳) ملک عرب کے مشہور مصنف، خطیب اور انشاء پرداز شیخ مصطفےٰ علائینی استاذ التفسیر والفقه والآداب العربیه فی الکلیة الاسلامیه بیروت، اپنی کتاب ارتج الزہر میں زیرعنوان نہج البلاغہ واسالیب الکلام العربی ایک مبسوط مقالہ کے تحت میں تحریر کرتے ہیں۔

من احسن ماینبغی مطالعته لمن یتطلب الاسلوب العالی کتاب نھج البلاغه للامام علی رضی اللہ عنه وھوالکتاب الذی انشأت ھٰذا المقال لاجله فان فیه من بلیغ الکلام والاسالیب المدھشة وَالمعانی الرائقة ومناحی الموضوعات الجلیلة مایجعل مطالعه اذازاوله مزاولة صحیحة

بہترین چیز جس کا مطالعہ بلند معیار ادبی کے طلب گاروں کو لازم ہے وہ امیر المومنین علی علیہ السلام کی کتاب نہج البلاغہ ہے اور یہی وہ کتاب ہے جس کے لئے خاص طور پر یہ مقدمہ لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں بلیغ کلام اور ششدر کردینے والے طرزِ بیان اور خوش نما مضامین اور مختلف عظیم الشان مطالب ایسے ہیں کہ مطالعہ کرنے والا اگر ان کی صحیح مزاولت کرے تو وہ اپنی انشاء پردازی اپنی خطابت

بليغافى كتابته وخطابته ومعانيه۔

اور اپنی گفتگو میں بلاغت کے معیار پر پورا اتر سکتا ہے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کتاب سے کثیر التعداد افراد بلکہ اقوام نے استفادہ کیا ہے جن میں سے ایک کاتب الحروف بھی ہے۔ میں ان تمام افراد کو جو عربی کے بلند اسلوب تحریر کے طالب اور کلام بلیغ کے جویاں ہوں اس کتاب کے حاصل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

(۱۴) استاذ محمد کرد علی رئیس مجمع علمی دمشق نے الہلال کے چار سوالات کے جواب میں، جن میں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ ماھی الکتب التی تنصحون لشبان الیوم بقرأتھا۔ وہ کون سی کتابیں ہیں جن کے پڑھنے کی موجودہ زمانہ کے نوجوانوں کو آپ ہدایت کرتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

اذاطلب البلاغة فى اتم مظاهر ها والفصاحة التى لم تشبهها عجمة فعليك بنهج البلاغة ديوان خطب امير المومنين على بن ابى طالب ورسائله الىٰ عماله يرجع الى فصل الانشاء والمنشئين فى كتابى۔ "القديم والحديث" طبع بمصر ۱۹۲۵ء

اگر بلاغت کا اس کے مکمّل ترین مظاہرات کے ساتھ مشاہدہ مطلوب ہو اور اس فصاحت کو جس میں ذرّہ بھر بھی زبان کی کوتاہی شامل نہیں ہے دیکھا ہو تو تم کو نہج البلاغہ کا مطالعہ کرنا چاہئے، جو امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے خطب و مکاتب کا مجموعہ ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب "القدیم و الحدیث" مطبوعہ مصر ۱۹۲۵ء فصل الانشاء والمنشؤن دیکھنا چاہئے۔

یہ جواب الہلال کی جلد نمبر پینتیس کے شمارہ نمبر ۵ بابت ماہ مارچ ۱۹۲۷ء میں صفحہ ۵۷۲ پر شائع ہوا ہے۔

(۱۵) استاذ محمد محی الدین المدرس فى كلية اللغة العربية بالجامع الازهر جنہوں نے نہج البلاغہ پر تعلیقات تحریر کئے ہیں اور علامہ شیخ محمد عبدہ کے حواشی برقرار رکھتے ہوئے بہت سے تحقیقات و شرح کا اضافہ کیا ہے اور ان حواشی کے ساتھ یہ کتاب مطبع استقامۃ مصر میں طبع ہوئی ہے۔ انہوں نے اس ایڈیشن کے شروع میں اپنی جانب سے ایک مقدمہ بھی تحریر کیا ہے جس میں نہج البلاغہ کے استناد و اعتبار پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے ضروری اجزاء یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

وبعد فهٰذا كتاب نهج البلاغه وهوما اختاره الشريف الرضى ابوالحسن محمد بن الحسن الموسوى من كلام امير المومنين على بن ابى طالب الذى جمع بين دفتيه عيون البلاغة وفنونها وتهياء تبه للناظر فيه اسبابالفصاحة ودنامنه قطانها اذكان من كلام افصح الخلق بعد الرسول صلى الله عليه وسلم

یہ کتاب نہج البلاغہ امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلام کا وہ انتخاب ہے جو شریف رضی ابوالحسن محمد بن حسن موسوی نے کیا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو اپنے دامن میں بلاغت کے نمایاں جوہر اور فصاحت کے بہترین مرقعے رکھتی ہے اور ایسا ہونا ہی چاہئے۔ کیونکہ وہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام خلق میں سب سے زیادہ فصیح البیان سب سے زیادہ قدرتِ کلام کا مالک اور قوتِ استدلال میں



منطقاد اشدهم اقتدار اوابرعهم حجة واملكهم لغة يديرها كيف شاء الحكيم الذى تصدر الحكمة عن بيانه والخطيب الذى يملاء القلب سحر لسانه العالم الذى تهيّاله من خلاط الرّسول وكتابة الوحى والكفاح عن الدين بسيفه ولسانه منذ حداثته ما لم يتهيّا الاحد سواه هذا كتاب نهج البلاغة وانابه حفى منذ طراء السن وصيعة الشباب فلقد كنت اجد والدى كثير القراءة فيه وكنت اجد عمى الا كبريقضى معه طويل الساعات يردد عباراته ويستخرج معانيها و يتقبل اسلوبه وكان لهما من عظيم التاثير علىٰ نفسى ما جعلنى اقفوا اثرهما فاحله من قلبى المحلّ الاوّل واجعله سميرى الذى لايمل وايتسى الذى اخلواليه اذا عزّالانيس۔

زیادہ اور الفاظ لغت عربی پر سب سے زیادہ قابو رکھنے والا تھا کہ جس صورت سے چاہتا تھا، انہیں گردش دے دیتا تھا اور وہ بلند مرتبہ حکیم جس کے بیان سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں اور وہ خطیب جس کی جادو بیانی دلوں کو بھر دیتی ہے۔ وہ عالم جس کے لئے پیغمبرؐ خدا کے ساتھ انتہائی روابط اور وحی کی کتابت اور دین کی نصرت میں شمشیر و زبان دونوں سے جہاد کے ابتدائی عمر سے وہ مواقع حاصل ہوئے جو کسی دوسرے کو ان کے سوا حاصل نہیں ہوئے یہ ہے کتاب نہج البلاغہ! اور میں اپنے عنفوانِ شباب اور ابتدائے عمر ہی سے اس کا گرویدہ رہا ہوں، کیونکہ میں اپنے والد کو دیکھتا تھا کہ وہ اکثر اس کتاب کو پڑھتے تھے اور اپنے بڑے چچا کو بھی دیکھتا کہ وہ گھنٹوں پڑھتے رہتے اس کے معانی کو سمجھتے رہتے اور اس کے اندازِ بیان پر غور کرتے رہتے اور ان دونوں بزرگواروں کا میرے دل پر اتنا بڑا اثر تھا، جس نے مجھے بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مجبور کر دیا اور میں نے اس کتاب کو اپنے قلب میں سب سے مقدّم درجہ دے دیا۔ اسے اپنے مونسِ تنہائی قرار دیا جو ہمیشہ میرے لئے دلبستگی کا باعث ہے۔

اس کے بعد علامہ مذکور نے اُن اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کا رجحان یہ ہے کہ وہ اسے شریف رضیؒ کا خود کلام قرار دیتے ہیں ان کے خیالات کا جائزہ لیتے ہوئے موصوف رقم طراز ہیں کہتے ہیں کہ سب سے اہم اسباب جو اس کتاب کے کلامِ امیر المومنین نہ ہونے سے متعلق پیش کئے جاتے ہیں، صرف چار ہیں۔ پہلے یہ کہ اس میں اصحابِ رسول کی نسبت ایسے تعریضات ہیں جن کا حضرت علی علیہ السلام سے صادر ہونا تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ خصوصاً معاویہ، طلحہ، زبیر، عمرو بن عاص اور ان کے اتباع کے بارے میں سب وشتم تک موجود ہے۔ دوسرے اس میں لفظی آرائش اور عبارت میں صنعت گری اس حد پر ہے جو حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں مفقود تھی۔ تیسرے اس میں تشبیہات و استعارات اور واقعات و مناظر کی صورت کشی اتنی مکمل ہے جس کا پتہ صدر اسلام میں اور کہیں نہیں ملتا۔ اس کے ساتھ حکمت و فلسفہ کی اصطلاحیں اور مسائل کے بیان میں اعداد کا پیش کرنا، یہ باتیں اُس زمانہ میں رائج نہ تھیں چوتھے اس کتاب کی اکثر عبارتوں سے علم غیب کے ادّعا کا پتہ چلتا ہے، جو حضرت علیؑ ایسے پاکباز انسان کی شان سے بعید ہے۔

خدا گواہ ہے کہ ہمیں ان اسباب میں سے کسی ایک میں اور ان سب میں مجموعی طور پر بھی کوئی واقعی دلیل، بلکہ دلیل نما شکل بھی

اس دعوے کے ثبوت میں نظر نہیں آتی جو ان لوگوں کا مدعا ہے۔ بلکہ انہیں تو ایسے شکوک وشبہات کا درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا جو کسی حقیقت کے ماننے میں تھوڑا سا دغدغہ بھی پیدا کر سکتے ہوں اور جن کے رفع کرنے کی ضرورت ہو۔ پھر انہوں نے ایک ایک کر کے ہر بات کو رد بھی کیا ہے۔ پہلی بات کے متعلق جو کچھ انہوں نے کہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولؐ کے بعد مسئلہ خلافت میں طرزِ عمل ہی ایسا اختیار کیا گیا، جس سے فطرتاً حضرت علیؑ علیہ السلام کو شکایت ہونا ہی چاہئے تھی اور آپ کی خلافت کے دور میں اہل شام نے آپ کے خلاف جو بغاوت کی، اُس سے آپ کو تکلیف ہونا ہی چاہئے۔ ہر دور کے متعلق آپ کے جس طرح کے الفاظ ہیں وہ بالکل تاریخی حالات کے مطابق ہیں، اس لئے اس میں شک وشبہ کا کیا محل ہے۔

دوسری اور تیسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا سا مرتبہ فصاحت اور حکمت دونوں میں کسی اور شخص کو حاصل نہیں تھا، تو پھر آپ کے کلام کی خصوصیتیں اس دور میں کسی اور کے یہاں مل ہی کیونکر سکتی ہیں۔ رہ گیا سجع وقافیہ کا التزام، وہ آپ کے یہاں اس طرح نہیں جس سے آورد ظاہر ہو یا معانی پر اس کا اثر پڑے اور اس حد تک قافیہ وغیرہ کا التزام اس دور میں عموماً رائج تھا۔

چوتھی دلیل کے جواب میں علامہ مذکور نے جو کہا ہے وہ ہمارے مذہبی عقائد کے بے شک مطابق نہیں ہے، مگر وہ خود اُن کے نقطہ نظر کا حامل ہے، وہ کہتے ہیں کہ جسے علم غیب سے تعبیر کیا جاتا ہے اُسے ہم فراست اور زمانہ کی نبض شناسی کا نتیجہ سمجھتے ہیں جو علیؑ ایسے حکیم انسان سے بعید نہیں ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا، یہ جواب انہوں نے مادی ذہنیت کے مطابق دیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اگر خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا مظاہرہ باعث انکار قرار دیا جائے تو اکثر احادیث نبویہ بھی اس زد میں آ جائیں گی اور خدا کی طرف سے علم غیب کا مظاہرہ تو اکثر قرآن کی آیات سے نمودار ہی ہے۔ پھر قرآن کی آیتوں کا بھی انکار کرنا چاہئے اور اگر علم الٰہی کی بناء پر ان آیات کو تسلیم کیا جائے تو اس کے عطا کردہ علم سے علیؑ ایسے عالم ربانی کے کلام میں اس طرح کی باتوں کے تذکرہ پر بھی کسی حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

(۱۶) اُستاذ شیخ محمد حسن نائل المرصفی نے بھی نہج البلاغہ کی ایک شرح لکھی ہے جو دار الکتب العربیہ سے شائع ہوئی ہے۔ اس کے مقدمہ میں کلمة فی اللغة العربیه کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں۔

ولقد كان المجلّى فى هٰذه الحلبة على صلوات الله عليه وماحسبنى احتاج فى اثبات هذا الى دليل اكثر من نهج البلاغة ذٰلك الكتاب الذى اقامه الله حجة واضحة على اِنّ عليًا رضى الله عنه قد كان احسن مثال حى النور القران وحكمته وعلمه و هداية واعجازه و فصاحته اجتمع لعلىٍّ فى هٰذا الكتاب مالم يجتمع لكبار الحكماء وافذاذ الفلاسفة

اس میدان میں سب سے آگے حضرت علی ابن ابی طالب تھے اور اس دعویٰ کا سب سے بڑا ثبوت نہج البلاغہ ہے، جسے اللہ نے ایک واضح حجت اس کی بنایا ہے کہ علی ابن ابی طالب قرآن کے نور اور حکمت اور علم اور ہدایت اور اعجاز اور فصاحت کی بہترین زندہ مثال تھے۔ اس میں حضرت علی کی زبان سے اتنی چیزیں یکجا ہیں، جو بڑے حکماء اور یکتائے زمانہ فلاسفہ اور شہرۂ آفاق علمائے رّبانیین ان سب کی زبانی ملا کر بھی یکجا نہیں ملتیں۔ حکمت کی بلند نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد حیرت خیز موعظ اور موثر استدلال اس کتاب میں علی ابن ابی طالب



ونوابغ الرّبّانيين من ايات الحكمة السامية وقواعد السياسة المستقيمة ومن كل موعظة باهرة وحجة بالغة تشهدله بالفضل وحسن الاثر خاض على فى هٰذا الكتاب لجّة العلم والسياسة والدين فكان فى كل هٰذه المسائل نابغة مبرزًا۔

نے علم سیاست اور دین کے ہر دریا کی غواصی کی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان میں سے ہر شعبہ میں یکتائے روزگار تھے۔

(۱۷) استاذ محمد الزہری الغمر اوی جنہوں نے مرصفی کی مذکور بالا شرح پر ایک مقدمہ تحریر کیا ہے اس میں طبقات الفصحاء کے عنوان کے تحت وہ لکھتے ہیں۔

ولم ينقل عن احد من اهل هٰذه الطبقات مانقل عن امير المومنين على بن ابى طالب كرّم الله وجهه فقد اشتملت مقالاته على المواعظ الزهدية والمناهجج السياسة والزّواجر الدينية والحكم النفيسه والاداب الخلقية والدرالتوحيدية و الاشارات الغيبية والدّرر على الخصوم والنصائح علىٰ دجه العموم و قد احتوى على غرر كلامه كرم الله وجهه كتاب نهج البلاغة الذى جمعه وهذبه ابو الحسن محمد بن طاهر المشهور بالشريف الرضى رحمه الله واثابه وارضاه۔

ان تمام طبقات کے لوگوں میں سے کسی ایک سے بھی وہ کارنامہ نقل ہو کر ہم تک نہیں پہنچا، امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی زبانی پہنچا ہے۔ آپ کے مقالاتِ زاہدانہ مواعظ، سیاسی مسلک اور دینی ہدایات، نفیس فلسفی بیانات، اخلاقی تعلیمات، توحید کے جواہر، غیبی اشارات، مخالفین کی ردو قدح اور عمومی نصائح پر مشتمل ہے۔ اور آپ کے کلام کے روشن اقتباسات پر مشتمل کتاب نہج البلاغہ ہے جسے ابوالحسن محمد ابن طاہر مشہور بہ شریف رضی رحمہ اللہ نے جمع کیا ہے۔

(۱۸) الاستاذ عبدالوهاب حموده استاذ الادب الحديث بكلية الأداب جامعه فواد الاول مصر نے اپنے مقالہ الآراء الاجتماعه فی نهج البلاغة میں جو رسالۃ الاسلام قاہرہ کے جلد ۳، عدد ۳ بابت ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ مطابق جولائی ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا ہے، لکھا ہے کہ

وقداجتمع له رضى الله عنه فى كتاب نهج البلاغة ما يجتمع لكبار الحكماء وافذاذ الفلاسفة ونوابغ الربانيين من

حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی زبان سے کتاب نہج البلاغہ میں تن تنہا وہ تمام چیزیں اکٹھا ہو گئی ہیں جو اکابر علماء اور یکتائے روزگار فلاسفہ اور سربرآوردہ علمائے ربانیین سے مجموعی طور پر یکجا کی جا سکتی ہیں، بلند حکمت

ايات الحكمة السامية، قواعد السياسة المستقيمة و من كل موعظة باهرة، وحجة بالغة وآراء اجتماعية، واسس حربية، مما يشهد للامام بالفضل وحسن الاثر۔

کی نشانیاں اور صحیح سیاست کے قواعد اور ہر طرح کا حیرت خیز موعظ اور موثر استدلال اور اجتماعی تصورات یہ سب امیر المومنینؑ کی فضیلت اور بہترین کارگزاری کا بین گواہ ہیں۔

(۱۹) علامہ ابونصر پروفیسر بیروت یونیورسٹی نے اپنی کتاب علی ابن ابی طالبؑ کی فصل ۱۳ میں امیر المومنین کے آثارِ عربی میں نہج البلاغہ کا ذکر کیا ہے اور اس ذیل میں لکھا ہے کہ یہ کتاب علی ابن ابی طالبؑ کی عظیم شخصیت کی مظہر ہے۔

(۲۰) قاضی علی ابن محمد شوکانی صاحب نیل الاوطار نے اپنی کتاب ''اتحاف الاكابر باسانيد الدفاتر'' طبع حیدرآباد (باب النون) میں نہج البلاغہ کے لئے اپنی سند متصل درج کرتے ہوئے لکھا ہے نهج البلاغة من كلام علی رضی الله عنه۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا متعدد عیسائی محققین نے بھی اعتراف کیا ہے۔

(۱) عبدالمسیح انطاکی صاحب جریدۂ ''العمران'' مصر، جنہوں نے امیر المومنینؑ کی سیرت میں اپنی مشہور کتاب ''شرح قصیدہ علویہ'' تحریر کی ہے اور وہ مطبع رعمسیس فجالہ مصر میں شائع ہوئی ہے وہ اس کے صفحہ ۵۳۰ پر تحریر کرتے ہیں۔

الاجدال ان سيدنا عليًا امير المومنين هو امام الفصحأء واستاذ البلغاء واعظم من خطب وكتب فی حرف اهل هذه الصناعة الالبآء وهذا كلام قد قيل فيه بحق انه فوق كلام الخلق و تحت كلام الخالق قال هذا كل من عرف فنون الكتابة واشتغل فی صناعة التحبير والتحرير بل هواستاذ كتاب العرب و معلمهم بلا مراءٍ فما من اديب لبيب حاول اتقان صناعة التحرير الاوّبين يديه القرآن ونهج البلاغة ذاك كلام الخالق وهذا كلام اشرف المخلوقين وعليهمايعوّل فی التحرير والتحبير اذااراد ان يكون فی معاشر الكتبة المجيدين ولعل افضل من خدم لغة قريش الشريف

اس میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ سیدنا حضرت علی امیر المومنینؑ فصیحوں کے امام اور بلیغوں کے استاد اور عربی زبان میں خطابت اور کتابت کرنے والوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت ہیں اور یہ وہ کلام ہے جس کے بارے میں بالکل صحیح کہا گیا ہے کہ یہ کلام خلق سے بالا اور خالق کے کلام سے نیچے ہے یہ ہر اُس شخص کا قول ہوگا جس نے انشاء پردازی کے فنون سے واقفیت حاصل کی ہو اور تحریر کا مشغلہ رکھا ہو، بلکہ آپ بلاشبہ تمام عرب انشاء پردازوں کے استاد اور معلّم ہیں کوئی ادیب ایسا نہیں ہے جو تحریر کے فن میں کمال حاصل کرنا چاہے مگر یہ کہ اس کے سامنے قرآن ہوگا اور نہج البلاغہ کہ ایک خالق کا کلام ہے اور دوسرا اشرف المخلوقین کا اور انہیں پر اعتماد کرے گا۔ ہر وہ شخص جو چاہے گا کہ اچھے لکھنے والوں میں اس کا شمار ہو، غالبًا زبانِ عربی کی خدمت کرنے والوں میں سب سے بڑا درجہ شریف



الرضی الذی جمع خطب واقوال و حكم ورسائل سيدنا امير المومنين من افواه الناس وامٰاليهم واصاب كل الاصابة باطلاقهٖ عليه اسم ''نهج البلاغة'' و ما هذا الكتاب الا صراطها المستقيم لمن يحاول الوصول اليها من معاشرا لمتادّبين۔

رضی کا ہے جنہوں نے امیر المومنینؑ کے یہ خطبے اور اقوال اور حکیمانہ ارشادات اور خطوط لوگوں کے لیے محفوظات اور مخطوطات سے یکجا کیے ہیں اور انہوں نے اِس کا نام ''نہج البلاغہ'' بھی بہت ٹھیک رکھا۔ بلاشبہ یہ بلاغت کا صراط مستقیم ہے ہر اُس شخص کے لئے جو اس منزل تک پہنچنا چاہے۔

اس کے بعد انہوں نے شیخ محمد عبدہ کی رائے بیان کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شیخ ابراہیم یازجی نے جو اس آخری دور میں متفقہ طور پر عربی کے کامل انشاء پرداز اور امام اساتذہ لغت مانے گئے ہیں مجھ سے فرمایا کہ مجھے اس فن میں جو مہارت حاصل ہوئی ہے وہ صرف قرآن مجید اور نہج البلاغہ کے مطالعہ سے یہ دونوں عربی زبان کے وہ خزانہ عامرہ ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوسکتے۔

(۲) فواد افرام البستانی، استاذ الآداب العربیہ فی کلیۃ القدیس یوسف (بیروت) انہوں نے ایک سلسلہ تعلیمی کتابوں کا روائع کے نام سے شروع کیا جس میں مختلف جلیل المرتبہ مصنفین کے آثار قلمی اور تصانیف سے مختصر انتخابات، مصنف کے حالات، کمالات، کتاب کی تاریخی تحقیقات وغیرہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے مجموعوں کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں اور وہ کیتھلک عیسائی پریس (بیروت) میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کا پہلا مجموعہ امیر المومنینؑ اور نہج البلاغہ سے متعلق ہے جس کے بارے میں مولف نے اپنے مقدمہ میں تحریر کیا ہے۔

اننا نبدأ اليوم بنشر منتخبات من نهج البلاغة للامام علی ابنِ ابی طالب اول مفكری الاسلام۔

ہم سب سے پہلے اس سلسلہ کی ابتداء کرتے ہیں کچھ انتخابات کے ساتھ نہج البلاغہ کے جو اسلام کے سب سے پہلے مفکّر امام علی ابن ابی طالبؑ کی کتاب ہے۔

اس کے بعد وہ سلسلہ شروع ہوا ہے جو سلسلہ روائع کی پہلی قسط ہے اس کا پہلا عنوان ہے ''علی ابن ابی طالبؑ'' جس کے مختلف عناوین کے تحت میں امیر المومنینؑ کی سیرت اور حضرت کے خصوصیات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ایک عیسائی کی تحریر ہوتے ہوئے پورے طور سے شیعی نقطۂ نظر کے موافق نہ سہی لیکن پھر بھی حقیقت و انصاف کے بہت سے جوہر اپنے دامن میں رکھتی ہے۔ دوسرا عنوان ہے ''نہج البلاغہ'' اور اس کے ذیلی عناوین میں ایک عنوان ہے ''جمعہ'' دوسرا عنوان ہے ''صحۃ نسبتہٖ'' اس کے تحت میں لکھا ہے ''نہج البلاغہ'' کے جمع و تالیف کو بہت زمانہ نہیں گزرا تھا کہ بعض اہل نظر اور مورخین نے اس کی صحت میں شک کرنا شروع کیا، ان کا پیشرو ابن خلکان ہے جس نے اس کتاب کو اس کے جامع کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر صفدی وغیرہ نے اس کی پیروی کی اور پھر شریف رضّی کے بسا اوقات اپنے دادا مرتضٰی کے لقب سے یاد کئے جانے کی وجہ سے بعض لوگوں کو دھوکا ہوگیا اور وہ ان میں اور ان کے بھائی علی بن طاہر معروف بہ سید مرتضٰی متولد ۹۶۶ء متوفی ۱۰۴۴ء میں تفرقہ نہ سمجھ سکے اور انہوں نے نہج البلاغہ کے جمع کو ثانی الذکر کی طرف منسوب

[1] نصب علامت اعرابی ہے اور اس کے معنی ناصبیت کے بھی ہیں اور علامہ نے اس لفظ کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے۔

کردیا۔ جیسا کہ جرجی زیدان نے کیا ہے اور بعض لوگوں نے جیسے مستشرق کلیمان نے یہ طرہ کیا کہ اصل مصنف کتاب کا سید مرتضیٰ ہی کو قرار دے دیا ہم جب اس شک کے وجوہ واسباب پر غور کرتے ہیں تو ہر پھر کے پانچ امر ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے شک کے وہی اسباب تقریباً تحریر کئے ہیں جو اس کے پہلے محی الدین عبدالحمید شارح نہج البلاغہ کے بیان میں گزر چکے ہیں اور پھر انہوں نے ان وجوہ کو رد کیا ہے۔

(۳) بیروت کے شہرۂ آفاق مسیحی ادیب اور شاعر پولس سلامہ اپنی کتاب ''اول ملحمہ عربیہ عیدالغدیر'' میں جو مطبعۃ النسر بیروت میں شائع ہوئی ہے صفحہ ۱۷، ۲۷ پر لکھتے ہیں۔

''نہج البلاغہ'' مشہور ترین کتاب ہے جس میں امام علی علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کتاب سے بالاتر سوائے قرآن کے اور کسی کتاب کی بلاغت نظر نہیں آتی۔ اس کے بعد حسب ذیل اشعار نہج البلاغہ کی مدح میں درج کئے گئے ہیں۔

هذه الكهف للمعارف باب مشرع من مدينه الاسرار

تنشر الدرفی کتاب مبین سفر نهج البلاغة المختار

هور وض من كل زهر جنى اطلعته السماء فى نوّار

فيه من نضرة الورد العذارى والخزامى والفدّو الجلنار

فى صفاء الينبوع يجرى زلالا كوثر ارائقا بعيد القرار

تلمع الشط والضفاف ولكن بالعجز العيون فى الاغوار

یہ معارف وعلوم کا مرکز اور اسرار و رموز کا کھلا ہوا دروازہ ہے۔

یہ نہج البلاغہ کیا ہے، ایک روشن کتاب ہے بکھرے ہوئے موتی۔

یہ چنے ہوئے پھولوں کا ایک باغ ہے جس میں پھولوں کی لطافت چشموں کی صفائی اور آب کوثر کی شیرینی جس نہر کی وسعت اور کنارے تو آنکھوں سے نظر آتے ہیں مگر تہ تک نظریں پہنچنے سے قاصر ہیں۔

مذکورہ بالا ادباء محدثین کے کلام سے نہج البلاغہ کی لفظی اور معنوی اہمیت بھی ضمناً ثابت ہوگئی ہے اب اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اب رہ گیا ہمارے فنی اصول سے اس کتاب کا وہ درجہ جس اعتبار سے ہم اس سے استدلال کر سکتے ہیں تو مجموعی طور پر ہمارے نزدیک اس کتاب کے مندرجات کی نسبت امیر المومنین کی جانب اسی حد تک ثابت ہے جیسے صحیفہ کاملہ کی نسبت امام زین العابدینؑ کی جانب یا کتبِ اربعہ کی نسبت ان کے مصنفین کی طرف یا معلقات سبعہ کی نسبت ان کے نظم کرنے والوں کی جانب رہ گیا، خصوصی عبارات اور الفاظ میں سے ہر ایک کی نسبت اطمینان وہ اسلوب کلام اور اندازِ بیان سے وابستہ ہے اور ان مندرجات کی مطابقت کے اعتبار سے ہے۔ ان ماخذوں کے ساتھ جو صحیح طور پر ہمارے یہاں مسلّم الثبوت ہیں اصطلاحی حیثیت سے قدماء کی تعریف کے مطابق جو



صحت کے خبر کے لئے وثوق بالصدور کو کافی سمجھتے ہیں۔ ان شرائط کے بعد اس کا ہر جُزءِ صحیح کی تعریف میں داخل ہے اور متاخرین کی اصطلاح کے مطابق جو صحت کو باعتبار صفات راوی قرار دیتے ہیں۔ نہج البلاغہ کے مندرجات کو مرسلات کی حیثیت حاصل ہے مرسلات کی اہمیت ارسال کرنے والے کی شخصیت کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابن ابی عمیر اور بعض جلیل القدر اصحاب کے بارے میں علماء نے یہ رائے قائم کرلی ہے کہ ان تک جب خبر کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر ان کے آگے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کون راوی ہے۔ اس لئے کہ ان کا نقل کرنا خود اس کے اعتبار کی دلیل ہے اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ مرسلات ابن ابی عمیر حکم مسند میں ہیں۔ اس بناء پر خود جناب سید رضی اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی جلالتِ قدر ضرور اسے عام مرسلات سے ممتاز کر دیتی ہے۔ پھر بھی مواعظ وتواریخ وغیرہ کا ذکر نہیں۔ جس میں عقیدہ وعمل ایسی اہمیت نہیں ہے لیکن مقام اعتقاد وعمل میں ہم نہج البلاغہ کے مندرجات کو اور ادلہ کے ساتھ جو اس باب میں موجود ہوں اصولِ تعادل وتراجیح کے معیار پر جانچیں گے اور بعض موقعوں پر ممکن ہے جو مسند حدیث اس موضوع میں موجود ہو اس پر نہج البلاغہ کی روایت کو ترجیح ہو جائے اور بعض مقاموں پر ممکن ہے تکافؤ ہو جائے اور بعض جگہ شاید ان دوسرے ادلہ کو ترجیح ہو جائے لیکن اس سے نہج البلاغہ کی مجموعی حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس کا وزن اسی طرح برقرار رہنا ہے جس طرح کافی کی بعض حدیثوں کو کسی وجہ سے نظر انداز کرنے کے بعد بھی کافی کا وزن مسلّم ہے۔

بہرصورت نہج البلاغہ کی علمی وادبی اہمیت اور اس کے حقائق آگیں مضامین اور اخلاقی مواعظ کا وزن ناقابل انکار ہے مگر ظاہر ہے کہ نہج البلاغہ سے صحیح فائدہ وہی افراد اٹھا سکتے ہیں کہ جو عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔ غیر عربی داں اس خزینۂ عامرہ سے فیض حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسی لئے ایرانی فضلاء وعلماء کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ اس کے فارسی ترجمے شائع کریں چنانچہ متعدد ترجمے ایران میں اس کے شائع ہوتے رہے اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اردو زبان میں ابھی تک نہج البلاغہ کا کوئی قابل اطمینان ترجمہ نہیں ہوا ہے بعض ترجمے جو شائع ہوئے ان میں سے کسی میں اغلاط بہت زیادہ تھے اور کسی میں عبارات آرائی نے ترجمہ کے حدود کو باقی نہیں رکھا، نیز حواشی میں کبھی خالص مناظرانہ انداز کی بھتات ہوگئی اور کبھی اختصار کی شدت نے ضروری مطالب نظر انداز کر دیئے۔ جناب مولینا مفتی جعفر حسین صاحب جو ہندوستان و پاکستان میں کسی تعارف کے محتاج نہیں اور اپنے علمی کمالات کے ساتھ بلندی سیرت اور سادگی معاشرت میں جن کی ذات ہندوستان و پاکستان میں ایک مثالی حیثیت رکھتی ہے ان کی یہ کوشش نہایت قابل قدر ہے کہ انہوں نے اس کتاب کے مکمل ترجمہ اور شارحانہ حواشی کے تحریر کا بیڑا اٹھایا اور کافی محنت وعرق ریزی سے اس کام کی تکمیل فرمائی۔ بغیر کسی شک وشبہ کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اب تک ہماری زبان میں جتنے ترجمے اس کتاب کے اور حواشی شائع ہوئے ہیں ان سب میں اس ترجمہ کا مرتبہ اپنی صحت اور سلاست اور حسن اسلوب میں یقیناً بلند ہے اور حواشی میں بھی ضروری مطالب کے بیان میں کمی نہیں کی گئی اور زوائد کے درج کرنے سے احتراز کیا ہے۔ بلاشبہ نہج البلاغہ کے ضروری مندرجات اور اہم نکات پر مطلع کرنے کے لئے اس تالیف نے ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے جس پر مصنف ممدوح قابل مبارک باد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ صاحبان ذوق ہر طبقہ کے اس کتاب کا ویسا ہی خیر مقدم کریں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ جَزَی اللّٰہُ مُؤَلِّفَہٗ فِی الدَّارَیْنِ خَیْراً۔

علی نقی النقوی

۴ ج ۲ ۱۳۷۵ھ

# جامع نہج البلاغہ

## علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ کے مختصر سوانح حیات

سیّد علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر پہلو اُن کے آباؤ اجداد کے کردار کا آئینہ دار اور اُن کی سیرت کا ہر رخ ائمہ اطہار کی پاکیزہ زندگیوں کا نمونہ تھا۔ وہ اپنے علمی تبحّر، علمی کمال، پاکیزگی اخلاق اور حُسنِ سیرت و استغناء نفس کی دل آویز اداؤں میں اتنی کشش رکھتے تھے کہ نگاہیں ان کی خوبی و زیبائی پر جم کر رہ جاتی تھیں اور دل اس ورثہ دار عظمت و رفعت کے آگے جھکنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۳۵۹ھ میں سرزمین بغداد میں پیدا ہوئے اور ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو علم و ہدایت کا مرکز اور عزت و شوکت کا محور تھا۔

ان کے والد بزرگوار، ابواحمد حسین تھے جو پانچ مرتبہ نقابت آل ابی طالبؑ کے منصب پر فائز ہوئے اور بنی عباس و بنی بویہ کے دورِ حکومت میں یکساں عظمت و بزرگی کی نظر سے دیکھے گئے۔ چنانچہ ابونصر بہاء الدولہ ابن بویہ نے انہیں الطاہر الاوحد کا لقب دیا اور ان کی جلالت علمی و شرافت نسبی کا ہمیشہ پاس و لحاظ رکھا۔ ان کا خاندانی سلسلہ صرف چار واسطوں سے امامت کے سلسلہ زریں سے مل جاتا ہے جو اس شجرہ نسب سے ظاہر ہے ابواحمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابنِ موسیٰ ابن ابراہیم ابنِ امام موسیٰؑ کاظم۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۴۰۰ھ میں ستانوے برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حائرِ حسینی میں دفن ہوئے۔ ابوالعلاء معری نے ان کا مرثیہ کہا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے:

انتم ذووالنسب القصیر فطولکم    باد علی الکبراء والاشراف

''تمہارے اور امام کے درمیان بہت تھوڑے سے وسائط حائل ہیں اور تمہاری بلندیاں اکابر و اشراف پر نمایاں ہیں۔''

آپ کی والدۂ معظمہ جن کی شرافت و بلندی مرتبت کی طرف آگے اشارہ ہوگا۔ یہاں پر صرف ان کا شجرۂ نسب درج کیا جاتا ہے فاطمہ بنت الحسین بن حسن الناصر ابن علی ابن حسن ابن عمر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ۔

ایسے نجیب و بلند مرتبہ ماں باپ کی اخلاقی نگہداشت و حسنِ بیت کے ساتھ آپ کو استاد و مربی بھی ایسے نصیب ہوئے جو اپنے وقت کے ماہرین باکمال اور ائمہ فن مانے جاتے تھے۔ جن میں سے چند کا یہاں پر ذکر کیا جاتا ہے۔

حسن ابن عبداللہ سیرافی: نحو و لغت و عروض و قوافی میں استادِ کامل تھے۔ کتاب سیبویہ کی شرح اور متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے بچپن میں اُن سے قواعد نحو پڑھے اور انہی کے متعلق آپ کا مشہور نحوی لطیفہ ہے کہ ایک دن حلقہ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے سید رضی سے پوچھا کہ اذاقلنا رایت عمر فما علامة نصب عمر۔ جب ہم رایت عمر کہیں تو اس میں علامت نصب کیا ہوگی۔'' آپ نے برجستہ جواب دیا۔ ''بُغضُ عَلِیّ'' اس جواب پر سیرافی اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت و طباعی پر دنگ رہ گئے۔ حالانکہ ابھی آپ کا سن دس برس کا بھی نہ تھا۔



سالے کو نکواست از بہارش پیدا

ابواسحاق ابراہیم احمد ابن محمد طبری بڑے پایہ: بڑے پایہ کے فقیہ و محدث اور علم پرور و جوہر شناس تھے۔ سید نے ان سے بچپن میں قرآن مجید کا درس لیا۔

علی ابن عیسیٰ ربعی: انہوں نے بیس برس ابوعلی فارسی سے استفادہ کیا اور نحو میں چند کتابیں لکھی ہیں۔ سید نے ان سے ایضاح ابو علی اور عروض و قوافی کی چند کتابیں پڑھیں۔

ابوالفتوح عثمان ابن جنی: علوم عربیہ کے بڑے ماہر تھے۔ دیوانِ متنبّی کی شرح اور اُصول و فقہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں سید نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

ابوبکر محمد ابن موسیٰ خوارزمی: یہ اپنے وقت میں مرجعِ درس اور صاحب فتویٰ تھے۔ سید نے ان سے بھی استفادہ علمی کیا۔

ابوعبداللہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ: سید رضی کے اساتذہ میں سب سے زیادہ بلند منزلت ہیں۔ علم و فقاہت اور مناظرہ و کلام میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تقریباً دو سو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

ابن ابی الحدید نے معد ابن فخار سے نقل کیا ہے کہ ایک رات شیخ مفید نے خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا حسن اور حسین علیہما السلام کے ہمراہ مسجد کرخ میں تشریف لائیں اور ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے شیخ میرے ان بچوں کو علم فقہ و دین پڑھاؤ شیخ جب خواب سے بیدار ہوئے تو حیرت و استعجاب نے گھیر لیا اور ذہن خواب کی تعبیر میں الجھ کر رہ گیا۔ اسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین کنیزوں کے جھرمٹ میں تشریف لا رہی ہیں اور ان کے دونوں سید مرتضیٰ اور سید رضی ان کے ہمراہ ہیں۔ شیخ انہیں دیکھ کر تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ جب وہ قریب آئیں تو فرمایا، اے شیخ میں ان بچوں کو آپ کے سپرد کرنے آئی ہوں۔ آپ انہیں علم دین پڑھائیں۔ یہ سن کر رات کا منظر اُن کی نظروں میں پھرنے لگا۔ مجسم تعبیر نگاہوں کے سامنے آگئی۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُن سے رات کا خواب بیان کیا، جسے سن کر سب دم بخود ہو کر رہ گئے۔ شیخ نے اسی دن سے انہیں اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا اور انہوں نے بھی اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علم و فضل میں وہ بلند مقام حاصل کیا جس کی رفعت اپنوں ہی کو نظر نہ آتی تھی، بلکہ دوسرے بھی نظریں اٹھا کر دیکھتے رہ جاتے تھے۔

سید علیہ الرحمۃ علم و فضیلت میں یگانہ روزگار ہونے کے ساتھ ایک بہترین انشاء پرداز اور بلند پایہ سخن طراز بھی تھے۔ چنانچہ ابو حکیم خبری نے آپ کے جواہر پاروں کو چار ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے، جو شوکت الفاظ، سلامت بیان، حسن ترکیب اور بلندی اسلوب میں اپنا جواب نہیں رکھتے اور پرکھنے والوں کی یہ رائے ہے کہ انہوں نے لوحِ ادب پر جو بیش بہا موتی ٹانکے ہیں، ان کے سامنے کلام عرب کی چمک دمک ماند پڑ گئی اور بلاشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ قریش بھر میں ان سے بہتر کوئی ادیب و سخن راں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن سید علیہ الرحمہ نے کبھی اُسے اپنے لئے وجہ نازش و سرمایہ افتخار نہیں سمجھا اور نہ ان کے دوسرے کمالات و خصوصیات کو دیکھتے ہوئے ان کی طبع موزوں کی روانیوں کو اتنی اہمیت دی جا سکتی ہے کہ شعر و سخن کو ان کے لئے وجہ فضیلت سمجھ لیا جائے۔ البتہ انہوں نے اپنے مخصوص طرز نگارش میں جو علمی و تحقیقی نقش آرائیاں کی ہیں ان کی افادیت و معنویت کا پایہ اتنا بلند ہے کہ انہیں سید کی بلندی نظر کا معیار ٹھہرایا جا سکتا ہے

اوران کی تفسیر کے متعلق تو ابن خلکان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یتعذر وجود مثلہ اس کی مثل پیش کرنا دشوار ہے۔ انہوں نے اپنی مختصری عمر میں جو علمی وادبی نقوش ابھارے ہیں وہ علم وادب کا بہترین سرمایہ ہیں۔ چنانچہ ان کی چند نمایاں تصنیفات یہ ہیں حقائق التاویل۔ تلخیص البیان عن مجاز القرآن، مجازات الآثار النبویہ، خصائص الائمہ، حاشیہ خلاف الفقہاء، حاشیہ ایضاح وغیرہ مگر ان تمام تصنیفات میں آپ کی تالیف کردہ کتاب نہج البلاغہ کا پایہ بلند ہے کہ جس میں امیر المومنینؑ کے خطبات وتوقیعات اور حکم ونصائح کے انمول موتیوں کو ایک رشتہ میں پرو دیا ہے۔

سید ممدوح کے علمی خدوخال کو ان کی حمیت وخودداری اور عالی ظرفی وبلند نظری نے اور بھی نکھار دیا تھا۔ انہوں نے زندگی بھر بنی بویہ کے انتہائی اصرار کے باوجود ان کا کوئی صلہ وجائزہ قبول نہیں کیا اور نہ کسی کی زیر بار احسان ہو کر اپنی آن میں فرق اور نفس میں جھکاؤ آنے دیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ کے ہاں فرزند کی ولادت ہوئی تو اس زمانہ کے رسم ورواج کے مطابق ابو غالب فخر الملک وزیر بہاء الدولہ نے ایک ہزار دینار بھجوائے اور طبیعت شناس ومزاج آشنا ہونے کی وجہ سے یہ کہلوا بھیجا کہ یہ دایہ کے لئے بھیجے جا رہے ہیں۔ مگر آپ نے وہ دینار واپس کر دیئے اور یہ جواب دیا کہ ہمارے ہاں کا دستور نہیں ہے کہ غیر عورتیں ہمارے حالات پر مطلع ہوں، اس لئے دوسری عورتوں سے یہ خدمت متعلق نہیں کی جایا کرتی، بلکہ ہمارے گھر کی بڑی بوڑھیاں خود ہی اسے سرانجام دے لیا کرتی ہیں اور وہ اس کے لئے کوئی ہدیہ واجرت قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہو سکتیں۔

اسی عزت نفس واحساس رفعت نے انہیں سہارا دے کر جوانی ہی میں وقار عظمت کی اس بلندی پر پہنچا دیا تھا کہ جو عمر طویل کی کار گزاریوں کی آخری منزل ہو سکتی ہے۔ ابھی ۲۱ سال کی عمر تھی کہ آل ابی طالبؑ کی نقابت اور حجاج کی امارت کے منصب پر فائز ہوئے اس زمانہ میں یہ دونوں منصب بہت بلند سمجھے جاتے تھے۔ خصوصاً نقابت کا عہدہ تو اتنا ارفع واعلیٰ تھا کہ نقیب کو حدود کے اجراء امور شرعیہ کے نفاذ، باہمی تنازعات کے تصفیہ اور اس قبیل کے تمام اختیارات حاصل ہوتے تھے اور اس کے فرائض میں یہ بھی داخل ہوتا تھا کہ وہ سادات کے نسب کی حفاظت اور ان کے اخلاق واطوار کی نگہداشت کرے اور آخر میں تو ان کی نقابت کا دائرہ اتنا ہمہ گیر و وسیع ہو گیا تھا کہ مملکت کا کوئی شہر اس سے مستثنیٰ نہ تھا اور نقیب النقباء کے لقب سے یاد کئے جانے لگے تھے۔ مگر عمر کی ابھی سینتالیس منزلیں ہی طے کرنے پائے تھے کہ ۴۰۶ھ میں کہ نقیب موت نے ان کے دروازے پر دستک دی اور یہ وجود گرامی ہمیشہ کے لئے آنکھوں سے روپوش ہو گیا۔

للہ عمرك من قصير طاهر    ولرب عمر طال بالا دناس

"تمہاری چھوٹی مگر پاک وپاکیزہ عمر کی خوبیوں کا کیا کہنا! اور بہت سی عمریں تو گندگیوں کے ساتھ بڑھ جایا کرتی ہیں۔"

ان کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت یہ روح فرسا منظر دیکھا تو تاب وتوانائی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور درد وغم کی شدت سے بے قرار ہو کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر پر آ کر بیٹھ گئے۔ چنانچہ نماز جنازہ ابو غالب فخر الملک نے پڑھائی جس میں تمام اعیان واشراف اور علماء وقضاۃ نے شرکت کی۔ اس کے بعد علم الہدیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی مشکلوں سے انہیں واپس لے جانے میں کامیاب ہوئے۔ ان کا مرثیہ ان کے قلبی تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ جس کا ایک شعر اوپر درج کیا گیا ہے۔



# دیباچہ

## مؤلف نہج البلاغہ علامہ شریف رضی علیہ الرحمہ

**أما بعد حمد الله الذى جعل الحمد ثمنا النعمائه۔ ومعاذًا من بلائه و سبيلا الى جنانه و سببًا لزيادة احسانه والصلوة على رسوله نبی الرحمة، و امام الائمة، وسراج الامة المنتخب من طينة الكرم وسلالة المجد الأقدم ومغرس الفخار المعرق، وفرع العلاء المثمر المورق۔ اعلیٰ أهل بيته مصابيح الظلم، وعصم الامم۔ ومنار الدين الواضحة، ومثاقيل الفضل الراجحة صلّى الله عليهم اجمعين صلوٰة تكون ازاء لفضلهم ومكافاة لعملهم۔ وكفاء لطيب فرعهم وأصلهم ماأنار فجر ساطع، وخوى نجم طالع فانی كنت فی عنفوان السن، وغضاضة الغصن، ابتدأت بتاليف كتاب فی خصائص الأئمة عليهم السلام يشتمل على محاسن أخبار هم وجواهر كلامهم۔ حدانی عليه غرض ذكرته فی صدر الكتب وجعلته أمام الكلام۔ وفرغت من الخصائص التی تخص**

حمد وستائش اُس اللہ کے لئے ہے۔ جس نے حمد کو اپنی نعمتوں کی قیمت، ابتلاؤں سے بچنے کا ذریعہ، جنت کا وسیلہ اور اپنے احسانات کے بڑھانے کا سبب قرار دیا ہے۔ درود ہو اُس کے رسولؐ پر جو نبیٔ رحمت، پیشواؤں کا پیشوا اُمت کا چراغ، دودمانِ شرافت کا انتخاب، قدیم ترین بزرگیوں کا نچوڑ، رگ وپے میں سمائے ہوئے فخر کی کھیتی، رفعت وبلندی کی برگ پوش وثمر دار شاخ ہے اور آپ کے اہل بیتؑ پر رحمت ہو جو تاریکیوں کے چراغ، اُمت کے لئے سامان رحمت، دین کے روشن مینار اور فضل وکمال کا بلند معیار ہیں۔ اللہ اُن سب پر رحمت نازل کرے۔ ایسی رحمت جو اُن کے فضل وکمال کے شایان، اُن کے عمل وکردار کی جزاء اور اُن کی ذاتی وخاندانی پاکیزگی کے ہم پلہ ہو جب تک صبح درخشاں لو دیتی رہے اور جگمگاتے ستارے اُبھر کر ڈوبتے رہیں میں نے اوائل عمر اور شاخ جوانی کی شادابی میں آئمہ علیہم السلام کے حالات وخصائص میں ایک کتاب کی تالیف شروع کی تھی، جو اُن کے نفیس واقعات اور ان کے کلام کے جوہر ریزوں پر مشتمل تھی جس کا غرض تالیف میں نے اسی کتاب کے دیباچہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں وہ حصہ، جو امیر المومنین علی صلوٰۃ اللہ علیہ کے خصائص سے متعلق تھا پایۂ تکمیل کو پہنچا لیکن زمانہ کی مزاحمتوں اور شب وروز کی رکاوٹوں نے بقیہ کتاب پایۂ تکمیل تک نہ پہنچنے دی جتنا حصہ لکھا

امیر المومنین علیه السلام۔ وعاقت عن اتمام بقیة الکتاب محاجزات الزمان ومها طلات الأیامر وکنت قد بوبت ما خرج من ذٰلك ابوابا۔ وفصلته فصولا فجاء فی أخرها فصل یتضمن محاسن مانقل عنه علیه السّلام من الکلام القصیر فی الحکم والامثال والآداب دون الخطب الطویلة والکتب المبسوطة۔ فاستحسن جماعة من الأصدقاءِ والأخوان مَا اشتمل علیه الفصل المقدم ذکره معجبین ببدائعه ومتعجبین من نواصعه وسألونی عند ذٰلك أن أبدأبتألیف کتاب یحتوی علی مختار کلام مولانا امیر المومنین علیه السلام فی جمیع فنونه، و متشعبات غصونهٔ من خطب و کتب ومواعظ وآداب علما أن ذٰلك یتضمن من عجائب البلاغة وغرائب الفصاحة وجواهر العربیة وثواقب الکلم الدینیة و الدنیویه مالا یوجد مجتمعاً فی کلام ولا مجموع الأطواف فی کتاب۔ اذکان امیر المومنین علیه السلام مشرع الفصاحة وموردها و منشا البلاغة و مولدها۔ ومنه علیه السلام ظهر مکنونها۔ و عنه أخذت قوانینها۔ وعلیٰ امثلته حذا کل قائل خَطیب، و بکلامه استعان کل واعظ بلیغ ومع ذٰلك فقد سبق وقصروا۔ وتقدم وتاخروا۔

گیا تھا اُسے میں نے چند ابواب وفصول پر تقسیم کیا۔ چنانچہ اس کی آخری فصل حضرت سے منقول شدہ پند و نصائح، حکم و امثلہ اور اخلاقیات کے حسین ومختصر جملوں پر مشتمل تھی، مگر طویل خطبات اور بسیط خطوط درج نہ تھے۔ احباب اور برادرانِ دینی کی ایک جماعت نے اس کے لطیف وشگفتہ کلمات پر اظہارِ تعجب وحیرت کرتے ہوئے فصل مذکور کے مندرجات پسند کئے اور مجھ سے خواہشمند ہوئے کہ میں ایک ایسی کتاب ترتیب دوں، جو امیر المومنین علیہ السلام کے تمام اسالیب کلام اور اس کے متفرق شعبوں پر حاوی ہو از قبیل خطبات وخطوط نصائح و آداب وغیرہ اس یقین کے ساتھ کہ وہ فصاحت و بلاغت کے عجائب ونوادر، عربیت کے گہر ہائے تابدار اور دین و دنیا کے متعلق درخشندہ کلمات پر مشتمل ہوگی۔ جو نہ کسی کلام میں جمع اور نہ کسی کتاب میں یکجا ہیں۔ چونکہ امیر المومنین علیہ السلام فصاحت کا سرچشمہ اور بلاغت کا مخرج ومنبع تھے۔ فصاحت و بلاغت کی چھپی ہوئی باریکیاں آپ ہی سے ظاہر ہوئیں اور آپ ہی سے اس کے اصول وقواعد سیکھے گئے اور ہر خطیب ومتکلم کو آپ کی مثالوں پر چلنا پڑا اور ہر واعظِ بلیغ نے آپ کے کلام سے خوشہ چینی کی۔ پھر بھی وہ آپ کے برابر کبھی نہیں آ سکے، اور سبقت وتقدم کا سہرا آپ کے سر رہا۔ اس لئے کہ آپ کا کلام وہ ہے جس میں علم الٰہی کا پرتو اور کلام نبوی کی بو باس ہے۔ چنانچہ اس فرمائش کو میں نے منظور کیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ اس میں نفع عظیم، نیک نامی اور ذخیرۂ اجر ہے۔ اس تالیف سے مقصود یہ ہے کہ میں امیر المومنینؑ کی فنِ بلاغت میں رفعت و برتری کو ظاہر کروں جو آپ کی بے شمار خوبیوں اور ان گنت فضیلتوں کے علاوہ ہے اور یہ کہ آپ اس فضیلت کے مقام منتہا تک پہنچنے میں ان تمام سلفِ اولین میں یکتا ہیں جن کا کلام تھوڑا بہت پاشان و پریشان نقل کیا جاتا ہے۔ لیکن آپ کا کلام



ولأن کلامه علیه السلام الکلام الذی علیه مسحة من العلم الالٰهی وفیه عبقة من الکلام النبوی۔ فأجبتهم الی الابتداء بذلك عالما بما فیه من عظیم النفع ومنشور الذکر و مذخور الاجر۔ واعتمدت به أن أبین من عظیم قدر امیر المومنین علیه السلام فی هٰذه الفضیله مضافة إلی المحاسن الدثرة والفضائل الجمة۔ وانه علیه السلامؑ مر انفرد ببلوغ غایتها عن جمیع السلف الاولین الذین انما یوثر علیهم منها القلیل النادر والشاذ الشارد۔ وأما کلامه فهو من البحر الذی لایساجل، والجم الذی لاَ یحافل۔ وأردت أن یسوع لی التمثل فی الافتخار بهِ علیه السلام بقول الفرزوق

اولئك ابائی فجئنی بمثلهم اذاجمعتنا یاجریر المجامع

ورأیت کلامه علیه السلام یدور أقطاب ثلاثة : أولها الخطب والاوامر ثانیها الکتب والرسائل۔ وثالثها الحکم والمواعظ۔ فأجمعت بتوفیق الله تعالیٰ علی الابتداء باختیار محاسن الخطب، ثم محاسن الکتب، ثم محاسن الحکم والادب، مفردا لکل صنف من ذلك بابا ومفصلا فیه أوراقا لتکون مقدمة لاستدر اك ماعساه یشذ عنی عاجلا ویقع الّی عاجلا۔ واذا جاء شئ من کلامه علیه السلام الخارج فی أثناء حوار أو جواب سؤال أو غرض أخر من الاغراض فی غیر الانحاء التی ذکرتها وقررت القاعدة علیها نسبته الی ألیق

ایک ایسا اُمنڈتا ہوا دریا ہے جس کے بہاؤ سے ٹکر نہیں لی جا سکتی اور اتنی خوبیوں کا مجموعہ ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ میرے لئے جائز وخوشگوار ہوگا کہ میں حضرت کی طرف اپنے نسبی استناد کی بناء پر فخر وناز کرتے ہوئے فرزوق کا شعر بطور مثل پیش کروں: ؎

"یہ ہیں میرے آباؤ اجداد۔ اے جریر۔ جب مجلسیں ہمیں ایک جا اکٹھا کریں تو ذرا ان کی مثال تو لاؤ۔"

میری نظر میں حضرت کا کلام تین بنیادوں قسموں میں دائر ہے۔ اول خطبات و احکام، دوسرے مکتوبات و رسائل، تیسرے حکم و نصائح۔ میں نے بتوفیق ایزدی پہلے خطبات پھر خطوط پھر حکم و آداب کے انتخاب کا ارادہ کیا ہے اور ہر صنف کے لئے الگ الگ باب تجویز کیا ہے اور ہر باب کے بعد درمیان میں چند اوراق سادہ چھوڑ دیئے ہیں تا کہ جو کلام مجھ سے چھوٹ جائے اور بعد میں ہاتھ آئے اس کا اندراج ان میں ہو جائے اور ایسا کلام جو روزمرّہ کی گفتگو یا کسی سوال کے جواب میں یا کسی دوسرے مقصد کے لئے ہو، جو اقسام مذکورہ اور میرے قرار دادہ قاعدے سے خارج ہو اُسے اس باب میں درج کر دیا جائے جو اس کے لئے مناسب اور اس کے مقاصد سے اشبہ ہو۔ میرے اس انتخاب میں کچھ فصلیں اور کلمے ایسے بھی آ گئے ہیں، جن کے نظم و ترتیب میں برہمی و انتشار ہے۔ چونکہ میں رموز و دقائق اور درخشندہ کلمات کو صرف سمیٹ رہا ہوں ربط و ترتیب مقصود نہیں ہے۔

ٹ ۲ امیر المومنین کے ان عجائب وخوارق میں کہ جن میں میں بلا شرکت غیرے آپ منفرد و یکتا ہیں یہ ہے کہ آپ کے وہ کلمات جو زہد و پند، تذکیر ارشاد اور زجر و توبیخ کے سلسلے میں ہیں جب فکر و تامل کرنے والا ان میں وقت نظر اور غور و فکر سے کام لے اور دل سے یہ بات نکال ڈالے کہ یہ ارشادات اس ہستی کے ہیں جس کا مرتبہ عظیم، جس کے احکام جاری وساری جس کی حکومت ایک دنیا

الابواب به وأشدها ملامحة لغرضه وربما جاء فيما أختاره من ذلك فصول غير متسقة، ومحاسن كلم غير منتظبة، لأنى أورد النكت واللمع ولا أقصد التنالى والنسق۔ ومن عجائبه عليه السلام التى انفرد بها و أمن لمشاركة فيها أن كلامه عليه السلام الوارد فى الزهد والمواعظ والتذكير والزواجر اذا تأمله المتامل و فكر فيه المتفكر وخلع من قلبه أنه كلام مثله ممن عظم قدره نفذ أمره وأحاط۔ بالرقاب ملكه لم يعترضه الشك فى أنهُ من كلام من لاحظ له فى غير الزهادة ولا شغل له بغير العبادة، قد قبع فى كسر بيت أو انقطع فى سفح جبل۔ لايسمع الاحسه ولا يرٰى الّا نفسه۔ ولا يكاد يوقن بأنه كلام من يتغمس فى الحرب مصلتا سيفه فيقط الرقاب و يجدل الابطال ويعود به ينطف دماو يقطر مهجا، وهو مع تلك الحال زاهد الزهاد وبدل الابدال وهٰذه من فضائله العجيبة وخصائصه اللطيفة التى جمع بها بين الاشداد، و ألف بين الاشتات۔ وكثيرًا ما أذكر الاخوان بها واستخرج عجبهم منها۔ وهى موضوع للعبرة بها والفكرة فيها۔ وربماجاء فى اثناء هٰذا الاختيار اللفظ المردد و المعنى المكرر والعذر فى ذلك أن روايات كلام تختلف اختلافا شديدا۔ فربما اتفق الكلام المختار فى رواية فنقل الكلام المختار فى رواية

کی گردوں پر محیط ہے، تو اسے قطعاً اس میں شبہ نہ ہوگا کہ ایسے شخص کا کلام ہے، جو زہد و تقویٰ کے علاوہ کسی شے سے بہرہ مند نہیں اور اظہار عبودیت کے سوا اس کا کوئی مشغلہ نہیں، وہ کسی جھونپڑے کے گوشہ میں سر بگریباں یا کسی پہاڑ کے دامن میں دنیا سے الگ تھلگ پڑا ہوا ہے، جس کے کانوں میں اپنی حسن و حرکت کے علاوہ کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ بھلا کیونکر اُسے یقین آئے گا کہ یہ اس کا کلام ہے، جو تلوار سونت کر جنگ کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے تو گردنیں کاٹ کر رکھ دیتا ہے اور شہ زوروں کو زمین پر بچھاڑ دیتا ہے اور تلوار لے کر اس طرح پلٹتا ہے

کہ اس سے لہو برستا ہوتا ہے اور خون دل کی بوندیں ٹپک رہی ہوتی ہیں۔ اس کے باوجود آپ زاہدوں میں ممتاز اور ولیوں میں فائق تھے۔ یہ فضیلت آپ کی اُن عجیب فضیلتوں اور لطیف خصوصیتوں میں شامل ہے کہ جس کی وجہ سے آپ نے متضاد صفتوں کو سمیٹ لیا اور بکھرے ہوئے کمالات کو پیوند لگا کر جوڑ دیا۔ اکثر برادرانِ دینی سے اس کا ذکر کر کے انہیں حیرت و استعجاب میں ڈالتا ہوں یہ عبرت کی جگہ اور تفکر و تدبر کا مقام ہے۔

اس انتخاب میں کہیں کہیں الفاظ و مطالب کا تکرار بھی ہوگیا ہے۔ جس کے لئے یہ عذر ہے کہ آپ کے کلام کی مختلف صورتوں سے روایت کی گئی ہے تو کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک کلام منتخب کو ایک روایت میں جس طرح پایا، اسی طرح اسے نقل کر دیا پھر وہی کلام کسی اور روایت میں دوسری وضع و صورت میں پایا گیا یوں کہ اس میں کچھ قابل انتخاب اضافہ تھا یا الفاظ کا اسلوب و نہج زیادہ حسین و دلکش تھا۔ لہٰذا صورت حال اس کی مقتضی ہوئی کہ انتخاب کے مقصد کو زیادہ کامیاب بنانے کے لئے اور کلام نفیس و پاکیزہ کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کا پھر سے اعادہ کیا جائے۔



فنقل على وجهه، ثم وجد بعد ذلك فى رواية أخرى موضوعا غير وضعه الأول، اما بزيادة مختارة أو بلفظ أحسن عبارة، فتقتضى الحال أن يعاد استظهار للاختيار وغيرة على عقائل الكلام۔ وربما بعد العهد أيضابما اختير أولا فأعيد بعضه سهوا اونسيانالا قصدا واعتمادا۔ ولا أدعى مع ذلك أنى احيط بأقطار جميع كلامه عليه السلام حتى لا يشذ عنى منه شاذ ولا ينذناء بل لا أبعد أن يكون القاصر عنى فوق الواقع الىّ، والحاصل فى ربقتى دون الخارج من يدى وماعلى الابذل الجهد وبلاغ الواسع، وعلى الله سبحانه نهج السبيل ورشاد الدليل ان شاء الله۔

ورايت من بعد تسمية هذا الكتاب منهج البلاغة اذكَانَ يفتح للناظر فيه أبوابها۔ ويقربِ عليه طلابها۔ فيه حاجة العالم والمتعلم وبغية البليغ والزّاهد ويمضى فى اثنائه من الكلام فى التوحيد والعدل وتنزيه الله سبحانه وتعالى عن شبه الخلق ماهو بلال كل غلة وجلاء كل شبهة۔ ومن الله سبحانه أستمد التوفيق و العصمة وأتنجز التسديد و المعونة، وأستعيذه من خطاء الجنان قبل خطاء اللسان، و من زلة الكلام قبل زلة القدم وهو حسبى ونعم الوكيل

ایسا بھی ہوا ہے کہ جو کلام پہلے نظر انتخاب میں آچکا تھا اس سے بعید العہد ہو جانے کی وجہ سے اس کی تکرار ہو گئی۔ یہ بھول چوک کی وجہ سے ہے جس میں قصد و اختیار کو دخل نہیں تھا۔ مجھے یہ دعویٰ نہیں کہ میں نے حضرت کا کلام ہر طرف سے سمیٹ لیا ہے اور کوئی اِکا دُکا جملہ اور بھولا بھٹکا فقرہ بھی چھوٹنے میں نہیں پایا بلکہ میں یہ بعید نہیں سمجھتا کہ جو مجھ سے رہ گیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہو جو مجھ تک پہنچا ہے اور جو میرے احاطہ علم و تصرف میں ہے وہ اس سے کہیں کم ہو، جو میرے دسترس سے باہر ہے۔ میرا کام جد و جہد اور بقدر وسعت سعی و کوشش کرنا ہے یہ اللہ سبحانہ کا کام ہے کہ وہ راہ سہل و آسان کرے اور منزل کی طرف رہنمائی فرمائے۔ انشاء اللہ۔ اس جمع و انتخاب کے بعد میری رائے ہوئی کہ اس کتاب کا نام نہج البلاغہ رکھا جائے۔ اس لئے کہ یہ کتاب دیکھنے والے کے لئے بلاغت کے بند دروازے کھولے گی اور اس کے لئے راہِ تلاش قریب کرے گی۔ اس سے عالم و متعلم اپنی ضرورتیں پوری کریں گے اور صاحب بلاغت و تارکِ علائق دنیا اُپنے مقاصد پائیں گے۔ اس کتاب میں توحید، عدل اور خداوند عالم کے جسم و جسمانیات سے منزّہ و مُبرّا ہونے کے متعلق عجیب و غریب کلام ملے گا جو ہر تشنگی کی سیرابی ہر مرض کی شفا اور ہر شبہ کا دافع ہے۔ میں اللہ سے توفیق اور بے راہ روی سے بچاؤ کا طالب ہوں اور عمل کی درستگی اور اعانت کا خواستگار رہوں اور لغزش زبان سے پہلے لغزشِ دل و دماغ سے اور لغزشِ قدم سے پہلے لغزشِ کلام سے پناہ مانگتا ہوں۔ وہی میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

ؔ فرزدق کہ جس کا نام ہمام ابن غالب ہے، قبیلہ، بنی دارم کا ایک فرد اور عرب کا نامور شاعر تھا۔ اس میں اور عرب کے ایک دوسرے شاعر جریر ابن عطیہ میں ہمیشہ نوک جھونک رہا کرتی تھی اور ایک دوسرے کی ہجو اور باہمی مفاخرت ہی میں اُن کی طبیعتوں کے جوہر کھلا کرتے تھے۔ چنانچہ فرزدق کا یہ شعر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں جریر کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ میرے آباؤ اجداد تو وہ ہیں، (جن کی خوبیوں کو تو سن چکا ہے) اور اگر تیرے آباؤ اجداد میں بھی کوئی اُن جیسا ہوگزرا ہو، تو کسی بھری محفل میں اس کا نام لو۔

سید رضیؒ علیہ الرحمہ اس شعر کو اپنے آباؤ اجداد کے لئے پیش کرتے ہوئے ہر شخص سے مخاطب ہیں کہ کوئی اُن کی مثل و نظیر لا سکتا ہو، تو لائے فرزدق کے شعر میں تو خطاب صرف جریر سے کیا گیا ہے، مگر یہاں اسے مثل کی صورت میں پیش کرنے سے عمومیت اور ہمہ گیری پیدا ہوگئی ہے اور خطاب کسی فرد خاص سے نہیں رہا بلکہ ہر شخص اپنے کو اس کا مخاطب قرار دے لے سکتا ہے مگر اتنی عمومیت و وسعت کے باوجود فجئنی بمثلهم کا دعویٰ فاتوا بسورة من مثله کی طرح توڑا نہیں جا سکتا۔

سید رضیؒ نے اس نسبت و امتیاز کی طرف ایسے مناسب محل پر اشارہ کیا ہے کہ اس سے زیادہ موزوں مقام دوسرا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس ہستی پر افتخار مقصود ہے اُس کی خوبیوں اور فضیلتوں کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور نگاہیں اُس کے جمال عظمت سے خیرہ اور ذہن اس کے کمال رفعت سے متاثر ہو چکے ہیں۔ اب دلوں کو بآسانی اس فرد کی رفعت و بلندی کے آگے جھکایا جا سکتا ہے، جسے اس ذات ممدوح سے نسبت ہو لہٰذا سید کی بلاغت آشنا نظروں نے دل و دماغ کے رجحان کے موقع پر نگاہوں کو اُس طرف موڑا کہ وہ بھی اسی آفتاب جہاں تاب کی کرن ہیں، جس کی طغیانی نور سے آنکھیں چکا چوند ہو جاتی ہیں اور اسی شجرہ طیبہ کے برگ و بار ہیں، جس کی جڑ زمین میں اور شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اب کون ہے جو اس نسبت و امتیاز سے متاثر ہو کر ان کے علوہ رفعت کا قائل نہ ہوگا۔

من لم یکن علویا حین تنسبه فماله فی قدیم الدهر مفتخر

ؔ دنیا میں ایسے انسان خال خال ہی نظر آتے ہیں کہ جن میں ایک آدھ صفت کمال کے علاوہ کوئی اور بھی فضیلت نمایاں ہو۔ چہ جائے کہ تمام متضاد صفتیں کسی کے دامن میں جمع ہو جائیں کیونکہ ہر طبیعت میں ہر کمال کے پھلنے پھولنے اور ہر صفت کے ابھرنے کی صلاحیت نہیں ہوا کرتی بلکہ ہر فضیلت ہر طبیعت خاص اور ہر کمال ایک مزاج مخصوص رکھتا ہے، جو انہی اوصاف و کمالات سے سازگار ہو سکتا ہے، جو اس سے یکسانیت و ہم رنگی رکھتے ہوں اور جہاں ہم آہنگی کے بجائے تضاد کی سی صورت ہو، وہاں پر طبعی تقاضے روک بن کر کسی اور فضیلت کو ابھرنے نہیں دیا کرتے۔ مثلاً جود و سخا کا تقاضا یہ ہے کہ انسان میں رحم دلی و خدا ترسی کا ولولہ ہو، کسی کو فقر و افلاس میں دیکھے تو اُس کا دل کڑھنے لگے۔ اور دوسروں کو دکھ درد سے اس کے احساسات تڑپ اٹھیں اور شجاعت و نبرد آزمائی کا تقاضا یہ ہے کہ طبیعت میں نرمی و رحم دلی کے بجائے خونریزی و سفاکی کا جذبہ ہو۔ ہر گھڑی لڑنے الجھنے کے لئے تیار اور مرنے مارنے کے لئے آمادہ نظر آئے اور ان دونوں تقاضوں میں اتنا بعد ہے کہ کرم کی تبسم ریزیوں میں شجاعت کے کڑے تیوروں کو سمویا نہیں جا سکتا اور نہ حاتم سے شجاعت رستم کی امید اور نہ رستم سے سخاوت حاتم کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مگر علی ابن ابی طالبؑ کی طبیعت ہر فضیلت سے پوری مناسبت اور ہر کمال سے پورا لگاؤ رکھتی تھی اور کوئی صفتِ حسن و کمال ایسی نہ تھی جس سے اُن کا دامن خالی رہا ہو، اور کوئی خلعتِ خوبی و جمال ایسا نہ تھا، جو ان کے قد و قامت پر راست نہ آیا ہو اور سخاوت و شجاعت کے متضاد تقاضے بھی ان میں پہلو بہ پہلو نظر آتے تھے۔ اگر وہ داد و دہش میں ابرِ باراں کی طرح برستے تھے تو پہاڑ کی طرح جم کر لڑتے اور دادِ شجاعت بھی دیتے تھے۔ چنانچہ ان کے جود و کرم کی یہ حالت تھی کہ فقر و افلاس کے زمانے میں بھی جو دن بھر کی مزدوری سے کماتے تھے اس کا بیشتر حصہ ناداروں اور فاقہ کشوں میں بانٹ دیتے تھے اور کبھی کسی



سائل کو اپنے گھر سے ناکام واپس نہ جانے دیتے تھے۔ یہاں کہ اگر میدان جنگ میں دشمن نے تلوار مانگ لی تو آپ نے اپنے زور بازو پر بھروسا کرتے ہوئے تلوار اُس کے آگے پھینک دی۔

ع کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی (اقبال)

اور ہمت و شجاعت کا یہ عالم تھا کہ فوجوں کے ریلے آپ کے ثباتِ قدم کو جنبش نہ دے سکتے تھے اور ہر معرکہ میں فتح و کامرانی کا سہرا آپ کے سر رہتا تھا اور بہادر سے بہادر نبرد آزما بھی آپ کے مقابلے میں آ کر اپنی جان کو صحیح و سالم بچا کر لے جانے میں کامیاب نہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں لکھا ہے کہ لم یصارع قط احداالاصرعه جس سے بھڑے، اُسے بچھاڑے بغیر نہیں چھوڑا۔

شجاعوں کی من چلی طبیعتیں سوچ بچار کی عادی نہیں ہوا کرتیں اور نہ مصلحت بینی و مآل اندیشی سے انہیں کوئی لگاؤ ہوتا ہے۔ مگر آپ میں شجاعت کے ساتھ ساتھ سوجھ بوجھ کا مادہ بھی بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا چنانچہ امام شافعی کا قول ہے کہ

| | |
|---|---|
| ماقول شخص اجتمعت له ثلاثة مع ثلاثة | میں اُس ہستی کے بارے میں کیا کہوں جن میں تین صفتیں |
| لا یجتعمن قط الاحد من بنی أدم الجود | ایسی صفتوں کے ساتھ جمع تھیں جو کسی بشر میں جمع نہیں |
| مع الفقر و الشجاعة مع الرائے والعلم مع | ہوئیں فقر کے ساتھ سخاوت، شجاعت کے ساتھ تدبر و رائے |
| العمل۔ | اور علم کے ساتھ عملی کارگزاریاں۔ |

(فواتح مبیذی فاتحه هفتم)

اسی اِصابتِ فکر و صحت رائے کا نتیجہ تھا کہ جب پیغمبرؐ کی وفات کے بعد کچھ لوگوں نے آپ کو تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا اور فوجوں کے فراہم کرنے کا وعدہ کیا تو آپ نے اُن کی رائے کو ٹھکرا دیا۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر من چلے بہادروں کو ذرا سا سہارا بھی ابھارنے کے لئے کافی ہوا کرتا ہے، مگر آپ کی طبع دور اندیش نے فوراً یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ اگر اس وقت معرکہ کارزار گرم ہو گیا تو اسلام کی آواز تلواروں کی جھنکار میں دب کر رہ جائے گی، اور پھر کامیابی حاصل ہو بھی گئی تو کہنے میں یہی آئے گا کہ تلوار کے زور سے اس منصب کو حاصل کیا، ورنہ کوئی استحقاق نہ تھا۔ لہٰذا آپ نے تلوار کو روک کر ایک طرف اسلام کی حفاظت کا سر و سامان کیا اور دوسری طرف اپنے حق کو خونریزی سے داغ دار نہ ہونے دیا۔

جہاں رگ و پے میں شجاعت کا خون دوڑ رہا ہو، اور سینہ میں غیظ و غضب کی چنگاریاں بھڑک رہی ہوں، وہاں ولولۂ انتقام کو دبا کر عفو و بخشش کا طرزِ عمل اختیار کرنا اور طاقت و اختیار کے ہوتے ہوئے درگزر سے کام لینا بڑی کٹھن آزمائش ہے مگر ایسے ہی موقعوں پر آپ کی سیرت کے جوہر نکھرا کرتے تھے اور دامن عفو کی پہنائیوں میں خون کے پیاسوں تک کے لئے گنجائش نکل آیا کرتی تھی۔ چنانچہ جنگ جمل کے خاتمہ پر آپ نے ایک اعلان عام فرمایا کہ کسی پیٹھ پھرانے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور ہمارے دامن میں پناہ لینے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر ایسے دشمنوں کو انتقام و سرزنش کے چھوڑ دیا اور اُم المومنین کے ساتھ جو حسن سلوک کیا وہ آپ کی شرافت نفس اور بلندی کردار کا بے نظیر نمونہ ہے کہ باوجود عناد و دشمنی کے کھلم کھلا مظاہروں کے آپ نے ان کے شایان شان انتظامات کے ساتھ انہیں محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مدینہ روانہ کر دیا۔

انسان اپنی ذاتی رنجشوں کو اصولی اختلاف کا لباس پہنا کر صرف دوسروں کو فریب دیا کرتا ہے بلکہ خود اپنے نفس کو بھی دھوکے میں رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے اور ایسے حالات میں ایسی نازک صورتیں بھی آ جاتی ہیں کہ انسان ذاتی اور اصولی رنجش میں امتیاز کر کے ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کر سکتا اور بآسانی ایک کو دوسرے میں سمو کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ اُس نے حکم الٰہی کا امتثال کیا ہے اور ہوتا یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اپنے انتقامی جذبے کو بھی فرو کر لیا کرتا ہے مگر امیر المومنین کی حد شناس نظریں نہ کبھی فریب کھاتی تھیں اور نہ جان بوجھ کر اپنے کو فریب دیتی تھیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب دشمن کو پچھاڑ کر اُس کے سینے پر سوار ہوئے تو اُس نے آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ بشری تقاضا تو یہ تھا کہ اشتعال بڑھ جاتا ہاتھ کی حرکت تیز ہو جاتی۔ مگر مشتعل ہونے کے بجائے اُس کے سینہ سے اُتر آئے کہ کہیں اس عمل میں خواہش نفس کی آمیزش نہ ہو جائے، جب غصہ فرو ہو گیا تو اُسے قتل کیا۔

جنگ و پیکار اور زہد و ورع میں بھی کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ کیونکہ ایک ہمت و دلیری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور ایک سے عجز و فروماندگی ٹپکتی ہے۔ مگر آپ ان دونوں صفتوں کے اجتماع کا نادر نمونہ تھے کہ وقف دعا رہنے والے ہاتھوں کو مشغول کارزار بھی رکھتے تھے اور گوشۂ اعتکاف میں بیٹھنے کے ساتھ میدان جنگ کا بھی طواف کرتے تھے۔ چنانچہ لیلۃ الھریر کا وہ منظر تو انسانی عقلوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے کہ جب آپ نے گرد و پیش سے آنکھیں بند کر کے خونی ہنگاموں میں مصلّٰی بچھا دیا تھا اور سکون خاطر و اطمینان قلب سے نماز میں مشغول ہو گئے تھے اور تیر تھے کہ کبھی آپ کے سر کے اُوپر سے کبھی دائیں سمت سے اور کبھی بائیں جانب سے سنسناتے ہوئے گذر رہے تھے مگر آپ بغیر کسی خوف و ہراس کے ذکر خدا میں محو رہے اور جب فارغ ہوئے تو ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھا اور پھر جس قیامت کا رن پڑا ہے تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔ عالم یہ تھا کہ ہر طرف ایسی چیخ پکار اور بھگدڑ مچی ہوئی تھی کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ لحظہ بلحظہ آپ کی صدائے تکبیر فضا میں بلند ہو کر کانوں میں گونج اُٹھتی تھی اور ہر تکبیر ایک دشمن کے لئے پیغامِ اجل لے کر آتی تھی۔ گننے والوں نے ان تکبیروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد پانچ سو تیئس تھی۔

ہنرد آزمائی وصف آرائی کے مشغلوں کے ساتھ علم و عرفان کا ذوق جمع نہیں ہوا کرتا مگر آپ رزم آرائیوں کے ساتھ علم و معارف کی محفلیں بھی آراستہ کرتے تھے اور خون کی ندیاں بہانے کے ساتھ حقائق و معارف کے سرچشموں سے کشتِ زارِ اسلام کی آبیاری بھی فرماتے تھے۔

جہاں علمی کمال ہو، وہاں عمل سے تہی دامانی نہ سہی مگر عملی کوتاہیوں میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن آپ کے قدم علم و عمل کے میدان میں یکساں اٹھتے تھے جیسا کہ امام شافعی کے قول میں اشارہ ہو چکا ہے۔

ایھا الناس انی و اللہ ما احثّکم علی طاعۃ الا و اسبقکم الیھا ولا انھا کم الا و التّناھی قبلکم عنھا۔

اے لوگو! بخدا میں تمہیں کسی عمل کی دعوت نہیں دیتا، مگر یہ کہ تم سے پہلے اسکی طرف بڑھتا ہوں اور کسی چیز سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ پہلے اس سے اپنا دامن بچاتا ہوں۔

جہاں کسی زاہد و متورع انسان کا قصور ہوا وہاں ایک شکنوں بھرا چہرہ نظروں کے سامنے آ جاتا ہے کیونکہ پرہیزگارانہ زندگی کے لئے خشک مزاجی و ترش روئی ایسا لازمی جزو بن کر رہ گئی ہے کہ کسی پرہیزگار و پارسا کے ہونٹوں کے لئے مسکراہٹ کا تصور بھی جرم سمجھا جانے لگا



ہے۔ مگر آپ کمال تقویٰ و پرہیزگاری کے باوجود ہمیشہ اس طرح دکھائی دیتے کہ شگفتہ مزاجی و خندہ روئی آپ کے خد و خال سے جھلکتی اور مسکراہٹ لبوں پر کھیلتی تھی اور کبھی خشک زاہدوں کی طرح تیوری پر بل اور جبیں پر شکن نہ آنے پاتی تھی۔ یہاں تک کہ جب دنیا والوں کو آپ میں کوئی عیب نظر نہ آیا تو اسی طبیعت کی لطافت کو عیب کی صورت میں پیش کیا جانے لگا اور درشت طبعی و تندخوئی کو حسن سمجھ لیا گیا۔

اگر انسان میں زندہ دلی و خوش طبعی کی جھلک ہو، تو اُس کا رعب و دبدبہ دلوں سے اٹھ جایا کرتا ہے۔ مگر حضرت کے بشاش چہرے پر جلال و تمکنت کا یہ عالم تھا کہ نگاہیں ان کے سامنے اٹھ نہ سکتی تھیں۔ چنانچہ ایک دفعہ معاویہ نے طنزاً یہ کہا کہ خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ وہ ایک خوش مزاج آدمی تھے تو قیس ابن سعد نے کہا کہ

اما واللہ لقد کان مع تلک الفکاھۃ والطلاقۃ اھیب من ذی البّتین قدمسہ الطوی تلک ھیبۃ التّقویٰ لیس کمایھابک طعام اھل الشام۔

(مقدمہ ابن ابی الحدید)

خدا کی قسم وہ اس خوش مذاقی اور خندہ روئی کے باوجود بھوکے شیر سے بھی زیادہ پرہیبت تھے اور یہ ان کے تقویٰ کا رعب تھا نہ ویسا جیسا شام کے چند اوباش تمہارا رعب مانتے تھے۔

جہاں سطوت و حکومت ہو وہاں حشم و خدام کے جھرمٹ تزک و احتشام کے پہرے اور کر و فر کے ساز و سامان نظر آیا کرتے ہیں مگر آپ کا دورِ فرماں روائی انتہائی سادگی کا نمونہ تھا اور اہل عالم کی نگاہوں نے ہمیشہ تاج سروری کی جگہ بوسیدہ عمامہ، حلۂ خسروی کے بجائے پیوند دار پیراہن اور مسند جہاں بانی کی جگہ فرش خاک ہی دیکھا نہ آپ نے کبھی شان و شکوہ کو پسند کیا اور نہ ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کی نمائش گوارا کی۔ چنانچہ ایک موقعہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر گزر رہے تھے کہ حرب ابن شرحبیل گفتگو کرتا ہوا آپ کے ہم رکاب ہو لیا تو آپ نے اس سے فرمایا ارجع فان مشی مثلک مع مثلی فتنۃ للوالی ومذلۃ للمومن پلٹ جاؤ کیونکہ تم ایسے شخص کا یوں میرے ساتھ پیادہ پا چلنا والی کے لئے فتنہ اور مومن کے لئے ذلت کا باعث ہے۔

غرض یہ وہ جامع شخصیت تھی جس میں مختلف و متضاد صفات سمٹ کر جمع ہو گئے تھے اور تمام محاسن اخلاق اپنی پوری تابندگیوں کے ساتھ جلوہ گر تھے۔ گویا ان کی ایک زندگی کئی زندگیوں کا مجموعہ اور ہر زندگی صفتِ کمال کا وہ نادر مرقع تھی جس سے فضیلت کے بے داغ خد و خال اُبھر کر سامنے آتے تھے اور جس کے ہر کمال پر نظریں جم کر رہ جاتی تھیں۔

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا است

# امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب خطبات و احکام کا باب

## وَيَدْخل في ذلك المختار من كلامه الجاري مجرى الخطب في المقامات المحصورة والمواقف المذكورة والخطوب الواردة

اس باب میں آپ کی وہ گفتگوئیں بھی درج ہیں، جنہیں مختلف مجلسوں، معرکوں اور پیش آنے والے حادثوں میں خطبوں کے انداز پر ارشاد فرمایا ہے۔

## خطبہ ۱

۱۔ فَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ يَذْكُرُ فِيهَا ابْتِدَاءَ خَلْقِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَخَلْقِ آدَمَ

(اس میں ابتدائے آفرینش زمین و آسمان اور پیدائش آدمؑ کا ذکر فرمایا ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَا يَبْلُغُ مِدْحَتَهُ الْقَائِلُونَ، وَلَا يُحْصِي نَعْمَاءَهُ الْعَادُّونَ۔ وَلَا يُؤَدِّي حَقَّهُ الْمُجْتَهِدُونَ الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ بُعْدُ الْهِمَمِ وَلَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفِطَنِ الَّذِي لَيْسَ لِصِفَتِهِ حَدٌّ مَحْدُودٌ وَلَا نَعْتٌ مَوْجُودٌ۔ وَلَا وَقْتٌ مَعْدُودٌ وَلَا أَجَلٌ مَمْدُودٌ۔ فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ۔ وَنَشَرَ الرِّيَاحَ بِرَحْمَتِهِ۔ وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَدَانَ أَرْضِهِ۔ أَوَّلُ الدِّينِ مَعْرِفَتُهُ وَكَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِيقُ بِهِ۔ وَكَمَالُ التَّصْدِيقِ بِهِ تَوْحِيدُهُ۔ وَكَمَالُ تَوْحِيدِهِ الْإِخْلَاصُ لَهُ۔ وَكَمَالُ الْإِخْلَاصِ لَهُ نَفْيُ الصِّفَاتِ عَنْهُ لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمَوْصُوفِ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے۔ نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اُسے پا سکتی ہیں نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہہ تک پہنچ سکتی ہیں۔ اُس کے کمالِ ذات کی کوئی حد معین نہیں۔ نہ اس کے لئے توصیفی الفاظ ہیں نہ اس (کی ابتدا) کے لئے کوئی وقت ہے، جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔ اُس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا، تھرتھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین کی ابتدا اس کی معرفت ہے، کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے۔ کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے، اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور



وَشَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهُ غَيْرُ الصِّفَةِ۔ فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ قَرَنَهُ وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّأَهُ وَمَنْ جَزَّأَهُ فَقَدْ جَهِلَهُ۔ وَمَنْ جَهِلَهُ فَقَدْ أَشَارَ إِلَيْهِ۔ وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ۔ وَمَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ۔ وَمَنْ قَالَ فِيمَ فَقَدْ ضَمَّنَهُ۔ وَمَنْ قَالَ عَلَامَ فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ۔ كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَثٍ۔ مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ۔ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ۔ وَغَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ۔ فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَالْآلَةِ۔ بَصِيرٌ إِذْ لَا مَنْظُورَ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ۔ مُتَوَحِّدٌ إِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَلَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً۔ وَابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً۔ بِلَا رَوِيَّةٍ أَجَالَهَا۔ وَلَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا وَلَا حَرَكَةٍ أَحْدَثَهَا۔ وَلَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيهَا۔ أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا وَلَاءَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا۔ وَغَرَّزَ غَرَائِزَهَا وَأَلْزَمَهَا أَشْبَاحَهَا عَالِماً بِهَا قَبْلَ ابْتِدَائِهَا مُحِيطاً بِحُدُودِهَا وَانْتِهَائِهَا۔ عَارِفاً بِقَرَائِنِهَا وَأَحْنَائِهَا۔ ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ فَتْقَ الْأَجْوَاءِ وَشَقَّ الْأَرْجَاءِ وَسَكَائِكَ الْهَوَاءِ۔ فَأَجْرَى فِيهَا مَاءً مُتَلَاطِماً

جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اُس نے دوئی پیدا کی جس نے دوئی پیدا کی، اُس نے اس کے لئے جز بنا ڈالا اور جو اس کے لئے اجزا کا قائل ہوا وہ اُس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اُس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا اُس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کس چیز پر ہے اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے، ہوا نہیں۔ موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شے کے ساتھ ہے، نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ یگانہ ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اُسے کھو کر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا۔ بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو اور بغیر کسی حرکت کے جسے اُس نے پیدا کیا ہو اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بے تاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اُس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا اور طبیعتوں کے لئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا۔ ان کی حدو نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضا کو پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلاء کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایا

تَيَّارُهُ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهُ۔ حَمَلَهُ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ فَأَمَرَ بِرَدِّهِ وَسَلَّطَهَا عَلَى شَدِّهِ وَقَرَنَهَا إِلَى حَدِّهِ الْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيقٌ۔ وَالْمَاءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيقٌ۔ ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيحًا اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا وَأَدَامَ مُرَبَّهَا وَأَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَأَبْعَدَ مَنْشَاهَا۔ فَأَمَرَهَا بِتَصْفِيقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَإِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ۔ فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَاءِ، وَعَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ۔ تَرُدُّ أَوَّلَهُ إِلَى آخِرِهِ، وَسَاجِيَهُ إِلَى مَائِرِهِ۔ حَتَّى عَبَّ عُبَابُهُ، وَرَمَى بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَجَوٍّ مُنْفَهِقٍ۔ فَسَوَّى مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا وَعُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ وَسَمْكًا مَرْفُوعًا۔ بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا۔ وَلَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا۔ ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ وَأَجْرَى فِيهَا سِرَاجًا مُسْتَطِيرًا، وَقَمَرًا مُنِيرًا۔ فِي فَلَكٍ دَائِرٍ، وَسَقْفٍ سَائِرٍ، وَرَقِيمٍ مَائِرٍ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلَا۔ فَمَلَأَهُنَّ أَطْوَارًا مِّنْ مَلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُودٌ لَا يَرْكَعُونَ، وَرُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ وَصَافُّونَ لَا يَتَزَايَلُونَ وَمُسَبِّحُونَ لَا يَسْأَمُونَ۔ لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعَيْنِ۔ وَلَا

جس کے دریائے مؤاج کی لہریں طوفانی اور بحرِ زخّار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں اسے تیز ہوا اور تند آندھی کی پشت پر لادا۔ پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا اور اُسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور اُسے اس کی سرحد سے ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر اللہ سبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی، جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار رکھا۔ اس کے جھونکے تیز کر دیئے اور اس کے چلنے کی جگہ دور و دراز تک پھیلا دی پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو تھپیڑے دے اور بحرِ بے کراں کی موجوں کو اچھالے اس ہوا نے پانی کو یوں متھ دیا جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی۔ جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے اور پانی کے ابتدائی حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہوگئی اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے۔ نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موج کی طرح بنایا اور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت پھر اُن ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کی اور اُن میں ضو پاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا جو گھومنے والے فلک چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔ پھر خداوندِ عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ اُن میں سربسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے



سَهْوُ الْعُقُولِ۔ وَلَا فَتْرَةُ الْأَبْدَانِ۔ وَلَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ۔ وَمِنْهُمْ أُمَنَاءُ عَلَى وَحْيِهِ، وَأَلْسِنَةٌ إِلَى رُسُلِهِ، وَمُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَأَمْرِهِ۔ وَمِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ وَالسَّدَنَةُ لِأَبْوَابِ جِنَانِهِ۔ وَمِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِي الْأَرَضِينَ السُّفْلَى أَقْدَامُهُمْ وَالْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ الْعُلْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَالْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ أَرْكَانُهُمْ، وَالْمُنَاسِبَةُ لِقَوَائِمِ الْعَرْشِ أَكْتَافُهُمْ۔ نَاكِسَةٌ دُونَهُ أَبْصَارُهُمْ۔ مُتَلَفِّعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ۔ مَضْرُوبَةٌ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَأَسْتَارُ الْقُدْرَةِ۔ لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِيرِ، وَلَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوعِينَ وَلَا يَحُدُّونَهُ بِالْأَمَاكِنِ۔ وَلَا يُشِيرُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ۔

سہوِ عقول اور نہ اُن کے بدنوں میں سستی اور کاہلی آتی ہے اور نہ اُن پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے۔ ان میں کچھ تو وحیِ الٰہی کے امین، اُس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبانِ حق اور اُس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تہہ میں جمے ہوئے ہیں اور اُن کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اُس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور کو آخری تصور نہیں کرتے نہ اُسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں نہ اشباہ و نظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں

کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اُکتاتے نہیں، نہ اُن کی آنکھوں میں نیند آتی ہے نہ اُن کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے نہ اُن کے بدنوں میں سستی و کاہلی آتی ہے نہ اُن پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے ان میں کچھ تو وحیِ الٰہی کے امین، اُس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لئے زبانِ حق اور اُس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں، کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تہہ میں جمے ہوئے ہیں اور اُن کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور اُس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل وصورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور کو آخری تصور نہیں کرتے نہ اُسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں نہ اشباہ و نظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں

(صِفَةُ خَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَسَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَسَبَخِهَا، تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ۔ وَلَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتَّى لَزَبَتْ۔ فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَوُصُولٍ وَأَعْضَاءٍ وَفُصُولٍ أَجْمَدَهَا حَتَّى اسْتَمْسَكَتْ وَأَصْلَدَهَا حَتَّى صَلْصَلَتْ لِوَقْتٍ مَعْدُودٍ۔ وَأَمَدٍ مَعْلُومٍ۔ ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوحِهِ فَمَثُلَتْ إِنْسَانًا ذَا

(آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں فرمایا)

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اُسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اُس میں لس پیدا ہوگیا۔ اُس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ ہیں اور جوڑ اعضا ہیں اور مختلف حصے۔ اُسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ کھنکھنانے لگی۔ ایک وقتِ معین اور مدتِ معلوم تک اُسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اُس میں روح پھونکی، تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہوگئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا فکری حرکات سے تصرف

أَذْهَانٍ يُجِيلُهَا۔ وَفِكَرٍ يَتَصَرَّفُ بِهَا وَجَوَارِحَ يَخْتَدِمُهَا وَأَدَوَاتٍ يُقَلِّبُهَا۔ وَمَعْرِفَةٍ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَالْاَذْوَاقِ وَالْمَشَامِ وَالْاَلْوَانِ الْمُخْتَلِفَةِ، وَالْاَشْبَاهِ الْمُؤْتَلِفَةِ۔ وَالْاَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ وَالْاَخْلَاطِ الْمُتَبَايِنَةِ۔ مِنَ الْحَرِّ وَالْبَرْدِ۔ وَالْبَلَّةِ وَالْجُمُودِ۔ وَاسْتَأْدَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلَائِكَةَ وَدِيعَتَهُ لَدَيْهِمْ وَعَهْدَ وَصِيَّتِهِ اِلَيْهِمْ فِي الْاِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ وَالْخُشُوعِ لِتَكْرِمَتِهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ اسْجُدُوا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلِيسَ اعْتَرَتْهُ الْحَمِيَّةُ وَغَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ وَتَعَزَّزَ بِخِلْقَةِ النَّارِ وَاسْتَهْوَنَ خَلْقَ الصَّلْصَالِ۔ فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ النَّظِرَةَ اسْتِحْقَاقاً لِلسُّخْطَةِ وَاسْتِتْمَاماً لِلْبَلِيَّةِ وَاِنْجَازاً لِلْعِدَةِ۔ فَقَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ ثُمَّ أَسْكَنَ سُبْحَانَهُ اٰدَمَ دَاراً أَرْغَدَ فِيهَا عِيشَتَهُ وَاٰمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَحَذَّرَهُ اِبْلِيسَ وَعَدَاوَتَهُ۔ فَاغْتَرَّهُ اِبْلِيسَ وَعَدَاوَتَهُ۔ فَاغْتَرَّهُ عَدُوُّهُ نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ وَمُوَافَقَةِ الْاَبْرَارِ فَبَاعَ الْيَقِيْنَ بِشَكِّهِ وَالْعَزِيْمَةَ بِوَهْنِهِ۔ وَاسْتَبْدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلاً۔ وَبِالْاِغْتِرَارِ

کرنے والا۔ اعضاء و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ پیروں کو چلانے والا ہے اور ایسی شناخت کا مالک ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگا رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خطوں سے اُس کا خمیر ہوا ہے۔ یعنی گرمی، سردی، تری خشکی کا پیکر ہے۔ پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اُس کی سونپی ہوئی ودیعت ادا کریں اور اُس کے پیان وصیت کو پورا کریں۔ جو سجدۂ آدم کے حکم کو تسلیم کرنے اور اُس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کے لئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا۔ اُسے عصبیت نے گھیر لیا۔ بدبختی اُس پر چھا گئی۔ آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کو بزرگ و برتر سمجھا اور کھنکھناتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا۔ اللہ نے اُسے مہلت دی تاکہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پایۂ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اُس سے کہا کہ تجھے وقتِ معین کے دن تک کی مہلت ہے۔ پھر اللہ نے آدم کو ایسے گھر میں ٹھہرایا جہاں اُن کی زندگی کو خوش گوار رکھا۔ انہیں شیطان اور اُس کی عداوت سے بھی ہوشیار کر دیا۔ لیکن اُن کے دشمن نے اُن کے جنت میں ٹھہرنے اور نیکو کاروں میں مل جل کر رہنے پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ مسرت کو خوف سے بدل لیا اور فریب خوردگی کی وجہ سے ندامت



نَدَاماً۔ ثُمَّ بَسَطَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ وَلَقَّاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ، وَوَعَدَهُ الْمَرَدَّ اِلٰى جَنَّتِهِ وَأَهْبَطَهُ اِلٰى دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَتَنَاسُلِ الذُّرِّيَّةِ۔ وَاصْطَفٰى سُبْحَانَهُ مِنْ وُلْدِهِ اَنْبِيَاءَ أَخَذَ عَلَى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ اَمَانَتَهُمْ لَمَّا بَدَّلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فَجَهِلُوا حَقَّهُ، وَاتَّخَذُوا الْاَنْدَادَ مَعَهُ۔ وَاجْتَالَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ، وَاقْتَطَعَتْهُمْ عَنْ عِبَادَتِهِ۔ فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَهُ وَوَاتَرَ اِلَيْهِمْ أَنْبِيَاءَهُ لِيَسْتَأْدُوهُمْ مِيثَاقَ فِطْرَتِهِ وَيُذَكِّرُوهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ۔ وَيَحْتَجُّوا عَلَيْهِمْ بِالتَّبْلِيغِ۔ وَيُثِيرُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ وَيُرُوهُمُ الْاٰيَاتِ الْمُقَدَّرَةَ مِنْ سَقْفٍ فَوْقَهُمْ مَرْفُوعٍ، وَمِهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُوعٍ۔ وَمَعَايِشَ تُحْيِيهِمْ وَآجَالٍ تُفْنِيهِمْ۔ وَأَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ وَأَحْدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ وَلَمْ يُخْلِ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ۔ أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ مَحَجَّةٍ قَائِمَةٍ رُسُلٌ لَا تُقَصِّرُ بِهِمْ قِلَّةُ عَدَدِهِمْ۔ وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ لَهُمْ۔ مِنْ سَابِقٍ سُمِّيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ أَوْ غَابِرٍ عَرَّفَهُ مَنْ قَبْلَهُ۔ عَلٰى ذٰلِكَ نُسِلَتِ الْقُرُوْنُ۔ وَمَضَتِ الدُّهُوْرُ۔ وَسَلَفَتِ الْاٰبَاءُ

اٹھائی۔ پھر اللہ نے آدم کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی۔ انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا اُن سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتلا و محلِ افزائش نسل میں اتار دیا۔ اللہ سبحانہ نے اُن کی اولاد سے انبیاء چنے ...... وحی پر اُن سے عہد و پیان لیا۔ تبلیغ رسالت کا انہیں امین بنایا، جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا۔ چنانچہ وہ اُس کے حق سے بے خبر ہو گئے۔ اوروں کو اُس کا شریک بنا ڈالا۔ شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اُس کی عبادت سے الگ کر دیا۔ اللہ نے اُن میں اپنے رسول مبعوث کئے اور لگاتار انبیاء بھیجے تاکہ اُن سے فطرت کے عہد و پیان پورے کرائیں۔ اُس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ یہ سروں پر بلند بامِ آسمان، اُن کے نیچے بچھا ہوا فرشِ زمین، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت۔ فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پے در پے آنے والے حادثے۔ اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روشن کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول، جنہیں تعداد کی کمی اور جھٹلانے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی۔ اُن میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا۔ کوئی بعد میں آیا، جسے پہلا پہنچوا چکا تھا۔ اسی طرح مدتیں گزر گئیں۔ زمانے بیت گئے۔ باپ داداؤں کی جگہ پر اُن کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ، نے ایفائے عہد و اتمام نبوّت کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیان لیا جا چکا تھا، جن کے علامات (ظہور) مشہور محل ولادت مبارک و

وَخَلَفَتِ الْأَبْنَاءُ۔ إِلَى أَنْ بَعَثَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ، وَتَمَامِ نُبُوَّتِهِ۔ مَأْخُوذًا عَلَى النَّبِيِّينَ مِيثَاقُهُ، مَشْهُورَةً سِمَاتُهُ، كَرِيمًا مِيلَادُهُ۔ وَأَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلَلٌ مُتَفَرِّقَةٌ وَأَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ۔ وَطَوَائِفُ مُتَشَتِّتَةٌ بَيْنَ مُشَبِّهٍ لِلّٰهِ بِخَلْقِهِ أَوْ مُلْحِدٍ فِي اسْمِهِ أَوْ مُشِيرٍ إِلَى غَيْرِهِ۔ فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ وَأَنْقَذَهُمْ بِمَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔ ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِقَاءَهُ۔ وَرَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ وَأَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا وَرَغِبَ بِهِ عَنْ مَقَارَنَةِ الْبَلْوَى۔ فَقَبَضَهُ إِلَيْهِ كَرِيمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَخَلَّفَ فِيكُمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَنْبِيَاءُ فِي أُمَمِهَا إِذْ لَمْ يَتْرُكُوهُمْ هَمَلًا۔ بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضِحٍ۔ وَلَا عَلَمٍ قَائِمٍ كِتَابَ رَبِّكُمْ مُبَيِّنًا حَلَالَهُ وَحَرَامَهُ وَفَرَائِضَهُ وَفَضَائِلَهُ وَنَاسِخَهُ وَمَنْسُوخَهُ۔ وَرُخَصَهُ وَعَزَائِمَهُ وَخَاصَّهُ وَعَامَّهُ۔ وَعِبَرَهُ وَأَمْثَالَهُ۔ وَمُرْسَلَهُ وَمَحْدُودَهُ وَمُحْكَمَهُ وَمُتَشَابِهَهُ۔ مُفَسِّرًا مُجْمَلَهُ وَمُبَيِّنًا غَوَامِضَهُ بَيْنَ مَأْخُوذٍ مِيثَاقُ عِلْمِهِ

مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر بسنے والوں کے مسلک جدا جدا خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے۔ کچھ اُسے چھوڑ کر اوروں کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خداوند عالم نے آپ کی وجہ سے انہیں گمراہی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔ پھر اللہ سبحانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لقاؤ قرب کے لئے چنا، اپنے خاص انعامات آپ کے لئے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بود و باش سے آپ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپ کے رخ کو موڑا اور دنیا سے باعزت آپ کو اٹھا لیا۔ حضرت تم میں اُسی طرح کی چیز چھوڑ گئے، جو انبیاء اپنی امتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لئے کہ وہ طریق واضح و نشان محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں پیغام ربانی پہنچا کہ حجت تمام کریں۔ عقل کے دفینوں کو ابھاریں چھوڑتے تھے۔ پیغمبرؐ نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب کے حلال و حرام، واجبات و مستحبات، ناسخ و منسوخ رخص و عزائم، خاص و عام، عبر و امثال، مقید و مطلق، محکم و متشابہ کو واضح طور سے بیان کر دیا مجمل آیتوں کی تفسیر کر دی۔ اُس کی گتھیوں کو سلجھا دیا اس میں کچھ آیتیں وہ ہیں جن کے جاننے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اُس کے بندے اُن سے ناواقف رہیں تو مضائقہ نہیں۔ کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے اُن کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں جن پر عمل کرنا حدیث کی رو سے



وَمُوَاسَّعٍ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهْلِهِ۔ وَبَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرْضُهُ، وَمَعْلُومٍ فِي السُّنَّةِ نَسْخُهُ، وَوَاجِبٍ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ۔ وَمُرَخَّصٍ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ۔ وَبَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ۔ وَزَائِلٍ فِي مُسْتَقْبَلِهِ۔ وَمُبَايَنٍ بَيْنَ مَحَارِمِهِ مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيرَانَهُ أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفْرَانَهُ۔ وَبَيْنَ مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ مُوَسَّعٍ فِي أَقْصَاهُ مِنْهَا ذِكْرَ فِي الْحَجِّ وَفَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلَهُ قِبْلَةً لِلْأَنَامِ يَرِدُونَهُ وُرُودَ الْأَنْعَامِ وَيَأْلَهُونَ إِلَيْهِ وُلُوهَ الْحَمَامِ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظَمَتِهِ وَإِذْعَانِهِمْ لِعِزَّتِهِ وَاخْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سُمَّاعًا أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ وَصَدَّقُوا كَلِمَتَهُ۔ وَوَقَفُوا مَوَاقِفَ أَنْبِيَائِهِ۔ وَتَشَبَّهُوا بِمَلَائِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرْشِهِ يُحْرِزُونَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتْجَرِ عِبَادَتِهِ۔ وَيَتَبَادَرُونَ عِنْدَ مَوْعِدِ مَغْفِرَتِهِ۔ جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَمًا وَلِلْعَائِذِينَ حَرَمًا۔ فَرَضَ حَجَّهُ وَأَوْجَبَ حَقَّهُ وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ فَقَالَ سُبْحَانَهُ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔

واجب ہے لیکن کتاب میں اُن کے ترک کی اجازت ہے۔ اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانۂ آئندہ میں اُن کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محرّمات میں بھی تفریق ہے۔ کچھ کبیرہ ہیں، جن کے لئے آتشِ جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کے لئے مغفرت کے توقعات پیدا کئے ہیں۔ کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے، اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا۔ اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا، جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے۔ جہاں لوگ اس طرح کھینچ کر آتے ہیں جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح وارفتگی سے بڑھتے ہیں جس طرح کبوتر اپنے آشیانوں کی جانب اللہ جل شانہ، نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشانہ بنایا ہے اُس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لیے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کہی اور اُس کے کلام کی تصدیق کی وہ انبیاء کی جگہوں پر ٹھہرے۔ عرش پر طواف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی۔ وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفعتوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاہ مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔ اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان پناہ چاہنے والوں کے لئے حرم بنایا ہے۔ اس کا حج فرض اور ادائیگی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف راہ نوردی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ اللہ کا واجب الادا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔

ے ''دین کی اصل واساس خداشناسی ہے'' دین کے لغوی معنی اطاعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کسی معبود کے تصور سے خالی ہو، تو نہ اطاعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا کیونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی، تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہوگا تو اُس کے لئے تگ ودو کرنے کا کیا مطلب! البتہ جب انسان کی عقل وفطرت اس کا سررشتہ کسی مافوق الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری وجذبۂ عبودیت اسے کسی معبود کے آگے جھکا دیتا ہے، تو وہ من مانی کر گزرنے کے بجائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام دین ہے جس کا نقطۂ آغاز صانع کی معرفت اور اُس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اُس کے ضروری ارکان وشرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب ادراک کو اپنی منزل آخر بنا کر قانع ہو جاتے ہیں ان کے ناکافی ہونے کا اظہار فرمایا ہے اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہل مذاہب کی زبان سے سن کر اُس ان دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو خدا کہی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر ونظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلاً پیش خیمہ ہے۔ لیکن تساہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیر ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجود تصور، بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالا اختیار ہوتی ہے اس لئے وہ اس پر مواخذہ کی مستحق ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور وفکر ضروری سمجھتا ہے اور اس طرح دوسرا درجہ ادراک کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بوقلمونیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا کھوج لگایا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر مؤثر کی کارفرمائی پر ایک ٹھوس اور بے لچک دلیل ہے چنانچہ انسان جب اپنے گرد وپیش نظر دوڑاتا ہے تو اُسے ایسی کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمائی کے بغیر موجود ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر راہرو کے اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑے ہوتے ہی نہیں دیکھتا، تو کیونکر یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلگوں اور اس کی پہنائیوں میں آفتاب وماہتاب کی تجلیاں اور یہ زمین اور اس کی وسعتوں میں سبزہ وگل کی رعنائیاں بغیر کسی مانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی۔ لہٰذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل ودماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہانِ رنگ وبو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے۔ کیونکہ تہی دامانِ وجود سے فیضان وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدلال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے ''فِی اللہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جو زمین وآسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ لیکن یہ درجہ بھی ناکامی ہے جبکہ اس کی تصدیق غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آمیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی ہستی کا اقرار وحدت ویگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدا مانے جائیں گے وہ ایک نہیں ہوگا اور خدا کے لئے ایک ہونا ضروری ہے کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہئے ورنہ اس ایک کو بلا وجہ ترجیح ہوگی جو عقلاً باطل ہے، اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے اُمور کی انجام دہی نہ کر سکتا ہوگا یا ان کی شرکت وتعاون سے بے نیاز ہوگا۔ پہلی صورت میں اس کا



محتاج ودست نگر ہونا اور دوسری صورت میں ایک فعل کے لئے کئی ایک مستقل فاعلوں کا کارفرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداؤں نے حصہ رسدی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایجاد کیا ہے، تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی۔ بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہوگی۔ حالانکہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہئے۔ کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ متعدد خالق ماننے کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین وآسمان اور کائنات کی ہر شے کے لئے تباہی وبربادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ زمین وآسمان دونوں تباہ وبرباد ہو جاتے۔

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر نقص وعیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم وصورت، تمثیل وتشبیہہ، مکان وزمان، حرکت وسکون اور عجز وجہل سے منزہ مانا جائے۔ کیونکہ اس باکمال وبے عیب ذات میں نہ کسی نقص کا گذر ہو سکتا ہے اور نہ اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ ابھر سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل ومانند ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام چیزیں وجوب کی بلندیوں سے اتار کر امکان کی پستیوں میں لے آنے والی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو بہ پہلو اپنی تنزیہہ وتقدیس کو بھی جگہ دی ہے۔

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌo
کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے۔ اُس کی ذات بے نیاز ہے۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلہ ہے۔

(۲) لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُo
اسکی نگاہیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نگاہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔

(۳) فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَo
اللہ کے لئے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو بے شک اصل حقیقت تو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(۴) لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُo
کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے، وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔

پانچواں درجہ یہ ہے کہ جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتوں کو الگ سے نہ سمویا جائے کہ ذاتِ احدیت میں دوئی کی جھلک پیدا ہو جائے تو توحید اپنے صحیح مفہوم کو کھو کر ایک تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے۔ کیونکہ اُس کی ذات جوہر وعرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح پھول میں خوشبو اور ستاروں میں چمک بلکہ اس کی ذات خود تمام صفتوں کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالاتِ ذاتی کے اظہار کے لئے کسی توسط کی محتاط نہیں ہے۔ اگر اسے عالم کہا جاتا ہے تو اس بناء پر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے قادر کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت وکارفرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور سمیع وبصیر کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتوں کی نمو اس

کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہو اور ہاتھ پیروں میں توانائی آئے تو وہ قادر و توانا ہو کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا لازمی نتیجہ دوئی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہوا وہاں توحید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیر المومنین علیہ السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خدوخال سے آشنا فرمایا ہے اور دامنِ وحدت کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جا سکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو، جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جاننے والا ہے، قدرت والا ہے، سننے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامن ربوبیت میں پالنے اور سایہ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جا سکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو۔ کیونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔ اسی مطلب کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائے اور پھر مذاہب عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھئے کہ توحید کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کون تھیں۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں۔

لم یزل ربنا عزوجل والعلم ذاته و لا معلوم والسمع ذاته ولا مسموع و البصر ذاته ولا مبصر والقدرة ذاته ولا مقدور فلما احدث الاشیاء وکان المعلوم وقع العلم منه علی المعلوم والسمع علی المسموع والبصر علی البصر والقدرة علی المقدور۔
(توحید صدوق)

ہمارا خدائے بزرگ و برتر ہمیشہ سے عین علم رہا حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا اور عین سمع و بصر رہا۔ حالانکہ نہ کسی آواز کی گونج بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دکھائی دینے والی چیز تھی اور عین قدرت رہا حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یا دیکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔

یہ وہ عقیدہ ہے، جس پر ائمہ اہل بیت کا اجماع ہے مگر سوادِ اعظم نے اس کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ

قال ابو الحسن الباری عالم بعلم قادر بقدرة حی بحیاة مرید بارادة متکلم بکلام سمیع بسمع بصیر ببصر۔
(کتاب الملل والنحل ص ۴۲)

اُبو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ علم، قدرت حیات، ارادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر زندہ، مرید، متکلم اور سمیع و بصیر ہے۔

اگر صفتوں کو اس طرح زائد بر ذات مانا جائے گا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور ماننا پڑیں گے، جو قدامت میں اس کے شریک ہوں گے۔ تعالیٰ اللہ عما یشرکون اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محلِ حوادث قرار دینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتوں کے پیدا



ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر، نہ سمیع ہو اور نہ بصیر اور عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اس میں حلال و حرام کا بیان ہے، جیسے "احل اللہ البیع و حرم الربوا۔ اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔" اس میں فرائض و مستحبات کا ذکر ہے، جیسے فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکروا اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبکم فاذ اطمائنتم فاقیموا الصلوٰة (جب نماز (خوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ، تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو)۔ نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار مستحب ہیں۔ اس میں ناسخ و منسوخ بھی ہیں۔ ناسخ جیسے عدۂ وفات میں اربعة اشهر و عشرا (چار مہینے دس دن) اور منسوخ جیسے متاعاً الی الحول غیر اخراج جس میں ظاہر ہوتا ہے کہ عدۂ وفات ایک سال ہے۔ اس میں مخصوص مواقع پر حرام چیزوں کے لئے رخصت و اجازت بھی ہے جیسے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه۔ اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے کچھ کھا لے، تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ درآں صورتیکہ حدودِ شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو۔" اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے لا یشرک بعبادة احداً۔ چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبارت میں کسی کو شریک نہ کرے۔" اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ خاص وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو جیسے "وانی فضلتکم علی العالمین اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمین پر فضیلت دی ہے۔" اس میں عالمین سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے اور عام وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلاؤ رکھتا ہو۔ جیسے واللہ بکل شیءٍ علیم "اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔" اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں۔ عبرتیں جیسے فاخذہ اللہ نکال الاخرة والاولی ان فی ذلک لعبرة لمن یخشی "خدا نے اسے دنیا و آخرت میں عذاب میں دھر لیا۔ جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اس میں عبرت کا سامان ہے" اور مثالیں جیسے مثل الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللہ کمثل حبّة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اُسی بیج کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔ اس میں مطلق و مقید ہیں۔ مطلق وہ کہ جس میں کسی قسم کی تقلید و پابندی نہ ہو جیسے "واذقال موسیٰ لقومه ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرة اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو۔" اور مقید وہ کہ جس میں تشخص و قیود کی پابندی ہو جیسے انه یقول انها بقرة لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ ہل میں جوتی گئی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو سینچا گیا ہو۔" اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ محکم وہ کہ جس میں کوئی گنجلک نہ ہو جیسے ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر "بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" اور متشابہ وہ کہ جس کے معنی الجھے ہوئے ہوں۔ جیسے الرحمن علی العرش استوی جس کے ظاہر مفہوم سے یہ وہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے لیکن مقصود و غلبہ و تسلط ہے۔ اس میں بعض احکام مجمل ہیں جیسے اقیموا الصلوٰة "نماز قائم کرو۔" اس میں گہرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ لا یعلم تاویله الا اللہ والراسخون فی العلم ان کی تادیں کہ اللہ اور رسول اور علم کی گہرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔ پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ اس میں کچھ کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری ہے جیسے فاعلم انه لا اله الا اللہ۔ اس بات کو جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔" اور کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے جیسے واللاتی یاتین الفاحشة من نساء کم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فان شهدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفاهن الموت "تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرتکب ہوں، اُن کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو۔ اور اگر وہ گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک

کہ موت اُن کی زندگی ختم کردے۔'' یہ سزا اوائل اسلام میں تھی۔ لیکن بعد میں شوہردار عورتوں کے لئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کردیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبر منسوخ ہوگئی۔ جیسے فول وجھک شطر المسجد الحرام'' چاہئے کہ تم اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔'' اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کردیا گیا۔ اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا وجوب باقی نہیں رہتا جیسے اذانودی للصلوٰۃ من یوم الجمعه فاسعو الی ذکر اللّٰہ'' جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو ذکرِ الٰہی کی طرف جلدی سے بڑھو۔'' اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے۔ جیسے گناہوں کا صغیرہ و کبیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے قل للمؤمنین یغضوامن ابصارھم'' ایمان والوں سے کہو کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں'' اور کبیرہ جیسے و من یقتل مؤمنا متعمد افجزاؤہ جھنم خالدا فیھا ''جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔'' اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تھوڑا سا بجالانا بھی کفایت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجالانے کی بھی گنجائش ہے۔ جیسے فاقرؤا ماتیسر من القرآن ''جتنا آسانی قرآن پڑھ سکو اُتنا پڑھ لیا کرو۔''

# خطبہ ۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ انْصِرَافِهِ مِنْ صِفِّينَ

صفین سے پلٹنے کے بعد فرمایا

أَحْمَدُهُ اسْتِتْمَاماً لِنِعْمَتِهِ وَاسْتِسْلَاماً لِعِزَّتِهِ۔ وَاسْتِعْصَاماً مِنْ مَعْصِيَتِهِ وَ أَسْتَعِينُهُ فَاقَةً إِلَى كِفَايَتِهِ إِنَّهُ لَا يَضِلُّ مَنْ هَدَاهُ۔ وَلَا يَئِلُ مَنْ عَادَاهُ وَلَا وَلَا يَفْتَقِرُ مَنْ كَفَاهُ فَإِنَّهُ أَرْجَحُ مَاوُزِنَ وَأَفْضَلُ مَاخُزِنَ۔ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ شَهَادَةً مُمْتَحَناً إِخْلَاصُهَا مُعْتَقَداً مُصَاصُهَا نَتَمَسَّكُ بِهَا أَبَداً مَا أَبْقَانَا وَنَدَّخِرُهَا لِأَهَاوِيلِ مَا يَلْقَانَا فَإِنَّهَا عَزِيمَةُ الْإِيمَانِ۔ وَفَاتِحَةُ الْإِحْسَانِ وَمَرْضَاةُ الرَّحْمَٰنِ۔ وَمَدْحَرَةُ الشَّيْطَنِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أَرْسَلَهُ بِالدِّينِ الْمَشْهُورِ۔ وَالْعَلَمِ الْمَأْثُورِ وَالْكِتَابِ الْمَسْطُورِ وَالنُّورِ

اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں، اس کی نعمتوں کی تکمیل چاہئے اس کی عزت و جلال کے آگے سر جھکانے اور اُس کی معصیت سے حفاظت حاصل کرنے کیلئے اور اُس سے مدد مانگتا ہوں اُس کی کفایت و دستگیری کا محتاج ہونے کی وجہ سے جسے وہ ہدایت کرے وہ گمراہ نہیں ہوتا، جسے وہ دشمن رکھے، اُسے کہیں ٹھکانہ نہیں ملتا، جس کا وہ کفیل ہو، وہ کسی کا محتاج نہیں رہتا یہ (حمد اور طلب امداد) وہ ہے جس کا ہر وزن میں آنے والی چیز سے پلہ بھاری ہے اور ہر گنج گراں مایہ سے بہتر و برتر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ ایسی گواہی جس کا خلوص پرکھا جاچکا ہے اور جس کا نچوڑ بغیر کسے شائبے کے دل کا عقیدہ بن چکا ہے۔ زندگی بھر ہم اسی سے وابستہ رہیں گے اور اسی کو پیش آنے والے خطرات کے لئے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے یہی گواہی ایمان کی مضبوط بنیاد اور حسن عمل کا پہلا قدم اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ اور شیطان کی دوری کا سبب ہے اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے عبد اور رسول ہیں جنہیں شہرت یافتہ دین،



السَّاطِعِ۔ وَالضِّيَاءِ اللَّامِعِ۔ وَالْأَمْرِ الصَّادِعِ۔ إِزَاحَةً لِلشُّبُهَاتِ وَاحْتِجَاجاً بِالْبَيِّنَاتِ وَتَحْذِيراً بِالْآيَاتِ۔ وَتَخْوِيفاً بِالْمَثُلَاتِ وَالنَّاسُ فِي فِتَنٍ انْجَذَمَ فِيهَا حَبْلُ الدِّينِ وَ تَزَعْزَعَتْ سَوَارِي الْيَقِينِ وَاخْتَلَفَ النَّجْرُ وَتَشَتَّتَ الْأَمْرُ۔ وَضَاقَ الْمَخْرَجُ وَعَمِيَ الْمَصْدَرُ فَالْهُدَى خَامِلٌ وَالْعَمَى شَامِلٌ عُصِيَ الرَّحْمَٰنُ وَنُصِرَ الشَّيْطَانُ وَخُذِلَ الْإِيمَانُ فَانْهَارَتْ دَعَائِمُهُ، وَتَنَكَّرَتْ مَعَالِمُهُ وَدَرَسَتْ سُبُلُهُ۔ وَعَفَتْ شُرُكُهُ۔ أَطَاعُوا الشَّيْطَنَ فَسَلَكُوا مَسَالِكَهُ وَوَرَدُوا مَنَاهِلَهُ بِهِمْ سَارَتْ أَعْلَامُهُ۔ وَقَامَ لِوَاؤُهُ فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا وَوَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا وَقَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا فَهُمْ فِيهَا تَائِهُونَ حَائِرُونَ جَاهِلُونَ مَفْتُونُونَ فِي خَيْرِ دَارٍ وَشَرِّ جِيرَانٍ نَوْمُهُمْ سُهُودٌ وَكُحْلُهُمْ دُمُوعٌ۔ بِأَرْضٍ عَالِمُهَا مُلْجَمٌ وَجَاهِلُهَا مُكْرَمٌ وَمِنْهَا يَعْنِي آلَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهِ وَلَجَأُ أَمْرِهِ وَعَيْبَةُ عِلْمِهِ وَمَوْئِلُ حِكَمِهِ وَكُهُوفُ كُتُبِهِ وَجِبَالُ دِينِهِ بِهِمْ أَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهِ وَأَذْهَبَ ارْتِعَادَ فَرَائِصِهِ (وَمِنْهَا يَعْنِي قَوْماً آخَرِينَ) زَرَعُوا الْفُجُورَ وَسَقَوْهُ الْغُرُورَ۔ وَحَصَدُوا الثُّبُورَ لَا يُقَاسُ بِآلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

منقول شدہ نشان لکھی ہوئی کتاب، ضوفشاں نور، چمکتی ہوئی روشنی اور فیصلہ کن امر کیساتھ بھیجا تا کہ شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے اور دلائل (کے زور) سے حجت تمام کی جائے۔ آیتوں کے ذریعے ڈرایا جائے اور عقوبتوں سے خوف زدہ کیا جائے (اس وقت حالت یہ تھی کہ) لوگ ایسے فتنوں میں مبتلا تھے، جہاں دین کے بندھن شکستہ، یقین کے ستون متزلزل، اصول مختلف اور حالات پراگندہ تھے۔ نکلنے کی راہیں تنگ و تاریک تھیں۔ ہدایت گمنام اور ضلالت ہمہ گیر تھی۔ (کھلے خزانوں) اللہ کی مخالفت ہوتی تھی اور شیطان کو مدد دی جارہی تھی۔ ایمان بے سہارا تھا۔ چنانچہ اس کے ستون گر گئے اس کے نشان تک پہچاننے میں نہ آتے تھے۔ اس کے راستے مٹ مٹا گئے، اور شاہراہیں اجڑ گئیں، وہ شیطان کے پیچھے لگ کر اس کے راہوں پر چلنے لگے اور اس کے گھاٹ پر اُتر پڑے۔ انہی کی وجہ سے اس کے پھریرے ہر طرف لہرانے لگے تھے ایسے فتنوں میں جو انہیں اپنے سموں سے روندتے اور اپنے کھروں سے کچلتے تھے اور اپنے پنجوں کے بل مضبوطی سے کھڑے ہوئے تھے تو وہ لوگ ان میں حیران و سرگرداں، جاہل و فریب خوردہ تھے۔ ایک ایسے گھر میں جو خود اچھا، مگر اُس کی بسنے والے بُرے تھے جہاں نیند کے بجائے بیداری اور سرمے کی جگہ آنسو تھے اس سرزمین پر عالم کے منہ میں لگام تھی اور جاہل معزز اور سرفراز تھا۔ (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو اہلبیت نبی سے متعلق ہے) وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دین کی پناہ گاہ ہیں علم الٰہی کے مخزن اور حکمتوں کے مرجع ہیں۔ کتب (آسمانی) کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔ انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اس کے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔ (اسی خطبہ کا ایک حصہ جو دوسروں سے متعلق ہے) انہوں نے فسق و فجور کی کاشت کی غفلت و فریب کے پانی سے اس امت میں کسی کو آلِ محمدؐ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہوسکتے۔ وہ

مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ أَحَدٌ وَلَا يُسَوّٰى بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ أَبَدًا۔ هُمْ أَسَاسُ الدِّيْنِ وَعِمَادُ الْيَقِيْنِ إِلَيْهِمْ يَفِيْءُ الْغَالِيْ وَبِهِمْ يَلْحَقُ التَّالِيْ وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ وَفِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ الْآنَ إِذْ رَجَعَ الْحَقُّ إِلَى أَهْلِهِ وَنُقِلَ إِلَى مُنْتَقَلِهِ۔

دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔ آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آ کر ملنا ہے۔ حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لئے ہیں اور انہی[3] کے بارے میں "پیغمبر کی" وصیت اور انہی کے لئے (نبی کی) وراثت ہے۔ اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

---

[1] لوح محفوظ ہیں۔

[2] اچھے گھر سے مراد مکہ اور بُرے ہمسایوں سے مراد کفارِ قریش ہیں۔

[3] اہل بیتؑ پیغمبر کے متعلق فرماتے ہیں کہ کسی فرد کو ان پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کی بلندی درجات میں کسی کو اُن کا ہم پایہ سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ دنیا ان کے احسانات کی گراں باریوں میں دبی ہوئی ہے اور انہی سے نعمت ہدایت پا کر آخروی نعمتوں کی مستحق ہوئی ہے۔ وہ دین کی اساس و بنیاد اور اس کی زندگی و بقا کا سہارا ہیں۔ وہ علم و یقین کے ایسے محکم ستون ہیں کہ شک و شبہات کے طوفان کا دھارا موڑ سکتے ہیں اور افراط و تفریط کی راہوں میں وہ درمیانی راستہ ہیں کہ اگر کوئی غلو و افراط کی حد تک پہنچ جائے یا کوتاہی و تفریط میں پڑ جائے تو وہ جب تک پیچھے ہٹ کر یا آگے بڑھ کر اس جادۂ اعتدال پر نہیں آئے گا اسلام کی راہ پر آ ہی نہیں سکتا اور انہی میں تمام وہ خصوصیتیں پائی جاتی ہیں جو امامت و قیادت میں ان کے حق کو فائق قرار دیتی ہیں۔ لہٰذا ان کے علاوہ کسی کو امت کی سرپرستی و نگہبانی کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ پیغمبر نے انہی کو اپنا وصی و وارث ٹھہرایا۔ وصیت و وراثت کے متعلق شارح معتزلی نے لکھا ہے کہ امیر المومنین کی وصایت میں تو کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت سے نیابت و جانشینی کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے۔ اگر چہ فرقہ امامیہ اس سے خلافت و نیابت ہی مراد لیتا ہے اگر بقول ان کے وراثت سے وراثتِ علمی مراد لی جائے جب بھی وہ اپنے مقصد میں کامران ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے، کیونکہ اس معنی کی رو سے بھی نیابت پیغمبر کا حق کسی دوسرے کو نہیں پہنچتا۔ جب کہ یہ امر مسلم ہے کہ خلافت کے لئے سب سے بڑی ضرورت علم کی ہے۔ اس لئے کہ خلیفۃ الرسول کے اہم ترین فرائض میں سے مقدموں کا فیصل کرنا، شریعت کے مسائل حل کرنا مشکل گتھیوں کو سلجھانا اور شرعی حدود کا اجرا کرنا ہے اگر نائب رسول کے فرائض میں سے ان چیزوں کو الگ کر دیا جائے تو اُس کی حیثیت صرف ایک دینوی حکمران کی رہ جاتی ہے۔ اسے دینی اقتدار کا مرکز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ لہٰذا یا تو حکومت کو خلافت سے الگ رکھئے یا جو رسول کے علم کا وارث ہوا سے ہی خلافت کے منصب کا اہل سمجھئے۔

ابنِ ابی الحدید کی یہ تشریح اس صورت میں قابل لحاظ ہو بھی سکتی تھی۔ جب یہ فقرہ اکیلا آپ کی زبان پر آیا ہوتا لیکن اس موقع کو دیکھتے ہوئے کہ وہ خلافت ظاہری کے تسلیم ہونے کے بعد کہا گیا ہے کہ اور پھر اسی کے بعد اذ رجع الحق الی اھلہ کا فقرہ موجود ہے۔ ان کی یہ تشریح بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے بلکہ وصایت سے بھی کوئی اور وصیت نہیں بلکہ وہ نیابت و خلافت ہی کی وصیت معلوم ہوتی ہے اور وراثت بھی نہ وراثتِ مالی اور نہ وراثتِ علمی، جس کے بیان کا یہ کوئی موقع نہیں بلکہ حق امامت کی وراثت ہے، جو صرف بر بنائے قرابت نہیں بلکہ بر بنائے اوصاف کمال ان کے لئے منجاب اللہ ثابت تھی۔



# خطبہ ۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ الْمَعْرُوْفَةُ بِالشِّقْشِقِيَّةِ

أَمَا وَاللهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ أَبِيْ قُحَافَةَ وَإِنَّهُ لَيَعْلَمُ أَنَّ مَحَلِّيْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰى۔ يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقٰى إِلَيَّ الطَّيْرُ فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا۔ وَطَفِقْتُ أَرْتَئِيْ بَيْنَ أَنْ أَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ أَوْ أَصْبِرَ عَلٰى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ۔ وَيَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهُ فَرَأَيْتُ أَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى هَاتَا أَحْجٰى فَصَبَرْتُ وَفِي الْعَيْنِ قَذًى وَفِي الْحَلْقِ شَجًا أَرٰى تُرَاثِيْ نَهْبًا حَتّٰى مَضَى الْأَوَّلُ لِسَبِيْلِهِ فَأَدْلٰى بِهَا إِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهُ (ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْأَعْشٰى) شَتَّانَ مَا يَوْمِيْ عَلٰى كُوْرِهَا وَيَوْمُ حَيَّانَ أَخِيْ جَابِرِ فَيَا عَجَبًا بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِيْ حَيَاتِهِ إِذْ عَقَدَهَا لِآخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهِ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا فَصَيَّرَهَا فِيْ حَوْزَةٍ خَشْنَاءَ يَغْلُظُ كَلْمُهَا۔ وَالْاِعْتِذَارُ مِنْهَا فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ فَمُنِيَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللهِ بِخَبْطٍ وَشِمَاسٍ وَتَلَوُّنٍ وَاعْتِرَاضٍ فَصَبَرْتُ عَلٰى

[1] خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔

خدا کی قسم! فرزند[2] ابو قحافہ نے پیراہن خلافت پہن لیا۔ حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے خلافت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اُس سے پہلو تہی کر لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اُس سے بھیانک تیرگی پر صبر کر لوں جس میں سنِ رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرین عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبار اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد خلافت ابن خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اعشٰی کا یہ شعر پڑھا)۔

"کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے اور کہاں وہ دن جو حیّان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا۔" تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لئے استوار کرتا گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ خلافت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اُس نے خلافت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا جس کے چرکے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اُس کی منہ زوری سے) اس کی

طَوْلِ الْمُدَّةِ وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ حَتّٰى إِذَا مَضَى لِسَبِيلِهِ جَعَلَهَا فِي جَمَاعَةٍ زَعَمَ أَنِّي أَحَدُهُمْ فَيَا اللهِ وَلِلشُّورٰى مَتَى اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْأَوَّلِ مِنْهُمْ حَتّٰى صِرْتُ أُقْرَنُ إِلٰى هٰذِهِ النَّظَائِرِ لٰكِنِّي أَسْفَفْتُ إِذْ أَسَفُّوا وَطِرْتُ إِذْ طَارُوا۔ فَصَغٰى رَجُلٌ مِنْهُمْ لِضِغْنِهِ وَمَالَ الْآخَرُ لِصِهْرِهِ مَعَ هَنٍ وَهَنٍ إِلٰى أَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ نَافِجًا حِضْنَيْهِ بَيْنَ نَثِيلِهِ وَمُعْتَلَفِهِ وَقَامَ مَعَهُ بَنُو أَبِيهِ يَخْضِمُونَ مَالَ اللهِ خِضْمَةَ الْإِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيعِ إِلٰى أَنِ انْتَكَثَ فَتْلُهُ وَأَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ وَكَبَتْ بِهِ بِطْنَتُهُ فَمَا رَاعَنِي إِلَّا وَالنَّاسُ كَعُرْفِ الضَّبُعِ إِلَيَّ يَنْثَالُونَ عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ وَشُقَّ عِطْفَايَ مُجْتَمِعِينَ حَوْلِي كَرَبِيضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْأَمْرِ نَكَثَتْ طَائِفَةٌ وَمَرَقَتْ أُخْرٰى وَقَسَطَ آخَرُونَ كَأَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا كَلَامَ اللهِ حَيْثُ يَقُولُ۔ "(تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ،" بَلٰى وَاللهِ لَقَدْ سَمِعُوهَا وَوَعَوْهَا وَلٰكِنَّهُمْ حَلِيَتِ الدُّنْيَا فِي أَعْيُنِهِمْ وَرَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا أَمَا وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُورُ الْحَاضِرِ

ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوجاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہوجائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی سرکشی، متلون مزاجی اور بے راہ روی میں مبتلا ہوگئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور خلافت[۴] کو ایک جماعت میں محدود کرگیا اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق وفضیلت میں کب شک تھا جو اب اُن لوگوں میں میں بھی شامل کرلیا گیا ہوں۔ مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہوکر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہوکر اُڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں۔[۵] ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہوگیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے اِدھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگیں اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اُس کے ساتھ اس کے بھائی بند اٹھ کھڑے ہوئے۔ جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصل ربیع کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُس کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل گئے اور اُس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کردیا اور شکم پُری نے اُسے منہ کے بل گرا دیا۔ اُس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کردیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جارہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلّے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود جب میں امر خلافت کو



وَقِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ وَمَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ لَا يُقَارُّوا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَلَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا وَلَأَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَزْهَدَ عِنْدِي مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ (قَالُوا) وَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوغِهِ إِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهِ فَنَاوَلَهُ كِتَابًا فَأَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيهِ۔ قَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا۔ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ أَطْرَدْتَ خُطْبَتَكَ مِنْ حَيْثُ أَفْضَيْتَ فَقَالَ هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَوَاللهِ مَا أَسِفْتُ عَلٰى كَلَامٍ قَطُّ كَأَسَفِي عَلٰى هٰذَا الْكَلَامِ أَنْ لَا يَكُونَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ أَرَادَ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هٰذِهِ الْخُطْبَةِ كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ إِنْ أَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَإِنْ أَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ يُرِيدُ أَنَّهُ إِذَا شَدَّدَ عَلَيْهَا فِي جَذْبِ الزِّمَامِ وَهِيَ تُنَازِعُهُ رَأْسَهَا خَرَمَ أَنْفَهَا وَإِنْ أَرْخٰى لَهَا شَيْئًا مَعَ صُعُوبَتِهَا تَقَحَّمَتْ بِهِ فَلَمْ يَمْلِكْهَا يُقَالُ أَشْنَقَ النَّاقَةَ إِذَا جَذَبَ رَأْسَهَا بِالزِّمَامِ فَرَفَعَهُ وَشَنَقَهَا أَيْضًا ذَكَرَ ذٰلِكَ ابْنُ السِّكِّيتِ فِي إِصْلَاحِ الْمَنْطِقِ وَإِنَّمَا قَالَ

لے کر اٹھا تو ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کرلیا۔ گویا انہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ "یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لئے ہے۔" ہاں ہاں خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا۔ دیکھو اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں۔ اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون وقرار سے نہ بیٹھیں تو میں خلافت کی باگ دوڑ اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اس پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اول سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ ناقابل اعتنا پاتے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ جب حضرت خطبہ پڑھتے ہوئے اس مقام تک پہنچے تو ایک عراقی باشندہ آگے بڑھا اور ایک نوشتہ حضرت کے سامنے پیش کیا، آپ اُسے دیکھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو ابن عباس نے کہا یا امیر المومنین آپ نے جہاں سے خطبہ چھوڑا تھا وہیں سے اس کا سلسلہ آگے بڑھائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اے ابن عباس یہ تو شقشقہ (گوشت کا وہ نرم لوتھڑا، جو اونٹ کے منہ سے مستی وہیجان کے وقت نکلتا ہے) تھا جو اُبھر کر دب گیا۔ ابن عباس کہتے تھے کہ مجھے کسی کلام کے متعلق اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس کلام کے متعلق اس بناء پر ہوا کہ حضرت وہاں تک نہ پہنچ سکے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ علامہ رضی کہتے ہیں کہ خطبے میں ان الفاظ "کراکب الصعبة ان اشنق لها خرم وان اسلس لها تقحم" سے مراد یہ ہے کہ سوار جب مہار کھینچنے میں ناقہ پر سختی کرتا ہے تو اس کھینچا تانی میں اس کی ناک زخمی ہوئی جاتی ہے اور اگر اس کی سرکشی کے باوجود باگ کو ڈھلا

اَشْنَقَ لَهَا وَلَمْ يَقُلْ أَشْنَقَهَا لِأَنَّهُ جَعَلَهُ فِيْ مُقَابَلَةِ قَوْلِهِ أَسْلَسَ لَهَا فَكَأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِنْ رَفَعَ لَهَا رَأْسَهَا بِمَعْنٰى اَمْسَكَهُ عَلَيْهَا بِالزِّمَامِ۔

چھوڑ دیتا ہے تو وہ اُسے کہیں نہ کہیں گرا دے گی اور اس کے قابو سے باہر ہو جائے گی۔ اشنق الناقہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب سوار باگوں کو کھینچ کر اُس کے سر کو اوپر کی طرف اٹھائے اور اسی طرح اشنق الناقہ استعمال ہوتا ہے۔ ابن سکیت نے اصلاح المنطق میں اس کا ذکر کیا ہے حضرت نے اشنقہا کے بجائے اشنق لہا استعمال کیا ہے چونکہ آپ نے یہ لفظ اسلس لہا کے بالمقابل استعمال کیا ہے اور سلامت اسی وقت باقی رہ سکتی تھی جب ان دونوں لفظوں کو نہج استعمال ایک ہو۔ گویا حضرت نے ان اشنق لہا کو ان رفع لہا کی جگہ استعمال کیا ہے۔ یعنی اس کی باگیں اوپر کی طرف اٹھا کر روک رکھے۔

---

[1] یہ خطبہ، خطبہ شقشقیہ کے نام سے موسوم اور امیر المومنین علیہ السلام کے مشہور ترین خطبات میں سے ہے۔ جسے آپ نے مقامِ رحبہ میں ارشاد فرمایا۔ اگرچہ بعض متعصب وتنگ نظر افراد نے اس کے کلامِ علیؑ ہونے سے انکار کیا ہے اور اسے سید رضی کی طرف منسوب کر کے ان کی مسلّمہ امانت و دیانت پر حرف رکھا ہے۔ مگر حقائق پسند علماء نے اس کی صحت سے کبھی انکار نہیں کیا اور نہ انکار کو کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ جب کہ خلافت کے معاملہ میں امیر المومنینؑ کا اختلاف کوئی ڈھکی چھپی ہوئی چیز نہیں ہے کہ اس قسم کے تعریضات کو بعید سمجھا جائے اور پھر جن واقعات کی طرف اس خطبہ میں ارشادات کئے گئے ہیں تاریخ انہیں اپنے دامن میں محفوظ کئے ہوئے ہے اور بے کم و کاست ایک ایک حرف کی تصدیق اور ایک ایک جملہ کی ہمنوائی کرتی ہے تو جن واقعات کے مورخ کی زبان قلم بیان کر سکتی ہے وہی واقعات امیر المومنینؑ کی نوک زبان پر آجائیں تو اس سے انکار کی کیا وجہ اور پیغمبرؐ کے بعد جن نامساعد حالات سے آپ کو دوچار ہونا پڑا، اگر ان کی یاد سے کام ودہن تلخ ہو جائیں تو اس میں حیرت و استعجاب ہی کیا ہے؟ بے شک اس سے بعض شخصیتوں کے وقار کو صدمہ پہنچتا ہے اور ان سے عقیدت وارادت کو بھی دھچکا لگتا ہے مگر اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینے سے اسے سنبھالا نہیں جا سکتا جب تک اصل واقعات کا تجزیہ کر کے حقیقت کی نقاب کشائی نہ کی جائے۔ ورنہ محض اس بناء پر کہ اس میں چونکہ بعض افراد کی تنقیص ہے اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے سے انکار کر دینا کوئی وزن نہیں رکھتا جب کہ اس قسم کے تعریضات دوسرے ادباء و مورخین نے بھی نقل کئے ہیں چنانچہ عمرو ابن بحر جاحظ نے امیر المومنینؑ کے ایک خطبے کے یہ الفاظ بھی درج کئے ہیں جو خطبہ شقشقیہ کی کسی نکتہ چینی سے وزن میں کم نہیں ہیں۔

سبق الرجلان وقام الثالث كالغراب همه بطنه ياويحه لوقص جناحاه وقطع راسه لكان خيرا له۔

وہ دونوں گذر گئے اور تیسرا کوّے کے مانند اُٹھ کھڑا ہوا۔ جس کی ہمتیں پیٹ تک محدود تھیں۔ کاش اُس کے دونوں پر کتر دیئے ہوتے اور اُس کا سر کاٹ دیا جاتا تو یہ اُس کے لئے بہتر ہوتا۔

(كتاب البيان والتبيين جزو اول ص ۱۷۰ مطبع عليه مصر)



لہٰذا یہ خیال یہ سید رضی کا گڑھا ہوا ہے۔ دور از حقیقت اور عصبیت و جنبہ داری کا نتیجہ ہے اور اگر یہ انکار کسی تحقیق و کاہش کا نتیجہ ہے تو اسے پیش کرنا چاہئے ورنہ اس قسم کی خوش فہمیوں میں پڑے رہنے سے حقائق اپنا رخ نہیں بدلا کرتے اور نہ ناک بھوں چڑھانے سے قطعی دلائل کا زور دب سکتا ہے۔

اب ہم ان علماء محدثین کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس کے کلامِ امیر المومنینؑ ہونے کی صراحت کی ہے تاکہ اس کی تاریخی اہمیت واضح ہو جائے۔ ان علماء میں کچھ وہ ہیں جن کا دور سید رضی سے پیشتر تھا اور کچھ ان کے ہم عصر ہیں اور کچھ وہ ہیں جو ان کے بعد آئے اور اپنے اپنے سلسلہ سند سے اسے روایت کیا۔

(۱) ابن ابی الحدید معتزلی تحریر کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارے استاد مصدق ابن شبیب واسطی نے فرمایا کہ میں نے اس خطبہ کو شیخ ابو محمد عبداللہ ابن احمد سے کہ جو ابن خشاب کے نام سے مشہور ہیں پڑھا اور جب اس مقام پر پہنچا کہ (جہاں ابن عباس نے اس خطبہ کو نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا ہے) تو ابن خشاب نے مجھ سے کہا کہ اگر میں ابن عباس سے افسوس کے کلمات سنتا تو اُن سے ضرور کہتا کہ کیا آپ کے چچیرے بھائی کے جی میں ابھی کوئی حسرت رہ گئی ہے جو انہوں نے پوری نہ کی ہو۔ انہوں نے تو رسول کے علاوہ نہ اگلوں کو چھوڑا ہے، نہ پچھلوں کو، جو کہنا چاہتے تھے سب کہہ ڈالا۔ اب افسوس کا ہے کا، کہ وہ اتنا نہ کہہ سکے جتنا کہنا چاہتے تھے۔ مصدق کہتے ہیں کہ ابن خشاب بڑے زندہ دل اور خوش مذاق تھے۔ میں نے کہا کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ گڑھا ہوا ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے تو اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا یہ کہ تم مصدق ابن شبیب ہو۔ میں نے کہا کہ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ رضی کا کلام ہے۔ فرمایا کہ بھلا رضی یا کسی اور میں یہ دم کہاں اور یہ اندازِ بیان کہاں۔ ہم نے رضی کی تحریریں دیکھی ہیں اور ان کے طرز نگارش و اندازِ تحریر سے آگاہ ہیں۔ کہیں بھی ان کا کلام اس کلام سے میل نہیں کھاتا اور میں تو اسے ان کتابوں میں دیکھ چکا ہوں کہ جو سید رضی کے پیدا ہونے سے دو سو برس پہلے لکھی ہوئی ہیں، اور جانی پہچانی ہوئی تحریروں میں میری نظر سے گزر چکا ہے کہ جن کے متعلق میں جانتا ہوں کہ وہ کن علماء اور کن ادباء کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت رضی تو کیا ان کے باپ ابو احمد نقیب بھی پیدا نہ ہوئے تھے۔

(۲) پھر تحریر کرتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو اپنے شیخ ابو القاسم بلخی (متوفی ۳۱۷ھ) کی تصنیفات میں دیکھا ہے۔ یہ مقتدر[1] باللہ کے عہد حکومت میں بغداد کی جماعت معتزلہ کے امام تھے اور مقتدر کا دور رضی کے پیدا ہونے سے بہت پہلے تھا۔

(۳) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کو ابو جعفر ابن قبہ کی کتاب الانصاف میں دیکھا ہے۔ یہ ابو القاسم بلخی کے شاگرد اور فرقہ امامیہ کے متکلمین میں سے تھے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۶۹)

(۴) ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ میں نے اس خطبہ کا ایک نسخہ ایسا دیکھا ہے جس پر مقتدر باللہ کے وزیر ابو الحسن علی ابن محمد ابن الفرات متوفی ۳۱۲ھ کی تحریر تھی۔

(۵) علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے شیخ قطب الدین راوندی کی تصنیف منہاج البراعہ فی شرح نہج البلاغہ سے اس سلسلہ سند کو نقل کیا ہے۔

عن الحافظ ابى بكر ابن مردوية حافظ[1] ابو بکر ابن مردویہ اصفہانی نے سلیمان[2] ابن

الاصفهانی عن سلیمان ابن احمد الطبرانی عن احمد ابن علی الاباد عن اسحاق ابن سعید ابی سلمة الدمشقی عن خلید ابن دعلج عن عطاء ابن ابی رباح عن ابن عباس۔

احمد طبرانی سے اُس نے احمد ابن علی ابار سے اور اُس نے اسحاق ابن سعید ابوسلمہ دمشقی سے اور اس نے خلید ابن علج سے اور اس نے عطا ابن ابی رباح سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔ (بحار الانوار ج ۸ ص ۱۶۱)

(۶) علامہ مجلسیؒ نے اس کے ذیل میں تحریر کیا ہے کہ یہ خطبہ ابوعلی جبائی (متوفی ۳۰۳ ھج کے مصنفات میں بھی ہے۔

(۷) علامہ مجلسیؒ نے اسی استناد کے سلسلے میں تحریر کیا ہے۔

ان القاضی عبدالجبار الذی هو من متعصبی المعتز لة قد تصدی فیکتاب المغنی لتاویل بعض کلمات الخطبات وضع دلا لتها علی الطعن فی خلافة من تقدم علیه ولم یکن استنادالخطبة الیه۔

قاضی عبدالجبار[۳] جو متعصب معتزلی تھے۔ اپنی کتاب مغنی میں اس خطبہ کے بعض کلمات کی توجیہہ وتاویل کرتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے پہلے خلفاء پر کوئی زد نہیں پڑتی مگر اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے سے انکار نہیں کرتے۔

(۸) ابوجعفر محمد ابن علی ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ ھج تحریر فرماتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن ابراهیم ابن اسحاق الطالقانی قال حدثنا عبدالعزیز ابن یحییٰ الجلودی قال حدثنا ابو عبدالله احمد ابن عمار ابن خالد قال حدثنایحییٰ ابن الحمید الحمانی قال حدثنا عیسیٰ ابن راشد عن علی ابن حذیفة عن عکرمه عن ابن عباس (علل الشرائع باب ۱۲۲ معانی الاخبار باب ۲۲۰)

ہم سے محمد ابن ابراہیم ابن اسحاق طالقانی نے بیان کیا اس نے کہا کہ مجھ سے عبدالعزیز[۴] ابن یحییٰ جلودی نے بیان کیا اور اس نے کہا کہ مجھ سے ابوعبداللہ ابن عمار بن خالد نے بیان کیا اور اُس نے کہا کہ مجھ سے یحییٰ[۵] ابن عبدالحمید حمانی نے بیان کیا اور اُس نے کہا کہ مجھ سے عیسیٰ ابن راشد نے اور اُس نے علی ابن حذیفہ سے اور اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا۔

(۹) پھر ابن بابویہ اس سلسلہ سند کو درج کرتے ہیں۔

حدثنا محمد ابن علی ماجیلویه عن عمه محمد ابن ابی القاسم عن احمد ابن ابی

ہم سے محمد ابن علی ماجیلویہ نے اس نے اپنے چچا محمد ابن ابی القاسم سے اس نے احمد ابن ابی عبداللہ برقی سے اس نے



عبدالله البرتی عن ابیه عن ابن عمیر عن ابان ابن عثمان عن ابان ابن تغلب عن عکرمه عن ابن عباس۔

اپنے باپ سے، اس نے ابن عمیر سے اس نے ابان ابن عثمان سے اس نے ابان ابن تغلب سے اس نے عکرمہ سے اور اس نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

(۱۰) حسن ابن عبداللہ ابن سعید العسکری متوفی ۳۸۲ ھ نے کہ جو اکابر علمائے اہلسنت ہیں اس خطبہ کی توضیح وتشریح کی ہے جسے ابن بابویہ نے علل الشرائع اور معانی الاخبار میں درج کیا ہے۔

(۱۱) سید نعمت اللہ جزائری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

وقد نقلها صاحب کتاب الغارات مسندة باسانیدهم وتاریخ الفراغ من ذٰلك الکتاب یوم الثلثا الثلثة عشر خلون من شوال سنة خمسة الّتی ولد فیها المرتضیٰ الموسوی وهو اکبر من اخیه الرضی (انوار النعمانیه)

صاحب کتاب الغارات وابواسحاق ثقفی نے اپنے سلسلہ سند کے ساتھ اسے نقل کیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف سے فراغت کی تاریخ ۱۳ رشوال ۳۵۵ھ روز سہ شنبہ ہے اور اسی سال سید مرتضیٰ موسوی پیدا ہوئے اور یہ اپنے بھائی سید رضی سے عمر میں بڑے تھے۔

(۱۲) سید علی ابن طاؤس علیہ الرحمۃ نے کتاب الغارات سے اس سلسلہ سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

قال حدثنا محمد قال حدثنا حسن ابن علی الزعفرانی قال حدثنا محمد ابن زکریا القلابی قال حدثنا یعقوب ابن جعفر بن سلیمان عن ابیه عن جده عن ابن عباس (ترجمه طرائف ص ۲۰۲)

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے اور اس نے حسن ابی ابن علی زعفرانی سے اور اس نے محمد ابن زکریا قلابی سے اور اس نے یعقوب ابن جعفر ابن سلیمان سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے جد سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۳) شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی متوفی ۴۶۰ ھج تحریر فرماتے ہیں۔

قال اخبرنا الحفار قال حدثنا ابو القاسم الدعبلی قال حدثنا ابی قال حدثنا اخی دعبل قال حدثنا محمد ابن سلامة الشامی عن زرارة ابن اعین عن ابی جعفر محمد ابن علی عن ابن عباس (امالی شیخ الطائفه ص ۲۳۷)

وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حفار نے اور اس نے ابوالقاسم دعبلی سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے بھائی دعبل سے اور اس نے محمد ابن سلامہ شامی سے اور اس نے زرارہ ابن اعین سے اور اُس نے ابوجعفر محمد ابن علی سے اور انہوں نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے۔

---

[۱] مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ ھج سے ۳۲۰ ھج تک قائم رہی۔

(۱۴) شیخ مفید متوفی ۴۱۶ھ کو جو جناب سید رضی کے استاد تھے اس خطبہ کے سلسلہ سند کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس (ارشاد ص ۱۳۵)

رواۃ حدیث کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

(۱۵) علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کو جو سید رضی کے بڑے بھائی تھے انہوں نے اپنی کتاب شافی ص ۹۲ ۳ پر اسے درج کیا ہے۔

(۱۶) ابو منصور طبرسی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں۔

روی جماعۃ من اھل النقل من طرق مختلفۃ عن ابن عباس قال کنت عند امیر المومنین بالرحبۃ فذکوت الخلافۃ و تقدم من تقدم علیہ فتنفس الصعداء ثم قال (احتجاج ص ۱۰۱)

'رواۃ کی ایک جماعت نے مختلف سلسلوں سے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں مقام رحبہ میں امیر المومنینؑ کے پاس موجود تھا کہ خلافت کا اور ان لوگوں کا کہ جو آپ سے پہلے خلیفہ گزرے تھے ذکر چھیڑا تو آپ نے آہ بھری اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۷) عبدالرحمٰن ابن جوزی تحریر کرتے ہیں۔

اخبرنا بھا شیخنا ابو القاسم الانباری باسنادہ عن ابن عباس قال لما بویع امیر المومنین ناداہ رجل من الصف وھو علی المنبر ما الذی ابطابك الی الآن فقال بدیھا (تذکرہ خواص الامۃ ص ۷۳)

ہمارے شیخ ابوالقاسم انباری نے اپنے سلسلہ سند سے کہ جو ابن عباس تک منتہی ہوتا ہے اس خطبہ کو ہم سے نقل کیا فرمایا کہ جب امیر المومنینؑ کی بیعت ہو چکی تو آپ منبر پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ خاموش کیوں بیٹھے رہے تو آپ نے برجستہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

(۱۸) قاضی احمد شہاب خفاجی استشہاد کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

و فی کلام امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ بینا ھو یستقیلھا فی حیاتہ اذعقدھا لاخر بعد وفاتہ (شرح درۃ الغواص ص ۹۷)

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے کلام میں وارد ہوا ہے کہ تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا تھا لیکن مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسروں کے لئے مضبوط کرتا گیا۔

(۱۹) شیخ علاء الدولہ احمد ابن محمد السمنانی تحریر کرتے ہیں۔

امیر المومنین و سید العارفین علی رضی اللہ عنہ و سلام السّلام علیہ حیث قال

امیر المومنین سید العارفین علی علیہ السلام نے اپنے ایک



فیالخطبۃ الغراء تلك شقشقۃ ھدرت (العروۃ لاھل الخلوۃ والجلوۃ ص ۴ قلمی کتبخانہ ناصریہ لکھنو)

درخشاں خطبے میں فرمایا ہے۔ تلک شقشقۃ ھدرت۔

(۲۰) ابو الفضل میدانی نے لفظ شقشقیہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

لامیر المؤمنین علی خطبۃ تعرف بالشقشقیۃ (مجمع الامثال ص ۳۲۳)

امیر المومنین علی علیہ السلام کا ایک خطبہ خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۲۱) نہایہ میں ابن اثیر جزری نے پندرہ مقامات پر اس خطبہ کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

(۲۲) شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں انہی الفاظ کے معنی لکھتے ہوئے منہ حدیث علی کہہ کر اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کی توثیق کی ہے۔

(۲۳) ابوالفضل ابن منظور نے لسان العرب جلد ۱۲ صفحہ ۵۴ میں فی حدیث علی فی خطبۃ لہ تلك شقشقۃ ھدرت ثم قرّت کہہ کر اس کے کلام کا علی ابن ابی طالب ہونے کا اعتراف کیا ہے۔

(۲۴) فیروز آبادی نے قاموس میں لفظ شقشقہ کے ذیل میں لکھا ہے۔

والخطبۃ الشقشقیہ العلویۃ لقولہ لابن عباس لما قال لہ نواطرت مقالتك من حیث افضیت یا ابن عباس تلك شقشقۃ ھدرت ثم قرّت۔

خطبہ شقشقیہ حضرت علیؑ کا کلام ہے، جسے شقشقیہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب ابن عباس نے آپ سے عرض کیا کہ آپ اپنے کلام کا سلسلہ وہاں سے شروع کریں جہاں تک آپ نے اُسے پہنچایا تھا تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس اب کہاں وہ تو ایک شقشقہ یعنی ایک ولولہ و جوش تھا جو ابھرا اور تھم گیا۔

(۲۵) صاحب منتہی الارب تحریر کرتے ہیں '' خطبہ شقشقیہ علوی است۔ منسوب بہ علی کرم اللہ وجہٗ''

(۲۶) مفتی مصر شیخ محمد عبدہ نے اسے کلام امیر المومنین تسلیم کرتے ہوئے اس کی شرح کی ہے۔

(۲۷) محمد محی الدین عبدالحمید المدرس فی کلیۃ اللغۃ العربیہ (جامع الازہر) نے نہج البلاغہ پر حواشی تحریر کئے ہیں اور اس کے پہلے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں تمام ایسے خطبوں کو جن میں تعریضات پائے جاتے ہیں امیر المومنین کا کلام تسلیم کیا ہے۔ ان مستند شہادتوں اور ناقابل انکار گواہیوں کے بعد کیا اس کی گنجائش ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ امیر المومنین کا کلام نہیں اور سید رضی نے خود سے گڑھ لیا ہے۔

۲؎ امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت ابو بکر کے سریر آرائے خلافت ہونے کی بطور استعارہ خلافت کا لبادہ اوڑھ لینے سے تعبیر کیا ہے اور یہ ایک عام استعارہ ہے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان کو خلافت سے دستبردار ہونے کے لئے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا

لا انزع قميصا قمصنيه الله میں اس قمیض کو نہیں اتاروں گا، جو اللہ نے مجھے پہنا دی ہے۔ بے شک امیر المومنینؑ نے اس قمیض پہنانے کی نسبت اللہ کی طرف نہیں دی ہے بلکہ خود اُن کی طرف دی ہے کیونکہ ان کی خلافت باتفاق کل منجانب اللہ نہ تھی بلکہ بطور خود تھی۔ چنانچہ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ فرزند ابو قحافہ نے زبردستی جامہ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ

خلافت جامہ بود کہ بر قامت من دوختہ بود

اور اس میں میری وہی حیثیت تھی جو چکی میں کیلی کی ہوتی ہے کہ نہ تو اس کے بغیر وہ اپنے محور پر قائم رہ سکتی ہے اور نہ اُس کا کوئی مصرف ہی باقی رہ جاتا ہے۔ یونہی میں خلافت کا مرکزی نقطہ تھا کہ اگر میں نہ ہوتا تو اس کا تمام نظام اپنے محور سے ہٹ جاتا اور میں ہی تھا جو اس کے نظم و ضبط کا محافظ بن کر ہر آڑے وقت پر صحیح رہنمائی کرتا تھا...... میرے سینہ سے علم کے دھارے امنڈتے تھے جو ہر گوشہ کو سیراب کرتے تھے اور میرا پایا اتنا بلند تھا کہ طائر فکر بھی وہاں تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ مگر دنیا والوں کا ذوق جہانبانی میرے حق کے لئے سنگ راہ بن گیا اور مجھے گوشہ عزلت اختیار کرنا پڑا۔ چاروں طرف گھٹا ٹوپ اندھیرے پھیلے ہوئے تھے اور بھیانک ظلمتیں چھائی ہوئی تھیں بچے بوڑھے ہو گئے اور بوڑھے قبروں میں پہنچ گئے۔ مگر یہ صبر آزما دور ختم ہونے میں نہ آیا تھا۔ میں برابر اپنی آنکھوں سے اپنی میراث کو لٹتے دیکھتا رہا اور جام خلافت کے دست بدست گردش کرنے کا منظر میری نظروں کے سامنے رہا۔ لیکن میں صبر کے تلخ گھونٹ پیتا رہا، اور بے سروسامانی کی وجہ سے ان کی دراز دستیوں کو نہ روک سکا۔

## خلیفۃُ الرسول کی ضرورت اور اُس کا طریقِ تعیّن

پیغمبر اسلامؐ کے بعد ایک ایسی ہستی کا وجود ناگزیر تھا جو امت کا شیرازہ بکھرنے نہ دے اور شریعت کو تبدیل و تحریف اور ان لوگوں کی دستبرد سے بچائے رکھے، جو اسے توڑ مروڑ کر اپنی خواہشوں کے مطابق ڈھال لینا چاہتے ہوں۔ اگر اس کی ضرورت ہی سے انکار کر دیا جائے تو پھر پیغمبرؐ کے بعد ان کی نیابت و جانشینی کے مسئلہ کو اتنی اہمیت دینے کے کوئی معنی نہیں رہتے کہ ان کی تجہیز و تکفین پر سقیفہ بنی ساعدہ کے اجتماع کو مقدم سمجھ لیا جائے اور اگر اس کی ضرورت ثابت ہے تو کیا پیغمبرؐ کو بھی اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اس طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکے کہ انہیں اس کی ضرورت یا عدم ضرورت کا احساس ہوتا تو پیغمبرؐ کے ذہن کو ارتداد کی فتنہ انگیزیوں اور بدعتوں کی کارفرمائیوں کی خبر دینے کے باوجود ان کی روک تھام کی فکر و تدبیر سے خالی سمجھ لینا عقل و بصیرت سے محرومی کی سب سے بڑی دلیل ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ احساس تو تھا مگر مصلحت کی بناء پر اسے غیر طے شدہ چھوڑ جانے پر مجبور تھے۔ تو اس صورت میں اس مصلحت کو زیر نقاب رہنے کے بجائے کھل کر سامنے آنا چاہیئے ورنہ بے وجہ خاموشی فرائض نبوت میں کوتاہی سمجھی جائے گی اور اگر کوئی مانع تھا تو اس مانع کو پیش کرنا چاہیئے، ورنہ اسے تسلیم کیجئے کہ جس طرح آپ نے دین کا کوئی شعبہ ادھورا نہیں چھوڑا۔ اسے بھی ناتمام نہیں رہنے دیا اور ایک ایسا لائحہ عمل تجویز فرمایا کہ جس کے بروئے کار لانے سے دین دوسروں کی دستبرد و استیلا سے محفوظ رہ سکتا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ لائحہ عمل اور طریق کار کیا تھا۔ اگر اجماع امت کو پیش کیا جائے تو اس کے وقوع پذیر ہونے کی گنجائش نہیں کیونکہ اجماع میں ایک ایک فرد کا اتفاق رائے ضروری ہوتا ہے اور انسانی طبائع کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ایک نقطہ نظر پر متفق ہو جائیں اور نہ ایسی کوئی مثال ملتی ہے کہ جہاں ایسے موارد پر اختلاف کی کوئی آواز نہ اٹھی ہو تو پھر کیونکر ایک ایسی بنیادی ضرورت کو



ایک ناممکن الوقوع امر سے وابستہ کیا جا سکتا ہے کہ جس پر اسلام کے مستقبل کا انحصار اور مسلمانوں کے فلاح و بہبود کا دارومدار ہو لہٰذا نہ عقل اس معیار کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے اور نہ نقل ہی اس سے ہمنوا ہے چنانچہ قاضی عضد الدین نے مواقف میں تحریر کیا ہے۔

فاعلم ان ذلك لا يفتقوالى الاجماع اذلم يقم عليه دليل من العقل والسمع۔

تمہیں جاننا چاہیئے کہ خلافت کا انعقاد اجماع پر منحصر نہیں کیونکہ اس پر کوئی عقلی و نقلی دلیل قائم نہیں ہو سکی۔

بلکہ مدعیان اجماع نے بھی جب یہ دیکھا کہ تمام راویوں کا متفق ہونا مشکل ہے تو اقلیت کے اختلاف کو نظر انداز کر کے اکثریت کے اتفاق کو اجماع کے قائم مقام ٹھہرا لیا۔ لیکن اس صورت میں بھی اکثر و بیشتر یہ ہوتا ہے کہ حق و ناحق اور جائز و ناجائز وسائل کا زور اکثریت کا دھارا ادھر موڑ دیتا ہے کہ جہاں نہ شخصی فضیلت ہوتی ہے اور نہ ذاتی قابلیت جس کے نتیجہ میں اہل افراد دبکے پڑے رہ جاتے ہیں اور نا اہل افراد اُبھر کر سامنے آ جاتے ہیں تو جہاں صلاحیتیں پھڑ پھڑا کر رہ جائیں اور ذاتی غرضیں روگ بن کر کھڑی ہو جائیں وہاں کسی صحیح شخصیت کے انتخاب کی کیونکر توقع کی جا سکتی ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تمام رائے دینے والے ایسے افراد ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی رائے آزاد اور بے لاگ ہے نہ ان میں کوئی صاحب غرض ہے نہ کسی کی رورعائت رکھتا ہے تو بھی یہ کہاں ضروری ہے کہ اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہو اور وہ بھٹک کر غلط راہ پر آ ہی نہ سکے۔ جب کہ مشاہدہ بتا رہا ہے کہ اکثریت نے تجربہ کے بعد خود اپنے فیصلوں کو غلط بھی ٹھہرایا ہے تو اگر اکثریت کا ہر فیصلہ صحیح ہی ہوتا ہے تو اس کے پہلے فیصلہ کو غلط ماننا پڑے گا کیونکہ اس کو غلط قرار دینے کا فیصلہ بھی اسی کا فیصلہ ہے۔ اندریں حالات اگر خلیفہ و جانشین کا غلط انتخاب ہو گیا تو اس غلطی کے مہلک نتائج کا کون ذمہ دار ہو گا اور اسلام کی ہیئت اجتماعیہ کی تباہی و بربادی کا مظلمہ کس کی گردن پر آئے گا اور پھر انتخاب کی ہنگامہ آرائیوں اور شورش انگیزیوں میں جو خونریزی و فساد برپا ہو گا وہ کس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔ جبکہ بزم ادب آموز کے بیٹھنے والوں کو بھی دیکھا جا چکا ہے کہ وہ باہم آویزیوں سے نہ بچ سکے تو کسی اور کا دامن کیا بچ سکتا ہے۔

اگر ان مفاسد سے بچنے کے لئے اسے اہل حل و عقد پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ اپنی صوابدید سے کسی ایک کو منتخب کر لیں، تو یہاں بھی وہی انتشار و کشمکش کی صورت پیش آئے گی۔ کیونکہ انسانی طبیعتوں کا یہاں بھی ہم آہنگ ہونا ضروری نہیں ہے اور نہ انہیں ذاتی اغراض کی سطح سے بلند قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ یہاں تصادم اور ٹکراؤ کے اسباب اور زیادہ قوی ہیں کیونکہ ان میں سے سب نہیں تو اکثر خود اس منصب کے امیدوار ہوں گے۔ اور اپنی کامیابی کے لئے حریف کو زک پہنچانے کی کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھیں گے اور جس طرح بن پڑے گا اس کی راہ میں روڑے اٹکائیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ باہم آویزی و فتنہ انگیزی ہو گا تو جس اختلاف و کشمکش سے بچنے کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی تھی اس سے بچاؤ نہ ہو سکے گا اور امت کسی صحیح فرد تک پہنچنے کے بجائے دوسروں کے ذاتی مفاد کا آلۂ کار بن کر رہ جائے گی اور پھر یہ کہ اہل حل و عقد کا معیار کیا ہو گا؟ وہی جو ہر زمانہ میں رہا ہے کہ جس نے چند ہوا خواہ جمع کر لئے اور کسی اجتماع میں چند مخصوص پُر جوش لفظیں دھرا کر ہلڑ مچوا دیا وہ ابھر کر اہل حل و عقد کی صف میں آ گیا یا صلاحیتوں کو بھی پرکھا جائے گا۔ اگر صلاحیتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا ذریعہ یہی رائے عامہ ہے تو پھر وہی اُلجھنیں اور کشمکش یہاں بھی پیدا ہو جائیں گی، جن سے بچنے کے لئے یہ راہ اختیار کی گئی تھی اور اگر کوئی اور معیار ہے تو اس پر ان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کے بجائے خود اس کی صلاحیت کو کیوں نہ پرکھ لیا جائے جسے اس منصب کا اہل سمجھا جا رہا ہے اور پھر یہ کہ کتنے اہل حل و عقد کا فیصلہ سند سمجھا جائے گا، تو یہاں بھی معمول کے مطابق جو ایک دفعہ ہو گیا وہ ہمیشہ کے لئے سند بن گیا اور جتنے اہل حل و عقد نے کبھی کوئی فیصلہ کیا تھا وہ تعداد حجت بن گئی۔ چنانچہ قاضی عضد الدین تحریر فرماتے ہیں۔

بل الواحد والاثنان من اهل الحل والعقد كان لعلمنا ان الصحابة مع صلابتهم فی الدین اکتفوا بذلك کعقد عمر لابی بکر و عقد عبدالرحمن لعثمان (شرح مواقف ص ۳۵۲)

بلکہ اہل حل وعقد میں سے ایک دو فردوں کا کسی کو نامزد کرلینا کافی ہے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ صحابہ نے جو دین کے سختی سے پابند تھے، اسی پر اکتفا کی۔ جیسا کہ عمر نے ابوبکر کو اور عبدالرحمٰن ابن عوف نے عثمان کو منتخب کرلیا۔

لیجئے یہ ہے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجماع کی کارگزاری اور بزمِ شوریٰ کی گرم بازاری کہ ایک ہی شخص کے کارنامہ کا نام اجماع اور ایک ہی فرد کی کارفرمائی کا نام شوریٰ رکھ دیا گیا۔ حضرت ابوبکر نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا کہ اجماع ایک آدھ ہی کی رائے کا نام ہوا کرتا ہے جسے بھولے بھالے عوام کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے اجماع وشوریٰ طریق انتخاب کو نظر انداز کر دیا اور حضرت عائشہ کے نزدیک بھی خلافت کو امت یا چند مخصوص افراد کی رائے پر چھوڑ دینا فتنہ وفساد کو دعوت دینے کے ہم معنی تھا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عمر کو بستر مرگ پر یہ پیغام بھجوایا۔

لاتدع امّۃ محمّد بلا راع استخلف علیھم ولا تدع ھم ھملا فانی اخشی علیھم الفتنة (کتاب الامامت والسیاسیت ص ۲۷)

اُمّتِ محمدؐ کو بغیر کسی پاسبان کے نہ چھوڑ جایئے۔ اس پر کسی کو خلیفہ مقرر کرتے جایئے اور اسے بے مہار نہ چھوڑیئے۔ کیونکہ اس صورت میں مجھے اس کے متعلق فتنہ وشر کا اندیشہ ہے۔

جب انتخاب اہل حل وعقد کا طریقہ بھی کامیاب نہ ہوا تو اُسے بھی ختم کر دیا گیا اور صرف ''ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند'' معیار بن کر رہ گیا یعنی جو دوسروں کو اپنے اقتدار کی گرفت اور تسلط کے بندھن میں جکڑ لے، وہی خلیفہ برحق اور جانشین پیغمبر ہے۔ یہ تھے وہ خود ساختہ اصول جن کے سامنے پیغمبر کے وہ تمام ارشادات جو انہوں نے دعوت عشیرہ شب ہجرت، غزوۂ تبوک تبلیغ سورۂ برات اور غدیر خم کے موقع پر فرمائے تھے۔ یکسر فراموش کر دیئے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ جب تینوں خلافتیں ایک فرد ہی کی رائے سے طے پاتی ہیں اور اس ایک فرد کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جاتا ہے تو پھر کسی دلیل کی بناء پر پیغمبر سے یہ حق سلب کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی کی تعیین خود فرما دیتے جب کہ تمام نزاعوں کے سدباب کا یہی ایک ذریعہ ہوسکتا تھا کہ وہ خود اُسے طے کر کے بعد میں پیدا ہونے والے خلفشاروں سے امت کو محفوظ کر جاتے اور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اس کا فیصلہ چھوڑنے سے اُسے بچالے جاتے جو نفسانی خواہشوں میں الجھے ہوئے اور خود غرضیوں میں جکڑے ہوئے ہیں اور یہی وہ صحیح طریق کار ہے جسے نہ صرف عقل کی تائید حاصل ہے بلکہ پیغمبر کے صریحی ارشادات بھی اس کی حمایت میں ہیں۔

۳؎ حیان ابن سمین یمامہ میں قبیلہ بنی حنیفہ کا سردار اور صاحب قلعہ وسپاہ تھا۔ جابر اس کے چھوٹے بھائی کا نام ہے۔ اور اعشیٰ کہ جس کا اصلی نام میمون ابن قیس ہے۔ اُس کی بزم ناؤ نوش میں ندیم ومصاحب کی حیثیت رکھتا تھا اور اس کے انعام واکرام سے خوشحالی وفارغ البالی کی زندگی بسر کرتا تھا اس شعر میں اس نے اپنی پہلی زندگی کا موجودہ زندگی سے تقابل کیا ہے کہ کہاں وہ دن کہ جب رزق کی



تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا اور کہاں یہ دن جو حیان کی مصاحبت میں آرام اور چین سے گزر رہے ہیں۔ امیر المومنینؑ کے اس شعر کو بطورِ تمثیل لانے کا مقصد عموماً یہ سمجھا گیا ہے کہ اپنے اس دکھ بھرے زمانے کا مقابلہ اُس زمانہ سے کریں جو پیغمبر کے دامانِ عاطفت میں گزرتا تھا اور ہر طرح کے غل وغش سے پاک اور روحانی سکون کا سروسامان لیے ہوئے تھا لیکن محل تمثیل اور نیز مضمون شعر پر نظر کرتے ہوئے یہ مقصود ہو تو بعید نہیں ہے کہ برسر اقتدار افراد زمانہ رسول میں بے وقعتی اور موجودہ حالت میں ان کے اقتدار واختیار کا فرق دکھلایا جائے۔ یعنی ایک وقت وہ تھا کہ رسول کے زمانے میں میرے سامنے اُن کی بات بھی نہ پوچھی جاتی تھی اور اب یہ دور آیا ہے کہ یہ امورِ مسلمین کے واحد مالک بنے ہوئے ہیں۔

۴؎ جب حضرت عمر ابولولوٗ کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور دیکھا کہ اس کاری زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے تو آپ نے انتخاب خلیفہ کے لئے ایک مجلس شوریٰ تشکیل دی۔ جس میں علی ابن ابی طالب، عثمان ابن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر ابن عوام سعد ابن ابی وقاص اور طلحہ ابن عبیداللہ کو نامزد کیا اور ان پر یہ پابندی عائد کردی کہ وہ ان کے مرنے کے بعد تین دن کے اندر اندر اپنے میں سے ایک کو خلافت کے لئے منتخب کرلیں اور یہ تینوں دن امامت کے فرائض صہیب انجام دیں۔ ان ہدایات کے بعد ارکان شوریٰ میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ ہمارے متعلق جو خیالات رکھتے ہوں ان کا اظہار فرماتے جائیں تاکہ ان کی روشنی میں قدم اٹھایا جائے اس پر آپ نے فرداً فرداً ہر ایک کے متعلق اپنی زریں رائے کا اظہار فرمایا۔ چنانچہ سعد کے متعلق کہا کہ وہ درشت خو اور تند مزاج ہیں اور عبدالرحمٰن اس امت کے فرعون ہیں اور زبیر خوش ہوں تو مومن اور غصہ میں ہوں تو کافر اور طلحہ غرور ونخوت کا پتلا ہیں۔ اگر انہیں خلیفہ بنایا گیا تو خلافت کی انگوٹھی اپنی بیوی کے ہاتھ میں پہنا دیں گے اور عثمان کو اپنے قوم قبیلہ کے علاوہ کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آتا۔ رہے علیؑ تو وہ خلافت پر ریجھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ایک وہی ایسے ہیں جو خلافت کو صحیح راہ پر چلائیں گے مگر اس اعتراف کے باوجود آپ نے مجلس شوریٰ کی تشکیل ضروری سمجھی اور اس کے انتخاب ارکان اور طریق کار میں وہ تمام صورتیں پیدا کر دیں کہ جس سے خلافت کا رخ ادھر ہی بڑھے جدھر آپ موڑنا چاہتے تھے۔ چنانچہ تھوڑی بہت سوجھ بوجھ سے کام لینے والا بآسانی اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس میں حضرت عثمان کی کامیابی کے تمام اسباب فراہم تھے۔ اس کے ارکان کو دیکھئے تو ان میں ایک حضرت عثمان کے بہنوئی عبدالرحمٰن ابن عوف ہیں اور دوسرے سعد ابن ابی وقاص ہیں جو امیر المومنین سے کینہ وعناد رکھنے کے علاوہ عبدالرحمٰن کے عزیز وہم قبیلہ بھی ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی حضرت عثمان کے خلاف تصور نہیں کیا جاسکتا تھا۔ تیسرے طلحہ ابن عبیداللہ تھے، جن کے متعلق علامہ محمد عبدہ حواشی نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں۔

وقد یکفی فی میله الی عثمان انحرافه عن علی لانه تیمی وقد کان بین بنی ھاشم و بنی تیم مواجد لمکان الخلافة فی ابی بکر۔

طلحہ حضرت عثمان کی طرف مائل تھے اور مائل ہونے کی یہی وجہ کیا کم ہے کہ وہ حضرت علیؑ سے منحرف تھے کیونکہ یہ تیمی تھے اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے کے سبب سے بنی تیم و بنی ہاشم میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں۔

رہے زبیر تو یہ اگر حضرت کا ساتھ دیتے بھی تو ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی۔ طبری وغیرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ اس موقعہ پر مدینہ میں موجود نہ تھے، لیکن ان کی عدم موجودگی کی حضرت عثمان کی کامیابی میں سدِ راہ نہ تھی بلکہ وہ موجود بھی ہوتے جیسا کہ

شوریٰ کے موقع پر پہنچ گئے تھے اور انہیں امیر المومنینؑ کا ہمنوا بھی سمجھ لیا جائے جب بھی حضرت عثمان کی کامیابی میں کوئی شبہ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر کے ذہن رسا نے طریق کار یہ تجویز کیا تھا کہ

فان رضی ثلاثة رجلا منهم وثلاثة رجلا منهم فحكمو اعبدالله ابن عمر فكن الفريقين حكم له فليختا روا رجلا منهم فان لم يرضو ابحكم عبدالله ابن عمر نكو نوامع الذين فيهم عبدالرحمن ابن عوف و اقتلو الباقين ان رغبوا عما اجتمع عليه الناس (طبریٰ ج۳ ص ۲۹۴)

اگر تین ایک پر اور تین ایک پر رضا مند ہوں تو اس صورت میں عبداللہ ابن عمر کو ثالث بناؤ۔ جس فریق کے متعلق وہ حکم لگائے وہی فریق اپنے میں سے خلیفہ کا انتخاب کرے اور اگر وہ عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر رضا مند نہ ہوں تو تم اس فریق کا ساتھ دو جس میں عبدالرحمٰن ابن عوف ہو، اور دوسرے لوگ اس سے اتفاق نہ کریں تو انہیں اس متفقہ فیصلے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے قتل کر دو۔

اس مقام پر عبداللہ ابن عمر کے فیصلہ پر نارضامندی کے کیا معنی جب کہ انہیں یہ ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اسی گروہ کا ساتھ دیں جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔ چنانچہ عبداللہ کو حکم دیا کہ

يا عبدالله ابن عمر ان اختلف القوم فكن مع الاكثر وان كانو اثلاثة وثلاثة فاتبع الحزب الذى فيه عبدالرحمن (طبری ج۳ ص ۲۶۵)

اے عبداللہ! اگر قوم میں اختلاف ہو تو تم اکثریت کا ساتھ دینا اور اگر تین ایک طرف ہوں اور تین ایک طرف تو تم اس فریق کا ساتھ دینا جس میں عبدالرحمٰن ہوں۔

اس فہمائش سے اکثریت کی ہمنوائی سے بھی یہی مراد ہے کہ عبدالرحمٰن کا ساتھ دیا جائے کیونکہ دوسری طرف اکثریت ہو ہی کیونکر سکتی تھی۔ جب کہ ابوطلحہ انصاری کی زیرِ قیادت پچاس خونخوار تلواروں کو حزبِ مخالف کے سروں پر مسلط کر کے عبدالرحمٰن کے اشارہ چشم و ابرو پر جھکنے کے لئے مجبور کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ کی نظروں نے اُسی وقت بھانپ لیا تھا کہ خلافت حضرت عثمان کی ہوگی۔ جیسا کہ آپ کے اس کلام سے ظاہر ہے جو ابن عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

قال عدلت عنا قال وماعليك قال قرن بى عثمان وقال كونوامع الاكثر فان رضى رجلان رجلا ورجلان رجلا فكونوامع الذين فيهم عبدالرحمن ابن عوف فسعد لايخالف ابن عمه و عبدالرحمن صهر عثمان (طبری ج۳ ص ۲۹۴)

خلافت کا رخ ہم سے موڑ دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو بھی لگا دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اکثریت کا ساتھ دو اور اگر دو ایک پر اور دو ایک پر رضا مند ہوں تو تم ان لوگوں کا ساتھ دو جن میں عبدالرحمٰن بن عوف ہو۔ چنانچہ سعد تو اپنے چچیرے بھائی عبدالرحمٰن کا ساتھ دے گا اور عبدالرحمٰن تو عثمان کا بہنوئی ہوتا ہی ہے۔



بہرحال حضرت عمر کی رحلت کے بعد حضرت عائشہ کے حجرہ میں یہ اجتماع ہوا، اور دروازہ پر ابوطلحہ انصاری پچاس آدمیوں کے ساتھ شمشیر بکف آ کھڑا ہوا طلحہ نے کاروائی کی ابتداء کی اور سب کو گواہ بنا کر کہا کہ میں اپنا حق رائے دہندگی حضرت عثمان کو دیتا ہوں۔ اس پر زبیر کی رگ حمیت پھڑکی (کیونکہ ان کی والدہ حضرت کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب تھیں) اور انہوں نے اپنا حق رائے دہندگی علی ابن ابی طالب کو سونپ دیا۔ پھر سعد ابن ابی وقاص نے اپنا حق رائے دہندگی عبدالرحمٰن کے حوالے کر دیا اب مجلس شریٰ کے ارکان صرف تین رہ گئے جن میں سے عبدالرحمٰن نے کہا کہ میں اس شرط پر اپنے حق سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہوں کہ آپ دونوں (علی ابن ابی طالب اور عثمان ابن عفان) اپنے میں سے ایک کو منتخب کر لینے کا حق مجھے دے دیں یا آپ میں سے کوئی ایک دستبردار ہو کر یہ حق لے لے۔ یہ ایک ایسا جال تھا جس میں امیر المومنین کو ہر طرف سے جکڑ لیا گیا تھا۔ کہ یا تو اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں یا عبدالرحمٰن کو اپنی من مانی کاروائی کرنے دیں پہلی صورت آپ کے لئے ممکن ہی نہ تھی کہ حق سے دستبردار ہو کر عثمان یا عبدالرحمٰن کو منتخب کریں۔ اس لئے آپ اپنے حق پر جمے رہے اور عبدالرحمٰن نے اپنے کو اس سے الگ کر کے یہ اختیار سنبھال لیا اور امیر المومنین سے مخاطب ہو کر کہا۔ ابا يعلك على كتاب الله وسنة رسول الله و سيرة الشيخين ابى بكر و عمر۔ میں اس شرط پر آپ کی بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب خدا سنت رسول اور ابوبکر اور عمر کی سیرت پر چلیں۔ آپ نے کہا بل على كتاب الله وسنة رسول الله و اجتهاد رائى نہیں بلکہ میں اللہ کی کتاب رسول کی سنت اور اپنے مسلک پر چلوں گا۔ تین مرتبہ دریافت کرنے کے بعد جب یہی جواب ملا تو حضرت عثمان سے مخاطب ہو کر کہا کیا آپ کو یہ شرط منظور ہیں ان کے لئے انکار کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ انہوں نے ان شرائط کو مان لیا اور ان کی بیعت ہوگئی۔ جب امیر المومنینؑ نے اپنے حق کو یوں پامال ہوتے دیکھا تو فرمایا۔

"ليس هذا اوّل يوم تظاهر تم فيه علينا فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون" والله ماوليت عثمان الا ليرد الامر اليك (طبری ج۳ ص ۲۹۷)

یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہم پر زیادتی کی ہو اب صبر جمیل کے علاوہ کیا چارہ ہے اور جو باتیں تم کرتے ہو اس پر اللہ ہی مددگار ہے۔ خدا کی قسم! تم نے عثمان کو اس امید پر خلافت دی ہے کہ وہ اسے کل تمہارے حوالہ کر جائے۔

ابن ابی الحدید نے شوریٰ کے واقعات کو لکھنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوگئی تو امیر المومنینؑ نے عبدالرحمٰن اور عثمان کو مخاطب کر کے کہا دق الله بينكما عطر منشم خدا تمہارے درمیان عطر منشم چھڑکے اور تمہاری ایک دوسرے سے بن نہ آئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ دونوں ایک دوسرے کے سخت دشمن ہو گئے اور عبدالرحمٰن نے مرتے دم تک حضرت عثمان سے بات چیت کرنا گوارا نہ کی اور بستر مرگ پر بھی انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا شوریٰ اسی کا نام ہے جو چھ آدمیوں میں منحصر ہو اور پھر تین میں اور آخر میں ایک ہی فرد میں منحصر ہو کر رہ جائے اور کیا انتخاب خلافت کے لئے سیرت شیخین کی شرط حضرت عمر کی طرف سے تھی یا عبدالرحمٰن نے امیر المومنینؑ اور خلافت کے درمیان ایک دیوار کھڑی کرنے کے لئے پیش کی تھی۔ حالانکہ خلیفہ اول نے خلیفہ ثانی کو نامزد کرتے وقت یہ شرط نہیں لگائی تھی کہ تمہیں میری سیرت پر چلنا ہوگا۔ تو اس کا یہاں پر کیا محل تھا۔

بہرصورت امیر المومنین نے فتنہ وفساد کو روکنے اور حجت تمام کرنے کے لئے اس میں شرکت گوارا فرمائی تا کہ ان کے ذہنوں پر قفل

پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

۵ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا ابھرا سبزہ دیکھ لیں تو اُسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روز بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگلوا لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں۔ غربت اُن پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز اور نہ تجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمند ان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ وصدقات جو فقرا اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصرف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

(۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنت رسول بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۹۴)

(۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔ (عقد الفرید ج ۳ ص ۹۴)

(۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ص ۳۹۱)

(۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹)

(۶) عبداللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص ۸۴)

(۷) مال افریقہ کا خمیس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص ۸۴)

(۸) فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا۔ مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۸۴)

(۹) بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسولؐ نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابن حکم کو بخش دی۔ (معارف ص ۸۴)

---

[1] منشم ایک عورت کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تو بطور مثل کہا جاتا تھا کہ ان پر عطر منشم چھڑکو یعنی وہ چیز کہ جس کو خوشبو دی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لئے کفن و حنوط تیار رکھو۔ (المعارف)



(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار[1] اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز و اقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی تو لوگوں کے شور مچانے پر اُسے معزول تو کر دیا مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۲۵)

## خطبہ ۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ وَبِنَا أَنْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ وَقِرَ سَمْعٌ لَمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْاَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ رَبَطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ مَازِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ۔ وَأَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ سَتَرَ فِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّينِ وَبَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ۔ أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُونَ وَلَا دَلِيلَ وَتَحْتَفِرُونَ وَلَا تُمِيهُونَ۔ اَلْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ غَرَبَ رَأْيُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّي مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ لَمْ

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت و بلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا، اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آ گئے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار نہ سنیں۔ بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ و رسولؐ کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں، اِن دلوں کو سکون و قرار نصیب ہو، جن سے خوف خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ عذر و بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا لیکن میری نیّت کے صدق و صفا نے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جادۂ حق پر کھڑا تھا جہاں تم ملتے ملاتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔ آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بیان کی قوت ہے۔ گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لئے دوری ہو جس نے مجھ

---

[1] دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (منتہی الادب)

پڑ جائیں اور یہ نہ کہتے پھریں کہ ہم تو انہی کے حق میں رائے دیتے مگر خود انہوں نے شوریٰ سے کنارہ کشی کر لی اور ہمیں موقع نہ دیا کہ ہم آپ کو منتخب کرتے۔

۵ عہد ثالث کے متعلق فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے برسرِ اقتدار آتے ہی بنی امیہ کی بن آئی اور انہوں نے بیت المال کو لوٹنا شروع کر دیا اور جس طرح چوپائے خشک سالیوں کے بعد ہرا ابھرا سبزہ دیکھ لیں تو اُسے پامال کر کے چھوڑتے ہیں یونہی یہ اللہ کے مال پر بے تحاشا ٹوٹ پڑے اور اسے تباہ کر کے رکھ دیا۔ آخر اس خود پروری اور خویش نوازی نے انہیں وہ روز بد دکھایا کہ لوگوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں تلواروں کی زد پر رکھ لیا اور سب کھایا پیا اگلوا لیا۔

اس دور میں جس طرح کی بے عنوانیاں ہوئیں ان پر کسی مسلمان کا دل دکھے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جلیل القدر صحابہ تو گوشوں میں پڑے ہوں۔ غربت اُن پر چھائی ہوئی ہو، افلاس انہیں گھیرے ہوئے ہو اور بیت المال پر تسلط ہو تو بنی امیہ کا عہدوں پر چھائے ہوئے ہوں تو انہیں کے نوخیز اور نہ تجربہ کار افراد مسلمانوں کی مخصوص ملکیتوں پر قبضہ ہو تو ان کا تمام چراگاہوں میں چوپائے چریں تو ان کے محلات تعمیر ہوں تو ان کے باغات لگیں تو ان کے اور کوئی دردمند ان بے اعتدالیوں کے خلاف زبان ہلائے تو اس کی پسلیاں توڑ دی جائیں اور کوئی اس سرمایہ داری کے خلاف آواز بلند کرے تو اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ زکوٰۃ وصدقات جو فقراء اور مساکین کا حق تھا اور بیت المال جو مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ تھا اس کا مصروف کیا قرار دیا گیا تھا وہ ذیل کے چند نمونوں سے ظاہر ہے۔

(۱) حکم ابن عاص کو کہ جسے رسول نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا نہ صرف سنت رسول بلکہ سیرت شیخین کی بھی خلاف ورزی کرتے ہوئے اُسے مدینہ واپس بلوا لیا اور بیت المال سے ایک لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۹۴)

(۲) ولید ابن عقبہ کو کہ جسے قرآن نے فاسق کہا ہے مسلمانوں کے مال میں سے ایک لاکھ درہم دیئے۔ (عقد الفرید ج ۳ ص ۹۴)

(۳) مروان ابن حکم سے اپنی بیٹی ابان کی شادی کی تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۴) حارث ابن حکم سے اپنی بیٹی عائشہ کا عقد کیا تو ایک لاکھ درہم بیت المال سے اسے عطا فرمائے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ص ۳۹۱)

(۵) ابوسفیان ابن حرب کو دو لاکھ درہم دیئے۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۳۹)

(۶) عبداللہ ابن خالد کو چار لاکھ درہم عطا فرمائے۔ (معارف ص ۸۴)

(۷) مال افریقہ کا خمیس (پانچ لاکھ دینار) مروان کی نذر کر دیا۔ (معارف ص ۸۴)

(۸) فدک کہ جسے صدقہ عام کہہ کر پیغمبر کی قدسی صفات بیٹی سے روک لیا گیا تھا۔ مروان کو عطائے خسروانہ کے طور پر دے دیا۔ (معارف ابن قتیبہ ص ۸۴)

(۹) بازارِ مدینہ میں بہزور ایک جگہ تھی جسے رسولؐ نے مسلمانوں کے لئے وقف عام قرار دیا تھا۔ حارث ابن حکم کو بخش دی۔ (معارف ص ۸۴)

---

[۱] منشم ایک عورت کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں حنوط وغیرہ بیچا کرتی تھی۔ اس وجہ سے جب قبائل عرب آپس میں لڑتے تو بطور مثل کہا جاتا تھا کہ ان پر عطر منشم چھڑکو یعنی وہ چیز کہ جس کو خوشبو دی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب یہ لڑ بھڑ کر ختم ہو جائیں گے ان کے لئے کفن وحنوط تیار رکھو۔ (المعارف)



(۱۰) مدینہ کے گرد جتنی چراگاہیں تھیں ان میں بنی امیہ کے علاوہ کسی کے اونٹوں کو چرنے کی اجازت نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ۳۹ جلد ۱)

(۱۱) مرنے کے بعد ایک لاکھ پچاس ہزار دینار[۱] اور دس لاکھ درہم آپ کے ہاں نکلے۔ جاگیروں کا کچھ ٹھکانہ نہیں۔ صرف چند ایک جاگیروں کی قیمت کا اندازہ ایک لاکھ دینار تھا۔ اونٹوں اور گھوڑوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۳۵)۔

(۱۲) مرکزی شہروں پر آپ ہی کے عزیز واقارب حکمران تھے۔ چنانچہ کوفہ پر ولید ابن عقبہ حاکم تھا مگر جب اس نے شراب کے نشہ میں چور ہو کر صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھا دی تو لوگوں کے شور مچانے پر اُسے معزول تو کر دیا مگر اس کی جگہ پر سعید ابن عاص ایسے فاسق کو مقرر کر دیا۔ مصر پر عبداللہ ابن ابی سرح شام پر معاویہ ابن ابی سفیان اور بصرہ پر عبداللہ ابن عامر آپ کے مقرر کردہ حکمران تھے۔ (مروج الذہب جلد ۱ ص ۴۲۵)

# خطبہ ۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِنَا اهْتَدَيْتُمْ فِي الظَّلْمَاءِ وَ تَسَنَّمْتُمُ الْعَلْيَاءَ وَبِنَا انْفَجَرْتُمْ عَنِ السَّرَارِ وُقِرَ سَمْعٌ لَّمْ يَفْقَهِ الْوَاعِيَةَ وَكَيْفَ يُرَاعِي النَّبْأَةَ مَنْ أَصَمَّتْهُ الصَّيْحَةُ رُبِطَ جَنَانٌ لَمْ يُفَارِقْهُ الْخَفَقَانُ مَازِلْتُ أَنْتَظِرُ بِكُمْ عَوَاقِبَ الْغَدْرِ۔ وَأَتَوَسَّمُكُمْ بِحِلْيَةِ الْمُغْتَرِّينَ سَتَرَ فِي عَنْكُمْ جِلْبَابُ الدِّيْنِ وَبَصَّرَنِيكُمْ صِدْقُ النِّيَّةِ۔ أَقَمْتُ لَكُمْ عَلَى سَنَنِ الْحَقِّ فِي جَوَادِّ الْمَضَلَّةِ، حَيْثُ تَلْتَقُوْنَ وَلَا دَلِيْلَ وَتَحْتَفِرُوْنَ وَلَا تُمِيْهُوْنَ۔ الْيَوْمَ أُنْطِقُ لَكُمُ الْعَجْمَاءَ ذَاتَ الْبَيَانِ غَرَبَ رَأْيُ امْرِئٍ تَخَلَّفَ عَنِّي مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيْتُهُ لَمْ

ہماری وجہ سے تم نے (گمراہی) کی تیرگیوں میں ہدایت کی روشنی پائی اور رفعت وبلندی کی چوٹیوں پر قدم رکھا، اور ہمارے سبب سے اندھیری راتوں کو اندھیاریوں سے صبح (ہدایت) کے اجالوں میں آ گئے۔ وہ کان بہرے ہو جائیں جو چلانے والے کی چیخ پکار نہ سنیں۔ بھلا وہ کیونکر میری کمزور اور دھیمی آواز کو سن پائیں گے جو اللہ ورسولؐ کی بلند بانگ صداؤں کے سننے سے بھی بہرے رہ چکے ہوں، اِن دلوں کو سکون وقرار نصیب ہو، جن سے خوف خدا کی دھڑکنیں الگ نہیں ہوتیں میں تم سے ہمیشہ غدر و بیوفائی ہی کے نتائج کا منتظر رہا اور فریب خوردہ لوگوں کے سے رنگ ڈھنگ کے ساتھ تمہیں بھانپ لیا تھا۔ اگرچہ دین کی نقاب نے مجھ کو تم سے چھپائے رکھا لیکن میری نیت کے صدق وصفا نے تمہاری صورتیں مجھے دکھا دی تھیں۔ میں بھٹکانے والی راہوں میں تمہارے لئے جادۂ حق پر کھڑا تھا جہاں تم ملتے ملاتے تھے مگر کوئی راہ دکھانے والا نہ تھا۔ تم کنواں کھودتے تھے مگر پانی نہیں نکال سکتے تھے۔ آج میں نے اپنی اس خاموش زبان کو جس میں بڑی بان کی قوت ہے۔ گویا کیا ہے اس شخص کی رائے کے لئے دوری ہو جس نے مجھ

---

[۱] دینار سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشے ہوتا ہے۔ (منتہی الادب)

يَوْجِسْ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيفَةً عَلٰى نَفْسِهِ أَشْفَقَ مِنْ غَلَبَةِ الْجُهَّالِ وَ دُوَلِ الضَّلَالِ الْيَوْمَ تَوَاقَفْنَا عَلٰى سَبِيلِ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ مَنْ وَثِقَ بِمَاءٍ لَمْ يَظْمَأْ۔

سے کنارہ کشی کی۔ جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے کبھی اس میں شک و شبہ نہیں کیا۔ حضرت موسیٰ[1] نے اپنی جان کے لئے خوف کا لحاظ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ جاہلوں کے غلبہ اور گمراہی کے تسلط کا ڈر تھا (اسی طرح میری اب تک کی خاموشی کو سمجھنا چاہئے) آج ہم اور تم حق و باطل کے دوراہے پر کھڑے ہوئے ہیں جسے پانی کا اطمینان ہے وہ پیاس نہیں محسوس کرتا۔ اسی طرح میری موجودگی میں تمہیں میری قدر نہیں۔

[1] حضرت موسیٰؑ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جب ان کے مقابلے میں جادوگر بلائے گئے اور انہوں نے رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک کر اپنا سحر دکھایا تو آپ ڈرنے لگے۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

يخيل اليه من سحرهم انها تسعى فاوجس فى نفسه خيفة موسىٰ قلنا لا تخف إنك الاعلىٰ

موسیٰ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ دوڑ رہی ہیں جس سے وہ جی میں ڈرے۔ ہم نے کہا کہ موسیٰ تم کوئی اندیشہ نہ کرو۔ یقیناً تم ہی غالب رہو گے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے خوف کھانے کا باعث یہ نہیں تھا کہ وہ چونکہ رسیوں اور لاٹھیوں کو سانپ کی طرح دوڑتے دیکھ رہے تھے۔ اس لئے انہیں اپنی جان کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو اور وہ اس سبب سے خائف ہو گئے ہوں بلکہ ان کے ڈرنے کا سبب یہ خیال تھا کہ کہیں دنیا والے ان شعبدوں بازیوں سے متاثر ہو کر گمراہی میں نہ پڑ جائیں اور ان نظر بندیوں سے باطل کی بنیادیں مستحکم نہ ہو جائیں۔ چنانچہ موسیٰ کو یہ کہہ ڈھارس نہیں دی جاتی کہ تمہاری جان محفوظ ہے بلکہ یہ کہا گیا کہ تم ہی غالب رہو گے اور تمہارا ہی بول بالا ہو گا۔ چنانچہ انہیں اندیشہ حق کے دب جانے اور باطل کے ابھر آنے کا تھا نہ اپنی جان کے جانے کا کہ حق کی فتح و کامرانی کے بجائے حفظِ جان کی انہیں تسلی دی جاتی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے بھی خوف یہی ہے کہ کہیں دنیا والے ان لوگوں (طلحہ و زبیر وغیرہ) کی فریب کاریوں کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور حق سے منہ موڑ کر ضلالت و گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ ورنہ مجھے اپنی جان کی کبھی پرواہ نہیں ہوئی۔



## خطبہ ۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَخَاطَبَهُ الْعَبَّاسُ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنِ حَرْبٍ فِيْ اَنْ يُبَايِعَا لَهُ بِالْخِلَافَةِ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو عباس اور ابوسفیان ابن حرب نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں جس پر حضرت نے فرمایا۔

اَيُّهَا النَّاسُ شُقُّوْا أَمْوَاجَ الْفِتَنِ بِسُفُنِ النَّجَاةِ وَعَرِّجُوْا عَنْ طَرِيْقِ الْمُنَافَرَةِ وَضَعُوْا عَنْ تِيْجَانِ الْمُفَاخَرَةِ اَفْلَحَ مَنْ نَهَضَ بِجَنَاحٍ۔ اَوِاسْتَسْلَمَ فَأَرَاحَ هٰذَا مَاءٌ اٰجِنٌ وَلُقْمَةٌ يَغَصُّ بِهَا اٰكِلُهَا۔ وَمُجْتَنِي الثَّمَرَةِ لِغَيْرِ وَقْتِ اِيْنَاعِهَا كَالزَّارِعِ بِغَيْرِ أَرْضِهِ فَاِنْ اَقُلْ يَقُوْلُوا حَرَصَ عَلَى الْمُلْكِ وَاِنْ اَسْكُتْ يَقُوْلُوْا جَزَعَ مِنَ الْمَوْتِ هَيْهَاتَ بَعْدَ اللَّتَيَّا وَالَّتِيْ وَاللهِ لَابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ أَنَسُ بِالْمَوْتِ مِنَ الطِّفْلِ بِثَدْيِ اُمِّهٖ بَلِ انْدَمَجْتُ عَلٰى مَكْنُوْنِ عِلْمٍ لَوْ بُحْتُ بِهٖ لَاضْطَرَبْتُمْ اضْطِرَابَ الْاَرْشِيَةِ فِي الطَّوِيِّ الْبَعِيْدَةِ۔

اپنا رخ موڑ لو، فخر و مباہات کے تاج اتار ڈالو۔ صحیح طریقہ عمل اختیار کرنے میں کامیاب وہ ہے جو اٹھے تو پر و بال کے ساتھ اٹھے اور نہیں تو (اقتدار کی کرسی) دوسروں کے لئے چھوڑ بیٹھے۔ اور اس طرح خلقِ خدا کو بدامنی سے راحت میں رکھے۔ (اس وقت طلب خلافت کے لئے کھڑا ہونا) یہ ایک گندلا پانی اور ایسا لقمہ ہے جو کھانے والے کے گلو گیر ہو کر رہے گا۔ پھلوں کو ان کے پکنے سے پہلے چننے والا ایسا ہے جیسے دوسروں کی زمین میں کاشت کرنے والا۔ اگر بولتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ دنیوی سلطنت پر مٹے ہوئے ہیں اور چپ رہتا ہوں تو کہتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے۔ افسوس اب یہ بات جب کہ میں ہر طرح کے نشیب و فراز دیکھے بیٹھا ہوں۔ خدا کی قسم ابوطالب[2] کا بیٹا موت سے اتنا مانوس ہے کہ بچہ اپنی ماں کی چھاتی سے اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ البتہ ایک علم پوشیدہ میرے سینے کی تہوں میں لپٹا ہوا ہے کہ اسے ظاہر کر دوں تو تم اسی طرح پیچ و تاب کھانے لگو جس طرح گہرے کنوؤں میں رسیاں لرزتی اور تھرتھراتی ہیں۔

[1] جب پیغمبر اکرمؐ کی وفات ہوئی تو ابوسفیان مدینہ میں موجود نہ تھا۔ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں اس المناک حادثہ کی اطلاع ملی۔ فوراً پوچھنے لگا کہ مسلمانوں کی امارت و قیادت کس کو ملی ہے اسے بتایا گیا کہ لوگوں نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ یہ سن کر عرب کا مانا ہوا فتنہ پرداز سوچ میں پڑ گیا اور آخر ایک تجویز لے کر عباس ابن عبدالمطلب کے پاس آیا اور کہا کہ دیکھو ان لوگوں نے دھاندلی مچا کر خلافت ایک تیمی کے حوالے کر دی اور بنی ہاشم کو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم کر دیا اور یہ اپنے بعد بنی عدی کے ایک درشت خو تند مزاج کو ہمارے سروں پر مسلط کر جائے گا۔ چلو علی ابن ابی طالبؑ سے کہیں کہ وہ گھر کا گوشہ چھوڑیں اور اپنا حق لینے کے لئے میدان میں اُتر آئیں۔ چنانچہ وہ عباس کو ہمراہ لے کر حضرت کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں اور اگر کوئی مخالفت کے لئے اٹھا تو میں مدینہ کے گلی کوچوں کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا۔ امیر المومنین کے لئے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ وہ اپنے کو پیغمبر کا صحیح و جانشین سمجھتے تھے اور ابوسفیان ایسا جتھے قبیلے والا امداد کے لئے آمادہ کھڑا تھا۔ صرف ایک اشارہ کافی تھا کہ جنگ کے شعلے بھڑکنے لگتے۔ مگر امیر المومنینؑ کے تدبر و اصابت رائے نے مسلمانوں کو فتنہ سے بچا لیا اور آپ کی دور رس نظروں نے بھانپ لیا کہ یہ قبائلی تعصب اور نسلی امتیاز کو ابھار کر آپس میں لڑوانا چاہتا ہے، تا کہ اسلام میں ایک ایسا زلزلہ آئے جو اس کی بنیاد تک کو ہلا دے۔ لہٰذا آپ نے اس کی رائے کو ٹھکرا کر اُسے سختی سے جھڑکا اور اس موقعہ پر یہ کلمات ارشاد فرمائے جن میں لوگوں کو فتنہ انگیزیوں اور بے جا سربلندیوں سے روکا ہے اور اپنا مؤلف یہ بتایا ہے کہ میرے لئے دو ہی صورتیں ہیں یا تو جنگ کے لئے اٹھ کھڑا ہوں یا اپنے حق سے دستبردار ہو کر ایک گوشہ میں چپکے سے بیٹھ جاؤں۔ اگر جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہوں تو کوئی یار و مددگار دکھائی نہیں دیتا کہ ان ابھرنے والے فتنوں کو دبا سکوں! اب یہی چارہ کار ہے کہ خاموشی سے وقت کا انتظار کروں۔ یہاں تک کہ حالات سازگار ہوں۔

اس موقع پر امیر المومنینؑ کی خاموشی مصلحت بینی و دور اندیشی کی آئینہ دار تھی۔ کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المومنینؑ نے دکھ سہے۔ کڑیاں جھیلیں مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں۔ مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے الجھنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لئے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنینؑ پیغمبر کی سیرت کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا، کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا اس لئے اس موقعہ کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اُسے نگل لینا چاہا ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا کہ نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اگلتے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اُسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلہ میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے ثمر نارسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکے۔ نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے۔ بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کر دو تا کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کسی موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گزرنے دو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید

۲۔ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمۂ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں ہوتا کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا اُنس ایک طبعی تقاضے کے زیرِ اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانۂ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے لیکن لقائے پروردگار سے انبیاء و اولیاء کا انس عقلی و روحانی ہوتا ہے



اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور نہ ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لقائے پروردگار کا ذریعہ اور اس کا ساز و سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کے لئے لذت اندوزی کا سر و سامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا انس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کا کنویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ وماکنت الا کقارب وردا وطالب وجد وماعندالله خیر الابرار میں موت کا چشمہ لگا تار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آ پہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پا لیا اور نیکوکاروں کے لئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ لیس للمومن راحة دون لقاء الله لقائے ربانی کے علاوہ مومن کے لئے کہیں پر راحت کا سر و سامان نہیں ہے۔

## خطبہ ۶

ومن كلام لـه عليه السّلام لما أشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير ولا يرصد لهما القتال۔

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا۔

وَاللهِ لَا اَكُوْنُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلٰى طُوْلِ اللَّدْمِ۔ حَتّٰى يَصِلَ اِلَيْهَا طَالِبُهَا۔ وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا وَلٰكِنِّيْ أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ اِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيْعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيْبَ اَبَدًا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِيْ فَوَاللهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّيْ مُسْتَأْثَرًا عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگا تار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا طلبگار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پا لیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطاؤ شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آ جائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

۱۔ جب امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب میرے دم میں دم ہے میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ میں بجو کی طرح آسانی ان کے قابو میں آ جاؤں گا۔

ضبع کے معنی بجو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر حضجر کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیٹو کے ہوتے ہیں لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجو مراد لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا

اس موقع پر امیر المومنینؑ کی خاموشی مصلحت بینی و دور اندیشی کی آئینہ دار تھی۔ کیونکہ ان حالات میں اگر مدینہ مرکز جنگ بن جاتا تو اس کی آگ تمام عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی۔ مہاجرین و انصار میں جس رنجش و چپقلش کی ابتداء ہو چکی تھی وہ بڑھ کر اپنی انتہا کو پہنچتی۔ منافقین کی ریشہ دوانیاں اپنا کام کرتیں اور اسلام کی کشتی ایسے گرداب میں جا پڑتی کہ اس کا سنبھلنا مشکل ہو جاتا۔ اس لئے امیر المومنینؑ نے دکھ سہے۔ کڑیاں جھیلیں مگر ہاتھوں کو جنبش نہیں دی۔ تاریخ شاہد ہے کہ پیغمبرؐ نے مکہ کی زندگی میں ہر طرح کی تکلیفیں اور زحمتیں برداشت کیں۔ مگر صبر و استقلال کو چھوڑ کر لڑنے الجھنے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ چونکہ آپ جانتے تھے کہ اگر اس وقت جنگ چھڑ گئی تو اسلام کے پھلنے پھولنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔ البتہ جب پشت پر اتنے اعوان و انصار ہو لئے کہ جو کفر کی طغیانیوں کو دبانے اور فتنوں کو کچلنے کی طاقت رکھتے تھے تو دشمن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح امیر المومنینؑ پیغمبر کی سیرت کو مشعلِ راہ بناتے ہوئے تلوار کی قوت اور دست و بازو کے زور کا مظاہرہ نہیں کرتے چونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ دشمن کے مقابلہ میں بے ناصر و مددگار اٹھ کھڑا ہونا، کامرانی و کامیابی کے بجائے شورش انگیزی و زیاں کاری کا سبب بن جائے گا اس لئے اس موقعہ کے لحاظ سے طلب امارت کو ایک گندلے پانی اور گلے میں پھنس جانے والے لقمہ سے تشبیہہ دی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے چھینا جھپٹی کر کے اس لقمہ کو چھین لیا تھا اور ٹھونس ٹھانس کر اُسے نگل لینا چاہا ان کے گلے میں بھی یہ لقمہ اٹک کر رہ گیا کہ نہ نگلتے بنتی تھی اور نہ اگلتے بنتی تھی۔ یعنی نہ تو وہ اُسے سنبھال سکتے تھے جیسا کہ ان لغزشوں سے ظاہر ہے جو اسلامی احکام کے سلسلہ میں کھائی جاتی تھیں اور نہ یہ پھندا اپنے گلے سے اتارنے کیلئے تیار ہوتے تھے۔ پھر اسی مطلب کو دوسرے لفظوں میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اگر میں ان ناسازگار حالات میں خلافت کے ثمر نارسیدہ کو توڑنے کی کوشش کرتا تو اس سے باغ بھی اجڑتا اور میرے ہاتھ بھی کچھ نہ آتا۔ جیسے کہ ان لوگوں کی حالت ہے کہ غیر کی زمین میں کھیتی تو کر بیٹھے مگر نہ اس کی حفاظت کر سکے نہ جانوروں سے اُسے بچا سکے۔ نہ وقت پر پانی دے سکے اور نہ اس سے کوئی جنس حاصل کر سکے۔ بلکہ ان لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کہتا ہوں کہ اس زمین کو خالی کرو تا کہ اس کا مالک خود کاشت کرے اور خود نگہداشت کرے تو یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ کتنے حریص اور لالچی ہیں اور چپ رہتا ہوں تو یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ موت سے ڈر گئے ہیں۔ بھلا یہ تو بتائیں کہ میں کس موقعہ پر ڈرا اور کب جان بچا کر میدان سے بھاگا جبکہ ہر چھوٹا بڑا معرکہ میری بے جگری کا شاہد اور میری جرأت و ہمت کا گواہ ہے جو تلواروں سے کھیلے اور پہاڑوں سے ٹکرائے وہ موت سے نہیں ڈرا کرتا۔ میں تو موت سے اتنا مانوس ہوں کہ بچہ ماں کی چھاتی سے بھی اتنا مانوس نہیں ہوتا۔ سنو! میرے چپ رہنے کی وجہ وہ علم ہے جو پیغمبرؐ نے میرے سینے میں ودیعت فرمایا ہے۔ اگر ابھی سے اسے ظاہر کر دوں تو تم سراسیمہ و مضطرب ہو جاؤ گے۔ کچھ دن گزرنے دو تم خود میری خاموشی کی وجہ جان لو گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ اسلام کے نام سے کیسے کیسے لوگ اس مسند پر آئیں گے اور کیا کیا تباہیاں مچائیں گے۔ میری خاموشی کا یہی سبب ہے کہ یہ ہو کر رہے گا، ورنہ بے وجہ خاموشی نہیں۔

خموشی معنیٰ دارد کہ در گفتن نمی آید

۲؎ موت کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ مجھے اتنی محبوب ہے کہ بچے کو اپنی ماں کی آغوش میں اپنے سرچشمۂ غذا کی طرف ہمک کر بڑھنا اتنا محبوب نہیں ہوتا کیونکہ ماں کی چھاتی سے بچے کا اُنس ایک طبعی تقاضے کے زیر اثر ہوتا ہے اور طبعی تقاضے سن کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ زمانۂ رضاعت کا محدود عرصہ گزارنے کے بعد جب اس کی طبیعت پلٹا کھاتی ہے تو جس سے مانوس رہتا ہے پھر اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا اور نفرت سے منہ پھیر لیتا ہے لیکن لقائے پروردگار سے انبیاء و اولیاء کا اُنس عقلی و روحانی ہوتا ہے



اور عقلی و روحانی تقاضے بدلا نہیں کرتے اور نہ ان میں ضعف و انحطاط آیا کرتا ہے اور چونکہ موت لقائے پروردگار کا ذریعہ اور اس کا ساز و سامان اور اس کی تلخیاں ان کے کام و دہن کے لئے لذت اندوزی کا سروسامان بن جایا کرتی ہیں اور اس سے ان کا اُنس ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ پیاسے کا کنویں سے اور بھٹکے ہوئے مسافر کا منزل سے چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام جب ابن ملجم کے قاتلانہ حملے سے مجروح ہوئے تو فرمایا کہ وماکنت الا کقارب وردا وطالب وجد وماعند الله خير للابرار میں موت کا چشمہ لگا تار ڈھونڈ رہا تھا کہ اس کے گھاٹ پر آ پہنچا اور اسی منزل کی طلب و تلاش میں تھا کہ اسے پا لیا اور نیکوکاروں کے لئے اللہ کے یہاں کی نعمتوں سے بڑھ چڑھ کر کیا ہو سکتا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ليس للمومن راحة دون لقاء الله لقائے ربانی کے علاوہ مومن کے لئے کہیں پر راحت کا سروسامان نہیں ہے۔

# خطبہ ۶

ومن كلام له عليه السّلام لما أشير اليه بان لا يتبع طلحة والزبير ولا يرصد لهما القتال۔

جب آپ کو یہ مشورہ دیا گیا کہ آپ طلحہ و زبیر کا پیچھا نہ کریں اور ان سے جنگ کرنے کی نہ ٹھان لیں تو آپ نے فرمایا۔

وَاللهِ لَا اَكُوْنُ كَالضَّبُعِ تَنَامُ عَلٰى طُوْلِ اللَّدْمِ۔ حَتّٰى يَصِلَ إِلَيْهَا طَالِبُهَا۔ وَيَخْتِلَهَا رَاصِدُهَا وَلٰكِنِّيْ أَضْرِبُ بِالْمُقْبِلِ اِلَى الْحَقِّ الْمُدْبِرَ عَنْهُ وَبِالسَّامِعِ الْمُطِيْعِ الْعَاصِيَ الْمُرِيْبَ اَبَدًا حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيَّ يَوْمِيْ فَوَاللهِ مَا زِلْتُ مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّيْ مُسْتَأْثَرًا عَلَيَّ مُنْذُ قَبَضَ اللهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى يَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

خدا کی قسم میں اس بجو کی طرح نہ ہوں گا جو لگا تار کھٹکھٹائے جانے سے سوتا ہوا بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا طلبگار (شکاری) اس تک پہنچ جاتا ہے اور گھات لگا کر بیٹھنے والا اس پر اچانک قابو پا لیتا ہے۔ بلکہ میں تو حق کی طرف بڑھنے والوں اور گوش بر آواز اطاعت شعاروں کو لے کر ان خطا و شک میں پڑنے والوں پر اپنی تلوار چلاتا رہوں گا یہاں تک کہ میری موت کا دن آ جائے۔ خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

۱؎ جب امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کے عقب میں جانے کا ارادہ کیا تو آپ سے عرض کیا گیا کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ ان سے آپ کو کوئی گزند پہنچے تو اس کے جواب میں آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ جن کا ماحصل یہ ہے کہ میں کب تک اپنا حق چھنتا ہوا دیکھتا رہوں گا اور خاموش بیٹھا رہوں گا۔ اب تو جب میرے دم میں دم ہے میں ان سے لڑوں گا اور انہیں کیفر کردار تک پہنچا کر رہوں گا اور انہیں یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ میں بجو کی طرح بآسانی ان کے قابو میں آ جاؤں گا۔

ضبع کے معنی بجو کے ہیں۔ اس کی کنیت ام عامر اور ام طریق ہے اور اسے حضاجر بھی کہا جاتا ہے۔ حضاجر حضجر کی جمع ہے۔ جس کے معنی پیٹو کے ہوتے ہیں لیکن جب جمع کی صورت میں اسے استعمال کیا جائے تو اس سے بجو مراد لی جاتی ہے۔ چونکہ یہ ہر چیز نگل جاتا

ہے اور جو پاتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے گویا اس میں کئی ایک پیٹ جمع ہو گئے ہیں جو بھرنے میں نہیں آتے اور اُسے نعثل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ بڑا سیدھا سادا اور بڑا بے وقوف جانور ہوتا ہے۔ اگر کسی کی انتہائی حماقت دکھانا مقصود ہو تو یہ کہا جاتا ہے "فلان احمق من الضبع" فلاں تو بجو سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ چنانچہ اس کی حماقت اس کے بآسانی شکار ہو جانے ہی سے ظاہر ہے کہ شکاری اس کے بھٹ کے گرد گھیرا ڈال لیتا ہے اور لکڑی سے یا پیر سے زمین کو تھپتھپاتا ہے اور چپکے سے کہتا ہے "اطرقی ام طریق خاصری ام عامر" اے بجو! اپنے سر کو جھکا لے، اے بجو چھپ جا۔ اس جملہ کو دھرانے اور زمین کو تھپتھپانے سے وہ بھٹ کے ایک گوشے میں چھپ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر شکاری کہتا ہے "ام عامر لسیت فی وجار ھا ام عامر ناعہ" بھلا وہ اپنے بھٹ میں کہاں وہ تو کسی گوشہ میں سویا پڑا ہوگا۔ یہ سن کر وہ ہاتھ پیر پھیلا دیتا ہے اور سوتا ہوا بن جاتا ہے اور شکاری اُس کے پیروں میں پھندا ڈال کر اُسے باہر کھینچ لیتا ہے اور یہ بزدلوں کی طرح بے مقابلہ کئے اس کے قابو میں آ جاتا ہے۔

## خطبہ ۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَام
اِتَّخَذُوا الشَّيْطَانَ لِاَمْرِهِمْ مِلَاكًا
فَاتَّخَذَهُمْ لَهُ أَشْرَاكًا فَبَاضَ وَفَرَّخَ فِيْ
صُدُوْرِهِمْ وَدَبَّ وَدَرَجَ فِيْ حُجُوْرِهِمْ۔
فَنَظَرَ بِاَعْيُنِهِمْ وَنَطَقَ بِاَلْسِنَتِهِمْ فَرَكِبَ
بِهِمُ الزَّلَلَ وَزَيَّنَ لَهُمُ الْخَطَلَ فِعْلَ مَنْ
قَدْ شَرِكَهُ الشَّيْطَانُ فِيْ سُلْطَانِهٖ وَنَطَقَ
بِالْبَاطِلِ عَلٰی لِسَانِهٖ۔

انہوں نے اپنے ہر کام کا کرتا دھرتا شیطان کو بنا رکھا ہے اور اس نے ان کو اپنا آلۂ کار بنا لیا ہے۔ اس نے ان کے سینوں میں انڈے دیئے ہیں اور بچے نکالے ہیں اور انہی کی گود میں وہ بچے رینگتے اور اچھلتے کودتے ہیں وہ دیکھتا ہے تو اُن کی آنکھوں سے اور بولتا ہے تو ان کی زبانوں سے۔ اس نے انہیں خطاؤں کی راہ پر لگایا ہے اور بُری باتیں سج کر اُن کے سامنے رکھی ہیں جیسے اُس نے انہیں اپنے تسلّط میں شریک بنا لیا ہو اور انہیں کی زبانوں سے اپنے کلام باطل کے ساتھ بولتا ہو۔

---

[1] منافقین کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ لوگ شیطان کے رفیق کار اور اس کے معین و مددگار ہیں اور اس نے بھی ان سے اتنی راہ و رسم پیدا کر لی ہے کہ انہی کے ہاں ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور انہی کے سینوں کو اپنا آشیانہ بنا لیا ہے۔ یہیں پر وہ انڈے بچے دیتا ہے اور وہ بچے بغیر کسی جھجک کے ان کی گودیوں میں اچھل کود مچاتے ہیں یعنی اُن کے دلوں میں شیطانی وسوسے جنم لیتے ہیں اور وہیں پر فروغ پاتے اور پروان چڑھتے ہیں نہ اُن کے لئے کوئی روک ٹوک ہے نہ کسی قسم کی بندش اور وہ اس طرح ان کے خون میں رچ گیا اور روح میں بس گیا ہے کہ دوئی کے پردے اٹھ چکے ہیں۔ اب آنکھیں ان کی ہیں اور نظر اس کی۔ زبان ان کی ہے اور قول اس کا جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم" شیطان اولادِ آدم کے رگ و پے میں خون کی جگہ دوڑتا ہے۔" یعنی جس طرح خون کی گردش نہیں رکتی یوں ہی اس کی وسوسہ اندازیوں کا سلسلہ رکنے نہیں پاتا اور وہ انسان کو اس کے سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے برابر برائیوں کی طرف کھینچ کر لاتا ہے اور اس طرح اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے کہ ان کا ہر قول و عمل ہو بہو اس کے قول و عمل کی تصویر بن جاتا ہے جن کے سینے ایمان کی ضیاباریوں سے جگمگا رہے ہیں۔ وہ ان وسوسوں کی روک تھام کرتے ہیں اور کچھ ان



کی پذیرائی کیلئے ہر وقت آمادہ و مستعد رہتے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اسلام کی نقاب اوڑھ کر کفر کو فروغ دینے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

## خطبہ ۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَعْنِيْ بِهِ الزُّبَيْرَ
فِيْ حَالٍ اقْتَضَتْ ذٰلِكَ يَزْعَمُ أَنَّهُ قَدْ بَايَعَ
بِيَدِهٖ وَلَمْ يُبَايِعْ بِقَلْبِهٖ۔ فَقَدْ أَقَرَّ بِالْبَيْعَةِ
وَادَّعَى الْوَلِيْجَةَ فَلْيَاتِ عَلَيْهَا بِاَمْرٍ يُعْرَفُ
وَاِلَّا فَلْيَدْخُلْ فِيْمَا خَرَجَ مِنْهُ

یہ کلام زبیرؓ کے متعلق اس وقت فرمایا جب کہ حالات اسی قسم کے بیان کے مقتضی تھے۔ وہ ایسا ظاہر کرتا ہے کہ اس نے بیعت ہاتھ سے کر لی تھی مگر دل سے نہیں کی تھی۔ بہرصورت اس نے بیعت کا تو اقرار کر لیا لیکن اس کا یہ ادعا کہ اس کے دل میں کھوٹ تھا تو اُسے چاہئے کہ اس دعویٰ کیلئے کوئی دلیل واضح پیش کرے ورنہ جس بیعت سے منحرف ہوا ہے اس میں واپس آئے۔

---

[1] جب زبیر ابن عوام نے امیرالمومنین کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد بیعت شکنی کی تو وہ اس کے لئے کبھی یہ عذر کرتے تھے کہ مجھے بیعت کے لئے مجبور کیا گیا تھا اور مجبوری کی بیعت کوئی بیعت نہیں ہوا کرتی اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ یہ تو صرف دکھاوے کی بیعت تھی۔ میرا دل اس سے ہمنوا نہ تھا۔ گویا کہ وہ خود ہی اپنی زبان سے اپنے ظاہر و باطن کے مختلف ہونے کا اعتراف کر لیا کرتے تھے لیکن یہ عذر ایسا ہی ہے جیسے کوئی اسلام لانے کے بعد منحرف ہو جائے اور سزا سے بچنے کے لئے یہ کہہ دے کہ میں نے صرف زبان سے اسلام قبول کیا تھا۔ دل سے نہیں مانا تھا تو ظاہر ہے کہ یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا اور نہ اس ادعا کی بناء پر وہ سزا سے بچ سکتا ہے۔ اگر انہیں یہ شبہ تھا کہ حضرت کے اشارے پر عثمان کا خون بہایا گیا ہے تو یہ شبہ اس وقت بھی دامن گیر ہونا چاہئے تھا کہ جب اطاعت کے لئے حلف اٹھایا جا رہا تھا اور بیعت کے لئے ہاتھ بڑھ رہا تھا یا یہ کہ اب توقعات ناکام ہوتے ہوئے نظر آئے اور کہیں اور سے امید کی جھلکیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

حضرتؑ نے مختصر سے لفظوں میں ان کے دعویٰ کو یوں باطل کیا ہے کہ وہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہاتھ سے بیعت کی تھی تو پھر جب تک بیعت کے توڑنے کا جواز پیدا نہیں ہوتا، انہیں بیعت پر برقرار رہنا چاہئے اور اگر بقول ان کے کہ دل اس سے ہم آہنگ نہ تھا تو اس کے لئے انہیں کوئی واضح ثبوت پیش کرنا چاہئے لیکن دلی کیفیات پر تو کوئی دلیل لائی نہیں جا سکتی تو وہ اس کے لئے دلیل کہاں سے لائیں گے اور دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔

## خطبہ ۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ أَرْعَدُوْا
وَاَبْرَقُوْا، وَمَعَ هٰذَيْنِ الْاَمْرَيْنِ الْفَشَلُ
وَلَسْنَا نُرْعِدُ حَتّٰى نُوْقِعَ۔ وَلَا نُسِيْلُ حَتّٰى
نُمْطِرَ۔

[1] اے رعد کی طرح گرجے اور بجلی کی طرح چمکے۔ مگر ان دونوں باتوں کے باوجود بزدلی ہی دکھائی اور ہم جب تک دشمن پر ٹوٹ نہیں پڑتے گرجتے نہیں اور جب تک (عملی طور پر) برس نہیں لیتے (لفظوں کا) سیلاب نہیں بہاتے۔

---

[1] اصحابِ جمل کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خوب گرجتے گونجتے دندناتے ہوئے اٹھے مگر جب رن پڑا تو تنکوں کی طرح اڑتے

ہوئے نظر آئے۔ کہاں تو وہ زمین و آسمان کے قلابے ملاتے کہ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے اور کہاں یہ بوداپن کہ میدان چھوڑتے بنی اور اپنی کیفیت یہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لڑائی سے پہلے نہ دھمکیاں دیا کرتے ہیں اور نہ شیخیاں بگھارا کرتے ہیں اور نہ خواہ مخواہ کا ہلڑ مچا کر دشمن کو مرعوب کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ بہادروں کا یہ وتیرہ نہیں ہوتا کہ وہ ہاتھ کے بجائے زبان سے کام لیں۔ چنانچہ آپ نے اس موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ "ایاکم و کثرة الکلام فانه فشل" زیادہ باتیں بنانے سے اجتناب کرو کیونکہ یہ بزدلی کی علامت ہے۔

## خطبہ ۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلَا وَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْجَمَعَ حِزْبَهُ وَاسْتَجْلَبَ خَيْلَهُ وَرَجْلَهُ وَاِنَّ مَعِي لَبَصِيْرَتِيْ مَا لَبَّسْتُ عَلٰى نَفْسِيْ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهُ لَا يُصْدِرُوْنَ عَنْهُ وَلَا يَعُوْدُوْنَ اِلَيْهِ۔

شیطان[1] نے اپنے گروہ کو جمع کر لیا ہے اور اپنے سوار و پیادے سمیٹ لیے ہیں۔ میرے ساتھ یقیناً میری بصیرت ہے نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے ایک ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں۔ انہیں ہمیشہ کے لئے نکلنے یا (نکل کر) پھر واپس آنے کا کوئی امکان ہی نہ ہوگا۔

---

[1] جب طلحہ و زبیر بیعت توڑ کر الگ ہو گئے اور حضرت عائشہ کی ہمراہی میں بصرہ کو روانہ ہوئے، تو حضرت نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جو ایک طویل خطبہ کے اجزاء ہیں۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ اس خطبہ میں شیطان سے مراد شیطان حقیقی بھی لیا جا سکتا ہے اور معاویہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ در پردہ معاویہ ہی طلحہ و زبیر سے ساز باز کر کے امیر المومنینؑ سے لڑنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا۔ لیکن شیطان حقیقی مراد لینا موقع و محل کے اعتبار سے مناسب اور زیادہ واضح ہے۔

---

## خطبہ ۱۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لِابْنِهِ مُحَمَّدِبْنِ الْحَنَفِيَّةِ لَمَّا اَعْطَاهُ الرَّايَةَ يَوْمَ الْجَمَلِ) تَزُوْلُ الْجِبَالُ وَلَا تَزُلْ۔ عَضَّ عَلٰى نَاجِذِكَ أَعِرِ اللّٰهَ جُمْجُمَتَكَ تِدْفِي الْاَرْضِ قَدَمَكَ اِرْمِ بِبَصَرِكَ أَقْصَى الْقَوْمِ وَغُضَّ بَصَرَكَ وَاعْلَمْ أَنَّ النَّصْرَ مِنْ عِنْدِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ۔

جب جنگ جمل میں علم اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کو دیا، تو اُن سے فرمایا۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اپنے دانتوں کو بھینچ لینا۔ اپنا کاسہ سر اللہ کو عاریت دے دینا۔ اپنے قدم زمین میں گاڑ دینا۔ لشکر کی آخری صفوں پر اپنی نظر رکھنا اور (دشمن کی کثرت و طاقت سے) آنکھوں کو بند کر لینا اور یقین رکھنا کہ مدد خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔

---



## محمد بن حنفیہ

امیر المومنینؑ کے صاحبزادے تھے اور مادری نسبت سے انہیں ابن حنفیہ کہا جاتا ہے۔ ان کی والدہ گرامی کا نام خولہ بنت جعفر تھا۔ جو قبیلہ بنی حنیفہ کی نسبت سے حنفیہ کے لقب سے یاد کی جاتی تھیں۔ جب اہل یمامہ کو زکوٰۃ کے روک لینے پر مرتد قرار دے کر قتل و غارت کیا گیا اور اُن کی عورتوں کو کنیزوں کی صورت میں مدینہ لایا گیا تو ان کے ساتھ آپ بھی وارد مدینہ ہوئیں۔ جب ان کے قبیلہ والے اس پر مطلع ہوئے تو وہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ انہیں کنیزی کے داغ سے بچا کر ان کی خاندانی عزت و شرافت کو بچائیں۔ چنانچہ حضرت نے انہیں خرید کر آزاد کر دیا اور بعد میں ان سے عقد کیا اور محمد کی ولادت ہوئی۔

بیشتر مورخین نے ان کی کنیت ابو القاسم تحریر کی ہے۔ چنانچہ صاحب استیعاب نے ابو راشد ابن حفص زہری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے صحابہ زادوں میں سے چار ایسے افراد دیکھے ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم تھی۔ (۱) محمد بن حنفیہ (۲) محمد ابن ابو بکر (۳) محمد ابن طلحہ (۴) محمد ابن سعد۔ اس کے بعد تحریر ہے کہ محمد ابن طلحہ کا نام اور کنیت پیغمبرؐ نے رکھی تھی اور واقدی نے لکھا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کا نام اور کنیت عائشہ نے تجویز کی تھی۔ بظاہر پیغمبر اکرمؐ کا محمد ابن طلحہ کے لئے اس نام اور کنیت کو جمع کر دینا درست نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس کو امیر المومنینؑ کے ایک فرزند کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور وہ محمد ابن حنفیہ تھے چنانچہ ابن خلکان نے محمد ابن حنفیہ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے۔

اما كنية بابی القاسم فيقال انها رخصة من رسول الله صلی الله عليه وسلم وانّه قال لعلی سيولدلك بعدی غلام وقد نحلته اسمی و كنيتی ولا تحل لاحد من امّتی بعدهِ

(وفیات الاعیان ج ۱ ص ۴۴۹)

لیکن ان کی کنیت ابو القاسم اس بناء پر تھی جو کہا جاتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خصوصی اجازت تھی کہ آپ نے علی ابن ابی طالبؑ سے فرمایا کہ میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا میں نے اسے اپنا نام اور اپنی کنیت عطا کی ہے اور اس کے بعد میری امت میں سے کسی کے لئے اس کنیت اور نام کو جمع کرنا جائز نہ ہوگا۔

اس قول کے پیش نظر کیونکہ یہ صحیح سمجھا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے اس نام اور کنیت کو کسی اور کے لئے بھی جمع کر دیا ہوگا جب کہ خصوصی اجازت کے معنی ہی یہ ہوتے ہیں کہ کوئی دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور پھر بعض لوگوں نے ابن طلحہ کی کنیت ابو القاسم کے بجائے ابو سلیمان تحریر کی ہے جس سے ہمارے مسلک کو مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی محمد ابن ابی بکر کی کنیت اگر اس بناء پر تھی کہ ان کے بیٹے کا نام قاسم تھا جو فقہائے مدینہ میں سے تھے تو حضرت عائشہ کے یہ کنیت تجویز کرنے کے کیا معنی اور اگر نام کے ساتھ ہی کنیت تجویز کر دی تھی تو بعد میں محمد ابن ابی بکر نے اس چیز کو کیونکر گوارا کر لیا ہوگا۔ جب کہ امیر المومنین کے زیر سایہ پرورش پانے کی وجہ سے پیغمبر کا یہ ارشاد ان سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور پھر یہ کہ اکثر لوگوں نے ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن لکھی ہے جس سے ابو راشد کے قول کو ضعف پہنچتا ہے۔

ان لوگوں کی کنیت کا ابو القاسم ہونا تو در کنار خود ابن حنفیہ کی بھی یہ کنیت ثابت نہیں ہے۔ اگر چہ ابن خلکان نے امیر المومنینؑ کے

اس فرزند سے کہ جس کے لئے پیغمبر نے یہ خصوصیت قرار دی ہے محمد ابن حنفیہ ہی کو مراد لیا ہے۔ مگر علامہ مامقانی تحریر کرتے ہیں کہ

هٰذا التطبيق من ابن خلكان اشتباه وانّما المراد بالذكر الّذى يولد العلى ولا يحل لغيره الجمع بين اسمه و كنيته هو الحجّة المنتظر ارواحنا فداه دون محمّد ابن حنفيه وكون كنية محمد ابن حنفية ابا القاسم غير مسلم وانما ذكره بعض العامة غفلة عن المراد بالولد المذكور بالنبوى۔

اس حدیث کو محمد ابن حنفیہ پر منطبق کرنے میں ابن خلکان کو اشتباہ ہوا ہے، کیونکہ امیر المومنینؑ کے اس فرزند سے مراد کہ جس کے علاوہ کسی اور کے لئے نام اور کنیت کو جمع کرنا جائز نہیں ہے وہ حضرت حجت ارواحنا فداہ) ہیں نہ محمد ابن حنفیہ اور نہ ان کی کنیت ابوالقاسم ثابت ہے۔ بلکہ اہل سنت نے مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غافل رہنے کی بناء پر اس سے محمد ابن حنفیہ کو مراد لے لیا ہے۔

بہر حال محمد ابن حنفیہ صلاح وتقویٰ میں نمایاں زہد وعبادت میں ممتاز، علم وفضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے ورثہ دار تھے۔ جمل وصفین میں ان کے کارناموں نے ان کی شجاعت وبے جگری کی ایسی دھاک عرب میں بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شاہ زور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے اور امیر المومنین کو بھی ان کی ہمت وشجاعت پر ناز تھا اور ہمیشہ معرکوں میں انہیں آگے آگے رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ بہائی علیہ الرحمہ نے کشکول میں تحریر کیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ انہیں جنگوں میں پیش پیش رکھتے تھے اور حسن وحسین علیہما السلام کو معرکوں میں پیش قدمی کی اجازت نہ دیتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ هو ولدی وهما ابنا رسول الله۔ یہ میرا بیٹا ہے اور وہ دونوں رسول کے بیٹے ہیں اور جب ایک خارجی نے ابن حنفیہ سے یہ کہا کہ علیؑ تمہیں جنگ کے شعلوں میں دھکیل دیتے تھے اور حسنؑ وحسینؑ کو بچالے جاتے ہیں تو آپ نے کہا کہ انا يمينه وهما عيناه فهو يدفع عن عينيه بيمينه میں ان کا دست وبازو تھا اور وہ دونوں بمنزلہ آنکھوں کے تھے اور وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کیا کرتے تھے لیکن علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ یہ ابن حنفیہ کا جواب نہیں، بلکہ خود امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ جب جنگ صفین میں محمد نے شکوہ آمیز لہجے میں آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو میرا ہاتھ ہے اور وہ میری آنکھیں ہیں لہٰذا ہاتھ کو آنکھوں کی حفاظت کرنا چاہیئے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے امیر المومنینؑ نے محمد ابن حنفیہ کو یہ جواب دیا ہوگا، اور بعد میں کسی نے محمد ابن حنفیہ سے اس چیز کا ذکر کیا ہوگا تو انہوں نے اس جواب کو پیش کر دیا ہوگا کہ اس سے زیادہ بلیغ جواب ہو نہیں سکتا اور اس جملہ کی بلاغت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ یہ پہلے علی ابن ابی طالبؑ کی زبان بلاغت ترجمان ہی سے نکلا ہے کہ جسے بعد میں محمد ابن حنفیہ نے اپنا لیا ہے۔ اس لئے یہ دونوں روائتیں صحیح سمجھی جاسکتی ہیں اور ان میں کوئی منافات نہیں۔ بہر صورت آپ عہد ثانی میں پیدا ہوئے اور عبد الملک ابن مروان کے دورِ حکومت میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ سنہ وفات بعض نے ۸۰ ھج اور بعض نے ۸۱ ھج لکھا ہے اور محل وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے مدینہ بعض نے ایلہ اور بعض نے طائف تحریر کیا ہے۔

۲ جب جنگ جمل میں محمد ابن حنفیہ کو میدان کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیٹا کوہ عزم وثبات بن کر دشمن کے سامنے اس طرح جم جاؤ کہ تمہیں فوج کے ریلے جنبش نہ دے سکیں اور دانت پیس کر دشمن پر حملہ کرو، کیونکہ دانت پر دانت جما لینے سے سر کے اعصاب میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے تلوار کا وار اچٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ عضوا على النواجذ فانه انبا للسيوف عن الهام دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلوار کی دھار سر سے اچٹ جاتی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ بیٹا اپنا سر اللہ کو عاریت



دے دو، تاکہ اس حیاتِ فانی کے بدلے حیات باقی حاصل کر سکو۔ کیونکہ عاریت دی ہوئی چیز کے واپس لینے کا حق ہوتا ہے لہٰذا جان سے بے نیاز ہو کر لڑو، اور یوں بھی اگر خیال جان میں اٹکا رہے گا تو مہلکوں میں قدم رکھنے سے ہچکچاؤ گے۔ جس سے تمہاری شجاعت پر حرف آئے گا اور دیکھو اپنے قدموں کو ڈگمگانے نہ دو، کیونکہ قدموں کی لغزش سے دشمن کی ہمت بڑھ جایا کرتی ہے اور اکھڑے ہوئے قدم حریف کے قدم جما دیا کرتے ہیں اور آخری صفوں کو اپنا مطمح نظر بناؤ تاکہ دشمن تمہارے عزم کی بلندیوں سے مرعوب ہو جائیں اور ان کی صفوں کو چیر کر نکل جانے میں تمہیں آسانی ہو اور ان کی نقل وحرکت بھی تم سے مخفی نہ رہے اور دیکھو ان کی کثرت کو نگاہ میں نہ لانا ورنہ حوصلہ پست اور ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس جملہ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اس طرح آنکھیں پھاڑ کر نہ دیکھنا کہ ہتھیاروں کی چمک دمک نگاہوں میں خیرگی پیدا کر دے اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا کر وار کر بیٹھے اور اس چیز کو ہمیشہ پیش نظر رکھو کہ فتح وکامرانی اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ ان ينصركم الله فلا غالب لكم اگر اللہ نے تمہاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ لہٰذا مادی اسباب پر بھروسا کرنے کے بجائے اُس کی تائید ونصرت کا سہارا ڈھونڈھو۔

## خطبہ ۱۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا اَظْفَرَهُ اللهُ بِاَصْحَابِ الْجَمَلِ وَقَدْ قَالَ لَهُ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ وَدِدْتُ أَنَّ أَخِيْ فُلَانًا كَانَ شَاهِدَنَا لِيَرَى مَا نَصَرَكَ اللهُ بِهٖ عَلٰى اَعْدَآئِكَ فَقَالَ نَعَمْ قَالَ فَقَدْ شَهِدَنَا وَلَقَدْ شَهِدَنَا فِي عَسْكَرِنَا هٰذَا اَقْوَامٌ فِيْ أَصْلَابِ الرِّجَالِ وَأَرْحَامِ النِّسَآءِ سَيَرْعَفُ بِهِمُ الزَّمَانُ وَيَقْوٰى بِهِمُ الْاِيْمَانُ۔

[1] جب خداوند عالم نے آپ کو جمل والوں پر غلبہ عطا کیا تو اُس موقع پر آپ کے ایک صحابی نے آپ سے عرض کیا کہ میرا فلاں بھائی بھی یہاں موجود ہوتا تو وہ بھی دیکھتا کہ اللہ نے کیسی آپ کو دشمنوں پر فتح وکامرانی عطا فرمائی ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تمہارا بھائی ہمیں دوست رکھتا ہے؟ اُس نے کہا کہ ہاں، تو آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے پاس موجود تھا بلکہ ہمارے اس لشکر میں وہ اشخاص بھی موجود تھے جو ابھی مردوں کی صلب اور عورتوں کے شکم میں ہیں۔ عنقریب زمانہ انہیں ظاہر کرے گا اور اُن سے ایمان کو تقویت پہنچے گی۔

---

[1] اگر کوئی شخص اسباب وذرائع کے ہوتے ہوئے کسی عمل خیر میں کوتاہی کر جائے، تو یہ کوتاہی و بے التفاتی اس کی نیت کی کمزوری کی آئینہ دار ہوگی۔ اگر عمل میں کوئی مانع سدِ راہ ہو جائے یا زندگی وفا نہ کرے جس کی وجہ سے عمل تشنہ تکمیل رہ جائے تو اس صورت میں انما الاعمال بالنيات کی بناء پر اللہ اُسے اجر وثواب سے محروم نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کی نیت تو بہر حال عمل کے بجالانے کی تھی، لہٰذا کسی حد تک وہ ثواب کا مستحق بھی ہوگا۔

عمل میں تو ممکن ہے کہ ثواب سے محرومی ہو جائے اس لئے کہ عمل میں ظاہر داری وریا کاری ہو سکتی ہے۔ مگر نیت تو دل کی گہرائیوں میں مخفی ہوتی ہے۔ اس میں نہ دکھاوا ہو سکتا ہے نہ اس میں ریا کا شائبہ آسکتا ہے۔ وہ خلوص وصداقت وکمال صحت کی جس حد پر ہوگی اسی پر

رہے گی خواہ عمل کسی مانع کی وجہ سے نہ ہو سکے بلکہ اگر موقع و محل کے گزر جانے کی وجہ سے نیت و ارادہ کی گنجائش نہ بھی ہو لیکن دل میں ایک تڑپ اور ولولہ ہو تو انسان اپنے قلبی کیفیات کی بناء پر اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا اور اسی چیز کی طرف امیر المومنین نے اس خطبہ میں اشارہ فرمایا ہے اگر تمہارے بھائی کو ہم سے محبت تھی تو وہ ان لوگوں کے ثواب میں شریک ہوگا جنہوں نے ہماری معیت میں جامِ شہادت پیا ہے۔

## خطبہ ۱۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَـهُ عَلَيْـهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَهْلِ الْبَصْرَةِ۔ كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ۔ وَاَتْبَاعَ الْبَهِيمَةِ۔ رَغَا فَأَجَبْتُمْ۔ وَعُقِرَ فَهَرَبْتُمْ أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَعَهْدُكُمْ شِقَاقٌ وَدِيْنُكُمْ نِفَاقٌ وَمَآءُ كُمْ زُعَاقٌ وَالْمُقِيْمُ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ مُرْتَهِنٌ بِذَنْبِهٖ وَالشَّاخِصُ عَنْكُمْ مُتَدَارَكٌ بِرَحْمَةٍ مِنْ رَّبِّهٖ كَاَنِّي بِمَسْجِدِكُمْ كَجُؤْجُؤِ سَفِيْنَةٍ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ مِنْ فَوْقِهَا وَمِنْ تَحْتِهَا وَغَرِقَ مَنْ فِيْ ضِمْنِهَا۔

(وَفِيْ رِوَايَةٍ) وَاَيْمُ اللّٰهِ لَتَغْرَقَنَّ بَلْدَتُكُمْ حَتّٰى كَأَنِّيْ اَنْظُرُ إِلٰى مَسْجِدِهَا كَجُؤْجُؤِ سَفِيْنَةٍ۔ أَوْنَعَامَةٍ جَاثِمَةٍ (وَفِيْ رِوَايَةٍ) كَجُؤْجُؤِ طَيْرٍ فِيْ لُجَّةِ بَحْرٍ۔

(وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى) بِلَادُكُمْ اَنْتَنُ بِلَادِ اللّٰهِ تُرْبَةً أَقْرَبُهَا مِنَ الْمَآءِ وَأَبْعَدُهَا مِنَ السَّمَآءِ وَبِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ۔ اَلْمُحْتَبِسُ فِيْهَا بِذَنْبِهٖ وَالْخَارِجُ بِعَفْوِ اللّٰهِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلٰى قَرْيَتِكُمْ هٰذِهٖ قَدْ طَبَّقَهَا الْمَآءُ حَتّٰى مَا يُرٰى مِنْهَا إِلَّا شُرَفُ الْمَسْجِدِ كَأَنَّهٗ جُؤْجُؤُ طَيْرٍ فِيْ لُجَّةِ بَحْرٍ۔

اہلِ بصرہ[1] کی مذمت میں ...... تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تابع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عہد شکن ہو تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمہاری سرزمین کا پانی تک شور ہے تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو پالینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہوگی جس طرح کشتی کا سینہ درآنحالیکہ اللہ نے تمہارے شہر میں اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہوگا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہوگا۔

(ایک اور روایت میں یوں ہے) خدا کی قسم تمہارا شہر غرق ہو کر رہے گا اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے اگلے حصے یا سینے کے بھل بیٹھے ہوئے شترمرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔ (ایک اور روایت میں اس طرح ہے) جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔ (ایک اور روایت میں اس طرح ہے) تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں میں مٹی کے لحاظ سے گندا اور بدبودار ہے۔ یہ (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا؟ عفوِ الٰہی اس کے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلاب نے اسے اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔



[1] ابن میثم لکھتے ہیں کہ جب جنگ جمل ختم ہوگئی تو اس کے تیسرے دن حضرت نے بصرہ کی مسجد جامع میں صبح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلی کی دائیں جانب دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوگئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی پستی اخلاق اور ان کی سبکی عقل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ[1] کے پیچھے لگ گئے اور بیعت کے بعد پیمان شکنی کی اور دورخی کر کے اپنی پست کرداری و بدباطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معرکہ کارزار جنگ جمل کے نام سے مشہور ہوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجودیکہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور محاصرہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی۔ مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹتے ہوئے عبداللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابن ابی طالب خلیفہ تسلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا ”لیت ان هذه الطبقت على هذه ان تم الامر لصاحبك ردونى ردونى اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہوگئی ہے تو کاش یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو۔“ چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہیہ کر لیا اور فرمانے لگیں ”قتل والله عثمان مظلوما والله لا طلبن بدمه خدا کی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔ عبداللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلا ہوا دیکھا تو حیرت سے کہا کہ یہ آپ کیا فرما رہی ہیں۔ آپ تو فرمایا کرتی تھیں ”اقتلوه نعثلاً فقد كفر اس نعثل کو قتل کرو یہ بے دین ہو گیا ہے۔“ آپ نے فرمایا میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے مگر چھوڑ ان باتوں کو جو میں اب کہہ رہی ہوں، وہ سنو۔ وہ زیادہ بہتر اور قابل توجہ ہے۔ بھلا یہ کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے توبہ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دیئے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے۔

فمنك البداء ومنك الغير      ومنك الرياح و منك المطر

آپ ہی نے پہل کی اور آپ ہی نے (مخالفت) کے طوفان بادوباراں اٹھائے اور اب آپ ہی اپنا رنگ بدل رہی ہیں۔

وانت امرت بقتل الامام      وقلتا لنا انه قد كفر

آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں۔

فهبنا اطعناك فى قتله      وقاتله عندنا من امر

ہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجا لاتے ہوئے یہ قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا مگر اصلی قاتل تو ہمارے نزدیک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو۔

ولم يسقط السقف من فوقنا      ولم ينكسف شمسنا والقمر

[1] فیروز آبادی نے قاموس لکھا ہے کہ نعثل کے معنی نر بجو اور بوڑھے احمق کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا جس سے حضرت عثمان کو تشبیہہ دی جاتی تھی۔

(سب کچھ ہو گیا مگر) نہ آسمان ہمارے اوپر پھٹا، اور نہ چاند سورج کو گہن لگا۔

وقد بایع الناس ذا تدرءٍ　　　یزیل الشبا ویقیم الصعر

اورلوگوں نے اس کی بیعت کرلی جو قوت وشکوہ سے دشمنوں کو ہنکانے والا ہے۔تلواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردن کشوں کے) بل نکال دیتا ہے۔

و یلبس للحرب اثوابها　　　وما من وفی مثل من قد غدر

اورلڑائی کے پورے ساز وسامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا غدار کے مانند نہیں ہوا کرتا۔

بہرحال جب آپ انتقامی جذبے کو لے کر مکہ پہنچ گئیں تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چرچے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ابھارنا شرع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ ابن عامر حضرمی نے اس کی آواز پر لبیک کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی اُمیہ ہم نوا بن کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ادھر طلحہ ابن عبداللہ اور زبیر ابن عوام بھی مدینہ سے مکہ چلے آئے۔یمن سے یعلی ابن منبہ جو دورِ عثمان میں وہاں کا حکمران تھا آ پہنچا اور بصرہ کا سابق حکمران عبداللہ ابن عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے جنگ تو بہرحال طے تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کو تاخت وتاراج کا نشانہ بنایا جائے مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے نپٹنا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہیئے آخر بڑی ردوکد اور سوچ بچار کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہیئے۔وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبداللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلی ابن منبہ کی چھ لاکھ درہم اور چھ سو اونٹوں کی پیش کش کے سہارے تین ہزار کی فوج تربیت دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے اُمّ المومنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتّوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو سار بان سے پوچھ لیا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔اُس نے کہا کہ حواب پیغام سنتے ہی پیغمبرؐ کی تنبیہہ یاد آ گئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا لیت شعری ایتکن تنبحها کلاب الحوأب۔ کچھ پتہ تو چلے کہ تم میں کون ہے جس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے۔" چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازواج کے پردے میں میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھپکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔عبداللہ ابن زبیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حواب نہیں۔طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشفی کے لئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوا کر اس پر گواہی بھی دلوا دی۔اب جہاں پوری قوم کا اجماع ہو وہاں ایک اکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی، آخر انہی کی جیت ہوئی اور اُم المومنین پھر اسی جوش وخروش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو اس میں اُم المومنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ جاریہ ابن قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ اے ام المومنین قتلِ عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر نکل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنا دامنِ عزت وحرمت چاک کر ڈالیں۔بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔مگر جب حوأب کا واقعہ عناں گیر نہ ہو سکا اور قرن فی بیوتکن اپنی گھروں میں ٹک کر بیٹھی رہو کا حکم زنجیر پا نہ بن سکا، تو اُن آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔چنانچہ آپ نے سنی ان سنی کر دی۔



جب اس لشکر نے شہر میں داخل ہونا چاہا تو والی بصرہ عثمان ابن حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کے لئے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے، جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اثر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کرادیا اور فریقین اس قرارداد صلح کے لئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المومنین علیہ السلام خود آ نہیں جاتے موجودہ نظم ونسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال رہیں۔مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہد و پیاں توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شب خون مارا اور چالیس بے گناہوں کو جان سے مار ڈالا اور عثمان ابن حنیف کو زدوکوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حراست میں لے کر بند کر دیا۔ پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ بیس آدمی وہیں قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تہ تیغ کیا، پھر غلہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سر برآوردہ بزرگ حکیم ابن جبلہ تڑپ اٹھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبداللہ ابن زبیر سے کہا کہ اس غلہ میں سے کچھ اہل شہر کے لئے بھی رہنے دیا جائے آخر ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے تم نے ہر طرف خونریزی وغارت گری کا طوفان مچا رکھا ہے اور عثمان ابن حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔خدا کے لئے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑ و کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں ابن زبیر نے کہا کہ یہ خون عثمان کا بدلہ ہے۔آپ نے کہا جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے خدا کی قسم اگر میرے پاس اعوان وانصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا جنہیں تم لوگوں نے ناحق مار ڈالا ہے۔ابن زبیر نے جواب دیا کہ نہ تو ہم اس غلہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑا جائے گا۔آخر ان دونوں فریق میں لڑائی کی ٹھن گئی۔مگر چند آدمیوں اتنی بڑی فوج سے کیونکر نپٹ سکتے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابن جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی رعل ابن جبلہ اور ان کے قبیلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔غرضیکہ ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عزت ومال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیر المومنینؑ کو بصرہ کی روانگی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدمی کو روکنے کے لئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔اس عالم میں کہ ستر بدریین اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہم رکاب تھے۔ جب مقام ذی قار پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔ چنانچہ ابوموسیٰ اشعری کی رخنہ اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار نبرد آزما اٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنینؑ کی فوج میں مل گئے۔ یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیرِ قیادت تربیت دے کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابوایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمہ بن ثابت انصاری تھے۔پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا علم ابوقتادہ ابن ربعی اٹھائے ہوئے تھے۔پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوان کا جمگھٹا دکھائی دیا جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے چہروں پر خشیت الٰہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلال کبریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے با آواز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا یہ حصرت عمار ابن یاسر تھے۔پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ابن عبادہ کے ہاتھ میں تھا پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پر سیاہ عمامہ باندھے تھا اور خوش جمال اتنا کہ نگاہیں اس کے گرد طواف کر رہی تھیں، یہ عبداللہ ابن عباس تھے۔ پھر اصحابِ پیغمبرؐ کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار

علمبردار قثم ابن عباس تھے پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کثیر نظر آیا جس میں نیزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گتھے جارہے تھے اور رنگارنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا عَلَم امتیازی شان لئے ہوئے تھا اور اس کے پیچھے جلال وعظمت کے پہروں میں ایک سوار دکھائی دیا جس کے بازو بھرے ہوئے اور نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں اور ہیبت و وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا یہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ تھے جن کے دائیں بائیں حسن اور حسین علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد ابن حنفیہ پرچم فتح و اقبال لئے ہوئے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پیچھے جوانانِ بنی ہاشم، اصحابِ بدر اور عبداللہ ابن جعفر ابن ابی طالبؑ تھے۔ جب یہ لشکر مقام زاویہ پر پہنچا تو امیر المومنین گھوڑے سے نیچے اُتر آئے اور چار رکعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر رخسار رکھ دیئے اور جب سر اٹھایا تو زمین آنسوؤں سے تر تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے اے آسمان و زمین اور عرشِ بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے اس کی بھلائی سے ہمارا دامن بھر اور اس کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھ۔

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدانِ جمل میں اُتر پڑے کہ جہاں حریف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ حضرت نے سب سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان فرمایا کہ دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور نہ لڑائی میں پہل کرے۔ یہ فرما کر فوجِ مخالفت کے سامنے آئے اور طلحہ و زبیر سے کہا کہ تم عائشہ سے خدا اور رسول کی قسم دے کر پوچھو کہ کیا میں خونِ عثمان سے بری الذمہ نہیں ہوں اور جو کچھ تم ان کے متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا اور کیا میں نے تم کو بیعت کے لئے مجبور کیا تھا یا تم نے خود اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ تو ان باتوں پر چراغ پا ہونے لگے۔ مگر زبیر نرم پڑ گئے، اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا تا کہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی زد پر رکھ لیا اور اس مرد باخدا کا جسم چھلنی کر دیا۔ پھر عمار یاسر تشریف لے گئے تا کہ انہیں سمجھائیں بجھائیں اور جنگ کے نتائج سے آگاہ کریں مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔ ابھی تک امیر المومنینؑ نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیر المومنینؑ کی فوج میں بوکھلاہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھلنی کئے دے رہے ہیں بھلا کب تک ہم اپنے سینوں کو خاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس موقعہ پر حضرت کے تیور بدلے، مگر ضبط و حلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ زبیر کہاں ہے۔ پہلے تو زبیر سامنے آنے سے ہچکچائے۔ مگر جب دیکھا کہ امیر المومنین کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرت نے فرمایا کیوں اے زبیر تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسولؐ نے تم سے کہا تھا کہ "یا زبیر انك تقاتل عليا وانت له ظالم" اے زبیر تم علیؑ سے ایک دن جنگ کرو گے اور ظلم و زیادتی تمہاری طرف سے ہوگی۔ زبیر نے کہا کہ ہاں فرمایا تو تھا، تو آپ نے کہا پھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ذہن سے اُتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آ گیا ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ فرمایا اچھا اب تو یاد آ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اور یہ کہہ کر وہ سیدھے ام المومنین کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں تو واپس جا رہا ہوں۔ ام المومنین نے کہا کہ اس کی وجہ؟ کہا ابو الحسن نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلا دی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا مگر اب راہ پر آ گیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالبؑ سے نہیں لڑوں گا۔ ام المومنین نے کہا کہ تم اولادِ عبدالمطلب کی تلواروں سے ڈر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر باگیں موڑ لیں۔ بہر صورت یہی غنیمت ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا ورنہ مقام حوأب پر تو رسولؐ کی بات یاد آ جانے کے باوجود وقتی



تاثر کے علاوہ کوئی دیرپا اثر نہیں لیا گیا تھا۔ بہر حال جب امیر المومنینؑ اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ بس اب حجت تمام ہو چکی ہے میرے بیٹے محمد کو بلاؤ، وہ حاضر ہوئے تو فرمایا بیٹا اب حملہ کر دو۔ محمد نے سر جھکایا اور علم لے کر میدان کی طرف بڑھے۔ مگر تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ ٹھٹک کر کھڑے ہو گئے۔ امیر المومنین نے یہ دیکھا تو پکار کر کہا کہ محمد آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ کہا کہ بابا تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو، بس اتنا توقف فرمایئے کہ تیروں کا ذرا زور تھم جائے۔ فرمایا کہ نہیں تیروں اور سنانوں کے اندر گھس کر حملہ کرو۔ ابن حنفیہ کچھ آگے بڑھے مگر تیر اندازوں نے اس طرح گھیر ڈالا کہ قدم روک لینے پڑے۔ یہ دیکھ کر امیر المومنینؑ کی جبین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر تلوار کا دستہ محمد کی پشت پر مارا اور فرمایا۔ "ادركك عرق من امك" یہ مادری رگ کا اثر ہے اور یہ کہہ کر عَلَم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوج دشمن میں تہلکہ مچ گیا جس صف کی طرف مڑے وہی صف خالی تھی اور جدھر کا رخ کیا لاشے تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈھکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جب صفوں کو تہ و بالا کر کے پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابن حنفیہ سے فرمایا کہ دیکھو بیٹا اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انہیں دیا۔ فرمایا کہ اب بڑھو، محمد انصار کا ایک دستہ لے کر دشمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے ہلاتے ہوئے اور برچھیاں تولتے ہوئے آگے نکل آئے۔ مگر شیر دل باپ کے جری بیٹے نے سب پرے الٹ دیئے اور دوسرے جانباز مجاہدوں نے بھی میدان کارزار کو لالہ زار بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دیئے۔

ادھر سے بھی جاں نثاری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاشوں پر لاشیں گر رہی تھیں مگر اونٹ کے گرد پروانہ وار جان دیتے رہے اور بنی ضبہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونٹ کی نکیل تھامنے پر ہاتھ کہنیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھدر رہے تھے مگر زبانوں پر موت کا یہ ترانہ گونجتا تھا۔

الموت احلى عندنا من العسل نحن بنو ضبة اصحاب الجمل

ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے ہم ہیں بنو ضبہ اونٹ کے رکھوالے۔

نحن بنو بنو الموت اذا الموت نزل ننعى ابن عفان باطراف الاسل

ہم موت کے بیٹے ہیں جب موت آئے ہم ابن عفان کی سنانی نیزوں کی زبانی سنتے ہیں۔

ردوا علينا شيخنا ثم بجل

ہمیں ہمارا سردار واپس پلٹا دو (ویسے کا ویسا) اور بس

ان بنی ضبہ کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جسے مدائنی نے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ جمل کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا، جو کبھی سر اٹھاتا تھا اور کبھی زمین پر دے مارتا تھا میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے۔

لقد اوردتنا حومة الموت امنّا فلم تنصرف الا ونحن رواء

ہماری ماں نے ہمیں موت کے گہرے پانی میں دھکیل دیا اور اس وقت تک پلٹنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب نہ ہو لئے۔

اطعنا بنی تیم لشقوة جدنا    وما تیم الا اعبد واماء

ہم نے شومئ قسمت سے بنی تیم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں۔

میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون سا موقع ہے۔ اللہ کو یاد کرو اور کلمہ شہادت پڑھو، یہ کہنا تھا کہ اُس نے مجھے غصہ کی نظروں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈر جاؤں اور اب بے صبری کا مظاہرہ کروں یہ سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلٹنے کا ارادہ کیا۔ جب اُس نے جانے کے لئے مجھے آمادہ پایا تو کہا کہ ٹھہرو تمہاری خاطر اسے پڑھ لیتا ہوں لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اُسے کلمہ پڑھانے کے لئے قریب ہوا تو اُس نے کہا اور قریب آؤ، میں اور قریب ہوا تو اُس نے میرا کان دانتوں میں دبا لیا اور اُس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اُسے جڑ سے نہ کاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتے ہوئے پر کیا ہاتھ اٹھاؤں اُسے لعن طعن کرتا ہوا پلٹنے کے لئے تیار ہوا تو اُس نے کہا کہ ایک بات اور سن لو۔ میں نے کہا کہ وہ بھی سنالو تا کہ تمہیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اُس نے کہا کہ جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمرو بن اہلب ضبی نے جو کہ جو ایک ایسی عورت کے بھرے میں آ گیا تھا جو امیر المومنینؑ بننا چاہتی تھی۔ بہر صورت جب تلواروں کی کوندتی ہوئی بجلیوں نے ہزاروں کے خرمنِ ہستی کو بھسم کر دیا اور بنی ازد و بنی ضبہ کے سینکڑوں آدمی نکیل پکڑنے پر کٹ مرے تو حضرت نے فرمایا اعقرو الجمل فانّه شیطان۔ اس اونٹ کو پے کرو۔ یہ شیطان ہے اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچے تو اشتر نخعی سے کہا دیکھتے کیا ہو اسے پے کرو۔ چنانچہ اشتر نے ایسا بھرپور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا، اور اونٹ کا گرنا تھا کہ فوج مخالف میں بھگدڑ مچ گئی اور جناب عائشہ کا ہودج یکہ و تنہا رہ گیا۔ اصحاب امیر المومنین نے بڑھ کر ہودج کو سنبھالا اور محمد ابن ابی بکر نے امیر المومنینؑ کے حکم سے حضرت عائشہ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا۔ ۱۰ر جمادی الثانیہ ۳۶ھ کو یہ معرکہ ظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا۔ اس میں امیر المومنین کے بائیس ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کی بناء پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور ام المومنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے سترہ ہزار، دوسرے قول کی بناء پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی پوری تصدیق ہو گئی کہ "لن یفلح قوم ولوا امرهم امرأة وہ قوم کبھی کامرانی کا منہ نہیں دیکھ سکتی، جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو" (کتاب الامامت والسیاست، مروج الذہب، عقد الفرید، تاریخ طبری)۔

[1] ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیر المومنین کی اس پیش گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاب ہوا۔ ایک دفعہ قادر باللہ کے دور میں اور ایک دفعہ قائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگرے پانی کی سطح پر یوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینہ ٹیکے بیٹھا ہو۔



## خطبہ ۱۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مِثْلِ ذٰلِكَ۔

یہ بھی اہل بصرہ کی مذمت میں ہے۔

أَرْضُكُمْ قَرِيبَةٌ مِنَ الْمَاءِ بَعِيدَةٌ مِنَ السَّمَاءِ خَفَّتْ عُقُولُكُمْ وَسَفِهَتْ حُلُومُكُمْ فَأَنْتُمْ غَرَضٌ لِنَابِلٍ وَأُكْلَةٌ لِآكِلٍ وَفَرِيسَةٌ لِصَائِلٍ۔

تمہاری زمین (سمندر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ تمہاری عقلیں سبک اور دانائیاں خام ہیں۔ تم ہر تیر انداز کا نشانہ ہر کھانے والے کا لقمہ اور ہر شکاری کی صید افگنیوں کا شکار ہو۔

## خطبہ ۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا رَدَّهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَطَائِعِ عُثْمَانَ۔

حضرت عثمان کو عطا کردہ جاگیریں جب مسلمانوں کو پلٹا دیں، تو فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَوْ وَجَدْتُهُ قَدْ تُزُوِّجَ بِهِ النِّسَاءُ وَمُلِكَ بِهِ الْإِمَاءُ لَرَدَدْتُهُ فَإِنَّ فِي الْعَدْلِ سَعَةً۔ وَمَنْ ضَاقَ عَلَيْهِ الْعَدْلُ فَالْجَوْرُ عَلَيْهِ أَضْيَقُ۔

خدا کی قسم! اگر مجھے ایسا مال بھی کہیں نظر آتا جو عورتوں کے مہر اور کنیزوں کی خریداری پر صرف کیا جا چکا ہوتا تو اُسے بھی واپس پلٹا لیتا۔ چونکہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے میں وسعت ہے اور جسے عدل کی صورت میں تنگی محسوس ہو اُسے ظلم کی صورت میں اور زیادہ تنگی محسوس ہو گی۔

## خطبہ ۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لَمَّا بُويِعَ بِالْمَدِينَةِ۔

جب مدینہ میں آپ کی بیعت ہوئی تو فرمایا۔

ذِمَّتِي بِمَا أَقُولُ رَهِينَةٌ۔ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ۔ إِنَّ مَنْ صَرَّحَتْ لَهُ الْعِبَرُ عَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْمَثُلَاتِ حَجَزَتْهُ التَّقْوَى عَنْ تَقَحُّمِ الشُّبُهَاتِ أَلَا وَإِنَّ بَلِيَّتَكُمْ قَدْ عَادَتْ كَهَيْئَتِهَا يَوْمَ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ لَتُبَلْبَلُنَّ بَلْبَلَةً وَلَتُغَرْبَلُنَّ غَرْبَلَةً وَلَتُسَاطُنَّ سَوْطَ الْقِدْرِ حَتّٰى

میں اپنے قول کا ذمہ دار اور اس کی صحت کا ضامن ہوں۔ جس شخص کو اس کے دیدۂ عبرت نے گذشتہ عقوبتیں واضح طور سے دکھا دی ہوں، اسے تقویٰ شبہات میں اندھا دھند کودنے سے روک لیتا ہے۔ تمہیں جاننا چاہئے کہ تمہارے لئے وہی ابتلاآت پھر پلٹ آئے، جو رسول کی بعثت کے وقت تھے۔ اس ذات کی قسم جس نے رسول کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا۔ تم بُری طرح تہ و بالا کئے جاؤ گے اور اس طرح چھانٹے جاؤ گے جس طرح چھلنی سے کسی چیز کو چھانا جاتا ہے اور اس طرح خلط ملط کئے جاؤ گے جس طرح (چمچے سے ہنڈیا) یہاں تک کہ

يَعُودَ أَسْفَلُكُمْ أَعْلَاكُمْ وَأَعْلَاكُمْ أَسْفَلَكُمْ وَلَيَسْبِقَنَّ سَابِقُونَ كَانُوا قَصَّرُوا۔ وَلَيَقْصُرَنَّ سَبَّاقُونَ كَانُوا سَبَقُوا وَاللهِ مَا كَتَمْتُ وَشْمَةً وَلَا كَذَبْتُ كِذْبَةً۔ وَلَقَدْ نُبِّئْتُ بِهٰذَا الْمَقَامِ وَهٰذَا الْيَوْمِ۔ أَلَا وَإِنَّ الْخَطَايَا خَيْلٌ شُمُسٌ حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا وَخُلِعَتْ لُجُمُهَا فَتَقَحَّمَتْ بِهِمْ فِي النَّارِ أَلَا وَإِنَّ التَّقْوٰى مَطَايَا ذُلُلٌ حُمِلَ عَلَيْهَا أَهْلُهَا وَأُعْطُوا أَزِمَّتَهَا فَأَوْرَدَتْهُمُ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَبَاطِلٌ وَلِكُلٍّ أَهْلٌ فَلَئِنْ أَمِرَ الْبَاطِلُ قَدِيمًا فَعَلَ وَلَئِنْ قَلَّ الْحَقُّ فَلَرُبَّمَا وَلَعَلَّ وَلَقَلَّمَا أَدْبَرَ شَيْءٌ فَأَقْبَلَ أَقُولُ إِنَّ فِي هٰذَا الْكَلَامِ الْأَدْنٰى مِنْ مَوَاقِعِ الْإِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهُ مَوَاقِعُ الْإِحْسَانِ مَا لَا تَبْلُغُهُ مَوَاقِعُ الْاِسْتِحْسَانِ۔ وَإِنَّ حَظَّ الْعَجَبِ مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ حَظِّ الْعُجْبِ بِهِ وَفِيهِ مَعَ الْحَالِ الَّتِي وَصَفْنَا زَوَائِدُ مِنَ الْفَصَاحَةِ لَا يَقُومُ بِهَا لِسَانٌ وَلَا يَطَّلِعُ فَجَّهَا إِنْسَانٌ وَلَا يَعْرِفُ مَا أَقُولُ إِلَّا مَنْ ضَرَبَ فِي هٰذِهِ الصِّنَاعَةِ بِحَقٍّ وَجَرٰى فِيهَا عَلٰى عِرْقٍ (وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ) شُغِلَ مَنِ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ أَمَامَهُ سَاعٍ سَرِيعٌ نَجَا وَطَالِبٌ بَطِيءٌ وَمِنْ هٰذِهِ

تمہارے ادنیٰ اعلیٰ اور اعلیٰ ادنیٰ ہو جائیں گے۔ جو پیچھے تھے آگے بڑھ جائیں گے اور جو ہمیشہ آگے رہتے تھے وہ پیچھے چلے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں نے کوئی بات پردے میں نہیں رکھی، نہ کبھی کذب بیانی سے کام لیا۔ مجھے اس مقام اور اس دن کی پہلے ہی سے خبر دی جا چکی ہے معلوم ہونا چاہئے کہ گناہ ان سرکش گھوڑوں کے مانند ہیں جن پر اُن کے سواروں کو سوار کر دیا گیا ہو اور باگیں بھی ان کی اُتار دی گئی ہوں اور وہ لے جا کر انہیں دوزخ میں پھاند پڑیں اور تقویٰ رام کی ہوئی۔ سواریوں کے مانند ہے جن پر ان کے سواروں کو سوار کیا گیا ہو۔ اس طرح کہ باگیں ان کے ہاتھ میں دے دی گئی ہوں اور وہ انہیں (باطمینان) لے جا کر جنت میں اُتار دیں۔ ایک حق ہوتا ہے اور اگر حق کم ہو گیا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور بہت ممکن ہے کہ وہ اس کے بعد باطل پر چھا جائے۔ اگرچہ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کوئی چیز پیچھے ہٹ کر آگے بڑھے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس مختصر سے کلام میں واقعی خوبیوں کے اتنے مقام ہیں کہ احساس خوبی کا اس کے تمام گوشوں کو پا نہیں سکتا اور اس کلام سے حیرت و استعجاب کا حصہ پسندیدگی کی مقدار سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس حالت کے باوجود جو ہم نے بیان کی ہے اس میں فصاحت کے اتنے بے شمار پہلو ہیں کہ جن کے بیان کرنے کا یارا نہیں۔ نہ کوئی انسان اس کی عمیق گہرائیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ میری اس بات کو وہی جان سکتا ہے جس نے اس فن کا پورا پورا حق ادا کیا ہو، اور اس کے رگ و ریشہ سے واقف ہو اور جاننے والوں کے سوا کوئی ان کو نہیں سمجھ سکتا۔

## اسی خطبے کا ایک حصہ یہ ہے

جس کے پیش نظر دوزخ و جنت ہو اس کی نظر کسی اور طرف نہیں اٹھ سکتی، جو تیز قدم دوڑنے والا ہے وہ نجات یافتہ ہے اور جو طلب گار ہو، مگر سست رفتار اُسے بھی توقع ہو سکتی ہے مگر جو



الْخُطْبَةِ رَجَا وَمُقَصِّرٌ فِي النَّارِ هَوٰى الْيَمِينُ وَالشِّمَالُ مَضَلَّةٌ وَالطَّرِيقُ الْوُسْطٰى هِيَ الْجَادَّةُ۔ عَلَيْهَا بَاقِي الْكِتَابِ وَآثَارُ النُّبُوَّةِ وَمِنْهَا مَنْفَذُ السُّنَّةِ وَإِلَيْهَا مَصِيرُ الْعَاقِبَةِ هَلَكَ مَنِ ادَّعٰى وَخَابَ مَنِ افْتَرٰى مَنْ أَبْدٰى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ۔ جَهْلًا أَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ وَلَا يَهْلِكُ عَلَى التَّقْوٰى سِنْخُ أَصْلٍ وَلَا يَظْمَأُ عَلَيْهَا زَرْعُ قَوْمٍ۔ فَاسْتَتِرُوا فِي بُيُوتِكُمْ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَالتَّوْبَةُ مِنْ وَرَائِكُمْ وَلَا يَحْمَدْ حَامِدٌ إِلَّا رَبَّهُ وَلَا يَلُمْ لَائِمٌ إِلَّا نَفْسَهُ۔

(ارادۂ) کوتاہی کرنے والا ہو اُسے تو دوزخ ہی میں گرنا ہے۔ دائیں بائیں گمراہی کی راہیں ہیں اور درمیانی راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس راستے پر اللہ کی ہمیشہ رہنے والی کتاب اور نبوت کے آثار ہیں۔ اسی سے شریعت کا نفاذ و اجراء ہوا اور اسی کی طرف آخر کار بازگشت ہے جس نے (غلط) ادعا کیا وہ تباہ و برباد ہوا اور جس نے افترا باندھا، وہ ناکام و نامراد[1] رہا۔ جو حق کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے تباہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانے وہ[2] اصل و اساس، جو تقویٰ پر ہو، برباد نہیں ہوتی، اور اُس کے ہوتے ہوئے کسی قوم کی کشت (عمل) بے آب و خشک نہیں رہتی۔ تم اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ کر بیٹھ جاؤ۔ آپس کے جھگڑوں کی اصلاح کرو، توبہ تمہارے عقب میں ہے۔ حمد کرنے والا صرف اپنے پروردگار کی حمد کرے اور بھلا بُرا کہنے والا اپنے ہی نفس کی ملامت کرے۔

[1] بعض نسخوں میں من ابدی صفحۃ للحق ھلک کے بعد "عند جھلۃ الناس" بھی مرقوم ہے۔ اس بناء پر اس جملہ کے معنی یہ ہوں گے کہ جو حق کی خاطر کھڑا ہوا وہ جاہلوں کے نزدیک تباہ و برباد ہوتا ہے۔

[2] عظمت و جلال الٰہی سے دل و دماغ کے متاثر ہونے کا نام تقویٰ ہے جس کے نتیجے میں انسان کی روح خوف و خشیت الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عبادت اور ریاضت میں سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ ناممکن ہے کہ دل میں اس کا خوف بسا ہو اور اس کا اظہار افعال و اعمال سے نہ ہو اور عبادت و نیازمندی سے چونکہ نفس کی اصلاح اور روح کی تربیت ہوتی ہے لہٰذا جوں جوں عبادت میں اضافہ ہوتا ہے نفس کی پاکیزگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں تقویٰ کا اطلاق کبھی خوف و خشیت پر کبھی بندگی اور نیازمندی پر اور کبھی پاکیزگی قلب و روح پر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ فایای فاتقون میں تقویٰ سے مراد خوف ہے اور اتقوا اللہ حق تقاتہ میں تقویٰ سے مراد عبادت و بندگی ہے اور من یخش اللہ و یتقہ فاولٰئک ھم الفائزون میں تقویٰ سے مراد پاکیزگیٔ نفس اور طہارتِ قلب ہے۔

احادیث میں تقویٰ کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان واجبات کی پابندی اور محرمات سے کنارہ کشی کرے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ مستحبات کی بھی پابندی کرے اور مکروہات سے بھی دامن بچا کر رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے حلال چیزوں سے بھی ہاتھ اٹھا لے۔ پہلا درجہ عوام کا، دوسرا درجہ خواص کا اور تیسرا درجہ خاص الخواص کا ہے۔

چنانچہ خداوندِ عالم نے ان تینوں درجوں کی طرف اس آیات میں اشارہ کیا ہے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ [1]

جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اعمال بجالائے ان پر جو وہ (پہلے) کھا پی چکے ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں۔ جب انہوں نے پرہیز گاری اختیار کر لی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے پھر پرہیز گاری کی اور ایمان لے آئے پھر پرہیز گاری کی اور اچھے کام کئے اور اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ اسی عمل کیلئے جماؤ ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہو اور وہی کشتِ عمل پھلے پھولے گی۔ جسے تقویٰ کے پانی سے سینچا گیا ہو، کیونکہ عبادت وہی ہے جس میں احساسِ عبودیت کارفرما ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

افمن اسس بنیانه علی تقویٰ من الله و رضوان خیرام من اسس بنیانه علی شفاجرف هار فانهار به فی نار جهنم۔ [2]

کیا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، وہ بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گرنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی جو اُسے لے کر جہنم کی آگ میں گر پڑے۔

چنانچہ ہر وہ اعتقاد جس کی اساس علم و یقین پر نہ ہو، اُس عمارت کے مانند ہے جو بغیر بنیاد کے کھڑی کی گئی ہو جس میں ثبات و قرار نہیں ہو سکتا اور ہر وہ عمل جو بغیر تقویٰ کے ہو، اُس کھیتی کی مانند ہے جو آبیاری کے نہ ہونے کی وجہ سے سوکھ جائے۔

## خطبہ ۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ صِفَةِ مَنْ يَتَصَدّٰى لِلْحُكْمِ بَيْنَ الْاُمَّةِ وَلَيْسَ لِذَالِكَ بِاَهْلٍ۔ اِنَّ اَبْغَضَ الْخَلَائِقِ اِلَى اللّٰهِ رَجُلَانِ رَجُلٌ وَكَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى نَفْسِهِ فَهُوَ جَائِرٌ عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ مَشْغُوْفٌ بِكَلَامِ بِدْعَةٍ وَدُعَاءِ ضَلٰلَةٍ فَهُوَ فِتْنَةٌ لِمَنِ افْتَتَنَ بِهِ ضَالٌّ عَنْ هَدْيِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مُضِلٌّ لِمَنِ اقْتَدٰى بِهِ فِيْ حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ حَمَّالٌ خَطَايَا غَيْرِهٖ۔ رَهْنٌ بِخَطِيْئَتِهٖ وَرَجُلٌ

اُن لوگوں کے بارے میں اُمت کے فیصلے چکانے کے لئے مسند قضا پر بیٹھ جاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے۔ تمام [1] لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کر دیا ہو، (یعنی اُس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کر لی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہوا خواہوں کے لئے فتنہ اور سابقہ لوگوں کی ہدایت سے برگشتہ ہے۔ وہ تمام اُن لوگوں کے لئے جو اس کی زندگی میں یا اُس کی موت



قَمَشَ جَهْلًا مُوْضِعٌ فِيْ جُهَّالِ الْاُمَّةِ عَادٍ فِيْ اَغْبَاشِ الْفِتْنَةِ عَمٍ بِمَا فِيْ عَقْدِ الْهُدْنَةِ قَدْ سَمَّاهُ اَشْبَاهُ النَّاسِ عَالِمًا۔ وَلَيْسَ بِهٖ بَكَّرَ فَاسْتَكْثَرَ مِنْ جَمْعٍ مَاقَلَّ مِنْهُ خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ حَتّٰى اِذَا ارْتَوٰى مِنْ اٰجِنٍ۔ وَاكْتَنَزَ مِنْ غَيْرِ طَائِلٍ جَلَسَ بَيْنَ النَّاسِ قَاضِيًا ضَامِنًا لِتَخْلِيْصِ مَا الْتَبَسَ عَلٰى غَيْرِهٖ فَاِنْ نَزَلَتْ بِهٖ۔ اِحْدَى الْمُبْهَمَاتِ هَيَّاَ لَهَا حَشْوًا رَثًّا مِنْ رَأْيِهٖ ثُمَّ قَطَعَ بِهٖ۔ فَهُوَ مِنْ لَبْسِ الشُّبُهَاتِ فِيْ مِثْلِ نَسْجِ الْعَنْكَبُوْتِ لَا يَدْرِيْ أَصَابَ أَمْ اَخْطَاَ فَاِنْ اَصَابَ خَافَ اَنْ يَكُوْنَ قَدْ اَخْطَاَ وَاِنْ اَخْطَاَ رَجَا اَنْ يَكُوْنَ قَدْ اَصَابَ جَاهِلٌ خَبَّاطُ جَهَالَاتٍ عَاشٍ رَكَّابُ عَشَوَاتٍ لَمْ يَعَضَّ عَلَى الْعِلْمِ بِضِرْسٍ قَاطِعٍ يُذْرِي الرِّوَايَاتِ اِذْرَاءَ الرِّيْحِ الْهَشِيْمَ لَا مَلِيْءٌ وَاللّٰهِ بِاِصْدَارِ مَا وَرَدَ عَلَيْهِ وَلَا هُوَ أَهْلٌ لِمَا فُوِّضَ اِلَيْهِ لَا يَحْسَبُ الْعِلْمَ فِيْ شَيْءٍ مِمَّا اَنْكَرَهُ وَلَا يَرٰى أَنَّ مِنْ وَرَاءِ مَا بَلَغَ مَذْهَبًا لِغَيْرِهٖ وَاِنْ أَظْلَمَ عَلَيْهِ اَمْرٌ اكْتَتَمَ بِهٖ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ جَهْلِ نَفْسِهٖ تَصْرُخُ مِنْ جَوْرِ قَضَائِهِ الدِّمَاءُ وَتَعِجُّ مِنْهُ الْمَوَارِيْثُ اِلَى اللّٰهِ أَشْكُوْ مِنْ مَعْشَرٍ يَعِيْشُوْنَ جُهَّالًا وَيَمُوْتُوْنَ ضُلَّالًا

کے بعد اس کی پیروی کریں گمراہ کرنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اور خود اپنی خطاؤں میں جکڑا ہوا ہے اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کی (ادھر اُدھر سے) بٹور لیا ہے۔ وہ امت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کر لیتا ہے۔ چند انسانی شکل و صورت سے ملتے جلتے ہوئے لوگوں نے اُسے عالم کا لقب دے رکھا ہے حالانکہ وہ عالم نہیں وہ ایسی (بے سود) باتوں کے سمیٹنے کے لئے منہ اندھیرے نکل پڑتا ہے جن کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس گندے پانی سے سیراب ہو لیتا ہے اور لایعنی باتوں کو جمع کر لیتا ہے تو لوگوں میں قاضی بن کر بیٹھ جاتا ہے اور دوسروں پر مشتبہ رہنے والے مسائل کے حل کرنے کا ذمہ لے لیتا ہے۔ اگر کوئی الجھا ہوا مسئلہ اس کے سامنے پیش ہوتا ہے تو اپنی رائے سے اُس کے لئے بھرتی کی فرسودہ دلیلیں مہیا کر لیتا ہے اور پھر اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ شبہات کے الجھاؤ میں پھنسا ہوا ہے جس طرح مکڑی خود ہی اپنے جالے کے اندر۔ وہ خود یہ نہیں جانتا کہ اس نے صحیح حکم دیا ہے یا غلط۔ اگر صحیح بات بھی کہی ہو تو اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں غلط نہ ہو، اور غلط جواب ہو تو اسے یہ توقع رہتی ہے کہ شاید یہی صحیح ہو، وہ جہالتوں میں بھٹکنے والا جاہل اور اپنی نظر کے دھندلا پن کے ساتھ تاریکیوں میں بھٹکنے والی سواریوں پر سوار ہے۔ نہ اس نے حقیقت علم کو پرکھا نہ اس کی تہ تک پہنچا۔ وہ روایات کو اس طرح درہم برہم کرتا ہے جس طرح ہوا سوکھے ہوئے تنکوں کو۔ خدا کی قسم! وہ ان مسائل کے حل کرنے کا اہل نہیں جو اس سے پوچھے جاتے ہیں اور نہ اس منصب کے قابل ہے جو اسے سپرد کیا گیا ہے۔ جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس چیز کو وہ کوئی قابل اعتنا علم ہی نہیں قرار دیتا اور جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے اس کے آگے یہ سمجھتا ہی نہیں کہ کوئی دوسرا پہنچ سکتا ہے۔ اور جو بات اُس کی سمجھ میں نہیں آتی اُسے پی جاتا ہے، کیونکہ وہ اپنی

لَيسَ فِيهِمْ سِلْعَةٌ أَبْوَرُ مِنَ الْكِتَابِ إِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهِ وَلَا اَغْلَى ثَمَنًا مِنَ الْكِتَابِ إِذَا حُرِّفَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَلَا عِنْدَهُمْ أَنْكَرُ مِنَ الْمَعْرُوفِ وَلَا اَعْرَفُ مِنَ الْمُنْكَرِ۔

جہالت کوخود جانتا ہے۔ (ناحق بہائے ہوئے) خون اُس کے ناروا فیصلوں کی وجہ سے چیخ رہے ہیں اور غیر مستحق افراد کو پہنچی ہوئی میراثیں چلا رہی ہیں۔ اللہ ہی سے شکوہ ہے اُن لوگوں کو جو جہالت میں جیتے ہیں اور گمراہی میں مرجاتے ہیں۔ ان میں قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہیں جب کہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسا پیش کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے ان کے نزدیک نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی نہیں۔

ؔ امیر المومنین نے دو قسم کے لوگوں کو اللہ کے نزدیک مبغوض اور بدترین خلائق قرار دیا ہے۔ ایک وہ جو سرے سے اصولِ عقائد ہی میں گمراہ ہیں اور گمراہی کی نشر و اشاعت میں لگے رہتے ہیں اور دوسرے وہ جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے قیاس و رائے سے احکام گڑھ لیتے ہیں اور اپنے متقلدین کا ایک حلقہ پیدا کرکے ان میں خود ساختہ شریعت کی ترویج کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی گمراہی و کج روی صرف اُن کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ اُن کی ضلالت کا بویا ہوا بیج برگ و بار لاتا ہے اور ایک تناور شجر کی صورت اختیار کرکے گمراہوں کو ہمیشہ اپنے سایہ میں پناہ دیتا رہتا ہے اور یہ گمراہی بڑھتی ہی رہتی ہے اور چونکہ اس گمراہی کے اصل بانی یہی لوگ ہوتے ہیں اس لئے دوسروں کی گمراہی کا بوجھ بھی انہی کے سر لادا جائے گا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم۔ یہ لوگ اپنے (گناہوں) کا بوجھ تو یقیناً اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ (جنہیں گمراہ کیا ہے) ان کے بوجھ بھی انہیں اٹھانا پڑیں گے۔

## خطبہ ۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ اخْتِلَافِ الْعُلَمَاءِ فِي الْفُتْيَا تَرِدُ عَلَى اَحَدِهِمُ الْقَضِيَّةُ فِي حُكْمٍ مِنَ الْأَحْكَامِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِرَأْيِهِ ثُمَّ تَرِدُ تِلْكَ الْقَضِيَّةُ بِعَيْنِهَا عَلَى غَيْرِهِ فَيَحْكُمُ فِيهَا بِخَلَافِهِ ثُمَّ يَجْتَمِعُ الْقُضَاةُ بِذٰلِكَ عِنْدَ الْإِمَامِ الَّذِي اسْتَقْضَاهُمْ فَيُصَوِّبُ آرَاءَهُمْ جَمِيعًا وَإِلٰهُهُمْ وَاحِدٌ

فتاویٰ میں علماء کے مختلف الآرا ہونے کی مذمت میں فرمایا۔

جب[1] ان میں سے کسی ایک کے سامنے کوئی معاملہ فیصلہ کے لئے پیش ہوتا ہے تو وہ اپنی رائے سے اس کا حکم لگا دیتا ہے۔ پھر وہی مسئلہ بعینہ دوسرے کے سامنے پیش ہوتا ہے تو وہ اس پہلے کے حکم کے خلاف حکم دیتا ہے پھر یہ تمام کے تمام قاضی اپنے اس خلیفہ کے پاس جمع ہوتے ہیں جس نے انہیں قاضی بنا رکھا ہے۔ تو وہ سب کی رایوں کو صحیح قرار دیتا ہے حالانکہ ان کا اللہ ایک، نبی ایک اور کتاب ایک ہے۔ (انہیں غور تو کرنا چاہئے) کیا اللہ نے انہیؐ



أَفَأَمَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالىٰ بِالْاِخْتِلَافِ فَأَطَاعُوهُ أَمْ نَهَاهُمْ عَنْهُ فَعَصَوْهُ اَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ دِينًا نَاقِصًا فَاسْتَعَانَ بِهِمْ عَلَى إِتْمَامِهِ أَمْ كَانُوا شُرَكَاءَ لَهُ فَلَهُمْ أَنْ يَقُولُوا وَعَلَيْهِ أَنْ يَرْضَى أَمْ اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ دِينًا تَامًّا فَقَصَّرَ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِهِ عَنْ تَبْلِيغِهِ وَاَدَائِهِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ يَقُولُ "مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ" وَفِيهِ تِبْيَانُ كُلِّ شَيْءٍ وَذَكَرَ أَنَّ الْكِتَابَ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَ أَنَّهُ لَا اخْتِلَافَ فِيهِ فَقَالَ سُبْحَانَهُ "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا" وَأَنَّ الْقُرْآنَ ظَاهِرُهُ أَنِيقٌ وَبَاطِنُهُ عَمِيقٌ لَا تَفْنَى عَجَائِبُهُ وَلَا غَرَائِبُهُ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ إِلَّا بِهِ۔

اختلاف کا حکم دیا تھا اور یہ اختلاف کرکے اس کا حکم بجا لاتے ہیں یا اس نے تو حقیقتاً اختلاف سے منع کیا ہے اور یہ اختلاف کرکے عمداً اس کی نافرمانی کرنا چاہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ نے دین کو ادھورا چھوڑ دیا تھا اور ان سے تکمیل کے لئے ہاتھ بٹانے کا خواہش مند ہوا تھا یا یہ کہ اللہ کے شریک تھے کہ انہیں اس کے احکام میں دخل دینے کا حق ہو، اور اس پر لازم ہو کہ وہ اس پر رضا مند رہے یا یہ کہ اللہ نے تو دین کو مکمل اُتارا تھا مگر اس کے رسول نے اس کے پہنچانے اور ادا کرنے میں کوتاہی کی تھی۔ اللہ نے قرآن میں تو یہ فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کے بیان کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن کے بعض حصے بعض حصوں کی تصدیق کرتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کا بھیجا ہوا ہوتا، تو تم اس میں کافی اختلاف پاتے اور یہ کہ اس کا ظاہر خوش نما اور باطن گہرا ہے۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ ظلمت (جہالت کا پردہ اسی سے چاک کیا جاتا ہے)۔

ؔ یہ مسئلہ محلِ نزاع ہے کہ جس چیز پر شرع کی رو سے کوئی قطعی دلیل قائم نہ ہو۔ آیا واقعہ میں اس کا کوئی حکم ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ ابو الحسن اشعری اور ان کے استاد ابو علی جبائی کا مسلک یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لئے کوئی حکم تجویز ہی نہیں کیا بلکہ ایسے موارد میں تشریع و حکم کا اختیار مجتہدین کو سونپ دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید سے جسے حرام ٹھہرالیں اُسے واقعی حرام قرار دے دیا جائے گا اور جب اسے حلال کردیں، اُسے واقعی حلال سمجھ لیا جائے گا اور اگر کوئی کچھ کہے اور کوئی کچھ تو پھر جتنی ان کی رائے ہوں گی اتنے احکام بنتے چلے جائیں گے اور ان میں سے ہر ایک کا نقطۂ نگاہ حکم واقعی کا ترجمان ہوگا۔ مثلاً اگر مجتہد کی رائے یہ ٹھہری کہ نبیذ حرام ہے اور دوسرے مجتہد کی رائے یہ ہوئی کہ نبیذ حلال ہے تو وہ واقع میں حلال بھی ہوگی اور حرام بھی۔ یعنی جو اُسے حرام سمجھے اُس کے لئے پینا ناجائز ہے اور جو حلال سمجھ کر پیئے اُس کے لئے پینا جائز ہے۔ چنانچہ شہرستانی اس تصویب کے متعلق تحریر کرتے ہیں۔

فَمَن الاصولین من صار الی ان لاحکم للہ تعالیٰ فی الوقائع المجتھد فیھا حکما بعینہ قبل الاجتھاد من جواز و حظر و حلال و

اصولیین کا ایک گروہ اس کا قائل ہے کہ جن مسائل میں اجتہاد کیا جاتا ہے، اُن کے لئے جواز و عدم جواز اور حلال و حرام کے اعتبار سے کوئی طے شدہ حکم نہیں ہوتا۔ بلکہ جو مجتہد

حرام و انما حکم الله تعالیٰ ما ادی الیهاجتهاد المجتهد فان هٰذا السبب فان لم یوجد السبب یثبت الحکم و علیٰ هٰذا المذهب کل مجتهد مصیب فی الحکم (کتاب الملل والنحل ص ۹۸)

کی رائے ہوتی ہے، وہی خدا کا حکم ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم کا قرار پانا ہی اس پر موقوف ہے کہ وہ کسی مجتہد کے نظریئے سے طے ہو۔ اگر یہ چیز نہ ہوگی تو حکم بھی ثابت نہ ہوگا اور اس مسلک کی بناء پر ہر مجتہد اپنی رائے میں درست ہوگا۔

اس صورت میں مجتہد کو خطا سے اس لئے محفوظ سمجھا جاتا ہے کہ خطا تو وہاں مقصود ہوا کرتی ہے جہاں کوئی قدم واقع کے خلاف اٹھے اور جہاں کوئی واقع ہی نہ ہو وہاں خطا کے کیا معنی اس کے علاوہ اس صورت میں بھی مجتہد سے خطا کا امکان نہ ہوگا کہ جب یہ نظریہ قائم کرلیا جائے کہ مجتہدین کی آئندہ جتنی رائے ہونے والی تھیں اللہ نے اُن سے باخبر ہونے کی بناء پر پہلے ہی سے اتنے احکام بنا رکھے ہیں کہ جس کی وجہ سے ہر رائے حکم واقعی کے مطابق ہی پڑتی ہے یا یہ کہ اُس نے یہ التزام کر رکھا ہے کہ مجتہدین کی رایوں کو ان طے شدہ احکام سے باہر نہ ہونے دے گا، یا کہ بر سبیل اتفاق ان میں سے ہر ایک کی رائے ان احکام میں سے کسی ایک نہ ایک حکم سے بہر صورت موافقت کرے گی۔

لیکن فرقہ امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ نے نہ کسی کو شریعت سازی کا حق دیا ہے اور نہ کسی چیز کے حکم کو مجتہد کی رائے کی تابع ٹھہرایا ہے اور نہ آراء کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک ہی چیز کے لئے واقع میں متعدد احکامات بنائے ہیں۔ البتہ جب مجتہد کی حکم واقعی تک رسائی نہیں ہونے پاتی تو تلاش و تفحص کے بعد جو نظریہ اس کا قرار پاتا ہے اس پر عمل پیرا ہونا اس کے لئے اور اس کے مقلدین کے لئے کفایت کر جاتا ہے۔ لیکن اس کی حیثیت صرف حکم ظاہری کی ہوتی ہے۔ جو حکم واقعی کا بدل ہے اور ایسی صورت میں حکم واقعی کے چھوٹ جانے پر وہ معذور قرار پا جاتا ہے کیونکہ اس نے اس دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگانے اور اس کی تہہ تک پہنچنے میں کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر اس پر کیا اختیار کہ درِ شاہوار کے بجائے خالی صدف ہی اس کے ہاتھ لگے۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ دیکھنے والے اسے موتی سمجھیں اور موتی کے بھاؤ بکے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوششوں کا پرکھنے والا اس کی بھی آدھی قیمت لگا دے تاکہ نہ اس کی محنت اکارت جائے اور نہ اس کی ہمت ٹوٹنے پائے۔

اگر اس تصویب کے اصول کو مان لیا جائے تو پھر ہر فتوے کو درست اور ہر قول کو صحیح ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ میبذی نے فواتح میں لکھا ہے۔

"حق دریں مسئلہ مذہب اشعری است پس تو اند بود کو مذاہب متناقضہ
ہمہ حق باشند زنہار درشانِ علماء گمان بدمبر و زبان بطعن ایشاں مکشا"

جب متضاد نظریئے اور مختلف فتوے تک صحیح تسلیم کئے جاتے ہیں تو حیرت ہے کہ بعض نمایاں افراد کے اقدامات کو خطائے اجتہادی سے کیوں تعبیر کیا جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کے لئے خطا کا تصور ہی نہیں ہوسکتا۔ اگر عقیدہ تصویب صحیح ہے تو امیر شام اور ام المومنین کے اقدامات درست ماننا پڑیں گے اور اگر ان کے اقدامات غلط سمجھے جاتے ہیں تو تسلیم کیجئے کہ اجتہاد ٹھوکر بھی کھا سکتا ہے اور تصویب کا عقیدہ غلط ہے اور یہ اپنے مقام پر طے ہوتا رہے گا کہ ام المومنین کے اجتہاد میں انوثیت تو سدِ راہ نہیں ہوتی یا امیر شام کا یہ اجتہاد تھا یا کچھ اور۔ بہر صورت یہ تصویب کا عقیدہ خطاؤں کو چھپانے اور غلطیوں پر حکم الٰہی کے نقاب ڈالنے کے لئے ایجاد کیا گیا تھا تاکہ نہ مقصد



برآریوں میں روک پیدا ہو، اور نہ من مانی کاروائیوں کے خلاف کوئی زبان کھول سکے۔ امیر المومنینؑ نے اس خطبہ میں ایسے ہی لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ کی راہ سے کٹ کر اور وحی الٰہی کی روشنی سے آنکھیں بند کر کے قیاس ورائے کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیے مارتے رہتے ہیں اور دین کو افکار و آرا کی آماج گاہ بنا کر نت نئے فتوے دیتے رہتے ہیں اور اپنے جی سے احکام گڑھ کر اختلافات کے شاخسانے چھوڑتے رہتے ہیں اور پھر تصویب کی بناء پر تمام مختلف و متضاد احکام کو اللہ کی طرف سے سمجھ لیتے ہیں۔ گویا ان کا ہر حکم وحی الٰہی کا ترجمان ہے کہ نہ ان کا کوئی حکم غلط ہوسکتا ہے اور نہ کسی موقعہ پر ٹھوکر کھا سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اس مسلک کے رو میں فرماتے ہیں کہ

(۱) جب اللہ ایک، کتاب ایک اور رسولؐ ایک ہے، تو پھر دین بھی ایک ہی ہونا چاہئے اور جب دین ایک ہے تو ایک ہی چیز کے لئے مختلف و متضاد احکام کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ حکم میں تضاد اس صورت میں ہوا کرتا ہے کہ جب حکم دینے والا پہلا حکم بھول چکا ہو، یا اس پر غفلت یا مدہوشی طاری ہوگئی ہو، یا جان بوجھ کر ان بھوبھلیوں میں رکھنا چاہتا ہو اور اللہ و رسولؐ ان چیزوں سے بلند تر ہیں۔ لہٰذا اس اختلاف کو ان کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ اختلافات اُن لوگوں کے خیالات و آراء کا نتیجہ ہیں کہ جنہوں نے قیاس آرائیوں سے دین کے نقوش کو مسخ کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

(۲) اللہ نے یا تو ان اختلافات سے منع کیا ہوگا یا اختلاف پیدا کرنے کا حکم دیا ہوگا۔ اگر حکم دیا ہے تو وہ کہاں اور کس مقام پر ہے اور ممانعت کو سننا چاہو تو قرآن کہتا ہے "قُلِ اللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ" "ان سے کہو کہ کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے دی ہے یا تم اللہ پر افترا کرتے ہو۔" یعنی ہر وہ چیز جو بحکم خدا نہ ہو وہ افترا ہے اور افترا ممنوع و حرام ہے اور افترا پردازوں کے لئے عقبٰی میں نہ فوز و کامرانی ہے نہ فلاح و بہبود۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔

جو تمہاری زبانوں پر جھوٹی باتیں چڑھی ہوئی ہیں انہیں کہا نہ کرو اور نہ اپنی طرف سے حکم لگایا کرو یہ حلال ہے اور حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھنے لگو اور جو افترا پردازیاں کرتے ہیں وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار نہ ہوں گے۔

(۳) اگر اللہ ہی نے دین کو نا تمام رکھا ہے تو اُسے ادھورا چھوڑنے کی یہ وجہ ہوگی کہ اُس نے اپنے بندوں سے یہ چاہا ہوگا کہ وہ شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور شریعت سازی میں اس کے شریک ہوں تو یہ عقیدہ سراسر شرک ہے۔ اگر اُس نے دین کو مکمل اتارا ہے تو پھر پیغمبر نے اُس کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہوگی تاکہ دوسروں کے لئے اُس میں قیاس ورائے کی گنجائش رہے تو معاذ اللہ یہ پیغمبرؐ کی کمزوری اور انتخاب صدرت پر بدنما دھبہ ہوگا۔

(۴) اللہ سبحانہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کتاب میں کسی چیز کو اٹھا نہیں رکھا اور ہر ایک چیز کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ تو پھر قرآن سے ہٹ کر جو حکم تراشا جائے گا وہ شریعت سے باہر ہوگا اور اس کی اساس علم و بصیرت اور قرآن و سنت پر ہوگی بلکہ اپنی ذاتی رائے اور اپنا ذاتی فیصلہ ہوگا جس کا دین و مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں سمجھا جاسکتا۔

(۵) قرآن دین کا مبنٰی و ماخذ اور احکام شریعت کا سرچشمہ ہے۔ اگر احکام شریعت مختلف اور جدا جدا ہوتے تو پھر اس میں بھی اختلاف

ہونا چاہئے تھا اور اس میں اختلاف ہوتا تو یہ اللہ کا کلام نہ رہتا اور جب یہ اللہ کا کلام ہے تو پھر شریعت کے احکام مختلف ہو ہی نہیں سکتے کہ تمام مختلف ومتضاد نظریوں کو صحیح سمجھ لیا جائے اور قیاسی فتوؤں کو اس کا حکم قرار دے دیا جائے۔

## خطبہ ۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ قَالَهُ لِلْاَشْعَثِ ابْنِ قَيْسٍ وَهُوَ عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَخْطُبُ فَمَضَى فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ اعْتَرَضَهُ الْاَشْعَثُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذِهِ عَلَيْكَ لَا لَكَ فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَيْهِ بَصَرَهُ ثُمَّ قَالَ۔

امیر المومنین علیہ السلام منبرِ کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشعث[1] ابن قیس نے آپ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یا امیر المومنینؑ یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے تو حضرت نے اُسے نگاہِ غضب سے دیکھا اور فرمایا۔

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَيَّ مِمَّا لِي عَلَيْكَ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَلَعْنَةُ اللَّاعِنِينَ حَائِكُ ابْنُ حَائِكٍ مُنَافِقٌ بْنُ كَافِرٍ وَاللّٰهِ لَقَدْ أَسَرَكَ الْكُفْرُ مَرَّةً وَالْاِسْلَامُ۔ اُخْرَى فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَالُكَ وَلَا حَسَبُكَ وَاِنَّ امْرَأً دَلَّ عَلَى قَوْمِهِ السَّيْفَ وَسَاقَ اِلَيْهِمُ الْحَتْفَ لَحَرِيٌّ أَنْ يَّمْقُتَهُ الْاَقْرَبُ وَلَا يَأْمَنَهُ الْاَبْعَدُ۔

تجھے کیا معلوم کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف جاتی ہے تجھ پر اللہ کی پھٹکار اور لعنت کرنے والوں کی تو جولا ہے کا بیٹا جولاہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے، تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچا سکا اور جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت بلاوا دے، وہ اسی قابل ہے کہ قریبی اس سے نفرت کریں اور دور والے بھی اس پر بھروسہ نہ کریں۔

اقول يريد (عليه السلام) انه اسر في الكفر مرة وفي الاسلام مرة واما قوله (عليه السلام) دل على قومه السيف فاراده حديثا كان للاشعث مع خالد ابن الوليد باليمامة غرّ فيه قومه ومكر بهم حتى اوقع بهم خالد و كان قومه بعد ذالك يسمونه عرف النار وهو اسم للغادر عندهم۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ جو شخص اپنی قوم پر تلوار چلوا دے، تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشعث کو خالد ابن ولید کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اُس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور اُن سے چال چلی تھی یہاں تک کہ خالد نے ان پر حملہ کر دیا اور اس وقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اُس کا لقب عرف النار رکھ دیا اور یہ ان کے محاورہ میں غدار کے لئے بولا جاتا ہے۔



## اشعث ابنِ قیس کندی

اس کا اصل نام معدیکرب اور کنیت ابو محمد ہے۔ مگر اپنے بالوں کی پراگندگی کی وجہ سے اشعث (پراگندہ مو) کے لقب سے زیادہ مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سمیت مکہ آیا تو پیغمبرؐ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ اور جب ہجرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرچم لہرانے لگا اور اطراف و جوانب کے وفد جوق در جوق مدینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبر کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحب استیعاب لکھتے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابوبکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مدینہ لایا گیا تو پھر اس نے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دکھاوے کا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ نہج البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ۔

كان الاشعث فى اصحاب علي كعبد الله ابن ابى ابن سلول فى اصحاب رسول الله كل منهما راس النفاق فى زمنه۔

جس طرح عبداللہ ابن ابی ابن سلول اصحابِ رسولؐ میں تھا ویسا ہی اشعث علی ابن ابی طالبؑ کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔

جنگ یرموک میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابوبکر کی بہن ام فردہ بنت ابی قحافہ جو پہلے ایک ازدی کے نکاح میں اور پھر تمیم داری کے عقد میں تھیں تیسری دفعہ اسی اشعث سے بیاہی گئیں۔ جن سے تین لڑکے محمد اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔ کتب رجال میں درج ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ قتل امیر المومنینؑ کی سازش میں برابر کا شریک تھا۔

وقد كان ابن ملجم اتى الاشعث فى هٰذه الليلة فخلابه فى بعض نواحى المسجد ومر بهما حجر ابن عدى فسمع الاشعث وهو يقول ابن ملجم النجاء النجاء حاجتك فقد فضحك الصبح قال له حجر قتلته يا اعور و خرج مبادرا الى على عليه السلام وقد سبقه ابن ملجم وضربه واقبل حجر و الناس يقولون قتل امير المومنين۔

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۶ ص ۴۳)

شب ضربت ابن ملجم اشعث ابن قیس کے پاس آیا اور دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ کہ اُدھر سے حجر ابن عدی کا گذر ہوا، تو انہوں نے سنا کہ اشعث ابن ملجم سے کہہ رہا ہے کہ بس اب جلدی کرو، ورنہ پو پھوٹ کر تمہیں رُسوا کر دے گی۔ حجر نے یہ سنا تو اشعث سے کہا کہ اے کانے تو علیؑ کے قتل کا سروسامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابن ابی طالبؑ کی طرف گئے مگر جب امیر المومنینؑ کو نہ پا کر پلٹے تو ابن ملجم اپنا کام کر چکا تھا اور لوگ کہہ رہے تھے کہ امیر المومنینؑ قتل کر دیئے گئے۔

اُس کی بیٹی جعدہ نے حضرت امام حسنؑ کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ۔

ان امراته جعدة بنت اشعث الکندی سقته السم وقد کان معاویة دسّ الیها انك ان احتلت فی قتل الحسن وجهت بمائة الف درهم وزوجتك یزید۔ (مروج الذھب ج ۲ ص ۵۰)

آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث کندی نے آپ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقہ سے حسنؑ کو زہر دے دو تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمہارا عقد کرا دوں گا۔

اُس کا بیٹا محمد ابن اشعث کوفہ میں حضرت مسلمؑ کو فریب دینے اور کربلا میں خون سید الشہداؑ بہانے میں شریک تھا مگر ان سب باتوں کے باوجود بخاری، مُسلم، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راویان حدیث میں سے ہے۔

۲۔ جنگ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تحکیم کی بدعنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ نے پہلے تو ہمیں اس تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا ہمیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔ حضرتؑ نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا ھذا جزاء من ترك العقدة جو ٹھوس رائے کو چھوڑ دیتا ہے اُسے ایسا ہی خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ یعنی یہ تمہارے کرتوت کا پھل ہے جو تم نے حزم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تحکیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا۔ مگر اشعث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرما رہے ہیں کہ میری یہ حیرانی و سرگردانی تحکیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا بول اٹھا کہ یا امیر المومنین اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے جس پر حضرت نے بگڑ کر فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کونسی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے۔ تم جولاہے اور جولاہے کے بیٹے اور کافر کی گود میں پروان چڑھنے والے منافق ہو۔ تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو۔ شارحین نے امیر المومنینؑ کے اشعث کے حائک (جولاہا) کہنے کی چند وجہیں لکھی ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہل وطن کی طرح کپڑا بننے کا دھندا کرتے تھے۔ اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا ہے یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کئی تھے مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خالد ابن صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کراتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے۔

ماعسی ان اقول لقوم کانوا بین ناسج بردو دابغ جلد وسائس قرد وراکب عرد دل علیھم ھدھد و اغرقتھم فارة وملکتھم امرأة۔ (البیان والتبیین ج ۱ ص ۱۳۰)

میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کپڑا بننے والے، چمڑا رنگنے والے، بندر نچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ ہدہد نے ان کا ٹھکانا بتایا۔ ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حیاکت کے معنی جھوم کر اور بل کھا کر چلنے کے ہیں اور یہ چونکہ غرور اور تکبر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا کر چلتا ہے اس بناء پر اسے حائک فرمایا۔



تیسری وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنایت ظاہر کرنے کے لئے اسے جولاہا کہا ہے چونکہ ہر دنی و فرومایہ کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتیں ضرب المثل بن چکی تھیں جبکہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیر المومنینؑ نے بھی اس کی توثیق فرما دی کہ جس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ و رسول کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افترا پردازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ

ذکر الحائك عند ابی عبداللہ انه ملعون فقال انما ذالك الذی یحوك الکذب علی اللہ ورسوله

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حائک کے ملعون ہونے کا ذکر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ و رسول پر افترا باندھتا ہے۔

لفظِ حائک کے بعد لفظ منافق ارشاد فرمائی ہے اور دونوں میں واوٗ عطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھا تا کہ دونوں کے قریب المعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بناء پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَالۡهُدٰی مِنۡ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ اُولٰٓئِكَ یَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ۔

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائی کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر انکے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنیوالے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم کفر میں بھی اسیری کی ذلت سے نہ بچ سکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پیچھا نہ چھوڑا اور تمہیں اسیر بنا لیا گیا۔ چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسیری صورت یہ ہوئی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر ڈالا، تو اس نے بنی کندہ کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ دوڑ خود سنبھالی اور دوسری ٹولیوں پر کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا مگر بدبختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشعم ابن ارقم قتل کر دیئے گئے اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین ہزار اونٹ فدیہ کے دے کر اُن سے جان چھڑائی۔ امیر المومنین کے ارشاد فما فداک من واحدة منھما مالک والاحسبک (تجھے تیرا مال و حسب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے کیونکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں توقیر و سربلندی اس عار سے نہ بچا سکی اور وہ اسیری کی ذلتوں سے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسیری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام نے دنیا سے رحلت فرمائی تو حضر موت کے علاقہ میں بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کے لئے حضرت ابوبکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات وصول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے گیا تو شیطان ابن حجر کی اونٹنی جو بڑی

خوبصورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اُسے پسند آ گئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کرلیا۔ شیطان اُسے دینے پر رضامند نہ ہوا، اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلہ میں کوئی اور اونٹنی لے لیجئے مگر زیاد نہ مانا شیطان نے اپنے بھائی عداء ابن حجر کو اپنی حمایت کے لئے بلایا۔ اُس نے بھی آ کر کہا سنا مگر زیادہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ اور کسی صورت میں اونٹنی سے ہاتھ اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ابن معدیکرب سے فریاد کی چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹنی کو چھوڑ دے مگر اُس نے صاف صاف انکار کر دیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹنی کھول لی اور شیطان کے حوالہ کر دی۔ زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مرنے مارنے کے لئے تل گیا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کے لئے اکٹھا ہو گئے۔ مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے، بلکہ بُری طرح اُس کے ہاتھوں پٹے۔ عورتیں چھنوائیں اور مال ومتاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کھچے رہ گئے تھے وہ اشعث کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعث نے اس شرط پر کمک کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط کو تسلیم کرلیا اور باقاعدہ اس کی رسم تاج پوشی بھی ادا کر دی جب یہ اپنا اقتدار منوا چکا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ ادھر حضرت ابوبکر نے مہاجر ابن امیہ والی یمن کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستہ لے کر زیاد کی مدد کے لئے پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستہ لیے آ رہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تلواریں سونت لیں اور مقام زرقان میں معرکہ کارزار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعث میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ بخیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دشمن ایسے نہ تھے جو پیچھا چھوڑ دیتے۔ انہوں نے قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔ اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سروسامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے۔ رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہئے۔ چنانچہ وہ چپکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور اُن سے یہ ساز باز کی کہ اگر اُسے اور اُس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام ہمیں لکھ کر دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیئے اور اپنی روائتی دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہ کہا میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں۔ اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے جب دروازہ کھولا گیا تو زیاد کی فوج ان پر ٹوٹ پڑی۔ اُن لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیاد کی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعث نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کے لئے امان چاہی تھی جن کے نام ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ غرضیکہ آٹھ سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا گیا اور کئی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حسب معاہدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا۔ مگر اشعث کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابوبکر کے پاس بھیج دیا جائے۔ وہی اس کا فیصلہ کریں گے، آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے بیگانے، عورتیں مرد سب اُن پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے غدار کہہ کر پکار رہی تھیں، اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ غدار ہو بھی کون سکتا ہے۔ بہرصورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابوبکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر ام فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

## خطبہ ۲۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّكُمْ لَوْ عَايَنْتُمْ مَا قَدْ عَايَنَ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ لَجَزِعْتُمْ وَوَهِلْتُمْ وَسَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ۔ وَلٰكِنْ مَحْجُوبٌ عَنْكُمْ مَا قَدْ عَايَنُوا۔ وَقَرِيبٌ مَا يُطْرَحُ الْحِجَابُ وَلَقَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ وَأُسْمِعْتُمْ إِنْ سَمِعْتُمْ وَهُدِيتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ بِحَقٍّ أَقُولُ لَكُمْ لَقَدْ جَاهَرَتْكُمُ الْعِبَرُ وَزُجِرْتُمْ بِمَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ وَمَا يُبَلِّغُ عَنِ اللّٰهِ بَعْدَ رُسُلِ السَّمَاءِ إِلَّا الْبَشَرُ۔

جن چیزوں کو تمہارے مرنے والوں نے دیکھا ہے اگر تم بھی انہیں دیکھ لیتے تو گھبرا جاتے اور سراسیمہ ومضطرب ہو جاتے اور (حق کی بات) سنتے اور اس پر عمل کرتے۔ لیکن جو انہوں نے دیکھا ہے وہ ابھی تم سے پوشیدہ ہے اور قریب ہے کہ وہ پردہ اٹھا دیا جائے۔ اگر تم چشم بینا و گوش شنوا رکھتے ہو تو تمہیں سنایا اور دکھایا جا چکا ہے اور ہدایت کی طلب ہے تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے میں سچ کہتا ہوں کہ عبرتیں تمہیں بلند آواز سے پکار چکی ہیں، اور دھمکانے والی چیزوں سے تمہیں دھمکایا جا چکا ہے۔ آسمانی رسولوں (فرشتوں) کے بعد بشر ہی ہوتے ہیں جو تم تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح میری زبان سے جو ہدایت ہو رہی ہے درحقیقت اللہ کا پیغام ہے جو تم تک پہنچ رہا ہے۔

---

## خطبہ ۲۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِنَّ الْغَايَةَ أَمَامَكُمْ وَإِنَّ وَرَاءَكُمُ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ آخِرُكُمْ (أَقُولُ إِنَّ هٰذَا الْكَلَامَ لَوْ وُزِنَ بَعْدَ كَلَامِ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَبَعْدَ كَلَامِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِكُلِّ كَلَامٍ لَمَالَ بِهِ رَاجِحًا وَبَرَّزَ عَلَيْهِ سَابِقًا فَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا فَمَا سُمِعَ كَلَامٌ أَقَلُّ مِنْهُ مَسْمُوعًا وَلَا أَكْثَرُ مَحْصُولًا وَمَا أَبْعَدَ غَوْرَهَا مِنْ كَلِمَةٍ وَأَنْقَعَ نُطْفَتَهَا مِنْ حِكْمَةٍ وَقَدْ نَبَّهْنَا فِي كِتَابِ الْخَصَائِصِ عَلَى عِظَمِ قَدْرِهَا وَشَرَفِ جَوْهَرِهَا۔

تمہاری منزل مقصود تمہارے سامنے ہے۔ موت کی ساعت تمہارے عقب میں ہے، جو تمہیں آگے کی طرف لے چل رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تا کہ آگے بڑھنے والوں کو پا سکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ (کہ یہ بھی ان تک پہنچ جائیں) سید رضی فرماتے ہیں کہ کلام خدا و رسولؐ کے بعد جس کلام سے بھی ان کلمات کا موازنہ کیا جائے تو حسن وخوبی میں اُن کا پلہ بھاری رہے گا اور ہر حیثیت سے بڑھے چڑھے رہیں گے اور آپ کا یہ ارشاد کہ تخفّقوا تلحقوا اس سے بڑھ کر تو کوئی جملہ سننے ہی میں نہیں آیا جس کے الفاظ کم ہوں اور معنی بہت ہوں۔ اللہ اکبر! کتنے اس کلمہ کے معنی بلند اور اس حکمت کا سرچشمہ صاف وشفاف ہے اور ہم نے اپنی کتاب خصائص میں اس فقرے کی عظمت اور اس کے معنی کی بلندی پر روشنی ڈالی ہے۔

---

## خطبہ ۲۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلَا وَإِنَّ

معلوم ہونا چاہئے کہ شیطان نے اپنے گروہ کو بھڑکانا شروع

الشَّيْطَانَ قَدْ ذَمَّرَ حِزْبَهُ وَاسْتَجْلَبَ جَلَبَهُ لِيَعُودَ الْجَوْرُ إِلَى أَوْطَانِهِ وَيَرْجِعَ الْبَاطِلُ إِلَى نِصَابِهِ وَاللهِ مَا أَنْكَرُوا عَلَيَّ مُنْكَرًا وَلَا جَعَلُوا بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ نِصْفًا وَإِنَّهُمْ لَيَطْلُبُونَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوهُ وَدَمًا هُمْ سَفَكُوهُ۔ فَلَئِنْ كُنْتُ شَرِيكَهُمْ فِيهِ فَإِنَّ لَهُمْ لَنَصِيبَهُمْ مِنْهُ وَلَئِنْ كَانُوا وَلُوهُ دُونِي فَمَا التَّبِعَةُ إِلَّا عِنْدَهُمْ وَإِنَّ أَعْظَمَ حُجَّتِهِمْ لَعَلَى أَنْفُسِهِمْ يَرْتَضِعُونَ أُمًّا قَدْ فَطَمَتْ وَيُحْيُونَ بِدْعَةً قَدْ أُمِيتَتْ يَا خَيْبَةَ الدَّاعِي مَنْ دَعَا وَإِلَامَ أُجِيبَ وَإِنِّي لَرَاضٍ بِحُجَّةِ اللهِ عَلَيْهِمْ۔ وَعِلْمِهِ فِيهِمْ فَإِنْ أَبَوْا أَعْطَيْتُهُمْ حَدَّ السَّيْفِ۔ وَكَفَى بِهِ شَافِيًا مِنَ الْبَاطِلِ وَنَاصِرًا لِلْحَقِّ وَمِنَ الْعَجَبِ بَعْثُهُمْ إِلَيَّ أَنْ أَبْرُزَ لِلطِّعَانِ وَأَنْ أَصْبِرَ لِلْجِلَادِ هَبِلَتْهُمُ الْهَبُولُ لَقَدْ كُنْتُ وَمَا أُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ وَلَا أُرْهَبُ بِالضَّرْبِ وَإِنِّي لَعَلَى يَقِينٍ مِنْ رَبِّي وَغَيْرِ شُبْهَةٍ مِنْ دِينِي۔

کر دیا اور اپنی فوجیں فراہم کر لی ہیں تاکہ ظلم اپنی انتہا کی حد تک اور باطل اپنے مقام پر پلٹ آئے۔ خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اُس کی سزا بھی صرف انہی کو بھگتنا چاہئے جو سب سے بڑی دلیل وہ میرے خلاف پیش کریں گے۔ وہ انہی کے خلاف پڑے گی۔ وہ اُس ماں کا دودھ پینا چاہتے ہیں جس کا دودھ منقطع ہو چکا ہے۔ اور مری ہوئی بدعت کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ اُف کتنا نامراد یہ جنگ کے لئے پکارنے والا ہے۔ یہ ہے کون جو للکارنے والا ہے، اور کس مقصد کے لئے اس کی بات کو سنا جا رہا ہے اور میں تو اس میں خوش ہوں کہ ان پر اللہ کی حجت تمام ہو چکی ہے اور ہر چیز اس کے علم میں ہے۔ اگر ان لوگوں نے اطاعت سے انکار کیا تو میں تلوار کی باڑ ان کے سامنے رکھ دوں گا۔ جو باطل سے شفا دینے اور حق کی نصرت کے لئے کافی ہے۔ حیرت ہے کہ وہ مجھے یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں نیزہ زنی کے لئے میدان میں اُتر آؤں، اور تلواروں کی جنگ کے لئے جمنے پر تیار رہوں۔ رونے والیاں ان کے غم میں روئیں۔ میں تو ہمیشہ ایسا رہا ہوں کہ جنگ سے مجھے دھمکایا نہیں جا سکا اور شمشیر زنی سے خوفزدہ نہیں کیا جا سکا اور میں اپنے پروردگار کی طرف سے یقین کے درجہ پر فائز ہوں اور اپنے دین کی حفاظت میں مجھے کوئی شک نہیں ہے۔

[1] جب امیر المومنین علیہ السلام پر قتل عثمان کی تہمت لگائی گئی تو اس غلط الزام کی تردید میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں الزام رکھنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ انتقام کی رٹ لگانے والے یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ تنہا میں ہی قاتل ہوں اور اس میں اور کوئی شریک نہ تھا اور نہ یہ کہہ کر سامنے کے واقعات کو جھٹلا سکتے ہیں کہ وہ خود اس سے بے تعلق تھے، تو پھر اس انتقام کے لئے مجھے ہی کیوں آگے دھر لیا ہے۔ میرے ساتھ اپنے کو بھی شریک کریں اور اگر میں اس سے بری الذمہ ہوں تو وہ تو خود اپنی برائت ثابت



نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اس پاداش سے اپنے کو کیوں الگ کرتے ہیں۔

حقیقت امر یہ ہے کہ مجھے موردِ الزام ٹھہرانے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ ان سے وہی روش اختیار کروں جس کے یہ عادی رہ چکے ہیں۔ لیکن ان کو مجھ سے یہ توقع نہ رکھنا چاہئے کہ میں سابقہ دور کی بدعتوں کو پھر سے زندہ کروں گا۔ رہا جنگ کا سوال تو میں نہ اس سے کبھی ڈرا ہوں اور نہ اب خائف ہوں۔ میری نیت کو اللہ جانتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ انتقام کا سہارا لے کر کھڑے ہونے والے ہی ان کے خون کے ہاتھ رنگنے والے ہیں۔ چنانچہ تاریخ اس سے ہمنوا ہے کہ جن لوگوں نے اشتعال دلا کر اُن کی موت کا سروسامان کیا تھا اور جنازہ پر پتھر برسوا کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے تک سے مانع ہوئے تھے وہ وہی لوگ تھے جو ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں طلحہ ابن عبید اللہ، زبیر ابن عوام اور ام المومنین عائشہ کا نام سرفہرست نظر آتا ہے اور دونوں موقعوں پر ان کی کوششیں نمایاں ہو کر سامنے آتی ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں۔

ردى الناس الذين صنّفوا في واقعة الدار ان طلحة كان يوم قتل عثمان مقنعا بثوب قد استتر عن اعين الناس يرمي الدار بالسهام۔

جن لوگوں نے قتلِ عثمان کے سلسلے میں واقعات تحریر کئے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے قتل کے دن طلحہ کی یہ حالت تھی کہ وہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کیلئے چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے حضرت عثمان کے گھر پر تیر بارانی کر رہے تھے۔

اور اس سلسلہ میں زبیر کے خیالات کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ

وروو ايضا ان الزبير كان يقول اقتلوه فقد بدل دينكم فقالوا ان ابنك يحامى عنه بالباب فقال مَا اكره ان يقتل عثمان ولو بدى بابنى ان عثمان لجيفة على الصراط غدا

(شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۰۴)

مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ زبیر یہ کہتے تھے کہ عثمان کو قتل کر دو۔ اُس نے تو تمہارا دین ہی بدل ڈالا ہے لوگوں نے کہا کہ آپ کا بیٹا تو اُن کے دروازے پر کھڑا ہوا، اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ آپ نے کہا کہ خواہ میرا بیٹا ہی پہلے کام آ جائے مگر عثمان قتل کر دیا جائے۔ یہ تو کل پل صراط پر مردار کی صورت میں پڑا ہوگا۔

اور اُم المومنین کے متعلق ابن عبدربہ لکھتے ہیں کہ

دخل المغيرة ابن شعبة على عائشة فقالت يا اباعبدالله لو رأيتني يوم الجمل قد انفذت النصل هودجي حتى وصل بعضها إلى جلدي قال لها المغيرة وودت والله ان بعضها قتلك قَالَت يرحمك الله ولم تقول هذا قال لعلها تكون كفّارة في سعيك على

مغیرہ ابن شعبہ حضرت عائشہ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا۔ اے ابو عبداللہ! کاش تم جمل کے موقعہ پر میری حالت دیکھتے کہ کس طرح تیر میرے ہودج کو چیرتے ہوئے نکل رہے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ تو میرے جسم سے ٹکرا جاتے تھے۔ مغیرہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ ان میں سے ایک آدھ تیر آپ کا خاتمہ کر دیتا آپ نے

عثمان۔ (عقد الفرید ج ۳ ۵ ص ۸۷)

کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے یہ کیسی بات کہہ رہے ہو۔ اُس نے کہا کہ یہ اس لئے کہ حضرت عثمان کے خلاف جو آپ نے تگ ودو کی تھی اس کا کچھ تو کفارہ ہو جاتا۔

## خطبہ ۲۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَمْرَ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ كَقَطَرَاتِ الْمَطَرِ إِلَى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا قُسِمَ لَهَا مِنْ زِيَادَةٍ أَوْ نُقْصَانٍ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ لِأَخِيهِ غَفِيرَةً فِي أَهْلٍ أَوْ مَالٍ أَوْ نَفْسٍ فَلَا تَكُونَنَّ لَهُ فِتْنَةً فَإِنَّ الْمَرْءَ الْمُسْلِمَ۔ مَا لَمْ يَغْشَ دَنَاءَةً تَظْهَرُ فَيَخْشَعُ لَهَا إِذَا ذُكِرَتْ وَتُغْرَى بِهَا لِئَامُ النَّاسِ كَانَ كَالْفَالِجِ الْيَاسِرِ الَّذِي يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ تُوجِبُ لَهُ الْمَغْنَمَ وَيُرْفَعُ بِهَا عَنْهُ الْمَغْرَمُ وَكَذَلِكَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ الْبَرِيءُ مِنَ الْخِيَانَةِ يَنْتَظِرُ مِنَ اللهِ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ إِمَّا دَاعِيَ اللهِ فَمَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ لَهُ وَإِمَّا رِزْقَ اللهِ فَإِذَا هُوَ ذُو أَهْلٍ وَمَالٍ وَمَعَهُ دِينُهُ وَحَسَبُهُ إِنَّ الْمَالَ وَالْبَنِينَ حَرْثُ الدُّنْيَا وَالْعَمَلَ الصَّالِحَ حَرْثُ الْآخِرَةِ وَقَدْ يَجْمَعُهُمَا اللهُ لِأَقْوَامٍ فَاحْذَرُوا مِنَ اللهِ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهِ وَاخْشَوْهُ خَشْيَةً لَيْسَتْ بِتَعْذِيرٍ۔ وَاعْمَلُوا فِي غَيْرِ رِيَاءٍ

ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہوتا ہے، اسے لے کر فرمان قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اُترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرات لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے اہل و مال و نفس میں فراوانی و وسعت پائے تو یہ چیز اس کے لئے کبیدگی خاطر کا سبب نہ بنے۔ جب تک کوئی مرد مسلمان کسی ایسی ذلیل حرکت کا مرتکب نہیں ہوتا کہ جو ظاہر ہو جائے، تو اس کے تذکرہ سے اسے آنکھیں نیچی کرنا پڑیں اور جس سے ذلیل آدمیوں کی جرأت بڑھے۔ وہ اس کامیاب جواری کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے مرحلے پر ہی ایسی جیت کا متوقع ہوتا ہے جس سے اُسے فائدہ حاصل ہو اور پہلے نقصان ہو بھی چکا ہے تو وہ دور ہو جائے۔ اسی طرح وہ مسلمان جو بد دیانتی سے پاک دامن ہو، دو اچھائیوں میں سے ایک کا منتظر رہتا ہے۔ یا اللہ کی طرف سے بلاوا آئے تو اس شکل میں اللہ کے یہاں کی نعمتیں ہی اس کے لئے بہتر ہیں اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے (دنیا کی) نعمتیں حاصل ہوں تو اس صورت میں اس کے مال بھی ہے اور اولاد بھی اور پھر اس کا دین اور عزت نفس بھی برقرار ہے۔ بے شک مال و اولاد دنیا کی کھیتی اور عمل صالح آخرت کی کشت زار ہے اور بعض لوگوں کے لئے اللہ ان دونوں چیزوں کو یکجا کر دیتا ہے جتنا اللہ نے ڈرایا ہے اتنا اس سے ڈرتے رہو اور اتنا اس سے خوف کھاؤ کہ تمہیں عذر نہ کرنا پڑے۔ عمل بے ریا کرو اس لئے کہ جو شخص کسی اور کے لئے عمل کرتا ہے اللہ اُس کو



وَلَا سُمْعَةٍ فَإِنَّهُ مَنْ يَعْمَلْ لِغَيْرِ اللهِ يَكِلْهُ اللهُ لِمَنْ عَمِلَ لَهُ نَسْأَلُ اللهَ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَمُعَايَشَةَ السُّعَدَاءِ وَمُرَافَقَةَ الْأَنْبِيَاءِ۔

أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَا يَسْتَغْنِي الرَّجُلُ وَإِنْ كَانَ ذَا مَالٍ عَنْ عَشِيرَتِهِ وَدِفَاعِهِمْ عَنْهُ بِأَيْدِيهِمْ وَأَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ أَعْظَمُ النَّاسِ حَيْطَةً مِنْ وَرَائِهِ وَأَلَمُّهُمْ لِشَعَثِهِ وَأَعْطَفُهُمْ عَلَيْهِ عِنْدَ نَازِلَةٍ إِذَا نَزَلَتْ بِهِ وَلِسَانُ الصِّدْقِ يَجْعَلُهُ اللهُ لِلْمَرْءِ فِي النَّاسِ خَيْرٌ لَهُ مِنَ الْمَالِ يُوَرِّثُهُ غَيْرَهُ (وَمِنْهَا) أَلَا لَا يَعْدِلَنَّ أَحَدُكُمْ عَنِ الْقَرَابَةِ يَرَى بِهَا الْخَصَاصَةَ أَنْ يَسُدَّهَا بِالَّذِي لَا يَزِيدُهُ إِنْ أَمْسَكَهُ وَلَا يَنْقُصُهُ إِنْ أَهْلَكَهُ وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ فَإِنَّمَا تُقْبَضُ مِنْهُ عَنْهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ وَتُقْبَضُ مِنْهُمْ عَنْهُ أَيْدٍ كَثِيرَةٌ وَمَنْ تَلِنْ حَاشِيَتُهُ يَسْتَدِمْ مِنْ قَوْمِهِ الْمَوَدَّةَ (أَقُولُ الْغَفِيرَةُ هٰهُنَا الزِّيَادَةُ وَالْكَثْرَةُ مِنْ قَوْلِهِمْ لِلْجَمْعِ الْكَثِيرِ الْجَمُّ الْغَفِيرُ وَالْجَمَّاءُ الْغَفِيرُ وَيُرْوَى عَفْوَةً مِنْ أَهْلٍ أَوْ مَالٍ۔ وَالْعَفْوَةُ الْخِيَارُ مِنَ الشَّيْءِ يُقَالُ أَكَلْتُ عَفْوَةَ الطَّعَامِ أَيْ خِيَارَهُ وَمَا أَحْسَنَ الْمَعْنَى الَّذِي أَرَادَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِقَوْلِهِ۔ وَمَنْ يَقْبِضْ يَدَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ

اسی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ ہم اللہ سے شہیدوں کی منزلت نیکوں کی ہمدمی اور انبیاء کی رفاقت کا سوال کرتے ہیں۔ اے لوگو! کوئی شخص بھی اگرچہ وہ مالدار ہو اپنے قبیلہ والوں اور اس امر سے کہ وہ اپنے ہاتھوں اور زبانوں سے اس کی حمایت کریں بے نیاز نہیں ہو سکتا اور وہی لوگ سب سے زیادہ اس کے پشت پناہ اور اس کی پریشانیوں کو دور کرنے والے اور مصیبت پڑنے کی صورت میں اس پر شفیق و مہربان ہوتے ہیں۔ اللہ جس شخص کا سچا ذکر خیر لوگوں میں برقرار رکھتا ہے تو یہ اس مال سے کہیں بہتر ہے جس کا وہ دوسروں کو وارث بنا جاتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔

دیکھو تم میں سے اگر کوئی شخص اپنے قریبیوں کو فقر و فاقہ میں پائے تو ان کی احتیاج کو اس امداد سے دور کرنے سے پہلو تہی نہ کرے جس کے روکنے سے کچھ بڑھ نہ جائے گا اور صرف کرنے سے اس میں کچھ کمی نہ ہوگی، جو شخص اپنے قبیلے کی اعانت سے ہاتھ روک لیتا ہے تو اس کا تو ایک ہاتھ رکتا ہے لیکن وقت پڑنے پر بہت سے ہاتھ اُس کی مدد سے رک جاتے ہیں جو شخص نرم خو ہو وہ اپنی قومی محبت ہمیشہ باقی رکھ سکتا ہے۔ شریف رضی فرماتے ہیں کہ یہاں پر غفیرۃ کے معنی کثرت و زیادتی کے ہیں اور یہ عربوں کے قول الجم الغفیر اور الجماء الغفیر (اژدھام) سے ماخوذ ہے اور بعض روایتوں میں غفیرہ کے بجائے عفوہ ہے اور عفوہ کسی شے کے عمدہ اور منتخب حصہ کو کہتے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے اکلت عفوۃ الطعام یعنی میں نے منتخب اور عمدہ کھانا کھایا۔ ومن یقبض یدہ عن عشیرتہ (تا آخر کلام) کے متعلق فرماتے ہیں

کہ اس جملہ کے معنی کتنے حسین و دلکش ہیں۔ حضرت کی مراد یہ

إِلَى تَمَامِ الْكَلَامِ فَإِنَّ الْمُمْسِكَ خَيْرَهُ عَنْ عَشِيرَتِهِ إِنَّمَا يُمْسِكُ نَفْعَ يَدٍ وَاحِدَةٍ فَإِذَا احْتَاجَ إِلَى نُصْرَتِهِمْ وَاضْطُرَّ إِلَى مُرَافَدَتِهِمْ قَعَدُوا عَنْ نَصْرِهِ وَتَثَاقَلُوا عَنْ صَوْتِهِ فَمُنِعَ تَرَافُدَ الْأَيْدِي الْكَثِيرَةِ وَتَنَاهُضَ الْأَقْدَامِ الْجَمَّةِ۔

ہے کہ جو شخص اپنے قبیلہ سے حُسنِ سلوک نہیں کرتا تو اُس نے ایک ہی ہاتھ کی منفعت کو روکا۔ لیکن جب اُن کی امداد کی ضرورت پڑے گی اور ان کی ہمدردی و اعانت کیلئے لاچار و مضطر ہوگا تو وہ اِن کے بہت سے بڑھنے والے ہاتھوں اور اٹھنے والے قدموں کی ہمدردیوں اور چارہ سازیوں سے محروم ہوجائے گا۔

---

## خطبہ ۲۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَعَمْرِي مَا عَلَيَّ مِنْ قِتَالِ مَنْ خَالَفَ الْحَقَّ وَخَابَطَ الْغَيَّ مِنْ إِدْهَانٍ وَلَا إِيهَانٍ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ وَفِرُّوا إِلَى اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ وَامْضُوا فِي الَّذِي نَهَجَهُ لَكُمْ وَقُومُوا بِمَا عَصَبَهُ بِكُمْ فَعَلِيٌّ ضَامِنٌ لِفَلْجِكُمْ آجِلًا وَإِنْ لَمْ تُمْنَحُوهُ عَاجِلًا۔

مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں حق کے خلاف چلنے والوں اور گمراہی میں بھٹکنے والوں سے جنگ میں کسی قسم کی رو رعایت اور سستی نہیں کروں گا۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور اُس کے غضب سے بھاگ کر اُس کے دامن رحمت میں پناہ لو، اللہ کی دکھائی ہوئی راہ پر چلو اور اُس کے عائد کردہ احکام کو بجالاؤ (اگر ایسا ہو تو علی تمہاری نجات اخروی کا ضامن ہے۔ اگرچہ دنیوی کامرانی تمہیں حاصل نہ ہو)۔

## خطبہ ۲۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَقَدْ تَوَاتَرَتْ عَلَيْهِ الْأَخْبَارُ بِاسْتِيلَاءِ أَصْحَابِ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْبِلَادِ وَقَدِمَ عَلَيْهِ عَامِلَاهُ عَلَى الْيَمَنِ وَهُمَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ الْعَبَّاسِ وَسَعِيدُ بْنُ نَمْرَانَ لَمَّا غَلَبَ عَلَيْهِمَا بُسْرُ بْنُ أَبِي أَرْطَاةَ فَقَامَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْمِنْبَرِ ضَجِرًا بِتَثَاقُلِ أَصْحَابِهِ عَنِ الْجِهَادِ وَمُخَالَفَتِهِمْ لَهُ فِي الرَّأْيِ فَقَالَ۔

جب امیر المومنینؑ کو پے در پے یہ اطلاعات ملیں کہ معاویہ کے اصحاب (آپ کے مقبوضہ) شہروں پر تسلط جما رہے ہیں اور یمن کے عامل عبید اللہ ابن عباس اور سپہ سالار لشکر سعید ابن نمران بسر ابن ابی ارطات سے مغلوب ہو کر حضرت کے پاس پلٹ آئے تو آپ اپنے اصحاب کو جہاد میں سستی اور رائے کی خلاف ورزی سے بددل ہو کر منبر کی طرف بڑھے اور فرمایا۔

یہ عالم ہے اس کوفہ کا، جس کا بندوبست میرے ہاتھ میں ہے (اے شہر کوفہ) اگر تیرا یہی عالم رہا کہ تجھ میں آندھیاں چلتی



مَا هِيَ إِلَّا الْكُوفَةُ أَقْبِضُهَا وَأَبْسُطُهَا إِنْ لَمْ تَكُونِي إِلَّا أَنْتِ تَهُبُّ أَعَاصِيرُكِ فَقَبَّحَكِ اللّٰهُ۔ (وَتَمَثَّلَ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ)

لَعَمْرُ أَبِيكَ الْخَيْرِ يَا عَمْرُو إِنَّنِي عَلَى وَضَرٍ مِنْ ذَا الْإِنَاءِ قَلِيلٍ

(ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) أُنْبِئْتُ بُسْرًا قَدِ اطَّلَعَ الْيَمَنَ وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَأَظُنُّ أَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ سَيُدَالُونَ مِنْكُمْ بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ وَبِمَعْصِيَتِكُمْ إِمَامَكُمْ فِي الْحَقِّ وَطَاعَتِهِمْ إِمَامَهُمْ فِي الْبَاطِلِ وَبِأَدَائِهِمُ الْأَمَانَةَ إِلَى صَاحِبِهِمْ وَخِيَانَتِكُمْ وَبِصَلَاحِهِمْ فِي بِلَادِهِمْ وَفَسَادِكُمْ فَلَوِ ائْتَمَنْتُ أَحَدَكُمْ عَلَى قُعْبٍ لَخَشِيتُ أَنْ يَذْهَبَ بِعِلَاقَتِهِ۔ اَللّٰهُمَّ إِنِّي قَدْ مَلِلْتُهُمْ وَمَلُّونِي وَسَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُونِي فَأَبْدِلْنِي بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَأَبْدِلْهُمْ بِي شَرًّا مِنِّي اَللّٰهُمَّ مِثْ قُلُوبَهُمْ كَمَا يُمَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ۔ أَمَا وَاللّٰهِ لَوَدِدْتُ أَنَّ لِي بِكُمْ أَلْفَ فَارِسٍ مِنْ بَنِي فِرَاسِ بْنِ غَنْمٍ۔

هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ فَوَارِسُ مِثْلُ أَرْمِيَةِ الْحَمِيمِ۔

ثُمَّ نَزَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الْمِنْبَرِ۔

أَقُولُ الْأَرْمِيَةُ جَمْعُ رَمِيٍّ وَهُوَ السَّحَابُ وَالْحَمِيمُ هٰهُنَا وَقْتُ الصَّيْفِ وَإِنَّمَا خَصَّ الشَّاعِرُ سَحَابَ الصَّيْفِ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُ أَشَدُّ جُفُولًا وَأَسْرَعُ خُفُوفًا

رہیں، تو خدا تجھے غارت کرے پھر آپ نے شاعر کا یہ شعر بطور تمثیل پڑھا۔

اے عمرو! تیرے اچھے باپ کی قسم! مجھے تو اس برتن سے تھوڑی سی چکناہٹ ہی ملی ہے (جو برتن کے خالی ہونے کے بعد اس میں لگی رہ جاتی ہے) مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بسر یمن پر چھا گیا ہے۔ بخدا میں تو اب اُن لوگوں کے متعلق یہ خیال کرنے لگا ہوں کہ وہ عنقریب سلطنت و دولت کو تم سے ہتیا لیں گے، اس لئے کہ وہ (مرکز) باطل پر متحد و یکجا ہیں اور تم اپنے (مرکز) حق سے پراگندہ و منتشر۔ تم امر حق میں اپنے امام کے نافرمان اور وہ باطل میں بھی اپنے امام کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کے ساتھ امانت داری کے فرض کو پورا کرتے ہیں اور تم خیانت کرنے سے نہیں چوکتے۔ وہ اپنے شہروں میں امن برقرار رکھتے ہیں اور تم شورشیں برپا کرتے ہو۔ میں اگر تم میں سے کسی کو لکڑی کے ایک پیالے کا بھی امین بناؤ، تو یہ ڈر رہتا ہے کہ وہ اس کے کنڈے کو توڑ کر لے جائے گا۔ اے اللہ وہ مجھ سے تنگ دل ہو چکے ہیں اور میں اُن سے۔ وہ مجھ سے اکتا چکے ہیں اور میں اُن سے مجھے ان کے بدلے میں اچھے لوگ عطا کر اور میرے بدلے میں انہیں کوئی اور بُرا حاکم دے۔ خدایا ان کے دلوں کو اس طرح (اپنے غضب سے) پگھلا دے جس طرح نمک پانی میں گھول دیا جاتا ہے۔ خدا کی قسم میں اس چیز کو دوست رکھتا ہوں کہ تمہارے بجائے میرے پاس بنی فراس ابن غنم کے ایک ہی ہزار سوار ہوتے ایسے (جن کا وصف شاعر نے یہ بیان کیا ہے کہ) اگر تم کسی موقعہ پر انہیں پکارو، تو تمہارے پاس ایسے سوار پہنچیں جو تیز روی میں گرمیوں کے ابر کے مانند ہیں۔ اس کے بعد حضرت منبر سے نیچے اُتر آئے۔

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس شعر میں لفظ ارمیہ رمی کی جمع ہے، جس کے معنی ابر کے ہیں اور حمیم کے معنی یہاں پر موسم گرما کے ہیں اور شاعر نے گرمیوں کے ابر کی تخصیص اس لئے

لِأَنَّهُ لَا مَاءَ فِيهِ وَإِنَّمَا يَكُونَ السَّحَابُ ثَقِيلَ السَّيْرِ لِامْتَلَائِهِ بِالْمَاءِ وَذٰلِكَ لَا يَكُونُ فِي الْأَكْثَرِ إِلَّا زَمَانَ الشِّتَاءِ وَإِنَّمَا أَرَادَ الشَّاعِرُ وَصْفَهُمْ بِالشُّرْعَةِ إِذَا دُعُوا وَالْإِغَاثَةِ إِذَا اسْتُغِيثُوا وَالدَّلِيلُ عَلَى ذٰلِكَ قَوْلُهُ هُنَالِكَ لَوْ دَعَوْتَ أَتَاكَ مِنْهُمْ۔

کی ہے کہ وہ سریع السیر اور تیز رفتار ہوتا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پانی سے خالی ہوتا ہے اور ابر سست گام اس وقت ہوتا ہے جب اس میں پانی بھرا ہوا ہو اور ایسے ابر (ملک عرب میں) عموماً سردیوں میں اٹھتے ہیں۔ اس شعر سے شاعر کا مقصود یہ ہے کہ انہیں جب مدد کے لئے پکارا جاتا ہے اور ان سے فریادرسی کی جاتی ہے تو وہ تیزی سے بڑھتے ہیں اور اس کی دلیل شعر کا پہلا مصرع ہے ھنالک لودعوت اتاک منھم (اگر تم پکارو تو وہ تمہارے پاس پہنچ جائیں گے)۔

[1] جب تحکیم کے بعد معاویہ کے قدم مضبوطی سے جم گئے تو اُس نے اپنا دائرہ سلطنت وسیع کرنے کے لئے امیر المومنینؑ کے مقبوضہ شہروں پر قبضہ جمانے کی تدبیریں شروع کر دیں اور مختلف علاقوں میں اپنی فوجیں بھیج دیں تاکہ وہ جبر و تشدد سے امیر شام کے لئے بیعت حاصل کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بسر ابن ابی ارطاۃ کو حجاز روانہ کیا جس نے حجاز سے لے کر یمن تک ہزاروں بے گناہوں کے خون بہائے۔ قبیلوں کے قبیلے زندہ آگ میں جلا دیئے اور چھوٹے چھوٹے بچوں تک کو قتل کیا یہاں تک کہ عبید اللہ ابن عباس والی یمن کے دو کمسن بچوں قثم اور عبد الرحمٰن کو ان کی ماں حوریہ بنت خالد کے سامنے ذبح کر دیا۔

امیر المومنینؑ کو جب اس کی سفاکیوں اور خونریزیوں کا علم ہوا تو آپ نے اُس کی سرکوبی کے لئے لشکر روانہ کرنا چاہا مگر پیہم جنگ آزمائیوں کی وجہ سے لوگ جنگ سے جی چھوڑے بیٹھے تھے اور سرگرمی کے بجائے بددلی ان میں پیدا ہو چکی تھی۔ حضرت نے جب ان کو جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے دیکھا تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انہیں حمیت و غیرت دلائی ہے اور دشمن کی باطل نوازیوں اور ان کے مقابلے میں ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرکے انہیں جہاد پر ابھارا ہے۔ آخر جاریہ ابن قدامہ نے آپ کی آواز پر لبیک کہی اور دو ہزار کے لشکر کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کا پیچھا کر کے اُسے امیر المومنینؑ کے مقبوضات سے نکال باہر کیا۔

## خطبہ ۲۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَذِيرًا لِّلْعَالَمِينَ وَأَمِينًا عَلَى التَّنْزِيلِ۔ وَأَنْتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّ دِينٍ وَفِي شَرِّ دَارٍ مُنِيخُونَ بَيْنَ حِجَارَةٍ خُشْنٍ وَحَيَّاتٍ صُمٍّ تَشْرَبُونَ الْكَدِرَ وَتَأْكُلُونَ الْجَشِبَ وَتَسْفِكُونَ دِمَائَكُمْ وَتَقْطَعُونَ أَرْحَامَكُمْ الْأَصْنَامُ فِيكُمْ مَنْصُوبَةٌ وَالْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ (وَمِنْهَا) فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي مُعِينٌ إِلَّا أَهْلُ بَيْتِي فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ وَأَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذَى وَشَرِبْتُ عَلَى الشَّجَى۔ وَصَبَرْتُ عَلَى أَخْذِ الْكَظَمِ وَعَلَى أَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ (وَمِنْهَا) وَلَمْ يُبَايِعْ حَتَّى شَرَطَ أَنْ يُؤْتِيَهُ عَلَى الْبَيْعَةِ ثَمَنًا فَلَا ظَفِرَتْ يَدُ الْبَائِعِ وَخَزِيَتْ أَمَانَةُ الْمُبْتَاعِ فَخُذُوا لِلْحَرْبِ أُهْبَتَهَا وَأَعِدُّوا لَهَا عُدَّتَهَا فَقَدْ شَبَّ لَظَاهَا وَعَلَا سَنَاهَا وَاسْتَشْعِرُوا الصَّبْرَ فَإِنَّهُ أَدْعَى إِلَى النَّصْرِ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کو (ان کی بداعمالیوں سے) متنبہ کرنے والا اور اپنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب اُس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے کھردرے پتھروں اور زہریلے سانپوں میں تم بود و باش رکھتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چمٹے ہوئے تھے۔ اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا، تو مجھے اپنے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں پھندے تھے مگر میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پی لئے اور گلوگرفتگی کے باوجود حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔ اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے[1] اس نے اس وقت تک معاویہ کی بیعت نہیں کی جب تک یہ شرط اس سے منوا نہ لی کہ وہ اس بیعت کی قیمت ادا کرے اس بیعت کرنے والے کے ہاتھوں کو فتح و فیروز مندی نصیب نہ ہو اور خریدنے والے کے معاہدے کو ذلت و رسوائی حاصل ہو (لو اب وقت آ گیا کہ) تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور اس کے لئے ساز و سامان مہیا کر لو۔ اس کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں اور لپٹیں بلند ہو رہی ہیں اور جامہ صبر پہن لو، کہ اس سے نصرت و کامرانی حاصل ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

[1] حضرت نے نہروان کی طرف متوجہ ہونے سے قبل ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس کے تین ٹکڑے یہ ہیں۔ پہلے ٹکڑے میں بعثت سے قبل جو عرب کی حالت تھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے اور دوسرے حصے میں رسولؐ کی رحلت کے بعد جن حالات نے آپ کو گوشہ عزلت میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور تیسرے حصے میں معاویہ اور عمرو بن عاص کے درمیان جو قول و قرار ہوا تھا اس کا ذکر کیا ہے۔ اس باہمی معاہدہ کی صورت یہ تھی کہ جب امیر المومنینؑ نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو بیعت لینے کے لئے معاویہ کے پاس روانہ کیا تو اس نے جریر کو جواب دینے کے بہانے روک لیا اور اس دوران میں اہل شام کو ٹٹولنا شروع کیا کہ وہ کہاں تک اس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ چنانچہ جب انہیں خونِ عثمان کے انتقام پر ابھار کر اپنا ہمنوا بنالیا تو اپنے بھائی عتبہ ابن ابی سفیان سے مشورہ کیا۔ اُس نے رائے دی کہ اگر اس کام میں عمرو ابن عاص کو ساتھ ملا لیا جائے تو وہ اپنی سوجھ بوجھ سے بہت سی مشکلوں کو آسان کر سکتا ہے۔ لیکن وہ یوں ہی تمہارے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوگا۔ جب تک کہ اس کی منہ مانگی قیمت حاصل نہ کرے گا۔ اگر تم اس کے لئے تیار ہو تو وہ تمہارے لئے بہترین مشیر و معاون ثابت ہوگا۔ معاویہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمرو ابن عاص کو بلا کر اس سے گفتگو کی اور آخر یہ طے پایا کہ وہ حکومت مصر کے بدلے میں امیر المومنین کو مورد الزام ٹھہرا کر قتل عثمان کا انتقام لے گا اور جس طرح بن پڑے گا معاویہ کے شامی اقتدار کو متزلزل نہ ہونے دے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے معاہدہ کی پابندی کی اور اپنے قول و قرار کو پوری طرح بناہا۔

## خطبہ ۲۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْجِهَادَ بَابٌ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَتَحَهُ اللّٰهُ لِخَاصَّةِ أَوْلِيَائِهِ وَهُوَ لِبَاسُ التَّقْوٰى وَدِرْعُ اللّٰهِ الْحَصِينَةُ وَجُنَّتُهُ الْوَثِيقَةُ فَمَنْ تَرَكَهُ رَغْبَةً عَنْهُ أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ الذُّلِّ وَشَمْلَةَ الْبَلَاءِ وَدُيِّثَ بِالصَّغَارِ وَالْقَمَاءِ وَضُرِبَ عَلٰى قَلْبِهِ بِالْاَسْدَادِ وَأُدِيلَ الْحَقُّ مِنْهُ بِتَضْيِيعِ الْجِهَادِ وَسِيمَ الْخَسْفَ وَمُنِعَ النَّصَفَ أَلَا وَإِنِّي قَدْ دَعَوْتُكُمْ إِلٰى قِتَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَيْلًا وَّنَهَارًا وَّسِرًّا وَّإِعْلَانًا وَّقُلْتُ لَكُمْ اُغْزُوهُمْ قَبْلَ أَنْ يَّغْزُوكُمْ فَوَاللّٰهِ مَا غُزِيَ قَوْمٌ قَطُّ فِي عُقْرِ دَارِهِمْ إِلَّا ذَلُّوا فَتَوَاكَلْتُمْ وَتَخَاذَلْتُمْ حَتّٰى شُنَّتْ عَلَيْكُمُ الْغَارَاتُ وَمُلِكَتْ عَلَيْكُمُ الْاَوْطَانُ وَهٰذَا أَخُو غَامِدٍ وَقَدْ وَرَدَتْ خَيْلُهُ الْاَنْبَارَ وَقَدْ قَتَلَ حَسَّانَ ابْنَ حَسَّانَ الْبَكْرِيَّ وَأَزَالَ خَيْلَكُمْ عَنْ مَسَالِحِهَا وَلَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ كَانَ يَدْخُلُ عَلَى الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةِ وَالْاُخْرَى الْمُعَاهَدَةِ فَيَنْتَزِعُ حِجْلَهَا وَقُلْبَهَا وَقَلَائِدَهَا وَرِعَاثَهَا مَا

جہاد جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جسے اللہ نے اپنے خاص دوستوں کے لئے کھولا ہے۔ یہ پرہیز گاری کا لباس اللہ کی محکم زرہ اور مضبوط سپر ہے جو اس سے پہلو بچاتے ہوئے اسے چھوڑ دیتا ہے خدا اسے ذلّت و خواری کا لباس پہنا اور مصیبت و ابتلا کی ردا اوڑھا دیتا ہے اور ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ ٹھکرا دیا جاتا ہے اور مدہوشی و غفلت کا پردہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے اور جہاد کو ضائع و برباد کرنے سے حق اس کے ہاتھ لے لیا جاتا ہے۔ ذلت اُسے سہنا پڑتی ہے اور انصاف اس سے روک لیا جاتا ہے۔ میں نے اس قوم سے لڑنے کے لئے رات بھی اور دن بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی تمہیں پکارا اور للکارا، اور تم سے کہا کہ قبل اس کے کہ وہ جنگ کے لئے بڑھیں تم ان پر دھاوا بول دو۔ خدا کی قسم جن افراد قوم پر ان کے گھروں کے حدود کے اندر ہی حملہ ہو جاتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔ لیکن تم نے جہاد کو دوسروں پر ٹال دیا اور ایک دوسرے کی مدد سے پہلو بچانے لگے۔ یہاں تک کہ تم پر غارت گریاں ہوئیں اور تمہارے شہروں پر زبردستی قبضہ کر لیا گیا۔ اسی بنی غامد کے آدمی (سفیان ابن عوف) ہی کو دیکھ لو کہ اس کی فوج کے سوار (شہر) انبار کے اندر پہنچ گئے اور حسان ابن حسان بکری کو قتل کر دیا اور تمہارے محافظ سواروں کو سرحدوں سے ہٹا دیا اور مجھے تو یہ اطلاعات بھی ملی ہیں کہ اس جماعت کا ایک آدمی مسلمان اور ذمی عورتوں کے گھروں میں گھس جاتا تھا اور ان کے پیروں سے کڑے (ہاتھوں سے کنگن) اور گلوبند اور گوشوارے اتار لیتا تھا اور ان کے پاس اس سے حفاظت کا کوئی ذریعہ نظر نہ



تَمْتَنِعُ مِنْهُ إِلَّا بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَالْاِسْتِرْحَامِ ثُمَّ انْصَرَفُوا وَافِرِينَ مَا نَالَ رَجُلًا مِنْهُمْ كَلْمٌ وَلَا أُرِيقَ لَهُمْ دَمٌ فَلَوْ أَنَّ امْرَأً مُسْلِمًا مَاتَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا أَسَفًا مَا كَانَ بِهِ مَلُومًا بَلْ كَانَ بِهِ عِنْدِي جَدِيرًا فَيَا عَجَبًا وَاللّٰهِ يُمِيتُ الْقَلْبَ وَيَجْلِبُ الْهَمَّ مِنِ اجْتِمَاعِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ عَلٰى بَاطِلِهِمْ وَتَفَرُّقِكُمْ عَنْ حَقِّكُمْ فَقُبْحًا لَكُمْ وَتَرَحًا حِينَ صِرْتُمْ غَرَضًا يُرْمٰى يُغَارُ عَلَيْكُمْ وَلَا تُغِيرُونَ وَتُغْزَوْنَ وَلَا تَغْزُونَ وَيُعْصَى اللّٰهُ وَتَرْضَوْنَ فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي أَيَّامِ الصَّيْفِ قُلْتُمْ هٰذِهِ حَمَارَّةُ الْقَيْظِ أَمْهِلْنَا يُسَبَّخْ عَنَّا الْحَرُّ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِالسَّيْرِ إِلَيْهِمْ فِي الشِّتَاءِ قُلْتُمْ هٰذِهِ صَبَارَّةُ الْقُرِّ أَمْهِلْنَا يَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ كُلُّ هٰذَا فِرَارًا مِنَ الْحَرِّ وَالْقُرِّ۔ فَأَنْتُمْ وَاللّٰهِ مِنَ السَّيْفِ أَفَرُّ يَا أَشْبَاهَ الرِّجَالِ وَلَا رِجَالَ حُلُومُ الْاَطْفَالِ وَعُقُولُ رَبَّاتِ الْحِجَالِ أَعْرِفْكُمْ۔ مَعْرِفَةٌ وَاللّٰهِ جَرَّتْ نَدَمًا وَأَعْقَبَتْ سَدَمًا قَاتَلَكُمُ اللّٰهُ لَقَدْ مَلَأْتُمْ قَلْبِي قَيْحًا وَشَحَنْتُمْ صَدْرِي غَيْظًا۔ وَجَرَّعْتُمُونِي نُغَبَ التَّهْمَامِ أَنْفَاسًا۔ وَأَفْسَدْتُمْ عَلَيَّ رَأْيِي بِالْعِصْيَانِ

آتا تھا۔ سوا اس کے کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن کہتے ہوئے صبر سے کام لیں یا خوشامدیں کر کے اس سے رحم کی التجا کریں۔ وہ لدے پھندے ہوئے پلٹ گئے نہ کسی کے زخم آیا نہ کسی کا خون بہا۔ اب اگر کوئی مسلمان ان سانحات کے بعد رنج و ملال سے مر جائے تو اسے ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ میرے نزدیک ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ العجب ثم العجب خدا کی قسم ان لوگوں کا باطل پر ایکا کر لینا اور تمہارے جمعیت کا حق سے منتشر ہو جانا۔ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور رنج و اندوہ بڑھا دیتا ہے تمہارا بُرا ہو۔ تم غم و حزن میں مبتلا رہو۔ تم تو تیروں کا از خود نشانہ بنے ہوئے ہو، تمہیں ہلاک و تاراج کیا جا رہا ہے مگر تمہارے قدم جمے ہوئے ہیں اور تم جنگ سے جی چراتے ہو۔ اللہ کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں اور تم راضی ہو رہے ہو۔ اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لئے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے۔ اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے، اور اگر سردیوں میں چلنے کے لئے کہتا ہوں تو، تم یہ کہتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جایئے کہ سردی کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو، تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اُس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔ اے مردوں کی شکل و صورت والے نامردو! تمہاری عقلیں بچوں کی سی، اور تمہاری سمجھ حجلہ نشین عورتوں کے مانند ہے۔ میں تو یہی چاہتا تھا کہ نہ تم کو دیکھتا، نہ تم سے جان پہچان ہوتی۔ ایسی شناسائی جو ندامت کا سبب اور رنج و اندوہ کا باعث بنی ہے۔ اللہ تمہیں مارے، تم نے میرے دل کو پیپ سے بھر دیا ہے اور میرے سینے کو غیظ و غضب سے چھلکا دیا ہے۔ تم نے مجھے

وَالْخِذْلَانِ حَتّٰی قَالَتْ قُرَیْشٌ اِنَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رَجُلٌ شُجَاعٌ وَلٰكِنْ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالْحَرْبِ لِلّٰهِ اَبُوْهُمْ وَهَلْ اَحَدٌ مِّنْهُمْ اَشَدُّ لَهَا مِرَاسًا وَاَقْدَمُ فِیْهَا مُقَامًا مِّنِّیْ لَقَدْ نَهَضْتُ فِیْهَا وَمَا بَلَغْتُ الْعِشْرِیْنَ، وَهَا اَنَاذَا قَدْ ذَرَّفْتُ عَلَی السِّتِّیْنَ وَلٰكِنْ لَا رَاْیَ لِمَنْ لَا یُطَاعُ۔

غم وحزن کے جرعے پے درپے پلائے، نافرمانی کر کے میری تدبیر ورائے کو تباہ کر دیا یہاں تک کہ قریش کہنے لگے کہ علیؑ ہے تو مردِ شجاع لیکن جنگ کے طور طریقوں سے واقف نہیں۔ اللہ اُن کا بھلا کرے، کیا اُن میں سے کوئی ہے، جو مجھ سے زیادہ جنگ کی مزاولت رکھنے والا اور میدانِ وغا میں میرے پہلے سے کارِ نمایاں کیئے ہوئے ہو۔ میں تو ابھی بیس برس کا بھی نہ تھا کہ حرب و ضرب کے لئے اٹھ کھڑا ہوا اور، اب تو ساٹھ سے بھی اوپر ہو گیا ہوں، لیکن اُس کی رائے ہی کیا جس کی بات نہ مانی جائے۔

لہ جنگ صفین کے بعد معاویہ نے ہر طرف کشت وخون کا بازار گرم کر رکھا تھا اور امیر المومنینؑ کے مقبوضہ شہروں پر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بیت انبار اور مدائن پر حملہ کرنے کے لئے سفیان ابن عوف غامدی کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ پہلے تو ہیت پہنچا، مگر اسے خالی پا کر انبار کی طرف بڑھ نکلا۔ یہاں پر امیر المومنینؑ کی طرف سے پانچ سو سپاہیوں کا ایک دستہ حفاظت کے لئے مقرر تھا۔ مگر وہ معاویہ کے اس لشکر جرار کو دیکھ کر جم نہ سکا۔ صرف سو آدمی اپنے مقام پر جمے رہے اور انہوں نے جہاں تک ممکن تھا، ڈٹ کر مقابلہ بھی کیا مگر دشمن کی فوج نے مل کر ایسا سخت حملہ کیا کہ ان کے بھی قدم اکھڑ گئے اور رئیس لشکر حسان ابن حسان بکری تیس آدمیوں کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔ جب میدان خالی ہو گیا تو دشمنوں نے پوری آزادی کے ساتھ انبار کو لوٹا اور شہر کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

امیر المومنینؑ کو جب اس حملہ کی اطلاع ملی تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کو دشمن کی سرکوبی کے لئے اُبھارا، اور جہاد کی دعوت دی مگر کسی طرف سے صدائے ''لبیک'' بلند نہ ہوئی، تو آپ پیچ وتاب کھاتے ہوئے منبر سے نیچے اُتر آئے، اور اسی عالم میں پیادہ پا دشمن کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو ان کی غیرت وحمیت بھی جوش میں آئی اور وہ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے۔ جب وادی نخیلہ میں پہنچ کر حضرت نے منزل کی تو ان لوگوں نے آپ کے گرد گھیرا ڈال لیا اور باصرار کہنے لگے کہ یا امیر المومنینؑ آپ پلٹ جائیں۔ ہم فوج دشمن سے نپٹ لینے کے لئے کافی ہیں۔ جب ان لوگوں کا اصرار حد سے بڑھا تو آپ پلٹنے کے لئے آمادہ ہو گئے اور سعید ابن قیس آٹھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ادھر روانہ ہو گئے۔ مگر سفیان ابن عوف کا لشکر جا چکا تھا اور سعید ابن قیس بے لڑے واپس آئے۔ جب سعید کوفہ پہنچے تو ابن ابی الحدید کی روایت کی بناء پر حضرت رنج واندوہ کے عالم میں باب السدہ پر آ کر بیٹھ گئے اور ناسازی طبیعت کی وجہ سے یہ خطبہ لکھ کر اپنے غلام سعد کو دیا کہ وہ پڑھ کر سنا دے۔ مگر مبرد نے ابن عائشہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مقام نخیلہ میں ایک بلندی پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اور ابن میثم نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

---



# خطبہ ۲۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الدُّنْیَا قَدْ اَدْبَرَتْ وَاٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ۔ وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَشْرَفَتْ بِاطِّلَاعٍ اَلَا وَاِنَّ الْیَوْمَ الْمِضْمَارُ وَغَدًا السِّبَاقُ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَایَةُ النَّارُ اَفَلَا تَائِبٌ مِنْ خَطِیْئَتِهٖ قَبْلَ مَنِیَّتِهٖ؟ اَلَا عَامِلٌ لِنَفْسِهٖ قَبْلَ یَوْمِ بُؤْسِهٖ ؟ اَلَا وَاِنَّكُمْ فِیْ اَیَّامِ اَمَلٍ مِنْ وَرَآئِهٖ اَجَلٌ۔ فَمَنْ عَمِلَ فِیْ اَیَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ فَقَدْ نَفَعَهٗ عَمَلُهٗ وَلَمْ یَضْرُرْهُ اَجَلُهٗ وَمَنْ قَصَّرَ فِیْ اَیَّامِ اَمَلِهٖ قَبْلَ حُضُوْرِ اَجَلِهٖ فَقَدْ خَسِرَ عَمَلُهٗ وَضَرَّهٗ اَجَلُهٗ اَلَا فَاعْمَلُوْا فِی الرَّغْبَةِ كَمَا تَعْمَلُوْنَ فِی الرَّهْبَةِ۔ اَلَا وَاِنِّیْ لَمْ اَرَ كَالْجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا وَلَا كَالنَّارِ نَامَ هَارِبُهَا اَلَا وَاِنَّهٗ مَنْ لَا یَنْفَعُهُ الْحَقُّ یَضُرُّهُ الْبَاطِلُ وَمَنْ لَا یَسْتَقِیْمُ بِهِ الْهُدٰی یَجُرُّ بِهِ الضَّلَالُ اِلَی الرَّدٰی۔ اَلَا وَاِنَّكُمْ قَدْ اُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ۔ وَدُلِلْتُمْ عَلَی الزَّادِ وَاِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْكُمْ اِتِّبَاعُ الْهَوٰی وَطُوْلُ الْاَمَلِ تَزَوَّدُوْا مِنَ الدُّنْیَا مَا تُحْرِزُوْنَ بِهٖ اَنْفُسَكُمْ غَدًا۔ (اَقُوْلُ) اِنَّهٗ لَوْ كَانَ كَلَامٌ یَاْخُذُ بِالْاَعْنَاقِ

دنیا نے پیٹھ پھیر کر اپنے رخصت ہونے کا اعلان اور منزل عقبیٰ نے سامنے آ کر اپنی آمد سے آگاہ کر دیا ہے۔ آج کا دن تیاری کا ہے، اور کل دوڑ کا ہوگا۔ جس طرف آگے بڑھنا ہے، وہ تو جنت ہے اور جہاں کچھ اشخاص (اپنے اعمال کی بدولت بلا اختیار) پہنچ جائیں گے وہ دوزخ ہے کیا موت سے پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والا کوئی نہیں اور کیا اس روز مصیبت کے آنے سے پہلے عمل (خیر) کرنے والا ایک بھی نہیں، تم امیدوں کے دور میں ہو جس کے پیچھے موت کا ہنگامہ ہے۔ تو جو شخص موت سے پہلے ان امیدوں کے دنوں میں عمل کر لیتا ہے تو یہ عمل اُس کے لئے سودمند ثابت ہوتا ہے اور موت اُس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی اور جو شخص موت سے قبل زمانہ امید و آرزو میں کوتاہیاں کرتا ہے تو وہ عمل کے اعتبار سے نقصان رسیدہ رہتا ہے، اور موت اس کے لئے پیغام ضرر لے کر آتی ہے۔ لہٰذا جس طرح اس وقت جب ناگوار حالات کا اندیشہ ہو نیک اعمال میں منہمک ہوتے ہو، ویسا ہی اس وقت بھی نیک اعمال کرو۔ جبکہ مستقبل کے آثار مسرت افزا محسوس ہو رہے ہوں۔ مجھے جنّت ہی ایسی چیز نظر آتی ہے جس کا طلب گار سویا پڑا ہو اور جہنم ہی ایسی شے دکھائی دیتی ہے جس سے دور بھاگنے والا خوابِ غفلت میں محو ہو، جو حق سے فائدہ نہیں اٹھاتا، اسے باطل کا نقصان و ضرر اٹھانا پڑے گا۔ جس کو ہدایت ثابت قدم نہ رکھے اسے گمراہی ہلاکت کی طرف کھینچ لے جائے گی۔ تمہیں کوچ کا حکم مل چکا ہے اور زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ دو ہی چیزوں کا خطرہ ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا زاد لے لو جس سے کل اپنے نفسوں کو بچا سکو۔

اِلَى الزُّهْدِ فِى الدُّنْيَا وَ يَضْطَرُّ اِلٰى عَمَلِ الْاٰخِرَةِ لَكَانَ هٰذَا الْكَلَامَ۔ وَكَفٰى بِهٖ قَاطِعًا لِعَلَائِقِ الْاٰمَالِ۔ وَقَادِحًا زِنَادَ الْاِتِّعَاظِ وَالْاِزْدِجَارِ۔ وَمِنْ اَعْجَبِهٖ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ (اَلَا وَاِنَّ الْيَوْمَ الْمِضْمَارُ وَغَدًا السِّبَاقُ۔ وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ) فَاِنَّ فِيْهِ مَعَ فَخَامَةِ اللَّفْظِ وَعِظَمِ قَدْرِ الْمَعْنٰى وَصَادِقِ التَّمْثِيْلِ وَوَاقِعِ التَّشْبِيْهِ سِرًّا عَجِيْبًا وَمَعْنًى لَطِيْفًا وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ وَالْغَايَةُ النَّارُ) فَخَالَفَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ لِاخْتِلَافِ الْمَعْنَيَيْنِ وَلَمْ يَقُلِ السَّبَقَةُ النَّارُ كَمَا قَالَ۔ اَلسَّبَقَةُ الْجَنَّةُ لِاَنَّ الْاِسْتِبَاقَ اِنَّمَا يَكُوْنُ اِلٰى اَمْرٍ مَحْبُوْبٍ وَغَرَضٍ مَطْلُوْبٍ وَهٰذِهٖ صِفَةُ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ هٰذَا الْمَعْنٰى مَوْجُوْدًا فِى النَّارِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا فَلَمْ يَجُزْ اَنْ يَقُوْلَ وَالسَّبَقَةُ النَّارُ بَلْ قَالَ وَالْغَايَةُ النَّارُ لِاَنَّ الْغَايَةَ يَنْتَهِىْ اِلَيْهَا مَنْ لَّا يَسُرُّهُ الْاِنْتِهَاءُ اِلَيْهَا وَمَنْ يَسُرُّهٗ ذٰلِكَ فَصَلَحَ اَنْ يُعَبَّرَ بِهَا عَنِ الْاَمْرَيْنِ مَعًا فَهِىَ فِىْ هٰذَا الْمَوْضِعِ كَالْمَصِيْرِ وَالْمَاٰلِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى (قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ) وَلَا يَجُوْزُ فِىْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اَنْ يُّقَالَ فَاِنَّ سَبْقَتَكُمْ "بِسُكُوْنِ الْبَآءِ" اِلَى النَّارِ

سید رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی کلام گردن پکڑ کر زہد دنیوی کی طرف لانے والا اور عمل اُخروی کے لئے مجبور و مضطر کردینے والا ہوسکتا ہے تو وہ کلام ہے جو امیدوں کے بندھنوں کو توڑنے اور وعظ و سرزنش سے اثر پذیری کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی دوافی ہے۔ اس خطبے میں یہ جملہ "الا وان الیوم المضمار وغدا السباق السبقۃ الجنۃ والغایۃ النار" تو بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ اس میں لفظوں کی جلالت، معنی کی بلندی، سچی تمثیل اور صحیح تشبیہ کے ساتھ عجیب اسرار اور باریک نکات ملتے ہیں۔ حضرت نے اپنے ارشاد والسبقۃ الجنۃ والغایۃ النار میں بمعنی مقصود کے الگ الگ ہونے کی وجہ سے دو جداگانہ لفظیں "السبقۃ الغایۃ" استعمال کی ہیں۔ جنت کے لئے لفظ "سبقۃ" (بڑھنا) فرمائی ہے اور جہنم کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ سبقت اس چیز کی طرف کی جاتی ہے جو مطلوب و مرغوب ہو۔ اور یہ بہشت ہی کی شان ہے اور دوزخ میں مطلوبیت و مرغوبیت کہاں کہ اس کی جستجو و تلاش میں بڑھا جائے۔ (نعوذ باللہ منہا) چونکہ السبقۃ النار کہنا صحیح و درست نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی لئے والغایۃ النار فرمایا اور غایت صرف منزل منتہا کو کہتے ہیں۔ اس تک پہنچنے والے کو خواہ رنج و کوفت ہو یا شادمانی و مسرت۔ یہ ان دونوں معنوں کی ادائیگی کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہرصورت اسے مصیر و مآل (بازگشت) کے معنی میں سمجھنا چاہیئے اور ارشاد قرآنی ہے "قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ" (کہو کہ تم دنیا سے اچھی طرح حظ اٹھالو، آخر تو تمہاری بازگشت جہنم کی طرف ہے) یہاں مصیرکم کی بجائے سبقتکم کہنا کسی طرح صحیح و درست نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس میں غور و فکر



فَتَاَمَّلْ ذٰلِكَ فَبَاطِنُهٗ عَجِيْبٌ وَغَوْرُهٗ بَعِيْدٌ لَطِيْفٌ وَكَذٰلِكَ اَكْثَرُ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَفِىْ بَعْضِ النُّسَخِ) وَقَدْ جَاءَ فِىْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى (وَالسُّبْقَةُ الْجَنَّةُ) بِضَمِّ السِّيْنِ۔ وَالسُّبْقَةُ عِنْدَهُمْ اِسْمٌ لِمَا يُجْعَلُ لِلسَّابِقِ اِذَا سَبَقَ مِنْ مَالٍ اَوْ عَرَضٍ وَالْمَعْنَيَانِ مُتَقَارِبَانِ لِاَنَّ ذٰلِكَ لَا يَكُوْنُ جَزَاءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَذْمُوْمِ وَاِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَاءً عَلٰى فِعْلِ الْاَمْرِ الْمَحْمُوْدِ۔

کرو اور دیکھو کہ اس کا باطن کتنا عجیب اور اس کا گہراؤ لطافتوں کو لئے ہوئے کتنی دور تک چلا گیا ہے اور حضرت کا بیشتر کلام اسی انداز پر ہوتا ہے اور بعض روایتوں میں السبقۃ بضم سین بھی آیا ہے اور سبقۃ اُس مال و متاع کو کہتے ہیں جو آگے نکل جانے والے کے لئے بطورِ انعام رکھا جاتا ہے۔ بہرصورت دونوں کے معنی قریب قریب یکساں ہیں اس لئے کہ معاوضہ و انعام کسی قابل مذمت فعل پر نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی اچھے اور لائق ستائش کارنامے کے بدلے ہی میں ہوتا ہے۔

---

## خطبہ ۲۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَيُّهَا النَّاسُ الْمُجْتَمِعَةُ اَبْدَانُهُمُ الْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَاؤُهُمْ۔ كَلَامُكُمْ يُوْهِى الصُّمَّ الصِّلَابَ وَفِعْلُكُمْ يُطْمِعُ فِيْكُمُ الْاَعْدَاءَ۔ تَقُوْلُوْنَ فِى الْمَجَالِسِ كَيْتَ وَكَيْتَ فَاِذَا جَاءَ الْقِتَالُ قُلْتُمْ حِيْدِىْ حَيَادِ۔ مَا عَزَّتْ دَعْوَةُ مَنْ دَعَاكُمْ وَلَا اسْتَرَاحَ قَلْبُ مَنْ قَاسَاكُمْ۔ اَعَالِيْلُ بِاَضَالِيْلَ دِفَاعَ ذِى الدَّيْنِ الْمَطُوْلِ لَا يَمْنَعُ الضَّيْمَ الذَّلِيْلُ۔ وَلَا يُدْرَكُ الْحَقُّ اِلَّا بِالْجِدِّ اَىَّ دَارٍ بَعْدَ دَارِكُمْ تَمْنَعُوْنَ وَمَعَ اَىِّ اِمَامٍ بَعْدِىْ تُقَاتِلُوْنَ۔ اَلْمَغْرُوْرُ وَاللّٰهِ مَنْ غَرَرْتُمُوْهُ۔ وَمَنْ فَازَ بِكُمْ فَقَدْ فَازَ وَاللّٰهِ بِالسَّهْمِ الْاَخْيَبِ وَمَنْ رَمٰى بِكُمْ

اے وہ لوگوں جن کے جسم یکجا اور خواہشیں جدا جدا ہیں تمہاری باتیں تو سخت پتھروں کو بھی نرم کردیتی ہیں اور تمہارا عمل ایسا ہے کہ جو دشمنوں کو تم پر دندان آز تیز کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ اپنی مجلسوں میں تو تم کہتے پھرتے ہو کہ یہ کردیں گے اور وہ کردیں گے اور جب جنگ چھڑ ہی جاتی ہے، تو تم اس سے پناہ مانگتے ہو۔ جو تم کو مدد کے لئے پکارے اس کی صدا بے وقعت اور جس کا تم جیسے لوگوں سے واسطہ پڑا ہو اس کا دل ہمیشہ بے چین ہے۔ حیلے حوالے ہیں غلط سلط اور مجھ سے جنگ میں تاخیر کرنے کی خواہشیں ہیں۔ جیسے نادہند مقروض اپنے قرض خواہ کو ٹالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ذلیل آدمی ذلت آمیز زیادتیوں کی روک تھام نہیں کرسکتا اور حق تو بغیر کوشش کے نہیں ملا کرتا۔ اس گھر کے بعد اور کس امام کے ساتھ ہو کہ جہاد کرو گے۔ خدا کی قسم جسے تم نے دھوکا دے دیا ہو اُس کے فریب خوردہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور جسے تم جیسے لوگ ملے ہوں تو اس کے حصہ میں وہ تیر آتا ہے جو خالی ہوتا ہے اور جس نے تم کو (تیروں کی طرح) دشمنوں

فَقَدْ رَمَى بِاَفْوَقِ نَاصِلٍ اَصْبَحْتُ وَاللّٰهُ لَا اُصَدِّقُ قَوْلَكُمْ۔ وَلَا اَطْمَعُ فِیْ نَصْرِكُمْ وَلَا اُوْعِدُ الْعَدُوَّ بِكُمْ؟ مَا بَالُكُمْ؟ مَا دَوَآءُ كُمْ؟ مَا طِبُّكُمْ؟ اَلْقَوْمُ رِجَالٌ اَمْثَالُكُمْ اَقَوْلًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ وَغَفْلَةً مِنْ غَيْرِ وَرَعٍ۔ وَطَمَعًا فِیْ غَيْرِ حَقٍّ۔

پر پھینکا ہو، اُس نے گویا ایسا تیر پھینکا ہے جس کا سوفار ٹوٹ چکا ہو اور پیکان بھی شکستہ ہو کر خدا کی قسم! میری کیفیت تو اب یہ ہے کہ نہ میں تمہاری کسی بات کی تصدیق کر سکتا ہوں اور نہ تمہاری نصرت کی مجھے آس باقی رہی ہے، اور نہ تمہاری وجہ سے دشمن کو جنگ کی دھمکی دے سکتا ہوں تمہیں کیا ہو گیا؟ تمہارا مرض کیا ہے اور اس کا چارہ کیا ہے۔ اس قوم (اہلِ شام) کے افراد بھی تو تمہاری ہی شکل و صورت کے مرد ہیں، کیا باتیں ہی باتیں رہیں گی۔ جانے بوجھے بغیر اور صرف غفلت و مدہوشی ہے۔ تقویٰ و پرہیزگاری کے بغیر (بلندی) کی حرص ہی حرص ہے مگر بالکل ناحق۔

ا جنگ نہروان کے بعد معاویہ نے ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ اطراف کوفہ میں اس مقصد سے بھیجا کہ وہ اُن نواح میں شورش و انتشار پھیلائے، اور جسے پائے اُسے قتل کر دے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کا بازار گرم کرے تاکہ امیر المومنین سکون و اطمینان سے نہ بیٹھ سکیں۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو سرانجام دینے کے لئے روانہ ہوا، اور بے گناہوں کے خون بہاتا ہوا، اور ہر طرف تباہی مچاتا ہوا مقامِ ثعلبیہ تک پہنچ گیا۔ یہاں پر حجاج کے ایک قافلہ پر حملہ کیا اور ان کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا اور پھر مقام قطقطانہ پر صحابی رسولؐ عبداللہ ابن مسعود کے بھتیجے عمرو ابن عمیس اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر دیا اور یونہی ہر جگہ وحشت و خونخواری شروع کر دی۔ امیر المومنینؑ کو جب ان غارت گریوں کا علم ہوا، تو آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنگ کے لئے بلایا تاکہ ان درندگیوں کی روک تھام کی جائے۔ مگر لوگ جنگ سے پہلو بچاتے ہوئے نظر آئے۔ آپ ان لوگوں کو سست قدمی و بددلی سے متاثر ہو کر منبر پر تشریف لے گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں ان لوگوں کو غیرت دلائی ہے کہ وہ بزدلوں کی طرح جنگ سے بچنے کی کوشش نہ کریں، اور اپنے ملک کی حفاظت کے لئے جوان مردوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوں، اور غلط سلط حیلے حوالوں سے کام نہ لیں۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ دشمن کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور مقام تدمر پر اُسے جا لیا۔ ابھی دونوں فریق میں معمولی سی جھڑپ ہوئی تھی کہ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا، اور وہ صرف انیس آدمی کٹوا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر المومنین کی فوج میں سے بھی دو آدمیوں نے جامِ شہادت پیا۔

---

## خطبہ ۳۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ مَعْنَى قَتْلِ عُثْمَانَ۔

لَوْ اَمَرْتُ بِهِ لَكُنْتُ قَاتِلًا اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ لَكُنْتُ نَاصِرًا غَيْرَ اَنَّ مَنْ نَّصَرَهُ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَقُوْلَ خَذَلَهُ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَقُوْلُ نَصَرَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّیْ وَاَنَا جَامِعٌ لَكُمْ اَمْرَهُ اسْتَاْثَرَ فَاَسَآءَ الْاَثَرَةَ۔ وَجَزِعْتُمْ فَاَسَاتُمُ الْجَزَعَ وَلِلّٰهِ الْحُكْمُ وَاقِعٌ فِی الْمُسْتَاْثِرِ وَالْجَازِعِ۔

قتل عثمان کی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا۔

اگر میں انکے قتل کا حکم دیتا، تو البتہ ان کا قاتل ٹھہرتا اور اگر اُنکے قتل سے (دوسروں کو) روکتا تو ان کا معاون اور مددگار ہوتا۔ (میں بالکل غیر جانبدار رہا) لیکن حالات ایسے تھے کہ جن لوگوں نے انکی نصرت و امداد کی وہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم انکی نصرت نہ کرنیوالوں سے بہتر ہیں اور جن لوگوں نے انکی نصرت سے ہاتھ اٹھالیا وہ نہیں خیال کرتے کہ انکی مدد کرنیوالے ہم سے بہتر و برتر ہیں۔ میں حقیقت امر کو تم سے بیان کئے دیتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے (اپنے عزیزوں کی) طرفداری کی، تو طرفداری بُری طرح کی) اور تم گھبرا گئے تو بُری طرح گھبرا گئے اور (ان دونوں فریق) بے جا طرفداری کرنیوالے، گھبرا اُٹھنے والے کے درمیان اصل فیصلہ کرنیوالا اللہ ہے۔

ا حضرت عثمان اسلامی دور کے پہلے اموی خلیفہ ہیں جو یکم محرم ۲۴ھ میں ستر برس کی عمر میں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے، اور بارہ برس تک مسلمانوں کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہنے کے بعد انہی کے ہاتھوں سے ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ میں قتل ہو کر حش کوکب میں دفن ہوئے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عثمان کا قتل ان کی کمزوریوں اور اُن کے عُمّال کے سیاہ کارناموں کا نتیجہ تھا۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ مسلمان متفقہ طور پر ان کے قتل پر آمادہ اور ان کی جان لینے کے درپے ہو جاتے اور ان کی گھر کے چند آدمیوں کے علاوہ کوئی ان کی حمایت و مدافعت کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ مسلمان یقیناً ان کے سن و سال ان کی بزرگی و وقار اور شرفِ مصاحبت کا پاس و لحاظ کرتے مگر ان کے طور طریقوں نے فضا کو اس طرح بگاڑ رکھا تھا کہ کوئی ان کی ہمدردی و پاسداری کے لئے آمادہ نظر نہ آتا تھا۔ پیغمبرؐ کے برگزیدہ صحابیوں پر جو ظلم و ستم ڈھایا گیا تھا، اس نے قبائل عرب میں ان کے خلاف غم و غصہ کی لہر دوڑا رکھی تھی۔ ہر شخص پیچ و تاب کھا رہا تھا اور ان کی خودسری و بے راہروی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوذر کی توہین و تذلیل اور جلاوطنی کے سبب سے بنی غفار اور ان کے حلیف قبائل، عبداللہ ابن مسعود کو بے دردی سے پٹوانے کی وجہ سے بنی ہذیل اور اُن کے حلیف بنی زہرہ، عمار ابنِ یاسر کی پسلیاں توڑ دینے کے باعث بنی مخزوم اور اُن کے حلیف قبیلے اور محمد ابن ابی بکر کے قتل کا سروسامان کرنے کی وجہ سے بنی تیم کے دلوں میں غصہ کا ایک طوفان موجزن تھا۔ دوسرے شہروں کے مسلمان بھی اُن کے عُمّال کے ہاتھوں سے نالاں تھے کہ جو دولت کی سرشاریوں اور بادۂ عشرت کی سرمستیوں میں جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے، اور جسے چاہتے تھے پامال کر کے رکھ دیتے تھے، نہ انہیں مرکز کی طرف سے عتاب کا ڈر تھا، اور نہ کسی باز پُرس کا اندیشہ۔ لوگ ان کے پنجہ استبداد سے نکلنے کے لئے پھڑپھڑاتے تھے مگر کوئی ان کے کرب و اذیت کی صدائیں سننے کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔ نفرت کے جذبات ابھر رہے تھے، مگر انہیں دبانے کی کوئی فکر نہ کی جاتی تھی، صحابہ بھی اُن سے بددل ہو چکے تھے کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ امنِ عالم تباہ، نظم و نسق تہ و بالا اور اسلامی خد و خال مسخ کئے جا رہے ہیں۔ نادار و فاقہ کش سوکھے ٹکڑوں کو ترس رہے ہیں اور بنی اُمیہ کے ہاں ہن برس رہا ہے۔ خلافت شکم پُری کا ذریعہ اور سرمایہ اندوزی کا وسیلہ بن کر رہ گئی ہے۔ لہٰذا وہ بھی ان کے قتل کے لئے زمین ہموار کرنے میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ بلکہ انہی کے خطوط و پیغامات کی بناء پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے لوگ مدینہ میں آ جمع ہوئے تھے۔ چنانچہ اہل مدینہ کے اس رویہ کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان نے معاویہ کو تحریر کیا کہ۔

امّا بعد فانّ اهل المدينة كفروا و خلعوا الطاعة و نكثوا البيعة فابعث الىّ من قبلك من مقاتلة اهل الشام على كل صعب وذلول (طبری ج۳۔ص ۴۰۲)

واضح ہو کہ اہل مدینہ کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت سے منہ پھیر لیا ہے اور بیعت توڑ ڈالی ہے۔ تم شام کے لڑنے بھڑنے والوں کو تند و تیز سواریوں پر میری طرف بھیجو۔

معاویہ نے اس خط کے پہنچنے پر جو طرزِ عمل اختیار کیا، اس سے بھی صحابہ کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ طبری نے اس کے بعد لکھا ہے کہ

فلمّا جاء معاوية الكتاب تربص به و كره اظهار مخالفة اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلّم وقد علم اجتماعهم۔

جب معاویہ کو یہ خط ملا تو اُس نے توقف کیا اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلم کھلا مخالفت کو بُرا جانا کیونکہ اُسے معلوم ہو چکا تھا کہ وہ اُن کی مخالفت پر یک جہتی سے متفق ہیں۔

ان واقعات کے پیشِ نظر حضرت عثمان کے قتل کو وقتی جوش اور ہنگامی جذبہ کا نتیجہ قرار دے کر چند بلوائیوں کے سر تھوپ دینا، حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے جبکہ ان کی مخالفت کے تمام عناصر مدینہ ہی میں موجود تھے اور باہر سے آنے والے تو ان کی آواز پر اپنے دکھ درد کی چارہ جوئی کے لئے جمع ہوئے تھے۔ جن کا مقصد صرف اصلاحِ حال تھا۔ نہ قتل و خونریزی۔ اگر اُن کی داد فریاد سن لی جاتی تو اس خون خرابے تک کبھی نوبت نہ پہنچتی۔ مگر ہوا یہ کہ جب اہل مصر حضرت عثمان کے دودھ شریک بھائی عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر مدینہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب وادیٔ ذی خشب میں پڑاؤ ڈال دیا تو ایک شخص کے ہاتھ خط بھیج کر حضرت عثمان سے مطالبہ کیا کہ ان کے مظالم مٹائے جائیں۔ موجودہ روش کو بدلا جائے اور آئندہ کے لئے توبہ کی جائے۔ مگر آپ نے جواب دینے کی بجائے اُس شخص کو گھر سے نکلوا دیا اور ان کے مطالبہ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھا، جس پر وہ لوگ اس غرور و طغیان کے خلاف آواز بلند کرنے کے لئے شہر کے اندر داخل ہوئے اور لوگوں سے حکومت کی ستم رانیوں کے ساتھ اس طرزِ عمل کا بھی شکوہ کیا۔ اِدھر کوفہ اور بصرہ کے بھی سینکڑوں آدمی اپنے شکوے شکایات لے کر مدینہ آئے ہوئے تھے، جو ان سے ہمنوا ہو کر اہل مدینہ کی پشت پناہی پر آگے بڑھے، اور حضرت عثمان کو پابند مسکن بنا دیا۔ مگر ان کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن انہوں نے پہلے ہی جمعہ میں جو خطبہ دیا اس میں اُن لوگوں کو سخت بُرا بھلا کہا اور ملعون تک قرار دیا۔ جس پر لوگوں نے مشتعل ہو کر ان پر سنگریزے پھینکے۔ جس سے بے حال ہو کر منبر سے نیچے گر پڑے، اور چند دنوں کے بعد ان کے مسجد میں آنے جانے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی۔

جب حضرت عثمان نے اس حد تک حالات بگڑتے ہوئے دیکھے تو بڑی لجاجت سے امیر المومنینؑ سے خواہش کی کہ وہ ان کے لئے چھٹکارے کی کوئی سبیل کریں اور جس طرح بن پڑے ان لوگوں کو متفرق کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کس قرارداد پر انہیں جانے کے لئے کہوں جبکہ ان کے مطالبات حق بجانب ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا کہ میں اس کا اختیار آپ کو دیتا ہوں۔ آپ ان سے جو بھی معاہدہ کریں گے میں اس کا پابند رہوں گا۔ چنانچہ حضرت مصریوں سے جا کر ملے اور ان سے بات چیت کی اور وہ اس شرط پر واپس پلٹ جانے



کے لئے آمادہ ہو گئے کہ تمام مظالم مٹائے جائیں اور ابن ابی سرح کو معزول کر کے اس کی جگہ محمد ابن ابی بکر کو مقرر کیا جائے۔ امیر المومنینؑ نے پلٹ کر حضرت عثمان کے سامنے ان کا مطالبہ رکھا جسے انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے مان لیا اور یہ کہا کہ ان تمام مظالم سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کچھ مہلت ہونا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا جو چیزیں مدینہ سے متعلق ہیں اُن میں مہلت کے کوئی معنی نہیں۔ البتہ دوسری جگہوں کے لئے اتنا وقفہ دیا جا سکتا ہے کہ تمہارا پیغام وہاں تک پہنچ سکے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں مدینہ کے لئے بھی تین دن کی مہلت ہونا چاہئے۔ حضرت نے مصریوں سے بات چیت کرنے کے بعد اسے بھی منظور کر لیا اور ان کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور وہ لوگ حضرت کے کہنے سے منتشر ہو گئے۔ کچھ محمد ابن ابی بکر کے ہمراہ مصر کو چلے گئے اور کچھ لوگ وادی ذی خشب میں آ کر ٹھہر گئے، اور یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ اس واقعے کے دوسرے دن مروان نے حضرت عثمان سے کہا کہ خیر یہ لوگ تو چلتے بنے، مگر دوسرے شہروں سے آنے والوں کی روک تھام کے لئے آپ ایک بیان دیں تا کہ وہ اِدھر کا رخ نہ کریں اور اپنی اپنی جگہ پر مطمئن ہو کر بیٹھے رہیں اور وہ بیان یہ ہو کہ کچھ لوگ مصر کے جھوٹ سچ باتیں سن کر مصر میں جمع ہو گئے تھے اور جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ وہ جو سنتے تھے غلط تھا تو وہ مطمئن ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمان ایسا صریح جھوٹ بولنا نہ چاہتے تھے مگر مروان نے کچھ ایسا چکمہ دیا کہ وہ آمادہ ہو گئے اور مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

ان هؤلاء القوم من اهل مصر كان بلغهم عن امامهم اسر فلما تيقنوا انه باطل ما بلغهم عنه رجعوا الى بلادهم (طبری۔ ج۳ص۳۶۵)

ان مصریوں کو اپنے خلیفہ کے متعلق کچھ خبریں ملی تھیں اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط اور بے سرو پا تھیں تو وہ اپنے شہروں کی طرف پلٹ گئے۔

یہ کہنا تھا کہ مسجد میں ایک ہلڑ مچ گیا اور لوگوں نے پکار پکار کہنا شروع کیا کہ اے عثمان! توبہ کرو، اللہ سے ڈرو، یہ کیا جھوٹ کہہ رہے ہو، حضرت عثمان اس ہڑبونگ میں سٹپٹا کر رہ گئے اور توبہ کرتے ہی بنی۔ چنانچہ قبلہ کی طرف رخ کر کے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑائے اور پھر گھر پلٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے غالباً اسی واقعہ کے بعد حضرت عثمان کو یہ مشورہ دیا کہ تم سابقہ لغزشوں سے کھلم کھلا توبہ کرو، تا کہ یہ شورشیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں۔ ورنہ کل کو کہیں اور کے لوگ آ گئے تو پھر مجھے چمٹو گے کہ تمہاری گلو خلاصی کراؤں۔ چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں خطبہ دیا جس میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد کیا اور لوگوں سے کہا کہ جب میں منبر سے اُتروں تو تمہارے نمائندے میرے گھر پر آئیں۔ میں تمہاری شکایتوں کا ازالہ کروں گا اور تمہارے مطالبے پورے کروں گا جس پر لوگوں نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا اور بڑی حد تک دلی کدورتوں کو آنسوؤں سے دھو ڈالا۔ یہاں سے فارغ ہو کر جب دولت سرا پر پہنچے، تو مروان نے کچھ کہنے کی اجازت چاہی۔ مگر حضرت عثمان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ مانع ہوئیں اور مروان سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کے لئے تم چپ رہو تم کوئی ایسی ہی بات کہو گے جو ان کے لئے موت کا پیش خیمہ بن کر رہے گی۔ مروان نے بگڑ کر کہا کہ تمہیں ان معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ تم اس کی بیٹی ہو جسے مرتے دم تک وضو کرنا بھی نہ آیا۔ نائلہ نے جھلا کر کہا کہ تم غلط کہتے ہو اور بہتان باندھتے ہو۔ میرے باپ کو کچھ کہنے سے پہلے ذرا اپنے باپ کا حلیہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ اگر ان بڑے میاں کا خیال نہ ہوتا تو پھر وہ

سناتی کہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھتے اور ہر بات میں میری ہاں میں ہاں ملاتے۔ حضرت عثمان نے جب بات بڑھتے دیکھی تو انہیں روک دیا اور مروان سے کہا کہ کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ مروان نے کہا کہ یہ آپ مسجد میں کیا کہہ آئے ہیں اور کیسی توبہ کر آئے ہیں۔ میرے نزدیک تو گناہ پر اڑے رہنا آپ کی اس توبہ سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کیونکہ گناہ خواہ کس حد تک بڑھ جائیں، اُن کے لئے توبہ کی گنجائش رہتی ہے اور مارے باندھے کی توبہ کوئی توبہ نہیں ہوتی۔ کہنے کو تو آپ کہہ آئے ہیں مگر اس صلائے عام کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ دروازے پر لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے ہیں، تو اب آگے بڑھئے اور پورا کیجئے اُن کے مطالبات کو۔ حضرت عثمان نے کہا کہ خیر میں جو کہہ آیا سو کہہ آیا، اب تم ان لوگوں سے نپٹ لو۔ میرے بس کا یہ روگ نہیں کہ میں انہیں نپٹاؤں۔ چنانچہ مروان آپ کا ایماء پا کر باہر آیا اور لوگوں سے خطاب کر کے کہا کہ تم لوگ یہاں کیوں جمع ہو؟ کیا دھاوا بولنے کا ارادہ ہے یا لوٹ مار کا قصد ہے۔ یاد رکھو کہ تم آسانی ہمارے ہاتھوں سے اقتدار نہیں چھین سکتے اور یہ خیال دلوں سے نکال ڈالو کہ تم ہمیں دبا لو گے۔ ہم کسی سے دب کر رہنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے منہ کالا کرو، خدا تمہیں رسوا اور ذلیل کرے۔

لوگوں نے یہ بگڑے ہوئے تیور اور بدلا ہوا نقشہ دیکھا تو غیظ و غضب میں بھرے ہوئے وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور سیدھے امیر المومنینؑ کے ہاں پہنچے، اور انہیں ساری روئیداد سنائی جسے سن کر حضرت مارے غصے کے پیچ و تاب کھانے لگے اور اسی وقت اٹھ کر عثمان کے ہاں گئے اور اُن سے کہا کہ "واہ سبحان اللہ" کیا مسلمانوں کی درگت بنائی ہے تم نے۔ ایک بے دین و بدکردار کی خاطر دین سے بھی ہاتھ اٹھا لیا اور عقل کو بھی جواب دے دیا۔ آخر تمہیں کچھ تو اپنے وعدے کا پاس و لحاظ ہونا چاہئے تھا۔ یہ کیا مروان کے اشارے پر آنکھ بند کر کے چل پڑو۔ یاد رکھو کہ وہ تمہیں ایسے اندھے کنوئیں میں پھینکے گا کہ پھر اُس سے نکل نہ سکو گے۔ تم تو مروان کی سواری بن گئے ہو کہ وہ جس طرح چاہے تم پر سواری گانٹھ لے، اور جس غلط راہ پر چاہے تمہیں ڈال دے۔ آئندہ سے میں تمہارے معاملہ میں کوئی دخل نہ دوں گا اور نہ لوگوں سے کچھ کہوں سنوں گا۔ اب تم جانو اور تمہارا کام۔

اتنا کہہ سن کر حضرت تو واپس ہوئے، اور نائلہ کی بن آئی۔ انہوں نے حضرت عثمان سے کہا کہ میں نہ کہتی تھی کہ مروان سے پیچھا چھڑائیے ورنہ وہ ایسا کلنک کا ٹیکہ لگائے گا کہ مٹائے نہ مٹے گا، بھلا اس کے کہنے پر کیا چلنا کہ جو لوگوں میں بے آبرو اور نظروں سے گرا ہوا ہو۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ کو منائیے ورنہ یاد رکھئے کہ بگڑے ہوئے حالات کا بنانا نہ آپ کے بس میں ہے اور نہ مروان کے اختیار میں ہے۔ حضرت عثمان اس سے متاثر ہوئے اور امیر المومنین کے پیچھے آدمی بھیجا۔ مگر حضرت نے ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ خود حضرت عثمان کے گرد گو محاصرہ نہ تھا مگر حیا زنجیر پا تھی، کون سامنہ لے کر گھر سے باہر نکلتے۔ مگر نکلے بغیر کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا رات کے پردے میں چپکے سے نکلے اور امیر المومنین کے ہاں جا پہنچے اور اپنی بے بسی اور لاچاری کا رونا رویا۔ عذر معذرت بھی کی، وعدے کی پابندی کا یقین بھی دلایا۔ مگر حضرت نے فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں منبرِ رسول پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کے بھرے مجمع میں ایک وعدہ کرتے ہو، تو اُس کا ایفاء یوں ہوتا ہے کہ جب لوگ تمہارے ہاں پہنچتے ہیں تو انہیں بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور گالیاں تک دی جاتی ہیں۔ جب تمہارے قول و قرار کی یہ صورت ہے کہ جسے دنیا دیکھ چکی ہے، تو کس بھروسے پر میں آئندہ کے لئے تمہاری کسی بات پر اعتماد کر لوں۔ اب مجھ سے کوئی توقع نہ رکھو میں تمہاری طرف سے کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار نہیں۔ راستے تمہارے سامنے کھلے ہوئے ہیں جو راستہ چاہو اختیار کرو، اور جس دھڑے پر چاہو چلو۔ اس بات چیت کے بعد حضرت عثمان پلٹ آئے اور الٹا امیر المومنینؑ کو موردِ الزام ٹھہرانا شروع کر دیا کہ ان کی شہ پر یہ ہنگامے اٹھ رہے ہیں، اور سب کچھ کر سکنے کے باوجود کچھ نہیں کرتے۔



اِدھر توبہ کا جو حشر ہوا سو ہوا۔ اب دوسری طرف کی سنئے کہ جب محمد ابن ابی بکر حجاز کی سرحد طے کر کے دریائے قلزم کے کنارے مقامِ ایلہ تک پہنچے تو لوگوں کی نظریں ایک ناقہ سوار پر پڑیں جو اپنی سواری کو اس طرح بگٹٹ دوڑائے لئے جا رہا تھا، جیسے دشمن اس کے تعاقب میں ہوں۔ ان لوگوں کو اس پر شبہ ہوا تو اُسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا میں حضرت عثمان کا غلام ہوں۔ پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مصر کا۔ پوچھا کہ کس کے پاس جا رہے رہو؟ اُس نے کہا کہ والی مصر کے پاس۔ لوگوں نے کہا کہ والی مصر تو ہمارے ہمراہ ہیں۔ تم کس کے پاس جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے ابن ابی سرح کے پاس جانا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارے پاس کوئی خط وغیرہ بھی ہے؟ اُس نے کہا کہ نہیں۔ پوچھا کہ کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اُس نے کہا کہ یہ نہیں معلوم۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی جامہ تلاشی لینا چاہئے۔ چنانچہ تلاشی لی گئی مگر اس سے کوئی چیز برآمد نہ ہوئی۔ کنانہ بن بشر نے کہا، کہ ذرا اس کا مشکیزہ تو دیکھو۔ لوگوں نے کہا کہ چھوڑو، بھلا پانی میں خط کہاں ہو سکتا ہے! کنانہ نے کہا کہ تم کیا جانو کہ یہ لوگ کیا کیا چالیں چلا کرتے ہیں۔ چنانچہ مشکیزہ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سیسے کی ایک نلکی تھی، جس میں خط رکھا ہوا تھا۔ جب کھول کر پڑھا گیا تو فرمانِ خلافت یہ تھا کہ "جب محمد ابن ابی بکر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ تمہارے پاس پہنچے تو ان میں سے فلاں کو قتل کرو، فلاں کے ہاتھ کاٹو اور فلاں کو جیل میں ڈالو اور اپنے عہدہ پر برقرار رہو۔ یہ پڑھ کر سب پر سناٹا چھا گیا، اور حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اب آگے بڑھنا تو موت کے منہ میں جانا تھا، چنانچہ اس غلام کو ساتھ لے کر سب مدینہ کی طرف پلٹ پڑے اور وہاں پہنچ کر وہ خط صحابہ کے مجمع کے سامنے رکھ دیا۔ اس واقعہ کو جس نے سنا، انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اور کوئی ایسا شخص نہ تھا کہ جو حضرت عثمان کو بُرا نہ کہہ رہا ہو۔ اس کے بعد چند صحابہ ان لوگوں کے ہمراہ حضرت عثمان کے ہاں پہنچے اور وہ خط اُن کے سامنے رکھ دیا اور پوچھا کہ اس خط پر مہر کس کی ہے؟ کہا کہ میری۔ پوچھا کہ یہ تحریر کس کی ہے؟ کہا کہ میرے کاتب کی۔ پوچھا یہ غلام کس کا ہے؟ کہا کہ میرا۔ پوچھا کہ یہ سواری کس کی ہے کہا کہ حکومت کی۔ پوچھا کہ یہ بھیجا کس نے ہے، فرمایا کہ اس کا مجھے علم نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ سبحان اللہ! سب کچھ آپ کا اور آپ کو یہ تک پتہ نہ چلنے پائے کہ یہ کس نے بھیجا ہے! جب آپ اتنے ہی بے بس ہیں تو چھوڑ یئے خلافت کو اور الگ ہو جایئے تا کہ کوئی ایسا شخص آئے جو مسلمانوں کے اُمور کی دیکھ بھال کر سکتا ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اس پیراہن کو اُتار دوں جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے۔ البتہ توبہ کیے لیتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ توبہ کی بھلی کہی۔ اس کی مٹی تو اُسی دن خراب ہو گئی تھی جب آپ کے دروازے پر مروان آپ کی ترجمانی کر رہا تھا اور رہی سہی کسر اس خط نے نکال دی ہے۔ اب ہم ان بھروں میں آنے والے نہیں ہیں۔ خلافت کو چھوڑ یئے اگر آپ کے بھائی بند ہمارے سدِ راہ ہوئے تو ہم انہیں روکیں گے اور اگر لڑنے کے لئے آمادہ ہوئے تو ہم بھی لڑیں گے۔ نہ ہمارے ہاتھ شل ہیں اور نہ ہماری تلواریں کند ہیں۔ اگر آپ مسلمانوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں اور انصاف کے علمبردار ہیں تو مروان کو ہمارے حوالہ کیجئے تا کہ ہم اُس سے بازپرس کریں کہ وہ کس کے بل بوتے پر خط لکھ کر مسلمانوں کی عزیز جانوں سے کھیلنا چاہ رہا تھا۔ مگر آپ نے مطالبہ کو ٹھکرا دیا اور مروان کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا جس پر لوگوں نے کہا کہ پھر یہ خط بھی آپ ہی کے حکم سے لکھا گیا ہے۔

بہرصورت سدھرے ہوئے حالات پھر سے بگڑ گئے، اور انہیں بگڑنا ہی چاہئے تھا کیونکہ مطلوبہ مدت کے گزر جانے کے باوجود ہر چیز جوں کی توں تھی، اور رائی برابر بھی اِدھر سے اُدھر نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ توبہ کا انجام دیکھنے کے لئے وادی خشب میں جو لوگ ٹھہرے ہوئے

تھے وہ بھی پھر سیلاب کی طرح بڑھے اور مدینہ کی گلیوں میں پھیل گئے اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے اُن کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

انہی محاصرہ کے دنوں میں پیغمبر کے ایک صحابی نیار ابن عیاض نے حضرت عثمان سے بات چیت کرنا چاہی اور اُن کے ہاں پہنچ کر انہیں پکارا۔ جب انہوں نے اوپر سے جھانک کر دیکھا تو آپ نے کہا کہ اے عثمان! خدا کے لئے اس خلافت سے دست بردار ہو جاؤ، اور مسلمانوں کو اس خون خرابے سے بچاؤ۔ ابھی وہ بات کر ہی رہے تھے کہ حضرت عثمان کے آدمیوں میں سے ایک نے انہیں تیر کا نشان بنا کر جان سے مار ڈالا۔ جس پر لوگ بھڑک اٹھے اور پکار کر کہا کہ نیار کا قاتل ہمارے حوالے کرو مگر حضرت عثمان نے فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے ایک مددگار کو تمہارے حوالے کر دوں۔ اس سینہ زوری نے آگ میں ہوا کا کام کیا اور لوگوں نے جوش میں آ کر ان کے گھر کے دروازے میں آگ لگا دی اور اندر گھسنے کے لئے آگے بڑھے کہ مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور مغیرہ ابن اخنس اپنے اپنے جتھوں کے ساتھ محاصرہ کرنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور دروازے پر کشت وخون شروع ہو گیا۔ لوگ گھر کے اندر گھسنا چاہتے تھے، مگر انہیں دھکیل دیا جاتا تھا۔ اتنے میں عمرو ابن حزم انصاری نے کہ جن کا مکان حضرت عثمان کے مکان سے متصل تھا اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا اور للکار کر کہا کہ آؤ ادھر سے بڑھو۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والے اس مکان کے ذریعہ کاشانۂ خلافت کی چھت پر پہنچ گئے اور وہاں سے گھر کے صحن میں اُتر کر تلواریں سونت لیں۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ حضرت عثمان کے گھر والوں کے علاوہ اُن کے ہوا خواہ اور بنی اُمیہ مدینہ کی گلیوں میں بھاگ کھڑے ہوئے، اور کچھ اُم جبیبہ کے گھر میں جا چھپے اور جو رہ گئے وہ حضرت عثمان کا حق نمک ادا کرتے ہوئے ان کے ساتھ قتل ہو گئے۔ (تاریخ الخلفاء و تاریخ طبری)

آپ کے قتل پر مختلف شعراء نے مرثیے کہے۔ سردست ابو ہریرہ کے مرثیہ کا ایک شعر پیش نظر ہے۔

للناس هم ولی فی الیوم همان　　فقد الجراب وقتل الشیخ عثمان

"لوگوں کو تو آج کے دن صرف ایک صدمہ ہے، لیکن مجھے برابر کے دو صدمے ہیں ایک حضرت عثمان کے قتل ہونے کا، اور دوسرا اپنے تھیلے کے کھو جانے کا۔"

ان واقعات کو دیکھنے کے بعد امیر المومنینؑ کا مؤقف واضح ہو جاتا ہے کہ نہ آپ اس جماعت کا ساتھ دے رہے تھے جو ان کے قتل پر اُبھار رہی تھی، اور نہ اس گروہ میں لائے جا سکتے ہیں کہ جو ان کی حمایت و مدافعت پر کھڑا ہوا تھا۔ بے شک جہاں تک حالات اجازت دیتے رہے، وہ اُن کے بچاؤ کی صورتیں انہیں سمجھاتے رہے اور جب یہ دیکھا کہ جو کہا جاتا ہے، وہ عملاً کہا کیا نہیں جاتا، تو آپ اپنا دامن بچا کر الگ ہو گئے۔

جب دونوں فریق کو دیکھا جاتا ہے تو جن لوگوں نے حضرت عثمان کی نصرت سے ہاتھ اٹھا لیا تھا، ان میں ام المومنین عائشہ اور روایات جمہور کے مطابق عشرہ مبشرہ بقیہ اہل شوریٰ، انصار و مہاجرین اولین اصحاب بدر اور دیگر ممتاز و جلیل القدر افراد نظر آتے ہیں اور دوسری طرف بارگاہِ خلافت کے چند غلام اور بنی امیہ کی چند فردیں دکھائی دیتی ہیں۔ اگر مروان و سعید ابن عاص جیسے لوگوں کو مہاجرین اولین پر فوقیت نہیں دی جا سکتی، تو پھر ان کے عمل کو بھی ان کے طرزِ عمل پر فوقیت دینا مشکل ہو گا اور اگر اجماع مخصوص موارد ہی کے لئے حجت نہیں ہے، تو پھر صحابہ کی اس زبردست اتفاق رائے پر انگشت نمائی مشکل ہو گی۔



## خطبہ ۳۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- لِابْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا اَرْسَلَهُ اِلَى الزُّبَيْرِ لِيَسْتَفِيْئَهُ اِلَى طَاعَتِهٖ قَبْلَ حَرْبِ الْجَمَلِ- لَا تَلْقَيَنَّ طَلْحَةَ فَاِنَّكَ اِنْ تَلْقَهُ تَجِدْهُ كَالثَّوْرِ عَاقِصًا قَرْنَهُ يَرْكَبُ الصَّعْبَ وَيَقُوْلُ هُوَ الذَّلُوْلُ- وَلٰكِنِ الْقَ الزُّبَيْرَ فَاِنَّهُ اَلْيَنُ عَرِيْكَةً فَقُلْ لَهُ يَقُوْلُ لَكَ ابْنُ خَالِكَ: عَرَفْتَنِيْ بِالْحِجَازِ وَ اَنْكَرْتَنِيْ بِالْعِرَاقِ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا اَقُوْلُ هُوَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) اَوَّلُ مَنْ سُمِعَتْ مِنْهُ هٰذِهِ الْكَلِمَةُ اَعْنِيْ فَمَا عَدَا مِمَّا بَدَا-

جب جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے حضرت نے ابن عباس کو زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں اطاعت کی طرف پلٹائیں تو اس موقعہ پر ان سے فرمایا۔ طلحہ سے ملاقات نہ کرنا۔ اگر تم اس سے ملے تو تم اس کو ایک ایسا سرکش بیل پاؤ گے جس کے سینگ کانوں کی طرف مڑے ہوئے ہوں۔ وہ منہ زور سواری ہے۔ بلکہ تم زبیر سے ملنا اس لئے کہ وہ نرم طبیعت ہے اور اُس سے یہ کہنا کہ تمہارے ماموں زاد بھائی نے کہا ہے کہ تم حجاز میں تو مجھ سے جان پہچان رکھتے تھے اور یہاں عراق میں آ کر بالکل اجنبی بن گئے۔ آخر اس تبدیلی کا کیا سبب ہے۔ علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا آخر جملہ "فما عدا مما بدا" جس کا مطلب یہ ہے کہ اس تبدیلی کیا سبب ہوا۔ سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے سنا گیا ہے۔

## خطبہ ۳۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ- اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا قَدْ اَصْبَحْنَا فِيْ دَهْرٍ عَنُوْدٍ- وَزَمَنٍ كَنُوْدٍ يُعَدُّ فِيْهِ الْمُحْسِنُ مُسِيْئًا- وَيَزْدَادُ الظَّالِمُ فِيْهِ عُتُوًّا- لَا نَنْتَفِعُ بِمَا عَلِمْنَا- وَلَا نَسْئَلُ عَمَّا جَهِلْنَا- وَلَا نَتَخَوَّفُ قَارِعَةً حَتّٰى تَحُلَّ بِنَا- فَالنَّاسُ عَلٰى اَرْبَعَةِ اَصْنَافٍ: مِنْهُمْ مَنْ لَا يَمْنَعُهُ الْفَسَادَ اِلَّا مَهَانَةُ نَفْسِهٖ وَكَلَالَةُ حَدِّهٖ وَنَضِيْضُ وَفْرِهٖ وَمِنْهُمُ الْمُصْلِتُ لِسَيْفِهٖ-

اے لوگو! ہم ایک ایسے کج رفتار زمانہ اور ناشکر گزار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکو کار کو خطا کار سمجھا جاتا ہے، اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں، اُن سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے، انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی، ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے۔ (اس زمانے کے) لوگ چار طرح کے ہیں، کچھ وہ ہیں، جنہیں مفسدہ انگیزی سے مانع صرف ان کے نفس کا بے وقعت ہونا، ان کی دھار کا کندہ ہونا اور اُن کے پاس مال کا کم ہونا ہے اور کچھ لوگ وہ ہیں جو تلواریں سونتے ہوئے علانیہ شر پھیلا رہے ہیں اور انہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع

وَالْمُعْلِنُ بِشَرِّهِ وَالْمُجْلِبُ بِخَيْلِهِ وَرَجِلِهِ۔ قَدْ اَشْرَطَ نَفْسَهُ وَاَوْبَقَ دِيْنَهُ لِحُطَامٍ يَنْتَهِزُهُ۔ اَوْمِقْنَبٍ يَقُوْدُهُ اَوْمِنْبَرٍ يَفْرَعُهُ۔ وَلَبِئْسَ الْمَتْجَرُ اَنْ تَرَى الدُّنْيَا لِنَفْسِكَ ثَمَنًا وَمِمَّا لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ عِوَضًا وَمِنْهُمْ مَنْ يَّطْلُبُ الدُّنْيَا بِعَمَلِ الْاٰخِرَةِ وَلَا يَطْلُبُ الْاٰخِرَةَ بِعَمَلِ الدُّنْيَا قَدْ طَامَنَ مِنْ شَخْصِهِ وَقَارَبَ مِنْ خَطْوِهِ وَشَمَّرَ مِنْ ثَوْبِهِ وَ زَخْرَفَ مِنْ نَّفْسِهِ لِلْاَمَانَةِ وَاتَّخَذَ سَتْرَ اللّٰهِ ذَرِيْعَةً اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَمِنْهُمْ مَنْ اَبْعَدَهُ عَنْ طَلَبِ الْمُلْكِ ضُئُوْلَةُ نَفْسِهِ۔ وَانْقِطَاعُ سَبَبِهِ فَقَصَرَتْهُ الْحَالُ عَنْ حَالِهِ فَتَحَلَّى بِاسْمِ الْقَنَاعَةِ وَتَزَيَّنَ بِلِبَاسِ اَهْلِ الزَّهَادَةِ وَلَيْسَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ مَرَاحٍ وَلَا مَغْدًى۔ وَبَقِيَ رِجَالٌ غَضَّ اَبْصَارَهُمْ ذِكْرُ الْمَرْجِعِ وَاَرَاقَ دُمُوْعَهُمْ خَوْفُ الْمَحْشَرِ فَهُمْ بَيْنَ شَرِيْدٍ نَادٍ۔ وَخَائِفٍ مَقْمُوْعٍ۔ وَسَاكِتٍ مَكْعُوْمٍ۔ وَدَاعٍ مُخْلِصٍ۔ وَثَكْلَانَ مُوْجَعٍ۔ قَدْ اَخْمَلَتْهُمُ التَّقِيَّةُ وَشَمِلَتْهُمُ الذِّلَّةُ فَهُمْ فِيْ بَحْرٍ اُجَاجٍ۔ اَفْوَاهُهُمْ ضَامِرَةٌ وَقُلُوْبُهُمْ قَرِحَةٌ۔ وَقَدْ وَعَظُوْا حَتّٰى مَلُّوْا وَ قُهِرُوْا حَتّٰى ذَلُّوْا۔ وَقُلُوْبُهُمْ قَرِحَةٌ۔ فَلْتَكُنْ

کرر کھے ہیں ۔صرف کچھ مال بٹورنے یا کسی دستہ کی قیادت کرتے، یا منبر پر بلند ہونے کے لئے انہوں نے اپنے نفسوں کو وقف کر دیا ہے اور دین کو تباہ برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی بُرا سودا ہے کہ تم دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے یہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لو۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے بھی آخرت کا بنانا مقصود رکھیں ۔ یہ اپنے اوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ انہیں امین سمجھ لیں ۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اس کا گناہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہیں اُن کے نفسوں کی کمزوری اور ساز و سامان کی نافراہمی ملک گیری کے لئے اٹھنے نہیں دیتی ۔ ان حالات نے انہی ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر دیا ہے اس لئے قناعت کے نام سے انہوں نے اپنے آپ کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے کو سجا لیا ہے۔ حالانکہ اُنہیں ان چیزوں سے کسی وقت کبھی کوئی لگاؤ نہیں رہا۔ اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں اور اُن سے آنسو رواں رہتے ہیں ۔ اُن میں کچھ تو وہ ہیں، جو دنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا ان کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں ۔ کچھ خلوص سے دعائیں مانگ رہے ہیں کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں جنہیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خستگی و درماندگی اُن پر چھائی ہوئی ہے وہ ایک شور دریا میں ہیں ( کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر بھی



الدُّنْيَا فِيْ اَعْيُنِكُمْ اَصْغَرَ مِنْ حُثَالَةِ الْقَرَظِ وَقُرَاضَةِ الْجَلَمِ۔ وَاتَّعِظُوْا بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ قَبْلَ اَنْ يَتَّعِظَ بِكُمْ مَنْ بَعْدَكُمْ۔ وَارْفُضُوْهَا ذَمِيْمَةً فَاِنَّهَا قَدْ رَفَضَتْ مَنْ كَانَ اَشْغَفَ بِهَا مِنْكُمْ۔

(اَقُوْلُ) هٰذِهِ الْخُطْبَةُ رُبَّمَا نَسَبَهَا مَنْ لَا عِلْمَ لَهُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَهِيَ مِنْ كَلَامِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ لَا يُشَكُّ فِيْهِ وَاَيْنَ الذَّهَبُ مِنَ الرُّغَامِ وَالْعَذْبُ مِنَ الْاُجَاجِ وَقَدْ دَلَّ عَلٰى ذَالِكَ الدَّلِيْلُ الْخِرِّيْتُ وَنَقَدَهُ النَّاقِدُ الْبَصِيْرُ عَمْرُوْبْنُ بَحْرٍ الْجَاحِظُ فَاِنَّهُ ذَكَرَ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ فِيْ كِتَابِ الْبَيَانِ وَالتَّبْيِيْنِ وَ ذَكَرَ مَنْ نَسَبَهَا اِلٰى مُعَاوِيَةَ ثُمَّ قَالَ هِيَ بِكَلَامِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَشْبَهُ وَبِمَذْهَبِهِ فِيْ تَصْنِيْفِ النَّاسِ وَبِالْاَخْبَارِ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْقَهْرِ وَ الْاِذْلَالِ وَ مِنَ التَّقِيَّةِ وَالْخَوْفِ الْيَقُ قَالَ وَمَتٰى وَجَدْنَا مُعَاوِيَةَ فِيْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ مَسْلُكُ فِيْ كَلَامِهِ مَسْلَكَ الزُّهَّادِ وَمَذَاهِبَ الْعُبَّادِ۔

وہ پیاسے ہیں ) ان کے منہ بند اور دل مجروح ہیں ۔ انہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا، بجھایا کہ وہ اُکتا گئے اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کئے گئے کہ انمیں ( نمایاں ) کمی ہوگئی ۔ اس دنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور اُن کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہئے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کرلو۔ اس کے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں اور اس دنیا کی برائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو ۔ اس لئے کہ اس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کرلیا جو تم سے زیادہ اس کے والہ وشیدا تھے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اپنی لاعلمی کی بنا پر اس خطبہ کو معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا کلام ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔ بھلا سونے کو مٹی سے کیا نسبت اور شیریں پانی کو شور پانی سے کیا ربط ۔ چنانچہ اس وادی میں راہ دکھانے والے ماہر فن اور پرکھنے والے بابصیرت عمرو ابن بحر جاحظ نے اس کی خبر دی ہے اور اپنی کتاب ''البیان والتبیین'' میں اس کا ذکر کیا ہے اور اُن لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جنہوں نے اسے معاویہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کے بعد کہا ہے کہ یہ کلام علی علیہ السلام کے کلام سے ہو بہو ملتا جلتا ہے اور اس میں جو لوگوں کی تقسیم اور اُن کی ذلت و پستی اور خوف و ہراس کی حالت بیان کی ہے یہ آپ ہی کے مسلک سے میل کھاتی ہے۔ ہم نے تو کسی حالت میں بھی معاویہ کو زاہدوں کے انداز اور عابدوں کے طریقہ پر کلام کرتے ہوئے نہیں پایا۔

---

## خطبہ ۳۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ

امیر المومنینؑ جب اہل بصرہ سے جنگ کے لئے نکلے تو

خُرُوجِهِ لِقِتَالِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ۔ قَالَ عَبْدُ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ، دَخَلْتُ عَلَى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِذِیْ قَارٍ وَهُوَ يَخْصِفُ نَعْلَهُ فَقَالَ لِیْ مَاقِيْمَةُ هٰذِهِ النَّعْلِ فَقُلْتُ لَا قِيْمَةَ لَهَا، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاللهِ لَهِیَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اِمْرَتِكُمْ اِلَّا اَنْ اُقِيْمَ حَقًّا اَوْ اَدْفَعَ بَاطِلًا ثُمَّ خَرَجَ فَخَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ۔ اِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ يَقْرَأُ كِتَابًا وَلَا يَدَّعِیْ نُبُوَّةً۔ فَسَاقَ النَّاسَ حَتّٰى بَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ وَبَلَّغَهُمْ مَنْجَاتَهُمْ فَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَاطْمَأَنَّتْ صَفَاتُهُمْ۔ اَمَّا وَاللهِ اِنْ كُنْتُ لَفِیْ سَاقَتِهَا حَتّٰى تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ وَاِنَّ مَسِيْرِیْ هٰذَا لِمِثْلِهَا فَلَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰى يَخْرُجَ الْحَقُّ مِنْ جَنْبِهٖ مَالِیْ وَلِقُرَيْشٍ۔ وَاللهِ لَقَدْ قَاتَلْتُهُمْ كَافِرِيْنَ وَلَاُقَاتِلَنَّهُمْ مَفْتُوْنِيْنَ۔ وَاِنِّیْ لَصَاحِبُهُمْ بِالْاَمْسِ كَمَا اَنَا صَاحِبُهُمُ الْيَوْمَ۔

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں مقام ذی قار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اپنا جوتا ٹانک رہے ہیں۔ (مجھے دیکھ کر فرمایا کہ اے ابن عباس اس جوتے کی کیا قیمت ہوگی؟) میں نے کہا کہ اب تو اس کی کچھ بھی قیمت نہ ہوگی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر میرے پیش نظر حق کا قیام اور باطل کا مٹانا نہ ہو تو تم لوگوں پر حکومت کرنے سے یہ جوتا مجھے کہیں زیادہ عزیز ہے۔ پھر آپ باہر تشریف لائے اور لوگوں میں یہ خطبہ دیا اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اُس وقت بھیجا کہ جب عربوں میں نہ کوئی کتاب (آسمانی) کا پڑھنے والا تھا نہ کوئی نبوت کا دعوے دار۔ آپ نے ان لوگوں کو ان کے (صحیح) مقام پر اُتارا، اور نجات کی منزل پر پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ اُن کے سارے خم جاتے رہے اور حالات محکم و استوار ہوگئے۔ خدا کی قسم! میں بھی اُن لوگوں میں تھا جو اس صورت حال میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ انقلاب مکمل ہوگیا۔ میں نے (اس کام میں) نہ کمزوری دکھائی نہ بزدلی سے کام لیا اور اب بھی میرا اقدام ویسے ہی مقصد کے لئے ہے تو سہی جو میں باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں۔ مجھے قریش سے وجہ نزاع ہی اور کیا ہے۔ خدا کی قسم میں نے تو اُن سے جنگ کی، جبکہ وہ کافر تھے اور اب بھی جنگ کروں گا جبکہ وہ باطل کے ورغلانے میں آچکے ہیں اور جس شان سے میں کل اُن کا مدمقابل رہ چکا ہوں ویسا ہی آج ثابت ہوگا۔

## خطبہ ۳۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِی اسْتِنْفَارِ النَّاسِ اِلٰى اَهْلِ الشَّامِ۔

لوگوں کو اہل شام سے آمادۂ جنگ کرنے کے لئے فرمایا۔

حیف ہے تم پر، میں تو تمہیں ملامت کرتے کرتے بھی اُکتا گیا



اُفٍّ لَكُمْ لَقَدْ سَئِمْتُ عِتَابَكُمْ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ عِوَضًا۔ وَبِالذُّلِّ مِنَ الْعِزِّ خَلَفًا۔ اِذَا دَعَوْتُكُمْ اِلٰى جِهَادِ عَدُوِّكُمْ دَارَتْ اَعْيُنُكُمْ كَاَنَّكُمْ مِنَ الْمَوْتِ فِیْ غَمْرَةٍ۔ وَمِنَ الذُّهُوْلِ فِیْ سَكْرَةٍ يُرْتَجُ عَلَيْكُمْ حَوَارِیْ فَتَعْمَهُوْنَ فَكَاَنَّ قُلُوْبَكُمْ مَاْلُوْسَةٌ فَاَنْتُمْ لَا تَعْقِلُوْنَ۔ مَا اَنْتُمْ بِرُكْنٍ يُمَالُ بِكُمْ وَلَا زَوَافِرُ عِزٍّ يُفْتَقَرُ اِلَيْكُمْ مَا اَنْتُمْ اِلَّا كَاِبِلٍ ضَلَّ رُعَاتُهَا۔ فَكُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ انْتَشَرَتْ مِنْ اٰخَرَ۔ لَبِئْسَ لَعَمْرُ اللهِ سَعْرُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ تُكَادُوْنَ وَلَا تَكِيْدُوْنَ وَتُنْتَقَصُ اَطْرَافُكُمْ فَلَا تَمْتَعِضُوْنَ لَا يُنَامُ عَنْكُمْ وَاَنْتُمْ فِیْ غَفْلَةٍ سَاهُوْنَ غُلِبَ وَاللهِ الْمُتَخَاذِلُوْنَ وَاَيْمُ اللهِ اِنِّیْ لَاَظُنُّ بِكُمْ اَنْ لَوْ حَمِسَ الْوَغٰى وَاسْتَحَرَّ الْمَوْتُ قَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الرَّاْسِ وَاللهِ اِنَّ امْرَاً يُمَكِّنُ عَدُوَّهُ مِنْ نَفْسِهٖ يَعْرُقُ لَحْمَهُ وَيَهْشِمُ عَظْمَهُ۔ وَيَفْرِیْ جِلْدَهُ لَعَظِيْمٌ عَجْزُهُ ضَعِيْفٌ مَا ضُمَّتْ عَلَيْهِ جَوَانِحُ صَدْرِهٖ اَنْتَ فَكُنْ ذَاكَ اِنْ شِئْتَ فَاَمَّا اَنَا فَوَاللهِ دُوْنَ اَنْ اُعْطِیَ ذٰلِكَ ضَرْبٌ بِالْمَشْرَفِيَّةِ۔ تَطِيْرُ مِنْهُ فَرَاشُ الْهَامِ وَتَطِيْحُ السَّوَاعِدُ

ہوں کیا تمہیں آخرت کے بدلے دنیوی زندگی اور عزت کے بدلے ذلت ہی گوارا ہے؟ جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کے لئے بلاتا ہوں تو تمہاری آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو اور جان کنی کی غفلت اور مدہوشی تم پر طاری ہے۔ میری باتیں جیسے تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتیں تو تم ششدر رہ جاتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے جیسے تمہارے دل و دماغ پر دیوانگی کا اثر ہے کہ تم کچھ عقل سے کام نہیں لے سکتے۔ تم ہمیشہ کیلئے مجھ سے اپنا اعتماد کھو چکے ہو۔ نہ تم کوئی قوی سہارا ہو کہ تم پر بھروسہ کر کے دشمنوں کی طرف رخ کیا جائے اور نہ تم عزت و کامرانی کے وسیلے ہو، کہ تمہاری ضرورت محسوس ہو۔ تمہاری مثال تو اُن اونٹوں کی سی ہے جن کے چرواہے گم ہوگئے ہوں۔ اگر انہیں ایک طرف سے سمیٹا جائے تو دوسری طرف سے تتر بتر ہو جائیں گے۔ خدا کی قسم تم جنگ کے شعلے بھڑکانے کے لئے بہت بُرے ثابت ہوئے ہو۔ تمہارے خلاف سب تدبیریں ہوا کرتی ہیں اور تم دشمنوں کے خلاف کوئی تدبیر نہیں کرتے۔ تمہارے (شہروں کے) حدود (دن بہ دن) کم ہوتے جا رہے ہیں مگر تمہیں غصہ نہیں آتا۔ وہ تمہاری طرف سے کبھی غافل نہیں ہوتے اور تم ہو کہ غفلت میں سب کچھ بھولے ہوئے ہو۔ خدا کی قسم! ایک دوسرے پر ٹالنے والے ہارا ہی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے متعلق یہی گمان رکھتا ہوں کہ اگر جنگ زور پکڑ لے اور موت کی گرم بازاری ہو، تو تم ابن ابی طالبؑ سے اس طرح کٹ جاؤ گے جس طرح بدن[1] سے سر (کہ دوبارہ پلٹنا ممکن ہی نہ ہو) جو شخص کہ اپنے دشمن کو اس طرح اپنے پر قابو دے دے کہ وہ اس کی ہڈیوں سے گوشت تک اُتار ڈالے، اور ہڈیوں کو توڑ دے، اور کھال کو پارہ پارہ کر دے، تو اُس کا عجز انتہا کو پہنچا ہوا ہے اور سینے کی پسلیوں میں گھرا ہوا (دل) کمزور و ناتواں ہے۔ اگر تم ایسا ہونا چاہتے ہو تو ہوا کرو۔ لیکن میں تو ایسا اُس وقت تک نہ ہونے دوں گا جب تک مقام

وَالْاَقْدَامُ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَا يَشَآءُ۔

مشارف کی (تیز دھار) تلواریں چلا نہ لوں کہ جس سے سر کی ہڈیوں کے پرخچے اڑ جائیں اور بازو اور قدم کٹ کٹ کر گرنے لگیں اس کے بعد جو اللہ چاہے، وہ کرے۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لِيْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيَّ حَقٌّ فَاَمَّا حَقُّكُمْ عَلَيَّ فَالنَّصِيْحَةُ لَكُمْ۔ وَتَوْفِيْرُ فَيْئِكُمْ عَلَيْكُمْ وَتَعْلِيْمُكُمْ كَيْلَا تَجْهَلُوْا وَتَأْدِيْبُكُمْ كَيْمَا تَعْلَمُوْا۔ وَاَمَّا حَقِّيْ عَلَيْكُمْ فَالْوَفَآءُ۔ بِالْبَيْعَةِ وَالنَّصِيْحَةُ فِي الْمَشْهَدِ وَالْمَغِيْبِ وَالْاِجَابَةُ حِيْنَ اَدْعُوْكُمْ۔ وَالطَّاعَةُ حِيْنَ اٰمُرُكُمْ۔

اے لوگوں! ایک تو میرا تم پر حق ہے اور ایک تمہارا مجھ پر حق ہے کہ میں تمہاری خیر خواہی پیش نظر رکھوں اور بیت المال سے تمہیں پورا پورا حصہ دوں، اور تمہیں تعلیم دوں تا کہ تم جاہل نہ رہو اور اس طرح تمہیں تہذیب سکھاؤں جس پر تم عمل کرو اور میرا تم پر یہ حق ہے کہ بیعت کی ذمہ داریوں کو پورا کرو اور سامنے اور پس پشت خیر خواہی کرو۔ جب بلاؤں تو میری صدا پر لبیک کہو، اور جب کوئی حکم دوں تو اس کی تعمیل کرو۔

ﻪ یہ جملہ ایسی علیحدگی کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ جس کے بعد پھر مل بیٹھنے کی کوئی آس نہ رہے۔ صاحب درۂ نجفیہ نے اس کی توجیہہ میں چند اقوال نقل کئے ہیں۔

(۱) ابن ورید کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر بدن سے کٹ جاتا ہے، تو پھر اُس کا جڑنا ناممکن ہوتا ہے یونہی تم ایک دفعہ ساتھ چھوڑنے کے بعد پھر مجھ سے نہ مل سکو گے۔

(۲) مفضل کا قول ہے کہ راس (سر) ایک شخص کا نام تھا اور شام کا ایک گاؤں ''بیت الراس'' اسی کے نام پر ہے یہ شخص اپنا گھر بار چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا اور پھر پلٹ کر اپنے گاؤں میں نہ آیا جس سے یہ کہاوت چل نکلی، کہ تم تو یوں گئے جس طرح راس گیا تھا۔

(۳) ایک معنی یہ ہیں کہ جس طرح سر کی ہڈیوں کے جوڑ الگ الگ ہو جائیں تو پھر آپس میں جڑا نہیں کرتے، یونہی تم مجھ سے کٹ کر پھر نہ جڑ سکو گے۔

(۴) یہ بھی کہا گیا ہے کہ جملہ ''انفرجتم عنی راسا'' (یعنی تم پورے طور پر مجھ سے جدا ہو جاؤ گے) کے معنی میں ہے شارح معتزلی نے یہ معنی قطب الدین راوندی کی شرح سے نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہیں۔ کیونکہ راس جب کلیتہً کے معنی میں آتا ہے تو اس پر الف لام داخل نہیں ہوا کرتا۔

(۵) اس کے یہ معنی بھی کئے جاتے ہیں کہ تم مجھ سے اس طرح دامن چھڑا کر چلتے بنو گے، جس طرح کوئی سر بچا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک آدھ معنی اور بھی کہے گئے ہیں مگر بعید ہونے کی وجہ سے انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔

سب سے پہلے اس کا استعمال حکیم عرب اکثم ابن صیفی نے اپنے بچوں کو اتفاق و اتحاد کی تعلیم دیتے ہوئے کیا۔ چنانچہ اس کا قول ہے کہ

یا بنی لا تنفرجوا عند الشدائد انفراج الرأس فانکم بعد ذلك لا تجتمعون۔

بیٹو! سختی کے وقت ایک دوسرے سے الگ نہ ہو جانا، ورنہ پھر کبھی ایک جگہ جمع نہ ہو سکو گے۔



# خطبہ ۳۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ التَّحْكِيْمِ۔

تحکیم[ا] کے بعد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَاِنْ اَتَى الدَّهْرُ بِالْخَطْبِ الْفَادِحِ وَالْحَدَثِ الْجَلِيْلِ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَيْسَ مَعَهُ اِلٰهٌ غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ

(ہر حالت میں) اللہ کیلئے حمد و ثناء ہے۔ گو زمانہ (ہمارے لئے) جانکاہ مصیبتیں اور صبر آزما حادثے لے آیا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا و لاشریک ہے۔ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کے عبدؐ اور رسولؐ ہیں۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مَعْصِيَةَ النَّاصِحِ الشَّفِيْقِ الْعَالِمِ الْمُجَرِّبِ تُوْرِثُ الْحَيْرَةَ وَتُعْقِبُ النَّدَامَةَ۔ وَقَدْ كُنْتُ اَمَرْتُكُمْ فِيْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ اَمْرِيْ وَنَخَلْتُ لَكُمْ مَخْزُوْنَ رَأْيِيْ لَوْ كَانَ يُطَاعُ لِقَصِيْرٍ اَمْرٌ فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَآءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْجُفَاةِ وَالْمُنَابِذِيْنَ الْعُصَاةِ۔ حَتّٰى ارْتَابَ النَّاصِحُ بِنُصْحِهٖ۔ وَضَنَّ الزَّنْدُ بِقَدْحِهٖ فَكُنْتُ اَنَا وَاِيَّاكُمْ كَمَا قَالَ اَخُوْ هَوَازِنَ۔

(تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) مہربان، باخبر اور تجربہ کار ناصح کی مخالفت کا ثمرہ، حسرت و ندامت ہوتا ہے۔ میں نے اس تحکیم کے متعلق اپنا فرمان سنا دیا تھا، اور اپنی قیمتی رائے کا نچوڑ تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ کاش کہ ''قصیر'' کا حکم مان لیا جاتا۔ لیکن تم تو تند خو مخالفین اور عہد شکن نافرمانوں کی طرح انکار پر تل گئے۔ یہاں تک کہ ناصح خود اپنی نصیحت کے متعلق سوچ میں پڑ گیا، اور طبیعت اُس چقماق کی طرح بجھ گئی کہ جس نے شعلے بھڑکانا بند کر دیا ہو میری اور تمہاری حالت شاعر بنی ہوازن کے اس قول کے مطابق ہے۔

اَمَرْتُكُمْ اَمْرِيْ بِمُنْعَرَجِ اللِّوٰى فَلَمْ تَسْتَبِيْنُوا النُّصْحَ اِلَّا ضُحَى الْغَدِ۔

میں نے مقام منعرج اللوی (ٹیلے کا موڑ) پر تمہیں اپنے حکم سے آگاہ کیا (گو اس وقت تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا) لیکن دوسرے دن کی چاشت کو میری نصیحت کی صداقت دیکھ لی۔

ﻪ جب اہل عراق کی خونریز تلواروں سے شامیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور لیلۃ الہریر کے تابڑ توڑ حملوں نے اُن کے حوصلے پست اور ولولے ختم کر دیئے تو عمرو بن عاص نے معاویہ کو یہ چال سوجھائی کہ قرآن کو نیزوں پر بلند کر کے اُسے حکم ٹھہرانے کا نعرہ لگایا جائے جس کا اثر یہ ہوگا کہ کچھ لوگ جنگ کو رکوانا چاہیں گے اور کچھ جاری رکھنا چاہیں گے اور ہم اس طرح ان میں پھوٹ ڈلوا کر جنگ کو دوسرے موقعہ کے لئے ملتوی کرا سکیں گے۔ چنانچہ قرآن نیزوں پر بلند کئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند سر پھروں نے شور و غوغا مچا کر تمام لشکر میں انتشار و برہمی پیدا کر دی، اور سادہ لوح مسلمانوں کی سرگرمیاں فتح کے قریب پہنچ کر دھیمی پڑ گئیں اور

بے سوچے سمجھے پکارنے لگے کہ ہمیں جنگ پر قرآن کے فیصلے کو ترجیح دینا چاہیے۔

امیر المومنینؑ نے جب قرآن کو آلہٗ کار بنتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اے لوگو! اس مکر و فریب میں نہ آؤ۔ یہ صرف شکست کی روسیاہیوں سے بچنے کے لئے چال چل رہے ہیں۔ میں ان میں سے ایک ایک کی سیرت کو جانتا ہوں۔ نہ یہ قرآن والے ہیں، اور نہ دین و مذہب سے انہیں کوئی لگاؤ ہے۔ ہمارے جنگ کرنے کا تو مقصد ہی یہ تھا کہ یہ لوگ قرآن کو مانیں اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ خدا کے لئے ان کی فریب کاریوں میں نہ آؤ۔ عزم و ہمت کے ولولوں کے ساتھ آگے بڑھو اور دم توڑتے ہوئے دشمن کو ختم کر کے دم لو۔ مگر باطل کا پُر فریب حربہ چل چکا تھا۔ لوگ طغیان و سرکشی پر اُتر آئے۔ سعید ابن فدکی تمیمی اور زید ابن حصین طائی دونوں بیس ہزار آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھے، اور امیر المومنینؑ سے کہا کہ اے علیؑ! اگر آپ نے قرآن کی آواز پر لبیک نہ کہی، تو پھر ہم آپ کا وہی حشر کریں گے جو عثمان کا کیا تھا۔ آپ فوراً جنگ ختم کرائیں اور قرآن کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ حضرت نے بہت سمجھانے کی کوشش کی، لیکن شیطان قرآن کا جامہ پہنے ہوئے سامنے کھڑا تھا۔ اُس نے ایک نہ چلنے دی اور اُن لوگوں نے امیر المومنینؑ کو مجبور کر دیا کہ وہ کسی کو بھیج کر مالک اشتر کو میدانِ جنگ سے واپس لوٹائیں۔ حضرت نے لاچار ہو کر یزید ابن ہانی کو مالک کے بلانے کے لئے بھیجا۔ مالک نے جب یہ حکم سنا تو وہ چکرا سے گئے اور کہا کہ اُن سے کہئے کہ یہ موقعہ مورچہ سے الگ ہونے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر توقف فرمائیں تو میں نوید فتح لے کر حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ یزید ابن ہانی نے پلٹ کر یہ پیغام دیا تو لوگوں نے غل مچایا کہ آپ نے چپکے سے انہیں جنگ پر جمے رہنے کے لئے کہلوا بھیجا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھے اس کا موقعہ کہاں ملا ہے کہ میں علیحدگی میں اسے کوئی پیغام دیتا۔ جو کچھ کہا ہے تمہارے سامنے کہا ہے۔ لوگوں نے کہا آپ اسے دوبارہ بھیجیں اور اگر مالک نے آنے میں تاخیر کی، تو پھر آپ اپنی جان سے ہاتھ دھولیں۔ حضرت نے ہانی کو پھر روانہ کیا اور کہلوا بھیجا کہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ جس حالت میں ہو فوراً آؤ۔ چنانچہ ہانی نے مالک سے جا کر کہا کہ تمہیں فتح عزیز ہے یا امیر المومنینؑ کی جان! اگر اُن کی جان عزیز ہے تو جنگ سے ہاتھ اٹھاؤ اور اُن کے پاس پہنچو۔ مالک فتح کی کامرانیوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور حسرت و اندوہ لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں پہنچے، وہاں ایک ہڑبونگ مچا ہوا تھا۔ آپ نے لوگوں کو بہت بُرا بھلا کہا۔ مگر حالات اس طرح پلٹا کھا چکے تھے کہ انہیں سدھارا نہ جا سکتا تھا۔

اب یہ طے پایا کہ دونوں فریق میں سے ایک ایک حکم منتخب کر لیا جائے تا کہ وہ قرآن و سنت کے مطابق خلافت کا فیصلہ کریں۔ معاویہ کی طرف سے عمرو ابن عاص قرار پایا، اور حضرت کی طرف سے لوگوں نے ابو موسیٰ اشعری کا نام پیش کیا۔ حضرت نے اس غلط انتخاب کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم نے تحکیم کے بارے میں میرا حکم نہیں مانا، تو اتنا تو کرو کہ اس (ابو موسیٰ) کو حکم نہ بناؤ۔ یہ بھروسے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ عبداللہ ابن عباس ہیں، یہ مالک اشتر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو منتخب کر لو۔ مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور اسی کے نام پر اڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا جو چاہو کرو اور وہ دن دور نہیں ہے کہ اپنی بے راہ رویوں پر اپنے ہاتھ کاٹو گے۔

حکمین کی نامزدگی کے بعد جب عہد نامہ لکھا جانے لگا، تو علی ابن ابی طالبؑ کے نام کے ساتھ امیر المومنینؑ لکھا گیا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ اس لفظ کو مٹا دیا جائے۔ اگر ہم انہیں امیر المومنینؑ سمجھتے ہوتے تو یہ جنگ ہی کیوں لڑی جاتی۔ حضرت نے پہلے تو اُسے مٹانے سے انکار کیا اور جب وہ کسی طرح نہ مانے تو اُسے مٹا دیا اور فرمایا کہ یہ واقعہ حدیبیہ کے واقعہ سے بالکل ملتا جلتا ہے کہ جب کفار اس پر اڑ گئے تھے کہ پیغمبرؐ کے نام کے ساتھ رسولؐ اللہ کی لفظ مٹا دی جائے اور پیغمبرؐ نے اسے مٹا دیا۔ اس پر عمرو ابن عاص نے بگڑ کر کہا کہ کیا آپ



ہمیں کفار کی طرح سمجھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس دن ایمان والوں سے لگاؤ رہا ہے، اور کب اُن کے ہمنوا رہے ہو؟ بہر صورت اس قرارداد کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور ان دونوں حکموں نے آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ دونوں کو معزول کر کے لوگوں کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ جب اس کے اعلان کا وقت آیا، تو عراق اور شام کے درمیان مقام دومۃ الجندل میں اجتماع ہوا اور یہ دونوں حکم بھی مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ سنانے کے لئے پہنچ گئے۔ عمرو ابن عاص نے چالاکی سے کام لیتے ہوئے ابو موسیٰ سے کہا کہ میں آپ پر سبقت کرنا سوءِ ادب سمجھتا ہوں۔ آپ سنِ وصال کے لحاظ سے بزرگ ہیں لہٰذا پہلے آپ اعلان فرمائیں۔ چنانچہ ابو موسیٰ تاننے میں آ گئے اور جھومتے ہوئے مجمع کے سامنے آ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے مسلمانو! ہم نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے، اور انتخاب خلافت کا حق مسلمانوں کو دے دیا جائے، وہ جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ (اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے) اب عمرو ابن عاص کی باری آئی اور اُس نے کہا کہ اے مسلمانو! تم نے سن لیا ہے کہ ابو موسیٰ نے علی ابن ابی طالبؑ کو معزول کر دیا ہے۔ میں بھی اس سے متفق ہوں۔ رہا معاویہ تو اُس کے معزول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، لہٰذا میں اسے اس جگہ پر نصب کرتا ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ہر طرف شور مچ گیا۔ ابو موسیٰ بہت چیخے چلائے کہ یہ دھوکا ہے فریب ہے اور عمرو ابن عاص سے کہا کہ تم نے چالبازی سے کام لیا ہے اور تمہاری مثال اُس کتے کی سی ہے کہ جس پر کچھ لادو جب ہانپے گا، چھوڑ دو جب ہانپے گا۔ عمرو ابن عاص نے کہا کہ تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہیں۔ غرض عمرو ابن عاص کی چالاکی کام کر گئی اور معاویہ کے اکھڑے ہوئے قدم پھر سے جم گئے۔

یہ تھا اس تحکیم کا مختصر سا خاکہ جس کی اساس قرآن و سنت کو قرار دیا تھا۔ مگر کیا قرآن و سنت کا فیصلہ تھا، یا اُن فریب کاریوں کا نتیجہ کہ جو دنیا والے ہمیشہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے کام لایا کرتے ہیں۔ کاش کہ تاریخ کے ان اوراق کو مستقبل کے لئے مشعلِ راہ بنایا جائے، اور قرآن و سنت کو آڑ بنا کر حصول اقتدار کا ذریعہ اور دنیا طلبی کا وسیلہ نہ بننے دیا جائے۔

امیر المومنینؑ کو جب تحکیم کے اس افسوس ناک نتیجہ کی اطلاع ملی، تو آپ منبر پر تشریف لائے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کے لفظ لفظ سے آپ کا اندوہ و قلق جھلک رہا ہے اور ساتھ ہی آپ کی صحت، فکر و نظر، اصابت رائے اور دور رس بصیرت پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔

۲۔ یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کسی نصیحت کرنے والے کی بات ٹھکرا دی جائے اور بعد میں پچھتایا جائے۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حیرہ کے فرمانروا جزیمہ ابرش نے جزیرہ کے تاجدار عمرو ابن طرف کو قتل کر دیا جس کے بعد اس کی بیٹی زباء جزیرہ کی حکمران قرار پائی۔ اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے باپ کے انتقام لینے کی یہ تدبیر کی کہ جذیمہ کو پیغام کہ میں تنہا امورِ سلطنت کی انجام دہی نہیں کر سکتی۔ اگر تم مجھے اپنے حبالۂ عقد میں لے کر میری سرپرستی کرو تو میں شکر گزار ہوں گی۔ جزیمہ اس پیش کش پر پھولا نہ سمایا، اور ہزار سوار ہمراہ لے کر جزیرہ جانے کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کے غلام قصیر نے بہت سمجھایا بجھایا کہ یہ دھوکا اور فریب ہے۔ اس خطرے میں اپنے آپ کو نہ ڈالئے مگر اس کی عقل پر ایسا پردہ پڑا ہوا تھا کہ اس کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ زباء نے اپنی رفاقت کے لئے اپنے باپ کے قاتل ہی کو کیوں منتخب کیا ہے۔ بہر صورت یہ چل کھڑا ہوا اور جب حدودِ جزیرہ میں پہنچا تو گو زباء کا لشکر استقبال کے لئے موجود تھا، مگر نہ اُس نے کوئی خاص آؤ بھگت کی نہ پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ یہ رنگ دیکھ کر قصیر کا پھر ماتھا ٹھنکا، اور اُس نے جذیمہ سے پلٹ جانے کو کہا مگر منزل کے قریب پہنچ کر آتش شوق اور بھڑک اٹھی تھی۔ اُس

نے پرواہ نہ کی اور قدم بڑھا کر شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ وہاں پہنچتے ہی قتل کر ڈالا گیا۔ قصیر نے یہ دیکھا تو کہا لوکان یطلع لقصیر امر۔ (کاش قصیر کی بات مان لی ہوتی) اور اُس وقت سے یہ مثل چل نکلی۔

۳ شاعر بنی ہوازن سے مراد دُرَید ابن صمہ ہے اور یہ شعر اس نے اپنے بھائی عبداللہ ابن صمہ کے مرنے کے بعد کہا جس کا واقعہ یہ ہے کہ عبداللہ اپنے بھائی کے ہمراہ بنی بکر ابن ہوازن پر حملہ آور ہوا اور اُن کے بہت سے اونٹ ہنکا لایا۔ واپسی پر جب مقام منعرج اللوی میں ستانے کا ارادہ کیا تو درید نے کہا کہ یہاں ٹھہرنا مصلحت کے خلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے دشمن لوٹ پڑے۔ مگر عبداللہ نہ مانا اور وہاں ٹھہر گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صبح ہوتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا اور عبداللہ کو وہیں پر قتل کر دیا۔ درید کے بھی زخم آئے، لیکن وہ بچ نکلا اور اُس کے بعد چند اشعار کہے اُن میں سے ایک شعر یہ ہے جس میں اس کی رائے کے ٹھکرا دیئے جانے سے جو تباہی آئی تھی اُس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

# خطبہ ۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلّٰهِ فِيْ تَخْوِيْفِ اَهْلِ النَّهْرَوَانِ:

فَاَنَا نَذِيْرُكُمْ اَنْ تُصْبِحُوا صَرْعَى بِاَثْنَاءِ هٰذَا النَّهْرِ وَبِاَهْضَامِ هٰذَا الْغَائِطِ عَلٰى غَيْرِ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ مَعَكُمْ قَدْ طَوَّحَتْ بِكُمُ الدَّارُ۔ وَاحْتَبَلَكُمُ الْمِقْدَارُ۔ وَقَدْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْحُكُوْمَةِ فَاَبَيْتُمْ عَلَيَّ اِبَاءَ الْمُخَالِفِيْنَ الْمُنَابِذِيْنَ۔ حَتّٰى صَرَفْتُ رَأْيِيْ اِلٰى هَوَاكُمْ۔ وَاَنْتُمْ مَعَاشِرُ اَخِفَّاءُ الْهَامِ۔ سُفَهَاءُ الْاَحْلَامِ وَلَمْ آتِ لَا اَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَلَا اَرَدْتُ لَكُمْ ضُرًّا۔

اہل نہروان کو اُن کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرمایا۔

میں تمہیں[1] متنبہ کر رہا ہوں کہ تم لوگ اس نہر کے موڑوں اور اس نشیب کی ہموار زمینوں پر قتل ہو ہو کر گرے ہوئے ہو گے۔ اس عالم میں کہ نہ تمہارے پاس اللہ کے سامنے (عذر کرنے کے لئے) کوئی واضح دلیل ہوگی نہ کوئی روشن ثبوت۔ اس طرح کہ تم اپنے گھروں سے بے گھر ہو گئے اور پھر قضائے الٰہی نے تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لیا۔ میں نے تو تمہیں پہلے ہی اس تحکیم سے روکا تھا۔ لیکن تم نے میرا حکم ماننے سے مخالف پیمان شکنوں کی طرح انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ (مجبوراً) مجھے بھی اپنی رائے کو اُدھر موڑنا پڑا جو تم چاہتے تھے۔ تم ایک ایسا گروہ ہو جس کے افراد کے سر عقلوں سے خالی، اور فہم و دانش سے عاری ہیں۔ خدا تمہارا بُرا کرے میں نے تمہیں نہ کسی مصیبت میں پھنسایا ہے، نہ تمہارا بُرا چاہا تھا۔

۱ جنگ نہروان کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تحکیم کی قرارداد کے بعد امیر المومنینؑ کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے تو جو لوگ تحکیم کے منوانے میں پیش پیش تھے، یہ کہنے لگے کہ اللہ کے علاوہ کسی کو حکم ٹھہرانا کفر ہے، اور معاذ اللہ امیر المومنین تحکیم کو مان کر کافر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے "لاحکم الا للہ" (حکم اللہ کے لئے مخصوص ہے) کو غلط معنی پہنا کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور امیر المومنینؑ سے کٹ کر کوفہ کے قریب مقام حروراء میں ڈیرے ڈال دیئے۔ امیر المومنینؑ کو ان ریشہ دوانیوں کا علم ہوا تو



آپ نے صعصعہ ابن صوحان اور زیاد ابن نضر حارثی کو ابن عباس کے ہمراہ ان کی طرف روانہ کیا اور بعد میں خود اُن کی قیام گاہ تک تشریف لے گئے، اور انہیں سمجھا بجھا کر منتشر کر دیا۔

جب یہ لوگ کوفہ پہنچے تو یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ امیر المومنینؑ نے تحکیم کے معاہدہ کو توڑ ڈالا ہے اور وہ پھر سے شامیوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہیں۔ حضرت کو معلوم ہوا تو آپ نے اس کی تردید فرمائی جس پر یہ لوگ فتنہ انگیزی کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور بغداد سے بارہ میل کے فاصلہ پر نہر کے نشیبی حصہ میں کہ جسے "نہروان" کہا جاتا ہے، پڑاؤ ڈال دیا۔

ادھر امیر المومنینؑ تحکیم کا فیصلہ سن کر سپاہِ شام سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور خوارج کو تحریر کیا کہ حکمین نے کتاب و سنت کے بجائے خواہش نفسانی سے کام لیتے ہوئے جو فیصلہ کیا ہے، وہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے اُن سے لڑنے کی ٹھان لی ہے۔ تم بھی ہمارا ساتھ دو تا کہ دشمن کی سرکوبی کی جائے۔ مگر خوارج نے اس کا یہ جواب دیا کہ آپ نے جب تحکیم مان لی تھی، تو آپ ہمارے نزدیک کافر ہو گئے تھے۔ اب اگر آپ اپنے کفر کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کریں تو ہم اس معاملہ میں غور کریں گے اور سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ حضرت نے ان کے جواب سے سمجھ لیا کہ ان کی سرکشی و گمراہی بہت شدید ہو گئی ہے۔ اب ان سے کسی قسم کی امید رکھنا بیکار ہے۔ لہٰذا آپ نے انہیں نظر انداز کر کے شام کی طرف کوچ کرنے کے لئے وادیٔ نخیلہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جب لشکر ترتیب دیا جا چکا، تو حضرت کو معلوم ہوا کہ لشکر کے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ پہلے اہل نہروان سے نپٹ لیں اور بعد میں شام کا رخ کریں، مگر حضرت نے فرمایا کہ ابھی ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، پہلے شام کی طرف بڑھو، اور پھر انہیں دیکھ لیا جائے گا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے بدل و جان حاضر ہیں۔ خواہ اِدھر چلیے یا اُدھر بڑھیے لیکن ابھی لشکر نے حرکت نہ کی تھی، کہ خوارج کی شورش انگیزیوں کی خبریں آنے لگیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عامل نہروان عبداللہ ابن خباب اور اُن کی کنیز کو اس بچے سمیت جو اس کے شکم میں تھا، ذبح کر ڈالا ہے، اور بنی طے کی تین عورتوں اور ام سنان صیداویہ کو بھی قتل کر دیا ہے۔ امیر المومنین نے حارث ابن مرہ کو تحقیق حال کے لئے روانہ کیا لیکن یہ بھی اُن کے ہاتھ سے مارے گئے۔ جب ان کی شورش انگیزیاں اس حد تک بڑھ گئیں، تو انہیں جھنجھوڑنا ضروری ہو گیا۔ چنانچہ شکر نے نہروان کا رخ کر لیا، اور وہاں پہنچ کر حضرت نے انہیں کہلوا بھیجا کہ جن لوگوں نے عبداللہ ابن خباب اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا ہے انہیں ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم اُن سے خون کا قصاص لیں۔ مگر اُن لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہم سب نے مل کر اُن کو مارا ہے، اور ہمارے نزدیک تم سب کا خون مباح ہے۔ اس پر بھی امیر المومنینؑ نے جنگ میں پہل نہ کی۔ بلکہ حضرت ابو ایوب انصاری کو پیغام امن دے کر اُن کی طرف بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے پکار کر اُن سے کہا کہ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آ جائے گا یا اس جماعت سے کٹ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے گا، اُس کے لئے امان ہے اور اُس سے کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ فردہ ابن نوفل اشجعی نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم کس بنیاد پر امیر المومنینؑ سے آمادۂ پیکار ہوئے ہیں اور یہ کہہ کر پانچ سو آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گئے اور یونہی لوگ گروہ در گروہ چھٹنا شروع ہو گئے اور کچھ لوگ امیر المومنینؑ سے آ ملے، جو لوگ باقی رہ گئے اُن کی تعداد چار ہزار تھی اور طبری کی روایت کی بناء پر دو ہزار آٹھ سو تھی، یہ لوگ کسی صورت میں دعوت حق کی پکار سننے کے لئے تیار نہ تھے، اور مرنے مارنے پر اُتر آئے تھے۔ حضرت نے اپنی فوج کو پہل کرنے سے روک رکھا تھا۔ مگر خوارج نے کمانوں میں تیر جوڑ لئے اور تلواروں کی نیاموں توڑ کر پھینک دیں۔ حضرتؑ نے اس موقعہ پر بھی جنگ کے ہولناک نتائج اور اس کے انجام بد سے انہیں آگاہ کیا، اور یہ خطبہ بھی

اسی زجر و توبیخ کے سلسلہ میں ہے لیکن وہ اس طرح جوش میں بھرے بیٹھے تھے کہ یک لخت سپاہِ امیر المومنین پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ اتنا بے پناہ تھا کہ پیادوں کے قدم اکھڑ گئے۔ لیکن پھر اس طرح جمے کہ تیر و سنان کے حملے انہیں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے اور دیکھتے ہی دیکھتے خوارج کا اس طرح صفایا کیا کہ نو آدمیوں کے علاوہ کہ جنہوں نے بھاگ کر اپنی جان بچالی تھی، ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا۔ امیر المومنین کے لشکر میں صرف آٹھ آدمی شہید ہوئے۔ یہ جنگ ۹ رصفر ۳۸ھ میں واقع ہوئی۔

## خطبہ ۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ:

فَقُمْتُ بِالْأَمْرِ حِيْنَ فَشِلُوْا وَتَطَلَّعْتُ حِيْنَ تَقَبَّعُوْا۔ وَنَطَقْتُ حِيْنَ تَعْتَعُوْا وَمَضَيْتُ بِنُوْرِ اللهِ حِيْنَ وَقَفُوْا۔ وَكُنْتُ اَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَاَعْلَاهُمْ فَوْتًا۔ فَطِرْتُ بِعِنَانِهَا وَاسْتَبْدَدْتُ بِرِهَانِهَا كَالْجَبَلِ لَا تُحَرِّكُهُ الْقَوَاصِفُ۔ وَلَا تُزِيْلُهُ الْعَوَاصِفُ لَمْ يَكُنْ لِاَحَدٍ فِيَّ مَهْمَزٌ وَلَا لِقَآئِلٍ فِيَّ مَغْمَزٌ۔ اَلذَّلِيْلُ عِنْدِيْ عَزِيْزٌ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ لَهُ۔ وَالْقَوِيُّ عِنْدِيْ ضَعِيْفٌ حَتّٰى اٰخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ رَضِيْنَا عَنِ اللهِ قَضَآءَهٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ۔ اَتَرَانِيْ قَضَآءَهٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰهِ اَمْرَهٗ۔ اَتَرَانِيْ اَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاللهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهٗ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْ اَمْرِيْ فَاِذَا طَاعَتِيْ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ۔

میں نے اُس وقت اپنے فرائض انجام دیئے جبکہ اور سب اس راہ میں قدم بڑھانے کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ اور اُس وقت سر اٹھا کر سامنے آیا جبکہ دوسرے گوشوں میں چھپے ہوئے تھے اور اُس وقت زبان کھولی جبکہ دوسرے گنگ نظر آتے تھے اور اُس وقت نورِ خدا (کی روشنی) میں آگے بڑھا، جبکہ دوسرے زمین گیر ہو چکے تھے، گو میری آواز ان سب سے دھیمی تھی مگر سبقت و پیش قدمی میں میں سب سے آگے تھا۔ میرا اس تحریک کی باگ تھامنا تھا، کہ وہ اڑ سی گئی، اور صرف میں تھا جو اس میدان میں بازی لے گیا معلوم ہوتا تھا جیسے پہاڑ جسے نہ تند ہوائیں جنبش دے سکتی ہیں اور نہ تیز جھکڑ اپنی جگہ سے ہلا سکتے ہیں کسی کے لئے بھی مجھ میں عیب گیری کا موقع اور حرف گیری کی گنجائش نہ تھی۔ دبا ہوا میری نظروں میں طاقتور ہے، جب تک کہ میں اُس کا حق دلوا نہ دوں اور طاقتور میرے یہاں کمزور ہے جب تک کہ میں اُس سے دوسرے کا حق دلوا نہ لوں۔ ہم قضائے الٰہی پر راضی ہو چکے ہیں، اور اُسی کو سارے اُمور سونپ دیئے ہیں کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں رسول اللہ پر جھوٹ باندھتا ہوں۔ خدا کی قسم میں وہ ہوں جس نے سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی، تو آپ پر کذب تراشی میں کس طرح پہل کروں گا۔ میں نے اپنے حالات پر نظر کی، تو دیکھا کہ میرے لئے ہر قسم کی بیعت سے اطاعت رسول مقدم تھی اور اُن سے کیے ہوئے عہد و پیمان کا جوا میری گردن میں تھا۔



## خطبہ ۳۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَاِنَّمَا سُمِّيَتِ الشُّبْهَةُ شُبْهَةً لِاَنَّهَا تُشْبِهُ الْحَقَّ فَاَمَّا اَوْلِيَآءُ اللهِ فَضِيَآءُهُمْ فِيْهَا الْيَقِيْنُ وَدَلِيْلُهُمْ سَمْتُ الْهُدٰى وَاَمَّا اَعْدَآءُ اللهِ فَدُعَآؤُهُمْ فِيْهَا الضَّلَالُ وَدَلِيْلُهُمُ الْعَمٰى۔ فَمَا يَنْجُوْ مِنَ الْمَوْتِ مَنْ خَافَهٗ وَلَا يُعْطَى الْبَقَآءَ مَنْ اَحَبَّهٗ۔

شبہ کو شبہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حق سے شباہت رکھتا ہے، تو جو دوستانِ خدا ہوتے ہیں، اُن کے لئے شبہات (کے اندھیروں) میں یقین اُجالے کا اور ہدایت کی سمت رہنما کا کام دیتی ہے اور جو دشمنانِ خدا ہیں وہ ان شبہات میں گمراہی کی دعوت و تبلیغ کرتے ہیں، اور کوری و بے بصری اُن کی رہبر ہوتی ہے۔ موت وہ چیز ہے کہ ڈرنے والا اُس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور ہمیشہ کی زندگی چاہنے والا ہمیشہ کی زندگی حاصل نہیں کر سکتا۔

## خطبہ ۳۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

مُنِيْتُ بِمَنْ لَا يُطِيْعُ اِذَا اَمَرْتُ وَلَا يُجِيْبُ اِذَا دَعَوْتُ۔ لَا اَبَا لَكُمْ مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِنَصْرِكُمْ رَبَّكُمْ۔ اَمَا دِيْنٌ يَجْمَعُكُمْ وَلَا حَمِيَّةٌ تُحْمِشُكُمْ اَقُوْمُ فِيْكُمْ مُسْتَصْرِخًا وَاُنَادِيْكُمْ مُتَغَوِّثًا فَلَا تَسْمَعُوْنَ لِيْ قَوْلًا وَلَا تُطِيْعُوْنَ لِيْ اَمْرًا حَتّٰى تَكَشَّفَ الْاُمُوْرُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَآءَةِ فَمَا يُدْرَكُ بِكُمْ ثَارٌ وَلَا يُبْلَغُ بِكُمْ مَرَامٌ دَعَوْتُكُمْ اِلٰى نَصْرِ اِخْوَانِكُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَةَ الْجَمَلِ الْاَسَرِّ۔ وَتَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النِّضْوِ الْاَدْبَرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَيَّ مِنْكُمْ جُنَيْدٌ مُتَذَآئِبٌ ضَعِيْفٌ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ (اَقُوْلُ) قَوْلُهٗ عَلَيْهِ

میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے، جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں۔ بلاتا ہوں، تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا بُرا ہو۔ اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا دین تمہیں ایک جگہ اکٹھا نہیں کرتا اور غیرت و حمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لئے پکارتا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو۔ یہاں تک کہ ان نافرمانیوں کے بُرے نتائج کھل کر سامنے آ جائیں۔ نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلا لیا جا سکتا ہے۔ نہ کسی مقصد تک پہنچا جا سکتا ہے اور تم اُس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے۔ جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو، اور اس لاغر و کمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے جس کی پیٹھ زخمی ہو پھر میرے پاس تم لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل و کمزور فوج آئی۔ اس عالم میں کہ گویا اسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں لفظ "متذائب" آیا ہے، اس کے معنی مضطرب کے ہیں۔ جب

السَّلَامُ مُتَذَآئِبٌ اَیْ مُضْطَرِبٌ مِنْ قَوْلِهِمْ تَذَآءَبَتِ الرِّیْحُ اَیِ اضْطَرَبَ هُبُوْبُهَا۔ وَمِنْهُ یُسَمَّی الذِّئْبُ ذِئْبًا لِاضْطِرَابِ مِشْیَتِهٖ۔

ہوائیں بل کھاتی ہوئی چلتی ہیں، تو عرب اس موقعہ پر ''تذائبت الریح'' بولتے ہیں اور بھیڑیئے کو بھی ذئب اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی چال میں ایک اضطرابی کیفیت ہوتی ہے۔

ل معاویہ نے مقام عین التمر پر دھاوا بولنے کے لئے دو ہزار سپاہیوں کا ایک دستہ نعمان ابن بشیر کی سرکردگی میں بھیجا۔ یہ جگہ کوفہ کے قریب امیر المومنین کا ایک دفاعی مورچہ تھی جس کے نگران مالک ابن کعب ارجبی تھے۔ گو ان کے ماتحت ایک ہزار جنگجو افراد تھے مگر اس موقعہ پر صرف سو ۱۰۰ آدمی وہاں موجود تھے۔ جب مالک نے حملہ آور لشکر کو بڑھتے دیکھا تو امیر المومنینؑ کو کمک کے لئے تحریر کیا۔ جب امیر المومنینؑ کو یہ پیغام ملا، تو آپ نے لوگوں کو اُن کی امداد کے لئے کہا، مگر صرف تین سو آدمی آمادہ ہوئے۔ جس سے حضرت بہت بددل ہوئے اور انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرتؑ خطبہ دینے کے بعد جب مکان پر پہنچے، تو عدی ابن حاتم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یا امیر المومنینؑ میرے ہاتھ میں بنی طے کے ایک ہزار افراد میں اگر آپ حکم دیں تو انہیں روانہ کر دوں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ دشمن کے سامنے ایک ہی قبیلہ کے لوگ پیش کئے جائیں۔ تم وادیٔ نخیلہ میں جا کر لشکر بندی کرو۔ چنانچہ انہوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو جہاد کی دعوت دی، تو بنی طے کے علاوہ ایک ہزار اور جنگ آزما جمع ہو گئے۔ یہ ابھی کوچ کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ مالک ابن کعب کا پیغام آ گیا کہ اب مدد کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے دشمن کو مار بھگایا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مالک نے عبداللہ ابن جوزہ کو قرظہ ابن کعب اور مخنف ابن سلیم کے پاس دوڑا دیا تھا کہ اگر کوفہ سے مدد آنے میں تاخیر ہو تو یہاں سے بروقت امداد مل سکے۔ چنانچہ عبداللہ دونوں کے پاس گیا مگر قرظہ سے کوئی امداد نہ مل سکی۔ البتہ مخنف ابن سلیم نے پچاس آدمی عبدالرحمٰن ابن مخنف کے ہمراہ تیار کئے جو عصر کے قریب وہاں پہنچے۔ اس وقت تک یہ دو ہزار آدمی مالک کے سو آدمیوں کو پسپا نہ کر سکے تھے۔ جب نعمان نے ان پچاس آدمیوں کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ اب ان کی فوجیں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ لہٰذا وہ میدان سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مالک نے ان کے جاتے جاتے بھی عقب سے حملہ کر کے اُن کے تین آدمیوں کو مار ڈالا۔

## خطبہ ۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فِی الْخَوَارِجِ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَهُمْ ''لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ۔'' قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جب آپؑ نے خوارج کا قول لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ (حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے)۔ سنا فرمایا۔

كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ۔ نَعَمْ اِنَّهٗ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ۔ وَلٰكِنَّ هٰؤُلَآءِ يَقُوْلُوْنَ لَا اِمْرَةَ اِلَّا

یہ جملہ تو صحیح ہے مگر جو مطلب وہ لیتے ہیں، وہ غلط ہے۔ ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے علاوہ کسی کی نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ لوگوں کے



لِلّٰهِ۔ وَاِنَّهٗ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ يَعْمَلُ فِیْ اِمْرَتِهِ الْمُؤْمِنُ وَ يَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ۔ وَ يُبَلِّغُ بِهِ الْفَیْءَ، وَ يُقَاتَلُ بِهِ الْعَدُوُّ۔ وَتَأْمَنُ بِهِ السُّبُلُ وَيُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِیِّ حَتّٰی يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ وَّ يُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ۔ (وَفِیْ رِوَايَةٍ اُخْرٰی اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا سَمِعَ تَحْكِيْمَهُمْ قَالَ) اَمَّا الْاِمْرَةُ الْبَرَّةُ فَيَعْمَلُ فِيْهَا التَّقِیُّ۔ وَاَمَّا الْاِمْرَةُ الْفَاجِرَةُ فَيَتَمَتَّعُ فِيْهَا الشَّقِیُّ اِلٰی اَنْ تَنْقَطِعَ مُدَّتُهٗ وَتُدْرِكَهٗ مَنِيَّتُهٗ۔

لئے حاکم کا ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا (اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (بُرا ہوگا تو) کافر اُس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ اندوز ہوگا۔ اور اللہ اس نظام حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا۔ اسی حاکم کی وجہ سے مال (خراج و غنیمت) جمع ہوتا ہے۔ دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پُر امن رہتے ہیں اور قوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے، یہاں تک کہ نیک حاکم (مر کر یا معزول ہو کر) راحت پائے، اور بُرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب آپ نے تحکیم کے سلسلے میں (ان کا قول) سنا، تو فرمایا کہ تمہارے بارے میں حکم خدا ہی کا منتظر ہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکومت نیک ہو تو اس میں متقی و پرہیزگار اچھے عمل کرتا ہے اور بُری حکومت ہو تو بدبخت لوگ جی بھر کر لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کا زمانہ ختم ہو جائے اور موت انہیں پا لے۔

## خطبہ ۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اِنَّ الْوَفَآءَ تَوْاَمُ الصِّدْقِ وَلَا اَعْلَمُ جُنَّةً اَوْقٰی مِنْهُ۔ وَلَا يَغْدِرُ مَنْ عَلِمَ كَيْفَ الْمَرْجِعُ وَلَقَدْ اَصْبَحْنَا فِیْ زَمَانٍ قَدِ اتَّخَذَ اَكْثَرُ اَهْلِهِ الْغَدْرَ كَيْسًا وَنَسَبَهُمْ اَهْلُ الْجَهْلِ فِيْهِ اِلٰی حُسْنِ الْحِيْلَةِ مَا لَهُمْ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ قَدْ يَرَی الْحُوَّلُ الْقُلَّبُ وَجْهَ الْحِيْلَةِ وَدُوْنَهٗ مَانِعٌ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَنَهْيِهٖ فَيَدَعُهَا رَأْیَ عَيْنٍ بَعْدَ الْقُدْرَةِ عَلَيْهَا، وَيَنْتَهِزُ فُرْصَتَهَا مَنْ لَا حَرِيْجَةَ لَهٗ فِی الدِّيْنِ۔

وفائے عہد اور سچائی دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے۔ اور میرے علم میں اس سے بڑھ کر حفاظت کی اور کوئی سپر نہیں جو شخص اپنی بازگشت کی حقیقت جان لیتا ہے وہ کبھی غداری نہیں کرتا۔ مگر ہمارا زمانہ ایسا ہے جس میں اکثر لوگوں نے غدر و فریب کو عقل و فراست سمجھ لیا ہے، اور جاہلوں نے ان کی (چالوں) کو حسنِ تدبیر سے منسوب کر دیا ہے۔ اللہ انہیں غارت کرے، انہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ شخص جو زمانے کی اونچ نیچ دیکھ چکا ہے اور اس کے ہیر پھیر سے آگاہ ہے وہ کبھی کوئی تدبیر اپنے لئے دیکھتا ہے مگر اللہ کے اوامر و نواہی اس کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو وہ اس حیلہ و تدبیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور اس پر قابو پانے کے باوجود چھوڑ دیتا ہے اور جسے کوئی دینی احساس سدِ راہ نہیں ہے، وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا لے جاتا ہے۔

# خطبہ ۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَطُوْلُ الْاَمَلِ۔ فَاَمَّا اتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔ وَاَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ۔ اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّاءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاِنَاءِ اصْطَبَّهَا صَابُّهَا اَلَا وَاِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ وَلِكُلٍّ مِّنْهُمَا بَنُوْنَ۔ فَكُوْنُوْا مِنْ اَبْنَاءِ الْاٰخِرَةِ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا اَبْنَاءَ الدُّنْيَا، فَاِنَّ كُلَّ وَلَدٍ سَيُلْحَقُ بِاُمِّهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنَّ الْيَوْمَ عَمَلٌ وَلَا حِسَابَ وَغَدًا حِسَابٌ وَلَا عَمَلَ۔ (اَقُوْلُ) اَلْحَذَّاءُ السَّرِيْعَةُ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَرْوِيْهِ جَذَّاءَ بِالْجِيْمِ وَالذَّالِ اَيْ اِنْقَطَعَ دَرُّهَا وَخَيْرُهَا۔

اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی انڈیلنے والا برتن کو انڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے اور آخرت اِدھر کا رخ لئے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں تو تم فرزندِ آخرت بنو، اور ابناء دنیا نہ بنو۔ اس لئے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہوگا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے اور کل حساب کا دن ہوگا عمل نہ ہو سکے گا۔ علامہ رضی کہتے ہیں کہ اَلْحَذَّا کے معنی تیز رو کے ہیں اور بعض نے الجذاء روایت کیا ہے (اس روایت کی بناء پر معنی یہ ہوں گے کہ دنیا کی لذتوں کا سلسلہ جلد ختم ہو جائے گا۔

# خطبہ ۴۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَقَدْ اَشَارَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ بِالْاِسْتِعْدَادِ لِلْحَرْبِ بَعْدَ اِرْسَالِهٖ جَرِيْرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيَّ اِلٰى مُعَاوِيَةَ۔

جب امیر المومنینؑ نے جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کے پاس (بیعت لینے کے لئے) بھیجا تو آپ کے اصحاب نے آپؑ کو جنگ کی تیاری کا مشورہ دیا۔ جس پر آپ نے فرمایا

اِنَّ اسْتِعْدَادِيْ لِحَرْبِ اَهْلِ الشَّامِ وَجَرِيْرٌ عِنْدَهُمْ اِغْلَاقٌ لِلشَّامِ وَصَرْفٌ لِاَهْلِهٖ عَنْ

میرا جنگ کے لئے مستعد و آمادہ ہونا جبکہ جریر ابھی وہیں ہے۔ شام کا دروازہ بند کرنا ہے اور وہاں کے لوگ بیعت کا ارادہ بھی کریں، تو انہیں اس ارادۂ خیر سے روک دینا ہے۔ بے شک میں نے جریر



خَيْرٍ اِنْ اَرَادُوْهُ۔ وَلٰكِنْ قَدْ وَقَّتُّ لِجَرِيْرٍ وَقْتًا لَا يُقِيْمُ بَعْدَهٗ اِلَّا مَخْدُوْعًا اَوْ عَاصِيًا۔ وَالرَّاْيُ عِنْدِيْ مَعَ الْاَنَاةِ فَاَرْوِدُوْا وَلَا اَكْرَهُ لَكُمُ الْاِعْدَادَ۔

وَلَقَدْ ضَرَبْتُ اَنْفَ هٰذَا الْاَمْرِ وَعَيْنَهٗ۔ وَقَلَّبْتُ ظَهْرَهٗ وَبَطْنَهٗ۔ فَلَمْ اَرَ لِيْ اِلَّا الْقِتَالَ اَوِ الْكُفْرَ بِمَا جَاءَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اِنَّهٗ قَدْ كَانَ عَلَى الْاُمَّةِ وَالٍ اَحْدَثَ اَحْدَاثًا وَاَوْجَدَ لِلنَّاسِ مَقَالًا فَقَالُوْا ثُمَّ نَقَمُوْا فَغَيَّرُوْا۔

کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ ٹھہرے گا۔ تو یا ان سے فریب میں مبتلا ہو کر یا (عمداً) سرتابی کرتے ہوئے صحیح رائے کا تقاضا صبر و توقف ہے۔ اس لئے ابھی ٹھہرے رہو۔ البتہ اس چیز کو میں تمہارے لئے بُرا نہیں سمجھتا کہ (در پردہ) جنگ کا ساز و سامان کرتے رہو۔

میں نے اس امر کو اچھی طرح سے پرکھ لیا ہے اور اندر باہر سے دیکھ لیا ہے۔ مجھے تو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔ یا یہ کہ رسولؐ کی دی ہوئی خبروں سے انکار کر دوں۔ حقیقت یہ ہے (مجھ سے پہلے) اس اُمّت پر ایک ایسا حکمران تھا، جس نے دین میں بدعتیں پھیلائیں، اور لوگوں کو زبانِ طعن کھولنے کا موقع دیا (پہلے تو) لوگوں نے اُسے زبانی کہا سنا، پھر اس پر بگڑے، اور آخر سارا ڈھانچہ بدل دیا۔

# خطبہ ۴۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

لَمَّا هَرَبَ مَصْقَلَةُ ابْنُ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيُّ اِلٰى مُعَاوِيَةَ وَكَانَ قَدِ ابْتَاعَ سَبْيَ بَنِيْ نَاجِيَةَ مِنْ عَامِلِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَاَعْتَقَهُمْ فَلَمَّا طَالَبَهٗ بِالْمَالِ خَاسَ بِهٖ وَهَرَبَ اِلَى الشَّامِ۔

(جب[1] مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی معاویہ کے پاس بھاگ گیا) چونکہ اُس نے حضرت کے ایک عامل سے بنی ناجیہ کے کچھ اسیر خریدے تھے۔ جب امیر المومنینؑ نے اس سے قیمت کا مطالبہ کیا، تو وہ بددیانتی کرتے ہوئے شام چلا گیا جس پر آپ نے فرمایا۔

قَبَّحَ اللّٰهُ مَصْقَلَةَ۔ فَعَلَ فِعْلَ السَّادَاتِ، وَفَرَّ فِرَارَ الْعَبِيْدِ۔ فَمَا اَنْطَقَ مَادِحَهٗ حَتّٰى اَسْكَتَهٗ۔ وَلَا صَدَّقَ وَاصِفَهٗ حَتّٰى بَكَّتَهٗ۔ وَلَوْ اَقَامَ لَاَخَذْنَا مَيْسُوْرَهٗ وَانْتَظَرْنَا بِمَالِهٖ وُفُوْرَهٗ۔

خدا مصقلہ کا بُرا کرے، کام تو اُس نے شریفوں کا سا کیا، لیکن غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ اُس نے مدح کرنے والے کا منہ بولنے سے پہلے ہی بند کر دیا اور توصیف کرنے والے کے قول کے مطابق اپنا عمل پیش کرنے سے پہلے ہی اُسے خاموش کر دیا۔ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم اُس سے اتنا لے لیتے، جتنا اُس کے لئے ممکن ہوتا، اور بقیہ کیلئے اُس کے مال کے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے۔

[1] تحکیم کے بعد جب خوارج نے سر اٹھایا، تو اُن میں سے بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابن راشد لوگوں کو بھڑکانے کے لئے اٹھ کھڑا

ہوا اور ایک جتھے کے ساتھ مار دھاڑ کرتا ہوا مدائن کے رخ پر چل پڑا۔

امیر المومنینؑ نے اس کی روک تھام کے لئے زیادہ ابن حفصہ کو ایک سو تین آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ جب مدائن میں دونوں فریق کا آمنا سامنا ہوا، تو تلواریں لے کر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ ابھی ایک آدھ جھڑپ ہی ہونے پائی تھی کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور جنگ روک دینا پڑی۔ جب صبح ہوئی تو زیاد کے ساتھیوں نے دیکھا کہ خوارج کے پانچ لاشے پڑے ہیں اور خود میدان چھوڑ کر جا چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر زیاد اپنے آدمیوں کے ساتھ بصرہ کی طرف چل پڑا۔ تو وہاں سے معلوم ہوا کہ خوارج اہواز کی طرف چلے گئے ہیں۔ زیاد نے سپاہ کی قلت کی وجہ سے قدم روک لئے اور امیر المومنینؑ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت نے زیاد کو واپس بلوا لیا اور معقل ابن قیس ریاحی کو دو ہزار نبرد آزماؤں کے ہمراہ ہواز کی طرف روانہ کیا، اور والیٔ بصرہ عبداللہ ابن عباس کو تحریر فرمایا کہ بصرہ کے دو ہزار شمشیر زن معقل کی کمک کے لئے بھیج دو۔ چنانچہ بصرہ کا دستہ بھی اُن سے اہواز میں جا ملا۔ اور یہ پوری طرح منظّم ہو کر دشمن پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن خریت اپنے لاؤ لشکر کو لے کر رامہر مز کی پہاڑیوں کی طرف چل دیا۔ یہ لوگ بھی اس کا پیچھا کرتے ہوئے آگے بڑھے، اور اُن پہاڑیوں کے قریب اُس کو آلیا۔ دونوں نے اپنے اپنے لشکر کی صف بندی کی، اور ایک دوسرے پر حملے شروع کر دیئے۔ اس جھڑپ کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے تین سو ستر آدمی میدان میں کھیت رہے، اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔ معقل نے اپنی کارگزاری، اور دشمن کے فرار کی امیر المومنینؑ کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ ابھی تم ان کا پیچھا کرو اور اس طرح انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دو کہ پھر سر اٹھانے کا اُن میں دم نہ رہے۔ چنانچہ اس فرمان کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر آگے بڑھے، اور بحرِ فارس کے ساحل پر اُسے پالیا کہ جہاں اُس نے لوگوں کو بہلا پھسلا کر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا، اور اِدھر اُدھر سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر اچھی خاصی جمعیت بہم پہنچا لی تھی۔ جس وقت معقل وہاں پر پہنچے تو آپ نے پہلے امان کا جھنڈا بلند کیا اور اعلان کیا کہ جو لوگ اِدھر اُدھر سے جمع ہو گئے ہیں، وہ الگ ہو جائیں اُن سے تعرض نہ کیا جائے گا۔ اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی قوم کے علاوہ دوسرے لوگ چھٹ گئے، اس نے انہی کو منظّم کیا، اور جنگ چھیڑ دی۔ مگر کوفہ و بصرہ کے سرفروشوں نے تیغ زنی کے وہ جوہر دکھائے، کہ دیکھتے ہی دیکھتے باغیوں کے ایک سو ستر آدمی مارے گئے، اور خریت سے نعمان ابن صہبان نے دو دو ہاتھ کئے اور آخر اُسے مار گرایا جس کے گرتے ہی دشمن کے قدم اکھڑ گئے، اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد معقل نے ان کی قیام گاہوں میں جتنے مرد، عورتیں اور بچے پائے انہیں ایک جگہ جمع کیا۔ ان میں جو مسلمان تھے اُن سے بیعت لے کر اُنہیں رہا کر دیا اور جو مرتد ہو گئے تھے انہیں اسلام قبول کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ ایک بوڑھے نصرانی کے علاوہ سب نے اسلام قبول کر کے رہائی پائی اور بوڑھے کو قتل کر دیا گیا اور جن بنی ناجیہ کے عیسائیوں نے اس شورش انگیزی میں حصہ لیا تھا انہیں اُن کے اہل و عیال سمیت کہ جن کی تعداد پانچ سو تھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب معقل اردشیر خرہ (ایران کا ایک شہر) پہنچے تو یہ قیدی وہاں کے حاکم مصقلہ ابن ہبیرہ کے سامنے چیخے چلائے اور گڑگڑا کر اُس سے التجائیں کیں کہ ان کی رہائی کی کوئی صورت کی جائے۔ مصقلہ نے ذہل ابن حارث کے ذریعے معقل کو کہلوایا کہ ان اسیروں کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ معقل نے اسے منظور کیا، اور پانچ لاکھ درہم میں وہ اسیر اس کے ہاتھ بیچ ڈالے اور اس سے کہا کہ ان کی قیمت جلد از جلد امیر المومنینؑ کو بھیج دو۔ اس نے کہا کہ میں پہلی قسط ابھی بھیج رہا ہوں، اور بقیہ قسطیں بھی جلد بھیج دی جائیں گی۔ جب معقل امیر المومنینؑ کے پاس پہنچے، تو یہ سارا واقعہ اُن سے بیان کیا۔ حضرت نے اس اقدام کو سراہا اور کچھ دنوں تک قیمت کا انتظار کیا۔ مگر مصقلہ نے ایسی چپ سادھ لی کہ گویا اس کے ذمہ کوئی مطالبہ ہی



نہیں ہے۔ آخر حضرت نے ایک قاصد اُس کی طرف روانہ کیا اور اُسے کہلوا بھیجا کہ یا تو قیمت بھیجو، یا خود آؤ۔ وہ حضرت کے فرمان پر کوفہ آیا، اور قیمت طلب کرنے پر دو لاکھ درہم پیش کر دیئے اور بقایا مطالبہ سے بچنے کے لئے معاویہ کے پاس چلا گیا، جس نے اُسے طبرستان کا حاکم بنا دیا۔ حضرت کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے جن کا ماحصل یہ ہے کہ اگر وہ ٹھہرا رہتا تو ہم مال کی وصولی میں اس سے رعایت کرتے، اور اس کی مالی حالت کے درست ہونے کا انتظار کرتے۔ لیکن وہ تو ایک نمائشی کارنامہ دکھا کر غلاموں کی طرح بھاگ نکلا۔ ابھی اُس کی بلند حوصلگی کے چرچے شروع ہی ہوئے تھے کہ زبانوں پر اس کی وناءت و پستی کے تذکرے آنے لگے۔

## خطبہ ۴۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَقْنُوطٍ مِّنْ رَحْمَتِهٖ وَلَا مَخْلُوٍّ مِّنْ نِّعْمَتِهٖ۔ وَلَا مَايُوْسٍ مِّنْ مَّغْفِرَتِهٖ وَلَا مُسْتَنْكَفٍ مِّنْ عِبَادَتِهِ الَّذِیْ لَا تَبْرَحُ مِنْهُ رَحْمَةٌ۔ وَلَا تُفْقَدُ لَهُ نِعْمَةٌ۔ وَالدُّنْيَا دَارٌ مُنِیَ لَهَا الْفَنَآءُ وَلِاَهْلِهَا مِنْهَا الْجَلَآءُ وَهِیَ حُلْوَةٌ خَضِرَآءُ وَقَدْ عَجِلَتْ لِلطَّالِبِ وَالْتَبَسَتْ بِقَلْبِ النَّاظِرِ۔ فَارْتَحِلُوْا عَنْهَا بِاَحْسَنِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ۔ وَلَا تَسْئَلُوْا فِيْهَا فَوْقَ الْكَفَافِ وَلَا تَطْلُبُوْا مِنْهَا اَكْثَرَ مِنَ الْبَلَاغِ۔

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے، جس کی رحمت سے نا امیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔ نہ اس کی مغفرت سے کوئی مایوس ہے، نہ اُس کی عبادت سے کسی کو عار ہو سکتا ہے، اور نہ اُس کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہے، اور نہ اُس کی نعمتوں کا فیضان کبھی رکتا ہے۔ دنیا ایک ایسا گھر ہے جس کے لئے فنا طے شدہ امر ہے اور اس میں بسنے والوں کے لئے یہاں سے بہر صورت نکلنا ہے۔ یہ دنیا شیریں و شاداب ہے۔ اپنے چاہنے والے کی طرف تیزی سے بڑھتی ہے اور دیکھنے والے کے دل میں سما جاتی ہے، جو تمہارے پاس بہتر سے بہتر توشہ ہو سکے اُسے لے کر دنیا سے چل دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس دنیا میں اپنی ضرورت سے زیادہ نہ چاہو، اور جس سے زندگی بسر ہو سکے اس سے زیادہ کی خواہش نہ کرو۔

## خطبہ ۴۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ عِنْدَ عَزْمِهٖ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ، اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَعْثَآءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْٓءِ الْمَنْظَرِ فِی الْاَهْلِ وَالْمَالِ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِيْفَةُ فِی الْاَهْلِ وَلَا

جب شام کی طرف روانہ ہونے کا قصد کیا، تو یہ کلمات فرمائے۔ اے اللہ! میں سفر کی مشقت اور واپسی کے اندوہ اور اہل و مال کی بدحالی کے منظر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے اللہ! تو ہی سفر میں رفیق اور بال بچوں کا محافظ ہے۔ سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا، کیونکہ جسے پیچھے چھوڑا جائے وہ ساتھی نہیں ہو سکتا، اور جسے ساتھ لیا جائے اُسے پیچھے نہیں چھوڑا

يَجْمَعُهَا غَيْرُكَ لِاَنَّ الْمُسْتَخْلَفَ لَا يَكُوْنُ مُسْتَصْحَبًا وَ الْمُسْتَصْحَبُ لَا يَكُوْنُ مُسْتَخْلَفًا۔ (اَقُوْلُ) وَ ابْتِدَآءُ هٰذَا الْكَلَامِ مَرْوِيٌّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاَبْلَغِ كَلَامٍ وَتَمَّمَهُ بِاَحْسَنِ تَمَامٍ مِنْ قَوْلِهٖ لَا يَجْمَعُهَا غَيْرُكَ اِلٰى اٰخِرِ الْفَصْلِ۔

جا سکتا۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ اس کلام کا ابتدائی حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔ امیر المومنینؑ نے اس کے آخر میں بلیغ ترین جملوں کا اضافہ فرما کر اسے نہایت احسن طریق سے مکمل کر دیا ہے، اور وہ اضافہ (سفر و حضر کو تیرے علاوہ کوئی یکجا نہیں کر سکتا) سے لے کر آخر کلام تک ہے۔

## خطبہ ۴۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فِيْ ذِكْرِ الْكُوْفَةِ۔

كَاَنِّيْ بِكِ يَا كُوْفَةُ تُمَدِّيْنَ مَدَّ الْاَدِيْمِ الْعُكَاظِيِّ تُعْرَكِيْنَ بِالنَّوَازِلِ وَتُرْكَبِيْنَ بِالزَّلَازِلِ۔ وَاِنِّيْ لَاَعْلَمُ اَنَّهٗ مَا اَرَادَ بِكِ جَبَّارٌ سُوْٓءًا اِلَّا ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِشَاغِلٍ وَرَمَاهُ بِقَاتِلٍ۔

اے کوفہ! یہ منظر گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھے اس طرح سے کھینچا جا رہا ہے جیسے بازار عُکّاظ[1] کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کو اور مصائب و آلام کی تاخت و تاراج سے تجھے کچلا جا رہا ہے اور شدائد و حوادث کا تو مرکب بنا ہوا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جو ظالم و سرکش تجھ سے برائی کا ارادہ کرے گا اللہ اُسے کسی مصیبت میں جکڑ دے گا اور کسی قاتل کی زد پر لے آئیگا۔

[1] زمانہ جاہلیت میں ہر سال مکہ کے قریب ایک بازار لگتا تھا جس کا نام عکاظ تھا۔ جہاں زیادہ تر کھالوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ جس کی وجہ سے چمڑے کو اس کی طرف نسبت دی جاتی تھی۔ خرید و فروخت کے علاوہ شعر و سخن کی محفلیں بھی جمتی تھیں اور عرب اپنے کارنامے سنا کر دادِ تحسین حاصل کرتے تھے۔ مگر اسلام کے بعد اس کا نعم البدل حج کے اجتماع کی صورت میں حاصل ہو جانے کی وجہ سے وہ بازار سرد پڑ گیا۔

[2] امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جن لوگوں نے کوفہ میں اپنی قہرمانی قوتوں کے بل بوتے پر ظلم و ستم ڈھائے تھے۔ ان کا انجام کتنا عبرت ناک ہوا، اور اُن کی ہلاکت آفرینیوں نے ان کے لئے ہلاکت کے کیا کیا سر و سامان کئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ کا حشر یہ ہوا کہ جب اُس نے امیر المومنین کے خلاف ناسزا کلمات کہلوانے کے لئے خطبہ دینا چاہا تو اچانک اُس پر فالج گرا اور وہ پھر بستر سے نہ اٹھ سکا۔ عبید اللہ ابن زیاد کو ی سفاکیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوڑھ میں مبتلا ہو گیا، اور آخر خون آشام تلواروں نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ حجاج ابن یوسف کی خونخواریوں نے اُسے یہ روز دکھایا، کہ اُس کے پیٹ میں سانپ پیدا ہو گئے۔ جس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر اس نے جان دی۔ عمر ابن ہبیرہ مبروص ہو کر مرا۔ خالد قسری نے قید و بند کی سختیاں جھیلیں اور بُری طرح مارا گیا۔ مصعب ابن زبیر اور یزید ابن مہلب بھی تیغوں کی نذر ہوئے۔



## خطبہ ۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْمَسِيْرِ اِلَى الشَّامِ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا وَقَبَ لَيْلٌ وَ غَسَقَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كُلَّمَا لَاحَ نَجْمٌ وَخَفَقَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ غَيْرَ مَفْقُوْدِ الْاِنْعَامِ۔ وَلَا مُكَافَاِ الْاِفْضَالِ۔

اللہ کے لئے حمد و ثنا ہے جب بھی رات آئے اور اندھیرا پھیلے اور اللہ کے لئے تعریف و توصیف ہے جب بھی ستارہ نکلے اور ڈوبے اور اس اللہ کے لئے مدح و ستائش ہے کہ جس کے انعامات کبھی ختم نہیں ہوتے اور جس کے احسانات کا بدلہ اُتارا نہیں جا سکتا۔

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ مُقَدِّمَتِيْ وَاَمَرْتُهُمْ بِلُزُوْمِ هٰذَا الْمِلْطَاطِ اَمْرِيْ۔ وَقَدْ اَرَدْتُّ اَنْ اَقْطَعَ هٰذِهِ النُّطْفَةَ اِلٰى شِرْذِمَةٍ مِنْكُمْ مُوْطِنِيْنَ اَكْنَافَ دِجْلَةَ فَاُنْهِضَهُمْ مَعَكُمْ اِلٰى عَدُوِّكُمْ وَ اَجْعَلَهُمْ مِنْ اَمْدَادِ الْقُوَّةِ لَكُمْ۔

(آگاہ رہو کہ) میں نے فوج کا ہراول دستہ آگے بھیج دیا ہے اور اُسے حکم دیا ہے کہ میرا فرمان پہنچنے تک اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالے رہے اور میرا ارادہ ہے کہ اس پانی کو عبور کر کے اس چھوٹے سے گروہ کے پاس پہنچ جاؤں جو اطراف دجلہ (مدائن) میں آباد ہے، اور اسے بھی تمہارے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں کھڑا کروں اور انہیں تمہارے کمک کے لئے ذخیرہ بناؤں۔

(اَقُوْلُ يَعْنِيْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْمِلْطَاطِ هٰهُنَا السَّمْتَ الَّذِيْ اَمَرَهُمْ بِلُزُوْمِهٖ وَهُوَ شَاطِئُ الْفُرَاتِ وَيُقَالُ ذٰلِكَ اَيْضًا لِشَاطِئِ الْبَحْرِ، وَاَصْلُهٗ مَا اسْتَوٰى مِنَ الْاَرْضِ وَ يَعْنِيْ بِالنُّطْفَةِ مَاءَ الْفُرَاتِ، وَهُوَ مِنْ غَرِيْبِ الْعِبَارَاتِ وَعَجِيْبِهَا۔

علامہ رضی کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس مقام پر ملطاط سے وہ سمت مراد لی ہے جہاں انہیں ٹھہرنے کا حکم دیا تھا اور وہ سمت کنارہ فرات ہے اور ملطاط کنارہ دریا کو کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اسکے اصلی معنی ہموار زمین کے ہیں، اور نطفہ (صاف و شفاف پانی) سے آپ کی مراد آبِ فرات ہے اور یہ عجیب و غریب تعبیرات میں سے ہے۔"

[1] جب امیر المومنینؑ نے صفین کے ارادہ سے وادی نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا تو ۵ شوال ۳۷ھ بروز چہارشنبہ یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس میں حضرت نے جس ہراول دستے کا ذکر کیا ہے، اُس سے وہ بارہ ہزار افراد مراد ہیں جو زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کی زیرِ قیادت صفین کی طرف روانہ فرمائے تھے اور مدائن کے جس چھوٹے سے گروہ کا ذکر کیا ہے وہ بارہ سو افراد کا ایک جتھا تھا جو آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

## خطبہ ۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو چھپی ہوئی چیزوں کی

الَّذِیْ بَطَنَ خَفِیَّاتِ الْاُمُوْرِ۔ وَدَلَّتْ عَلَیْهِ اَعْلَامُ الظُّهُوْرِ۔ وَامْتَنَعَ عَلٰی عَیْنِ الْبَصِیْرِ۔ فَلَا عَیْنُ مَنْ لَّمْ یَرَهٗ تُنْكِرُهٗ وَلَا قَلْبُ مَنْ اَثْبَتَهٗ یُبْصِرُهٗ سَبَقَ فِی الْعُلُوِّ فَلَا شَیْءَ اَعْلٰی مِنْهُ۔ وَقَرُبَ فِی الدُّنُوِّ فَلَا شَیْءَ اَقْرَبُ مِنْهُ۔ فَلَا اسْتِعْلَاؤُهٗ بَاعَدَهٗ عَنْ شَیْءٍ مِنْ خَلْقِهٖ۔ وَلَا قُرْبُهٗ سَاوَاهُمْ فِی الْمَكَانِ بِهٖ۔ لَمْ یُطْلِعِ الْعُقُوْلَ عَلٰی تَحْدِیْدِ صِفَتِهٖ۔ وَلَمْ یَحْجُبْهَا عَنْ وَاجِبِ مَعْرِفَتِهٖ فَهُوَ الَّذِیْ تَشْهَدُ لَهٗ اَعْلَامُ الْوُجُوْدِ عَلٰی اِقْرَارِ قَلْبِ ذِی الْجُحُوْدِ تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا یَقُوْلُ الْمُشَبِّهُوْنَ بِهٖ وَالْجَاحِدُوْنَ لَهٗ عُلُوًّا كَبِیْرًا۔

گہرائیوں میں اُترا ہوا ہے۔ اُس کے ظاہر و ہویدا ہونے کی نشانیاں اُس کے وجود کا پتہ دیتی ہیں۔ گو دیکھنے والے کی آنکھ سے وہ نظر نہیں آتا پھر بھی نہ دیکھنے والی آنکھ اس کا انکار نہیں کر سکتی اور جس نے اس کا اقرار کیا اس کا دل اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ وہ اتنا بلند و برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے بلند تر نہیں ہو سکتی اور اتنا قریب سے قریب تر ہے کہ کوئی شے اس سے قریب تر نہیں ہے اور نہ اُس کی بلندی نے اُسے مخلوقات سے دور کر دیا ہے اور نہ اُس کے قرب نے اُسے دوسروں کی سطح پر لا کر اُن کے برابر کر دیا ہے۔ اُس نے عقلوں کو اپنی صفوں کی حد و نہایت پر مطلع نہیں کیا اور ضروری مقدار میں معرفت حاصل کرنے کے لئے اُن کے آگے پردے بھی حائل نہیں کیے، وہ ذات ایسی ہے کہ جس کے وجود کے نشانات اس طرح اس کی شہادت دیتے ہیں کہ (زبان سے) انکار کرنے والے کا دل بھی اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اُن لوگوں کی باتوں سے بہت بلند و برتر ہے جو مخلوقات سے اس کی تشبیہ دیتے ہیں اور اُس کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

## خطبہ ۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

اِنَّمَا بَدْءُ وُقُوْعِ الْفِتَنِ اَهْوَآءٌ تُتَّبَعُ وَاَحْكَامٌ تُبْتَدَعُ۔ یُخَالَفُ فِیْهَا كِتَابُ اللّٰهِ وَیَتَوَلّٰی عَلَیْهَا رِجَالٌ رِجَالًا عَلٰی غَیْرِ دِیْنِ اللّٰهِ۔ فَلَوْ اَنَّ الْبَاطِلَ خَلَصَ مِنْ مِزَاجِ الْحَقِّ لَمْ یَخْفَ عَلَی الْمُرْتَادِیْنَ۔ وَلَوْ اَنَّ الْحَقَّ خَلَصَ مِنْ لَبْسِ الْبَاطِلِ لَانْقَطَعَتْ عَنْهُ اَلْسُنُ الْمُعَانِدِیْنَ وَلٰكِنْ یُؤْخَذُ مِنْ هٰذَا ضِغْثٌ وَمِنْ هٰذَا ضِغْثٌ فَیُمْزَجَانِ۔ فَهُنَالِكَ یَسْتَوْلِی الشَّیْطَانُ عَلٰی اَوْلِیَآئِهٖ وَیَنْجُو الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ الْحُسْنٰی۔

فتنوں کے وقوع کا آغاز وہ نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ نئے ایجاد کردہ احکام کو جن میں قرآن کی مخالفت کی جاتی ہے، اور جنہیں فروغ دینے کے لئے کچھ لوگ دین الٰہی کے خلاف باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو جاتے ہیں تو اگر باطل حق کی آمیزش سے خالی ہوتا، تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق و باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا، تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ اِدھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ اُدھر سے اور دونوں کو آپس میں غلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں جن کے لئے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔



## خطبہ ۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ۔

لَمَّا غَلَبَ اَصْحَابُ مُعَاوِیَةَ اَصْحَابَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی شَرِیْعَةِ اَصْحَابِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَلٰی شَرِیْعَةِ الْفُرَاتِ بِصِفِّیْنَ وَمَنَعُوْهُمْ مِنَ الْمَآءِ۔

قَدِ اسْتَطْعَمُوْكُمُ الْقِتَالَ فَاَقِرُّوْا عَلٰی مَذَلَّةٍ۔ وَتَاْخِیْرِ مَحَلَّةٍ۔ اَوْ رَوُّوا السُّیُوْفَ مِنَ الدِّمَآءِ تَرْوَوْا مِنَ الْمَآءِ فَالْمَوْتُ فِیْ حَیَاتِكُمْ مَقْهُوْرِیْنَ وَالْحَیَاةُ فِیْ مَوْتِكُمْ قَاهِرِیْنَ۔ اَلَا وَاِنَّ مُعَاوِیَةَ قَادَ لُمَّةً مِّنَ الْغُوَاةِ وَعَمَسَ عَلَیْهِمُ الْخَبَرَ حَتّٰی جَعَلُوْا نُحُوْرَهُمْ اَغْرَاضَ الْمَنِیَّةِ۔

جب صفین میں معاویہ کے ساتھیوں نے امیر المومنینؑ کے اصحاب پر غلبہ پا کر فرات کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا اور پانی لینے سے مانع ہوئے تو آپؑ نے فرمایا۔

وہ[1] تم سے جنگ کے لقمے طلب کرتے ہیں۔ تو اب یا تو تم ذلت اور اپنے مقام کی پستی و حقارت پر سر تسلیم خم کر دو، یا تلواروں کی پیاس خون سے بجھا کر اپنی پیاس پانی سے بجھاؤ تمہارا اُن سے دب جانا جیتے جی موت ہے اور غالب اگر مرنا بھی جینے کے برابر ہے معاویہ گم کردہ راہ سرپھروں کا ایک چھوٹا سا جتھا لئے پھرتا ہے اور واقعات سے انہیں اندھیرے میں رکھ چھوڑا ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنے سینوں کو موت (کے تیروں) کا ہدف بنا لیا ہے۔

[1] امیر المومنینؑ ابھی صفین میں پہنچے نہ تھے کہ معاویہ نے گھاٹ کا راستہ بند کرنے کے لئے دریا کے کنارے چالیس ہزار آدمیوں کا پہرہ لگا دیا۔ تاکہ شامیوں کے علاوہ کوئی وہاں سے پانی نہ لے سکے۔ جب امیر المومنینؑ کا لشکر وہاں پر اُترا تو اُس گھاٹ کے علاوہ آس پاس کوئی گھاٹ نہ تھا کہ وہاں سے پانی لے سکتے اور اگر تھا، تو اونچے اونچے ٹیلوں کو عبور کر کے وہاں تک پہنچنا دشوار تھا۔ حضرت نے صعصعہ ابن صوحان کو معاویہ کے پاس بھیجا، اور اُسے کہلوایا کہ پانی سے پہرا اٹھا لیا جائے۔ مگر معاویہ نے اس سے انکار کیا۔ اِدھر امیر المومنینؑ کا لشکر پیاسا پڑا تھا۔ حضرت نے یہ صورت دیکھی تو فرمایا کہ اٹھو اور تلواروں کے زور سے پانی حاصل کرو۔ چنانچہ ان تشنہ کاموں نے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں، اور تیر کمانوں میں جوڑ لئے اور معاویہ کی فوجوں کو درہم برہم کرتے ہوئے دریا کے اندر تک اُتر گئے اور ان پہرہ داروں کو مار بھگایا اور خود گھاٹ پر قبضہ کر لیا۔

اب حضرت کے اصحاب نے بھی چاہا کہ جس طرح معاویہ نے گھاٹ پر قبضہ جما کر پانی کی بندش کر دی تھی، ویسا ہی اس کے اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ برتاؤ کیا جائے، اور ایک شامی کو بھی پانی نہ لینے دیا جائے، اور ایک ایک کو پیاسا تڑپا کر مارا جائے۔ مگر

امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ کیا تم بھی وہی جاہلانہ قدم اٹھانا چاہتے ہو جو اُن شامیوں نے اٹھایا تھا؟ ہرگز کسی کو پانی سے نہ روکو۔ جو چاہے پیئے، اور جس کا جی چاہے لے جائے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ کی فوج کا دریا پر قبضہ ہونے کے باوجود کسی کو پانی سے نہیں روکا گیا، اور ہر شخص کو پانی لینے کی پوری پوری آزادی دی گئی۔

## خطبہ ۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا قَدْ تَصَرَّمَتْ وَاٰذَنَتْ بِوَدَاعٍ وَتَنَكَّرَ مَعْرُوْفُهَا۔ وَاَدْبَرَتْ حَذَّآءَ۔ فَهِيَ تَحْفِزُ بِالْفَنَآءِ سُكَّانَهَا وَتَحْدُوْ بِالْمَوْتِ جِيْرَانَهَا وَقَدْ اَمَرَّ مِنْهَا مَاكَانَ حُلْوًا۔ وَكَدِرَ مِنْهَا مَاكَانَ صَفْوًا۔ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا سَمَلَةٌ كَسَمَلَةِ۔ لَوْ تَمَزَّزَهَا الصَّدْيَانُ لَمْ يَنْقَعْ۔ فَاَزْمِعُوْا عِبَادَ اللّٰهِ الرَّحِيْلَ عَنْ هٰذِهِ الدَّارِ الْمَقْدُوْرِ عَلٰى اَهْلِهَا الزَّوَالُ۔ وَلَا يَغْلِبَنَّكُمْ فِيْهَا الْاَمَلُ وَلَا يَطُوْلَنَّ عَلَيْكُمُ الْاَمَدُ۔ فَوَاللّٰهِ لَوْ حَنَنْتُمْ حَنِيْنَ الْوُلَّهِ الْعِجَالِ۔ وَدَعَوْتُمْ بِهَدِيْلِ الْحَمَامِ وَجَاَرْتُمْ جُؤَارَ مُتَبَتِّلِ الرُّهْبَانِ۔ وَخَرَجْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الْتِمَاسَ الْقُرْبَةِ اِلَيْهِ فِيْ ارْتِفَاعِ دَرَجَةٍ عِنْدَهٗ اَوْ غُفْرَانِ سَيِّئَةٍ اَحْصَتْهَا كُتُبُهٗ وَحَفِظَهَا رُسُلُهٗ، لَكَانَ قَلِيْلًا فِيْمَا اَرْجُوْلَكُمْ مِنْ ثَوَابِهٖ لَوِ انْمَاثَتْ قُلُوْبُكُمْ انْمِيَاثًا وَسَالَتْ عُيُوْنُكُمْ مِنْ رَغْبَةٍ اِلَيْهِ اَوْ رَهْبَةٍ مِّنْهُ دَمًا ثُمَّ

دنیا اپنا دامن سمیٹ رہی ہے، اور اس نے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کردیا ہے۔ اس کی جانی پہچانی ہوئی چیزیں اجنبی ہوگئیں، اور وہ تیزی کے ساتھ پیچھے ہٹ رہی ہے، اور اپنے رہنے والوں کو فنا کی طرف بڑھا رہی ہے اور اپنے پڑوس میں بسنے والوں کی موت کی طرف دھکیل رہی ہے۔ اس کے شیریں (مزے) تلخ، اور صاف و شفاف (لمحے) مکدّر ہو گئے ہیں۔ دنیا سے بس اتنا باقی رہ گیا ہے، جتنا برتن میں تھوڑا سا بچایا ہوا پانی، یا نپا تلا ہوا جرعۂ آب، کہ پیاسا اگر اسے پیئے، تو اُس کی پیاس نہ بجھے۔ خدا کے بندو! اس دارِ دنیا سے کہ جس کے رہنے والوں کے لئے زوال امرِ مسلّم ہے۔ نکلنے کا تہیہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آرزوئیں تم پر غالب آجائیں، اور اس (چند روزہ زندگی) کی مدت کو دراز سمجھ بیٹھو۔ خدا کی قسم! اگر تم اُن اونٹنیوں کی طرح فریاد کرو، جو اپنے بچوں کو کھو چکی ہوں، اور اُن کبوتروں کی طرح نالہ و فغاں کرو۔ (جو اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے ہوں اور اُن گوشہ نشین راہبوں کی طرح چیخو چلاؤ جو گھر بار چھوڑ چکے ہوں، اور مال اور اولاد سے بھی اپنا ہاتھ اٹھا لو۔ اس غرض سے کہ تمہیں بارگاہ الٰہی میں تقرب حاصل ہو، درجہ کی بلندی کے ساتھ اس کے یہاں یا اُن گناہوں کے معاف ہونے کے ساتھ جو صحیفۂ اعمال میں درج اور کراماً کاتبین کو یاد ہیں، تو وہ تمام بے تابی، اور نالہ و فریاد اُس ثواب کے لحاظ سے جس کا میں تمہارے لئے امیدوار ہوں، اور اس عقاب کے اعتبار سے جس کا مجھے تمہارے لئے خوف و اندیشہ ہے، بہت ہی کم ہوگی خدا کی قسم!



عُمِّرْتُمْ فِي الدُّنْيَا مَا الدُّنْيَا بَاقِيَةٌ مَا جَزَتْ اَعْمَالُكُمْ وَلَوْ لَمْ تُبْقُوْا شَيْئًا مِّنْ جُهْدِكُمْ اَنْعُمَهٗ عَلَيْكُمُ الْعِظَامَ وَهُدَاهُ اِيَّاكُمْ لِلْاِيْمَانِ۔

اگر تمہارے دل بالکل پگھل جائیں، اور تمہاری آنکھیں امید و بیم سے خون بہانے لگیں اور پھر رہتی دنیا تک (اسی حالت میں) جیتے بھی رہو، تو بھی تمہارے اعمال اگرچہ تم نے کوئی نہ اٹھا رکھی ہو، اس کی نعمات عظیم کی بخشش اور ایمان کی طرف راہنمائی کا بدلہ نہیں اُتار سکتے۔

## خطبہ ۵۳

(وَمِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ يَوْمِ النَّحْرِ وَصِفَةِ الْاُضْحِيَةِ۔

اس میں عید قربان اور اُن صفتوں کا ذکر کیا ہے جو گوسفند قربانی میں ہونا چاہئیں۔

وَمِنْ تَمَامِ الْاُضْحِيَةِ اسْتِشْرَافُ اُذُنِهَا وَسَلَامَةُ عَيْنِهَا۔ فَاِذَا سَلِمَتِ الْاُذُنُ وَالْعَيْنُ سَلِمَتِ الْاُضْحِيَةُ وَتَمَّتْ۔ وَلَوْ كَانَتْ عَضْبَآءَ الْقَرْنِ تَجُرُّ رِجْلَهَا اِلَى الْمَنْسَكِ۔

(قَالَ الرَّضِيُّ وَالْمَنْسَكُ هٰهُنَا الْمَذْبَحُ)

قربانی کے جانور کا مکمل ہونا یہ ہے کہ اُس کے کان اٹھے ہوئے ہوں (یعنی کٹے ہوئے نہ ہوں) اور اس کی آنکھیں صحیح و سالم ہوں۔ اگر کان اور آنکھیں سالم ہیں تو قربانی بھی سالم اور ہر طرح سے مکمل ہے۔ اگرچہ اُس کے سینگ ٹوٹے ہوئے ہوں۔ اور ذبح کی جگہ تک اپنے پیر کو گھسیٹ کر پہنچے (علامہ رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں منسک سے مراد ذبح کی جگہ ہے)۔

## خطبہ ۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ ذِكْرِ الْبَيْعَةِ

فَتَدَاكُّوْا عَلَيَّ تَدَاكَّ الْاِبِلِ الْهِيْمِ يَوْمَ وِرْدِهَا قَدْ اَرْسَلَهَا رَاعِيْهَا وَخُلِعَتْ مَثَانِيْهَا حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهُمْ قَاتِلِيَّ اَوْ بَعْضُهُمْ قَاتِلُ بَعْضٍ لَدَيَّ۔ وَقَدْ قَلَّبْتُ هٰذَا الْاَمْرَ بَطْنَهٗ وَظَهْرَهٗ۔ فَمَا وَجَدْتُنِيْ يَسَعُنِيْ اِلَّا قِتَالُهُمْ اَوِ الْجُحُوْدُ بِمَا جَآءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَكَانَتْ مُعَالَجَةُ الْقِتَالِ اَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ

وہ اس طرح بے تحاشا میری طرف لپکے جس طرح پانی پینے کے دن وہ اونٹ ایک دوسرے پر ٹوٹتے ہیں کہ جنہیں ان کے ساربان نے پیروں کے بندھن کھول کر کھلا چھوڑ دیا ہو۔ یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ یا میرے سامنے ان میں سے کوئی کسی کا خون کردے گا۔ میں نے اس امر کو اندر باہر سے الٹ پلٹ کر دیکھا، تو مجھے جنگ کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے لائے ہوئے احکام سے انکار کردوں۔ لیکن آخرت کی سختیاں جھیلنے

مُعَالَجَةِ الْعِقَابِ۔ وَمَوْتَاتُ الدُّنْيَا اَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ مَوْتَاتِ الْاٰخِرَةِ۔

سے مجھے جنگ کی سختیاں جھیلنا سہل نظر آیا، اور آخرت کی تباہیوں سے دنیا کی ہلاکتیں میرے لئے آسان نظر آئیں۔

## خطبہ ۵۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَقَدِ اسْتَبْطَأَ اَصْحَابُهُ اِذْنَهُ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ بِصِفِّيْنَ۔ اَمَّا قَوْلُكُمْ اَكُلُّ ذٰلِكَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ فَوَاللّٰهِ مَا اُبَالِيْ اَدَخَلْتُ اِلَى الْمَوْتِ اَوْخَرَجَ الْمَوْتُ اِلَيَّ۔ وَاَمَّا قَوْلُكُمْ شَكًّا فِيْ اَهْلِ الشَّامِ فَوَاللّٰهِ مَادَفَعْتُ الْحَرْبَ يَوْمًا اِلَّا وَاَنَا اَطْمَعُ اَنْ تَلْحَقَ بِيْ طَائِفَةٌ فَتَهْتَدِيَ بِيْ وَتَعْشُوْا اِلٰى ضَوْئِيْ وَذٰلِكَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَقْتُلَهَا عَلٰى ضَلَالِهَا وَاِنْ كَانَتْ تَبُوْءُ بِاٰثَامِهَا۔

صفین میں حضرتؑ کے اصحاب نے جب اذن جہاد دینے میں تاخیر پر بے چینی کا اظہار کیا، تو آپؑ نے ارشاد فرمایا۔ تم لوگوں کا یہ کہنا یہ پس و پیش کیا اس لئے ہے کہ میں موت کو ناخوش جانتا ہوں اور اُس سے بھاگتا ہوں، تو خدا کی قسم! مجھے ذرا پروا نہیں کہ میں موت کی طرف بڑھوں یا موت میری طرف بڑھے اور اس طرح تم لوگوں کا یہ کہنا کہ مجھے اہل شام سے جہاد کرنے کے جواز میں کچھ شبہ ہے تو خدا کی قسم! میں نے جنگ کو ایک دن کے لئے بھی التوا میں نہیں ڈالا۔ مگر اس خیال سے کہ ان میں سے شاید کوئی گروہ مجھ سے آکر مل جائے اور میری وجہ سے ہدایت پائے اور اپنی چندھیائی ہوئی آنکھوں سے میری روشنی کو بھی دیکھ لے اور مجھے یہ چیز گمراہی کی حالت میں انہیں قتل کردینے سے کہیں زیادہ پسند ہے۔ اگرچہ اپنے گناہوں کے ذمہ دار بہرحال یہ خود ہوں گے۔

## خطبہ ۵۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

وَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ نَقْتُلُ اٰبَاءَنَا وَاَبْنَاءَنَا وَاِخْوَانَنَا وَاَعْمَامَنَا۔ مَا يَزِيْدُنَا ذٰلِكَ اِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا وَمُضِيًّا عَلَى اللَّقَمِ وَصَبْرًا عَلٰى مَضَضِ الْاَلَمِ وَجِدًّا فِيْ جِهَادِ الْعَدُوِّ۔ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ مِنَّا

ہم (مسلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو کر اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں اور چچاؤں کو قتل کرتے تھے۔ اس سے ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اطاعت اور راہِ حق کی پیروی میں اضافہ ہوتا تھا اور کرب والم کی سوزشوں پر صبر میں زیادتی ہوتی تھی اور دشمنوں سے جہاد کرنے کی کوششیں بڑھ جاتی تھیں۔ (جہاد کی صورت یہ تھی کہ) ہم میں کا ایک شخص اور فوجِ دشمن کا کوئی سپاہی دونوں مردوں کی طرح آپس میں بھڑتے تھے اور جان



وَالْاٰخَرُ مِنْ عَدُوِّنَا يَتَصَاوَلَانِ تَصَاوُلَ الْفَحْلَيْنِ يَتَخَالَسَانِ اَنْفُسَهُمَا اَيُّهُمَا يَسْقِيْ صَاحِبَهُ كَاْسَ الْمَنُوْنِ۔ فَمَرَّةً لَنَا مِنْ عَدُوِّنَا۔ وَمَرَّةً لِعَدُوِّنَا مِنَّا فَلَمَّا رَاَى اللّٰهُ صِدْقَنَا اَنْزَلَ بِعَدُوِّنَا الْكَبْتَ وَاَنْزَلَ عَلَيْنَا النَّصْرَ حَتَّى اسْتَقَرَّ الْاِسْلَامُ مُلْقِيًا جِرَانَهُ۔ وَمُتَبَوِّئًا اَوْطَانَهُ وَلَعَمْرِيْ لَوْكُنَّا نَاْتِيْ مَا اَتَيْتُمْ مَا قَامَ لِلدِّيْنِ عَمُوْدٌ وَلَا اخْضَرَّ لِلْاِيْمَانِ عُوْدٌ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَتَحْتَلِبُنَّهَا دَمًا وَلَتُتْبِعُنَّهَا نَدَمًا۔

لینے کی لئے ایک دوسرے پر جھپٹے پڑتے تھے، کہ کون اپنے حریف کو موت کا پیالہ پلاتا ہے۔ کبھی ہماری جیت ہوتی تھی اور کبھی ہمارے دشمن کی۔ چنانچہ جب خداوند عالم نے ہماری (نیتوں کی) سچائی دیکھ لی، تو اُس نے ہمارے دشمنوں کو رسوا و ذلیل کیا، اور ہماری نصرت و تائید فرمائی، یہاں تک کہ اسلام سینہ ٹیک کر اپنی جگہ پر جم گیا، اور اپنی منزل پر برقرار ہو گیا۔ خدا کی قسم! اگر ہم بھی تمہاری طرح کرتے تو نہ کبھی دین کا ستون گرتا اور نہ ایمان کا تنا برگ و بار لاتا۔ خدا کی قسم! تم اپنے کیے کے بدلے میں دودھ کے بجائے خون دوہو گے، اور آخر تمہیں ندامت و شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔

ل جب محمد ابن ابی بکر شہید کر دیئے گئے، تو معاویہ نے عبداللہ ابن عامر حضرمی کو بصرہ کی طرف بھیجا تا کہ اہل بصرہ کو پھر سے قتل عثمان کے انتقام کے لئے آمادہ کرے۔ چونکہ بیشتر اہالی بصرہ اور خصوصاً بنی تمیم کا طبعی رجحان حضرت عثمان کی طرف تھا چنانچہ وہ بنی تمیم ہی کے ہاں آکر فروکش ہوا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ والیٔ بصرہ عبداللہ ابن عباس، زیادہ ابن عبید کو قائم مقام بنا کر محمد ابن ابی بکر کی تعزیت کے لئے کوفہ گئے ہوئے تھے۔

جب بصرہ کی فضا بگڑنے لگی، تو زیاد نے امیر المومنینؑ کو تمام واقعات سے اطلاع دی۔ حضرت نے کوفہ کے بنی تمیم کو بصرہ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے چپ سادھ لی اور کوئی جواب نہ دیا۔ امیر المومنینؑ نے جب ان کی اس کمزوری و بے حمیتی کو دیکھا، تو یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ ہم تو پیغمبر کے زمانہ میں یہ نہیں دیکھتے تھے کہ ہمارے ہاتھوں سے قتل ہونے والے ہمارے ہی بھائی بند اور قریبی عزیز ہوتے ہیں۔ بلکہ جو حق سے ٹکراتا تھا ہم اُس سے ٹکرانے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اگر ہم بھی تمہاری طرح غفلت و بے عملی کی راہ پر چلتے تو نہ دین کی بنیادیں مضبوط ہوتیں، اور نہ اسلام پروان چڑھتا۔ چنانچہ اس جھنجھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اعین ابن صبیعہ تیار ہوئے۔ مگر وہ صبرہ پر پہنچ کر دشمن کی تلواروں سے شہید ہو گئے۔ پھر حضرت نے جاریہ ابن قدامہ کو بنی تمیم کے پچاس افراد کے ساتھ روانہ کیا۔ انہوں نے اپنے قوم قبیلے کو سمجھانے بجھانے کی سر توڑ کوششیں کیں مگر وہ راہِ راست پر آنے کے بجائے گالم گلوچ اور دست درازی پر اُتر آئے، تو جاریہ نے زیاد اور بنی ازد کو اپنی مدد کے لئے پکارا۔ ان کے پہنچتے ہی ابن حضرمی اپنی اپنی جماعت کو لے کر نکل آیا۔ دونوں طرف سے کچھ دیر تک تلواریں چلتی رہیں۔ آخر ابن حضرمی ستر آدمیوں کے ساتھ بھاگ کھڑا ہوا اور سبیل سعدی کے گھر میں پناہ لی۔ جاریہ کو جب کوئی چارہ نظر نہ آیا تو انہوں نے اُس کے گھر میں آگ لگوا دی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو وہ سراسیمہ ہو کر بچنے کے لئے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ مگر فرار میں کامیاب نہ ہو سکے کچھ دیوار کے نیچے دب کر مر گئے اور کچھ قتل کر دیئے گئے۔

# خطبہ ۵۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ لِاَصْحَابِهٖ...... اَمَا اِنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ رَجُلٌ رَحْبُ الْبُلْعُوْمِ مُنْدَحِقُ الْبَطْنِ يَاْكُلُ مَا يَجِدُ وَيَطْلُبُ مَالَا يَجِدُ فَاقْتُلُوْهُ وَلَنْ تَقْتُلُوْهُ۔ اَلَا وَاِنَّهُ سَيَاْمُرُكُمْ بِسَبِّيْ وَالْبَرَآءَةِ مِنِّيْ۔ فَاَمَّا السَّبُّ فَسُبُّوْنِيْ فَاِنَّهُ لِيْ زَكَاةٌ وَلَكُمْ نَجَاةٌ۔ وَاَمَّا الْبَرَآءَةُ فَلَا تَتَبَرَّأُوْا مِنِّيْ فَاِنِّيْ وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ، وَسَبَقْتُ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالْهِجْرَةِ۔

اپنے اصحاب سے فرمایا۔
میرے بعد جلد ہی تم پر ایک ایسا شخص مسلّط ہوگا جس کا حلق کشادہ، اور پیٹ بڑا ہوگا، جو پائے گا نگل جائے گا اور جو نہ پائے گا اُس کی اُسے ڈھونڈ لگی رہے گی۔ (بہتر تو یہ ہے کہ) تم اُسے قتل کرڈالنا۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ تم اُسے قتل ہرگز نہ کرو گے۔ وہ تمہیں حکم دے گا کہ مجھے بُرا کہو اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرو۔ جہاں تک بُرا کہنے کا تعلق ہے، مجھے بُرا کہہ لینا۔ اس لئے کہ یہ میرے لئے پاکیزگی کا سبب اور تمہارے لئے (دشمنوں سے) نجات پانے کا باعث ہے۔ لیکن (دل سے) بیزاری اختیار نہ کرنا اس لئے کہ میں (دین) فطرت پر پیدا ہوا ہوں اور ایمان وہجرت میں سابق ہوں۔

ا؎ اس خطبہ میں جس شخص کی طرف امیر المومنینؑ نے اشارہ کیا ہے اس سے بعض نے زیاد ابن ابیہ، بعض نے حجاج ابن یوسف اور بعض نے مغیرہ ابن شعبہ کو مراد لیا ہے۔ لیکن اکثر شارحین نے اس سے معاویہ مراد لیا ہے، اور یہی صحیح ہے کیونکہ جو اوصاف حضرتؑ نے بیان فرمائے ہیں وہ اسی پر پورے طور پر صادق آتے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے معاویہ کی زیادہ خوری کے متعلق لکھا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ اُسے بلوا بھیجا، تو معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے۔ پھر دوبارہ سہ پہر آدمی بھیجا، تو یہی خبر لایا جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ ''اللّٰھم لا تشبع بطنه'' (خدایا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرنا) اس بددعا کا اثر یہ ہوا کہ جب کھاتے کھاتے اکتا جاتا تھا تو کہنے لگتا تھا۔ ''ارفعو افو اللّٰه ماشبعت ولکن مللت وتعبت'' دسترخوان بڑھاؤ۔ خدا کی قسم میں کھاتے کھاتے عاجز آ گیا ہوں مگر پیٹ ہے کہ بھرنے ہی میں نہیں آتا۔'' یونہی امیر المومنینؑ پر سب وشتم کرنا اور اپنے عاملوں کو اس کا حکم دینا تاریخی مسلّمات میں سے ہے کہ جس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور منبر پر ایسے الفاظ کہے جاتے ہیں کہ جن کی زد میں اللہ و رسول بھی آ جاتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین اُم سلمہؓ نے معاویہ کو لکھا ''انکم تلعنون اللّٰه و رسوله علی منابرکم وذلك انّکم تلعنون علی ابن ابی طالب و من احبه وانا اشھد ان اللّٰه احبه و رسُولهٗ'' (عقد الفرید ج ۳ ص ۱۳۱) ''تم اپنے منبروں پر اللہ اور اس کے رسولؐ پر لعنت کرتے ہو۔ وہ یوں کہ تم علیؑ ابن ابی طالب اور انہیں دوست رکھنے والوں پر لعنت کرتے ہو، اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ کو اللہ بھی دوست رکھتا تھا اور اُس کا رسولؐ بھی۔''

خدا عمر ابن عبدالعزیز کا بھلا کرے کہ جس نے اسے بند کر دیا اور خطبوں میں سب وشتم کی جگہ اس آیت کو رواج دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

اللہ تمہیں انصاف اور حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور لغو باتوں برائیوں اور ستم کاریوں سے روکتا ہے۔ اللہ اس سے تمہیں نصیحت کرتا ہے شائد کہ تم سوچ بچار سے کام لو۔''



حضرت نے اس کلام میں اس کے قتل کا حکم اس بناء پر دیا ہے کہ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے۔

اِذَا رَاَيْتُمْ مُعَاوِيَةَ عَلٰى مِنْبَرِيْ فَاقْتُلُوْهُ

''جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو، تو اسے قتل کر دو۔''

# خطبہ ۵۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ (كَلَّمَ بِهِ الْخَوَارِجَ) اَصَابَكُمْ حَاصِبٌ وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ اٰبِرٌ۔ اَبَعْدَ اِيْمَانِيْ بِاللّٰهِ وَجِهَادِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ اَشْهَدُ عَلٰى نَفْسِيْ بِالْكُفْرِ۔ لَقَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ فَاُوْبُوْا شَرَّ مَاٰبٍ۔ وَارْجِعُوْا عَلٰى اَثَرِ الْاَعْقَابِ۔ اَمَا اِنَّكُمْ سَتَلْقَوْنَ بَعْدِيْ ذُلًّا شَامِلًا وَسَيْفًا قَاطِعًا وَاَثَرَةً يَتَّخِذُهَا الظّٰلِمُوْنَ فِيْكُمْ سُنَّةً۔

آپؑ کا کلام خوارج کو مخاطب فرماتے ہوئے:
تم پر سخت آندھیاں آئیں اور تم میں کوئی اصلاح کرنے والا باقی نہ رہے۔ کیا میں اللہ پر ایمان لانے اور رسول اللہؐ کے ساتھ ہوکر جہاد کرنے کے بعد اپنے اوپر کفر کی گواہی دے سکتا ہوں؟ پھر تو میں گمراہ ہوگیا، اور ہدایت یافتہ لوگوں میں سے نہ رہا۔ تم اپنے (پُرانے) بدترین ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاؤ، اور اپنی ایڑیوں کے نشانوں پر پیچھے کی طرف پلٹ جاؤ[1]۔ یاد رکھو کہ تمہیں میرے بعد چھا جانے والی ذلّت اور کاٹنے والی تلوار سے دوچار ہونا ہے اور ظالموں کو اس وتیرے سے سابقہ پڑنا ہے کہ وہ تمہیں محروم کرکے ہر چیز اپنے لئے مخصوص کرلیں۔

ا؎ تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنینؑ کے بعد خوارج کو ہر طرح کی ذلتوں اور خواریوں سے دوچار ہونا پڑا، اور جب بھی انہوں نے فتنہ انگیزی کے لئے سر اٹھایا، تو تلواروں اور نیزوں پر دھر لئے گئے۔ چنانچہ زیاد ابن ابیہ، عبیداللہ ابن زیاد مصعب ابن زبیر، حجاج ابن یوسف اور مہلب ابن ابی صفرہ نے انہیں صفحۂ ہستی سے نابود کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ خصوصاً مہلت نے اُنیس برس تک ان کا مقابلہ کرکے ان کے سارے دم خم نکال دیئے اور ان کی تباہی و بربادی کو تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔

طبریؒ نے لکھا ہے کہ مقام سلّی سلبری میں جب دس ہزار خوارج جنگ وقتال کے لئے سمٹ کر جمع ہوگئے، تو مہلب نے اس طرح ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ سات ہزار خارجیوں کو تہ تیغ کر دیا اور بقیہ تین ہزار کرمان کی طرف بھاگ کر جان بچا سکے۔ لیکن والیٔ فارس عبیداللہ ابن عمر نے جب ان کی شورش انگیزیاں دیکھیں، تو مقام سابور میں انہیں گھیر لیا اور اُن میں کافی تعداد وہیں پر ختم کر دی اور جو بچے کھچے رہ گئے، وہ پھر اصفہان وکرمان کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے وہاں سے پھر جتھا بنا کر بصرہ کی راہ سے کوفہ کی طرف بڑھے، تو حارث ابن ابی ربیعہ اور عبدالرحمٰن ابن مخنف نے چھ ہزار جنگ آزماؤں کو لے کر اُن کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہوگئے اور عراق کی سرحد سے

انہیں نکال باہر کیا یوں ہی تابڑتوڑ حملوں نے اُن کی عسکری قوتوں کو پامال کر کے رکھ دیا اور آبادیوں سے نکال کر صحراؤں اور جنگلوں میں خاک چھاننے پر مجبور کر دیا اور بعد میں بھی جب کبھی جتھا بنا کر اٹھے تو کچل کر رکھ دیئے گئے۔

(قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَلَا بَقِيَ مِنْكُمْ اٰبِرٌ يُرْوَىٰ بِالْبَآءِ وَالرَّآءِ مِنْ قَوْلِهِمْ رَجُلٌ اٰبِرٌ لِلَّذِيْ يَأْبُرُ النَّخْلَ اَيْ يُصْلِحُهٗ وَ يُرْوَىٰ اٰثِرٌ وَهُوَ الَّذِيْ يَاْثُرُ الْحَدِيْثَ اَيْ يَرْوِيْهِ وَيَحْكِيْهِ وَهُوَ اَصَحُّ الْوُجُوْهِ عِنْدِيْ۔ كَاَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَا بَقِيَ مِنْكُمْ مُخْبِرٌ۔ وَيُرْوَىٰ اٰبِزٌ بِالزَّايِ الْمُعْجَمَةِ وَهُوَ الْوَاثِبُ۔ وَالْهَالِكُ اَيْضًا يُقَالُ لَهٗ اٰبِزٌ)

علامہ رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد لَا بَقِيَ مِنْكُمْ آبِرٌ (تم میں کوئی اصلاح کرنے والا نہ رہے) میں لفظ آبر "ب" اور "ر" کے ساتھ روایت ہوا ہے اور یہ عربوں کے قول رَجُلٌ آبِرٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی خرما کے درختوں کے چھانٹنے والے اور اُن کی اصلاح کرنے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں آثِرٌ ہے اور اس کے معنی خبر دینے والے اور اقوال نقل کرنے والے کے ہیں۔ میرے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ گویا حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ تم میں کوئی خبر دینے والا نہ بچے اور ایک روایت میں آبِزٌ زائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کے معنی کودنے والے کے ہیں اور ہلاک ہونے والے کو بھی آبِزٌ کہا جاتا ہے۔

## خطبہ ۵۹

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلٰى حَرْبِ الْخَوَارِجِ۔ وَقِيْلَ لَهٗ اِنَّهُمْ قَدْ عَبَرُوْا جِسْرَ النَّهْرَوَانِ۔

جب[1] آپؑ نے خوارج سے جنگ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، تو آپ سے کہا گیا کہ وہ نہروان کا پل عبور کر کے ادھر جا چکے ہیں، تو آپؑ نے فرمایا۔

مَصَارِعُهُمْ دُوْنَ النُّطْفَةِ وَاللّٰهِ لَا يُفْلِتُ مِنْهُمْ عَشَرَةٌ وَلَا يَهْلِكُ مِنْكُمْ عَشَرَةٌ۔

ان کے گرنے کی جگہ تو پانی کے اسی طرف ہے۔ خدا کی قسم! ان میں سے دس بھی بچ کر نہ جا سکیں گے، اور تم میں سے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے۔

يَعْنِيْ بِالنُّطْفَةِ۔ مَاءَ النَّهْرِ وَهُوَ اَفْصَحُ كِنَايَةٍ عَنِ الْمَآءِ وَاِنْ كَانَ كَثِيْرًا جَمًّا

سید رضی فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں نطفہ سے مراد نہر (فرات) کا پانی ہے اور پانی کے لئے یہ بہترین کنایہ ہے چاہے پانی زیادہ بھی ہو۔

وَلَمَّا قُتِلَ الْخَوَارِجُ فَقِيْلَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هَلَكَ الْقَوْمُ: بِاَجْمَعِهِمْ (قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَلَّا وَاللّٰهِ اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِيْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَقَرَارَاتِ النِّسَآءِ۔ كُلَّمَا نَجَمَ مِنْهُمْ قَرْنٌ

جب خوارج مارے گئے تو آپ سے کہا گیا کہ وہ لوگ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کی صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں[2] جب بھی اُن میں کوئی سردار ظالم ہوگا، تو اُسے کاٹ کر رکھ دیا جائے گا۔ یہاں



قُطِعَ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ لُصُوْصًا سَلَّابِيْنَ۔ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْهِمْ لَا تَقْتُلُوا الْخَوَارِجَ بَعْدِيْ فَلَيْسَ مَنْ طَلَبَ الْحَقَّ فَاَخْطَاَهٗ كَمَنْ طَلَبَ الْبَاطِلَ فَاَدْرَكَهٗ۔ (يَعْنِيْ مُعَاوِيَةَ وَاَصْحَابَهٗ)

تک کہ اُن کی آخری فردیں چور اور ڈاکو ہو کر رہ جائیں گی۔ انہی خوارج کے متعلق فرمایا: میرے[3] بعد خوارج کو قتل نہ کرنا۔ اس لئے کہ جو حق کا طالب ہو اور اُسے نہ پا سکے وہ ویسا نہیں ہے کہ جو باطل ہی کی طلب میں ہو اور پھر اُسے بھی پا لے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اس سے مراد معاویہ اور اُس کے ساتھی ہیں۔

[1] اس پیشین گوئی کو فراست و ثاقب نظری کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ دوررس نظریں فتح و شکست کا اندازہ تو لگا سکتی ہیں اور جنگ کے نتائج کو بھانپ لے جا سکتی ہیں۔ لیکن دونوں فریق کے مقتولین کی صحیح صحیح تعداد سے آگاہ کر دینا اُن کی حدود پرواز سے باہر ہے۔ یہ اُسی کی باطن بین نگاہیں حکم لگا سکتی ہیں کہ جو غیب کے پردے اُلٹ کر آنے والے منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، اور علم امامت کی چھوٹ مستقبل کے صفحہ پر اُبھرنے والے نقوش اُس کو دکھا رہی ہو۔ چنانچہ اس وارث علم نبوت نے جو فرمایا تھا وہی ہوا، اور خوارج میں سے نو آدمیوں کے علاوہ سب کے سب موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے، جن میں سے دو ۲ عمان کی طرف دو ۲ سجستان کی طرف دو ۲ کرمان کی طرف اور دو جزیرہ کی طرف بھاگ گئے اور ایک یمن میں تل موروں چلا آیا، اور آپ کی جماعت میں سے صرف آٹھ آدمی شہید ہو گئے، جن کے نام یہ ہیں۔

روبہ ابن دبر بجلی، سعید ابن خالد سبیعی، عبداللہ ابن حماد انی، فیاض ابن خلیل ازدی، کیسوم ابن سلمہ جہنی، عبید ابن عبدی خولانی، جمیع ابن جشم کندی، حبیب ابن عاصم اسدی،

[2] امیر المومنین کی یہ پیشین گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی اور خوارج میں جو سردار بھی اٹھا، تلواروں پر دھر لیا گیا۔ چنانچہ ان کے چند سرداروں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو بُری طرح موت کے گھاٹ اُتارے گئے۔

نافع ابن ازرق : خوارج کا سب سے بڑا گروہ ازارقہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ مسلم ابن عبیس کے لشکر کے مقابلہ میں سلامہ باہلی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

نجدہ ابن عامر : خوارج کا فرقہ نجدات اس کی طرف منسوب ہے۔ ابو فدیک خارجی نے اسے قتل کروا دیا۔

عبداللہ ابن اباض : فرقہ اباضیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ یہ عبداللہ ابن محمد ابن عطیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابو بیہس ہیصم ابن جابر : فرقہ بیہسیہ اس کی طرف منسوب ہے۔ عثمان ابن جبان والیٔ مدینہ نے پہلے اس کے ہاتھ پیر کٹوائے اور پھر اُسے قتل کر دیا۔

عروہ ابن اُدیہ : معاویہ کے عہد حکومت میں زیاد نے اُسے قتل کیا۔

قطری ابن فجاءۃ : طبرستان کے علاقہ میں جب سفیان ابن ابرو کی فوج کا اس کے لشکر سے ٹکراؤ ہوا تو سورہ ابن الجبر دارمی نے اُسے قتل کیا۔

شوذب خارجی : سعید ابن عمرو حرشی کے مقابلہ میں مارا گیا۔

حوثرہ ابن وداع اسدی : بنی طے کے ایک شخص کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

مستورد ابن عرفہ : معاویہ کے عہد میں معقل ابن قیس کے ہاتھ سے مارا گیا۔

شبیب ابن یزید خارجی : دریا میں ڈوب کر مرا۔

عمران ابن حرب سراسبی: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

زحاف ابن طائی : بنو طاحیہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

زبیر ابن علی سلیطی : عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

علی ابن بشیر: اسے حجاج نے قتل کروایا۔

عبیداللہ ابن بشیر: مہلب ابن ابی صفرہ کے مقابلہ میں مارا گیا۔

عبداللہ ابن الماخوز: جنگ دولاب میں مارا گیا۔

عبیداللہ ابن الماحوز: عتاب ابن ورقاء کے مقابلہ میں مارا گیا۔

ابوالوازع: مقبرہ بنی یشکر میں ایک شخص نے اس پر دیوار گرا کر اسے ختم کر دیا۔

عبیداللہ ابن یحییٰ کندی : مروان ابن محمد کے عہد میں ابن عطیہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

لے ۳ قتلِ خوارج سے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ امیر المومنینؑ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آپؑ کے بعد تسلط واقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا جو جہاد کے موقعہ ومحل سے بے خبر ہوں گے، اور صرف اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار چلائیں گے اور یہ وہی لوگ تھے کہ جو امیر المومنینؑ کو بُرا سمجھتے اور بُرا کہنے میں خوارج سے بھی بڑھے چڑھے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو خود گم کردہ راہ ہوں۔ انہیں دوسرے گمراہوں سے جنگ وقتال کا کوئی حق نہیں پہنچتا اور نہ جان بوجھ کر گمراہیوں میں پڑے رہنے والے اس کے مجاز ہوسکتے ہیں کہ بھولے سے بے راہ ہوجانے والوں کے خلاف صف آرائی کریں۔ چنانچہ امیر المومنینؑ کا یہ ارشاد واضح طور سے اس حقیقت کو واشگاف کرتا ہے کہ خوارج کی گمراہی جان بوجھ کر نہ تھی۔ بلکہ شیطان کے بہکانے میں آکر باطل کو حق سمجھنے لگے، اور اسی پر اڑ گئے اور معاویہ اور اس کی جماعت کی گمراہی کی یہ صورت تھی کہ انہوں نے حق کو حق سمجھ کر ٹھکرایا اور باطل کو باطل سمجھ کر اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور دین کے معاملہ میں ان کی بیباکیاں اس حد تک بڑھ گئی تھیں کہ نہ انہیں غلط فہمی کا نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ اُن پر خطائے اجتہادی کا پردہ ڈالا جاسکتا ہے۔ جبکہ وہ علانیہ دین کے حدود کو توڑ دیتے تھے اور اپنی رائے کے سامنے پیغمبرؐ کے ارشادات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابوالدرداء نے معاویہ کے ہاں سونے اور چاندی کے برتنوں کا استعمال دیکھا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ''ان الشارب فیھما التجرجو فی جوفہ نار جھنّم'' چاندی اور سونے کے برتنوں میں پینے والے کے پیٹ میں دوزخ کی آگ کے لپکے اٹھیں گے۔'' تو معاویہ نے کہا کہ ''اما انا فلا اوری بذلک باسا'' لیکن میری



رائے میں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اسی طرح زیاد ابن ابیہ کو اپنے سے ملا لینے کے لئے قول پیغمبر کو ٹھکرا کر اپنے اجتہاد کو کارفرما کرنا، منبر رسولؐ پر اہل بیت رسول کو بُرا کہنا حدودِ شرعیہ کو پامال کرنا، بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنا، اور ایک فاسق کو مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کر کے زندقہ والحاد کی راہیں کھول دینا، ایسے واقعات ہیں کہ انہیں کسی غلط فہمی پر محمول کرنا حقائق سے عمداً چشم پوشی کرنا ہے۔

## خطبہ ۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

لَمَّا خُوِّفَ مِنَ الْغِيْلَةِ : وَاِنَّ عَلَيَّ مِنَ اللّٰهِ جُنَّةً حَصِيْنَةً فَاِذَا جَآءَ يَوْمِيْ انْفَرَجَتْ عَنِّيْ وَاَسْلَمَتْنِيْ، فَحِيْنَئِذٍ لَا يَطِيْشُ السَّهْمُ وَلَا يَبْرَأُ الْكَلْمُ۔

جب آپؑ کو اچانک قتل کئے جانے سے خوف دلایا گیا، تو آپ نے فرمایا، مجھ پر اللہ کی ایک محکم سپر ہے۔ جب موت کا دن آئے گا، تو وہ مجھے موت کے حوالے کر کے مجھ سے الگ ہوجائے گا۔ اُس وقت نہ تیر خطا کرے گا اور نہ زخم بھر سکے گا۔

## خطبہ ۶۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَلَا وَاِنَّ الدُّنْيَا دَارٌ لَا يُسْلَمُ مِنْهَا اِلَّا فِيْهَا۔ وَلَا يُنْجٰى بِشَيْءٍ كَانَ لَهَا ابْتُلِيَ النَّاسُ بِهَا فِتْنَةً فَمَا اَخَذُوْهُ مِنْهَا لَهَا اُخْرِجُوْا مِنْهُ وَحُوْسِبُوْا عَلَيْهِ۔ وَمَا اَخَذُوْهُ مِنْهَا لِغَيْرِهَا قَدِمُوْا عَلَيْهِ وَاَقَامُوْا فِيْهِ۔ فَاِنَّهَا عِنْدَ ذَوِي الْعُقُوْلِ كَفَيْءِ الظِّلِّ بَيْنَنَا تَرَاهُ سَابِغًا حَتّٰى قَلَصَ، وَزَائِدًا حَتّٰى نَقَصَ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا ایسا گھر ہے کہ اس کے (عواقب) سے بچاؤ کا ساز وسامان اسی میں رہ کر کیا جاسکتا ہے اور کسی ایسے کام سے جو صرف اسی دنیا کی خاطر کیا جائے، نجات نہیں مل سکتی۔ لوگ اس دنیا میں آرائش میں ڈالے گئے ہیں۔ لوگوں نے اس دنیا سے جو دنیا کیلیئے حاصل کیا ہوگا، اُس سے الگ کردیئے جائیں گے اور اُس پر اُن سے حساب لیا جائے گا اور جو اس دنیا سے آخرت کے لئے کمایا ہوگا اُسے آگے پہنچ کر پالیں گے اور اُسی میں رہیں سہیں گے۔ دنیا عقلمندوں کے نزدیک ایک بڑھتا ہوا سایہ ہے۔ جسے ابھی بڑھا ہوا اور پھیلا ہوا دیکھ رہے تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گھٹ کر سمٹ کر رہ گیا۔

## خطبہ ۶۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ وَبَادِرُوْا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو اور موت سے پہلے اپنے اعمال کا ذخیرہ فراہم کرلو، اور دنیا کی فانی چیزیں دے کر باقی رہنے

وَابْتَاعُوا مَايَبْقَى لَكُمْ بِمَا يَزُوْلُ عَنْكُمْ۔ وَتَرَحَّلُوا فَقَدْ جُدَّ بِكُمْ۔ وَاسْتَعِدُّوا لِلْمَوْتِ فَقَدْ اَظَلَّكُمْ۔ وَكُوْنُوا قَوْمًا صِيْحَ بِهِمْ فَانْتَبَهُوا۔ وَعَلِمُوا اَنَّ الدُّنْيَا لَيْسَتْ لَهُمْ بِدَارٍ فَاسْتَبْدَلُوا فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًى۔ وَمَا بَيْنَ اَحَدِكُمْ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ اِلَّا الْمَوْتُ اَنْ يَنْزِلَ بِهٖ۔ وَاِنَّ غَايَةً تَنْقُصُهَا اللَّحْظَةُ وَتَهْدِمُهَا السَّاعَةُ لَجَدِيْرَةٌ بِقِصَرِ الْمُدَّةِ۔ وَاِنَّ غَائِبًا يَحْدُوْهُ الْجَدِيْدَانِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ۔ لَحَرِيٌّ بِسُرْعَةِ الْاَوْبَةِ وَاِنَّ قَادِمًا يَقْدَمُ بِالْفَوْزِ اَوِ الشِّقْوَةِ لَمُسْتَحِقٌّ لِاَفْضَلِ الْعُدَّةِ۔ فَتَزَوَّدُوا فِي الدُّنْيَا مِنَ الدُّنْيَا مَا تَحْرِزُوْنَ بِهٖ اَنْفُسَكُمْ غَدًا فَاتَّقٰى عَبْدٌ رَبَّهٗ۔ نَصَحَ نَفْسَهٗ وَقَدَّمَ تَوْبَتَهٗ وَغَلَبَ شَهْوَتَهٗ فَاِنَّ اَجَلَهٗ مَسْتُوْرٌ عَنْهُ وَاَمَلَهٗ خَادِعٌ لَهٗ۔ وَالشَّيْطَانُ مُوَكَّلٌ بِهٖ يُزَيِّنُ لَهُ الْمَعْصِيَةَ لِيَرْكَبَهَا وَيُمَنِّيْهِ التَّوْبَةَ لِيُسَوِّفَهَا حَتّٰى تَهْجُمَ مَنِيَّتُهٗ عَلَيْهِ اَغْفَلَ مَا يَكُوْنُ عَنْهَا فَيَالَهَا حَسْرَةً عَلٰى ذِيْ غَفْلَةٍ اَنْ يَكُوْنَ عُمُرُهٗ عَلَيْهِ حُجَّةً۔ وَاَنْ تُؤَدِّيَهٗ اَيَّامُهٗ اِلَى شِقْوَةٍ۔ نَسْأَلُ اللهَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَجْعَلَنَا وَاِيَّاكُمْ مِمَّنْ لَا

والی چیزیں خرید لو۔ چلنے کا سامان کرو کیونکہ تمہیں تیزی سے لے جایا جا رہا ہے اور موت کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ وہ تمہارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ تمہیں ایسے لوگ ہونا چاہئے جنہیں پکارا گیا، تو وہ جاگ اٹھے اور یہ جان لینے پر کہ دنیا اُن کا گھر نہیں ہے، اُسے (آخرت سے) بدل لیا ہو۔ اس لئے کہ اللہ نے تمہیں بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمہیں بے قید و بند چھوڑ دیا ہے۔ موت تمہاری راہ میں حائل ہے اس کے آتے ہی تمہارے لئے جنت ہے یا دوزخ ہے۔ وہ مدت حیات جسے ہر گزرنے والا لحظہ کم کر رہا ہو اور ہر ساعت اُس کی عمارت کو ڈھار ہی ہو، کم ہی سمجھی جانے کے لائق ہے اور وہ مسافر جسے ہر دنیا دن اور ہر نئی رات (لگاتار) کھینچے لیے جا رہے ہوں، اُس کا منزل تک پہنچنا جلد ہی سمجھنا چاہئے اور وہ عازمِ سفر جس کے سامنے ہمیشہ کی کامرانی یا ناکامی کا سوال ہے۔ اس کو اچھے سے اچھا زاد مہیا کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس دنیا میں رہتے ہوئے اس سے اتنا توشۂ آخرت لے لو جس کے ذریعہ کل اپنے نفسوں کو بچا سکو جس کی صورت یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ سے ڈرے۔ اپنے نفس کیساتھ خیر خواہی کرے (مرنے سے پہلے) توبہ کرے اپنی خواہشوں پر قابو رکھے۔ چونکہ موت اس کی نگاہ سے اوجھل ہے، اور امیدیں فریب دینے والی ہیں اور شیطان اس پر چھایا ہوا ہے، جو گناہوں کو سج کر اُس کے سامنے لاتا ہے کہ وہ اُس میں مبتلا ہو اور توبہ کی ڈھارس بندھاتا رہتا ہے کہ وہ اُسے تعویق میں ڈالتا رہے۔ یہاں تک کہ موت غفلت و بے خبری کی حالت میں اس پر اچانک ٹوٹ پڑتی ہے۔ واحسرتا! کہ اس غافل و بے خبر کی مدت حیات ہی اُس کے خلاف ایک حجت بن جائے، اور اُس کی زندگی کا انجام بدبختی کی صورت میں ہو۔ ہم اللہ سبحانہٗ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمہیں ایسا کر دے کہ (دنیا



يُبْطِرُهٗ نِعْمَةٌ وَلَا تُقَصِّرُ بِهٖ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهٖ غَايَةٌ۔ وَلَا تَحُلُّ بِهٖ بَعْدَ الْمَوْتِ نَدَامَةٌ وَلَا كَآبَةٌ۔

کی) نعمتیں سرکش و متمرّد نہ بنا سکیں اور کسی منزل پر اطاعت پروردگار سے درماندہ و عاجز نہ ہوں اور مرنے کے بعد نہ شرمساری اٹھانا پڑے، اور نہ رنج و غم سہنا پڑے۔

## خطبہ ۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَسْبِقْ لَهٗ حَالٌ حَالًا۔ فَيَكُوْنَ اَوَّلًا قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ اٰخِرًا۔ وَيَكُوْنَ ظَاهِرًا قَبْلَ اَنْ يَكُوْنَ بَاطِنًا كُلُّ مُسَمًّى بِالْوَحْدَةِ غَيْرَهٗ قَلِيْلٌ۔ وَكُلُّ عَزِيْزٍ غَيْرَهٗ ذَلِيْلٌ۔ وَكُلُّ قَوِيٍّ غَيْرَهٗ ضَعِيْفٌ۔ وَكُلُّ مَالِكٍ غَيْرَهٗ مَمْلُوْكٌ۔ وَكُلُّ عَالِمٍ غَيْرَهٗ مُتَعَلِّمٌ وَكُلُّ قَادِرٍ غَيْرَهٗ يَقْدِرُ وَيَعْجِزُ۔ وَكُلُّ سَمِيْعٍ غَيْرَهٗ يَصَمُّ عَنْ لَطِيْفِ الْاَصْوَاتِ وَيُصِمُّهٗ كَبِيْرُهَا وَيَذْهَبُ عَنْهُ مَا بَعُدَ مِنْهَا۔ وَكُلُّ بَصِيْرٍ غَيْرَهٗ يَعْمٰى عَنْ خَفِيِّ الْاَلْوَانِ وَلَطِيْفِ الْاَجْسَامِ۔ وَكُلُّ ظَاهِرٍ غَيْرَهٗ بَاطِنٍ وَكُلُّ بَاطِنٍ غَيْرَهٗ ظَاهِرٍ۔ لَمْ يَخْلُقْ مَا خَلَقَهٗ لِتَشْدِيْدِ سُلْطَانٍ۔ وَلَا تَخَوُّفٍ مِنْ عَوَاقِبِ زَمَانٍ۔ وَلَا اسْتِعَانَةٍ عَلٰى نِدٍّ مُثَاوِرٍ۔ وَلَا شَرِيْكٍ مُكَاثِرٍ وَلَا ضِدٍّ مُنَافِرٍ۔ وَلٰكِنْ خَلَائِقُ مَرْبُوْبُوْنَ۔ وَعِبَادٌ دَاخِرُوْنَ۔ لَمْ يَحْلُلْ فِي الْاَشْيَاءِ

"تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جس کی ایک صفت سے دوسری صفت کو تقدم نہیں کہ وہ آخر ہونے سے پہلے اوّل اور ظاہر ہونے سے پہلے باطن رہا ہو۔ اللہ کے علاوہ جسے بھی ایک کہا جائے گا وہ قلت و کمی میں ہوگا۔ اس کے سوا ہر باعزت ذلیل اور ہر قوی کمزور و عاجز اور ہر مالک مملوک، اور ہر جاننے والا سیکھنے والے کی منزل میں ہے۔ اُس کے علاوہ ہر قدرت و تسلط والا کبھی قادر ہوتا ہے اور کبھی عاجز اور اُس کے علاوہ ہر سننے والا خفیف آوازوں کے سننے سے قاصر ہوتا ہے اور بڑی آوازیں (اپنی گونج سے) اُسے بہرا کر دیتی ہیں اور دور کی آوازیں اس تک پہنچتی نہیں ہیں اور اس کے ماسوا ہر دیکھنے والا مخفی رنگوں اور لطیف جسموں کے دیکھنے سے نابینا ہوتا ہے۔ کوئی ظاہر اس کے علاوہ باطن نہیں ہو سکتا اور کوئی باطن اُس کے سوا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس نے اپنی کسی مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ اپنے اقتدار کی بنیادوں کو مستحکم کرے یا زمانے کے عواقب و نتائج سے اُسے کوئی خطرہ تھا یا کسی برابر والے کے حملہ آور ہونے یا کثرت پر اتر آنے والے شریک یا بلندی میں ٹکرانے والے مدِ مقابل کے خلاف اُسے مدد حاصل کرنا تھی، بلکہ یہ ساری مخلوق اسی کے قبضے میں ہے اور سب اُس کے عاجز و ناتواں بندے ہیں۔ وہ دوسری چیز میں

فَيُقَالَ هُوَ فِيهَا كَائِنٌ۔ وَلَمْ يَنَأَ عَنْهَا فَيُقَالَ هُوَ مِنْهَا بَائِنٌ لَمْ يَؤُدْهُ خَلْقُ مَا ابْتَدَأَ وَلَا تَدْبِيرُ مَا ذَرَأَ وَلَا وَقَفَ بِهِ عَجْزٌ عَمَّا خَلَقَ۔ وَلَا وَلَجَتْ عَلَيْهِ شُبْهَةٌ فِيمَا قَضَى وَقَدَّرَ۔ بَلْ قَضَاءٌ مُتْقَنٌ وَعِلْمٌ مُحْكَمٌ وَأَمْرٌ مُبْرَمٌ الْمَأْمُولُ مَعَ النِّقَمِ وَالْمَرْهُوبُ مَعَ النِّعَمِ۔

سمایا ہوا نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ اُن کے اندر ہے اور نہ اُن چیزوں سے دور ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ ان چیزوں سے الگ ہے۔ ایجادِ خلق اور تدبیر عالم نے اُسے خستہ و درماندہ نہیں کیا اور نہ (حسبِ منشا) چیزوں کے پیدا کرنے سے عجز اُسے دامن گیر ہوا ہے اور نہ اُسے اپنے فیصلوں اور اندازوں میں شبہ لاحق ہوا ہے، بلکہ اُس کے فیصلے مضبوط، علم محکم اور احکام قطعی ہیں۔ مصیبت کے وقت بھی اُسی کی آس رہتی ہے اور نعمت کے وقت بھی اُس کا ڈر لگا رہتا ہے۔

## خطبہ ۶۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
كَانَ يَقُولُهُ لِأَصْحَابِهِ فِي بَعْضِ أَيَّامِ صِفِّينَ۔

صفین کے دنوں میں اپنے اصحاب سے فرمایا کرتے تھے۔

مُعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ اسْتَشْعِرُوا الْخَشْيَةَ وَتَجَلْبَبُوا السَّكِينَةَ۔ وَعَضُّوا عَلَى النَّوَاجِذِ فَإِنَّهُ أَنْبَى لِلسُّيُوفِ عَنِ الْهَامِ وَأَكْمِلُوا اللَّامَةَ وَقَلْقِلُوا السُّيُوفَ فِي أَغْمَادِهَا قَبْلَ سَلِّهَا وَالْحَظُوا الْخَزْرَ وَاطْعُنُوا الشَّزْرَ وَنَافِحُوا بِالظُّبَا وَصِلُوا السُّيُوفَ بِالْخُطَا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِعَيْنِ اللّٰهِ وَمَعَ ابْنِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ فَعَاوِدُوا الْكَرَّ وَاسْتَحْيُوا مِنَ الْفَرِّ فَإِنَّهُ عَارٌ فِي الْأَعْقَابِ۔ وَنَارٌ يَوْمَ الْحِسَابِ۔ وَطِيبُوا۔ عَنْ أَنْفُسِكُمْ نَفْسًا۔ وَامْشُوا

اے گروہ مسلمین! خوف خدا کو اپنا شعار بناؤ۔ اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو، اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو۔ اس سے تلواریں سروں سے اچٹ جایا کرتی ہیں زرہ کی تکمیل کرو۔ (یعنی اُس کے ساتھ خود، جوش بھی پہن لو) اور تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو اور دشمن کو ترچھی نظروں سے دیکھتے رہو اور دائیں بائیں (دونوں طرف) نیزوں کے وار کرو، اور دشمن کو تلواروں کی باڑ پر رکھ لو اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ اور یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو، اور رسول کے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لئے کہ یہ پشتوں تک کے لئے ننگ و عار اور روزِ محشر جہنم کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کو دے دو اور پُر اطمینان رفتار سے موت کی جانب پیش قدمی کرو، اور (شامیوں کی) اس بڑی جماعت اور طنابوں سے کھینچے ہوئے



إِلَى الْمَوْتِ مَشْيًا سُجُحًا وَعَلَيْكُمْ بِهٰذَا السَّوَادِ الْأَعْظَمِ۔ وَالرِّوَاقِ الْمُطَنَّبِ۔ فَاضْرِبُوا ثَبَجَهُ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ كَامِنٌ فِي كِسْرِهِ۔ قَدْ قَدَّمَ لِلْوَثْبَةِ يَدًا وَأَخَّرَ لِلنُّكُوصِ رِجْلًا فَصَمْدًا صَمْدًا حَتَّى يَنْجَلِيَ لَكُمْ عَمُودُ الْحَقِّ (وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ)

خیمے کو اپنے پیش نظر رکھو، اور اس کے وسط پر حملہ کرو اس لئے کہ شیطان اُسی کے ایک گوشے میں چھپا بیٹھا ہے جس نے ایک طرف تو حملے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے، اور دوسری طرف بھاگنے کے لئے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو۔ یہاں تک کہ حق (صبح کے) اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے (نتیجہ میں) تم ہی غالب ہو، اور خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

## خطبہ ۶۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي مَعْنَى الْأَنْصَارِ۔

قَالُوا لَمَّا انْتَهَتْ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْبَاءُ السَّقِيفَةِ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا قَالَتِ الْأَنْصَارُ؟ قَالُوا قَالَتْ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

فَهَلَّا احْتَجَجْتُمْ عَلَيْهِمْ بِأَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَصَّى بِأَنْ يُحْسَنَ إِلَى مُحْسِنِهِمْ وَيُتَجَاوَزَ عَنْ مُسِيئِهِمْ (قَالُوا وَمَا فِي هٰذَا مِنَ الْحُجَّةِ عَلَيْهِمْ) فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْ كَانَتِ الْإِمَارَةُ فِيهِمْ لَمْ تَكُنِ الْوَصِيَّةُ بِهِمْ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَمَاذَا قَالَتْ قُرَيْشٌ؟ قَالُوا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد جب سقیفہ بنی ساعدہ کی خبریں امیر المومنینؑ تک پہنچیں، تو آپؑ نے دریافت فرمایا کہ انصار کیا کہتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے تھے کہ ایک ہم میں سے امیر ہو جائے اور ایک تم میں سے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ۔

"تم نے یہ دلیل کیوں پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ انصار میں جو اچھا ہو اُس کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور جو بُرا ہو اُس سے درگزر کیا جائے۔" لوگوں نے کہا کہ اس میں اُن کے خلافت کا ثبوت ہے؟ آپؑ نے فرمایا کہ اگر حکومت و امارت اُن کے لئے ہوتی تو پھر اُن کے بارے میں دوسروں کو وصیت کیوں کی جاتی۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ قریش نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے شجرۂ رسولؐ سے ہونے کی وجہ سے اپنے استحقاق پر استدلال کیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ

احتَجّتَ بِانَّهَا شَجَرَةُ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُعَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِحْتَجُّوْا بِالشَّجَرَةِ وَاَضَاعُوا الثَّمَرَةَ۔

انھوں نے شجرۂ ایک ہونے سے تو استدلال کیا۔لیکن اس کے پھلوں کو ضائع و برباد کردیا۔

ا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ انصار کے مقابلے میں مہاجرین کو سب سے بڑی دلیل اور وجہ کامرانی یہی چیز تھی کہ قریش چونکہ پیغمبرؐ کے ہم قوم و ہم قبیلہ ہیں، لہٰذا ان کے ہوتے ہوئے کوئی غیر خلافت کا حقدار نہیں ہوسکتا اور اسی بناء پر انصار کا جمِ غفیر تین مہاجرین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کو تیار ہوگیا اور وہ نسلی امتیاز کو پیش کر کے خلافت کی بازی جیتنے میں کامیاب ہوگئے۔ چنانچہ مورخ طبریؒ واقعات سقیفہ کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے اجتماع کیا، تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی سن گن پا کر وہاں پہنچ گئے۔ اس موقعہ کے لئے حضرت عمر نے پہلے سے کچھ سوچ لیا تھا جسے کہنے کے لئے اٹھے، مگر حضرت ابوبکر نے انہیں روک دیا، اور خود کھڑے ہوگئے اور اللہ کی حمد و ثناء اور مہاجرین کی ہجرت اور سبقت ایمانی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔

فهم اول من عبدالله فِی الا رض و أمن بالله و بالرسول، وهم اولياءُهٗ و عشيرته واحق النّاس بهٰذا الامر من بعدهٖ ولا ينازعُهم ذالك الاظالم

(طبریؒ ج ۲ ص ۴۵۷)

یہ وہی ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے زمین میں اللہ کی پرستش کی، اور سب سے پہلے اللہ و رسولؐ پر ایمان لائے۔ یہی پیغمبر کے دوست اور اُن کے کنبہ والے ہیں اور یہی سب سے زائد خلافت کے حق دار ہیں۔ جو ان سے ٹکرائے گا، وہ ظالم ہوگا۔"

جب حضرت ابوبکر اپنا بیان ختم کر چکے، تو حباب ابن منذر کھڑے ہوئے اور انصار سے مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ انصار تم اپنی باگ دوڑ دوسروں کے ہاتھ میں نہ دو۔ دنیا تمہارے سایہ میں بس رہی ہے۔ تم عزت و ثروت والے اور قبیلے جتھے والے ہو۔ اگر مہاجرین کو بعض چیزوں میں تم پر فضیلت ہے، تو تمہیں بھی بعض چیزوں میں ان پر فوقیت حاصل ہے تم نے انہیں اپنے گھروں میں پناہ دی۔ تم اسلام کے بازوئے شمشیر زن ہو۔ تمہاری وجہ سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا۔ تمہارے شہروں میں آزادی سے اللہ کی نمازیں قائم ہوئیں۔ تم تفرقہ و انتشار سے اپنے کو بچاؤ اور اپنے حق پر یک جہتی سے جمے رہو اور اگر مہاجرین تمہارا حق تسلیم نہ کریں تو پھر ان سے کہو کہ ایک امیر تم میں سے ہوگا، اور ایک امیر ہم میں سے ہوگا۔

حباب یہ کہہ کر بیٹھے ہی تھے کہ حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور فرمایا۔

هيهات لا يجتمع اثنان فی قرن والله لَا ترضی العرب ان يؤمرو كم و نبيّها من غيركمْ ولكن العرب لا تمتنع ان تولّی امرها من كانت النبوّة فيهم وولی امور

ایسا نہیں ہوسکتا کہ ایک زمانہ میں دو (حکمران) جمع ہوجائیں۔ خدا کی قسم! عرب اس پر کبھی راضی نہ ہوں گے کہ تمہیں امیر بنائیں۔ جبکہ نبی تم میں سے نہیں ہے۔ البتہ عرب کو اس میں ذرا پس و پیش نہ ہوگا کہ وہ خلافت اس



منهم ولنا بذٰلك علی من ابی من العرب الحجّة الظاهرة والسّلطان البين من ذاينازعنا سلطان محمّد وامارته ونحن اولياءُهٗ و عشيرته الامدل بباطل اومتجانف لاثم اومتورط فی هلكة۔

(طبری ج ۲۔ ص ۴۵۷)

کے حوالے کریں کہ جس کے گھرانے میں نبوّت ہو اور صاحب امر بھی انہی میں سے ہو، اور انکار کرنے والے کے سامنے اس سے ہمارے حق میں کھلم کھلا دلیل اور واضح برہان لائی جاسکتی ہے۔ جو ہم سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سلطنت و امارت میں ٹکرائے گا وہ باطل کی طرف جھکنے والا، گناہ کا مرتکب ہونے والا، اور ورطۂ ہلاکت میں گرنے والا ہے۔

حضرت عمر کے بعد حباب پھر کھڑے ہوئے اور انصار سے کہا کہ دیکھو! اپنی بات پر ڈٹے رہو، اور اس کی اور اس کے ساتھیوں کی باتوں میں نہ آؤ۔ یہ تمہارے حق کو دبانا چاہتے ہیں۔ اگر یہ لوگ نہیں مانتے، تو انہیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرو اور خلافت کو سنبھال لو۔ بھلا تم سے زیادہ اس کا کون حق دار ہوسکتا ہے۔ حباب خاموش ہوئے تو حضرت عمر نے انہیں سخت سست کہا۔ اُدھر سے بھی کچھ تلخ کلامی ہوئی، اور بزم کا رنگ بگڑنے لگا۔ ابوعبیدہ نے جب یہ دیکھا تو انصار کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے دھڑے پر لانے کے لئے کہا کہ اے گروہ انصار! تم وہی لوگ ہو جنہوں نے ہمیں سہارا دیا، ہماری ہر طرح کی مدد امداد کی۔ اب اپنی روش کو نہ بدلو، اور اپنے طور طریقوں کو نہ چھوڑو۔ مگر انصار ان باتوں میں نہ آئے، اور وہ سعد کے علاوہ کسی کی بیعت کرنے کو تیار نہ تھے اور ان کی طرف لوگ بڑھا ہی چاہتے تھے، کہ سعد کے قبیلہ کا ایک آدمی بشیر خزرجی کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ بے شک ہم نے جہاد میں قدم بڑھایا، دین کو سہارا دیا۔ مگر اس سے ہماری غرض صرف اللہ کی رضامندی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت تھی۔ ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم تفوق جتلائیں اور خلافت میں جھگڑا کریں۔ ان مُحمّدا صلی الله عليه واله وسلم من قريش وقومه احق به واولی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش میں سے تھے لہٰذا اُن کی نیابت و وراثت کا حق بھی انہی کی قوم کو پہنچتا ہے۔" بشیر کا یہ کہنا تھا کہ انصار میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ چونکہ وہ اپنے کنبہ کے ایک آدمی کو اس طرح بڑھتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا، لہٰذا مہاجرین نے انصار کے اس افتراق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کا تہیا کرلیا۔ ابھی وہ بیعت کے لئے بڑھے ہی تھے کہ بشیر نے سب سے پہلے بڑھ کر اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر رکھ دیا، اور پھر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے بیعت کی، اور پھر بشیر کے قوم قبیلے والے بڑھے اور بیعت کی اور سعد ابن عبادہ کو پیروں تلے روند کر رکھ دیا۔

امیرالمومنینؑ اس موقعہ پر پیغمبرؐ کے غسل و کفن میں مصروف تھے۔ بعد میں جب سقیفہ کے اجتماع کے متعلق سنا اور انہیں یہ معلوم ہوا کہ مہاجرین نے اپنے کو پیغمبرؐ کا قوم و قبیلہ کہہ کر انصار سے بازی جیت لی ہے تو یہ لطیف جملہ فرمایا کہ شجرہ ایک ہونے سے تو دلیل لائے ہیں اور اُس کے پھلوں کو ضائع کردیا ہے جو پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں۔ یعنی اگر شجرہ رسولؐ سے ہونے کی بناء پر ان کا حق مانا گیا ہے، تو جو اس شجرہ رسالت کے پھل ہیں، وہ کیونکر نظر انداز کئے جاسکتے ہیں۔ حیرت ہے کہ حضرت ابوبکر جو ساتویں پشت پر اور حضرت عمر جو نویں پشت پر رسولؐ سے جا کر ملتے ہیں وہ تو پیغمبرؐ کا قوم و قبیلہ بن جائیں اور جو ابن عم تھا اس کے بھائی ہونے سے بھی انکار کردیا جاتا ہے۔

# خطبہ ۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا قَلَّدَ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِي بَكْرٍ مِصْرَ فَمُلِكَتْ عَلَيْهِ فَقُتِلَ۔

محمد ابنِ ابی بکر کو جب حضرتؑ نے مصر کی حکومت سپرد کی، اور نتیجہ میں ان کے خلاف غلبہ حاصل کر لیا گیا اور وہ قتل کر دیئے گئے، تو حضرت نے فرمایا۔

وَقَدْ اَرَدْتُ تَوْلِيَةَ مِصْرَ هَاشِمَ ابْنَ عُتْبَةَ وَلَوْ وَلَّيْتُهُ اِيَّاهَا لَمَا خَلَّى لَهُمُ الْعَرْصَةَ۔ وَلَا اَنْهَزَهُمُ الْفُرْصَةَ۔ بِلَاذَمٍّ لِمُحَمَّدِ بْنِ اَبِي بَكْرٍ فَلَقَدْ كَانَ اِلَيَّ حَبِيبًا وَكَانَ لِي رَبِيبًا۔

میں نے تو چاہا تھا کہ ہاشم ابن عتبہ کو مصر کا والی بناؤں اور اگر اُسے حاکم بنا دیا ہوتا، تو وہ کبھی دشمنوں کے لئے میدان خالی نہ کرتا، اور نہ انہیں مہلت دیتا۔ اس سے محمد ابن ابی بکر کی مذمت مقصود نہیں۔ وہ تو مجھے بہت محبوب اور میرا پروردہ تھا۔

ؒ محمد ابن ابی بکر کی والدہ گرامی اسماء بنت عمیس تھیں۔ جن سے امیر المومنینؑ نے حضرت ابوبکر کے انتقال کے بعد عقد کر لیا تھا۔ چنانچہ محمد نے آپ ہی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت حاصل کی اور آپ ہی کے طور طریقوں کو اپنایا۔ امیر المومنینؑ بھی انہیں بہت چاہتے تھے اور بمنزلہ اپنے فرزند سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے "مُحمّد ابنی من صلب ابی بکر" محمد میرا بیٹا ہے اگرچہ ابوبکر کی صلب سے ہے۔" سفر حجۃ الوداع میں پیدا ہوئے اور ۳۸ھ میں اٹھائیس برس کی عمر میں شہادت پائی۔

امیر المومنینؑ نے مسندِ خلافت پر آنے کے بعد قیدا ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا حکمران منتخب کیا تھا مگر کچھ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انہیں معزول کر کے محمد ابن ابی بکر کو وہاں کا والی مقرر کرنا پڑا۔ قیس ابن سعد کی روش یہاں پر یہ تھی کہ وہ عثمانی گروہ کے خلاف متشددانہ قدم اٹھانا مصالح کے خلاف سمجھتے تھے۔ مگر محمد کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ انہوں نے ایک مہینہ گزارنے کے بعد انہیں کہلوا بھیجا کہ اگر تم ہماری اطاعت نہ کرو گے تو تمہارا یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر ان لوگوں نے ان کے خلاف ایک محاذ بنا لیا اور چپکے چپکے ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ مگر تحکیم کی قرارداد کے بعد پر پرزے نکالے اور انتقام کا نعرہ لگا کر شر و فساد پھیلانے لگے اور مصر کی امارت دے کر ادھر روانہ کیا تا کہ وہ مخالف عناصر کو دبا کر نظم و نسق کر بگڑنے نہ دیں۔ مگر اموی کارندوں کی دسیسہ کاریوں سے نہ بچ سکے اور راستے ہی میں شہید کر دیئے گئے اور مصر کی حکومت محمد ہی کے ہاتھوں میں رہی۔

ادھر تحکیم کے سلسلہ میں عمرو ابن عاص کی کارکردگی نے معاویہ کو اپنا وعدہ یاد دلایا۔ چنانچہ اُس نے چھ ہزار جنگ آزما اُس کے سپرد کر کے مصر پر دھاوا بولنے کے لئے اُسے روانہ کیا۔ محمد ابن ابی بکر نے جب دشمن کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھا تو امیر المومنینؑ کو کمک کے لئے لکھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو جمع کرو۔ میں مزید کمک تمہارے لئے روانہ کیا چاہتا ہوں۔ چنانچہ محمد نے چار ہزار آدمیوں کو اپنے پرچم کے نیچے جمع کیا اور انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ اپنے ساتھ رکھا، اور ایک حصہ کا سپہ سالار بشر بن کنانہ کو بنا کر دشمن کی روک تھام کے لئے آگے بھیج دیا۔ جب یہ فوج دشمن کے سامنے پڑاؤ ڈال کر اُتر پڑی، تو اُن کی مختلف ٹولیوں نے ان پر چھاپے مارنے شروع کر دیئے جنہیں یہ اپنی جرأت و ہمت سے روکتے رہے آخر معاویہ ابن حدیج کندی نے پوری فوج کے ساتھ حملہ



کر دیا۔ مگر ان سرفروشوں نے تلواروں سے منہ نہ موڑا، اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اس شکست کا اثر یہ ہوا کہ محمد ابن ابی بکر کے ساتھی ہراساں ہو گئے اور اُن کا ساتھ چھوڑ کر چلتے بنے۔ محمد نے جب اپنے کو اکیلا پایا، تو بھاگ کر ایک خرابے میں پناہ لی۔ مگر دشمنوں کو ایک شخص کے ذریعہ اُن کا پتہ مل گیا اور انہوں نے اس حالت میں انہیں آ لیا کہ یہ پیاس سے قریب بہ ہلاکت پہنچ چکے تھے۔ محمدؒ نے پانی کی خواہش کی تو اُن سنگدلوں نے پانی دینے سے انکار کر دیا، اور اُسی تشنگی کے عالم میں انہیں شہید کر دیا اور اُن کی لاش کو ایک مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کر جلا دیا۔

کوفہ سے مالک ابن کعب ارحبی دو ہزار آدمیوں کو لے کر نکل چکے تھے، مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن مصر پر قبضہ کر چکا تھا۔

# خطبہ ۶۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ اَصْحَابِهِ۔

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا۔

كَمْ اُدَارِيكُمْ كَمَا تُدَارَى الْبِكَارُ الْعَمِدَةُ۔ وَالثِّيَابُ الْمُتَدَاعِيَةُ كُلَّمَا حِيصَتْ مِنْ جَانِبٍ تَهَتَّكَتْ مِنْ اٰخَرَ كُلَّمَا اَطَلَّ عَلَيْكُمْ مَنْسِرٌ مِنْ مَنَاسِرِ اَهْلِ الشَّامِ اَغْلَقَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْكُمْ بَابَهُ وَانْجَحَرَ انْجِحَارَ الضَّبَّةِ فِي جُحْرِهَا وَالضَّبُعِ فِي وِجَارِهَا۔ الذَّلِيلُ وَاللّٰهِ مَنْ نَصَرْتُمُوهُ۔ وَمَنْ رُمِيَ بِكُمْ فَقَدْ رُمِيَ بِاَفْوَقَ نَاصِلٍ۔ وَاِنَّكُمْ وَاللّٰهِ لَكَثِيرٌ فِي الْبَاحَاتِ قَلِيلٌ تَحْتَ الرَّايَاتِ۔ وَاِنِّي لَعَالِمٌ بِمَا يُصْلِحُكُمْ وَيُقِيمُ اَوَدَكُمْ وَلٰكِنِّي لَا اَرَى اِصْلَاحَكُمْ بِاِفْسَادِ نَفْسِي۔ اَضْرَعَ اللّٰهُ خُدُودَكُمْ۔ وَاَتْعَسَ جُدُودَكُمْ لَا تَعْرِفُونَ الْحَقَّ كَمَعْرِفَتِكُمُ الْبَاطِلَ۔ وَلَا تُبْطِلُونَ الْبَاطِلَ كَاِبْطَالِكُمُ الْحَقَّ۔

کب تک میں تمہارے ساتھ ایسی نرمی اور رورعایت کرتا رہوں گا۔ جیسی اُن اونٹوں سے کی جاتی ہے جن کی کوہانیں اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہوں اور اُن پھٹے پرانے کپڑوں سے کہ جنہیں ایک طرف سے سیا جائے تو دوسری طرف سے پھٹ جاتے ہیں۔ جب بھی شامیوں کے ہراول دستوں میں سے کوئی دستہ تم پر منڈلاتا ہے تو تم سب کے سب (اپنے گھروں) کے دروازے بند کر لیتے ہو اور اس طرح اندر دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سوراخ میں اور بجو اپنے بھٹ میں جس کے تمہارے ایسے مددگار ہوں، اُسے تو ذلیل ہی ہونا ہے اور جس پر تم (تیر کی طرح) پھینکے جاؤ تو گویا اُس پر ایسا تیر پھینکا گیا جس کا سوفار بھی شکستہ اور پیکاں بھی ٹوٹا ہوا ہے۔ خدا کی قسم (گھروں کے) صحن میں تو تم بڑی تعداد میں نظر آتے ہو لیکن جھنڈوں کے نیچے تھوڑے سے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کس چیز سے تمہاری اصلاح، اور کس چیز سے تمہاری کجروی کر دور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میں اپنے نفس کو بگاڑ کر تمہاری اصلاح کرنا نہیں چاہتا۔ خدا تمہارے چہروں کو بے آبرو کرے اور تمہیں بدنصیب کرے جیسی تم باطل سے شناسائی رکھتے ہو، ویسی حق سے تمہاری جان پہچان نہیں اور جتنا حق کو مٹاتے ہو، باطل اُتنا تم سے نہیں دبایا جاتا۔

# خطبہ ۶۸

وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي سُحْرَةِ الْيَوْمِ الَّذِي ضُرِبَ فِيهِ۔

مَلَكَتْنِي عَيْنِي وَاَنَا جَالِسٌ فَسَنَحَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ مَا ذَا لَقِيتُ مِنْ اُمَّتِكَ مِنَ الْاَوَدِ وَاللَّدَدِ فَقَالَ ادْعُ عَلَيْهِمْ، فَقُلْتُ اَبْدَلَنِيَ اللّٰهُ بِهِمْ خَيْرًا مِنْهُمْ وَاَبْدَلَهُمْ بِي شَرًّا لَهُمْ مِنِّي۔

(يَعْنِي بِالْاَوَدِ الْاعْوِجَاجَ وَبِاللَّدَدِ الْخِصَامَ وَهٰذَا مِنْ اَفْصَحِ الْكَلَامِ)

آپؑ نے یہ کلام شب ضربت کی سحر کو فرمایا۔ میں بیٹھا ہوا تھا، کہ میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سامنے جلوہ فرما ہوئے میں نے کہا یا رسول اللہؐ مجھے آپؐ کی امت کے ہاتھوں کیسی کیسی کجرویوں اور دشمنیوں سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم اُن کیلئے بددعا کرو تو میں نے (صرف اتنا) کہا، کہ اللہ مجھے انکے بدلے میں ان سے اچھے لوگ عطا کرے، اور ان کو میرے بدلے میں کوئی بُرا (امیر) دے۔ سید رضی کہتے ہیں کہ اَوَد کے معنی ٹیڑھا اور لَدَد کے معنی دشمنی و عناد کے ہیں اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔

# خطبہ ۶۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ اَهْلِ الْعِرَاقِ۔

اَمَّا بَعْدُ يَا اَهْلَ الْعِرَاقِ فَاِنَّمَا اَنْتُمْ كَالْمَرْاَةِ الْحَامِلِ حَمَلَتْ فَلَمَّا اَتَمَّتْ اَمْلَصَتْ وَمَاتَ قَيِّمُهَا وَطَالَ تَاَيُّمُهَا وَوَرِثَهَا اَبْعَدُهَا اَمَا وَاللهِ مَا اَتَيْتُكُمْ اخْتِيَارًا وَلٰكِنْ جِئْتُ اِلَيْكُمْ سَوْقًا وَلَقَدْ بَلَغَنِي اَنَّكُمْ تَقُولُونَ عَلِيٌّ يَكْذِبُ۔ قَاتَلَكُمُ اللهُ فَعَلٰى مَنْ اَكْذِبُ۔ اَعَلَى اللهِ ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ۔ اَمْ عَلٰى نَبِيِّهٖ؟ فَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ۔ كَلَّا وَاللهِ وَلٰكِنَّهَا لَهْجَةٌ غِبْتُمْ عَنْهَا وَلَمْ

اہل عراق کی مذمت میں فرمایا۔

اے[1] اہل عراق! تم اُس حاملہ عورت کے مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے کرے، تو مرا ہوا بچہ گرا دے اور اُس کا شوہر بھی مرچکا ہو، اور رنڈاپے کی مدت بھی دراز ہوچکی ہو اور (قریبی نہ ہونے کی وجہ سے) دور کے عزیز ہی اس کے وارث ہوں۔ بخدا میں تمہاری طرف بخوشی نہیں آیا، بلکہ حالات سے مجبور ہوکر آ گیا۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ علیؑ کذب بیانی کرتے ہیں۔ خدا تمہیں ہلاک کرے (بتاؤ) میں کس پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ کیا اللہ پر؟ تو میں سب سے پہلے اس پر ایمان لانے والا ہوں یا اُس کے نبیؐ پر؟ تو میں سب سے پہلے ان کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا انداز کلام تھا جو تمہارے سمجھنے کا نہ تھا اور نہ تم میں اس کے سمجھنے کی اہلیت تھی۔ خدا تمہیں سمجھے۔ میں



تَكُونُوا مِنْ اَهْلِهَا۔ وَيْلُمِّهٖ كَيْلًا بِغَيْرِ ثَمَنٍ لَوْ كَانَ لَهُ وِعَاءٌ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهُ بَعْدَ حِينٍ۔

تو بغیر کسی عوض کے (علمی جواہر ریزے) ناپ ناپ کر دے رہا ہوں۔ کاش کہ ان کے لئے کسی کے ظرف میں سمائی ہوتی۔ (ٹھہرو) کچھ دیر بعد تم بھی اس کی حقیقت کو جان لو گے۔

[1] تحکیم کے بعد جب عراقیوں نے معاویہ کے تابڑتوڑ حملوں کا جواب دینے میں سستی و بددلی کا مظاہرہ کیا، تو اُن کی مذمت و توبیخ کے سلسلے میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں صفین کے موقعہ پر ان کی فریب خوردگی اور جنگ سے دستبرداری کی طرف اشارہ کیا ہے اور اُن کی حالت کو اس عورت سے تشبیہ دی ہے جس میں یہ پانچ وصف ہوں۔ (۱) وہ حاملہ ہو کہ جس سے کوئی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ (۲) مدت حمل پوری کرچکی ہو۔ یعنی تمام کٹھن اور دشوار گزار منزلوں کو طے کرکے فتح و کامرانی کے قریب پہنچ چکے تھے۔ (۳) از خود حمل کو ساقط کردیا، یعنی فتح کے قریب پہنچ کر صلح پر اُتر آئے، اور دامنِ مراد بھرنے کے بجائے نامرادیوں کو سمیٹ لیا۔ (۴) اس کے رنڈاپے کی مدت دراز ہو۔ یعنی ان کی حالت ایسی ہوگئی جیسے ان کا کوئی سرپرست و نگران نہ ہو اور وہ بے والی و وارث بھٹک رہے ہوں۔ (۵) بیگانے اس کے وارث ہوں یعنی اہل شام ان کے املاک پر قبضہ و تسلط جما رہے ہیں کہ جو ان سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتے۔

# خطبہ ۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَّمَ فِيهَا النَّاسَ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

اَللّٰهُمَّ دَاحِيَ الْمَدْحُوَّاتِ - وَدَاعِمَ الْمَسْمُوكَاتِ وَجَابِلَ الْقُلُوبِ عَلٰى فِطْرَتِهَا شَقِيِّهَا وَسَعِيدِهَا اجْعَلْ شَرَائِفَ صَلَوَاتِكَ وَنَوَامِيَ بَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ الْخَاتِمِ لِمَا سَبَقَ - وَالْفَاتِحِ لِمَا انْغَلَقَ - وَالْمُعْلِنِ الْحَقَّ بِالْحَقِّ وَالدَّافِعِ جَيْشَاتِ الْاَبَاطِيلِ وَالدَّامِغِ صَوْلَاتِ الْاَضَالِيلِ۔ كَمَا حُمِّلَ فَاضْطَلَعَ قَائِمًا بِاَمْرِكَ مُسْتَوْفِزًا فِي

اس میں آپؑ نے لوگوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰت بھیجنے کا طریقہ بتایا ہے۔

اے اللہ! اے فرش زمین کے بچھانے والے اور بلند آسمانوں کو (بغیر سہارے کے) روکنے والے دلوں کو اچھی اور بُری فطرت پر پیدا کرنے والے۔ اپنی پاکیزہ رحمتیں اور بڑھنے والی برکتیں قرار دے۔ اپنے عبد اور رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو پہلی (نبوتوں کے) ختم کرنے والے اور بند (دلوں کے) کھولنے والے اور حق کے زور سے اعلانِ حق کرنے والے، باطل کی طغیانیوں کو دبانے والے، اور ضلالت کے حملوں کو کچلنے والے تھے۔ جیسا اُن پر (ذمہ داری کا) بوجھ عائد کیا گیا تھا، اُس کو انہوں نے اٹھایا اور تیری خوشنودیوں کی طرف بڑھنے کے لئے مضبوطی سے جم کر کھڑے ہوگئے۔ نہ آگے بڑھنے سے منہ موڑا، نہ ارادے میں کمزوری کو راہ دی۔ وہ تیری وحی کے

مَرْضَاتِكَ غَيْرَ نَاكِلٍ عَنْ قُدُمٍ۔ وَلَا وَاهٍ فِيْ عَزْمٍ۔ وَاعِيًا لِوَحْيِكَ حَافِظًا لِعَهْدِكَ۔ مَاضِيًا عَلٰى نَفَاذِ اَمْرِكَ۔ حَتّٰى اَوْرَى قَبَسَ الْقَابِسِ وَاَضَاءَ الطَّرِيْقَ لِلْخَابِطِ وَهُدِيَتْ بِهِ الْقُلُوْبُ بَعْدَ خَوْضَاتِ الْفِتَنِ۔ وَاَقَامَ مُوْضِحَاتِ الْاَعْلَامِ وَنَيِّرَاتِ الْاَحْكَامِ۔ فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ وَخَازِنُ عِلْمِكَ الْمَخْزُوْنِ وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ بِالْحَقِّ۔ وَرَسُوْلُكَ اِلَى الْخَلْقِ۔ اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ مَفْسَحًا فِيْ ظِلِّكَ وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَاءِ الْبَانِيْنَ بِنَاءَهٗ وَاَكْرِمْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهٗ۔ وَاَتْمِمْ لَهٗ نُوْرَهٗ وَاجْزِهٖ مِنِ ابْتِعَاثِكَ لَهٗ مَقْبُوْلَ الشَّهَادَةِ وَمَرْضِيَّ الْمَقَالَةِ ذَامَنْطِقٍ عَدْلٍ وَخُطَّةٍ فَصْلٍ۔ اَللّٰهُمَّ اجْمَعْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ فِيْ بَرْدِ الْعَيْشِ وَقَرَارِ النِّعْمَةِ وَمُنَى الشَّهَوَاتِ وَاَهْوَاءِ اللَّذَّاتِ وَرَخَاءِ الدَّعَةِ وَمُنْتَهَى الطُّمَانِيْنَةِ وَتُحَفِ الْكَرَامَةِ۔

حافظ اور تیرے پیمان کے محافظ تھے اور تیرے حکموں کے پھیلانے کے دھن میں لگے رہنے والے تھے یہاں تک کہ انہوں نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لئے شعلے بھڑکا دیئے، اور اندھیرے میں بھٹکنے والے کے لئے راستہ روشن کر دیا۔ فتنوں فسادوں میں سرگرمیوں کے بعد دلوں نے آپؐ کی وجہ سے ہدایت پائی۔ انہوں نے راہ دکھانے والے نشانات قائم کئے، روشن و تابندہ احکام جاری کئے۔ وہ تیرے امینؐ، معتمد اور تیرے علم مخفی کے خزینہ دار تھے اور قیامت کے دن تیرے گواہ اور تیرے پیغمبرؐ برحق اور خلق کیطرف فرستادہ رسولؐ تھے۔ خدایا ان کی منزل کو اپنے زیر سایہ وسیع و کشادہ بنا، اور اپنے فضل سے انہیں دُہرے حسنات عطا کر۔ خداوندا تمام بنیاد قائم کرنے والوں کی عمارت پر اُن کی بناء پر وہ عمارت کو فوقیت عطا کر اور انہیں باعزت مرتبے سے سرفراز کر اور اُن کے نور کو پورا پورا فروغ دے اور انہیں رسالت کے صلہ میں شہادت کی قبولیت و پذیرائی اور قول و سخن کی پسندیدگی عطا کر جبکہ آپ کی باتیں سراپا عدل اور فیصلے حق و باطل کو چھانٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بھی ان کے ساتھ خوش گوار و پاکیزہ زندگی اور منزلِ نعمات میں یکجا کر اور مرغوب و دل پسند خواہشوں اور لذتوں اور آسائش و فارغ البالی اور شرف و کرامت کے تحفوں میں شریک بنا۔

## خطبہ ۷۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَهٗ لِمَرْوَانَ ابْنِ الْحَكَمِ بِالْبَصْرَةِ۔ قَالُوْا اُخِذَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ اَسِيْرًا يَوْمَ الْجَمَلِ فَاسْتَشْفَعَ الْحَسَنَ

جمل کے موقعہ پر جب مروان بن حکم گرفتار کیا گیا، تو اُن نے حسن اور حسین علیہما السلام سے خواہش کی کہ وہ امیر المومنینؑ سے اسکی سفارش کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضراتؑ نے امیر المومنینؑ سے اس سلسلہ میں بات



وَالْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ فَكَلَّمَاهُ فِيْهِ فَخَلّٰى سَبِيْلَهٗ فَقَالَا لَهٗ يُبَايِعُكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَوَلَمْ يُبَايِعْنِيْ بَعْدَ قَتْلِ عُثْمَانَ لَا حَاجَةَ لِيْ فِيْ بَيْعَتِهٖ اِنَّهَا كَفٌّ، يَهُوْدِيَّةٌ۔ لَوْبَايَعَنِيْ بِكَفِّهٖ لَغَدَرَ بِسَبَّتِهٖ اَمَا اِنَّ لَهٗ اِمْرَةً كَلَعْقَةِ الْكَلْبِ اَنْفَهٗ۔ وَهُوَ اَبُو الْاَكْبُشِ الْاَرْبَعَةِ وَسَتَلْقَى الْاُمَّةُ مِنْهُ وَمِنْ وُلْدِهٖ يَوْمًا اَحْمَرَ۔

چیت کی، اور حضرت نے اُسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ تو حضرت نے اس کے متعلق فرمایا۔

کیا اس نے عثمان کے قتل ہو جانے کے بعد میری بیعت نہیں کی تھی؟ اب مجھے اُس کی بیعت کی ضرورت نہیں۔ یہ یہودی قسم کا ہاتھ ہے۔ اگر ہاتھ سے بیعت کرے گا، تو ذلیل طریقے سے توڑ بھی دے گا تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بھی اتنی دیر کے کتا اپنی ناک چاٹنے سے فارغ ہو۔ حکومت کرے گا اور اس کے چار بیٹے بھی حکمران ہوں گے اور اُمت اس کے اور اس کے بیٹوں کے ہاتھوں سے سختیوں کے دن دیکھے گی۔

[1] مروان ابن حکم حضرت عثمان کا بھتیجا اور داماد تھا اور اکہرا جسم اور لمبا قد ہونے کی وجہ سے خیط باطل (باطل کا ڈورا) کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان نے جب عمرو ابن سعید اشدق کو قتل کر دیا تو اُس کے بھائی یحیٰی ابن سعید نے کہا۔

غدرتم بعمرو یابنی خیط باطل     ومثلکم یبنی البیوت علی الغدر

"اے خیط باطل کی اولاد تم نے عمرو سے غداری کی اور تمہارے ایسے لوگ غداری کی ہی بنیادوں پر اپنے اقتدار کی عمارتیں کھڑی کیا کرتے ہیں۔"

اس کا باپ "حکم" گو فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام لے آیا تھا مگر اس کے طور طریقے ایسی تھے کہ جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انتہائی اذیت کا باعث ہوتے تھے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے اس پر اور اس کی اولاد پر لعنت کی، اور فرمایا کہ "ویل لامتی من صلب ھذا (اسدالغابہ) یعنی اس کی اولاد کے ہاتھوں میری اُمت تباہی کے دن دیکھے گی۔" آخر پیغمبرؐ نے اس کی بڑھتی ہوئی سازشوں کے پیش نظر اُسے مدینہ سے وادی وج (طائف میں ایک جگہ ہے) کی طرف نکلوا دیا، اور مروان بھی اُس کے ساتھ چلتا بنا۔ اور پھر پیغمبرؐ نے زندگی بھر ان دونوں کو مدینہ نہ آنے دیا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ان دونوں کو واپس بلوا لیا اور مروان کو تو اس عروج پر پہنچا دیا کہ گویا خلافت کی باگ ڈور اسی کے ہاتھ میں ہے اور پھر اس کے حالات اس طرح سازگار ہوئے کہ معاویہ ابن یزید کے مرنے کے بعد خلیفہ المسلمین بن گیا۔ لیکن ابھی نو مہینے اٹھارہ دن ہی حکومت کرتے ہوئے گزرے تھے کہ ۳ رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں قضا نے اس طرح آ گھیرا، کہ اُس کی بیوی اُس کے منہ پر تکیہ رکھ کر بیٹھ گئی اور اُس وقت تک الگ نہ ہوئی جب تک اس نے دم نہ توڑ دیا۔

اس کے جن چار بیٹوں کے طرف امیر المومنینؑ نے ارشاد کیا ہے، وہ عبدالملک ابن مروان کے چار بیٹے: ولید، سلیمان، یزید اور ہشام ہیں کہ جو عبدالملک کے بعد یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر بیٹھے اور اپنی خونچکاں داستانوں سے صفحات تاریخ رنگین کر گئے اور

بعض شارحین نے خود اس کے صلبی بیٹے مراد لئے ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عبدالملک، عبدالعزیز، بشر اور محمد۔ ان میں سے عبدالملک تو خلیفہ ہوگیا اور عبدالعزیز مصر کا، بشر عراق کا، اور محمد جزیرہ کا والی قرار پایا۔

## خطبہ ۷۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
لَمَّا عَزَمُوا عَلَى بَيْعَةِ عُثْمَانَ۔
لَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّي اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا مِنْ غَيْرِي۔ وَوَ اللهِ لَاُسْلِمَنَّ مَا سَلِمَتْ اُمُورُ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَمْ يَكُنْ فِيْهَا جُوْرٌ اِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً اِلْتِمَاسًا لِاَجْرِ ذٰلِكَ وَفَضْلِهِ، وَزُهْدًا فِيْمَا تَنَافَسْتُمُوْهُ مِنْ زُخْرُفِهِ وَ زِبْرِجِهِ۔

جب لوگوں نے عثمان کی بیعت کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا۔
تم جانتے ہو کہ مجھے اوروں سے زیادہ خلافت کا حق پہنچتا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک مسلمانوں کے اُمور کا نظم و نسق برقرار رہے گا اور صرف میری ہی ذات ظلم و جور کا نشانہ بنتی رہے گی میں خاموشی اختیار کرتا رہوں گا۔ تا کہ (اس صبر پر) اللہ سے اجر و ثواب طلب کروں اور اس زیب و زینت اور آرائش کو ٹھکرا دوں جس پر تم مٹے ہوئے ہو۔

## خطبہ ۷۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
لَمَّا بَلَغَهُ اتِّهَامُ بَنِي اُمَيَّةَ لَهُ بِالْمُشَارَكَةِ فِي دَمِ عُثْمَانَ۔
اَوَلَمْ يَنْهَ اُمَيَّةَ عِلْمُهَا بِي عَنْ قَرْفِي اِوْمَا وَزَعَ الْجُهَّالَ سَابِقَتِي عَنْ تُهْمَتِي۔ وَلَمَا وَعَظَهُمُ اللهُ بِهِ اَبْلَغُ مِنْ لِسَانِي اَنَا حَجِيْجُ الْمَارِقِيْنَ وَخَصِيْمُ الْمُرْتَابِيْنَ وَعَلَى كِتَابِ اللهِ تُعْرَضُ الْاَمْثَالُ وَبِمَا فِي الصُّدُوْرِ تُجَازَى الْعِبَادُ۔

جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ بنی اُمیہ قتل عثمان میں شرکت کا الزام آپ پر رکھتے ہیں تو ارشاد فرمایا۔
میرے متعلق سب کچھ جاننے بوجھنے نے بنی امیہ کو مجھ پر افترا پردازیوں سے باز نہیں رکھا۔ اور نہ میری سبقت ایمانی اور دیرینہ اسلامی خدمات نے ان جاہلوں کو اتہام لگانے سے روکا اور جو اللہ نے (کذب و افترا کے متعلق) انہیں پند و نصیحت کی ہے وہ میرے بیان سے کہیں بلیغ ہے۔ میں (ان) بے دینوں پر حجت لانے والا اور (دین میں) شک و شبہ کرنیوالوں کا فریق مخالف ہوں اور قرآن پر پیش ہونا چاہیئے۔ تمام مشتبہ باتوں کو اور بندوں کو جیسی اُن کی نیت ہوگی ویسا ہی پھل ملے گا۔

## خطبہ ۷۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
رَحِمَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ حُكْمًا فَوَعَى۔ وَدُعِيَ اِلَى رَشَادٍ فَدَنَا۔ وَاَخَذَ بِحُجْزَةِ هَادٍ فَنَجَا۔ رَاقَبَ رَبَّهُ۔ وَخَافَ ذَنْبَهُ۔ قَدَّمَ خَالِصًا وَعَمِلَ صَالِحًا اِكْتَسَبَ مَذْخُوْرًا وَاجْتَنَبَ مَحْذُوْرًا۔ رَمٰى غَرَضًا وَاَحْرَزَ عِوَضًا كَابَرَ هَوَاهُ كَذَّبَ مُنَاهُ جَعَلَ الصَّبْرَ مَطِيَّةَ نَجَاتِهِ وَالتَّقْوٰى عُدَّةَ وَفَاتِهِ رَكِبَ الطَّرِيْقَةَ الْغَرَّآءَ، وَلَزِمَ الْمَحَجَّةَ الْبَيْضَآءَ اِغْتَنَمَ الْمَهَلَ وَبَادَرَ الْاَجَلَ وَتَزَوَّدَ مِنَ الْعَمَلِ۔

خدا اس شخص پر رحم کرے، جس نے حکمت کا کوئی کلمہ سنا، تو اُسے گرہ میں باندھ لیا۔ ہدایت کی طرف اُسے بلایا گیا تو دوڑ کر قریب ہوا۔ صحیح راہبر کا دامن تھام کر نجات پائی۔ اللہ کو ہر وقت نظروں میں رکھا، اور گناہوں سے خوف کھایا عمل بے ریا پیش کیا۔ نیک کام کیے ثواب کا ذخیرہ جمع کیا۔ بُری باتوں سے اجتناب برتا۔ صحیح مقصد کو پالیا۔ اپنا اجر سمیٹ لیا۔ خواہشوں کا مقابلہ کیا۔ امیدوں کو جھٹلایا۔ صبر کو نجات کی سواری بنالیا۔ موت کے لئے تقویٰ کا ساز و سامان کیا۔ روشن راہ پر سوار ہوا۔ حق کی شاہراہ پر قدم جمائے۔ زندگی کی مہلت کو غنیمت جانا۔ موت کی طرف قدم بڑھائے اور عمل کا زاد ساتھ لیا۔

## خطبہ ۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
اِنَّ بَنِي اُمَيَّةَ لَيُفَوِّقُوْنَنِي تُرَاثَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَفْوِيْقًا وَاللهِ لَئِنْ بَقِيْتُ لَهُمْ لَاَنْفُضَنَّهُمْ نَفْضَ اللَّحَّامِ الْوِذَامَ التَّرِبَةَ (وَيُرْوَى التُّرَابُ الْوَذَمَةُ وَهُوَ عَلَى الْقَلْبِ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيُفَوِّقُوْنَنِي اَيْ يُعْطُوْنَنِي مِنَ الْمَالِ قَلِيْلًا كَفُوَاقِ النَّاقَةِ وَهُوَ الْحَلْبَةُ الْوَاحِدَةُ مِنْ لَبَنِهَا وَ وَالْوِذَامُ جَمْعُ وَذَمَةٍ وَهِيَ الْحُزَّةُ مِنَ الْكَرِشِ اَوِالْكَبِدِ تَقَعُ فِي التُّرَابِ فَتُنْفَضُ۔

بنی اُمیہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورثہ تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں زندہ رہا، تو انہیں اس طرح جھاڑ پھینکوں گا، جس طرح قصائی خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے سے مٹی جھاڑ دیتا ہے۔
علامہ رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں ہے، الوذام التربۃ خاک آلودہ گوشت کے ٹکڑے کے بجائے التراب الوذمہ (مٹی جو گوشت کے ٹکڑے میں بھر گئی ہو) آیا ہے۔ یعنی صفت کی جگہ موصوف اور موصوف کی جگہ صفت رکھ دی گئی ہے۔ اور لیفوقننی سے حضرت کی مراد یہ ہے کہ وہ مجھے تھوڑا تھوڑا کر کے دیتے ہیں جس طرح اونٹنی کو ذرا سا دوہ لیا جائے، اور پھر تھنوں کو اُس کے بچے کے منہ سے لگا دیا جائے تا کہ وہ دوہے جانے کے لئے تیار ہو جائے۔ اور وذام وذمہ کی جمع ہے جس کے معنی اوجھڑی یا جگر کے ٹکڑے کے ہیں جو مٹی میں گر پڑے، اور پھر مٹی اُس سے جھاڑ دی جائے۔

## خطبہ ۷۶

وَمِنْ كَلِمَاتٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَدْعُوْبِهَا۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ۔ فَاِنْ عُدْتُ فَعُدْعَلَيَّ بِالْمَغْفِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَارَاَيْتُ مِنْ نَّفْسِيْ وَلَمْ تَجِدْ لَهٗ وَفَآءً عِنْدِيْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا تَقَرَّبْتُ بِهٖ اِلَيْكَ بِلِسَانِيْ ثُمَّ خَالَفَهٗ قَلْبِيْ۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ رَمَزَاتِ الْاَلْحَاظِ وَسَقَطَاتِ الْاَلْفَاظِ وَشَهَوَاتِ الْجَنَانِ وَهَفَوَاتِ اللِّسَانِ۔

امیر المومنین علیہ السلام کے دعائیہ کلمات اے اللہ! تو اُن چیزوں کو بخش دے، جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں گناہ کی طرف پلٹوں، تو تو اپنے مغفرت کے ساتھ پلٹ۔ بارِ الٰہا! جس عمل خیر کے بجالانے کا میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا، مگر تو نے اُسے پورا ہوتے ہوئے نہ پایا، اُسے بھی بخش دے۔

میرے اللہ! زبان سے نکلے ہوئے وہ کلمے جن سے تیرا تقریب چاہا تھا، مگر دل اُن سے ہمنوا نہ ہوسکا، اُن سے بھی درگزر کر۔ پروردگار! تو آنکھوں کے (طنزیہ) اشاروں اور ناشائستہ کلموں اور دل کی (بُری) خواہشوں اور زبان کی ہرزہ سرائیوں کو معاف کردے۔

## خطبہ ۷۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

قَالَهٗ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ لَمَّا عَزَمَ عَلَى الْمَسِيْرِ اِلَى الْخَوَارِجِ فَقَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنْ سِرْتَ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ خَشِيْتُ اَنْ لَا تَظْفَرَ بِمُرَادِكَ مِنْ طَرِيْقِ عِلْمِ النُّجُوْمِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَتَزْعَمُ اَنَّكَ تَهْدِيْ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِيْ مَنْ سَارَ فِيْهَا صُرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءُ وَتُخَوِّفُ مِنَ السَّاعَةِ الَّتِيْ مَنْ سَارَ فِيْهَا حَاقَ بِهِ الضُّرُّ؟ فَمَنْ صَدَّقَ بِهٰذَا فَقَدْ كَذَّبَ الْقُرْآنَ وَاسْتَغْنٰى عَنِ الْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ فِيْ نَيْلِ الْمَحْبُوْبِ وَدَفْعِ الْمَكْرُوْهِ۔ وَتَبْتَغِيْ فِيْ قَوْلِكَ لِلْعَامِلِ بِاَمْرِكَ اَنْ يُوَلِّيَكَ الْحَمْدَ دُوْنَ رَبِّهٖ لِاَنَّكَ بِزَعْمِكَ اَنْتَ هَدَيْتَهٗ اِلَى السَّاعَةِ الَّتِيْ نَالَ فِيْهَا النَّفْعَ وَاَمِنَ الضُّرَّ (ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ) اَيُّهَا النَّاسُ اِيَّاكُمْ وَتَعَلُّمَ النُّجُوْمِ اِلَّا مَا يُهْتَدٰى بِهٖ فِيْ بَرٍّ اَوْ بَحْرٍ فَاِنَّهَا تَدْعُوْ اِلَى الْكَهَانَةِ وَ الْمُنَجِّمُ كَالْكَاهِنِ وَالْكَاهِنُ كَالسَّاحِرِ وَالسَّاحِرُ كَالْكَافِرِ وَالْكَافِرُ فِي النَّارِ سِيْرُوْا عَلٰى اسْمِ اللّٰهِ۔

جب[1] آپ نے جنگِ خوارج کے لئے نکلنے کا ارادہ کیا، تو ایک شخص نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ اگر آپ اس وقت نکلے تو علمِ نجوم کی رو سے مجھے اندیشہ ہے کہ آپ اپنے مقصد میں کامیاب وکامران نہیں ہوسکیں گے جس پر آپ نے فرمایا۔

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اس گھڑی کا پتہ دیتے ہو کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اس کے لئے کوئی بُرائی نہ ہوگی اور اس لمحے سے خبردار کرتے ہو، کہ اگر کوئی اس میں نکلے تو اُسے نقصان درپیش ہوگا۔ تو جس نے اسے صحیح سمجھا اُس نے قرآن کو جھٹلایا اور مقصد کے پانے اور مصیبت کے دور کرنے میں اللہ کی مدد سے بے نیاز ہوگیا۔ تم اپنی ان باتوں سے یہ چاہتے ہو کہ جو تمہارے کہے پر عمل کرے وہ اللہ کو چھوڑ کر تمہارے گن گائے۔ اس لئے کہ تم نے اپنے خیال میں اُس ساعت کا پتہ دیا، کہ جو اس کے لئے فائدہ کا سبب، اور نقصان سے بچاؤ کا ذریعہ بنی۔ (پھر آپؑ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا) اے لوگو! نجوم کے سیکھنے سے پرہیز کرو، مگر اتنا کہ جس سے خشکی اور تری میں راستے معلوم کرسکو۔ اس لئے کہ نجوم کا سیکھنا کہانت اور غیب گوئی کی طرف لے جاتا ہے اور منجم حکم میں مثل کاہن کے ہے، اور کاہن مثل ساحر کے ہے اور ساحر مثل کافر کے ہے اور کافر کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ بس اللہ کا نام لے کر چل کھڑے ہو۔



[1] جب امیر المومنینؑ نے خوارج کی شورشوں کو دبانے کے لئے نہروان کا ارادہ کیا، تو عفیف ابن قیس نے آپ سے عرض کیا کہ یہ ساعت اچھی نہیں ہے۔ اگر آپؑ اس وقت روانہ ہوئے تو فتح وظفر مندی کے بجائے شکست وہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ مگر حضرت نے اس کی بات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا اور اُسی وقت لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور نتیجہ میں خوارج کو ایسی شکست فاش ہوئی کہ اُن کے چار ہزار جنگجوؤں میں سے صرف نو آدمی بھاگ کر اپنی جان بچا سکے، اور باقی کا صفایا ہوگیا۔

امیر المومنینؑ نے نجوم کے غلط و نادرست ہونے پر تین طرح سے استدلال فرمایا ہے۔ پہلے یہ کہ اگر منجم کی باتوں کو درست مان لیا جائے، تو قرآن کو جھٹلانا پڑے گا۔ کیونکہ منجم ستاروں کو دیکھ کر غیب میں چھپی ہوئی چیزوں کے جاننے کا ادعا کرتا ہے، اور قرآن یہ کہتا ہے کہ۔

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ آسمان وزمین کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا، سوائے اللہ کے۔

دوسرے یہ کہ وہ اپنے زعم ناقص میں یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ مستقبل کے حالات سے مطلع ہوکر اپنے نفع ونقصان کو جان سکتا ہے، تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے اور اُس سے مدد چاہنے میں اپنے کو بے نیاز سمجھے گا اور یہ اللہ سے بے اعتنائی اور اس کے مقابلہ میں خود اعتمادی ایک طرح کا زندقہ والحاد ہے جو اللہ سے اُس کے توقعات ختم کردیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کسی مقصد میں کامیاب ہوگا تو اس کامیابی کو اپنے علم کا نتیجہ قرار دے گا۔ جس سے وہ اللہ کے بجائے خود اپنے نفس کو سراہے گا اور اس سلسلہ میں جن کی راہنمائی کرے گا، اُن سے بھی یہی چاہے گا کہ وہ اللہ کے شکرگزار ہونے کے بجائے اس کے شکرگزار رہوں۔ یہ تمام چیزیں فن نجوم ہیں اس حد تک مداخلت سے نہیں روکتیں جس حد تک نجوم کی تاثیر کو منجانب اللہ دواؤں کے طبعی اثر کے قبیل سے مانا جائے۔ جس میں قدرت الٰہی پھر بھی موانع پیدا کرکے سدِّ راہ ہوسکتی ہے۔ ہمارے اکثر علماء اسلام جو علم نجوم میں مہارت حاصل کئے ہوئے تھے، وہ اُسی بناء پر صحیح ہے کہ وہ اس کے نتائج کو قطعی نہ سمجھتے تھے۔

# خطبہ ۷۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ حَرْبِ الْجَمَلِ فِي ذَمِّ النِّسَاءِ۔ مَعَاشِرَ النَّاسِ إِنَّ النِّسَاءَ نَوَاقِصُ الْإِيمَانِ نَوَاقِصُ الْحُظُوظِ نَوَاقِصُ الْعُقُولِ فَأَمَّا نُقْصَانُ إِيمَانِهِنَّ فَقُعُودُهُنَّ عَنِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ فِي أَيَّامِ حَيْضِهِنَّ وَأَمَّا نُقْصَانُ عُقُولِهِنَّ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ كَشَهَادَةِ الرَّجُلِ الْوَاحِدِ وَأَمَّا نُقْصَانُ حُظُوظِهِنَّ فَمَوَارِيثُهُنَّ عَلَى الْأَنْصَافِ مِنْ مَوَارِيثِ الرِّجَالِ فَاتَّقُوا شِرَارَ النِّسَاءِ۔ وَكُونُوا مِنْ خِيَارِهِنَّ عَلَى حَذَرٍ وَلَا تُطِيعُوهُنَّ فِي الْمَعْرُوفِ حَتَّى لَا يَطْمَعْنَ فِي الْمُنْكَرِ۔

جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد عورتوں کی مذمت[1] میں فرمایا۔

اے لوگو! عورتیں ایمان میں ناقص حصوں میں ناقص اور عقل میں ناقص ہوتی ہیں۔ نقصِ ایمان کا ثبوت یہ ہے کہ ایام کے دور میں نماز اور روزہ انہیں چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور ناقص العقل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے۔ اور حصہ و نصیب میں کمی یوں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ مردوں سے آدھا ہوتا ہے۔ بُری عورتوں سے ڈرو، اور اچھی عورتوں سے بھی چوکنا رہا کرو۔ تم ان کی اچھی باتیں بھی نہ مانو تاکہ آگے بڑھ کر وہ بُری باتوں کے منوانے پر اُتر آئیں۔

[1] یہ خطبہ جنگ جمل کی تباہ کاریوں کے بعد ارشاد فرمایا اور چونکہ اس جنگ کی ہلاکت آفرینیاں ایک عورت کے حکم پر آنکھ بند کر کے چل پڑنے کا نتیجہ تھیں۔ اس لئے اس میں ان کے فطری نقائص اور اُن کے وجوہ و اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کی پہلی کمزوری یہ ہے کہ انہیں ہر مہینہ میں چند دنوں کے لئے نماز روزہ سے دستبردار ہونا پڑتا ہے اور یہ اعمال سے علیحدگی ان کے ایمان کے نقص کی دلیل ہے۔ اگرچہ ایمان کے حقیقی معنی تصدیق قلبی و اعتقادِ باطنی کے ہیں۔ مگر بطور مجاز عمل و کردار پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ چونکہ اعمال ایمان کا آئینہ ہوتے ہیں، لہٰذا اعمال کو بھی ایمان کا جزو قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام علی ابن موسیٰ الرضاء سے مروی ہے کہ۔

ان الایمان هو التصدیق بالقلب والاقرار باللسان والعمل بالارکان

ایمان دل سے تصدیق، زبان سے اقرار اور اعضا سے عمل کرنے کا نام ہے۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ ان کے فطری استعداد عقلی تصرفات کو پورے طور سے قبول کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ لہٰذا ان کے میدان عمل کی وسعت ہی کے لحاظ سے فطرت نے ان کو قوائے عقلیہ دیئے ہیں۔ جو حمل ولادت، رضاعت، تربیت اولاد اور اُمور خانہ داری میں



ان کی راہنمائی کر سکیں اور اسی ذہنی و عقلی کمزوری کی بناء پر ان کی گواہی کو مرد کی گواہی کا درجہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔

وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ

اپنے مردوں میں سے جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرو دو مردوں کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔ اگر ایک بھول جائے گی تو اُن میں سے ایک دوسری کو یاد دلا دے گی۔

تیسری کمزوری یہ ہے کہ ان کی میراث کا حصہ مرد کے حصہ میراث سے نصف ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِيٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

خدا تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہوگا۔

اس سے عورت کی کمزوری کا پتہ یوں چلتا ہے کہ میراث میں اس کا حصہ نصف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی کفالت کا بار مرد پر ہوتا ہے۔ تو جب مرد کی حیثیت ایک کفیل و نگران کی قرار پائی، تو نگرانی و سرپرستی کی محتاج صنف اپنی کمزوری کی خود آئینہ دار ہوگی۔

ان کی فطری کمزوریوں کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اُن کی اندھا دھند پیروی اور غلط اطاعت کے مفاسد کا ذکر کرتے ہیں کہ بُری بات تو خیر بُری ہوتی ہی ہے اگر وہ کسی اچھی بات کے لئے بھی کہیں، تو اُسے اس طرح انجام نہیں دینا چاہئے کہ انہیں یہ خیال ہونے لگے کہ یہ ان کی خاطر اور رضا جوئی کے لئے بجالائی گئی ہے۔ بلکہ اس طرح کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ اس اچھے کام کو اُس کے اچھا ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ اس میں ان کی خواہش و رضامندی کا کوئی دخل نہیں ہے اور اگر ان کو یہ وہم بھی ہو گیا کہ اس میں ان کی خوشنودی کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو وہ ہاتھ پکڑتے ہوئے پہنچہ پکڑنے پر اُتر آئیں گی اور یہ چاہنے لگیں گی کہ اُن کی ہر بُری سے بُری بات کے آگے سر جھکایا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ تباہی و بربادی ہوگا۔ امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد کے متعلق علامہ محمد عبدہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

ولقد قال الامام قولا صدقته التجارب فی الاحقاب المتطاولة۔

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک ایسی بات کہہ دی ہے کہ طویل صدیوں کے تجربے اسکی تصدیق کرتے ہیں۔

# خطبہ ۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ أَيُّهَا النَّاسُ الزَّهَادَةُ قِصَرُ الْأَمَلِ۔ وَالشُّكْرُ عِنْدَ النِّعَمِ۔ وَالْوَرَاعُ عِنْدَ الْمَحَارِمِ۔ فَإِنْ عَزَبَ ذٰلِكَ عَنْكُمْ فَلَا يَغْلِبِ الْحَرَامُ صَبْرَكُمْ۔ وَلَا تَنْسَوْا عِنْدَ النِّعَمِ شُكْرَكُمْ فَقَدْ أَعْذَرَ اللّٰهُ إِلَيْكُم

اے لوگو! امیدوں کو کم کرنا نعمتوں پر شکر ادا کرنا، اور حرام چیزوں سے دامن بچانا ہی زہد و ورع ہے۔ اگر (دامنِ اُمید کو سمیٹنا) تمہارے لئے مشکل ہو جائے تو اتنا تو ہو کہ حرام تمہارے صبر و شکیب پر غالب نہ آ جائے، اور نعمتوں کے وقت شکر کو بھول نہ جاؤ۔ خداوند عالم نے روشن اور کھلی ہوئی دلیلوں سے اور حجت تمام کرنے والی واضح کتابوں

بِحُجَجٍ مُسْفِرَةٍ ظَاهِرَةٍ وَكُتُبٍ بَارِزَةِ الْعُذْرِ وَاضِحَةٍ۔

کے ذریعے تمہارے لئے حیل و حجت کا موقع نہیں رہنے دیا۔

## خطبہ ۸۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي صِفَةِ الدُّنْيَا۔

مَا أَصِفُ مِنْ دَارٍ أَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَآخِرُهَا فَنَاءٌ۔ فِي حَلَالِهَا حِسَابٌ۔ وَفِي حَرَامِهَا عِقَابٌ مَنِ اسْتَغْنَى فِيهَا فُتِنَ۔ وَمَنِ افْتَقَرَ فِيهَا حَزِنَ۔ وَمَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ۔ وَمَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ۔

(أَقُولُ وَ إِذَا تَأَمَّلَ الْمُتَأَمِّلُ قَوْلَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَبْصَرَ بِهَا بَصَّرَتْهُ وَجَدَ تَحْتَهُ مِنَ الْمَعْنَى الْعَجِيبِ وَالْغَرَضِ الْبَعِيدِ مَالَا يُبْلَغُ غَايَتُهُ، وَلَا يُدْرَكُ غَوْرُهُ وَلَا سِيَّمَا إِذَا قَرَنَ إِلَيْهِ قَوْلَهُ: وَمَنْ أَبْصَرَ إِلَيْهَا أَعْمَتْهُ۔ فَإِنَّهُ يَجِدُ الْفَرْقَ بَيْنَ أَبْصَرَ بِهَا أَبْصَرَ إِلَيْهَا وَاضِحًا نَيِّرًا وَّعَجِيبًا بَاهِرًا۔

میں اس دارِ دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں سزا و عقاب ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے جو دنیا کے لئے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اُس کی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں۔ اور جو کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے دنیا خود ہی اُس سے ساز گار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کی عبرتوں کو آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے تو وہ اُس کی آنکھوں کو روشن و بینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے تو وہ اُسے کورو نابینا بنا دیتی ہے۔

(علامہ رضی کہتے ہیں کہ اگر کوئی غور و فکر کرنے والا، حضرت کے اس ارشاد "من ابصر بها بصرته" جو اس دنیا کو عبرت حاصل کرنے کے لئے دیکھے، تو وہ اس میں عجیب و غریب معنی اور گہرے مطالب پائے گا کہ نہ اس کی انتہا تک پہنچ اور نہ اس کے گہراؤ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً اُس کے ساتھ یہ جملہ ومن ابصر اليها اعمته اور جو صرف دنیا کو دیکھتا ہے، تو وہ اس سے آنکھوں کی روشنی چھین لیتی ہے" بھی ملایا جائے تو ابصر بها اور ابصر اليها میں واضح فرق محسوس کرے گا۔ اور حیرت سے اُس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی)۔

[1] "دنیا کی ابتدا مشقت اور انتہا ہلاکت ہے۔" یہ جملہ اسی حقیقت کا ترجمان ہے جسے قرآن نے لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو تعب و مشقت میں رہنے والا پیدا کیا ہے) کی لفظوں میں پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان کے دورِ حیات کی کروٹیں شکم مادر کی تنگنائیوں سے لے کر فضائے عالم کی وسعتوں تک کہیں بھی سکون و قرار سے ہم کنار نہیں ہوتیں۔ جب زندگی سے آشنا ہوتا ہے، تو وہ اپنے کو ایک ایسے تیرہ و تار زندان میں جکڑا ہوا پاتا ہے کہ جہاں نہ ہاتھ پیروں کو جنبش دے سکتا ہے، اور نہ پہلو بدل سکتا ہے اور جب ان جکڑ بندیوں سے چھٹکارا پا کر دنیا میں آتا ہے تو مختلف صعوبتوں کے دور سے اسے گزرنا پڑتا



ہے۔ ابتدا میں نہ زبان سے بول سکتا ہے کہ اپنے دکھ درد کو بیان کر سکے، اور نہ اعضا و جوارح وسکت رکھتا ہے کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کر سکے۔ صرف اس کی دبی ہوئی سسکیاں اور اشکوں کی روانیاں ہی اس کی ضرورت کا اظہار اور اس کے رنج و قلق کی ترجمانی کرتی ہیں۔ اس دور کے گزرنے کے بعد جب تعلیم و تربیت کی منزل میں قدم رکھتا ہے، تو بات بات پر ڈانٹ ڈانٹ کی آوازیں اس کا خیر مقدم کرتی ہیں۔ ہر وقت خوفزدہ اور سہما ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جب اس دورِ محکومیت سے نجات پاتا ہے تو اہل و عیال کی بندشوں اور معاش کی فکروں میں گھر جاتا ہے۔ جہاں کبھی ہم پیشہ رقیبوں سے چپقلش، کبھی دشمنوں سے ٹکراؤ، کبھی حوادث زمانہ کا مقابلہ، کبھی بیماریوں کا حملہ، اور کبھی اولاد کا صدمہ اُسے درپیش رہتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھاپا لاچاریوں اور بےبسیوں کے پیغام لے کر آ پہنچتا ہے اور آخر دل میں حسرت و اندوہ لئے ہوئے اس جہانِ فانی کو خیرباد کہہ دیتا ہے۔

پھر اس دنیا کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی حلال چیزوں میں حساب کی موشگافیاں اور حرام چیزوں میں عقاب کی سختیاں ہیں جس سے خوشگوار لذتیں بھی اس کے کام و دہن میں تلخی پیدا کر دیتی ہیں۔ اگر اس دنیا میں مال و دولت کی فراوانی ہو تو انسان ایک ایسے چکر میں پڑ جاتا ہے کہ جس سے راحت و سکون کو کھو بیٹھا ہے اور اگر تنگدستی و ناداری ہو تو دولت کے غم میں گھلا جاتا ہے اور جو اس دنیا کے لئے تگ و دو میں لگا رہتا ہے اس کی آرزوؤں کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ ایک اُمید بر آتی ہے، تو دوسری آرزو کو پورا کرنے کی ہوس دامن گیر ہو جاتی ہے۔ اس دنیا کی مثال سایہ کی طرح ہے کہ اگر اُس کے پیچھے دوڑو تو وہ آگے بھاگتا ہے، اور اگر اس سے دامن چھڑا کر پیچھے بھاگو تو وہ پیچھے دوڑنے لگتا ہے۔ یونہی جو اس دنیا کے پیچھے نہیں دوڑتا، تو وہ اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو حرص و ہوس کے پھندوں کو توڑ کر بےجا دنیا طلبی سے دشت کش ہو جاتا ہے۔ دنیا سے بھی حاصل ہوتی ہے اور اُس سے محروم نہیں کر دیا جاتا۔ لہٰذا جو شخص دنیا کی سطح سے بلند ہو کر دنیا کو دیکھے اور اسکے احوال و واردات سے عبرت حاصل کرے، اور اس کی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سے صانع عالم کی قدرت، اور تدبیر و حکمت و رأفت اور اُس کی ربوبیت کا پتہ لگائے، تو اُس کی آنکھیں روشن و بینا ہو جائیں گی اور جو شخص صرف دنیا کی رنگینیوں میں کھویا رہتا ہے اور اُس کی آرائشوں پر مرمٹتا ہے تو وہ دیدۂ دل کی روشنی کھول کر اُس کی اندھیاریوں ہی میں بھٹکتا رہتا ہے۔ اسی لئے قدرت نے ایسی نظروں سے دنیا کو دیکھنے سے منع فرمایا ہے۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ

کچھ لوگوں کو ہم نے زندگانی دنیا کی شادابی سے بہرہ مند کیا ہے تا کہ ان کو اس سے آزمائیں۔ تم اس متاعِ دنیا کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھو۔

## خطبہ ۸۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ تُسَمَّى بِالْغَرَّاءِ وَهِيَ مِنَ الْخُطَبِ الْعَجِيبَةِ۔

اس خطبہ کا نام خطبہ غراء ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کے عجیب و غریب خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَلَا بِحَوْلِهِ۔ وَدَنَا

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جو اپنی طاقت کے اعتبار سے بلند، اپنی

بِطَوْلِهٖ۔ مَانِحِ كُلِّ غَنِيْمَةٍ وَّ فَضْلٍ۔ وَ كَاشِفِ كُلِّ عَظِيْمَةٍ وَّاَزْلٍ اَحْمَدُهٗ عَلٰى عَوَاطِفِ كَرَمِهٖ وَسَوَابِغِ نِعَمِهٖ۔ وَاُوْمِنُ بِهٖ اَوَّلًا بَادِيًا۔ وَاَسْتَهْدِيْهِ قَرِيْبًا هَادِيًا۔ وَاَسْتَعِيْنُهٗ قَاهِرًا قَادِرًا۔ وَاَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ كَافِيًا نَاصِرًا۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَرْسَلَهٗ لِاِنْفَاذِ اَمْرِهٖ وَاِنْهَاۤءِ عُذْرِهٖ، وَ تَقْدِيْمِ نُذُرِهٖ۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِيْ ضَرَبَ لَكُمُ الْاَمْثَالَ وَوَقَّتَ لَكُمُ الْاٰجَالَ۔ وَاَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ وَاَرْفَغَ لَكُمُ الْمَعَاشَ، وَاَحَاطَكُمْ بِالْاِحْصَاۤءِ وَاَرْصَدَ لَكُمُ الْجَزَاۤءَ۔ وَاٰثَرَكُمْ بِالنِّعَمِ السَّوَابِغِ وَالرِّفَدِ الرَّوَافِغِ۔ وَاَنْذَرَكُمْ بِالْحُجَجِ الْبَوَالِغِ۔ وَاَحْصَاكُمْ عَدَدًا۔ وَوَظَّفَ لَكُمْ مُدَدًا فِيْ قَرَارِ خِبْرَةٍ وَدَارِ عِبْرَةٍ اَنْتُمْ مُخْتَبَرُوْنَ فِيْهَا وَلَا مُحَاسَبُوْنَ عَلَيْهَا فَاِنَّ الدُّنْيَا رَنِقٌ مَشْرَبُهَا رَدِغٌ مَشْرَعُهَا۔ يُوْنِقُ مَنْظَرُهَا وَيُوْبِقُ مَخْبَرُهَا۔ غُرُوْرٌ حَاۤئِلٌ۔ وَضَوْءٌ اٰفِلٌ وَظِلٌّ۔ وَسِنَادٌ، مَاۤئِلٌ حَتّٰى اِذَا اَنِسَ نَافِرُهَا۔ وَاطْمَاَنَّ نَاكِرُهَا قَمَصَتْ بِاَرْجُلِهَا۔ وَقَنَصَتْ بِاَحْبُلِهَا۔ وَاَقْصَدَتْ بِاَسْهُمِهَا وَاَعْلَقَتِ الْمَرْءَ اَوْهَاقَ الْمَنِيَّةِ قَاۤئِدَةً لَهٗ اِلٰى ضَنْكِ

بخشش کے لحاظ سے قریب ہے۔ ہر نفع و زیادتی کا عطا کرنے والا، اور ہر مصیبت و ابتلا کا دور کرنے والا ہے۔ میں اُس کے کرم کی نوازشوں اور نعمتوں کی فراوانیوں کی بناء پر اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ چونکہ وہ اوّل و ظاہر ہے اور اس سے ہدایت چاہتا ہوں۔ چونکہ وہ قریب تر اور ہادی ہے اور اُس سے مدد چاہتا ہوں، چونکہ وہ قادر و توانا ہے اور اُس پر بھروسہ کرتا ہوں، چونکہ وہ ہر طرح کی کفایت و اعانت کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد و رسولؐ ہیں۔ جنہیں احکام کے نفاذ اور حجت کے اتمام اور عبرتناک واقعات پیش کرنے پہلے سے متنبہ کر دینے کے لئے بھیجا۔

خدا کے بندو! میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمہارے (سمجھانے کے) لئے مثالیں پیش کیں اور تمہاری زندگی کے اوقات مقرر کئے۔ تمہیں[1] (مختلف) لباسوں سے ڈھانپا اور تمہارے رزق کا سامان فراواں کیا۔ اُس نے تمہارا پورا جائزہ لے رکھا ہے اور تمہارے لئے جزا مقرر کی ہے اور تمہیں اپنی وسیع نعمتوں اور فراخ عطیوں سے نوازا اور مؤثر دلیلوں سے تمہیں متنبہ کر دیا ہے۔ وہ ایک ایک کر کے تمہیں گن چکا ہے اور اس مقام آزمائش و محلِّ عبرت میں اُس نے تمہاری عمریں مقرر کر دی ہیں۔ اس میں تمہاری آزمائش ہے اور اس کی درآمد و برآمد پر تمہارا حساب ہوگا۔ اُس دنیا کا گھاٹ گندلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکا، غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔ جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے مطمئن ہو جاتا ہے تو یہ اپنے پیروں کو اٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے اور اپنے جال میں پھانس لیتی ہے۔ اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے اور اُس کے گلے میں



الْمَضْجَعِ۔ وَوَحْشَةِ الْمَرْجِعِ۔ وَمُعَايَنَةِ الْمَحَلِّ وَثَوَابِ الْعَمَلِ وَكَذٰلِكَ الْخَلَفُ يَعْقُبُ السَّلَفَ لَا تُقْلِعُ الْمَنِيَّةُ اخْتِرَامًا وَلَا يَرْعَوِى الْبَاقُوْنَ اجْتِرَامًا۔ يَحْتَذُوْنَ مِثَالًا وَيَمْضُوْنَ اَرْسَالًا اِلٰى غَايَةِ الْاِنْتِهَاۤءِ وَصَيُّوْرِ الْفَنَاۤءِ حَتّٰى اِذَا تَصَرَّمَتِ الْاُمُوْرُ وَتَقَضَّتِ الدُّهُوْرُ وَاَزِفَ النُّشُوْرُ اَخْرَجَهُمْ مِنْ ضَرَاۤئِحِ الْقُبُوْرِ وَاَوْكَارِ الطُّيُوْرِ۔ وَاَوْجِرَةِ السِّبَاعِ۔ وَمَطَارِحِ الْمَهَالِكِ سِرَاعًا اِلٰى اَمْرِهٖ۔ مُهْطِعِيْنَ اِلٰى مَعَادِهٖ۔ رَعِيْلًا صُمُوْتًا قِيَامًا صُفُوْفًا يَنْفُذُهُمُ الْبَصَرُ وَيُسْمِعُهُمُ الدَّاعِيْ۔ عَلَيْهِمْ لَبُوْسُ الْاِسْتِكَانَةِ۔ وَضَرَعُ الْاِسْتِسْلَامِ وَالذِّلَّةِ۔ قَدْ ضَلَّتِ الْحِيَلُ۔ وَانْقَطَعَ الْاَمَلُ وَهَوَتِ الْاَفْئِدَةُ كَاظِمَةً۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ مُهَيْنِمَةً وَاَلْجَمَ الْعَرَقُ وَعَظُمَ الشَّفَقُ وَاُرْعِدَتِ الْاَسْمَاعُ لِزَبْرَةِ الدَّاعِيْ اِلٰى فَصْلِ الْخِطَابِ وَمُقَايَضَةِ الْجَزَاۤءِ وَنَكَالِ الْعِقَابِ۔ وَنَوَالِ الثَّوَابِ۔ عِبَادٌ مَخْلُوْقُوْنَ اِقْتِدَارًا۔ وَمَرْبُوْبُوْنَ اقْتِسَارًا وَمَقْبُوْضُوْنَ احْتِضَارًا۔ وَمُضَمَّنُوْنَ اَجْدَاثًا۔ وَكَاۤئِنُوْنَ رُفَاتًا

موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے، اور اپنے کئے کا نتیجہ پالے۔ بعد میں آنے والوں کی حالت بھی اگلوں کی سی ہے۔ نہ موت کاٹ چھانٹ سے منہ موڑتی ہے اور نہ باقی رہنے والے گناہ سے باز آتے ہیں۔ باہم ایک دوسرے کے طور طریقوں کی پیروی کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے مقام فنا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تمام معاملات ختم ہو جائیں گے، اور دنیا کی عمر تمام ہو جائے گی اور قیامت کا ہنگامہ آ جائے گا۔ تو اللہ سب[2] کو قبر کے گوشوں، پرندوں کے گھونسلوں، درندوں کے بھٹوں اور ہلاکت گاہوں سے نکالے گا۔ گروہ در گروہ، صامت و ساکت، ایستادہ و صف بستہ امر الٰہی کی طرف بڑھتے ہوئے اور اپنی جائے بازگشت کی جانب دوڑتے ہوئے، نگاہِ قدرت ان پر حاوی اور پکارنے والے کی آواز ان سب کے کان میں آتی ہوئی ہوگی۔ وہ ضعف و بےچارگی کا لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور عجز و بےکسی کی وجہ سے ذلت اُن پر چھائی ہوئی ہوگی۔ حیلے اور ترکیبیں غائب، اور اُمیدیں منقطع ہو چکی ہوں گی۔ دل مایوسانہ خاموشیوں کیساتھ بیٹھتے ہوں گے۔ آوازیں دب کر خاموش ہو جائیں گی۔ پسینہ منہ میں پھندا ڈال دے گا۔ وحشت بڑھ جائے گی اور جب انہیں آخری فیصلہ سنانے، عملوں کا معاوضہ دینے، اور عذاب و عقوبت اور اجر و ثواب کے لئے بلایا جائے گا تو پکارنے والے کی گرجدار آواز سے کان لرز اٹھیں گے۔ یہ بندے اُس کے اقتدار کا ثبوت دینے کے لئے وجود میں آئے ہیں، اور غلبہ و تسلط کے ساتھ ان کی تربیت ہوئی ہے۔ نزع کے وقت ان کی روحیں قبض کر لی جاتی ہیں اور قبروں میں رکھ دیئے جاتے ہیں۔ (جہاں) یہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور (پھر) قبروں سے اکیلے اٹھائے جائیں گے اور عملوں کے مطابق جزا پائیں گے اور سب کو الگ الگ

وَمَبْعُوثُونَ اَفْرَادًا۔ وَمَدِيْنُوْنَ جَزَآءً وَمُمَيَّزُوْنَ حِسَابًا۔ قَدْ اُمْهِلُوْا فِيْ طَلَبِ الْمَخْرَجِ وَهُدُوْا سَبِيْلَ الْمَنْهَجِ۔ وَعُمِّرُوْا اَمْهَلَ الْمُسْتَعْتِبِ وَكُشِفَتْ عَنْهُمْ سُدَفُ الرِّيَبِ وَخُلُّوْا لِمِضْمَارِ الْجِيَادِ۔ وَرَوِيَّةِ الْاِرْتِيَادِ وَاَنَاةِ الْمُقْتَبِسِ الْمُرْتَادِ فِيْ مُدَّةِ الْاَجَلِ وَمُضْطَرَبِ الْمَهَلِ۔ فَيَالَهَا اَمْثَالًا صَآئِبَةً۔ وَمَوَاعِظَ شَافِيَةً لَوْصَادَفَتْ قُلُوْبًا زَاكِيَةً۔ وَاَسْمَاعًا وَاعِيَةً۔ وَاٰرَآءً عَازِمَةً وَاَلْبَابًا حَازِمَةً۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ سَمِعَ فَخَشَعَ وَاقْتَرَفَ فَاعْتَرَفَ وَوَجِلَ فَعَمِلَ وَحَاذَرَ فَبَادَرَ وَاَيْقَنَ فَاَحْسَنَ وَعُبِّرَ فَاعْتَبَرَ۔ وَحُذِّرَ فَازْدَجَرَ وَاَجَابَ فَاَنَابَ۔ وَرَجَعَ فَتَابَ وَاقْتَدٰى فَاحْتَذٰى۔ وَاُرِيَ فَرَاٰى فَاَسْرَعَ طَالِبًا وَنَجَا هَارِبًا فَاَفَادَ ذَخِيْرَةً طَالِبًا وَنَجَا هَارِبًا فَاَفَادَ ذَخِيْرَةً وَاَطَابَ سَرِيْرَةً۔ وَعَمَّرَ مَعَادًا۔ وَاسْتَظْهَرَ زَادًا لِيَوْمِ رَحِيْلِهٖ۔ وَوَجْهِ سَبِيْلِهٖ۔ وَحَالِ حَاجَتِهٖ۔ وَمَوْطِنِ فَاقَتِهٖ وَقَدَّمَ اَمَامَهٗ لِدَارِ مُقَامِهٖ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ جِهَةَ مَاخَلَقَكُمْ لَهٗ۔ وَاحْذَرُوْا مِنْهُ كُنْهَ مَا حَذَّرَكُمْ مِنْ نَفْسِهٖ وَاسْتَحِقُّوْا مِنْهُ مَا اَعَدَّلَكُمْ

حساب دینا ہوگا۔ انہیں دنیا میں رہتے ہوئے گلوخلاصی کا موقع دیا گیا تھا، اور سیدھا راستہ بھی دکھایا جاچکا تھا، اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مہلت بھی دی گئی تھی شک و شبہات کی تاریکیاں ان سے دور کردی گئی تھیں اور اس مدت حیات و آماجگاہ عمل میں انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تھا تاکہ آخرت میں دوڑ لگانے کی تیاری، اور سوچ بچار سے مقصد کی تلاش کرلیں اور اتنی مہلت پائیں، جتنی فوائد کے حاصل کرنے اور اپنی آئندہ منزل کا سامان کرنے کیلئے ضروری ہے۔ یہ کتنی ہی صحیح مثالیں اور شفاء بخش نصیحتیں ہیں۔ بشرطیکہ انہیں پاکیزہ دل اور سننے والے کان اور مضبوط رائیں اور ہوشیار عقلیں نصیب ہوں۔ اللہ سے ڈرو، اس شخص کے مانند جس نے نصیحت کی باتوں کو سنا تو جھک گیا۔ گناہ کیا تو اس کا اعتراف کیا ڈرا، تو اچھے اعمال بجالایا۔ عبرتیں دلائی گئیں تو اس نے عبرت حاصل کی اور خوف دلایا گیا تو برائیوں سے رک گیا اور (اللہ کی پکار) پر لبیک کہی، تو پھر اس کی طرف رخ موڑلیا اور اس کی طرف توبہ و انابت کیساتھ متوجہ ہوا (اگلوں کی) پوری پوری پیروی کی اور حق کے دکھائے جانے پر اُسے دیکھ لیا۔ ایسا شخص طلب حق کے لئے سرگرم عمل رہا اور (دنیا کے بندھنوں) سے چھوٹ کو بھاگ کھڑا ہوا۔ اُس نے اپنے لئے ذخیرہ فراہم کیا اور باطن کو پاک وصاف رکھا، اور آخرت کا گھر آباد کرلیا۔ سفر آخرت اور اُس کی راہِ نوردی کے لئے اور احتیاج کے مواقع، اور فقر و فاقہ کے مقامات کے پیش نظر اُس نے زاد اپنے ہمراہ بار کرلیا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیش نظر اُس سے ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمہیں ڈرایا ہے اُس حد تک اُس سے خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے اور ہول قیامت سے ڈرتے ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس نے تمہارے لئے مہیا کر رکھی ہیں۔ اسی خطبہ میں کے یہ بھی الفاظ ہیں۔ اُس نے



بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِيْعَادِهٖ وَالْحَذَرِ مِنْ هَوْلِ مَعَادِهٖ۔

وَمِنْهَا جَعَلَ لَكُمْ اَسْمَاعًا لِتَعِيَ مَاعَنَاهَا۔ وَاَبْصَارًا لِتَجْلُوَ عَنْ عَشَاهَا وَاَشْلَاءً جَامِعَةً لِاَعْضَآئِهَا۔ مُلَآئِمَةً لِاَحْنَآئِهَا فِيْ تَرْكِيْبِ صُوَرِهَا وَمُدَدِ عُمْرِهَا بِاَبْدَانٍ قَآئِمَةٍ بِاَرْفَاقِهَا وَقُلُوْبٍ رَآئِدَةٍ لِاَرْزَاقِهَا فِيْ مُجَلِّلَاتِ نِعَمِهٖ وَمُوْجِبَاتِ مِنَنِهٖ۔ وَحَوَاجِزِ عَافِيَتِهٖ۔ وَقَدَّرَ لَكُمْ اَعْمَارًا سَتَرَهَا عَنْكُمْ وَخَلَّفَ لَكُمْ عِبَرًا مِنْ اٰثَارِ الْمَاضِيْنَ قَبْلَكُمْ مِنْ مُسْتَمْتَعِ خَلَاقِهِمْ وَمُسْتَفْسَحِ خَنَاقِهِمْ اَرْهَقَتْهُمُ الْمَنَايَا دُوْنَ الْاٰمَالِ وَشَذَّبَهُمْ عَنْهَا تَخَرُّمُ الْاٰجَالِ۔ لَمْ يَمْهَدُوْا فِيْ سَلَامَةِ الْاَبْدَانِ۔ فَهَلْ يَنْتَظِرُ اَهْلُ بَضَاضَةِ الشَّبَابِ اِلَّا حَوَانِيَ الْهَرَمِ۔ وَاَهْلُ غَضَارَةِ الصِّحَّةِ اِلَّا نَوَازِلَ السَّقَمِ۔ وَاَهْلُ مُدَّةِ الْبَقَآءِ اِلَّا اٰوِنَةَ الْفَنَاءِ مَعَ قُرْبِ الزِّيَالِ وَاُزُوْفِ الْاِنْتِقَالِ وَعَلَزِ الْقَلَقِ وَاَلَمِ الْمَضَضِ وَغُصَصِ الْجَرَضِ۔ وَتَلَفُّتِ الْاِسْتِغَاثَةِ بِنُصْرَةِ الْحَفَدَةِ وَالْاَقْرِبَآءِ۔ فَهَلْ دَفَعَتِ الْاَقَارِبُ اَوْنَفَعَتِ النَّوَاحِبُ وَقَدْ غُوْدِرَ فِيْ مَحَلَّةِ الْاَمْوَاتِ رَهِيْنًا۔ وَفِيْ ضِيْقِ الْمَضْجَعِ وَحِيْدًا۔ قَدْ هَتَكَتِ الْهَوَآمُّ جِلْدَتَهٗ وَ

تمہارے لئے کان بنائے تاکہ ضروری اور اہم چیزوں کو سن کر محفوظ رکھیں، اور اُس نے تمہیں آنکھیں دی ہیں تاکہ وہ کوری و بے بصری سے نکل کر روشن و ضیا باریوں اور جسم کے مختلف حصے جن میں سے ہر ایک میں بہت سے اعضاء ہیں جن کے پیچ و خم اُن کی مناسبت سے ہیں اپنی صورتوں کی ترکیب اور عمر کی مدتوں کے تناسب کے ساتھ ساتھ ایسے بدنوں کے ساتھ جو اپنے ضروریات کو پورا کررہے ہیں اور ایسے دلوں کے ساتھ ہیں جو اپنی غذائے روحانی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔ علاوہ دیگر بڑی نعمتوں اور احسان مند بنانے والی بخششوں اور سلامتی کے حصاروں کے اور اس نے تمہاری عمریں مقرر کردی ہیں جنہیں تم سے مخفی رکھا ہے اور گذشتہ لوگوں کے حالات و واقعات سے تمہارے لئے عبرت اندوزی کے مواقع باقی رکھ چھوڑے ہیں۔ ایسے لوگ جو اپنے حظ و نصیب سے لذت اندوز تھے اور کھلے بندوں آزاد پھرتے تھے کس طرح امیدوں کے برآنے سے پہلے موت نے انہیں جالیا اور عمر کے ہاتھ نے انہیں اُن امیدوں سے دور کردیا۔ اُس وقت انہوں نے سامان نہ کیا کہ جب بدن تندرست تھے، اور اُس وقت عبرت و نصیحت حاصل نہ کی کہ جب جوانی کا دور تھا۔ کیا یہ بھرپور جوانی والے کمر جھکا دینے والے بڑھاپے کے منتظر ہیں اور صحت کی تر و تازگی والے ٹوٹ پڑنے والی بیماریوں کے انتظار میں ہیں اور یہ زندگی والے فنا کی گھڑیاں دیکھ رہے ہیں؟ جب چل چلاؤ کا ہنگامہ نزدیک اور کوچ قریب ہوگا اور (بستر مرگ پر) قلق و اضطراب کی بے قراریاں اور سوز و تپش کی بے چینیاں، اور لعاب دہن کے پھندے ہوں گے اور عزیز و اقارب اور اولاد و احباب سے مدد کے لئے فریاد کرتے ہوئے اِدھر اُدھر کروٹیں بدلنے کا وقت آگیا ہوگا، تو کیا قریبیوں نے موت کو روک لیا، یا رونے والیوں کے (رونے نے) کچھ فائدہ پہنچایا۔ اُسے تو قبرستان میں قبر کے ایک تنگ گوشے کے اندر جکڑ باندھ کر اکیلا چھوڑ دیا گیا

اَبْلَتِ النَّوَاهِكُ جِدَّتَهُ- وَعَفَتِ الْعَوَاصِفُ آثَارَهُ- وَمَحَا الْحَدَثَانُ مَعَالِمَهُ وَصَارَتِ الْاَجْسَادُ شَحِبَةً بَعْدَ بَضَّتِهَا وَالْعِظَامُ نَخِرَةً بَعْدَ قُوَّتِهَا وَالْاَرْوَاحُ مُرْتَهَنَةً بِثِقْلِ اَعْبَائِهَا مُوقِنَةً بِغَيْبِ اَنْبَائِهَا لَا تُسْتَزَادُ مِنْ صَالِحِ عَمَلِهَا وَلَا تُسْتَعْتَبُ مِنْ سَيِّيءِ زَلَلِهَا اَوَلَسْتُمْ اَبْنَاءَ الْقَوْمِ وَالْآبَاءَ وَاِخْوَانَهُمْ وَالْاَقْرِبَاءَ تَحْتَذُونَ اَمْثِلَتَهُمْ- وَتَرْكَبُونَ قِدَّتَهُمْ وَتَطَاُونَ جَادَّتَهُمْ فَالْقُلُوبُ قَاسِيَةٌ عَنْ حَظِّهَا- لَاهِيَةٌ عَنْ رُشْدِهَا سَالِكَةٌ فِي غَيْرِ مِضْمَارِهَا- كَاَنَّ الْمَعْنِيَّ سِوَاهَا وَكَاَنَّ الرُّشْدَ فِي اِحْرَازِ دُنْيَاهَا- وَاعْلَمُوا اَنَّ مَجَازَكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ وَمَزَالِقِ دَحْضِهِ- وَاَهَاوِيلِ زَلَلِهِ- وَتَارَاتِ اَهْوَالِهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ تَقِيَّةَ ذِي لُبٍّ شَغَلَ التَّفَكُّرُ قَلْبَهُ- وَاَنْصَبَ الْخَوْفُ بَدَنَهُ وَاَسْهَرَ التَّهَجُّدُ غِرَارَ نَوْمِهِ وَاَظْمَاَ الرَّجَاءُ هَوَاجِرَ يَوْمِهِ وَظَلَفَ الزُّهْدُ شَهَوَاتِهِ، وَاَوْجَفَ الذِّكْرُ بِلِسَانِهِ وَقَدَّمَ الْخَوْفَ لِاَمَانِهِ وَتَنَكَّبَ الْمَخَالِجَ عَنْ وَضَحِ السَّبِيلِ، وَسَلَكَ اَقْصَدَ الْمَسَالِكِ اِلَى النَّهْجِ

ہے۔ سانپ اور بچھوؤں نے اُس کی جلد کی چھلنی کر دیا ہے اور (وہاں کی) پامالیوں نے اس کی تروتازگی کو فنا کر دیا ہے۔ آندھیوں نے اس کے آثار مٹا ڈالے اور حادثات نے اس کے نشانات تک محو کر دیئے۔ تروتازہ جسم لاغر و پژمردہ ہو گئے۔ ہڈیاں گل سڑ گئیں اور روحیں (گناہ کے) بارگراں کے نیچے دبی پڑی ہیں اور غیب کی خبروں پر یقین کر چکی ہیں لیکن ان کے لئے اب نہ اچھے عملوں میں اضافہ کی صورت اور نہ بداعمالیوں سے توبہ کی کچھ گنجائش ہے۔ کیا تم انہی مر چکنے والوں کے بیٹے، باپ، بھائی اور قریبی نہیں ہو۔ آخر تمہیں بھی تو ہو بہو انہی کے سے حالات کا سامنا کرنا اور انہی کی راہ پر چلنا ہے، اور انہی کی شاہراہ پر گزرنا ہے۔ مگر دل اب بھی حظ و سعادت سے بے رغبت، اور ہدایت سے بے پرواہیں اور غلط میدان میں جارہے ہیں۔ گویا ان کے علاوہ کوئی اور مراد و مخاطب ہے، اور گویا ان کے لئے دنیا سمیٹ لینا ہی صحیح راستہ ہے۔ یاد رکھو کہ تمہیں گزرنا ہے صراط پر اور وہاں کی ایسی جگہوں پر جہاں قدم لڑکھڑانے لگتے ہیں، اور پیر پھسل جاتے ہیں، اور قدم قدم پر خوف و دہشت کے خطرات ہیں۔ اللہ سے اس طرح ڈرو، جس طرح وہ مردِ زیرک و دانا ڈرتا ہے کہ جس کے دل کو (عقبیٰ کی) سوچ بچار نے اور چیزوں سے غافل کر دیا ہو، اور خوف نے اس کے بدن کو تعب و کلفت میں ڈال دیا ہو، اور نماز شب نے اس کی تھوڑی بہت نیند کو بھی بیداری سے بدل دیا ہو اور امید ثواب میں اس کے دن کی تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزرتی ہوں اور زہد و ورع نے اس کی خواہشوں کو روک دیا ہو، اور ذکرِ الٰہی سے اُس کی زبان ہر وقت حرکت میں ہو۔ خطروں کے آنے سے پہلے اُس نے خوف کھایا ہو، اور کٹی پھٹی راہوں سے بچتا ہوا سیدھی راہ پر ہو لیا ہو، نہ خوش فریبیوں نے اس میں پیچ و تاب پیدا کیا ہو، اور نہ مشتبہ باتوں نے اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا ہو بشارت کی خوشیوں اور نعمت کی آسائشوں کو پاکر میٹھی نیند سوتا



الْمَطْلُوبِ، وَلَمْ تَفْتِلْهُ فَاتِلَاتُ الْغُرُورِ وَلَمْ تَعْمَ عَلَيْهِ مُشْتَبِهَاتُ الْاُمُورِ- ظَافِرًا بِفَرْحَةِ الْبُشْرٰى وَرَاحَةِ النُّعْمٰى فِي اَنْعَمِ نَوْمِهِ وَاٰمَنِ يَوْمِهِ- قَدْ عَبَرَ مَعْبَرَ الْعَاجِلَةِ سَعِيْدًا وَ بَادَرَ مِنْ وَجَلٍ- وَاَكْمَشَ فِي مَهَلٍ وَرَغِبَ فِي طَلَبٍ وَ ذَهَبَ عَنْ هَرَبٍ وَرَاقَبَ فِي يَوْمِهِ غَدَهُ وَنَظَرَ قُدُمًا اَمَامَهُ فَكَفٰى بِالْجَنَّةِ ثَوَابًا وَنَوَالًا- وَكَفٰى بِالنَّارِ عِقَابًا وَوَبَالًا- وَكَفٰى بِاللّٰهِ مُنْتَقِمًا وَ نَصِيْرًا وَكَفٰى بِالْكِتَابِ حَجِيْجًا وَخَصِيْمًا- اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِي اَعْذَرَ بِمَا اَنْذَرَ- وَاحْتَجَّ بِمَا نَهَجَ- وَحَذَّرَكُمْ عَدُوًّا نَفَذَ فِي الصُّدُورِ خَفِيًّا وَنَفَثَ فِي الْاٰذَانِ نَجِيًّا فَاَضَلَّ وَاَرْدٰى وَوَعَدَ فَمَنّٰى، وَزَيَّنَ سَيِّئَاتِ الْجَرَائِمِ- وَهَوَّنَ مُوْبِقَاتِ الْعَظَائِمِ- حَتّٰى اِذَا اسْتَدْرَجَ قَرِيْنَتَهُ وَاسْتَغْلَقَ رَهِيْنَتَهُ اَنْكَرَ مَا زَيَّنَ وَاسْتَعْظَمَ مَا هَوَّنَ وَحَذَّرَ مَا اَمَّنَ-

(وَمِنْهَا فِي صِفَةِ خَلْقِ الْاِنْسَانِ)

اَمْ هٰذَا الَّذِي اَنْشَاَهُ فِي ظُلُمَاتِ الْاَرْحَامِ وَشُغُفِ الْاَسْتَارِ نُطْفَةً دِهَاقًا وَعَلَقَةً مُحَاقًا- وَجَنِيْنًا وَرَاضِعًا،

ہے اور امن چین سے دن گزارتا ہے۔ وہ دنیا کی عبورگاہ سے قابل تعریف سیرت کے ساتھ گزر گیا، اور آخرت کی منزل پر سعادتوں کے ساتھ پہنچا۔ (وہاں کے) خطروں کے پیش نظر اُس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اچھائیوں کیلئے اس وقفہ حیات میں تیز گام چلا۔ طلب آخرت میں دلجمعی و رغبت کے ذریعے عذر تراشی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی، اور سیدھی راہ دکھا کر حجت تمام کر دی ہے اور تمہیں اُس دشمن سے ہوشیار کر دیا ہے جو چپکے سے سینوں میں نفوذ کر جاتا ہے اور کانا پھوسی کرتے ہوئے کانوں میں پھونک دیتا ہے۔ چنانچہ وہ گمراہ کر کے تباہ و برباد کر دیتا ہے اور وعدے کر کے طفل تسلیوں سے ڈھارس بندھائے رکھتا ہے۔ (پہلے تو) بڑے سے بڑے جرموں کو سنوار کر سامنے لاتا ہے اور بڑے بڑے مہلک گناہوں کو ہلکا اور سبک کر کے دکھاتا ہے اور جب بہکائے ہوئے نفس کو گمراہی کے ڈھولے پر لگا دیتا ہے اور اُسے اپنے پھندوں میں اچھی طرح جکڑ لیتا ہے تو جسے سجایا تھا اُس کو بُرا کہنے لگتا ہے، اور جسے ہلکا اور سبک دکھایا تھا اُس کی سے بڑھتا گیا اور برائیوں سے بھاگتا رہا اور آج کے دن کل کا خیال رکھا اور پہلے سے اپنے آگے کی ضرورتوں پر نظر رکھی۔ بخشش و عطا کیلئے جنّت اور عقاب و عذاب کیلئے دوزخ سے بڑھ کر کیا ہوگا، اور انتقام لینے اور مدد کرنے کیلئے اللہ سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے، اور سند و حجت بن کر اپنے خلاف سامنے آنے کیلئے قرآن سے بڑھ کر کیا ہے؟ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے ڈرانے والی چیزوں گرانباری و اہمیت بتاتا ہے، اور جس سے مطمئن اور بے خوف کیا تھا اُس سے ڈرانے لگتا ہے۔

(اسی خطبے کا ایک جزیہ ہے کہ جس میں انسان کی پیدائش کا بیان ہے)۔

یا پھر اُسے دیکھو، جسے (اللہ نے) ماں کے پیٹ کی اندھیاریوں اور پردے کی اندرونی تہوں میں بنایا جو ایک (جراثیم حیات) سے چھلکتا ہوا نطفہ اور بے شکل و صورت کا منجمد

وَوَلِيْدًا وَيَافِعًا۔ ثُمَّ مَنَحَهُ قَلْبًا حَافِظًا
وَلِسَانًا لَافِظًا۔ وَبَصَرًا لَاحِظًا۔ لِيَفْهَمَ
مُعْتَبِرًا وَّ يُقَصِّرَ مُزْدَجِرًا۔ حَتّٰىٓ اِذَا قَامَ
اعْتِدَالُهُ وَاسْتَوٰى مِثَالُهُ نَفَرَ
مُسْتَكْبِرًا وَخَبَطَ سَادِرًا۔ مَاتِحًا فِیْ
غَرْبِ هَوَاهُ، كَادِحًا سَعْيًا لِدُنْيَاهُ فِیْ
لَذَّاتِ طَرَبِهٖ، وَبَدَوَاتِ اَرَبِهٖ لَا
يَحْتَسِبُ رَزِيَّةً وَلَا يَخْشَعُ تَقِيَّةً فَمَاتَ
فِیْ فِتْنَتِهٖ غَرِيْرًا، وَعَاشَ فِیْ هَفْوَتِهٖ
يَسِيْرًا لَمْ يُفِدْ عِوَضًا۔ وَلَمْ يَقْضِ
مُفْتَرَضًا۔ دَهِمَتْهُ نَجَعَاتُ الْمَنِيَّةِ فِیْ
غُبَّرِ جِمَاحِهٖ وَسَنَنِ مِرَاحِهٖ۔ فَظَلَّ سَادِرًا
وَبَاتَ سَاهِرًا۔ فِیْ غَمَرَاتِ الْاٰلَامِ۔
وَطَوَارِقِ الْاَوْجَاعِ وَالْاَسْقَامِ بَيْنَ اَخٍ
شَقِيْقٍ وَوَالِدٍ شَفِيْقٍ۔ وَدَاعِيَةٍ بِالْوَيْلِ
جَزَعًا۔ وَلَا دِمَةٍ لِلصَّدْرِ قَلَقًا۔ وَالْمَرْءُ فِیْ
سَكْرَةٍ مُلْهِيَةٍ۔ وَغَمْرَةٍ كَارِثَةٍ
وَاَنَّةٍ مُرْجِعَةٍ۔ فِیْ جَذْبَةٍ مُكْرِبَةٍ۔ وَسَوْقَةٍ
مُتْعِبَةٍ ثُمَّ اُدْرِجَ فِیْ اَكْفَانِهٖ مُبْلِسًا،
وَجُذِبَ مُنْقَادًا سَلِسًا ثُمَّ اُلْقِیَ عَلَى
الْاَعْوَادِ۔ رَجِيْعَ وَصَبٍ وَنِضْوَ سَقَمٍ
تَحْمِلُهُ حَفَدَةُ الْوِلْدَانِ وَحَشَدَةُ
الْاِخْوَانِ اِلٰى دَارِ غُرْبَتِهٖ وَمُنْقَطَعِ
زَوْرَتِهٖ حَتّٰى اِذَا انْصَرَفَ

خون تھا۔ (پھر انسان خط وخال کے سانچے میں ڈھل کر) جنین بنا اور (پھر) طفلِ شیر خوار اور (پھر حد رضاعت سے نکل کر) طفل (نوخیز) اور (پھر) پورا پورا جوان ہوا۔ اللہ نے اُسے نگہداشت کرنے والا دل اور بولنے والی زبان اور دیکھنے والی آنکھیں دیں تاکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے کچھ سمجھے بوجھے اور نصیحت کا اثر لیتے ہوئے برائیوں سے باز رہے مگر ہوا یہ کہ وہ جب اس (کے اعضاء) میں توازن آور اعتدال پیدا ہوگیا اور اُس کا قد وقامت اپنی بلندی پر پہنچ گیا تو غرور و سرمستی میں آ کر (ہدایت سے) بھڑک اٹھا، اور اندھا دھند بھٹکنے لگا۔ اس طرح کہ رندی و ہوس ناکی کے ڈول بھر بھر کے کھینچ رہا تھا اور نشاط و طرف کی کیفیتوں اور ہوس بازی کی تمناؤں کو پورا کرنے میں جان کھپائے ہوئے تھا۔ نہ کسی مصیبت کو خاطر میں لاتا تھا، نہ کسی ڈر اندیشے کا اثر لیتا تھا۔ آخر انہی شوریدگیوں میں غافل و مدہوش حالت میں مرگیا اور جو تھوڑی بہت زندگی تھی اُسے بیہودگیوں میں گزار گیا۔ نہ ثواب کمایا نہ کوئی فریضہ پورا کیا۔ ابھی وہ باقی ماندہ سرکشیوں کی راہ ہی میں تھا کہ موت لانے والی بیماریاں اُس پر ٹوٹ پڑیں اور وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا اور اُس نے رات اندوہ و مصیبت کی کلفتوں اور درد و آلام کی سختیوں میں جاگتے ہوئے اس طرح گزار دی کہ وہ حقیقی بھائی، مہربان باپ، بے چینی سے فریاد کرنے والی ماں اور بے قراری سے سینہ کوٹنے والی بہن کے سامنے سکرات کی مدہوشیوں اور سخت بدحواسیوں اور درد ناک چیخوں اور سانس اکھڑنے کی بے چینیوں اور نزع کی درماندہ کر دینے والی شدتوں میں پڑا ہوا تھا۔ پھر اُسے کفن میں نامرادی کے عالم میں لپیٹ دیا گیا، اور وہ بڑے چپکے سے بلا مزاحمت دوسروں کی نقل و حرکت کا پابند رہا۔ پھر اُسے تختے پر ڈالا گیا۔ اس عالم میں کہ وہ محنت و مشقت سے خستہ حال اور بیماریوں کے سبب سے نڈھال ہو چکا تھا۔ اُسے سہارا دینے والے نوجوانوں اور تعاون کرنے والے بھائیوں



الْمُشَيِّعُ وَرَجَعَ الْمُتَفَجِّعُ اُقْعِدَ فِیْ
حُفْرَتِهٖ نَجِيًّا لِبَهْتَةِ السُّؤَالِ وَعَثْرَةِ
الْاِمْتِحَانِ وَاَعْظَمُ مَا هُنَالِكَ بَلِيَّةً نُزُوْلُ
الْحَمِيْمِ وَتَصْلِيَةُ الْجَحِيْمِ وَفَوْرَاتُ
السَّعِيْرِ وَسَوْرَاتُ الزَّفِيْرِ۔ لَا فَتْرَةٌ
مُرِيْحَةٌ۔ وَلَا دَعَةٌ مُزِيْحَةٌ۔ وَلَا قُوَّةٌ
حَاجِزَةٌ۔ وَلَا مَوْتَةٌ نَاجِزَةٌ وَلَا سِنَةٌ
مُسَلِّيَةٌ بَيْنَ اَطْوَارِ الْمَوْتَاتِ وَعَذَابِ
السَّاعَاتِ اِنَّا بِاللّٰهِ عَائِذُوْنَ۔ عِبَادَ اللّٰهِ
اَيْنَ الَّذِيْنَ عُمِّرُوْا فَنَعِمُوْا وَعُلِّمُوْا فَفَهِمُوْا
وَاُنْظِرُوْا فَلَهَوْا۔ وَسُلِّمُوْا فَنَسُوْا اُمْهِلُوْا
طَوِيْلًا۔ وَمُنِحُوْا جَمِيْلًا وَحُذِّرُوْا اَلِيْمًا۔
وَوُعِدُوْا جَسِيْمًا اِحْذَرُوا الذُّنُوْبَ
الْمُوَرِّطَةَ وَالْعُيُوْبَ الْمُسْخِطَةَ۔
اُولِی الْاَبْصَارِ وَالْاَسْمَاعِ وَالْعَافِيَةِ
وَالْمَتَاعِ۔ هَلْ مِنْ مَنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ؟
اَوْ مَعَاذٍ اَوْ مَلَاذٍ؟ اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ اَمْ لَا
فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ اَمْ اَيْنَ تُصْرَفُوْنَ؟ اَمْ
بِمَاذَا تَغْتَرُّوْنَ وَاِنَّمَا حَظُّ اَحَدِكُمْ مِنَ
الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَالْعَرْضِ۔ قِيْدُ
قَدِّهٖ مُتَعَفِّرًا عَلٰى خَدِّهِ الْاٰنَ، عِبَادَ اللّٰهِ
وَالْخِنَاقُ مُهْمَلٌ وَالرُّوْحُ مُرْسَلٌ فِیْ فَيْنَةِ
الْاِرْشَادِ وَرَاحَةِ الْاَجْسَادِ وَبَاحَةِ
الْاِحْتِشَادِ وَمَهَلِ الْبَقِيَّةِ۔ وَاُنُفِ الْمَشِيَّةِ

نے کاندھا دے کر پردیس کے گھر تک پہنچا دیا کہ جہاں میل و ملاقات کے سارے سلسلے ٹوٹ جاتے ہیں اور جب مشایعت کرنے والے اور مصیبت زدہ (عزیز و اقارب) پلٹ آئے، تو اُسے قبر کے گڑھے میں اٹھا کر بٹھا دیا گیا۔ فرشتوں سے سوال و جواب کے واسطے سوال کی دہشتوں اور امتحان کی ٹھوکریں کھانے کے لئے اور پھر وہاں کی سب سے بڑی آفت کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی اور جہنم میں داخل ہونا ہے اور دوزخ کی لپٹیں، اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی تیزیاں ہیں نہ اس میں راحت کے لئے کوئی وقفہ ہے اور نہ سکون و راحت کے لئے کچھ دیر کے لئے بچاؤ۔ نہ روکنے والی کوئی قوت ہے، اور نہ اب سکون دینے والی موت، نہ تکلیف کو بھلا دینے کے لئے نیند، بلکہ وہ ہر وقت قسم قسم کی موتوں اور گھڑی گھڑی کی (نت نئے) عذابوں میں ہوگا۔ ہم اللہ ہی سے پناہ کے خواستگار ہیں۔

اللہ کے بندو! وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں عمریں دی گئیں تو وہ نعمتوں سے بہرہ یاب ہوتے رہے، اور انہیں بتایا گیا تو وہ سب کچھ سمجھ گئے اور وقت دیا گیا تو انہوں نے وقت غفلت میں گزار دیا، اور صحیح و سالم رکھے گئے تو اس نعمت کو بھول گئے۔ انہیں لمبی مہلت دی گئی تھی، اچھی اچھی چیزیں بھی انہیں بخشی گئی تھیں، دردناک عذاب سے انہیں ڈرایا بھی گیا تھا اور بڑی چیزوں کے اُن سے وعدے بھی کئے گئے تھے۔ (تو اب تم ہی) ورطۂ ہلاکت میں ڈالنے والے گناہوں اور اللہ کو ناراض کرنے والی خطاؤں سے بچتے رہو۔

اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رخ کیے ہوئے ہو یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بل پڑا

وَاِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَ انْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَالْمَضِيْقِ وَالرَّوْعِ وَالزُّهُوْقِ وَقَبْلَ قُدُوْمِ الْغَآئِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاَخْذَةِ الْعَزِيْزِ الْمُقْتَدِرِ۔

ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو، جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے، اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت و مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت، اور از سر نو اختیار سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی و ضیق میں پڑ جائے اور خوف و اَلم اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اُسے جکڑ لے۔

وَفِيْ الْخَبَرِ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا خَطَبَ بِهٰذِهِ الْخُطْبَةِ اقْشَعَرَّتْ لَهَا الْجُلُوْدُ۔ وَبَكَتِ الْعُيُوْنُ وَرَجَفَتِ الْقُلُوْبُ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُسَمِّيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةَ الْغَرَّآءَ۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے یہ خطبہ فرمایا، تو بدن لرزنے لگے، رونگٹے کھڑے ہو گئے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اور دل کانپ اٹھے۔ بعض لوگ اس خطبہ کو خطبہ غرا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

[1] خداوند عالم نے ہر جاندار کو قدرتی لباس سے آراستہ کیا ہے جو سردی اور گرمی میں اس کے لئے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے چنانچہ کسی کو پروں میں ڈھانپ رکھا ہے، اور کسی کو اونی لبادے اڑھا دیئے ہیں۔ مگر انسان شعور کی بلندی اور اس کی شرم و حیا کا جوہر دوسری مخلوقات سے امتیاز چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کے امتیاز کو برقرار رکھنے کے لئے اسے تن پوشی کے طریقے بتائے گئے۔ اسی فطری تقاضے کا نتیجہ تھا کہ جب حضرت آدمؑ کے بدن سے لباس اتروالیا گیا، تو انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنی ستر پوشی کر لی جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

جب ان دونوںؑ نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو اُن کے لباس اُتر گئے، اور بہشت کے پتوں کو جوڑ کر اپنے اوپر ڈھانپنے لگے۔

یہ اس عتاب کا نتیجہ تھا، جو ترک اولیٰ کی وجہ سے ہوا تھا۔ تو جب لباس کا اُتروانا عتاب کا اظہار ہے تو اس کا پہنانا لطف و احسان ہوگا اور یہ چونکہ انسان کے لئے مخصوص ہے، اس لئے خصوصیت سے اس کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم تمام مرنے والوں کو محشور کرے گا۔ خواہ وہ درندوں کا لقمہ، اور گوشت خور پرندوں کی غذا بن کر اُن کے جزو بدن ہو چکے ہوں۔ اس سے ان حکماء کی رد مقصود ہے کہ جو المعدوم لا یعاد (اعادۂ معدوم محال ہے) کی بناء پر معاد جسمانی کے قائل نہیں ہیں۔ ان کی اس دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز فنا ہو کر معدوم ہو جائے، وبعینہ دوبارہ پلٹ نہیں سکتی۔ لہٰذا کائنات کے مٹ جانے کے بعد کسی چیز کا دوبارہ پلٹ کر آنا ناممکن ہے۔ لیکن یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ اجزاء کا منتشر و پریشان ہو جانا اُن کا نابود ہو جانا نہیں ہے کہ ان کے دوبارہ ترکیب پا کر یک جا ہونے کو اعادۂ معدوم سے تعبیر کیا جائے۔ بلکہ متفرق و پراگندہ اجزاء کسی نہ کسی شکل و صورت میں موجود رہتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں یہ اعتراض کچھ وزن رکھتا ہے کہ جب ہر شخص کو بعینہ اپنے اجزاء



کے ساتھ محشور ہونا ہے تو درصورتیکہ ایک انسان دوسرے انسان کو نگل چکا ہوگا اور ایک کے اجزائے بدن دوسرے کے اجزائے بدن بن چکے ہوں گے، تو ان دونوں کو انہی کے اجزائے بند کے ساتھ کیوں کر پلٹانا ممکن ہوگا۔ جبکہ اس سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی کا رونما ہونا ضروری ہے۔

اس کا جواب متکلمین نے یہ دیا ہے کہ ہر بدن میں کچھ اجزاء اصلی ہوتے ہیں، اور کچھ اجزاء غیر اصلی۔ اصلی اجزاء ابتدائے عمر سے آخر عمر تک قائم و برقرار رہتے ہیں اور اُن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اور حشر و نشر کا تعلق انہی اصلی اجزاء سے ہے کہ جن کے پلٹا لینے سے کھا جانے والے انسان کے اجزاء میں کمی پیدا نہ ہوگی۔

## خطبہ ۸۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ ذِكْرِ عَمْرِوبْنِ الْعَاصِ: عَجَبًا لِابْنِ النَّابِغَةِ يَزْعُمُ لِاَهْلِ الشَّامِ اَنَّ فِيَّ دُعَابَةً وَاَنِّيْ امْرُؤٌ تِلْعَابَةٌ اُعَافِسُ وَاُمَارِسُ لَقَدْ قَالَ بَاطِلًا وَنَطَقَ اٰثِمًا۔

اَمَا وَشَرُّ الْقَوْلِ الْكَذِبُ اِنَّهُ لَيَقُوْلُ فَيَكْذِبُ۔ وَيَعِدُ فَيُخْلِفُ۔ وَيَسْئَلُ فَيُلْحِفُ وَيُسْئَلُ فَيَبْخَلُ۔ وَيَخُوْنُ الْعَهْدَ وَيَقْطَعُ الْاِلَّ فَاِذَا كَانَ عِنْدَ الْحَرْبِ فَاَيُّ زَاجِرٍ وَاٰمِرٍ هُوَ۔ مَا لَمْ تَاْخُذِ السُّيُوْفُ مَاٰخِذَهَا فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ اَكْبَرُ مَكِيْدَتِهِ اَنْ يَمْنَحَ الْقِرْمَ سَبَّتَهُ اَمَا وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَيَمْنَعُنِيْ مِنَ اللَّعِبِ ذِكْرُ الْمَوْتِ وَاِنَّهُ لَيَمْنَعُهُ مِنْ قَوْلِ الْحَقِّ نِسْيَانُ الْاٰخِرَةِ وَاِنَّهُ لَمْ يُبَايِعْ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى شَرَطَ لَهُ اَنْ يُؤْتِيَهُ اَتِيَّةً وَيَرْضَخَ لَهُ عَلٰى تَرْكِ الدِّيْنِ رَضِيْخَةً۔

عمرو ابن عاص کے بارے میں۔

نابغہ کے بیٹے پر حیرت ہے کہ وہ میرے بارے میں اہل شام سے یہ کہتا پھرتا ہے کہ مجھ میں مسخرہ پن پایا جاتا ہے اور میں کھیل و تفریح میں پڑا رہتا ہوں۔ اُس نے غلط کہا اور کہہ کر گنہگار ہوا۔ یاد رکھو کہ بدترین قول وہ ہے جو جھوٹ ہو، اور وہ خود بات کرتا ہے، تو جھوٹی اور وعدہ کرتا ہے تو اُس کے خلاف کرتا ہے۔ مانگتا ہے تو لپٹ جاتا ہے، اور خود اس سے مانگا جائے تو اُس میں بخل کر جاتا ہے۔ وہ پیمان شکنی اور قطع رحمی کرتا ہے اور جنگ کے موقعہ پر بڑی شان سے بڑھ بڑھ کر ڈانٹتا اور حکم چلاتا ہے مگر اُسی وقت تک کہ تلواریں اپنی جگہ پر زور نہ پکڑ لیں اور جب ایسا وقت آتا ہے، تو اُس کی بڑی چال یہ ہوتی ہے کہ[1] اپنے حریف کے سامنے عریاں ہو جائے۔ خدا کی قسم! مجھے تو موت کی یاد نے کھیل کود سے باز رکھا ہے اور اُسے عافیت فراموشی نے سچ بولنے سے روک دیا ہے۔ اُس نے معاویہ کی بیعت یوں ہی نہیں کی، بلکہ پہلے اس سے یہ شرط منوالی کہ اُسے اسکے بدلے میں صلہ دینا ہوگا، اور دین کے چھوڑنے پر ایک ہدیہ پیش کرنا ہوگا

[1] ''فاتح مصر'' عمرو ابن عاص نے اپنی عریانی کو سپر بنا کر جو جوانمردی دکھائی تھی، اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ

جب میدان صفین میں امیر المومنین علیہ السلام سے اور اس سے مڈبھیڑ ہوئی تو اُس نے تلوار کی زد سے بچنے کے لئے اپنے کو برہنہ کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے اس کی اس ذلیل حرکت کو دیکھا تو منہ پھیر لیا اور اُس کی جان بخش دی۔

عرب کے شاعر فرزدق نے اس کے متعلق کہا ہے۔

لا خیر فی دفع الاذی بمذلة کما ردها یوما بسوأته عمرو

"کسی ذلیل حرکت کے ذریعہ گزند کو دور کرنے میں کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح عمرو نے ایک دن برہنہ ہو کر اپنے سے گزند کو دور کیا۔"

عمرو کو اس قسم کی گھٹیا حرکتوں میں بھی اجتہاد فکر نصیب نہ تھا، بلکہ ان میں بھی دوسروں ہی کا مقلد تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے جس شخص نے یہ حرکت کی تھی، وہ طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جس نے احد کے میدان میں امیر المومنینؑ کے سامنے برہنہ ہو کر اپنی جان بچائی تھی، اور اُسی نے دوسروں کو بھی یہ راستہ دکھایا تھا۔ چانچہ عمرو کے علاوہ بسیر ابن ابی ارطاۃ نے بھی حضرتؑ کی تلوار کی زد پر آ کر یہی حرکت کی۔ اور جب یہ کارنمایاں دکھانے کے بعد معاویہ کے پاس گیا تو اُس نے عمرو ابن عاص کے کارنامے کو بطور سند پیش کر کے اس کی خجالت کو مٹانے کے لئے کہا۔

لا علیك یا بسر ارفع طرفك فلا تستحی فلك بعمر و اسوة۔

اے بسر! کوئی مضائقہ نہیں۔ اب یہ لجانے شرمانے کی بات کیا رہی جبکہ تمہارے سامنے عمرو کا نمونہ موجود ہے۔

## خطبہ ۸۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ۔ الْاَوَّلُ لَا شَیْءَ قَبْلَهُ وَالْاٰخِرُ لَا غَايَةَ لَهُ۔ لَا تَقَعُ الْاَوْهَامُ لَهُ عَلٰی صِفَةٍ وَلَا تَعْقُدُ الْقُلُوْبُ مِنْهُ عَلٰی كَيْفِيَّةٍ وَلَا تَنَالُهُ التَّجْزِئَةُ وَالتَّبْعِيْضُ وَلَا تُحِيْطُ بِهِ الْاَبْصَارُ وَالْقُلُوْبُ (وَمِنْهَا) فَاتَّعِظُوْا عِبَادَ اللّٰهِ بِالْعِبَرِ النَّوَافِعِ۔ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاٰیِ السَّوَاطِعِ وَازْدَجِرُوْا بِالنُّذُرِ الْبَوَالِغِ وَانْتَفِعُوْا بِالذِّكْرِ وَالْمَوَاعِظِ۔ فَكَاَنْ قَدْ عَلِقَتْكُمْ مَخَالِبُ الْمَنِيَّةِ۔ وَانْقَطَعَتْ مِنْكُمْ عَلَائِقُ الْاُمْنِيَّةِ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو یکتا و لاشریک ہے۔ وہ اوّل ہے اس طرح کہ اس کے پہلے کوئی چیز نہیں۔ وہ آخر ہے یوں کہ اُس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کی کسی صفت سے وہم و گمان باخبر نہیں ہو سکتے، نہ اس کی کسی کیفیت پر دلوں کا عقیدہ جم سکتا ہے، نہ اس کے اجزاء ہیں کہ اس کا تجزیہ کیا جا سکے اور نہ قلب و چشم اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

اس خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے

خدا کے بندو! مفید عبرتوں سے پند و نصیحت اور کھلی ہوئی دلیلوں سے عبرت حاصل کرو اور موثر خوف دہانیوں سے اثر لو اور مواعظ اذکار سے فائدہ اٹھاؤ۔ کیونکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ موت کے پنجے تم میں گڑ چکے ہیں۔ اور تمہاری امید و آرزو کے تمام بندھن ایک دم ٹوٹ چکے ہیں، سختیاں تم پر ٹوٹ پڑی ہیں، اور



وَدَهَمَتْكُمْ مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ وَالسِّيَاقَةُ اِلَی الْوِرْدِ الْمَوْرُوْدِ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ سَآئِقٌ يَسُوْقُهَا اِلٰی مَحْشَرِهَا وَشَاهِدٌ يَّشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا۔

(وَمِنْهَا فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ)

دَرَجَاتٌ مُتَفَاضِلَاتٌ۔ وَمَنَازِلُ مُتَفَاوِتَاتٌ۔ لَا يَنْقَطِعُ نَعِيْمُهَا وَلَا يَظْعَنُ مُقِيْمُهَا وَلَا يَهْرَمُ خَالِدُهَا۔ وَلَا يَيْاَسُ سَاكِنُهَا۔

موت کے چشمہ پر کہ جہاں اُترا جاتا ہے، تمہیں کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے اور ہر نفس کیساتھ ہنکانے والا ہوتا ہے اور ایک شہادت دینے والا۔ ہنکانے والا اسے میدان حشر تک ہنکا کر لے جائے گا، اور گواہ اس کے عملوں کی شہادت دے گا۔

اسی خطبے کی یہ جزء جنت کے متعلق ہے،

اس میں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے ہوئے درجے ہیں اور مختلف معیار کی منزلیں نہ اس میں ٹھہرنے والوں کو وہاں سے کوچ کرنا ہے اور نہ اس میں ہمیشہ کے رہنے والوں کو بوڑھا ہونا ہے اور نہ اس میں بسنے والوں کو فقر و ناداری سے سابقہ پڑنا ہے۔ ہیں، نہ اُس کی نعمتوں کا سلسلہ ٹوٹے گا،

## خطبہ ۸۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَدْ عَلِمَ السَّرَآئِرَ۔ وَخَبَرَ الضَّمَآئِرَ وَلَهُ الْاِحَاطَةُ بِكُلِّ شَیْءٍ۔ وَالْغَلَبَةُ لِكُلِّ شَیْءٍ وَالْقُوَّةُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ۔ فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُ وَمِنْكُمْ فِیْ اَيَّامِ مَهَلِهٖ قَبْلَ اِرْهَاقِ اَجَلِهٖ وَفِیْ فَرَاغِهٖ قَبْلَ اَوَانِ شُغْلِهٖ۔ وَفِیْ مُتَنَفَّسِهٖ قَبْلَ اَنْ يُّؤْخَذَ بِكَظْمِهٖ وَلْيُمَهِّدْ لِنَفْسِهٖ وَقُدُوْمِهٖ وَلْيَتَزَوَّدْ مِنْ ظَعْنِهٖ لِدَارِ اِقَامَتِهٖ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَيُّهَا النَّاسُ فِيْمَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِنْ كِتَابِهٖ وَاسْتَوْدَعَكُمْ مِنْ حُقُوْقِهٖ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا وَلَمْ يَتْرُكْكُمْ سُدًی وَلَمْ يَدَعْكُمْ فِیْ جَهَالَةٍ وَلَا

وہ دل کی نیتوں اور اندر کے بھیدوں کو جانتا پہچانتا ہے۔ وہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر شے پر چھایا ہوا ہے،

اور ہر چیز پر اُس کا زور چلتا ہے۔ تم میں سے جسے کچھ کرنا ہو، اُسے موت کے حائل ہونے سے پہلے مہلت کے دنوں میں مصروفیت اور قبل فرصت کے لمحوں میں اور گلا گھٹنے سے پہلے سانس چلنے کے زمانہ میں کر لینا چاہئے۔ وہ اپنے لئے اور اپنی منزل پر پہنچنے کے لئے سامان کا تہیّہ کر لے، اور اُس گذرگاہ سے منزل اقامت کے لئے زادِ فراہم کرتا جائے۔ اے لوگو! اللہ نے اپنی کتاب میں جن چیزوں کی حفاظت تم سے چاہی ہے اور جو حقوق تمہارے ذمے کیے ہیں اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اس لئے کہ اللہ سبحانہ نے تمہیں بے کار پیدا نہیں کیا اور نہ اُس نے تمہیں بے قید و بند جہالت و گمراہی میں کھلا چھوڑ دیا ہے۔ اُس نے تمہارے کرنے اور نہ کرنے کے اچھے بُرے کام تجویز کر دیئے اور (پیغمبرؐ کے ذریعے) سکھا دیئے ہیں۔ اُس نے تمہاری عمریں لکھ دی ہیں، اور تمہاری

عَمًى- قَدْ سَمّٰى اٰثَارَكُمْ وَعَلِمَ اَعْمَالَكُمْ وَكَتَبَ آجَالَكُمْ- وَاَنْزَلَ عَلَيْكُمُ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَیْءٍ وَعَمَّرَ فِيْكُمْ نَبِيَّهٗ اَزْمَانًا حَتّٰى اَكْمَلَ لَهٗ وَلَكُمْ فِيْمَا اَنْزَلَ مِنْ كِتَابِهٖ دِيْنَهُ الَّذِیْ رَضِیَ لِنَفْسِهٖ وَاَنْهٰی اِلَيْكُمْ عَلٰی لِسَانِهٖ مَحَابَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَكَارِهَهٗ وَنَوَاهِيَهٗ وَاَوَامِرَهٗ- فَاَلْقٰی اِلَيْكُمُ الْمَعْذِرَةَ وَاتَّخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ- وَقَدَّمَ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ وَاَنْذَرَكُمْ بَيْنَ يَدَیْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ- فَاسْتَدْرِكُوْا بَقِيَّةَ اَيَّامِكُمْ وَاصْبِرُوْا لَهَا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّهَا قَلِيْلٌ فِیْ كَثِيْرِ الْاَيَّامِ الَّتِیْ تَكُوْنُ مِنْكُمْ فِيْهَا الْغَفْلَةُ وَالتَّشَاغُلُ عَنِ الْمَوْعِظَةِ وَلَا تُرَخِّصُوْا لِاَنْفُسِكُمْ فَتَذْهَبَ بِكُمُ الرُّخَصُ فِيْهَا مَذَاهِبَ الظَّلَمَةِ وَلَا تُدَاهِنُوْا فَيَهْجُمَ بِكُمُ الْاِدْهَانُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ:...... عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ اَنْصَحَ النَّاسِ لِنَفْسِهٖ اَطْوَعُهُمْ لِرَبِّهٖ وَاِنَّ اَغَشَّهُمْ لِنَفْسِهٖ اَعْصَاهُمْ لِرَبِّهٖ وَالْمَغْبُوْنُ مَنْ غَبَنَ نَفْسَهٗ وَالْمَغْبُوْطُ مَنْ سَلِمَ لَهٗ دِيْنُهٗ- وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهٖ وَالشَّقِیُّ مَنِ انْخَدَعَ لِهَوَاهُ وَغُرُوْرِهٖ وَاعْلَمُوْا اَنَّ يَسِيْرَ الرِّيَآءِ شِرْكٌ وَمُجَالَسَةَ اَهْلِ الْهَوٰی مَنْسَاةٌ لِلْاِيْمَانِ-

طرف ایسی کتاب بھیجی ہے، جس میں ہر چیز کا کھلا کھلا بیان ہے اور اپنے نبیؐ کو زندگی دے کر مدتوں تم میں رکھا، یہاں تک کہ اُس نے اپنی اُتاری ہوئی کتاب میں اپنی نبیؐ کے لئے اور تمہارے لئے اس دین کو جو اُسے پسند ہے کامل کر دیا۔ اور اُن کی زبان سے اپنے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال (کی تفصیل) اور اپنے اوامر و نواہی تم تک پہنچائے۔ اُس نے اپنے دلائل تمہارے سامنے رکھ دیئے، اور تم پر اپنی حجت قائم کر دی اور پہلے سے ڈرا دھمکا دیا اور (آنے والے) سخت عذاب سے خبر دار کر دیا۔ تو اب تم اپنی زندگی کے بقیہ دنوں میں (پہلی کوتاہیوں کی) تلافی کرو اور اپنے نفسوں کو اُن دنوں (کی کلفتوں) کا متحمل بناؤ۔ اس لئے کہ یہ دن تو اُن دنوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں جو تمہارے غفلتوں میں بیت گئے، اور وعظ و پند سے بے رُخی میں کٹ گئے۔ اپنے نفسوں کے لئے جائز چیزوں میں بھی ڈھیل نہ دو، ورنہ یہ ڈھیل تمہیں ظالموں کی راہ پر ڈال دے گی اور (مکروہات میں بھی) سہل انگاری سے کام نہ لو، ورنہ یہ نرم روی اور بے پرواہی تمہیں معصیت کی طرف دھکیل کر لے جائے گی۔

اللہ کے بندو! لوگوں میں وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کا خیر خواہ ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے اور وہی سب سے زیادہ اپنے نفس کو فریب دینے والا ہے جو اپنے اللہ کا سب سے زیادہ گنہ گار ہے۔ اصلی فریب خوردہ وہ ہے جس نے اپنے نفس کو فریب دے کر نقصان پہنچایا۔ اور قابل رشک و غبط وہ ہے جس کا دین محفوظ رہا، اور نیک بخت وہ ہے جس نے دوسروں سے پند و نصیحت کو حاصل کر لیا اور بد بخت وہ ہے جو ہوا و ہوس کے چکر میں پڑ گیا اور یاد رکھو! کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور ہوس پرستوں کی مصاحبت ایمان فراموشی کی منزل اور شیطان کی آمد کا مقام ہے۔ جھوٹ سے بچو، اس لئے کہ وہ ایمان



وَمَحْضَرَةٌ لِلشَّيْطَانِ- جَانِبُوا الْكَذِبَ فَاِنَّهٗ مُجَانِبٌ لِلْاِيْمَانِ- الصَّادِقُ عَلٰی شَرَفِ مَنْجَاةٍ وَكَرَامَةٍ- وَالْكَاذِبُ عَلٰی شَفَا مَهْوَاةٍ وَمَهَانَةٍ- وَلَا تَحَاسَدُوْا فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْاِيْمَانَ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ وَلَا تَبَاغَضُوْا فَاِنَّهَا الْحَالِقَةُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ الْاَمَلَ يُسْهِی الْعَقْلَ وَيُنْسِی الذِّكْرَ فَاَكْذِبُوا الْاَمَلَ فَاِنَّهٗ غُرُوْرٌ وَصَاحِبُهٗ مَغْرُوْرٌ-

سے الگ چیز ہے۔ راست گفتار نجات اور بزرگی کی بلندیوں پر ہے، اور دروغ گو پستی و ذلت کے کنارے پر ہے باہم حسد نہ کرو۔ اس لئے کہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ اور کینہ و بغض نہ رکھو اس لئے کہ یہ (نیکیوں کو) چھیل ڈالتا ہے، اور سمجھ لو کہ آرزوئیں عقلوں پر سہو کا، اور یاد الٰہی پر نسیان کا پردہ ڈال دیتی ہیں۔ امیدوں کو جھٹلاؤ، اس لئے کہ یہ دھوکا ہیں، اور امیدیں باندھنے والا فریب خوردہ ہے۔

## خطبہ ۸۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ اَحَبِّ عِبَادِ اللّٰهِ اِلَيْهِ عَبْدًا اَعَانَهُ اللّٰهُ عَلٰی نَفْسِهٖ فَاسْتَشْعَرَ الْحُزْنَ وَتَجَلْبَبَ الْخَوْفَ فَزَهَرَ مِصْبَاحُ الْهُدٰی فِیْ قَلْبِهٖ وَاَعَدَّ الْقِرٰی لِيَوْمِهِ النَّازِلِ بِهٖ فَقَرَّبَ عَلٰی نَفْسِهِ الْبَعِيْدَ وَهَوَّنَ الشَّدِيْدَ- نَظَرَ فَاَبْصَرَ- وَذَكَرَ فَاسْتَكْثَرَ وَارْتَوٰی مِنْ عَذْبٍ فُرَاتٍ سُهِّلَتْ لَهٗ مَوَارِدُهٗ فَشَرِبَ نَهَلًا وَسَلَكَ سَبِيْلًا جَدَدًا قَدْ خَلَعَ سَرَابِيْلَ الشَّهَوَاتِ وَتَخَلّٰی مِنَ الْهُمُوْمِ اِلَّا هَمًّا وَاحِدًا انْفَرَدَ بِهٖ فَخَرَجَ مِنْ صِفَةِ الْعَمٰی وَمُشَارَكَةِ اَهْلِ الْهَوٰی، وَصَارَ مِنْ مَفَاتِيْحِ اَبْوَابِ

اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے جسے اُس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوت دی ہے جس کا اندرونی لباس حزن اور بیرونی جامہ خوف ہے۔ (یعنی اندوہ و ملال اُسے چمٹا رہتا ہے، اور خوف اُس پر چھایا رہتا ہے)۔ اس کے دل میں ہدایت کا چراغ روشن ہے، اور آنے والے دن کی مہمانی کا اس نے تہیہ کر رکھا ہے۔ (موت کو) جو دور ہے اُسے وہ قریب سمجھتا ہے، اور سختیوں کو اپنے لئے آسان سمجھ لیا ہے۔ دیکھتا ہے، تو بصیرت و معرفت حاصل کرتا ہے (اللہ کو) یاد کرتا ہے، تو عمل کرنے پر تل جاتا ہے۔ (وہ اس سرچشمہ ہدایت کا) شیریں و خوشگوار پانی پی کر سیراب ہوا ہے جس کے گھاٹ تک (اللہ کی رہنمائی سے) وہ بآسانی پہنچ گیا ہے۔ اُس نے پہلی ہی دفعہ چھک کر پی لیا ہے اور ہموار راستے پر چل پڑا ہے شہوتوں کا لباس اُتار پھینکا ہے (دنیا کے) سارے اندیشوں سے بے فکر ہو کر صرف ایک ہی دھن میں لگا ہوا ہے۔ وہ گمراہی کی حالت اور ہوس پرستوں کی ہوس رانیوں میں حصہ

الْهُدَى وَمَغَالِيقِ أَبْوَابِ الرَّدَى۔ قَدْ أَبْصَرَ طَرِيقَهُ، وَسَلَكَ سَبِيلَهُ، وَعَرَفَ مَنَارَهُ، وَقَطَعَ غِمَارَهُ، اسْتَمْسَكَ مِنَ الْعُرَى بِأَوْثَقِهَا، وَمِنَ الْحِبَالِ بِأَمْتَنِهَا۔ فَهُوَ مِنَ الْيَقِينِ عَلَى مِثْلِ ضَوْءِ الشَّمْسِ، قَدْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ فِي أَرْفَعِ الْأُمُورِ، مِنْ إِصْدَارِ كُلِّ وَارِدٍ عَلَيْهِ، وَتَصْيِيرِ كُلِّ فَرْعٍ إِلَى أَصْلِهِ، مِصْبَاحُ ظُلُمَاتٍ، كَشَّافُ عَشَوَاتٍ، مِفْتَاحُ مُبْهَمَاتٍ، دَفَّاعُ مُعْضِلَاتٍ، دَلِيلُ فَلَوَاتٍ، يَقُولُ فَيُفْهِمُ، وَيَسْكُتُ فَيَسْلَمُ، قَدْ أَخْلَصَ لِلّٰهِ فَاسْتَخْلَصَهُ، فَهُوَ مِنْ مَعَادِنِ دِينِهِ، وَأَوْتَادِ أَرْضِهِ۔ قَدْ أَلْزَمَ نَفْسَهُ الْعَدْلَ، فَكَانَ أَوَّلُ عَدْلِهِ نَفْيَ الْهَوَى عَنْ نَفْسِهِ، يَصِفُ الْحَقَّ وَيَعْمَلُ بِهِ، لَا يَدَعُ لِلْخَيْرِ غَايَةً إِلَّا أَمَّهَا، وَلَا مَظِنَّةً إِلَّا قَصَدَهَا۔ قَدْ أَمْكَنَ الْكِتَابَ مِنْ زِمَامِهِ، فَهُوَ قَائِدُهُ وَإِمَامُهُ، يَحُلُّ حَيْثُ حَلَّ ثَقَلُهُ، وَيَنْزِلُ حَيْثُ كَانَ مَنْزِلُهُ۔ وَآخَرُ قَدْ تَسَمَّى عَالِمًا وَلَيْسَ بِهِ، فَاقْتَبَسَ جَهَائِلَ مِنْ جُهَّالٍ، وَأَضَالِيلَ مِنْ ضُلَّالٍ، وَنَصَبَ لِلنَّاسِ شَرَكًا مِنْ حَبَائِلِ غُرُورٍ، وَقَوْلِ زُورٍ۔ قَدْ حَمَلَ الْكِتَابَ عَلَى آرَائِهِ، وَعَطَفَ الْحَقَّ

لینے سے دور رہتا ہے۔ وہ ہدایت کے ابواب کھولنے اور ہلاکت وگمراہی کے دروازے بند کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس نے اپنا راستہ دیکھ لیا ہے اور اُس پر گامزن ہے۔ (ہدایت کے) مینار کو پہچان لیا ہے، اور دھاروں کو طے کرکے اس تک پہنچ گیا ہے۔ محکم وسیلوں اور مضبوط سہاروں کو تھام لیا ہے وہ یقین کی وجہ سے ایسے اجالے میں ہے جو سورج کی چمک دمک کے مانند ہے۔ وہ صرف اللہ کی خاطر سب سے اونچے مقصد کو پورا کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ ہر مشکل کو جو اُس کے سامنے آئے، مناسب طور سے حل کردے۔ ہر فرع کو اس کے اصل و ماخذ کی طرف راجع کرے۔ وہ تاریکیوں میں روشنی پھیلانے والا، مشتبہ باتوں کو حل کرنے والا، الجھے ہوئے مسئلوں کو سلجھانے والا، گتھیوں کو دور کرنے والا، اور لق و دق صحراؤں میں راہ دکھانے والا ہے۔ وہ بولتا ہے تو پوری طرح سمجھا دیتا ہے اور کبھی چپ ہو جاتا ہے اس وقت جب چپ رہنا ہی سلامتی کا ذریعہ ہے۔ اُس نے ہر کام اللہ کے لئے کیا، تو اللہ نے بھی اُسے اپنا بنا لیا ہے۔ وہ دین خدا کا معدن، اور اُس کی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے۔ اُس نے اپنے لئے عدل کو لازم کرلیا ہے۔ چنانچہ اُس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے۔ تو اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو، اور اس نے قصد نہ کیا ہو۔ اُس نے اپنی خواہشوں کو اپنے نفس سے دور رکھنا ہے۔ حق کو بیان کرتا ہے۔ تو اُس پر عمل بھی کرتا ہے۔ کوئی نیکی کی حد ایسی نہیں جس کا اُس نے ارادہ نہ کیا ہو، اور کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں نیکی کا امکان ہو اور اُس نے قصد کیا ہو۔ اُس نے اپنی باگ دوڑ قرآن کے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ وہی اُس کا رہبر اور وہی اُس کا پیشوا ہے۔ جہاں اُس کا بار گراں اُترتا ہے وہیں اُس کا سامان اُترتا ہے اور جہاں اُس کی منزل ہوتی ہے



عَلَى أَهْوَائِهِ، يُؤْمِنُ النَّاسَ مِنَ الْعَظَائِمِ، وَيُهَوِّنُ كَبِيرَ الْجَرَائِمِ۔ يَقُولُ أَقِفُ عِنْدَ الشُّبُهَاتِ وَفِيهَا وَقَعَ، وَيَقُولُ أَعْتَزِلُ الْبِدَعَ وَبَيْنَهَا اضْطَجَعَ۔ فَالصُّورَةُ صُورَةُ إِنْسَانٍ، وَالْقَلْبُ قَلْبُ حَيَوَانٍ، لَا يَعْرِفُ بَابَ الْهُدَى فَيَتَّبِعَهُ، وَلَا بَابَ الْعَمَى فَيَصُدَّ عَنْهُ، فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ، فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ، وَأَنَّى تُؤْفَكُونَ، وَالْأَعْلَامُ قَائِمَةٌ، وَالْآيَاتُ وَاضِحَةٌ، وَالْمَنَارُ مَنْصُوبَةٌ، فَأَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ، بَلْ كَيْفَ تَعْمَهُونَ وَبَيْنَكُمْ عِتْرَةُ نَبِيِّكُمْ، وَهُمْ أَزِمَّةُ الْحَقِّ، وَأَعْلَامُ الدِّينِ، وَأَلْسِنَةُ الصِّدْقِ، فَأَنْزِلُوهُمْ بِأَحْسَنِ مَنَازِلِ الْقُرْآنِ، وَرِدُوهُمْ وُرُودَ الْهِيمِ الْعِطَاشِ۔

أَيُّهَا النَّاسُ خُذُوهَا عَنْ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ يَمُوتُ مَنْ مَاتَ مِنَّا وَلَيْسَ بِمَيِّتٍ، وَيَبْلَى مَنْ بَلِيَ مِنَّا وَلَيْسَ بِبَالٍ، فَلَا تَقُولُوا بِمَا لَا تَعْرِفُونَ، فَإِنَّ أَكْثَرَ الْحَقِّ فِيمَا تُنْكِرُونَ، وَاعْذِرُوا مَنْ لَا حُجَّةَ لَكُمْ عَلَيْهِ، وَأَنَا هُوَ۔ أَلَمْ أَعْمَلْ فِيكُمْ بِالثَّقَلِ الْأَكْبَرِ، وَأَتْرُكْ فِيكُمُ الثَّقَلَ الْأَصْغَرَ، وَرَكَزْتُ فِيكُمْ رَايَةَ الْإِيمَانِ، وَوَقَفْتُكُمْ عَلَى حُدُودِ

وہیں یہ بھی اپنا پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ (اس کے علاوہ) ایک دوسرا شخص ہوتا ہے جس نے (زبردستی) اپنا نام عالم رکھ لیا ہے، حالانکہ وہ عالم نہیں۔ اُس نے جاہلوں اور گمراہوں سے جہالتوں اور گمراہیوں کو بٹور لیا ہے اور لوگوں کے لئے مکر و فریب کے پھندے اور غلط سلط باتوں کے جال بچھا رکھے ہیں۔ قرآن کو اپنی رائے پر، اور حق کو اپنی خواہشوں پر ڈھالتا ہے۔ بڑے سے بڑے جرموں کا خوف لوگوں کے دلوں سے نکال دیتا ہے اور کبیرہ گناہوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے کہتا تو یہ ہے کہ یہ شبہات میں توقف کرتا ہوں، حالانکہ انہیں میں پڑا ہوا ہے۔ اُس کا قول یہ ہے کہ میں بدعتوں سے الگ تھلگ رہتا ہوں، حالانکہ انہی میں اُس کا اٹھنا بیٹھنا ہے۔ صورت تو اُس کی انسانوں کی سی ہے اور دل حیوانوں کا سا۔ نہ اُسے ہدایت کا دروازہ معلوم ہے کہ وہاں تک آسکے اور نہ گمراہی کا دروازہ پہچانتا ہے کہ اس سے اپنا رخ موڑ سکے۔ یہ تو زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔ اب تم کہاں جا رہے ہو، اور تمہیں کدھر موڑا جا رہا ہے؟ حالانکہ ہدایت کے جھنڈے بلند نشانات ظاہر و روشن اور حق کے مینار نصب ہیں، اور تمہیں کہاں بہکایا جا رہا ہے اور کیوں اِدھر اُدھر بھٹک رہے ہو؟ جبکہ تمہارے نبیؐ کی عترت تمہارے اندر موجود ہے جو حق کی باگیں، دین کے پرچم اور سچائی کی زبانیں ہیں۔ جو قرآن کی بہتر سے بہتر منزل سمجھ سکو، وہیں انہیں بھی جگہ دو، اور پیاسے اونٹوں کی طرح ان کے سرچشمۂ ہدایت پر اُترو۔ اے لوگو! خاتم النبیینؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کو سنو کہ (انہوں نے فرمایا) ہم میں سے جو مر جاتا ہے وہ مردہ نہیں ہے اور ہم میں سے (جو بظاہر مرکر) بوسیدہ ہو جاتا ہے، وہ حقیقت میں کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ جو باتیں تم نہیں جانتے اُن کے متعلق زبان سے کچھ نہ نکالو، اس لئے کہ حق کا بیشتر حصہ انہیں چیزوں میں ہوتا ہے کہ جن سے تم بیگانہ و ناآشنا ہو۔ (جس شخص کی تم پر حجت تمام ہو) اور تمہاری

الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ۔ وَاَلْبَسْتُكُمُ الْعَافِيَةَ مِنْ عَدْلِي وَفَرَشْتُكُمُ الْمَعْرُوْفَ مِنْ قَوْلِي وَفِعْلِي وَاَرَيْتُكُمْ كَرَائِمَ الْاَخْلَاقِ مِنْ نَفْسِي فَلَا تَسْتَعْمِلُوْا الرَّأْيَ فِيْمَا لَا يُدْرِكُ تَعْرَةُ الْبَصَرُ وَلَا يَتَغَلْغَلُ اِلَيْهِ الْفِكْرُ۔

کوئی حجت اُس پر تمام نہ ہو، اُسے معذور سمجھو، اور وہ میں ہوں۔ کیا میں[2] نے تمہارے سامنے ثقلِ اکبر (قرآن) پر عمل نہیں کیا، اور ثقلِ اصغر، (اہل بیتؑ) کو تم میں نہیں رکھا۔ میں نے تمہارے درمیان ایمان کا جھنڈا گاڑا۔ حلال و حرام کی حدیں بتائیں اور اپنے عدل سے تمہیں عافیت کے جامے پہنائے اور اپنے قول و عمل سے حسن سلوک کا فرش تمہارے لئے بچھا دیا اور تم سے ہمیشہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا۔ جس چیز کی گہرائیوں تک نگاہ نہ پہنچ سکے، اور فکر کی جولانیاں عاجز رہیں اس میں اپنی رائے کو کارفرمانہ کرو۔

(وَمِنْهَا)

اسی خطبہ کا ایک جز و بنی اُمیہ کے متعلق ہے۔

حَتّٰى يَظُنَّ الظَّآنُّ اَنَّ الدُّنْيَا مَعْقُوْلَةٌ عَلٰى بَنِيْ اُمَيَّةَ تَمْنَحُهُمْ دَرَّهَا وَتُوْرِدُهُمْ صَفْوَهَا۔ وَلَا يُرْفَعُ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَوْطُهَا وَلَا سَيْفُهَا۔ وَكَذَبَ الظَّآنُّ لِذٰلِكَ بَلْ هِيَ مَجَّةٌ مِنْ لَذِيْذِ الْعَيْشِ يَتَطَعَّمُوْنَهَا بُرْهَةً ثُمَّ يَلْفِظُوْنَهَا جُمْلَةً۔

یہاں تک کہ گمان کرنے والے یہ گمان کرنے لگیں گے، کہ بس اب دنیا بنی امیہ ہی کے دامن سے بندھی رہے گی اور انہیں ہی اپنے سارے فائدے بخشتی رہے گی، اور انہیں ہی اپنے صاف چشمہ پر سیراب ہونے کے لئے اتارتی رہے گی، اور اس امت کی (گردن پر) ان کی تلوار اور (پشت پر) اُن کا تازیانہ ہمیشہ رہے گا۔ جو یہ خیال کرے گا، غلط خیال کرے گا بلکہ یہ تو زندگی کے مزوں میں سے چند شہد کے قطرے ہیں جنہیں کچھ دیر تک وہ چوسیں گے، اور پھر سارے کا سارا تھوک دیں گے۔

1. پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی فرد کی زندگی ختم نہیں ہوتی اور ظاہری موت سے ان کے مرگ و حیات میں شعورِ زندگی کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اگرچہ اس زندگی کے احوال و واردات کے سمجھنے سے انسانی شعور عاجز ہے مگر ماورائے محسوسات کتنی ہی حقیقتیں ایسی ہیں، جن تک انسان کا شعور و ادراک نہیں پہنچ سکتا۔ کون بتا سکتا ہے کہ قبر کے تنگ گوشے میں کہ جہاں سانس بھی نہیں لی جاسکتی کیوں کر منکر و نکیر کے سوالات کا جواب دیا جاسکے گا۔ یونہی شہدائے راہ خدا کہ جو نہ حس و حرکت رکھتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اُن کی زندگی کا مفہوم کیا ہے۔ گو ہمیں وہ بظاہر مردہ نظر آتے ہیں مگر قرآن اُن کی زندگی کی شہادت دیتا ہے۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے، انہیں مردہ نہ کہنا بلکہ وہ جیتے جاگتے ہیں مگر تم اُن کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

دوسرے مقام پر ان کی زندگی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔



وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾

جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، انہیں مردہ گمان نہ کرنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، اور اپنے پروردگار کے ہاں سے روزی پاتے ہیں۔

جب عام شہدائے راہ خدا کے بارے میں قلب و زبان پر پہرا بٹھا دیا گیا ہے کہ انہیں مردہ کہا جائے اور نہ انہیں مردہ سمجھا جائے، تو وہ معصوم ہستیاں کہ جن کی گردنیں تلوار کے لئے اور کام و دہن زہر کے لئے وقف ہو کر رہ گئے تھے کیونکر زندہ جاوید نہ ہوں گے۔

پھر ان جسموں کے متعلق فرمایا ہے کہ امتدادِ زمانہ سے ان میں کہنگی و بوسیدگی کے آثار پیدا ہوتے، بلکہ وہ اُسی حالت میں رہتے ہیں جس حالت میں شہید ہوتے ہیں اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ مادی ذرائع سے ہزار ہا برس کی محفوظ کی ہوئی میتیں اس وقت تک موجود ہیں۔ تو جب مادی اسباب سے یہ ممکن ہے تو کیا قادرِ مطلق کے احاطۂ قدرت سے یہ باہر ہے کہ جن کی موت میں زندگی کے احساسات ودیعت کر دیئے ہوں اُن کے جسموں کو تغیر و تبدل سے محفوظ رکھے؟ چنانچہ شہدائے بدر کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

زملوهم بكلومهم ودمائهم فانهم يحشرون يوم القيامة واوداجهم تشخب دما۔

انہیں انہی زخموں اور خون کی روانیوں کے ساتھ لپیٹ دو۔ کیونکہ جب یہ قیامت میں محشور ہوں گے تو ان کے رگہائے گلو سے خون اُبلتا ہوگا۔

2. ثقلِ اکبر سے مراد قرآن، اور ثقلِ اصغر سے اہل بیت علیہم السلام مراد ہیں جیسا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد انی تارك فيكم الثقلين میں لفظ ثقلین سے قرآن و اہلِ بیتؑ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کے چند وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ تعلیمات قرآن و سیرت اہل بیتؑ پر عمل پیرا ہونا عموماً طبائع و ثقیل و گراں گزرتا ہے، اس لئے انہیں ثقلین سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ''ثقل'' کے معنی سامانِ مسافر کے ہوتے ہیں جس کے محل احتیاج ہونے کی وجہ سے اس کی ہر وقت حفاظت کی جاتی ہے اور چونکہ قدرت نے انہیں قیامت تک باقی و برقرار رکھ ان کی حفاظت کا سر و سامان کیا ہے، اس لئے انہیں ثقلین کہا گیا ہے۔ یا یہ کہ پیغمبرؐ نے راہ پیمائے جادۂ آخرت ہونے کے وقت انہیں اپنا متاعِ بے بہا قرار دے کرامت سے اُن کی حفاظت چاہی ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اُن کی نفاست و گرانقدری کے پیش نظر انہیں ثقلین سے یاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ ثقل کے معنی نفیس اور پاکیزہ شے کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ابن حجرؒ مکی نے تحریر کیا ہے۔

سمى رسول الله صلى الله عليه واله وسلم القران وعترته الثقلين لان الثقل كل نفيس خطير مصون وهذان كذالك اذ كل منهما معدن للعلوم اللدنيه والاسرار والحكم العلية والاحكام الشرعية ولذاحث صلى الله عليه واله

پیغمبرؐ نے قرآن اور اپنی عترت کا نام ثقلین رکھا ہے کیونکہ ثقل ہر نفیس، عمدہ اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں اور یہ دونوں ایسے ہی تھے۔ ان میں سے ہر ایک علم لدنی کا گنجینہ اور بلند پایہ اسرار و حکم اور احکامِ شرعیہ کا مخزن ہے۔ اسی لئے پیغمبرؐ نے ان کی اقتداء اور ان کے دامن سے وابستگی اور اُن سے تحصیل علوم کے لئے امت کو آمادہ کیا، اور ان میں سے تمسک کئے جانے کے زیادہ حقدار امام و عالم آلِ محمد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہیں۔ آپ کی اس علمی فراوانی

وسلم علی الاقتداء والتمسك بهم والتعلم منهم ثم احق من یتمسك بہٖ منهم وامامهم دعالهم علی ابن ابی طالب کرم الله وجهه لما قد مناه من مزید علمه ودقائق مستنبطه" (صواعق محرقه ص ۹۰)

اور استنباط میں دقّت پسندی کی بناء پر کہ جس کا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے چونکہ مقام تعبیر میں کتاب کی نسبت اللہ کی جانب دی ہے اور عترت کی نسبت اپنی طرف، اس لئے حفظِ مراتب کا لحاظ کرتے ہوئے اُسے اکبر اور اسے اصغر سے تعبیر فرمایا ہے۔ ورنہ مقام تمسک میں اہمیت کے لحاظ سے دونوں یکساں اور تعمیر اخلاق میں افادیت کے لحاظ سے ناطق کا درجہ صامت پر مقدم ہونے میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

## خطبہ ۸۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَقْصِمْ جَبَّارِيْ دَهْرٍ قَطُّ اِلَّا بَعْدَ تَمْهِيْلٍ وَرَخَاءٍ۔ وَلَمْ يَجْبُرْ عَظْمَ اَحَدٍ مِّنَ الْاُمَمِ اِلَّا بَعْدَ اَزْلٍ وَبَلَاءٍ وَفِيْ دُوْنِ مَا اسْتَقْبَلْتُمْ مِنْ عَتْبٍ وَمَا اسْتَدْبَرْتُمْ مِنْ خَطْبٍ مُعْتَبَرٌ۔ وَمَا كُلُّ ذِيْ قَلْبٍ بِلَبِيْبٍ۔ وَلَا كُلُّ ذِيْ سَمْعٍ بِسَمِيْعٍ۔ وَلَا كُلُّ نَاظِرٍ بِبَصِيْرٍ۔ فَيَا عَجَبِيْ وَمَالِيَ لَا اَعْجَبُ مِنْ خَطَاءِ هٰذِهِ الْفِرَاقِ عَلٰى اخْتِلَافِ حُجَجِهَا فِيْ دِيْنِهَا۔ لَا يَقْتَصُّوْنَ اَثَرَ نَبِيٍّ۔ وَلَا يَقْتَدُوْنَ بِعَمَلِ وَصِيٍّ۔ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِغَيْبٍ۔ وَلَا يَعِفُّوْنَ عَنْ عَيْبٍ۔ يَعْمَلُوْنَ فِي الشُّبُهَاتِ وَيَسِيْرُوْنَ فِي الشَّهَوَاتِ۔ اَلْمَعْرُوْفُ فِيْهِمْ مَا عَرَفُوْا۔ وَالْمُنْكَرُ عِنْدَ

اللہ نے زمانے کے کسی سرکش کی گردن نہیں توڑی جب تک کہ اُسے مہلت و فراغت نہیں عطا کر دی، اور کسی اُمت کی ہڈی کو نہیں جوڑا جب تک اُسے شدت و سختی اور ابتلاؤ آزمائش میں ڈال نہیں لیا۔ جو مصیبتیں تمہیں پیش آنے والی اور جن سختیوں سے تم گزر چکے ہو ان سے کم بھی عبرت اندوزی کے لئے کافی ہیں۔ ہر صاحب دل عاقل نہیں ہوتا اور نہ ہر کان رکھنے والا گوش شنوا، اور نہ ہر آنکھ والا چشم بینا رکھتا ہے۔ مجھے حیرت ہے اور کیوں نہ حیرت ہو، ان فرقوں کی خطاؤں پر جنہوں نے اپنے دین کی حجتوں میں اختلاف پیدا کر رکھے ہیں۔ جو نہ نبیؐ کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں، نہ وصی کے عمل کی پیروی کرتے ہیں، نہ غیب پر ایمان لاتے ہیں، نہ عیب سے دامن بچاتے ہیں۔ مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے، اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں اُن کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ بُرا جانیں اُن کے نزدیک بس وہ بُری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کیلئے اپنے نفسوں پر اعتماد کر لیا ہے اور



هُمْ مَا اَنْكَرُوْا۔ مَفْزَعُهُمْ فِي الْمُعْضِلَاتِ اِلٰى اَنْفُسِهِمْ۔ وَتَعْوِيْلُهُمْ فِي الْمُبْهَمَاتِ عَلٰى اٰرَائِهِمْ كَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اِمَامُ نَفْسِهٖ قَدْ اَخَذَ مِنْهَا فِيْمَا يَرٰى بِعُرًى ثِقَاتٍ وَاَسْبَابٍ مُحْكَمَاتٍ۔

مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔ گویا اُن میں سے ہر شخص خود ہی اپنا امام ہے اور اُس نے جو اپنے مقام پر اپنی رائے سے طے کر لیا ہے اُس کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ اسے قابل اطمینان وسیلوں اور مضبوط ذریعوں سے حاصل کیا ہے۔

## خطبہ ۸۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَرْسَلَهُ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ۔ وَطُوْلِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ وَاعْتِزَامٍ مِّنَ الْفِتَنِ وَانْتِشَارٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ۔ وَتَلَظٍّ مِّنَ الْحُرُوْبِ وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّوْرِ ظَاهِرَةُ الْغُرُوْرِ عَلٰى حِيْنِ اصْفِرَارٍ مِّنْ وَرَقِهَا وَاِيَاسٍ مِّنْ ثَمَرِهَا۔ وَاغْوِرَارٍ مِّنْ مَائِهَا۔ قَدْ دَرَسَتْ مَنَارُ الْهُدٰى۔ وَظَهَرَتْ اَعْلَامُ الرَّدٰى۔ فَهِيَ مُتَجَهِّمَةٌ لِاَهْلِهَا عَابِسَةٌ فِيْ وَجْهِ طَالِبِهَا ثَمَرُهَا الْفِتْنَةُ۔ وَطَعَامُهَا الْجِيْفَةُ۔ وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ وَدِثَارُهَا السَّيْفُ۔ فَاعْتَبِرُوْا عِبَادَ اللّٰهِ۔ وَاذْكُرُوْا تِلْكَ الَّتِيْ اٰبَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ بِهَا مُرْتَهَنُوْنَ وَعَلَيْهَا مُحَاسَبُوْنَ۔ وَلَعَمْرِيْ مَا تَقَادَمَتْ بِكُمْ وَلَا بِهِمُ الْعُهُوْدُ۔ وَلَا خَلَتْ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمُ الْاَحْقَابُ وَالْقُرُوْنُ وَمَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبرؐ کو اس وقت بھیجا جب کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور ساری اُمتیں مدت سے پڑی سو رہی تھیں۔ فتنے سر اٹھا رہے تھے۔ سب چیزوں کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ جنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ دنیا بے رونق و بے نور تھی اور اس کی فریب کاریاں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس وقت اُس کے پتوں میں زردی دوڑی ہوئی تھی اور پھلوں سے ناامیدی تھی۔ پانی زمین میں تہ نشین ہو چکا تھا۔ ہدایت کے مینار مٹ گئے تھے۔ ہلاکت و گمراہی کے پرچم کھلے ہوئے تھے اور دنیا والوں کے سامنے کڑے تیوروں سے اور تیوری چڑھائے ہوئے نظر آ رہی تھی۔ اس کا پھل فتنہ تھا اور اس کی غذا مردار تھی۔ اندر کا لباس خوف اور باہر کا پہناوا تلوار تھا۔ خدا کے بندو! عبرت حاصل کرو، اور ان (بداعمالیوں) کو یاد کرو، جن (کے نتائج) میں تمہارے باپ، بھائی جکڑے ہوئے ہیں ار جن پر ان سے حساب ہونے والا ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! تمہارے اور اُن کے درمیان صدیوں اور زمانوں کا فاصلہ ہے۔ ابھی تم اس دن سے زیادہ دور نہیں ہوئے کہ جب اُن کی صلبوں میں تھے۔ خدا کی قسم! جو باتیں رسولؐ نے اُن کے کانوں تک پہنچائیں، وہی باتیں میں تمہیں آج سنا رہا ہوں۔ اور جتنا انہیں سنایا گیا تھا، اُس سے

مِنيَوْمٍ كُنتُمْ فِي اَصْلَابِهِمْ بِبَعِيدٍ وَاللهِ مَا اَسْمَعَهُمُ الرَّسُولُ شَيْئًا اِلَّا وَهَا اَنَا ذَا الْيَوْمَ مُسْمِعُكُمُوهُ وَمَا اَسْمَاعُكُمُ الْيَوْمَ بِدُونِ اَسْمَاعِهِمْ بِالْاَمْسِ وَلَا شُقَّتْ لَهُمُ الْاَبْصَارُ وَلَا جُعِلَتْ لَهُمُ الْاَفْئِدَةُ فِي ذٰلِكَ الْاَوَانِ اِلَّا وَقَدْ اُعْطِيتُمْ مِثْلَهَا فِي هٰذَا الزَّمَانِ وَاللهِ مَا بُصِّرْتُمْ بَعْدَهُمْ شَيْئًا جَهِلُوهُ۔ وَلَا اُصْفِيتُمْ بِهِ وَحُرِمُوهُ وَلَقَدْ نَزَلَتْ بِكُمُ الْبَلِيَّةُ جَائِلًا خِطَامُهَا رِخْوًا بِطَانُهَا۔ فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ مَا اَصْبَحَ فِيهِ اَهْلُ الْغُرُورِ۔ فَاِنَّمَا هُوَ ظِلٌّ مَمْدُودٌ اِلَى اَجَلٍ مَعْدُودٍ۔

کچھ کم تمہیں نہیں سنایا جارہا ہے، اور جس طرح اُس وقت اُن کی آنکھیں کھولی گئی تھیں اور دل بنائے گئے تھے ویسی ہی آنکھیں اور ویسے ہی دل اس وقت تمہیں دیئے گئے ہیں۔ خدا کی قسم! اُن کے بعد تمہیں کوئی ایسی نئی چیز نہیں بتائی گئی ہے، جس سے وہ ناآشنا رہے ہوں اور کوئی خاص چیز نہیں دی گئی ہے جس سے وہ محروم تھے۔ ہاں ایک ایسی مصیبت تمہیں پیش آ گئی ہے (جو اُس اونٹنی کے مانند ہے) جس کی نکیل جھول رہی ہے اور تنگ ڈھیلا پڑ گیا ہے۔ (جو کہیں نہ کہیں ٹھوکر کھائے گی) دیکھو! ان فریب خوردہ لوگوں کے ٹھاٹھ باٹھ تمہیں ورغلا نہ دیں، اس لئے کہ یہ ایک پھیلا ہوا سایہ ہے جس کا وقت محدود ہے۔

## خطبہ ۸۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ۔ وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ۔ اَلَّذِي لَمْ يَزَلْ قَائِمًا دَائِمًا اِذْلَا سَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ۔ وَلَا حُجُبٌ ذَاتُ اَرْتَاجٍ وَلَا لَيْلٌ دَاجٍ۔ وَلَا بَحْرٌ سَاجٍ۔ وَلَا جَبَلٌ ذُوفِجَاجٍ۔ وَلَا فَجٌّ ذُوَاعْوِجَاجٍ۔ وَلَا اَرْضٌ ذَاتُ مِهَادٍ وَلَا خَلْقٌ ذُوَاعْتِمَادٍ۔ ذٰلِكَ مُبْتَدِعُ الْخَلْقِ وَوَارِثُهُ وَاِلٰهُ الْخَلْقِ وَرَازِقُهُ۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ دَائِبَانِ فِي مَرْضَاتِهِ يُبْلِيَانِ كُلَّ جَدِيدٍ وَيُقَرِّبَانِ كُلَّ بَعِيدٍ۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو نظر آئے بغیر جانا پہچانا ہوا ہے اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے وہ اُس وقت بھی دائم و برقرار تھا جبکہ نہ برجوں والا آسمان تھا نہ بلند دروازوں والے حجاب تھے، اندھیری راتیں، نہ ٹھہرا ہوا سمندر، نہ لمبے چوڑے راستوں والے پہاڑ، نہ آڑی ترچھی پہاڑی راہیں اور نہ بچھے ہوئے فرشوں والی زمین نہ کس بل رکھنے والی مخلوق تھی۔ وہی مخلوقات کو پیدا کرنے والا، اور اُس کا وارث اور کائنات کا معبود اور اُن کا رازق ہے۔ سورج اور چاند اس کی منشاء کے مطابق (ایک ڈھیر پر) بڑھے جانے کی سرتوڑ کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جو ہر نئی چیز کو فرسودہ اور دور کی چیزوں کو قریب کر دیتے ہیں۔ اُس نے سب کو روزی بانٹ رکھی ہے۔ وہ سب کے عمل و کردار اور سانسوں کے شمار



قَسَمَ اَرْزَاقَهُمْ۔ وَاَحْصٰى اٰثَارَهُمْ وَاَعْمَالَهُمْ وَعَدَدَ اَنْفَاسِهِمْ وَخَائِنَةَ اَعْيُنِهِمْ۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ مِنَ الضَّمِيرِ وَمُسْتَقَرَّهُمْ وَمُسْتَوْدَعَهُمْ مِنَ الْاَرْحَامِ وَالظُّهُورِ اِلٰى اَنْ تَتَنَاهٰى بِهِمُ الْغَايَاتُ۔ هُوَ الَّذِي اشْتَدَّتْ نِقْمَتُهُ عَلٰى اَعْدَائِهِ فِي سَعَةِ رَحْمَتِهِ وَاتَّسَعَتْ رَحْمَتُهُ لِاَوْلِيَائِهِ فِي شِدَّةِ نِقْمَتِهِ قَاهِرُ مَنْ عَازَّهُ وَمُدَمِّرُ مَنْ عَادَاهُ۔ وَمَنْ تَوَكَّلَ عَلَيْهِ كَفَاهُ۔ وَمَنْ سَاَلَهُ اَعْطَاهُ وَمَنْ اَقْرَضَهُ قَضَاهُ۔ وَمَنْ شَكَرَهُ جَزَاهُ۔

عِبَادَ اللهِ زِنُوا اَنْفُسَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُوزَنُوا۔ وَحَاسِبُوهَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تُحَاسَبُوا۔ وَتَنَفَّسُوا قَبْلَ ضِيقِ الْخِنَاقِ۔ وَانْقَادُوا قَبْلَ عُنْفِ السِّيَاقِ وَاعْلَمُوا اَنَّهُ مَنْ لَمْ يُعَنْ عَلٰى نَفْسِهِ حَتّٰى يَكُونَ لَهُ مِنْهَا وَاعِظٌ وَزَاجِرٌ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْ غَيْرِهَا زَاجِرٌ وَّلَا وَاعِظٌ۔

تک کو جانتا ہے۔ وہ چوری چھپی نظروں اور سینے کی مخفی نیتوں اور صلب میں اُن کے ٹھکانوں اور شکم میں اُن کے سونپے جانے کی جگہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے یہاں تک کہ اُن کی عمریں اپنی حد و انتہا کو پہنچ جائیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ رحمت کی وسعتوں کے باوجود اُس کا عذاب دشمنوں پر سخت ہے اور عذاب کی سختیوں کے باوجود دوستوں کے لئے اُس کی رحمت وسیع ہے۔ جو اُسے دبانا چاہے اُس پر قابو پا لینے والا، اور جو اُس سے ٹکر لینا چاہے اُسے تباہ و برباد کرنے والا، اور جو اُس کی مخالف کرے، اُسے رسوا و ذلیل کرنے والا اور جو اُس سے دشمنی برتے اُس پر غلبہ پانے والا ہے۔ جو اُس پر بھروسہ کرتا ہے، وہ اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور جو کوئی اُس سے مانگتا ہے اُسے دے دیتا ہے اور جو اُسے قرضہ دیتا ہے، (یعنی اُس کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اُسے ادا کرتا ہے۔ جو شکر کرتا ہے اُسے بدلہ دیتا ہے۔ اللہ کے بندو! اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے سانس لے لو، اور سختی کے ساتھ ہنکائے جانے سے پہلے مطیع و فرمانبردار بن جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لئے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کر لے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توبیخ اُس پر اثر نہیں کر سکتی۔

## خطبہ ۸۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

تَعْرَفُ بِخُطْبَةِ الْاَشْبَاحِ وَهِيَ مِنْ جَلَائِلِ خُطَبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَانَ سَاَلَهُ سَائِلٌ اَنْ يَصِفَ اللهَ حَتّٰى كَاَنَّهُ

یہ خطبہ[1] اشباح کے نام سے مشہور ہے اور امیر المومنینؑ کے بلند پایہ خطبوں میں شمار ہوتا ہے۔ اسے ایک سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا جس نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ خلاقِ عالم کے صفات کو اس طرح بیان فرمائیں کہ ایسا معلوم

يَرَاهُ عِيَانًا فَغَضِبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِذٰلِكَ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَا يَفِرُهُ الْمَنْعُ وَالْجُمُوْدُ وَلَا يُكْدِيْهِ الْاِعْطَاءُ وَالْجُوْدُ۔ اِذْ كُلُّ مُعْطٍ مُنْتَقِصٌ سِوَاهُ۔ وَ كُلُّ مَانِعٍ مَذْمُوْمٌ مَاخَلَاهُ۔ وَهُوَ الْمَنَّانُ بِفَوَائِدِ النِّعَمِ۔ وَعَوَائِدِ الْمَزِيْدِ وَالْقِسَمِ عِيَالُهُ الْخَلْقُ۔ ضَمِنَ اَرْزَاقَهُمْ وَقَدَّرَ اَقْوَاتَهُمْ وَنَهَجَ سَبِيْلَ الرَّاغِبِيْنَ اِلَيْهِ وَالطَّالِبِيْنَ بِمَا لَدَيْهِ۔ وَلَيْسَ بِمَا سُئِلَ بِاَجْوَدَ مِنْهُ بِمَا لَمْ يُسْئَلْ۔ اَلْاَوَّلُ الَّذِيْ لَمْ يَكُنْ لَهُ قَبْلٌ فَيَكُوْنَ شَيْءٌ قَبْلَهُ وَالْاٰخِرُ الَّذِيْ لَيْسَ لَهُ بَعْدٌ فَيَكُوْنَ شَيْءٌ بَعْدَهُ۔ وَالرَّادِعُ اَنَاسِيَّ الْاَبْصَارِ عَنْ تَنَالَهُ اَوْ تُدْرِكَهُ۔ مَا اخْتَلَفَ عَلَيْهِ دَهْرٌ فَيَخْتَلِفَ مِنْهُ الْحَالُ۔ وَلَا كَانَ فِيْ مَكَانٍ فَيَجُوْزَ عَلَيْهِ الْاِنْتِقَالُ وَلَوْ وَهَبَ مَا تَنَفَّسَتْ عَنْهُ مَعَادِنُ الْجِبَالِ وَضَحِكَتْ عَنْهُ اَصْدَافُ الْبِحَارِ مِنْ فِلِزِّ اللُّجَيْنِ وَالْعِقْيَانِ وَنُثَارَةِ الدُّرِّ وَحَصِيْدِ الْمَرْجَانِ مَا اَثَّرَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْدِهٖ۔ وَلَا اَنْفَدَ سَعَةَ مَا عِنْدَهُ وَلَكَانَ عِنْدَهُ مِنْ ذَخَائِرِ الْاِنْعَامِ مَالَا تُنْفِدُهُ مَطَالِبُ الْاَنَامِ لِاَنَّهُ الْجَوَادُ الَّذِيْ لَا

ہو جیسے ہم اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس پر حضرت غضب ناک ہو گئے اور فرمایا۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے کہ جو فیض و عطا کے روکنے سے مال دار نہیں ہو جاتا اور جود و عطا سے کبھی عاجز و قاصر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سوا ہر دینے والے کے یہاں داد و دہش سے کمی واقع ہوتی ہے اور ہاتھ روک لینے پر انہیں بُرا سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ فائدہ بخش نعمتوں اور عطیوں کی فراوانیوں اور روزیوں (کی تقسیم) سے ممنونِ احسان بنانے والا ہے۔ ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ اسؑ نے سب کے رزق کا ذمہ لیا ہے اور سب کی روزیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ اُس نے اپنے خواہش مندوں اور اپنی نعمت کے طلب گاروں کے لئے راہ کھول دی ہے۔ وہ دست طلب کے نہ بڑھنے پر بھی اتنا ہی کریم ہے جتنا طلب و سوال کا ہاتھ بڑھنے پر۔ وہ ایسا اوّل ہے جس کے لئے کوئی قبل ہے ہی نہیں کہ کوئی شے اس سے پہلے ہو سکے، اور ایسا آخر ہے جس کے لئے کوئی بعد ہے ہی نہیں تا کہ کوئی چیز اُس کے بعد فرض کی جا سکے۔ وہ آنکھ کی پتلیوں کو (دور ہی سے) روک دینے والا ہے کہ وہ اُسے پا سکیں یا اُس کی حقیقت معلوم کر سکیں۔ اس پر زمانہ کے مختلف دور نہیں گذرتے کہ اُس کے حالات میں تغیر و تبدل پیدا ہو، وہ کسی جگہ میں نہیں ہے کہ اُس کے لئے نقل و حرکت صحیح ہو سکے۔ اگر وہ چاندی اور سونے جیسی نفیس دھاتیں کہ جنہیں پہاڑوں کے معدن (لمبی لمبی) سانسیں بھر کر اُچھال دیتے ہیں اور بکھرے ہوئے موتی اور مرجان کی کٹی ہوئی شاخیں کہ جنہیں دریاؤں کی سیپیاں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اُگل دیتی ہیں۔ بخش دے تو اس سے اُس کے جود و عطا پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ اُس کی دولت کا ذخیرہ اس سے ختم ہو سکتا ہے اور اُس کے پاس پھر بھی انعام و اکرام کے اتنے ذخیرے موجود رہیں گے جنہیں لوگوں کی مانگ ختم نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ ایسا فیاض



يَغِيْضُهُ سُؤَالُ السَّائِلِيْنَ وَلَا يُبْخِلُهُ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّيْنَ۔ فَانْظُرْ اَيُّهَا السَّائِلُ فَمَا دَلَّكَ الْقُرْاٰنُ عَلَيْهِ مِنْ صِفَتِهٖ فَائْتَمَّ بِهٖ۔ وَاسْتَضِئْ بِنُوْرِ هِدَايَتِهٖ۔ وَمَا كَلَّفَكَ الشَّيْطَانُ عِلْمَهُ مِمَّا لَيْسَ فِيْ عَلَيْكَ۔ وَاعْلَمْ اَنَّ الرّٰسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ هُمُ الَّذِيْنَ اَغْنَاهُمْ عَنِ اقْتِحَامِ السُّدَدِ الْمَضْرُوْبَةِ دُوْنَ الْغُيُوْبِ الْاِقْرَارُ بِجُمْلَةِ مَا جَهِلُوْا تَفْسِيْرَهُ مِنَ الْغَيْبِ الْمَحْجُوْبِ فَمَدَحَ اللّٰهُ اعْتِرَافَهُمْ بِالْعَجْزِ عَنْ تَنَاوُلِ مَالَمْ يُحِيْطُوْا بِهٖ عِلْمًا۔ وَسَمّٰى تَرْكَهُمُ التَّعَمُّقَ فِيْمَا لَمْ يُكَلِّفْهُمُ الْبَحْثَ عَنْ كُنْهِهٖ رُسُوْخًا فَاقْتَصِرْ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا تُقَدِّرْ عَظَمَةَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ عَلٰى قَدْرِ عَقْلِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ۔

هُوَ الْقَادِرُ الَّذِيْ اِذَا ارْتَمَتِ الْاَوْهَامُ لِتُدْرِكَ مُنْقَطَعَ قُدْرَتِهٖ وَحَاوَلَ الْفِكْرُ الْمُبَرَّأُ مِنْ خَطَرَاتِ الْوَسَاوِسِ اَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ فِيْ عَمِيْقَاتِ غُيُوْبِ مَلَكُوْتِهٖ وَتَوَلَّهَتِ الْقُلُوْبُ اِلَيْهِ لِتَجْرِيَ فِيْ كَيْفِيَّةِ صِفَاتِهٖ وَغَمُضَتْ مَدَاخِلُ الْعُقُوْلِ فِيْ حَيْثُ لَا تَبْلُغُهُ الصِّفَاتُ لِتَنَاوُلِ عِلْمِ ذَاتِهٖ رَدَعَهَا وَهِيَ تَجُوْبُ مَهَاوِيَ سُدَفِ الْغُيُوْبِ مُتَخَلِّصَةً اِلَيْهِ

ہے جسے سوالوں کا پورا کرنا مفلس نہیں بنا سکتا اور گڑگڑا کر سوال کرنے والوں کا حد سے بڑھا ہوا اصرار بخل پر آمادہ نہیں کر سکتا۔ اے (اللہ کی صفتوں کو) دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے (اُن میں) تم اُس کی پیروی کرو، اور اُسی کے نورِ ہدایت سے کسبِ ضیا کرتے رہو اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں اور نہ سنت پیغمبرؐ و آئمہ ہدیٰ میں اُن کا نام و نشان ہے اور صرف شیطان نے اُس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے۔ اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو، اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے اور اس بات کو یاد رکھو کہ علم میں راسخ و پختہ لوگ وہی ہیں کہ جو غیب کے پردوں پر چھپی ہوئی ساری چیزوں کا اجمالی طور پر اقرار کرتے (اور اُن پر اعتقاد رکھتے) ہیں۔ اگرچہ اُن کی تفسیر و تفصیل نہیں جانتے اور یہی اقرار انہیں غیب پر پڑے ہوئے پردوں میں درانہ گھسنے سے بے نیاز بنائے ہوئے ہے اور اللہ نے اس بات پر اُن کی مدح کی ہے کہ جو چیز ان کے احاطہ علم سے باہر ہوتی ہے اس کی رسائی سے اپنے عجز کا اعتراف کر لیتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کی حقیقت سے بحث کرنے کی تکلیف نہیں دی۔ اس میں تعمق و کاوش کے ترک ہی کا نام رسوخ رکھا ہے۔ لہٰذا بس اسی پر اکتفا کرو اور اپنے عقل کے پیمانہ کے مطابق اللہ کی عظمت کو محدود نہ بناؤ، ورنہ تمہارا اشمار ہلاک ہونے والوں میں قرار پائے گا۔

وہ ایسا قادر ہے کہ جب اس کی قدرت کی انتہا معلوم کرنے کے لئے وہم اپنے تیر چلا رہا ہو اور فکر ہر طرح کے وسوسوں کے ادھیڑ بن سے آزاد ہو کہ اس کے قلمرو مملکت کے گہرے بھیدوں پر آگاہ ہونے کے درپے ہو، اور دل اس کی صفتوں کی کیفیت سمجھنے کے لئے والہانہ طور پر دوڑ پڑے ہوں اور ذاتِ الٰہی کو جاننے کے لئے عقلوں کی جستجو و تلاش کی راہیں حدِ بیان سے

سُبْحَانَهٗ فَرَجَعَتْ اِذْ جُبِهَتْ مُعْتَرِفَةً بِاَنَّهٗ لَا يُنَالُ بِجَوْرِ الْاِعْتِسَافِ كُنْهُ مَعْرِفَتِهٖ وَلَا تَخْطُرُ بِبَالِ اُولِى الرَّوِيَّاتِ خَاطِرَةٌ مِنْ تَقْدِيْرِ جَلَالِ عِزَّتِهِ الَّذِىْ ابْتَدَعَ الْخَلْقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ امْتَثَلَهٗ وَلَا مِقْدَارٍ احْتَذٰى عَلَيْهِ مِنْ خَالِقٍ مَعْهُوْدٍ كَانَ قَبْلَهٗ۔ وَاَرَانَا مِنْ مَلَكُوْتِ قُدْرَتِهٖ وَ عَجَائِبِ مَا نَطَقَتْ بِهٖ اٰثَارُ حِكْمَتِهٖ وَاعْتِرَافِ الْحَاجَةِ مِنَ الْخَلْقِ اِلٰى اَنْ يُقِيْمَهَا بِمِسَاكِ قُوَّتِهٖ مَا دَلَّنَا بِاضْطِرَارِ قِيَامِ الْحُجَّةِ لَهٗ عَلٰى مَعْرِفَتِهٖ وَظَهَرَتْ فِى الْبَدَائِعِ الَّتِىْ اَحْدَثَهَا اٰثَارُ صَنْعَتِهٖ وَاَعْلَامُ حِكْمَتِهٖ فَصَارَ كُلُّ مَا خَلَقَ حُجَّةً لَهٗ وَدَلِيْلًا عَلَيْهِ وَاِنْ كَانَ خَلْقًا صَامِتًا فَحُجَّتُهٗ بِالتَّدْبِيْرِ نَاطِقَةٌ۔ وَدَلَالَتُهٗ عَلَى الْمُبْدِعِ قَائِمَةٌ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مَنْ شَبَّهَكَ بِتَبَايُنِ اَعْضَاءِ خَلْقِكَ۔ وَتَلَاحُمِ حِقَاقِ مَفَاصِلِهِمُ الْمُحْتَجِبَةِ لِتَدْبِيْرِ حِكْمَتِكَ۔ لَمْ يَعْقِدْ غَيْبَ ضَمِيْرِهٖ عَلٰى مَعْرِفَتِكَ وَلَمْ يُبَاشِرْ قَلْبَهُ الْيَقِيْنُ بِاَنَّهٗ لَا نِدَّ لَكَ وَكَاَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ تَبَرُّءَ التَّابِعِيْنَ مِنَ الْمَتْبُوْعِيْنَ اِذْ يَقُوْلُوْنَ۔ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ كَذَبَ الْعَادِلُوْنَ بِكَ

زیادہ دور تک چلی گئی ہوں تو اللہ اُس وقت جب وہ غیب کی تیرگیوں کے گڑھوں کو عبور کر رہی ہوتی ہیں ان سب کو (ناکامیوں کے ساتھ) پلٹا دیتا ہے۔ چنانچہ جب اس طرح منہ کی کھا کر پلٹتی ہیں تو انہیں یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ایسی بے راہ رویوں سے اس کی معرفت کا کھوج نہیں لگایا جا سکتا اور نہ فکر پیماؤں کے دلوں میں اس کی عزت کے تمکنت وجلال کا ذرا سا شائبہ آسکتا ہے۔ وہ وہی ہے کہ جس نے مخلوقات کو ایجاد کیا۔ بغیر اس کے کہ کوئی مثال اپنے سامنے رکھتا اور بغیر اس کے کہ اپنے سے پہلے کسی اور خالق ومعبود کی بنائی ہوئی چیزوں کا چربہ اُتارتا اس نے اپنی قدرت کی بادشاہت اور اُن عجیب چیزوں کے واسطہ سے کہ جن میں اُس کی حکمت ودانائی کے آثار (منہ سے) بول رہے ہیں اور مخلوق کے اس اعتراف سے کہ وہ اپنے رکنے تھمنے میں اُس کے سہارے کی محتاج ہے۔ ہمیں وہ چیزیں دکھائی ہیں کہ جنہوں نے قہراً دلیل قائم ہو جانے کے دباؤ سے اُس کی معرفت کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے اور اُس کی پیدا کردہ عجیب وغریب چیزوں میں اُس کی صنعت کے نقش ونگار اور حکمت کے آثار نمایاں اور واضح ہیں۔ چنانچہ ہر مخلوق اُس کی ایک حجت اور ایک برہان بن گئی ہے۔ چاہے وہ خاموش مخلوق ہو مگر اللہ کی تدبیر وکارسازی کی ایک بولتی ہوئی دلیل ہے اور ہستی صانع کی طرف اس کی رہنمائی ثابت وبرقرار ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری ہی مخلوق سے اُن کے اعضاء کے الگ الگ ہونے اور تیری حکمت کی کارسازیوں سے گوشت وپوست میں ڈھکے ہوئے اُن کے جوڑوں کے سروں کے ملنے میں تشبیہہ دی۔ اُس نے اپنے چھپے ہوئے ضمیر کو تیری معرفت سے وابستہ نہیں کیا اور اُس کے دل کو یہ یقین چھو بھی نہیں گیا کہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ گویا اُس نے پیروکاروں کا یہ قول نہیں سنا جو اپنے مقتداؤں سے بیزاری چاہتے ہوئے یہ کہیں گے کہ



اِذْ شَبَّهُوْكَ بِاَصْنَامِهِمْ وَنَحَلُوْكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِاَوْهَامِهِمْ وَنَحَلُوْكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِاَوْهَامِهِمْ وَنَحَلُوْكَ حِلْيَةَ الْمَخْلُوْقِيْنَ بِاَوْهَامِهِمْ۔ وَجَزَّءُوْكَ تَجْزِيَةَ الْمُجَسَّمَاتِ بِخَوَاطِرِهِمْ وَقَدَّرُوْكَ عَلَى الْخِلْقَةِ الْمُخْتَلِفَةِ الْقُوٰى بِقَرَائِحِ عُقُوْلِهِمْ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مَنْ سَاوَاكَ بِشَىْءٍ مِّنْ خَلْقِكَ فَقَدْ عَدَلَ بِكَ۔ وَالْعَادِلُ بِكَ كَافِرٌ بِمَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ مُحْكَمَاتُ اٰيَاتِكَ وَنَطَقَتْ عَنْهُ شَوَاهِدُ حُجَجِ بَيِّنَاتِكَ۔ وَاَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَمْ تَتَنَاهَ فِى الْعُقُوْلِ فَتَكُوْنَ فِى الْعُقُوْلِ فَتَكُوْنَ فِىْ مَهَبِّ فِكْرِهَا مُكَيَّفًا وَلَا فِىْ رَوِيَّاتِ خَوَاطِرِهَا فَتَكُوْنَ مَحْدُوْدًا مُّصَرَّفًا۔

(وَمِنْهَا)

قَدَّرَ مَا خَلَقَ فَاَحْكَمَ تَقْدِيْرَهٗ وَدَبَّرَهٗ فَاَلْطَفَ تَدْبِيْرَهٗ وَوَجَّهَهٗ لِوِجْهَتِهٖ۔ فَلَمْ يَتَعَدَّ حُدُوْدَ مَنْزِلَتِهٖ وَلَمْ يُقَصِّرْ دُوْنَ الْاِنْتِهَاءِ اِلٰى غَايَتِهٖ وَلَمْ يُقَصِّرْ دُوْنَ الْاِنْتِهَاءِ اِلٰى غَايَتِهٖ وَلَمْ يَسْتَصْعِبْ اِذْ اُمِرَ بِالْمُضِىِّ عَلٰى اِرَادَتِهٖ۔ وَكَيْفَ وَاِنَّمَا صَدَرَتِ الْاُمُوْرُ عَنْ مَشِيَّتِهٖ۔ اَلْمُنْشِئُ اَصْنَافَ الْاَشْيَاءِ بِلَا رَوِيَّةِ فِكْرٍ اٰلَ اِلَيْهَا وَلَا قَرِيْحَةِ غَرِيْزَةٍ اَضْمَرَ عَلَيْهَا

"خدا کی قسم! ہم تو قطعاً ایک کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ جب ہم سارے جہان کے پالنے والے کے برابر تمہیں ٹھہرایا کرتے تھے۔" وہ لوگ جھوٹے ہیں جو تجھے دوسروں کے برابر سمجھ کر اپنے بتوں سے تشبیہہ دیتے ہیں اور اپنے واہمہ میں تجھ پر مخلوقات کی صفتیں جڑ دیتے ہیں اور اپنے خیال میں اُس طرح تیرے حصے بخرے کرتے ہیں، جس طرح مجسم چیزوں کے جوڑ بند الگ الگ کئے جاتے ہیں اور اپنی عقلوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق تجھے مختلف قوتوں والی مخلوقات پر قیاس کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تجھے تیری مخلوق میں سے کسی کے برابر جانا اُس نے تیرا ہمسر بنا ڈالا اور تیرا ہمسر بنانے والا تیری کتاب کی محکم آیتوں کے مضامین اور اُن حقائق کا جنہیں تیری طرف کے روشن دلائل واضح کر رہے ہیں۔ منکر ہے۔ تو وہ اللہ ہے کہ عقلوں کی حد میں گھر نہیں سکتا کہ ان کی سوچ بچار کی زد پر آ کر کیفیات کو قبول کر لے۔ اور نہ ان کے غور وفکر کی جولانیوں میں تیری سمائی ہے کہ تو محدود ہو کر اُن کی فکری تصرفات کا پابند بن جائے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے:

اس نے جو چیزیں پیدا کیں اُن کا ایک اندازہ رکھا۔ مضبوط و مستحکم، اور ان کا انتظام کیا۔ عمدہ و پاکیزہ، اور انہیں ان کی سمت پر اس طرح لگایا کہ نہ وہ اپنی آخری منزل کی حدوں سے آگے بڑھیں اور نہ منزل منتہا تک پہنچنے میں کوتاہی کی۔ جب انہیں اللہ کے ارادے پر چل پڑنے کا حکم لگایا، تو انہوں نے سرتابی نہیں کی اور وہ ایسا کر ہی کیونکر سکتی تھیں۔ جبکہ تمام اُمور اُسی کی مشیت و ارادہ سے صادر ہوئے ہیں وہ گونا گوں چیزوں کا موجد ہے بغیر کسی سوچ بچار کی طرف رجوع کئے اور بغیر طبیعت کی کسی جولانی کے کہ جسے دل میں چھپائے ہو اور بغیر کسی تجربہ کے جو زمانہ کے حوادث سے حاصل کیا ہو اور بغیر کسی شریک کے کہ جو اُن عجیب وغریب چیزوں کی ایجاد میں اس کا معین و مددگار رہا ہو۔ چنانچہ مخلوق (بن بنا کر) مکمل ہوگئی اور

وَلَا تَجْرِبَةٍ اَفَادَهَا مِنْ حَوَادِثِ الدُّهُوْرِ وَلَا شَرِيْكٍ اَعَانَهٗ عَلَى ابْتِدَاعِ عَجَائِبِ الْاُمُوْرِ فَتَمَّ خَلْقُهٗ وَاَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ وَ اَجَابَ اِلٰى دَعْوَتِهٖ وَلَمْ يَعْتَرِضْ دُوْنَهٗ رَيْثُ الْمُبْطِیْ وَلَا اَنَاةُ الْمُتَلَكِّیْٔ فَاَقَامَ مِنَ الْاَشْيَآءِ اَوَدَهَا- وَنَهَجَ حُدُوْدَهَا وَلَاءَمَ بِقُدْرَتِهٖ بَيْنَ مُتَضَآدِّهَا- وَوَصَلَ اَسْبَابَ قَرَآئِنِهَا وَفَرَّقَهَا اَجْنَاسًا مُخْتَلِفَاتٍ فِی الْحُدُوْدِ وَالْاَقْدَارِ وَالْغَرَآئِزِ وَالْهَيْئَاتِ بَدَايَا خَلَائِقَ اَحْكَمَ صُنْعَهَا وَ فَطَرَهَا عَلٰى مَا اَرَادَ وَابْتَدَعَهَا-

(وَمِنْهَا فِیْ صِفَةِ السَّمَآءِ)

وَنَظَمَ بِلَا تَعْلِيْقٍ رَهَوَاتِ فُرَجِهَا- وَلَاحَمَ صُدُوْعَ انْفِرَاجِهَا وَوَشَّجَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اَزْوَاجِهَا- وَذَلَّلَ لِلْهَابِطِيْنَ بِاَمْرِهٖ وَالصَّاعِدِيْنَ بِاَعْمَالِ خَلْقِهٖ حُزُوْنَةَ مِعْرَاجِهَا- نَادَاهَا بَعْدَ اِذْهِیَ دُخَانٌ- فَالْتَحَمَتْ عُرٰى اَشْرَاجِهَا- وَفَتَقَ بَعْدَ الْاِرْتِتَاقِ صَوَامِتَ اَبْوَابِهَا- وَاَقَامَ رَصَدًا مِنَ الشُّهُبِ الثَّوَاقِبِ عَلٰى نِقَابِهَا وَاَمْسَكَهَا مِنْ اَنْ تَمُوْرَ فِیْ خَرْقِ الْهَوَآءِ بِاَيْدِهٖ وَاَمَرَهَا اَنْ تَقِفَ مُسْتَسْلِمَةً لِاَمْرِهٖ وَجَعَلَ شَمْسَهَا اٰيَةً مُبْصِرَةً لِنَهَارِهَا وَقَمَرَهَا اٰيَةً مَمْحُوَّةً مِنْ لَيْلِهَا فَاَجْرَاهُمَا فِیْ مَنَاقِلِ

اُس نے اللہ کی اطاعت کے سامنے سر جھکا دیا اور (فوراً) اس کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھی۔ نہ کسی دیر کرنے والے کی کسی سست رفتاری دامن گیر ہوئی اور نہ کسی حیل حجت کرنے والے کی سی سستی اور ڈھیل حائل ہوئی۔ اس نے ان چیزوں کے ٹیڑھا پن کو سیدھا کر دیا اور ان کی حدیں معین کر دیں اور اپنی قدرت سے ان متضاد چیزوں میں ہم آہنگی پیدا کی اور نفسوں کے رشتے (بدنوں سے) جوڑ دیئے اور انہیں مختلف جنسوں پر بانٹ دیا۔ جو اپنی حدوں، اندازوں، طبیعتوں اور صورتوں میں جدا جدا ہیں۔ یہ نو ایجاد مخلوق ہے کہ جس کی ساخت اُس نے مضبوط کی ہے اور اپنے ارادے کے مطابق اُسے بنایا اور ایجاد کیا۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے آسمان کے وصف میں

اس نے بغیر (کسی چیز سے) وابستہ کئے اس کے شگافوں کے نشیب و فراز کو مرتب کر دیا اور اُس کے دراڑوں کی کشادگیوں کو ملا دیا اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کیساتھ جکڑ دیا اور اس کے احکام کو لے کر اترنے والوں اور خلق کے اعمال کو لے کر چڑھنے والوں کے لئے اس کی بلندیوں کی دشوار گزاری کو آسان کر دیا ابھی وہ آسمان دھوئیں ہی کی شکل میں تھے، کہ اللہ نے انہیں پکارا تو (فوراً) ان کے تسموں کے رشتے آپس میں متصل ہو گئے۔ اُس نے ان کے بند دروازوں کو بستہ ہونے کے بعد کھول دیا اور ان کے سوراخوں پر ٹوٹے ہوئے تاروں کے نگہبان کھڑے کر دیئے اور انہیں اپنے زور سے روک دیا کہ کہیں وہ ہوا کے پھیلاؤ میں ادھر اُدھر نہ ہو جائیں اور انہیں مامور کیا کہ وہ اُس کے حکم کے سامنے سر جھکائے ہوئے اپنے مرکز پر ٹھہرے رہیں۔ اس نے فلک کے سورج کو دن کی روشن نشانی اور چاند کو رات کی دھندلی نشانی قرار دیا ہے اور انہیں ان کی منزلوں پر چلایا ہے اور ان کی گزر گاہوں میں ان کی رفتار مقرر کر دی ہے



مَجْرَاهُمَا وَقَدَّرَ سَيْرَهُمَا فِیْ مَدَارِجِ دَرَجِهِمَا لِيُمَيِّزَ بَيْنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِهِمَا- وَلِيُعْلَمَ عَدَدُ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابِ- بِمَقَادِيْرِهِمَا ثُمَّ عَلَّقَ فِیْ جَوِّهَا فَلَكَهَا- وَ نَاطَ بِهَا زِيْنَتَهَا مِنْ خَفِيَّاتِ دَرَارِيِّهَا وَمَصَابِيْحِ كَوَاكِبِهَا وَرَمٰى مُسْتَرِقِی السَّمْعِ بِثَوَاقِبِ شُهُبِهَا وَاَجْرَاهَا عَلٰى اِذْلَالِ تَسْخِيْرِهَا مِنْ ثَبَاتِ ثَابِتِهَا وَمَسِيْرِ سَآئِرِهَا وَهُبُوْطِهَا وَصُعُوْدِهَا وَنُحُوْسِهَا وَسُعُوْدِهَا

وَمِنْهَا فِیْ صِفَةِ الْمَلَآئِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ

ثُمَّ خَلَقَ سُبْحَانَهٗ لِاِسْكَانِ سَمٰوَاتِهٖ وَعِمَارَةِ الصَّفِيْحِ الْاَعْلٰى مِنْ مَلَكُوْتِهٖ خَلْقًا بَدِيْعًا مِنْ مَلَآئِكَتِهٖ مَلَأَبِهِمْ فُرُوْجَ فِجَاجِهَا- وَحَشٰى بِهِمْ فُتُوْقَ اَجْوَآئِهَا وَبَيْنَ فَجَوَاتِ تِلْكَ الْفُرُوْجِ زَجَلُ الْمُسَبِّحِيْنَ مِنْهُمْ فِیْ حَظَآئِرِ الْقُدُسِ وَسُتُرَاتِ الْحُجُبِ وَسُرَادِقَاتِ الْمَجْدِ- وَوَرَآءَ ذٰلِكَ الرَّجِيْجِ الَّذِیْ تَسْتَكُّ مِنْهُ الْاَسْمَاعُ سُبُحَاتُ نُوْرٍ تَرْدَعُ الْاَبْصَارَ عَنْ بُلُوْغِهَا- فَتَقِفُ خَاسِئَةً عَلٰى حُدُوْدِهَا وَاَنْشَاَهُمْ عَلٰى صُوَرٍ مُخْتَلِفَاتٍ وَاَقْدَارٍ مُتَفَاوِتَاتٍ- اُولِیْ اَجْنِحَةٍ تُسَبِّحُ جَلَالَ عِزَّتِهٖ لَا يَنْتَحِلُوْنَ مَا ظَهَرَ فِی الْخَلْقِ مِنْ صَنْعَتِهٖ- وَلَا

تاکہ ان کے ذریعہ سے شب و روز کی تمیز ہو سکے اور انہی کے اعتبار سے برسوں کی گنتی اور (دوسرے) حساب جانے جا سکیں۔ پھر یہ کہ اُس نے آسمانی فضا میں اس فلک کو آویزاں کیا اور اس میں اس کی آرائش کے لئے ننھے ننھے موتیوں ایسے تارے اور چراغوں کی طرح چمکتے ہوئے ستارے آویزاں کئے اور چوری چھپے کان لگانے والوں پر ٹوٹتے ہوئے تاروں کے تیر چلائے اور ستاروں کو اپنے جبر و قہر سے ان کے ڈھرے پر لگایا کہ کوئی ثابت رہے اور کوئی سیار کبھی اتار ہو اور کبھی ابھار اور کسی میں نحوست ہو اور کسی میں سعادت۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے فرشتوں کے وصف میں

پھر اللہ سبحانہٗ نے اپنے آسمانوں میں ٹھہرانے اور اپنی مملکت کے بلند طبقات کو آباد کرنے کے لئے فرشتوں کی عجیب و غریب مخلوق پیدا کی۔ ان میں آسمان کے وسیع راستوں کا گوشہ گوشہ بھر دیا اور اُس کی فضا کی وسعتوں کا کونا کونا چھلکا دیا اور ان وسیع اطراف کی پہنائیوں میں تسبیح کرنے والے فرشتوں کی آوازیں قدس و پاکیزگی کی چار دیواروں اور عظمت کے گہرے حجابوں اور بزرگی و جلال کے پردوں میں گونجتی ہیں اور اس گونج کے پیچھے جس سے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ تجلیات نور کی اتنی فراوانیاں ہیں کہ جو نگاہوں کو اپنے تک پہنچنے سے روک دیتی ہیں۔ چنانچہ وہ ناکام و نامراد ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہری رہتی ہیں۔ اللہ نے ان (فرشتوں) کو جدا جدا صورتوں اور الگ الگ پیمانوں پر پیدا کیا ہے۔ وہ بال و پر رکھتے ہیں اور اس کے جلال و عزت کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ اور مخلوق میں جو اُس کی صنعتیں اجاگر ہوئی ہیں انہیں اپنی طرح نسبت نہیں دیتے اور نہ یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ کسی ایسی شے کو پیدا کر سکتے ہیں کہ جس کے پیدا کرنے میں وہ منفرد و یکتا ہے۔ بلکہ وہ اُس کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اُس سے سبقت

يَدَّعُونَ اَنَّهُمْ يَخْلُقُونَ شَيْئًامِمَّا انْفَرَدَ بِهٖ۔ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ۔ جَعَلَهُمْ فِيْمَا هُنَالِكَ اَهْلَ الْاَمَانَةِ عَلٰى وَحْيِهٖ وَحَمَّلَهُمْ اِلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَدَآئِعَ اَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ۔ وَعَصَمَهُمْ مِنْ رَيْبِ الشُّبُهَاتِ فَمَامِنْهُمْ زَآئِغٌ عَنْ سَبِيْلِ مَرْضَاتِهٖ۔ وَاَمَدَّهُمْ بِفَوَائِدِ الْمَعُوْنَةِ۔ وَاَشْعَرَ قُلُوْبَهُمْ تَوَاضُعَ اِخْبَاتِ السَّكِيْنَةِ وَفَتَحَ لَهُمْ اَبْوَابًا ذُلُلًا اِلٰى تَمَاجِيْدِهٖ۔ وَنَصَبَ لَهُمْ مَنَارًا وَضِحَةً عَلٰى اَعْلَامِ تَوْحِيْدِهٖ لَمْ تُثْقِلْهُمْ مُوْصِرَاتُ الْاٰثَامِ۔ وَلَمْ تَرْتَحِلْهُمْ عُقَبُ اللَّيَالِيْ وَ الْاَيَّامِ۔ وَلَمْ تَرْمِ الشُّكُوْكُ بِنَوَازِعِهَا عَزِيْمَةَ اِيْمَانِهِمْ وَ لَمْ تَعْتَرِكِ الظُّنُوْنُ عَلٰى مَعَاقِدِ يَقِيْنِهِمْ وَلَا قَدَحَتْ قَادِحَةُ الْاِحَنِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ۔ وَلَا سَلَبَتْهُمُ الْحَيْرَةُ مَالَاقَ مِنْ مَعْرِفَتِهٖ بِضَمَآئِرِهِمْ وَمَا سَكَنَ مِنْ عَظَمَتِهٖ وَهَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ فِيْ اَثْنَآءِ صُدُوْرِهِمْ وَلَمْ تَطْمَعْ فِيْهِمُ الْوَسَاوِسُ فَتَقْتَرِعَ بِرَيْنِهَا عَلٰى فِكْرِهِمْ مِنْهُمْ مَنْ هُوَ فِيْ خَلْقِ الْغَمَامِ الدُّلَّحِ وَفِيْ عِظَمِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ وَفِيْ قَتَرَةِ الظَّلَامِ الْاَبْهَمِ وَمِنْهُمْ مَنْ خَرَقَتْ اَقْدَامُهُمْ تُخُوْمَ الْاَرْضِ السُّفْلٰى۔ فَهِيَ كَرَايَاتٍ بِيْضٍ

نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانت دار اور اپنے اوامر ونواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک وشبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں ہے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اُس نے اپنی توفیق واعانت سے اُن کی دستگیری کی، اور خضوع کے معزز بندے ہیں جو کسی بات کے کہنے میں اُس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے کہنے پر چلتے ہیں۔ اللہ نے انہیں وہاں اپنی وحی کا امانت دار اور اپنے اوامر ونواہی کی ودیعتوں کا حامل بنا کر رسولوں کی طرف بھیجا ہے اور شک وشبہات کے خدشوں سے انہیں محفوظ رکھا ہے۔ تو ان میں ہے کوئی بھی اس کی رضا جوئی کی راہ سے کترانے والا نہیں۔ اور اُس نے اپنی توفیق وخشوع کی عجز و شکستگی سے اُن کے دلوں کو ڈھانپ دیا ہے اور تسبیح وتقدیس کی سہولتوں کے دروازے ان کے لئے کھول دیئے ہیں اور اپنی توحید کے نشانوں پر اُن کے لئے روشن مینار نصب کئے ہیں۔ نہ گناہوں کی گرانباریوں نے انہیں دبا رکھا ہے، نہ شب وروز کی گردشوں نے ان پر (سواری کے لئے) پالان ڈالے ہیں اور نہ شکوک وشبہات نے اُن کے ایمان کی استحکام پر تیر چلائے ہیں اور نہ ان کے یقین کی پختگیوں پر (اوہام و) ظنون نے دھاوا بولا ہے۔ اور نہ ان کے درمیان کبھی کینہ وحسد کی چنگاریاں بھڑکی ہیں۔ اور نہ حیرانی وسراسیمگی ان کے دلوں میں سرائت کی ہوئی معرفت اور اُن کے سینے کی تہوں میں جمی ہوئی عظمتِ خداوندی وہیبت جلال الٰہی کو چھین سکی ہے، نہ کبھی وسوسوں نے ان پر دندان آز تیز کیا ہے کہ ان کے فکروں کو زنگ وتکدر سے آلودہ کر دیں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جو اللہ کے پیدا کردہ بوجھل بادلوں اور اونچے پہاڑوں کی بلندیوں اور گھٹاٹوپ



قَدْ نَفَذَتْ فِيْ مَخَارِقِ الْهَوَآءِ۔ وَتَحْتَهَا رِيْحٌ هَفَّافَةٌ تَحْبِسُهَاعَلٰى حَيْثُ انْتَهَتْ مِنَ الْحُدُوْدِ الْمُتَنَاهِيَةِ۔ قَدِ وَقَطَعَهُمُ الْاِيْقَانُ بِهٖ اِلَى الْوَالَهِ اِلَيْهِ وَلَمْ تُجَاوِزْ رَغَبَاتُهُمْ مَا عِنْدَهٗ اِلٰى مَاعِنْدَغَيْرِهٖ۔ قَدْ ذَاقُوْا حَلَاوَةَ مَعْرِفَتِهٖ وَشَرِبُوْا بِالْكَاسِ الرَّوِيَّةِ مِنْ مَحَبَّتِهٖ وَتَمَكَّنَتْ مِنْ سُوَيْدَآءِ قُلُوْبِهِمْ وَشِيْجَةُ خِيْفَتِهٖ فَحَنَوْا بِطُوْلِ الطَّاعَةِ اعْتِدَالَ ظُهُوْرِهِمْ۔ وَلَمْ يُنْفِدْطُوْلُ مِنْهُمْ۔وَلَا تَرَكَتْ لَهُمُ اسْتِكَانَةُ الْاِجْلَالِ نَصِيْبًا فِيْ تَعْظِيْمِ حَسَنَاتِهِمْ۔ وَلَمْ تَجْرِ الْفَتَرَاتُ فِيْهِمْ عَلٰى طُوْلِ دُؤُبِهِمْ وَلَمْ تَغِضْ رَغَبَاتُهُمْ فَيُخَالِفُوْا عَنْ رَجَآءِ رَبِّهِمْ وَلَمْ تَجِفَّ لِطُوْلِ الْمُنَاجَاةِ اَسَلَاتُ اَلْسِنَتِهِمْ وَلَا مَلَكَتْهُمُ الْاَشْغَالُ فَتَنْقَطِعَ بِهَمْسِ الْجُوَارِ اِلَيْهِ اَصْوَاتُهُمْ وَلَمْ الرَّغْبَةِ اِلَيْهِ مَادَّةَ تَضَرُّعِهِمْ وَلَا اَطْلَقَ عَنْهُمْ عَظِيْمُ الزُّلْفَةِ رِبَقَ خُشُوْعِهِمْ وَلَمْ يَتَوَلَّهُمُ الْاِعْجَابُ فَيَسْتَكْثِرُوْا مَاسَلَفَ السْتَفْرَغَتْهُمْ اَشْغَالُ عِبَادَتِهٖ وَوَصَلَتْ حَقَآئِقُ الْاِيْمَانِ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهٖ۔ تَخْتَلِفُ فِيْ مَقَاوِمِ الطَّاعَةِ مَنَاكِبُهُمْ۔ وَلَمْ يَثْنُوْا اِلٰى رَاحَةِ التَّقْصِيْرِ فِيْ اَمْرِهٖ

اندھیروں کی سیاہیوں کی صورتوں میں ہیں اور ان میں کچھ وہ ہیں جن کے قدم تحت الثریٰ کی حدوں کو چیر کر نکل گئے ہیں۔ تو وہ سفید جھنڈوں کے مانند ہیں جو فضا کی وسعت کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ گئے ہیں، اور ان پھریروں کے آخری سرے تک ایک ہلکی ہوا چل رہی ہے جو انہیں روکے ہوئے ہے۔ ان فرشتوں کو عبادت کی مشغولیتوں نے ہر چیز سے بے فکر بنا دیا اور ایمان کے ٹھوس عقیدے ان کے لئے اللہ کی معرفت کا وسیلہ بن گئے ہیں اور یقین کامل نے اوروں سے ہٹا کر اُسی سے اُن کی لو لگا دی ہے۔ اللہ کی طرف کی نعمتوں کے سوا کسی غیر کے عطا و انعام کی انہیں خواہش ہی نہیں ہوتی۔ انہوں نے معرفت کے شیریں مزے چکھے ہیں اور اس کی محبت کے سیراب کرنیوالے جام سے سرشار ہیں اور ان کے دلوں کی تہہ میں اس کا خوف جڑ پکڑ چکا ہے، تو انہوں نے لمبی چوڑی عبادتوں سے اپنی سیدھی کمریں ٹیڑھی کر لی ہیں اور ہمہ وقت اسی کی طلب میں لگے رہنے کے باوجود ان کے تضرع وعاجزی کے ذخیرے ختم نہیں ہوتے اور قریب الٰہی کی بلندیوں کے باوجود خوف وخشوع کے پھندے اُن (کے گلے) سے نہیں اُترتے۔ نہ ان میں کبھی خود پسندی پیدا ہوتی ہے کہ وہ اپنے گذشت اعمال کو زیادہ خیال کرنے لگیں اور نہ جلال پروردگار کے سامنے ان کے عجز وانکسار نے یہ موقع آنے دیا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں کو بڑا سمجھ سکیں۔ ان میں مسلسل تعب اٹھانے کے باوجود بھی سستی نہیں آنے پاتی، اور نہ اُن کی طلب ورغبت میں کبھی کمی پیدا ہوئی ہے کہ وہ اپنے پالنے والے کے توقعات سے روگرداں ہو جائیں اور نہ مسلسل مناجاتوں سے ان کی زبان کی نوکیں خشک ہوتی ہیں اور نہ کبھی ایسا ہوا ہے کہ وہ دوسرے اشغال کی وجہ سے تضرع وزاری کی آوازوں کو دھیما کر لیں اور نہ عبادت کی صفوں میں اُن کے

رِقَابَهُمْ وَلَا تَعْدُو عَلَى عَزِيمَةِ جِدِّهِمْ بَلَادَةُ الْغَفَلَاتِ وَلَا تَنْتَضِلُ فِي هِمَمِهِمْ خَدَائِعُ الشَّهَوَاتِ قَدِ اتَّخَذُوا ذَا الْعَرْشِ ذَخِيرَةً لِيَوْمِ فَاقَتِهِمْ۔ وَيَمَّمُوهُ عِنْدَ انْقِطَاعِ الْخَلْقِ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ بِرَغْبَتِهِمْ لَا يَقْطَعُونَ أَمَدَ غَايَةِ عِبَادَتِهِ وَلَا يَرْجِعُ بِهِمُ الِاسْتِهْتَارُ بِلُزُومِ طَاعَتِهِ إِلَّا إِلَى مَوَادَّ مِنْ قُلُوبِهِمْ غَيْرِ مُنْقَطِعَةٍ مِنْ رَجَائِهِ وَمَخَافَتِهِ۔ لَمْ تَنْقَطِعْ أَسْبَابُ الشَّفَقَةِ مِنْهُمْ۔ فَيَنُوا فِي جِدِّهِمْ وَلَمْ تَأْسِرْهُمُ الْأَطْمَاعُ فَيُؤْثِرُوا وَشِيكَ السَّعْيِ عَلَى اجْتِهَادِهِمْ۔ وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوا مَا مَضَى مِنْ أَعْمَالِهِمْ۔ وَلَوِ اسْتَعْظَمُوا ذٰلِكَ لَنَسَخَ الرَّجَاءُ مِنْهُمْ شَفَقَاتِ وَجَلِهِمْ۔ وَلَمْ يَخْتَلِفُوا فِي رَبِّهِمْ بِاسْتِحْوَاذِ الشَّيْطَانِ عَلَيْهِمْ۔ وَلَمْ يُفَرِّقْهُمْ سُوءُ التَّقَاطُعِ۔ وَلَا تَوَلَّاهُمْ غِلُّ التَّحَاسُدِ۔ وَلَا شَعَّبَتْهُمْ أَخْيَافُ الْهِمَمِ۔ فَهُمْ أُسَرَاءُ إِيمَانٍ۔ لَمْ يَفُكَّهُمْ مِنْ رِبْقَتِهِ زَيْغٌ وَلَا عُدُولٌ وَلَا وَنًى وَلَا فُتُورٌ۔ وَلَيْسَ فِي أَطْبَاقِ السَّمَاءِ مَوْضِعُ إِهَابٍ إِلَّا وَعَلَيْهِ مَلَكٌ سَاجِدٌ أَوْ سَاعٍ حَافِدٌ۔ يَزْدَادُونَ عَلَى طُولِ الطَّاعَةِ بِرَبِّهِمْ فِي قُلُوبِهِمْ عِظَمًا۔

شانے آگے پیچھے ہوجاتے ہیں اور نہ وہ آرام وراحت کی خاطر اس کے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کرکے اپنی گردنوں کو ادھر سے اُدھر کرتے ہیں نہ اُن کی کوششوں کے عزم پر غفلت کی نادانیاں حملہ آور ہوتی ہیں، اور نہ اُن کی (بلند) ہمتوں میں فریب دینے والے وسوسوں کا گزر ہوتا ہے۔ انہوں نے احتیاج کے دن کے لئے صاحب عرش کو اپنا ذخیرہ بنا رکھا ہے اور جب دوسرے لوگ مخلوقات کی طرف اپنی خواہشوں کو لے کر بڑھتے ہیں تو یہ بس اُسی سے لو لگاتے ہیں ہیں۔ وہ اُس کی عبادت کی انتہا کو نہیں پہنچ سکتے انہیں عبادت کا والہانہ شوق (کسی اور طرف لے جانے کے بجائے) ان کی قلبی امید وبیم کے ان ہی سرچشموں کی طرف لے جاتا ہے جن کے سوتے کبھی موقوف نہیں ہوتے۔ خوف کھانے کے وجوہ ختم نہیں ہوئے کہ وہ اپنی کوششوں میں سستی کریں اور نہ دنیا کے طمعوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے کہ وہ دنیا کے لئے وقتی کوششوں کو اپنی اس جدوجہد پر ترجیح دیں اور نہ انہوں نے اپنے سابقہ اعمال کو کبھی بڑا سمجھا ہے، اور اگر بڑا سمجھتے تو پھر امیدیں خوف خدا کے اندیشوں کو اُن (کے صفحہ دل) سے مٹا دیتیں اور نہ شیطان کے ورغلانے سے ان میں باہم اپنے پروردگار کے متعلق کبھی کوئی اختلاف پیدا ہوا، اور نہ ایک دوسرے سے کٹنے (اور بگاڑ پیدا کرنے) کی وجہ سے پراگندہ ومتفرق ہوئے، اور نہ آپس میں حسد رکھنے کے سبب سے ان کے دلوں میں کینہ وبغض پیدا ہوا اور نہ شک وشبہات میں پڑنے کی وجہ سے تتر بتر ہوئے اور نہ پست ہمتیوں نے ان پر کبھی قبضہ کیا۔ وہ ایمان کے پابند ہیں، انہیں اس کے بندھنوں سے کجی، روگردانی، سستی یا کاہلی نے کبھی نہیں چھڑایا۔ سطح آسمان پر کھال کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں کہ جہاں کوئی سجدہ کرنے والا فرشتہ یا تیزی سے تگ ودو کرنے والا ملک نہ ہو، پروردگار کی اطاعت کے بڑھنے سے ان کے علم میں زیادتی ہی ہوتی رہتی ہے اور ان کے دلوں میں اس کی عزت کی عظمت وجلالت بڑھتی ہی جاتی ہے۔



(وَمِنْهَا) فِي صِفَةِ الْأَرْضِ وَدَحْوِهَا عَلَى الْمَاءِ كَبَسَ الْأَرْضَ عَلَى مَوْرِ أَمْوَاجٍ مُسْتَفْحِلَةٍ۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے "جس میں زمین اور اس کے پانی پر بچھائے جانے کی کفیت بیان فرمائی ہے۔"

وَلُجَجِ بِحَارٍ زَاخِرَةٍ تَلْتَطِمُ أَوَاذِيُّ أَمْوَاجِهَا وَتَصْطَفِقُ مُتَقَاذِفَاتُ تَيَّارِهِ۔ وَرَدَّتْ مِنْ نَخْوَةِ بَأْوِهِ وَاعْتِلَائِهِ وَشُمُوخِ أَنْفِهِ وَسُمُوِّ غُلَوَائِهِ وَكَعَمَتْهُ عَلَى كِظَّةِ جَرْيَتِهِ فَهَمَدَ بَعْدَ نَزَقَاتِهِ فَلَمَّا سَكَنَ هِيَاجُ الْمَاءِ مِنْ تَحْتِ أَكْنَافِهَا وَحَمْلِ شَوَاهِقِ الْجِبَالِ الشُّمَّخِ الْبُذَّخِ عَلَى أَكْتَافِهَا فَجَّرَ يَنَابِيعَ الْعُيُونِ مِنْ لِثِقْلِ حَمْلِهَا وَسَكَنَ هَيْجُ ارْتِمَائِهِ إِذْ وَطِئَتْهُ بِكَلْكَلِهَا۔ وَذَلَّ مُسْتَخْذِيًا إِذَا تَمَعَّكَتْ عَلَيْهِ بِكَوَاهِلِهَا فَأَصْبَحَ بَعْدَ اصْطِخَابِ أَمْوَاجِهِ سَاجِيًا مَقْهُورًا۔ وَفِي حَكَمَةِ الذُّلِّ مُنْقَادًا أَسِيرًا۔ وَسَكَنَتِ الْأَرْضُ مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ تَيَّارِهِ وَتَرُدُّ مِنْ نَخْوَةِ — 

مَدْحُوَّةً فِي لُجَّةِ أَثْبَاجِهَا وَتَرْغُوْ زَبَدًا كَالْفُحُولِ عِنْدَ هِيَاجِهَا۔ فَخَضَعَ جِمَاحُ الْمَاءِ الْمُتَلَاطِمِ عَرَانِينَ أُنُوفِهَا۔ وَفَرَّقَهَا فِي سُهُوبِ بِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا وَأَخَادِيدِهَا وَعَدَّلَ حَرَكَاتِهَا بِالرَّاسِيَاتِ مِنْ جَلَامِيدِهَا وَذَوَاتِ الشَّنَاخِيبِ الشُّمِّ مِنْ صَيَاخِيدِهَا۔ فَسَكَنَتْ مِنَ الْمَيَدَانِ لِرُسُوبِ الْجِبَالِ فِي قِطَعِ

(اللہ نے) زمین کو تہ وبالا ہونے والی مہیب لہروں اور بھرپور سمندروں کی انتھاہ گہرائیوں کے اوپر پاٹا جہاں موجیں موجوں سے ٹکرا کر تھپیڑے کھاتی تھیں اور لہریں لہروں کو دھکیل کر گونج اٹھتی تھیں اور اس طرح چھین دے رہی تھیں جس طرح مستی و ہیجان کے عالم میں نر اونٹ۔ چنانچہ اس متلاطم پانی کی طغیانیاں زمین کے بھاری بوجھ کے دباؤ سے فرو ہوگئیں اور جب اُس نے اپنا سینہ اس پر ٹیک کر اسے روندا تو سارا جوش وخروش ٹھنڈا پڑ گیا اور جب اپنے شانے ٹکا کر اس پر لوٹی، تو وہ ذلتوں اور خواریوں کے ساتھ رام ہوگیا۔ کہاں تو اس کی موجیں دندنا رہی تھیں کہ اب عاجز و بے بس ہوکر تھم گیا، اور ذلت کی لگاموں میں اسیر ہوکر مطیع ہوگیا اور زمین اس طوفان خیز پانی کے گہراؤ میں اپنا دامن پھیلا کر ٹھہر گئی اور اس کے اٹھلانے اور سر اٹھانے کے غرور اور تکبر سے ناک اور پر چڑھانے اور بہاؤ میں تفوق و سربلندی دکھانے کا خاتمہ کر دیا اور اس کی روانی کی بے اعتدالیوں پر ایسے بند باندھے کہ وہ اچھلنے کودنے کے بعد (بالکل بے دم) ہوکر ٹھہر گیا اور جست و خیز کی سرمستیاں دکھا کر تھم گیا۔ جب اس کے کناروں کے نیچے پانی کی طغیانی کا زور وشور سکون پذیر ہوا اس کے کاندھوں پر اونچے اونچے اور چوڑے چکلے پہاڑوں کا بوجھ لد گیا، تو (اللہ نے) اس کی ناک کے بانسوں کے پانی کے چشمے جاری کر دیئے جنہیں دور و دراز جنگلوں اور کھدے ہوئے گڑھوں میں پھیلا دیا اور پتھروں کی مضبوط چٹانوں اور بلند چوٹیوں والے پتھریلے پہاڑوں سے اس کی حرکت میں اعتدال پیدا کیا۔ چنانچہ اس کی سطح کے مختلف حصوں میں

اَدِيمِهَا- وَتَغَلْغُلِهَا مُتَسَرِّبَةً فِي جُوبَاتِ خَيَاشِيمِهَا وَرُكُوبِهَا اَعْنَاقَ سُهُولِ الْاَرَضِينَ وَجَرَاثِيمِهَا وَفَسَحَ بَيْنَ الْجَوِّ وَبَيْنَهَا- وَاَعَدَّ الْهَوَاءَ مُتَنَسَّمًا لِسَاكِنِهَا- وَاَخْرَجَ اِلَيْهَا اَهْلَهَا عَلَى تَمَامِ مَرَافِقِهَا ثُمَّ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَعْرِفَتِهِ، بَلْ تَعَاهَدَهُمْ بِالْحُجَجِ عَلَى اَلْسُنِ الْخِيَرَةِ مِنْ اَنْبِيَائِهِ، وَمُتَحَمِّلِي وَدَائِعِ رِسَالَاتِهِ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتَّى تَمَّتْ بِنَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ حُجَّتُهُ، وَبَلَغَ الْمَقْطَعَ عُذْرُهُ وَنُذُرُهُ وَقَدَّرَ الْاَرْزَاقَ عَلَى عِبَادِهِ- وَلَمْ يُخْلِهِمْ بَعْدَ اَنْ قَبَضَهُ مِمَّا يُؤَكِّدُ عَلَيْهِمْ حُجَّةَ رُبُوبِيَّتِهِ- وَيَصِلُ لَمْ يَدَعْ جُرُزَ الْاَرْضِ الَّتِي تَقْصُرُ مِيَاهُ الْعُيُونِ عَنْ رَوَابِيهَا وَلَا تَجِدُ جَدَاوِلُ الْاَنْهَارِ ذَرِيعَةً اِلَى بُلُوغِهَا حَتَّى اَنْشَاَلَهَا وَتَسْتَخْرِجُ نَبَاتَهَا- اَلَّفَ غَمَامَهَا بَعْدَ افْتِرَاقِ لُمَعِهِ وَتَبَايُنِ قَزَاعِهِ حَتَّى اِذَا تَمَخَّضَتْ لُجَّةُ الْمُزْنِ فِيهِ- وَالْتَمَعَ بَرْقُهُ فِي كُفَفِهِ وَلَمْ يَنَمْ وَمِيضُهُ فِي كَنَهْوَرِ رَبَابِهِ وَمُتَرَاكِمِ سَحَابِهِ اَرْسَلَهُ سَحًّا مُتَدَارِكًا- قَدْ اَسَفَّ هَيْدَبُهُ، تَمْرِيهِ الْجَنُوبُ دِرَرَ اَهَاضِيبِهِ وَدُفَعَ شَآبِيبِهِ- فَلَمَّا اَلْقَتِ السَّحَابُ بَرْكَ بِوَانَيْهَا، وَبَعَاعَ مَا اسْتَقَلَّتْ بِهِ مِنَ الْعِبْءِ

پہاڑوں کے ڈوب جانے اور اس کی گہرائیوں کی تہہ میں گھس جانے اور اس کے ہموار حصوں کی بلندیوں اور پست سطحوں پر سوار ہو جانے کی وجہ سے اس کی تھرتھراہٹ جاتی رہی اور اللہ نے زمین سے لے کر فضائے بسیط تک پھیلاؤ اور وسعت رکھی اور اس میں رہنے والوں کو سانس لینے کو ہوا مہیا کی اور اس میں بسنے والوں کو ان کی تمام ضروریات کے ساتھ ٹھہرایا، پھر اُس نے چٹیل زمینوں کو کہ جن کی بلندیوں تک نہ چشموں کا پانی پہنچ سکتا ہے اور نہ نہروں کے نالے وہاں تک پہنچنے کا ج کوئی ذریعہ رکھتے ہیں۔ یونہی نہیں رہنے دیا، بلکہ ان کے لئے ہوا پر اٹھنے والی گھٹائیں پیدا کیں جو مردہ زمین میں زندگی کی لہریں دوڑا دیتی ہیں اور اس سے گھاس پات اگاتی ہیں، اُس نے ابر کی بکھری ہوئی چمکیلی ٹکڑیوں اور پراگندہ بدلیوں کو ایک جا کر کے ابر محیط بنایا اور جب اس کے اندر پانی کے ذخیرے حرکت میں آ گئے اور اُس کے کناروں میں بجلیاں تڑپنے لگیں اور برق کی چمک سفید ابروں کی تہوں اور گھنے بادلوں کے اندر مسلسل جاری رہی تو اللہ نے انہیں موسلا دھار برسنے کے لئے بھیج دیا۔ اس طرح کہ اس کے پانی سے بھرے ہوئے بوجھل ٹکڑے زمین پر منڈلا رہے تھے اور جنوبی ہوائیں انہیں مسل مسل کر گرنے والے مینہ کی بوندیں اور ایک دم ٹوٹ پڑنے والی بارش کے جھالے برسا رہی تھیں۔ جب بادلوں نے اپنا سینہ ہاتھ پیروں سمیت زمین پر ٹیک دیا اور پانی کا سارا لدا لدایا بوجھ اس پر پھینک دیا، تو اللہ نے افتادہ زمینوں سے سرسبز کھیتیاں اُگائیں اور خشک پہاڑوں پر ہرا بھرا سبزہ پھیلا دیا۔ زمین بھی اپنے مرغزاروں کے بناؤ سنگار سے خوش ہو کر جھومنے لگی اور ان شگوفوں کی اوڑھنیوں سے جو اُسے اوڑھا دی گئی تھیں اور ان شگفتہ و شاداب کلیوں کے زیوروں سے جو اُسے پہنا دیئے گئے تھے، اترانے لگی۔ اللہ نے ان چیزوں



الْمَحْمُولِ عَلَيْهَا اَخْرَجَ بِهِ مِنْ هَوَامِدِ الْاَرْضِ النَّبَاتَ وَمِنْ زُعْرِ الْجِبَالِ الْاَعْشَابَ فَهِيَ تَبْهَجُ بِزِينَةِ رِيَاضِهَا وَتَزْدَهِي بِمَا اُلْبِسَتْهُ مِنْ رَيْطِ اَزَاهِيرِهَا اَتْرَاجِهَا- وَخَلَقَ الْاٰجَالَ فَاَطَالَهَا وَقَصَّرَهَا وَقَدَّمَهَا وَاَخَّرَهَا- وَوَصَلَ بِالْمَوْتِ اَسْبَابَهَا- وَجَعَلَهُ، خَالِجًا لِاَشْطَانِهَا وَقَاطِعًا لِمَرَائِرِ اَقْرَانِهَا- عَالِمُ السِّرِّ مِنْ ضَمَائِرِ الْمُضْمِرِينَ وَنَجْوَى الْمُتَخَافِتِينَ- وَخَوَاطِرِ رَجْمِ الظُّنُونِ، وَحِلْيَةِ مَا سُمِطَتْ بِهِ مِنْ نَاضِرِ اَنْوَارِهَا وَجَعَلَ ذٰلِكَ بَلَاغًا لِلْاَنَامِ وَرِزْقًا لِلْاَنْعَامِ- وَخَرَقَ الْفِجَاجَ فِي اٰفَاقِهَا وَاَقَامَ الْمَنَارَ لِلسَّالِكِينَ عَلَى جَوَادِّ طُرُقِهَا فَلَمَّا مَهَدَ اَرْضَهُ وَاَنْفَذَ اَمْرَهُ اخْتَارَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خِيَرَةً مِنْ خَلْقِهِ وَجَعَلَهُ اَوَّلَ جِبِلَّتِهِ وَاَسْكَنَهُ جَنَّتَهُ وَاَرْغَدَ فِيهَا اُكُلَهُ، وَاَوْعَزَ اِلَيْهِ فِيمَا نَهَاهُ عَنْهُ- وَاَعْلَمَهُ اَنَّ فِي الْاِقْدَامِ عَلَيْهِ التَّعَرُّضَ لِمَعْصِيَتِهِ- وَالْمُخَاطَرَةَ بِمَنْزِلَتِهِ- فَاَقْدَمَ عَلَى مَا نَهَاهُ مُوَافَاةً لِسَابِقِ عِلْمِهِ فَاَهْبَطَهُ بَعْدَ فَكَثَّرَهَا وَقَلَّلَهَا- وَقَسَّمَهَا عَلَى الضِّيقِ وَالسَّعَةِ فَعَدَلَ فِيهَا لِيَبْتَلِيَ مَنْ اَرَادَ

لوگوں کی زندگی کا وسیلہ اور چوپاؤں کا رزق قرار دیا ہے اور اسی نے زمین کی سمتوں میں کشادہ راستے نکالے ہیں اور اس کی شاہراہوں پر چلنے والوں کے لئے روشنی کے مینار نصب کئے ہیں۔ جب اللہ نے فرش زمین بچھا لیا اور اپنا کام پورا کر لیا تو آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق کے مقابلہ میں برگزیدہ ہونے کی وجہ سے منتخب کر لیا اور انہیں نوع انسانی کی فرد اول قرار دیا۔ اور انہیں اپنی جنت میں ٹھہرایا۔ جہاں دل کھول کر اُن کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور جس سے منع کرنا تھا اس سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا، اور یہ بتا دیا تھا کہ اُس کی طرف قدم بڑھانے میں عدول حکمی کی آلائش ہے اور اپنے مرتبہ کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ لیکن جس چیز سے انہیں روکا تھا انہوں نے اُسی کا رخ کیا جیسا کہ پہلے ہی سے اس کے علم میں تھا۔ چنانچہ توبہ کے بعد انہیں جنت کے نیچے اُتار دیا، تاکہ اپنی زمین کو ان کی اولاد سے آباد کرے اور ان کے ذریعے بندوں پر حجت پیش کرے۔ اللہ نے آدمؑ کو اٹھا لینے کے بعد بھی اپنی مخلوق کو ایسی چیزوں سے خالی نہیں رکھا جو اس کی ربوبیت کی دلیلوں کو مضبوط کرتی رہیں اور بندوں کے لئے اس کی معرفت کا ذریعہ بنی رہیں اور یکے بعد دیگرے ہر دور میں وہ اپنے برگزیدہ نبیوں اور رسالت کے امانت داروں کی زبانوں سے حجت کے پہنچانے کی تجدید کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ وہ حجت (پوری طرح) تمام ہو گئی اور حجت پورا کرنا اور ڈرا دیا جانا اپنے نقطہ اختتام کو پہنچ گیا۔ اس نے روزیاں مقرر کر رکھی ہیں (کسی کے لئے) زیادہ اور (کسی کے لئے) کم اور اس کی تقسیم میں کہیں تنگی رکھی ہے اور کہیں فراخی اور یہ بالکل عدل کے مطابق تھا۔ اس طرح کہ اُس نے جس جس صورت میں چاہا امتحان لیا ہے۔ رزق کی آسانی یا دشواری کے ساتھ اور مال دار

بِمَيْسُوْرِهَا وَمَعْسُوْرِهَا- وَلِيَخْتَبِرَ
بِذَالِكَ الشُّكْرَ وَالصَّبْرَ مِنْ غَنِيِّهَا
وَفَقِيْرِهَا- ثُمَّ قَرَنَ بِسَعَتِهَا عَقَابِيْلَ
فَاقَتِهَا، وَبِفُرَجِ اَفْرَاجِهَا غُصَصَ وَعُقَدِ
عَزِيْمَاتِ الْيَقِيْنِ- وَمَسَارِقِ اِيْمَاضِ
الْجُفُوْنِ، وَمَا ضَمِنَتْهُ اَكْنَانُ الْقُلُوْبِ
وَغَيَابَاتُ الْغُيُوْبِ، وَمَا اَصْغَتْ
لِاسْتِرَاقِهِ مَصَائِخُ الْاَسْمَاعِ، وَمَصَائِفِ
الذَّرِّ وَمَشَاتِي الْهَوَامِّ وَرَجْعِ الْحَنِيْنِ
مِنَ الْمُوْلَهَاتِ وَهَمْسِ الْاَقْدَامِ وَمُنْفَسَحِ
الثَّمَرَةِ مِنْ وَلَائِجِ غُلُفِ الْاَكْمَامِ، وَمُنْقَمَعِ
الْوُحُوْشِ مِنْ غِيْرَانِ الْجِبَالِ
وَاَوْدِيَتِهَا وَمُخْتَبَاءِ الْبَعُوْضِ بَيْنَ سُوْقِ
الْاَشْجَارِ وَاَلْحِيَتِهَا، وَمَغْرَزِ الْاَوْرَاقِ
مِنَ الْاَفْنَانِ، وَمَحَطِّ الْاَمْشَاجِ مِنْ
مَسَارِبِ الْاَصْلَابِ وَنَاشِئَةِ الْغُيُوْمِ
وَمُتَلَاحِمِهَا وَدُرُوْرِ قَطْرِ السَّحَابِ فِيْ
مُتَرَاكِمِهَا- وَمَا تَسْفِي الْاَعَاصِيْرُ
بِذُيُوْلِهَا وَتَعْفُو الْاَمْطَارُ بِسُيُوْلِهَا وَعَوْمِ
نَبَاتِ الْاَرْضِ فِيْ كُثْبَانِ الرِّمَالِ،
وَمُسْتَقَرِّ ذَوَاتِ الْاَجْنِحَةِ بِذُرَى
شَنَاخِيْبِ الْجِبَالِ وَتَغْرِيْدِ ذَوَاتِ
الْمَنْطِقِ فِيْ دَيَاجِيْرِ الْاَوْكَارِ، وَمَا اَوْعَبَتْهُ
الْاَصْدَافُ، وَحَضَنَتْ عَلَيْهِ-

اور فقیر کے شکر اور صبر کو جانچا ہے پھر اس نے رزق کی فراخیوں کے ساتھ فقر و فاقہ کے خطرے اور اس کی سلامتیوں میں نت نئی آفتوں کے وعدے اور فراخی و وسعت کی شادمانیوں کے ساتھ غم و غصہ کے گلوگیر پھندے بھی لگا رکھے ہیں۔ اُس نے زندگی کی (مختلف) مدتیں مقرر کی ہیں۔ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم، کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کر دیا ہے اور ان مدتوں کی رسیوں کی موت سے گرہ لگادی ہے اور موت ان کو کھینچے لئے جاتی ہے اور اُن کے مضبوط رشتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔ وہ بھید[۴۳] چھپانے والوں کی نیتوں، کھسر پھسر کرنے والوں کی سرگوشیوں، مظنون اور بے بنیاد خیالوں دل میں جمے ہوئے یقینی ارادوں، پلکوں (کے نیچے) کنکھیوں کے اشاروں، دل کی تہوں اور غیب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہے اور (ان آوازوں کا سننے والا ہے) جن کو کان لگا کر سننے کے لئے کانوں کے سوراخوں کو جھکنا پڑتا ہے اور چیونٹیوں کے موسم گرما کے مسکنوں اور حشرات الارض کے موسم سرما بسر کرنے کے مقاصد سے آگاہ ہے اور پسر مردہ عورتوں کے (درد بھرے) نالوں کی گونج اور قدموں کی چاپ کا سننے والا ہے اور سبز پتیوں کے غلافوں کے اندرونی خولوں میں پھلوں کے نشو و نما پانے کی جگہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں اور اُن کے نشیبوں وحشی جانوروں کی پناہ گاہ ہوں اور درختوں کے تنوں اور اُن کے چھلکوں میں مچھروں کے سر چھپانے کے سوراخوں اور شاخوں میں پتیوں کے پھوٹنے کی جگہوں اور صلب کی گذرگاہوں میں نطفوں کے ٹھکانوں اور زمین سے اٹھنے والے ابر کے لکوں (ٹکڑوں) اور آپس میں جڑے ہوئے بادلوں اور تہ بہ تہ جمے ہوئے ابروں سے ٹپکنے والے بارش کے قطروں سے باخبر ہے۔ اور ریگ (بیابان) کے ذرے جنہیں بادبگولوں نے اپنے دامنوں سے اڑایا ہے اور وہ نشانات جنہیں بارشوں کے سیلابوں نے زمین



اَمْوَاجُ الْبِحَارِ وَمَا غَشِيَتْهُ سُدْفَةُ لَيْلٍ
اَوْذَرَّ عَلَيْهِ شَارِقُ نَهَارٍ- وَمَا اعْتَقَبَتْ
عَلَيْهِ اَطْبَاقُ الدَّيَاجِيْرِ وَسُبُحَاتُ
النُّوْرِ- وَاَثَرِ كُلِّ خَطْوَةٍ- وَحِسِّ كُلِّ
حَرَكَةٍ وَرَجْعِ كُلِّ كَلِمَةٍ- وَتَحْرِيْكِ كُلِّ
شَفَةٍ وَمُسْتَقَرِّ كُلِّ نَسَمَةٍ وَمِثْقَالِ كُلِّ ذَرَّةٍ، وَهَمَاهِمِ كُلِّ
نَفْسٍ هَامَّةٍ- وَمَا عَلَيْهَا مِنْ ثَمَرِ
شَجَرَةٍ، اَوْسَاقِطِ وَرَقَةٍ اَوْقَرَارَةِ نُطْفَةٍ
اَوْنُقَاعَةِ دَمٍ وَمُضْغَةٍ- اَوْنَاشِئَةِ خَلْقٍ
وَسُلَالَةٍ- لَمْ تَلْحَقْهُ فِيْ ذٰلِكَ كُلْفَةٌ-
وَلَا اعْتَرَضَتْهُ فِيْ حِفْظِ مَا ابْتَدَعَهُ
مِنْ خَلْقِهِ عَارِضَةٌ وَلَا اعْتَوَرَتْهُ فِيْ
تَنْفِيْذِ الْاُمُوْرِ وَتَدَابِيْرِ الْمَخْلُوْقِيْنَ
مَلَالَةٌ وَلَا فَتْرَةٌ- بَلْ نَفَذَ فِيْهِمْ عِلْمُهُ
وَاَحْصَاهُمْ عَدُّهُ، وَوَسِعَهُمْ عَدْلُهُ،
وَغَمَرَهُمْ فَضْلُهُ مَعَ تَقْصِيْرِهِمْ عَنْ كُنْهِ
مَا هُوَ اَهْلُهُ- اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَهْلُ الْوَصْفِ
الْجَمِيْلِ وَالتَّعْدَادِ الْكَثِيْرِ اِنْ تُؤَمَّلْ
فَخَيْرُ مَاْمُوْلٍ، وَاِنْ تُرْجَ فَاَكْرَمُ مَرْجُوٍّ-
اَللّٰهُمَّ وَقَدْ بَسَطْتَ لِيْ فِيْمَا لَا اَمْدَحُ
بِهِ غَيْرَكَ، وَلَا اُثْنِيْ بِهِ عَلٰى اَحَدٍ
سِوَاكَ وَلَا اُوَجِّهُهُ اِلٰى مَعَادِنِ الْخَيْبَةِ
وَمَوَاضِعِ الرِّيْبَةِ وَعَدَلْتَ بِلِسَانِيْ عَنْ
مَدَائِحِ الْاٰدَمِيِّيْنَ وَالثَّنَاءِ عَلٰى

کے کیڑوں کے چلنے پھرنے اور سر بند پہاڑوں کی چوٹیوں پر بال و پر رکھنے والے طائروں کے نشیمنوں اور گھونسلوں کی آندھیاریوں میں چہچہانے والے پرندوں کے نغموں کو جانتا ہے اور جن چیزوں کو سیپیوں نے سمیٹ رکھا ہے اور جن چیزوں کو دریا کی موجیں اپنے پہلو کے نیچے دبائے ہوئے ہیں اور جن کو رات (کی تاریک چادروں) نے ڈھانپ رکھا ہے اور جن پر دن کے سورج نے اپنی کرنوں سے نور بکھیرا ہے، اور جن پر کبھی ظلمت کی تہیں جم جاتی ہیں اور کبھی نور کے دھارے بہہ نکلتے ہیں پہچانتا ہے۔ وہ ہر قدم کا نشان، ہر چیز کی حس و حرکت، ہر لفظ کی گونج، ہر ہونٹ کی جنبش، ہر جاندار کا ٹھکانا، ہر ذرے کا وزن اور ہر جی دار کی سسکیوں کی آواز اور جو کچھ بھی اس زمین پر ہے، سب اس کے علم میں ہے وہ درختوں کا پھل ہو یا ٹوٹ کر گرنے والا پتہ، یا نطفے یا منجمد خون کا ٹھکانا اور لوتھڑا یا (اس کے بعد) بننے والی مخلوق اور پیدا ہونے والا بچہ (ان چیزوں کے جاننے میں) اسے کفت و تعب اٹھانا نہیں پڑی اور نہ اُسے اپنی مخلوق کی حفاظت میں کوئی رکاوٹ درپیش ہوئی اور نہ اُسے اپنے احکام کے چلانے اور مخلوقات کا انتظام کرنے سی سستی اور تھکن لاحق ہوئی بلکہ اس کا علم تو ان چیزوں کے اندر تک اُترا ہوا ہے اور ایک ایک چیز اُس کے شمار میں ہے۔ اس کا عدل ہمہ گیر، اور اُس کا فضل سب کے شامل حال ہے، اور اُس کے ساتھ وہ اُس کے شایان شان حق کی ادائیگی سے قاصر ہیں۔ اے خدا! تو ہی توصیف و ثنا اور انتہائی درجہ تک سراہے جانے کا مستحق ہے۔ اگر تجھ سے آس لگائی جائے، تو تو دلوں کی بہترین ڈھارس ہے اور اگر تجھ سے امیدیں باندھی جائیں، تو تو بہترین سرچشمہ امید ہے۔ تو نے مجھے ایسی قوت بیان بخشی ہے کہ جس سے تیرے علاوہ کسی کی مدح اور ستائش نہیں کرتا ہوں، اور میں اپنی مدح کا رخ کبھی ان لوگوں کی طرف نہیں موڑنا چاہتا جو ناامیدیوں کا

الْمَرْبُوبِينَ الْمَخْلُوقِينَ اَللّٰهُمَّ وَلِكُلِّ مُثْنٍ عَلٰى مَنْ اَثْنٰى عَلَيْهِ مَثُوبَةٌ مِنْ جَزَآءٍ اَوْعَارِفَةٌ مِنْ عَطَآءٍ، وَقَدْ رَجَوْتُكَ دَلِيلًا عَلٰى ذَخَآئِرِ الرَّحْمَةِ وَكُنُوزِ الْمَغْفِرَةِ۔ اَللّٰهُمَّ وَهٰذَا مُقَامُ مَنْ اَفْرَدَكَ بِالتَّوْحِيدِ الَّذِىْ هُوَ لَكَ وَلَمْ يَرَ مُسْتَحِقًّا لِهٰذِهِ الْمَحَامِدِ وَالْمَمَادِحِ غَيْرَكَ وَبِىْ فَاقَةٌ اِلَيْكَ لَا يَجْبُرُ مَسْكَنَتَهَا اِلَّا فَضْلُكَ وَلَا يَنْعَشُ مِنْ خَلَّتِهَا اِلَّا مَنُّكَ وَجُودُكَ فَهَبْ لَنَا فِىْ هٰذَا الْمَقَامِ رِضَاكَ وَاَغْنِنَا عَنْ مَدِّ الْاَيْدِىْ اِلٰى سِوَاكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ۔

مرکز اور بدگمانیوں کے مقامات ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو انسانوں کی روح اور پروردہ مخلوق کی تعریف وثنا سے ہٹالیا ہے۔ بارالہا! ہر ثناء گستر کے لئے اپنے ممدوح پر انعام واکرام اور عطا وبخشش پانے کا حق ہوتا ہے اور میں تجھ سے امید لگائے بیٹھا ہوں یہ کہ تو رحمت کے ذخیروں اور مغفرت کے خزانوں کا پتہ دینے والا ہے۔ خدایا! یہ تیرے سامنے وہ شخص کھڑا ہے جس نے تیری توحید ویکتائی میں تجھے منفرد مانا ہے اور ان ستائشوں اور تعریفوں کا تیرے علاوہ کسی کو اہل نہیں سمجھا۔ میری احتیاج تجھ سے وابستہ ہے۔ تیری ہی بخششوں اور عنائتوں سے اس کی بے نوائی اور علاج ہوسکتا ہے اور اس کے فقر وفاقہ کو تیرا ہی جود و احسان سہارا دے سکتا ہے، ہمیں تو اسی جگہ پر اپنی خوشنودیاں بخش دے اور دوسروں کی طرف دست طلب بڑھانے سے بے نیاز کرے۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

[1] اس خطبہ کا نام ''خطبہ اشباح'' ہے۔ اشباح شبح کی جمع ہے جس کے معنی ڈھانچے کے ہوتے ہیں۔ چونکہ اس میں ملائکہ اور مختلف قسم کے پیکروں کا تذکرہ ہے اس لئے اس نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

مسعدہ ابن صدقہ عبدی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرتؑ سائل کے سوال پر برہم ہوئے تو مسجد کوفہ میں ایک جم غفیر کے سامنے یہ خطبہ دیا۔ سائل پر برہم ہونے کی وجہ تھی کہ اس کا سوال تکلیف شرعی سے غیر متعلق اور حدودِ امکان سے باہر تھا۔

خداوندِ عالم رزق کا ضامن اور روزی کا کفیل ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا — زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کے رزق کا ذمہ اللہ نے نہ لیا ہو۔

لیکن اس کے ضامن رزق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے سب کے لئے زندگی ومعیشت کے سروسامان مہیا کردیئے ہیں اور جنگلوں، پہاڑوں، دریاؤں، معدنوں اور زمین کی وسعتوں میں سب کا حصہ یکساں رکھا ہے اور ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دیا ہے۔ اس کے انعامات کسی ایک سے مخصوص نہیں ہیں اور نہ اس کے رزق کا دروازہ کسی کے لئے بند ہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝۲۰ — ہم ان کی اور اُن کی تمہارے پروردگار کی بخششوں سے مدد کرتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی کے لئے بند نہیں۔



اب اگر کوئی تن آسانی وسہولت پسندی کی وجہ سے ان چیزوں کو حاصل نہ کرے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جائے تو ایسا نہیں کہ گھر بیٹھے روزی پہنچ جایا کرے۔ اُس نے تو زمین پر گوناگوں نعمتوں کے خوان چن دیئے ہیں۔ لیکن انہیں حاصل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھانے کی ضرورت ہے۔ سمندر کی تہہ میں موتی بکھیر دیئے ہیں۔ لیکن انہیں نکالنے کے لئے غوطہ زنی کی حاجت ہے۔ پہاڑوں کے دامن میں لعل وجواہر بھر دیئے ہیں لیکن کوہ کنی کے بغیر ان تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ زمین میں نمو کے خزانے موجود ہیں مگر تخم پاشی کے بغیر ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ دنیا میں چوطرفہ رزق کے انبار بکھرے ہوئے ہیں سفر کی مشقتوں کے بغیر انہیں سمیٹا نہیں جاسکتا۔ چنانچہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ — زمین کے اطراف وجوانب میں چلو پھرو، اور اس کا رزق کھاؤ۔

اس کے رازق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نہ کدوکاوش کرنا پڑے نہ تلاش معاش میں گھر سے نکلنا پڑے اور خودبخود روزی پہنچ جایا کرے۔ بلکہ رازق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے زمین میں نشوونما کی صلاحیت پیدا کی۔ روئیدگی کے لئے بادل برسائے پھل، سبزیاں اور غلے پیدا کئے۔ یہ سب تو اللہ کی طرف سے ہے لیکن ان کا حاصل کرنا سعی وعمل سے وابستہ ہے جو جدوجہد کرے گا وہ اپنی کوشش وریاضت کے ثمرات سے بہرہ اندوز ہوگا اور جو اپنی کوشش سے ہاتھ اٹھالے گا، وہ اپنی سستی وکوتاہی کے نتائج سے دوچار ہوگا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى۔ — انسان کو وہی حاصل ہوتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

نظام قدرت اسی پر قائم ہے کہ بوؤ اور کاٹو، اور بوئے بغیر روئیدگی کی امید رکھنا، اور کئے بغیر نتائج کی آس لگانا غلط ہے۔ اعضاؤ جوارح ہیں ہی اسی لئے کہ انہیں برسرِ عمل رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت باری تعالیٰ کا جانب مریم علیہا السلام سے خطاب ہے۔

وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ط فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَ قَرِّىْ عَيْنًا۔ — ''تم خرمے کے درخت کا تنہ اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے ہوئے خرمے گریں گے، انہیں کھاؤ اور (چشمے کا پانی) پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔''

قدرت نے حضرت مریم علیہ السلام کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کردیا۔ لیکن ایسا نہیں کیا کہ خرموں کو درخت سے اُتار کر اُن کی جھولی میں ڈال دیا ہو۔ کیونکہ جہاں تک رزق کے پیدا کرنے کا تعلق ہے وہ اُسی کا کام ہے۔ اس لئے درخت کو سرسبز وشاداب کیا، اس میں پھل لگائے اور پھلوں کو پختہ کردیا۔ لیکن جب انہیں اُتارنے کی نوبت آتی ہے تو قدرت دخل نہیں دیتی۔ صرف حضرت مریمؑ کو ان کا کام یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو ہلائیں، اور اپنے رزق کو حاصل کریں۔

اگر اس کی رازقیت کے یہی معنی ہیں کہ ''جو دیتا ہے وہی دیتا ہے اور جو ملتا ہے اُس کی طرف سے ملتا ہے'' تو پھر انسان جو کچھ بھی کھائے کمائے گا، اور جس طرح بھی حاصل کرے گا وہ اس کے لئے حلال ہی ہوگا۔ خواہ چوری سے حاصل ہو یا رشوت سے ظلم سے حاصل ہو یا غضب سے، کیونکہ یہ اللہ کا فعل اور اُس کا دیا ہوا رزق ہوگا۔ جس میں انسان کے اختیار کا کچھ دخل نہ ہوگا۔ اور جہاں کوئی چیز اختیار

کے حدود سے باہر ہو اس کے لئے حلال وحرام کا سوال پیدا نہیں ہوتا اور نہ اُس سے کسی قسم کی باز پرس ہوتی ہے اور جب ایسا نہیں بلکہ اس سے حلال وحرام کا تعلق ہوتا ہے تو پھر اُسے انسانی اعمال سے متعلق ہونا چاہئے تا کہ اُس سے پوچھا جا سکے کہ اُس نے حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔ البتہ جہاں اُس نے اکتساب رزق کی قوتیں ہی نہیں دیں، وہاں رزق کے مطابق اُسے ملتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہی بچہ کارگاہِ ہستی میں قدم رکھتا ہے اور ہاتھ پیر ہلانے کی سکت اس میں آجاتی ہے، تو پھر منہ ہلائے بغیر اپنے سرچشمہ رزق سے غذا حاصل نہیں کر سکتا۔

۲۔ کائنات ہستی کے نظم ونسق میں جس طرح نتائج کے ترتب کو انسانی کارگذاریوں سے وابستہ کیا ہے جس سے قوتِ عمل باطل نہیں ہوتی، اُسی طرح ان مساعی کی کامیابی وناکامی کو اپنی مشیت کا پابند بھی بنایا ہے تا کہ انسان اپنی طاقت عمل پر بھروسہ کر کے خالق کو نہ بھول جائے۔ یہی جبر وتفویض کے درمیان امر بین الامرین کا نقطہ ہے۔ چنانچہ جس طرح تمام کائنات ہیں قدرت کا ہمہ گیر اور محکم قانون کام کر رہا ہے، اس طرح رزق کی پیداوار اور اس کی تقسیم بھی تدبیر وتقدیر دونوں کی کارفرمائی کے ساتھ اُس کے ٹھہرائے ہوئے اندازے کے مطابق ہوتی ہے جو انسانی نتائج عمل کے تناسب اور پھر اُس کی حکمت ومصلحت کی کارفرمائی کی وجہ سے کہیں کم ہے اور کہیں زیادہ۔ اب چونکہ سامان معیشت کا وہی خالق وموجد ہے اور اکتساب رزق کی قوتیں اُسی کی بخشی ہوئی ہیں، اس لئے رزق کی کمی وبیشی کی نسبت اسی کی طرف دی گئی ہے کہ اس نے سعی وعمل کے اختلاف اور مصالح عباد کے پیش نظر رزق کے الگ الگ معیار اور مختلف پیمانے مقرر کئے ہیں۔ کہیں افلاس ہے اور کہیں خوش حالی، کہیں تکلیف ہے اور کہیں راحت، کوئی مسرت واطمینان کے گہوارے میں جھول رہا ہے اور کوئی فقر وناداری کی سختیاں جھیل رہا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۲﴾ — اللہ جس کیلئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ ۲۳ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

اما بعد فان الا مر ینزل من السمآء الی الارض الی کل نفس بما قسم لها من زیادة او نقصان۔ — ہر شخص کے مقسوم میں جو کم یا زیادہ ہے اُسے لے کر فرمانِ قضا آسمان سے زمین پر اس طرح اُترتے ہیں جس طرح بارش کے قطرے۔

چنانچہ جس طرح بارش کے فیضان کا ایک نظم انضباط ہے کہ سطح سمندر سے بخارات اٹھیں اور پانی کے ذخیرے اٹھائے ہوئے فضا میں گھنگور گھٹا کی صورت میں پھیل جائیں اور قطرہ قطرہ کر کے اس طرح ٹپکیں کہ قطروں کے تار بندھ جائیں اور میدانی زمینوں اور بلند ٹیلوں کی رگوں اور نسوں کو سیراب کرتے ہوئے آگے بڑھ جائیں اور جہاں نشیب ہو، پانی کے خزانے جمع کرتے رہیں تا کہ پیاسے آ کر پئیں، جانور سیراب ہوں، اور سوکھی زمینوں کی اس سے آبیاری ہو۔ یونہی اللہ سبحانہ نے زندگی ومعیشت کے تمام سروسامان مہیا کر رکھے ہیں۔ لیکن اس کی بخشش کا ایک مقررہ اندازہ ہے جس میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑتا۔ چنانچہ ارشادِ قدرت ہے۔



وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ؗ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ — کوئی چیز ایسی نہیں جسکے (بھرپور) خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ لیکن ہم ہر چیز کو مقررہ پیمانے پر بھیجتے ہیں۔

اگر انسان کی بڑھتی ہوئی طمع وحرص کے پیمانے چھلکنے لگیں، تو جس طرح بارش کی فراوانی، روئیدگی اور شادابی کے بجائے فصلیں تباہ کر دیتی ہیں، یونہی سامان معیشت وضروریات زندگی کی کثرت، انسان کو اللہ سے بے نیاز اور بغاوت وسرکشی پر آمادہ کر دے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ فرماتا ہے۔

وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ﴿۲۷﴾ — اگر خدا اپنے بندوں کی روزی میں فراخی کر دے، تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں، وہ تو ایک اندازے پر جس کیلئے جتنا چاہتا ہے بھیجتا ہے اور وہ اپنے بندوں (کی مصلحتوں) سے واقف اور اُن پر نظر رکھتا ہے۔

اور اگر رزق میں کمی کر دے تو جس طرح بارش کا رک جانا زمین کو بے خبر اور چوپاؤں کو ہلاک کر دیتا ہے، یونہی ذرائع رزق کی بندش سے انسانی معاشرہ تباہ وبرباد ہو کر رہ جائے، اور زندگی ومعیشت کا کوئی سروسامان باقی نہ رہے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ — اگر خدا اپنی روزی کو روک دے تو کون ایسا ہے جو تمہیں روزی دے۔

لہٰذا اس حکیم ودانا نے ایک متناسب ومعتدل طریقہ پر نظام رزق جاری کیا ہے اور رزق وروزی کی اہمیت ظاہر کرنے اور ایک کو دوسرے سے مرتبط رکھنے کے لئے رزق کی تقسیم میں تفرقے پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ تفرقہ اور غیر مساویانہ تقسیم کبھی خود انسانی مساعی کے اختلاف کا نتیجہ ہوتی ہے اور کبھی نظامِ عالم کے مجموعی مفاد اور اس کی حکمت ومصلحت کی کارفرمائی کی بناء پر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اگر فقرد احتیاج میں نادار کے صبر واستقلال کا امتحان لیا ہے تو ثروت ودولت میں دولت مند کے شکر اور ادائیگی حقوق کی کڑی آزمائش ہے کہ وہ فقراء ومساکین کے حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں، ناداروں اور فاقہ کشوں کی خبر لیتا ہے یا نہیں، اور پھر جہاں دولت ہو، طرح طرح کے خطرات بھی پیدا ہوں گے۔ کبھی مال وجائیداد کے لئے خطرہ کبھی فقر وافلاس کا کھٹکا ہوگا۔

چنانچہ بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ جو دولت کے نہ ہونے کی وجہ سے اپنے کو زیادہ مطمئن اور خوش پاتے ہوں گے۔ اُن کے نزدیک یہ بے سروسامانی اور بے مائیگی اس دولت سے کہیں زیادہ بہتر ہوگی جو ان کے آرام واطمینان کو چھین لے اور کبھی یہی دولت جسے انسان جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے اس کے جان جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب دولت نہ تھی، اخلاق محفوظ تھے، سیرت بے داغ تھی اور اِدھر مال ودولت کی فراوانی ہوئی کہ اخلاق تباہ ہو گئے۔ کردار بگڑ گیا۔ اب شراب کا دور بھی ہے۔ مہوشوں کا جمگھٹا بھی ہے، نغمہ وسرور کی بزم بھی ہے۔ اس صورت میں دولت کا نہ ہونا ہی ایک نعمت تھا۔ لیکن انسان اللہ کی مصلحت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے چیخ اٹھتا ہے اور وقتی تکلیف سے متاثر ہو کر شکوہ شکایت پر اُتر آتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ کتنی برائیوں سے اس کا دامن بچا رہا ہے کہ جو دولت کے ہونے کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ لہٰذا دولت اگر راحت کی کفیل ہے تو فقر اخلاق کا نگہبان ہے۔

۱؎ امیر المومنینؑ نے جس اعجازی بلاغت کے ساتھ خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے پر روشنی ڈالی ہے اور جن پُرشکوہ لفظوں کے ساتھ اس کے علم کی ہمہ گیری کی تصویر کھینچی ہے وہ منکر کے ذہن کو بھی متاثر کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

لو سمع هذا الكلام ارسطوطاليس القائل بانه تعالى لا يعلم الجزئيات لخسع قلبه وقف شعره واضطراب فكره الاترى ماعليه من الرداء والمهابة والعظمة والفخامة والمتانة والجزاته مع ماقد اشرب من الحلاوة والطلاوة واللطف والسلاسة لا ارى كلاما يشبه هذا الاان يكون كلام الخالق سبحانهٗ فان هذا الكلام نبعة من تلك الشجرة وجدول من ذٰلك البحر وجذوة من تلك النّار۔

اگر ارسطا طالیس کو جو خداوند عالم کے عالم جزئیات ہونے کا منکر ہے اس کلام کو سنے، تو اس کا بھی دل جھک جائے۔ رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور خیالات میں انقلاب پیدا ہو جائے کیا اس کلام کی آب و تاب دبدبہ و طنطنہ، شکوہ و جلال اور متانت و پختگی تم نہیں دیکھتے اور ان اوصاف کے علاوہ اس میں شیریں بیانی، رنگینی لطافت اور سلاست کے جوہر نمایاں ہیں۔ مجھے تو کوئی کلام اس سے ملتا جلتا ہوا نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر کوئی کلام اس سے میل کھاتا ہے تو وہ خالق کلام کا کلام ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے۔ جبکہ یہ اسی شجر کی بلند شاخ، اسی دریا کی جدول اور اسی تجلّی کا پرتو ہے۔

جن لوگوں نے صرف اُسے عالم کلیات مانا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ جزئیات میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ لہٰذا اسے عالم جزئیات ماننے کی صورت میں اُس کے علم کو بھی متغیر ماننا پڑے گا، اور علم چونکہ عین ذات ہے، لہٰذا ذات بھی تغیرات کی اماج گاہ بن جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حادث قرار پا کر اپنی قدامت کو کھو بیٹھے گا۔ مگر یہ ایک ظاہر فریب مغالطہ ہے اس لئے کہ تغیر معلوم سے تغیر علم اُس وقت لازم آتا ہے کہ جب یہ مانا جائے کہ اُسے ان تغیرات کا علم نہیں اور اگر تمام تغیر و تبدل کی صورتیں اس کے سامنے آئینہ ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ تغیر معلومات سے اُس کے علم کو بھی تغیر پذیر سمجھ لیا جائے جبکہ یہ تغیر صرف معلوم تک محدود ہے اور علم پر اثر انداز نہیں ہوتا۔

## خطبہ ۹۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا أُرِيْدُ عَلَى الْبَيْعَةِ

جب قتل عثمان کے بعد آپ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کیا گیا، تو آپ نے فرمایا۔

بَعْدَ قَتْلَ عُثْمَانَ : دَعُوْنِيْ وَالْتَمِسُوْا غَيْرِيْ فِاِنَّا مُسْتَقْبِلُوْنَ اَمْرًا لَّهٗ وُجُوْهٌ وَّاَلْوَانٌ۔ لَا تَقُوْمُ لَهُ الْقُلُوْبُ وَلَا تَثْبُتُ عَلَيْهِ الْعُقُوْلُ۔ وَاِنَّ الْاٰفَاقَ قَدْ اَغَامَتْ وَالْمَحَجَّةَ قَدْ تَنَكَّرَتْ۔ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ اِنْ اَجَبْتُكُمْ رَكِبْتُ بِكُمْ مَا اَعْلَمُ وَلَمْ اُصْغِ اِلٰى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ۔ وَاِنْ تَرَكْتُمُوْنِيْ فَاَنَا كَاَحَدِكُمْ وَلَعَلِّيْ اَسْمَعُكُمْ وَاَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوْهُ اَمْرَكُمْ۔ وَاَنَا لَكُمْ وَزِيْرًا خَيْرٌ لَّكُمْ مِنِّيْ اَمِيْرًا۔[1]

مجھے چھوڑ دو، اور (اس خلافت کیلئے) میرے علاوہ کوئی اور ڈھونڈ لو۔ ہمارے سامنے ایک ایسا معاملہ ہے جسکے کئی رخ اور کئی رنگ ہیں۔ جسے نہ دل برداشت کر سکتے ہیں اور نہ عقلیں اُسے مان سکتی ہیں۔ (دیکھو اُفقِ عالم پر) گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں، راستہ پہچاننے میں نہیں آتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر میں تمہاری اس خواہش کو مان لوں، تو تمہیں اس راستے پر لے چلوں گا۔ جو میرے علم میں ہے اور اسکے متعلق کسی کہنے والے کی بات اور کسی ملامت کرنیوالے کی سرزنش پر کان نہیں دھروں گا۔ اور اگر تم میرا پیچھا چھوڑ دو، تو پھر جیسے ہو ویسا میں ہوں اور ہوسکتا ہے کہ جسے تم اپنا امیر بناؤ اُس کی میں تم سے زیادہ سنوں اور مانوں اور میرا (تمہارے دنیوی مفاد کیلئے) امیر ہونے سے وزیر ہونا بہتر ہے۔

تشریح:۔

۱؎ جب حضرت عثمان کے قتل ہو جانے سے مسند حکومت خالی ہوئی تو مسلمانوں کی نظریں امیر المومنینؑ کی طرف اٹھنے لگیں جن کی سلامت روی، اصول پرستی اور سیاست بصیرت کا اس طویل مدت میں انہیں بڑی حد تک تجربہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ متفقہ طور پر آپ کے دستِ حق پر بیعت کے لئے اس طرح ٹوٹ پڑے جس طرح بھولے بھٹکے مسافر دور سے منزل کی جھلک دیکھ کر اُس کی سمت لپک پڑتے ہیں۔ جیسا کہ مورخ طبری نے لکھا ہے۔

فغشى النّاس عليّا فقالوا نبايعك فقد ترٰى مانزل بالاسلام وَما ابتلينا به من ذوى القربىٰ۔
(طبرى ج ۵، ص ۱۵۶)

لوگ امیر المومنینؑ پر ہجوم کر کے ٹوٹ پڑے اور کہنے لگے کہ ہم آپکی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسلام پر کیا کیا مصیبتیں ٹوٹ رہی ہیں، اور پیغمبرؐ کے قریبیوں کے بارے میں ہماری کیسی آزمائش ہو رہی ہے۔

مگر امیر المومنینؑ ان کی خواہش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر ان لوگوں نے شور مچایا اور چیخ چیخ کر کہنے لگے کہ اے ابوالحسنؑ آپ اسلام کی تباہی پر نظر نہیں کرتے، فتنہ و شرک کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہیں دیکھتے کیا آپ خدا کا خوف بھی نہیں کرتے؟ پھر بھی حضرت نے آمادگی کا اظہار نہ فرمایا۔ کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پیغمبر کے بعد جو ماحول بن گیا تھا اُس کے اثرات دل و دماغ پر چھائے ہوئے ہیں۔ طبیعتوں میں خود غرضی و جاہ پسندی جڑ پکڑ چکی ہے ذہنوں پر مادیت کے غلاف چڑھ چکے ہیں اور حکومت کو مقصد برآریوں کا ذریعہ قرار دینے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اب خلافت الٰہیہ کو بھی مادیت کا رنگ دے کر اُس سے کھیلنا چاہیں گے۔ ان حالات میں ذہنیتوں کو بدلنے اور طبیعتوں کے رخ موڑنے میں لوہے لگ جائیں گے۔ ان تاثرات کے علاوہ یہ مصلحت بھی کارفرما تھی کہ ان لوگوں کو سوچ سمجھ لینے کا موقع دے دیا جائے تاکہ کل اپنے مادی توقعات کو ناکام ہوتے دیکھ کر یہ نہ کہنے لگیں کہ یہ بیعت وقتی ضرورت اور ہنگامی جذبہ کے زیر اثر ہوگئی تھی۔ اس میں سوچ بچار سے کام نہیں لیا گیا تھا۔ جیسا کہ خلافتِ اوّل کے متعلق حضرت عمر کا یہی نظریہ تھا کہ جو ان کے اس قول سے ظاہر ہے۔

ان بيعة ابى بكر كانت فلتة وقى الله شرها فمن عاد الى مثلها فاقتلوه
(تاريخ الخلفاء ص ۶۰)

ابو بکر کی خلافت بے سوچے سمجھے ہوگئی۔ مگر اللہ نے اُس کے شر سے بچا لیا۔ اب اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے قتل کر دینا۔

غرض جب اصرار حد سے بڑھا، تو اس موقع پر یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس امر کو واضح کیا ہے کہ اگر تم مجھے دنیاوی مقاصد کے لئے چاہتے ہو تو میں تمہارا آلۂ کار بننے کے لئے تیار نہیں مجھے چھوڑ دو، اور اس مقصد کے لئے اور کسی کو منتخب کر لو جو تمہارے تقاضے پورے کر سکے۔ تم میری سابقہ سیرت کو دیکھ چکے ہو کہ میں قرآن و سنت کے علاوہ کسی کی سیرت پر عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہیں اور نہ حکومت کے لئے اپنے اصول سے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ اگر تم کسی اور کو منتخب کرو گے تو میں ملکی قوانین و آئین حکومت کا اتنا ہی خیال کروں گا جتنا ایک پُر امن شہری کو کرنا چاہئے۔ میں نے کسی مرحلہ پر شورش برپا کر کے مسلمانوں کی ہیئت اجتماعیہ کو پراگندہ و منتشر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ جس طرح مصالح عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیشہ صحیح مشورے دیتا رہا ہوں، اب بھی دریغ نہ کروں گا اور اگر تم مجھے اس سطح پر رہنے دو، تو یہ چیز تمہارے دنیوی مفاد کے لئے بہتر ہوگی۔ کیونکہ اس صورت میں میرے ہاتھوں میں اقتدار نہیں ہوگا تمہارے دنیوی مفادات کے لئے سدراہ بن سکوں، اور تمہاری من مانی خواہشوں میں روڑے اٹکاؤں اور اگر یہ ٹھان چکے ہو کہ میرے ہاتھوں پر بیعت کئے بغیر نہ رہو گے تو پھر یاد رکھو کہ چاہے تمہاری پیشانیوں پر بل آئے اور چاہے تمہاری زبانیں میرے خلاف کھلیں میں تمہیں حق کی راہ پر لے چلنے پر مجبور کر دوں گا اور حق کے معاملہ میں کسی کو رورعایت نہیں کروں گا۔ اس پر بھی اگر بیعت کرنا چاہتے ہو تو اپنا شوق پورا کر لو۔

# خطبہ ۹۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ اَمَّا بَعْدُ اَيُّهَا النَّاسُ فَاَنَا فَقَاْتُ عَيْنَ الْفِتْنَةِ، وَلَمْ يَكُنْ لِيَجْرِئَ عَلَيْهَا اَحَدٌ غَيْرِيْ بَعْدَ اَنْ مَاجَ غَيْهَبُهَا وَاشْتَدَّ كَلَبُهَا۔ فَاسْأَلُوْنِيْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِيْ۔ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ، وَلَا عَنْ فِئَةٍ تَهْدِيْ مِائَةً وَتُضِلُّ مِائَةً اِلَّا اَنْبَاْتُكُمْ بِنَاعِقِهَا وَقَائِدِهَا وَسَائِقِهَا، وَ مُنَاخِ رِكَابِهَا وَمَحَطِّ رِحَالِهَا۔ وَمَنْ يُّقْتَلُ مِنْ اَهْلِهَا قَتْلًا وَيَمُوْتُ مِنْهُمْ مَوْتًا۔ وَلَوْ فَقَدْتُمُوْنِيْ۔ وَنَزَلَتْ بِكُمْ كَرَائِهُ الْاُمُوْرِ وَحَوَازِبُ الْخُطُوْبِ لَاَطْرَقَ كَثِيْرٌ مِّنَ السَّائِلِيْنَ وَفَشِلَ كَثِيْرٌ مِّنَ

اے لوگو! میں نے فتنہ و شر کی آنکھیں پھوڑ ڈالی ہیں اور جب اس کی تاریکیاں (موجوں کی طرح) تہ و بالا ہو رہی تھیں اور (دیوانے کتوں کی طرح) اس کی دیوانگی زوروں پر تھی، تو میرے علاوہ کسی ایک میں جرأت نہ تھی کہ وہ اس کی طرف بڑھتا۔ اب (موقعہ ہے) جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ پیشتر اس کے کہ مجھے پاؤ۔ اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم اس وقت سے لے کر قیامت تک کے درمیانی عرصے کی جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتاؤں گا اور کسی ایسے گروہ کے متعلق دریافت کرو گے جس نے سو کر ہدایت کی ہو اور سو کر گمراہ کیا ہو تو میں اُس کی للکارنے والے اور اُسے آگے سے کھینچنے والے اور پیچھے سے دھکیلنے والے اور اس کی سواریوں کی منزل اور اُس کے (ساز و سامان سے لدے ہوئے) پالانوں کے اُترنے کی جگہ تک بتا دوں گا اور یہ کہ کون ان میں سے قتل کیا جائے گا۔ اور کون (اپنی موت) مرے گا۔ اور جب میں نہ رہوں گا اور ناخوشگوار چیزیں اور سخت مشکلیں پیش آئیں گی تو (دیکھ لینا) کہ بہت سے پوچھنے والے پریشانی



الْمَسْئُوْلِيْنَ۔ وَذٰلِكَ اِذَا قَلَّصَتْ حَرْبُكُمْ وَشَمَّرَتْ عَنْ سَاقٍ، وَضَاقَتِ الدُّنْيَا عَلَيْكُمْ ضِيْقًا تَسْتَطِيْلُوْنَ مَعَهٗ اَيَّامَ الْبَلَاءِ عَلَيْكُمْ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ لِبَقِيَّةِ الْاَبْرَارِ مِنْكُمْ۔ اِنَّ الْفِتَنَ اِذَا اَقْبَلَتْ شَبَّهَتْ وَاِذَا اَدْبَرَتْ نَبَّهَتْ۔ يُنْكَرْنَ مُقْبِلَاتٍ وَيُعْرَفْنَ مُدْبِرَاتٍ۔ يَحُمْنَ حَوْمَ الرِّيَاحِ يُصِبْنَ بَلَدًا وَ يُخْطِئْنَ بَلَدًا اَلَا اِنَّ اَخْوَفَ الْفِتَنِ عِنْدِيْ عَلَيْكُمْ فِتْنَةُ بَنِيْ اُمَيَّةَ، فَاِنَّهَا فِتْنَةٌ عَمْيَاءُ مُظْلِمَةٌ عَمَّتْ خُطَّتُهَا وَخَصَّتْ بَلِيَّتُهَا، وَاَصَابَ الْبَلَاءُ مَنْ اَبْصَرَ فِيْهَا۔ وَاَخْطَاَ الْبَلَاءُ مَنْ عَمِيَ عَنْهَا۔ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَتَجِدُنَّ بَنِيْ اُمَيَّةَ لَكُمْ اَرْبَابَ سَوْءٍ بَعْدِيْ كَالنَّابِ الضَّرُوْسِ تَعْذِمُ بِفِيْهَا وَتَخْبِطُ بِيَدِهَا، وَتَزْبِنُ بِرِجْلِهَا، وَتَمْنَعُ دَرَّهَا۔ لَا يَزَالُوْنَ بِكُمْ حَتّٰى لَا يَتْرُكُوْا مِنْكُمْ اِلَّا نَافِعًا لَهُمْ اَوْغَيْرَ ضَائِرٍ بِهِمْ۔ وَلَا يَزَالُ بَلَاؤُهُمْ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ انْتِصَارُ اَحَدِكُمْ مِّنْهُمْ اِلَّا كَانْتِصَارِ الْعَبْدِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالصَّاحِبِ مِنْ مُّسْتَصْحِبِهٖ تَرِدُ عَلَيْكُمْ فِتْنَتُهُمْ شَوْهَاءَ مَخْشِيَّةً وَقِطَعًا جَاهِلِيَّةً۔ لَيْسَ فِيْهَا مَنَارُ هُدًى، وَلَا عَلَمٌ يُرٰى نَحْنُ اَهْلَ الْبَيْتِ مِنْهَا بِمَنْجَاةٍ وَلَسْنَا فِيْهَا بِدُعَاةٍ۔

سے سر نیچے ڈال دیں گے، اور بتانے والے عاجز و درماندہ ہو جائیں گے۔ یہ اُس وقت ہوگا کہ جب تم پر لڑائیاں زور سے ٹوٹ پڑیں گی اور اُس کی سختیاں نمایاں ہو جائیں گی۔ اور دنیا اس طرح تم پر تنگ ہو جائے گی کہ مصیبتوں کے دنوں کو تم یہ سمجھنے لگو گے کہ وہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خداوندِ عالم تمہارے باقی ماندہ لوگوں کو فتح و کامرانی دے گا۔ فتنوں کی یہ صورت ہوتی ہے کہ جب وہ آتے ہیں، تو اس طرح اندھیرے میں ڈال دیتے ہیں کہ (حق و باطل) کا امتیاز نہیں ہوتا اور پلٹتے ہیں تو ہوشیار کر کے جاتے ہیں۔ جب آتے ہیں تو شناخت نہیں ہوتی پیچھے ہٹتے ہیں تو پہچانے جاتے ہیں۔ وہ ہواؤں کی طرح چکر لگاتے ہیں۔ کسی شہر کو اپنی زد پر رکھ لیتے ہیں اور کوئی اُن سے رہ جاتا ہے۔ میرے نزدیک سب فتنوں سے زیادہ خوفناک تمہارے لئے بنی اُمیہ کا فتنہ ہے جسے نہ خود کچھ نظر آتا ہے اور نہ اسمیں کوئی چیز سجھائی دیتی ہے۔ اس کے اثرات تو سب کو شامل ہیں، لیکن خصوصیت سے اس کی آفتیں خاص ہی افراد کیلئے ہیں۔ جو اس میں حق کو پیش نظر رکھے گا اس پر مصیبتیں آئیں گی اور جو آنکھیں بند رکھے گا وہ ان سے بچا رہے گا۔ خدا کی قسم! میرے بعد تم بنی اُمیہ کو اپنے لئے بدترین حکمران پاؤ گے۔ وہ تو اس بوڑھی اور سرکش اونٹنی کے مانند ہیں جو منہ سے کاٹتی ہو، اور اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارتی ہو۔ اور دوہنے والے پر ٹانگیں چلاتی ہو اور دودھ دینے سے انکار کر دیتی ہو۔ وہ برابر تمہارا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ صرف اُسے چھوڑیں گے جو ان کے مفید مطلب ہو یا (کم از کم) ان کیلئے نقصان رساں نہ ہو۔ اور ان کی مصیبت اسی طرح گھیرے رہے گی۔ کہ ان سے دادخواہی ایسی ہی شکل ہو جائے گی جیسے غلام کے لئے اپنے آقا سے اور مرید کی اپنے پیر سے۔ تم پر اُن کا فتنہ ایسی بھیانک صورت میں آئے گا کہ جس سے ڈر لگنے لگے گا، اور زمانۂ جاہلیت کی مختلف حالتوں کو لئے ہوگا۔ نہ اس میں

ثُمَّ يُفَرِّجُهَا اللهُ عَنْكُمْ كَتَفْرِيجِ الْاَدِيمِ بِمَنْ يَسُومُهُمْ خَسْفًا وَيَسُوقُهُمْ عُنْفًا، وَيَسْقِيهِمْ بِكَاْسٍ مُصَبَّرَةٍ اِلَّا يُعْطِيهِمْ بِكَاسٍ مُصَبَّرَةٍ لَّا يُعْطِيهِمْ اِلَّا السَّيْفَ۔ وَلَا يُحْلِسُهُمْ اِلَّا الْخَوْفَ۔ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَوَدُّ قُرَيْشٌ بِالدُّنْيَا وَمَا فِيهَا لَوْ يَرَوْنَنِي مَقَامًا وَّاحِدًا وَلَوْ قَدْرَ جَزْرِ جَزُوْرٍ لِاَقْبَلَ مِنْهُمْ مَا اَطْلُبُ الْيَوْمَ بَعْضَهٗ فَلَا يُعْطُوْنَنِيهِ۔

ہدایت کا مینار نصب ہوگا، اور نہ راستہ دکھانے والا کوئی نشان نظر آئے گا۔ ہم (اہل بیتِ رسول) ان فتنہ انگیزیوں کے (گناہ سے) بچے ہوں گے، اور اُن کی طرف لوگوں کو بلانے میں ہمارا کوئی حصہ نہ ہوگا پھر ایک دن وہ آئے گا کہ اللہ اُس شخص کے ذریعہ سے جو انہیں ذلت کا مزہ دکھائے اور سختی سے ہنکائے اور (موت کے) تلخ جام پلائے، اوران کے سامنے تلوار رکھے اور خوف انہیں چمٹادے۔ ان فتنوں سے اس طرح علیحدہ کردے گا جس طرح ذبیحہ سے کھال الگ کی جاتی ہے۔ اس وقت قریش دنیا ومافیہا کے بدلہ میں یہ چاہیں گے کہ وہ مجھے صرف اتنی دیر کہ جتنی اونٹ کے ذبح ہونے میں لگتی ہے کہیں ایک دفعہ دیکھ لیں تا کہ میں اس چیز کو قبول کرلوں کہ جس کا آج کچھ حصہ بھی طلب کرنے کے باوجود دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

۱؎ امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ جنگ نہروان کے بعد ارشاد فرمایا۔ اس میں فتنہ سے مراد وہ جنگیں ہیں جو بصرہ، صفین، اور نہروان میں لڑی گئیں۔ چونکہ اُن کی نوعیت پیغمبرؐ کی جنگوں سے جداگانہ تھی (کیوں کہ وہاں مدمقابل کفار ہوتے تھے اور یہاں مقابلہ ان لوگوں سے تھا جو چہروں پر اسلام کی نقاب ڈالے ہوئی تھے) اس لئے لوگ اہل قبلہ سے جنگ کرنے کے لئے متردد تھے اور یہ کہتے تھے کہ جو لوگ اذانیں دیتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اُن سے قتال کیسا۔ چنانچہ خزیمہ ابن ثابت انصاری جیسے بزرگ اس وقت تک صفین میں شریک جنگ نہیں ہوئے، جب تک عمار یاسر کی شہادت نے شامیوں کا گروہ باغی ہونا ثابت نہ کردیا۔ یونہی بصرہ میں اُم المومنین کے ہمراہ عشرہ مبشرہ میں شمار ہونے والے طلحہ وزبیر ایسے صحابہ کی موجودگی اور نہروان میں خوارج کی پیشانیوں کے گھٹے اوران کی نمازیں اور عبادتیں ذہنوں میں خلفشار پیدا کئے ہوئے تھیں۔ اندریں حالات ان کے سامنے شمشیر بکف کھڑے ہونے کی جراُت وہی کرسکتا تھا جو اُن کے مکنون قلب سے واقف اوراُن کے ایمان کی حقیقت سے آشنا ہو یہ اور امیر المومنینؑ ہی کی بصیرت خاص وایمانی جراُت کا کام تھا کہ اُن کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے اور پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی تصدیق فرمادی۔ ستقاتل بعدی الناکثین والقاسطین والمارقین۔ اے علیؑ تم میرے بعد بیعت توڑنے والوں، (اصحاب جمل) ظلم ڈھانے والوں (اہل شام) اوردین سے بے راہ ہوجانے والوں (خوارج) سے جنگ کروگے۔

۲؎ پیغمبر اکرمؐ کے بعد کوئی متنفس امیر المومنینؑ کے علاوہ یہ دعویٰ نہ کرسکا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ چنانچہ ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ لم یکن احد من الصحابۃ یقول سلونی الا علی ابن ابی طالب۔ صحابہ میں سے کوئی ایک بھی یہ دعوےٰ نہ کرسکا کہ جو پوچھنا چاہو ہم سے پوچھ لو سوا ابن ابی طالبؑ کے۔ البتہ صحابہ کے علاوہ تاریخ میں چند نام ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے ایسا دعویٰ کرنے کی جراُت کی جیسے ابراہیم ابن ہشام، مقاتل ابن سلیمان، قتادہ، سبط ابن جوزی اور محمد ابن ادریس



شافعی وغیرہ۔ مگر ان میں سے ہر شخص سوال کے موقع پر رسوا اور اپنے اس دعوے کو واپس لینے پر مجبور ہوا۔ یہ دعویٰ وہی کرسکتا ہے جو حقائق عالم سے واقف اور مستقبل کے واقعات سے آگاہ ہو۔ چنانچہ امیر المومنینؑ ہی وہ در کشائے علوم نبوت تھے جو کسی موقعہ پر کسی سوال کے جواب سے عاجز ہوتے ہوئے نظر نہیں آتے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر کو بھی یہ کہنا پڑتا تھا کہ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابوالحسن۔ میں اُس مشکل سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جس کے حل کرنے کے لئے امیر المومنینؑ نہ ہوں۔ یونہی مستقبل کے متعلق جو پیشین گوئیاں آپ نے کیں، وہ حرف بحرف پوری ہوکر آپ کی وسعت علمی کی آئینہ دار ہیں۔ وہ بنی امیہ کی تباہ کاریوں کے متعلق ہوں یا خوارج کی شورش انگیزیوں کے متعلق وہ تاتاریوں کی تاخت وتاراج کے بارے میں ہوں یا زنگیوں کی حملہ آوریوں کے متعلق۔ وہ بصرہ کی غرقابی کے بارے میں ہوں یا کوفہ کی تباہی کے متعلق۔ غرض جب یہ واقعات تاریخی حیثیت سے مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے اس دعوے پر تعجب کیا جائے۔

## خطبہ ۹۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَتَبَارَكَ اللهُ الَّذِي لَا يَبْلُغُهٗ بُعْدُ الْهِمَمِ، وَلَا يَنَالُهٗ حَدْسُ الْفِطَنِ الْاَوَّلُ الَّذِي لَا غَايَةَ لَهٗ فَيَنْتَهِيَ، وَلَا اٰخِرَ لَهٗ فَيَنْقَضِيَ (مِنْهَا فِي وَصْفِ الْاَنْبِيَاءِ) فَاسْتَوْدَعَهُمْ فِي اَفْضَلِ مُسْتَوْدَعٍ، وَاَقَرَّهُمْ فِي خَيْرِ مُسْتَقَرٍّ تَنَاسَخَتْهُمْ كَرَائِمُ الْاَصْلَابِ اِلٰى مُطَهَّرَاتِ الْاَرْحَامِ۔ كُلَّمَا مَضٰى مِنْهُمْ سَلَفٌ، حَتّٰى اَفْضَتْ كَرَامَةُ اللهِ سُبْحَانَهٗ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَاَخْرَجَهٗ مِنْ اَفْضَلِ الْمَعَادِنِ مَنْبِتًا وَّاَعَزِّ الْاَرُوْمَاتِ مَغْرِسًا مِّنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي صَدَعَ مِنْهَا اَنْبِيَاءَهٗ وَانْتَخَبَ مِنْهَا اُمَنَاءَهٗ عِتْرَتُهٗ خَيْرُ الْعِتَرِ، وَاُسْرَتُهٗ خَيْرُ الْاُسَرِ، وَشَجَرَتُهٗ خَيْرُ

بابرکت ہے وہ خدا کہ جس کی ذات تک بلند پرواز ہمتوں کی رسائی نہیں اور نہ عقل وفہم کی قوتیں اُسے پاسکتی ہیں۔ وہ ایسا اوّل ہے کہ جس کے لئے نہ کوئی نقطۂ ابتداء ہے کہ وہ محدود ہوجائے اور نہ کوئی اُس کا آخر ہے کہ (وہاں پہنچ کر) ختم ہوجائے۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اس نے ان (انبیاء) کو بہترین سونپے جانے کی جگہوں میں رکھا، اور بہترین ٹھکانوں میں ٹھہرایا۔ وہ بلند مرتبہ صلبوں سے پاکیزہ شکموں کی طرف منتقل ہوتے رہے۔ جب اُن میں سے کوئی گزر جانے والا گزر گیا، دوسرا دین خدا کو لے کر کھڑا ہوگیا۔ یہاں تک کہ یہ الٰہی شرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تک پہنچا جنہیں ایسے معدنوں سے کہ جو پھلنے پھولنے کے اعتبار سے بہترین اور ایسی اصلوں سے کہ جو نشو ونما کے لحاظ سے بہت باوقار تھیں، پیدا کیا۔ اس شجرہ سے کہ جس سے انبیاء پیدا کئے اور جس میں سے اپنے امین منتخب فرمائے۔ ان کی عزت بہترین عزت، اور قبیلہ بہترین قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے۔ جو سرزمین حرم پر اُگا، اور بزرگی کے

الشَّجَرِ۔ نَبَتَتْ فِيْ حَرَمٍ، وَبَسَقَتْ فِيْ كَرَمٍ، لَهَا فُرُوْعٌ طِوَالٌ وَثَمَرَةٌ لَا تُنَالُ۔ فَهُوَ اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى وَبَصِيْرَةُ مَنِ اهْتَدٰى۔ سِرَاجٌ لَمَعَ ضَوْءُهٗ۔ وَشِهَابٌ سَطَعَ نُوْرُهٗ وَزَنْدٌ بَرَقَ لَمْعُهٗ۔ سِيْرَتُهُ الْقَصْدُ وَسُنَّتُهُ الرُّشْدُ۔ وَكَلَامُهُ الْفَصْلُ وَحُكْمُهُ الْعَدْلُ۔ اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَ هَفْوَةٍ عَنِ الْعَمَلِ، وَغَبَاوَةٍ مِنَ الْاُمَمِ۔ اِعْمَلُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ عَلٰى اَعْلَامٍ بَيِّنَةٍ۔ فَالطَّرِيْقُ نَهْجٌ يَدْعُوْ اِلٰى دَارِ السَّلَامِ۔ وَاَنْتُمْ فِيْ دَارِ مُسْتَعْتَبٍ عَلٰى مَهَلٍ وَفَرَاغٍ۔ وَالصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ۔ وَالْاَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَالْاَبْدَانُ صَحِيْحَةٌ۔ وَالْاَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ۔ وَالتَّوْبَةُ مَسْمُوْعَةٌ وَالْاَعْمَالُ مَقْبُوْلَةٌ۔

سایہ میں بڑھا۔ جس کی شاخیں دراز اور پھل دسترس سے باہر ہیں۔ وہ پرہیز گاروں کے امام، ہدایت حاصل کرنے والوں کے لئے (سرچشمہ) بصیرت ہیں۔ وہ ایسا چراغ ہیں جس کی روشنی لو دیتی ہے، اور ایسا روشن ستارہ جس کا نور ضیا پاش، اور ایسا چقماق، جس کی ضو شعلہ فشاں ہے۔ ان کی سیرت (افراط وتفریط سے بچ کر) سیدھی راہ پر چلنا اور سنت ہدایت کرنا ہے۔ ان کا کلام حق و باطل کا فیصلہ کرنیوالا، اور حکم عین عدل ہے۔ اللہ نے انہیں اُس وقت بھیجا کہ جب رسول کی آمد کا سلسلہ رکا ہوا تھا۔ بدعملی پھیلی ہوئی اور امتوں پر غفلت چھائی ہوئی تھی۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ روشن نشانوں پر جم کر عمل کرو۔ راستہ بالکل سیدھا ہے۔ وہ تمہیں سلامتیوں کے گھر (جنت) کی طرف بلا رہا ہے اور ابھی تم ایسے گھر میں ہو کہ جہاں تمہیں اتنی مہلت و فراغت ہے کہ اس کی خوشنودیاں حاصل کر سکو۔ ابھی موقعہ ہے، چونکہ اعمال نامے کھلے ہوئے ہیں۔ قلم چل رہے ہیں۔ بدن تندرست و توانا ہیں۔ زبان آزاد ہے۔ توبہ سنی جا سکتی ہے اور اعمال قبول کئے جا سکتے ہیں۔

## خطبہ ۹۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعَثَهٗ وَالنَّاسُ ضُلَّالٌ فِيْ حَيْرَةٍ وَخَابِطُوْنَ فِيْ فِتْنَةٍ۔ قَدِ اسْتَهْوَتْهُمُ الْاَهْوَآءُ، وَ اسْتَزَلَّتْهُمُ الْكِبْرِيَاءُ، وَاسْتَخَفَّتْهُمُ الْجَاهِلِيَّةُ الْجَهْلَآءُ۔ حَيَارٰى فِيْ زِلْزَالٍ مِّنَ الْاَمْرِ، وَبَلَآءٍ مِنَ الْجَهْلِ۔ فَبَالَغَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ

پیغمبرؐ کو اس وقت میں بھیجا کہ جب لوگ حیرت و پریشانی کے عالم میں گم کردہ راہ تھے اور فتنوں میں ہاتھ پیر مار رہے تھے۔ نفسانی خواہشوں نے انہیں بھٹکا دیا تھا۔ اور غرور نے بہکا دیا تھا اور بھرپور جاہلیت نے اُن کی عقلیں کھو دی تھیں اور حالات کے ڈانواں ڈول ہونے اور جہالت کی بلاؤں کیوجہ سے حیران و پریشان تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سمجھانے بجھانے کا پورا حق ادا کیا۔ خود سیدھے راستے پر جمے



النَّصِيْحَةِ، وَ مَضٰى عَلَى الطَّرِيْقَةِ، وَدَعَا اِلَى الْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

رہے اور حکمت و دانائی اور اچھی نصیحتوں کی طرف انہیں بلاتے رہے۔

## خطبہ ۹۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ اُخْرٰى: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْاَوَّلِ فَلَا شَيْءَ قَبْلَهٗ۔ وَالْاٰخِرِ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ۔ وَالظَّاهِرِ فَلَا شَيْءَ فَوْقَهٗ۔ وَالْبَاطِنِ فَلَا شَيْءَ دُوْنَهٗ (مِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُسْتَقَرُّهٗ خَيْرُ مُسْتَقَرٍّ۔ وَمَنْبَتُهٗ اَشْرَفُ مَنْبَتٍ۔ فِيْ مَعَادِنِ الْكَرَامَةِ، وَمَمَاهِدِ السَّلَامَةِ قَدْ صُرِفَتْ نَحْوَهٗ اَفْئِدَةُ الْاَبْرَارِ، وَثُنِيَتْ اِلَيْهِ اَزِمَّةُ الْاَبْصَارِ۔ دَفَنَ بِهِ الضَّغَائِنَ وَاَطْفَاَ بِهِ الثَّوَآئِرَ۔ اَلَّفَ بِهٖ اِخْوَانًا، وَ فَرَّقَ بِهٖ اَقْرَانًا۔ اَعَزَّ بِهِ الذِّلَّةَ وَاَذَلَّ بِهِ الْعِزَّةَ۔ كَلَامُهٗ بَيَانٌ وَصَمْتُهٗ لِسَانٌ۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو اوّل ہے اور کوئی شے اس سے پہلے نہیں، اور آخر ہے اور کوئی چیز اس کے بعد نہیں۔ وہ ظاہر ہے اور کوئی شے اس سے بالاتر نہیں، اور باطن ہے، اور کوئی چیز اس سے قریب تر نہیں۔ اسی خطبہ کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا۔ بزرگی اور شرافت کے معدنوں اور پاکیزگی کی جگہوں میں ان کا مقام بہترین مقام اور مرز بوم بہترین مرز بوم ہے۔ اُن کی طرف نیک لوگوں کے دل جھکا دیئے گئے ہیں اور نگاہوں کے رخ موڑ دیئے گئے ہیں۔ خدا نے ان کی وجہ سے فتنے دبا دیئے، اور (عداوتوں کے) شعلے بجھا دیے۔ بھائیوں میں الفت پیدا کی اور جو (کفر میں) اکٹھے تھے، انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ (اسلام کی) پستی و ذلت کو عزت بخشی، اور (کفر کی) عزت و بلندی کو ذلیل کر دیا۔ ان کا کلام (شریعت کا) بیان اور سکوت (احکام کی) زبان تھی۔

## خطبہ ۹۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَلَئِنْ اَمْهَلَ الظَّالِمَ فَلَنْ يَفُوْتَ اَخْذُهٗ۔ وَهُوَ لَهٗ بِالْمِرْصَادِ عَلٰى مَجَازِ طَرِيْقِهٖ۔ وَبِمَوْضِعِ الشَّجٰى مِنْ مَّسَاغِ رِيْقِهٖ۔ اَمَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَيَظْهَرَنَّ هٰٓؤُلَآءِ

اگر اللہ نے ظالم کو مہلت دے رکھی ہے تو اس کی گرفت سے تو وہ ہرگز نہیں نکل سکتا، اور وہ اس کی گزرگاہ اور گلے میں ہڈی پھنسنے کی جگہ پر موقع کا منتظر ہے۔ اُس کی ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یہ قوم (اہلِ شام) تم پر غالب آ کر رہے گی۔ اس لئے نہیں کہ ان کا حق تم سے فائق ہے۔ بلکہ اس لئے

اَلْقَوْمُ عَلَيْكُمْ، لَيْسَ لِاَنَّهُمْ اَوْلٰى بِالْحَقِّ مِنْكُمْ۔ وَلٰكِنْ لِاِسْرَاعِهِمْ اِلٰى بَاطِلِ صَاحِبِهِمْ وَاِبْطَائِكُمْ عَنْ حَقِّيْ۔ وَلَقَدْ اَصْبَحَتِ الْاُمَمُ تَخَافُ ظُلْمَ رُعَاتِهَا۔ وَاَصْبَحْتُ اَخَافُ ظُلْمَ رَعِيَّتِيْ۔ اِسْتَنْفَرْتُكُمْ لِلْجِهَادِ فَلَمْ تَنْفِرُوْا۔ وَاَسْمَعْتُكُمْ فَلَمْ تَسْمَعُوْا، وَدَعَوْتُكُمْ سِرًّا وَجَهْرًا فَلَمْ تَقْبَلُوْا۔ اَشُهُوْدٌ كَغُيَّابٍ وَعَبِيْدٌ كَاَرْبَابٍ؟ اَتْلُوْ عَلَيْكُمُ الْحِكَمَ فَتَنْفِرُوْنَ مِنْهَا وَاَعِظُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ الْبَالِغَةِ فَتَنْفِرُوْنَ عَنْهَا۔ وَاَحُثُّكُمْ عَلٰى جِهَادِ اَهْلِ الْبَغْيِ فَمَا اٰتِيْ عَلٰى اٰخِرِ الْقَوْلِ حَتّٰى اَرَاكُمْ مُتَفَرِّقِيْنَ اَيَادِيْ سَبَا تَرْجِعُوْنَ اِلٰى مَجَالِسِكُمْ وَتَتَخَادَعُوْنَ عَنْ مَوَاعِظِكُمْ۔ اُقَوِّمُكُمْ غُدْوَةً وَتَرْجِعُوْنَ اِلَيَّ عَشِيَّةً كَظَهْرِ الْحَنِيَّةِ، عَجَزَ الْمُقَوِّمُ وَاَعْضَلَ الْمُقَوَّمُ۔ اَيُّهَا الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ، اَلْغَائِبَةُ عُقُوْلُهُمْ۔ اَلْمُخْتَلِفَةُ اَهْوَاۤؤُهُمْ اَلْمُبْتَلٰى بِهِمْ اُمَرَاۤؤُهُمْ صَاحِبُكُمْ يُطِيْعُ اللّٰهَ وَاَنْتُمْ تَعْصُوْنَهٗ وَصَاحِبُ اَهْلِ الشَّامِ يَعْصِي اللّٰهَ وَهُمْ يُطِيْعُوْنَهٗ۔ لَوَدِدْتُ وَاللّٰهِ اَنَّ مُعَاوِيَةَ صَارَفَنِيْ بِكُمْ صَرْفَ الدِّيْنَارِ بِالدِّرْهَمِ فَاَخَذَ مِنِّيْ عَشَرَةً مِنْكُمْ۔

کہ وہ اپنے ساتھی (معاویہ) کی طرف باطل پر ہونے کے باوجود تیزی سے لپکتے ہیں اور تم میرے حق پر ہونے کے باوجود سستی کرتے ہو۔ رعیتیں اپنے حکمرانوں کے ظلم و جور سے ڈرا کرتی تھی اور میں اپنی رعیت کے ظلم سے ڈرتا ہوں۔ میں نے تمہیں جہاد کے لئے اُبھارا، لیکن تم (اپنے گھروں سے) نہ نکلے۔ میں نے تمہیں (کارآمد باتوں کو) سنانا چاہا مگر تم نے ایک نہ سنی اور میں نے پوشیدہ بھی اور علانیہ بھی تمہیں جہاد کے لئے پکارا اور للکارا۔ لیکن تم نے ایک نہ مانی۔ اور سمجھایا بجھایا، مگر تم نے میری نصیحتیں قبول نہ کیں۔ کیا تم موجود ہوتے ہوئے بھی غائب رہتے ہو، حلقہ بگوش ہوتے ہوئے گویا خود مالک ہو۔ میں تمہارے سامنے حکمت اور دانائی کی باتیں بیان کرتا ہوں اور تم پراگندہ خاطر ہوجاتے ہو۔ میں ان بدعتوں سے جہاد کرنے کے لئے تمہیں آمادہ کرتا ہوں، تو ابھی میری بات ختم بھی نہیں ہوتی کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اولاد سبا کی طرح تتر بتر ہوگئے۔ اپنی نشست گاہوں کی طرف واپس چلے جاتے ہو، اور ان نصیحتوں سے غافل ہوکر ایک دوسرے کے چکمے میں آجاتے ہو۔ صبح کو میں تمہیں سیدھا کرتا ہوں اور شام کو جب آتے ہو تو (ویسے کے ویسے) کمان کی پشت کی طرح ٹیڑھے۔ سیدھا کرنے والا عاجز آگیا، اور جسے سیدھا کیا جارہا ہے وہ لاعلاج ثابت ہوا۔ اے وہ لوگو! جن کے جسم تو حاضر ہیں اور عقلیں غائب اور خواہشیں جدا جدا ہیں۔ ان پر حکومت کرنے والے ان کے ہاتھوں آزمائش میں پڑے ہوئے ہیں۔ تمہارا حاکم اللہ کی اطاعت کرتا ہے، اور تم اُس کی نافرمانی کرتے ہو، اور اہل شام کا حاکم اللہ کی نافرمانی کرتا ہے مگر وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ معاویہ تم میں سے دس مجھ سے لے لے، اور بدلے میں اپنا ایک آدمی مجھے دے دے، جس طرح دینار کا تبادلہ درہموں سے ہوتا ہے۔ اے اہل کوفہ



وَاَعْطَانِيْ رَجُلًا مِّنْهُمْ۔ يَا اَهْلَ الْكُوْفَةِ مُنِيْتُ بِكُمْ بِثَلَاثٍ وَاثْنَتَيْنِ: صُمٌّ ذَوُوْ اَسْمَاعٍ، وَبُكْمٌ ذَوُوْ كَلَامٍ، وَعُمْيٌ ذَوُوْ اَبْصَارٍ۔ لَا اَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَلَا اِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ الْبَلَاۤءِ۔ تَرِبَتْ اَيْدِيْكُمْ يَا اَشْبَاهَ الْاِبِلِ غَابَ عَنْهَا رُعَاتُهَا كُلَّمَا جُمِعَتْ مِنْ جَانِبٍ تَفَرَّقَتْ مِنْ جَانِبٍ اٰخَرَ۔ وَاللّٰهِ لَكَاَنِّيْ بِكُمْ فِيْمَا اِخَالُ اَنْ لَّوْ حَمِسَ الْوَغٰى وَحَمِيَ الضِّرَابُ وَقَدِ انْفَرَجْتُمْ عَنِ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ انْفِرَاجَ الْمَرْاَةِ عَنْ قُبُلِهَا۔ وَاِنِّيْ لَعَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَمِنْهَاجٍ مِّنْ نَّبِيِّيْ۔ وَاِنِّيْ لَعَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ اَلْقُطُهٗ لَقْطًا۔ اُنْظُرُوْا اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ فَالْزَمُوْا سَمْتَهُمْ وَاتَّبِعُوْا اَثَرَهُمْ فَلَنْ يُّخْرِجُوْكُمْ مِّنْ هُدًى، وَلَنْ يُّعِيْدُوْكُمْ فِيْ رَدًى۔ فَاِنْ لَبَدُوْا فَالْبُدُوْا وَاِنْ نَهَضُوْا فَانْهَضُوْا۔ وَلَا تَسْبِقُوْهُمْ فَتَضِلُّوْا وَلَا تَتَاَخَّرُوْا عَنْهُمْ فَتَهْلِكُوْا لَقَدْ رَاَيْتُ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَمَا اَرٰى اَحَدًا مِّنْكُمْ يُشْبِهُهُمْ، لَقَدْ كَانُوْا يُصْبِحُوْنَ شُعْثًا غُبْرًا وَقَدْ بَاتُوْا سُجَّدًا وَّقِيَامًا يُرَاوِحُوْنَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُوْدِهِمْ وَيَقِفُوْنَ عَلٰى مِثْلِ

میں تمہاری تین اور ان کے علاوہ دو باتوں میں مبتلا ہوں۔ پہلے تو یہ کہ تم کان رکھتے ہوئے بہرے ہو، اور بولنے چالنے کے باوجود گونگے ہو، اور آنکھیں ہوتے ہوئے اندھے ہو اور پھر یہ کہ نہ تم جنگ کے موقعہ پر سچے جوانمرد ہو، اور نہ قابل اعتماد بھائی ہو۔ اے اُن اونٹوں کی چال ڈھال والو کہ جن کے چرواہے گم ہو چکے ہیں اور انہیں ایک طرف سے گھیر کر لایا جاتا ہے تو دوسری طرف سے بکھر جاتے ہیں۔ خدا کی قسم! جیسا کہ میرا تمہارے متعلق خیال ہے گویا یہ منظر میرے سامنے ہے کہ اگر جنگ شدت اختیار کرلے اور میدان کارزار گرم ہوجائے، تو تم ابن ابی طالبؑ سے ایسے شرمناک طریقے سے علیحدہ ہو جیسے عورت بالکل برہنہ ہوجائے۔ میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور اپنے نبیؐ کے طریقے اور شاہراہ حق پر ہوں۔ جسے میں باطل کے راستوں میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاتا رہتا ہوں۔ اپنے نبیؐ کے اہل بیت کو دیکھو، اُن کی سیرت پر چلو، اور اُن کے نقش قدم کی پیروی کرو۔ وہ تمہیں ہدایت سے باہر نہیں ہونے دیں گے۔ اور نہ گمراہی و ہلاکت کی طرف پلٹائیں گے۔ اگر وہ کہیں ٹھہریں، تو تم بھی ٹھہر جاؤ...... اور اگر وہ اٹھیں تو تم بھی اٹھ کھڑے ہو۔ ان سے آگے نہ بڑھ جاؤ...... ورنہ گمراہ ہوجاؤ گے، اور نہ (انہیں چھوڑ کر) پیچھے رہ جاؤ، ورنہ تباہ ہوجاؤ گے۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص خاص اصحاب دیکھے ہیں۔ مجھے تو تم میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا، جو ان کے مثل ہو وہ اس عالم میں صبح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے خاک سے اٹے ہوتے تھے۔ جبکہ رات کو وہ سجود و قیام میں کاٹ چکے ہوتے تھے۔ اس عالم میں کہ کبھی پیشانیاں سجدے میں رکھتے تھے اور کبھی رخسار اور حشر کی یاد سے اس طرح بے چین رہتے تھے کہ جیسے انگاروں پر ٹھہرے ہوئے ہوں اور لمبے سجدوں کی وجہ سے ان کی

الْجَمْرِ مِنْ ذِكْرِ مَعَادِهِمْ كَاَنَّ بَيْنَ اَعْيُنِهِمْ رُكَبَ الْمِعْزٰى مِنْ طُوْلِ سُجُوْدِهِمْ۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ هَمَلَتْ اَعْيُنُهُمْ حَتّٰى تَبُلَّ جُيُوْبَهُمْ۔ وَمَادُوْا كَمَا يَمِيْدُ الشَّجَرُ يَوْمَ الرِّيْحِ الْعَاصِفِ خَوْفًا مِّنَ الْعِقَابِ وَرَجَاءً الثَّوَابِ۔

آنکھوں کے درمیان (پیشانیوں پر) بکری کے گھٹنوں ایسے گٹے پڑے ہوتے تھے جب بھی ان کے سامنے اللہ کا ذکر آ جاتا تھا تو ان کی آنکھیں برس پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کے گریبانوں کو بھگو دیتی تھیں۔ وہ اس طرح کانپتے رہتے تھے جس طرح تیز جھکڑ والے دن درخت تھرتھراتے ہیں۔ سزا کے خوف اور ثواب کی امید میں۔

ا؎ پیغمبرؐ کے بعد جو فضا پیدا کر دی ہوگئی تھی، اس میں اہل بیتؑ کے لئے گوشہ گزینی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جس کی وجہ سے دنیا ان کے اصلی خدوخال سے بیگانہ اور ان کے علوم و کمالات سے نا آشنا ہو کر رہ گئی اور انہیں نظروں سے گرانا اور اقتدار سے الگ رکھنا ہی اسلام کی سب سے بڑی خدمت تصور کر لیا گیا۔ اگر حضرت عثمان کی کھلم کھلا بے عنوانیاں مسلمانوں کو کروٹ لینے اور آنکھ کھولنے کا موقع نہ دیتیں تو ان کے بعد بھی امیر المومنینؑ کی بیعت کا کوئی سوال پیدا نہ ہوتا تھا، بلکہ اقتدار جس رخ پر بڑھ رہا تھا اسی رخ پر بڑھتا رہتا لیکن جن لوگوں کا اس سلسلہ میں نام لیا جا سکتا تھا وہ اپنے دامن بندوقبا کو دیکھ کر آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرتے تھے اور معاویہ مرکز سے دور اپنی راجدھانی میں بیٹھا ہوا تھا۔ ان حالات میں امیر المومنینؑ کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس کی طرف نظریں اٹھتیں۔ چنانچہ نگاہیں آپ کے گرد طواف کرنے لگیں اور وہی عوام جو سیلاب کے بہاؤ اور ہوا کا رخ دیکھ کر دوسروں کی بیعت کرتے رہے تھے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ لیکن یہ بیعت اس حیثیت سے نہ تھی کہ وہ آپ کی خلافت کو من جانب اللہ اور آپ کو امام مفترض الطاعۃ سمجھ رہے ہوں بلکہ انہی کے اقرار وادہ اصول کے ماتحت تھی جسے جمہوری و شورائی قسم کے ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ البتہ ایک گروہ ایسا تھا جو آپ کی خلافت کو نصی سمجھتے ہوئے دینی فریضہ کی حیثیت سے بیعت کر رہا تھا۔ ورنہ اکثریت تو آپ کو دوسرے خلفاء کی طرف ایک فرمانروا اور بلحاظ فضیلت چوتھے درجہ پر یا خلفائے ثلاثہ کے بعد عام صحابہ کی سطح پر سمجھتی تھی، اور چونکہ رعیت، فوج اور عہدہ دار سابقہ حکمرانوں کے عقائد و اعمال سے متاثر اور اُن کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اس لئے جب کوئی بات اپنی منشاء کے خلاف پاتے تو بگڑتے، الجھتے، جنگ سے جی چراتے، اور سرکشی و نافرمانی پر اُتر آتے تھے اور پھر جس طرح پیغمبرؐ کے ساتھ شریک جہاد ہونے والے کچھ دنیا کے طلب گار تھے اور کچھ آخرت کے، اسی طرح یہاں بھی دنیا پرستوں کی کمی نہ تھی۔ جو بظاہر امیر المومنینؑ سے ملے ہوئے تھے اور در پردہ معاویہ سے ساز باز رکھتے تھے۔ جس نے ان سے کسی سے منصب کا وعدہ کر رکھا تھا اور کسی کو دولت کا لالچ دے رکھا تھا۔

ان لوگوں کو شیعان امیر المومنینؑ قرار دے کر شیعیت کو موردِ الزام ٹھہرانا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے۔ جبکہ ان لوگوں کا مسلک وہی ہو سکتا ہے جو امیر المومنینؑ کو چوتھے درجے پر سمجھنے والوں کا ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید ان لوگوں کے مسلک و مذہب پر واشگاف لفظوں میں روشنی ڈالتے ہیں۔

ومن تامّل احواله عليه السلام فى خلافته علم انه كان المحجور عليه لا يتمكن من بلوغ مافى نفسه و ذٰلك لان العارفين بحقيقة حاله كانوا قليلين وكان السواد الاعظم لا يعتقدون فيه الامو الذى يجب اعتقاده فيه ويردن تفضيل من تقدمه من الخلفاء عليه و يظنون ان الافضلية انما هى بالخلافته ويقلدا خلافهم اسلافهم ويقولون لولا ان الا وآئل علمو افضل المتقدمين عليه لما قدمرهم وَلَا يِردنه الَّا رْبعين التبعية لمن سبقه وانه كان رعيّه لهم واَكْثَرَهُمْ انما يحارب معه بالحمية بنحوة العربية لا بالدين و العقيدة۔

جو شخص امیر المومنینؑ کے زمانۂ خلافت کے واقعات کو گہری نظر سے دیکھے گا وہ اس امر کو جان لے گا کہ امیر المومنینؑ مجبور اور بے بس بنا دیئے گئے تھے۔ کیونکہ آپ کی حقیقی منزلت کے پہچاننے والے بہت کم تھے اور سوادِ اعظم آپ کے بارے میں وہ اعتقاد نہ رکھتا تھا جو اعتقاد آپ کے متعلق رکھنا واجب و ضروری تھا۔ وہ پہلے خلفاء کو آپ پر فضیلت دیتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ فضیلت کا معیار خلافت ہے اور اس مسئلہ میں بعد والے اگلوں کی تقلید و پیروی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کو یہ علم نہ ہوتا کہ پہلے خلفاء آپ پر فضیلت رکھتے تھے، تو وہ آپ پر انہیں مقدم نہ کرتے اور یہ لوگ تو آپ کو ایک تابع اور ان کی رعیت کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے اور جو لوگ آپ کے ساتھ شریک ہو کر جنگ کرتے تھے ان میں اکثر حمیت اور عربی عصبیت کے پیش نظر شریک جنگ ہوتے تھے، نہ دین اور عقیدہ کی بناء پر۔''

ا؎ سبا ابن یشجب ابن یعرب ابن قحطان کی اولاد قبیلہ سبا کے نام سے موسوم ہے۔ جب ان لوگوں نے انبیاء کو جھٹلانا شروع کیا تو قدرت نے انہیں جھنجھوڑنے کے لئے ان پر پانی کا سیلاب مسلط کر دیا۔ جس سے ان کے باغات تہہ آب ہو گئے اور وہ خود گھر بار چھوڑ کر مختلف شہروں میں بکھر گئے۔ اس واقعہ سے یہ مثل چل نکلی اور جہاں کہیں لوگ اس طرح جدا ہو جائیں کہ پھر مجتمع ہونے کی توقع نہ رہے تو یہ مثل استعاری کی جاتی ہے۔''

## خطبہ ۹۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَاللّٰهِ لَا يَزَالُوْنَ حَتّٰى لَا يَدَعُوْا لِلّٰهِ مُحَرَّمًا اِلَّا اسْتَحَلُّوْهُ وَلَا عَقْدًا اِلَّا حَلُّوْهُ وَحَتّٰى لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا دَخَلَهٗ ظُلْمُهُمْ وَنَبَابِهٖ سُوْءُ رَعْيِهِمْ وَحَتّٰى يَقُوْمَ الْبَاكِيَانِ يَبْكِيَانِ بَاكٍ يَبْكِىْ لِدُنْيَاهُ۔

خدا کی قسم! وہ ہمیشہ یونہی (ظلم ڈھاتے) رہیں گے اور کوئی اللہ کی حرام کی ہوئی چیز ایسی نہ ہوگی، جسے وہ حلال نہ سمجھ لیں گے، اور ایک بھی عہد و پیماں ایسا نہ ہوگا جسے وہ توڑ نہ ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اینٹ پتھر کا گھر اور اون کا خیمہ اُن کے ظلم کی زد سے محفوظ نہ رہے گا۔ اور اُن کی بُری طرزِ نگہداشت سے لوگوں کا اپنے گھروں میں رہنا مشکل ہو جائے گا اور یہاں

وَحَتّٰى تَكُوْنَ نُصْرَةُ اَحَدِكُمْ مِنْ اَحَدِهِمْ كَنُصْرَةِ الْعَبْدِ مِنْ سَيِّدِهٖ۔ اِذَا شَهِدَ اَطَاعَهٗ، وَاِذَا غَابَ اغْتَابَهٗ۔ وَحَتّٰى يَكُوْنَ اَعْظَمُكُمْ فِيْهَا عَنَآءً اَحْسَنَكُمْ بِاللّٰهِ ظَنًّا۔ فَاِنْ اَتَاكُمُ اللّٰهُ بِعَافِيَةٍ فَاقْبَلُوْا۔ وَاِنِ ابْتُلِيْتُمْ فَاصْبِرُوْا۔ فَاِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

تک کہ دو قسم کے رونے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ ایک دین کے لئے رونے والا، اور ایک دنیا کے لئے۔ اور یہاں تک کہ تم میں سے کسی ایک کا اُن میں سے کسی ایک سے دادخواہی کرنا ایسا ہی ہو گا جیسے غلام کا اپنے آقا سے کہ وہ سامنے اطاعت کرتا ہے، اور پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا (اور دل کی بھڑاس نکالتا) ہے اور یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ تم میں سے جو اللہ کا زیادہ اعتقاد رکھے گا اتنا ہی وہ زحمت و مشقت میں بڑھا چڑھا ہو گا۔ اس صورت میں اگر اللہ تمہیں امن و عافیت میں رکھے، تو (اس کا شکر کرتے ہوئے) اسے قبول کرو۔ اور اگر ابتلاو آزمائش میں ڈالے جاؤ تو صبر کرو، اس لئے کہ اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

## خطبہ ۹۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا كَانَ وَنَسْتَعِيْنُهٗ مِنْ اَمْرِنَا عَلٰى مَا يَكُوْنُ۔ وَنَسْاَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِى الْاَدْيَانِ كَمَا نَسْاَلُهُ الْمُعَافَاةَ فِى الْاَبْدَانِ: عِبَادَ اللّٰهِ اُوْصِيْكُمْ بِالرَّفْضِ لِهٰذِهِ الدُّنْيَا التَّارِكَةِ لَكُمْ وَاِنْ لَّمْ تُحِبُّوْا تَرْكَهَا وَالْمُبْلِيَةِ لِاَجْسَامِكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ تَجْدِيْدَهَا فَاِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَمَثَلُهَا كَسَفْرٍ سَلَكُوْا سَبِيْلًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوْهُ۔ وَاَمُّوْا عَلَمًا فَكَاَنَّهُمْ قَدْ بَلَغُوْهُ۔ وَكَمْ عَسَى الْمُجْرِىْ اِلَى الْغَايَةِ اَنْ يَّجْرِىَ اِلَيْهَا حَتّٰى يَبْلُغَهَا۔ وَمَا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَقَآءُ مَنْ لَّهٗ يَوْمٌ لَّا يَعْدُوْهُ وَطَالِبٌ حَثِيْثٌ يَحْدُوْهُ فِى الدُّنْيَا حَتّٰى يُفَارِقَهَا فَلَا تَنَافَسُوْا فِىْ عِزِّ الدُّنْيَا وَفَخْرِهَا۔ وَلَا تَعْجَبُوْا بِزِيْنَتِهَا وَنَعِيْمِهَا۔ وَلَا تَجْزَعُوْا مِنْ ضَرَّآئِهَا وَبُؤْسِهَا۔ فَاِنَّ عِزَّهَا وَفَخْرَهَآ اِلَى انْقِطَاعٍ۔ وَاِنَّ زِيْنَتَهَا وَنَعِيْمَهَآ اِلٰى زَوَالٍ، وَضَرَّآءَهَا وَبُؤْسَهَآ اِلٰى نَفَادٍ۔ وَكُلُّ مُدَّةٍ فِيْهَآ اِلَى انْتِهَآءٍ۔ وَكُلُّ حَيٍّ فِيْهَا اِلٰى فَنَآءٍ اَوَلَيْسَ لَكُمْ فِىْ اٰثَارِ الْاَوَّلِيْنَ مُزْدَجَرٌ وَفِىْ اٰبَآئِكُمُ الْمَاضِيْنَ تَبْصِرَةٌ وَمُعْتَبَرٌ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ اَوَلَمْ تَرَوْا اِلَى الْمَاضِيْنَ مِنْكُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ وَاِلَى الْخَلَفِ الْبَاقِيْنَ لَا يَبْقَوْنَ۔ اَوَلَسْتُمْ تَرَوْنَ اَهْلَ الدُّنْيَا يُصْبِحُوْنَ وَيُمْسُوْنَ عَلٰى اَحْوَالٍ شَتّٰى، فَمَيِّتٌ يُبْكٰى وَاٰخَرُ يُعَزّٰى، وَصَرِيْعٌ مُبْتَلًى۔ وَعَآئِدٌ يَعُوْدُ وَاٰخَرُ بِنَفْسِهٖ يَجُوْدُ۔ وَطَالِبٌ لِلدُّنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهٗ۔ وَغَافِلٌ وَلَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ۔ وَعَلٰى اَثَرِ الْمَاضِىْ مَا يَمْضِى الْبَاقِىْ۔

اَلَا فَاذْكُرُوْا هَادِمَ اللَّذَّاتِ وَمُنَغِّصَ الشَّهَوَاتِ۔ وَقَاطِعَ الْاُمْنِيَّاتِ۔ عِنْدَ الْمُسَاوَرَةِ لِلْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ۔ وَاسْتَعِيْنُوا اللّٰهَ عَلٰى اَدَآءِ وَاجِبِ حَقِّهٖ وَمَا يُحْصٰى مِنْ اَعْدَادِ نِعَمِهٖ وَاِحْسَانِهٖ۔

جو ہو چکا اس پر ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور جو ہو گا اس کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے ہیں۔ جس طرح اس سے جسموں کی صحت کا سوال کرتے ہیں اسی طرح دین و ایمان کی سلامتی کے طلب گار ہیں۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے، حالانکہ تم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے، اور وہ تمہارے جسموں کو کہنہ و بوسیدہ بنانے والی ہے۔ حالانکہ تم اُسے تر و تازہ رکھنے ہی کی کوشش کرتے ہو۔ تمہاری اور اس دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے چند مسافر کسی راہ پر چلیں اور چلتے ہی منزل طے کر لیں اور کسی بلند نشان کا قصد کریں اور فوراً وہاں تک پہنچ جائیں۔ کتنا ہی تھوڑا وقفہ ہے اس (گھوڑا دوڑانے والے) کا کہ جو اسے دوڑا کر انتہا کی منزل تک پہنچ جائے اور اُس شخص کو بقا ہی کیا ہے کہ جس کی لئے ایک ایسا دن ہو کہ جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اور دنیا میں ایک تیز گام طلب کرنے والا اُسے ہنکا رہا ہو۔ یہاں تک کہ وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے۔ دنیا کی عزت اور اس میں فخر و سربلندی کی خواہش نہ کرو، اور نہ اُس کی آرائشوں اور نعمتوں پر خوش ہو اور نہ اس کی سختیوں اور تنگیوں پر بے صبری سے چیخنے چلانے لگو۔ اس لئے کہ اس کی عزت و فخر دونوں مٹ جانے والے ہیں اور اس کی آرائشیں اور نعمتیں زائل ہو جانے والی ہیں اور اس کی سختیاں اور تنگیاں آخر ختم ہو جائیں گی۔ اس کی ہر مدت کا نتیجہ اختتام اور ہر زندہ کا انجام فنا ہونا ہے۔ کیا پہلے لوگوں کے واقعات میں تمہارے لئے کافی تنبیہہ کا سامان نہیں، اور تمہارے گذرے ہوئے آباؤ اجداد کے حالات میں تمہارے لئے عبرت اور بصیرت نہیں؟ اگر تم سوچو سمجھو۔ کیا تم گزرے ہوئے لوگوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ پلٹ کر نہیں آتے اور اُن کے بعد باقی رہنے والے بھی زندہ نہیں رہتے۔ تم دنیا والوں پر نظر نہیں کرتے کہ جو مختلف حالتوں میں صبح و شام کرتے ہیں۔ کہیں کوئی میت ہے جس پر رویا جا رہا ہے اور کہیں کسی کو تعزیت دی جا رہی ہے۔ کوئی عاجز و زمین گیر مبتلائے مرض ہے اور کوئی عیادت کرنے والا عیادت کر رہا ہے۔ کہیں کوئی دم توڑ رہا ہے۔ کوئی دنیا تلاش کرتا پھرتا ہے اور موت اُسے تلاش کر رہی ہے۔ اور کوئی غفلت میں پڑا ہے، لیکن (موت) اُس سے غافل نہیں۔ گزر جانے والوں کے نقشِ قدم پر ہی باقی رہ جانے والے چل رہے ہیں۔

میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ بداعمالیوں کے ارتکاب کے وقت ذرا موت کو بھی یاد کر لیا کرو کہ جو تمام لذتوں کو مٹا دینے والی، اور تمام نفسیاتی مزوں کو کرکرا دینے والی ہے۔ اللہ کے واجب الادا حقوق ادا کرنے اور اس کی ان گنت نعمتوں اور لاتعداد احسانوں کا شکر بجالانے کے لئے اُس سے مدد مانگتے رہو۔

# خطبہ ۹۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ اُخْرٰى۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ النَّاشِرِ فِي الْخَلْقِ فَضْلَهُ وَالْبَاسِطِ فِيهِمْ بِالْجُودِ يَدَهُ۔ نَحْمَدُهُ فِي جَمِيعِ اُمُورِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰى رِعَايَةِ حُقُوقِهِ۔ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ غَيْرُهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ۔ اَرْسَلَهُ بِاَمْرِهِ صَادِعًا وَبِذِكْرِهِ نَاطِقًا۔ فَاَدّٰى اَمِينًا وَمَضٰى رَشِيدًا۔ وَخَلَّفَ فِينَا رَايَةَ الْحَقِّ مَنْ تَقَدَّمَهَا مَرَقَ۔ وَ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا زَهَقَ۔ مَكِيثُ الْكَلَامِ۔ بَطِيءُ الْقِيَامِ، سَرِيعٌ اِذَا قَامَ۔ فَاِذَا اَنْتُمْ اَلَنْتُمْ لَهُ رِقَابَكُمْ وَاَشَرْتُمْ اِلَيْهِ بِاَصَابِعِكُمْ، جَآئَهُ الْمَوْتُ فَذَهَبَ بِهِ، فَلَبِثْتُمْ بَعْدَهُ مَاشَاءَ اللّٰهُ حَتّٰى يُطْلِعَ اللّٰهُ لَكُمْ مَنْ يَّجْمَعُكُمْ وَيَضُمُّ نَشْرَكُمْ فَلَا تَطْمَعُوا فِي غَيْرِ مُقْبِلٍ، وَلَا تَيْأَسُوا مِنْ مُدْبِرٍ۔ فَاِنَّ الْمُدْبِرَ عَسٰى اَنْ تَزِلَّ اِحْدٰى قَائِمَتَيْهِ وَتَثْبُتَ الْاُخْرٰى وَتَرْجِعَا حَتّٰى تَثْبُتَا جَمِيعًا۔ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ كَمَثَلِ نُجُومِ السَّمَآءِ اِذَا خَوٰى نَجْمٌ طَلَعَ نَجْمٌ۔ فَكَاَنَّكُمْ قَدْ

اُس اللہ کیلئے حمد و ثناء ہے جو مخلوقات میں اپنا (دامن) فضل پھیلائے ہوئے اور اپنا دست کرم بڑھائے ہوئے ہے۔ ہم تمام اُمور میں اس کی حمد کرتے ہیں اور اُس کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھنے میں اُس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اُس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ جنہیں اللہ نے اپنا امر واضح کر کے سنانے اور اپنا ذکر زبان پر لانے کے لئے بھیجا۔ آپ نے امانتداری کے ساتھ اسے پہنچایا اور راہِ راست پر برقرار رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں حق کا وہ پرچم چھوڑ گئے کہ جو اس سے آگے بڑھے گا وہ (دین سے) نکل جائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ مٹ جائے گا اور جو اس سے چمٹا رہے گا وہ حق کے ساتھ رہے گا۔ اس پرچم کی طرف راہنمائی کرنے والا وہ ہے جو بات کہنے میں جلد بازی نہیں کرتا اور (پوری طرح غور کرنے کے لئے) اپنے اقدام میں تاخیر کرتا ہے، اور جب کسی امر کو لے کر کھڑا ہو جائے تو پھر تیز گام ہے جب تم اُس کے سامنے گردنیں خم کر دو گے اور (اُس کی عظمت و جلال کے پیش نظر) اُس کی طرف انگلیوں کے اشارے کرنے لگو گے تو اُسے موت آ جائے گی اور اُسے لے جائے گی اور پھر جب تک اللہ چاہے تم (انتظار میں) ٹھہرے رہو گے۔ یہاں تک کہ اللہ اُس شخص کو ظاہر کرے جو تمہیں ایک جگہ پر جمع کرے اور تمہاری شیرازہ بندی کرے جو کچھ[1] ہونے والا نہیں ہے اس کی لالچ نہ کرنا، اور بہت ممکن کہ برگشتہ صورت حال کا ایک قدم اکھڑ گیا ہو، اور دوسرا قدم جما ہوا ہو، اور پھر کوئی ایسی صورت ہو کہ دونوں قدم جم ہی جائیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ آلِ محمدؐ آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا



تَكَامَلَتْ مِنَ اللّٰهِ فِيكُمُ الصَّنَائِعُ وَاَرَاكُمْ مَا كُنْتُمْ تَامُلُونَ۔

اُبھر آتا ہے۔ گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے، وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر سردست تمہارے توقعات پورے نہیں ہو رہے تو مایوس نہ ہو جاؤ کیونکہ ممکن ہے کہ صورت حال میں تبدیلی ہو اور اصلاح میں جو رکاوٹیں ہیں وہ دور ہو جائیں اور معاملات تمہارے حسبِ دلخواہ طے پا جائیں۔

# خطبہ ۹۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ اُخْرٰى۔

اَلْاَوَّلُ قَبْلَ كُلِّ اَوَّلٍ۔ وَالْاٰخِرُ بَعْدَ كُلِّ اٰخِرٍ۔ بِاَوَّلِيَّتِهِ وَجَبَ اَنْ لَّا اَوَّلَ لَهُ وَبِاٰخِرِيَّتِهِ وَجَبَ اَنْ لَا اٰخِرَ لَهُ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ: اَيُّهَا النَّاسُ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي۔ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمْ عِصْيَانِي وَلَا تَتَرَامَوْا بِالْاَبْصَارِ عِنْدَ مَا تَسْمَعُونَهُ مِنِّي فَوَالَّذِي اُنَبِّئُكُمْ بِهِ عَنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ مَا كَذَبَ الْمُبَلِّغُ وَلَا جَهِلَ السَّامِعُ۔ وَ لَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلٰى ضِلِّيلٍ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ، وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ۔ فَاِذَا فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَاشْتَدَّتْ شَكِيمَتُهُ وَثَقُلَتْ فِي الْاَرْضِ وَطْاَتُهُ عَضَّتِ الْفِتْنَةُ اَبْنَآءَهَا بِاَنْيَابِهَا وَمَاجَتِ الْحَرْبُ بِاَمْوَاجِهَا۔ وَبَدَا مِنَ الْاَيَّامِ كُلُوحُهَا، وَمِنَ اللَّيَالِي كُدُوحُهَا۔ فَاِذَا

وہ ہر اوّل سے پہلے اوّل اور ہر آخر کے بعد آخر ہے۔ اُس کی اولیت کے سبب سے واجب ہے کہ اس سے پہلے کوئی نہ ہو اور اُس کے آخر ہونے کی وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بعد کوئی نہ ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ایسی گواہی جس میں ظاہر و باطن یکساں، اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اے لوگو! تم میری مخالفت کے جرم میں مبتلا نہ ہو، اور میری نافرمانی کر کے حیران و پریشان نہ ہو۔ میری باتیں سنتے وقت تو ایک دوسرے کی طرف آنکھوں کے اشارے نہ کرو۔ اُس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کی اور ذی روح کو پیدا کیا ہے۔ میں جو خبر تمہیں دیتا ہوں وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے پہنچی ہوئی ہے۔ نہ خبر دینے والے (رسول) نے جھوٹ کہا، نہ سننے والا جاہل تھا (لو سنو!) میں[1] ایک سخت گمراہیوں میں پڑے ہوئے شخص کو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور اُس نے اپنے جھنڈے کوفہ کے آس پاس کھلے میدانوں میں گاڑ دیئے ہیں۔ چنانچہ جب اس کا منہ (پھاڑ کھانے کو) کھل گیا اور اس کی لگام کا دہانہ مضبوط ہو گیا اور زمین میں اس کی پامالیاں سخت سے سخت ہو گئیں، تو فتنوں نے اپنے دانتوں سے دنیا والوں کو کاٹنا شروع کر دیا اور جنگ کا دریا تھپیڑے مارنے لگا

أَيْنَعَ زَرْعُهُ وَقَامَ عَلَى يَنْعِهِ۔ وَهَدَرَتْ شَقَاشِقُهُ وَبَرَقَتْ بَوَارِقُهُ، وَعُقِدَتْ رَايَاتُ الْفِتَنِ الْمُعْضِلَةِ وَأَقْبَلْنَ كَاللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، وَالْبَحْرِ الْمُلْتَطِمِ۔ هٰذَا وَكَمْ يَخْرِقُ الْكُوفَةَ مِنْ قَاصِفٍ، وَيَمُرُّ عَلَيْهَا مِنْ عَاصِفٍ۔ وَعَنْ قَلِيلٍ تَلْتَفُّ الْقُرُونُ بِالْقُرُونِ، وَيُحْصَدُ الْقَائِمُ وَيُحْطَمُ الْمَحْصُودُ۔

اور دلوں کی سختی سامنے آ گئی۔ بس اِدھر اس کی کھیتی پختہ ہوئی اور فصل تیار ہوئی اور اس کی سرمستیاں جوش دکھانے لگیں اور تلواریں چمکنے لگیں۔ ادھر سخت فتنہ و شر کے جھنڈے گڑ گئے اور اندھیری رات اور متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھ آئے۔ اُس کے علاوہ اور کتنے ہی تیز جھکڑ کوفہ کو اُکھیڑ ڈالیں گے، اور کتنی ہی سخت آندھیاں اس میں آئیں گی۔ اور عنقریب جماعتیں جماعتوں سے گتھ جائیں گی اور کھڑی کھیتیوں کو کاٹ دیا جائے گا اور کٹے ہوئے حاصلوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے گا۔

[1] اس سے بعض نے معاویہ اور بعض نے عبدالملک ابن مروان مراد لیا ہے۔

## خطبہ ۱۰۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ يَجْرِي مَجْرَى الْخُطْبَةِ
وَذٰلِكَ يَوْمٌ يَجْمَعُ اللّٰهُ فِيهِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِنِقَاشِ الْحِسَابِ وَجَزَاءِ الْأَعْمَالِ، خُضُوعًا قِيَامًا قَدْ أَلْجَمَهُمُ الْعَرَقُ، وَرَجَفَتْ بِهِمُ الْأَرْضُ۔ فَأَحْسَنُهُمْ حَالًا مَنْ وَجَدَ لِقَدَمَيْهِ مَوْضِعًا وَلِنَفْسِهِ مُتَّسَعًا (مِنْهُ) فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ۔ لَا تَقُومُ لَهَا قَائِمَةٌ، وَلَا تُرَدُّ لَهَا رَايَةٌ تَأْتِيكُمْ مَزْمُومَةً مَرْحُولَةً يَحْفِزُهَا قَائِدُهَا وَيَجْهَدُهَا رَاكِبُهَا أَهْلُهَا قَوْمٌ شَدِيدٌ كَلَبُهُمْ قَلِيلٌ سَلَبُهُمْ يُجَاهِدُهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَوْمٌ أَذِلَّةٌ عِنْدَ الْمُتَكَبِّرِينَ، فِي الْأَرْضِ مَجْهُولُونَ، وَفِي السَّمَاءِ مَعْرُوفُونَ۔ فَوَيْلٌ لَكِ يَا بَصْرَةُ عِنْدَ ذٰلِكَ مِنْ جَيْشٍ مِنْ نِقَمِ اللّٰهِ لَا رَهَجَ لَهُ وَلَا حَسَّ وَسَيُبْتَلَى أَهْلُكِ بِالْمَوْتِ الْأَحْمَرِ وَالْجُوعِ الْأَغْبَرِ۔

وہ ایسا دن ہوگا کہ اللہ حساب کی چھان بین اور عملوں کی جزا کے لئے سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا، وہ خضوع کی حالت میں اس کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ پسینہ منہ تک پہنچ کر اُن کے منہ میں لگام ڈال دے گا۔ زمین اُن لوگوں سمیت لرزتی اور تھرتھراتی ہوگی۔ اس وقت سب سے بڑا خوش حال وہ ہوگا جسے اپنے دونوں قدم ٹکانے کی جگہ اور سانس لینے کو کھلی فضا مل جائے۔

اسی خطبے کا ایک جز یہ ہے۔ وہ ایسے فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے۔ اُن کے مقابلے کے لئے (گھوڑوں کے) پیر جم نہ سکیں گے اور نہ اُن کے جھنڈے پلٹائے جا سکیں گے۔ وہ تمہارے پاس اس طرح آئیں گے کہ اُن کی لگامیں چڑھی ہوں گی اور اُن پر پالان کسے ہوں گے۔ اُن کا پیش رو انہیں۔ تیزی سے ہنکائے گا اور سوار ہونے والا انہیں ہلکان کردے گا۔ وہ لوگ اس قوم سے ہیں جن کے حملے سخت ہوتے ہیں اور لوٹ کھسوٹ کم۔ اُن سے وہ قوم فی سبیل اللہ جہاد کرے گی جو متکبروں کے نزدیک پست اور ذلیل، زمین میں گمنام اور آسمان میں جانی پہچانی ہوئی ہوگی۔ اے بصرہ! تیری حالت پر افسوس ہے کہ جب تجھ پر اللہ کے عذاب کے لشکر ٹوٹ پڑیں گے جس میں نہ غبار اڑے گا اور نہ شور و غوغا ہوگا، اور تیرے بسنے والے قتل اور سخت بھوک میں مبتلا ہوں گے۔



## خطبہ ۱۰۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
أُنْظُرُوا إِلَى الدُّنْيَا نَظَرَ الزَّاهِدِينَ فِيهَا، الصَّادِفِينَ عَنْهَا۔ فَإِنَّهَا وَاللّٰهِ عَمَّا قَلِيلٍ تُزِيلُ الثَّاوِيَ السَّاكِنَ تُفْجِعُ الْمُتْرَفَ الْآمِنَ۔ لَا يَرْجِعُ مَا تَوَلَّى مِنْهَا نَادَبَرَ۔ وَلَا يُدْرٰى مَا هُوَاتٍ مِنْهَا فَيُنْتَظَرَ۔ سُرُورُهَا مَشُوبٌ بِالْحُزْنِ۔ وَجَلَدُ الرِّجَالِ فِيهَا إِلَى الضَّعْفِ وَالْوَهْنِ فَلَا يَغُرَّنَّكُمْ كَثْرَةُ مَا يُعْجِبُكُمْ فِيهَا، لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِنْهَا۔

دنیا کو زہد اختیار کرنے والوں اور اُس سے پہلو بچانے والوں کی نظر سے دیکھو، خدا کی قسم! وہ جلد ہی اپنے رہنے سہنے والوں کو اپنے سے الگ کر دے گی، اور امن و خوشحالی میں بسر کرنے والوں کو رنج و اندوہ میں ڈال دے گی، اور جو چیز اس میں کی منہ موڑ کر پیٹھ پھرا لے، وہ واپس نہیں آیا کرتی۔ اور آنے والی چیز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی راہ دیکھی جائے۔ اُس کی مسرتیں رنج میں سمودی گئی ہیں، اور جوانمردوں کی ہمت و طاقت اس میں کمزوری و ناتوانی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ (دیکھو) دنیا کو خوش کر دینے والی چیزوں کی زیادتی تمہیں مغرور نہ بنا دے۔ اسلئے کہ جو چیزیں تمہارا ساتھ دیں گی، وہ بہت کم ہیں۔

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً تَفَكَّرَ فَاعْتَبَرَ وَاعْتَبَرَ فَأَبْصَرَ۔ فَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الدُّنْيَا عَنْ قَلِيلٍ لَمْ يَكُنْ، وَكَأَنَّ مَا هُوَ كَائِنٌ مِنَ الْآخِرَةِ عَمَّا قَلِيلٍ لَمْ يَزَلْ، وَكُلُّ مَعْدُودٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ آتٍ، وَكُلُّ آتٍ قَرِيبٌ دَانٍ

خدا اس شخص پر رحم کرے جو سوچ بچار سے عبرت اور عبرت سے بصیرت حاصل کرے۔ دنیا کی ساری موجود چیزیں معدوم ہو جائیں گی گویا کہ وہ موجود تھیں ہی نہیں، اور آخرت میں پیش آنے والی چیزیں جلد ہی موجود ہو جائیں گی۔ گویا کہ وہ ابھی سے موجود ہیں۔ ہر شمار میں آنے والی چیز ختم ہو جایا کرتی ہے اور جس کی آمد کا انتظار ہو، اُسے آیا ہی جانو اور ہر آنے والے کو نزدیک اور پہنچا ہوا سمجھو۔

(مِنْهَا) الْعَالِمُ مَنْ عَرَفَ قَدْرَهُ وَكَفٰى بِالْمَرْءِ جَهْلًا أَنْ لَا يَعْرِفَ قَدْرَهُ وَإِنَّ مِنْ

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ عالم وہ ہے جو اپنا مرتبہ شناس ہو اور انسان کی جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ وہ اپنی قدر و منزلت

اَبغضِ الرِّجالِ اِلَى اللهِ تَعالٰی لَعَبْدًا وَكَلَهُ اللهُ اِلٰی نَفْسِهٖ جَائِرًا عَنْ قَصْدِ السَّبِيْلِ سَائِرًا بِغَيْرِ دَلِيْلٍ۔ اِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الدُّنْيَا عَمِلَ، وَاِنْ دُعِیَ اِلٰی حَرْثِ الْاٰخِرَةِ كَسِلَ كَاَنَّ مَا عَمِلَ لَهٗ وَاجِبٌ عَلَيْهِ، وَكَاَنَّ مَا وَنٰی فِيْهِ سَاقِطٌ عَنْهُ۔

نہ پہچانے۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند، اللہ کو وہ بندہ ہے جسے اللہ نے اُس کے نفس کے حوالے کردیا ہے۔ اس طرح کہ وہ سیدھے راستے سے ہٹا ہوا اور بغیر رہنما کے چلنے والا ہے۔ اگر اُسے دنیا کی کھیتی (بونے) کے لئے بلایا جاتا ہے تو سرگرمی دکھاتا ہے اور آخرت کی کھیتی (بونے) کے لئے کہا جاتا ہے تو کاہلی کرنے لگتا ہے۔ گویا جس چیز کے لئے اُس نے سرگرمی دکھائی ہے وہ تو ضروری تھی، اور جس میں سستی وکوتاہی کی وہ اس سے ساقط تھی۔

(وَمِنْهَا) وَذٰلِكَ زَمَانٌ لَا يَنْجُوْ فِيْهِ اِلَّا كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ اِنْ شَهِدَ لَمْ يُعْرَفْ وَاِنْ غَابَ لَمْ يُفْتَقَدْ۔ اُولٰٓئِكَ مَصَابِيْحُ الْهُدٰی، وَاَعْلَامُ السُّرٰی لَيْسُوْا بِالْمَسَايِيْحِ وَلَا الْمَذَايِيْعِ الْبُذُرِ اُولٰٓئِكَ يَفْتَحُ اللهُ لَهُمْ اَبْوَابَ رَحْمَتِهٖ وَيَكْشِفُ عَنْهُمْ ضَرَّآءَ نِقْمَتِهٖ۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے۔ وہ زمانہ ایسا ہوگا کہ جس میں وہ خوابیدہ مومن ہی بچ کر نکل سکے گا کہ جو سامنے آنے پر جانا پہچانا نہ جائے، اور نگاہ سے اوجھل ہونے پر اُسے ڈھونڈا نہ جائے۔ یہی لوگ تو ہدایت کے جگمگاتے چراغ اور شب پیمائیوں میں روشن نشان ہیں۔ نہ وہ اِدھر اُدھر کچھ کا کچھ لگاتے پھرتے ہیں نہ لوگوں کی برائیاں اچھالتے ہیں اور نہ اُن کے راز فاش کرتے ہیں۔ اللہ انہیں لوگوں کے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور اُن سے اپنے عذاب کی سختیاں دور رکھے گا۔

اَيُّهَا النَّاسُ سَيَاْتِیْ عَلَيْكُمْ زَمَانٌ يُكْفَأُ فِيْهِ الْاِسْلَامُ كَمَا يُكْفَأُ الْاِنَاءُ بِمَا فِيْهِ۔ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللهَ قَدْ اَعَاذَكُمْ مِنْ اَنْ يَجُوْرَ عَلَيْكُمْ، وَلَمْ يُعِذْكُمْ مِنْ اَنْ يَبْتَلِيَكُمْ، وَقَدْ قَالَ جَلَّ مِنْ قَائِلٍ۔ "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ۔"

اے لوگو! وہ زمانہ تمہارے سامنے آنے والا ہے کہ جس میں اسلام کو اس طرح اوندھا کردیا جائے گا جس طرح برتن کو (اُن چیزوں سمیت جو اُس میں ہوں) الٹ دیا جائے۔ اے لوگو! اللہ نے تمہیں اس امر سے محفوظ رکھا ہے کہ وہ تم پر ظلم کرے۔ مگر اس سے پناہ نہیں کہ وہ تمہیں آزمائش میں ڈالے۔ اُس بزرگ و برتر کہنے والے کا ارشاد ہے "اس میں (ہماری) بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم تو بس ان کا امتحان لیا کرتے ہیں۔

اَمَّا قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ (كُلُّ مُؤْمِنٍ نُوَمَةٍ) فَاِنَّمَا اَرَادَ بِهِ الْخَامِلَ الذِّكْرِ الْقَلِيْلَ الشَّرِّ۔ وَالْمَسَايِيْحُ جَمْعُ مِسْيَاحٍ وَهُوَ الَّذِیْ يَسِيْحُ بَيْنَ النَّاسِ بِالْفَسَادِ وَالنَّمَائِمِ۔ وَالْمَذَايِيْعُ جَمْعُ مِذْيَاعٍ۔

سید رضی فرماتے ہیں حضرت کے ارشاد "ہر خوابیدہ مومن" میں خوابیدہ سے مراد وہ شخص ہے کہ جو گمنام اور بے شر ہو اور مسابیح مسیاح کی جمع ہے اور مسیاح اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں میں فتنہ و شری پھیلاتا رہے اور لگائی بجھائی کرتا رہے اور مذاییع مذیاع کی جمع ہے اور



وَهُوَ الَّذِیْ اِذَا سَمِعَ لِغَيْرِهٖ بِفَاحِشَةٍ اَذَاعَهَا وَنَوَّهَ بِهَا۔ وَالْبُذُرُ جَمْعُ بَذُوْرٍ۔ وَهُوَ الَّذِیْ يَكْثُرُ سَفَهُهٗ وَيَلْغُوْ مَنْطِقُهٗ۔

مذیاع اُسے کہتے ہیں کہ جو کسی کی بُرائی سنے تو اُسے اچھالے اور اعلانیہ بیان کرے اور بذر، بذور کی جمع ہے اور بذور اُسے کہتے ہیں کہ جو احمق اور اول فول بکنے والا ہو۔

## خطبہ ۱۰۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ تَقَدَّمَ مُخْتَارُهَا بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهٗ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعَرَبِ يَقْرَءُ كِتَابًا، وَلَا يَدَّعِیْ نُبُوَّةً وَّلَا وَحْيًا فَقَاتَلَ بِمَنْ اَطَاعَهٗ مَنْ عَصَاهُ يَسُوْقُهُمْ اِلٰی مَنْجَاتِهِمْ، وَيُبَادِرُ بِهِمُ السَّاعَةَ اَنْ تَنْزِلَ بِهِمْ۔

ایک دوسری روایت کی بناء پر یہ خطبہ پہلے درج ہو چکا ہے۔ جب اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا، تو عربوں میں نہ کوئی (آسمانی) کتاب کا پڑھنے والا تھا اور نہ کوئی نبوت و وحی کا دعوے دار۔ آپ نے اطاعت کرنے والوں کو لے کر اپنے مخالفوں سے جنگ کی۔ درآں حالیکہ آپ ان لوگوں کو نجات کی طرف لے جارہے تھے اور قبل اس کے کہ موت ان لوگوں پر آپڑے، ان کی ہدایت کے لئے بڑھ رہے تھے۔

يَحْسِرُ الْحَسِيْرُ وَيَقِفُ الْكَسِيْرُ فَيُقِيْمُ عَلَيْهِ حَتّٰی يُلْحِقَهٗ غَايَتَهٗ اِلَّا هَالِكًا لَا خَيْرَ فِيْهِ حَتّٰی اَرَاهُمْ مَنْجَاتَهُمْ، وَبَوَّاَهُمْ مَحَلَّتَهُمْ فَاسْتَدَارَتْ رَحَاهُمْ، وَاسْتَقَامَتْ قَنَاتُهُمْ وَاَيْمُ اللهِ لَقَدْ كُنْتُ فِیْ سَاقَتِهَا حَتّٰی تَوَلَّتْ بِحَذَافِيْرِهَا، وَاسْتَوْسَقَتْ فِیْ قِيَادِهَا، مَا ضَعُفْتُ وَلَا جَبُنْتُ، وَلَا خُنْتُ وَلَا وَهَنْتُ وَاَيْمُ اللهِ لَاَبْقُرَنَّ الْبَاطِلَ حَتّٰی اُخْرِجَ الْحَقَّ مِنْ خَاصِرَتِهٖ۔

جب کوئی تھکا ماندہ رک جاتا تھا اور خستہ و درماندہ ٹھہر جاتا تھا تو آپ اس کے (سر پر) کھڑے ہو جاتے تھے اور اسے اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتے تھے یہ اور بات ہے کہ کوئی ایسا تباہ حال ہو جس میں ذرہ بھر بھلائی ہی نہ ہو۔ یہاں تک کہ آپ نے انہیں نجات کی منزل دکھا دی، اور انہیں اُن کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔ چنانچہ ان کی چکی گھومنے لگی، ان کے نیزے کا خم جاتا رہا۔ خدا کی قسم میں بھی انہیں ہنکانے والوں میں تھا۔ یہاں تک کہ وہ پوری طرح پسپا ہو گئے اور اپنے بندھنوں میں جکڑ دیئے گئے۔ اس دوران میں نہ میں عاجز ہوا نہ بزدلی دکھائی، نہ کسی قسم کی خیانت کی اور نہ مجھ میں کمزوری آئی۔ خدا کی قسم! میں (اب بھی) باطل کو چیر کر حق کو اس کے پہلو سے نکال لوں گا۔

## خطبہ ۱۰۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

آخر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور آن حالیکہ وہ

حَتّٰى بَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ شَهِيْدًا وَّبَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا: خَيْرَ الْبَرِيَّةِ طِفْلًا وَاَنْجَبَهَا كَهْلًا۔ اَطْهَرَ الْمُطَهَّرِيْنَ شِيْمَةً، وَاَجْوَادَ الْمُسْتَمْطَرِيْنَ دِيْمَةً۔ فَمَا احْلَوْلَتْ لَكُمُ الدُّنْيَا فِيْ لَذَّتِهَا وَلَا تَمَكَّنْتُمْ مِنْ رَضَاعِ اَخْلَافِهَا، اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَاصَادَفْتُمُوْهَا جَائِلًا خِطَامُهَا قَلِقًا وَضِيْنُهَا۔ قَدْ صَارَ حَرَامُهَا عِنْدَ اَقْوَامٍ بِمَنْزِلَةِ السِّدْرِ الْمَخْضُوْدِ وَحَلَالُهَا بَعِيْدًا غَيْرَ مَوْجُوْدٍ۔ وَصَادَفْتُمُوْهَا وَاللّٰهِ ظِلًّا مَّمْدُوْدًا اِلٰى اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۔ فَالْاَرْضُ لَكُمْ شَاغِرَةٌ، وَاَيْدِيْكُمْ فِيْهَا مَبْسُوْطَةٌ، وَاَيْدِي الْقَادَةِ عَنْكُمْ مَكْفُوْفَةٌ وَسُيُوْفُكُمْ عَلَيْهِمْ مُسَلَّطَةٌ وَسُيُوْفُهُمْ عَنْكُمْ مَقْبُوْضَةٌ۔ اَلَا اِنَّ بِكُلِّ دَمٍ ثَائِرًا، وَلِكُلِّ حَقٍّ طَالِبًا۔ وَاِنَّ الثَّائِرَ فِيْ دِمَائِنَا كَالْحَاكِمِ فِيْ حَقِّ نَفْسِهٖ۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا يُعْجِزُهٗ مَنْ طَلَبَ لَا يَفُوْتُهٗ مَنْ هَرَبَ فَاُقْسِمُ بِاللّٰهِ يَابَنِيْ اُمَيَّةَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَتَعْرِفُنَّهَا فِيْ اَيْدِيْ غَيْرِكُمْ وَفِيْ دَارِ عَدُوِّكُمْ۔ اَلَا وَاِنَّ اَبْصَرَ الْاَبْصَارِ مَا نَفَذَ فِي الْخَيْرِ طَرْفُهٗ۔ اَلَا اِنَّ اَسْمَعَ الْاَسْمَاعِ مَا وَعَى

گواہی دینے والے، خوشخبر سنانے والے اور ڈرانے والے تھے جو بچپنے میں بھی بہترین خلائق اور سن رسیدہ ہونے پر بھی شرف کائنات تھے اور پاک لوگوں میں خوخصلت کے اعتبار سے پاکیزہ تر اور جود وسخا میں ابر صفت برسائے جانے والوں میں سب سے زائد لگاتار برسنے والے تھے۔

دنیا اپنی لذتوں میں اس وقت تمہارے لئے شیریں وخوشگوار ہوئی اور اس وقت تم اس کے تھنوں سے دودھ پینے پر قادر ہوئے جب اس کے پہلے اس کی مہاریں جھول رہی تھیں اور اس کا تنگ (ڈھیلا ہوکر) ہل رہا تھا (یعنی اس کا کوئی سوار اور دیکھ بھال کرنے والا نہ تھا جو اس کی باگیں اٹھاتا اور اس کا تنگ کستا، کچھ قوموں کے لئے تو حرام اس بیری کے مانند (خوش گوار اور مزے دار) ہوگیا تھا جس کی شاخیں پھلوں کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں۔ اور حلال ان کے لئے (کوسوں) دور اور نایاب تھا۔ خدا کی قسم! یہ دنیا لمبی چھاؤں کی صورت میں ایک مقررہ وقت تک تمہارے پاس ہے۔ مگر اس وقت تو زمین بغیر روک ٹوک کے تمہارے قبضے میں ہے تمہارے ہاتھ اس میں کھلے ہوئے ہیں اور پیشواؤں کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تمہاری تلواریں ان پر مسلّط ہیں اور ان کی تلواریں روکی جاچکی ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر خون کا کوئی قصاص لینے والا، اور ہر حق کا کوئی طلب کرنے والا بھی ہوتا ہے اور ہمارے خون کا قصاص لینے والا اُس حاکم کے مانند ہے جو اپنے ہی حق کے بارے میں فیصلہ کرے اور وہ اللہ ہے کہ جسے وہ تلاش کرے۔ وہ اسے بے بس نہیں بنا سکتا اور جو بھاگنے کی کوشش کرے وہ اس کے ہاتھوں سے بچ کر نہیں نکل سکتا۔ اے بنی اُمیہ! میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جلد ہی تم اپنی (دنیا اور اس کی) ثروتوں کو دوسروں کے ہاتھوں اور دشمنوں کے گھروں میں دیکھو گے۔ سب آنکھوں سے زیادہ دیکھنے والی وہ آنکھ ہے جس کی نظر نیکیوں میں اُتر



التَّذْكِيْرَ وَقَبِلَهٗ۔ اَيُّهَا النَّاسُ اسْتَصْبِحُوْا مِنْ شُعْلَةِ مِصْبَاحٍ وَاعِظٍ مُّتَّعِظٍ وَامْتَاحُوْا مِنْ صَفْوِ عَيْنٍ قَدْ رُوِّقَتْ مِنَ الْكَدَرِ۔

عِبَادَ اللّٰهِ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلٰى جَهَالَتِكُمْ وَلَا تَنْقَادُوْا لِاَهْوَائِكُمْ، وَلَا تَنْقَادُوْا لِاَهْوَآئِكُمْ فَاِنَّ النَّازِلَ بِهٰذَا الْمَنْزِلِ نَازِلٌ بِشَفَا جُرُفٍ هَارٍ، يَنْقُلُ الرَّدٰى عَلٰى ظَهْرِهٖ مِنْ مَوْضِعٍ اِلٰى مَوْضِعٍ لِرَأْيٍ يُحْدِثُهٗ بَعْدَ رَأْيٍ يُرِيْدُ اَنْ يُلْصِقَ مَالَا يَلْتَصِقُ وَيُقَرِّبَ مَالَا يَتَقَارَبُ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ اَنْ تَشْكُوْا اِلٰى مَنْ لَا يُشْكِيْ شَجْوَكُمْ، وَلَا يَنْقُضُ بِرَأْيِهٖ مَاقَدْ اُبْرِمَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَيْسَ عَلَى الْاِمَامِ اِلَّا مَا حُمِّلَ مِنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ اَلْاِبْلَاغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَالْاِجْتِهَادُ فِي النَّصِيْحَةِ، وَالْاِحْيَآءُ لِلسُّنَّةِ وَاِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلٰى مُسْتَحِقِّيْهَا، وَاِصْدَارُ السُّهْمَانِ عَلٰى اَهْلِهَا فَبَادِرُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِ تَصْوِيْحِ نَبْتِهٖ وَمِنْ قَبْلِ اَنْ تُشْغَلُوْا بِاَنْفُسِكُمْ عَنْ مُسْتَثَارِ الْعِلْمِ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهٖ۔ وَانْهَوْا غَيْرَكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتَنَاهَوْا عَنْهُ۔ فَاِنَّمَا اُمِرْتُمْ بِالنَّهْيِ بَعْدَ التَّنَاهِيْ۔

جائے، اور سب کانوں سے بڑھ کر سننے والا وہ کان ہے کہ جو نصیحت کی باتیں سنے اور انہیں قبول کرے۔ اے لوگو! واعظ باعمل کے چراغ ہدایت کی رو سے اپنے چراغ روشن کرلو، اور اس صاف وشفاف چشمہ سے پانی بھرلو، جو (شہادت کی) آمیزشوں اور کدورتوں سے نتھر چکا ہے۔ اے اللہ کے بندو! اپنی جہالتوں کی طرف نہ مڑو اور نہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوجاؤ۔ اس لئے کہ خواہشوں کی منزل میں اُترنے والا ایسا ہے جیسے کوئی سیلاب زدہ دیوار کے کنارے پر کھڑا ہو کہ جو گرا چاہتی ہو۔ وہ ہلاکتوں کا پلندہ اپنی پیٹھ پر اٹھائے کبھی اس کندھے پر رکھتا ہے کبھی اُس کندھے پر۔ اپنی اُن رایوں کی صورت میں جنہیں وہ بدلتا رہتا ہے۔ اور یہ چاہتا ہے کہ اس پر (کوئی دلیل) چسپاں کرے، مگر جو چپکنے والی نہیں ہوتی اور اسے (ذہنوں سے) قریب کرنا چاہتا ہے، جو قریب ہونے کے قابل نہیں۔ اللہ سے ڈرو کہ تم اپنی شکائتیں اس شخص کے سامنے لے کر بیٹھ جاؤ کہ جو (تمہاری خواہشوں کے مطابق) تمہارے شکوؤں کے قلق کو دور نہیں کرے گا، اور نہ شریعت کے محکم ومضبوط احکام کو توڑے گا۔ امام کا فرض تو بس یہ ہے کہ جو کام اسے اپنے پروردگار کی طرف سے سپرد ہوا ہے (اسے انجام دے) اور وہ یہ ہے کہ پند ونصیحت کی باتیں ان تک پہنچائے۔ سمجھانے بجھانے میں پوری پوری کوشش کرے، سنت کو زندہ رکھے، اور جن پر حد لگتا ہے اُن پر حد جاری کرے اور (غضب کئے ہوئے) حصوں کو اُن کے اصلی وارثوں تک پہنچائے۔ تمہیں چاہئے کہ علم کی طرف بڑھو قبل اس کے کہ اس کا (ہرا بھرا) سبزہ خشک ہوجائے اور قبل اس کے کہ اہل علم سے علم سیکھنے میں اپنے ہی نفس کی مصروفیتیں حائل ہوجائیں۔ دوسروں کو برائیوں سے روکو اور خود بھی رکے رہو۔ اس لئے کہ تمہیں برائیوں سے رکنے کا حکم پہلے ہے، اور دوسروں کو روکنے کا بعد میں ہے۔

# خطبہ ۱۰۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ شَرَعَ الْاِسْلَامَ فَسَهَّلَ شَرَآئِعَهُ لِمَنْ وَرَدَهُ، وَاَعَزَّ اَرْكَانَهُ عَلٰى مَنْ غَالَبَهُ فَجَعَلَهُ اَمْنًا لِمَنْ عَلِقَهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهُ وَبُرْهَانًا لِّمَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ، وَ شَاهِدًا لِّمَنْ خَاصَمَ بِهٖ، وَنُوْرًا لِّمَنِ اسْتَضَآءَ بِهٖ، وَفَهْمًا لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَتَبْصِرَةً لِّمَنْ عَزَمَ، وَعِبْرَةً لِّمَنِ اتَّعَظَ: وَنَجَاةً لِّمَنْ صَدَّقَ، وَثِقَةً لِّمَنْ تَوَكَّلَ وَرَاحَةً لِمَنْ فَوَّضَ، وَجُنَّةً لِّمَنْ صَبَرَ۔ فَهُوَ اَبْلَخُ الْمَنَاهِجِ وَاَوْضَحُ الْوَلَآئِجِ۔ مُشْرَفُ الْمَنَارِ مُشْرِقُ الْجَوَآدِّ، مُضِیْءُ الْمَصَابِيْحِ كَرِيْمُ الْمِضْمَارِ، رَفِيْعُ الْغَايَةِ جَامِعُ الْحَلْبَةِ، مُتَنَافَسُ السُّبْقَةِ شَرِيْفُ الْفُرْسَانِ اَلتَّصْدِيْقُ مِنْهَاجُهُ، وَالصَّالِحَاتُ مَنَارُهُ۔ وَالْمَوْتُ غَايَتُهُ۔ وَالدُّنْيَا مِضْمَارُهُ، وَالْقِيَامَةُ حَلْبَتُهُ، وَ الْجَنَّةُ سُبْقَتُهُ۔

(مِنْهَا فِىْ ذِكْرِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) حَتّٰى اَوْرٰى قَبَسًا لِقَابِسٍ، وَاَنَارَ عَلَمًا لِحَابِسٍ، فَهُوَ اَمِيْنُكَ الْمَاْمُوْنُ، وَشَهِيْدُكَ يَوْمَ الدِّيْنِ وَبَعِيْثُكَ نِعْمَةً

تمام حمد اللہ کے لئے ہے کہ جس نے شریعت اسلام کو جاری کیا اور اُس (کے سرچشمہ) ہدایت پر اُترنے والوں کے لئے اس کے قوانین کو آسان کیا، اور اُس کے ارکان کو حریف کے مقابلے میں غلبہ و سرفرازی دی۔ چنانچہ جو اس سے وابستہ ہو اُس کے لئے امن جو اس میں داخل ہو اُس کے لئے صلح و آشتی، جو اس کی بات کرے اس کے لئے دلیل، جو اُس کی مدد لے کہ مقابلہ کرے اس کے لئے اُسے گواہ قرار دیا ہے اور اُس سے کسب ضیا کرنے والے کے لئے نور، سمجھنے بوجھنے اور سوچ بچار کرنے والے کے لئے فہم و دانش، غور کرنے والے کے لئے (روشن) نشانی، ارادہ کرنے والے کے لئے بصیرت، نصیحت قبول کرنے والے کے لئے عبرت، تصدیق کرنے والے کے لئے نجات، بھروسا کرنے والے کے لئے اطمینان، ہر چیز اُسے سونپ دینے والے کے لئے راحت، صبر کرنے والے کے لئے سپر بنایا ہے۔ وہ تمام سیدھی راہوں میں زیادہ روشن اور تمام عقیدوں میں زیادہ واضح ہے۔ اس کے مینار بلند، راہیں درخشاں اور چراغ روشن ہیں۔ اس کا میدان (عمل) باوقار اور مقصد غایت بلند ہے۔ اس کے میدان میں تیز رفتار گھوڑوں کا اجتماع ہے۔ اُس کی طرف بڑھنا مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اُس کے شاہسوار عزت والے، اور اُس کا راستہ (اللہ و رسول کی) تصدیق ہے اور اچھے اعمال (راستے کے) نشانات ہیں۔ دنیا گھوڑ دوڑ کا میدان اور موت پہنچنے کی حد، اور قیامت گھوڑوں کے جمع ہونے کی جگہ اور جنت بڑھنے کا انعام ہے۔

اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے متعلق ہے۔

یہاں تک کہ آپؐ نے روشنی ڈھونڈنے والے کے لئے شعلے



وَرَسُوْلُكَ بِالْحَقِّ رَحْمَةً۔ اَللّٰهُمَّ اقْسِمْ لَهٗ مَقْسَمًا مِنْ عَدْلِكَ، وَاجْزِهٖ مُضَاعَفَاتِ الْخَيْرِ مِنْ فَضْلِكَ۔ اَللّٰهُمَّ اَعْلِ عَلٰى بِنَآءِ الْبَانِيْنَ بِنَآئَهٗ۔ وَاَكْرِمْ لَدَيْكَ نُزُلَهٗ۔ وَشَرِّفْ لَدَيْكَ مَنْزِلَتَهٗ وَاٰتِهِ الْوَسِيْلَةَ وَاَعْطِهِ السَّنَآءَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَاحْشُرْنَا فِىْ زُمْرَتِهٖ غَيْرَ خَزَايَا وَلَا نَادِمِيْنَ وَلَا نَاكِبِيْنَ، وَلَا نَاكِثِيْنَ، وَلَا ضَآلِّيْنَ، وَلَا مُضِلِّيْنَ، وَلَا مَفْتُوْنِيْنَ (وَقَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْمَا تَقَدَّمَ اِلَّا اَنَّنَا كَرَّرْنَاهُ هٰهُنَا لِمَا فِى الرِّوَايَتَيْنِ مِنَ الْاِخْتِلَافِ۔

(مِنْهَا فِىْ خِطَابِ اَصْحَابِهٖ)

وَقَدْ بَلَغْتُمْ مِنْ كَرَامَةِ اللّٰهِ لَكُمْ مَنْزِلَةً تُكْرَمُ بِهَا اِمَآؤُكُمْ وَتُوْصَلُ بِهَا جِيْرَانُكُمْ، وَ يُعَظِّمُكُمْ مَنْ لَا فَضْلَ لَكُمْ عَلَيْهِ وَلَا يَدَ لَكُمْ عِنْدَهٗ وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ عِنْدَهٗ وَيَهَابُكُمْ مَنْ لَا يَخَافُ لَكُمْ سَطْوَةً وَلَا لَكُمْ عَلَيْهِ اِمْرَةٌ۔ وَقَدْ تَرَوْنَ عُهُوْدَ اللّٰهِ مَنْقُوْضَةً فَلَا تَغْضَبُوْنَ، وَاَنْتُمْ لِنَقْضِ ذِمَمِ اٰبَآئِكُمْ تَاْنَفُوْنَ۔ وَكَانَتْ اُمُوْرُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ تَرِدُ وَعَنْكُمْ تَصْدُرُ۔ وَاِلَيْكُمْ تَرْجِعُ فَمَكَّنْتُمُ الظَّلَمَةَ مِنْ مَنْزِلَتِكُمْ،

بھڑکائے اور (راستہ کھو کر) سواری کے روکنے والے کے لئے نشانات روشن کئے۔ (اے اللہ!) وہ تیرے بھروسے کا امین اور قیامت کے دن تیرا (ٹھہرایا ہوا) گواہ ہے۔ وہ تیرا نبی مرسل و رسول برحق ہے۔ جو (دنیا کے لئے) نعمت و رحمت ہے۔

(خدایا) تو انہیں اپنے عدل و انصاف سے اُن کا حصہ عطا کر اور اپنے فضل سے انہیں دہرے حسنات اجر میں دے۔ (اے اللہ) اُن کی عمارت کو تمام معماروں کی عمارتوں پر فوقیت عطا کر اور اپنے پاس اُن کی عزت و آبرو سے مہمانی کر اور اُن کے مرتبہ کو بلندی و شرف بخشش، اور انہیں بلند درجہ دے اور رفعت و فضیلت عطا کر، اور ہمیں اُن کی جماعت میں اس طرح محشور کر کہ نہ ہم ذلیل و رسوا ہوں، نہ نادم و پریشان نہ حق سے روگردان، نہ عہد شکن، نہ گمراہ، نہ گمراہ کن اور نہ فریب خوردہ۔

سید رضی کہتے ہیں

یہ کلام اگرچہ پہلے گزر چکا ہے، مگر ہم نے پھر اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ اختلاف ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔

جس میں اپنے اصحاب سے خطاب فرمایا۔ تم اپنے اللہ کے لطف و کرم کی بدولت ایسے مرتبہ پر پہنچ گئے کہ تمہاری کنیزیں بھی محترم سمجھی جانے لگیں اور تمہارے ہمسایوں سے بھی اچھا برتاؤ کیا جانے لگا اور وہ لوگ بھی تمہاری تعظیم کرنے لگے جن پر تمہیں نہ کوئی فضیلت تھی نہ تمہارا کوئی اُن پر احسان تھا، اور وہ لوگ بھی تم سے دہشت کھانے لگے جنہیں تمہارے حملہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا، اور نہ تمہارا اُن پر تسلط تھا۔ مگر اس وقت تم دیکھ رہے ہو کہ اللہ کے عہد توڑے جا رہے ہیں، اور تم غیظ میں نہیں آتے۔ حالانکہ اپنے آباؤ اجداد کے قائم کردہ رسم و آئین کے توڑے جانے سے تمہاری رگ حمیت جنبش میں آجاتی ہے۔ حالانکہ اب تک اللہ کے معاملات تمہارے ہی سامنے پیش ہوتے رہے اور تمہارے ہی (ذریعہ سے) ان کا حل ہوتا رہا، اور تمہاری ہی

وَالْقَيْتُمْ اِلَيْهِمْ اَزِمَّتَكُمْ، وَاَسْلَمْتُمْ اُمُوْرَ اللهِ فِي اَيْدِيْهِمْ۔ يَعْمَلُوْنَ فِي الشُّبُهَاتِ، وَيَسِيْرُوْنَ فِي الشَّهَوَاتِ - وَاَيْمُ اللهِ لَوْ فَرَّقُوْكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ اللهُ لِشَرِّ يَوْمٍ لَهُمْ۔

طرف ہر پھر کر آتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنی جگہ ظالموں کے حوالے کر دی ہے، اور اپنی باگ ڈوڑ انہیں تھما دی ہے اور اللہ کے معاملات انہیں سونپ دیئے ہیں کہ وہ شبہوں پر عمل پیرا اور نفسانی خواہشوں پر گامزن ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تمہیں ہر ستارے کے نیچے بکھیر دیں تو بھی اللہ تمہیں اُس دن (ضرور) جمع کرے گا جو اُن کے لئے بہت بُرا دن ہوگا۔

## خطبہ ۱۰۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ۔

وَقَدْ رَاَيْتُ جَوْلَتَكُمْ وَانْحِيَازَكُمْ عَنْ صُفُوْفِكُمْ تَحُوْزُكُمُ الْجُفَاةُ الطَّغَامُ، وَاَعْرَابُ اَهْلِ الشَّامِ، وَاَنْتُمْ لَهَامِيْمُ الْعَرَبِ وَيَآفِيْخُ الشَّرَفِ وَ وَالْاَنْفُ الْمُقَدَّمُ، وَالسَّنَامُ الْاَعْظَمُ وَلَقَدْ شَفٰى وَحَاوِحَ صَدْرِيْ اَنْ رَاَيْتُكُمْ بِأَخَرَةٍ تَحُوْزُوْنَهُمْ كَمَا حَازُوْكُمْ، وَتُزِيْلُوْنَهُمْ عَنْ مَوَاقِفِهِمْ كَمَا اَزَالُوْكُمْ۔ حَسًّا بِالنِّصَالِ، وَشَجْرًا بِالرِّمَاحِ۔ تَرْكَبُ اُوْلَاهُمْ اُخْرَاهُمْ، كَالْاِبِلِ الْهِيْمِ الْمَطْرُوْدَةِ تُرْمٰى عَنْ حِيَاضِهَا وَتُذَادُ عَنْ مَوَارِدِهَا۔

میں نے تمہیں بھاگتے اور صفوں سے منتشر ہوتے ہوئے دیکھا، (جبکہ) تمہیں چند کھرے قسم کے اوباشوں اور شام کے بدوؤں نے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حالانکہ تم عرب کے جوان مرد شرف کے راس و رئیس (قوم میں) اونچی ناک والے اور چوٹی کی بلندی والے ہو۔ میرے سینے سے نکلنے والی کراہنے کی آوازیں اسی وقت دب سکتی ہیں کہ جب میں دیکھ لوں کہ آخر کار جس طرح انہوں نے تمہیں گھیر رکھا ہے تم نے بھی انہیں اپنے نرغہ میں لے لیا ہو اور جس طرح انہوں نے تمہارے قدم اکھیڑ دیئے ہیں اسی طرح تم نے بھی ان کے قدم ان کی جگہوں سے اکھیڑ ڈالے ہوں۔ تیروں کی بوچھاڑ سے انہیں قتل کرتے ہوئے اور نیزوں کے ایسے ہاتھ چلاتے ہوئے کہ جس سے ان کی پہلی صفیں دوسری صفوں پر چڑھی جاتی ہوں جیسے ہنکائے ہوئے پیاسے اونٹ کہ جنہیں ان کے تالابوں سے دور پھینک دیا گیا ہو، اور ان کے گھاٹوں سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔

## خطبہ ۱۰۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهِيَ مِنْ خُطَبِ الْمَلَاحِمِ۔

یہ اُن خطبوں میں سے ہے جن میں زمانہ کے حوادث و فتن کا تذکرہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَجَلِّيْ لِخَلْقِهِ بِخَلْقِهِ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو اپنے مخلوقات کی وجہ سے



وَالظَّاهِرِ لِقُلُوْبِهِمْ بِحُجَّتِهِ۔ خَلَقَ الْخَلْقَ مِنْ غَيْرِ رَوِيَّةٍ، اِذْكَانَتِ الرَّوِيَّاتُ لَا تَلِيْقُ اِلَّا بِذَوِي الضَّمَآئِرِ وَلَيْسَ بِذِيْ ضَمِيْرٍ فِيْ نَفْسِهِ خَرَقَ عِلْمُهُ بَاطِنَ غَيْبِ السُّتُرَاتِ وَاَحَاطَ بِغُمُوْضِ عَقَائِدِ السَّرِيْرَاتِ (مِنْهَا) فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ۔

مخلوقات کے سامنے عیاں ہے اور اپنی حجت و برہان کے ذریعہ سے دلوں میں نمایاں ہے۔ اُس نے بغیر سوچ بچار میں پڑے مخلوق کو پیدا کیا۔ اس لئے کہ غور و فکر اُس کے مناسب ہوا کرتی ہے جو دل و دماغ (جیسے اعضاء) رکھتا ہو۔ اور وہ دل و دماغ کی احتیاج سے بری ہے۔ اس کا علم غیب کے پردوں میں سرایت کئے ہوئے ہے، اور عقیدوں کی گہرائیوں کی تہ تک اُترا ہوا ہے۔

اس خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔ انہیں

اِخْتَارَهُ مِنْ شَجَرَةِ الْاَنْبِيَاءِ وَمِشْكَاةِ الضِّيَاءِ، وَذُؤَابَةِ الْعَلْيَاءِ وَسُرَّةِ الْبَطْحَاءِ وَمَصَابِيْحِ الظُّلْمَةِ، وَيَنَابِيْعِ الْحِكْمَةِ۔

انبیاء کے شجرہ، روشنی کے مرکز (آل ابراہیمؑ) بلندی کی جبین (قریش) بطحا کی ناف (مکہ) اور اندھیرے کے چراغوں اور حکمت کے سرچشموں سے منتخب کیا۔

(وَمِنْهَا) طَبِيْبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ قَدْ اَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ، وَاَحْمٰى مَوَاسِمَهُ يَضَعُ مِنْ ذٰلِكَ حَيْثُ الْحَاجَةُ اِلَيْهِ مِنْ قُلُوْبٍ عُمْيٍ وَاٰذَانٍ صُمٍّ، وَاَلْسِنَةٍ بُكْمٍ۔ مُتَتَبِّعٌ بِدَوَآئِهِ مَوَاضِعَ الْغَفْلَةِ وَمَوَاطِنَ الْحَيْرَةِ لَمْ يَسْتَضِيْئُوْا بِاَضْوَآءِ الْحِكْمَةِ، وَلَمْ يَقْدَحُوْا بِزِنَادِ الْعُلُوْمِ الثَّاقِبَةِ فَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ كَالْاَنْعَامِ السَّآئِمَةِ، وَالصُّخُوْرِ الْقَاسِيَةِ۔ قَدِ انْجَابَتِ السَّرَآئِرُ لِاَهْلِ الْبَصَآئِرِ۔ وَوَضَحَتْ مَحَجَّةُ الْحَقِّ لِخَابِطِهَا، وَاَسْفَرَتِ السَّاعَةُ عَنْ وَجْهِهَا، وَوَظَهَرَتِ الْعَلَامَةُ لِمُتَوَسِّمِهَا۔ مَالِيْ اَرَاكُمْ اَشْبَاحًا بِلَا اَرْوَاحٍ، وَاَرْوَاحًا بِلَا اَشْبَاحٍ، وَنُسَّاكًا بِلَا صَلَاحٍ، وَتُجَّارًا بِلَا

اس خطبہ کا یہ حصہ بھی رسولؐ ہی سے متعلق ہے۔ وہ ایک طبیب تھے جو اپنی حکمت و طب کو لئے ہوئے چکر لگا رہا ہو۔ اس نے اپنے مرہم ٹھیک ٹھاک کر لئے ہوں اور داغنے کے آلات تپا لیے ہوں۔ وہ اندھے دلوں، بہرے کانوں، گونگی زبانوں (کے علاج معالج) میں جہاں ضرورت ہوتی ہے، ان چیزوں کو استعمال میں لاتا ہو، اور دوا لیے غفلت زدہ اور حیرانی و پریشانی کے مارے ہوؤں کی کھوج میں لگا رہتا ہو مگر لوگوں نے نہ تو حکمت کی تنویروں سے ضیاء و نور کو حاصل کیا، اور نہ علوم درخشاں کے چقماق کو رگڑ کر نورانی شعلے پیدا کئے وہ اس معاملہ میں چرانے والے حیوانوں اور سخت پتھروں کے مانند ہیں۔ اہل بصیرت کے لئے چھپی ہوئی چیزیں ظاہر ہوگئی ہیں اور بھٹکنے والوں کے لئے حق کی راہ واضح ہوگئی اور آنے والی ساعت نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دی اور غور سے دیکھنے والوں کے لئے علامتیں ظاہر ہو چکی ہیں۔ لیکن تمہیں میں دیکھتا ہوں کہ پیکر بے روح اور روح بے قالب بنے ہوئے ہو، عابد بنے پھرتے ہو بغیر صلاح و تقویٰ کے اور تاجر بنے ہوئے ہو بغیر فائدوں

اَرْبَاحٍ، وَاَيْقَاظًا نُوَّمًا، وَشُهُودًا غُيَّبًا وَنَاظِرَةً عَمْيَاءَ وَسَامِعَةً صَمَّاءَ وَ نَاطِقَةً بَكْمَاءَ رَايَةُ ضَلَالَةٍ قَدْ قَامَتْ عَلٰى قُطْبِهَا، وَتَفَرَّقَتْ بِشُعَبِهَا، تَكِيلُكُمْ بِصَاعِهَا، وَتَخْبِطُكُمْ بِبَاعِهَا قَائِدُهَا خَارِجٌ مِنَ الْمِلَّةِ قَائِمٌ عَلَى الضَّلَّةِ فَلَا يَبْقٰى يَوْمَئِذٍ مِّنْكُمْ اِلَّا ثُفَالَةٌ كَثُفَالَةِ الْقِدْرِ، اَوْنُفَاضَةٌ كَنُفَاضَةِ الْعِكْمِ تَعْرُكُكُمْ عَرْكَ الْاَدِيمِ، وَتَدُوسُكُمْ دَوْسَ الْحَصِيدِ، وَتَسْتَخْلِصُ الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِكُمْ اسْتِخْلَاصَ الطَّيْرِ الْحَبَّةَ الْبَطِينَةَ مِنْ بَيْنِ هَزِيلِ الْحَبِّ۔ اَيْنَ تَذْهَبُ بِكُمُ الْمَذَاهِبُ، وَتَتِيهُ بِكُمُ الْغَيَاهِبُ، وَتَخْدَعُكُمُ الْكَوَاذِبُ وَمِنْ اَيْنَ تُؤْتَوْنَ وَاَنّٰى تُؤْفَكُونَ۔ فَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ وَلِكُلِّ غَيْبَةٍ اِيَابٌ۔ فَاسْتَمِعُوا مِنْ رَبَّانِيِّكُمْ وَاَحْضِرُوا قُلُوبَكُمْ وَاسْتَيْقِظُوا اِنْ هَتَفَ بِكُمْ۔ وَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ اَهْلَهُ، وَلْيَجْمَعْ شَمْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ ذِهْنَهُ۔ فَلَقَدْ فَلَقَ لَكُمُ الْاَمْرَ فَلْقَ الْخَرَزَةِ وَقَرَفَهُ قَرْفَ الصَّمْغَةِ۔ فَعِنْدَ ذٰلِكَ اَخَذَ الْبَاطِلُ مَآخِذَهُ، وَرَكِبَ الْجَهْلُ مَرَاكِبَهُ وَعَظُمَتِ الطَّاغِيَةُ وَقَلَّتِ الدَّاعِيَةُ، وَصَالَ الدَّهْرُ صِيَالَ السَّبُعِ الْعَقُورِ۔ وَهَدَرَ فَنِيقُ الْبَاطِلِ بَعْدَ كُظُومٍ۔ وَتَوَاخَى النَّاسُ عَلَى الْفُجُورِ۔ وَتَهَاجَرُوا عَلَى

کے۔ بیدار ہو، مگر سو رہے ہو۔ حاضر ہو، مگر ایسے جیسے غائب ہوں۔ دیکھنے والے ہو مگر اندھے۔ سننے والے ہو مگر بہرے۔ بولنے والے ہو مگر گونگے، گمراہی کا جھنڈا تو اپنے مرکز پر جم چکا ہے اور اُس کی شاخیں (ہر سو) پھیل گئی ہیں۔ تمہیں (تباہ کرنے کے لئے) انہیں پیمانوں میں تول رہا ہے، اور اپنے ہاتھوں سے تمہیں ادھر اُدھر بھٹکا رہا ہے۔ اس کا پیشرو ملت (اسلام) سے خارج ہے اور گمراہی پر ڈٹا کھڑا ہے۔ اُس دن تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ مگر کچھ گرے پڑے لوگ جیسے دیگ کی کھرچن یا تھیلے کی جھاڑنے سے گرے ہوئے ریزے۔ وہ گمراہی تمہیں اس طرح مسل ڈالے گی جس طرح چمڑے کو مسلا جاتا ہے اور اس طرح روندے گی جیسے کٹی ہوئی زراعت کو روندا جاتا ہے۔ اور مصیبت و ابتلا کے لئے تم میں سے مومن (کامل) کو اس طرح چن لے گی، جس طرح پرندہ ایک باریک دانوں میں سے موٹے دانہ کو چن لیتا ہے۔ یہ (غلط) روشیں تمہیں کہاں لئے جا رہی ہیں اور یہ اندھیاریاں تمہیں کن پریشانیوں میں ڈال رہی ہیں اور یہ جھوٹی امیدیں تمہیں کاہے کا فریب دے رہی ہیں کہاں سے لائے جاتے ہو اور کدھر پلٹائے جاتے ہو؟ ہر میعاد کا ایک نوشتہ ہوتا ہے۔ اور ہر غائب کو پلٹ کر آنا ہے اپنے عالم ربانی سے سنو۔ اپنے دلوں کو حاضر کرو، اگر تمہیں پکارے، تو جاگ اٹھو۔ قوم کے نمائندہ کو تو اپنی قوم سے سچ ہی بولنا چاہئے اور اپنی پریشانی خاطری میں یکسوئی پیدا کرنا اور اپنے ذہن کو حاضر رکھنا چاہئے۔ چنانچہ اس نے حقیقت کو اس طرح واشگاف کر دیا ہے جس طرح (دھاگے میں پروئے جانے والے) مہرہ کو چیر دیا جاتا ہے اور اس طرح اسے (تہہ سے) چھیل ڈالا ہے جیسے (درخت سے گوند) باجود اس کے باطل پھر اپنے مرکز پر آ گیا اور جہالت اپنی سواریوں پر چڑھ بیٹھی۔ اس کی طغیانیاں بڑھ گئی ہیں اور (حق کی) آواز دب گئی ہے اور زمانہ نے پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح حملہ کر دیا ہے اور



الدِّينِ۔ وَتَحَابُّوا عَلَى الْكَذِبِ۔ وَتَبَاغَضُوا عَلَى الصِّدْقِ۔ فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ كَانَ الْوَلَدُ غَيْظًا، وَالْمَطَرُ قَيْظًا، وَتَفِيضُ اللِّئَامُ فَيْضًا، وَتَغِيضُ الْكِرَامُ غَيْضًا۔ وَكَانَ اَهْلُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ ذِئَابًا، وَسَلَاطِينُهُ سِبَاعًا، وَاَوْسَاطُهُ اُكَّالًا وَفُقَرَاؤُهُ اَمْوَاتًا۔ وَغَارَ الصِّدْقُ وَفَاضَ الْكَذِبُ وَاسْتُعْمِلَتِ الْمَوَدَّةُ بِاللِّسَانِ۔ وَ تَشَاجَرَ النَّاسُ بِالْقُلُوبِ وَصَارَ الْفُسُوقُ نَسَبًا، وَالْعَفَافُ عَجَبًا۔ وَلُبِسَ الْاِسْلَامُ لُبْسَ الْفَرْوِ مَقْلُوبًا۔

باطل کا اونٹ چپ رہنے کے بعد پھر بلبلانے لگا ہے۔ لوگوں نے فسق و فجور پر آپس میں بھائی چارہ کر لیا ہے اور دین کے سلسلہ میں ان میں پھوٹ پڑی ہوئی ہے۔ جھوٹ پر تو ایک دوسرے سے یارانہ گانٹھ رکھا ہے اور سچ کے معاملہ میں باہم کدر کھتے ہیں۔ (ایسے موقعہ پر) بیٹا (آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کے بجائے) غیظ و غضب کا سبب ہوگا اور بارشیں، گرمی، وتپش کمینے پھیل جائیں گے اور شریف گھٹتے جائیں گے۔ اس زمانہ کے لوگ کھا پی کر مست رہنے والے اور فقیر و نادار بالکل مُردہ۔ سچائی دب جائے گی اور جھوٹ اُبھر آئے گا۔ محبت کی لفظیں صرف زبانوں پر آئیں گے اور لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے کشیدہ رہیں گے۔ نسب کا معیار زنا ہوگا۔ عفت و پاکدامنی نرالی چیز سمجھی جائے گی اور اسلام کا لبادہ پوستین کی طرح الٹا اوڑھا جائے گا۔

## خطبہ ۱۰۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

كُلُّ شَيْءٍ خَاشِعٌ لَهُ، وَكُلُّ شَيْءٍ قَائِمٌ بِهِ: غِنٰى كُلِّ فَقِيرٍ۔ وَعِزُّ كُلِّ ذَلِيلٍ، وَقُوَّةُ كُلِّ ضَعِيفٍ، وَمَفْزَعُ كُلِّ مَلْهُوفٍ مَنْ تَكَلَّمَ سَمِعَ نُطْقَهُ، وَمَنْ سَكَتَ عَلِمَ سِرَّهُ، وَمَنْ عَاشَ فَعَلَيْهِ رِزْقُهُ۔ وَمَنْ مَاتَ فَاِلَيْهِ مُنْقَلَبُهُ۔ لَمْ تَرَكَ الْعُيُونُ فَتُخْبِرَ عَنْكَ۔ بَلْ كُنْتَ قَبْلَ الْوَاصِفِينَ مِنْ خَلْقِكَ۔ لَمْ تَخْلُقِ الْخَلْقَ لِوَحْشَةٍ، وَلَا اسْتَعْمَلْتَهُمْ لِمَنْفَعَةٍ۔ وَلَا يَسْبِقُكَ مَنْ طَلَبْتَ، وَلَا يُفْلِتُكَ مَنْ اَخَذْتَ وَلَا يَنْقُصُ سُلْطَانَكَ مَنْ عَصَاكَ، وَلَا يَزِيدُ فِي مُلْكِكَ مَنْ اَطَاعَكَ، وَلَا يَرُدُّ اَمْرَكَ

ہر چیز اُس کے سامنے عاجز و سرنگوں اور ہر شے اُس کے سہارے وابستہ ہے، وہ ہر فقیر کو سرمایہ ہر ذلیل کی آبرو، ہر کمزور کی توانائی اور ہر مظلوم کی پناہ ہے۔ جو کہے، اس کی بات بھی وہ سنتا ہے، اور جو چپ رہے اُس کے بھید سے بھی وہ آگاہ ہے۔ جو زندہ ہے اُس کے رزق کا ذمہ اُس پر ہے، اور جو مر جائے اُس کا پلٹنا اُس کی طرف ہے۔ (اے اللہ) آنکھوں نے تجھے دیکھا نہیں کہ تیری خبر دے سکیں۔ بلکہ تو تو اس وصف کرنے والی مخلوق سے پہلے موجود تھا۔ تو نے (تنہائی کی) وحشتوں سے اکتا کر مخلوق کو پیدا نہیں کیا اور نہ اپنے کسی فائدے کے پیش نظر اُن سے اعمال کرائے جسے تو گرفت میں لانا چاہے۔ وہ تجھ سے آگے بڑھ کر جا نہیں سکتا، اور جسے تو نے گرفت میں لے لیا، پھر وہ نکل نہیں سکتا، جو تیری مخالفت کرتا ہے ایسا نہیں کہ وہ تیری فرمانروائی کو نقصان پہنچائے اور جو تیری اطاعت کرتا ہے، وہ

مَنْ سَخِطَ قَضَائَكَ، وَلَا يَسْتَغْنِى عَنْكَ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ اَمْرِكَ۔ كُلُّ سِرٍّ عِنْدَكَ عَلَانِيَةٌ، وَكُلُّ غَيْبٍ عِنْدَكَ شَهَادَةٌ، اَنْتَ الْاَبَدُ لَآ اَمَدَ لَكَ، وَاَنْتَ الْمُنْتَهٰى لَا مَحِيْصَ عَنْكَ، وَاَنْتَ الْمَوْعِدُ فَلَا مَنْجٰى مِنْكَ اِلَّآ اِلَيْكَ۔ بِيَدِكَ نَاصِيَةُ كُلِّ دَآبَّةٍ، وَاِلَيْكَ مَصِيْرُ كُلِّ نَسَمَةٍ۔ سُبْحَانَكَ مَا اَعْظَمَ مَا نَرٰى مِنْ خَلْقِكَ وَمَا اَصْغَرَ عِظَمَهٗ فِىْ جَنْبِ قُدْرَتِكَ وَمَآ اَهْوَلَ مَا نَرٰى مِنْ مَلَكُوْتِكَ وَمَآ اَحْقَرَ ذٰلِكَ فِيْمَا غَابَ عَنَّا مِنْ سُلْطَانِكَ، وَمَآ اَسْبَغَ نِعَمَكَ فِى الدُّنْيَا وَمَا اَصْغَرَهَا فِىْ نَعِيْمِ الْاٰخِرَةِ۔

(مِنْهَا) مِنْ مَّلَآئِكَةٍ اَسْكَنْتَهُمْ سَمٰوَاتِكَ وَرَفَعْتَهُمْ عَنْ اَرْضِكَ هُمْ اَعْلَمُ خَلْقِكَ بِكَ، وَاَخْوَفُهُمْ لَكَ، وَاَقْرَبُهُمْ مِنْكَ۔ لَمْ يَسْكُنُوا الْاَصْلَابَ، وَلَمْ يُضَمَّنُوا الْاَرْحَامَ، وَلَمْ يُخْلَقُوْا مِنْ مَآءٍ مَهِيْنٍ، وَلَمْ يَشْعَبْهُمْ رَيْبُ الْمَنُوْنِ، وَاِنَّهُمْ عَلٰى مَكَانِهِمْ مِنْكَ، وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَكَ، وَاسْتِجْمَاعِ اَهْوَآئِهِمْ فِيْكَ، وَكَثْرَةِ طَاعَتِهِمْ لَكَ، وَقِلَّةِ غَفْلَتِهِمْ عَنْ اَمْرِكَ لَوْ عَايَنُوْا كُنْهَ مَا خَفِىَ عَلَيْهِمْ مِنْكَ لَحَقَّرُوْا اَعْمَالَهُمْ، وَلَزَرَوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَعَرَفُوْٓا اَنَّهُمْ لَمْ يَعْبُدُوْكَ حَقَّ

ملک ( کی وسعتوں ) کو بڑھا نہیں دیتا، اور جو تیری قضاء وقدر پر بگڑ اٹھے، وہ تیرے امر کو رد نہیں کر سکتا، اور جو تیرے حکم سے منہ موڑ لے وہ تجھ سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ ہر چھپی ہوئی چیز تیرے لئے ظاہر اور ہر غیب تیرے سامنے بے نقاب ہے۔ تو ابدی ہے جس کی کوئی حد نہیں، اور تو ہی (سب کی) منزل منتہا ہے کہ جس سے کوئی گریز کی راہ نہیں اور تو ہی وعدہ گاہ ہے کہ تجھ سے چھٹکارا پانے کی کوئی جگہ نہیں، مگر تیری ہی ذات، ہر راہ چلنے والا تیرے قبضہ میں ہے اور ہر ذی روح کی بازگشت تیری طرف ہے۔ سبحان اللہ! یہ تیری کائنات جو ہم دیکھ رہے ہیں کتنی عظیم الشان ہے۔ اور تیری قدرت کے سامنے ان کی عظمت کتنی کم ہے، اور یہ تیری بادشاہت جو ہماری نظروں کے سامنے ہے، کتنی پرشکوہ ہے۔ لیکن تیری اس سلطنت کے مقابلہ میں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے کتنی حقیر ہے۔ اور دنیا میں تیری نعمتیں کتنی کامل وہمہ گیر ہیں۔ مگر آخرت کی نعمتوں کے سامنے وہ کتنی مختصر ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ تو نے فرشتوں کو آسمانوں میں بسایا، اور انہیں زمین کی سطح سے بلند رکھا۔ وہ سب مخلوق سے زیادہ تیری معرفت رکھتے ہیں م اور سب سے زیادہ تجھ سے ڈرتے ہیں اور سب سے زیادہ تیرے مقرب ہیں۔ نہ وہ صلبوں میں ٹھہرے، نہ شکموں میں رکھے گئے، نہ ذلیل پانی (نطفہ) سے اُن کی پیدائش ہوئی، اور نہ زمانہ کے حوادث نے انہیں منتشر کیا۔ وہ تیرے قرب میں اپنے مقام ومنزلت کی بلندی اور تیرے بارے میں خیالات کی یکسوئی، اور تیری عبادت کی فراوانی اور تیرے احکام کی عدم غفلت کے باوجود اگر تیرے راز ہائے قدرت کی اس تہہ تک پہنچ جائیں کہ جو ان سے پوشیدہ ہے تو وہ اپنے اعمال کو بہت ہی حقیر سمجھیں گے اور اپنے نفسوں پر حرف گیری کریں گے اور یہ جان لیں گے کہ انہوں نے تیری



عِبَادَتِكَ، وَلَمْ يُطِيْعُوْكَ حَقَّ طَاعَتِكَ، سُبْحَانَكَ خَالِقًا وَمَعْبُوْدًا بِحُسْنِ بَلَآئِكَ عِنْدَ خَلْقِكَ خَلَقْتَ دَارًا وَجَعَلْتَ فِيْهَا مَاْدُبَةً وَمَشْرَبًا وَمَطْعَمًا وَاَزْوَاجًا وَخَدَمًا وَقُصُوْرًا وَاَنْهَارًا وَزُرُوْعًا وَثِمَارًا۔ ثُمَّ اَرْسَلْتَ دَاعِيًا يَدْعُوْ اِلَيْهَا، فَلَا الدَّاعِىَ اَجَابُوْا، وَلَا فِيْمَا رَغَّبْتَ اِلَيْهِ رَغِبُوْا، وَلَآ اِلٰى مَا شَوَّقْتَ اِلَيْهِ اشْتَاقُوْا۔ اَقْبَلُوْا عَلٰى جِيْفَةٍ افْتَضَحُوْا بِاَكْلِهَا وَاصْطَلَحُوْا عَلٰى حُبِّهَا۔ وَمَنْ عَشِقَ شَيْئًا اَعْشٰى بَصَرَهٗ، وَاَمْرَضَ قَلْبَهٗ۔ فَهُوَ يَنْظُرُ بِعَيْنٍ غَيْرِ صَحِيْحَةٍ، وَيَسْمَعُ بِاُذُنٍ غَيْرِ سَمِيْعَةٍ قَدْ خَرَقَتِ الشَّهَوَاتُ عَقْلَهٗ، وَاَمَاتَتِ الدُّنْيَا قَلْبَهٗ۔ وَوَلِهَتْ عَلَيْهَا نَفْسُهٗ۔ فَهُوَ عَبْدٌ لَهَا، وَلِمَنْ فِىْ يَدِهٖ شَىْءٌ مِنْهَا حَيْثُمَا زَالَتْ زَالَ اِلَيْهَا وَحَيْثُمَا اَقْبَلَتْ اَقْبَلَ عَلَيْهَا۔ وَلَا يَزْدَجِرُ مِنَ اللّٰهِ بِزَاجِرٍ، وَلَا يَتَّعِظُ مِنْهُ بِوَاعِظٍ۔ وَهُوَ يَرَى الْمَاْخُوْذِيْنَ عَلَى الْغِرَّةِ۔ حَيْثُ لَا اِقَالَةَ لَهُمْ وَلَا رَجْعَةَ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِمْ مَا كَانُوْا يَجْهَلُوْنَ، وَجَآءَهُمْ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا مَا كَانُوْا يَاْمَنُوْنَ، وَقَدِمُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ عَلٰى مَا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ فَغَيْرُ مَوْصُوْفٍ مَانَزَلَ

عبادت کا حق ادا نہیں کیا، اور نہ کما حقہ، تیری اطاعت کی ہے۔ میں خالق ومعبود جانتے ہوئے تیری تسبیح کرتا ہوں۔ تیرے اُس بہترین سلوک کی بناء پر، جو تیرا اپنے مخلوقات کے ساتھ ہے۔ تو نے ایک ایسا گھر (جنت) بنایا ہے کہ جس میں مہمانی کے لئے کھانے پینے کی چیزیں، حوریں، غلمان، محل، نہریں، کھیت اور پھل مہیا کئے ہیں۔ پھر تو نے ان نعمتوں کی طرف دعوت دینے والا بھیجا، مگر نہ انہوں نے بلانے والے کی آواز پر لبیک کہی، اور نہ اُن چیزوں کی طرف راغب ہوئے، جن کی تو نے رغبت دلائی تھی۔ اور نہ اُن چیزوں کے مشتاق ہوئے جن کا تو نے اشتیاق دلایا تھا۔ وہ تو اسی مردار دنیا پر ٹوٹ پڑے کہ جسے نوچ کھانے میں اپنی عزت آبرو گنوا رہے تھے، اور اُس کی چاہت پر ایکا کرلیا تھا۔ جو شخص کسی شے سے بے تحاشہ محبت کرتا ہے، تو وہ اس کی آنکھوں کو اندھا، دل کو مریض کردیتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو بیمار آنکھوں سے، سنتا ہے تو نہ سننے والے کانوں سے۔ شہوتوں نے اُس کی عقل کا دامن چاک کردیا ہے، اور دنیا نے اُس کے دل کو مردہ بنادیا ہے، اور اس کا نفس اُس پر مرمٹا ہے۔ یہ دنیا کا اور اُن لوگوں کا جن کے پاس کچھ بھی وہ دنیا ہے وہ بندہ وغلام بن گیا ہے۔ جدھر وہ مڑتی ہے اُدھر یہ مڑتا ہے، جدھر اُس کا رخ ہوتا ہے اُدھر ہی اس کا رخ ہوتا ہے۔ نہ اللہ کی طرف سے کسی روکنے والے کے کہنے سننے سے وہ رکتا ہے اور نہ ہی اس کے کسی وعظ وپند کرنے والے کی نصیحت مانتا ہے حالانکہ وہ اُن لوگوں کو دیکھتا ہے کہ جنہیں عین غفلت کی حالت میں وہاں پر جکڑ لیا گیا کہ جہاں نہ تدارک کی گنجائش اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کا موقعہ ہوتا ہے اور کس طرح وہ چیزیں اُن پر ٹوٹ پڑیں کہ جن سے وہ بے خبر تھے، اور کس طرح اس دنیا سے جدائی (کی گھڑی سامنے) آ گئی کہ جس سے پوری طرح مطمئن تھے اور کیونکر آخرت کی ان چیزوں تک پہنچ گئے کہ جن کی انہیں خبر دی گئی تھی۔ اب جو

ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا بِهٖ فَقُبِضَ بَصَرُهٗ بِهِمْ، اجْتَمَعَتْ عَلَيْهِمْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ وَحَسْرَةُ الْفَوْتِ۔ فَفَتَرَتْ لَهَا اَطْرَافُهُمْ، وَتَغَيَّرَتْ لَهَا اَلْوَانُهُمْ، ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ فِيْهِمْ وُلُوْجًا۔ فَحِيْلَ بَيْنَ اَحَدِهِمْ وَبَيْنَ مَنْطِقِهٖ، وَاِنَّهٗ لَبَيْنَ اَهْلِهٖ يَنْظُرُ بِبَصَرِهٖ وَيَسْمَعُ بِاُذُنِهٖ، عَلٰى صِحَّةٍ مِنْ عَقْلِهٖ، وَبَقَآءٍ مِّنْ لُبِّهٖ۔ يُفَكِّرُ فِيْمَ اَفْنٰى عُمُرَهٗ وَفِيْمَ اَذْهَبَ دَهْرَهٗ۔ وَيَتَذَكَّرُ اَمْوَالًا جَمَعَهَا اَغْمَضَ فِيْ مَطَالِبِهَا، وَاَخَذَهَا مِنْ مُصَرَّحَاتِهَا وَمُشْتَبِهَاتِهَا۔ قَدْ لَزِمَتْهُ تَبِعَاتُ جَمْعِهَا، وَاَشْرَفَ عَلٰى فِرَاقِهَا، تَبْقٰى لِمَنْ وَرَآئَهٗ يَنْعَمُوْنَ فِيْهَا وَيَتَمَتَّعُوْنَ بِهَا۔ فَيَكُوْنُ الْمَهْنَاۗءُ لِغَيْرِهٖ، وَالْعِبَاءُ عَلٰى ظَهْرِهٖ۔ وَالْمَرْءُ قَدْ غَلِقَتْ رُهُوْنُهٗ بِهَا۔ فَهُوَ يَعَضُّ يَدَهٗ نَدَامَةً عَلٰى مَا اَصْحَرَ لَهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ مِنْ اَمْرِهٖ وَيَزْهَدُ فِيْمَا كَانَ يَرْغَبُ فِيْهِ اَيَّامَ عُمُرِهٖ۔ وَيَتَمَنّٰى اَنَّ الَّذِيْ كَانَ يَغْبِطُهٗ بِهَا وَيَحْسُدُهٗ عَلَيْهَا قَدْ حَازَهَا دُوْنَهٗ۔ فَلَمْ يَزَلِ الْمَوْتُ يُبَالِغُ فِيْ جَسَدِهٖ حَتّٰى خَالَطَ لِسَانُهٗ سَمْعَهٗ۔ فَصَارَ بَيْنَ اَهْلِهٖ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانِهٖ، وَلَا يَسْمَعُ بِسَمْعِهٖ يُرَدِّدُ طَرْفَهٗ بِالنَّظَرِ فِيْ وُجُوْهِهِمْ يَرٰى حَرَكَاتِ

مصیبتیں ان پر ٹوٹ پڑی ہیں انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ موت کی سختیاں اور دنیا چھوڑنے کی حسرتیں مل کر انہیں گھیر لیتی ہیں۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پیر ڈھیلے پڑ جاتے ہیں اور رنگتیں بدل جاتی ہیں پھر ان (کے اعضاء) میں موت کی دخل اندازیاں بڑھ جاتی ہیں۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ پہلے ہی اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ درصورتیکہ اس کی عقل درست اور ہوش و حواس باقی ہوتے ہیں۔ وہ اپنے گھر والوں کے سامنے پڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اپنے کانوں سے سنتا ہے اور اُن چیزوں کو سوچتا ہے کہ جن میں اُس نے اپنی عمر گنوا دی ہے اور اپنا زمانہ گزار دیا ہے اور اپنے جمع کیے ہوئے مال و متاع کو یاد کرتا ہے کہ جس کے طلب کرنے میں (جائز و ناجائز سے) آنکھیں بند کر لی تھیں، اور جسے صاف اور مشکوک ہر طرح کی جگہوں سے حاصل کیا تھا۔ اس کا وبال اپنے سر لے کر اسے چھوڑ دینے کی تیاری کرنے لگا۔ وہ مال (اب) اس کے پچھلوں کے لئے رہ جائے گا کہ وہ اس سے عیش و آرام کریں، اور گلچھرے اڑائیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو تو بغیر ہاتھ پیر ہلائے یونہی مل گیا، لیکن اس کا بوجھ اس کی پیٹھ پر رہا۔ اور یہ اُس مال کی وجہ سے ایسا گروی ہوا ہے کہ بس اپنے کو چھڑا نہیں سکتا۔ مرنے کے وقت یہ حقیقت جو کھل کر اس کے سامنے آ گئی تو ندامت سے وہ اپنے ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور عمر بھر جن چیزوں کا طلب گار رہا تھا، اب اُن سے کنارہ ڈھونڈتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ جو اس مال کی وجہ سے اس پر رشک و حسد کیا کرتے تھے (کاش کہ) وہی اس مال کو سمیٹتے نہ وہ اب موت کے تصرفات اُس کے جسم میں اور بڑھے یہاں تک کہ زبان کے ساتھ ساتھ کانوں پر بھی موت چھا گئی۔ گھر والوں کے سامنے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ زبان سے بول سکتا ہے نہ کانوں سے سن سکتا ہے۔ آنکھیں گھما گھما کر اُن کے چہروں کو تکتا ہے۔ ان کی زبانوں کی جنبشوں کو دیکھتا ہے، لیکن بات چیت کی آوازیں نہیں سن پاتا۔ پھر اُس سے موت اور



اَلْسِنَتِهِمْ وَلَا يَسْمَعُ رَجْعَ كَلَامِهِمْ ثُمَّ ازْدَادَ الْمَوْتُ الْتِيَاطًا بِهٖ فَقُبِضَ بَصَرُهٗ كَمَا قُبِضَ سَمْعُهٗ۔

وَخَرَجَتِ الرُّوْحُ مِنْ جَسَدِهٖ فَصَارَ جِيْفَةً بَيْنَ اَهْلِهٖ، قَدْ اَوْحَشُوْا مِنْ جَانِبِهٖ، وَتَبَاعَدُوْا مِنْ قُرْبِهٖ۔ لَا يُسْعِدُ بَاكِيًا، وَلَا يُجِيْبُ دَاعِيًا۔ ثُمَّ حَمَلُوْهُ اِلٰى مَخَطٍّ فِي الْاَرْضِ وَاَسْلَمُوْهُ فِيْهِ اِلٰى عَمَلِهٖ، وَانْقَطَعُوْا عَنْ زَوْرَتِهٖ۔ حَتّٰى اِذَا بَلَغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ، وَالْاَمْرُ مَقَادِيْرَهٗ، وَاُلْحِقَ اٰخِرُ الْخَلْقِ بِاَوَّلِهٖ، وَجَاءَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ مَا يُرِيْدُهٗ مِنْ تَجْدِيْدِ خَلْقِهٖ اَمَادَ السَّمَآءَ وَفَطَرَهَا وَاَرَجَّ الْاَرْضَ وَاَرْجَفَهَا وَقَلَعَ جِبَالَهَا وَنَسَفَهَا۔ وَدَكَّ بَعْضُهَا بَعْضًا مِنْ هَيْبَةِ جَلَالَتِهٖ وَمَخُوْفِ سَطْوَتِهٖ۔ وَاَخْرَجَ مَنْ فِيْهَا۔ فَجَدَّدَهُمْ بَعْدَ اَخْلَاقِهِمْ وَجَمَعَهُمْ بَعْدَ تَفَرُّقِهِمْ۔ ثُمَّ مَيَّزَهُمْ لِمَا يُرِيْدُ مِنْ مَسْئَالَتِهِمْ عَنْ خَفَايَا الْاَعْمَالِ وَخَبَايَا الْاَفْعَالِ۔ وَجَعَلَهُمْ فَرِيْقَيْنِ اَنْعَمَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَانْتَقَمَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ۔ فَاَمَّا اَهْلُ طَاعَتِهٖ۔ فَاَثَابَهُمْ بِجَوَارِهٖ، وَخَلَّدَهُمْ فِيْ دَارِهٖ۔ حَيْثُ لَا يَظْعَنُ النُّزَّالُ، وَلَا يَتَغَيَّرُ لَهُمْ

لپٹ گئی کہ اُس کی آنکھوں کو بھی بند کر دیا جس طرح اُس کے کانوں کو بند کیا تھا اور روح اس کے جسم سے مفارقت کر گئی۔
اب وہ گھر والوں کے سامنے ایک مردار کی صورت میں پڑا ہوا ہے کہ اس کی طرف سے انہیں وحشت ہوتی ہے، اور اُس کے پاس پھٹکنے سے دور بھاگتے ہیں۔ وہ نہ رونے والے کی کچھ مدد کر سکتا ہے، اور نہ پکارنے والے کو جواب دے سکتا ہے۔ پھر اُسے اٹھا کر زمین میں جہاں اُس کی قبر بننا ہے، لے جاتے ہیں اور اُسے اس کے حوالے کر دیتے ہیں کہ اب وہ جانے اور اس کا کام، اور اُس کی ملاقات سے ہمیشہ کے لئے منہ موڑ لیتے ہیں۔
یہاں تک کہ نوشتہ (تقدیر) اپنی میعاد کو اور حکم الٰہی اپنی مقررہ حد کو پہنچ جائے اور پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا، اور فرمان قضا پھر سرے سے پیدا کرنے کا ارادہ لے کر آئے گا، تو وہ آسمانوں کو جنبش میں لائے گا اور انہیں پھاڑ دے گا، اور زمین کو ہلا ڈالے گا، اور اُس کی بنیادیں کھوکھلی کر دے گا۔ اور پہاڑوں کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دے گا اور وہ اس کے جلال کے ہیبت اور قہر و غلبہ کی دہشت سے آپس میں ٹکرانے لگیں گے۔ وہ زمین کے اندر سے سب کو نکالے گا، اور انہیں سڑ گل جانے کے بعد پھر از سر نو تر و تازہ کرے گا اور متفرق و پراگندہ ہونے کے بعد پھر یکجا کر دے گا پھر اُن کے چھپے ہوئے اعمال اور پوشیدہ کارگذاریوں کے متعلق پوچھ گچھ کرنے کے لئے انہیں جدا جدا کرے گا اور انہیں دو حصوں میں بانٹ دے گا۔ ایک کو وہ انعام و اکرام دے گا اور ایک سے انتقام لے گا۔ جو فرمانبردار تھے انہیں جزا دے گا، کہ وہ اس کے جوارِ رحمت میں رہیں اور اپنے گھر میں انہیں ہمیشہ کے لئے ٹھہرا دے گا کہ جہاں اُترنے والے پھر کوچ نہیں کیا کرتے اور نہ اُن کے حالات ادلتے بدلتے ہیں۔ اور نہ انہیں گھڑی گھڑی خوف ستاتا ہے، نہ بیماریاں اُن پر آتی ہیں، نہ انہیں خطرات درپیش ہوتے ہیں اور

الْحَالُ وَلَا تَنُوبُهُمُ الْاَفْزَاعُ، وَلَا تَنَالُهُمُ الْاَسْقَامُ، وَلَا تَعْرِضُ لَهُمُ الْاَخْطَارُ، وَلَا تُشْخِصُهُمُ الْاَسْفَارُ۔ وَاَمَّا اَهْلُ الْمَعْصِيَةِ فَاَنْزَلَهُمْ شَرَّ دَارٍ، وَغَلَّ الْاَيْدِيَ اِلَى الْاَعْنَاقِ، وَقَرَنَ النَّوَاصِيَ بِالْاَقْدَامِ، وَاَلْبَسَهُمْ سَرَابِيلَ الْقَطِرَانِ، وَمُقَطَّعَاتِ النِّيرَانِ۔ فِي عَذَابٍ قَدِ اشْتَدَّ حَرُّهُ، وَبَابٍ قَدْ اُطْبِقَ عَلَى اَهْلِهٖ فِي نَارٍ لَهَا كَلَبٌ وَلَجَبٌ، وَلَهَبٌ سَاطِعٌ وَقَصِيفٌ هَائِلٌ، لَا يَظْعَنُ مُقِيمُهَا، وَلَا يُفَادَى اَسِيرُهَا وَلَا تُفْصَمُ كُبُولُهَا۔ لَا مُدَّةَ لِلدَّارِ فَتَفْنٰى، وَمِنْهَا فِي ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

قَدْ حَقَّرَ الدُّنْيَا وَصَغَّرَهَا وَاَهْوَنَ لَهَا وَهَوَّنَهَا۔ وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ زَوَاهَا عَنْهُ اخْتِيَارًا، وَبَسَطَهَا لِغَيْرِهٖ احْتِقَارًا۔ فَاَعْرَضَ عَنْهَا بِقَلْبِهٖ، وَاَمَاتَ ذِكْرَهَا عَنْ نَفْسِهٖ، وَاَحَبَّ اَنْ تَغِيبَ زِينَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا اَوْ يَرْجُو فِيهَا مَقَامًا۔ بَلَّغَ عَنْ رَّبِّهٖ مُعْذِرًا، وَنَصَحَ لِاُمَّتِهٖ مُنْذِرًا، وَدَعَا اِلَى الْجَنَّةِ مُبَشِّرًا۔

نہ انہیں سفر ایک جگہ سے دوسری جگہ لیے پھرتے ہیں اور جونافرمان ہوں گے انہیں ایک بُرے گھر میں پھینکے گا اور اُن کے ہاتھ گردن سے (کس کر) باندھ دے گا اور ان کی پیشانیوں پر لٹکنے والے بالوں کو قدموں میں جکڑ دے گا اور انہیں تارکول کی قمیضیں اور آگ سے قطع کیے ہوئے کپڑے پہنائے گا (یعنی اُن پر تیل چھڑک کر آگ میں جھونک دے گا) وہ ایسے عذاب میں ہوں گے کہ جس کی تپش بڑی سخت ہوگی، اور (ایسی جگہ میں ہوں گے کہ جہاں) ان پر دروازے بند کردیئے جائیں گے، اور ایسی آگ میں ہوں کہ جس میں تیز شرارے، بھڑکنے کی آوازیں، اٹھتی ہوئی لپٹیں اور ہولناک چیخیں ہوں گی۔ اس میں ٹھہرنے والا نکل نہ سکے گا اور نہ ہی اُس کے قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا جاسکتا ہے اور نہ ہی اُن کی بیڑیاں ٹوٹ سکتی ہیں۔ اس گھر کی کوئی مدت مقرر نہیں کہ اس کے بعد مٹ مٹا جائے۔ نہ رہنے والوں کے لئے کوئی مقررہ میعاد ہے کہ وہ پوری ہوجائے (تو پھر چھوڑ دیئے جائیں) اسی خطبہ کا یہ جز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ہے۔

انہوں نے اس دنیا کو ذلیل و خوار سمجھا اور پست و حقیر جانا اور جانتے تھے کہ اللہ نے اُن کی شان کو بالاتر سمجھتے ہوئے دنیا کا رخ اُن سے موڑا ہے، اور گھٹیا سمجھتے دوسروں کے لئے اس کا دامن پھیلا دیا ہے۔ لہٰذا آپؐ نے دنیا سے دل ہٹالیا اور اُس کی یاد اپنے نفس سے مٹا ڈالی اور یہ چاہتے رہے کہ اس کی سج دھج ان کی نظروں سے اوجھل رہے کہ نہ اس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں، اور نہ اس میں قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے عذر تمام کرتے ہوئے اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا اور ڈراتے ہوئے امت کو پند و نصیحت کی، اور خوشخبری سناتے ہوئے جنت کی طرف دعوت دی۔



## خطبہ ۱۰۸

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَمَحَطُّ الرِّسَالَةِ، وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَعَادِنُ الْعِلْمِ وَيَنَابِيعُ الْحِكَمِ۔ نَاصِرُنَا وَمُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ۔ وَعَدُوُّنَا وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ السَّطْوَةَ۔ وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اِنَّ اَفْضَلَ مَا تَوَسَّلَ بِهِ الْمُتَوَسِّلُونَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالَى الْاِيمَانُ بِهٖ وَبِرَسُولِهٖ وَالْجِهَادُ فِي سَبِيلِهٖ، فَاِنَّهٗ ذِرْوَةُ الْاِسْلَامِ، وَكَلِمَةُ الْاِخْلَاصِ فَاِنَّهَا الْفِطْرَةُ۔ وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ فَاِنَّهَا الْمِلَّةُ وَاِيتَاءُ الزَّكَاةِ فَاِنَّهَا فَرِيضَةٌ وَاجِبَةٌ۔ وَصَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِنَّهٗ جُنَّةٌ مِّنَ الْعِقَابِ۔ وَحَجُّ الْبَيْتِ وَاعْتِمَارُهٗ فَاِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَرْحَضَانِ الذَّنْبَ۔ وَصِلَةُ الرَّحِمِ، فَاِنَّهَا مَثْرَاةٌ فِي الْمَالِ، وَمَنْسَاةٌ فِي الْاَجَلِ۔ وَصَدَقَةُ السِّرِّ فَاِنَّهَا تُكَفِّرُ الْخَطِيئَةَ، وَصَدَقَةُ الْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهَا تَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ وَصَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ فَاِنَّهَا تَقِي مَصَارِعَ الْهَوَانِ۔

اَفِيضُوا فِي ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الذِّكْرِ۔ وَارْغَبُوا فِيمَا وَعَدَ الْمُتَّقِينَ فَاِنَّ وَعْدَهٗ اَصْدَقُ الْوَعْدِ۔ وَاقْتَدُوا بِهَدْيِ نَبِيِّكُمْ فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ الْهَدْيِ۔ وَاسْتَنُّوا بِسُنَّتِهٖ فَاِنَّهَا اَهْدَى السُّنَنِ۔

ہم نبوت کا شجرہ، رسالت کی منزل، ملائکہ کی فرودگاہ، علم کا معدن اور حکمت کا سرچشمہ ہیں۔ ہماری نصرت کرنے والا اور ہم سے محبت کرنے والا رحمت کے لئے چشم براہ ہے اور ہم سے دشمنی و عناد رکھنے والے کو قہر (الٰہی) کا منتظر رہنا چاہیئے۔ اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے والوں کے لئے بہترین وسیلہ اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لانا ہے اور اُس کی راہ میں جہاد کرنا کہ وہ اسلام کی سربلند چوٹی ہے اور کلمہ توحید کی وہ فطرت (کی آواز) ہے۔ اور نماز کی پابندی کہ وہ عین دین ہے اور زکوٰۃ ادا کرنا کہ وہ فرض و واجب ہے اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، کہ وہ عذاب کی سپر ہیں اور خانہ کعبہ کا حج و عمرہ بجالانا کہ وہ فقر کو دور کرتے اور گناہوں کو دھو دیتے ہیں اور عزیزوں سے حسن سلوک کرنا کہ وہ مال کی فراوانی، اور عمر کی درازی کا سبب ہے، اور مخفی طور پر خیرات کرنا کہ وہ گناہوں کا کفارہ ہے اور کھلم کھلا خیرات کرنا کہ وہ بری موت سے بچاتا ہے، اور لوگوں پر احسانات کرنا کہ وہ ذلت و رسوائی کے موقع سے بچاتا ہے اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو۔ اس لئے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے خواہش مند بنو، کہ جس کا اللہ نے پرہیزگاروں سے وعدہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس کا وعدہ سب وعدوں سے زیادہ سچا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو کہ وہ بہترین سیرت ہے۔ اور اُن کی سنت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے، اور قرآن کا علم حاصل کرو کہ وہ بہترین کلام ہے، اور اُس میں غور و فکر کرو کہ یہ دلوں کی بہار ہے اور اس کے نور سے شفا حاصل کرو کہ سینوں (کے اندر چھپی ہوئی بیماریوں)

وَتَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْحَدِيْثِ وَتَفَقَّهُوْا فِيْهِ فَاِنَّهٗ رَبِيْعُ الْقُلُوْبِ، وَاسْتَشْفُوْا بِنُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ شِفَآءُ الصُّدُوْرِ۔ وَاَحْسِنُوْا تِلَاوَتَهٗ فَاِنَّهٗ اَحْسَنُ الْقَصَصِ، فَاِنَّ الْعَالِمَ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمِهٖ كَالْجَاهِلِ الْحَآئِرِ الَّذِيْ لَا يَسْتَفِيْقُ مِنْ جَهْلِهٖ، بَلِ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ اَعْظَمُ، وَالْحَسْرَةُ لَهٗ اَلْزَمُ، وَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْوَمُ۔

کے لئے شفا ہے اور اس کی خوبی کے ساتھ تلاوت کرو کہ اس کے واقعات سب واقعات سے زیادہ فائدہ رساں ہیں۔ وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا اُس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا، بلکہ اس پر (اللہ کی) حجت زیادہ ہے اور حسرت و افسوس اس کے لئے لازم وضروری ہے اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ دقابل ملامت ہے۔

## خطبہ ۱۰۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّيْۤ اُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا۔ فَاِنَّهَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ وَتَحَبَّبَتْ بِالْعَاجِلَةِ وَرَاقَتْ بِالْقَلِيْلِ۔ وَتَحَلَّتْ بِالْاٰمَالِ، وَتَزَيَّنَتْ بِالْغُرُوْرِ۔ لَا تَدُوْمُ حَبْرَتُهَا وَلَا تُؤْمَنُ فَجْعَتُهَا۔ غَرَّارَةٌ ضَرَّارَةٌ حَآئِلَةٌ زَآئِلَةٌ۔ نَافِدَةٌ بَآئِدَةٌ، اَكَّالَةٌ غَوَّالَةٌ۔

میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، اس لئے کہ یہ (بظاہر) شیریں و خوش گوار، تروتازہ وشاداب ہے۔ نفسانی خواہشیں اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جلد میسر آ جانے والی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں کو محبوب ہوتی ہے اور اپنی تھوڑی سی (آرائشوں) سے مشتاق بنا لیتی ہے۔ وہ (جھوٹی) امیدوں سے سجی ہوئی اور دھوکے اور فریب سے بنی سنوری ہوئی ہے۔ نہ اس کی مسرتیں دیرپا ہیں اور نہ اس کی ناگہانی مصیبتوں سے مطمئن رہا جا سکتا ہے۔ وہ دھوکے باز، نقصان رساں، ادلنے بدلنے والی اور فنا ہونے والی ہے، ختم ہونے والی، اور مٹ جانے والی ہے، کھا جانے اور ہلاک کر دینے والی ہے۔

لَا تَعْدُوْ اِذَا تَنَاهَتْ اِلٰۤى اُمْنِيَّةِ اَهْلِ الرَّغْبَةِ فِيْهَا وَالرِّضَآءِ بِهَا اَنْ تَكُوْنَ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سُبْحَانَهٗ: ''كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيَاحُ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔'' لَمْ يَكُنِ

جب یہ اپنی طرف مائل ہونے والوں اور خوش ہونے والوں کو انتہائی آرزوؤں تک پہنچ جاتی ہے تو بس وہی ہوتا ہے جو اللہ سبحانہٗ نے بیان کیا ہے (اس دنیاوی زندگی کی مثال ایسی ہے) جیسے وہ پانی جسے ہم نے آسمان سے اُتارا، تو زمین کا سبزہ اس سے گھل مل گیا اور (اچھی طرح پھولا پھلا) پھر سوکھ کر تنکا تنکا ہو گیا۔ جسے ہوائیں (ادھر سے اُدھر) اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہر چیز پر



امْرُؤٌ مِنْهَا فِيْ حَبْرَةٍ اِلَّا اَعْقَبَتْهُ بَعْدَهَا عَبْرَةً، وَلَمْ يَلْقَ فِيْ سَرَّآئِهَا بَطْنًا اِلَّا مَنَحَتْهُ مِنْ ضَرَّآئِهَا ظَهْرًا وَلَمْ تَطُلَّهُ فِيْهَا دِيْمَةُ رَخَآءٍ وَحَرِيٌّ اِذَآ اَصْبَحَتْ لَهٗ مُنْتَصِرَةً اَنْ تُمْسِيَ لَهٗ مُتَنَكِّرَةً وَاِنْ جَانِبٌ مِّنْهَا اَعْذَوْذَبَ وَاحْلَوْلٰى اَمَرَّ مِنْهَا جَانِبٌ فَاَوْبٰى۔ لَا يَنَالُ امْرُؤٌ مِنْ غَضَارَتِهَا رَغَبًا اِلَّا اَرْهَقَتْهُ مِنْ نَوَآئِبِهَا تَعَبًا۔

وَلَا يُمْسِيْ مِنْهَا فِيْ جَنَاحِ اَمْنٍ اِلَّا اَصْبَحَ عَلٰى قَوَادِمِ خَوْفٍ۔ غَرَّارَةٌ غُرُوْرٌ مَا فِيْهَا، فَانِيَةٌ فَانٍ مَنْ عَلَيْهَا لَا خَيْرَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ اَزْوَادِهَا اِلَّا التَّقْوٰى۔ مَنْ اَقَلَّ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُؤْمِنُهٗ وَمَنِ اسْتَكْثَرَ مِنْهَا اسْتَكْثَرَ مِمَّا يُوْبِقُهٗ، وَزَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ عَنْهُ۔ كَمْ مِنْ وَاثِقٍ بِهَا فَجَعَتْهُ وَذِيْ طُمَاْنِيْنَةٍ قَدْ صَرَعَتْهُ وَذِيْ اُبَّهَةٍ قَدْ جَعَلَتْهُ حَقِيْرًا وَذِيْ نَخْوَةٍ قَدْ رَدَّتْهُ ذَلِيْلًا۔ سُلْطَانُهَا دُوَلٌ، وَعَيْشُهَا رَنِقٌ، وَعَذْبُهَا اُجَاجٌ وَحُلْوُهَا صَبِرٌ وَغِذَاؤُهَا سِمَامٌ، وَاَسْبَابُهَا رِمَامٌ۔ حَيُّهَا بِعَرَضِ مَوْتٍ وَصَحِيْحُهَا بِعَرَضِ سُقْمٍ۔ مُلْكُهَا مَسْلُوْبٌ، وَعَزِيْزُهَا مَغْلُوْبٌ وَمَوْفُوْرُهَا مَنْكُوْبٌ وَجَارُهَا مَحْرُوْبٌ۔ اَلَسْتُمْ فِيْ

قادر ہے۔ جو شخص اس دنیا کا عیش و آرام پاتا ہے تو اس کے بعد اس کے آنسو بھی بہتے ہیں اور جو شخص دنیا کی مسرتوں کا رخ دیکھتا ہے وہ مصیبتوں میں دھکیل کر اس کو اپنی بے رُخی بھی دکھاتی ہے اور جس شخص پر راحت و آرام کی بارش کے ہلکے ہلکے چھینٹے پڑتے ہیں اس پر مصیبت و بلا کی دھواں دھار بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ یہ دنیا ہی کے مناسب حال ہے کہ صبح کو کسی کو دوست بن کر اس کا (دشمن سے) بدلہ چکائے اور شام کو یوں ہو جائے کہ گویا کوئی جان پہچان ہی نہ تھی۔ اگر اس کا ایک جنبہ (پہلو) شیریں و خوشگوار ہے تو دوسرا حصہ تلخ اور بلانگیز جو شخص بھی دنیا کی تروتازگی سے اپنی کوئی تمنا پوری کرتا ہے تو وہ اس پر مصیبتوں کی مشقیں بھی لادیتی ہے۔ جسے امن وسلامتی کے پروبال پر شام ہوتی ہے، تو اُسے صبح خوف کے پروں پر ہوتی ہے، وہ دھوکے باز ہے اور اُس کی ہر چیز دھوکا۔ وہ خود بھی فنا ہو جانے والی ہے اور اس میں رہنے والا بھی فانی ہے۔ اس کے کسی زاد میں سوا زاد تقویٰ کے بھلائی نہیں ہے جو شخص کم حصہ لیتا ہے وہ اپنے لئے راحت کے سامان بڑھا لیتا ہے اور جو دنیا کو زیادہ سمیٹتا ہے وہ اپنے لئے تباہ کن چیزوں کا اضافہ کر لیتا ہے۔ (حالانکہ) اُسے اپنے مال ومتاع سے بھی جلد ہی الگ ہونا ہے۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے دنیا پر بھروسہ کیا اور اُس نے انہیں مصیبتوں میں ڈال دیا اور کتنے ہی اس پر اطمینان کئے بیٹھے تھے جنہیں اُس نے بچھاڑ دیا اور کتنے ہی رعب وطنطنہ وغرور والے تھے، جنہیں ذلیل کر کے چھوڑا۔ اس کی بادشاہی دست بدست منتقل ہونے والی چیز، اس کا سرچشمہ گدلا اس کا خوش گوار پانی کھاری، اس کی حلاوتیں ایلوا (کے مانند تلخ) ہیں۔ اس کے کھانے زہر ہلاہل اور اس کے اسباب و ذرائع کے سلسلے میں بودے ہیں۔ زندہ رہنے والا معرضِ ہلاکت میں ہے اور تندرست کو بیماریوں کا

مَسَاكِنِ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، اَطْوَلَ اَعْمَارًا، وَاَبْقٰى اٰثَارًا وَاَبْعَدَ اٰمَالًا، وَاَعَدَّ عَدِيْدًا، وَاَكْثَفَ جُنُوْدًا۔ تَعَبَّدُوْا لِلدُّنْيَا اَیَّ تَعَبُّدٍ، وَاٰثَرُوْهَا اَیَّ اِيْثَارٍ۔ ثُمَّ ظَعَنُوْا عَنْهَا بِغَيْرِ زَادٍ مُبَلِّغٍ وَلَا ظَهْرٍ قَاطِعٍ فَهَلْ بَلَغَكُمْ اَنَّ الدُّنْيَا سَخَتْ لَهُمْ نَفْسًا بِفِدْيَةٍ اِوْاَعَانَتْهُمْ بِمَعُوْنَةٍ اَوْ اَحْسَنَتْ لَهُمْ صُحْبَةً۔ بَلْ اَرْهَقَتْهُمْ بِالْفَوَادِحِ، وَاَوْهَنَتْهُمْ بِالْقَوَارِعِ وَضَعْضَعَتْهُمْ بِالنَّوَآئِبِ وَعَفَّرَتْهُمْ لِلْمَنَاخِرِ، وَوَطِئَتْهُمْ بِالْمَنَاسِمِ، وَاَعَانَتْ عَلَيْهِمْ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۔ فَقَدْ رَاَيْتُمْ تَنَكُّرَهَا لِمَنْ دَانَ لَهَا، وَاٰثَرَهَا وَاَخْلَدَ لَهَا، حَتّٰى ظَعَنُوْا عَنْهَا لِفِرَاقِ الْاَبَدِ۔ وَهَلْ زَوَّدَتْهُمْ اِلَّا السَّغَبَ، اَوْ اَحَلَّتْهُمْ اِلَّا الضَّنْكَ، اَوْنَوَّرَتْ لَهُمْ اِلَّا الظُّلْمَةَ، اَوْاَعْقَبَتْهُمْ اِلَّا النَّدَامَةَ؟ اَفَهٰذِهٖ تُؤْثِرُوْنَ اَمْ اِلَيْهَا تَطْمَئِنُّوْنَ؟ اَمْ عَلَيْهَا تَحْرِصُوْنَ؟ فَبِئْسَتِ الدَّارُ لِمَنْ لَمْ يَتَّهِمْهَا وَلَمْ يَكُنْ فِيْهَا عَلٰى وَجَلٍ مِنْهَا فَاعْلَمُوْا۔ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ بِاَنَّكُمْ تَارِكُوْهَا وَظَاعِنُوْنَ عَنْهَا وَاتَّعِظُوْا فِيْهَا بِالَّذِيْنَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً۔" حُمِلُوْا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ فَلَا

سامنا ہے۔ اس کی سلطنت چھن جانے والی، اس کا زبردست زیردست بننے والا، مالدار بدبختیوں کا ستایا ہوا اور ہمسایہ الٹا لٹایا ہوا ہے۔ کیا تم انہی سابقہ لوگوں کے گھروں میں نہیں بستے جو لمبی عمروں والے، پائیدار نشانیوں والے بڑی بڑی امیدیں باندھنے والے، زیادہ گنتی و شمار والے اور بڑے لاؤ لشکر والے تھے؟ وہ دنیا کی کس کس طرح پرستش کرتے رہے، اور اُسے آخرت پر کیسا کیسا ترجیح دیتے رہے۔ پھر بغیر کسی ایسے زاد و راحلہ کے جو انہیں راستہ طے کر کے منزل تک پہنچاتا، چل دیئے۔ کیا تمہیں کبھی یہ خبر پہنچی ہے کہ دنیا نے ان کے بدلہ میں کسی فدیہ کی پیش کش کی ہو یا انہیں کوئی مدد پہنچائی ہو یا اچھی طرح اُن کے ساتھ رہی سہی ہو؟ بلکہ اُس نے تو اُن پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے، آفتوں سے انہیں عاجز و درماندہ کر دیا اور لوٹ لوٹ کر آنے والی زحمتوں سے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور ناک کے بل انہیں خاک پر پچھاڑ دیا اور اپنے گھروں سے کچل ڈالا، تم نے تو دیکھا ہے کہ جو ذرا دنیا کی طرف جھکا اور اُسے اختیار کیا اور اُس سے لپٹا، تو اُس نے (اپنے تیور بدل کر اُن سے کیسی) اجنبیت اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو کر چل دیئے اور اس نے انہیں بھوک کے سوا کچھ زادِ راہ نہ دیا اور ایک تنگ جگہ کے سوا کوئی ٹھہرنے کا سامان نہ کیا، اور سوا گھپ اندھیرے کے کوئی روشنی نہ دی اور ندامت کے سوا کوئی نتیجہ نہ دیا، تو کیا تم اسی دنیا کو ترجیح دیتے ہو، یا اسی پر مطمئن ہو گئے ہو، یا اسی پر مرے جا رہے ہو؟ جو دنیا پر بے اعتماد نہ رہے اور اس میں بے خوف و خطر ہو کر رہے۔ اس کے لئے یہ بہت بُرا گھر ہے جان لو اور حقیقت میں تم جانتے ہی ہو کہ (ایک نہ ایک دن) تمہیں دنیا کو چھوڑنا ہے اور یہاں سے کوچ کرنا ہے ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو جو کہا کرتے تھے کہ "ہم سے زیادہ قوت و طاقت میں کون ہے" انہیں لاد کر قبروں تک پہنچایا



يُدْعَوْنَ رُكْبَانًا، وَاُنْزِلُوا الْاَجْدَاثَ۔ فَلَا يُدْعَوْنَ ضِيْفَانًا۔ وَجُعِلَ لَهُمْ مِنَ الصَّفِيْحِ اَجْنَانٌ، وَمِنَ التُّرَابِ اَكْفَانٌ، وَمِنَ الرُّفَاتِ جِيْرَانٌ فَهُمْ جِيْرَةٌ لَا يُجِيْبُوْنَ دَاعِيًا وَلَا يَمْنَعُوْنَ ضَيْمًا، وَلَا يُبَالُوْنَ مَنْدَبَةً۔ اِنْ جِيْدُوْا لَمْ يَفْرَحُوْا وَاِنْ قُحِطُوْا لَمْ يَقْنَطُوْا۔ جَمِيْعٌ وَهُمْ اٰحَادٌ، وَجِيْرَةٌ وَهُمْ اَبْعَادٌ۔ مُتَدَانُوْنَ لَا يَتَزَاوَرُوْنَ، وَقَرِيْبُوْنَ لَا يَتَقَارَبُوْنَ حُلَمَآءُ قَدْ ذَهَبَتْ اَضْغَانُهُمْ، وَجُهَلَآءُ قَدْ مَاتَتْ اَحْقَادُهُمْ۔ لَا يُخْشٰى فَجْعُهُمْ، وَلَا يُرْجٰى دَفْعُهُمْ اسْتَبْدَلُوْا بِظَهْرِ الْاَرْضِ بَطْنًا، وَبِالسَّعَةِ ضِيْقًا، وَبِالْاَهْلِ غُرْبَةً، وَبِالنُّوْرِ ظُلْمَةً۔ فَجَآءُوْهَا كَمَا فَارَقُوْهَا حُفَاةً عُرَاةً۔ قَدْ ظَعَنُوْا عَنْهَا بِاَعْمَالِهِمْ اِلَى الْحَيٰوةِ الدَّآئِمَةِ وَالدَّارِ الْبَاقِيَةِ، كَمَا قَالَ سُبْحَانَهٗ "كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَآ اِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ۔"

گیا۔ مگر اس طرح نہیں کہ انہیں سوار سمجھا جائے۔ انہیں قبروں میں اُتار دیا گیا، مگر وہ مہمان نہیں کہلاتے۔ پتھروں سے اُن کی قبریں چن دی گئیں، اور خاک کے کفن ان پر ڈال دیئے گئے اور گلی سڑی ہڈیوں کو اُن کا ہمسایہ بنا دیا گیا ہے۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ جو پکارنے والے کو جواب نہیں دیتے۔ اور نہ زیادتیوں کو روک سکتے ہیں اور نہ رونے دھونے والوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ اگر بادل (جھوم کر) اُن پر برسیں، تو خوش نہیں ہوتے۔ اور قحط آئے تو اُن پر مایوسی نہیں چھا جاتی۔ وہ ایک جگہ ہیں، مگر الگ الگ وہ آپس میں ہمسائے ہیں مگر دور دور۔ پاس پاس ہیں، مگر میل ملاقات نہیں قریب قریب ہیں مگر ایک دوسرے کے پاس نہیں پھٹکتے۔ وہ بُردبار بنے ہوئے بے خبر پڑے ہیں۔ اُن کے بُغض و عناد ختم ہو گئے اور کینے مٹ گئے نہ اُن سے کسی ضرر کا اندیشہ ہے نہ کسی تکلّف کے دور کرنے کی توقع ہے۔ انہوں نے زمین کے اوپر کا حصہ اندر کے حصہ سے اور کشادگی اور وسعت تنگی سے، اور گھر بار پردیس سے اور روشنی اندھیرے سے بدل لی ہے اور جس طرح ننگے پیر اور ننگے بدن پیدا ہوئے تھے، ویسے ہی زمین میں (پیوند خاک) ہو گئے اور اس دنیا سے صرف عمل لے کر ہمیشہ کی زندگی اور سدا رہنے والے گھر کی طرف کوچ کر گئے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا ہے۔ جس طرح ہم نے مخلوق کو پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وعدہ کا پورا کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ہم اسے ضرور پورا کر کے رہیں گے۔

## خطبہ ۱۱۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
ذَكَرَ فِيْهَا مَلَكَ الْمَوْتِ وَتَوَفِّيَهِ الْاَنْفُسَ۔:
هَلْ تُحِسُّ بِهٖ اِذَا دَخَلَ مَنْزِلًا؟ اَمْ هَلْ

اس میں ملک الموت اور اُس کے روح قبض کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ جب (ملک الموت) کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو کبھی تم اس کی آہٹ محسوس کرتے ہو؟ یا جب کسی کی روح

تراه اذا توفّى احدا؟ بل كيف يتوفّى الجنين في بطن امّه. ايلج عليه من بعض جوارحها؟ امّ الرّوح اجابته باذن ربّها؟ ام هو ساكن معه في احشائها؟ كيف يصف الهه من يعجز عن صفة مخلوق مثله.

قبض کرتا ہے پیٹ میں بچے کی روح کو قبض کر لیتا ہے، کیا وہ ماں کے جسم کے کسی حصہ سے وہاں تک پہنچتا ہے یا اللہ کے حکم سے روح اس کی آواز پر لبیک کہتی ہوئی بڑھتی ہے۔ یا وہ بچہ کے ساتھ شکم مادر میں ٹھہرا ہوا ہے؟ جو اس جیسی مخلوق کے بارے میں بھی کچھ نہ بیان کر سکے، وہ اپنے اللہ کے متعلق کیا بتا سکتا ہے۔

## خطبہ ۱۱۱

ومن خطبة له عليه السّلام

واُحذّركم الدّنيا فانّها منزل قلعة، وليست بدار نجعة. قد تزيّنت بغرورها، وغرّت بزينتها. دار هانت على ربّها فخلط حلالها بحرامها و خيرها بشرّها، وحياتها بموتها، وحلوها بمرّها. لم يصفها الله تعالى لاوليائه، ولم يضن بها على اعدائه خيرها زهيد، وشرّها عتيد. وجمعها ينفد، وملكها يسلب، وعامرها يخرب. فما خير دار تنقض نقض البناء، وعمر يفنى فناء الزّاد ومدّة تنقطع انقطاع السّير. اجعلوا ما افترض الله عليكم من طلبكم، واسئلوه من اداء حقّه ما سألكم واسمعوا دعوة الموت اذانكم قبل ان

میں تمہیں دنیا سے خبردار کئے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لئے قرار نہیں اور ایسا گھر ہے جس میں آب ودانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل وخوار ہے۔ چنانچہ اُس کے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لئے اُسے بے غل وغش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اس گھر میں خیر وخوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے اور اُس عمر میں جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اُس مدت جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے جن چیزوں کی تمہیں طلب وتلاش رہتی ہے، اُن میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے اُسے پورا کرنے کی توفیق بھی اُس سے مانگو۔ موت کا پیغام



يدعى بكم. انّ الزّاهدين في الدّنيا تبكي قلوبهم وان ضحكوا، ويشتدّ حزنهم وان فرحوا، ويكثر مقتهم انفسهم وان اغتبطوا بما رزقوا. قد غاب عن قلوبكم ذكر الاجال، وحضرتكم كواذب الامال. فصارت الدّنيا املك بكم من الاخرة، والعاجلة اذهب بكم من الاجلة، وانّما انتم اخوان على دين الله ما فرّق بينكم الّا خبث السّرائر، وسوء الضّمائر. فلا توازرون ولا تناصحون، ولا تباذلون ولا توادّون. ما بالكم تفرحون باليسير من الدّنيا تملكونه ولا يحزنكم الكثير من الاخرة تحرمونه. يقلقكم اليسير من الدّنيا يفوتكم حتّى يتبيّن ذلك في وجوهكم وقلّة صبركم عمّا زوي منها عنكم كانّها دار مقامكم، وكانّ متاعها باق عليكم. وما يمنع احدكم ان يستقبل اخاه بما يخاف من عيبه الّا مخافة ان يستقبله بمثله. قد تصافيتم على رفض الاجل وحبّ العاجل، وصار دين احدكم لعقة على لسانه. صنيع من قد فرغ من عمله و احرز رضا سيّده.

آنے سے پہلے موت کی پکار اپنے کانوں کو سنا دو۔ اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں اور ان کا غم واندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے۔ اگرچہ اُن (کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو اور انہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بیر ہوتا ہے۔ اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسّر ہے اُن پر رشک کیا جاتا ہو۔ تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی امیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دین خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو۔ لیکن بدنیتی اور بدظنی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو نہ باہم پند ونصیحت کرتے ہو۔ نہ ایک دوسرے پر کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے کرتی۔ ذرا سی دنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں پر ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے اور دنیا کا ساز وبرگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے ڈرتا ہے صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ تو لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔

# خطبہ ۱۱۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْوَاصِلِ الْحَمْدَ بِالنِّعَمِ وَالنِّعَمَ بِالشُّكْرِ۔ نَحْمَدُهُ عَلٰى آلَائِهِ كَمَا نَحْمَدُهُ عَلٰى بَلَائِهِ۔ وَنَسْتَعِينُهُ عَلٰى هٰذِهِ النُّفُوسِ الْبِطَاءِ عَمَّا أُمِرَتْ بِهِ، السِّرَاعِ إِلٰى مَا نُهِيَتْ عَنْهُ۔ وَنَسْتَغْفِرُهُ مِمَّا أَحَاطَ بِهِ عِلْمُهُ وَأَحْصَاهُ كِتَابُهُ: عِلْمٌ غَيْرُ قَاصِرٍ وَكِتَابٌ غَيْرُ مُغَادِرٍ۔ وَنُؤْمِنُ بِهِ إِيمَانَ مَنْ عَايَنَ الْغُيُوبَ وَوَقَفَ عَلَى الْمَوْعُودِ، إِيمَانًا نَفٰى إِخْلَاصُهُ الشِّرْكَ وَيَقِينُهُ الشَّكَّ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ شَهَادَتَيْنِ تُصْعِدَانِ الْقَوْلَ وَتَرْفَعَانِ الْعَمَلَ۔ لَا يَخِفُّ مِيزَانٌ تُوضَعَانِ فِيهِ، وَلَا يَثْقُلُ مِيزَانٌ تُرْفَعَانِ عَنْهُ۔
أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّتِي هِيَ الزَّادُ وَبِهَا الْمَعَادُ: زَادٌ مُبَلِّغٌ وَمَعَادٌ مُنْجِحٌ دَعَا إِلَيْهَا أَسْمَعُ دَاعٍ، وَوَعَاهَا خَيْرُ وَاعٍ۔ فَأَسْمَعَ دَاعِيهَا وَفَازَ وَاعِيهَا۔
عِبَادَ اللّٰهِ إِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ حَمَتْ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ مَحَارِمَهُ۔ وَأَلْزَمَتْ قُلُوبَهُمْ مَخَافَتَهُ، حَتّٰى أَسْهَرَتْ لَيَالِيَهُمْ، وَأَظْمَأَتْ هَوَاجِرَ

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔ ہم اس کی نعمتوں پر اُسی طرح حمد کرتے ہیں جس طرح اس کی آزمائشوں پر ثناء و شکر بجالاتے ہیں اور ان نفسوں کے خلاف اس سے مدد مانگتے ہیں کہ جو احکام کے بجالانے میں سست قدم اور ممنوع چیزوں کی طرف بڑھنے میں تیز گام ہیں اور ان (گناہوں سے) مغفرت چاہتے ہیں کہ جن پر اس کا علم محیط اور نامہ اعمال حاوی ہے۔ نہ علم کوئی کمی کرنے والا ہے اور نہ نامہ اعمال کسی چیز کو چھوڑنے والا ہے۔ ہم اس شخص کے مانند اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ جس نے غیب کی چیزوں کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیا ہو اور وعدہ کی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہو چکا ہو۔ ایسا ایمان کہ جس کے خلوص نے شرک کو اور یقین نے شک کو دور پھینک دیا ہو، اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عبد اور رسولؐ ہیں۔ یہ دونوں شہادتیں (اچھی) باتوں کو اونچا اور (نیک) اعمال کو بلند کرتی ہیں۔ جس ترازو میں انہیں رکھ دیا جائے گا اُس کا پلہ ہلکا نہیں ہوگا اور جس میزان سے انہیں الگ کر لیا جائے گا، اُس کا پلہ بھاری نہیں ہو سکتا۔

اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ یہی تقویٰ زادِ راہ ہے اور اسی کو لے کر پلٹنا ہے۔ یہ زاد (منزل تک) پہنچانے والا اور یہ پلٹنا کامیاب پلٹنا ہے۔ اس کی طرف سب سے بہتر سنا دینے والے نے دعوت دی، اور بہترین سننے والے نے اسے سن کر محفوظ کر لیا۔ چنانچہ دعوت دینے والے نے سنا دیا، اور سننے والا بہرہ اندوز ہو گیا۔

اللہ کے بندو! تقویٰ ہی نے اللہ کے دوستوں کو منہیات سے



هُمْ۔ فَأَخَذُوا الرَّاحَةَ بِالنَّصَبِ، وَالرِّيَّ بِالظَّمَاءِ۔ وَاسْتَقْرَبُوا الْأَجَلَ فَبَادَرُوا الْعَمَلَ، وَكَذَّبُوا الْأَمَلَ فَلَاحَظُوا الْأَجَلَ، ثُمَّ إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ فَنَاءٍ وَعَنَاءٍ وَغِيَرٍ وَعِبَرٍ فَمِنَ الْفَنَاءِ أَنَّ الدَّهْرَ مُوتِرٌ قَوْسَهُ، لَا تُخْطِئُ سِهَامُهُ وَلَا تُؤْسٰى جِرَاحُهُ۔ يَرْمِي الْحَيَّ بِالْمَوْتِ، وَالصَّحِيحَ بِالسَّقَمِ وَالنَّاجِيَ بِالْعَطَبِ۔ آكِلٌ لَا يَشْبَعُ وَشَارِبٌ لَا يَنْقَعُ۔ وَمِنَ الْعَنَاءِ أَنَّ الْمَرْءَ يَجْمَعُ مَا لَا يَأْكُلُ وَيَبْنِي مَا لَا يَسْكُنُ۔ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى اللّٰهِ لَا مَالًا حَمَلَ، وَلَا بِنَاءً نَقَلَ وَمِنْ غِيَرِهَا أَنَّكَ تَرَى الْمَرْحُومَ مَغْبُوطًا وَالْمَغْبُوطَ مَرْحُومًا لَيْسَ ذٰلِكَ إِلَّا نَعِيمًا زَلَّ، وَبُؤْسًا نَزَلَ۔ وَمِنْ عِبَرِهَا أَنَّ الْمَرْءَ يُشْرِفُ عَلٰى أَمَلِهِ فَيَقْتَطِعُهُ حُضُورُ أَجَلِهِ۔ فَلَا أَمَلٌ يُدْرَكُ وَلَا مُؤَمَّلٌ يُتْرَكُ، فَسُبْحَانَ اللّٰهِ مَا أَغَرَّ سُرُورَهَا وَأَظْمَأَ رِيَّهَا وَأَضْحٰى فَيْئَهَا۔ لَا جَاءٍ يُرَدُّ، وَلَا مَاضٍ يَرْتَدُّ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ أَقْرَبَ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ لِلَحَاقِهِ بِهِ، وَأَبْعَدَ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ لِانْقِطَاعِهِ عَنْهُ۔
إِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِشَرٍّ مِّنَ الشَّرِّ إِلَّا عِقَابُهُ،

بچایا ہے اور اُس کے دلوں میں خوف پیدا کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی راتیں جاگتے اور تپتی ہوئی دوپہریں پیاس میں گزر جاتی ہیں اور اس تعب و کلفت کے عوض راحت (دائمی) اور اس پیاس کے بدلہ میں (تسنیم و کوثر سے) سیرابی حاصل کرتے ہیں۔ انہوں نے موت کو قریب سمجھ کر اعمال میں جلدی کی اور امیدوں کو جھٹلا کر اجل کو نگاہ میں رکھا پھر یہ دنیا تو فنا اور مشقت تغیر اور عبرت کی جگہ ہے۔ چنانچہ فنا کرنے کی صورت یہ ہے کہ زمانہ اپنی کمان کا چلہ چڑھائے ہوئے ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور نہ اسکے زخموں کا کوئی مداوا ہو سکتا ہے۔ زندہ پر موت کے، تندرست پر بیماری کے، اور محفوظ پر ہلاکت کے تیر چلاتا رہتا ہے۔ وہ ایسا کھاؤ ہے کہ سیر نہیں ہوتا اور ایسا پینے والا ہے کہ اُس کی پیاس بجھتی ہی نہیں اور رنج و تعب کی صورت یہ ہے کہ انسان مال جمع کرتا ہے لیکن اس میں سے کھانا اُسے نصیب نہیں ہوتا۔ گھر بناتا ہے۔ مگر اُس میں رہنے نہیں پاتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح چل دیتا ہے کہ نہ مال ساتھ اُٹھا کر لے جا سکتا ہے اور نہ گھر ہی ادھر منتقل کر سکتا ہے اور اس کے تغیّر کی یہ حالت ہے کہ تم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہو جس کی حالت قابلِ رحم ہوتی ہے اور وُہ (دیکھتے ہی دیکھتے) ہو جس کی حالت قابل ہو جاتا ہے کہ اس پر رشک کھایا جائے۔ اور قابلِ رشک آدمی کو دیکھتے ہو کہ (چند ہی دنوں میں) اُس کی حالت پر ترس آنے لگتا ہے۔ اس کی یہی وجہ تو ہے کہ اس سے نعمت جاتی رہی، اور اس پر فقر و افلاس ٹوٹ پڑا۔ اور اس سے عبرت حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی اُمیدوں کی انتہا تک پہنچنے والا ہی ہوتا ہے کہ موت پہنچ کر امیدوں کے سارے بندھن توڑ دیتی ہے۔ اس طرح یہ امیدیں بر آتی ہیں اور نہ اُمیدیں باندھنے والا ہی باقی چھوڑا جاتا ہے۔ اللہ اکبر اس دُنیا کی مسرت کی فریب کاریاں اور اس کی سیرابی کی تشنہ کامیاں کتنی زیادہ ہے۔ نہ آنے والی موت کو پلٹایا جا سکتا ہے اور نہ جانے والا پلٹ کر

وَلَيْسَ شَيْءٌ بِخَيْرٍ مِّنَ الْخَيْرِ إِلَّا ثَوَابُهُ وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا سَمَاعُهُ أَعْظَمُ مِنْ عِيَانِهِ۔ وَكُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْآخِرَةِ عِيَانُهُ أَعْظَمُ مِنْ سَمَاعِهِ۔ فَلْيَكْفِكُمْ مِنَ الْعِيَانِ السَّمَاعُ، وَمِنَ الْغَيْبِ الْخَبَرُ وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا نَقَصَ مِنَ الدُّنْيَا وَزَادَ فِي الْآخِرَةِ خَيْرٌ مِمَّا نَقَصَ مِنَ الْآخِرَةِ وَزَادَ فِي الدُّنْيَا۔ فَكَمْ مِنْ مَنْقُوصٍ رَابِحٍ وَمَزِيدٍ خَاسِرٍ۔ إِنَّ الَّذِي نُهِيتُمْ عَنْهُ۔ وَمَا أُحِلَّ لَكُمْ أَكْثَرُ مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فَذَرُوا مَاقَلَّ لِمَا كَثُرَ، وَمَاضَاقَ لِمَا اتَّسَعَ۔ قَدْ تُكُفِّلَ لَكُمْ بِالرِّزْقِ وَأُمِرْتُمْ بِالْعَمَلِ، فَلَا يَكُونَنَّ الْمَضْمُونُ لَكُمْ طَلَبُهُ أَوْلَى بِكُمْ مِنَ الْمَفْرُوضِ عَلَيْكُمْ عَمَلُهُ، مَعَ أَنَّهُ وَاللّٰهِ لَقَدِ اعْتَرَضَ الشَّكُّ وَدَخِلَ الْيَقِينُ، حَتّٰى كَأَنَّ الَّذِي ضُمِنَ لَكُمْ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ، وَكَأَنَّ الَّذِي قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمْ قَدْ وُضِعَ عَنْكُمْ۔ فَبَادِرُوا الْعَمَلَ وَخَافُوا بَغْتَةَ الْأَجَلِ، فَإِنَّهُ لَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الْعُمُرِ مَا يُرْجٰى مِنْ رَجْعَةِ الرِّزْقِ رُجِيَ غَدًا زِيَادَتُهُ۔ وَمَا فَاتَ أَمْسِ مِنَ الْعُمُرِ لَمْ يُرْجَ الْيَوْمَ رَجْعَتُهُ۔ الرَّجَاءُ مَعَ الْجَائِي، وَالْيَأْسُ مَعَ الْمَاضِي۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

آسکتا ہے۔ سُبحان اللہ زندہ مُردوں سے تمام تعلقات کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے کس قدر دُور ہے۔ بیشک کوئی اچھائی سے اچھی چیز نہیں سوا اس کے ثواب کے۔ دُنیا کی ہر چیز کا سُننا اُس کے دیکھنے سے عظیم تر ہے۔ مگر آخرت کی ہر شئے کا دیکھنا سُننے سے کہیں بڑھا چڑھا ہوا ہے تم اسی سننے سے اس کی اصلی حالت کا، جو مشاہدہ میں آئے گی۔ اندازہ اور خبر ہی سن کر اس غیب کی تصدیق کرلو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا کی کمی اور آخرت کا اضافہ عقبیٰ کی کمی اور دُنیا کے اضافے سے کہیں بہتر ہے۔ بہت سے گھاٹا اٹھانے والے فائدہ میں رہتے ہیں اور بہت سے سمیٹ لینے والے نقصان میں رہتے ہیں۔ جن چیزوں کا خدا نے تم کو حکم دیا ہے (اور تمہارے لئے جائز رکھی ہیں) ان کا دامن اُن چیزوں سے کہیں وسیع ہے جن سے روکا ہے اور حرام کی ہوئی چیزوں سے حلال چیزیں کہیں زیادہ ہیں۔ لہٰذا زیادہ چیزوں کی وجہ سے کم چیزوں کو چھوڑ دو، اور تنگنائے حرام سے نکل کر حلال کی وسعتوں میں آجاؤ۔ اس نے تمہارے رزق کا ذمہ لے لیا ہے اور تمہیں اعمال بجالانے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جس چیز کا ذمہ لیا جاچکا ہے اِس کی تلاش وطلب اعمال وفرائض کے بجالانے سے تمہاری نظروں میں مقدم نہ ہونا چاہیے مگر خدا کی قسم تمہارا طرزِ عمل ایسا ہے کہ دیکھنے والے کو شبہ ہونے لگے۔ اور ایسا معلوم ہو کہ رِزق کا حاصل کرنا تو تم پر فرض ہے۔ عمل کی طرف بڑھو اور موت کے اچانک آجانے سے ڈرو۔ اس لیے کہ عمر کے پلٹ کی اُمید ہوسکتی ہے۔ جو رزق ہاتھ نہیں لگا، کل اس کی زیادتی کی توقع ہوسکتی ہے۔ اور اُمید نہیں کہ عمر کا گزرا ہوا۔ کل آج پلٹ آئے گا۔ اُمید تو آنے والے کی ہوسکتی ہے اور جو گزر جائے اس سے تو مایوسی ہی ہے اللہ سے ڈرو، جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور جب موت آئے، تو تم کو بہرصورت مسلمان ہونا چاہیے۔



## خطبہ ۱۱۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فِي الْاِسْتِسْقَاءِ: اَللّٰهُمَّ قَدِ انْصَاحَتْ جِبَالُنَا، وَاغْبَرَّتْ أَرْضُنَا، وَهَامَتْ دَوَابُّنَا وَتَحَيَّرَتْ فِي مَرَابِضِهَا، وَعَجَّتْ عَجِيجَ الثَّكَالٰى عَلٰى أَوْلَادِهَا، وَمَلَّتِ التَّرَدُّدَ فِي مَرَاتِعِهَا، وَالْحَنِينَ إِلٰى مَوَارِدِهَا اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ أَنِينَ الْآنَّةِ، وَحَنِينَ الْحَانَّةِ۔ اَللّٰهُمَّ فَارْحَمْ حَيْرَتَهَا فِي مَذَاهِبِهَا، وَأَنِينَهَا فِي مَوَالِجِهَا۔ اَللّٰهُمَّ خَرَجْنَا إِلَيْكَ حِينَ اعْتَكَرَتْ عَلَيْنَا حَدَابِيرُ السِّنِينَ، وَأَخْلَفَتْنَا مَخَايِلُ الْجَوْدِ فَكُنْتَ الرَّجَاءَ لِلْمُبْتَئِسِ، وَالْبَلَاغَ لِلْمُلْتَمِسِ۔ نَدْعُوكَ حِينَ قَنَطَ الْأَنَامُ، وَمُنِعَ الْغَمَامُ، وَهَلَكَ السَّوَامُ، أَنْ لَا تُؤَاخِذَنَا بِأَعْمَالِنَا وَلَا تَأْخُذَنَا بِذُنُوبِنَا۔ وَانْشُرْ عَلَيْنَا رَحْمَتَكَ بِالسَّحَابِ الْمُنْبَعِقِ وَالرَّبِيعِ الْمُغْدِقِ وَالنَّبَاتِ الْمُونِقِ سَحًّا وَابِلًا تُحْيِي بِهِ مَا قَدْ مَاتَ وَتَرُدُّ بِهِ مَا قَدْ فَاتَ۔ اَللّٰهُمَّ سُقْيًا مِنْكَ مُحْيِيَةً مُرْوِيَةً، تَامَّةً عَامَّةً طَيِّبَةً مُبَارَكَةً، هَنِيئَةً مَرِيعَةً۔ زَاكِيًا نَبْتُهَا، ثَامِرًا فَرْعُهَا، نَاضِرًا وَرَقُهَا، تُنْعِشُ بِهَا الضَّعِيفَ مِنْ عِبَادِكَ

طلب باراں کے لیے آپؑ کے دعائیہ کلمات:۔ بارِ الٰہا (خشک سالی سے) ہمارے پہاڑوں کا سبزہ بالکل سوکھ گیا ہے اور زمین پر خاک اُڑ رہی ہے۔ ہمارے چوپائے پیاسے ہیں اور اپنے چوپایوں میں بوکھلائے ہوئے پھرتے ہیں اور اِس طرح چلا رہے ہیں جس طرح رونے والیاں اپنے بچوں پر بَین کرتی ہیں اور اپنی چراگاہوں کے پھیرے کرنے اور تالابوں کی طرف بصد شوق بڑھنے سے عاجز آگئے ہیں۔ پروردگار اِن چیخنے والی بکریوں اور اِن شوق بھرے لہجے میں پکارنے والے اُونٹوں پر رحم کر۔ خدایا تو راستوں میں ان کی پریشانی اور گھروں میں ان کی چیخ پکار پر ترس کھا۔ بارخدایا جبکہ قحط سالی کے لاغر اور نڈھال اُونٹ ہماری طرف پلٹ پڑے ہیں اور بظاہر برسنے والی گھٹائیں آآکے بن برسے گزر گئیں تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ تو ہی دکھ درد کے ماروں کی آس ہے اور تو ہی التجا کرنے والوں کا سہارا ہے۔ جبکہ لوگ بے آس ہوگئے اور بادلوں کا اُٹھنا بند ہوگیا اور مویشی بے جان ہوگئے تو ہم تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہماری گرفت نہ کر اور ہمارے گناہوں کے سبب سے ہمیں (اپنے عذاب میں نہ دھرلے۔ اے اللہ تو دھواں دار بارشوں والے اَبر اور چھاجوں پانی برسانے والی برکھا رُت اور نظروں میں کھب جانے والے ہریادل سے اپنے دامان رحمت کو ہم پر پھیلا دے وہ موسلا دھار اور لگا تار اس طرح برسیں کہ ان سے مری ہوئی چیزوں کو تو زندہ کردے اور گزری ہوئی بہاروں کو پلٹا دے۔ خدایا ایسی سیرابی ہو کہ جو (مردہ زمینوں کو) زندہ کرنے والی، سیراب بنانے والی، اور بھرپور برسنے والی، اور سب جگہ پھیل جانے والی، اور پاکیزہ وبابرکت اور خوشگوار و شاداب ہو، جس سے نباتات پھلنے پھولنے لگیں۔ شاخیں بارآور اور پتے ہرے بھرے ہوجائیں

وَتُحْيِيَ بِهَا الْمَيِّتَ مِنْ بِلَادِكَ، اَللّٰهُمَّ سُقْيًا مِنْكَ تُعْشِبُ بِهَا نِجَادُنَا وَتَجْرِيْ بِهَا وِهَادُنَا، وَتُخْصِبُ بِهَا جَنَابُنَا، وَتُقْبِلُ بِهَا ثِمَارُنَا وَتَعِيْشُ بِهَا مَوَاشِيْنَا وَتَنْدٰى بِهَا اَقَاصِيْنَا وَتَسْتَعِيْنُ بِهَا ضَوَاحِيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ الْوَاسِعَةِ وَعَطَايَاكَ الْجَزِيْلَةِ عَلٰى بَرِيَّتِكَ الْمُرْمِلَةِ، وَوَحْشِكَ الْمُهْمَلَةِ. وَاَنْزِلْ عَلَيْنَا سَمَآءً مُخْضِلَةً مِدْرَارًا هَاطِلَةً. يُدَافِعُ الْوَدْقُ مِنْهَا الْوَدْقَ وَيَحْفِزُ الْقَطْرُ مِنْهَا الْقَطْرَ غَيْرَ خُلَّبٍ بَرْقُهَا، وَلَا جَهَامٍ عَارِضُهَا وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا، وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، حَتّٰى يُخْصِبَ لِاِمْرَاعِهَا الْمُجْدِبُوْنَ، وَيَحْيٰى بِبَرَكَتِهَا الْمُسْنِتُوْنَ، فَاِنَّكَ تُنْزِلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِمَا قَنَطُوْا، وَتَنْشُرُ رَحْمَتَكَ وَاَنْتَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ.

تَفْسِيْرُ مَا فِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ.

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَانْصَاحَتْ جِبَالُنَا، اَيْ تَشَقَّقَتْ مِنَ الْمُحُوْلِ، يُقَالُ: اِنْصَاحَ الثَّوْبُ اِذَا انْشَقَّ وَيُقَالُ اَيْضًا: اِنْصَاحَ النَّبْتُ وَصَاحَ وَصَوَّحَ اِذَا جَفَّ وَيَبِسَ. وَقَوْلُهُ: (حَدَابِيْرُ السِّنِيْنَ) جَمْعُ حِدْبَارٍ. وَهِيَ النَّاقَةُ الَّتِيْ اَنْضَاهَا

اور جس سے تو اپنے عاجز و زمین گیر بندوں کو سہارا دے کر اُوپر اُٹھائے اور اپنے مردہ شہروں کو زندگی بخش دے۔ اے اللہ ایسی سیرابی کہ جس سے ہمارے ٹیلے سبزہ پوش ہو جائیں اور ندی نالے بہہ نکلیں اور آس پاس کے اطراف سرسبز و شاداب ہو جائیں اور پھل نکل آئیں اور چوپائے جی اٹھیں اور دور کی زمینیں بھی تربتر ہو جائیں اور کھلے میدان بھی اُس سے مدد پا سکیں۔ اپنی پھیلنے والی برکتوں اور بڑی بڑی بخششوں سے جو تیری تباہ حال مخلوق اور بغیر چرواہے کے کھلے پھرنے والے حیوانوں پر ہیں۔ ہم پر ایسی بارش ہو۔ جو پانی سے شرابور کر دینے والی، اور موسلا دھار اور لگاتار برسنے والی ہو۔ اس طرح کہ بارشیں بارشوں سے ٹکرائیں اور بوندیں بوندوں کو تیزی سے دھکیلیں (کہ تار بندھ جائے) اس کی بجلی دھوکہ دینے والی نہ ہو۔ اور نہ اُفق پر چھا جانے والی گھٹا پانی سے خالی ہو اور نہ سفید ابر کے ٹکڑے بکھرے بکھرے سے ہوں اور نہ صرف ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں والی بوندا باندی ہو کر رہ جائے (یوں برسا کہ) قحط کے مارے ہوئے اس کی سرسبزیوں سے خوشحال ہو جائیں اور خشک سالی کی سختیاں جھیلنے والے اس کی برکتوں سے جی اٹھیں، اور تو ہی وہ ہے جو لوگوں کے نااُمید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے، اور اپنی رحمت کے دامن پھیلا دیتا ہے، اور تو ہی والی و وارث اور (اچھی) صفتوں والا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کے اس ارشاد ''انصاحت جبالنا'' کے معنی یہ ہیں کہ پہاڑوں میں قحط سالی سے شگاف پڑ گئے ہیں۔ انصاح الثوب اُس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کپڑا پھٹ جائے اور انصاح النبت، صاح النبت اور صوح النبت اُس وقت بولا جاتا ہے کہ جب سبزہ خشک ہو جائے اور جائے اور بالکل سوکھ جائے اور حامت دوابنا کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے چوپائے پیاسے ہو گئے ہیں۔ حیام کے معنی پیاس کے ہوتے



السَّيْرُ، فَشَبَّهَ بِهَا السَّنَةَ الَّتِيْ فَشَا فِيْهَا الْجَدْبُ. قَالَ ذُوالرُّمَّةِ: حَدَابِيْرُ مَا تَنْفَكُّ اِلَّا مُنَاخَةً عَلَى الْخَسْفِ اَوْ نَرْمِيْ بِهَا بَلَدًا قَفْرًا.

وَقَوْلُهُ: (وَلَا قَزَعٍ رَبَابُهَا) اَلْقَزَعُ اَلْقِطَعُ الصِّغَارُ الْمُتَفَرِّقَةُ مِنَ السَّحَابِ. وَقَوْلُهُ: (وَلَا شَفَّانٍ ذِهَابُهَا، فَاِنَّ تَقْدِيْرَهُ وَلَا ذَاتَ شَفَّانٍ ذِهَابُهَا. وَالشَّفَّانُ الرِّيْحُ الْبَارِدَةُ، وَالذِّهَابُ الْاَمْطَارُ اللَّيِّنَةُ. فَحَذَفَ ذَاتَ لِعِلْمِ السَّامِعِ بِهِ.

ہیں۔ اور حدابیر السنین میں حدابیر حدبار کی جمع ہے۔ جس کے معنی اُس اُونٹنی کے ہیں جسے سفروں نے لاغر اور نڈھال کر دیا ہو۔ چنانچہ حضرتؑ نے قحط زدہ سال کو اسی سفروں کی ماری ہوئی اُونٹنی سے تشبیہ دی ہے۔ (عرب کے شاعر) ذوالرمہ نے کہا ہے:۔ یہ لاغر اور کمزور اُونٹنیاں ہیں کہ جو یا تو بس ہر سختی و صعوبت کو جھیل کر اپنی جگہ پر بیٹھی رہتی ہیں اور یا یہ کہ ہم انہیں کسی بے آب و گیاہ جنگل کے سفر میں لے جاتے ہیں تو وہاں جاتی ہیں اور قزع ربابھا میں قزع چھوٹی چھوٹی بکھری ہوئی بدلیوں کو کہتے ہیں اور شفان ذھابھا میں شفان کے معنی ٹھنڈی ہواؤں کے ہیں اور ذھاب ہلکی ہلکی بوندا باندی کو کہتے ہیں اس سے مُراد یہ ہے کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں والی پھوہار۔ اور ذات کی لفظ جس کے معنی والی ہوتے ہیں۔ ان جگہ حذف فرما دی ہے۔ اس لیے کہ سننے والا اسے خود ہی سمجھ سکتا ہے۔

## خطبہ ۱۱۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

اَرْسَلَهٗ دَاعِيًا اِلَى الْحَقِّ وَشَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ. فَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ غَيْرَ وَانٍ وَّلَا مُقَصِّرٍ، وَجَاهَدَ فِي اللّٰهِ اَعْدَآءَهٗ غَيْرَ وَاهِنٍ وَّلَا مُعَذِّرٍ. اِمَامُ مَنِ اتَّقٰى، وَبَصَرُ مَنِ اهْتَدٰى (مِنْهَا) وَلَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ مِمَّا طُوِيَ عَنْكُمْ غَيْبُهٗ. اِذًا لَخَرَجْتُمْ اِلَى الصُّعُدَاتِ تَبْكُوْنَ عَلٰى اَعْمَالِكُمْ، وَتَلْتَدِمُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ. وَلَتَرَكْتُمْ اَمْوَالَكُمْ لَا حَارِسَ لَهَا وَلَا خَالِفَ عَلَيْهَا وَلَهَمَّتْ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ نَفْسُهٗ لَا يَلْتَفِتُ اِلٰى غَيْرِهَا. وَلٰكِنَّكُمْ

اللہ نے آپ کو حق کی طرف بلانے والا اور مخلوق کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا۔ چنانچہ آپؐ نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کو پہنچایا۔ نہ اُس میں کچھ سستی کی نہ کوتاہی اور اللہ کی راہ میں اس کے دشمنوں سے جہاد کیا جس میں نہ کمزوری دکھائی، نہ حیلے بہانے کیے، وہ پرہیزگاروں کے امام اور ہدایت پانے والوں (کی آنکھوں) کے لیے بصارت۔ اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے۔ جو چیزیں تم سے پردہ غیب میں لپیٹ دی گئیں ہیں۔ اگر تم بھی انھیں جان لیتے، جس طرح میں جانتا ہوں، تو بلاشبہ تم اپنی بداعمالیوں پر روتے ہوئے اور اپنے نفسوں کا ماتم کرتے ہوئے اور اپنے مال و متاع کو بغیر کسی نگہبان اور بغیر کسی نگہداشت کرنے والے کے یونہی چھوڑ چھاڑ کر کھلے میدانوں میں نکل پڑتے، اور ہر شخص کو اپنے ہی نفس کی پڑی ہوتی۔ کسی اور کی طرف متوجہ ہی نہ ہوتا۔ لیکن جو تمہیں یاد دلایا گیا تھا اُسے تم

نَسِيتُمْ مَا ذُكِّرْتُمْ، وَاَمِنْتُمْ مَا حُذِّرْتُمْ، فَتَاهَ عَنْكُمْ رَأْيُكُمْ، وَتَشَتَّتَ عَلَيْكُمْ اَمْرُكُمْ. وَلَوَدِدْتُ اَنَّ اللّٰهَ فَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَاَلْحَقَنِي بِمَنْ هُوَ اَحَقُّ بِي مِنْكُمْ. قَوْمٌ وَاللّٰهِ مَيَامِينُ الرَّأْيِ، مَرَاجِيحُ الْحِلْمِ، مَقَاوِيلُ بِالْحَقِّ، مَتَارِيكُ لِلْبَغْيِ. مَضَوْا قُدُمًا عَلَى الطَّرِيقَةِ وَاَوْجَفُوا عَلَى الْمَحَجَّةِ، فَظَفِرُوا بِالْعُقْبَى الدَّائِمَةِ وَالْكَرَامَةِ الْبَارِدَةِ. اَمَا وَاللّٰهِ لَيُسَلَّطَنَّ عَلَيْكُمْ غُلَامُ ثَقِيفٍ الذَّيَّالُ الْمَيَّالُ يَاْكُلُ خَضِرَتَكُمْ وَيُذِيبُ شَحْمَتَكُمْ اِيهٍ اَبَا وَذَحَةَ. (اَقُولُ: الْوَذَحَةُ الْخُنْفَسَاءُ. وَهٰذَا الْقَوْلُ يُومِئُ بِهِ اِلَى الْحَجَّاجِ، وَلَهُ مَعَ الْوَذَحَةِ حَدِيثٌ لَيْسَ هٰذَا مَوْضِعُ ذِكْرِهٖ)

بھول گئے اور جن چیزوں سے تمہیں ڈرایا گیا تھا، اس سے تم نڈر ہو گئے اس طرح تمہارے خیالات بھٹک گئے، اور تمہارے سارے امُور درہم و برہم ہو گئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے، اور مجھے اُن لوگوں سے ملا دے، جو تم سے زیادہ میرے حقدار ہیں۔ خدا کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں جن کے خیالات مُبارک اور سرکشی و بغاوت کو چھوڑنے والے تھے وہ قدم آگے بڑھا کر اللہ کی راہ پر ہو لیے اور سیدھی راہ پر (بے کھٹکے) دوڑے چلے گئے۔ چنانچہ انہوں نے ہمیشہ رہنے والی آخرت اور عمدہ و پاکیزہ نعمتوں کو پالیا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پر بنی ثقیف کا ایک لڑکا تسلّط پالے گا وہ دراز قد ہوگا، اور بل کھا کر چلے گا۔ وہ تمہارے تمام سبزہ زاروں کو چر جائے گا۔

اور تمہاری چربی (تک) پگھلا دے گا۔ ہاں اے ابووذحہ کچھ اور۔ سید رضی فرماتے ہیں کہ وذحہ کے معنی خنفساء[1] کے ہیں۔ آپؑ نے اپنے اس ارشاد سے حجاج (ابن یوسف ثقفی) کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس کا خنفساء سے متعلق ایک واقعہ ہے جس کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے۔

[1] اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حجاج ایک دن نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا، تو خنفسا اس کی طرف بڑھا حجاج نے ہاتھ بڑھا کر اُسے روکنا چاہا۔ مگر اُس نے اسے کاٹ لیا جس سے اس کے ہاتھ پر ورم آ گیا اور آخر اُس کے اثر سے اس کی موت واقع ہوئی۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ وذحہ اس گوبر کو کہتے ہیں جو کسی حیوان کی دُم پر لگا رہ گیا ہو، اور ان کنیت سے مقصود اس کی تذلیل ہے۔

## خطبہ ۱۱۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَلَا اَمْوَالَ بَذَلْتُمُوهَا لِلَّذِي رَزَقَهَا، وَلَا اَنْفُسَ خَاطَرْتُمْ بِهَا لِلَّذِي خَلَقَهَا. تَكْرُمُونَ بِاللّٰهِ عَلَى عِبَادِهٖ، وَلَا تُكْرِمُونَ اللّٰهَ فِي عِبَادِهٖ فَاعْتَبِرُوا بِنُزُولِكُمْ مَنَازِلَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَانْقِطَاعِكُمْ عَنْ اَوْصَلِ اِخْوَانِكُمْ.

جس نے تم کو مال و متاع بخشا ہے اس کی راہ میں تم اُسے صرف نہیں کرتے اور نہ اپنی جانوں کو اُس کے لیے خطرہ میں ڈالتے ہو جس نے ان کو پیدا کیا ہے تم نے اللہ کی وجہ سے بندوں میں عزت و آبرو پائی۔ لیکن اس کے بندوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کر کے اس کا احترام و اکرام نہیں کرتے۔ جن مکانات میں اگلے لوگ آباد تھے۔ ان میں اب تم مقیم ہوتے ہو، اور قریب سے قریب تر بھائی گزر جاتے، اور تم رہ جاتے ہو۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔



## خطبہ ۱۱۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَنْتُمُ الْاَنْصَارُ عَلَى الْحَقِّ، وَالْاِخْوَانُ فِي الدِّينِ، وَالْجُنَنُ يَوْمَ الْبَاْسِ، وَالْبِطَانَةُ دُونَ النَّاسِ بِكُمْ اَضْرِبُ الْمُدْبِرَ، وَاَرْجُو طَاعَةَ الْمُقْبِلِ. فَاَعِينُونِي بِمُنَاصَحَةٍ خَلِيَّةٍ مِنَ الْغِشِّ سَلِيمَةٍ مِنَ الرَّيْبِ. فَوَاللّٰهِ اِنِّي لَاَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ.

تم حق کے قائم کرنے میں (میرے) ناصر و مددگار ہو، اور دین میں (ایک دوسرے کے) بھائی بھائی ہو، اور سختیوں میں (میری) سپر ہو، اور تمام لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی میرے رازدار ہو۔ تمہاری مدد سے روگردانی کرنے والے پر میں تلوار چلاتا ہوں اور پیش قدمی کرنیوالے کی اطاعت کی توقع رکھتا ہوں۔ ایسی خیر خواہی کے ساتھ میری مدد کرو کہ جس میں دھوکا فریب ذرا نہ ہو، اور شک و بدگمانی کا شائبہ تک نہ ہو۔ اس لیے کہ میں ہی لوگوں (کی امامت) کے لیے سب زیادہ اولٰی و مقدّم ہوں۔

## خطبہ ۱۱۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

وَقَدْ جَمَعَ النَّاسَ وَحَضَّهُمْ عَلَى الْجِهَادِ فَسَكَتُوا مَلِيًّا.

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَالُكُمْ اَمُخْرَسُونَ اَنْتُمْ؟ (فَقَالَ قَوْمٌ مِّنْهُمْ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ اِنْ سِرْتَ سِرْنَا مَعَكَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، مَا بَالُكُمْ لَا سُدِّدْتُمْ لِرُشْدٍ، وَلَا هُدِيتُمْ لِقَصْدٍ اَفِي مِثْلِ هٰذَا يَنْبَغِي لِي اَنْ اَخْرُجَ؟ اِنَّمَا يَخْرُجُ فِي مِثْلِ هٰذَا رَجُلٌ مِمَّنْ اَرْضَاهُ مِنْ شُجْعَانِكُمْ

امیر المومنین علی السلام نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنا چاہا تو وہ لوگ دیر تک چپ رہے، تو آپؑ نے فرمایا، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا تم گونگے ہو گئے ہو؟ تو ایک گروہ نے کہا کہ اے امیر المومنینؑ اگر آپ چلیں، تو ہم بھی آپؑ کے ہمراہ چلیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو۔ کیا ایسے حالات میں میں ہی نکلوں۔ اس وقت تو تمہارے جوان مردوں اور طاقتوروں میں سے جس شخص کو میں پسند کروں اُسے جانا چاہئے میرے لیے مناسب نہیں کہ میں لشکر، شہر، بیت المال زمین کے خراج کی فراہمی، مسلمانوں کے

وَذَوِیْ بَأْسِكُمْ، وَلَا يَنْبَغِیْ لِیْ اَنْ اَدَعَ الْجُنْدَ وَالْمِصْرَ وَبَيْتَ الْمَالِ وَجِبَايَةَ الْاَرْضِ وَالْقَضَآءَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّظَرَ فِیْ حُقُوْقِ الْمُطَالِبِيْنَ، ثُمَّ اَخْرُجَ فِیْ كَتِيْبَةٍ اَتْبَعُ اُخْرٰی اَتَقَلْقَلُ تَقَلْقُلَ الْقِدْحِ فِی الْجَفِيْرِ الْفَارِغِ، وَاِنَّمَا اَنَا قُطْبُ الرَّحٰی تَدُوْرُ عَلَیَّ وَاَنَا بِمَكَانِیْ، فَاِذَا فَارَقْتُهٗ اسْتَحَارَ مَدَارُهَا وَاضْطَرَبَ ثُفَالُهَا هٰذَا لَعَمْرُ اللّٰهِ الرَّأْیُ السُّوْءُ۔ وَاللّٰهِ لَوْلَا رَجَآئِیْ الشَّهَادَةَ عِنْدَ لِقَآئِی الْعَدُوَّ لَوْقَدْ حُمَّ لِیْ لِقَاؤُهٗ۔ لَقَرَّبْتُ رِكَابِیْ ثُمَّ شَخَصْتُ عَنْكُمْ فَلَا اَطْلُبُكُمْ مَا اخْتَلَفَ جَنُوْبٌ وَشَمَالٌ۔ اِنَّهٗ لَا غَنَآءَ فِیْ كَثْرَةِ عَدَدِكُمْ مَعَ قِلَّةِ اجْتِمَاعِ قُلُوْبِكُمْ۔ لَقَدْ حَمَلْتُكُمْ عَلَی الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ الَّتِیْ لَا يَهْلِكُ عَلَيْهَا اِلَّا هَالِكٌ مَنِ اسْتَقَامَ فَاِلَی الْجَنَّةِ وَ زَلَّ فَاِلَی النَّارِ۔

مقدمات کا تصفیہ اور مطالبہ کرنے والوں کے حقوق کی دیکھ بھال چھوڑ دوں اور لشکر لیے ہوئے دوسرے لشکر کے پیچھے نکل کھڑا ہوں۔ اور جس طرح خالی ترکش میں بے پیکاں کا تیر ہلتا جلتا ہے۔ جُنبش کھاتا رہوں میں چکّی کے اندر کا وہ قطب ہوں کہ جس پر وہ گھومتی ہے جب تک میں اپنی جگہ پر ٹھہرا رہوں اور اگر میں نے اپنا مقام چھوڑ دیا، تو اس کے گھومنے کا دائرہ متزلزل ہو جائے گا۔ خدا کی قسم یہ بہت بُرا مشورہ ہے۔ قسم بخدا اگر دشمن کا مقابلہ کرنے سے مجھے شہادت کی اُمید نہ ہو، جبکہ وہ مقابلہ میرے لیے مقدر ہو چکا ہو، تو میں اپنی سواریوں کو (سوار ہونے کیلیے) قریب کر لیتا اور تمہیں چھوڑ چھاڑ کر نکل جاتا۔ اور جب تک جنوبی و شمالی ہوائیں چلتی رہتیں، تمہیں کبھی طلب نہ کرتا۔ تمہارے شمار میں زیادہ ہونے سے کیا فائدہ جبکہ تم یک دل نہیں ہو پاتے۔ میں نے تمہیں صحیح راستے پر لگایا ہے کہ جس میں ایسا ہی شخص تباہ و برباد ہوگا، جو خود اپنے لیے ہلاکت کا سامان کیے بیٹھا ہو، اور جو اس راہ پر جما رہے گا وہ جنت کی طرف، اور جو پھسل جائے گا۔ وہ دوزخ کی جانب بڑھے گا۔

ا؎ جنگ صفین کے بعد جب معاویہ کی فوجوں نے آپؑ کے مختلف علاقوں پر حملے شروع کر دیئے تو ان کی روک تھام کے لیے آپ نے عراقیوں سے کہا۔ لیکن انہوں نے ٹالنے کے لیے یہ عذر تراشا کہ اگر آپ فوج کے ہمراہ چلیں تو ہم بھی چلنے کو تیار ہیں جس پر حضرت نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا، اور اپنی مجبوریوں کو واضح کیا کہ اگر میں چلوں تو مملکت کا نظم وضبط برقرار نہیں رہ سکتا اور اس عالم میں کہ دشمن کے حملے چاروں طرف سے شروع ہو چکے ہیں۔ مرکز کو خالی رکھنا مصلحت کے خلاف ہے مگر ان لوگوں سے کیا توقع کی جا سکتی تھی جنہوں نے صفین کی فتح کو شکست سے بدل کر ان حملوں کا دروازہ کھول دیا ہو۔

## خطبہ ۱۱۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

خدا کی قسم مجھے پیغاموں کے پہنچانے، وعدوں



تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُ تَبْلِيْغَ الرِّسَالَاتِ، وَاِتْمَامَ الْعِدَاتِ، وَتَمَامَ الْكَلِمَاتِ وَعِنْدَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ اَبْوَابُ الْحِكَمِ وَضِيَآءُ الْاَمْرِ۔ اَلَا وَاِنَّ شَرَآئِعَ الدِّيْنِ وَاحِدَةٌ، وَسُبُلَهٗ قَاصِدَةٌ۔ مَنْ اَخَذَ بِهَا لَحِقَ وَغَنِمَ، وَمَنْ وَقَفَ عَنْهَا ضَلَّ وَنَدِمَ۔ اِعْمَلُوْا لِيَوْمٍ تُذْخَرُ لَهُ الذَّخَآئِرُ، وَتُبْلٰی فِيْهِ السَّرَآئِرُ۔ وَمَنْ لَا يَنْفَعُهٗ حَاضِرُ لُبِّهٖ فَعَازِبُهٗ عَنْهُ اَعْجَزُ وَغَآئِبُهٗ اَعْوَزُ۔ وَاتَّقُوْا نَارًا حَرُّهَا شَدِيْدٌ وَقَعْرُهَا بَعِيْدٌ، وَحِلْيَتُهَا حَدِيْدٌ وَشَرَابُهَا صَدِيْدٌ، اَلَا وَاِنَّ اللِّسَانَ الصَّالِحَ يَجْعَلُهُ اللّٰهُ تَعَالٰی لِلْمَرْءِ فِی النَّاسِ خَيْرٌ لَهٗ مِنَ الْمَالِ يُوْرِثُهٗ مَنْ لَا يَحْمَدُهٗ۔

کے پورا کرنے اور آیتوں کی صحیح تاویل بیان کرنے کا خوب علم ہے اور ہم اہل بیتؑ (نبوّت) کے پاس علم و معرفت کے دروازے اور شریعت کی روشن راہیں ہیں۔ آگاہ رہو کہ دین کے تمام قوانین کی رُوح ایک اور اس کی راہیں سیدھی ہیں۔ جو ان پر ہولیا وہ منزل تک پہنچ گیا اور بہرہ یاب ہوا اور جو ٹھہرا رہا وہ گمراہ ہوا اور (آخرکار) نادم و پشیمان ہوا۔ اُس دن کے لیے عمل کر کہ جس کے لیے ذخیرے فراہم کئے جاتے ہیں اور جس میں نیتوں کو جانچا جائے گا۔ جسے اپنی ہی عقل فائدہ نہ پہنچائے کہ جو اُسکے پاس موجود ہے تو (دوسروں کی) عقلیں کہ جو اس سے دور اور اوجھل ہیں۔ فائدہ رسانی سے ڈرو کہ جس کی تپش تیز اور گہرائی بہت زیادہ ہے۔ اور (جہاں پہننے کو) لوہے کے زیور اور (پینے کو) پیپ بھرا لہو ہے۔ ہاں ا؎ جس شخص کا ذکر خیر لوگوں میں خدا برقرار رکھے۔ وہ اس کے لیے اس مال سے کہیں بہتر ہے، جس کا ایسوں کو وارث بنایا جاتا ہے، جو اس کو سراہتے تک نہیں۔

ا؎ اگر انسان جیتے جاگتے اپنے اختیار سے کسی کو کچھ دے جائے تو لینے والا اُس کا احسان مند ہوتا ہے لیکن جو مال مجبوری سے چھن جائے، تو چھین لینے والا اپنے کو اس کا زیر احسان نہیں سمجھتا اور نہ اُسے سراہتا ہے یہی حالت مرنے والے کی ہوتی ہے۔ کہ اس کے ورثاء سمجھتے ہیں کہ وہ جو کچھ چھوڑ گیا ہے وہ ہمارا حق تھا کہ جو ہمیں ملنا چاہیے تھا۔ اس میں اس کا احسان ہی کیا کہ اسے سراہا جائے۔ لیکن اسی مال سے اگر وہ کوئی اچھا کام کر جاتا، تو دنیا میں اس کا نام بھی رہتا اور دنیا والے اس کی تحسین و آفرین بھی کرتے۔

خنک کسے کہ پس از وے حدیث خبر کنند — کہ جز حدیث نمے ماند از بنی آدم

## خطبہ ۱۱۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَقَدْ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ: نَهَيْتَنَا عَنِ الْحُكُوْمَةِ ثُمَّ اَمَرْتَنَا بِهَا فَمَا نَدْرِیْ اَیُّ الْاَمْرَيْنِ اَرْشَدُ؟ فَصَفَقَ

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص اٹھ کر آپؑ کے سامنے آیا اور کہا کہ یا امیر المومنین پہلے تو آپ نے ہمیں تحکیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دیا۔ نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات

عَلَيْهِ السَّلَامُ اِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى ثُمَّ قَالَ:

هٰذَا جَزَآءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ اَمَا وَاللّٰهِ لَوْ اَنِّىْ حِيْنَ اَمَرْتُكُمْ بِمَا اَمَرْتُكُمْ بِهٖ حَمَلْتُكُمْ عَلَى الْمَكْرُوْهِ الَّذِىْ يَجْعَلُ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا فَاِنِ اسْتَقَمْتُمْ هَدَيْتُكُمْ، وَاِنِ اعْوَجَجْتُمْ قَوَّمْتُكُمْ، وَاِنْ اَبَيْتُمْ تَدَارَكْتُكُمْ، لَكَانَتِ الْوُثْقٰى، وَلٰكِنْ بِمَنْ وَاِلٰى مَنْ؟ اُرِيْدُ اَنْ اُدَاوِىَ بِكُمْ وَاَنْتُمْ دَآئِىْ، كَنَاقِشِ الشَّوْكَةِ بِالشَّوْكَةِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّ ضَلْعَهَا مَعَهَا۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ مَلَّتْ اَطِبَّآءُ هٰذَا الدَّآءِ الدَّوِىِّ، وَكَلَّتِ النَّزَعَةُ بِاَشْطَانِ الرَّكِىِّ اَيْنَ الْقَوْمُ الَّذِىْ دُعُوْا اِلَى الْاِسْلَامِ فَقَبِلُوْهُ۔ وَقَرَاُوا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ۔ وَهِيْجُوْا اِلَى الْقِتَالِ فَوَلِهُوْا۔ وَلَهَ اللِّقَاحِ اِلٰى اَوْلَادِهَا، وَسَلَبُوا السُّيُوْفَ اَغْمَادَهَا۔ وَاَخَذُوْا بِاَطْرَافِ الْاَرْضِ زَحْفًا زَحْفًا وَصَفًّا صَفًّا۔ بَعْضٌ هَلَكَ وَبَعْضٌ نَجَا۔ لَا يُبَشَّرُوْنَ بِالْاَحْيَآءِ، وَلَا يُعَزُّوْنَ عَنِ الْمَوْتٰى۔ مُرْهُ الْعُيُوْنِ مِنَ الْبُكَآءِ خُمْصُ الْبُطُوْنِ مِنَ الصِّيَامِ۔ ذُبُلُ الشِّفَاهِ مِنَ الدُّعَآءِ۔ صُفْرُ الْاَلْوَانِ مِنَ السَّهَرِ۔ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ غَبَرَةُ الْخَاشِعِيْنَ۔ اُولٰٓئِكَ اِخْوَانِىَ الذَّاهِبُوْنَ۔ فَحَقٌّ لَنَا اَنْ

زیادہ صحیح ہے۔ (یہ سن کر) حضرتؑ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا، اور فرمایا،

جس نے عہد وفا کو توڑ دیا ہو، اُس کی یہی پاداش ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم! جب میں نے تمہیں تحکیم کے مان لینے کا حکم دیا تھا اگر اسی امر ناگوار (جنگ) پر تمہیں ٹھہرائے رکھتا کہ جس میں اللہ تمہارے لئے بہتری ہی کرتا۔ چنانچہ تم اس پر جمے رہتے، تو میں تمہیں سیدھی راہ پر لے چلتا اور اگر ٹیڑھے ہوتے تو تمہیں سیدھا کر دیتا اور اگر انکار کرتے تو تمہارا تدارک کرتا تو بلاشبہ یہ ایک مضبوط طریق کار ہوتا۔ لیکن کس کی مدد سے، اور کس کے بھروسے پر؟ میں تم سے اپنا چارہ چاہتا تھا اور تم ہی میرا مرض نکلے جیسے کانٹے کو کانٹے سے نکالنے والا کہ وہ جانتا ہے کہ یہ بھی اسی کی طرف جھکے گا۔ خدایا اس موذی مرض سے چارہ گر عاجز آ گئے ہیں، اور اس کنوئیں کی رسیاں کھینچنے والے تھک کر بیٹھ گئے ہیں۔[1] وہ لوگ کہاں ہیں کہ جنہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی، تو انہوں نے اُسے قبول کرلیا اور قرآن کو پڑھا، تو اس پر عمل بھی کیا۔ جہاد کے لئے انہیں اُبھارا گیا تو اس طرح شوق سے بڑھے، جیسے دودھ دینے والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ انہوں نے تلواروں کو نیاموں سے نکال لیا، اور دستہ بدستہ اور صف بصف بڑھتے ہوئے زمین کے اطراف پر قابو پالیا۔ (ان میں سے کچھ مرگئے، کچھ بچ گئے، نہ زندہ رہنے والوں کے مژدہ سے وہ خوش ہوتے ہیں اور نہ مرنے والوں کی تعزیت سے متاثر ہوتے ہیں۔ رونے سے اُن کی آنکھیں سفید، روزوں سے اُن کے پیٹ لاغر، دعاؤں سے اُن کے ہونٹ خشک اور جاگنے سے اُن کے رنگ زرد ہو گئے تھے اور فروتنی و عاجزی کرنے والوں کی طرح اُن کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ یہ میرے وہ بھائی تھے، جو (دنیا سے) گزر گئے۔



نَظْمَاَ اِلَيْهِمْ وَنَعَضَّ الْاَيْدِىَ عَلٰى فِرَاقِهِمْ۔ اِنَّ الشَّيْطَانَ يُسَنِّىْ لَكُمْ طُرُقَهٗ، وَيُرِيْدُ اَنْ يَحُلَّ دِيْنَكُمْ عُقْدَةً عُقْدَةً، وَيُعْطِيَكُمْ بِالْجَمَاعَةِ الْفُرْقَةَ۔ فَاصْدِفُوْا عَنْ نَزَغَاتِهٖ وَنَفَثَاتِهٖ۔ وَاقْبَلُوا النَّصِيْحَةَ مِمَّنْ اَهْدٰهَا اِلَيْكُمْ، وَاعْقِلُوْهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ۔

اب ہم حق بجانب ہیں۔ اگر ان کے دید کے پیاسے ہوں، اور اُن کے فراق میں اپنی بوٹیاں کاٹیں۔ بے شک تمہاری لئے شیطان نے اپنی راہیں آسان کردی ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین کی ایک ایک گرہ کھول دے اور تم میں یکجائی کے بجائے پھوٹ ڈلوائے تم اُس کے وسوسوں اور جھاڑ پھونک سے منہ موڑے رہو، اور نصیحت کی پیش کش کرنے والے کا ہدیہ قبول کرو، اور اپنے نفسوں میں اس کی گرہ باندھ لو۔

تشریح:۔

[1] امیر المومنینؑ کے پرچم کے نیچے جنگ کرنے والے گو آپ ہی کی جماعت میں شمار ہوتے تھے۔ مگر جن کی آنکھوں میں آنسو چہروں پر زردی، زبانوں پر قرآنی نغمہ، دلوں میں ایمانی ولولہ، پیروں میں ثبات وقرار، روح میں عزم و ہمت اور نفس میں صبر و استقامت کا جوہر ہوتا تھا، انہی کو صحیح معنوں میں شیعان علیؑ کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ لوگ تھے جن کی جدائی میں امیر المومنینؑ کے دل کی بے تابیاں آہ بن کر زبان سے نکل رہی ہیں، اور آتشِ فراق کے لوکے قلب و جگر کو پھونکے رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو دیوانہ وار موت کی طرف لپکتے تھے، اور بچ رہنے پر انہیں مسرت وشادمانی نہ ہوتی تھی بلکہ ان کے دل کی آواز یہ ہوتی تھی، کہ

شرمندہ ماندہ ایم کہ چرا زندہ ماندہ ایم

جس انسان میں ان صفات کی تھوڑی بہت جھلک ہوگی، وہی متبع آل محمد (علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسلام)، اور شیعۂ علی علیہ السلام کہلاسکتا ہے۔ ورنہ یہ ایک ایسی لفظ ہوگی، جو اپنے معنی کو کھو چکا ہو۔ اور بے محل استعمال ہونے کی وجہ سے اپنی عظمت کو گنوا چکا ہو۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایک جماعت کو اپنے دروازہ پر دیکھا، تو قنبر سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ قنبر نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ یہ آپ کے شیعہ ہیں۔ یہ سُن کر حضرت کی پیشانی پر بل آیا اور فرمایا" مالی لا اری فیهم سیماء الشیعة " کیا وجہ ہے کہ یہ شیعہ کہلاتے ہیں، اور ان میں شیعوں کی کوئی بھی علامت نظر نہیں آتی۔" اس پر قنبر نے دریافت کیا کہ شیعوں کی علامت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا۔

خمص البطون من الطوی یبس الشفاه من الظماء عمش العیون من البكآء۔

"بھوک سے اُنکے پیٹ لاغر، پیاس سے اُنکے ہونٹ خشک اور رونے سے اُن کی آنکھیں بے رونق ہوگئی ہوتی ہیں"۔

# نہج البلاغہ

## جلد دوم



## خطبہ ۱۲۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهُ لِلْخَوَارِجِ وَقَدْ خَرَجَ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ وَهُمْ مُقِيمُونَ عَلَى إِنْكَارِ الْحُكُومَةِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَكُلُّكُمْ شَهِدَ مَعَنَا صِفِّينَ؟ فَقَالُوا: مِنَّا مَنْ شَهِدَ وَمِنَّا مَنْ لَمْ يَشْهَدْ: قَالَ فَامْتَازُوا فِرْقَتَيْنِ۔ فَلْيَكُنْ مَنْ شَهِدَ صِفِّينَ فِرْقَةً وَمَنْ لَمْ يَشْهَدْهَا فِرْقَةً حَتَّى أُكَلِّمَ كُلًّا مِنْكُمْ بِكَلَامِهِ وَنَادَى النَّاسَ فَقَالَ أَمْسِكُوا عَنِ الْكَلَامِ، وَأَنْصِتُوا لِقَوْلِي، وَ أَقْبِلُوا بِأَفْئِدَتِكُمْ إِلَيَّ فَمَنْ نَشَدْنَاهُ شَهَادَةً فَلْيَقُلْ بِعِلْمِهِ فِيهَا: ثُمَّ كَلَّمَهُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِكَلَامٍ طَوِيلٍ (مِنْهُ)

أَلَمْ تَقُولُوا عِنْدَ رَفْعِهِمُ الْمَصَاحِفَ حِيلَةً وَغِيلَةً وَمَكْرًا وَخَدِيعَةً۔

إِخْوَانُنَا وَأَهْلُ دَعْوَتِنَا اسْتَقَالُونَا وَاسْتَرَاحُوا إِلَى كِتَابِ اللهِ سُبْحَانَهُ فَالرَّأْيُ الْقَبُولُ مِنْهُمْ وَالتَّنْفِيسُ عَنْهُمْ فَقُلْتُ لَكُمْ: هٰذَا أَمْرٌ ظَاهِرُهُ إِيمَانٌ وَبَاطِنُهُ عُدْوَانٌ وَأَوَّلُهُ رَحْمَةٌ وَآخِرُهُ نَدَامَةٌ :فَأَقِيمُوا عَلَى شَأْنِكُمْ وَالْزَمُوا طَرِيقَتَكُمْ وَاعَضُّوا عَلَى الْجِهَادِ

جب خوارج تحکم کے نہ ماننے پر اڑ گئے، تو حضرت ان کے پڑاؤ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا:

کیا تم سبؑ کے سب ہمارے ساتھ صفین میں موجود تھے؟ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے کچھ تھے اور کچھ نہیں تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ پھر تم دو گروہوں میں الگ الگ ہو جاؤ۔ ایک وہ جو صفین میں موجود تھا اور ایک وہ جو وہاں موجود نہ تھا، تا کہ میں ہر ایک سے جو گفتگو اس سے مناسب ہو وہ کروں اور لوگوں سے پکار کر کہا۔ کہ بس اب (آپس میں) بات چیت نہ کرو، اور خاموشی سے میری بات سنو اور دل سے توجہ کرو، اور جس سے ہم گواہی طلب کریں وہ اپنے علم کے مطابق (جوں کی توں) گواہی دے۔ پھر حضرت نے ان لوگوں سے ایک طویل گفتگو فرمائی۔

منجملہ اس کے یہ فرمایا کہ جب ان لوگوں نے حیلہ و مکر اور جعل و فریب سے قرآن (نیزوں پر) اٹھائے تھے تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ

وہ ہمارے بھائی بند اور ہمارے ساتھ (اسلام کی) دعوت قبول کرنے والے ہیں۔ اب چاہتے ہیں کہ ہم جنگ سے ہاتھ اٹھالیں اور وہ اللہ سبحانہ، کی کتاب پر (سمجھوتہ کے لئے) ٹھہر گئے ہیں۔ صحیح رائے یہ ہے کہ ان کی بات مان لی جائے اور ان کی گلوخلاصی کی جائے، تو میں نے تم سے کہا تھا کہ اس چیز کے باہر ایمان اور اندر کینہ و عناد ہے اس کی ابتداء شفقت و مہربانی اور نتیجہ ندامت و پشیمانی ہے۔ لہذا تم اپنے رویہ پر ٹھہرے رہو، اور اپنی راہ پر مضبوطی سے جمے رہو۔ اور جہاد کے لئے اپنے دانتوں کو بھینچ لو اور اس[۲] چلانے والے کی طرف دھیان نہ دو کہ اگر اس کی آواز پر لبیک کہی گئی تو یہ گمراہ کرے گا اور اگر اسے یونہی رہنے دیا جائے تو ذلیل ہو کر رہ جائے گا

بِنَواجِذِكُمْ: وَلَا تَلْتَفِتُوا اِلَى نَاعِقٍ نَعَقَ: اِنْ اُجِيبَ اَضَلَّ وَاِنْ تُرِكَ ذَلَّ۔ وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْفَعْلَةُ، وَقَدْ رَاَيْتُكُمْ اَعْطَيْتُمُوهَا وَاللّٰهِ لَئِنْ اَبَيْتُهَا مَا وَجَبَتْ عَلَيَّ فَرِيضَتُهَا وَلَا حَمَّلَنِي اللّٰهُ ذَنْبَهَا، وَاللّٰهِ اِنْ جِئْتُهَا اِنِّي لَلْمُحِقُّ الَّذِي يُتَّبَعُ وَاِنَّ الْكِتَابَ لَمَعِي، مَا فَارَقْتُهُ مُذْ صَحِبْتُهُ۔ فَلَقَدْ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاِنَّ الْقَتْلَ لَيَدُورُ عَلَى الْاٰبَاءِ وَالْاَبْنَاءِ وَالْاِخْوَانِ وَالْقَرَابَاتِ، فَمَا نَزْدَادُ عَلَى كُلِّ مُصِيبَةٍ وَّشِدَّةٍ اِلَّا اِيمَانًا، وَّمُضِيًّا عَلَى الْحَقِّ وَتَسْلِيمًا لِلْاَمْرِ وَصَبْرًا عَلَى مَضَضِ الْجِرَاحِ: وَلٰكِنَّا اِنَّمَا اَصْبَحْنَا نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِي الْاِسْلَامِ عَلَى مَا دَخَلَ فِيهِ مِنَ الزَّيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَالشُّبْهَةِ۔ وَالتَّاْوِيلِ فَاِذَا طَمِعْنَا فِي خَصْلَةٍ يَلُمُّ اللّٰهُ بِهَا شَعَثَنَا وَنَتَدَانٰى بِهَا اِلَى الْبَقِيَّةِ فِيمَا بَيْنَنَا رَغِبْنَا فِيهَا وَاَمْسَكْنَا عَمَّا سِوَاهَا۔

(لیکن) جب تحکیم کی صورت انجام پا گئی تو میں تمہیں دیکھ رہا تھا کہ تم ہی اس پر رضامندی دینے والے تھے۔ خدا کی قسم! اگر میں نے اس سے انکار کردیا ہوتا تو مجھ پر اس کا کوئی فریضہ واجب نہ ہوتا اور نہ اللہ مجھ پر اس (کے ترک) کا گناہ عائد کرتا اور قسم بخدا اگر میں اس کی طرف بڑھا تو اس صورت میں بھی میں ہی وہ حق پرست ہوں جس کی پیروی کی جانا چاہئے اور کتاب خدا میرے ساتھ ہے اور جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اس سے الگ نہیں ہوا۔ ہم (جنگوں میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اور قتل ہونے والے وہی تھے جو ایک دوسرے کے باپ، بیٹے، بھائی اور رشتہ دار ہوتے تھے۔ لیکن ہر مصیبت اور سختی میں ہمارا ایمان بڑھتا تھا۔ اور حق کی پیروی اور دین کی اطاعت میں زیادتی ہوتی تھی اور زخموں کی ٹیسوں پر صبر میں اضافہ ہوتا تھا۔ مگر اب ہم کو ان لوگوں سے کہ جو اسلام کی رو سے ہمارے بھائی کہلاتے ہیں جنگ کرنا پڑ گئی ہے، چونکہ (ان کی وجہ سے) اس میں گمراہی، کجی، شبہات اور غلط سلط تاویلات داخل ہوگئے ہیں تو جب ہمیں کوئی ایسا ذریعہ نظر آئے کہ جس سے (ممکن ہے) اللہ تعالیٰ ہماری پریشانیوں کو دور کردے، اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان جو باقی ماندہ (لگاؤ) رہ گیا ہے اُس کی طرف بڑھتے ہوئے ایک دوسرے سے قریب ہوں تو ہم اسی کے خواہش مند رہیں گے اور کسی دوسری صورت سے جو اس کے خلاف ہو ہاتھ روک لیں گے۔

۱۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ خطبہ تین ایسے ٹکڑوں پر مشتمل ہے جو ایک دوسرے سے غیر مربوط ہیں، چونکہ علامہ سید رضی حضرت کے خطبوں کا کچھ حصہ منتخب کرتے تھے اور کچھ درج نہ کرتے تھے جس سے سلسلہ کلام ٹوٹ جاتا تھا اور ربط برقرار نہ رہتا تھا۔ چنانچہ ایک ٹکڑا ان ترک ذل پر اور دوسرا وصبرا علی مضض الجراح پر ختم ہوتا ہے اور تیسرا آخر کلام تک ہے۔

۲۔ اس سے معاویہ یا عمرو بن عاص مراد ہے۔



## خطبہ ۱۲۱

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
قَالَهٗ لِاَصْحَابِهٖ فِي سَاحَةِ الْحَرْبِ، وَاَيُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ اَحَسَّ مِنْ نَفْسِهٖ رَبَاطَةَ جَاْشٍ عِنْدَ اللِّقَاءِ وَرَاٰى مِنْ اَحَدٍ مِّنْ اِخْوَانِهٖ فَشَلًا فَلْيَذُبَّ عَنْ اَخِيهِ بِفَضْلِ نَجْدَتِهِ الَّتِي فُضِّلَ بِهَا عَلَيْهِ كَمَا يَذُبُّ عَنْ نَفْسِهٖ۔ فَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهٗ مِثْلَهٗ۔ اِنَّ الْمَوْتَ طَالِبٌ حَثِيثٌ لَا يَفُوتُهُ الْمُقِيمُ وَلَا يُعْجِزُهُ الْهَارِبُ اِنَّ اَكْرَمَ الْمَوْتِ الْقَتْلُ وَالَّذِي نَفْسُ ابْنِ اَبِي طَالِبٍ بِيَدِهٖ لَاَلْفُ ضَرْبَةٍ بِالسَّيْفِ اَهْوَنُ عَلَيَّ مِنْ مِّيْتَةٍ عَلَى الْفِرَاشِ۔ وَمِنْهَا وَكَاَنِّي اَنْظُرُ اِلَيْكُمْ تَكِشُّونَ كَشِيشَ الضِّبَابِ لَا تَاْخُذُونَ حَقًّا وَّلَا تَمْنَعُونَ ضَيْمًا۔ قَدْ خُلِّيتُمْ وَالطَّرِيقَ فَالنَّجَاةُ لِلْمُقْتَحِمِ وَالْهَلَكَةُ لِلْمُتَلَوِّمِ۔

جنگ کے میدان میں اپنے اصحاب سے فرمایا۔
تم میں سے جو شخص بھی جنگ کے موقع پر اپنے دل میں حوصلہ و دلیری محسوس کرے اور اپنے کسی بھائی سے کمزوری کے آثار دیکھے تو اُسے چاہئے کہ اپنی شجاعت کی برتری کے ذریعہ سے جس کے لحاظ سے وہ اس پر فوقیت رکھتا ہے اس سے (دشمنوں کو) اسی طرح دور کرے، جیسے انہیں اپنے سے دور ہٹاتا ہے۔ اسلئے کہ اگر اللہ چاہے تو اُسے بھی ویسا ہی کردے۔ بیشک موت تیزی سے ڈھونڈھنے والی ہے۔ نہ ٹھہرنے والا اس سے بچ کر نکل سکتا ہے اور نہ بھاگنے والا اُسے عاجز کرسکتا ہے۔ بلاشبہ قتل ہونا عزت کی موت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابن ابی طالبؑ کی جان ہے کہ بستر پر اپنی موت مرنے سے تلوار کے ہزار وار کھانا مجھے آسان ہے۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم (شکست و ہزیمت کے وقت) اس طرح کی آوازیں نکال رہے ہو جس طرح سوسماروں کے اژدہام کے وقت ان کے جسموں کے رگڑ کھانے کی آواز ہوتی ہے نہ تم اپنا حق لیتے ہو، اور نہ توہین آمیز زیادتیوں کی روک تھام کرسکتے ہو۔ تمہیں راستے پر کھلا چھوڑ دیا گیا ہے۔ نجات اس کے لئے ہے جو اپنے کو جنگ میں جھونک دے اور جو سوچتا ہی رہ جائے اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے۔

## خطبہ ۱۲۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
فِي حَثِّ اَصْحَابِهٖ عَلَى الْقِتَالِ فَقَدِّمُوا الدَّارِعَ، وَاَخِّرُوا الْحَاسِرَ وَعَضُّوا عَلَى الْاَضْرَاسِ فَاِنَّهٗ اَنْبٰى

اپنے اصحابؑ کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لئے فرمایا
زرہ پوش کو آگے رکھو اور بے زرہ کو پیچھے کردو اور دانتوں کو بھینچ لو کہ اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جاتی ہیں اور نیزوں کی انیوں کو پہلو بدل کر خالی دیا کرو کہ اس سے اُن کے رخ پلٹ جاتے ہیں آنکھیں جھکائے رکھو کہ اس سے

الاضراس فانه انبى للسيوف عن الهام والتووا في اطراف الرماح فانه امور للاسنة، وغضوا الابصار فانه اربط للجاش واسكن للقلوب واميتوا الاصوات فانه اطرد للفشل وراياتكم فلا تميلوها ولا تخلوها، ولا تجعلوها الا بايدي شجعانكم والمانعين الذمار منكم، فان الصابرين على نزول الحقائق هم الذين يحفون براياتهم ويكتنفونها حفافيها ووراءها وامامها۔ ولا يتاخرون عنها فيسلموها ولا يتقدمون عليها فيفردوها اجزا امرؤ قرنه واسى اخاه بنفسه ولم يكل قرنه الى اخيه فيجتمع عليه قرنه وقرن اخيه وايم الله لئن فررتم من سيف العاجلة لا تسلموا من سيف الاخرة: وانتم لهاميم العرب والسنام الاعظم۔ ان في الفرار موجدة الله، والذل اللازم و العار الباقي: وان الفار لغير مزيد في عمره ولا محجوز بينه وبين يومه الرائح الى الله كالظمان يرد الماء الجنة تحت اطراف العوالي۔ اليوم تبلى الاخبار۔ والله لا نا اشوق الى

حوصلہ مضبوط رہتا ہے اور دل ٹھہرے رہتے ہیں اور آوازوں کو بلند نہ رکو کہ اس سے بزدلی دور رہتی ہے اور اپنا جھنڈا سرنگوں نہ رہنے دو اور نہ اُسے اکیلا چھوڑو۔ اسے اپنے جوانمردوں اور عزت کے پاسبانوں کے ہاتھوں ہی میں رکھو، چونکہ مصیبتوں کے ٹوٹ پڑنے پر وہی لوگ صبر کرتے ہیں جو اپنے جھنڈوں کے گرد گھیرا ڈال کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں وہ پیچھے نہیں ہٹتے کہ (اسے دشمن کے ہاتھوں میں سونپ دیں اور نہ آگے بڑھ جاتے ہیں کہ اسے اکیلا چھوڑ دیں۔) ہر شخص اپنے مدِ مقابل سے خود نپٹے اور دل و جان سے اپنے بھائی کی بھی مدد کرے اور اپنے حریف کو کسی اور بھائی کے حوالے نہ کرے کہ یہ اور اس کا حریف ایکا کر کے اُس پر ٹوٹ پڑیں۔ خدا کی قسم اگر دنیا کی تلوار سے بھاگے تو آخرت کی تلوار سے نہیں بچ سکتے تم تو عرب کے جوان مرد اور سربند لوگ ہو (یاد رکھو کہ) بھاگنے میں اللہ کا غضب اور نہ مٹنے والی رسوائی اور ہمیشہ کے لئے ننگ و عار ہے بھاگنے والا اپنی عمر بڑھا نہیں لیتا اور نہ اس میں اور اس کی موت کے دن میں کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا تو ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا پانی تک پہنچ جائے۔ جنت نیزوں کی انیوں کے نیچے ہے۔ آج حالات پرکھ لئے جائیں گے۔ خدا کی قسم میں ان دشمنوں سے دو بدو ہو کر لڑنے کا اس سے زیادہ مشتاق ہوں جتنا یہ اپنے گھروں کو پلٹنے کے مشتاق ہوں گے۔ خداوندا! اگر یہ حق کو ٹھکرا دیں تو ان کے جتھے کو توڑ دے اور انہیں ایک آواز پر جمع نہ ہونے دے اور ان کے گناہوں کی پاداش میں انہیں تباہ و برباد کر یہ اپنے موقف (شر و فساد) سے اس وقت تک ہٹنے والے نہیں جب تک تابڑ توڑ نیزوں کے لئے وار نہ ہوں کہ (جس سے



لقائهم منهم الى ديارهم: اللهم فان ردوا الحق فافضض جماعتهم و شتت كلمتهم، وابسلهم بخطاياهم انهم لن يزولوا عن مواقفهم دون طعن دراك، يخرج منه النسيم، وضرب يفلق الهام ويطيح العظام، ويندر السواعد والاقدام وحتى يرموا بالمناسر تتبعها المناسر: ويرجموا بالكتائب تقفوها الحلائب :وحتى يجر ببلادهم الخميس يتلوه الخميس، وحتى تدعق الخيول في نواحر ارضهم، وباعنان مساربهم ومسارحهم واقول: الدعق: الدق اي تدق الخيول بحوافرها ارضهم و نواحر ارضهم متقابلاتها۔ يقال منازل بني فلان تتناحر، اي تتقابل۔

زخموں کے منہ اس طرح کھل جائیں کہ) ہوا کے جھونکے گزر سکیں اور تلواروں کی ایسی چوٹیں نہ پڑیں کہ جو سروں کو شگافتہ کر دیں اور ہڈیوں کے پرخچے اڑا دیں اور بازوؤں اور قدموں کو توڑ کر پھینک دیں اور پے در پے لشکروں کا نشانہ نہ بنائے جائیں اور ایسی فوجیں ان پر ٹوٹ نہ پڑیں کہ جن کے پیچھے (کمک کے لئے) اور شہسواروں کے دستے ہوں اور جب تک ان کے شہروں پر یکے بعد دیگرے فوجوں کی چڑھائی نہ ہو یہاں تک کہ گھوڑے ان کی زمینوں کو آخر تک روند ڈالیں اور ان کے سبزہ زاروں اور چراگاہوں کو پامال کر دیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ دعق کے معنی روندنے کے ہیں اور اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ گھوڑے اپنے سموں سے ان کی زمینوں کو روند دیں اور نواحر ارضھم سے مراد وہ زمین ہیں جو ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ عرب اگر یوں کہیں کہ منازل بنی فلان تتناحر تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلاں قبیلے کے گھر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

تشریح:

۱ حضرت نے یہ خطبہ جنگ صفین کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ یہ جنگ امیر المومنینؑ اور امیر شام معاویہ کے درمیان ۳۷ھ میں خونِ عثمان کے قصاص کے نام سے لڑی گئی مگر اصل حقیقت اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھی کہ امیر شام حضرت عمر کے عہد سے شام کا خود مختار حکمران چلا آ رہا تھا حضرت کے ہاتھوں پر بیعت کر کے شام کی ولایت سے دستبردار ہونا نہ چاہتا تھا اور قتل عثمان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنا چاہتا تھا جیسا کہ بعد کے واقعات اس کے شاہد ہیں کہ اس نے حکومت حاصل کر لینے کے بعد خونِ عثمان کے سلسلہ میں کوئی عملی قدم نہ اٹھایا اور بھولے سے بھی قاتلین عثمان کا نام نہ لیا۔ امیر المومنینؑ کو اگرچہ پہلے سے اس کا اندازہ تھا کہ اس سے ایک نہ ایک دن جنگ ضرور ہوگی۔ تاہم اس پر اتمام حجت کر دینا ضروری تھا اس لئے جب ۱۲ر رجب روز دوشنبہ ۳۶ھ میں جنگ جمل سے فارغ ہو کر وارد کوفہ ہوئے تو جریر ابن عبداللہ بجلی کو خط دے کر معاویہ کے پاس دمشق روانہ کیا جس میں تحریر فرمایا کہ مہاجرین و انصار میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لہٰذا تم بھی میری اطاعت قبول کرتے ہوئے پہلے بیعت کرو اور پھر قتل عثمان کا مقدمہ میرے سامنے پیش کرو، تاکہ میں کتاب و سنت کے مطابق

اس کا فیصلہ کروں مگر معاویہ نے جریر کو حیلے بہانوں سے روک لیا اور عمرو ابن عاص سے مشورہ کرنے کے بعد خونِ عثمان کے بہانہ سے بغاوت شروع کر دی اور شام کے سربرآوردہ لوگوں کے ذریعہ تنگ نظر و نافہم عوام کو یقین دلا دیا کہ حضرت عثمان کے قتل کی ذمہ داری حضرت علی پر عائد ہوتی ہے اور وہی اپنے طرزِ عمل سے محاصرہ کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنے والے اور انہیں اپنے دامن میں پناہ دینے والے ہیں اور ادھر حضرت عثمان کا خون آلودہ پیراہن اور ان کی زوجہ نائلہ بنت فرافصہ کی کٹی ہوئی انگلیاں دمشق کی جامع مسجد میں منبر پر لٹکا دیں۔ جس کے گرد ستّر ہزار شامی دھاڑیں مار مار کر روتے اور قصاصِ عثمان کے عہد و پیمان باندھتے تھے۔ جب معاویہ نے شامیوں کے جذبات اس حد تک بھڑکا دیئے کہ وہ جان دینے اور کٹ مرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تو خونِ عثمان کے قصاص پر ان سے بیعت لی اور حرب و پیکار کے سر و سامان کرنے میں مصروف ہو گیا اور جریر کو یہ سارا نقشہ دکھا کر کامران رخصت کر دیا۔

جب امیر المومنینؑ کو جریر ابن عبداللہ کی زبانی ان واقعات کا علم ہوا تو آپ اس کے خلاف قدم اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور مالک بن حبیب یربوعی کو وادیٔ نخیلہ میں فوجوں کی فراہمی کا حکم دیا۔ چنانچہ کوفہ اور اطراف و جوانب کے لوگ وہاں پر جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور بڑھتے بڑھتے ان کی تعداد اسی ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ حضرت نے پہلے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد بن نضر حارثی کی زیرِ قیادت اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح بن ہانی کی زیرِ سرکردگی شام کی جانب روانہ کیا اور اس مقدمۃ الجیش کی روانگی کے بعد ۵ شوال روز چہار شنبہ خود بھی بقایا لشکر کو لے کر شام کی جانب چل دیئے جب حدودِ کوفہ سے نکلے تو نماز ظہر ادا فرمائی اور دیر ابو موسیٰ، نہر نرس، قبلہ قبین، بابل، دیر کعب، کربلا، ساباط، بہر سیر، انبار اور جزیرہ میں منزل کرتے ہوئے مقامِ رقہ پر پہنچے۔ یہاں کے لوگ حضرت عثمان کے ہوا خواہ تھے اور یہیں پر سماک ابن مخرمہ اسدی بنی اسد کے آٹھ سو آدمیوں کے ساتھ مقیم تھا۔ یہ لوگ امیر المومنینؑ سے منحرف ہو کر معاویہ کے پاس جانے کے لئے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے حضرت کی فوج کو دیکھا تو دریائے فرات پر سے کشتیوں کا پل اتار دیا تاکہ آپ کی فوج ادھر سے دریا کو عبور کر کے دوسری طرف نہ جا سکے۔ مگر مالک اشتر کے ڈرانے دھمکانے سے وہ لوگ خوفزدہ ہو گئے اور آپس میں مشورہ کرنے کے بعد کشتیوں کو پھر سے جوڑ دیا جس سے حضرت اپنے لشکر سمیت گزر گئے۔ جب دریا کے اس پار اُترے تو دیکھا کہ زیاد اور شریح بھی اپنے اپنے دستوں کے ساتھ وہاں پر موجود ہیں چونکہ ان دونوں نے دریائے فرات کے کنارے خشکی کا راستہ اختیار کیا تھا اور یہاں پہنچ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ امیر شام اپنی فوجوں کے ہمراہ فرات کی طرف بڑھ رہا ہے تو اس خیال سے کہ وہ شامی فوج کا مقابلہ نہ کر سکیں گے امیر المومنینؑ کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے جب ان لوگوں نے اپنے رک جانے کی وجہ بیان کی تو حضرت نے ان کے عذر کو صحیح قرار دیا اور یہاں سے پھر انہیں آگے کی جانب روانہ کر دیا۔ جب یہ فصیل روم کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ابو الاعور سلمی سپاہ شام کے ساتھ چھاؤنی ڈالے ہوئے ہے۔ ان دونوں نے امیر المومنین کو اس کی اطلاع دی جس پر حضرت نے مالک بن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر ان کے عقب میں روانہ کر دیا اور انہیں تاکید فرما دی کہ جنگ میں پہل نہ کریں اور جہاں تک بن پڑے انہیں سمجھانے بجھانے اور حقیقت حال پر مطلع کرنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ مالک اشتر نے وہاں پہنچ کر ان کے تھوڑے فاصلہ پر پڑاؤ ڈال دیا۔ جنگ تو ہر وقت شروع کی جا سکتی تھی مگر انہوں نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور نہ کوئی ایسا اقدام کیا کہ جس سے جنگ کے چھڑنے کی کوئی صورت پیدا ہوتی۔ مگر ابو الاعور نے اچانک رات کے وقت اُن پر ہلّہ بول دیا جس پر انہوں نے بھی تلواریں نیاموں سے نکال لیں



اور ان کی روک تھام کے لئے آمادہ ہو گئے کچھ دیر تک آپس میں جھڑپیں ہوتی رہیں آخر وہ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جنگ کی ابتدا تو ہو چکی تھی۔ صبح ہوتے ہی عراقیوں کے ایک سپہ سالار ہاشم ابن عتبہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ ادھر سے بھی فوج کا ایک دستہ مقابلہ کے لئے اُتر آیا اور دونوں طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ آخر مالک اشتر نے ابو الاعور کو اپنے مقابلہ کے لئے للکارا۔ مگر وہ ان کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا اور شام کے وقت اپنے لشکر کو لے کر آگے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسرے دن امیر المومنینؑ بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے اور ہراول دستوں اور فوجوں کے ہمراہ صفین کے رخ پر چل دیئے کہ جہاں معاویہ نے پہلے ہی پہنچ کر مناسب جگہوں پر مورچے قائم کر لئے تھے اور فرات کے گھاٹ پر پہرا بٹھا کر اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر اسے فرات پر سے پہرا اٹھا لینے کے لئے کہلوایا مگر اُس نے انکار کیا جس پر عراقیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور دلیرانہ حملہ کر کے فرات پر قبضہ کر لیا۔ جب یہ مرحلہ طے ہو گیا تو حضرت نے بشیر ابن عمرو انصاری سعید بن قیس ہمدانی اور شبث بن ربعی تمیمی کو معاویہ کے پاس بھیجا تاکہ اُسے جنگ کے نشیب و فراز سمجھائیں اور مصالحت و بیعت کے لئے آمادہ کریں۔ مگر اُس نے یہ جواب دیا کہ ہم کسی طرح عثمان کے خون کو رائیگاں نہیں جانے دیں گے اور اب ہمارا فیصلہ تلوار ہی کرے گی۔ چنانچہ ذی الحجہ ۳۶ ھ میں دونوں فریق میں جنگ کی ٹھن گئی اور دونوں طرف سے میدان کارزار اپنے حریف کے مقابلہ کے لئے میدان میں اُتر آئے۔ حضرت کی طرف سے میدان مقابلہ میں آنے والے حجر بن عدی کندی، شبث بن ربعی، خالد بن معمر زیاد بن نضر، زیاد بن خصفہ تمیمی سعید بن قیس، قیس بن سعد اور مالک بن حارث اشتر تھے اور شامیوں کی طرف سے عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی، ابو الاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ فہری عبداللہ ابن ذی الکلام حمیری، عبیداللہ بن عمر بن خطاب، شرجیل ابن سمط کندی اور حمزہ بن مالک ہمدانی تھے۔ جب ذی الحجہ کا مہینہ ختم ہو گیا، تو محرم میں جنگ کا سلسلہ روک دینا پڑا اور یکم صفر روز چہار شنبہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور دونوں فریق تلواروں، نیزوں، تیروں اور دوسرے ہتھیاروں سے مسلّح ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ صف آرا ہو گئے۔ حضرت کی طرف سے اہل کوفہ کے سواروں پر مالک اشتر اور پیادوں پر عمار بن یاسر اور اہل بصرہ کے سواروں پر سہل بن حنیف اور پیادوں پر قیس بن سعد سپہ سالار متعین ہوئے اور علم لشکر ہاشم بن عتبہ کے سپرد کیا گیا اور سپاہ شام کے میمنہ پر ابن ذی الکلاع اور میسرہ پر حبیب بن مسلمہ اور سواروں پر عمرو بن عاص اور پیادوں پر ضحاک بن قیس امیر سپاہ مقرر ہوئے۔

پہلے دن مالک اشتر اپنے دستہ کے ساتھ میدانِ وغا میں آئے اور ادھر سے ان کے مقابلہ میں حبیب بن مسلّمہ اپنی فوج کو لے کر نکلا اور دونوں طرف سے خون ریز جنگ شروع ہو گئی اور دن بھر تلواریں تلواروں سے اور نیزے نیزوں سے ٹکراتے رہے۔

دوسرے دن ہاشم بن عتبہ سپاہ علوی کے ساتھ نکلے اور اُدھر سے ابو الاعور سوار و پیادے لے کر مقابلہ میں آیا اور جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے قریب ہوئے تو سوار سواروں پر اور پیادے پیادوں پر ٹوٹ پڑے اور بڑے صبر و استقلال سے ایک دوسرے پر وار کرتے اور سہتے رہے۔

تیسرے دن عمار بن یاسر اور زیاد بن نضر سوار و پیادے لے کر نکلے اور اُدھر سے عمرو بن عاص سپاہ کثیر لے کر بڑھا زیاد نے فوج مخالف کے سواروں پر اور عمار یاسر نے پیادوں پر ایسے جوش و خروش سے حملے کئے کہ سپاہ دشمن کے قدم اکھڑ گئے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر اپنی قیام گاہوں کی طرف پلٹ گئے۔

چوتھے دن محمد بن حنفیہ اپنے دستہ فوج کے ساتھ میدان میں آئے اور اُدھر سے عبید اللہ بن عمر شامیوں کے لشکر کے ساتھ بڑھا اور دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی۔

پانچویں دن عبداللہ بن عباس آگے بڑھے اور ادھر سے ولید بن عتبہ سامنے آیا۔ عبداللہ بن عباس نے بڑی پامردی و جرأت سے حملے کئے اور اس طرح جوہر شجاعت دکھائے کہ دشمن میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔

چھٹے دن قیس بن سعد انصاری فوج کو لے کر بڑھے اور ان کے مقابلہ میں ذوالکلاع اپنا دستہ لے کر بڑھا اور ایسا سخت رَن پڑا کہ قدم قدم پر لاشے تڑپتے اور خون کے سیلاب بہتے ہوئے نظر آنے لگے۔ آخر رات کے اندھیروں نے دونوں لشکروں کو جدا کر دیا۔

ساتویں دن مالک اشتر نکلے اور ان کے مقابلہ میں حبیب ابن مسلمہ اپنی سپاہ کے ساتھ بڑھا اور ظہر تک معرکہ کارزار گرم رہا۔

اٹھویں دن خود امیر المومنینؑ لشکر کے جلو میں نکلے اور اس طرح حملہ کیا کہ میدان میں زلزلہ آ گیا اور صفوں کو چیرتے اور تیر و سنان کے حملے روکتے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے اور معاویہ کو للکارا جس پر عمرو ابن عاص کو لیے ہوئے کچھ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: ابرز اِلَیَّ فَاَیُّنَا قَتَلَ صَاحِبَہٗ فَالْاَ مْرُ ''تم خود میرے مقابلہ کے لئے نکلو، اور پھر جو اپنے حریف کو مارے وہ خلافت کو سنبھال لے۔'' جس پر عمرو ابن عاص نے معاویہ سے کہا کہ علیؑ بات تو انصاف کی کہتے ہیں۔ ذرا جرأت کرو اور مقابلہ کر دیکھو۔ معاویہ نے کہا میں تمہارے تاننے کی وجہ سے اپنی جان گنوانے کے لئے تیار نہیں اور یہ کہہ کر واپس ہو گیا۔ حضرت نے اُسے جاتے دیکھا تو مسکرا کر خود بھی لوٹ آئے۔

امیر المومنینؑ نے صفین کے میدان میں جس بے جگری سے حملے کئے اسے اعجازی قوت ہی کا کرشمہ کہا جا سکتا ہے۔ چنانچہ جب آپ میدان میں للکارتے ہوئے نکلتے دشمن کی صفیں ابتری اور سراسیمگی کے عالم میں منتشر ہو جاتیں اور جی توڑ کر لڑنے والے بھی آپ کے مقابلہ میں آنے سے ہچکچانے لگتے۔ اسی لئے حضرت بعض دفعہ لباس تبدیل فرما کر میدان میں آئے تاکہ دشمن پہچان نہ سکے اور کوئی دوبدو ہو کر لڑنے کے لئے تیار ہو جائے۔ چنانچہ ایک دفعہ عباس ابن ربیعہ کے مقابلہ میں اُدھر سے غراز ابن ادہم نکلا اور دونوں داؤ پیچ دکھاتے رہے مگر کوئی اپنے حریف کو شکست نہ دے سکا اتنے میں عباس کو اس کی زرہ کا ایک حلقہ ڈھیلا دکھائی دیا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت چابکدستی سے اس حلقہ کو تلوار کی نوک میں پرو لیا اور جھٹکا دے کر زرہ کے حلقے چیر ڈالے اور پھر تاک کر ایسا وار کیا کہ تلوار اُس کے سینہ کے اندر اُتر گئی۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ معاویہ اس آواز پر چونکا اور جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ غراز مارا گیا تو پیچ و تاب کھانے لگا اور پکار کر کہا کہ کوئی ہے جو عباس کو قتل کر کے غراز کا بدلہ لے جس پر قبیلہ بنی لخم کے دو شمشیر زن اٹھ کھڑے ہوئے اور عباس کو اپنے مقابلہ میں للکارا، عباس نے کہا کہ میں اپنے امیر سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ کہہ کر حضرت کے پاس اجازت طلب کرنے کے لئے آئے۔ حضرت نے انہیں روک کر اُن کا لباس خود پہن لیا اور انہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آ گئے۔ لخمی آپ کو عباس سمجھ کر کہنے لگا کہ کیا آپ امیر سے اجازت لے آئے ہو۔ حضرت نے جواب میں اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا اِنَّ اللہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ (ترجمہ) جن (مسلمانوں) کے خلاف (کافر) لڑا کرتے ہیں اب انہیں بھی جنگ کی اجازت ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور اللہ ان کی مدد پر یقیناً قادر ہے۔



اب ان میں سے ایک فیل مست کی طرح چنگھاڑتا ہوا نکلا اور آپ پر حملہ کیا، مگر آپ نے اُس کا وار خالی جانے دیا اور پھر اس طرح صفائی سے اُس کی کمر پر تلوار چلائی کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سمجھا کہ وار خالی گیا ہے مگر جب اُس کا گھوڑا اُچھلا تو اُس کے دونوں ٹکڑے الگ الگ زمین پر جا پڑے۔ اس کے بعد دوسرا نکلا اور وہ بھی چشم زدن میں ڈھیر ہو گیا۔ پھر حضرت نے دوسروں کو مقابلہ کے لئے للکارا مگر دشمن تلوار کے وار سے سمجھ گیا کہ عباس کے بھیس میں خود امیر المومنینؑ ہیں۔ اس لئے کسی نے سامنے آنے کی جرأت نہ کی۔

نویں دن میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے اور میسرہ عبداللہ ابن عباس کے زیر کمان تھا اور قلب لشکر میں خود امیر المومنینؑ رونق افزا تھے اور ادھر سے حبیب ابن مسلمہ سپاہِ شام کی قیادت کر رہا تھا۔ جب دونوں صفیں ایک دوسرے کے قریب ہوئیں تو بہادروں نے تلواریں سونت لیں اور ایک دوسرے پر بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ پڑے اور ہر طرف رَن پر رَن پڑنے لگا۔ حضرت کے میمنہ لشکر کا علم بنی ہمدان کے ہاتھوں میں گردش کر رہا تھا۔ چنانچہ جب بھی ان میں سے کوئی شہید ہو کر گرتا تھا تو دوسرا بڑھ کر علم اٹھا لیتا تھا۔ پہلے کریب ابن شریح نے علم سیاہ بلند کیا۔ اُن کے شہید ہونے پر شرجیل ابن شریح نے پھر مرثد ابن شریح نے پھر ہبیرہ ابن شریح نے پھر ندیم ابن شریح نے ان سب بھائیوں کے مارے جانے کے بعد عمیر ابن بشیر نے بڑھ کر علم لے لیا۔ ان کے شہید ہونے کے بعد حارث ابن بشیر نے اور پھر وہب ابن کریب نے اٹھا لیا۔ آج دشمن کا زیادہ زور میمنہ ہی پر تھا اور اس کے حملے اتنے شدید تھے کہ میمنہ لشکر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا اور رئیس میمنہ عبداللہ ابن بدیل کے ہمراہ صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ امیر المومنینؑ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مالک اشتر سے فرمایا ذرا انہیں پکارو اور کہو کہ کہاں بھاگے جا رہے ہو۔ اگر زندگی کے دن ختم ہو چکے ہیں تو بھاگ کر موت سے بچ نہیں سکتے ادھر میمنہ لشکر کی ہزیمت سے قلب لشکر کا متاثر ہونا بھی ضروری تھا اس لئے حضرت میسرہ کی طرف مڑ گئے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھ رہے تھے کہ بنی اُمیہ کے ایک غلام احمر نامی نے حضرت سے کہا کہ خدا مجھے مارے اگر میں آج آپ کو قتل نہ کروں یہ سن کر حضرت کا غلام کیسان اس کی طرف جھپٹا مگر اس کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بڑھ کر اسے دامن زرہ سے پکڑ لیا اور اونچا لے جا کر اس طرح زمین پر پٹکا کہ اس کے جوڑ بند الگ ہو گئے۔ اور امام حسنؑ اور محمد ابن حنفیہ نے بڑھ کر اسے دار البوار میں پہنچا دیا۔ ادھر مالک اشتر کے للکارنے اور شرم و غیرت دلانے سے بھاگنے والے پلٹ پڑے اور پھر جم کر اس طرح حملہ کیا کہ دشمن کو دھکیلتے ہوئے وہیں پہنچ گئے جہاں عبداللہ ابن بدیل نرغہ میں گھرے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے اپنے آدمیوں کو دیکھا تو ان کی ہمت بندھ گئی اور تلوار سونت کر معاویہ کے خیمہ کی طرف لپکے۔ مالک اشتر نے انہیں روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے اور سات شامیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر معاویہ کی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔ معاویہ نے جب انہیں بڑھتے دیکھا تو اُن پر پتھراؤ کا حکم دیا جس سے آپ نڈھال ہو کر گر پڑے اور شامیوں کے ہجوم نے آپ کو شہید کر دیا۔ مالک اشتر نے یہ دیکھا تو قبیلہ ہمدان اور بنی مذحج کے جنگجوؤں کے ہمراہ معاویہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے اور اس کے گرد حلقہ کرنے والے حفاظتی دستوں کو منتشر کرنا شروع کیا جب ان کے پانچ حلقوں میں سے صرف ایک حلقہ منتشر ہونے سے رہ گیا تو معاویہ نے گھوڑے کی رکاب میں پیر رکھ دیا اور بھاگنے پر تیار ہو گیا۔ مگر ایک شخص کے ڈھارس بندھانے سے پھر رک گیا۔

ادھر میدان کارزار میں عمار ابن یاسر اور ہاشم ابن عتبہ کی تلواروں سے اس سرے سے لے کر اس سرے تک تلاطم برپا تھا۔ حضرت

عمار جدھر سے ہو کر گزرتے تھے صحابہ ہجوم کر کے آپ کے ساتھ ہو لیتے تھے اور پھر مل کر اس طرح حملہ کرتے تھے کہ دشمن کی صفوں میں تہلکہ مچ جاتا تھا۔ معاویہ نے جب ان کو بڑھتے دیکھا تو اپنی تازہ دم فوجیں ان کی طرف جھونک دیں۔ مگر آپ تلواروں اور سنانوں کے ہجوم میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے۔ آخر ابو عادیہ مری نے آپ پر نیزہ لگایا جس سے آپ سنبھل نہ سکے اور ابن جون نے آگے بڑھ کر آپ کو شہید کر دیا۔ عمار یاسر کی شہادت سے معاویہ کی فوج میں ہلچل مچ گئی کیونکہ ان کے متعلق پیغمبرؐ کا ارشاد تقتل عمارا الفئة الباغیہ ایک باغی گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے وہ سن چکے تھے چنانچہ ان کی شہادت سے پہلے ذوالکلاع نے عمرو ابن عاص سے کہا بھی تھا کہ میں عمار کو علیؑ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کیا وہ باغی گروہ ہم ہی تو نہیں جس پر عمرو نے یہ کہا تھا کہ آخر میں عمار ہمارے ساتھ مل جائیں گے۔ مگر جب وہ امیر المومنینؑ کی طرف سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اگرچہ باغی گروہ بے نقاب ہو چکا تھا اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہی تھی مگر معاویہ نے شامیوں سے یہ کہنا شروع کیا کہ عمار کے قاتل ہم نہیں بلکہ علیؑ ہیں۔ چونکہ وہی انہیں میدان جنگ میں لانے والے ہیں۔ امیر المومنین نے یہ پُر فریب جملہ سنا تو فرمایا کہ پھر حمزہ کے قاتل رسول اللہ تھے جو انہیں میدان اُحد میں لائے تھے۔ اس معرکہ میں ہاشم ابن عتبہ بھی کام آ گئے ، جو حارث ابن منذر کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور ان کے بعد علم لشکر ان کے فرزند عبداللہ نے سنبھال لیا۔

جب ایسے ایسے جان نثار ختم ہو چکے تو حضرت نے قبیلہ ہمدان اور ربیعہ کے جوان مردوں سے کہا کہ تم میرے لئے بمنزلہ زرہ اور نیزہ کے ہو۔ اُٹھو اور ان باغیوں کو کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ چنانچہ قبیلہ ربیعہ و ہمدان کے بارہ ہزار نبرد آزما شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوئے۔ علم لشکر حصین ابن منذر نے اٹھا لیا اور دشمن کی صفوں میں گھس کر اس طرح تلواریں چلائیں کہ سر کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے انبار لگ گئے اور ہر طرف خون کے سیلاب بہہ نکلے۔ مگر ان شمشیر زنوں کے حملے کسی طرح رکنے میں نہ آتے تھے یہاں تک کہ دن اپنی ہولناکیوں کے ساتھ سمٹنے لگا اور شام کے بھیانک اندھیرے پھیلنے لگے۔ اور وہ دہشت انگیز اور بلا خیز رات شروع ہوئی جسے تاریخ میں ''لیلۃ الہریر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں ہتھیاروں کی کھڑ کھڑاہٹ، گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اور شامیوں کی چیخ و پکار کی وجہ سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ امیر المومنینؑ کے باطل شکن نعروں سے ایک طرف دلوں میں ہمت و شجاعت کی لہریں دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف سینوں میں کلیجے دہل رہے تھے۔ جنگ اپنے پورے زوروں پر تھی۔ تیر اندازوں کے ترکش خالی ہو چکے تھے نیزوں کی چوبیں ٹوٹ چکی تھیں۔ صرف تلواروں سے دست بدست جنگ ہوتی رہی اور کشتوں کے پشتے لگتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے تک مقتولین کی تعداد تیس ہزار سے متجاوز ہو گئی۔

دسویں دن امیر المومنین کے لشکریوں کے وہی دم خم تھے۔ میمنہ پر مالک اشتر اور میسرہ پر ابن عباس متعین تھے اور تازہ دم سپاہیوں کی طرح حملوں پر حملے کئے جا رہے تھے۔ شامیوں پر شکست کے آثار ظاہر ہو چکے تھے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلنے کو تیار ہی تھے کہ پانچ سو قرآن نیزوں پر بلند کر کے جنگ کا نقشہ بدل دیا گیا۔ چلتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ فریب کا حربہ چل نکلا اور باطل کے اقتدار کے لئے راستہ ہموار ہو گیا۔ اس جنگ میں ۴۵ ہزار شامی مارے گئے اور ۲۵ ہزار عراقی شہید ہوئے۔

کتاب صفین (نصر ابن مزاحم المنقری المتوفی ۲۱۲ھ (تاریخ طبری))



# خطبہ ۱۲۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي التَّحْكِيمِ

اِنَّا لَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَاِنَّا حَكَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْطُوْرٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ۔ لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ وَّلَا بُدَّلَهُ مِنْ تَرْجُمَانٍ۔ وَاِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ۔ وَلَمَّادَعَانَا الْقَوْمُ اِلٰى اَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْاٰنَ لَمْ تَكُنِ الْفَرِيْقَ الْمُتَوَلِّيَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔'' فَرَدُّهُ اِلَى اللّٰهِ اَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِهٖ وَرَدُّهُ اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَّاْخُذَ بِسُنَّتِهٖ فَاِذَا حُكِمَ بِالصِّدْقِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَنَحْنُ اَحَقُّ النَّاسِ بِهٖ وَاِنْ حُكِمَ بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَنَحْنُ اَوْلَاهُمْ بِهٖ وَاَمَّا قَوْلُكُمْ لِمَ جَعَلْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ اَجَلًا فِي التَّحْكِيْمِ فَاِنَّمَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ لِيَتَبَيَّنَ الْجَاهِلُ وَيَتَثَبَّتَ الْعَالِمُ۔ وَلَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ فِيْ هٰذِهِ الْهُدْنَةِ اَمْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ۔ وَلَا تُؤْخَذَ بِاَكْظَامِهَا فَتَعْجَلَ عَنْ تَبَيُّنِ الْحَقِّ وَتَنْقَادَ لِاَوَّلِ الْغَيِّ۔ اِنَّ اَفْضَلَ

تحکیم کے بارے میں فرمایا۔

ہم نے آدمیوں کو نہیں بلکہ قرآن کو حکم قرار دیا تھا۔ چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے کہ جو زبان سے بولا نہیں کرتی۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کے لئے کوئی ترجمان ہو اور وہ آدمی ہی ہوتے ہیں۔ جو اُس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کو حکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے۔ جبکہ حق سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ ''اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لئے) اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔'' اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اور رسول کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اُن کی سنت پر چلیں۔ چنانچہ اگر کتاب خدا سے سچائی کے ساتھ حکم لگایا جائے تو اس کی رو سے سب لوگوں سے زیادہ ہم (خلافت کے) حق دار ہوں گے اور اگر سنت رسولؐ کے مطابق حکم لگایا جائے تو بھی ہم ان سے زیادہ اس کے اہل ثابت ہوں گے۔ اب رہا تمہارا یہ قول کہ ''آپ نے تحکیم کے لئے اپنے اور ان کے درمیان مہلت کیوں رکھی۔'' تو یہ میں نے اس لئے کیا کہ (اس عرصہ میں) نہ جاننے والا تحقیق کر لے اور جاننے والا اپنے مسلک پر جم جائے اور شاید کہ اللہ تعالیٰ اس صلح کی وجہ سے اس امت کے حالات درست کر دے اور وہ (بے خبری میں) گلا گھونٹ کر تیار نہ کی جائے کہ حق کے واضح ہونے سے پہلے جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے اور پہلی ہی گمراہی پیچھے لگ جائے بلاشبہ اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو حق پر عمل پیرا رہے چاہے وہ اس کے لئے باعث نقصان و مضرت ہو اور باطل کی طرف رخ

النَّاسِ عِنْدَ اللهِ مَنْ كَانَ الْعَمَلُ بِالْحَقِّ اَحَبَّ اِلَيْهِ۔ وَاِنْ نَّقَصَهُ وَكَرِثَهُ مِنَ الْبَاطِلِ وَاِنْ جَرَّ اِلَيْهِ فَائِدَةً وَزَادَهُ۔ فَاَيْنَ يُتَاهُ بِكُمْ! وَمِنْ اَيْنَ اُتِيتُمْ! اِسْتَعِدُّوا لِلْمَسِيْرِ اِلٰى قَوْمٍ حَيَارٰى عَنِ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُوْنَهُ وَ مُوْزَعِيْنَ الْحَقِّ لَا يُبْصِرُوْنَهُ وَمُوْزَعِيْنَ بِالْجَوْرِ لَا يَعْدِلُوْنَ بِهٖ۔ جُفَاةٍ عَنِ الْكِتَابِ نُكُبٍ عَنِ الطَّرِيْقِ مَا اَنْتُمْ بِوَثِيْقَةٍ يُعْلَقُ بِهَا وَلَا زَوَافِرِ عِزٍّ يُعْتَصَمُ اِلَيْهَا لَبِئْسَ حُشَّاشُ نَارِ الْحَرْبِ اَنْتُمْ اُفٍّ لَّكُمْ لَقَدْ لَقِيْتُ مِنْكُمْ بَرْحًا۔ يَوْمًا اُنَادِيْكُمْ وَ يَوْمًا اُنَاجِيْكُمْ فَلَا اَحْرَارُ صِدْقٍ عِنْدَ النِّدَآءِ وَلَا اِخْوَانُ ثِقَةٍ عِنْدَ النَّجَآءِ۔

نہ کرے چاہے وہ اُس کے کچھ فائدہ کا باعث ہو رہا ہو۔ تمہیں تو بھٹکایا جارہا ہے آخر تم کہاں سے (شیطان کی راہ پر) لائے گئے ہو۔ تم اس قوم کی طرف بڑھنے کے لئے مستعد و آمادہ ہو جاؤ کہ جو حق سے منہ موڑ کر بھٹک رہی ہے کہ اسے دیکھتی ہی نہیں اور وہ بے راہ رویوں میں بہکا دیئے گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر سیدھی راہ پر آنا نہیں چاہتے۔ یہ لوگ کتاب خدا سے الگ رہنے والے اور صحیح راستے سے ہٹ جانے والے ہیں۔ لیکن تم تو کوئی مضبوط وسیلہ ہی نہیں ہو کہ تم پر بھروسہ کیا جائے اور نہ عزت کے سہارے ہو کہ تم سے وابستہ ہوا جائے۔ تم (دشمن کے لئے) جنگ کی آگ بھڑکانے کے اہل نہیں ہو تم پر افسوس ہے کہ مجھے تم سے کتنی تکلیفیں اٹھانا پڑی ہیں۔ میں کسی دن تمہیں (دین کی امداد کے لئے) پکارتا ہوں اور کسی دن تم سے (جنگ کی) راز دارانہ باتیں کرتا ہوں، مگر تم نہ پکارنے کے وقت سچے جوانمرد اور نہ راز کی باتوں کے لئے قابل اعتماد بھائی ثابت ہوتے ہو۔

## خطبہ ۱۲۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عُوْتِبَ عَلَى التَّسْوِيَةِ فِي الْعَطَآءِ۔

جب مال کی تقسیم میں آپ کے برابری و مساوات کا اصول برتنے پر کچھ لوگ بگڑ اٹھے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَتَاْمُرُوْنِّيْ اَنْ اَطْلُبَ النَّصْرَ بِالْجَوْرِ فِيْمَنْ وُلِّيْتُ عَلَيْهِ ، وَاللهِ لَآ اَطُوْرُ بِهٖ مَا سَمَرَ سَمِيْرٌ۔ وَمَا اَمَّ نَجْمٌ فِي السَّمَآءِ نَجْمًا وَ لَوْ كَانَ الْمَالُ لِيْ لَسَوَّيْتُ بَيْنَهُمْ فَكَيْفَ وَاِنَّمَا الْمَالُ مَالُ اللهِ اَلَا وَاِنَّ اِعْطَآءَ الْمَالِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ تَبْذِيْرٌ

کیا تم مجھ پر یہ امر عائد کرنا چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں کا حاکم ہوں اُن پر ظلم و زیادتی کر کے (کچھ لوگوں کی) امداد حاصل کروں تو خدا کی قسم! جب تک دنیا کا قِصّہ چلتا رہے گا اور کچھ ستارے دوسرے ستاروں کی طرف جھکتے رہیں گے میں اس چیز کے قریب بھی نہیں بھٹکوں گا۔ اگر یہ خود میرا مال ہوتا جب بھی میں اسے سب میں برابر تقسیم کرتا۔ چہ جائیکہ یہ مال اللہ کا مال ہے۔ دیکھو بغیر کسی حق کے داد و دہش کرنا بے اعتدالی اور فضول خرچی ہے اور



وَّاِسْرَافٌ، وَهُوَ يَرْفَعُ صَاحِبَهٗ فِي الدُّنْيَا وَيَضَعُهٗ فِي الْاٰخِرَةِ وَيُكْرِمُهٗ فِي النَّاسِ وَيُهِيْنُهٗ عِنْدَ اللهِ وَلَمْ يَضَعِ امْرُؤٌ مَّالَهٗ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ وَلَا عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖٓ اِلَّا حَرَمَهُ اللهُ شُكْرَهُمْ وَكَانَ لِغَيْرِهٖ وُدُّهُمْ۔ فَاِنْ زَلَّتْ بِهِ النَّعْلُ يَوْمًا فَاحْتَاجَ اِلٰى مَعُوْنَتِهِمْ فَشَرُّ خَدِيْنٍ وَاَلْاَمُ خَلِيْلٍ۔

یہ اپنے مرتکب کو دنیا میں بلند کر دیتی ہے۔ لیکن آخرت میں پست کرتی ہے اور لوگوں کے اندر عزت میں اضافہ کرتی۔ مگر اللہ کے نزدیک ذلیل کرتی ہے۔ جو شخص بھی مال کو بغیر استحقاق کے یا نا اہل افراد کو دے گا اللہ اُسے ان کے شکریہ سے محروم ہی رکھے گا اور ان کی دوستی و محبت بھی دوسروں ہی کے حصہ میں جائے گا اور اگر کسی دن اسکے پیر پھسل جائیں (یعنی فقر و تنگدستی اُسے گھیر لے) اور ان کی امدا کا محتاج ہو جائے تو وہ اُس کے لئے بہت ہی بُرے ساتھی اور کمینے دوست ثابت ہوں گے۔

## خطبہ ۱۲۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْخَوَارِجِ اَيْضًا۔ فَاِنْ اَبَيْتُمْ اِلَّا اَنْ تَزْعُمُوْا اَنِّيْ اَخْطَاْتُ وَضَلَلْتُ فَلِمَ تُضَلِّلُوْنَ عَامَّةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِضَلَالِيْ وَتَاْخُذُوْنَهُمْ بِخَطَاۗءِيْ وَتُكَفِّرُوْنَهُمْ بِذُنُوْبِيْ۔ سُيُوْفُكُمْ عَلٰى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُوْنَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَالسُّقْمِ وَتَخْلِطُوْنَ مَنْ اَذْنَبَ بِمَنْ لَّمْ يُذْنِبْ۔ وَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجَمَ الزَّانِيَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَهٗ: وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيْرَاثَهٗ اَهْلَهٗ وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِيَ غَيْرَ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ وَنَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ؛ فَاَخَذَهُمْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِذُنُوْبِهِمْ، وَاَقَامَ حَقَّ اللهِ فِيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِّنَ الْاِسْلَامِ،

خوارج کے متعلق فرمایا۔

اگر تم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہو کہ میں نے غلطی کی اور گمراہ ہو گیا ہوں، تو میری گمراہی کی وجہ سے اُمت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عام افراد کو کیوں گمراہ سمجھتے ہو اور میری غلطی کی پاداش انہیں کیوں دیتے ہو، اور میرے گناہوں کے سبب سے انہیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہر موقع و بے موقع جگہ پروار کیے جارہے ہو، اور بے خطاؤں کو خطا کاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اُس کی پڑھی اور اس کے وارثوں کو اُس کا ورثہ بھی دلوایا اور قاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی چور کے ہاتھ کاٹے اور زنائے غیر محصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انہیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ اور انہوں نے (مسلمان ہونیکی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کیے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اور جو ان کے

وَلَمْ يُخْرِجْ أَسْمَاءَهُمْ مِنْ بَيْنِ أَهْلِهِ ثُمَّ أَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَمَنْ رَمَى بِهِ الشَّيْطَانُ مَرَامِيَهُ وَضَرَبَ بِهِ تِيهَهُ وَ سَيَهْلِكُ فِيَّ صِنْفَانِ، مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ. وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ يَذْهَبُ بِهِ الْبُغْضُ إِلَى غَيْرِ الْحَقِّ، وَخَيْرُ النَّاسِ فِيَّ حَالًا النَّمَطُ الْأَوْسَطُ، فَالْزَمُوهُ وَالْزَمُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَإِنَّ يَدَ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ: وَإِيَّاكُمْ وَالْفُرْقَةَ فَإِنَّ الشَّاذَّ مِنَ النَّاسِ لِلشَّيْطَانِ كَمَا أَنَّ الشَّاذَّ مِنَ الْغَنَمِ الْمُحْصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَيْءِ وَلَكَهَا الْمُسْلِمَاتِ. فَأَخَذَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ بِذُنُوبِهِمْ وَأَقَامَ حَقَّ لِلذِّئْبِ أَلَا مَنْ دَعَا إِلَى هَذَا الشِّعَارِ فَاقْتُلُوهُ وَلَوْ كَانَ تَحْتَ عِمَامَتِي هَذِهِ وَإِنَّمَا حُكِّمَ الْحَكَمَانِ لِيُحْيِيَا مَا أَحْيَا الْقُرْآنُ وَيُمِيتَا مَا أَمَاتَ الْقُرْآنُ وَإِحْيَاؤُهُ الْاِجْتِمَاعُ عَلَيْهِ، وَإِمَاتَتُهُ الْاِفْتِرَاقُ عَنْهُ، فَإِنْ جَرَّنَا الْقُرْآنُ إِلَيْهِمُ اتَّبَعْنَاهُمْ، وَإِنْ جَرَّهُمْ إِلَيْنَا اتَّبَعُونَا فَلَمْ آتِ. لَا أَبَا لَكُمْ بُجْرًا وَلَا خَتَلْتُكُمْ عَنْ أَمْرِكُمْ وَلَا لَبَّسْتُهُ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا اجْتَمَعَ رَأْيُ

بارے میں اللہ کا حق (حدّ شرعی) تھا اسے جاری کیا، مگر انہیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اور نہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کئے۔ اسکے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہی شر پسند اور وہ کہ جنہیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پر لگا رکھا ہے اور گمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے (یاد رکھو کہ) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوں گے، ایک حد سے زیادہ چاہنے والے اور ایک میرے مرتبہ میں کمی کرکے دشمنی رکھنے والے کہ جنہیں یہ عناد حق سے بے راہ کردے گا۔ میرے متعلق درمیانی راہ اختیار کرنیوالے ہی سب سے بہتر حالت میں ہوں گے۔ تم اسی راہ پر جمے رہو اور اسی بڑے گروہ کے ساتھ لگ جاؤ۔ چونکہ اللہ کا ہاتھ اتفاق و اتحاد رکھنے والوں پر ہے اور تفرقہ و انتشار سے باز آجاؤ اس لئے کہ جماعت سے الگ ہوجانے والا شیطان کے حصہ میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح گلے سے کٹ جانے والی بھیڑ بھیڑیے کو مل جاتی ہے۔ خبردار! جو بھی ایسے نعرے لگا کر اپنی طرف بلائے، اُسے قتل کردو، اگرچہ اسی عمامہ کے نیچے کیوں نہ ہو (یعنی میں خود کیوں نہ ہوں) اور وہ دونوں حکم (ابوموسیٰ و عمرو ابن عاص) تو صرف اس لئے ثالث مقرر کئے گئے تھے کہ وہ انہی چیزوں کو زندہ کریں جنہیں قرآن نے زندہ کیا ہے اور انہی چیزوں کو نیست و نابود کریں جنہیں قرآن نے نیست و نابود کیا ہے۔ کسی چیز کے زندہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر یک جہتی کے ساتھ متحد ہوا جائے اور اس کے نیست و نابود کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔ اب اگر قرآن ہمیں ان لوگوں (کی اطاعت) کی طرف لے جاتا تو ہم ان کے پیرو بن جاتے اور اگر انہیں ہماری طرف لائے تو پھر انہیں ہمارا اتباع کرنا چاہئے۔ تمہارا برا ہو میں نے کوئی مصیبت تو کھڑی نہیں کی اور نہ کسی بات میں تمہیں دھوکا دیا ہے اور نہ اس میں فریب کاری کی



مَلَائِكُمْ عَلَى اخْتِيَارِ رَجُلَيْنِ أَخَذْنَا عَلَيْهِمَا أَنْ لَا يَتَعَدَّيَا الْقُرْآنَ فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهِ وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا فَمَضَيَا عَلَيْهِ وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكُومَةِ بِالْعَدْلِ وَالصَّمْدِ لِلْحَقِّ سُوءَ رَأْيِهِمَا وَجَوْرَ حُكْمِهِمَا.

ہے۔ تمہاری جماعت ہی کی یہ رائے قرار پائی تھی کہ دو آدمی چُن لیے جائیں جن سے ہم نے یہ اقرار لے لیا تھا کہ وہ قرآن سے تجاوز نہ کریں گے۔ لیکن وہ اچھی طرح دیکھنے بھالنے کے باوجود قرآن سے بہک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے اور ان کے جذبات بے راہ روی کے مقتضی ہوئے۔ چنانچہ وہ اس روش پر چل پڑے (حالانکہ) ہم نے پہلے ہی ان سے شرط کرلی تھی کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق کا مقصد پیش نظر رکھنے میں بدنیتی و بے راہ روی کو دخل نہ دیں گے (اگر ایسا ہوا تو وہ فیصلہ ہمارے لئے قابلِ تسلیم نہ ہوگا)۔

## خطبہ ۱۲۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيمَا يُخْبِرُ بِهِ مِنَ الْمَلَاحِمِ بِالْبَصْرَةِ

يَا أَحْنَفُ كَأَنِّي بِهِ وَقَدْ سَارَ بِالْجَيْشِ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ غُبَارٌ وَلَا لَجَبٌ وَلَا قَعْقَعَةُ لُجُمٍ، وَلَا حَمْحَمَةُ خَيْلٍ يُثِيرُونَ الْأَرْضَ بِأَقْدَامِهِمْ كَأَنَّهَا أَقْدَامُ النَّعَامِ. يُومِئُ بِذَلِكَ إِلَى صَاحِبِ الزَّنْجِ ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَيْلٌ لِسِكَكِكُمُ الْعَامِرَةِ. وَالدُّورِ الْمُزَخْرَفَةِ الَّتِي لَهَا أَجْنِحَةٌ كَأَجْنِحَةِ النُّسُورِ، وَخَرَاطِيمُ كَخَرَاطِيمِ الْفِيَلَةِ، مِنْ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَا يُنْدَبُ قَتِيلُهُمْ، وَلَا يُفْتَقَدُ غَائِبُهُمْ. أَنَا كَابُّ الدُّنْيَا لِوَجْهِهَا وَقَادِرُهَا بِقَدْرِهَا وَنَاظِرُهَا بِعَيْنِهَا (مِنْهُ) وَيُومِئُ بِهِ إِلَى وَصْفِ الْأَتْرَاكِ كَأَنِّي أَرَاهُمْ قَوْمًا كَأَنَّ

اس میں بصرہ کے اندر برپا ہونیوالے ہنگاموں کا تذکرہ ہے۔

اے احنف!! میں اُس شخص کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے لشکر کو لے کر بڑھ رہا ہے کہ جس میں نہ گرد و غبار ہے نہ شور و غوغا، نہ لگاموں کی کھڑکھڑاہٹ ہے اور نہ گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز وہ لوگ زمین کو اپنے پیروں سے جو شتر مرغ کے پیروں کے مانند ہیں روند رہے ہوں گے۔ (سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے حبشیوں[1] کے سردار کی طرف اشارہ کیا ہے پھر آپ نے فرمایا: ان لوگوں کے ہاتھوں سے کہ جن کے قتل ہوجانے والوں پر بین نہیں کیا جاتا اور گم ہونے والوں کو ڈھونڈھا نہیں جاتا تمہاری اُن آباد گلیوں اور سجے سجائے مکانوں کے لئے تباہی ہے کہ جن کے چھجے گِدوں کے پروں اور ہاتھیوں کی سونڈوں کے مانند ہیں۔ میں دنیا کو اوندھے منہ گرانے والا اور اس کی بساط کا صحیح اندازہ رکھنے والا اور اس کے لائق حال نگاہوں سے دیکھنے والا ہوں۔

وُجُوهَهُمُ الْمَجَانُّ الْمُطَرَّقَةُ يَلْبَسُونَ السَّرَقَ وَالدِّيْبَاجَ وَيَعْتَقِبُونَ الْخَيْلَ الْعِتَاقَ وَيَكُونُ هُنَاكَ اسْتِحْرَارُ قَتْلٍ حَتّٰى يَمْشِيَ الْمَجْرُوحُ عَلَى الْمَقْتُولِ، وَيَكُونَ الْمُفْلِتُ اَقَلَّ مِنَ الْمَاْسُورِ فَقَالَ لَهٗ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ: لَقَدْ اُعْطِيتَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عِلْمَ الْغَيْبِ، فَضَحِكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ لِلرَّجُلِ وَكَانَ كَلْبِيًّا: يَا اَخَا كَلْبٍ لَيْسَ هُوَ بِعِلْمِ غَيْبٍ وَّ اِنَّمَا هُوَ تَعَلُّمٌ مِّنْ ذِيْ عِلْمٍ، وَاِنَّمَا عِلْمُ الْغَيْبِ عِلْمُ السَّاعَةِ وَمَا عَدَّدَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِقَوْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ الاية، فَيَعْلَمُ سُبْحَانَهٗ مَا فِي الْاَرْحَامِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَقَبِيحٍ اَوْ جَمِيلٍ، وَسَخِيٍّ اَوْ بَخِيلٍ وَّشَقِيٍّ اَوْ سَعِيدٍ وَّمَنْ يَّكُونُ فِي النَّارِ حَطَبًا اَوْ فِي الْجِنَانِ لِلنَّبِيِّينَ مُرَافِقًا۔ فَهٰذَا عِلْمُ الْغَيْبِ الَّذِي لَا يَعْلَمُهٗ اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا سِوٰى ذٰلِكَ فَعِلْمٌ عَلَّمَهُ اللّٰهُ نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ فَعَلَّمَنِيهِ وَدَعَا لِي بِاَنْ يَّعِيَهٗ صَدْرِي وَتَضْطَمَّ عَلَيْهِ جَوَانِحِي۔

اسی خطبہ کے ذیل میں ترکوں کی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ میں[2] ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جن کے چہرے ان ڈھالوں کی طرح ہیں کہ جن پر چمڑے کی تہیں منڈھی ہوئی ہوں۔ وہ ابریشم و دیبا کے کپڑے پہنتے ہیں اور اصیل گھوڑوں کو عزیز رکھتے ہیں اور وہاں کشت و خون کی گرم بازاری ہوگی، یہاں تک زخمی کشتوں کے اوپر سے ہوکر گزریں گے اور بچ کر بھاگ نکلنے والے اسیر ہونے والوں سے کم ہوں گے۔

(اس موقع پر) آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے جو قبیلہ بنی کلب سے تھا، عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؑ آپ کو تو علم غیب حاصل ہے جس پر آپ ہنسے اور فرمایا اے برادرِ کلبی! یہ علم غیب نہیں بلکہ ایک صاحب علم (رسولؐ) سے معلوم کی ہوئی باتیں ہیں۔ علم غیب تو قیامت کی گھڑی اور ان چیزوں کے ہے کہ شکموں میں کیا ہے۔ نر ہے یا مادہ، بدصورت ہے یا خوبصورت، سخی ہے یا بخیل، بدبخت ہے یا خوش نصیب اور کون جہنم کا ایندھن ہوگا اور کون جنت میں نبیوں کا رفیق ہوگا۔ یہ وہ علم غیب ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ رہا دوسری چیزوں کا علم تو وہ اللہ نے اپنے نبیؐ کو دیا اور نبیؐ نے مجھے بتایا، اور میرے لئے دعا فرمائی کہ میرا سینہ انہیں محفوظ رکھے اور میری پسلیاں انہیں سمیٹے رہیں۔

[1] علی ابن محمد رے کے مضافات میں ورزنین نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا۔ خوارج کے فرقہ ازارقہ سے تعلق رکھتا تھا اور خود کو محمد ابن احمد مختفی ابن عیسیٰ ابن زید ابن علی کا فرزند کہہ کر سیادت کا مدعی بنتا تھا۔ مگر اہل انساب و سیر نے اس کے دعویٰ سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور اس کے باپ کا نام محمد ابن احمد کے بجائے محمد ابن ابراہیم تحریر کیا ہے جو قبیلہ عبدالقیس سے تھا اور ایک سندھی کنیز کے بطن سے متولد ہوا تھا۔

علی ابن محمد نے ۲۵۵ھ میں مہتدی باللہ کے دور میں خروج کیا اور اطراف بصرہ میں بسنے والے غلاموں کو مال و دولت اور



آزادی کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا اور ۱۷ رشوال ۲۵۷ھ میں مار دھاڑ کرتا ہوا بصرہ کے اندر داخل ہوا اور صرف دو دن میں تیس ہزار افراد کو کہ جن میں بچے بوڑھی عورتیں سب ہی تھیں موت کے گھاٹ اُتار دیا اور ظلم و سفا کی اور وحشت و خونخواری کی انتہا کردی، مکانوں کو مسمار کر دیا اور مسجدوں میں آگ لگا دی اور لگاتار چودہ برس تک قتل و غارت گری کے بعد موفق کے دور میں صفر ۲۷۰ھ میں قتل ہوا اور لوگوں کو اس کی تباہ کاریوں سے نجات ملی۔

امیرالمومنینؑ کی یہ پیشین گوئی ان پیشینگوئیوں میں سے ہے جو آپ کے علم امامت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لشکر کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے کہ نہ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز اور نہ ہتھیاروں کے کھڑکھڑانے کی صدا ہوگی ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ جب یہ خروج کے ارادے سے مقام کرخ کے قریب پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اُس کا خیر مقدم کیا اور ایک شخص نے ایک گھوڑا بطور تحفہ اُسے پیش کیا۔ مگر تلاش کے باوجود اس کے لئے لگام نہ مل سکی۔ آخر ایک رسی کی لگام دے کر اُس پر سوار ہوا۔ اور یونہی اس کے لشکر میں اس وقت صرف تین تلواریں تھیں ایک خود اُس کے پاس اور ایک علی ابن مہلبی اور ایک محمد ابن مسلم کے پاس اور بعد میں لوٹ مار سے کچھ اور اسلحہ ان کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

[2] امیرالمومنینؑ کی پیشین گوئی تاتاریوں کے حملہ کے متعلق ہے جو ترکستان کے شمال مشرق کی جانب صحرائے منگولیا کے رہنے والے تھے۔ ان نیم وحشی قبیلوں کی زندگی لوٹ مار اور قتل و غارت میں گذرتی تھی اور آپس میں لڑتے بھڑتے اور گردونواح پر حملے کرتے رہتے تھے۔ ہر قبیلہ کا ایک سردار الگ الگ ہوتا تھا جو ان کی حفاظت کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔ چنگیز خان جو انہی تاتاری قبائل کے حکمران خاندان کا ایک فرد اور بڑا باہمت و جرأت مند تھا ان تمام منتشر و پراگندہ قبیلوں کو منظم کرنے کے لئے اٹھا اور ان کے مزاحم ہونے کے باوجود اپنی قوت و حُسنِ تدبیر سے ان پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا اور ایک کثیر تعداد اپنے پرچم کے نیچے جمع کر کے ۶۰۶ھ میں سیلاب کی طرح امنڈا اور شہروں کو غرق اور آبادیوں کو ویران کرتا ہوا شمالی چین تک کا علاقہ فتح کر لیا۔

جب اس کا اقتدار قائم ہوگیا تو اُس نے اپنے ہمسایہ ملک ترکستان کے فرمانروا علاؤالدین خوارزم شاہ کی طرف دست مصالحت بڑھایا اور ایک وفد بھیج کر اس سے عہد لیا کہ تاتاری تاجر اس کے علاقہ میں خرید و فروخت کے لئے آتے جاتے رہیں گے ان کے جان و مال کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک وہ بے کھٹکے آتے جاتے رہے۔ مگر ایک موقع پر اس نے تاتاری تاجروں پر جاسوسی کا الزام لگا کر اُن کا مال لوٹ لیا اور انہیں والیٔ اترار کے ذریعہ قتل کروادیا۔ چنگیز خان کو جب معاہدہ کی خلاف ورزی اور تاتاری تاجروں کے مارے جانے کا علم ہوا تو اُس کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے۔ غصہ میں پیچ و تاب کھانے لگا اور علاؤالدین کو پیغام بھیجا کہ وہ تاتاری تاجروں کا مال واپس کرے اور والیٔ اترار کو اس کے حوالے کرے، مگر علاؤالدین اپنی قوت و طاقت کے نشہ میں مدہوش تھا۔ اُس نے کوئی پرواہ نہ کی اور ناعاقبت اندیشی سے کام لیتے ہوئے چنگیز خان کے ایلچی کو بھی مروادیا۔ اب چنگیز خان میں تاب ضبط نہ رہی۔ اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ شمشیر بکف اٹھ کھڑا ہوا اور تاتاری جنگجو بادرفتار گھوڑے دوڑاتے ہوئے بخارا پر چڑھ دوڑے۔ علاؤالدین بھی چار لاکھ نبرد آزماؤں کے ساتھ مقابلہ کو نکلا مگر تاتاریوں کے تابڑتوڑ حملوں کو نہ روک سکا اور چند ہی حملوں میں سپر انداختہ ہوکر جیحون کے راستہ سے نیشاپور کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ تاتاریوں نے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ مسجدوں اور مدرسوں کو مسمار اور گھروں کو پھونک کر راکھ کر دیا اور بلا امتیاز زن و مرد سب کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اور اگلے سال سمرقند پر یورش کی اور اُسے بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

علاؤالدین کے نکل بھاگنے کے بعد اس کے بیٹے جلال الدین خوارزم شاہ نے حکومت کی باگ دوڑ سنبھال لی تھی۔ تاتاریوں نے اس کا بھی پیچھا کیا مگر وہ دس برس تک ادھر سے اُدھر بھاگتا پھرا اور ان کے ہاتھ نہ لگا اور آخر دریا کو عبور کر کے اپنی حدود سلطنت سے باہر نکل گیا اس اثنا میں تاتاریوں نے آباد زمینوں کو ویران اور نسل انسانی کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا نہ کوئی شہر ان کی غارت گریوں سے بچ سکا اور نہ کوئی آبادی ان کی پامالیوں سے محفوظ رہ سکی۔ جدھر کا رخ کیا مملکتوں کو تہ و بالا کر دیا۔ حکومتوں کا تختہ الٹ دیا اور تھوڑے عرصہ میں ایشیاء کے بالائی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

جب ۶۲۲ھج میں چنگیز خان کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا اوکتائی خان تخت نشین ہوا جس نے ۶۲۸ھج میں جلال الدین کو ڈھونڈ نکالا اور اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد چنگیز خان کے دوسرے لڑکے تولی خان کا بیٹا منکوخان تخت حکومت پر بیٹھا، منکوخاں کے بعد قوبیلائی خاں مملکت کے ایک حصہ کا وارث ہوا، اور وسط ایشیا اس کے بھائی ہلاکو خان کے حصہ میں آیا۔ جب سلطنت چنگیز خاں کے پوتوں میں بٹ گئی تو ہلاکو خاں اسلامی ممالک کو تسخیر کرنے کی فکر میں تھا ہی کہ خراساں کے حنفیوں نے شافعیوں کی ضد میں آ کر اُسے خراساں پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ اس نے خراسان پر چڑھائی کر دی اور حنفیوں نے اپنے کو تاتاری تلواروں سے محفوظ سمجھتے ہوئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ مگر تاتاریوں نے حنفیوں اور شافعیوں میں کوئی امتیاز نہ کیا اور جو سامنے آیا اُسے تہہ تیغ کر دیا اور وہاں کی بیشتر آبادی کو قتل کرنے کے بعد اسے اپنے مقبوضات میں داخل کر لیا اور انہی شافعیوں اور حنفیوں کے جھگڑوں نے اس کے لئے عراق تک کے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ چنانچہ خراسان کو فتح کرنے کے بعد ان کی ہمت بڑھ گئی اور ۶۵۶ھج میں دو لاکھ تاتاریوں کے ساتھ بغداد کی جانب لشکر کشی کی معتصم باللہ کی فوج اور اہل بغداد نے مل کر مقابلہ کیا مگر اس سیلاب ہلاکو کو روکنا اُن کے بس میں نہ تھا۔ چنانچہ تاتاری مار دھاڑ کرتے ہوئے عاشورا کے دن بغداد کے اندر داخل ہو گئے اور چالیس دن تک اپنی خون آشام تلواروں کی پیاس بجھاتے رہے۔ گلی کوچوں میں خون کی ندیاں بہا دیں راستے لاشوں سے پاٹ دیئے لاکھوں آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا اور معتصم باللہ کو پیروں کے نیچے روند کر مار ڈالا اور صرف وہی لوگ بچ سکے جو کنوں اور تہہ خانوں میں چھپ کر ان کی آنکھوں سے اوجھل رہ سکے۔ یہ تھی بغداد کی وہ تباہی کہ جس سے عباسی سلطنت بنیاد سے ہل گئی اور اس کا پرچم پھر لہرا نہ سکا۔

بعض مورخین نے اس تباہی و بربادی کی ذمہ داری ابن علقمی پر عائد کی ہے کہ اس نے شیعوں کے قتل عام اور محلّہ کرخ کی تباہی سے متاثر ہو کر نصیر الدین طوسی وزیر ہلاکو خان کی وساطت سے اسے بغداد پر حملہ آور ہونے کی دعوت دی۔ اگر ایسا ہو بھی تو اس تاریخی حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے پہلے اسلامی ممالک پر حملہ کرنے کی تحریک خلیفہ عباسی الناصر الدین اللہ کر چکا تھا چنانچہ جب خوارزمیوں نے مرکز خلافت کے اقتدار کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اُس نے چنگیز خاں کو خوارزم پر حملہ کرنے کے لئے کہلوایا تھا جس سے تاتاریوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ مسلمانوں میں یک جہتی و اتحاد نہیں ہے اور پھر حنفیوں نے شافعیوں کی سرکوبی کے لئے ہلاکو خان کو بلاوا بھیجا تھا جس کے نتیجہ میں خراسان پر ان کا اقتدار قائم ہو گیا اور بغداد کی طرف پیش قدمی کرنے کے لئے انہیں راستہ مل گیا۔ ان حالات میں بغداد کی تباہی کا ذمہ دار صرف ابن علقمی کو ٹھہرانا اور الناصر الدین اللہ کی تحریک اور حنفی و شافعی نزاع کو نظر انداز کر دینا حقیقت پر پردہ ڈالنا ہے۔ جبکہ بغداد کی تباہی کا پیش خیمہ یہی خراسان کی فتح تھی کہ جس کا سبب وہاں کے حنفی باشندے تھے۔ چنانچہ اسی فتح کی وجہ سے اس کا اتنا حوصلہ ہوا کہ وہ مسلمانوں کے مرکز پر حملہ آور ہو ورنہ محض ایک شخص کے پیغام کا نتیجہ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بغداد ایسے قدیم مرکز پر



یلغار کرتا ہوا پہنچ جاتا کہ جس کی سطوت و ہیبت کی دھاک ایک دنیا کے دلوں پر بیٹھی ہوئی تھی۔

۳؎ ذاتی طور پر عالم الغیب ہونا اور چیز ہے اور اللہ کی طرف سی کسی امر پر مطلع ہو کر خبر دینا دوسری چیز ہے۔ انبیاء و اولیاء کو جو مستقبل کا علم ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے سکھانے اور بتانے سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی ذاتی طور پر مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہے تو وہ صرف اللہ سبحانہٗ ہے۔ البتہ وہ جس کو چاہتا ہے امور غیب پر مطلع کر دیتا ہے چنانچہ اس کا ارشاد ہے۔

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

وہی غیب کا علم جاننے والا ہے اور اپنی غیب کی بات کسی پر ظاہر نہیں کرتا مگر جس پیغمبر کو وہ پسند فرمائے۔

یونہی امیر المومنینؑ کو بھی مستقبل کا علم تعلیم رسول و القائے ربانی سے حاصل ہوتا تھا جس کے لئے آپ کا یہ کلام شاہد ہے البتہ کبھی بعض چیزوں پر مطلع کرنے کی مصلحت یا ضرورت نہیں ہوتی تو انہیں پردہ خفا میں رہنے دیا جاتا ہے جن پر کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا، جیسا کہ قدرت کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور شکموں میں جو کچھ ہے وہ جانتا ہے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ (ان چیزوں سے) آگاہ اور باخبر ہے۔

## خطبہ ۱۲۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِىْ ذِكْرِ الْمَكَايِيْلِ وَالْمَوَازِيْنِ۔

جس میں آپ نے پیمانوں اور ترازوؤں کا ذکر فرمایا ہے۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اِنَّكُمْ، وَمَا تَاْمُلُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اَثْوِيَاءُ۔ مُؤَجَّلُوْنَ، وَمَدِيْنُوْنَ مُقْتَضَوْنَ۔ اَجَلٌ مَّنْقُوْصٌ وَّعَمَلٌ مَّحْفُوْظٌ۔ فَرُبَّ دَآئِبٍ مُّضَيِّعٌ وَرُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ: وَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِىْ زَمَنٍ لَّا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيْهِ اِلَّآ اِدْبَارًا وَّالشَّرُّ فِيْهِ اِلَّا اِقْبَالًا، وَّلَا الشَّيْطَانُ فِىْ هَلَاكِ النَّاسِ اِلَّا طَمَعًا، فَهٰذَا اَوَانٌ قَوِيَتْ عُدَّتُهٗ

اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی امیدیں مقررہ مدت کی مہمان ہیں اور ایسے قرض دار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں اور برائی آگے بڑھ رہی ہے اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔ چنانچہ یہی وہ وقت ہے کہ اسکے (ہتھکنڈوں) کا سروسامان مضبوط ہو چکا ہے اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں

وَعَتَّتْ مَكِيدَتُهُ وَ اَمْكَنَتْ فَرِيسَتُهُ اُضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَيْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ اِلَّا فَقِيرًا يُكَابِدُ فَقْرًا اَوْغَنِيًّا بَدَّلَ نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا اِوْبَخِيلًا اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللّٰهِ وَفْرًا، اَوْمُتَمَرِّدًا كَاَنَّ بِاُذُنِهٖ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْرًا، اَيْنَ خِيَارُكُمْ وَصُلَحَآؤُكُمْ، وَاَحْرَارُكُمْ وَسُمَحَآؤُكُمْ وَاَيْنَ الْمُتَوَرِّعُوْنَ فِىْ مَكَاسِبِهِمْ وَالْمُتَنَزِّهُوْنَ فِىْ مَذَاهِبِهِمْ اَلَيْسَ قَدْظَعَنُوْا جَمِيْعًا عَنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا الدَّنِيَّةِ وَالْعَاجِلَةِ الَّا تَلْتَقِىْ بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَارًا لِقَدْرِهِمْ وَزَهَابًا عَنْ ذِكْرِهِمْ ، فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكِرٌ مُّغَيِّرٌ وَّلَا زَاجِرٌ مُّزْدَجِرٌ فَبِهٰذَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تُجَاوِرُ اللّٰهَ فِىْ دَارِ قُدْسِهٖ وَ تَكُوْنُوْ اَعَزَّ اَوْلِيَآئِهٖ عِنْدَهٗ؟ هَيْهَاتَ لَا يُخْدَعُ اللّٰهُ الْاٰمِرِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِيْنَ لَهٗ ، وَالنَّاهِيْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِيْنَ بِهٖ۔

اور اس کے شکار آسانی سے پھنس رہے ہیں۔ جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر فقر و فاقہ جھیل رہا ہے اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل رہا ہے اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے اور کوئی سرکش پند و نصیحت سے کان بند ہوئے پڑا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے نیک اور صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور کریم النفس لوگ۔ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا و فریب سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا کرکرا کرنے والی تیز رو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ فساد اُبھر آیا ہے۔ برائی کا وہ دور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔ کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کے پڑوس میں بسنے اور اس کا گہرا دوست بننے کا ارادہ ہے، ارے توبہ اللہ کو دھوکا دے کر اُس سے جنت نہیں لی جاسکتی اور بغیر اس کی اطاعت کے اُس کی رضامندیاں حاصل نہیں ہوسکتیں۔ خدا اُن لوگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں اور دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور خود اُن پر عمل کرتے رہیں۔

## خطبہ ۱۲۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِاَبِىْ ذَرٍّ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمَّا اُخْرِجَ اِلَى الرَّبَذَةِ۔

جب[1] حضرت ابوذر کو ربذہ کی طرف جلا وطن کیا گیا تو اُن سے خطاب کر کے فرمایا۔

يَا اَبَاذَرٍّ اِنَّكَ غَضِبْتَ لِلّٰهِ فَارْجُ مَنْ غَضِبْتَ لَهٗ، اِنَّ الْقَوْمَ خَافُوْكَ عَلٰى دُنْيَاهُمْ فِىْ اَيْدِيْهِمْ بِمَا خِفْتَهُمْ عَلَيْهِ فَمَآ اَحْرَجَهُمْ اِلٰى مَا مَنَعْتَهُمْ وَمَآ اَغْنَاكَ عَمَّا مَنَعُوْكَ وَسَتَعْلَمُ مَنِ الرَّابِحُ غَدًا وَّالْاَكْثَرُ حُسَّدًا وَّلَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ كَانَتَا عَلٰى عَبْدٍ رَتْقًا ثُمَّ اتَّقَى اللّٰهَ لَجَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْهُمَا مَخْرَجًا، وَلَا يُؤْنِسَنَّكَ اِلَّا الْحَقُّ، وَلَا يُوْحِشَنَّكَ اِلَّا الْبَاطِلُ فَلَوْ قَبِلْتَ دُنْيَاهُمْ لَاَحَبُّوْكَ۔ وَلَوْ قَرَضْتَ مِنْهَا لَاَمِنُوْكَ۔

اے ابوذر! تم اللہ کیلئے غضب ناک ہوئے ہو تو پھر جس کی خاطر یہ تمام غم و غصہ ہے اُسی سے امید بھی رکھو۔ ان لوگوں کو تم سے اپنی دنیا کے متعلق خطرہ ہے اور تمہیں ان لوگوں سے اپنے دین کے متعلق اندیشہ ہے۔ لہٰذا جس چیز کیلئے انہیں تم سے کھٹکا ہے وہ انہیں کے ہاتھ میں چھوڑ دو اور جس شے کیلئے تمہیں ان سے اندیشہ ہے اسے لے کر ان سے بھاگ نکلو۔ جس چیز سے تم انہیں محروم کرکے جارہے ہو کاش کہ وہ سمجھتے کہ وہ اسکے کتنے حاجت مند ہیں اور جس چیز کو انہوں نے تم سے روک لیا ہے اس سے تم بہت ہی بے نیاز ہو اور جلد ہی تم جان لوگے کہ کل فائدہ میں رہنے والا کون ہے اور کس پر حسد کرنیوالے زیادہ ہیں، اگر یہ آسمان و زمین کسی بندے پر بند پڑے ہوں اور وہ اللہ سے ڈرے تو وہ اُس کیلئے زمین و آسمان کی راہیں کھول دے گا۔ تمہیں صرف حق سے دلچسپی ہونا چاہئے اور صرف باطل ہی سے گھبرانا چاہئے۔ اگر تم ان کی دنیا قبول کرلیتے تو وہ تمہیں چاہنے لگتے اور تم اس میں کوئی حصہ اپنے لئے مقرر کرا لیتے تو وہ تم سے مطمئن ہو جاتے۔

تشریح:۔

[1] ابوذر غفاری کا نام جندب ابن جنادہ تھا۔ ربذہ کے رہنے والے تھے جو مدینہ کی مشرقی جانب ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جب بعثت رسولؐ کا تذکرہ سنا تو وہ مکہ آئے اور پوچھ گچھ کرنے کے بعد پیغمبرؐ کی خدمت میں باریاب ہو کر اسلام قبول کیا جس پر کفار قریش نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور اذیتوں پر اذیتیں پہنچائیں مگر آپ کے ثباتِ قدم میں لغزش نہ آئی۔ اسلام لانے والوں میں آپ تیسرے یا چوتھے یا پانچویں ہیں اور اس سبقت اسلامی کے ساتھ آپ کے زہد و اتقاء کا یہ عالم تھا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ ابوذر فی امتی شبیہ عیسٰی ابن مریم فی زہدہ و ورعہ میری اُمت میں ابوذر زہد و ورع میں عیسٰی ابن مریم کی مثال ہیں۔

آپ حضرت عمر کے دورِ حکومت میں شام چلے گئے اور حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں بھی وہیں مقیم تھے۔ زندگی کے شب و روز ہدایت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دیتے۔ اہل بیتؑ رسولؐ کی عظمت سے روشناس کرنے اور جادۂ حق کی طرف رہنمائی فرمانے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ شام اور جبل عامل میں شیعیت کے جو اثرات پائے جاتے ہیں وہ آپ ہی کی تبلیغ و مساعی کا نتیجہ اور آپ ہی کے بوئے ہوئے بیج کے برگ و بار ہیں۔ امیر شام معاویہ کو ان کی یہ روش پسند نہ تھی۔ چنانچہ وہ ان کے کھلم کھلا لے دے کرنے اور حضرت عثمان کی زراندوزی و بے راہ روی کے تذکرے کرنے سے انتہائی بیزار تھے۔ مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی آخر اُس نے حضرت عثمان کو لکھا کہ اگر یہ کچھ عرصہ اور یہاں مقیم رہے تو ان اطراف کے لوگوں کو تم سے برگشتہ کردیں گے۔ لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہئے۔ جس پر انہوں نے لکھا کہ ابوذر کو شتر بے پالان پر سوار کرکے مدینہ روانہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور انہیں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ جب آپ مدینہ پہنچے تو یہاں بھی حق و صداقت کی تبلیغ شروع کر دی۔ مسلمانوں کو پیغمبرؐ کا عہد یاد دلاتے کسروی و قیصری شان کے مظاہروں سے روکتے جس پر حضرت عثمان جزبز ہوتے۔ اُن کی زبان بندی کی تدبیریں کرتے۔ چنانچہ ایک دن انہیں بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کہتے پھرتے ہو کہ پیغمبرؐ نے فرمایا تھا۔

اذا كملت بنو اميّة ثلثين رجلا اتخذوا بلاد الله دولا وعباد الله خولا و دين الله دَخلاً۔

جب بنی امیہ کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو وہ اللہ کے شہروں کو اپنی جاگیر اور اس کے بندوں کو اپنا غلام اور اُس کے دین کو فریب کاری کا ذریعہ قرار دے لیں گے۔

آپ نے کہا بے شک میں نے پیغمبر اسلامؐ کو یہ فرماتے سنا تھا۔ عثمان نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور پاس بیٹھنے والوں سے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس حدیث کو سنا ہے۔ سب نے نفی میں جواب دیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ سے دریافت کیا جائے۔ چنانچہ آپ کو بلا کر دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ درست ہے اور ابوذر سچ کہتے ہیں۔ عثمان نے کہا کہ آپ کس بناء پر اس حدیث کی صحت کی گواہی دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے پیغمبر کو فرماتے سنا ہے کہ

مَا اَظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء على ذى لهجة اصدق من ابى ذر

کسی بولنے والے پر آسمان نے سایہ نہیں ڈالا اور زمین نے اُسے نہیں اٹھایا جو ابوذر سے زیادہ راست گو ہو۔

اب حضرت عثمان کیا کہہ سکتے تھے اگر جھٹلاتے تو پیغمبرؐ کی تکذیب لازم آتی تھی۔ پیچ و تاب کھا کر رہ گئے اور کوئی تردید نہ کر سکے۔ ادھر حضرت ابوذر نے سرمایہ پرستی کے خلاف کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا اور حضرت عثمان کو دیکھتے تو اس آیت کی تلاوت فرماتے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ○

وہ لوگ یہ سونا اور چاندی جمع کرتے رہتے ہیں اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو جس دن کہ اُن کا جمع کیا ہوا سونا چاندی دوزخ کی آگ میں تپایا جائیگا اور اس سے انکی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائیگا کہ یہ وہی ہے جسے تم نے اپنے لئے ذخیرہ بنا کر رکھا تھا تو اب اس ذخیرہ اندوزی کا مزا چکھو۔

حضرت عثمان نے مال و دولت کا لالچ دیا مگر اُس طائرِ آزاد کو سنہری جال میں نہ جکڑ سکے۔ تشدد و سختی سے بھی کام لیا مگر اُن کی زبانِ حق ترجمان کو بند نہ کر سکے آخر انہیں مدینہ چھوڑ دینے اور ربذہ کی جانب چلے جانے کا حکم دیا اور طرید رسول کے فرزند مروان کو اس پر مامور کیا کہ وہ انہیں مدینہ سے باہر نکال دے اور اس کے ساتھ یہ قہرمانی فرمان بھی صادر فرمایا کہ کوئی اُن سے کلام نہ کرے اور نہ انہیں الوداع کہے، مگر امیر المومنینؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ، عقیل، عبداللہ، ابن جعفر اور عمار یاسر نے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں رخصت کرنے کے لئے ساتھ ہو لئے اور اسی رخصت کے موقعہ پر حضرت نے اُن سے یہ کلمات فرمائے۔

ربذہ میں حضرت ابوذرؓ کی زندگی بڑی ابتلاؤں میں کٹی، یہیں پر آپ کے فرزند ذر اور اہلیہ نے انتقال کیا اور جو بھیڑ بکریاں گزارے کے لئے پال رکھی تھیں وہ بھی ہلاک ہو گئیں۔ اولاد میں صرف ایک دختر رہ گئی جو فاقوں اور دکھوں میں برابر کی شریک تھی، جب سروسامان زندگی ناپید ہو گئے اور فاقوں پر فاقے ہونے لگے تو اُس نے حضرت ابوذرؓ سے عرض کیا کہ بابا یہ زندگی کے دن کس طرح کٹیں گے کہیں آنا



جانا چاہیئے اور رزق کی تلاش کرنا چاہیئے۔ جس پر حضرت ابوذر اسے ہمراہ لے کر صحرا کی طرف نکل کھڑے ہوئے، مگر گھاس پات بھی میسر نہ آ سکا۔ آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ریت جمع کر کے اُس کا ڈھیر بنایا اور اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے اسی عالم میں سانسیں اکھڑ گئیں پتلیاں اوپر چڑھ گئیں نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ جب دختر ابوذر نے یہ حالت دیکھی تو سراسیمہ و مضطرب ہو کر کہنے لگی کہ بابا اگر آپ نے اس لق و دق صحرا میں انتقال فرمایا تو میں اکیلی کیسے دفن و کفن کا سامان کروں گی۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی گھبراؤ نہیں، پیغمبر اکرمؐ مجھ سے فرما گئے تھے کہ اے ابوذر تم عالمِ غربت میں مرو گے، اور کچھ عراقی تمہاری تجہیز و تکفین کریں گے۔ تم میرے مرنے کے بعد ایک چادر میرے اوپر ڈال دینا اور سرِ راہ جا بیٹھنا اور جب ادھر سے کوئی قافلہ گزرے تو اس سے کہنا کہ پیغمبرؐ کے صحابی ابوذر نے انتقال کیا ہے۔ چنانچہ اُن کی رحلت کے بعد وہ سرِ راہ جا کر بیٹھ گئی۔ کچھ دیر کے بعد ایک قافلہ گزرا جس میں ہلال ابن مالک مزنی، احنف ابن قیس تمیمی صعصعہ ابن صوحان عبدی، اسود ابن قیس تمیمی اور مالک ابن حارث اشتر تھے۔ جب انہوں نے حضرت ابوذر کے انتقال کی خبر سنی تو اس بیکسی کی موت پر تڑپ اٹھے۔ سواریاں روک لیں اور ان کی تجہیز و تکفین کے لئے سفر ملتوی کر دیا۔ مالک اشتر نے ایک حلہ کفن کے لئے دیا جس کی قیمت چار ہزار درہم تھی اور تجہیز و تکفین کے فرائض سرانجام دے کر رخصت ہوئے۔ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۲ھ کا ہے۔

## خطبہ ۱۲۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيَّتُهَا النُّفُوْسُ الْمُخْتَلِفَةُ وَالْقُلُوْبُ الْمُتَشَتِّتَةُ الشَّاهِدَةُ اَبْدَانُهُمْ وَالْغَائِبَةُ عَنْهُمْ عُقُوْلُهُمْ، اَظْاَرُكُمْ عَلَى الْحَقِّ وَ اَنْتُمْ تَنْفِرُوْنَ عَنْهُ نُفُوْرَ الْمِعْزٰى مِنْ وَّعْوَعَةِ الْاَسَدِ، هَيْهَاتَ اَنْ اُطْلِعَ بِكُمْ سَرَارَ الْعَدْلِ، اَوْ اُقِيْمَ اعْوِجَاجَ الْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْ كَانَ مِنَّا مُنَافَسَةً فِيْ سُلْطَانٍ وَلَا الْتِمَاسَ شَيْءٍ مِّنْ فُضُوْلِ الْحُطَامِ، وَلٰكِنْ لِّنَرُدَّ الْمَعَالِمَ مِنْ دِيْنِكَ وَ نُظْهِرَ الْاِصْلَاحَ فِيْ بِلَادِكَ فَيَاْمَنَ الْمَظْلُوْمُوْنَ مِنْ عِبَادِكَ وَتُقَامَ الْمُعَطَّلَةُ مِنْ حُدُوْدِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ

اے الگ الگ طبیعتوں اور پراگندہ دل و دماغ والو کہ جن کے جسم موجود اور عقلیں گم ہیں میں تمہیں نرمی و شفقت سے حق کی طرف لانا چاہتا ہوں اور تم اس سے اس طرح بھڑک اٹھتے ہو جس طرح شیر کے دھاڑ سے بھیڑ بکریاں، کتنا دشوار ہے کہ میں تمہارے سہارے پر چھپے ہوئے عدل کو ظاہر کروں یا حق میں پیدا کی ہوئی کجیوں کو سیدھا کروں۔ بارالہٰا تو خوب جانتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہم سے (جنگ و پیکار کی صورت میں) ظاہر ہوا اس لئے نہیں تھا کہ ہمیں تسلط و اقتدار کی خواہش تھی یا مالِ دنیا کی طلب تھی بلکہ یہ اس لئے تھا کہ ہم دین کے نشانات کو (پھر اُن کی جگہ پر) پلٹائیں اور تیرے شہروں میں امن و بہبودی کی صورت پیدا کریں تا کہ تیرے ستم رسیدہ بندوں کو کوئی کھٹکا نہ رہے اور تیرے وہ احکام (پھر سے) جاری ہو جائیں جنہیں بیکار بنا دیا گیا ہے۔ اے اللہ! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیری طرف رجوع کی اور تیرے حکم کو سن کر لبیک کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے علاوہ

اَوَّلَ مَنْ اَنَابَ وَسَمِعَ وَاَجَابَ لَمْ يَسْبِقْنِىْ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِالصَّلٰوةِ۔

وَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّهٗ لَا يَنْبَغِىْ اَنْ يَّكُوْنَ الْوَالِىْ عَلَى الْفُرُوْجِ وَالدِّمَآءِ وَالْمَغَانِمِ وَالْاَحْكَامِ وَاِمَامَةِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَخِيْلُ فَتَكُوْنَ فِىْ اَمْوَالِهِمْ نَهْمَتُهٗ۔ وَلَا الْجَاهِلُ فَيُضِلَّهُمْ بِجَهْلِهٖ، وَلَا الْجَافِىْ فَيَقْطَعَهُمْ بِجَفَائِهٖ، وَلَا الْحَائِفُ لِلدُّوَلِ فَيَتَّخِذَ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ وَّلَا الْمُرْتَشِىْ فِى الْحُكْمِ فَيَذْهَبَ بِالْحُقُوْقِ وَيَقِفَ بِهَا دُوْنَ الْمَقَاطِعِ، وَلَا الْمُعَطِّلُ لِلسُّنَّةِ فَيُهْلِكَ الْاُمَّةَ۔

کسی نے بھی نماز پڑھنے میں مجھ پر سبقت نہیں کی۔

(اے لوگو!) تمہیں یہ معلوم ہے کہ ناموس، خون، مال غنیمت (نفاذ) احکام اور مسلمانوں کی پیشوائی کے لئے کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی بخیل حاکم ہو کیونکہ اس کا دانت مسلمانوں کے مال پر لگا رہے گا، اور نہ کوئی جاہل کہ وہ انہیں اپنی جہالت کی وجہ سے گمراہ کرے گا۔ اور نہ کوئی کج خلق کہ وہ اپنی تند مزاجی سے چرکے لگاتا رہے گا، اور نہ کوئی مال و دولت میں بے راہ روی کرنے والا کہ وہ کچھ لوگوں کو دے گا اور کچھ کو محروم کر دے گا اور نہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والا کہ وہ دوسروں کے حقوق کو رائیگاں کر دے گا اور انہیں انجام تک نہ پہنچائے گا اور نہ کوئی سنت کو بیکار کر دینے والا کہ وہ امت کو تباہ و برباد کر دے گا۔

## خطبہ ۱۳۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

نَحْمَدُهٗ عَلٰى مَا اَخَذَ وَاَعْطٰى، وَعَلٰى مَا اَبْلٰى وَابْتَلٰى الْبَاطِنُ لِكُلِّ خَفِيَّةٍ وَّالْحَاضِرُ لِكُلِّ سَرِيْرَةٍ الْعَالِمُ بِمَا تُكِنُّ الصُّدُوْرُ وَمَا تَخُوْنُ الْعُيُوْنُ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَجِيْبُهٗ وَ بَعِيْثُهٗ شَهَادَةً يُّوَافِقُ فِيْهَا السِّرُّ الْاِعْلَانَ وَالْقَلْبُ اللِّسَانَ۔

(مِنْهَا) فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ الْجِدُّ لَا اللَّعِبُ وَالْحَقُّ لَا الْكَذِبُ۔ وَمَا هُوَ اِلَّا الْمَوْتُ

وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے (سب پر) ہم اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ وہ ہر چھپی ہوئی چیز کی گہرائیوں سے آگاہ، اور ہر پوشیدہ شے پر حاضر و ناظر ہے۔ وہ سینوں میں چھپی ہوئی چیزوں اور آنکھوں کی چوری چھپے اشاروں کا جاننے والا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے برگزیدہ (بندے) اور فرستادہ (رسول) ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دل و زبان ہمنوا ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے خدا کی قسم وہ چیز جو سراسر حقیقت ہے ہنسی کھیل نہیں اور سرتا پا حق ہے جھوٹ نہیں۔ وہ صرف موت ہے اس کے پکارنے والے نے اپنی آواز پہنچا دی ہے اور اس کے ہنکانے والے نے جلدی مچا رکھی ہے، یہ (زندہ) لوگوں کی



قَدْ اَسْمَعَ دَاعِيْهِ وَاَعْجَلَ حَادِيْهِ، فَلَا يَغُرَّنَّكَ سَوَادُ النَّاسِ مِنْ نَّفْسِكَ فَقَدْ رَاَيْتَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِمَّنْ جَمَعَ الْمَالَ وَحَذِرَ الْاِقْلَالَ وَاَمِنَ الْعَوَاقِبَ طُوْلَ اَمَلٍ وَّاسْتِبْعَادَ اَجَلٍ۔ كَيْفَ نَزَلَ بِهِ الْمَوْتُ فَاَزْعَجَهٗ عَنْ وَّطَنِهٖ۔ وَاَخَذَهٗ مِنْ مَّاْمَنِهٖ، مَحْمُوْلًا عَلٰى اَعْوَادِ الْمَنَايَا۔ يَتَعَاطٰى بِهِ الرِّجَالُ الرِّجَالَ حَمْلًا عَلَى الْمَنَاكِبِ وَاِمْسَاكًا بِالْاَنَامِلِ اَمَا رَاَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَاْمُلُوْنَ بَعِيْدًا وَّيَبْنُوْنَ مَشِيْدًا وَّيَجْمَعُوْنَ كَثِيْرًا كَيْفَ اَصْبَحَتْ بُيُوْتُهُمْ قُبُوْرًا۔ وَمَا جَمَعُوْا بُوْرًا۔ وَصَارَتْ اَمْوَالُهُمْ لِلْوَارِثِيْنَ لَا فِىْ حَسَنَةٍ يَزِيْدُوْنَ، وَلَا مِنْ سَيِّئَةٍ يَّسْتَعْتِبُوْنَ فَمَنْ اَشْعَرَ التَّقْوٰى قَلْبَهٗ بَرَّزَ مَهَلُهٗ وَفَازَ عَمَلُهٗ۔ فَاهْتَبِلُوْا هَبَلَهَا وَاعْمَلُوْا لِلْجَنَّةِ عَمَلَهَا۔ فَاِنَّ الدُّنْيَا لَمْ تُخْلَقْ لَكُمْ دَارَ مُقَامٍ، بَلْ خُلِقَتْ لَكُمْ مَجَازًا لِّتَزَوَّدُوْا مِنْهَا الْاَعْمَالَ اِلٰى دَارِ الْقَرَارِ فَكُوْنُوْا مِنْهَا عَلٰى اَوْفَازٍ، وَّقَرِّبُوا الظُّهُوْرَ لِلزِّيَالِ۔

کثرت تمہارے نفس کو دھوکا نہ دے (کہ اپنی موت کو بھول جاؤ) تم اُن لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے جنہوں نے مال و دولت کو سمیٹا تھا۔ جو افلاس سے ڈرتے تھے اور امیدوں کی درازی اور موت کی دوری کا (فریب کھا کر) نتائج سے بے خوف بن چکے تھے۔ دیکھ چکے ہو کہ کس طرح موت اُن پر ٹوٹ پڑی کہ انہیں وطن سے نکال باہر کیا اور اُن کی جائے امن سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اس عالم میں کہ وہ تابوت پر لدے ہوئے تھے اور لوگ یکے بعد دیگرے کندھا دے رہے تھے اور اپنی انگلیوں (کے سہارے) سے روکے ہوئے تھے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جو دور کی امیدیں لگائے بیٹھے تھے۔ جنہوں نے مضبوط محل بنائے تھے اور ڈھیروں مال جمع کیا تھا کس طرح ان کے گھر قبروں میں بدل گئے اور جمع شدہ پونجی تباہ ہو گئی اور ان کا مال وارثوں کا ہو گیا۔ اور ان کی بیویاں دوسروں کے پاس پہنچ گئیں (اب) نہ وہ نیکیوں میں کچھ اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کا کوئی موقعہ ہے کہ وہ کسی گناہ کے بعد (توبہ کر کے) اللہ کی رضا مندیاں حاصل کر لیں جس شخص نے اپنے دل کو تقویٰ شعار بنا لیا وہ بھلائیوں میں سبقت لے گیا اور اس کا کیا کرایا سوارت ہوا تقویٰ حاصل کرنے کا موقعہ غنیمت سمجھو اور جنت کے لئے جو عمل ہونا چاہئے اُسے انجام دو۔ کیونکہ دنیا تمہاری قیام گاہ نہیں بنائی گئی، بلکہ یہ تو تمہارے لئے گزرگاہ ہے تاکہ تم اس سے اپنی مستقل قیام گاہ کے لئے زاد اکٹھا کر سکو۔ اُس دنیا سے چل نکلنے کے لئے آمادہ رہو، اور کوچ کے لئے سواریاں اپنے سے قریب کر لو (کہ وقت آنے پر بآسانی سوار ہو سکو)۔

## خطبہ ۱۳۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

دنیا و آخرت اپنی باگ ڈور اللہ کو سونپے ہوئے اُس کے زیر

وَانْقَادَتْ لَهُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ بِاَزِمَّتِهَا وَقَذَفَتْ اِلَيْهِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرَضُوْنَ مَقَالِيْدَهَا، وَسَجَدَتْ لَهُ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ الْاَشْجَارُ النَّاضِرَةُ وَقَدَحَتْ لَهُ مِنْ قُضْبَانِهَا النِّيْرَانَ الْمُضِيْئَةَ وَاٰتَتْ اُكُلَهَا بِكَلِمَاتِهِ الثِّمَارَ الْيَانِعَةَ۔

فرمان ہے اور آسمان وزمین نے اپنی کنجیاں اُس کے آگے ڈال دی ہیں اور تروتازہ شادات درخت صبح وشام اس کے آگے سربسجود ہیں اور اپنی شاخوں سے چمکتی ہوئی آگ (کے شعلے) بھڑکاتے ہیں اور اس کے حکم میں (پھل پھول کر) پکے ہوئے میوؤں (کی ڈالیاں) پیش کرتے ہیں۔

(مِنْهَا) وَكِتَابُ اللّٰهِ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نَاطِقٌ لَّا يَعْيٰى لِسَانُهٗ وَبَيْتٌ لَّا تُهْدَمُ اَرْكَانُهٗ۔ وَعِزٌّ لَا تُهْزَمُ اَعْوَانُهٗ۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ اللہ کی کتاب تمہارے سامنے اس طرح (کھل کر) بولنے والی ہے کہ اس کی زبان کہیں لڑکھڑاتی نہیں اور ایسا گھر ہے جسکے کھمبے سرنگوں نہیں ہوتے اور ایسی عزت ہے کہ اسکے معاون شکست نہیں کھاتے۔

(وَمِنْهَا) اَرْسَلَهٗ عَلٰى حِيْنِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَتَنَازُعٍ مِّنَ الْاَلْسُنِ، فَقَفّٰى بِهِ الرُّسُلَ وَخَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ فَجَاهَدَ فِي اللّٰهِ الْمُدْبِرِيْنَ عَنْهُ وَالْعَادِلِيْنَ بِهٖ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اس وقت بھیجا جبکہ رسولوں کی بعثت کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور لوگوں میں جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔ چنانچہ آپ کو سب رسولوں سے آخر میں بھیجا اور آپ کے ذریعہ سے وحی کا سلسلہ ختم کیا۔ آپ نے اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کیا جو اس سے پیٹھ پھرائے ہوئے تھے اور دوسروں کو اس کا ہم سر ٹھہرا رہے تھے۔

(وَمِنْهَا) وَاِنَّمَا الدُّنْيَا مُنْتَهٰى بَصَرِ الْاَعْمٰى، لَا يُبْصِرُ وَرَآءَهَا شَيْئًا وَّالْبَصِيْرُ يَنْفُذُهَا بَصَرُهٗ وَيَعْلَمُ اَنَّ الدَّارَ وَرَآءَهَا، فَالْبَصِيْرُ مِنْهَا شَاخِصٌ وَّالْاَعْمٰى اِلَيْهَا شَاخِصٌ وَّالْبَصِيْرُ مِنْهَا مُتَزَوِّدٌ۔ وَّالْاَعْمٰى لَهَا مُتَزَوِّدٌ۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے (دل کے) اندھے کے منتہائے نظر میں دنیا ہوتی ہے کہ اسے اس کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور نظر رکھنے والے کی نگاہیں اس سے پار چلی جاتی ہیں اور وہ اس امر کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے بعد بھی ایک گھر ہے۔ نگاہ رکھنے والا اس سے نکلنا چاہتا ہے اور اندھا اسی پر نظریں جمائے رہتا ہے۔ بابصیرت اس سے (آخرت کے لئے) زاد حاصل کرتا ہے اور بے بصیرت اسی کے سروسامان میں لگا رہتا ہے۔

(وَمِنْهَا) وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا وَيَكَادُ صَاحِبُهٗ اَنْ يَّشْبَعَ مِنْهُ وَيَمَلَّهٗ اِلَّا الْحَيٰوةَ فَاِنَّهٗ، لَا يَجِدُ لَهٗ فِي الْمَوْتِ رَاحَةً وَّاِنَّمَا ذٰلِكَ بِمَنْزِلَةِ الْحِكْمَةِ الَّتِيْ هِيَ حَيَاةٌ لِّلْقَلْبِ الْمَيِّتِ، وَبَصَرٌ لِّلْعَيْنِ

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے تمہیں جاننا چاہئے کہ ہر شے سے آدمی کبھی کبھی سیر ہو جاتا ہے اور اکتا جاتا ہے۔ سوا زندگی کے وہ کبھی مرنے میں راحت نہیں محسوس کرتا اور اس حکمت کی طرح ہے کہ جو قلب مردہ کے لئے، حیات، اندھی آنکھوں



الْعَمْيَآءِ، وَسَمْعٌ لِّلْاُذُنِ الصَّمَّآءِ، وَرِيٌّ لِّلظَّمْاٰنِ وَفِيْهَا الْغِنٰى كُلُّهٗ وَالسَّلَامَةُ كِتَابُ اللّٰهِ تُبْصِرُوْنَ بِهٖ۔ وَتَنْطِقُوْنَ بِهٖ وَتَسْمَعُوْنَ بِهٖ۔ وَيَنْطِقُ بَعْضُهٗ بِبَعْضٍ، وَيَشْهَدُ بَعْضُهٗ عَلٰى بَعْضٍ وَلَا يَخْتَلِفُ فِي اللّٰهِ وَلَا يُخَالِفُ بِصَاحِبِهٖ عَنِ اللّٰهِ۔ قَدِ اصْطَلَحْتُمْ عَلَى الْغِلِّ فِيْمَا بَيْنَكُمْ، وَنَبَتَ الْمَرْعٰى عَلٰى دِمَنِكُمْ۔ وَتَصَافَيْتُمْ عَلٰى حُبِّ الْاٰمَالِ وَتَعَادَيْتُمْ فِيْ كَسْبِ الْاَمْوَالِ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكُمُ الْخَبِيْثُ وَتَاهَ بِكُمُ الْغُرُوْرُ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِيْ وَاَنْفُسِكُمْ۔

کے لئے بینائی۔ بہرے کانوں کے لئے شنوائی اور تشنہ کام کے لئے سیرابی ہے اور اسی میں پورا پورا سامان کفایت وسروسامان حفاظت ہے۔ یہ اللہ کی کتاب ہے کہ جس کے ذریعہ تمہیں سجھائی دیتا ہے اور تمہاری زبان میں گویائی آتی ہے اور (حق کی آواز) سنتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کچھ حصوں کی وضاحت کرتے ہیں اور بعض بعض کی صداقت کی گواہی دیتے ہیں اور یہ ذات الٰہی کے متعلق الگ الگ نظریئے نہیں پیش کرتا اور نہ اپنے ساتھی کو اس کی راہ سے ہٹا کر کسی اور راہ پر لگا دیتا ہے (مگر) تم نے دلی کدورتوں اور گھورے پر اُگے ہوئے سبزہ کی خواہش پر ایکا کرلیا ہے۔ امیدوں کی چاہت پر تو تم میں صلح صفائی ہے اور مال کے کمانے پر ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہو۔ تمہیں (شیطان) خبیث نے بھٹکا دیا ہے اور فریبوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے۔ میرے اور تمہارے نفسوں کے مقابل میں اللہ ہی مددگار ہے۔

## خطبہ ۱۳۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ شَاوَرَهٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فِي الْخُرُوْجِ اِلٰى غَزْوِ الرُّوْمِ بِنَفْسِهٖ۔

جب حضرت عمر ابن خطاب نے غزوہ روم میں شرکت کے لئے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا۔

وَقَدْ تَوَكَّلَ اللّٰهُ لِاَهْلِ هٰذَا الدِّيْنِ بِاِعْزَازِ الْحَوْزَةِ وَسَتْرِ الْعَوْرَةِ، وَالَّذِيْ نَصَرَهُمْ وَهُمْ قَلِيْلٌ لَّا يَنْتَصِرُوْنَ وَمَنَعَهُمْ، وَهُمْ قَلِيْلٌ لَّا يَمْتَنِعُوْنَ۔ ''حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ'' اِنَّكَ مَتٰى تَسِرْ اِلٰى هٰذَا الْعَدُوِّ بِنَفْسِكَ فَتَلْقَهُمْ بِشَخْصِكَ فَتُنْكَبْ لَا تَكُنْ لِّلْمُسْلِمِيْنَ كَانِفَةٌ دُوْنَ اَقْصٰى

اللہ نے دین والوں کی حدوں کو تقویت پہنچانے اور ان کی غیر محفوظ جگہوں کو (دشمن کی) نظر سے بچائے رکھنے کا ذمہ لیا ہے۔ وہی خدا (اب بھی) زندہ وغیر فانی ہے کہ جس نے اس وقت ان کی تائید ونصرت کی تھی جبکہ وہ اتنے تھوڑے تھے کہ دشمن سے انتقام نہیں لے سکتے تھے اور ان کی حفاظت کی جب وہ اتنے کم تھے کہ اپنے کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ تم اگر خود ان دشمنوں کی طرف بڑھے اور ان سے ٹکرائے اور کسی افتاد میں پڑ گئے تو اس صورت میں مسلمانوں کے لئے دور کے شہروں کے پہلے کوئی ٹھکانا نہ رہے گا اور نہ تمہارے بعد کوئی ایسی پلٹنے کی جگہ ہوگی کہ

بِلَادِهِمْ۔ لَيْسَ بَعْدَكَ مَرْجِعٌ يَرْجِعُوْنَ اِلَيْهِ۔ فَابْعَثْ اِلَيْهِمْ رَجُلًا مُجَرَّبًا وَاحْفِزْ مَعَهٗ اَهْلَ الْبَلَاۗءِ وَالنَّصِيْحَةِ، فَاِنْ اَظْهَرَ اللّٰهُ فَذَاكَ مَا تُحِبُّ، وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى كُنْتَ رِدْءًا لِّلنَّاسِ وَمَثَابَةً لِّلْمُسْلِمِيْنَ۔

اس کی طرف پلٹ کر آ سکیں۔ تم ان کی طرف (اپنے بجائے) کوئی تجربہ کار آدمی بھیجو اور اس کے ساتھ اچھی کارکردگی والے اور خیر خواہی کرنے والے لوگوں کو بھیج دو۔ اگر اللہ نے غلبہ دے دیا تو تم یہی چاہتے ہو اگر دوسری صورت (شکست) ہو گئی تو تم لوگوں کے لئے ایک مددگار اور مسلمان کے لئے پلٹنے کا مقام ہو گے۔

ا؎ امیر المومنینؑ کے متعلق یہ عجیب روش اختیار کی جاتی ہے کہ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ آپ اُمور سیاست سے بے خبر اور طریق جہانبانی سے ناآشنا تھے کہ جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بنی اُمیہ کے ہوس اقتدار سے پیدا کی ہوئی شورشوں کو آپ کی کمزوری سیاست کا نتیجہ قرار دیا جائے اور دوسری طرف خلفائے وقت نے مملکت کے اہم معاملات اور کفار سے محاربات کے سلسلہ میں جو مختلف مواقع پر آپ سے مشورے لئے انہیں بڑی اہمیت دے کر اُچھالا جاتا ہے جس سے یہ مقصد نہیں ہوتا کہ آپ کی صحت فکر و نظر اصابت رائے اور تہ رس بصیرت کو پیش کیا جائے بلکہ صرف یہ غرض ہوتی ہے کہ آپ اور خلفاء میں اتحاد، یگانگت اور یک جہتی کا مظاہرہ کیا جائے تاکہ ادھر توجہ ہی مبذول نہ ہونے پائے کہ آپ کسی مرحلہ پر ان سے متصادم بھی رہے ہیں اور باہم اختلاف و منافشات بھی رونما ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ تاریخی حقائق اس کے شاہد ہیں کہ آپ ان کے نظریات سے اختلاف کرتے تھے اور ان کے ہر اقدام کو درست و صحیح نہ سمجھتے تھے جیسا کہ خطبہ شقشقیہ میں ہر دور کے متعلق واشگاف لفظوں میں تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اختلاف رائے اور غم و غصہ کا اظہار فرمایا ہے۔ لیکن اس اختلاف کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلامی و اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں صحیح رہنمائی نہ کی جائے۔ پھر امیر المومنینؑ کی سیرت تو اتنی بلند تھی کہ کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی ایسے مشورے سے پہلو تہی کریں گے کہ جس سے مفادِ عامہ وابستہ ہو یا کوئی ایسا مشورہ دیں گے جس سے مصالح عامہ کو نقصان پہنچے۔ اسی لئے نظریات کے اختلاف کے باوجود آپ سے مشورے لئے جاتے تھے جس سے آپ کے کردار کی عظمت اور صحت فکر و نظر پر روشنی پڑتی ہے اور جس طرح پیغمبر اکرمؐ کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر ہے کہ کفارِ قریش آپ کو دعوت نبوّت میں جھٹلانے کے باوجود بہترین امانت دار سمجھتے تھے اور کبھی آپ کی امانت پر شبہہ نہ کر سکے بلکہ مخالفت کے ہنگاموں میں بھی اپنی امانتیں بے کھٹکے آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور کبھی یہ وہم نہ کرتے تھے کہ اُن کی امانتیں خُرد بُرد ہو جائیں گی۔ یوں ہی امیر المومنینؑ بھی وثوق و اعتماد کی اس سطح بلند پر سمجھتے تھے کہ دوست و دشمن ان کی اصابت رائے پر اعتماد کرتے تھے تو جس طرح پیغمبرؐ کے طرز عمل سے ان کے کمال امانتداری کا پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاتا کہ ان میں اور کفار میں یگانگت تھی کیونکہ امانت اپنے مقام پر ہے اور کفر و اسلام کا ٹکراؤ اپنے مقام پر اسی طرح امیر المومنینؑ خلفا سے اختلاف رکھنے کے باوجود ان کی نظروں میں ملکی و قومی مفاد کے محافظ اور اسلام کی فلاح و بہبود کے نگران سمجھے جاتے تھے، چنانچہ جہاں نوعی مفاد کا سوال پیدا ہوتا تھا آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا اور آپ شخصی اغراض کی سطح سے بلند ہو کر اپنی بے لاگ رائے کا اظہار فرما دیتے تھے اور حدیث نبوی المستشار موتمن مشیر امین ہوتا ہے کہ پیش نظر کبھی غل و غش گوارا نہ کرتے تھے۔ چنانچہ جنگ فلسطین کے موقعہ پر جب حضرت عمر نے اپنی شرکت کے بارے میں اُن سے مشورہ لیا تو قطع نظر اس سے کہ آپ کی رائے ان کے جذبات کے موافق ہو، یا مخالفت آپ اسلام کی عزت و بقا کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں



اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا مشورہ دیتے ہیں اور محاذ جنگ میں ایسے شخص کو بھیجنے کی رائے دیتے ہیں کہ جو آزمودہ کار اور فنون حرب و ضرب میں ماہر ہو۔ کیونکہ ناتجربہ کار آدمی کے چلے جانے سے فتح و کامرانی کی بجائے شکست و ہزیمت کے آثار آپ کو نظر آ رہے تھے اس لئے انہیں روک دینے ہی میں اسلامی مفاد نظر آیا چنانچہ اس کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا ہے کہ اگر تمہیں میدان چھوڑ کر پلٹنا پڑے تو یہ صرف تمہاری شکست نہ ہو گی بلکہ اس سے مسلمان بددل ہو کر حوصلہ چھوڑ بیٹھیں گے اور میدان جنگ سے روگرداں ہو کر تتر بتر ہو جائیں گے کیونکہ رئیس لشکر کے میدان چھوڑ دینے سے لشکر کے قدم جم نہ سکیں گے اور ادھر مرکز کے خالی ہو جانے کی وجہ سے یہ توقع بھی نہ کی جا سکے گی کہ عقب سے مزید فوجی کمک آ جائے گی کہ جس سے لڑنے بھڑنے والوں کی ڈھارس بندھی رہے۔

یہ ہے وہ مشورہ جسے باہمی روابط پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ مشورہ صرف اسلام کی سربلندی اور اُس کی عزت و بقا کے پیش نظر تھا جو آپ کو ہر مفاد سے زیادہ عزیز تھی اور کسی شخص خاص کی جان عزیز نہ تھی کہ جس کی بناء پر اسے جنگ میں شرکت سے روکا ہو۔

## خطبہ ۱۳۳

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
وَقَدْ وَقَعَتْ مُشَاجَرَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عُثْمَانَ فَقَالَ الْمُغِيْرَةُ ابْنُ الْاَخْنَسِ لِعُثْمَانَ اَنَا اَكْفِيْكَهٗ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلْمُغِيْرَةِ۔

يَابْنَ اللَّعِيْنِ الْاَبْتَرِ، وَالشَّجَرَةِ الَّتِىْ لَا اَصْلَ لَهَا وَلَا فَرْعَ، اَنْتَ تَكْفِيْنِىْ؟ وَاللهِ مَا اَعَزَّ اللّٰهُ مَنْ اَنْتَ نَاصِرُهٗ وَلَا قَامَ مَنْ اَنْتَ مُنْهِضُهٗ اُخْرُجْ عَنَّا اَبْعَدَ اللّٰهُ نَوَاكَ، ثُمَّ ابْلُغْ جُهْدَكَ فَلَا اَبْقَى اللّٰهُ عَلَيْكَ اِنْ اَبْقَيْتَ۔

آپ میں اور عثمان ابن عفان میں کچھ بحث ہوئی تو مغیرہ ابن اخنس نے عثمان سے کہا میں ان سے تمہاری طرف سے نپٹ لیتا ہوں، جس پر آپ نے مغیرہ سے کہا۔

اے[ا؎] بے اولاد لعین کے بیٹے اور ایسے درخت کے پھل جس کی نہ کوئی جڑ ہے نہ شاخ تو بھلا مجھ سے کیا نپٹے گا خدا کی قسم جس کا تجھ ایسا مددگار ہو، اللہ اُسے غلبہ و سرفرازی نہیں دیتا اور جس کا تجھ ایسا ابھارنے والا ہو (وہ اپنے پیروں پر) کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ہم سے دور ہو خدا تیری منزل کو دور ہی رکھے اور اس کے بعد جو بن پڑے کرنا اور اگر کچھ بھی مجھ پر ترس کھائے تو خدا تجھ پر رحم نہ کرے۔

ا؎ مغیرہ ابن اخنس عثمان کے خیر خواہوں میں سے تھا۔ اس کا بھائی ابوالحکم ابن اخنس اُحد میں امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا جس کی وجہ سے یہ حضرت کی طرف سے دل میں کینہ و عناد رکھتا تھا۔ اس کا باپ اُن لوگوں میں سے تھا جو فتح مکہ کے موقعہ پر بظاہر ایمان لے آئے۔ مگر دلوں میں کفر و نفاق لئے ہوئے تھے، اس لئے لعین فرمایا اور ابتر اس لئے کہا ہے کہ جس کی مغیرہ ایسی اولاد ہو وہ بے اولاد ہی سمجھے جانے کے لائق ہے۔

## خطبہ ۱۳۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَمْ تَكُنْ بَيْعَتُكُمْ اِيَّايَ فَلْتَةً وَّلَيْسَ اَمْرِيْ وَاَمْرُكُمْ وَاحِدًا ، اِنِّيْ اُرِيْدُكُمْ لِلّٰهِ وَاَنْتُمْ تُرِيْدُوْنَنِيْ لِاَنْفُسِكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ اَعِيْنُوْنِيْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاُنْصِفَنَّ الْمَظْلُوْمَ مِنْ ظَالِمِهٖ وَلَاَقُوْدَنَّ الظَّالِمَ بِخِزَامَتِهٖ، حَتّٰىٓ اُوْرِدَهٗ مَنْهَلَ الْحَقِّ وَاِنْ كَانَ كَارِهًا۔

تم نے میری بیعت اچانک اور بے سوچے سمجھے نہیں کی تھی اور نہ میرا اور تمہارا معاملہ یکساں ہے میں تمہیں اللہ کے لئے چاہتا ہوں اور تم مجھے اپنے شخصی فوائد کے لئے چاہتے ہو۔ اے لوگو! اپنی نفسانی خواہشوں کے مقابلہ میں میری اعانت کرو۔ خدا کی قسم میں مظلوم کا اس کے ظالم سے بدلہ لوں گا اور ظالم کی ناک میں نکیل ڈال کر اُسے سرچشمہ حق تک کھینچ کر لے جاؤں گا اگر چہ اُسے یہ ناگوار کیوں نہ گزرے۔

## خطبہ ۱۳۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فِيْ مَعْنٰى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ:

وَاللّٰهِ مَآ اَنْكَرُوْا عَلَيَّ مُنْكَرًا۔ وَّلَا جَعَلُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ نَصَفًا، وَاِنَّهُمْ لَيَطْلُبُوْنَ حَقًّا هُمْ تَرَكُوْهُ، وَدَمًا هُمْ سَفَكُوْهُ، فَاِنْ كُنْتُ شَرِيْكَهُمْ فِيْهِ فَاِنَّ لَهُمْ نَصِيْبَهُمْ مِنْهُ، وَاِنْ كَانُوْا وَلُوْهُ دُوْنِيْ فَمَا الطَّلِبَةُ اِلَّا قِبَلَهُمْ وَاِنَّ اَوَّلَ عَدْلِهِمْ لَلْحُكْمُ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اِنَّ مَعِيَ لَبَصِيْرَتِيْ مَا لَبَسْتُ وَلَا لُبِّسَ عَلَيَّ وَاِنَّهَا لَلْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فِيْهَا الْحَمَا وَالْحُمَةُ وَالشُّبْهَةُ الْمُغْدِفَةُ، وَاِنَّ الْاَمْرَ لَوَاضِحٌ۔ وَقَدْ زَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ

طلحہ و زبیر کے متعلق ارشاد فرمایا

خدا کی قسم! انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان انصاف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبہ کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا عوض چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بہایا ہے۔ اب اگر اس میں میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نکلتا ہے اور اگر وہی اس کے مرتکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبہ صرف انہی سے ہونا چاہئے اور ان کے عدل و انصاف کا پہلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے، نہ میں نے خود (جان بوجھ کر) کبھی اپنے کو دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کبھی دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ باغی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سگا (زبیر) اور ایک بچھو کا ڈنگ (حمیرا) ہے اور حق پر سیاہ پردے ڈالنے والے شبہے ہیں۔ (اب تو) حقیقت حال کھل کر سامنے آچکی ہے اور باطل اپنی بنیادوں سے ہل چکا ہے اور شر انگیزی سے اس کی



نِصَابِهٖ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنْ شَغْبِهٖ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَاُفْرِطَنَّ لَهُمْ حَوْضًا اَنَا مَاتِحُهٗ لَا يُصْدِرُوْنَ عَنْهُ بِرِيٍّ، وَّلَا يَعُبُّوْنَ بَعْدَهٗ فِيْ حَسْيٍ

(مِنْهُ) فَاَقْبَلْتُمْ اِلَيَّ اِقْبَالَ الْعُوْذِ الْمَطَافِيْلِ عَلٰٓى اَوْلَادِهَا تَقُوْلُوْنَ الْبَيْعَةَ الْبَيْعَةَ قَبَضْتُ كَفِّيْ فَبَسَطْتُمُوْهَا، وَنَازَعَتْكُمْ يَدِيْ فَجَذَبْتُمُوْهَا اَللّٰهُمَّ اِنَّهُمَا قَطَعَانِيْ وَظَلَمَانِيْ ، وَنَكَثَا بَيْعَتِيْ وَاَلَّبَا النَّاسَ عَلَيَّ، فَاحْلُلْ مَا عَقَدَا وَلَا تُحْكِمْ لَهُمَا مَآ اَبْرَمَا وَاَرِهِمَا الْمَسَآءَةَ فِيْمَآ اَمَّلَا وَعَمِلَا، وَلَقَدِ اسْتَثَبْتُهُمَا قَبْلَ الْقِتَالِ وَاسْتَاْنَيْتُ بِهِمَآ اَمَامَ الْوِقَاعِ۔ فَغَمَطَا النِّعْمَةَ وَرَدَّا الْعَافِيَةَ۔

زبان بند ہو چکی ہے۔ خدا کی قسم! میں ان کے لئے ایسا حوض چھلکاؤں گا جس کا پانی نکالنے والا میں ہوں کہ جس سے سیراب ہو کر پلٹنا ان کے امکان میں نہ ہوگا اور نہ اس کے بعد کوئی گڑھا کھود کر پانی پی سکیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ تم اس طرح (شوق و رغبت سے) بیعت بیعت پکارتے ہوئے میری طرف بڑھے جس طرح نئی بیاہی ہوئی بچوں والی اونٹنیاں اپنے بچوں کی طرف۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو اپنی طرف سمیٹا تو تم نے انہیں اپنی جانب پھیلایا۔ میں نے اپنے ہاتھوں کو تم سے چھینا چاہا مگر تم نے انہیں کھینچا۔ خدایا ان دونوں نے میرے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور مجھ پر ظلم ڈھایا ہے اور میری بیعت کو توڑ دیا ہے اور میرے خلاف لوگوں کو اکسایا ہے، لہٰذا تو جو انہوں نے گرہیں لگائی ہیں انہیں کھول دے اور جو انہوں نے بٹا ہے اسے مضبوط نہ ہونے دے اور انہیں ان کی امیدوں اور کرتوتوں کا برا نتیجہ دکھا۔ میں نے جنگ کے چھڑنے سے پہلے انہیں باز رکھنا چاہا اور لڑائی سے قبل انہیں ڈھیل دیتا رہا۔ لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی اور عافیت کو ٹھکرا دیا۔

## خطبہ ۱۳۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(يُوْمِيْ فِيْهَآ اِلٰى ذِكْرِ الْمَلَاحِمِ)

يَعْطِفُ الْهَوٰى عَلَى الْهُدٰى اِذَا عَطَفُوا الْهُدٰى عَلَى الْهَوٰى وَيَعْطِفُ الرَّاْيَ عَلَى الْقُرْاٰنِ اِذَا عَطَفُوا الْقُرْاٰنَ عَلَى الرَّاْيِ۔

(مِنْهَا) حَتّٰى تَقُوْمَ الْحَرْبُ بِكُمْ عَلٰى سَاقٍ بَادِيًا نَّوَاجِذُهَا، مَمْلُوْءَةً اَخْلَافُهَا۔ اَلَا وَفِيْ غَدٍ وَسَيَاْتِيْ غَدٌ بِمَا لَا تَعْرِفُوْنَ

اس میں آنے والے فتنوں اور ہنگاموں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ خواہشوں کو ہدایت کی طرف موڑے گا۔ جبکہ لوگوں نے ہدایت کو خواہشوں کی طرف موڑ دیا ہوگا اور ان کی رایوں کو قرآن کیطرف پھیرے گا جبکہ انہوں نے قرآن کو (توڑ مروڑ کر) قیاس و رائے کے ڈھیر پر لگا لیا ہوگا۔

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے۔ (اس داعی حق سے پہلے) یہاں تک نوبت پہنچے گی کہ جنگ اپنے پیروں پر کھڑی ہو جائے گی۔ دانت نکالے ہوئے اور تھن بھرے ہوئے ان کا دودھ شیریں و

يَأْخُذُ الْوَالِي مِنْ غَيْرِهَا عُمَّالَهَا عَلَى مَسَاوِي أَعْمَالِهَا۔ وَتُخْرِجُ لَهُ الْأَرْضُ أَفَالِيذَ كَبِدِهَا وَتُلْقِي إِلَيْهِ سِلْماً مَقَالِيدَهَا فَيُرِيكُمْ كَيْفَ عَدْلُ السِّيرَةِ وَيُحْيِي مَيِّتَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔

(مِنْهَا) كَأَنِّي بِهِ قَدْ نَعَقَ بِالشَّامِ وَفَحَصَ بِرَايَاتِهِ فِي ضَوَاحِي كُوفَانَ فَعَطَفَ عَلَيْهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ وَفَرَشَ الْأَرْضَ بِالرُّؤُوسِ۔ قَدْ فَغَرَتْ فَاغِرَتُهُ، وَثَقُلَتْ فِي الْأَرْضِ وَطْأَتُهُ بَعِيدَ الْجَوْلَةِ عَظِيمَ الصَّوْلَةِ وَاللّٰهِ لَيُشَرِّدَنَّكُمْ فِي أَطْرَافِ الْأَرْضِ حَتَّى لَا يَبْقَى مِنْكُمْ إِلَّا قَلِيلٌ كَالْكُحْلِ فِي الْعَيْنِ فَلَا تَزَالُونَ كَذَالِكَ حَتَّى تَؤُوبَ إِلَى الْعَرَبِ عَوَازِبُ أَحْلَامِهَا فَالْزَمُوا السُّنَنَ الْقَائِمَةَ وَالْآثَارَ الْبَيِّنَةَ وَالْعَهْدَ الْقَرِيبَ الَّذِي عَلَيْهِ بَاقِي النُّبُوَّةِ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ الشَّيْطَانَ إِنَّمَا يُسَنِّي لَكُمْ طُرُقَهُ لِتَتَّبِعُوا عَقِبَهُ۔

خوش گوار معلوم ہوگا لیکن اس کا انجام تلخ و ناگوار ہوگا۔ ہاں کل اور یہ کل بہت نزدیک ہے کہ ایسی چیزوں کو لے کر آجائے جنہیں ابھی تک تم نہیں پہچانتے حاکم و والی جو اس جماعت میں سے نہیں ہوگا تمام حکمرانوں سے ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے مواخذہ کرے گا اور زمین اس کے سامنے اپنے خزانے انڈیل دے گی اور اپنی کنجیاں بسہولت اس کے آگے ڈال دے گی، چنانچہ وہ تمہیں دکھائے گا کہ حق و عدالت کی روش کیا ہوتی ہے اور وہ دم توڑ چکنے والی کتاب و سنت کو پھر سے زندہ کر دے گا۔[1]

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے گویا یہ منظر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ[2] (داعی باطل) شام میں کھڑا ہوا للکار رہا ہے اور کوفہ کی اطراف میں اپنے جھنڈے لہرا رہا ہے۔ اور کاٹ کھانے والی اونٹنی کی طرح اس پر (حملہ کے لئے) جھکا ہوا ہے اور اُس نے زمین پر سروں کا فرش بچھا دیا ہے اُس کا منہ (پھاڑ کھانے کے لئے) کھل چکا ہے اور زمین میں اُس کی پامالیاں بہت سخت ہو چکی ہیں وہ دور دور تک بڑھ جانے والا اور بڑے شدّ و مد سے حملہ کرنے والا ہے۔ بخدا وہ تمہیں اطراف زمین میں بکھیر دے گا یہاں تک کہ تم میں سے کچھ تھوڑے ہی بچیں گے جیسے آنکھ میں سرمہ تم اسی سراسیمگی کے عالم میں رہو گے یہاں تک کہ عربوں کی عقلیں پھر اپنے ٹھکانے پر آجائیں تم مضبوط طریقوں، روشن نشانیوں اور اسی قریب کے عہد پر جمے رہو کہ جس میں نبوت کے پائیدار آثار ہیں اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ شیطان اپنے قدم بقدم چلانے کے لئے راہیں آسان کرتا رہتا ہے۔

[1] امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حضرت حجت کے ظہور کے سلسلہ میں ہے۔

[2] یہ عبدالملک ابن مروان کی طرف اشارہ ہے کہ جو مروان کے بعد شام میں برسرِ اقتدار آیا اور پھر مصعب کے مقابلہ میں مختار ابن ابی عبیدہ کے مارے جانے پر یہ اپنے پرچم لہراتا ہوا عراق کی طرف بڑھا اور اطراف کوفہ میں ویر جاثلیق کے نزدیک مقام مسکن پر مصعب کی فوجوں سے نبرد آزما ہوا۔ اور اُسے شکست دینے کے بعد فتح مندانہ کوفہ میں داخل ہوا، اور وہاں کے باشندوں سے بیعت لی اور پھر حجاج ابن یوسف ثقفی کو عبداللہ ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ کیا چنانچہ اس نے مکہ کا محاصرہ کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور ہزاروں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ ابن زبیر کو قتل کر کے اُس کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا اور خلق خدا



پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

## خطبہ ۱۳۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي وَقْتِ الشُّورٰى۔

شوریٰ کے موقع پر فرمایا

لَمْ يُسْرِعْ أَحَدٌ قَبْلِي إِلَى دَعْوَةِ حَقٍّ وَصِلَةِ رَحِمٍ وَعَائِدَةِ كَرَمٍ فَاسْمَعُوا قَوْلِي وَعُوا مَنْطِقِي۔ عَسٰى أَنْ تَرَوْا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِ هٰذَا الْيَوْمِ تُنْتَضٰى فِيهِ السُّيُوفُ وَتُخَانُ فِيهِ الْعُهُودُ حَتّٰى يَكُونَ بَعْضُكُمْ أَئِمَّةً لِأَهْلِ الضَّلَالَةِ وَشِيعَةً لِأَهْلِ الْجَهَالَةِ۔

مجھ سے پہلے تبلیغ حق صلہ رحم اور جود و کرم کی طرف کسی نے بھی تیزی سے قدم نہیں بڑھایا، لہٰذا تم میرے قول کو سنو، اور میری باتوں کو یاد رکھو کہ تم جلدی ہی دیکھ لو گے کہ اس دن کے بعد سے خلافت کے لئے تلواریں سونت لی جائیں گی اور عہد و پیمان توڑ کر رکھ دیئے جائیں گے۔

یہاں تک کہ کچھ لوگ گمراہ لوگوں کے پیشوا بن کے کھڑے ہوں گے اور کچھ جاہلوں کے پیرو کار ہو جائیں گے۔

## خطبہ ۱۳۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي النَّهْيِ عَنْ عَيْبِ النَّاسِ:

اس میں لوگوں کو دوسروں کے عیب بیان کرنے سے روکا ہے۔

وَإِنَّمَا يَنْبَغِي لِأَهْلِ الْعِصْمَةِ وَالْمَصْنُوعِ إِلَيْهِمْ فِي السَّلَامَةِ أَنْ يَرْحَمُوا أَهْلَ الذُّنُوبِ وَالْمَعْصِيَةِ وَيَكُونَ الشُّكْرُ هُوَ الْغَالِبَ عَلَيْهِمْ وَالْحَاجِزَ لَهُمْ عَنْهُمْ فَكَيْفَ بِالْعَائِبِ الَّذِي عَابَ أَخَاهُ وَعَيَّرَهُ بِبَلْوَاهُ أَمَا ذَكَرَ مَوْضِعَ سَتْرِ اللّٰهِ عَلَيْهِ مِنْ ذُنُوبِهِ مِمَّا هُوَ أَعْظَمُ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي عَابَهُ بِهِ وَكَيْفَ يَذُمُّهُ بِذَنْبٍ قَدْ رَكِبَ مِثْلَهُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ رَكِبَ ذٰلِكَ الذَّنْبَ

جن لوگوں کا دامن خطاؤں سے پاک صاف ہے اور بفضل الٰہی گناہوں سے محفوظ ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ گناہگاروں اور خطا کاروں پر رحم کریں اور اس چیز کا شکر ہی (کہ اللہ نے انہیں گناہوں سے بچائے رکھا ہے) ان پر غالب اور دوسروں کے عیب اچھالنے سے مانع رہے۔ چہ جائیکہ وعیب لگانے والا اپنے کسی بھائی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے اور اس کے عیب بیان کرے طعن و تشنیع کرے یہ آخر خدا کی اس پردہ پوشی کو کیوں نہیں یاد کرتا جو اُس نے خود اس کے ایسے گناہوں پر کی ہے جو اس گناہ سے بھی جس کی وہ غیبت کر رہا ہے بڑے تھے اور کیوں کر کسی ایسے گناہ کی بنا پر اُس کی برائی کرتا ہے جبکہ خود بھی ویسے ہی گناہ کا مرتکب ہو چکا ہے اور اگر بعینہٖ ویسا گناہ نہیں بھی

بِعَيْنِهٖ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ فِيْمَا سِوَاهُ مِمَّا هُوَ اَعْظَمُ مِنْهُ۔ وَاَيْمُ اللّٰهِ لَئِنْ لَّمْ يَكُنْ عَصَاهُ فِي الْكَبِيْرِ وَعَصَاهُ فِي الصَّغِيْرِ لَجُرْاَتُهٗ عَلٰی عَيْبِ النَّاسِ اَكْبَرُ۔

کیا تو ایسے گناہ کئے ہیں کہ جو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر تھے۔ خدا کی قسم اگر اُس نے گناہ کبیرہ نہیں بھی کیا تھا اور صرف صغیرہ کا مرتکب ہوا تھا تب بھی اس کا لوگوں کے عیوب بیان کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَعْجَلْ فِيْ عَيْبِ اَحَدٍ بِذَنْبِهٖ فَلَعَلَّهٗ مَغْفُوْرٌ لَّهٗ۔ وَلَا تَاْمَنْ عَلٰی نَفْسِكَ صَغِيْرَ مَعْصِيَةٍ۔ فَلَعَلَّكَ مُعَذَّبٌ عَلَيْهِ فَلْيَكْفُفْ مَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ عَيْبَ غَيْرِهٖ لِمَا يَعْلَمُ مِنْ عَيْبِ نَفْسِهٖ وَلْيَكُنِ الشُّكْرُ شَاغِلًا لَّهٗ عَلٰی مُعَافَاتِهٖ مِمَّا ابْتُلِيَ بِهٖ غَيْرُهٗ۔

اے خدا کے بندے جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگا، شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہے اور اپنے کسی چھوٹے (سے چھوٹے) گناہ کے لئے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی کسی دوسرے کے عیوب جانتا ہو اسے ان کے اظہار سے باز رہنا چاہئے اس علم کی وجہ سے جو خود اسے اپنے گناہوں کے متعلق ہے اور اس امر کا شکر کہ اللہ نے اسے ان چیزوں سے محفوظ رکھا ہے کہ جن میں دوسرے مبتلا ہیں کسی اور طرف اُسے متوجہ نہ ہونے دے۔

تشریح:۔

۱؎ عیب جوئی وخوردہ گیری کا مشغلہ اتنا عام اور ہمہ گیر ہو چکا ہے کہ اس کی برائی کا احساس تک جاتا رہا ہے اور اب تو نہ خواص کی زبانیں بند ہیں نہ عوام کی، نہ منبر کی رفعت اس سے مانع ہے نہ محراب کی تقدیس۔ بلکہ جہاں چند ہم خیال جمع ہوں گے موضوع سخن اور دلچسپ مشغلہ یہی ہوگا کہ اپنے فریق مخالف کے عیوب رنگ آمیزیوں سے بیان کئے جائیں اور کان دھر کر ذوق سماعت کا مظاہرہ کیا جائے۔ حالانکہ غیبت کرنے والے کا دامن اُن آلودگیوں سے خود آلودہ ہوتا ہے جن کا اظہار وہ دوسروں کے لئے کرتا ہے۔ مگر وہ اپنے لئے یہ گوارا نہیں کرتا کہ اس کے عیوب آشکارا ہوں تو پھر اسے دوسروں کے جذبات کا بھی پاس ولحاظ کرتے ہوئے اُن کی عیب گیری ودل آزادی سے احتراز کرنا چاہئے اور آنچہ برائے خود نمی پسندی برائے دیگراں مپسند پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ اپنے کسی برادر مومن کے عیب کو بغرض تنقیص اس طرح بے نقاب کرنا کہ اس کے لئے دل آزادی کا باعث ہو چاہے یہ اظہار زبان سے ہو یا محاکات سے۔ اشارہ یہ ہو یا کنایہ وتعریض سے بعض لوگ غیبت بس اسی کو سمجھتے ہیں جو غلط اور خلاف واقع ہو اور جو دیکھا اور سنا ہوا اُسے جوں کا توں بیان کر دینا ان کے نزدیک غیبت نہیں ہوتی اور وہ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم غیبت نہیں کرتے بلکہ جو دیکھا یا سنا ہے اسے صحیح صحیح بیان کر دیا ہے حالانکہ غیبت اسی سچ کہنے کا نام ہے اور اگر جھوٹ ہو تو وہ افتراء و بہتان ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ سے مروی ہے کہ۔

انّه قال هل تدرون ما الغيبة قال اللّٰه و رسولهٗ اعلم قال ذكرك

آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے



اخاك بما يكره قيل ارأيت ان كان في اخي ما اقول قال ان كان فيه ما تقول اغتبته و ان لم يكن فيه فقد بهته۔

فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی کے متعلق کوئی ایسی بات کہو جو اُس کے لئے ناگواری کا باعث ہو۔ کہنے والے نے کہا کہ اگر میں وہی بات کہوں جو واقعاً اُس میں پائی جاتی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ اگر ہو جب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر نہ ہو تو تم نے اُس پر افترا باندھا ہے۔

غیبت میں مبتلا ہونے کے بہت سے وجوہ واسباب ہیں جن کی وجہ سے انسان کہیں دانستہ اور کہیں نادانستہ اس کا مرتکب ہوتا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں ان وجوہ واسباب کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں چند نمایاں اسباب یہ ہیں۔

(۱) کسی کی ہنسی اڑانے اور اُسے پست وسبک دکھانے کے لئے۔

(۲) لوگوں کو ہنسانے اور اپنی زندہ دلی وخوش طبعی کا مظاہرہ کرنے کے لئے۔

(۳) غیظ وغضب کے تقاضوں سے متاثر ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے۔

(۴) کسی کی تنقیص سے اپنا تفوق جتلانے کے لئے۔

(۵) اپنی بے تعلقی اور برائت ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ بات مجھ سے سرزد نہیں ہوئی بلکہ فلاں سے سرزد ہوئی ہے۔

(۶) کسی بزم میں بیٹھ کر ہم رنگ جماعت ہونے کے لئے تا کہ اس سے اجنبیت نہ برتی جائے۔

(۷) کسی ایسے شخص کی بات کو بے وقعت بنانے کے لئے کہ جس کے متعلق یہ اندیشہ ہو کہ وہ اس کے کسی عیب کے بے نقاب کر دے گا۔

(۸) اپنے کسی ہم پیشہ رقیب کی سرد بازاری کے لئے۔

(۹) کسی رئیس کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لئے۔

(۱۰) اظہار رنج وتاسف کے لئے یہ کہنا کہ مجھے افسوس ہے کہ فلاں شریف زادہ فلاں بُری بات میں مبتلا ہو گیا ہے۔

(۱۱) اظہار تعجب کے لئے مثلاً اس طرح کہنا کہ مجھے حیرت ہے کہ فلاں شخص اور یہ کام کرے۔

(۱۲) کسی امر قبیح پر غم وغصہ کا اظہار کرنے کے لئے اس کے مرتکب کا نام لے دینا۔

البتہ چند صورتوں میں عیب گیری ونکتہ چینی غیبت میں شمار نہیں۔

(۱) مظلوم اگر دادرسی کے لئے ظالم کا گلہ کرے تو غیبت نہیں ہے۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

اللہ برائی کے لئے اچھالنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ کہ جس پر ظلم کیا گیا ہو۔

(۲) مشورہ دینے کے موقعہ پر کسی کا کوئی عیب بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔ کیونکہ مشورہ میں غل وغش جائز نہیں ہے۔

(۳) اگر استفتاء کے سلسلہ میں کسی خاص شخص کو متعین کئے بغیر مسئلہ حل نہ ہوتا ہو تو علی قدر الضرورۃ اُس کا عیب بیان کر دینا غیبت نہ ہوگا۔

(۴) کسی مسلمان کو ضرر سے بچانے کے لئے کسی خائن و بددیانت کی بددیانتی سے آگاہ کر دینا غیبت نہ ہوگا۔

(۵) کسی ایسے شخص کے سامنے کسی کی برائی کرنا کہ جو اسے برائی سے روک سکتا ہو غیبت نہیں ہے۔

(۶) روایت کے سلسلہ میں رواۃ پر نقد و تبصرہ غیبت میں داخل نہیں ہے۔

(۷) اگر کوئی شخص اپنے کسی عیب ہی سے متعارف ہو تو اسے پہچنوانے کے لئے اُس کا ذکر کرنا غیبت نہ ہوگا جیسے بہرا، گونگا، گنجا، لنگڑا وغیرہ۔

(۸) بغرض علاج طبیب کے سامنے مریض کے کسی عیب کو بیان کرنا غیبت نہیں ہے۔

(۹) اگر کوئی غلط نسبت کا مدعی ہو تو اس کے نسب کی تردید کرنا غیبت نہ ہوگا۔

(۱۰) اگر کسی کی جان و مال یا عزت کا بچاؤ اسی صورت میں ہو سکتا ہو کہ اُسے کسی عیب سے روشناس کیا جائے تو یہ بھی غیبت نہیں ہے۔

(۱۱) اگر دو شخص آپس میں کسی ایسی برائی کا ذکر کریں کہ جو انہیں پہلے سے معلوم ہو تو یہ اگرچہ غیبت نہیں ہے تاہم زبان کو بچانا ہی بہتر ہے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھول چکا ہو۔

(۱۲) جو علانیہ فسق و فجور کرتا ہو، اُس کی برائی کرنا غیبت نہیں جیسا کہ روایت میں وارد ہوا ہے۔ مَن القی جِلبَابَ الحَیا فَلَا غِیبَۃَ لَہٗ۔ جو حیاء کی چادر اُتار ڈالے اُس کی غیبت، غیبت نہیں۔

## خطبہ ۱۳۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا النَّاسُ، مَنْ عَرَفَ مِنْ اَخِيْهِ وَثِيْقَةَ دِيْنٍ وَّسَدَادَ طَرِيْقٍ فَلَا يَسْمَعَنَّ فِيْهِ اَقَاوِيْلَ الرِّجَالِ۔ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ يَرْمِي الرَّامِيْ وَتُخْطِئُ السِّهَامُ وَيَحِيْلُ الْكَلَامُ وَبَاطِلُ ذٰلِكَ يَبُوْرُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ وَّشَهِيْدٌ۔ اَمَا اِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ اِلَّا اَرْبَعُ اَصَابِعَ (فَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ مَعْنٰى قَوْلِهٖ هٰذَا۔ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ وَوَضَعَهَا بَيْنَ اُذُنِهٖ وَعَيْنِهٖ ثُمَّ قَالَ) اَلْبَاطِلُ اَنْ تَقُوْلَ سَمِعْتُ، وَالْحَقُّ اَنْ تَقُوْلَ رَأَيْتُ۔

اے لوگوں! اگر تمہیں اپنے کسی بھائی کی دینداری کی پختگی اور طور طریقوں کی درستگی کا علم ہو تو پھر اُس کے بارے میں افواہی باتوں پر کان نہ دھرو۔ دیکھو! کبھی تیر چلانے والا تیر چلاتا ہے اور اتفاق سے تیر خطا کر جاتا ہے اور بات ذرا میں اِدھر سے اُدھر ہو جاتی ہے اور جو غلط بات ہوگی وہ خود ہی نیست و نابود ہو جائے گی۔ اللہ ہر چیز کا سننے والا اور ہر شے کی خبر رکھنے والا ہے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ سچ اور جھوٹ میں صرف چار انگلیوں کا فاصلہ ہے۔ جب آپ سے اس کا مطلب پوچھا گیا تو آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر کے اپنے کان اور آنکھ کے درمیان رکھا اور فرمایا جھوٹ وہ ہے جسے تم کہو کہ میں نے سنا اور سچ وہ ہے جسے تم کہو میں نے دیکھا۔



## خطبہ ۱۴۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَلَيْسَ لِوَاضِعِ الْمَعْرُوْفِ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ وَعِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ مِنَ الْحَظِّ فِيْمَا اَتٰى اِلَّا مَحْمَدَةُ اللِّئَامِ، وَثَنَآءُ الْاَشْرَارِ، وَمَقَالَةُ الْجُهَّالِ مَادَامَ مُنْعِمًا عَلَيْهِمْ مَآ اَجْوَدَ يَدَهٗ وَهُوَ عَنْ ذَاتِ اللّٰهِ بَخِيْلٌ! فَمَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلْيَصِلْ بِهِ الْقَرَابَةَ وَلْيُحْسِنْ مِنْهُ الضِّيَافَةَ وَلْيَفُكَّ بِهِ الْاَسِيْرَ وَالْعَانِيَ وَلْيُعْطِ مِنْهُ الْفَقِيْرَ وَالْغَارِمَ وَلْيَصْبِرْ نَفْسَهٗ عَلَى الْحُقُوْقِ وَالنَّوَآئِبِ ابْتِغَآءَ الثَّوَابِ فَاِنَّ فَوْزًا بِهٰذِهِ الْخِصَالِ شَرَفُ مَكَارِمِ الدُّنْيَا وَدَرْكُ فَضَآئِلِ الْاٰخِرَةِ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔

جو شخص غیر مستحق کے ساتھ حُسنِ سلوک برتتا ہے اور نا اہلوں کے ساتھ احسان کرتا ہے اُس کے پلے یہی پڑتا ہے کہ کمینے اور شریر اُس کی مدح و ثنا کرنے لگتے ہیں اور جب تک وہ دیتا دلاتا رہے جاہل کہتے رہتے ہیں کہ اس کا ہاتھ کتنا سخی ہے۔ حالانکہ اللہ کے معاملہ میں وہ بخل کرتا ہے۔ چاہئے تو یہ کہ اللہ نے جسے مال دیا ہے وہ اس سے عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ خوش اسلوبی سے مہمان نوازی کرے۔ قیدیوں اور خستہ حال اسیروں کو آزاد کرائے۔ محتاجوں اور قرض داروں کو دے اور ثواب کی خواہش میں حقوق کی ادائیگی اور مختلف زحمتوں کو اپنے نفس پر برداشت کرے۔ اس لئے کہ ان خصائل و عادات سے آراستہ ہونا دنیا کی بزرگیوں سے شرفیاب ہونا اور آخرت کی فضیلتوں کو پالینا ہے، انشاء اللہ۔

## خطبہ ۱۴۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

فِي الْاِسْتِسْقَآءِ:

اَلَا وَاِنَّ الْاَرْضَ الَّتِيْ تَحْمِلُكُمْ وَالسَّمَآءَ الَّتِيْ تُظِلُّكُمْ مُطِيْعَتَانِ لِرَبِّكُمْ وَمَا اَصْبَحَ

طلب باراں کے سلسلہ میں دیکھو یہ زمین جو تمہیں اٹھائے ہوئے ہے اور یہ آسمان جو تم پر سایہ گستر ہے، دونوں تمہارے پروردگار کے زیرِ فرمان ہیں۔ یہ اپنی برکتوں سے اس لئے تمہیں مالا مال نہیں کرتے کہ ان کا دل تم پر کڑھتا ہے یا تمہارا تقریب چاہتے ہیں یا کسی بھلائی کے تم سے امیدوار ہیں۔ بلکہ یہ تو

تَاتَجُوْدَانِ لَكُمْ بِبَرَكَتِهِمَا تَوَاجُعًا لَّكُمْ وَلَا ذُلْفَةً اِلَيْكُمْ وَلَا لِخَيْرٍ تَرْجُوَانِهٖ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ اُمِرَتَا بِمَنَافِعِكُمْ فَاَطَاعَتَا، وَاُقِيْمَتَا عَلٰى حُدُوْدِ مَصَالِحِكُمْ فَقَامَتَا۔

تمہاری منفعت رسانی پر مامور ہیں جسے بجالاتے ہیں اور تمہاری مصلحتوں کی حدوں پر انہیں ٹھہرایا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ يَبْتَلِيْ عِبَادَهٗ عِنْدَ الْاَعْمَالِ السَّيِّئَةِ بِنَقْصِ الثَّمَرَاتِ وَحَبْسِ الْبَرَكَاتِ، وَاِغْلَاقِ خَزَآئِنِ الْخَيْرَاتِ لِيَتُوْبَ تَآئِبٌ وَيُقْلِعَ مُقْلِعٌ۔ وَيَتَذَكَّرَ مُتَذَكِّرٌ وَيَزْدَجِرَ مُزْدَجِرٌ۔ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْاِسْتِغْفَارَ سَبَبًا لِدُرُوْرِ الرِّزْقِ وَرَحْمَةِ الْخَلْقِ۔ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ، فَرَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً اسْتَقْبَلَ تَوْبَتَهٗ وَاسْتَقَالَ خَطِيْئَتَهٗ وَبَادَرَ مَنِيَّتَهٗ۔

(البتہ) اللہ سبحانہٗ بندوں کو اُن کی بداعمالیوں کے وقت پھلوں کے کم کرنے، برکتوں کے روک لینے اور انعامات کے خزانوں کو بند کردینے سے آزماتا ہے تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے (انکار وسرکشی سے) باز آنے والا باز آجائے۔ نصیحت وعبرت حاصل کرنے والا نصیحت وبصیرت حاصل کرے اور گناہوں سے رُکنے والا رُک جائے۔ اللہ سبحانہٗ نے توبہ واستغفار کو روزی کے اُترنے کا سبب اور خلق پر رحم کھانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اُس کا ارشاد ہے کہ اپنے پروردگار سے توبہ واستغفار کرو۔ بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا ہے وہی تم پر موسلا دھار مینہ برساتا ہے اور مال واولاد سے تمہیں سہارا دیتا ہے۔ خدا اُس شخص پر رحم کرے جو توبہ کی طرف متوجہ ہو اور گناہوں سے ہاتھ اٹھائے اور موت سے پہلے نیک اعمال کرے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَرَجْنَا اِلَيْكَ مِنْ تَحْتِ الْاَسْتَارِ وَالْاَكْنَانِ وَبَعْدَ عَجِيْجِ الْبَهَآئِمِ وَالْوِلْدَانِ رَاغِبِيْنَ فِيْ رَحْمَتِكَ، وَرَاجِيْنَ فَضْلَ نِعْمَتِكَ وَخَآئِفِيْنَ مِنْ عَذَابِكَ۔ وَنِقْمَتِكَ اَللّٰهُمَّ فَاسْقِنَا غَيْثَكَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِيْنَ وَلَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ

بارِ الٰہا! تیری رحمت کی خواہش کرتے ہوئے اور نعمتوں کی فراوانی چاہتے ہوئے اور تیرے عذاب وغضب سے ڈرتے ہوئے ہم پردوں اور گھروں کے گوشوں سے تیری طرف نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس وقت جبکہ چوپائے چیخ رہے ہیں اور بچے چلا رہے ہیں خدایا ہمیں بارش سے سیراب کردے اور ہمیں مایوس نہ کر اور خشک سالی سے ہمیں ہلاک نہ ہونے دے اور ہم میں سے کچھ بے وقوفوں کے کرتوت پر ہمیں اپنی گرفت میں نہ لے، اے رحم کرنے والوں میں بہت رحم کرنے والے، خدایا، جب ہمیں سخت تنگیوں نے مضطرب و بے چین کردیا اور قحط سالیوں نے بے بس بنا دیا اور شدید حاجت مندیوں نے لاچار بناڈالا اور منہ زور رفتنوں کا ہم پر تانتا بندھ گیا تو ہم تیری طرف نکل پڑے ہیں۔ گلہ لے کر اس کا جو تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اے



اِنَّا خَرَجْنَا اِلَيْكَ نَشْكُوْ اِلَيْكَ مَالَا يَخْفٰى عَلَيْكَ حِيْنَ اَلْجَاَتْنَا الْمَقَاحِطُ الْمُجْدِبَةُ وَاَعْيَتْنَا الْمَطَالِبُ الْمُتَعَسِّرَةُ وَتَلَاحَمَتْ عَلَيْنَا الْفِتَنُ الْمُسْتَصْعَبَةُ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْاَلُكَ اَنْ لَّا تَرُدَّنَا خَآئِبِيْنَ وَلَا تَقْلِبَنَا وَاجِمِيْنَ وَلَا تُخَاطِبَنَا بِذُنُوْبِنَا وَلَا تُقَايِسَنَا بِاَعْمَالِنَا۔ اَللّٰهُمَّ انْشُرْ عَلَيْنَا غَيْثَكَ، وَبَرَكَتَكَ وَرِزْقَكَ وَرَحْمَتَكَ اسْقِنَا سُقْيًا نَافِعَةً مُّرْوِيَةً مُّعْشِبَةً تُنْبِتُ بِهَا مَا قَدْ فَاتَ وَتُحْيِيْ بِهَا مَا قَدْ مَاتَ نَافِعَةَ الْحَيَا كَثِيْرَةَ الْمُجْتَنٰى تُرْوِيْ بِهَا الْقِيْعَانَ، وَتُسِيْلُ الْبُطْنَانَ وَتَسْتَوْرِقُ الْاَشْجَارَ وَتُرْخِصُ الْاَسْعَارَ اِنَّكَ عَلٰى مَاتَشَآءُ قَدِيْرٌ۔

اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو ہمیں محروم نہ پلٹا اور نہ اس طرح کہ ہم اپنے نفسوں پر پیچ وتاب کھا رہے ہوں اور ہمارے گناہوں کی بناء پر ہم سے (عتاب آمیز) خطاب نہ کر اور ہمارے کئے کے مطابق ہم سے سلوک نہ کر خداوند! تو ہم پر باران و برکت اور رزق رحمت کا دامن پھیلا دے اور ایسی سیرابی سے ہمیں نہال کردے جو فائدہ بخشنے والی اور سیراب کرنے والی اور گھاس پات اُگانے والی ہو کہ جس سے تو گئی گذری ہوئی (کھیتوں میں پھر سے) روئیدگی لے آئے۔ اور مُردہ زمینوں میں حیات کی لہریں دوڑا دے۔ وہ ایسی سیرابی ہو کہ جس کی تروتازگی (سرتاسر) فائدہ مند اور چنے ہوئے پھلوں کے انبار لئے ہوئے ہو جس سے تو ہموار زمینوں کو جل تھل بنا دے اور ندی نالے بہا دے اور درختوں کو برگ و بار سے سرسبز کردے اور نرخوں کو سستا کردے اور بلاشبہ تو جو چاہے اُس پر قادر ہے۔

## خطبہ ۱۴۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَ اللّٰهُ رُسُلَهٗ بِمَا خَصَّهُمْ بِهٖ مِنْ وَّحْيِهٖ، وَجَعَلَهُمْ حُجَّةً لَّهٗ عَلٰى خَلْقِهٖ لِئَلَّا تَجِبَ الْحُجَّةُ لَهُمْ بِتَرْكِ الْاَعْذَارِ اِلَيْهِمْ، فَدَعَاهُمْ بِلِسَانِ الصِّدْقِ اِلٰى سَبِيْلِ الْحَقِّ اَلَا اِنَّ اللّٰهَ قَدْ كَشَفَ الْخَلْقَ كَشْفَةً، لَا اَنَّهٗ جَهِلَ مَآ اَخْفَوْهُ مِنْ مَّصُوْنِ اَسْرَارِهِمْ وَمَكْنُوْنِ ضَمَآئِرِهِمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ

اللہ سبحانہ نے اپنے رسولوں کو وحی کے امتیازات کے ساتھ بھیجا اور انہیں مخلوق پر اپنی حجت ٹھرایا تاکہ وہ یہ عذر نہ کرسکیں کہ ان پر حجت تمام نہیں ہوئی۔ چنانچہ اللہ نے انہیں سچی زبانوں سے راہ حق کی دعوت دی (یوں تو) اللہ مخلوقات کو اچھی طرح جانتا بوجھتا ہے اور لوگوں کے ان رازوں اور بھیدوں سے کہ جنہیں وہ چھپا کر رکھتے ہیں بے خبر نہیں (پھر یہ حکم واحکام اس لئے دیئے ہیں) کہ وہ ان لوگوں کو آزما کر ظاہر کردے کہ ان میں اعمال کے اعتبار سے کون اچھا ہے تاکہ ثواب ان کی جزا اور عقاب ان کی (بداعمالیوں) کی پاداش ہو کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو جھوٹ

عَمَلًا۔ فَيَكُونَ الثَّوَابُ جَزَآءً وَّ الْعِقَابُ بَوَآءً۔ اَيْنَ الَّذِيْنَ زَعَمُوْآ اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ دُوْنَنَا كَذِبًا وَّبَغْيًا عَلَيْنَا اَنْ رَّفَعَنَا اللّٰهُ وَوَضَعَهُمْ اَعْطَانَا وَحَرَمَهُمْ وَ اَدْخَلَنَا وَ اَخْرَجَهُمْ۔ بِنَا يُسْتَعْطَى الْهُدٰى وَ يُسْتَجْلَى الْعَمٰى۔ اِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوْا فِيْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ، لَا تَصْلُحُ عَلٰى سِوَاهُمْ وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ مِنْ غَيْرِهِمْ۔

بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ راسخون فی العلم ہیں نہ ہم۔ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں گرایا ہے اور ہمیں منصب امامت دیا ہے اور انہیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزل علم میں) داخل کیا ہے اور انہیں دور کر دیا ہے۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جاسکتی ہے بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہوسکتا ہے۔

(مِنْهَا) اٰثَرُوْا عَاجِلًا وَّاَخَّرُوْآ اٰجِلًا وَّتَرَكُوْا صَافِيًا وَّشَرِبُوْا اٰجِنًا۔ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى فَاسِقِهِمْ وَقَدْ صَحِبَ الْمُنْكَرَ فَاَلِفَهٗ۔ وَ بَسِئَ بِهٖ وَوَافَقَهٗ، حَتّٰى شَابَتْ عَلَيْهِ مَفَارِقُهٗ وَصُبِغَتْ بِهٖ خَلَآئِقُهٗ۔ ثُمَّ اَقْبَلَ مُزْبِدًا كَالتَّيَّارِ لَا يُبَالِيْ مَا غَرَّقَ۔ اَوْكَوَقْعِ النَّارِ فِي الْهَشِيْمِ لَا يَحْفِلُ مَا حَرَّقَ اَيْنَ الْعُقُوْلُ الْمُسْتَصْبِحَةُ بِمَصَابِيْحِ الْهُدٰى وَالْاَبْصَارُ اللَّامِحَةُ اِلٰى مَنَارِ التَّقْوٰى اَيْنَ الْقُلُوْبُ الَّتِيْ وُهِبَتْ لِلّٰهِ وَعُوْقِدَتْ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ۔ اِزْدَحَمُوْا عَلَى الْحُطَامِ وَتَشَاحُّوْا عَلَى الْحَرَامِ وَرُفِعَ لَهُمْ عَلَمُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَصَرَفُوْا عَنِ الْجَنَّةِ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے ان لوگوں نے دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور عقبیٰ کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ صاف پانی چھوڑ دیا ہے اور گندا پانی پینے لگے ہیں گویا میں ان کے فاسق[1] کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ برائیوں میں رہا اتنا کہ انہی برائیوں سے اُسے محبت ہوگئی اور ان سے مانوس ہوا اور ان سے اتفاق کرتا رہا۔ یہاں تک کہ (انہی برائیوں میں) اس کے سر کے بال سفید ہوگئے اور اسی رنگ میں اس کی طبیعت رنگ گئی پھر یہ کہ وہ (منہ سے) کف دیتا ہوا متلاطم دریا کی طرح آگے بڑھا بغیر اس کا کچھ خیال کئے کہ کس کو ڈبو رہا ہے اور بھوسے میں لگی ہوئی آگ کی طرح پھیلا بغیر اس کی پرواہ کئے ہوئے کہ کونسی چیزیں جلا رہا ہے۔ کہاں ہیں ہدایت کے چراغوں سے روشن ہونے والی عقلیں اور کہاں ہیں تقویٰ کے روشن مینار کی طرف دیکھنے والی آنکھیں اور کہاں ہیں اللہ کے ہو جانے والے قلوب اور اس کی اطاعت پر جم جانے والے دل وہ تو مال دنیا پر ٹوٹ پڑے ہیں اور (مال) حرام پر جھگڑ رہے ہیں۔ ان کے سامنے جنت اور دوزخ کے جھنڈے بلند ہیں، لیکن انہوں نے جنت سے اپنے منہ موڑ لئے ہیں اور اپنے اعمال کی وجہ سے دوزخ کی طرف بڑھ نکلے ہیں۔ اللہ



وُجُوْهَهُمْ، وَاَقْبَلُوْآ اِلَى النَّارِ بِاَعْمَالِهِمْ۔ دَعَاهُمْ رَبُّهُمْ فَنَفَرُوْا وَوَلَّوْا۔ وَدَعَاهُمُ الشَّيْطَانُ فَاسْتَجَابُوْا وَاَقْبَلُوْا۔

نے ان لوگوں کو بلایا تو یہ بھڑک اٹھے اور پیٹھ پھرا کر چل دیئے اور شیطان نے ان کو دعوت دی تو لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف لپک پڑے۔

[1] اس سے عبدالملک ابن مروان مراد ہے کہ جس نے اپنے عامل حجاج ابن یوسف کے ذریعہ ظلم وسفا کی کی انتہا کر دی تھی۔

## خطبہ ۱۴۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيْهِ الْمَنَايَا مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ۔ وَفِيْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُوْنَ مِنْهَا نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰى وَلَا يُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِّنْكُمْ يَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِهَدْمِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ وَلَا تُجَدَّدُ لَهٗ زِيَادَةٌ فِيْ اَكْلِهٖ اِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ وَلَا يَحْيٰى لَهٗ اَثَرٌ اِلَّا مَاتَ لَهٗ اَثَرٌ۔ وَلَا يَتَجَدَّدُ لَهٗ جَدِيْدٌ اِلَّا بَعْدَ اَنْ يَّخْلَقَ لَهٗ جَدِيْدٌ وَّلَا تَقُوْمُ لَهٗ نَابِتَةٌ اِلَّا وَتَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُوْدَةٌ۔ وَّقَدْ مَضَتْ اُصُوْلٌ نَحْنُ فُرُوْعُهَا فَمَا بَقَآءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ اَصْلِهٖ۔ (مِنْهَا) وَمَآ اُحْدِثَتْ بِدْعَةٌ اِلَّا تُرِكَ بِهَا سُنَّةٌ۔ فَاتَّقُوا الْبِدَعَ وَالْزَمُوا الْمَهْيَعَ اِنَّ عَوَازِمَ الْاُمُوْرِ اَفْضَلُهَا وَاِنَّ مُحْدَثَاتِهَا شِرَارُهَا۔

اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیراندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے جہاں تم ایک نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدت حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہوتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش ابھرتا نہیں اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ وفرسودہ نہ ہو جائے دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے کوئی بدعت وجود میں نہیں آتی مگر یہ کہ اسکی وجہ سے سنت کو چھوڑنا پڑتا ہے بدعتی لوگوں سے بچو۔ روشن طریقہ پر جمے رہو۔ پرانی باتیں ہی اچھی ہیں اور (دین میں) پیدا کی ہوئی نئی چیزیں بدترین ہیں۔

## خطبہ ۱۴۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

جب حضرت عمر ابن خطاب نے جنگ فارس میں شریک ہونے

وَقَدِ اسْتَشَارَهٗ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ فِی الشُّخُوصِ لِقِتَالِ الْفُرْسِ بِنَفْسِهٖ۔

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَمْ یَكُنْ نَصْرُهٗ وَلَا خِذْلَانُهٗ بِكَثْرَةٍ وَّلَا قِلَّةٍ۔ وَهُوَ دِیْنُ اللّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَهٗ وَجُنْدُهُ الَّذِیْ اَعَدَّهٗ وَاَمَدَّهٗ حَتّٰی بَلَغَ مَابَلَغَ وَطَلَعَ حَیْثُ مَاطَلَعَ۔ وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ وَاللّٰهُ مُنْجِزٌ وَعْدَهٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَهٗ وَمَكَانُ الْقَیِّمِ بِالْاَمْرِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ یَجْمَعُهٗ وَیَضُمُّهٗ فَاِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَذَهَبَ۔ ثُمَّ لَمْ یَجْتَمِعْ بِحَذَافِیْرِهٖ اَبَدًا وَالْعَرَبُ الْیَوْمَ وَاِنْ كَانُوْا قَلِیْلًا فَهُمْ كَثِیْرُوْنَ بِالْاِسْلَامِ وَعَزِیْزُوْنَ بِالْاِجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَّاسْتَدِرِ الرَّحٰی بِالْعَرَبِ وَاَصْلِهِمْ دُوْنَكَ نَارَ الْحَرْبِ، فَاِنَّكَ اِنْ شَخَصْتَ مِنْ هٰذِهِ الْاَرْضِ انْتَقَضَتْ عَلَیْكَ الْعَرَبُ مِنْ اَطْرَافِهَا وَاَقْطَارِهَا حَتّٰی یَكُوْنَ مَاتَدَعُ وَرَآءَكَ مِنَ الْعَوْرَاتِ اَهَمَّ اِلَیْكَ مِمَّا بَیْنَ یَدَیْكَ۔ اِنَّ الْاَعَاجِمَ اِنْ یَّنْظُرُوْا اِلَیْكَ غَدًا یَّقُوْلُوْا هٰذَا اَصْلُ الْعَرَبِ فَاِذَا قَطَعْتُمُوْهُ اسْتَرَحْتُمْ، فَیَكُوْنُ ذٰلِكَ اَشَدَّ لِكَلَبِهِمْ عَلَیْكَ وَطَمَعِهِمْ فِیْكَ۔ فَاَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ مَّسِیْرِ الْقَوْمِ اِلٰی قِتَالِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ

کے لئے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا اس امر میں کامیابی و ناکامیابی کا دارومدار فوج کی کمی بیشی پر نہیں رہا ہے۔ یہ تو اللہ کا دین ہے جسے اُس نے (سب دینوں پر) غالب رکھا ہے اور اسی کا لشکر ہے جسے اُس نے تیار کیا ہے اور اس کی ایسی نصرت کی ہے کہ وہ بڑھ کر اپنی موجودہ حد تک پہنچ گیا ہے اور پھیل کر اپنے موجودہ پھیلاؤ پر آ گیا ہے اور ہم سے اللہ کا ایک وعدہ ہے اور وہ اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور اپنے لشکر کی خود ہی مدد کرے گا۔ امور (سلطنت) میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انہیں سمیٹ کر رکھتا ہے۔ جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے اور پھر کبھی سمٹ نہ سکیں گے۔ آج عرب والے اگرچہ گنتی میں کم ہیں مگر اسلام کی وجہ سے وہ بہت ہیں اور اتحاد باہمی کے سبب سے (فتح) وغلبہ پانے والے ہیں تم اپنے مقام پر کھونٹی کی طرح جمے رہو اور عرب کا نظم ونسق برقرار رکھو اور ان ہی کو جنگ کی آگ کا مقابلہ کرنے دو۔ اس لئے کہ اگر تم نے اس سرزمین کو چھوڑا تو عرب اطراف وجوانب سے تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ یہاں تک کہ تمہیں اپنے سامنے کے حالات سے زیادہ ان مقامات کی فکر ہو جائے گی جنہیں تم اپنے پس پشت غیر محفوظ کر گئے ہو کل اگر عجم والے تمہیں دیکھیں گے تو (آپس میں) یہ کہیں گے کہ یہ ہے "سردار عرب" اگر تم نے اس کا قلع قمع کر دیا تو آسودہ ہو جاؤ گے تو اس کی وجہ سے ان کی حرص وطمع تم پر زیادہ ہو جائے گی۔ لیکن یہ جو تم کہتے ہو کہ وہ لوگ مسلمانوں سے لڑنے بھڑنے کے لئے چل کھڑے ہوئے ہیں تو اللہ ان کے بڑھنے کو تم سے زیادہ بُرا سمجھتا ہے۔ اور وہ



اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ هُوَ اَكْرَهُ لِمَسِیْرِهِمْ مِّنْكَ، وَهُوَ اَقْدَرُ عَلٰی تَغْیِیْرِ مَا یَكْرَهُ وَاَمَّا مَاذَكَرْتَ مِنْ عَدَدِهِمْ فَاِنَّا لَمْ نَكُنْ نُّقَاتِلُ فِیْمَا مَضٰی بِالْكَثْرَةِ۔ وَاِنَّمَا كُنَّا نُقَاتِلُ بِالنَّصْرِ وَالْمَعُوْنَةِ۔

جسے بُرا سمجھے اس کے بدلنے اور روکنے پر بہت قدرت رکھتا ہے اور ان کی تعداد کے متعلق جو کہتے ہو (کہ وہ بہت ہیں) تم ہم سابق میں کثرت کے بل بوتے پر نہیں لڑا کرتے تھے بلکہ (اللہ کی) تائید ونصرت (کے سہارے) پر۔

لے جب حضرت عمر کو کچھ لوگوں نے جنگ قادسیہ یا جنگ نہاوند کے موقع پر شریک کارزار ہونے کا مشورہ دیا تو آپ نے لوگوں کے مشورہ کو اپنے جذبات کے خلاف سمجھتے ہوئے امیر المومنینؑ سے مشورہ لینا بھی ضروری سمجھا کہ اگر انہوں نے ٹھہرنے کا مشورہ دیا تو دوسروں کے سامنے یہ عذر کر دیا جائے گا کہ امیر المومنینؑ کے مشورہ کی وجہ سے رک گیا ہوں اور اگر انہوں نے بھی شریک جنگ ہونے کا مشورہ دیا تو پھر کوئی اور تدبیر سوچ لی جائے گی۔ چنانچہ حضرت نے دوسروں کے خلاف انہیں ٹھہرے رہنے ہی کا مشورہ دیا۔

دوسرے لوگوں نے تو اس بناء پر انہیں شرکت کا مشورہ دیا تھا کہ وہ دیکھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف لشکر والوں ہی کو جنگ میں نہ جھونکتے تھے بلکہ خود بھی شرکت فرماتے تھے اور اپنے خاندان کے عزیز ترین فردوں کو بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امیر المومنینؑ کے پیش نظر یہ چیز تھی کہ ان کی شرکت اسلام کے لئے مفید نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا اپنے مقام پر ٹھہرے رہنا ہی مسلمانوں کو پراگندگی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

حضرت کا ارشاد ہے کہ حاکم کی حیثیت ایک محور کی ہوتی ہے جس کی گرد نظام مملکت گھومتا ہے۔ ایک بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے اور کسی خاص شخصیت کے متعلق نہیں ہے۔ چنانچہ حکمران مسلمان ہو یا کافر، عادل ہو یا ظالم، نیک عمل ہو یا بدکردار مملکت کے نظم ونسق کے لئے اس کا وجود ناگزیر ہے جیسا کہ حضرت نے اس مطلب کو دوسرے مقام پر وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔

و انه لابد للناس من امير بر او فاجر يعمل فی امرته المومن و يستمتع فيها الكافر و يبلغ الله فيها الاجل ويجمع به الفئی ويوخذ به للضعيف من القوی حتی يستريح به بر ويستراح من فاجر۔

لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے وہ نیک ہو یا بدکردار (اگر نیک ہوگا) تو مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اور (اگر فاسق ہوگا) تو کافر اس کے عہد میں بہرہ اندوز ہوں گے اور اللہ اس نظام حکومت کی ہر چیز کو اس کی آخری حدوں تک پہنچا دے گا اور اس حاکم کی وجہ سے (چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا) مالیات فراہم ہوتے ہیں۔ دشمن سے لڑا جاتا ہے راستے پُرامن رہتے ہیں یہاں تک کہ نیک حاکم (مرکر یا معزول ہوکر) راحت پائے اور بُرے حاکم (کے مرنے یا معزول ہونے) سے دوسروں کو راحت پہنچے۔

حضرت نے مشورہ کے موقع پر جو الفاظ کہے ہیں ان سے حضرت عمر کے حاکم وصاحب اقتدار ہونے کے علاوہ اور کسی خصوصیت کا اظہار نہیں ہوتا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہیں دنیاوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ صحیح طریق سے حاصل ہوا ہو یا غلط طریق سے اور جہاں

اقتدار ہو وہاں رعیت کی مرکزیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت نے فرمایا کہ اگر وہ نکل کھڑے ہوں گے تو پھر عرب بھی جوق در جوق میدان جنگ کا رخ کریں گے کیونکہ جب حکمران ہی نکل کھڑا ہو تو رغبت پیچھے رہنا گوارا نہ کرے گی اور ان کے نکلنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شہروں کے شہر خالی ہو جائیں گے اور دشمن بھی ان کے میدان جنگ میں پہنچ جانے سے یہ اندازہ کرے گا کہ اسلامی شہر خالی پڑے ہیں اگر انہیں پسپا کر دیا گیا تو پھر مسلمانوں کو مرکز سے کمک حاصل نہیں ہو سکتی اور اگر حکمران ہی کو ختم کر دیا گیا تو فوج خود بخود منتشر ہو جائے گی کیونکہ حکمران بمنزلہ اساس و بنیاد کے ہوتا ہے۔ جب بنیاد ہی ہل جائے تو دیواریں کہاں کھڑی رہ سکتی ہیں۔ یہ اصل العرب (عرب کی جڑ) کا لفظ حضرت نے اپنی طرف سے نہیں فرمائے بلکہ عجمیوں کی زبان سے نقل کی ہے اور ظاہر ہے کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی نظروں میں بنیاد عرب ہی سمجھے جا رہے تھے اور پھر یہ اضافت ملک کی طرف ہے اسلام یا مسلمین کی طرف نہیں کہ اسلامی اعتبار سے ان کی کسی اہمیت کا اظہار ہو۔

## خطبہ ۱۴۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَبَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ لِيُخْرِجَ عِبَادَهٗ مِنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ اِلٰى عِبَادَتِهٖ، وَمِنْ طَاعَةِ الشَّيْطَانِ اِلٰى طَاعَتِهٖ بِقُرْاٰنٍ قَدْ بَيَّنَهٗ وَاَحْكَمَهٗ لِيَعْلَمَ الْعِبَادُ رَبَّهُمْ اِذْ جَهِلُوْهُ۔ وَلِيُقِرُّوْا بِهٖ اِذْ جَحَدُوْهُ وَلِيُثْبِتُوْهُ بَعْدَ اِذْ اَنْكَرُوْهُ۔ فَتَجَلّٰى سُبْحٰنَهٗ لَهُمْ فِيْ كِتَابِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنُوْا رَاَوْهُ بِمَاۤ اَرَاهُمْ مِّنْ قُدْرَتِهٖ۔ وَخَوَّفَهُمْ مِنْ سَطْوَتِهٖ۔ وَكَيْفَ مَحَقَ مَنْ مَّحَقَ بِالْمَثُلَاتِ۔ وَاحْتَصَدَ مَنِ احْتَصَدَ بِالنَّقِمَاتِ وَاِنَّهٗ سَيَاْتِيْ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِيْ زَمَانٌ لَّيْسَ فِيْهِ شَيْءٌ اَخْفٰى مِنَ الْحَقِّ وَلَا اَظْهَرَ مِنَ الْبَاطِلِ وَلَا اَكْثَرَ مِنَ

اللہ سبحانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُس کے بندوں کو محکم و واضح قرآن کے ذریعہ سے بتوں کی پرستش سے خدا کی طرف، اور شیطان کی اطاعت سے اللہ کی اطاعت کی طرف نکال لے جائیں تاکہ بندے اپنے پروردگار سے جاہل و بے خبر رہنے کے بعد اُسے جان لیں، ہٹ دھرمی اور انکار کے بعد اس کے وجود کا یقین اور اقرار کریں۔ اللہ اُن کے سامنے بغیر اُس کے کہ اُسے دیکھا ہو قدرت کی (ان نشانیوں) کی وجہ سے جلوہ طراز ہے، کہ جو اُس نے اپنی کتاب میں دکھائی ہیں اور اپنی سطوت و شوکت کی (قہرمانیوں سے) نمایاں ہے کہ جن سے ڈرایا ہے اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جنہیں اُسے مٹانا تھا انہیں کس طرح اُس نے اپنی عقوبتوں سے مٹا دیا اور تہس نہس کرنا تھا انہیں کیونکر اپنے عذابوں سے تہس نہس کر دیا۔ میرے بعد تم پر ایک ایسا دور آنے والا ہے جس میں حق بہت پوشیدہ اور باطل بہت نمایاں ہوگا اور اللہ و رسولؐ پر افترا پردازی کا زور ہوگا۔ اس زمانہ والوں کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی بے قیمت چیز نہ ہوگی جبکہ اُسے اس طرح پیش کیا جائے جیسے پیش



الْكَذِبِ عَلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلَيْسَ عِنْدَ اَهْلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ سِلْعَةٌ اَبْوَرَ مِنَ الْكِتَابِ اِذَا تُلِيَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وَلَا اَنْفَقَ مِنْهُ اِذَا حُرِّفَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَلَا فِي الْبِلَادِ شَيْءٌ اَنْكَرَ مِنَ الْمَعْرُوْفِ وَلَا اَعْرَفَ مِنَ الْمُنْكَرِ فَقَدْ نَبَذَ الْكِتَابَ حَمَلَتُهٗ۔ وَتَنَاسَاهُ حَفَظَتُهٗ فَالْكِتَابُ يَوْمَئِذٍ وَّاَهْلُهٗ مَنْفِيَّانِ طَرِيْدَانِ وَصَاحِبَانِ مُصْطَحِبَانِ فِيْ طَرِيْقٍ وَّاحِدٍ لَا يُؤْوِيْهِمَا مُؤْوٍ فَالْكِتَابُ وَاَهْلُهٗ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ فِي النَّاسِ وَلَيْسَا فِيْهِمْ، وَمَعَهُمْ وَلَيْسَا مَعَهُمْ لِاَنَّ الضَّلَالَةَ لَا تُوَافِقُ الْهُدٰى وَاِنِ اجْتَمَعَا۔ فَاجْتَمَعَ الْقَوْمُ عَلَى الْفُرْقَةِ۔ وَافْتَرَقُوْا عَنِ الْجَمَاعَةِ۔ كَاَنَّهُمْ اَئِمَّةُ الْكِتَابِ وَلَيْسَ الْكِتَابُ اِمَامَهُمْ فَلَمْ يَبْقَ عِنْدَهُمْ مِّنْهُ اِلَّا اسْمُهٗ۔ وَلَا يَعْرِفُوْنَ اِلَّا خَطَّهٗ وَ زَبْرَهٗ۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا مَثَّلُوْا بِالصّٰلِحِيْنَ كُلَّ مُثْلَةٍ وَّسَمَّوْا صِدْقَهُمْ عَلَى اللّٰهِ فِرْيَةً وَجَعَلُوْا فِي الْحَسَنَةِ عُقُوْبَةَ السَّيِّئَةِ۔

وَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِطُوْلِ اٰمَالِهِمْ وَتَغَيُّبِ اٰجَالِهِمْ حَتّٰى نَزَلَ بِهِمُ الْمَوْعُوْدُ الَّذِيْ تُرَدُّ عَنْهُ الْمَعْذِرَةُ وَتُرْفَعُ عَنْهُ التَّوْبَةُ وَتَحُلُّ مَعَهُ الْقَارِعَةُ وَالنِّقْمَةُ۔

کرنے کا حق ہے اور اس قرآن سے زیادہ ان میں کوئی مقبول اور قیمتی چیز نہیں ہوگی۔ اس وقت جبکہ اس کی آیتوں کا بے محل استعمال کیا جائے اور نہ (اُن کے) شہروں میں نیکی سے زیادہ کوئی بُرائی اور بُرائی سے زیادہ کوئی نیکی ہوگی۔ چنانچہ قرآن کا بار اٹھانے والے اسے پھینک کر الگ کرینگے اور حفظ کرنیوالے اس کی (تعلیم) بھلا بیٹھیں گے اور قرآن اور قرآن والے (اہل بیت) بے گھر اور بے در ہوں گے اور ایک ہی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ انہیں کوئی پناہ دینے والا نہ ہوگا۔ وہ (بظاہر) لوگوں میں ہوں گے مگر ان سے الگ تھلگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ مگر بے تعلق اس لئے کہ گمراہی ہدایت سے سازگار نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ یک جا ہوں۔ لوگوں نے تفرقہ پردازی پر تو اتفاق کر لیا ہے اور جماعت سے کٹ گئے ہیں گویا کہ وہ کتاب کے پیشوا ہیں کتاب ان کی پیشوا نہیں۔ ان کے پاس تو صرف قرآن کا نام رہ گیا ہے اور صرف اس کے خطوط و نقوش کو پہچان سکتے ہیں۔ اس آنے والے دور سے پہلے وہ نیک بندوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا چکے ہوں گے اور اللہ کے متعلق ان کی سچی باتوں کا نام بھی بہتان رکھ دیا ہوگا اور نیکیوں کے بدلہ میں انہیں بُری سزائیں دی ہوں گی۔

تم سے پہلے لوگوں کی تباہی کا سبب یہ ہے کہ وہ امیدوں کے دامن پھیلاتے رہے اور موت کو نظروں سے اوجھل سمجھا کیے۔ یہاں تک کہ جب وعدہ کی ہوئی (موت) آ گئی تو اُن کی معذرت کو ٹھکرا دیا گیا اور توبہ اٹھالی گئی اور مصیبت و بلا ان پر ٹوٹ پڑی۔

اے لوگو! جو اللہ سے نصیحت چاہے اسے ہی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جو اس کے ارشادات کو رہنما بنائے وہ سیدھے راستہ پر ہو لیتا ہے اس لئے کہ اللہ کی ہمسائیگی میں رہنے والا امن و سلامتی میں ہے اور اُس کا دشمن خوف و ہراس میں جو اللہ کی

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ مَنِ اسْتَنْصَحَ اللّٰهَ وُفِّقَ وَمَنِ اتَّخَذَ قَوْلَهُ دَلِيْلًا هُدِيَ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ فَاِنَّ جَارَ اللّٰهِ اٰمِنٌ وَعَدُوَّهُ خَائِفٌ۔ وَاِنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ لِمَنْ عَرَفَ عَظَمَةَ اللّٰهِ اَنْ يَتَعَظَّمَ فَاِنَّ رِفْعَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا عَظَمَتُهُ اَنْ يَّتَوَاضَعُوْا لَهُ وَسَلَامَةَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا قُدْرَتُهُ اَنْ يَّسْتَسْلِمُوْا لَهُ فَلَا تَنْفِرُوْا مِنَ الْحَقِّ نِفَارَ الصَّحِيْحِ مِنَ الْاَجْرَبِ وَالْبَارِئِ مِنْ ذِي السَّقَمِ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ لَنْ تَعْرِفُوا الرُّشْدَ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِيْ تَرَكَهُ۔ وَلَنْ تَاْخُذُوْا بِمِيْثَاقِ الْكِتَابِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِيْ نَقَضَهُ وَلَنْ تَمَسَّكُوْا بِهِ حَتّٰى تَعْرِفُوا الَّذِيْ نَبَذَهُ فَالْتَمِسُوْا ذٰلِكَ مِنْ عِنْدِ اَهْلِهِ فَاِنَّهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ هُمُ الَّذِيْنَ يُخْبِرُكُمْ حُكْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ وَصَمْتُهُمْ عَنْ مَّنْطِقِهِمْ، وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ لَا يُخَالِفُوْنَ الدِّيْنَ وَلَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَهُوَ بَيْنَهُمْ شَاهِدٌ صَادِقٌ وَصَامِتٌ نَّاطِقٌ۔

عظمت و جلالت کو پہچان لے اسے کسی طرح زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی عظمت کی نمائش کرے چونکہ اس کی عظمت کو پہچان چکے ہیں ان کی رفعت و بلندی اسی میں ہے کہ اس کے آگے جھک جائیں اور جو اس کی قدرت کو جان چکے ہیں اُن کی سلامتی اسی میں ہے کہ اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں، حق سے اس طرح بھڑک نہ اٹھو جس طرح صحیح و سالم خارش زدہ سے، یا تندرست بیمار سے تم ہدایت کو اس وقت تک نہ پہچان سکو گے جب تک اُس کے چھوڑنے والوں کو نہ پہچان لو اور قرآن کے عہد و پیمان کے پابند نہ رہ سکو گے جب تک کہ اس کے توڑنے والے کو نہ جان لو اور اُس سے وابستہ نہیں رہ سکتے جب تک اُسے دور پھینکنے والی کی شناخت نہ کر لو، جو ہدایت والے ہیں انہی سے ہدایت طلب کرو، وہی علم کی زندگی اور جہالت کی موت ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ اُن کا (دیا ہوا) ہر حکم ان کے علم کا اور ان کی خاموشی ان کی گویائی کا پتہ دے گی اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ دار ہے۔ وہ نہ دین کی مخالفت کرتے ہیں نہ اُس کے بارے میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ دین ان کے سامنے ایک سچا گواہ ہے اور ایک ایسا بے زبان جو بول رہا ہے۔

## خطبہ ۱۴۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
(فِيْ ذِكْرِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ)
كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا يَرْجُوا الْاَمْرَ لَهُ وَيَعْطِفُهُ عَلَيْهِ دُوْنَ صَاحِبِهِ لَا يَمُتَّانِ اِلَى اللّٰهِ بِحَبْلٍ۔ وَلَا يَمُدَّانِ اِلَيْهِ بِسَبَبٍ

ان دنوں (طلحہ و زبیر) میں سے ہر ایک اپنے لئے خلافت کا امیدوار ہے اور اُسے اپنی ہی طرف موڑ کر لانا چاہتا ہے۔ نہ اپنے ساتھی کی طرف، وہ اللہ کی طرف کسی وسیلہ سے توسل نہیں ڈھونڈھتے اور نہ کوئی ذریعہ لے کر اُسکی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف سے (دلوں میں کینہ) لیے ہوئے ہیں اور جلد ہی اس سلسلے میں بے نقاب ہو جائیں



كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا حَامِلُ ضَبٍّ لِصَاحِبِهِ وَعَمَّا قَلِيْلٍ يُكْشَفُ قِنَاعُهُ بِهِ۔ وَاللّٰهِ لَئِنْ اَصَابُوا الَّذِيْ يُرِيْدُوْنَ لَيَنْتَزِعَنَّ هٰذَا نَفْسَ هٰذَا وَلَيَاْتِيَنَّ هٰذَا عَلٰى هٰذَا قَدْ قَامَتِ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ فَاَيْنَ الْمُحْتَسِبُوْنَ فَقَدْ سُنَّتْ لَهُمُ السُّنَنُ وَقُدِّمَ لَهُمُ الْخَبَرُ وَلِكُلِّ ضَلَّةٍ عِلَّةٌ وَلِكُلِّ نَاكِثٍ شُبْهَةٌ۔ وَاللّٰهِ لَا اَكُوْنُ كَمُسْتَمِعِ اللَّدْمِ يَسْمَعُ النَّاعِيَ وَيَحْضُرُ الْبَاكِيَ ثُمَّ لَا يَعْتَبِرُ۔

گے۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں تو ایک ان میں دوسرے کو جان ہی سے مار ڈالے اور ختم کر کے ہی دم لے (دیکھو) باغی گروہ اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ (اب) کہاں ہیں اجر و ثواب کے چاہنے والے جبکہ حق کی راہیں مقرر ہو چکی ہیں اور یہ خبر انہیں پہلے سے دی جا چکی ہے۔ ہر گمراہی کیلئے حیلے بہانے ہوا کرتے ہیں اور ہر پیمان شکن (دوسروں کو) اشتباہ میں ڈالنے کیلئے کوئی نہ کوئی بات بنایا کرتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس شخص کی طرح نہیں ہوں گا جو ماتم کی آواز پر کان دھرے موت کی سنائی دینے والے کی آواز سنے اور رونے والے کے پاس (پرسے کے لئے) بھی جائے اور پھر عبرت بھی نہ کرے۔

## خطبہ ۱۴۷

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ (قَبْلَ مَوْتِهِ)
اَيُّهَا النَّاسُ كُلُّ امْرِئٍ لَاقٍ مَا يَفِرُّ مِنْهُ فِيْ فِرَارِهِ وَالْاَجَلُ مَسَاقُ النَّفْسِ۔ وَالْهَرَبُ مِنْهُ مُوَافَاتُهُ كَمْ اَطْرَدْتُ الْاَيَّامَ اَبْحَثُهَا عَنْ مَّكْنُوْنِ هٰذَا الْاَمْرِ فَاَبَى اللّٰهُ اِلَّا اِخْفَاءَهُ۔ هَيْهَاتَ عِلْمٌ مَّخْزُوْنٌ۔ اَمَّا وَصِيَّتِيْ فَاللّٰهُ لَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا، وَّمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا تُضَيِّعُوْا سُنَّتَهُ اَقِيْمُوْا هٰذَيْنِ الْعَمُوْدَيْنِ وَاَوْقِدُوْا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ مَّا لَمْ تَشْرُدُوْا۔ حُمِّلَ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ مَّجْهُوْدَهُ۔ وَخُفِّفَ عَنِ الْجَهَلَةِ رَبٌّ رَّحِيْمٌ، وَّدِيْنٌ قَوِيْمٌ، وَّاِمَامٌ عَلِيْمٌ اَنَا بِالْاَمْسِ

مرنے سے پہلے فرمایا
اے لوگو! ہر شخص اسی چیز کا سامنا کرنے والا ہے جس سے وہ راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہے اور جہاں زندگی کا سفر کھینچ کر لے جاتا ہے وہی حیات کی منزل منتہا ہے۔ موت سے بھاگنا اُسے پالینا ہے۔ میں نے اس موت کے چھپے ہوئے بھیدوں کی جستجو میں کتنا ہی زمانہ گذارا مگر مشیت ایزدی یہی رہی کہ اس کی (تفصیلات) بے نقاب نہ ہوں۔ اُس کی منزل تک رسائی کہاں وہ تو ایک پوشیدہ علم ہے، تو ہاں میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم و برقرار رکھو اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ جب تک منتشر و پراگندہ نہیں ہوتے تم میں کوئی برائی نہیں آئے گی۔ تم میں سے ہر شخص اپنی وسعت بھر بوجھ اٹھائے۔ نہ جاننے والوں کا بوجھ بھی ہلکا رکھا گیا ہے۔ (کیونکہ) اللہ رحم کرنے والا دین سیدھا (کہ جس میں کوئی الجھاؤ نہیں) اور پیغمبر عالم و دانا ہے۔ میں کل تمہارا ساتھی تھا اور

مَفَارِقُكُمْ غَفَرَ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ۔ اِنْ تَثْبُتِ الْوَطْاَةُ فِيْ هٰذِهِ الْمَزَلَّةِ فَذَاكَ۔ وَاِنْ تَدْحَضِ الْقَدَمُ۔ فَاِنَّمَا كُنَّا فِيْ اَفْيَاءِ اَغْصَانٍ وَمَهَبِّ رِيَاحٍ وَتَحْتَ ظِلِّ غَمَامٍ اضْمَحَلَّ فِي الْجَوِّ مُتَلَفِّقُهَا وَعَفَا فِي الْاَرْضِ مَخَطُّهَا۔ وَاِنَّمَا كُنْتُ جَارًا جَاوَرَكُمْ بَدَنِيْ اَيَّامًا، وَسَتُعْقَبُوْنَ مِنِّيْ جُثَّةً خَلَاءً۔ سَاكِنَةً بَعْدَ حَرَاكٍ وَصَامِتَةً بَعْدَ نُطْقٍ۔ لِيَعِظَكُمْ هُدُوِّيْ۔ وَخُفُوْتُ اَطْرَافِيْ وَسُكُوْنُ اَطْرَافِيْ فَاِنَّهٗ اَوْعَظُ لِلْمُعْتَبِرِيْنَ مِنَ الْمَنْطِقِ الْبَلِيْغِ وَالْقَوْلِ الْمَسْمُوْعِ وَدَاعِيْكُمْ وَدَاعُ امْرِئٍ مُرْصِدٍ لِلتَّلَاقِيْ، غَدًا تَرَوْنَ اَيَّامِيْ وَيُكْشَفُ لَكُمْ عَنْ سَرَائِرِيْ، وَتَعْرِفُوْنَنِيْ بَعْدَ خُلُوِّ مَكَانِيْ وَقِيَامِ غَيْرِيْ مَقَامِيْ۔

آج تمہارے لئے عبرت بنا ہوا ہوں اور کل تم سے چھوٹ جاؤں گا۔ خدا مجھے اور تمہیں مغفرت عطا کرے۔ اگر اس پھسلنے کی جگہ پر قدم جمے رہے تو خیر اور اگر قدموں کا جماؤ اکھڑ گیا تو ہم نے انہی (گھنی) شاخوں کی چھاؤں ہوا کی گذر گاہوں اور چھائے ہوئے ابر کے سایوں میں تھے (لیکن) اس کے تہ بہ تہ جمے ہوئے لکے چھٹ گئے اور ہوا کے نشانات مٹ مٹا گئے۔ میں تمہارا ہمسایہ تھا کہ میرا جسم چند دن تمہارے پڑوس میں رہا اور میرے مرنے کے بعد مجھے جسد بے روح پاؤ گے کہ جو حرکت کرنے کے بعد تھم گیا اور بولنے کے بعد مندھ جانا اور ہاتھ پیروں کا بے حس و حرکت ہو جانا تمہیں پند و نصیحت کرے۔ کیونکہ عبرت حاصل کرنے والی باتوں سے زیادہ موعظت و عبرت دلانے والا ہوتا ہے۔ میں تم سے اس طرح رخصت ہو رہا ہوں، جیسے کوئی شخص (کسی کی) ملاقات کے لئے چشم براہ ہو۔ کل تم میرے اس دور کو یاد کرو گے اور میری نیتیں کھل کر تمہارے سامنے آجائیں گی اور میری جگہ کے خالی ہونے اور دوسروں کے اس مقام پر آنے سے تمہیں میری قدر و منزلت کی پہچان ہوگی۔

۱؎ یعنی انسان موت سے بچنے کے لئے جو ہاتھ پیر مارتا ہے اور چارہ سازی کرتا ہے اس میں جتنا زمانہ صرف ہوتا ہے وہ مدت حیات ہی ہے کہ جو کم ہو رہی ہے اور جوں جوں وقت گذرتا ہے موت کی منزل قریب ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ زندگی ڈھونڈ ھتے ڈھونڈ ھتے موت سے ہم کنار ہو جاتا ہے۔

۲؎ خلاکم ذم (تم پر کوئی برائی عائد نہ ہوگی) یہ جملہ بطور مثل استعمال ہوتا ہے جسے سب سے پہلے جذیمہ ابرش کے غلام قصیر نے استعمال کیا تھا۔

۳؎ مقصد یہ ہے کہ جب یہ ساری چیزیں فنا ہو جائیں گی تو ان میں رہنے والے کیونکر موت سے محفوظ رہ سکتے ہیں، یقیناً انہیں بھی ہر چیز کی طرح ایک نہ ایک دن فنا ہونا ہے۔ لہٰذا میرے جام حیات کے چھلک جانے پر تعجب ہی کیا۔

## خطبہ ۱۴۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(وہ لوگ) گمراہی کے راستوں پر لگ کر اور ہدایت کی



(فِي الْمَلَاحِمِ)

وَاَخَذُوْا يَمِيْنًا وَّشِمَالًا طَعْنًا فِيْ مَسَالِكِ الْغَيِّ، وَتَرْكًا لِمَذَاهِبِ الرُّشْدِ۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْا مَا هُوَ كَائِنٌ مُّرْصَدٌ۔ وَلَا تَسْتَبْطِئُوْا مَا يَجِيْءُ بِهِ الْغَدُ۔ فَكَمْ مِّنْ مُسْتَعْجِلٍ بِمَا اِنْ اَدْرَكَهٗ وَدَّ اَنَّهٗ لَمْ يُدْرِكْهُ۔ وَمَا اَقْرَبَ الْيَوْمَ مِنْ تَبَاشِيْرِ غَدٍ يَا قَوْمِ هٰذَا اِبَّانُ وُرُوْدِ كُلِّ مَوْعُوْدٍ، وَدُنُوٍّ مِّنْ طَلْعَةِ مَا لَا تَعْرِفُوْنَ۔ اَلَا وَمَنْ اَدْرَكَهَا مِنَّا يَسْرِيْ فِيْهَا بِسِرَاجٍ مُّنِيْرٍ۔ وَيَحْذُوْ فِيْهَا عَلٰى مِثَالِ الصَّالِحِيْنَ لِيَحُلَّ فِيْهَا رِبْقًا وَّيُعْتِقَ رِقًّا، وَّيَصْدَعَ شَعْبًا۔ وَّيَشْعَبَ صَدْعًا فِيْ سُتْرَةٍ عَنِ النَّاسِ لَا يُبْصِرُ الْقَائِفُ اَثَرَهٗ وَلَوْ تَابَعَ نَظَرَهٗ ثُمَّ لَيُشْحَذَنَّ فِيْهَا قَوْمٌ شَحْذَ الْقَيْنِ النَّصْلَ تُجْلٰى بِالتَّنْزِيْلِ اَبْصَارُهُمْ وَيُرْمٰى بِالتَّفْسِيْرِ فِيْ مَسَامِعِهِمْ وَيُغْبَقُوْنَ كَاْسَ الْحِكْمَةِ بَعْدَ الصَّبُوْحِ۔

(مِنْهَا) وَطَالَ الْاَمَدُ بِهِمْ لِيَسْتَكْمِلُوا الْخِزْيَ وَيَسْتَوْجِبُوا الْغِيَرَ حَتّٰى اِذَا اخْلَوْلَقَ الْاَجَلُ وَاسْتَرَاحَ قَوْمٌ اِلَى الْفِتَنِ وَاَشَالُوْا عَنْ لَقَاحِ حَرْبِهِمْ لَمْ يَمُنُّوْا عَلَى اللّٰهِ بِالصَّبْرِ وَلَمْ يَسْتَعْظِمُوْا بَذْلَ اَنْفُسِهِمْ فِي الْحَقِّ حَتّٰى اِذَا وَافَقَ وَارِدُ الْقَضَاءِ انْقِطَاعَ مُدَّةِ الْبَلَاءِ حَمَلُوْا بَصَائِرَهُمْ عَلٰى

راہوں کو چھوڑ کر (افراط و تفریط کے) دائیں بائیں راستوں پر ہو لئے ہیں جو بات کہ ہو کر رہنے والی اور محل انتظار میں ہو اس کے لئے جلدی نہ مچاؤ اور جسے ''کل'' اپنے ساتھ لئے آرہا ہے اس کی دوری محسوس کرتے ہوئے ناگواری ظاہر نہ کرو۔ بہتیرے لوگ ہیں کہ جو کسی چیز کے لئے جلدی مچاتے ہیں اور جب اسے پالیتے ہیں تو پھر یہ چاہنے لگتے ہیں کہ اسے نہ ہی پاتے تو اچھا تھا ''آج'' آنے والے ''کل'' کے اجالوں سے کتنا قریب ہے۔ اے میری قوم یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو، دیکھو! ہم (اہل بیت) میں سے جو (ان فتنوں کا دور) پائے گا وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اٹھائے گا تاکہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسب ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہوگا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقش قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جزو یہ ہے۔ ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تاکہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کرلیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آگئی تو ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لئے کھڑی ہوگئی تو اُس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ

أَسْيَافِهِمْ وَوَانُوا لِرَبِّهِمْ بِأَمْرِ وَاعِظِهِمْ حَتّٰى إِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْأَعْقَابِ۔ وَغَالَتْهُمُ السُّبُلُ۔ وَاتَّكَلُوا عَلَى الْوَلَائِجِ وَوَصَلُوا غَيْرَ الرَّحِمِ وَهَجَرُوا السَّبَبَ الَّذِيْ أُمِرُوا بِمَوَدَّتِهِ وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ أَسَاسِهِ فَبَنَوْهُ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ وَأَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ فِيْ غَمْرَةٍ۔ قَدْ مَارُوْا فِي الْحَيْرَةِ وَذَهَلُوْا فِي السَّكْرَةِ عَلَى سُنَّةٍ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ مِنْ مُّنْقَطِعٍ إِلَى الدُّنْيَا رَاكِنٍ أَوْ مُفَارِقٍ لِّلدِّيْنِ مُبَايِنٍ۔

حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حکم قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو انہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اٹھالیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے اٹھالیا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا، اور گمراہی کی راہوں نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اُسے مودت کا حکم دیا گیا تھا انہیں چھوڑ بیٹھا اور (خلافت کو) اُس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آل فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے۔

## خطبہ ۱۴۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَأَحْمَدُ اللّٰهَ وَأَسْتَعِيْنُهُ عَلَى مَدَاحِرِ الشَّيْطَانِ وَمَزَاجِرِهِ وَالْاِعْتِصَامِ مِنْ حَبَائِلِهِ وَمَخَاتِلِهِ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَنَجِيْبُهُ وَصَفْوَتُهُ لَا يُوَازَى فَضْلُهُ وَلَا يُجْبَرُ فَقْدُهُ أَضَاءَتْ بِهِ الْبِلَادُ بَعْدَ الضَّلَالَةِ الْمُظْلِمَةِ وَالْجَهَالَةِ الْغَالِبَةِ وَالْجَفْوَةِ الْجَافِيَةِ وَالنَّاسُ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْمَ وَيَسْتَذِلُّوْنَ الْحَكِيْمَ۔ يَحْيَوْنَ عَلَى فَتْرَةٍ۔ وَيَمُوْتُوْنَ عَلَى كَفْرَةٍ۔

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں اور ان چیزوں کے لئے اس سے مدد مانگتا ہوں کہ جو شیطان کو راندہ اور دور کرنے والی اور اُس کے پھندوں اور ہتھکنڈوں سے اپنی پناہ میں رکھنے والی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد و رسول اور منتخب و برگزیدہ ہیں۔ نہ اُن کے فضل و کمال کی برابری اور نہ ان کے اٹھ جانے کی تلافی ہو سکتی ہے۔ تاریک گمراہیوں اور بھرپور جہالتوں اور سخت و درشت (خصلتوں) کے بعد شہروں (کے شہر) ان کی وجہ سے روشن و منور ہو گئے جبکہ لوگ حلال کو حرام اور مرد زیرک و دانا کو ذلیل سمجھتے تھے۔ نبیوں سے خالی زمانہ میں جیتے تھے اور گمراہیوں کی حالت میں مر جاتے تھے پھر یہ کہ اے گروہ عرب تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب



ثُمَّ إِنَّكُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ أَغْرَاضُ بَلَايَا قَدِ اقْتَرَبَتْ۔ فَاتَّقُوْا سَكَرَاتِ النِّعْمَةِ وَاحْذَرُوْا بَوَائِقَ النِّقْمَةِ وَتَثَبَّتُوْا فِيْ قَتَامِ الْعَشْوَةِ۔ وَاعْوِجَاجِ الْفِتْنَةِ عِنْدَ طُلُوْعِ جَنِيْنِهَا وَظُهُوْرِ كَمِيْنِهَا وَانْتِصَابِ قُطْبِهَا وَمَدَارِ رَحَاهَا تَبْدَأُ فِيْ مَدَارِجَ خَفِيَّةٍ، وَتَؤُوْلُ إِلَى فَظَاعَةٍ جَلِيَّةٍ شِبَابُهَا كَشِبَابِ الْغُلَامِ وَآثَارُهَا كَآثَارِ السِّلَامِ تَتَوَارَثُهَا الظَّلَمَةُ بِالْعُهُوْدِ أَوَّلُهُمْ قَائِدٌ لِّآخِرِهِمْ وَآخِرُهُمْ مُقْتَدٍ بِأَوَّلِهِمْ۔ يَتَنَافَسُوْنَ فِيْ دُنْيَا دَنِيَّةٍ، وَيَتَكَالَبُوْنَ عَلَى جِيْفَةٍ مُّرِيْحَةٍ وَعَنْ قَلِيْلٍ يَتَبَرَّأُ التَّابِعُ مِنَ الْمَتْبُوْعِ وَالْقَائِدُ مِنَ الْمَقُوْدِ فَيَتَزَايَلُوْنَ بِالْبَغْضَاءِ۔ وَيَتَلَاعَنُوْنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ ثُمَّ يَأْتِيْ بَعْدَ ذٰلِكَ طَالِعُ الْفِتْنَةِ الرَّجُوْفِ وَالْقَاصِمَةِ الزَّحُوْفِ۔ فَتَزِيْغُ قُلُوْبٌ بَعْدَ اسْتِقَامَةٍ وَتَضِلُّ رِجَالٌ بَعْدَ سَلَامَةٍ وَتَخْتَلِفُ الْأَهْوَاءُ عِنْدَ هُجُوْمِهَا وَتَلْتَبِسُ الْآرَاءُ عِنْدَ نُجُوْمِهَا مَنْ أَشْرَفَ لَهَا قَصَمَتْهُ وَمَنْ سَعٰى فِيْهَا تَكَادَمَ الْحُمُرِ فِي الْعَانَةِ قَدِ اضْطَرَبَ مَعْقُوْدُ الْحَبْلِ وَعَمِيَ وَجْهُ الْأَمْرِ تَغِيْضُ فِيْهَا الْحِكْمَةُ وَتَنْطِقُ فِيْهَا الظَّلَمَةُ۔ وَتَدُقُّ أَهْلَ الْبَدْوِ بِمِسْحَلِهَا، وَتَرُضُّهُمْ بِكَلْكَلِهَا يَضِيْعُ فِيْ غُبَارِهَا الْوُحْدَانُ۔ وَيَهْلِكُ فِيْ

کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں سے اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اُس کا چھپا ہوا خدشہ سر اٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آ جائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار اُن کی کھلم کھلا برائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور اُن کی اٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور اُن کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مرمٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑے ہیں جلد ہی پیروکار اپنے پیشرو و رہنماؤں سے اظہار بیزاری کریں گے اور ایک دوسرے کو دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلق خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہوگا، تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانوڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہو جائیں گے۔ اس کے حملہ آور ہونے کے وقت رائیں مشتبہ ہو جائیں گی، جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا وہ اُسے تباہ کر دے گا اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اُسے جڑ بنیاد سے اکھیڑ دے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رسی کے بل کھل جائیں گے۔ صحیح طریق کار چھپ جائے گا حکمت کا پانی خشک ہو جائے گا اور ظالموں کی زبان کھل جائے وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کچل دے گا اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اُس کے گرد و غبار میں اکیلے دوکیلے تباہ و برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے۔

طَرِيقِهَا الرُّكْبَانُ تَرِدُ بِمُرِّ الْقَضَاءِ وَتَحْلُبُ عَبِيطَ الدِّمَاءِ وَتَثْلِمُ مَنَارَ الدِّينِ وَتَنْقُضُ عَقْدَ الْيَقِينِ تَهْرُبُ مِنْهَا الْاَكْيَاسُ وَتُدَبِّرُهَا الْاَرْجَاسُ مِرْعَادٌ مِبْرَاقٌ۔ كَاشِفَةٌ عَنْ سَاقٍ تُقْطَعُ فِيهَا الْاَرْحَامُ وَيُفَارَقُ عَلَيْهَا الْاِسْلَامُ۔ بَرِيُّهَا سَقِيمٌ وَظَاعِنُهَا مُقِيمٌ۔

(مِنْهَا) بَيْنَ قَتِيلٍ مَطْلُولٍ وَخَائِفٍ مُسْتَجِيرٍ۔ يُخْتَلُونَ بِعَقْدِ الْاِيْمَانِ وَبِغُرُورِ الْاِيْمَانِ۔ فَلَا تَكُونُوا اَنْصَابَ الْفِتَنِ وَاَعْلَامَ الْبِدَعِ وَالْزَمُوا مَا عُقِدَ عَلَيْهِ حَبْلُ الْجَمَاعَةِ وَبُنِيَتْ عَلَيْهِ اَرْكَانُ الطَّاعَةِ۔ وَاقْدَمُوا عَلَى اللّٰهِ مَظْلُومِينَ وَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ ظَالِمِينَ۔ وَاتَّقُوا مَدَارِجَ الشَّيْطَانِ وَمَهَابِطَ الْعُدْوَانِ وَلَا تُدْخِلُوا بُطُونَكُمْ لُعَقَ الْحَرَامِ فَاِنَّكُمْ بِعَيْنِ مَنْ حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَعْصِيَةَ۔ وَسَهَّلَ لَكُمْ سُبُلَ الطَّاعَةِ۔

وہ حکم الٰہی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور دودھ کے بجائے خالص خون دوہے گا۔ دین کے میناروں کو ڈھادے گا اور یقین کے اصولوں کو توڑ دے گا۔ عقلمند اُس سے بھاگیں گے اور شرپسند اُس کے کرتا دھرتا ہوں گے وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناطے اس میں توڑ دیئے جائیں گے اور اسلام سے علیحدگی اختیار کرلی جائے گی۔ اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہوجائے گا اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے: (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو اس میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جاسکے گا اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لئے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ انہیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا۔ تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو، تم ایمان والی جماعت کے اصولوں اور اُن کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور تمرد و سرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لئے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لئے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں۔

## خطبہ ۱۵۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الدَّالِّ عَلٰى وُجُودِهٖ بِخَلْقِهٖ وَبِمُحْدَثِ خَلْقِهٖ عَلٰى اَزَلِيَّتِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ لَا شَبَهَ لَهٗ لَا تَسْتَلِمُهُ الْمَشَاعِرُ وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ

تمام تعریف اُس اللہ کیلئے ہے کہ جو خلق (کائنات سے) اپنے وجود کا اور پیدا شدہ مخلوقات سے اپنے قدیم و ازلی ہونے کا اور ان کی باہمی شباہت سے اپنے بے نظیر ہونے کا پتہ دینے والا ہے نہ حواس اسے چھو سکتے ہیں اور نہ پردے اسے چھپا سکتے ہیں۔ چونکہ بنانے والے اور بننے والے، گھیرنے والے اور



الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوعِ، وَالْحَادِّ وَالْمَحْدُودِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوبِ الْاَحَدِ لَا بِتَاْوِيلِ عَدَدٍ وَالْخَالِقِ لَا بِمَعْنٰى حَرَكَةٍ وَنَصَبٍ وَالسَّمِيعِ لَا بِاَدَاةٍ وَالْبَصِيرِ لَا بِتَفْرِيقِ اٰلَةٍ، وَالشَّاهِدِ لَا بِمُمَاسَّةٍ وَالْبَائِنِ لَا بِتَرَاخِي مَسَافَةٍ۔ وَالظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ وَالْبَاطِنِ لَا بِلَطَافَةٍ۔ بَانَ مِنَ الْاَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَالْقُدْرَةِ عَلَيْهَا۔ وَبَانَتِ الْاَشْيَاءُ مِنْهُ بِالْخُضُوعِ لَهٗ وَالرُّجُوعِ اِلَيْهِ۔ مَنْ وَصَفَهٗ فَقَدْ حَدَّهٗ وَمَنْ عَدَّهٗ فَقَدْ اَبْطَلَ اَزَلَهٗ وَمَنْ قَالَ كَيْفَ فَقَدِ اسْتَوْصَفَهٗ۔ وَمَنْ قَالَ اَيْنَ فَقَدْ حَيَّزَهٗ۔ وَعَالِمٌ اِذْ لَا مَعْلُومٌ وَرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوبٌ وَقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُورٌ۔

(مِنْهَا) قَدْ طَلَعَ طَالِعٌ وَلَمَعَ لَامِعٌ وَلَاحَ لَائِحٌ وَاعْتَدَلَ مَائِلٌ۔ وَاسْتَبْدَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ قَوْمًا وَبِيَوْمٍ يَوْمًا۔ وَانْتَظَرْنَا الْغِيَرَ انْتِظَارَ الْمُجْدِبِ الْمَطَرَ وَاِنَّمَا الْاَئِمَّةُ قُوَّامُ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ وَعُرَفَاؤُهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ۔ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ عَرَفَهُمْ وَعَرَفُوهُ وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ اِلَّا مَنْ اَنْكَرَهُمْ وَاَنْكَرُوهُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَصَّكُمْ بِالْاِسْلَامِ وَاسْتَخْلَصَكُمْ لَهٗ وَذٰلِكَ لِاَنَّهُ اسْمُ سَلَامَةٍ وَجِمَاعُ كَرَامَةٍ۔ اِصْطَفَى اللّٰهُ تَعَالٰى

گھرنے والے، پالنے والے اور پرورش پانے والے میں فرق ہوتا ہے وہ ایک ہے لیکن نہ ویسا کہ جو شمار میں آئے، وہ پیدا کرنے والا ہے لیکن نہ اس معنٰی سے کہ اسے حرکت کرنا اور تعب اٹھانا پڑے، وہ سننے والا ہے لیکن نہ کسی عضو کے ذریعہ سے اور دیکھنے والا ہے لیکن نہ اس طرح کی آنکھیں پھیلائے۔ وہ حاضر ہے لیکن نہ اس طرح کہ چھوا جاسکے۔ وہ جدا ہے نہ اس طرح کی بیچ میں فاصلہ کی دوری ہو۔ وہ ظاہر بظاہر ہے مگر آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ذاتاً پوشیدہ ہے نہ لطافت جسمانی کی بناء پر۔ وہ سب چیزوں سے اس لئے علیحدہ ہے کہ وہ ان پر چھایا ہوا ہے اور ان پر اقتدار رکھتا ہے اور تمام چیزیں اس لئے اُس سے جدا ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھکی ہوئی اور اس طرف پلٹنے والی ہیں۔ جس نے (ذات کے علاوہ) اس کے لئے صفات تجویز کئے اُس نے اس کی حد بندی کردی اور جس نے اسے محدود خیال کیا وہ اسے شمار میں آنے والی چیزوں کی قطار میں لے آیا اور جس نے اسے شمار کے قابل سمجھ لیا اس نے اس کی قدامت ہی سے انکار کردیا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کیسا ہے وہ اس کے لئے (الگ سے) صفتیں ڈھونڈھنے لگا اور جس نے یہ کہا کہ وہ کہاں ہے اس نے اسے کسی جگہ میں محدود سمجھ لیا۔ وہ اُس وقت بھی عالم تھا جبکہ معلوم کا وجود نہ تھا اور اُس وقت بھی رب تھا۔ جبکہ پرورش پانے والے نہ تھے اور اس وقت بھی قادر تھا جبکہ یہ زیرِ قدرت آنے والی مخلوق نہ تھی۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے۔ ابھرنے والا اُبھر آیا۔ چمکنے والا چمک اٹھا اور ظاہر ہونے والا ظاہر ہوا۔ ٹیڑھے معاملے سیدھے ہوگئے۔ اللہ نے جماعت کو جماعت سے اور زمانہ کو زمانہ سے بدل دیا۔ ہم اس انقلاب کے اس طرح منتظر تھے جس طرح قحط زدہ بارش کا بلاشبہ آئمہ، اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حاکم ہیں اور اُس کو بندوں سے پہچنوانے والے ہیں۔ جنت میں وہی جائے گا جسے ان کی معرفت ہو، اور وہ بھی اسے پہچانیں اور دوزخ میں وہی ڈالا جائے گا جو نہ انہیں پہچانے اور نہ وہ اُسے پہچانیں۔ اللہ

مَنْهَجَهُ وَبَيَّنَ حُجَجَهُ مِنْ ظَاهِرِ عِلْمٍ وَّبَاطِنِ حِكَمٍ لَا تَفْنٰى غَرَائِبُهُ وَلَا تَنْقَضِىْ عَجَائِبُهُ۔ فِيْهِ مَرَابِيْعُ النِّعَمِ، وَمَصَابِيْحُ الظُّلَمِ لَا تُفْتَحُ الْخَيْرَاتُ اِلَّا بِمَفَاتِيْحِهٖ وَلَا تُكْشَفُ الظُّلُمَاتُ اِلَّا بِمَصَابِيْحِهٖ قَدْ اَحْمٰى حِمَاهُ وَاَرْعٰى مَرْعَاهُ فِيْهِ شِفَاءُ الْمُشْتَفِىْ وَكِفَايَةُ الْمُكْتَفِىْ۔

نے تمہیں اسلام کے لئے مخصوص کرلیا ہے اور اس کے لئے تمہیں چھانٹ لیا ہے اور یہ اس طرح کہ اسلام سلامتی کا نام اور عزت انسانی کا سرمایہ ہے۔ اس کی راہ کو اللہ نے تمہارے لئے چن لیا ہے اور اس کے کھلے ہوئے احکام اور چھپی ہوئی حکمتوں سے اُس کے دلائل واضح کردیئے ہیں۔ نہ اس کے عجائبات مٹنے والے ہیں اور نہ اس کے لطائف ختم ہونے والے ہیں۔ اسی میں نعمتوں کی بارشیں اور تاریکیوں کے چراغ ہیں۔ اسی کی کنجیوں سے نیکیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اسی کے چراغوں سے تیرگیوں کا دامن چاک کیا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے ممنوعہ مقامات سے روکا ہے اور اس کی چراگاہوں میں چرنے کی اجازت دی ہے۔ شفا چاہنے والے کے لئے اس میں بے نیازی ہے۔

ا اس خطبہ کا پہلا جز علم الٰہیات کے اہم مطالب پر مشتمل ہے جس میں خلق کائنات سے خالق کائنات کے وجود پر استدلال فرماتے ہوئے اس کی ازلیت وعینیت صفات پر روشنی ڈالی ہے۔ چنانچہ جب ہم کائنات پر نظر کرتے ہیں تو ہر حرکت کے پیچھے کسی محرّک کا ہاتھ کارفرما نظر آتا ہے جس سے ایک سطحی ذہن والا انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کوئی اثر مؤثر کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ یہاں تک کہ چند دنوں کا ایک بچہ بھی اپنے جسم کے چھوئے جانے سے اپنے شعور کے دھندلکوں میں یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی چھونے والا ہے۔ جس کا اظہار آنکھوں کو کھولنے یا مڑ کر دیکھنے سے کرتا ہے۔ تو پھر کس طرح دنیائے کائنات کی تخلیق اور عالم کون ومکاں کا نظم ونسق کسی خالق ومنتظم کے بغیر مانا جاسکتا ہے۔

جب ایک خالق کا اعتراف ضروری ہوا تو اُسے موجود بالذات ہونا چاہئے کیونکہ ہر وہ چیز جس کی ابتداء ہے اس کے لئے ایک مرکز وجود کا ہونا ضروری ہے کہ جس تک وہ منتہی ہو۔ تو اگر وہ بھی کسی موجد کا محتاج ہوگا تو پھر اس موجد کے لئے سوال ہوگا کہ وہ ازخود ہے یا کسی کا بنایا ہوا۔ اور جب تک ایک موجود بالذات ہستی کا اقرار نہ کیا جائے کہ جو تمام ممکنات کے لئے علۃ العلل ہو پڑ کر اسے کہیں ٹھہراؤ نصیب نہ ہوگا اور اگر خود اسی کو اپنی ذات کا خالق فرض کیا جائے تو دو صورتوں سے خالی نہیں ہوگا یا تو وہ معدوم ہوگا یا موجود۔ اگر معدوم ہوگا تو معدوم کسی کو موجود نہیں بنا سکتا اور اگر موجود ہوگا تو اُسے دوبارہ موجود کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ لہٰذا اُسے ایسا موجود ماننا پڑے گا جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو اور اس کے ماسوا ہر چیز اُس کی محتاج اور اور وحدت اپنی آپ ہی نظیر ہے اس لئے کوئی چیز اس کی مثل و نظیر نہیں ہوسکتی اور ایک کہی جانے والی چیزوں کو بھی اس کی یکتائی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ ہر اعتبار سے واحد و یگانہ ہے وہ اُن تمام چیزوں سے منزہ ومبرا ہے جو جسم وجسمانیات میں پائی جاتی ہیں کیونکہ نہ وہ جسم ہے نہ رنگ ہے نہ شکل ہے نہ کسی جہت میں واقع ہے اور نہ کسی محل ومکاں میں محدود ہے۔ اس لئے انسان اپنے حواس ومشاعر کے ذریعہ اس کا ادراک ومشاہدہ نہیں کرسکتا کیونکہ حواس انہی چیزوں کا ادراک کرسکتے ہیں جو زمان ومکان اور مادہ کے حدود کی پابند ہوں۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے اس کے لئے جسم مان لینا ہے اور جب وہ جسم ہی نہیں ہے اور نہ جسم کے ساتھ قائم ہے اور نہ کسی جہت ومکان میں واقع ہے تو اس کے دیکھے جانے کا سوال



ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کی یہ پوشیدگی ان لطیف اجسام کی طرح نہیں کہ جن سے ان کی لطافت کی وجہ سے نگاہیں آر پار ہوجاتی ہیں اور آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہتی ہیں جیسے فضا کی پہنائیوں میں ہوا بلکہ وہ ذاتی طور پر پوشیدہ ہے البتہ اس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے، وہ دیکھتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ لیکن آلات سماعت وبصارت کا محتاج نہیں کیونکہ اگر وہ دیکھنے سننے کے لئے اعضاء کا محتاج ہوگا تو اُس کی ذات اپنے کمالات میں خارجی چیزوں کے دستِ نگر ہوگی اور بحیثیت ذات کامل نہ رہے گی حالانکہ وہ ہر لحاظ سے کامل ہے اور اُس کا کوئی کمال اُس کی ذات سے الگ نہیں۔ کیونکہ ذات کے علاوہ الگ سے صفات ماننے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذات ہوگی اور کچھ صفتیں اور اس ذات وصفات کے مجموعہ کا نام ہوگا خدا، اور جو چیز جز اُسے مرکّب ہو وہ اپنے وجود میں اجزاء کی محتاج ہوتی ہے اور ان اجزاء کو مرکب کے ترکیب پانے سے پہلے موجود ہونا چاہئے، تو جب اجزاء اس پر مقدّم ہوں گے تو وہ ہمیشہ سے موجود اور ازلی کیونکر ہوسکتا ہے جبکہ اس کا وجود اجزاء سے متاثر ہے حالانکہ وہ اس وقت بھی علم وقدرت ربوبیت لئے ہوئے تھا جبکہ کوئی چیز موجود نہ تھی۔ کیونکہ اس کی کوئی صفت خارج سے اس میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ وہ صفت ہے وہی ذات ہے اور جو ذات ہے وہی صفت ہے اس لئے اس کا علم اس پر منحصر نہیں ہے کہ معلوم کا وجود ہولے تو پھر وہ جانے، کیونکہ اُس کی ذات حادث ہونے والے معلومات سے مقدم ہے اور نہ اُس کی قدرت کے لئے ضروری ہے کہ مقدور کا وجود ہو تو وہ قادر سمجھا جائے۔ کیونکہ قادر اُسے کہتے ہیں جو ترک وفعل پر یکساں اختیار رکھتا ہو اور اُس کے لئے مقدور کا ہونا ضروری نہیں، اور یونہی رب کے معنی مالک کے ہیں اور وہ جس طرح معدوم کا اس کے موجود نہ ہونے کے بعد مالک ہے اسی طرح موجود کے پردہ عدم میں ہونے کی صورت میں اسے موجود کرنے پر اختیار رکھتا ہے کہ چاہے اسے معدوم رہنے دے اور چاہے اُسے وجود بخش دے۔

# خطبہ ۱۵۱

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَهُوَ فِىْ مُهْلَةٍ مِّنَ اللّٰهِ يَهْوِىْ مَعَ الْغَافِلِيْنَ وَيَغْدُوْ مَعَ الْمُذْنِبِيْنَ بِلَا سَبِيْلٍ قَاصِدٍ وَّلَا اِمَامٍ قَائِدٍ۔

(مِنْهَا) حَتّٰى اِذَا كَشَفَ لَهُمْ عَنْ جَزَآءِ مَعْصِيَتِهِمْ۔ وَاسْتَخْرَجَهُمْ مِّنْ جَلَابِيْبِ غَفْلَتِهِمْ اسْتَقْبَلُوْا مُدْبِرًا وَاسْتَدْبَرُوْا مُقْبِلًا۔ فَلَمْ يَنْتَفِعُوْا بِمَا اَدْرَكُوْا مِنْ طَلِبَتِهِمْ، وَلَا بِمَا قَضَوْا مِنْ وَّطَرِهِمْ وَاِنِّىْ اُحَذِّرُكُمْ وَنَفْسِىْ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ فَلْيَنْتَفِعِ

اُسے اللہ کی طرف سے مہلت ملی ہے۔ وہ غفلت شعاروں کے ساتھ (تباہیوں میں) گرتا ہے بغیر سیدھی راہ اختیار کئے اور بغیر کسی ہادی اور رہبر کے ساتھ دیئے صبح سویرے ہی گنہگاروں کے ساتھ ہو لیتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے آخرکار جب اللہ اُن کے گناہوں کا نتیجہ اُن کے سامنے لائے گا اور غفلت کے پردوں سے جسے پیٹھ کھاتے تھے اور اس شے سے پیٹھ پھرائیں گے جس کی طرف ان کا رخ رہتا تھا۔ انہوں نے اپنے مطلوبہ سروسامان کو پاکر اور خواہشوں کو پورا کرکے کچھ بھی تو فائدہ حاصل نہ کیا۔ میں تمہیں اور خود اپنے کو اس مرحلہ سے متنبہ کرتا ہوں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس سے فائدہ اٹھائے اس لئے کہ آنکھوں والا وہ ہے

اِمْرُؤٌ بِنَفْسِهٖ۔ فَاِنَّمَا الْبَصِيْرُ مَنْ سَمِعَ فَتَفَكَّرَ وَنَظَرَ فَاَبْصَرَ وَانْتَفَعَ بِالْعِبَرِ ثُمَّ سَلَكَ جَدَدًا وَاضِحًا يَتَجَنَّبُ فِيْهِ الصَّرْعَةَ فِي الْمَهَاوِيْ۔ وَالضَّلَالَ فِي الْمَغَاوِيْ۔ وَلَا يُعِيْنُ عَلٰى نَفْسِهِ الْغُوَاةَ بِتَعَسُّفٍ فِيْ حَقٍّ اَوْ تَحْرِيْفٍ فِيْ نُطْقٍ اَوْ تَخَوُّفٍ مِّنْ صِدْقٍ فَاَفِقْ اَيُّهَا السَّامِعُ مِنْ سَكْرَتِكَ۔ وَاسْتَيْقِظْ مِنْ غَفْلَتِكَ وَاخْتَصِرْ مِنْ عَجَلَتِكَ وَاَنْعِمِ الْفِكْرَ فِيْمَا جَآئَكَ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِمَّا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا مَحِيْصَ عَنْهُ وَخَالِفْ مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ اِلٰى غَيْرِهٖ۔ وَدَعْهُ وَمَا رَضِيَ لِنَفْسِهٖ۔ وَضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ۔ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ فَاِنَّ عَلَيْهِ مَمَرَّكَ، وَكَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ وَكَمَا تَزْرَعُ تَحْصُدُ۔ وَمَا قَدَّمْتَ الْيَوْمَ تَقْدَمُ عَلَيْهِ غَدًا فَامْهَدْ لِقَدَمِكَ وَقَدِّمْ لِيَوْمِكَ فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ۔

جو سنے تو غور کرے اور نظر اٹھائے تو حقیقتوں کو دیکھ لے اور عبرتوں سے فائدہ اٹھائے۔ پھر واضح راستہ اختیار کرے جس کے بعد گڑھوں میں گرنے اور شبہات میں بھٹک جانے سے بچتا رہے اور حق سے بے راہ ہونے اور بات میں ردو بدل کرنے اور سچائی میں خوف کھانے سے گمراہیوں کی مدد کر کے زیاں کار نہ بنے۔ اے سننے والو اپنی سرمستیوں سے ہوش میں آؤ غضب سے آنکھیں کھولو اور دنیا کی دوڑ دھوپ کو کم کرو اور جو باتیں نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان (مبارک) سے پہنچی ہیں ان میں اچھی طرح غور و فکر کرو کہ ان سے نہ کوئی چارہ ہے اور نہ کوئی گریز کی راہ۔ جو ان کی خلاف ورزی کرے تم اس سے دوسری طرف رخ پھیر لو اور اسے چھوڑ و کہ وہ اپنے نفس کی مرضی پر چلتا رہے۔ فخر کے پاس نہ جاؤ اور بڑائی (کے سر) کو نیچا کرو، اپنی قبر کو یاد رکھو کہ تمہارا راستہ وہی ہے اور جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے جو بوؤ گے وہی کاٹو گے اور جو آج آگے بھیجو گے وہی کل پالو گے آگے کے لئے کچھ مہیّا کرو اور اُس دن کیلئے سرو سامان تیار رکھو۔

اَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ۔ وَالْجِدَّ الْجِدَّ اَيُّهَا الْغَافِلُ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔ اِنَّ مِنْ عَزَآئِمِ اللّٰهِ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ الَّتِيْ عَلَيْهَا يُثِيْبُ وَيُعَاقِبُ وَلَهَا يَرْضٰى وَيَسْخَطُ، اَنَّهُ لَا يَنْفَعُ عَبْدًا وَاِنْ اَجْهَدَ نَفْسَهُ وَاَخْلَصَ فِعْلَهُ اَنْ يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا لَاقِيًا رَبَّهُ بِخَصْلَةٍ مِّنْ هٰذِهِ الْخِصَالِ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا۔

اے سننے والو! ڈرو ڈرو، اور اے غفلت کرنے والو! کوشش کرو، کوشش کرو تمہیں خبر رکھنے والا جو بتائے گا وہ دوسرا نہیں بتا سکتا۔ قرآن حکیم میں اللہ کے ان اٹل اصول میں سے کہ جن پر وہ جزا و سزا دیتا ہے اور راضی و ناراض ہوتا ہے یہ چیز ہے کہ کسی بندے کو چاہے وہ جو کچھ جتن کر ڈالے دنیا سے نکل کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ذرا فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جبکہ وہ ان خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے توبہ کئے بغیر مر جائے ایک یہ کہ فرائض عبادت میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرایا ہو، یا



اَنْ يُّشْرِكَ بِاللّٰهِ فِيْمَا افْتَرَضَ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَتِهٖ اَوْ يَشْفِيَ غَيْظَهٗ بِهَلَاكِ نَفْسٍ اَوْ يَعُرَّ بِاَمْرٍ فَعَلَهٗ غَيْرُهٗ اَوْ يَسْتَنْجِحَ حَاجَةً اِلَى النَّاسِ بِاِظْهَارِ بِدْعَةٍ فِيْ دِيْنِهٖ، اَوْ يَلْقَى النَّاسَ بِوَجْهَيْنِ۔ اَوْ يَمْشِيَ فِيْهِمْ بِلِسَانَيْنِ اِعْقِلْ ذٰلِكَ فَاِنَّ الْمِثْلَ دَلِيْلٌ عَلٰى شِبْهِهٖ۔

اِنَّ الْبَهَآئِمَ هَمُّهَا بُطُوْنُهَا۔ وَاِنَّ السِّبَاعَ هَمُّهَا الْعُدْوَانُ عَلٰى غَيْرِهَا وَاِنَّ النِّسَآءَ هَمُّهُنَّ زِيْنَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالْفَسَادُ فِيْهَا۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُسْتَكِيْنُوْنَ۔ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ الْمُؤْمِنِيْنَ خَآئِفُوْنَ۔

کسی کو ہلاک کر کے اپنے غضب کو ٹھنڈا کیا ہو، یا دوسرے کے کئے پر عیب لگایا ہو یا دین میں بدعتیں ڈال کر لوگوں سے اپنا مقصد پورا کیا ہو، یا لوگوں سے دو رُخی چال چلتا ہو، یا دو زبانوں سے لوگوں سے گفتگو کرتا ہو۔ اس بات کو سمجھو اس لئے کہ ایک نظری دوسری نظیر کی دلیل ہوا کرتی ہے۔

بلاشبہ چوپاؤں کا مقصد پیٹ (بھرنا) اور درندوں کا مقصد دوسروں پر حملہ آور ہونا اور عورتوں کا مقصد اس پست دنیا کو بنانا سنوارنا اور فتنے اٹھانا ہی ہوتا ہے۔ مومن وہ ہیں جو تکبر و غرور سے دور ہوں، مومن وہ ہیں جو خائف و ترساں ہوں۔ مومن وہ ہیں جو ہراساں ہوں۔

لہ مقصد یہ ہے کہ تمام شر و مفاسد کا سرچشمہ وقوت شہود قوت غضبیہ ہوتی ہے اگر انسان قوت شہویہ سے مغلوب ہو کر پیٹ بھرنا ہی اپنا مقصد بنا لے تو اس میں اور چوپائے میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، کیونکہ چوپائے کے پیش نظر بھی پیٹ بھرنے کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا اور اگر قوت غضبیہ سے مغلوب ہو کر ہلاکت و تباہ کاری شروع کر دے تو اس میں اور درندے میں کوئی فرق نہ رہے گا کیونکہ اس کا مقصد بھی یہی چیرنا پھاڑنا ہوتا ہے اور اگر دونوں قوتیں اس میں کارفرما ہوں تو پھر عورت کے مانند ہے۔ کیونکہ عورت میں یہ دونوں قوتیں کارفرما ہوتی ہیں جس کی وجہ سے وہ بناؤ سنگار پر جان دیتی ہے اور فتنہ و فساد کو ہوا دینے میں کوششوں کو برسر کار رکھتی ہے۔

البتہ مرد مومن کبھی یہ گوارا نہ کرے گا کہ وہ ان حیوانی خصلتوں کو اپنا شعار بنائے بلکہ وہ ان قوتوں کو دبائے رکھتا ہے یوں کہ نہ وہ غرور خود پسندی کو اپنے پاس بھٹکنے دیتا ہے اور نہ خوف خدا کی وجہ سے فتنہ و شر کو ہوا دیتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ بصرہ کی طرف روانہ ہوتے وقت ارشاد فرمایا اور بصرہ کا ہنگامہ چونکہ ایک عورت کے ابھارنے کا نتیجہ تھا اس لئے چوپاؤں اور درندوں کی طبعی عادتوں کا ذکر کرنے کے بعد عورت کو بھی انہی خصلتوں کا حامل قرار دیا ہے۔ چنانچہ انہی کے نتیجہ میں بصرہ کی خونریز جنگ ہوئی اور ہزاروں افراد ہلاکت و تباہی کی لپیٹ میں آ گئے۔

## خطبہ ۱۵۲

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَنَاظِرُ قَلْبِ اللَّبِيبِ بِهِ يُبْصِرُ أَمَدَهُ وَيَعْرِفُ غَوْرَهُ وَنَجْدَهُ دَاعٍ دَعَا وَرَاعٍ رَعَى- فَاسْتَجِيبُوا لِلدَّاعِي وَاتَّبِعُوا الرَّاعِيَ-

قَدْ خَاضُوا بِحَارَ الْفِتَنِ- وَأَخَذُوا بِالْبِدَعِ دُونَ السُّنَنِ، وَأَرَزَ الْمُؤْمِنُونَ وَنَطَقَ الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ- نَحْنُ الشِّعَارُ وَالْأَصْحَابُ وَالْخَزَنَةُ وَالْأَبْوَابُ وَلَا تُؤْتَى الْبُيُوتُ إِلَّا مِنْ أَبْوَابِهَا فَمَنْ أَتَاهَا مِنْ غَيْرِ أَبْوَابِهَا سُمِّيَ سَارِقًا-

(مِنْهَا) فِيهِمْ كَرَائِمُ الْقُرْآنِ وَهُمْ كُنُوزُ الرَّحْمٰنِ- إِنْ نَطَقُوا صَدَقُوا، وَإِنْ صَمَتُوا لَمْ يُسْبَقُوا فَلْيَصْدُقْ رَائِدٌ أَهْلَهُ، وَلْيُحْضِرْ عَقْلَهُ، وَلْيَكُنْ مِنْ أَبْنَاءِ الْآخِرَةِ فَإِنَّهُ مِنْهَا قَدِمَ وَإِلَيْهَا يَنْقَلِبُ فَالنَّاظِرُ بِالْقَلْبِ الْعَامِلُ بِالْبَصَرِ يَكُونُ مُبْتَدَأُ عَمَلِهِ أَنْ يَعْلَمَ أَعَمَلُهُ عَلَيْهِ أَمْ لَهُ- فَإِنْ كَانَ لَهُ مَضَى فِيهِ وَإِنْ كَانَ عَلَيْهِ وَقَفَ عَنْهُ فَإِنَّ الْعَامِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَالسَّائِرِ عَلَى غَيْرِ طَرِيقٍ فَلَا يَزِيدُهُ بُعْدُهُ عَنِ الطَّرِيقِ إِلَّا بُعْدًا مِنْ حَاجَتِهِ وَالْعَامِلُ بِالْعِلْمِ كَالسَّائِرِ عَلَى الطَّرِيقِ الْوَاضِحِ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ أَسَائِرٌ

عقلمند دل کی آنکھوں سے اپنا مآلِ کار دیکھتا ہے اور اپنی اونچ نیچ (اچھی بُری راہوں) کو پہچانتا ہے۔ دعوت دینے والے نے پکارا اور نگہداشت کرنے والے نے نگہداشت کی۔ بلانے والے کی آواز پر لبیک کہو اور نگہداشت کرنے والے کی پیروی کرو۔

کچھ لوگ فتنوں کے دریاؤں میں اُترے ہوئے ہیں اور سنتوں کو چھوڑ کر بدعتوں میں پڑ چکے ہیں۔ ایمان والے دبکے پڑے ہیں اور گمراہوں اور جھٹلانے والوں کی زبانیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہم قریبی تعلق رکھنے والے اور خاص ساتھی اور خزانہ دار اور دروازے ہیں اور گھروں میں دروازوں ہی سے آیا جاتا ہے اور جو دروازوں کو چھوڑ کر کسی اور طرف سے آئے اُس کا نام چور ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جزُیہ ہے (آلِ محمدؐ) انہی کے بارے میں قرآن کی نفیس آیتیں اُتری ہیں اور وہ اللہ کے خزینے ہیں اگر بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور اگر خاموش رہتے ہیں تو کسی کو بات میں پہل کا حق نہیں پیشرو کو اپنے قوم قبیلے سے (ہر بات) سچ سچ بیان کرنا چاہیئے اور اپنی عقل کو گم نہ ہونے دے اور اہل آخرت میں سے بنے اس لئے کہ اُدھر ہی سے ایا ہے اور اُدھر ہی اُسے پلٹ کر جانا ہے۔ دل (کی آنکھوں سے دیکھنے والے اور بصیرت کے ساتھ عمل کرنے والے کے عمل کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ وہ (پہلے) وہ جان لیتا ہے کہ یہ عمل اُس کے لئے فائدہ مند ہے یا نقصان رساں اگر مفید ہوتا ہے تو آگے بڑھتا ہے۔ مضر ہوتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے اس لئے کہ بے جانے بوجھے ہوئے بڑھنے والا ایسا ہے جیسے کوئی غلط راستے پر چل نکلے تو جتنا وہ اس راہ پر بڑھتا جائے گا اتنا ہی مقصد سے دور ہوتا جائے گا اور علم کی (روشنی میں) عمل کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی روشن راہ پر چل رہا ہو (تو اب) دیکھنے والے کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ آگے کی



هُوَ أَمْ رَاجِعٌ- وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ ظَاهِرٍ بَاطِنًا عَلَى مِثَالِهِ فَمَا طَابَ ظَاهِرُهُ طَابَ بَاطِنُهُ- وَمَا خَبُثَ ظَاهِرُهُ خَبُثَ بَاطِنُهُ- وَقَدْ قَالَ الرَّسُولُ الصَّادِقُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ- وَيُبْغِضُ عَمَلَهُ وَيُحِبُّ الْعَمَلَ وَيُبْغِضُ بَدَنَهُ وَاعْلَمْ أَنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ نَبَاتًا- وَكُلُّ نَبَاتٍ لَا غِنَى بِهِ عَنِ الْمَاءِ وَالْمِيَاهُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا طَابَ سَقْيُهُ طَابَ غَرْسُهُ وَحَلَتْ ثَمَرَتُهُ- وَمَا خَبُثَ سَقْيُهُ خَبُثَ غَرْسُهُ وَأَمَرَّتْ ثَمَرَتُهُ-

طرف بڑھ رہا ہے یا پیچھے کی طرف پلٹ رہا ہے۔ تمہیں جاننا چاہیئے کہ ہر ظاہر کا ویسا ہی باطن ہوتا ہے جس کا ظاہر اچھا ہوتا ہے اُس کا باطن بھی اچھا ہوتا جس کا ظاہر بُرا ہوتا ہے اُس کا باطن بھی بُرا ہوتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے جیسا رسول صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ ایک بندے کو (ایمان کی وجہ سے) دوست رکھتا ہے اور اُس کے عمل کو بُرا سمجھتا ہے اور (کہیں) عمل کو دوست رکھتا ہے اور عمل کرنے والے کی ذات سے نفرت کرتا ہے۔ دیکھو ہر عمل ایک اُگنے والا سبزہ ہے اور سبزہ کے لئے پانی کا ہونا ضروری ہے اور پانی مختلف قسم کا ہوتا ہے جہاں پانی اچھا دیا جائے گا وہاں پر کھیتی بھی اچھی ہوگی اور اس کا پھل بھی میٹھا ہوگا اور جہاں پانی بُرا دیا جائے گا وہاں کھیتی بھی بُری ہوگی اور پھل بھی کڑوا ہوگا۔

## خطبہ ۱۵۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

يَذْكُرُ فِيهَا بَدِيعَ خِلْقَةِ الْخُفَّاشِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي انْحَسَرَتِ الْأَوْصَافُ عَنْ كُنْهِ مَعْرِفَتِهِ وَرَدَعَتْ عَظَمَتُهُ الْعُقُولَ فَلَمْ تَجِدْ مَسَاغًا إِلَى بُلُوغِ غَايَةِ مَلَكُوتِهِ- هُوَ اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ أَحَقُّ وَأَبْيَنُ مِمَّا تَرَى الْعُيُونُ لَمْ تَبْلُغْهُ الْعُقُولُ بِتَحْدِيدٍ فَيَكُونَ مُشَبَّهًا- وَلَمْ تَقَعْ عَلَيْهِ الْأَوْهَامُ بِتَقْدِيرٍ فَيَكُونَ مُمَثَّلًا- خَلَقَ الْخَلْقَ عَلَى غَيْرِ تَمْثِيلٍ وَلَا مَشُورَةِ مُشِيرٍ وَلَا مَعُونَةِ مُعِينٍ-

اس میں چمگادڑ کی عجیب وغریب خلقت کا ذکر فرمایا ہے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس کی معرفت کی حقیقت ظاہر کرنے سے اوصاف عاجز ہیں اور اُس کی عظمت و بلندی نے عقلوں کو روک دیا ہے جس سے وہ اُس کی سرحد فرمانروائی تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں پاتیں۔ وہ اللہ اقتدار کا مالک ہے اور (سراپا) حق اور (حق کا) ظاہر کرنے والا ہے۔ وہ ان چیزوں سے بھی زیادہ (اپنے مقام پر) ثابت و آشکارا ہے کہ جنہیں آنکھیں دیکھتی ہیں عقلیں اُس کی حد بندی کر کے اس تک نہیں پہنچ سکتیں کہ وہ دوسروں سے مشابہ ہو جائے اور نہ وہم اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی چیز کے مانند ہو جائے۔ اُس نے بغیر نمونہ ومثال کے اور بغیر کسی مشیر کار کے مشورہ کے اور بغیر کسی معاون کی امداد کے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اُس کے حکم سے مخلوق اپنے کمال کو پہنچ گئی اور اُس کی اطاعت کے لئے جھک گئی اور

فَتَمَّ خَلْقُهُ بِاَمْرِهٖ وَاَذْعَنَ لِطَاعَتِهٖ فَاَجَابَ وَلَمْ يُدَافِعْ وَانْقَادَ وَلَمْ يُنَازِعْ۔ وَمِنْ لَطَآئِفِ صَنْعَتِهٖ وَعَجَآئِبِ خِلْقَتِهٖ مَآ اَرَانَا مِنْ غَوَامِضِ الْحِكْمَةِ فِيْ هٰذِهِ الْخَفَافِيْشِ الَّتِيْ يَقْبِضُهَا الضِّيَآءُ الْبَاسِطُ لِكُلِّ شَيْءٍ وَيَبْسُطُهَا الظَّلَامُ الْقَابِضُ لِكُلِّ حَيٍّ۔ وَكَيْفَ عَشِيَتْ اَعْيُنُهَا عَنْ اَنْ تَسْتَمِدَّ مِنَ الشَّمْسِ الْمُضِيْٓئَةِ نُوْرًا تَهْتَدِيْ بِهٖ فِيْ مَذَاهِبِهَا وَتَصِلُ بِعَلَانِيَةِ بُرْهَانِ الشَّمْسِ اِلٰى مَعَارِفِهَا۔ وَرَدَعَهَا بِتَلَاْلُؤِ ضِيَآئِهَا عَنِ الْمُضِيِّ فِيْ سُبُحَاتِ اِشْرَاقِهَا وَاَكَنَّهَا فِيْ مَكَامِنِهَا عَنِ الذَّهَابِ فِيْ بُلَجِ ائْتِلَاقِهَا فَهِيَ مُسْدَلَةُ الْجُفُوْنِ بِالنَّهَارِ عَلٰى اَحْدَاقِهَا۔ وَجَاعِلَةُ اللَّيْلِ سِرَاجًا تَسْتَدِلُّ بِهٖ فِي الْتِمَاسِ اَرْزَاقِهَا فَلَا يَرُدُّ اَبْصَارَهَا اِسْدَافُ ظُلْمَتِهٖ وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِيِّ فِيْهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهٖ فَاِذَآ اَلْقَتِ الشَّمْسُ قِنَاعَهَا وَبَدَتْ اَوْضَاحُ نَهَارِهَا، وَدَخَلَ مِنْ اِشْرَاقِ نُوْرِهَا عَلَى الضِّبَابِ فِيْ وِجَارِهَا اَطْبَقَتِ الْاَجْفَانَ عَلٰى مَآقِيْهَا وَتَبَلَّغَتْ بِمَا اكْتَسَبَتْ مِنْ فَيْءِ ظُلَمِ لَيَالِيْهَا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَعَلَ اللَّيْلَ لَهَا

بلاتوقف لبیک کہی اور بغیر کسی نزاع و مزاحمت کے اُس کی مطیع ہوگئی۔ اس کی صنعت کی لطافتوں اور خلقت کی عجیب و غریب کارفرمائیوں میں کیا کیا گہری حکمتیں ہیں کہ جو اُس نے ہمیں چمگادڑوں کے اندر دکھائی ہیں کہ جن کی آنکھوں کو (دن کا) اُجالا سکیڑ دیتا ہے۔ حالانکہ وہ تمام آنکھوں میں روشنی پھیلانے والا ہے اور اندھیرا اُن کی آنکھوں کو کھول دیتا ہے۔ حالانکہ وہ ہر زندہ شے کی آنکھوں پر نقاب ڈالنے والا ہے اور کیونکہ چمکتے ہوئے سورج میں ان کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں کہ وہ اُس کی نور پاش شعاعوں سے مدد لے کر اپنے راستوں پر آجاسکیں اور نورِ آفتاب کے پھیلاؤ میں اپنی جانی پہچانی ہوئی چیزوں تک پہنچ سکیں۔ اُس نے تو اپنی ضوپاشیوں کی تابش سے انہیں نور کی تجلیوں میں بڑھنے سے روک دیا ہے اور اُن کے پوشیدہ ٹھکانوں میں اُنہیں چھپا دیا ہے کہ وہ اُس کی روشنی کے اُجالوں میں آسکیں دن کے وقت تو وہ اس طرح ہوتی ہیں کہ اُن کی پلکیں جھلک کر آنکھوں پر لٹک آتی ہیں اور تاریکیِ شب کو اپنا چراغ بنا کر رزق کے ڈھونڈنے میں اس سے مدد لیتی ہیں۔ رات کی تاریکیاں اُن کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ اُس کی گھٹاٹوپ اندھیاریاں راہ پیمائیوں سے باز رکھتی ہیں۔ مگر جب آفتاب اپنے چہرے سے نقاب ہٹاتا ہے اور دن کے اجالے اُبھر آتے ہیں اور سورج کی کرنیں سوسمار کے سوراخ کے اندر تک پہنچ جاتی ہیں تو وہ اپنی پلکوں کو آنکھوں پر جھکا لیتی ہیں اور رات کی تیرگیوں میں جو معاش حاصل کی ہے اسی پر اپنا وقت پورا کر لیتی ہے۔ سبحان اللہ کہ جس نے رات ان کے کسبِ معاش کے لئے اور دن آرام و سکون کے لئے بنایا ہے اور ان کے گوشت ہی سے ان کے پر بنائے ہیں اور جب اڑنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انہی پروں سے اونچی ہوتی ہیں گویا کہ وہ



نَهَارًا وَّمَعَاشًا وَّالنَّهَارَ سَكَنًا وَّقَرَارًا وَّجَعَلَ لَهَآ اَجْنِحَةً مِّنْ لَّحْمِهَا تَعْرُجُ بِهَا عِنْدَ الْحَاجَةِ اِلَى الطَّيَرَانِ كَاَنَّهَا شَظَايَا الْاٰذَانِ غَيْرَ ذَوَاتِ رِيْشٍ وَّلَا قَصَبٍ اِلَّآ اَنَّكَ تَرٰى مَوَاضِعَ الْعُرُوْقِ بَيِّنَةً اَعْلَامًا۔ لَهَا جَنَاحَانِ لَمَّا يَرِقَّا فَيَنْشَقَّا۔ وَلَمْ يَغْلُظَا فَيَثْقُلَا تَطِيْرُ وَلَدُهَا لَاصِقٌ بِهَا لَاجِئٌ اِلَيْهَا يَقَعُ اِذَا وَقَعَتْ وَيَرْتَفِعُ اِذَا ارْتَفَعَتْ لَا يُفَارِقُهَا حَتّٰى تَشْتَدَّ اَرْكَانُهٗ وَيَحْمِلَهٗ لِلنُّهُوْضِ جَنَاحُهٗ وَيَعْرِفَ مَذَاهِبَ عَيْشِهٖ وَمَصَالِحَ نَفْسِهٖ فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِكُلِّ شَيْءٍ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ۔

کانوں کی لویں ہیں کہ نہ ان میں پر و بال ہیں اور نہ کریاں، مگر تم اُن کی رگوں کی جگہ کو دیکھو گے کہ اس کے نشان ظاہر ہیں اور اس میں دو پر سے لگے ہوئے ہیں کہ جو نہ اتنے باریک ہیں کہ پھٹ جائیں اور نہ اتنے موٹے ہیں کہ بوجھل ہو جائیں (کہ اڑا نہ جاسکے) وہ اڑتی ہیں تو بچے اُن سے چمٹے پڑتے ہیں اور جب وہ نیچے کی طرف جھکتی ہیں تو بچے بھی جھک پڑتے ہیں اور جب وہ اونچی ہوتی ہیں تو بچے بھی اونچے ہو جاتے ہیں اور اُس وقت تک الگ نہیں ہوتے جب تک اُن کے اعضاء میں مضبوطی نہ آجائے اور بلند ہونے کے لئے اُن کے پر (ان کا بوجھ) اٹھانے کے قابل نہ ہو جائیں، وہ اپنی زندگی کی راہوں پر اپنی مصلحتوں کو پہچانتے ہیں۔ پاک ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر کسی نمونہ کے کہ جو اس سے پہلے کسی نے بنایا ہو ان تمام چیزوں کو پیدا کرنیوالا ہے۔

ل چمگادڑ ایک عجیب و غریب پرندہ ہے جو انڈے دینے کی بجائے بچے دیتا، دانہ بھرنے کے بجائے دودھ پلاتا اور بغیر پروں کے پرواز کرتا ہے۔ اسکی انگلیاں جھلی دار ہوتی ہیں جن سے پروں کا کام لیتا ہے۔ ان پروں کا پھیلاؤ ڈیڑھ انچ سے پانچ فٹ تک ہوتا ہے۔ یہ اپنے پیروں کے بل چل پھر نہیں سکتا اس لئے اڑ کر روزی حاصل کرتا اور درختوں اور چھتوں میں الٹا لٹکا رہتا ہے۔ دن کی روشنی میں اُسے کچھ نظر نہیں آتا اس لئے غروب آفتاب کے بعد ہی پرواز کرتا ہے اور کیڑے مکوڑے اور رات کو اڑنے والے پروانے کھاتا ہے۔ چمگادڑوں کی ایک قسم پھل کھاتی ہے اور بعض گوشت خوار ہوتی ہیں جو مچھلی کا شکار کرتی ہیں۔ شمالی امریکہ کے تاریک غاروں میں خونخوار چمگادڑیں بھی بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں یہ بڑی خطرناک اور مہلک ہوتی ہیں۔ ان کی خوراک انسانی و حیوانی خون ہے۔ جب یہ کسی انسان کا خون چوستی ہیں تو انسانی خون میں زہر سرایت کر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں پہلے ہلکا سا بخار اور دردِ سر ہوتا ہے پھر سانس کی نالی متورم ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا چھوٹ جاتا ہے۔ جسم کا نیچے والا حصہ بے حس و حرکت ہو جاتا ہے آخر سانس کی آمد و شد رک جاتی ہے اور وہ دم توڑ دیتا ہے۔ یہ خوں آشام چمگادڑیں اُس وقت حملہ کرتی ہیں جب آدمی بے ہوش ہو یا سو رہا ہو۔ جاگتے میں حملہ کم ہوتا ہے اور خون چوستے وقت درد کا احساس تک نہیں ہوتا۔

چمگادڑ کی آنکھ خاص قسم کی ہوتی ہے جو صرف تاریکی ہی میں کام کر سکتی ہے اور دن کے اُجالے میں کچھ نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کی وسعت کے مقابلہ میں بڑا ہوتا ہے اور تیز روشنی میں سمٹ جاتا ہے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک بڑی طاقت کے کیمرہ سے کھلی روشنی میں تصویر اُتاری جائے تو روشنی کی چھوٹ سے تصویر دھندلی اُترتی ہے

اسی لئے کیمرہ کے شیشہ کا سائز جو بمنزلہ آنکھ کی پتلی کے ہوتا ہے چھوٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ روشنی کی چکاچوند کم ہو جائے اور تصویر صاف اُترے۔ اگر چمگادڑ کی پتلی کا پھیلاؤ آنکھ کے مقابلہ میں کم ہوتا تو وہ بھی دوسرے جانوروں کی طرح دن کی روشنی میں دیکھ سکتی تھی۔

## خطبہ ۱۵۴

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ
خَاطَبَ بِهٖ اَهْلَ الْبَصْرَةِ عَلٰى جِهَةِ اقْتِصَاصِ الْمَلَاحِمِ

فَمَنِ اسْتَطَاعَ عِنْدَ ذَالِكَ اَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهٗ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَلْيَفْعَلْ۔ فَاِنْ اَطَعْتُمُوْنِىْ فَاِنِّىْ حَامِلُكُمْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ عَلٰى سَبِيْلِ الْجَنَّةِ، وَاِنْ كَانَ ذَامَشَقَّةٍ شَدِيْدَةٍ وَّمَذَاقَةٍ مَرِيْرَةٍ۔ وَاَمَّا فُلَانَةُ فَاَدْرَكَهَا رَاْىُ النِّسَآءِ، وَضِغْنٌ غَلَافِىْ صَدْرِهَا كَمِرْجَلِ الْقَيْنِ وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَالَ مِنْ غَيْرِىْ مَآاَتَتْ اِلَىَّ لَمْ تَفْعَلْ وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتُهَا الْاُوْلٰى وَالْحِسَابُ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى۔

(مِنْهُ) سَبِيْلٌ اَبْلَجُ الْمِنْهَاجِ اَنْوَرُ السِّرَاجِ۔ فَبِالْاِيْمَانِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحَاتِ۔ وَبِالصَّالِحَاتِ يُسْتَدَلُّ عَلَى الْاِيْمَانِ۔ وَبِالْاِيْمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ۔ وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا۔ وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْاٰخِرَةُ۔ وَاِنَّ الْخَلْقَ لَامَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَامَةِ،

اس میں اہل بصرہ کی مخالفت کرتے ہوئے انہیں فتنوں سے آگاہ کیا ہے۔

جو شخص ان (فتنہ انگیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اُسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں انشاء اللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگر چہ وہ راستہ کٹھن دشواریوں اور تلخ مزوں کو لئے ہوئے ہے۔ رہیں فلاں تو ان میں عورتوں والی کم عقلی آ گئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد اُن کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے انکا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزٗیہ ہے (ایمان کی راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے مخلوقات کے لئے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں۔ وہ اُسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کے لئے دوڑ لگانے والی ہے۔

اس خطبہ کا ایک جزٗیہ ہے۔ وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ



مُرْقِلِيْنَ فِىْ مِضْمَارِهَا اِلَى الْغَايَةِ الْقُصْوٰى۔

(مِنْهُ قَدْ شَخَصُوْا مِنْ مُّسْتَقَرِّ الْاَجْدَاثِ وَصَارُوْا اِلٰى مَصَآئِرِ الْغَايَاتِ لِكُلِّ دَارٍ اَهْلُهَا۔ لَا يَسْتَبْدِلُوْنَ بِهَا وَلَا يُنْقَلُوْنَ عَنْهَا وَاِنَّ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْىَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَخُلُقَانِ مِنْ خُلُقِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاِنَّهُمَا لَا يُقَرِّبَانِ مِنْ اَجَلٍ وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِّزْقٍ وَعَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنَّهُ الْحَبْلُ الْمَتِيْنُ وَالنُّوْرُ الْمُبِيْنُ وَالشِّفَآءُ النَّافِعُ وَالرِّىُّ النَّاقِعُ وَالْعِصْمَةُ لِلْمُتَمَسِّكِ وَالنَّجَاةُ لِلْمُتَعَلِّقِ لَا يَعْوَجُّ فَيُقَامُ وَلَا يَزِيْغُ فَيُسْتَعْتَبَ۔ وَلَا تُخْلِقُهٗ كَثْرَةُ الرَّدِّ وَوُلُوْجُ السَّمْعِ۔ مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ سَبَقَ۔

(وَقَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ يَآاَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَخْبِرْنَا عَنِ الْفِتْنَةِ وَهَلْ سَاَلْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)، لَمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ قَوْلَهٗ (الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ) عَلِمْتُ اَنَّ الْفِتْنَةَ لَا تَنْزِلُ بِنَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَظْهُرِنَا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِىْ اَخْبَرَكَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهَا فَقَالَ

پڑے، ہر گھر کے لئے اس کے اہل ہیں کہ نہ وہ اُسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔ نہ اُن کی وجہ سے موت قبل از وقت آ سکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔ تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رسّی روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کے لئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لئے نجات ہے۔ اس میں کجی نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اُسے پرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت لے جانے والا ہے۔

(اسی اثنا میں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اُس نے کہا کہ ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتایئے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہؐ سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جب اللہ نے یہ آیت اُتاری کہ "کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوں گے، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان موجود ہیں۔ چنانچہ میں نے کہا، یا رسول اللہؐ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ! میرے بعد میری امت جلدی فتنوں میں پڑ جائے گی۔ تو میں نے کہا یا رسول اللہؐ (اُحد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی

"یَا عَلِیُّ اِنَّ اُمَّتِی سَیُفْتَنُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ۔ اَوَلَیْسَ قَدْقُلْتَ لِیْ یَوْمَ اُحُدٍ حَیْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَحِیْزَتْ عَنِّی الشَّهَادَۃُ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیَّ فَقُلْتَ لِیْ اَبْشِرْ فَاِنَّ الشَّهَادَۃَ مِنْ وَّرَآئِكَ فَقَالَ لِیْ "اِنَّ ذٰلِكَ لَكَذَالِكَ فَكَیْفَ صَبْرُكَ اِذًا فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ لَیْسَ هٰذَا مِنْ مَّوَاطِنِ الصَّبْرِ، وَلٰكِنْ مِّنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرٰی، وَالشُّكْرِ، وَقَالَ یَا عَلِیُّ اِنَّ الْقَوْمَ سَیُفْتَنُوْنَ بَعْدِیْ بِاَمْوَالِهِمْ وَیَمُنُّوْنَ بِدِیْنِهِمْ عَلٰی رَبِّهِمْ وَیَتَمَنَّوْنَ رَحْمَتَهٗ، وَیَاْمَنُوْنَ سَطْوَتَهٗ وَیَسْتَحِلُّوْنَ حَرَامَهٗ بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَۃِ وَالْاَهْوَآءِ السَّاهِیَۃِ فَیَسْتَحِلُّوْنَ الْخَمْرَ بِالنَّبِیْذِ، وَالسُّحْتَ بِالْهَدِیَّۃِ وَالرِّبَا بِالْبَیْعِ" فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ بِاَیِّ الْمَنَازِلِ اُنْزِلُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ اَبِمَنْزِلَۃِ رِدَّۃٍ اَمْ بِمَنْزِلَۃِ فِتْنَۃٍ؟ فَقَالَ بِمَنْزِلَۃِ فِتْنَۃٍ۔"

اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہیں بشارت ہو کہ شہادت تمہیں پیش آنے والی ہے اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ یونہی ہو کر رہے گا۔ (یہ کہو) کہ اُس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہوگی تو میں نے کہا تھا کہ رسولؐ اللہ یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے، یہ تو (میرے لئے) مژدہ اور شکر کا مقام ہوگا تو آپؐ نے فرمایا کہ یا علی حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتائیں گے اُس کی رحمت کی آرزوئیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موٹ کے شبہوں اور غافل کر دینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرما کا پانی کہہ کر اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے (پھر) میں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں اس مرتبہ پر کہ وہ مُرتد ہو گئے ہیں یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ فتنہ کے مرتبہ پر۔

۱؎ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المومنین سے ہمیشہ معاندانہ رہا اور اکثر اُن کے دل کی کدورت اُن کے چہرے پر کھل جاتی اور طرزِ عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آ جاتا تو اُن کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ پیغمبرؐ حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر اُن کے ہاں چلے آئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا۔

هَلْ تَدْرِیْ مَنِ الرَّجُل قُلْت لَا قَالَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَلٰكِنَّهَا كَانَتْ لَا تَقْدِرُ عَلٰی اَنْ تَذْكُرَهٗ بِخَیْرٍ

(تاریخ طبری ج ۲ ص ۴۳۳)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا اس نے کہا کہ نہیں کہا کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ تھے مگر حضرت عائشہ کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ وہ علی کا کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں۔



اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمۃ الزہرا کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر عظمت و توقیر ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور سوتاپے کی جلن یہ گوارا نہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اُسے دیکھتے ہی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مسند پر جگہ دیں اور سیدۃ نساء العالمین کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فوقیت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حد تک درست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود اُن کے بطن سے اولاد ہوئی تو وہ پیغمبر کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسنؑ و حسینؑ کے وہ ان کی محبت کا مرکز بنتے مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ خالی ہی رہی اور ماں بننے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ کر پورا کر لیا۔ غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے اُن کے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کر دیا جس کی تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں۔ مگر پیغمبر کی توجہات اُن سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رنجش و کشیدگی کا تذکرہ حضرت ابو بکر کے کانوں میں بھی برابر پہنچتا رہتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتے تھے۔ مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سوا اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبرؐ اکرم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور حکومت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں آ گئی۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدد چاہتے روا رکھتے چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیّدہ کو محرومُ الاِرث قرار دینے کے لئے پیغمبروں کے ورثہ کی نفی کر دی کہ نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ اُن کا کوئی وارث ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ترکہ حکومت کی ملکیت ہوتا ہے جس سے سیدہ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روش نہ بدلی اور یہ تک گوارا نہ کیا ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا اظہار کرتیں۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ۔

ثم ماتت فاطمة فجاء نسآ رسول الله صَلَّے اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كلهنَّ اِلٰی بَنِیْ هَاشِمَ فِی الْعَزَاءِ اِلَّا عَائِشَۃَ فَاِنَّهَا لَمْ تَاتِ وَاَظْهَرَتْ مَرَضًا ونقل اِلٰی عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنْهَا كَلَام یدلُّ عَلَے السُّرُوْرِ۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۵۹)

جب حضرت فاطمہ الزہرا نے رحلت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کے لئے پہنچ گئیں سوا عائشہ کے کہ وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا۔

جب جناب سیدہ سے اس حد تک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن وابستہ ہوگا وہ کس طرح ان کی دشمنی و عناد سے بچ سکتا تھا جبکہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوا دیتے اور ان کے جذبۂ نفرت کو ابھارتے ہوں جیسے واقعہ افک کے سلسلہ

میں امیر المومنینؑ کا پیغمبر سے یہ کہنا کہ ان ہی لا شسع نعلك۔ ''یہ تو آپ کی جوتی کا تسمہ ہے۔'' اسے چھوڑیئے اور طلاق دے کر الگ کیجئے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوگا تو یقیناً بے قراری کے بستر پر کروٹیں بدلی ہوں گی اور حضرت کے خلاف جذبۂ نفرت انتہائی شدت سے اُبھرا ہوگا۔ پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابوبکر کے مقابلہ میں حضرت کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا۔ جیسے تبلیغ سورہ برات کے سلسلہ میں پیغمبر کا انہیں معزول کر کے واپس پلٹا لینا اور یہ خدمت حضرت علیؑ کے سپرد کرنا اور یہ فرمانا کہ انی امرت ان ابلغہ انا ورجل من اھل بیتی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خود سے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے اہلبیت میں سے ہو اسی طرح مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے کہ جن میں حضرت ابوبکر کے گھر کا بھی دروازہ تھا چنوا دیئے اور صرف امیر المومنین کے گھر کا دروازہ کھلا رہنے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرت کا تفوق گوارا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اُسے مٹانے کی کوئی کوشش اٹھا نہ رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ لشکر روانہ کیا اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازواج پیغمبر کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر کی حالت نازک ہے۔ لشکر کو آگے بڑھنے کی بجائے پلٹ آنا چاہیئے۔ چونکہ ان دور رس نظروں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبیؐ کے بعد امیر المومنین سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگیزی کے بغیر آپ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ لشکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر لشکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا لعن اللہ علی من تخلف عن جیش اسامۃ جو شخص لشکر اسامہ سے تخلف کرے اُس پر خدا کی لعنت ہو۔ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے۔ مگر پھر انہیں واپس بلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبرؐ کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور لشکر کو روانہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابوبکر کو یہ کہلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سرانجام دیں تاکہ اُن کی خلافت کے لئے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں خلیفہ رسول اللہ علی الصلوٰۃ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المومنینؑ تک نہ پہنچ سکے لیکن دورِ ثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرما تھیں انہیں جب حضرت کی بیعت کا علم ہوا تو اُن کی آنکھوں سے شرارے برسنے لگے، غیظ و غضب نے مزاج میں برہمی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتویٰ دے چکی تھیں اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا۔ جس کی نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سرزمین کشتوں کے خون سے رنگین ہو گئی اور افتراق انگیزی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھل گیا۔

## خطبہ ۱۵۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْحَمْدَ مِفْتَاحًا لِّذِكْرِهٖ، وَسَبَبًا لِّلْمَزِيْدِ مِنْ فَضْلِهٖ وَدَلِيْلًا عَلٰى اٰلَائِهٖ وَعَظَمَتِهٖ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس نے حمد کو اپنے ذکر کا افتتاحیہ، اپنے فضل و احسان کے بڑھانے کا ذریعہ اور اپنی نعمتوں اور عظمتوں کا دلیلِ راہ قرار دیا ہے۔ اے اللہ کے بندو! باقی ماندہ



عِبَادَ اللّٰهِ اِنَّ الدَّهْرَ يَجْرِیْ بِالْبَاقِيْنَ كَجَرْيِهٖ بِالْمَاضِيْنَ لَا يَعُوْدُ مَا قَدْ وَلّٰى مِنْهُ، وَلَا يَبْقٰى سَرْمَدًا مَّا فِيْهِ۔ اٰخِرُ فِعَالِهٖ كَاَوَّلِهٖ مُتَسَابِقَةٌ اُمُوْرُهٗ مُتَظَاهِرَةٌ اَعْلَامُهٗ فَكَاَنَّكُمْ بِالسَّاعَةِ تَحْدُوْكُمْ حَدْوَ الزَّاجِرِ بِشَوْلِهٖ فَمَنْ شَغَلَ نَفْسَهٗ بِغَيْرِ نَفْسِهٖ تَحَيَّرَ فِی الظُّلُمَاتِ۔ وَارْتَبَكَ فِی الْهَلَكَاتِ وَمَدَّتْ بِهٖ شَيَاطِيْنُهٗ فِیْ طُغْيَانِهٖ، وَزَيَّنَتْ لَهٗ سَيِّئَ اَعْمَالِهٖ۔ فَالْجَنَّةُ غَايَةُ السَّابِقِيْنَ وَالنَّارُ غَايَةُ الْمُفَرِّطِيْنَ۔

لوگوں کے ساتھ بھی زمانہ کی وہی روش رہے گی جو گذر جانے والے کے ساتھ تھی۔ جتنا زمانہ گذر چکا ہے وہ پلٹ کر نہیں آئے گا اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ہمیشہ رہنے والا نہیں آخر میں بھی اس کی کارگذاریاں وہی ہوں گی جو پہلے رہ چکی ہیں اور اس کے جھنڈے ایک دوسرے کے عقب میں ہیں، گویا تم قیامت کے دامن سے وابستہ ہو کہ وہ تمہیں دھکیل کر اس طرح لئے جا رہی ہے جس طرح للکارنے والا اپنی اونٹنیوں کو جو شخص اپنے نفس کو سنوارنے کے بجائے چیزوں میں پڑ جاتا ہے وہ تیرگیوں میں سرگرداں اور ہلاکتوں میں پھنسا رہتا ہے اور شیاطین اُسے سرکشیوں میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو اسکے سامنے سج دیتے ہیں آگے بڑھنے والوں کی آخری منزل جنت ہے اور عمداً کوتاہیاں کرنے والوں کی حد جہنم ہے۔

اِعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّ التَّقْوٰى دَارُ حِصْنٍ عَزِيْزٍ وَالْفُجُوْرَ دَارُ حِصْنٍ ذَلِيْلٍ لَا يَمْنَعُ اَهْلَهٗ وَلَا يُحْرِزُ مَنْ لَّجَاَ اِلَيْهِ۔ اَلَا وَبِالتَّقْوٰى تُقْطَعُ حُمَةُ الْخَطَايَا۔ وَبِالْيَقِيْنِ تُدْرَكُ الْغَايَةُ الْقُصْوٰى۔

اللہ کے بندو! یاد رکھو کہ تقویٰ ایک مضبوط قلعہ ہے اور فسق و فجور ایک (کمزور) چاردیواری ہے کہ جو نہ اپنے رہنے والوں سے تباہیوں کو روک سکتی ہے اور نہ اُن کی حفاظت کر سکتی ہے۔ دیکھو تقویٰ ہی وہ چیز ہے کہ جس سے گناہوں کا ڈنک کاٹا جاتا ہے اور یقین ہی سے منتہائے مقصد کی کامرانیاں حاصل ہوتی ہیں۔

عِبَادَ اللّٰهِ! اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِیْۤ اَعَزِّ الْاَنْفُسِ عَلَيْكُمْ وَاَحَبِّهَاۤ اِلَيْكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَوْضَحَ لَكُمْ سَبِيْلَ الْحَقِّ وَاَنَارَ طُرُقَهٗ فَشِقْوَةٌ لَازِمَةٌ اَوْ سَعَادَةٌ دَائِمَةٌ فَتَزَوَّدُوْا فِیْۤ اَيَّامِ الْفَنَاۤءِ لِاَيَّامِ الْبَقَاۤءِ فَقَدْ دُلِلْتُمْ عَلَى الزَّادِ وَاُمِرْتُمْ بِالظَّعْنِ وَحُثِثْتُمْ عَلَى الْمَسِيْرِ فَاِنَّمَاۤ اَنْتُمْ كَرَكْبٍ وُّقُوْفٍ لَا تَدْرُوْنَ مَتٰى تُؤْمَرُوْنَ بِالْمَسِيْرِ اَلَا فَ

اے اللہ کے بندو! اپنے نفس کے بارے میں کہ جو تمہیں تمام نفسوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہے اللہ سے ڈرو! اُس نے تمہارے لئے حق کا راستہ کھول دیا ہے اور اُس کی راہیں اجاگر کر دی ہیں۔ اب یا تو انمٹ بدبختی ہو گی یا دائمی خوش بختی و سعادت۔ دارِ فانی سے عالمِ باقی کے لئے توشہ مہیا کر لو۔ تمہیں زادِ راہ کا پتہ دیا جا چکا ہے اور کوچ کا حکم مل چکا ہے اور چل چلاؤ کے لئے جلدی مچائی جا رہی ہے۔ تم ٹھہرے ہوئے سواروں کے مانند ہو کہ تمہیں یہ پتہ نہیں کہ کب روانگی کا حکم دیا جائے گا۔ بھلا وہ دنیا کو لے کر کیا کرے گا جو آخرت کیلئے پیدا کیا گیا ہو، اور اُس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اُس سے چھن جانے والا ہے اور اُس کا مظلمہ و حساب اُس کے ذمہ رہنے والا ہے۔

اَلَا يَصْنَعُ بِالدُّنْيَا مَنْ خُلِقَ لِلْاٰخِرَةِ وَمَا يَصْنَعُ بِالْمَالِ مَنْ عَمَّا قَلِيلٍ يُسْلَبُهُ وَتَبْقٰى عَلَيْهِ تَبِعَتُهُ وَحِسَابُهُ۔

اور اُس مال کا کیا کرے گا جو عنقریب اُس سے چھن جانے والا ہے اور اُس کا مظلمہ و حساب اُس کے ذمہ رہنے والا ہے۔

عِبَادَ اللهِ اِنَّهُ لَيْسَ لِمَا وَعَدَ اللهُ مِنَ الْخَيْرِ مَتْرَكٌ، وَلَا فِيمَا نَهٰى عَنْهُ مِنَ الشَّرِّ مَرْغَبٌ۔

اللہ کے بندو! خدا نے جس بھلائی کا وعدہ کیا ہے اُسے چھوڑا نہیں جاسکتا اور جس برائی سے روکا ہے اس کی خواہش نہیں کی جاسکتی۔

عِبَادَ اللهِ! اِحْذَرُوا يَوْمًا تُفْحَصُ فِيهِ الْاَعْمَالُ وَيَكْثُرُ فِيهِ الزِّلْزَالُ۔ وَتَشِيبُ فِيهِ الْاَطْفَالُ۔

اللہ کے بندو! اس دن سے ڈرو کہ جس میں عملوں کی جانچ پڑتال اور زلزلوں کی بہتات ہوگی اور بچے تک اس میں بوڑھے ہوجائیں گے۔

اِعْلَمُوا عِبَادَ اللهِ اَنَّ عَلَيْكُمْ رَصَدًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ۔ وَعُيُونًا مِّنْ جَوَارِحِكُمْ وَحُفَّاظَ صِدْقٍ يَحْفَظُونَ اَعْمَالَكُمْ۔ وَعَدَدَ اَنْفَاسِكُمْ لَا تَسْتُرُكُمْ مِّنْهُمْ ظُلْمَةُ لَيْلٍ دَاجٍ وَّلَا يُكِنُّكُمْ مِّنْهُمْ بَابٌ ذُوْ رِتَاجٍ وَّاِنَّ غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيبٌ۔

اللہ کے بندو! یقین رکھو کہ خود تمہارا ضمیر تمہارا نگہبان اور خود تمہارے اعضاء و جوارح تمہارے نگران ہیں اور تمہارے عملوں اور سانسوں کی گنتی کو صحیح صحیح یاد رکھنے والے (کراماً کاتبین) ہیں ان سے نہ اندھیری رات کی اندھیاریاں چھپا سکتی ہے اور نہ بند دروازے تمہیں اوجھل رکھ سکتے ہیں۔ بلاشبہ آنے والا "کل" آج کے دن سے قریب ہے۔

يَذْهَبُ الْيَوْمُ بِمَا فِيهِ وَيَجِيءُ الْغَدُ لَاحِقًا بِهِ۔ فَكَاَنَّ كُلَّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ قَدْ بَلَغَ مِنَ الْاَرْضِ مَنْزِلَ وَحْدَتِهِ وَمَخَطَّ حُفْرَتِهِ فَيَالَهُ مِنْ بَيْتِ وَحْدَةٍ، وَّمَنْزِلِ وَحْشَةٍ وَّمُفْرَدِ غُرْبَةٍ وَّكَاَنَّ الصَّيْحَةَ قَدْ اَتَتْكُمْ وَالسَّاعَةَ قَدْ غَشِيَتْكُمْ۔ وَبَرَزْتُمْ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ قَدْ زَاحَتْ عَنْكُمُ الْاَبَاطِيلُ وَاضْمَحَلَّتْ عَنْكُمُ الْعِلَلُ وَاسْتَحَقَّتْ بِكُمُ الْحَقَائِقُ وَصَدَرَتْ بِكُمُ الْاُمُورُ مَصَادِرَهَا

"آج کا دن" اپنا سب کچھ لے کر چلا جائے گا اور "کل" اس کے عقب میں آیا ہی چاہتا ہے۔ گویا تم میں سے ہر شخص زمین کے اس حصہ پر کہ جہاں تنہائی کی منزل اور گڑھے کے نشان (قبر) ہے پہنچ چکا ہے۔ اس تنہائی کے گھر وحشت کی منزل اور مسافرت کے عالم تنہائی (کی ہولناکیوں) کا کیا حال بیان کیا جائے۔ گویا کہ صور کی آواز تم تک پہنچ چکی ہے اور قیامت تم پر چھا گئی ہے اور آخری فیصلہ سننے کے لئے تم (قبروں سے) نکل آئے ہو باطل کے پردے تمہاری آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے ہیں اور تمہارے حیلے بہانے دب چکے ہیں اور حقیقتیں تمہارے لئے ثابت ہوگئی ہیں اور تمام چیزیں اپنے اپنے مقام کی طرف پلٹ پڑی ہیں۔ عبرتوں سے پند و نصیحت اور زمانہ کے الٹ پھیر سے



فَاتَّعِظُوا بِالْعِبَرِ، وَاعْتَبِرُوا بِالْغِيَرِ وَانْتَفِعُوا بِالنُّذُرِ۔

عبرت حاصل کرو، اور ڈرانے والی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ۔

## خطبہ ۱۵۶

### وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَرْسَلَهُ عَلٰى حِينِ فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَطُولِ هَجْعَةٍ مِّنَ الْاُمَمِ وَانْتِقَاضٍ مِّنَ الْمُبْرَمِ فَجَاءَهُمْ بِتَصْدِيقِ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالنُّورِ الْمُقْتَدٰى بِهِ ذٰلِكَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَنْطِقُوهُ وَلَنْ يَّنْطِقَ وَلٰكِنْ اُخْبِرُكُمْ عَنْهُ، اَلَا اِنَّ فِيهِ عِلْمَ مَا يَاْتِي۔ وَالْحَدِيثَ عَنِ الْمَاضِي وَدَوَاءَ دَائِكُمْ، وَنَظْمَ مَا بَيْنَكُمْ۔

(اللہ نے) آپ کو اُس وقت رسولؐ بنا کر بھیجا جبکہ رسولوں کا سلسلہ رکا ہوا تھا اور اُمتیں مُدّت سے پڑی سو رہی تھیں اور (دین کی) مضبوط رسی کے بل کھل چکے تھے۔

چنانچہ آپ اُن کے پاس پہلی کتابوں کی تصدیق (کرنے والی کتاب) اور ایک ایسا نور لے کر آئے کہ جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ قرآن ہے۔ اس کتاب سے پوچھو لیکن یہ بولے گی نہیں۔ البتہ میں تمہیں اُس کی طرف سے خبر دیتا ہوں کہ اس میں آئندہ کے معلومات گذشتہ واقعات اور تمہاری بیماریوں کا چارہ اور تمہارے باہمی تعلقات کی شیرازہ بندی ہے۔

(مِنْهَا) فَعِنْدَ ذٰلِكَ لَا يَبْقٰى بَيْتُ مَدَرٍ وَّلَا وَبَرٍ اِلَّا وَاَدْخَلَهُ الظَّلَمَةُ تَرْحَةً۔ وَاَوْلَجُوا فِيهِ نِقْمَةً فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَبْقٰى لَكُمْ فِي السَّمَاءِ عَاذِرٌ وَّلَا فِي الْاَرْضِ نَاصِرٌ۔ اَصْفَيْتُمْ بِالْاَمْرِ غَيْرَ اَهْلِهِ۔ وَاَوْرَدْتُمُوهُ غَيْرَ مَوْرِدِهِ۔ وَسَيَنْتَقِمُ اللهُ مِمَّنْ ظَلَمَ مَاْكَلًا بِمَاْكَلٍ وَّمَشْرَبًا بِمَشْرَبٍ، مِنْ مَّطَاعِمِ الْعَلْقَمِ وَمَشَارِبِ الصَّبِرِ وَالْمَقِرِ۔ وَلِبَاسِ شِعَارِ الْخَوْفِ۔ وَدِثَارِ السَّيْفِ وَاِنَّمَا هُمْ مَطَايَا الْخَطِيئَاتِ وَزَوَامِلُ الْاٰثَامِ فَاُقْسِمُ ثُمَّ اُقْسِمُ لَتَنْخَمَنَّهَا

اس خطبہ کا ایک جُز یہ ہے اُس وقت کوئی پختہ گھر اور کوئی اونی خیمہ ایسا نہ بچے گا کہ جس میں ظالم غم و حزن کو داخل نہ کریں اور سختیوں کو اُس کے اندر نہ پہنچائیں وہ دن ایسا ہوگا کہ آسمان میں تمہارا کوئی عذر خواہ اور زمین میں کوئی تمہارا مددگار نہ رہے گا۔ تم نے امر (خلافت) کے لئے نااہلوں کو چن لیا اور ایسی جگہ پر سے لا اُتارا کہ جو اُس کے اُترنے کی جگہ نہ تھی۔ عنقریب اللہ ظلم ڈھانے والوں سے بدلہ لے گا۔ کھانے کے بدلے میں کھانے کا اور پینے کے بدلے میں پینے کا یوں کہ انہیں کھانے کے لئے حنظل اور پینے کے لئے ایلوا اور زہر ہلاہل دیا جائے گا اور ان کا اندرونی لباس خوف اور بیرونی پہناوا تلوار ہوگا۔ وہ گناہوں کی سواریاں اور خطاؤں کے باربردار اونٹ ہیں۔ میں قسم پر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد بنی امیہ کو یہ خلافت اس طرح تھوک دینا پڑے گی جس طرح بلغم تھوکا جاتا ہے۔ پھر

اُمَيَّةُ مِنْ بَعْدِي كَمَا تُلْفَظُ النُّخَامَةُ ثُمَّ لَا تَذُوقُهَا وَلَا تَطْعَمُ بِطَعْمِهَا اَبَدًا مَاكَرَّ الْجَدِيْدَانِ۔

جب تک دن رات کا چکر چلتا رہے گا وہ اس کا ذائقہ چکھیں گے اور نہ اس کا مزا اٹھا سکیں گے۔

## خطبہ ۱۵۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَلَقَدْ اَحْسَنْتُ جِوَارَكُمْ وَ اَحَطْتُ بِجُهْدِيْ مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَاَعْتَقْتُكُمْ مِّنْ رِّبَقِ الذُّلِّ وَحَلَقِ الضَّيْمِ شُكْرًا مِّنِّيْ لِلْبِرِّ الْقَلِيْلِ۔ وَاِطْرَاقًا عَمَّآ اَدْرَكَهُ الْبَصَرُ وَشَهِدَهُ الْبَدَنُ مِنَ الْمُنْكَرِ الْكَثِيْرِ۔

میں تمہارا اچھا ہمسایہ بن کر رہا اور اپنی طاقت بھر تمہاری نگہداشت وحفاظت کرتا رہا اور تمہیں ذلّت کے پھندوں اور ظلم کے بندھنوں سے آزاد کیا (یہ صرف) تمہاری تھوڑی سی بھلائی کا شکریہ ادا کرنے اور تمہاری بہت سی ایسی برائیوں سے چشم پوشی برتنے کے لئے کہ جو میری آنکھوں کے سامنے اور میری موجودگی میں ہوتی تھیں۔

## خطبہ ۱۵۸

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْرُهٗ قَضَآءٌ وَّحِكْمَةٌ وَرِضَاهُ اَمَانٌ وَّرَحْمَةٌ، يَقْضِيْ بِعِلْمٍ۔ وَّ يَعْفُوْ بِحِلْمٍ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلٰى مَاتَأْخُذُ وَتُعْطِيْ وَعَلٰى مَاتُعَافِيْ وَتَبْتَلِيْ۔ حَمْدًا يَّكُوْنُ اَرْضَى الْحَمْدِ لَكَ، وَاَحَبَّ الْحَمْدِ اِلَيْكَ وَاَفْضَلَ الْحَمْدِ عِنْدَكَ حَمْدًا يَمْلَأُمَا خَلَقْتَ۔ وَيَبْلُغُ مَا اَرَدْتَّ۔ حَمْدًا لَّا يُحْجَبُ عَنْكَ وَلَا يَقْصُرُ دُوْنَكَ، حَمْدًا الَّا يَنْقَطِعُ عَدَدُهٗ وَلَا يَفْنٰى مَدَدُهٗ۔ فَلَسْنَا نَعْلَمُ كُنْهَ عَظَمَتِكَ اِلَّآ اَنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ لَّا

اس کا حکم، فیصلہ کن اور حکمت آمیز اور اُس کی خوشنودی امان اور رحمت ہے، وہ اپنے علم سے فیصلہ کرتا ہے اور اپنے حلم سے عفو کرتا ہے۔ بارالہا! تو جو کچھ (دے کر) لے لیتا ہے اور جو کچھ عطا کرتا ہے اور جن (مرضوں سے) شفا دیتا ہے اور جن آزمائشوں میں ڈالتا ہے (سب پر) تیرے لئے حمد وثناء ہے ایسی حمد جو انتہائی درجے تک تجھے پسند آئے اور انتہائی درجے تک تجھے محبوب ہو اور تیرے نزدیک ہر ستائش سے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایسی حمد جو کائنات کو بھر دے اور جو تو نے چاہا ہے اس کی حد تک پہنچ جائے۔ ایسی حمد کہ جس کے آگے تیری بارگاہ تک پہنچنے سے نہ کوئی حجاب ہے اور نہ اس کے لئے کوئی بندش، ایسی حمد کہ جس کی گنتی نہ کہیں پر ٹوٹے اور نہ اس کا سلسلہ ختم ہو ہم تیری عظمت و بزرگی کی حقیقت کو نہیں جانتے مگر اتنا کہ تو زندہ و کارساز (عالم) ہے نہ تجھے غنودگی ہوتی ہے اور نہ نیند آتی ہے،



تَاْخُذُكَ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَّمْ يَنْتَهِ اِلَيْكَ نَظَرٌ وَّلَمْ يُدْرِكْكَ بَصَرٌ۔ اَدْرَكْتَ الْاَبْصَارَ وَاَحْصَيْتَ الْاَعْمَارَ وَاَخَذْتَ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ۔ وَمَا الَّذِيْ مِنْ خَلْقِكَ وَنَعْجَبُ لَهٗ مِنْ قُدْرَتِكَ وَنَصِفُهٗ مِنْ عَظِيْمِ سُلْطَانِكَ وَمَا تَغَيَّبَ عَنَّامِنْهُ وَقَصُرَتْ اَبْصَارُمَا عَنْهُ وَانْتَهَتْ عُقُوْلُنَا دُوْنَهٗ، وَحَالَتْ سَوَاتِرُ الْغُيُوْبِ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ اَعْظَمُ۔ فَمَنْ فَرَّغَ قَلْبَهٗ وَاَعْمَلَ فِكْرَهٗ لِيَعْلَمَ كَيْفَ اَقَمْتَ عَرْشَكَ وَكَيْفَ ذَرَأْتَ خَلْقَكَ وَكَيْفَ عَلَّقْتَ فِي الْهَوَاءِ سَمٰوَاتِكَ وَكَيْفَ مَدَدْتَ عَلٰى مَوْرِ الْمَآءِ اَرْضَكَ رَجَعَ طَرْفُهٗ حَسِيْرًا وَعَقْلُهٗ مَبْهُوْرًا وَّسَمْعُهٗ وَالِهًا وَّفِكْرُهٗ حَآئِرًا۔

نہ تار نظر تجھ تک پہنچ سکتا ہے اور نہ نگاہیں تجھے دیکھ سکتی ہیں تو نے نظروں کو پالیا ہے اور عمروں کا احاطہ کرلیا ہے اور پیشانی کے بالوں کو پیروں (سے ملا کر) گرفت میں لے لیا ہے۔ یہ تیری مخلوق کیا ہے جو ہم دیکھتے ہیں اور اس میں تیری قدرت (کی کارسازیوں پر تعجب کرتے ہیں اور تیری عظیم فرمانروائی (کی کارفرمائیوں) پر اس کی توصیف کرتے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ (مخلوقات) جو ہماری آنکھوں سے اوجھل ہے اور جس تک پہنچنے سے ہماری نظریں عاجز اور عقلیں درماندہ ہیں اور ہمارے اور جن کے درمیان غیب کے پردے حائل ہیں اس سے کہیں زیادہ باعظمت ہے جو شخص (وسوسوں سے) اپنے دل کو خالی کرکے اور غور و فکر (کی قوتوں) سے کام لے کر یہ جاننا چاہے کہ تو نے کیونکر عرش کو قائم کیا ہے اور کس طرح مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور کیونکر آسمانوں کو فضا میں لٹکایا ہے اور کس طرح پانی کے تھپیڑوں پر زمین کو بچھایا ہے تو اس کی آنکھیں تھک کر اور عقل مغلوب ہو کر اور کان حیران و سراسیمہ و فکر گم گشتہ راہ ہو کر پلٹ آئے گی۔

(مِنْهَا) يَدَّعِيْ بِزَعْمِهٖ اَنَّهٗ يَرْجُو اللّٰهَ كَذَبَ وَالْعَظِيْمِ مَابَالُهٗ لَا يَتَبَيَّنُ رَجَآؤُهٗ فِيْ عَمَلِهٖ؟ فَكُلُّ مَنْ رَجَاعُرِفَ رَجَآؤُهٗ فِيْ عَمَلِهٖ

اِلَّا رَجَآءَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ مَدْخُوْلٌ وَّكُلُّ خَوْفٍ مُحَقَّقٌ اِلَّا خَوْفَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَعْلُوْلٌ يَرْجُو اللّٰهَ فِي الْكَبِيْرِ وَيَرْجُو الْعِبَادَ فِي الصَّغِيْرِ فَيُعْطِي الْعَبْدَمَا لَا يُعْطِي الرَّبَّ۔ فَمَا بَالُ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَآؤُهٗ يُقَصَّرُ بِهٖ عَمَّا يُصْنَعُ لِعِبَادِهٖ اَتَخَافُ اَنْ تَكُوْنَ فِيْ رَجَآئِكَ لَهٗ

اسی خطبہ کا ایک جزیہ ہے وہ اپنے خیال میں اس کا دعوے دار بنتا ہے کہ اس کا دامن امید اللہ سے وابستہ ہے۔ خدائے برتر کی قسم وہ جھوٹا ہے (اگر ایسا ہی ہے) تو پھر کیوں اس کے اعمال میں اس امید کی جھلک نمایاں نہیں ہوتی جبکہ ہر امیدوار کے کاموں میں امید کی پہچان ہوجایا کرتی ہے۔ سوائے اس امید کے کہ جو اللہ سے لگائی جائے کہ اس میں کھوٹ پایا جاتا ہے اور ہر خوف و ہراس جو (دوسروں سے ہو) ایک مسلمہ حقیقت رکھتا ہے۔ مگر اللہ کا خوف غیر یقینی ہے اور اللہ سے بڑی چیزوں کا اور بندوں سے چھوٹی چیزوں کا امیدوار ہوتا ہے پھر بھی جو عاجزی کا رویہ بندوں سے رکھتا ہے۔ وہ رویہ اللہ سے نہیں برتتا تو آخر کیا بات ہے کہ اللہ کے حق میں اتنا بھی نہیں صورت اس کے لئے کیا

كَاذِبًا؟ اَوْتَكُوْنَ لَا تَرَاهُ لِلرَّجَآءِ مَوْضِعًا؟ وَكَذٰلِكَ اِنْ هُوَ خَافَ عَبْدًا مِّنْ عَبِيْدِهٖ اَعْطَاهُ مِنْ خَوْفِهٖ مَا لَا يُعْطِىْ رَبَّهٗ فَجَعَلَ خَوْفَهٗ مِنَ الْعِبَادِ نَقْدًا وَّخَوْفَهٗ مِنْ خَالِقِهِمْ ضِمَارًا وَّوَعْدًا۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ عَظُمَتِ الدُّنْيَا فِىْ عَيْنِهٖ وَكَبُرَ مَوْقِعُهَا فِىْ قَلْبِهٖ اٰثَرَهَا عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَانْقَطَعَ اِلَيْهَا وَصَارَ عَبْدًا لَهَا۔ وَلَقَدْ كَانَ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَافٍ لَّكَ فِى الْاُسْوَةِ۔ وَدَلِيْلٌ لَّكَ عَلٰى ذَمِّ الدُّنْيَا وَعَيْبِهَا وَكَثْرَةِ مَخَازِيْهَا وَمَسَاوِيْهَا اِذْ قُبِضَتْ عَنْهُ اَطْرَافُهَا۔ وَوُطِّئَتْ لِغَيْرِهٖ اَكْنَافُهَا۔ وَفُطِمَ عَنْ رَضَاعِهَا، وَزُوِىَ عَنْ زَخَارِفِهَا۔ وَاِنْ شِئْتَ ثَنَّيْتُ بِمُوْسٰى كَلِيْمِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

اِذْ يَقُوْلُ۔ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔ وَاللّٰهِ مَا سَاَلَهٗ اِلَّا خُبْزًا يَّاْكُلُهٗ لِاَنَّهٗ كَانَ يَاْكُلُ بَقْلَةَ الْاَرْضِ۔ وَلَقَدْ كَانَتْ خُضْرَةُ الْبَقْلِ تُرٰى مِنْ شَفِيْفِ صِفَاقِ بَطْنِهٖ لِهُزَالِهٖ وَتَشَذُّبِ لَحْمِهٖ وَاِنْ شِئْتَ ثَلَّثْتُ بِدَاوٗدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

صَاحِبِ الْمَزَامِيْرِ وَقَارِئِ اَهْلِ الْجَنَّةِ،

جاتا جتنا بندوں کے لئے کیا جاتا ہے کیا تمہیں کبھی اس کا اندیشہ ہوا ہے کہ کہیں تم ان امیدوں (کے دعووں) میں جھوٹے تو نہیں؟ یا یہ کہ تم محلِ امید ہی نہیں سمجھتے۔ یونہی انسان اگر اس کے بندوں میں سے کسی بندے سے ڈرتا ہے تو جو خوف کی اختیار کرتا ہے اللہ کے لئے ویسی صورت اختیار نہیں کرتا۔ انسانوں کا خوف تو اُس نے نقد کی صورت میں رکھا ہے اور اللہ کا ڈر صرف ٹال مٹول اور (غلط سلط) وعدے یونہی جس کی نظروں میں دنیا عظمت پا لیتی ہے اور اُس کے دل میں اس کی عظمت و وقعت بڑھ جاتی ہے تو وہ اُسے اللہ پر ترجیح دیتا ہے اور اس کی طرف مڑتا ہے اور اُسی کا بندہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و عمل پیروی کے لئے کافی ہے اور اُن کی ذات دنیا کے عیب و نقص اور اُس کی رسوائیوں اور برائیوں کی کثرت دکھانے کے لئے رہنما ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا کے دامنوں کو اس سے سمیٹ لیا گیا اور دوسروں کے لئے اُس کی وسعتیں مہیا کر دی گئیں اور اس (زالِ دنیا کی چھاتیوں سے) آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا کہ: پروردگار! تو جو کچھ بھی اس وقت تھوڑی بہت نعمت بھیج دے گا میں اُس کا محتاج ہوں۔ خدا کی قسم انہوں نے صرف کھانے کے لئے روٹی کا سوال کیا تھا۔ چونکہ وہ زمین کا ساگ پات کھاتے تھے اور لاغری اور (جسم پر) گوشت کی کمی کی وجہ سے ان کے پیٹ کی نازک جلد سے گھاس پات کی سبزی دکھائی دیتی تھی۔ اگر چاہو تو تیسری مثال داؤد علیہ السلام کی سامنے رکھ لو۔ جو صاحبِ زبور اور اہلِ جنّت کے قاری ہیں۔ وہ اپنے ہاتھ سے کھجور کی پتیوں کی ٹوکریاں بنا کرتے تھے اور اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے کہ تم میں سے کون ہے جو انہیں بیچ کی میری دستگیری کرے (پھر) جو اس کی قیمت ملتی اُس سے جو کی روٹی کھا لیتے تھے۔ اگر چاہو تو عیسٰی ابن مریمؑ کا حال کہوں کہ جو (سر کے نیچے) پتھر کا تکیہ رکھتے تھے سخت اور کھردرا



شِئْتَ قُلْتُ فِىْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَلَقَدْ كَانَ يَتَوَسَّدُ الْحَجَرَ وَيَلْبَسُ الْخَشِنَ وَيَاْكُلُ الْجَشِبَ وَكَانَ اِدَامُهُ الْجُوْعَ۔ وَسِرَاجُهٗ بِاللَّيْلِ الْقَمَرَ۔ وَظِلَالُهٗ فِى الشِّتَآءِ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا وَفَاكِهَتُهٗ وَرَيْحَانُهٗ مَا تُنْبِتُ الْاَرْضُ لِلْبَهَآئِمِ۔ وَلَمْ تَكُنْ لَهٗ زَوْجَةٌ تَفْتِنُهٗ، وَلَا طَمَعٌ يُّذِلُّهٗ۔ دَاَبِّيْكَ الْاَطْيَبِ الْاَطْهَرِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاِنَّ فِيْهِ اُسْوَةً لِّمَنْ تَاَسّٰى وَعَزَآءً لِّمَنْ تَعَزّٰى وَاَحَبُّ الْعِبَادِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتَاَسِّىْ بِنَبِيِّهٖ وَالْمُقْتَصُّ لِاَثَرِهٖ۔ قَضَمَ الدُّنْيَا قَضْمًا وَّلَمْ يُعِرْهَا طَرْفًا۔ اَهْضَمُ اَهْلِ الدُّنْيَا كَشْحًا۔ وَاَخْمَصُهُمْ مِّنَ الدُّنْيَا بَطْنًا عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا وَعَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ اَبْغَضَ شَيْئًا فَاَبْغَضَهٗ۔ وَحَقَّرَ شَيْئًا فَحَقَّرَهٗ۔ وَصَغَّرَ شَيْئًا فَصَغَّرَهٗ۔ وَلَوْلَمْ يَكُنْ فِيْنَا اِلَّا حُبُّنَا مَآ اَبْغَضَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَتَعْظِيْمُنَا مَا صَغَّرَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لَكَفٰى بِهٖ شِقَاقًا لِّلّٰهِ وَمُحَادَّةً عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ وَلَقَدْ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَاْكُلُ عَلَى الْاَرْضِ۔ وَيَجْلِسُ جِلْسَةَ الْعَبْدِ وَيَخْصِفُ بِيَدِهٖ نَعْلَهٗ۔ وَيَرْقَعُ

لباس پہنتے تھے اور (کھانے) میں سالن کے بجائے بھوک اور رات کے چراغ کی جگہ چاند اور سردیوں میں سایہ کے بجائے (ان کے سر پر) زمین کے مشرق و مغرب کا سائبان ہوتا تھا اور زمین جو گھاس پھوس چوپاؤں کے لئے اُگاتی تھی وہ اُن کے لئے پھل پھول کی جگہ تھی نہ اُن کی بیوی تھیں جو انہیں دنیا (کے جھنجٹوں) میں مبتلا کرتیں اور نہ بال بچے تھے کہ ان کے لئے فکر و اندوہ کا سبب بنتے اور نہ مال و متاع تھا کہ ان کی توجہ کو موڑتا اور نہ کوئی طمع تھی کہ انہیں رسوا کرتی۔ اُن کی سواری ان کے دونوں پاؤں اور خادم اُن کے دونوں ہاتھ تھے۔ تم اپنے پاک و پاکیزہ نبی کی پیروی کرو چونکہ ان کی ذات اتباع کرنے والے کے لئے نمونہ اور صبر کرنے والے کے لئے ڈھارس ہے۔ ان کی پیروی کرنے والا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والا ہی اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے جنہوں نے دنیا کو (صرف ضرورت بھر) چکھا اور اُسے نظر بھر کر نہیں دیکھا وہ دنیا میں سب سے زیادہ شکم تہی میں بسر کرنے والے اور خالی پیٹ رہنے والے تھے۔ ان کے سامنے دنیا کی پیش کش کی گئی تو انہوں نے اُسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور (جب) جان لیا کہ اللہ نے ایک چیز کو بُرا جانا ہے تو آپ نے بھی اُسے بُرا ہی جانا اور اللہ نے ایک چیز کو حقیر سمجھا ہے تو آپ نے بھی اُسے حقیر ہی سمجھا اور اللہ نے ایک چیز کو پست قرار دیا ہے تو آپ نے بھی اُسے پست ہی قرار دیا۔ اگر ہم میں صرف یہی ایک چیز ہو کہ ہم اُس شے کو چاہنے لگیں جسے اللہ اور رسول بُرا سمجھتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم سے سرتابی کے لئے یہی بہت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور غلاموں کی طرح بیٹھتے تھے اپنے ہاتھ سے جوتی ٹانکتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے اور بے پالان کے گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے پیچھے کسی کو بٹھا بھی لیتے تھے۔ گھر کے دروازہ پر (ایک دفعہ) ایسا پردہ پڑا تھا جس میں تصویریں تھیں تو

بِيَدِهٖ ثَوْبَهٗ۔ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ الْعَارِيَ وَيُرْدِفُ خَلْفَهٗ۔ وَيَكُوْنُ السِّتْرُ عَلٰى بَابِ بَيْتِهٖ فَتَكُوْنُ فِيْهِ التَّصَاوِيْرُ فَيَقُوْلُ يَا فُلَانَةُ۔ لِاِحْدٰى اَزْوَاجِهٖ غَيِّبِيْهِ عَنِّيْ فَاِنِّيْٓ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا وَزَخَارِفَهَا فَاَعْرَضَ عَنِ الدُّنْيَا بِقَلْبِهٖ وَاَمَاتَ ذِكْرَهَا مِنْ نَّفْسِهٖ وَاَحَبَّ اَنْ تَغِيْبَ زِيْنَتُهَا عَنْ عَيْنِهٖ لِكَيْلَا يَتَّخِذَ مِنْهَا رِيَاشًا۔ وَّلَا يَعْتَقِدَهَا قَرَارًا وَّلَا يَرْجُوَ فِيْهَا مُقَامًا۔ فَاَخْرَجَهَا مِنَ النَّفْسِ وَاَشْخَصَهَا عَنِ الْقَلْبِ وَغَيَّبَهَا عَنِ الْبَصَرِ۔ وَكَذٰلِكَ مَنْ اَبْغَضَ شَيْئًا اَبْغَضَ اَنْ يَّنْظُرَ اِلَيْهِ وَاَنْ يُّذْكَرَ عِنْدَهٗ۔

وَلَقَدْ كَانَ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا يَدُلُّكَ عَلٰى مَسَاوِي الدُّنْيَا وَعُيُوْبِهَا اِذْ جَاعَ فِيْهَا مَعَ خَاصَّتِهٖ وَزُوِيَتْ عَنْهُ زَخَارِفُهَا مَعَ عَظِيْمِ زُلْفَتِهٖ۔ فَلْيَنْظُرْ نَاظِرٌ بِعَقْلِهٖ اَكْرَمَ اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِذٰلِكَ اَمْ اَهَانَهٗ؟ فَاِنْ قَالَ اَهَانَهٗ فَقَدْ كَذَبَ وَاَتٰى بِالْاِفْكِ الْعَظِيْمِ۔ وَاِنْ قَالَ اَكْرَمَهٗ فَلْيَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهَانَ غَيْرَهٗ حَيْثُ بَسَطَ الدُّنْيَا لَهٗ وَزَوَاهَا عَنْ اَقْرَبِ النَّاسِ مِنْهُ فَتَاَسَّ بِنَبِيِّهٖ، وَاقْتَصَّ اَثَرَهٗ۔ وَوَلَجَ مَوْلِجَهٗ وَاِلَّا فَلَا يَاْمَنُ الْهَلَكَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ مُحَمَّدًا صَلَّى

آپ نے اپنے ازواج میں سے ایک کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے میری نظروں سے ہٹا دو۔ جب میری نظریں اس پر پڑتی ہیں تو مجھے دنیا اور اس کی آرائشیں یاد آ جاتی ہیں۔ آپ نے دنیا سے دل ہٹا لیا تھا اور اُس کی یاد تک اپنے نفس سے مٹا ڈالی تھی اور یہ چاہتے تھے کہ اس کی سج دھج نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ نہ اُس سے عمدہ عمدہ لباس حاصل کریں اور نہ اسے اپنی منزل خیال کریں اور نہ اس میں زیادہ قیام کی آس لگائیں۔ انہوں نے اس کا خیال نفس سے نکال دیا اور دل سے اسے ہٹا دیا تھا اور نگاہوں سے اُسے اوجھل رکھا تھا۔ یونہی جو شخص کسی شے کو بُرا سمجھتا ہے تو نہ اُسے دیکھنا چاہتا ہے اور نہ اس کا ذکر سننا گوارا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کے عادات و خصائل) میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو تمہیں دنیا کے عیوب و قبائح کا پتہ دیں گی جبکہ آپ اس دنیا میں اپنے خاص افراد سمیت بھوکے رہا کرتے تھے اور باوجود انتہائی قربِ منزلت کے اس کی آرائشیں ان سے دور رکھی گئیں۔ چاہئے کہ دیکھنے والا عقل کی روشنی میں دیکھے کہ اللہ نے انہیں دنیا نہ دے کر اُن کی عزت بڑھائی ہے یا اہانت کی ہے اگر کوئی یہ کہے کہ اہانت کی ہے تو اس نے جھوٹ کہا ہے اور بہت بڑا بہتان باندھا اور اگر یہ کہے کی عزت بڑھائی ہے تو اسے یہ جان لینا چاہئے کہ اللہ نے دوسروں کی بے عزتی ظاہر کی جبکہ انہیں دنیا کی زیادہ سے زیادہ وسعت دے دی اور اُس کا رخ اپنے مقرّب ترین بندے سے موڑ رکھا۔ پیروی کرنے والے کو چاہئے کہ ان کی پیروی کرے اور اُن کے نشانِ قدم پر چلے اور انہی کی منزل میں آئے ورنہ ہلاکت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اللہ نے ان کو (قرب) قیامت کی نشانی اور جنت کی خوشخبری سنانے والا اور عذاب سے ڈرانے والا قرار دیا ہے۔ دنیا سے آپ بھوکے نکل کھڑے ہوئے اور آخرت میں سلامتیوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ آپ نے



اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَلَمًا لِّلسَّاعَةِ وَمُبَشِّرًا بِالْجَنَّةِ، وَمُنْذِرًا بِالْعُقُوْبَةِ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا خَمِيْصًا، وَّوَرَدَ الْاٰخِرَةَ سَلِيْمًا لَمْ يَضَعْ حَجَرًا عَلٰى حَجَرٍ حَتّٰى مَضٰى لِسَبِيْلِهٖ وَاَجَابَ دَاعِيَ رَبِّهٖ، فَمَآ اَعْظَمَ مِنَّةَ اللّٰهِ عِنْدَنَا حِيْنَ اَنْعَمَ عَلَيْنَا بِهٖ سَلَفًا نَّتَّبِعُهٗ۔ وَقَائِدًا نَّطَاُ عَقِبَهٗ وَاللّٰهِ لَقَدْ رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِيْ هٰذِهٖ حَتَّى اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَّاقِعِهَا۔ وَلَقَدْ قَالَ لِيْ قَائِلٌ اَلَا تَنْبِذُهَا؟ فَقُلْتُ اغْرُبْ عَنِّيْ فَعِنْدَ الصَّبَاحِ يَحْمَدُ الْقَوْمُ السُّرٰى۔

تعمیر کے لئے کبھی پتھر پر پتھر نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ آخرت کی راہ پر چل دیئے اور اللہ کی طرف بلاوا دینے والے کی آواز پر لبیک کہی۔ یہ اللہ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اُس نے ہمیں ایک پیشرو و پیشوا جیسی نعمت بخشی کہ جن کی ہم پیروی کرتے ہیں اور قدم بقدم چلتے ہیں (انہی کی پیروی میں) خدا کی قسم میں نے اپنی اس قمیض میں اتنے پیوند لگائے ہیں کہ مجھے پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی ہے مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا آپ اسے اتاریں گے نہیں؟ تو میں نے اُسے کہا کہ میری (نظروں سے) دور ہو کر صبح کے وقت ہی لوگوں کو رات کے چلنے کی قدر ہوتی ہے اور وہ اس کی مدح کرتے ہیں۔

## خطبہ ۱۵۹

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعَثَهٗ بِالنُّوْرِ الْمُضِيْٓءِ وَالْبُرْهَانِ الْجَلِيِّ، وَالْمِنْهَاجِ الْبَادِيْ وَالْكِتَابِ الْهَادِيْ۔ اُسْرَتُهٗ خَيْرُ اُسْرَةٍ، وَشَجَرَتُهٗ خَيْرُ شَجَرَةٍ۔ اَغْصَانُهَا مُعْتَدِلَةٌ وَّثِمَارُهَا مُتَهَدِّلَةٌ مَّوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَهِجْرَتُهٗ بِطَيْبَةَ عَلَا بِهَا ذِكْرُهٗ وَامْتَدَّ بِهَا صَوْتُهٗ اَرْسَلَهٗ بِحُجَّةٍ كَافِيَةٍ وَّمَوْعِظَةٍ شَافِيَةٍ وَّدَعْوَةٍ مُّتَلَافِيَةٍ اَظْهَرَ بِهِ الشَّرَائِعَ الْمَجْهُوْلَةَ، وَقَمَعَ بِهِ الْبِدَعَ الْمَدْخُوْلَةَ وَبَيَّنَ بِهِ الْاَحْكَامَ الْمَفْصُوْلَةَ فَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا تَتَحَقَّقْ شِقْوَتُهٗ وَتَنْفَصِمْ عُرْوَتُهٗ، وَتَعْظُمْ كَبْوَتُهٗ

اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نور روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا، ان کا قوم و قبیلہ بہترین قوم و قبیلہ اور شجرہ بہترین شجرہ ہے کہ جسکی شاخیں سیدھی اور پھل جھکے ہوئے ہیں۔

اُن کا مولد مکّہ اور ہجرت کا مقام مدینہ ہے کہ جہاں سے آپ کے نام کا بول بالا ہوا، اور آپ کا آوازہ (چارسو) پھیلا۔ اللہ نے آپ کو مکمل دلیل، شفا بخش نصیحت اور (پہلی جہالتوں کی) تلافی کرنے والا پیغام دیے کر بھیجا اور اُن کے ذریعہ سے (شریعت کی) نامعلوم راہیں آشکارا کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن و سنت میں) بیان کئے ہوئے احکام واضح کئے تو اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین چاہے تو اس کی بدبختی مسلّم، اس کا شیرازہ درہم و برہم اور اُس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگزیر) اور انجام طویل حزن اور مہلک

وَيَكُوْنُ نَابُهٗ اِلَى الْحُزْنِ الطَّوِيْلِ وَالْعَذَابِ الْوَبِيْلِ: وَاَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكُّلَ الْاِنَابَةِ اِلَيْهِ وَاَسْتَرْشِدُهُ السَّبِيْلَ الْمُؤَدِّيَةَ اِلٰى جَنَّتِهِ الْقَاصِدَةَ اِلٰى مَحَلِّ رَغْبَتِهٖ۔

عذاب ہے۔ میں اللہ پر بھروسا رکھتا ہوں، ایسا بھروسا کہ جس میں ہمہ تن اس کی طرف توجہ ہے اور ایسے راستے کی ہدایت چاہتا ہوں کہ جو اُس کی جنت تک پہنچانے والا اور منزل مطلوب کی طرف بڑھنے والا ہے۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَطَاعَتِهٖ فَاِنَّهَا النَّجَاةُ غَدًا وَالْمَنْجَاةُ اَبَدًا۔ رَهَّبَ فَاَبْلَغَ، وَرَغَّبَ فَاَسْبَغَ وَوَصَفَ لَكُمُ الدُّنْيَا وَانْقِطَاعَهَا وَزَوَالَهَا وَانْتِقَالَهَا فَاَعْرِضُوْا عَمَّا يُعْجِبُكُمْ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكُمْ مِّنْهَا۔ اَقْرَبُ دَارٍ مِّنْ سَخَطِ اللّٰهِ، وَاَبْعَدُهَا مِنْ رِّضْوَانِ اللّٰهِ۔ فَغُضُّوْا عَنْكُمْ۔ عِبَادَ اللّٰهِ، غُمُوْمَهَا وَاَشْغَالَهَا لِمَا قَدْ اَيْقَنْتُمْ بِهٖ مِنْ فِرَاقِهَا وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا۔ فَاحْذَرُوْهَا حَذَرَ الشَّفِيْقِ النَّاصِحِ وَالْمُجِدِّ الْكَادِحِ وَاعْتَبِرُوْا بِمَا قَدْ رَاَيْتُمْ مِّنْ مَّصَارِعِ الْقُرُوْنِ قَبْلَكُمْ۔ قَدْ تَزَايَلَتْ اَوْصَالُهُمْ، وَزَالَتْ اَبْصَارُهُمْ وَاَسْمَاعُهُمْ۔ وَذَهَبَ شَرَفُهُمْ وَعِزُّهُمْ، وَانْقَطَعَ سُرُوْرُهُمْ وَنَعِيْمُهُمْ فَبُدِّلُوْا بِقُرْبِ الْاَوْلَادِ فَقْدَهَا وَبِصُحْبَةِ الْاَزْوَاجِ مُفَارَقَتَهَا لَا يَتَفَاخَرُوْنَ وَلَا يَتَنَاسَلُوْنَ وَلَا يَتَزَاوَرُوْنَ، وَلَا يَتَجَاوَرُوْنَ فَاحْذَرُوْا

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی کار رستگاری (کا وسیلہ) اور نجات کی منزل دائمی ہوگا اُس نے اپنے عذاب سے ڈرایا تو سب کو خبردار کر دیا اور جنت کی رغبت دلائی تو اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی دنیا اور اُس کے فنا و زوال اور اس کے پلٹ جانے کو کھول کر بیان کیا۔ جو چیزیں اس دنیا سے تمہیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اُن سے پہلو بچائے رکھو، کیونکہ ان میں سے ساتھ جانے والی تو بہت ہی تھوڑی ہیں۔ دنیا کی منزل اللہ کی ناراضگیوں سے قریب اور اُس کی رضامندیوں سے دور ہے۔ اللہ کے بندو اس کی فکروں اور اُس کے دھندوں سے آنکھیں بند کرلو اس لئے کہ تمہیں یقین ہے کہ آخر یہ جدا ہو جانے والی ہے اور اس کے حالات پلٹا کھانے والے ہیں۔ اُس دنیا سے اس طرح خوف کھاؤ، جسطرح کوئی ڈرانے والا اور اپنے نفس کا خیرخواہ اور جانفشانی کے ساتھ کوشش کرنے والا ڈرتا ہے۔ تم نے اپنے سے پہلے لوگوں کے جو گرنے کی جگہیں دیکھی ہیں ان سے عبرت حاصل کرو کہ اُن کے جوڑ بند الگ الگ ہو گئے۔ نہ اُن کی آنکھیں رہیں اور نہ کان۔ اُن کا شرف و قار مٹ گیا۔ اُن کی مسرتیں اور نعمتیں جاتی رہیں اور بال بچوں کے قریب کے بجائے علیحدگی اور بیویوں سے ہم نشینی کے بجائے اُن سے جدائی ہوگئی۔ اب نہ وہ فخر کرتے ہیں اور نہ اُن کے اولاد ہوتی ہے، نہ ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمسایہ بن کر رہتے ہیں۔ اے اللہ



عِبَادَ اللّٰهِ حَذَرَ الْغَالِبِ لِنَفْسِهٖ۔ اَلْمَانِعِ لِشَهَوَاتِهٖ، النَّاظِرِ بِعَقْلِهٖ فَاِنَّ الْاَمْرَ وَاضِحٌ، وَّالْعَلَمَ قَآئِمٌ، وَالطَّرِيْقَ جَدَدٌ وَالسَّبِيْلَ قَصْدٌ۔

کے بندو! ڈرو جس طرح اپنے نفس پر قابو پا لینے والا اور اپنی خواہشوں کو دبانے والا اور چشم بصیرت سے دیکھنے والا ڈرتا ہے کیونکہ (ہر) چیز واضح ہو چکی ہے۔ نشانات قائم ہیں۔ راستہ ہموار ہے اور راہ سیدھی ہے۔

## خطبہ ۱۶۰

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِبَعْضِ اَصْحَابِهٖ وَقَدْ سَاَلَهٗ: كَيْفَ دَفَعَكُمْ قَوْمُكُمْ عَنْ هٰذَا الْمَقَامِ وَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِهٖ۔

حضرتؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ لوگوں نے آپ کو اس منصب سے الگ رکھا حالانکہ آپ اس کے زیادہ حق دار تھے۔

فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

يَا اَخَا بَنِيْ اَسَدٍ اِنَّكَ لَقَلِقُ الْوَضِيْنِ تُرْسِلُ فِيْ غَيْرِ سَدَدٍ وَلَكَ بَعْدُ ذِمَامَةُ الصِّهْرِ وَحَقُّ الْمَسْئَلَةِ، وَقَدِ اسْتَعْلَمْتَ فَاعْلَمْ اَمَّا الْاِسْتِبْدَادُ عَلَيْنَا بِهٰذَا الْمَقَامِ وَنَحْنُ الْاَعْلَوْنَ نَسَبًا، وَّالْاَشَدُّوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَوْطًا، فَاِنَّهَا كَانَتْ اَثَرَةً شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَّسَخَتْ عَنْهَا وَالْمَعُوْدُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: وَدَعْ عَنْكَ نَهْبًا صِيْحَ فِيْ حَجَرَاتِهٖ۔

وَهَلُمَّ الْخَطْبَ فِى ابْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ، فَلَقَدْ اَضْحَكَنِيَ الدَّهْرُ بَعْدَ اِبْكَآئِهٖ وَلَا غَرْوَ وَاللّٰهِ فَيَالَهٗ خَطْبًا۔ يَسْتَفْرِغُ

تو آپ نے فرمایا: کہ اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو، اور بے راہ ہو کر چل نکلے ہو۔ (اس کے باوجود) چونکہ ہمیں تمہاری قرابت کا پاس و لحاظ ہے اور تمہیں سوال کرنے کا حق بھی ہے۔ تو اب دریافت کیا ہے تو پھر جان لو کہ (ان لوگوں کا) اس منصب پر خود اختیاری سے جم جانا، باوجودیکہ ہم نسبت کے اعتبار سے بلند تھے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ قرابت بھی قوی تھا ان کی یہ خودغرضی تھی جس میں کچھ لوگوں کے نفس اس پر مر مٹے تھے اور کچھ لوگوں کے نفسوں نے اس کی پرواہ تک نہ کی اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور اس کی طرف بازگشت قیامت کے روز ہے۔ (اس کے بعد حضرت نے بطورِ تمثیل یہ مصرع پڑھا) ''چھوڑو اس لوٹ مار کے ذکر کو جس کا چاروں طرف شور مچا ہوا تھا۔'' اب تو اس مصیبت کو دیکھو کہ جو ابوسفیان کے بیٹے کی وجہ سے آئی ہے مجھے تو (اس پر) زمانہ نے رلانے کے بعد ہنسایا ہے اور زمانہ کی (موجودہ روش سے) خدا کی قسم! کوئی تعجب نہیں ہے۔ اس مصیبت پر تعجب ہوتا ہے کہ جس سے تعجب کی حد ہو گئی ہے اور جس نے بے راہ رویوں کو بڑھا دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے اللہ کے روشن چراغ کا نور بجھانا چاہا اور

الْعَجَبَ، وَيُكْثِرُ الْاَوَدَ۔ حَاوَلَ الْقَوْمُ إِطْفَآءَ نُوْرِ اللهِ مِنْ مِّصْبَاحِهٖ، وَسَدَّ فَوَّارِهٖ مِنْ يَّنْبُوْعِهٖ، وَجَدَحُوْا بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ شِرْبًا وَّبِيْئًا۔ فَاِنْ تَرْتَفِعْ عَنَّا وَعَنْهُمْ مِحَنُ الْبَلْوٰى اَحْمِلْهُمْ مِّنَ الْحَقِّ عَلٰى مَحْضِهٖ، وَاِنْ تَكُنِ الْاُخْرٰى فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ اِنَّ اللهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔"

اس کے سرچشمہ (ہدایت کے) فوارے کو بند کرنے کے درپے ہوئے اور میرے اور اپنے درمیان زہریلے گھونٹوں کی آمیزش کی، اگر اس ابتلا کی دشواریاں ہمارے اور ان کے درمیان سے اٹھ جائیں تو میں انہیں خالص حق کے راستے پر لے چلوں گا اور اگر کوئی اور صورت ہوگئی تو پھر اُن پر حسرت و افسوس کرتے ہوئے تمہارا دم نہ نکلے اس لئے کہ یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

[1] یہ عرب کے مشہور شاعر امرُالقیس کے ایک شعر کا مصرع ہے جس کا دوسرا مصرع یہ ہے "وھات حدیثا ما حدیث الرّواحل" اس شعر کا واقعہ یہ ہے کہ جب امرالقیس کا باپ حجر کندی مارا گیا تو وہ قبائل عرب میں چکر لگاتا تھا تاکہ اُن کی مدد سے اپنے باپ کا قصاص لے سکے۔ چنانچہ بنی جدیلہ کے ایک شخص طریف کے یہاں چند دن ٹھہرا اور پھر وہاں سے اپنے کو غیر محفوظ سمجھ کر چل دیا اور خالد ابن سدوس کے ہاں جا کر اُترا اس دوران میں بنی جدیلہ کا ایک شخص باعث ابن خویص اُس کا اونٹ ہنکا لایا۔ امرُالقیس نے اپنے میزبان سے اس کا شکوہ کیا تو اس نے کہا کہ تم اپنی اونٹنیاں میرے ساتھ کر دو میں تمہارے اونٹ اُن سے واپس لائے دیتا ہوں، چنانچہ خالد اُن کے ہاں گیا اور اُن سے کہا کہ تم نے میرے مہمان کے اونٹوں کو لوٹ لیا ہے تمہیں ان اونٹوں کو واپس کر دینا چاہیے۔ ان لوگوں نے کہا کہ وہ نہ تمہارا مہمان ہے اور نہ تمہاری زیرِ حمایت ہے۔ خالد نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی میرا مہمان ہے اور یہ اُس کی اونٹنیاں میرے ساتھ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر ہم وہ اونٹ واپس دیئے دیتے ہیں کہا تو یہ لیکن ان اونٹوں کو واپس کرنے کی بجائے ان اونٹنیوں کو بھی ہنکا کر لے گئے اور ایک قول یہ ہے کہ ان لوگوں نے وہ اونٹ خالد کے روانہ کر دیئے تھے اور اس نے امرُالقیس کو دینے کے بجائے خود اُن پر قبضہ کر لیا تھا۔ جب امرُالقیس کو اس کا پتہ چلا تو اس نے چند اشعار کہے جن کا ایک شعر یہ تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ان اونٹوں کا ذکر چھوڑو جنہیں لوٹا جا چکا ہے۔ اب ان اونٹنیوں کی بات کرو جو ہاتھ سے جاتی رہی ہیں۔

حضرت کے اس شعر کو بطورِ تمثیل پیش کرنے سے مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ معاویہ برسرِ پیکار ہے اس کی بات کرو اور ان لوگوں کی غارت گریوں کا ذکر رہنے دو کہ جنہوں نے پیغمبر کے بعد میرے حق پر چھاپہ مارا۔ وہ دور گذر چکا ہے اب اس دور کے فتنوں سے نپٹنے کا وقت ہے۔ لہٰذا وقت کی بات کرو اور بے وقت کی راگنی نہ چھیڑو۔ یہ اس لئے فرمایا کہ سائل نے یہ سوال جنگ صفین کے موقع پر کیا تھا، جبکہ جنگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور کشت و خون کی گرم بازاری تھی۔

## خطبہ ۱۶۱

### وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْعِبَادِ، وَسَاطِحِ الْمِهَادِ، وَمُسِيْلِ الْوِهَادِ، وَمُخْصِبِ النِّجَادِ، لَيْسَ لِاَوَّلِيَّتِهٖ ابْتِدَآءٌ وَّلَا لِاَزَلِيَّتِهٖ انْقِضَآءٌ۔ هُوَ الْاَوَّلُ لَمْ يَزَلْ، وَالْبَاقِيْ بِلَا اَجَلٍ خَرَّتْ لَهُ الْجِبَاهُ وَوَحَّدَتْهُ الشِّفَاهُ۔ حَدَّ الْاَشْيَآءَ عِنْدَ خَلْقِهٖ لَهَا إِبَانَةً لَّهٗ مِنْ شَبَهِهَا لَا تُقَدِّرُهُ الْاَوْهَامُ بِالْحُدُوْدِ وَالْحَرَكَاتِ۔ وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَ الْاَدَوَاتِ۔ لَا يُقَالُ لَهٗ مَتٰى، وَ لَا يُضْرَبُ لَهٗ اَمَدٌ بِحَتّٰى الظَّاهِرُ لَا يُقَالُ مِمَّا، وَالْبَاطِنُ لَا يُقَالُ فِيْمَا۔ لَا شَبَحٌ فَيَتَقَضّٰى وَلَا مَحْجُوْبٌ فَيُحْوٰى۔ لَمْ يَقْرُبْ مِنَ الْاَشْيَآءِ بِالْتِصَاقٍ وَّلَمْ يَبْعُدْ عَنْهَا بِافْتِرَاقٍ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِنْ عِبَادِهٖ، شُخُوْصُ لَحْظَةٍ، وَلَا كُرُوْرُ لَفْظَةٍ وَّلَا ازْدِلَافُ رَبْوَةٍ، وَّلَا انْبِسَاطُ خَطْوَةٍ فِيْ لَيْلٍ دَاجٍ، وَّلَا غَسَقٍ سَاجٍ، يَتَفَيَّاُ عَلَيْهِ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ، تَعْقُبُهُ الشَّمْسُ ذَاتُ النُّوْرِ فِي الْاُفُوْلِ وَالْكُرُوْرِ، وَتَقَلُّبِ الْاَزْمِنَةِ وَالدُّهُوْرِ۔ مِنْ اِقْبَالِ لَيْلٍ مُّقْبِلٍ وَّاِدْبَارِ نَهَارٍ مُّدْبِرٍ قَبْلَ كُلِّ غَايَةٍ وَّ مُدَّةٍ وَّكُلِّ اِحْصَاءٍ وَّعِدَّةٍ۔ تَعَالٰى عَمَّا يَنْحَلُهُ الْمُحَدِّدُوْنَ مِنْ صِفَاتِ الْاَقْدَارِ،

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو بندوں کا پیدا کرنے والا، فرش زمین کا بچھانے والا، ندی نالوں کا بہانے والا اور ٹیلوں کو سرسبز و شاداب بنانے والا ہے۔ نہ اُس کی اوّلیت کی کوئی ابتداء اور نہ اُس کی ازلیت کی کوئی انتہا ہے۔ وہ ایسا اول ہے جو ہمیشہ سے ہے، اور بغیر کسی مدت کی حد بندی کے ہمیشہ رہنے والا ہے۔ پیشانیاں اُس کے آگے (سجدہ میں) گری ہوئی ہیں اور لب اُس کی توحید کے معترف ہیں۔ اُس نے تمام چیزوں کو اُن کے پیدا کرنے کے وقت ہی سے جداگانہ صورتوں اور شکلوں میں محدود کر دیا، تاکہ اپنی ذات کو ان کی مشابہت سے الگ رکھے تصورات اسے محدود و حرکات اور اعضاء و حواس کے ساتھ متعین نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ "کب سے ہے" اور نہ یہ کہہ کر اس کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے کہ وہ "کب تک ہے"۔ وہ ظاہر ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "کس سے (ظاہر ہوا) وہ باطن ہے مگر یہ نہیں کہا جائے گا کہ (کس میں) وہ نہ دور سے نظر آنے والا کوئی ڈھانچہ ہے کہ مٹ جائے اور نہ کسی حجاب میں ہے کہ محدود ہو جائے۔ وہ چیزوں سے اس طرح قریب نہیں کہ ساتھ چھو جائے اور نہ وہ جسمانی طور پر اُن سے الگ ہو کر دور ہوا ہے۔ اس سے کسی کا ٹکٹکی باندھ باندھ کر دیکھنا، کسی لفظ کا دہرایا جانا، کسی بلندی کا دور سے جھلکنا اور کسی قدم کا آگے بڑھنا پوشیدہ نہیں ہے نہ اندھیری راتوں میں اور نہ چھائی ہوئی اندھیاریوں میں کہ جن پر روشن چاند اپنی کرنوں کا سایہ ڈالتا ہے اور نورانی آفتاب طلوع و غروب (کے چکروں) میں اور زمانہ ان کی گردشوں میں اندھیرے کے بعد نور پھیلاتا ہے کہ جو آنے والی رات اور جانے والے دن کی آمد و شد سے (پیدا) ہوتی ہیں وہ ہر مدت و انتہا اور ہر گنتی اور شمار سے پہلے ہے۔ اسے محدود سمجھ لینے والے جن اندازوں اور اطراف و جوانب کی حدوں اور مکانوں میں بسنے اور جگہوں میں ٹھہرنے کو اُس کی طرف منسوب کر دیتے ہیں وہ ان نسبتوں سے بہت

وَنِهَايَاتِ الْاَقْطَارِ وَتَأَثُّلِ الْمَسَاكِنِ، وَتَمَكُّنِ الْاَمَاكِنِ۔ فَالْحَدُّ لِخَلْقِهٖ مَضْرُوبٌ، وَاِلٰى غَيْرِهٖ مَنْسُوبٌ لَمْ يَخْلُقِ الْاَشْيَآءَ مِنْ اُصُوْلٍ اَزَلِيَّةٍ وَّلَا اَوَائِلَ اَبَدِيَّةٍ، بَلْ خَلَقَ مَا خَلَقَ فَاَقَامَ حَدَّهٗ، وَصَوَّرَ مَا صَوَّرَ فَاَحْسَنَ صُوْرَتَهٗ، لَيْسَ لِشَيْءٍ مِّنْهُ امْتِنَاعٌ وَلَا لَهٗ بِطَاعَةِ شَيْءٍ انْتِفَاعٌ عِلْمُهٗ بِالْاَمْوَاتِ الْمَاضِيْنَ كَعِلْمِهٖ بِالْاَحْيَاءِ الْبَاقِيْنَ وَعِلْمُهٗ بِمَا فِي السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى كَعِلْمِهٖ بِمَا فِي الْاَرَضِيْنَ السُّفْلٰى۔

بلند ہے، حدیں تو اُس کی مخلوق کے لئے قائم کی گئی ہیں اور دوسروں ہی کی طرف ان کی نسبت دی جایا کرتی ہے۔ اُس نے اشیاء کو کچھ ایسی مواد سے پیدا نہیں کیا کہ جو ہمیشہ سے ہو، اور نہ ایسی مثالوں پر بنایا کہ جو پہلے سے موجود ہوں۔ بلکہ اُس نے جو چیز پیدا کی اُسے مستحکم کیا اور جو ڈھانچہ بنایا اُسے اچھی شکل و صورت دی۔ کوئی شے اس کے (حکم سے) سرتابی نہیں کر سکتی نہ اس کو کسی اطاعت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے اسے پہلے مرنے والوں کا ویسا ہی علم ہے جیسا باقی رہنے والے زندہ لوگوں کا اور جس طرح بلند آسمانوں کی چیزوں کو جانتا ہے ویسے ہی پست زمینوں کی چیزوں کو پہچانتا ہے

(مِنْهَا) اَيُّهَا الْمَخْلُوْقُ السَّوِيُّ، وَالْمُنْشَأُ الْمَرْعِيُّ فِيْ ظُلُمَاتِ الْاَرْحَامِ وَمُضَاعَفَاتِ الْاَسْتَارِ۔ بُدِئْتَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍ، وَوُضِعْتَ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ، اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ، وَاَجَلٍ مَّقْسُوْمٍ تَمُوْرُ فِيْ بَطْنِ اُمِّكَ جَنِيْنًا لَا تُحِيْرُ دُعَاءً وَّلَا تَسْمَعُ نِدَآءً۔ ثُمَّ اُخْرِجْتَ مِنْ مَّقَرِّكَ اِلٰى دَارٍ لَّمْ تَشْهَدْهَا، وَلَمْ تَعْرِفْ سُبُلَ مَنَافِعِهَا فَمَنْ هَدَاكَ لِاجْتِرَارِ الْغِذَآءِ مِنْ ثَدْيِ اُمِّكَ وَعَرَّفَكَ عِنْدَ الْحَاجَةِ مَوَاضِعَ طَلَبِكَ وَاِرَادَتِكَ هَيْهَاتَ اِنَّ مَنْ يَّعْجِزُ عَنْ صِفَاتِ ذِي الْهَيْئَةِ وَالْاَدَوَاتِ فَهُوَ عَنْ صِفَاتِ خَالِقِهٖ اَعْجَزُ وَمِنْ تَنَاوُلِهٖ بِحُدُوْدِ الْمَخْلُوْقِيْنَ اَبْعَدُ۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے۔ اے وہ مخلوق کہ جس کی خلقت کو پوری طرح درست کیا گیا ہے اور جسے شکم کی اندھیاریوں اور دہرے پردوں میں بنایا گیا ہے اور ہر طرح سے اُس کی نگہداشت کی گئی ہے۔ تیری ابتداء مٹی کے خلاصہ سے ہوئی اور تجھے جانے پہچانے ہوئے وقت اور طے شدہ مدت تک ایک جماؤ پانے کی جگہ میں ٹھہرایا گیا کہ تو جنین ہونے کی حالت میں ماں کے پیٹ میں پھرتا تھا۔ نہ تو کسی پکار کا جواب دیتا تھا اور نہ کوئی آواز سنتا تھا۔ پھر تو اپنے ٹھکانے سے ایسے گھر میں لایا گیا کہ جو تیرا دیکھا بھالا ہوا نہ تھا اور نہ اس سے نفع حاصل کرنے کے طریقے پہچانتا تھا۔ کس نے تجھ کو ماں کی چھاتی سے غذا حاصل کرنے کی راہ بتائی اور ضرورت کے وقت طلب مقصود کی جگہو پہچنوائی۔ بھلا جو شخص ایک صورت و اعضاء والی کے پہچاننے سے بھی عاجز ہو وہ اس کے پیدا کرنے والے کی صفات سے کیسے عاجز و درماندہ نہ ہوگا اور کیونکر مخلوقات کی سی حد بندیوں کے ساتھ اُسے پالینے سے دور نہ ہوگا۔



## خطبہ ۱۶۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لَمَّا اجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ وَشَكَوْا مَا نَقَمُوْهُ عَلٰى عُثْمَانَ وَسَاَلُوْهُ مُخَاطَبَتَهٗ عَنْهُمْ وَاسْتِعْتَابَهٗ لَهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِ، فَقَالَ:

اِنَّ النَّاسَ وَرَآئِيْ وَقَدِ اسْتَسْفَرُوْنِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهُمْ وَاللّٰهِ مَآ اَدْرِيْ مَآ اَقُوْلُ لَكَ؟ مَآ اَعْرِفُ شَيْئًا تَجْهَلُهٗ، وَلَآ اَدُلُّكَ عَلٰى اَمْرٍ الَّا تَعْرِفُهٗ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نَعْلَمُ۔ مَا سَبَقْنَاكَ اِلٰى شَيْءٍ فَنُخْبِرَكَ عَنْهُ وَلَا خَلَوْنَا بِشَيْءٍ فَنُبَلِّغَكَهٗ وَقَدْ رَاَيْتَ كَمَا رَاَيْنَا، وَسَمِعْتَ كَمَا سَمِعْنَا وَصَحِبْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَمَا صَحِبْنَا، وَمَا ابْنُ اَبِيْ قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِاَوْلٰى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَاَنْتَ اَقْرَبُ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَشِيْجَةَ رَحِمٍ مِّنْهُمَا۔ وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهٖ مَا لَمْ يَنَالَا، فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِيْ نَفْسِكَ، فَاِنَّكَ وَاللّٰهِ مَا تُبَصَّرُ مِنْ عَمًى وَّلَا تُعَلَّمُ مِنْ جَهْلٍ، وَاِنَّ الطُّرُقَ لَوَاضِحَةٌ، وَّاِنَّ اَعْلَامَ الدِّيْنِ لَقَائِمَةٌ۔ فَاعْلَمْ اَنَّ اَفْضَلَ عِبَادِ اللّٰهِ عِنْدَ اللّٰهِ اِمَامٌ عَادِلٌ هُدِيَ وَهَدٰى، فَاَقَامَ سُنَّةً مَّعْلُوْمَةً، وَاَمَاتَ بِدْعَةً مَّجْهُوْلَةً

جب امیر المومنینؑ کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کے متعلق جو باتیں انہیں بُری معلوم ہوئی تھیں اُن کا گلہ کیا اور چاہا کہ حضرت اُن کی طرف سے بات چیت کریں اور لوگوں کو رضا مند کرنے کا اُن سے مطالبہ کریں چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور اُن سے کہا کہ لوگ میرے پیچھے (منتظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپٹاؤں خدا کی قسم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کہوں جبکہ میں (اس سلسلہ میں) ایسی کوئی بات نہیں جانتا کہ جس سے تم بے خبر ہو، اور نہ کوئی ایسی چیز بتانے والا ہوں کہ جس کا تمہیں علم نہ ہو جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنا ہے کہ تم تک پہنچائیں جیسے ہم نے دیکھا ویسے تم نے بھی دیکھا اور جس طرح ہم نے سنا تم نے بھی سنا۔ جس طرح ہم رسول اللہؐ کی صحبت میں رہے تم بھی رہے اور حق پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ابن ابی قحافہ اور ابن خطاب پر اس سے زیادہ نہ تھی جتنی کہ تم پر ہونا چاہیئے، اور تم تو رسولؐ سے خاندانی قرابت کی بناء پر اُن دونوں سے قریب تر بھی ہو، اور اُن کی ایک طرح کی دامادی بھی تمہیں حاصل ہے کہ جو انہیں حاصل نہ تھی۔ کچھ اپنے دل میں اللہ کا بھی خوف کرو۔ خدا کی قسم اس لئے تمہیں سمجھایا نہیں جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر آ نہ سکتا ہو اور نہ اس لئے یہ چیزیں تمہیں بتائی جا رہی ہیں کہ تمہیں علم نہ ہو اور (لاعلمی کے کیا معنی) جبکہ شریعت کی راہیں واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک سب بندوں سے بہتر وہ انصاف پرور حاکم ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور جانی پہچانی ہوئی سنت کو مستحکم کرے اور انجانی بدعتوں کو فنا کرے۔

وَاِنَّ السُّنَنَ لَنَيِّرَةٌ لَّهَا اَعْلَامٌ وَاِنَّ الْبِدَعَ نَظَاهِرَةٌ لَّهَا اَعْلَامٌ وَاِنَّ شَرَّ النَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ اِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَضُلَّ بِهٖ، فَاَمَاتَ سُنَّةً مَّاخُوْذَةً، وَّاَحْيٰى بِدْعَةً مَتْرُوْكَةً۔ وَاِنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يُؤْتٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِالْاِمَامِ الْجَائِرِ وَلَيْسَ مَعَهٗ نَصِيْرٌ وَّلَا عَاذِرٌ فَيُلْقٰى فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَيَدُوْرُ فِيْهَا كَمَا تَدُوْرُ الرَّحٰى ثُمَّ يَرْتَبِطُ فِىْ قَعْرِهَا۔" وَاِنِّىْ اُنْشِدُكَ اللّٰهَ اَنْ لَّا تَكُوْنَ اِمَامَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الْمَقْتُوْلَ، فَاِنَّهٗ كَانَ يُقَالُ: يُقْتَلُ فِىْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِمَامٌ يَّفْتَحُ عَلَيْهَا الْقَتْلَ وَالْقِتَالَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَيَلْبِسُ اُمُوْرَهَا عَلَيْهَا، وَيَبُثُّ الْفِتَنَ فِيْهَا، فَلَا يُبْصِرُوْنَ الْحَقَّ مِنَ الْبَاطِلِ يَمُوْجُوْنَ فِيْهَا مَوْجًا، وَّيَمْرُجُوْنَ فِيْهَا مَرْجًا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ لِمَرْوَانَ سَيِّقَةً يَّسُوْقُكَ حَيْثُ شَاءَ بَعْدَ جَلَالِ السِّنِّ۔ وَتَقَضِّى الْعُمُرِ۔ فَقَالَ لَهٗ عُثْمَانُ۔ "كَلِّمِ النَّاسَ فِىْ اَنْ يُّؤَجِّلُوْنِىْ، حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْهِمْ مِّنْ مَّظَالِمِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَاكَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلَا اَجَلَ فِيْهِ وَمَا غَابَ فَاَجَلُهٗ وُصُوْلُ اَمْرِكَ اِلَيْهِ۔

سنتوں کے نشانات جگمگا رہے ہیں اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں اور اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بدتر وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑیں اور (رسولؐ سے) حاصل کی ہوئی سنتوں کو تباہ اور قابل ترک بدعتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن ظالم کو اس طرح لایا جائے گا کہ نہ اُس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی عذر خواہ اور اُسے (سیدھا) جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس میں اس طرح چکر کھائے گا جس طرح چکی گھومتی ہے اور پھر اُسے جہنم کے گہراؤ میں جکڑ دیا جائے گا۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ تم اُس اُمت کے وہ سربراہ نہ بنو کہ جسے قتل ہی ہونا ہے۔ چونکہ کہا گیا ہے کہ اس امت میں ایک ایسا حاکم مارا جائے گا، جو اس کے لئے قیامت تک قتل وخون ریزی کا دروازہ کھول دے گا اور اس کے تمام اُمور کو اشتباہ میں ڈال دے گا اور اُس میں فتنوں کو پھیلائے گا کہ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں اور وہ فتنوں میں (دریا کی) موجوں کی طرح الٹے پلٹے کھائیں گے اور انہی میں تہ وبالا ہوتے رہیں گے۔ تم مروان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھینچتا پھرے اور جب کہ تم سن رسیدہ بھی ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکی ہے۔

(عثمان نے) کہا کہ آپ اُن لوگوں سے بات کریں کہ وہ مجھے (کچھ عرصہ کے لئے) مہلت دیں کہ میں اُن کی حق تلفیوں سے عہدہ برآ ہوسکوں تو آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں کا تعلق مدینہ سے ہے اُن میں تو کوئی مہلت کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو جگہیں نگاہوں سے اوجھل (اور دور) ہیں اُن کے لئے اتنی مہلت ہوسکتی ہے کہ تمہارا فرمان وہاں تک پہنچ جائے۔

تشریح:۔

لـہ حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہنچانے کے لئے مدینہ میں سمٹ آئے تو پُرامن طریق کار اختیار کرتے ہوئے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن



سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انہیں سمجھائیں بجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا سدباب کریں جو رعیت کے لئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں۔ جن پر حضرتؑ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا۔

امیر المومنینؑ نے موعظت تلخیوں کو خوشگوار بنانے کے لئے تمہید میں وہ لب ولہجہ اختیار کیا ہے جو اشتعال دلانے کے بجائے اُن میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے۔ چنانچہ اُن کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اسی فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ موقعہ اُن کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے قصیدہ شرف سمجھ لیا جائے جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے جان بوجھ کر کرتے تھے۔ ایسا نہ تھا کہ انہیں علم واطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بناء پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے، ہاں اگر رسولؐ اللہ کی صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سننے ان کے طرز عمل کو دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جاسکتا ہے۔ اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جاسکتا۔ حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کے لئے ہیں۔ کیونکہ بے خبری و لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اُس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے۔ چنانچہ اگر راستے کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستے کے گڑھوں سے واقف دن کے اجالے میں ٹھوکر کھائے تو اُسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو راستے کی اونچ نیچ سے بھی واقف ہو، تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت علمی وروشنی چشم کو سراہا جارہا ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستے کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا۔ لہٰذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا یکساں ہے۔

اس سلسلہ میں ان کی دامادی پر بڑا زور دیا جاتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی دو صاحبزادیوں رقیہ وام کلثوم کا عقد یکے بعد دیگرے اُن سے کیا۔ اس کی وجہ شرف ماننے سے قبل یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ دامادی عثمان کی نوعیت کیا ہے۔ تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اس میں اولیت کا شرف حضرت عثمان کو حاصل نہ تھا، بلکہ ان سے قبل رقیہ وام کلثوم ابولہب کے بیٹوں عتبہ وعتیبہ سے منسوب تھیں۔ مگر ان کو باوجود پہلا داماد ہونے کے قبل از بعثت کے صاحبان شرف میں بھی اب تک شمار نہیں کیا گیا تو یہاں کسی جوہر ذاتی کے بغیر اس نسبت کو کس بناء پر سرمایہ افتخار سمجھا جاسکتا ہے جب کہ اس رشتہ کی اہمیت کے متعلق یہ کوئی سند ہے اور نہ اس ماحول میں اس طرف کوئی توجہ پائی جاتی تھی کہ یہ کہا جائے کہ کسی اہم ترین عظمت کی مالک شخصیت اور ان میں معاملہ دائر تھا۔ پھر یہ منتخب ہو کر یہ شرف پا گئے۔ یا یہ کہ ان دونوں بیٹیوں کو تاریخ وحدیث وسیر میں کسی کردار شخصیت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہو۔ جس کی وجہ سے اس رشتہ کو خاص اہمیت دے کر ان کے لئے طرۂ امتیاز قرار دیا جائے۔ اگر قبل بعثت عتبہ وعتیبہ سے ان کا بیاہا جانا اس بناء پر صحیح سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت مشرکین کے ساتھ عقد کی حُرمت کا سوال پیدا نہ ہوتا تھا، تو یہاں پر بھی صحتِ عقد کے لئے صرف ظاہری اسلام کی شرط تھی اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انہوں نے زبان سے اقرار شہادتین بھی کیا اور بظاہر ایمان بھی لائے۔ لہٰذا اس عقد کو صرف ظاہر اسلام کی دلیل تو قرار دیا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اور کسی امتیاز کو

اس کے ذریعہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ پھر یہی کہاں مسلّم ہے کہ وہ رسول اللہؐ کی صلبی بیٹیاں تھیں جب کہ ایک طبقہ ان کے صلب رسولؐ سے ہونے سے انکار کرتا ہے، اور وہ انہیں حضرت خدیجہ الکبریٰؑ کی بہن ہالہ کی اولاد یا اُن کے پہلے شوہر کی اولاد قرار دیتا ہے، چنانچہ ابوالقاسم الکوفی متوفی ۳۵۲ھ تحریر فرماتے ہیں۔

فَلَمَّا تَزَوَّجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِخَدِيْجَة مَاتَتْ هَالَة بَعْدَ ذٰلِكَ بِمُدَّة يسيرة وخلفت الطفلتين زَيْنَبُ رقيّة فِي حجر رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ و حجر خديجة فربيا هُمَا وَكَانَ مِنْ سُنَّة الْعَرَبِ فِي الْجَاهِلِيَّة مَنْ يربى يَتِيْمًا يُنْسَبُ ذٰلِكَ الْيَتِيْمُ اِلَيْهِ۔

(کتاب الاستغاثہ ص ٦٩)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؑ سے عقد کیا تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہالہ کا انتقال ہوگیا اور اُس نے دو لڑکیاں چھوڑیں ایک کا نام زینب تھا اور ایک کا نام رقیہ اور ان دونوں نے پیغمبرؐ اور خدیجہؑ کی گود میں پرورش پائی اور انہی نے ان کی تربیت کی اور اسلام سے قبل یہ دستور تھا کہ اگر کوئی یتیم بچہ کسی کی گود میں پرورش پاتا تھا تو اسے اُسی کی طرف منسوب کیا جاتا تھا۔

اور ابن ہشام نے حضرت خدیجہ کی اولاد کے سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے کہ

وَكَانَتْ قَبْلَهُ عِنْدَ اَبِىْ هَالَة ابْن مالك فَوَلَدت لَهُ هِنْدَابْن اَبِىْ هَالَة وَزَيْنَب بِنْت اَبِى هَالَة وَكَانَتْ قَبْلَ اَبى هَالَةِ عِنْدَ عتيق ابن عائد بن عبدالله ابن عمر ابن مخزوم فولدت له عبدالله وجارية

(سیرت ابن ہشام ج ۴، ص ۲۹۳)

حضرت خدیجہ رسول اللہؐ کے حبالۂ عقد میں آنے سے پہلے ابی ہالہ بن مالک کی زوجیت میں تھیں جس سے ایک لڑکا ہند اور ایک لڑکی زینب پیدا ہوئی اور ابی ہالہ سے قبل عتیق ابن عائذ کے عقد میں تھیں جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہؑ کی دو لڑکیاں عقدِ رسول میں آنے سے پہلے موجود تھیں جو حسبِ ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بیٹیاں کہلائیں گی اور وہ جن سے بھی بیاہی جائیں گی وہ پیغمبرؐ کے داماد ہی کہلائیں گے۔ لیکن دامادی کی حیثیت وہی ہوگی، جو ان لڑکیوں کے بیٹی ہونے کی ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اسے محل افتخار میں پیش کرنے سے پہلے ان بیٹیوں کی حیثیت کو دیکھ لینا چاہئے اور حضرت عثمان کے رویہ پر بھی ایک نظر کرلینا چاہئے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں امام بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت درج کرتے ہیں۔

عَنْ انس ابن مالك قَالَ شَهِدْنَا بِنْت رَسُوْلِ اللّٰهِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ جَالِسَ عَلَى الْقَبْرِ فَرَاَيْت عَيْنَيْه تدمعان فَقَالَ هَلْ فِيْكُمْ مِّنْ اَحَدلَمْ يقارف الليلة فَقَالَ

انس ابن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم دخترِ رسول کے دفن کے موقع پر موجود تھے میں نے دیکھا کہ رسول اللہؐ قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا؟ کہ کون تم میں ایسا ہے جو آج



اَبُوْ طلحة انا قال فانزل فى قبرها فنزل فى قبرها

(جؔ۔ص ۲۳۲)

کی رات ہم بستر نہ ہوا ہو۔ ابوطلحہ نے کہا کہ میں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم قبر میں اُترو۔ چنانچہ وہ قبر میں اُترے۔

اس موقع پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت عثمان کے راز درون پردہ کو بے نقاب کرکے انہیں قبر میں اُترنے سے روک دیا۔ حالانکہ پیغمبر کی سیرت کا یہ نمایاں جوہر تھا، کہ وہ کسی کے اندرونی حالات کو طشت از بام کرکے اس کی ہتک واہانت گوارا نہ کرتے تھے اور دوسروں کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود چشم پوشی فرماجاتے تھے مگر یہ کردار کا گھنونا پن کچھ ایسا تھا کہ بھرے مجمع میں انہیں رسوا کرنا ضروری سمجھا گیا۔

## خطبہ ۱۶۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَذْكُرُ فِيْهَا عَجِيْبَ خِلْقَةِ الطَّاءُوْسِ۔

ابْتَدَعَهُمْ خَلْقًا عَجِيْبًا مِّنْ حَيَوَانٍ وَّمَوَاتٍ، وَّسَاكِنٍ وَّذِىْ حَرَكَاتٍ فَاَقَامَ زِمَامِ التَّسْخِيْرِ وَمُرَفْرِفَةٍ بِاَجْنِحَتِهَا فِىْ مَخَارِقِ الْجَوِّ الْمُنْفَسِخِ، وَالْفَضَاءِ الْمُنْفَرِجِ۔ كَوَّنَهَا بَعْدَ اَنْ لَّمْ تَكُنْ فِىْ عَجَائِبِ صُوَرٍ ظَاهِرَةٍ وَرَكَّبَهَا فِىْ حِقَاقِ مَفَاصِلَ مُحْتَجِبَةٍ وَّ مَنَعَ بَعْضَهَا بِعَبَالَةِ خَلْقِهٖ اَنْ يَّسْمُوَ فِى السَّمَاءِ خُفُوْفًا، وَجَعَلَهُ يَدِفُّ دَفِيْفًا وَّنَسَقَهَا عَلٰى اخْتِلَافِهَا فِى الْاَصَابِيْغِ بِلَطِيْفِ قُدْرَتِهٖ وَدَقِيْقِ صَنْعَتِهٖ فَمِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِىْ قَالِبِ لَوْنٍ لَّا يَشُوْبُهٗ غَيْرُ لَوْنِ مَا غُمِسَ فِيْهِ، وَمِنْهَا مَغْمُوْسٌ فِىْ لَوْنِ صِبْغٍ قَدْ طُوِّقَ بِخَلَافِ مَاصُبِغَ بِهٖ وَمِنْ اَعْجَبِهَا خَلْقًا مِنْ شَوَاهِدِ الْبَيِّنَاتِ عَلٰى لَطِيْفِ صَنْعَتِهٖ

جسمیں مور کی عجیب وغریب آفرینش کا تذکرہ فرمایا ہے۔

قدرت نے ہر قسم کی مخلوق کو، وہ جاندار ہو یا بے جان ساکن ہو یا متحرک، عجیب وغریب آفرینش کا جامہ پہنا کر ایجاد کیا ہے اور اپنی لطیف صنعت اور عظیم قدرت پر ایسی واضح نشانیاں شاہد بنا کر قائم کی ہیں کہ جنکے سامنے عقلیں اسکی ہستی کا اعتراف اور اُسکی (فرمانبرداری) کا اقرار کرتے ہوئے سرِ اطاعت خم کرچکی ہیں اور اُس کے یکتائی پر یہی عقل کی تسلیم کی ہوئی اور (اُس کے خالق بے مثال ہونے پر) مختلف شکل وصورت کے پرندوں کی آفرینش سے اُبھری ہوئی دلیلیں ہمارے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ وہ پرندے جن کو اُس نے زمین کے گڑھوں، اور دروں کے شگافوں اور مضبوط پہاڑوں کی چوٹیوں پر بسایا ہے۔ جو مختلف طرح کے پروبال اور جداگانہ شکل وصورت والے ہیں جنہیں تسلّط (الٰہی) کی باگ ڈور میں گھمایا پھرایا جاتا ہے اور جو کُشادہ ہوا کی وسعتوں اور کھلی فضاؤں میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہیں۔ انہیں جبکہ یہ موجود نہ تھے عجیب وغریب ظاہری صورتوں سے (آراستہ کرکے) پیدا کیا اور (گوشت و پوست میں) ڈھکے ہوئے جوڑوں کے سروں سے ان کے (جسموں کی) ساخت قائم کی۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہیں ان کے

وَعَظِيمِ قُدْرَتِهِ مَا انْقَادَتْ لَهُ الْعُقُولُ مُعْتَرِفَةً بِهِ وَمُسَلِّمَةً لَهُ وَنَعَقَتْ فِي أَسْمَاعِنَا دَلَائِلُهُ عَلَى وَحْدَانِيَّتِهِ وَمَا ذَرَأَ مِنْ مُخْتَلِفِ صُوَرِ الْأَطْيَارِ الَّتِي أَسْكَنَهَا أَخَادِيدَ الْأَرْضِ وَخُرُوقَ فِجَاجِهَا، وَرَوَاسِيَ أَعْلَامِهَا، مِنْ ذَاتِ أَجْنِحَةٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَهَيْئَاتٍ مُتَبَايِنَةٍ، مُصَرَّفَةٍ فِي الطَّاوُسُ الَّذِي أَقَامَهُ فِي أَحْكَمِ تَعْدِيلٍ، وَنَضَّدَ أَلْوَانَهُ فِي أَحْسَنِ تَنْضِيدٍ بِجَنَاحٍ أَشْرَجَ قَصَبَهُ. وَذَنَبٍ أَطَالَ مَسْحَبَهُ. إِذَا دَرَجَ إِلَى الْأُنْثَى نَشَرَهُ مِنْ طَيِّهِ، وَسَمَا بِهِ مُطِلًّا عَلَى رَأْسِهِ كَأَنَّهُ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهُ نُوتِيُّهُ يَخْتَالُ بِأَلْوَانِهِ، وَيَمِيسُ بِزَيَفَانِهِ يُفْضِي كَإِفْضَاءِ الدِّيَكَةِ، وَيَؤُرُّ بِمَلَاقَحَةٍ أَرَّ الْفُحُولِ الْمُغْتَلِمَةِ فِي الضِّرَابِ أُحِيلُكَ مِنْ ذَلِكَ عَلَى مُعَايَنَةٍ، لَا كَمَنْ يُحِيلُ عَلَى ضَعِيفٍ إِسْنَادُهُ وَلَوْ كَانَ كَزَعْمِ مَنْ يَزْعُمُ أَنَّهُ يُلْقِحُ بِدَمْعَةٍ تَسْفَحُهَا مَدَامِعُهُ فَتَقِفُ فِي ضَفَّتَيْ جُفُونِهِ وَأَنَّ أُنْثَاهُ تَطْعَمُ ذَلِكَ، ثُمَّ تَبِيضُ لَا مِنْ لِقَاحِ فَحْلٍ سِوَى الدَّمْعِ الْمُنْبَجِسِ لَمَا كَانَ ذَلِكَ بِأَعْجَبَ مِنْ مُطَاعَمَةِ الْغُرَابِ. تَخَالُ قَصَبَهُ مَدَارِيَ

جسموں کے بوجھل ہونے کی وجہ سے فضا میں بلند ہوکر تیز پروازی سے روک دیا ہے اور انہیں ایسا بنایا ہے کہ وہ زمین سے کچھ تھوڑے ہی اونچے ہر کر پرواز کرسکیں۔ اُس نے اپنی لطیف قدرت اور باریک صنعت سے ان قسم قسم کے پرندوں کو (مختلف) رنگوں سے ترتیب دیا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض ایسے ہیں جو ایک ہی رنگ کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یوں کہ جس رنگ کی ان میں آمیزش نہیں کی گئی اور بعض اس طرح رنگ میں ڈبوئے گئے ہیں کہ جس رنگ کا طوق انہیں پہنا دیا گیا ہے وہ اس رنگ سے نہیں ملتا۔ جس سے خود رنگین ہیں۔ ان سب پرندوں سے زائد عجیب الخلقت مور ہے کہ (اللہ نے) جس کے (اعضاء کو) موزونیت کے محکم ترین سانچے میں ڈھالا ہے اور اس کے رنگوں کو ایک حسین ترتیب سے مرتب کیا ہے۔ یہ (حُسن و توازن) ایسے پروں سے ہے کہ جن کی جڑوں کو (ایک دوسرے سے) جوڑ دیا ہے۔ جب وہ اپنی مادہ کی طرف بڑھتا ہے تو اپنی لپٹی ہوئی دم کو پھیلا دیتا ہے اور اُسے اس طرح اونچا لے جاتا ہے کہ وہ اس کے سر پر سایہ افگن ہوکر پھیل جاتی ہے۔ گویا وہ (مقام) دارین کی اس کشتی کا بادبان ہے جسے اس کا ملاح ادھر اُدھر موڑ رہا ہے۔ وہ اُس کے رنگوں پر اتراتا ہے اور اس کی جنبشوں کے ساتھ جھومنے لگتا ہے اور مرغوں کی طرح جفتی کھاتا ہے اور (اپنی مادہ کو) حاملہ کرنے کیلئے جوش و ہیجان میں بھرے ہوئے نروں کی طرح جوڑ کھاتا ہے۔ میں اس (بیان) کے لئے مشاہدہ کو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اُس شخص کی طرح نہیں کہتا جو کسی کمزور سند کا حوالہ دے رہا ہو۔ گمان کرنے والوں کا یہ صرف وہم و گمان ہے کہ وہ اپنے گوشہ ہائے چشم کے بہائے ہوئے اس آنسو سے اپنی مادہ کو انڈوں پر لاتا ہے کہ جو اُس کی پلکوں کے دونوں کناروں میں آ کر ٹھہر جاتا ہے اور مورنی اُسے پی لیتی ہے اور پھر وہ انڈے دینے لگتی ہے



مِنْ فِضَّةٍ وَمَا أُنْبِتَ عَلَيْهَا مِنْ عَجِيبِ دَارَاتِهِ وَشُمُوسِهِ خَالِصَ الْعِقْيَانِ وَفِلَذَ الزَّبَرْجَدِ فَإِنْ شَبَّهْتَهُ بِمَا أَنْبَتَتِ الْأَرْضُ قُلْتَ جَنِيٌّ جُنِيَ مِنْ زَهْرَةِ كُلِّ رَبِيعٍ وَإِنْ ضَاهَيْتَهُ بِالْمَلَابِسِ فَهُوَ كَمَوْشِيِّ الْحُلَلِ، أَوْ مُونِقِ عَصْبِ الْيَمَنِ. وَإِنْ شَاكَلْتَهُ بِالْحُلِيِّ فَهُوَ كَفُصُوصٍ ذَاتِ أَلْوَانٍ قَدْ نُطِّقَتْ بِاللُّجَيْنِ الْمُكَلَّلِ. يَمْشِي مَشْيَ الْمَرِحِ الْمُخْتَالِ وَيَتَصَفَّحُ ذَنَبَهُ وَجَنَاحَيْهِ فَيُقَهْقِهُ ضَاحِكًا لِجَمَالِ سِرْبَالِهِ وَأَصَابِيغِ وِشَاحِهِ فَإِذَا رَمَى بِبَصَرِهِ إِلَى قَوَائِمِهِ زَقَا مُعْوِلًا بِصَوْتٍ يَكَادُ يُبِينُ عَنِ اسْتِغَاثَتِهِ، وَيَشْهَدُ بِصَادِقِ تَوَجُّعِهِ، لِأَنَّ قَوَائِمَهُ حُمْشٌ كَقَوَائِمِ الدِّيَكَةِ الْخِلَاسِيَّةِ وَقَدْ نَجَمَتْ مِنْ ظُنْبُوبِ سَاقِهِ صِيصِيَةٌ خَفِيَّةٌ. وَلَهُ فِي مَوْضِعِ الْعُرْفِ قُنْزُعَةٌ خَضْرَاءُ مُوَشَّاةٌ. وَمَخْرَجُ عُنُقِهِ كَالْإِبْرِيقِ وَمَغْرَزُهَا إِلَى حَيْثُ بَطْنِهِ كَصِبْغِ الْوَسِمَةِ الْيَمَانِيَّةِ أَوْ كَحَرِيرَةٍ مُلْبَسَةٍ مِرْآةً ذَاتَ صِقَالٍ وَكَأَنَّهُ مُتَلَفِّعٌ بِمِعْجَرٍ أَسْحَمَ إِلَّا أَنَّهُ يُخَيَّلُ لِكَثْرَةِ مَائِهِ وَشِدَّةِ بَرِيقِهِ أَنَّ الْخُضْرَةَ النَّاضِرَةَ مُمْتَزِجَةٌ بِهِ. وَمَعَ فَتْقِ سَمْعِهِ خَطٌّ كَمُسْتَدَقِّ

اور اس پھوٹ کر نکلنے والے آنسو کے علاوہ یوں نر اُس سے جفتی نہیں کھاتا۔ اگر ایسا ہو تو بھی (ان کے خیال کے مطابق) کوے کو اپنی مادہ کو (پوٹے سے دانا پانی) بھر کر انڈوں پر لانے سے زیادہ تعجب چیز نہیں ہے (تم اگر بغور دیکھو گے) تو اس کے پروں کی درمیانی تیلیوں کو چاندی کی سلائیاں تصور کرو گے اور ان پر جو عجیب و غریب ہالے بنے ہوئے ہیں اور سورج (کی شعاعوں) کے مانند (جو پر و بال) اُگے ہوئے ہیں انہیں زردی میں خالص سونا اور (سبزی میں) زمرد کے ٹکڑے خیال کرو گے۔ اگر تم اسے زمین کی اگائی ہوئی چیزوں سے تشبیہ دو گے تو یہ کہو گے کہ وہ ہر موسم بہار کے چنے ہوئے شگوفوں کا گلدستہ ہے اور اگر کپڑوں سے تشبیہ دو گے تو وہ منقش حلوں یا خوشنما یمنی چادروں کے مانند ہیں اور اگر زیورات سے تشبیہ دو گے تو وہ رنگ برنگ کے اُن نگینوں کی طرح ہے جو مرصع بجواہر چاندی میں دائروں کی صورت میں پھیلا دیئے گئے ہوں اور اس طرح چلتا ہے جس طرح کوئی ہشاش بشاش اور متکبر محو خرام ہوتا ہے، اور اپنی دم اور پر و بال کو غور سے دیکھتا ہے تو اپنے پیراہن کے حُسن و جمال اور اپنے گول بند کی رنگتوں کی وجہ سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے مگر جب اپنے پیروں پر نظر ڈالتا ہے تو اس طرح اونچی آواز سے روتا ہے کہ گویا اپنی فریاد کو ظاہر کر رہا ہے اور اپنے سچے درد (دل) کی گواہی دے رہا ہے۔ کیونکہ اس کے پیر خاکستری رنگ کے دوغلے مرغوں کے پیروں کی طرح باریک اور پتلے ہوتے ہیں اور اس کی پنڈلی کے کنارے پر ایک باریک سا کانٹا نمایاں ہوتا ہے اور اس کی (گردن پر) ایال کی جگہ سبز رنگ کے منقش پروں کا گچھا ہوتا ہے اور گردن کا پھیلاؤ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے صراحی (کی گردن) اور اس کے گڑنے کی جگہ سے لے کر وہاں تک کا حصہ کہ جہاں اس کا پیٹ ہے یمنی وسمہ کے رنگ

الْقَلَم فِی لَوْنِ الْاُقْحُوَانِ اَبْیَضُ یَقَقٌ۔ فَهُوَ بِبَیَاضِهٖ فِیْ سَوَادٍ مَا هُنَالِكَ یَاْتَلِقُ۔ وَقَلَّ صِبْغٌ اِلَّا وَقَدْ اَخَذَ مِنْهُ بِقِسْطٍ، وَعَلَاهُ بِكَثْرَةِ صِقَالِهٖ وَبَرِیْقِهٖ وَبَصِیْصِ دِیْبَاجِهٖ وَرَوْنَقِهٖ فَهُوَ كَالْاَزَاهِیْرِ الْمَبْثُوْثَةِ لَمْ تُرَبِّهَا اَمْطَارُ رَبِیْعٍ وَلَا شُمُوْسُ قَیْظٍ۔ وَقَدْ یَتَحَسَّرُ مِنْ رِیْشِهٖ، وَیَعْرٰی مِنْ لِبَاسِهٖ، فَیَسْقُطُ تَتْرٰی وَیَنْبُتُ تِبَاعًا، فَیَنْحَتُّ مِنْ قَصَبِهٖ انْحِتَاتَ اَوْرَاقِ الْاَغْصَانِ ثُمَّ یَتَلَاحَقُ نَامِیًا حَتّٰی یَعُوْدَ كَهَیْئَتِهٖ قَبْلَ سُقُوْطِهٖ۔ لَا یُخَالِفُ سَالِفَ اَلْوَانِهٖ، وَلَا یَقَعُ لَوْنٌ فِیْ غَیْرِ مَكَانِهٖ، وَاِذَا تَصَفَّحْتَ شَعْرَةً مِّنْ شَعَرَاتِ قَصَبِهٖ اَرَتْكَ حُمْرَةً وَّرْدِیَّةً، وَتَارَةً خُضْرَةً زَبَرْجَدِیَّةً، وَاَحْیَانًا صُفْرَةً عَسْجَدِیَّةً۔ فَكَیْفَ تَصِلُ اِلٰی صِفَةِ هٰذَا عَمَائِقُ الْفِطَنِ، اَوْ تَبْلُغُهٗ قَرَائِحُ الْعُقُوْلِ، اَوْ تَسْتَنْظِمُ وَصْفَهٗ اَقْوَالُ الْوَاصِفِیْنَ۔ وَاَقَلُّ اَجْزَائِهٖ قَدْ اَعْجَزَ الْاَوْهَامَ اَنْ تُدْرِكَهٗ وَالْاَلْسِنَةَ اَنْ تَصِفَهٗ۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بَهَرَ الْعُقُوْلَ عَنْ وَصْفِ خَلْقٍ جَلَّاهُ لِلْعُیُوْنِ فَاَدْرَكَتْهُ مَحْدُوْدًا مُّكَوَّنًا، وَّمُؤَلَّفًا مُّلَوَّنًا۔ وَاَعْجَزَ الْاَلْسُنَ عَنْ

کی طرح (گہرا سبز) ہے یا اس ریشم کی طرح ہے جو صیقل کئے ہوئے آئینہ پر پہنا دیا گیا ہو۔ گویا کہ وہ سیاہ رنگ کی اوڑھنی میں لپٹا ہوا ہے لیکن اس کی آب و تاب کی فراوانی اور چمک دمک کی بہتات سے ایسا گمان ہوتا ہے کہ اس میں تر و تازہ سبزی کی (الگ سے) آمیزش کر دی گئی ہے اور اس کے کانوں کے شگاف سے ملی ہوئی بابونہ کے پھولوں جیسی ایک سفید چمکیلی لکیر ہوتی ہے جو قلم کی باریک نوک کے مانند ہے وہ (لکیر) اپنی سفیدی کے ساتھ اس جگہ کی سیاہیوں میں جگمگاتی ہے۔ کم ہی ایسے رنگ ہوں گے جس نے سفید دھاری کا کچھ حصہ نہ لیا ہو۔ اور وہ ان رنگوں پر اپنی آب و تاب کی زیادتی اپنے پیکر ریشمیں کی چمک دمک اور زیبائش کی وجہ سے چھائی ہوئی ہے۔ وہ ان بکھری ہوئی کلیوں کے مانند ہے کہ جنہیں نہ فصلِ بہار کی بارشوں نے پروان چڑھایا ہو اور نہ گرمیوں کے سورج نے پرورش کیا ہو، وہ کبھی اپنے پروبال سے برہنہ اور اپنے رنگین لباس سے عریاں ہو جاتا ہے اُسکے بال و پر لگاتار جھڑتے ہیں اور پھر پے در پے اُگنے لگتے ہیں۔ وہ اس کے بازوؤں سے اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح ٹہنیوں سے پتے۔ یہاں تک کہ جھڑنے سے پہلے جو شکل و صورت تھی اُس کی طرف پلٹ آتا ہے اور اپنے پہلے رنگوں سے سرِ مُو ادھر سے اُدھر نہیں ہوتا اور نہ کوئی رنگ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ اختیار کرتا ہے جب اس کے پروں کے ریشوں میں سے کسی ریشے کو تم غور سے دیکھو گے تو وہ تمہیں کبھی گلاب کے پھولوں جیسی سرخی اور کبھی زمرد جیسی سبزی اور کبھی سونے جیسی زردی کی (جھلکیاں) دکھائے گا۔ (غور تو کرو کہ) ایک ایسی مخلوق کی صفتوں تک فکروں کی گہرائیاں کیوں کر پہنچ سکتی ہیں یا عقلوں کی طبع آزمائیاں کسطرح وہاں تک رسائی پا سکتی ہیں۔
یا بیان کرنے والوں کے کلمات کیوں اس کے وصفوں کو ترتیب دے سکتے ہیں کہ جس کے چھوٹے سے چھوٹے جزنے واہموں



تَلْخِیْصِ صِفَتِهٖ، وَقَعَدَ بِهَا عَنْ تَاْدِیَةِ نَعْتِهٖ۔ وَسُبْحَانَ مَنْ اَدْمَجَ قَوَائِمَ الذَّرَّةِ وَالْهَمَجَةِ اِلٰی مَا فَوْقَهُمَا مِنْ خَلْقِ الْحِیْتَانِ وَالْفِیَلَةِ۔ وَوَأٰی عَلٰی نَفْسِهٖ اَنْ لَّا یَضْطَرِبَ شَبَحٌ مِّمَّا اَوْلَجَ فِیْهِ الرُّوْحَ اِلَّا وَجَعَلَ الْحِمَامَ مَوْعِدَهٗ۔ وَالْفَنَاءَ غَایَتَهٗ۔

(مِنْهَا فِیْ صِفَةِ الْجَنَّةِ، فَلَوْ رَمَیْتَ بِبَصَرِ قَلْبِكَ نَحْوَ مَا یُوْصَفُ لَكَ مِنْهَا لَعَزَفَتْ نَفْسُكَ عَنْ بَدَائِعِ مَا اُخْرِجَ اِلَی الدُّنْیَا مِنْ شَهَوَاتِهَا وَلَذَّاتِهَا وَزَخَارِفِ مَنَاظِرِهَا وَلَذَهَلَتْ بِالْفِكْرِ فِیْ اصْطِفَاقِ اَشْجَارٍ غُیِّبَتْ عُرُوْقُهَا فِیْ كُثْبَانِ الْمِسْكِ عَلٰی سَوَاحِلِ اَنْهَارِهَا، وَفِیْ تَعْلِیْقِ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ فِیْ عَسَالِیْجِهَا وَاَفْنَانِهَا وَطُلُوْعِ تِلْكَ الثِّمَارِ مُخْتَلِفَةً فِیْ غُلُفِ اَكْمَامِهَا۔ تُجْنٰی مِنْ غَیْرِ تَكَلُّفٍ فَتَاْتِیْ عَلٰی مُنْیَةِ مُجْتَنِیْهَا وَیُطَافُ عَلٰی نُزَّالِهَا فِیْ اَفْنِیَةِ قُصُوْرِهَا بِالْاَعْسَالِ الْمُصَفَّقَةِ وَالْخُمُوْرِ الْمُرَوَّقَةِ۔ قَوْمٌ لَمْ تَزَلِ الْكَرَامَةُ تَتَمَادٰی بِهِمْ حَتّٰی حَلُّوْا دَارَ الْقَرَارِ، وَاَمِنُوْا نُقْلَةَ الْاَسْفَارِ۔ فَلَوْ شَغَلْتَ قَلْبَكَ اَیُّهَا الْمُسْتَمِعُ بِالْوُصُوْلِ اِلٰی مَا یَهْجُمُ

کو سمجھنے سے عاجز اور زبانوں کو بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہو، تو پاک ہے وہ ذات کہ جس نے ایک ایسی مخلوق کی حالت بیان کرنے سے بھی عقلوں کو مغلوب کر رکھا ہے کہ جسے آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دیا تھا اور ان آنکھوں نے اس کو ایک حد میں گھرا ہوا اور (اجزاء) سے مُرکبّ اور (مختلف رنگوں سے) رنگین صورت میں دیکھ بھی لیا اور جس نے زبانوں کو اس (مخلوق) کے وصفوں کا خلاصہ کرنے سے عاجز اور اس کی صفتوں کے بیان کرنے سے درماندہ کر دیا ہے۔ اور پاک ہے وہ خدا کہ جس نے چیونٹی اور مچھر سے لے کر ان سے بڑی مخلوق مچھلیوں اور ہاتھیوں تک کے پیروں کو مضبوط و مستحکم کیا ہے اور اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ کوئی پیکر کہ جس میں اُس نے روح داخل کی ہے جنبش نہیں کھائے گا۔ مگر یہ کہ موت کو اس کی وعدہ گاہ اور فنا کو اس کی حدِ آخر قرار دے گا۔
اس خطبہ کا یہ حصہ جنت کے بیان میں ہے۔ اگر تم دیدہ دل سے جنت کی ان کیفیتوں پر نظر کرو جو تم سے بیان کی جاتی ہیں تو تمہارا نفس دنیا میں پیش کی ہوئی عمدہ سے عمدہ خواہشوں اور لذتوں اور اس کے مناظر کی زیبائشوں سے نفرت کرنے لگے گا اور وہ ان درختوں کے پتوں کے کھڑکھڑانے کی آوازوں میں کہ جن کی جڑیں جنت کی نہروں کے کناروں پر مشک کے ٹیلوں میں ڈوبی ہوئی ہیں کھو جائے گا اور ان کی بڑی اور چھوٹی ٹہنیوں میں تر و تازہ موتیوں کے گچھوں کے لٹکنے اور سبز پتیوں کے غلافوں میں مختلف قسم کے پھلوں کے نکلنے کے (نظاروں) میں محو ہو جائے گا۔ ایسے پھل کہ جو بغیر کسی زحمت کے چنے جا سکتے ہیں اور چننے والے کی خواہش کے مطابق آگے بڑھ آتے ہیں۔ وہاں کے بلند ایوانوں کے صحنوں میں اُترنے والے مہمانوں کے گرد پاک و صاف شہد اور صاف ستھری شراب (کے جام) گردش میں لائے جائیں گے اور ایسے لوگ ہیں کہ

قول فلذالزبرجد میں فلذفلذۃ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے عَلَيْكَ مِنْ تِلْكَ الْمَنَاظِرِ الْمُوْنِقَةِ لَزَهَقَتْ نَفْسُكَ شَوْقًا اِلَيْهَا، وَلَتَحَمَّلْتَ مِنْ مَّجْلِسِيْ هٰذَا اِلٰى مُجَاوَرَةِ اَهْلِ الْقُبُوْرِ اسْتِعْجَالًا بِهَا جَعَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ مِمَّنْ يَسْعٰى بِقَلْبِهٖ اِلٰى مَنَازِلِ الْاَبْرَارِ بِرَحْمَتِهٖ۔

(تَفْسِيْرُ بَعْضِ مَافِيْ هٰذِهِ الْخُطْبَةِ مِنَ الْغَرِيْبِ: قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَيَؤُرُ بِمَلَاقَحَةِ الْاَرُّ كِنَايَةٌ عَنِ النِّكَاحِ۔ يُقَالُ اَرَّ الْمَرْاَةَ يَؤُرُّهَا اَيْ نَكَحَهَا، وَقَوْلُهٗ كَاَنَّهٗ قِلْعُ دَارِيٍّ عَنَجَهٗ نُوْتِيُّهٗ: اَلْقِلْعُ شِرَاعُ السَّفِيْنَةِ وَدَارِيٌّ: مَنْسُوْبٌ اِلٰى دَارِيْنَ وَهِيَ بَلْدَةٌ عَلَى الْبَحْرِ يُجْلَبُ مِنْهَا الطِّيْبُ۔ وَعَنَجَهٗ اَيْ عَطَفَهٗ۔ يُقَالُ عَنَجْتُ النَّاقَةَ كَنَصَرْتُ اَعْنُجُهَا عَنْجًا اِذَا عَطَفْتَهَا۔ وَالنُّوْتِيُّ الْمَلَّاحُ۔ وَقَوْلُهٗ صَفَّتَيْ جُفُوْنِهٖ، اَرَادَ جَانِبَيْ جُفُوْنِهٖ۔ وَالصَّفَّتَانِ الْجَانِبَانِ۔ وَقَوْلُهٗ وَفِلَذِ الزَّبَرْجَدِ، اَلْفِلَذُ جَمْعُ فِلْذَةٍ، وَهِيَ الْقِطْعَةُ وَقَوْلُهٗ كَبَائِسِ اللُّؤْلُؤِ الرَّطْبِ الْكِبَاسَةُ: اَلْعِذْقُ وَالْعَسَالِيْجُ الْغُصُوْنُ، وَاحِدُهَا عُسْلُوْجٌ۔

اللہ کی بخشش وعنایت ہمیشہ اُن کے حال رہی۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جائے قیام میں اُتر پڑے اور سفروں کی نقل وحرکت سے آسودہ ہوگئے۔ اے سننے والے اگر تو ان دلکش مناظر تک پہنچنے کے لئے اپنے نفس کو متوجہ کرے جو تیری طرف ایک دم آنے والے ہیں تو اس کے اشتیاق میں تیری جان ہی نکل جائے گی اور اسے جلد سے جلد پالینے کے لئے میری اس مجلس سے اٹھ کر قبروں میں رہنے والوں کی ہمسائیگی اختیار کرنے کے لئے آمادہ ہوجائے گا۔ اللہ سبحانہٗ اپنی رحمت سے ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار دے کر جو نیک بندوں کی منزل تک پہنچنے کی (سرتوڑ) کوشش کرتے ہیں۔

سید رضی اس خطبہ کے بعض مشکل الفاظ کی توضیح وتشریح کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ آپ کے ارشاد و یؤر بملاقحۃ میں لفظ ارّ سے مباشرت کی طرف کنایہ ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ ارالمرۃ یورھا یعنی اُس نے عورت سے مباشرت کی اور آپ کے اس ارشاد کانہ قلع داری عنجہ نوتیہٗ میں قلع کے معنی کشتی کے بادبان کے ہیں اور لفظ داری، دارین کی طرف منسوب ہے اور دارین سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے کہ جہاں سے خوشبودار چیزیں لائی جاتی ہیں اور عنجا کے معنی ہیں اس کو موڑا اور استعمال یوں ہوتا ہے عنجت الناقۃ (عنجت بروزن نصرت) یعنی میں نے اونٹنی کے رخ کو موڑا اور اعنجھا عنجا اس وقت کہو گے کہ جب تم اس کے رخ کو موڑو گے اور نوتی کے معنی ملاح کے ہیں اور آپ کے ارشاد صفتی جفرنہ سے مراد مور کی پلکوں کے دونوں کنارے ہیں اور یوں ضفقتان کے معنی دو کناروں کے ہوتے ہیں اور آپ کے قول فلذ الزبرجد میں فلذ فلذۃ کی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے کے ہیں اور آپ کے قول كَبَائِسِ اللؤلؤ الرطب میں کبائس کباسہ کی جمع ہے جس کے معنی کھجور کے خوشے کے ہیں اور عسالیج عسلوج کی جمع ہے جس کے معنی ٹہنی کے ہیں۔



؎ مور ایک خوبصورت دلکش اور انتہائی چوکنا رہنے والا پرندہ ہے جو برما۔ جاوا، ہندوپاکستان اور مشرقی ایشیاء کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔ اس کے پروں کی رنگینی کا پھیلاؤ اور رقص انتہائی جاذب نظر ہوتا ہے۔ جب یہ اپنی دم کو جو ۱۵۵ انچ سے ۲۷ انچ تک لمبی ہوتی ہے پھیلا کر چکر کاٹتا ہے تو نظروں میں مختلف رنگوں کی دنیا آباد ہوجاتی ہے۔ جس طرح خزاں میں درختوں کے پتے جھڑتے اور بہار میں اُگتے ہیں اسی طرح اس کے پر خزاں میں جھڑ جاتے ہیں اور بہار میں دوبارہ اُگ آتے ہیں۔ بہار کا موسم اس کے حُسن کے نکھار کا زمانہ ہوتا ہے اسی موسم میں جوڑ کھاتا ہے مورنی تین سال کی عمر سے انڈے دینے لگتی ہے اور اس کی اوسط عمر پینتیس برس ہوتی ہے۔ ایک سال میں کم وبیش بارہ انڈے دیتی اور ایک مہینہ تک انہیں سیتی ہے۔ مور اکثر ان انڈوں کو توڑ دیتا ہے اس لئے اس کے انڈے مرغی کے نیچے بھی بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ مگر مرغی کے سینے سے بچوں کی خوبصورتی اور جسمانی ہیئت میں فرق آجاتا ہے۔ مور اپنی دلکشی وخوبصورتی کے باوجود منحوس تصور ہوتا ہے اور گھروں میں رکھنا بُرا سمجھا جاتا ہے۔

## خطبہ ۱۶۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

لِيَتَأَسَّ صَغِيْرُكُمْ بِكَبِيْرِكُمْ وَلْيَرْاَفْ كَبِيْرُكُمْ بِصَغِيْرِكُمْ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَجُفَاةِ الْجَاهِلِيَّةِ لَا فِي الدِّيْنِ يَتَفَقَّهُوْنَ۔ وَلَا عَنِ اللّٰهِ يَعْقِلُوْنَ، كَقَيْضِ بَيْضٍ فِيْ اَدَاحٍ يَكُوْنُ كَسْرُهَا وِزْرًا، وَيُخْرِجُ حِضَانُهَا شَرًّا۔

(مِنْهَا) اِفْتَرَقُوْا بَعْدَ اُلْفَتِهِمْ، وَتَشَتَّتُوْا عَنْ اَصْلِهِمْ۔ فَمِنْهُمْ اٰخِذٌ بِغُصْنٍ اَيْنَمَا مَالَ مَالَ مَعَهٗ۔ عَلٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى سَيَجْمَعُهُمْ لِشَرِّ يَوْمٍ لِّبَنِيْ اُمَيَّةَ كَمَا تَجْتَمِعُ قَزَعُ الْخَرِيْفِ يُؤَلِّفُ اللّٰهُ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ يَجْعَلُهُمْ رُكَامًا كَرُكَامِ السَّحَابِ۔ ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ لَهُمْ اَبْوَابًا يَسِيْلُوْنَ مِنْ مُسْتَثَارِهِمْ كَسَيْلِ الْجَنَّتَيْنِ، حَيْثُ لَمْ تَسْلَمْ عَلَيْهِ قَارَةٌ، وَلَمْ تَثْبُتْ عَلَيْهِ اَكَمَةٌ،

تمہارے چھوٹوں کو چاہئے کہ وہ اپنے بڑوں کی پیروی کریں اور بڑوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹوں سے شفقت ومہربانی سے پیش آئیں۔ زمانہ جاہلیت کے اُن اُجڈ آدمیوں کے مانند نہ ہوجاؤ کہ جو نہ دین میں فہم وبصیرت سے اور نہ اللہ کے بارے میں عقل وفہم سے کام لیتے تھے۔ وہ؎ اُن انڈوں کے چھلکوں کی طرح ہیں جو شتر مرغوں کے انڈے دینے کی جگہ پر رکھے ہوں جن کا توڑنا گناہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر انہیں سینے کے لئے چھوڑ دینا ایذا رساں بچوں کے نکالنے کا سبب ہوتا ہے۔

اسی خطبہ کا ایک جُزیہ ہے وہ اُلفت ویکجائی کے بعد الگ الگ اور اپنے مرکز سے منتشر ہوگئے ہوں گے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ایک شاخ کو پکڑے رہیں گے کہ جدھر یہ جھکے اُدھر وہ جھکیں گے یہاں تک کہ اللہ جلد ہی اس دن کے لئے کہ جو بنی اُمیہ کے لئے بدترین دن ہوگا انہیں اس طرح جمع کرے گا جس طرح خریف کے موسم میں بادل کے ٹکڑے جمع ہوجاتے ہیں اللہ ان کے درمیان محبت ودوستی پیدا کرے گا اور پھر ان کا تہہ بہ تہہ جمے ہوئے ابر کی طرح ایک مضبوط جتھا بنا دے گا اور اُن کے لئے دروازوں کو کھول دے گا کہ وہ اپنے

وَلَمْ يَرُدَّ سَنَنَهُ رَصُّ طَوْدٍ وَّلَا حِدَابُ أَرْضٍ۔ يُزَعْزِعُهُمُ اللّٰهُ فِي بُطُونِ أَوْدِيَتِهِ، ثُمَّ يَسْلُكُهُمْ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ يَأْخُذُ بِهِمْ مِّنْ قَوْمٍ حُقُوقَ قَوْمٍ، وَيُمَكِّنُ لِقَوْمٍ فِي دِيَارِ قَوْمٍ۔ وَأَيْمُ اللّٰهِ لَيَذُوبَنَّ مَا فِي أَيْدِيهِمْ بَعْدَ الْعُلُوِّ وَالتَّمْكِينِ كَمَا تَذُوبُ الْأَلْيَةُ عَلَى النَّارِ۔

أَيُّهَا النَّاسُ لَوْ لَمْ تَتَخَاذَلُوا عَنْ نَصْرِ الْحَقِّ، وَلَمْ تَهِنُوا عَنْ تَوْهِينِ الْبَاطِلِ۔ لَمْ يَطْمَعْ فِيكُمْ مَنْ لَّيْسَ مِثْلَكُمْ وَلَمْ يَقْوَ مَنْ قَوِيَ عَلَيْكُمْ لٰكِنَّكُمْ تُهْتُمْ مَتَاهَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَعَمْرِي لَيُضَعَّفَنَّ لَكُمُ التِّيهُ مِنْ بَعْدِي أَضْعَافًا بِمَا خَلَّفْتُمُ الْحَقَّ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ، وَقَطَعْتُمُ الْأَدْنٰى وَوَصَلْتُمُ الْأَبْعَدَ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِنِ اتَّبَعْتُمُ الدَّاعِيَ لَكُمْ سَلَكَ بِكُمْ مِنْهَاجَ الرَّسُولِ، وَكُفِيتُمْ مَؤُونَةَ الْاِعْتِسَافِ، وَنَبَذْتُمُ الثِّقْلَ الْفَادِحَ عَنِ الْأَعْنَاقِ۔

اُبھرنے کے مقام سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے جس سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ اس کے سامنے ٹک سکا تھا اور نہ پہاڑ کی مضبوط اور نہ زمین کی اونچائی اس کا دھارا موڑ سکی تھی۔ اللہ سبحانہٗ انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گا پھر انہیں چشموں (کے بہاؤ) کی طرح زمین میں پھیلا دے گا اور ان کے ذریعہ سے کچھ لوگوں کے حقوق کچھ لوگوں سے لے گا اور ایک قوم کو دوسری قوم کے شہروں پر ممکّن کر دے گا۔ خدا کی قسم اُن کی سربلندی و اقتدار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہوگا اس طرح پگھل جائے گا جس طرح آگ پر چربی اے لوگو! اگر تم حق کی نصرت و امداد سے پہلو نہ بچاتے اور باطل کو کمزور کرنے سے کمزوری نہ دکھاتے تو جو تمہارا ہم پایہ نہ تھا، وہ تم پر دانت نہ رکھتا اور جس نے تم پر قابو پالیا وہ تم پر قابو نہ پاتا۔ لیکن تم نے بنی اسرائیل کی طرح صحرائے تیہ میں بھٹک گئے اور اپنی جان کی قسم میرے بعد تمہاری سرگردانی و پریشانی کئی گنا بڑھ جائے گی۔ کیونکہ تم نے حق کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قریبیوں سے قطع تعلق کر لیا اور دور والوں سے رشتہ جوڑ لیا ہے۔ یقین رکھو کہ اگر تم دعوت دینے والے کی پیروی کرتے تو وہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے راستہ پر لے چلتا اور تم بے راہ روی کی زحمتوں سے بچ جاتے اور اپنی گردنوں سے بھاری بوجھ اُتار پھینکتے۔

[1] مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ظاہری اسلام کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُن پر تشدد نہ کیا جائے۔ مگر اس طرح انہیں چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ شر و مفاسد پھیلاتے ہیں۔

## خطبہ ۱۶۵

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

(فِي أَوَّلِ خِلَافَتِهِ)

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ كِتَابًا هَادِيًا بَيَّنَ فِيهِ

اللہ تعالیٰ نے ایسی ہدایت کرنے والی کتاب نازل فرمائی ہے کہ جس میں اچھائیوں اور برائیوں کو (کھول کر) بیان کیا ہے۔ تم بھلائی کا راستہ اختیار کرو تا کہ ہدایت پا سکو اور برائی کی جانب



الْخَيْرَ وَالشَّرَّ۔ فَخُذُوا نَهْجَ الْخَيْرِ تَهْتَدُوا، وَاصْدِفُوا عَنْ سَمْتِ الشَّرِّ تَقْصِدُوا الْفَرَائِضَ الْفَرَائِضَ، أَدُّوهَا إِلَى اللّٰهِ تُؤَدِّكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ، إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ حَرَامًا غَيْرَ مَجْهُولٍ، أَحَلَّ حَلَالًا غَيْرَ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ غَيْرِ مَدْخُولٍ، وَفَضَّلَ حُرْمَةَ الْمُسْلِمِ عَلَى الْحُرَمِ كُلِّهَا، وَشَدَّ بِالْإِخْلَاصِ وَالتَّوْحِيدِ حُقُوقَ الْمُسْلِمِينَ فِي مَعَاقِدِهَا۔ فَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ إِلَّا بِمَا يَجِبُ بَادِرُوا أَمْرَ الْعَامَّةِ وَخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ وَهُوَ الْمَوْتُ فَإِنَّ النَّاسَ أَمَامَكُمْ وَإِنَّ السَّاعَةَ تَحْدُوكُمْ مِّنْ خَلْفِكُمْ۔ تَخَفَّفُوا تَلْحَقُوا، فَإِنَّمَا يُنْتَظَرُ بِأَوَّلِكُمْ، آخِرُكُمْ اتَّقُوا اللّٰهَ فِي عِبَادِهِ وَبِلَادِهِ فَإِنَّكُمْ مَسْؤُولُونَ حَتّٰى عَنِ الْبِقَاعِ وَالْبَهَائِمِ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَلَا تَعْصُوهُ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الْخَيْرَ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا رَأَيْتُمُ الشَّرَّ فَأَعْرِضُوا عَنْهُ۔

سے رخ موڑ لو تا کہ سیدھی راہ پر چل سکو، فرائض کو پیش نظر رکھو اور انہیں اللہ کے لئے بجا لاؤ، تا کہ یہ تمہیں جنت تک پہنچائیں۔ اللہ سبحانہٗ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے جو انجانی نہیں ہیں اور اُن چیزوں کو حلال کیا ہے جن میں کوئی عیب و نقص نہیں پایا جاتا۔ اُس نے مسلمانوں کی عزت و حرمت کو تمام حرمتوں پر فضیلت دی ہے اور مسلمانوں کے حقوق کو ان کے موقع و محل پر اخلاص و توحید کے دامن سے باندھ دیا ہے۔ چنانچہ مسلمان وہی ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں۔ مگر یہ کہ کسی حق کی بناء پر اُن پر ہاتھ ڈالا جائے اور ان کو ایذا پہنچانا ناجائز نہیں مگر جہاں واجب ہو جائے اُس چیز کی طرف بڑھو کہ جو ہمہ گیر اور تم میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص ہے اور وہ موت ہے۔ چونکہ (گذر جانے والے) لوگ تمہارے سامنے ہیں اور (موت کی) گھڑی تمہیں پیچھے سے آگے کی طرف ہنکائے لیے جا رہی ہے۔ ہلکے پھلکے رہو تا کہ آگے بڑھ جانے والوں کو پا سکو۔ تمہارے اگلوں کو پچھلوں کا انتظار کرایا جا رہا ہے۔ اللہ سے اُس کے بندوں اور اُس کے شہروں کے بارے میں ڈرتے رہو۔ اسلئے کہ تم سے (ہر چیز کے متعلق) سوال کیا جائے گا یہاں تک کہ زمینوں اور چوپاؤں کے متعلق بھی اللہ کی اطاعت کرو، اس سے سرتابی نہ کرو۔ جب بھلائی کو دیکھو تو اُسے حاصل کرو، اور جب بُرائی کو دیکھو تو اس سے منہ پھیر لو۔

## خطبہ ۱۶۶

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَعْدَ مَا بُويِعَ بِالْخِلَافَةِ، وَقَدْ قَالَ لَهُ قَوْمٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ لَوْ عَاقَبْتَ قَوْمًا مِّمَّنْ

آپ کی بیعت ہو چکنے کے بعد صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ اُن لوگوں کو جنہوں نے عثمان پر فوج کشی کی تھی سزا دیں تو حضرت نے ارشاد فرمایا

اَجْلَبَ عَلٰے عُثْمَانَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَآ اِخْوَتَاهُ اِنِّیْ لَسْتُ اَجْهَلُ مَاتَعْلَمُوْنَ، وَلٰكِنْ كَيْفَ لِیْ بِقُوَّةٍ وَّالْقَوْمُ الْمُجْلِبُوْنَ عَلٰے حَدِّشَوْ كَتِهِمْ يَمْلِكُوْنَنَا وَلَا نَمْلِكُهُمْ۔ وَهَا هُمْ هٰٓؤُلَآءِ قَدْثَارَتْ مَعَهُمْ عَبْدَ انُكُمْ وَالْتَفَّتْ اِلَيْهِمْ اَعْرَابُكُمْ، وَهُمْ خِلَالَكُمْ يَسُوْمُوْنَكُمْ مَّا شَآئُوْا وَهَلْ تَرَوْنَ مَوْضِعًا لِّقُدْرَةٍ عَلٰے شَیْءٍ تُرِيْدُوْنَهٗ وَاِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ۔ اِذَا حُرِّكَ عَلٰے اُمُوْرٍ۔ فِرْقَةٌ تَرٰی مَاتَرَوْنَ وَفِرْقَةٌ تَرٰی مَالَا تَرَوْنَ، وَفِرْقَةٌ لَّا تَرٰی هٰذَا وَلَا ذَاكَ فَاصْبِرُوْا حَتّٰی يَهْدَأَ النَّاسُ، وَتَقَعَ الْقُلُوْبُ مَوَاقِعَهَا، وَتُؤْخَذَ الْحُقُوْقُ مُسْمَحَةً فَاهْدَأُوْا عَنِّیْ، وَانْظُرُوْا مَا ذَايَأْتِيْكُمْ بِهٖ اَمْرِیْ۔ وَلَا تَفْعَلُوْا فَعْلَةً تُضَعْضِعُ قُوَّةً، وَّتُسْقِطُ مُنَّةً، وَّتُوْرِثُ وَهْنًا وَّذِلَّةً۔ وَّسَأُمْسِكُ الْاَمْرَ مَا اسْتَمْسَكَ وَاِذَالَمْ أَجِدْ بُدًّا فَاٰخِرُ الدَّوَآءِ الْكَیُّ۔

کہ اے بھائیو! جو تم جانتے ہو میں اُس سے بے خبر نہیں ہوں لیکن میرے پاس (اس کی) قوت و طاقت کہاں ہے جبکہ فوج کشی کرنے والے اپنے انتہائی زوروں پر ہیں وہ اس وقت ہم پر مُسلّط ہیں ہم اُن پر مُسلّط نہیں اور عالَم یہ ہے کہ تمہارے غلام بھی ان کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور صحرائی عرب بھی ان سے مل جل گئے ہیں۔ اور اس وقت بھی وہ تمہارے درمیان اس حالت میں ہیں کہ جیسا چاہیں تمہیں گزند پہنچا سکتے ہیں۔ کیا تم جو چاہتے ہو اس پر قابو پانے کی کوئی صورت تمہیں نظر آتی ہے؟ بلاشبہ یہ جہالت و نادانی کا مطالبہ ہے اُن لوگوں کی پشت پر مدد کا ایک ذخیرہ ہے۔ جب یہ قِصّہ چھڑے گا تو اُس معاملہ میں لوگوں کے مختلف خیالات ہوں گے۔ کچھ لوگوں کی رائے تو وہی ہوگی جو تمہاری ہے اور کچھ لوگوں کی رائے تمہاری رائے کے خلاف ہوگی اور کچھ لوگوں کی رائے نہ ادھر ہوگی اور نہ اُدھر۔ اتنا صبر کرو کہ لوگ سکون سے بیٹھ لیں اور دل اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں اور آسانی سے حقوق حاصل کئے جاسکیں، تم میری طرف سے مطمئن رہو اور دیکھتے رہو کہ میرا فرمان تم تک کیا آتا ہے کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو طاقت کو متزلزل اور قوت کو پامال کردے اور کمزوری و ذلت کا باعث بن جائے۔ میں اس جنگ کو جہاں تک رک سکے گی روکوں گا اور جب کوئی چارہ نہ پاؤں گا تو پھر آخری علاج اغنا تو ہے ہی۔

## خطبہ ۱۶۷

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ مَسِيْرِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ اِلَی الْبَصْرَةِ۔

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ رَسُوْلًا هَادِيًابِكِتَابٍ نَاطِقٍ وَاَمْرٍ قَائِمٍ۔ لَا يَهْلِكُ عَنْهُ اِلَّا هَالِكٌ۔ وَاِنَّ

جب جمل والوں نے بصرہ کا رخ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ بے شک اللہ نے اپنے رسول کو ہادی بنا کر بولنے والی کتاب اور برقرار رہنے والی شریعت کے ساتھ بھیجا جسے تباہ و برباد ہونا ہے وہی اس کی مخالفت سے تباہ ہوگا اور (حق سے)



الْمُبْتَدَعَاتِ الْمُشَبَّهَاتِ هُنَّ الْمُهْلِكَاتُ اِلَّا مَا حَفِظَ اللّٰهُ مِنْهَا وَاِنَّ فِیْ سُلْطَانِ اللّٰهِ عِصْمَةً لِّاَمْرِكُمْ فَاَعْطُوْهُ طَاعَتَكُمْ غَيْرَ مُلَوَّمَةٍ وَّلَا مُسْتَكْرَهٍ بِهَا وَاللّٰهِ لَتَفْعَلُنَّ اَوْلَيَنْقُلَنَّ اللّٰهُ۔ عَنْكُمْ سُلْطَانَ الْاِسْلَامِ، ثُمَّ لَا يَنْقُلُهٗ اِلَيْكُمْ اَبَدًا حَتّٰی يَأْرِزَ الْاَمْرُ اِلٰی غَيْرِكُمْ۔

مشابہ ہو جانے والی جماعتیں ہی تباہ کیا کرتی ہیں مگر وہ کہ جن میں (مبتلا ہونے) سے اللہ بچائے رکھے۔ بلا شبہ حجت خدا کی (اطاعت میں) تمہارے لئے سامان حفاظت ہے۔ لہٰذا تم اس کی ایسی اطاعت کرو کہ جو نہ لائق سرزنش ہو اور نہ بددلی سے بجالائی گئی ہو۔ خدا کی قسم یا تو تمہیں (یہ اطاعت) کرگزرنا ہوگی یا اللہ اسلامی اقتدار تم سے منتقل کردے گا اور پھر کبھی تمہاری طرف نہیں پلٹائے گا۔ یہاں تک کہ یہ اقتدار دوسروں کی طرف رخ موڑ لے گا۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَدْ تَمَالَؤُا عَلٰے سَخْطَةِ اِمَارَتِیْ، وَسَأَصْبِرُ مَالَمْ اَخَفْ عَلٰے جَمَاعَتِكُمْ۔ فَاِنَّهُمْ اِنْ تَمَّمُوْا عَلٰی فَيَالَةِ هٰذَا الرَّأْیِ انْقَطَعَ نِظَامُ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاِنَّمَا طَلَبُوْا هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَدًا لِّمَنْ أَفَآئَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاَرَادُوْا رَدَّ الْاُمُوْرِ عَلٰے اَدْبَارِهَا۔ وَلَكُمْ عَلَيْنَا الْعَمَلُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَسِيْرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْقِيَامُ بِحَقِّهٖ وَالنَّعْشُ لِسُنَّتِهٖ۔

یہ لوگ جہاں تک میری خلافت سے نارضا مندی کا تعلق ہے آپس میں متفق ہو چکے ہیں اور مجھے بھی جب تک تمہاری پراگندگی کا اندیشہ نہ ہوگا صبر کئے رہوں گا، اگر وہ اپنی رائے کی کمزوری کے باوجود اس میں کامیاب ہو گئے تو مسلمانوں کا (رشتہ) نظم و نسق ٹوٹ جائے گا۔ یہ اس شخص پر جسے اللہ نے امارت و خلافت دی ہے حسد کرتے ہوئے اس دنیا کے طلب گار بن گئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمام اُمور (شریعت) کو پلٹا کر (دورِ جاہلیت) کی طرف لے جائیں۔ (اگر تم ثابت قدم رہے تو) تمہارا ہم پر یہ حق ہوگا کہ ہم تمہارے اُمور کے تصفیہ کے لئے کتاب خدا اور سیرت پیغمبر پر عمل پیرا ہوں اور اُن کے حق کو برپا اور اُن کی سنت کو بلند کریں۔

## خطبہ ۱۶۸

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

كَلَّمَ بِهٖ بَعْضَ الْعَرَبِ وَقَدْ اَرْسَلَهٗ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْبَصْرَةِ لَمَّا قَرُبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْهَا لِيَعْلَمَ لَهُمْ مِّنْهُ حَقِيْقَةَ حَالِهٖ مَعَ اَصْحَابِ الْجَمَلِ لِتَزُوْلَ الشُّبْهَةُ مِنْ نُّفُوْسِهِمْ فَبَيَّنَ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ اَمْرِهٖ

جب امیر المومنینؑ بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کی ایک جماعت نے ایک شخص کو اس مقصد سے آپ کی خدمت میں بھیجا کہ وہ ان کے لئے اہل جمل کے متعلق حضرت کے موقف کو دریافت کرے تا کہ اُن کے دلوں سے شکوک مٹ جائیں چنانچہ حضرت نے اُس کے سامنے جمل والوں کے ساتھ اپنے رویہ کی وضاحت فرمائی جس سے اُسے معلوم ہوگیا کہ حضرت حق پر ہیں

مَعَهُمْ مَاعَلِمَ بِهٖ اَنَّهٗ عَلَے الْحَقِّ، ثُمَّ قَالَ لَهٗ بَايِعْ، فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ قَوْمٍ وَّلَا اُحْدِثُ حَدَثًا حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَرَاَيْتَ لَوْ اَنَّ الَّذِيْنَ وَرَآءَكَ بَعَثُوْكَ رَآئِدًا تَبْتَغِىْ لَهُمْ مَسَاقِطَ الْغَيْثِ فَرَجَعْتَ اِلَيْهِمْ وَاَخْبَرْتَهُمْ عَنِ الْكَلَاءِ وَالْمَآءِ فَخَالَفُوْآ اِلَى الْمَعَاطِشِ وَالْمَجَادِبِ مَاكُنْتَ صَانِعًا؟ قَالَ كُنْتُ تَارِكَهُمْ وَمُخَالِفَهُمْ اِلَى الْكَلَاءِ وَالْمَآءِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَامْدُدْاِذًا يَدَكَ۔ فَقَالَ الرَّجُلُ فَوَاللّٰهِ مَااسْتَطَعْتُ اَنْ اَمْتَنِعَ عِنْدَ قِيَامِ الْحُجَّةِ عَلَيَّ فَبَايَعْتُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَالرَّجُلُ يُعْرَفُ بِكُلَيْبِ الْجَرْمِيِّ۔

تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ (جب حق تم پر واضح ہوگیا ہے تو اب) بیعت کرو۔ اُس نے کہا کہ میں ایک قوم کا قاصد ہوں اور جب تک ان کے پاس پلٹ کر نہ جاؤں کوئی نیا قدم نہیں اٹھا سکتا تو حضرت نے فرمایا کہ (دیکھو) اگر وہی جو تمہارے پیچھے ہیں اس مقصد سے تمہیں کہیں پیشرو بنا کر بھیجیں کہ تم ان کے لئے ایسی جگہ تلاش کرو، جہاں بارش ہوتی ہو اور تم تلاش کے بعد اُن کے پاس پلٹ کر جاؤ اور انہیں خبر دو کہ سبزہ بھی ہے اور پانی بھی ہے اور وہ تمہاری مخالفت کرتے ہوئے خشک اور ویران جگہ کا رخ کریں تو تم اس موقعہ پر کیا کرو گے اس نے کہا میں اُس کا ساتھ چھوڑ دوں گا اور اُن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے گھاس اور پانی کی طرف چل دوں گا، تو حضرت نے فرمایا کہ (جب ایسا ہی کرنا ہے) تو پھر (بیعت کے لئے ہاتھ بڑھاؤ) وہ شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم حجت کے قائم ہوجانے کے بعد میرے بس میں نہ تھا کہ میں بیعت سے انکار کردیتا۔ چنانچہ میں نے بیعت کرلی۔ (یہ شخص کلیب جرمی کے نام سے موسوم ہے)۔

## خطبہ ۱۶۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا عَزَمَ عَلٰے لِقَآءِ الْقَوْمِ بِصِفِّيْنَ۔

جب صفین میں دشمن سے دو بدو ہوکر لڑنے کا ارادہ کیا تو فرمایا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ، وَالْجَوِّ الْمَكْفُوْفِ، الَّذِىْ جَعَلْتَهٗ مَغِيْضًا لِّلَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَمَجْرًى لِّلشَّمْسِ وَالْقَمَرِ، وَمُخْتَلَفًا لِّلنُّجُوْمِ السَّيَّارَةِ وَجَعَلْتَ سُكَّانَهٗ سِبْطًا مِّنْ مَّلَآئِكَتِكَ لَا يَسْاَمُوْنَ مِنْ عِبَادَتِكَ۔ وَرَبَّ هٰذِهِ الْاَرْضِ الَّتِىْ جَعَلْتَهَا قَرَارًا لِّلْاَنَامِ وَمَدْرَجًا لِّلْهَوَآمِّ

اے اللہ! اے اُس بلند آسمان اور تھمی ہوئی فضا کے پروردگار جسی تو نے شب و روز کے سر چھپانے چاند اور سورج کے گردش اور چلنے پھرنے والے ستاروں کی آمد ورفت کی جگہ بنایا ہے اور جس میں بسنے والا فرشتوں کا وہ گروہ بنایا ہے جو تیری عبادت سے اُکتاتا نہیں۔ اے اس زمین کے پروردگار جسے تو نے انسانوں کی قیام گاہ اور حشرات الارض اور چوپاؤں اور لاتعداد دیکھی اور اَن دیکھی مخلوق کے چلنے پھرنے کا مقام قرار دیا ہے۔ اے مضبوط پہاڑوں کے پروردگار جنہیں تو نے زمین کے لئے



وَالْاَنْعَامِ، وَمَا لَا يُحْصٰى مِمَّا يُرٰى وَمِمَّا لَا يُرٰى۔ وَرَبَّ الْجِبَالِ الرَّوَاسِى الَّتِىْ جَعَلْتَهَا لِلْاَرْضِ اَوْتَادًا، وَّلِلْخَلْقِ اعْتِمَادًا، اِنْ اَظْهَرْتَنَا عَلٰے عَدُوِّنَا فَجَنِّبْنَا الْبَغْىَ وَسَدِّدْنَا لِلْحَقِّ، وَاِنْ اَظْهَرْتَهُمْ عَلَيْنَا فَارْزُقْنَا الشَّهَادَةَ۔ وَاعْصِمْنَا مِنَ الْفِتْنَةِ۔ اَيْنَ الْمَانِعُ لِلذِّمَارِ وَالْغَائِرُ عِنْدَ نُزُوْلِ الْحَقَائِقِ مِنْ اَهْلِ الْحِفَاظِ الْعَارُ وَرَآئَكُمْ وَالْجَنَّةُ اَمَامَكُمْ۔

میخ و مخلوقات کے لئے (زندگی کا) سہارا بنایا ہے (اے اللہ) اگر تو نے دشمنوں پر غلبہ دیا تو ظلم سے ہمارا دامن بچانا اور حق کے سیدھے راستے پر برقرار رکھنا اور اگر دشمنوں کو ہم پر غلبہ دیا تو ہمیں شہادت نصیب کرنا، اور فریب حیات سے بچائے رکھنا۔ کہاں ہیں عزت و آبرو کے پاسبان؟ اور کہاں ہیں مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت ننگ و نام کی حفاظت کرنیوالے باعزت (اگر بھاگے تو) ج ننگ و عار تمہارے عقب میں ہے اور (اگر جمے رہے تو) جنت تمہارے سامنے ہے۔

## خطبہ ۱۷۰

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تُوَارِىْ عَنْهُ سَمَآءٌ سَمَآءً وَّلَا اَرْضٌ اَرْضًا۔

تمام حمد اُس اللہ کیلئے ہے جس سے ایک آسمان دوسرے آسمان کو اور ایک زمین دوسری زمین کو نہیں چھپاتی۔

(مِنْهَا) وَقَدْقَالَ قَائِلٌ: اِنَّكَ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِيَا ابْنَ اَبِىْ طَالِبٍ لَحَرِيْصٌ، فَقُلْتُ بَلْ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ لَاَحْرَصُ وَاَبْعَدُ، وَاَنَا اَخَصُّ وَاَقْرَبُ، وَاِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِّىْ وَاَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَيْنِىْ وَبَيْنَهٗ: وَتَضْرِبُوْنَ وَجْهِىْ دُوْنَهٗ۔ فَلَمَّا قَرَعْتُهٗ بِالْحُجَّةِ فِى الْمَلَاءِ الْحَاضِرِيْنَ هَبَّ كَاَنَّهٗ بُهِتَ لَا يَدْرِىْ مَا يُجِيْبُنِىْ بِهٖ۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا۔ مجھ[1] سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے ابن ابی طالب آپ تو اس خلافت پر للچائے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا خدا کی قسم تم اس پر کہیں زیادہ حریص اور (اس منصب کی اہلیت سے) دور ہو، اور میں اس کا اہل اور (پیغمبر سے) نزدیک تر ہوں۔ میں نے تو اپنا حق طلب کیا ہے اور تم میرے اور میرے حق کے درمیان حائل ہوجاتے ہو اور جب اُسے حاصل کرنا چاہتا ہوں تو تم میرا رخ موڑ دیتے ہو۔ چنانچہ جب بھری محفل میں میں نے اس دلیل سے اس (کے کان کے پردوں) کو کھٹکھٹایا تو چونکا ہوا، اور اس طرح مبہوت ہوکر رہ گیا کہ اُسے کوئی جواب نہ سوجھتا تھا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَعِيْنُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ وَّمَنْ اَعَانَهُمْ، فَاِنَّهُمْ قَطَعُوْا رَحِمِىْ، وَصَغَّرُوْا

خدایا! میں قریش اور ان کے مددگاروں کے خلاف تجھ سے مدد چاہتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے قطع رحمی کی اور میرے مرتبہ کی بلندی کو پست سمجھا اور اس (خلافت) پر کہ جو میرے لئے

عَظِيمَ مُنزِلَتِي، وَاَجمَعُوا اَعلٰے مُنَازَعَتِي اَمرًا هُوَ لِي، ثُمَّ قَالُوا اَلَا اِنَّ فِي الحَقِّ اَن تَأخُذَهُ وَفِي الحَقِّ اَن تَترُكَهُ۔

وَلِغَيرِهِمَا فِي جَيشٍ مَّا مِنهُم رَجُلٌ اِلَّا وَقَد اَعطَانِي الطَّاعَةَ وَسَمَحَ لِي بِالبَيعَةِ طَائِعًا غَيرَ مُكرَهٍ، فَقَدِمُوا عَلٰے عَامِلِي بِهَا وَخُزَّانِ بَيتِ مَالِ المُسلِمِينَ وَغَيرِهِم مِّن اَهلِهَا۔ فَقَتَلُوا طَائِفَةً صَبرًا، وَطَائِفَةً غَدرًا۔ فَوَاللهِ لَو لَم يُصِيبُوا مِنَ المُسلِمِينَ اِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا مُعتَمِدِينَ لِقَتلِهِ بِلَا جُرمٍ جَرَّهُ، لَحَلَّ لِي قَتلُ ذٰلِكَ الجَيشِ كُلِّهِ اِذ حَضَرُوهُ فَلَم يُنكِرُوا وَلَم يَدفَعُوا عَنهُ بِلِسَانٍ وَّلَا بِيَدٍ، دَع مَا اَنَّهُم قَد قَتَلُوا مِنَ المُسلِمِينَ مِثلَ العِدَّةِ الَّتِي دَخَلُوا بِهَا عَلَيهِم۔

مخصوص تھی ٹکرانے کے لئے ایکا کرلیا ہے پھر کہتے یہ ہیں کہ حق تو یہی ہے کہ آپ اسے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ اس سے دستبردار ہو جائیں۔

اس خطبہ کا یہ جزُ اصحاب جمل کے متعلق ہے۔ وہ لوگ (مکہ سے) بصرہ کا رخ کئے ہوئے اس طرح نکلے کہ رسول اللہؐ کی حرمت و ناموس کو یوں کھینچے پھرتے تھے جس طرح کسی کنیز کو فروخت کے لئے (شہر بشہر) پھرایا جاتا ہے۔ ان دونوں نے اپنی بیویوں کو تو گھروں میں روک رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کو اپنے اور دوسروں کے سامنے کھلے بندوں لے آئے تھے۔ ایک ایسے لشکر میں کہ جس کا ایک ایک فرد میری اطاعت تسلیم کئے ہوئے تھا اور برضاء و رغبت میری بیعت کر چکا تھا یہ لوگ بصرہ میں میرے (مقرر کردہ) عامل اور مسلمانوں کے بیت المال کے خزینہ داروں اور وہاں کے دوسرے باشندوں تک پہنچ گئے اور کچھ لوگوں کو قید کے اندر مار مار کے اور کچھ لوگوں کو حیلہ و مکر سے شہید کیا۔ خدا کی قسم اگر وہ مسلمانوں میں سے صرف ایک ناکردہ گناہ مسلمان کو عمداً قتل کرتے تو بھی میرے لئے جائز ہوتا کہ میں اس تمام لشکر کو قتل کر دوں کیونکہ وہ موجود تھے اور انہوں نے نہ تو اُسے بُرا سمجھا اور نہ زبان اور ہاتھ سے اس کی روک تھام کی، چہ جائیکہ انہوں نے مسلمانوں کے اتنے آدمی قتل کر دیئے جتنی تعداد خود ان کے لشکر کی تھی جسے لے کر اُن پر چڑھ دوڑے تھے۔

[1] حضرت عمر نے اپنے آخر وقت میں امیر المومنینؑ کے متعلق جس خیال کا اظہار کیا تھا اُسی کو سعد ابن ابی وقاص نے شوریٰ کے موقعہ پر دہراتے ہوئے حضرت سے کہا کہ اے علیؑ آپ اس منصب خلافت کے بہت حریص ہیں جس کی جواب میں حضرت نے فرمایا کہ جو اپنا حق طلب کرے اُسے حریص نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ حریص وہ ہے جو اس حق تک پہنچنے سے مانع اور سدِ راہ ہو، اور نا اہلیت کے باوجود اُسے حاصل کرنے کے درپے ہو۔

اس میں شک نہیں کہ امیر المومنینؑ اپنے کو حق دار سمجھتے تھے اور اپنا حق طلب کرتے تھے لیکن اس حق طلبی سے حق ساقط نہیں ہو جاتا کہ اسے خلافت کے نہ دینے کے لئے وجہ جواز قرار دے لیا جائے اور اسے حرص سے تعبیر کیا جائے اور اگر یہ حرص ہے تو پھر کون ایسا تھا جو حرص کے پھندوں میں جکڑا ہوا نہ تھا۔ کیا انصار کے مقابلہ میں مہاجرین کو زور آزمائی ارکانِ شوریٰ کی باہمی کش مکش اور طلحہ و زبیر کی ہنگامہ



آرائی اسی حرص کا نتیجہ نہ تھی؟ اگر امیر المومنینؑ کو منصب کا لالچ ہوتا تو جب ابن عباس اور ابوسفیان نے بیعت قبول کرنے کے لئے زور دیا تھا، تو آپ نتائج و عواقب سے آنکھیں بند کر کے ان کے کہنے پر اٹھ کھڑے ہوتے اور جب دورِ ثالث کے بعد لوگ بیعت کے لئے ٹوٹ رہے تھے تو آپ بگڑے ہوئے حالات کا خیال کئے بغیر ان کی پیش کش کو فوراً قبول کر لیتے۔ مگر آپ نے کسی موقعہ پر بھی ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جس سے یہ ظاہر ہو کہ آپ منصب کو منصب کی حیثیت سے چاہتے ہیں۔ بلکہ خلافت کی طلب تھی تو صرف اس لئے کہ شریعت کے خد و خال بگڑنے نہ پائیں اور دین دوسروں کی خواہشوں کی آماج گاہ نہ بنے، نہ یہ کہ دنیا کی کامرانیوں سے بہرہ اندوز ہوں کہ جسے حرص کہا جا سکے۔

[2] مقصد یہ ہے کہ اگر وہ نہ کہتے کہ میرا خلافت سے الگ رہنا بھی حق ہے تو میرے لئے اس پر صبر کرنا آسان ہوتا اس خیال سے کہ کم از کم میرے حق کا اعتراف تو ہے اگرچہ اسے ادا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

## خطبہ ۱۷۱

وَمِن خُطبَةٍ لَّهُ عَلَيهِ السَّلَامُ

اَمِينُ وَحيِهِ، وَخَاتَمُ رُسُلِهِ، وَبَشِيرُ رَحمَتِهِ، وَنَذِيرُ نِقمَتِهِ۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَحَقَّ النَّاسِ بِهٰذَا الاَمرِ اَقوَاهُم عَلَيهِ، وَاَعلَمُهُم بِاَمرِ اللهِ فِيهِ، فَاِن شَغَبَ شَاغِبٌ استُعتِبَ فَاِن اَبٰى قُوتِلَ۔ وَلَعَمرِي لَئِن كَانَتِ الاِمَامَةُ لَا تَنعَقِدُ حَتّٰى يَحضُرَهَا عَامَّةُ النَّاسِ فَمَا اِلٰى ذٰلِكَ سَبِيلٌ۔ وَّلٰكِن مَن غَابَ عَنهَا ثُمَّ لَيسَ لِلشَّاهِدِ اَن يَرجِعَ وَلَا لِلغَائِبِ اَن يَختَارَ۔

اَلَا وَاِنِّي اُقَاتِلُ رَجُلَينِ: رَجُلًا ادَّعٰى مَا لَيسَ لَهُ وَاٰخَرَ مَنَعَ الَّذِي عَلَيهِ۔

اُوصِيكُم عِبَادَ اللهِ بِتَقوَى اللهِ فَاِنَّهَا خَيرُ مَا تَوَاصَى العِبَادُ بِهِ، وَخَيرُ عَوَاقِبِ

وہ اللہ کی وحی کے امانت دار، اُس کے رسولوں کی آخری فرد، اُس کی رحمت کا مژدہ سنانے والے اور اُس کے عذاب سے ڈرانے والے تھے۔

اے لوگو! تمام لوگوں میں اس خلافت کا اہل وہ ہے جو اس (کے نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت و (صلاحیت) رکھتا ہو اور اس کے بارے میں اللہ کے احکام کو سب سے زائد جانتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرداز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اُسے توبہ و بازگشت کے لئے کہا جائے گا اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ اپنی[1] جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام افرادِ اُمت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہو تو اس کی کوئی سبیل ہی نہیں بلکہ اس صورت تو انہوں نے یہ رکھی تھی کہ اس کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت) موجود نہ ہوں گے۔ پھر موجود کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ (بیعت سے) انحراف کرے اور نہ غیر موجود کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی اور کو منتخب کرے دیکھو!

میں دو شخصوں سے ضرور جنگ کروں گا، ایک وہ جو ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، اور دوسرا وہ جو اپنے معاہدہ کا پابند نہ رہے۔

الْاُمُوْرِ عِنْدَاللّٰهِ۔ وَقَدْفُتِحَ بَابُ الْحَرْبِ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اَهْلِ الْقِبْلَةِ، وَلَا يَحْمِلُ هٰذَا الْعَلَمَ اِلَّا اَهْلُ الْبَصَرِ وَالصَّبْرِ وَالْعِلْمِ بِمَوَاضِعِ الْحَقِّ۔ فَامْضُوْا لِمَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ وَقِفُوْا عِنْدَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ۔ وَلَا تَعْجَلُوْا فِىْ اَمْرٍ حَتّٰى تَتَبَيَّنُوْا، فَاِنَّ لَنَا مَعَ كُلِّ اَمْرٍ تُنْكِرُوْنَهٗ غِيَرًا۔ اَلَا وَاِنَّ هٰذِهِ الدُّنْيَا الَّتِىْ اَصْبَحْتُمْ تَتَمَنَّوْنَهَا وَتَرْغَبُوْنَ فِيْهَا، وَاَصْبَحَتْ تُغْضِبُكُمْ وَتُرْضِيْكُمْ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَلَا مَنْزِلِكُمُ الَّذِىْ خُلِقْتُمْ لَهٗ وَلَا الَّذِىْ دُعِيْتُمْ اِلَيْهِ۔ اَلَا وَاِنَّهَا لَيْسَتْ بِبَاقِيَةٍ لَّكُمْ وَلَا تَبْقَوْنَ عَلَيْهَا۔ وَهِىَ وَاِنْ غَرَّتْكُمْ مِنْهَا فَقَدْ حَذَّرَتْكُمْ شَرَّهَا فَدَعُوْا غُرُوْرَهَا لِتَحْذِيْرِهَا وَاِطْمَاعَهَا لِتَخْوِيْفِهَا وَسَابِقُوْا فِيْهَا اِلَى الدَّارِ الَّتِىْ دُعِيْتُمْ اِلَيْهَا وَانْصَرِفُوْا بِقُلُوْبِكُمْ عَنْهَا وَلَا يَخْنِنْ اَحَدُكُمْ خَنِيْنَ الْاَمَةِ عَلٰى مَا زُوِىَ عَنْهُ مِنْهَا۔ وَاسْتَتِمُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلٰى مَا اسْتَحْفَظَكُمْ مِّنْ كِتَابِهٖ۔ اَلَا وَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّكُمْ تَضْيِيْعُ شَىْءٍ مِّنْ دُنْيَاكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِيْنِكُمْ بَعْدَ حِفْظِكُمْ قَائِمَةَ دِيْنِكُمْ۔ اَلَا وَاِنَّهٗ لَا يَنْفَعُكُمْ بَعْدَ تَضْيِيْعِ دِيْنِكُمْ شَىْءٌ حَافَظْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ

اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے: اے اللہ کے بندو! میں تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کرتا ہوں کیونکہ بندے جن چیزوں کی ایک دوسرے کو ہدایت کرتے ہیں اُن میں تقویٰ سب سے بہتر و برتر ہے۔ تمہارے اور دوسرے اہل قبلہ کے درمیان جنگ کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس (جنگ) کے جھنڈے کو وہی اٹھائے گا جو نظر رکھنے والا (مصیبتوں پر) صبر کرنے والا اور حق کے مقامات کو پہچاننے والا ہو۔ تمہیں جو حکم دیا جائے اُس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکا جائے اُس سے باز رہو، اور کسی بات میں جلدی نہ کرو۔ جب تک اُسے خوب سوچ سمجھ نہ لو۔ ہمیں ان اُمور میں کہ جن پر تم ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہو، غیر معمولی انقلابات کا اندیشہ رہتا ہے دیکھو! یہ دنیا جس کی تم تمنا کرتے ہو اور جس کی جانب خواہش و رغبت سے بڑھتے ہو جو کبھی تم کو غصہ دلاتی ہے اور کبھی تمہیں خوش کر دیتی ہے۔ تمہارا (اصلی) گھر نہیں ہے اور نہ وہ منزل ہے جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہوا اور نہ وہ جگہ ہے جس کی طرف تمہیں دعوت دی گئی ہے۔ دیکھو! یہ تمہارے لئے باقی رہنے والی نہیں اور نہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو اگر اس نے تمہیں (اپنی آرائشوں سے) فریب دیا ہے تو اپنی برائیوں سے خوف بھی دلایا ہے۔ لہٰذا تم اس کے ڈرانے سے متاثر ہو کر اس سے فریب نہ کھاؤ، اور اس کے خوفزدہ کرنے کی بناء پر اس کے طمع دلانے میں نہ آؤ۔ اُس گھر کی طرف بڑھو جس کی تمہیں دعوت دی گئی ہے اور اس دنیا سے اپنے دلوں کو موڑ لو تم میں سے کوئی شخص دنیا کی کسی چیز کے روک لئے جانے پر لونڈیوں کی طرح رونے نہ بیٹھ جائے۔ اطاعت خدا پر صبر کر کے اور جن چیزوں کی اُس نے اپنی کتاب میں تم سے حفاظت چاہی ان کی حفاظت کر کے اس سے نعمتوں کی تکمیل چاہو۔ دیکھو! اگر تم نے دین کے اصول محفوظ رکھے تو پھر دنیا کی کسی چیز کو کھو دینا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا اور دین کو ضائع و برباد کرنے کے بعد تمہیں دنیا کی کوئی ایسی چیز نفع نہ پہنچائے گی



اَمْرِ دُنْيَاكُمْ۔ اَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِنَا وَقُلُوْبِكُمْ اِلَى الْحَقِّ۔ وَاَلْهَمَنَا وَاِيَّاكُمُ الصَّبْرَ۔

جسے تم نے محفوظ کر لیا ہو خداوند عالم ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق کی طرف متوجہ کرے اور ہمیں اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

تشریح:۔

۱؎ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا اُن لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقع پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا کہ جو انتخاب کے موقع پر موجود ہو اسے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا، اور جو موجود نہ ہو وہ طے شدہ فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا۔ لیکن جب امیر المومنینؑ کے ساتھ پر اہل مدینہ نے بیعت کی تو امیر شام نے اس بنیاد پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ وہ چونکہ انتخاب کے موقع پر موجود نہ تھا لہٰذا اس پر اس فیصلہ کی پابندی عائد نہیں ہوتی جس پر امیر المومنینؑ نے ان مسلّمات اور مقررہ اصول و شرائط کے مطابق اس خطبہ میں جواب دیا کہ جو ان لوگوں میں طے پا کر نا قابل انکار بن چکے تھے اور وہ یہ کہ جو اہل مدینہ اور انصار و مہاجرین میرے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں تو معاویہ کو اس بناء پر کہ وہ اس موقع پر موجود نہ تھے بیعت سے انحراف کا حق نہیں پہنچتا اور نہ طلحہ و زبیر بیعت کرنے کے بعد عہد شکنی کے مجاز ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے اس موقع پر پیغمبرؐ کے کسی ارشاد کو کہ جو آپ کی خلافت پر نص قطعی کی حیثیت رکھتا ہو استدلال میں پیش نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ انکار کی وجہ اصول انتخاب کے طریق کار کی بناء پر تھی۔ لہٰذا موقع و محل کے لحاظ سے انہی کے مسلّمات کی رو سے جواب دینا ہی فریق مخالف کے لئے مسکت ہو سکتا تھا اور اگر نص رسولؐ سے استدلال فرماتے تو اُسے مختلف تاویلوں کی زد پر رکھ لیا جاتا اور بات سمٹنے کے بجائے بڑھتی ہی جاتی اور پھر رحلت پیغمبرؐ کے فوراً بعد آپ دیکھ چکے تھے کہ باوجود قرب عہد کے تمام نصوص و ارشادات نظر انداز کر دیئے گئے، تو اب جبکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے اس سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسے تسلیم کرے گا، جبکہ قول رسولؐ کے سامنے من مانی کرنے کی عادت پڑ چکی تھی۔

## خطبہ ۱۷۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِىْ مَعْنٰى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ: قَدْ كُنْتُ وَمَا اُهَدَّدُ بِالْحَرْبِ، وَلَآ اُرَهَّبُ بِالضَّرْبِ۔ وَاَنَا عَلٰى مَا قَدْ وَعَدَنِىْ رَبِّىْ مِنَ النَّصْرِ۔ وَاللّٰهِ مَا اسْتَعْجَلَ مُتَجَرِّدًا لِّلطَّلَبِ بِدَمِ عُثْمَانَ اِلَّا خَوْفًا مِّنْ اَنْ يُّطَالَبَ بِدَمِهٖ لِاَنَّهٗ مَظِنَّتُهٗ وَلَمْ يَكُنْ فِى الْقَوْمِ اَحْرَصُ عَلَيْهِ مِنْهُ، فَاَرَادَ اَنْ يُّغَالِطَ بِمَآ اَجْلَبَ فِيْهِ لِيُلْبِسَ

طلحہ ابن عبید اللہ کے متعلق فرمایا

مجھے تو کبھی بھی حرب و ضرب سے دھمکایا اور ڈرایا نہیں جا سکا ہے میں اپنے پروردگار کے کئے ہوئے وعدہ نصرت پر مطمئن ہوں۔ خدا کی قسم وہ خونِ عثمان کا بدلہ لینے کے لئے کھنچی ہوئی تلوار کی طرح اس لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ کہیں اسی سے ان کے خون کا مطالبہ نہ ہونے لگے۔ کیونکہ (لوگوں کا) ظن غالب اس کے متعلق یہی ہے اور حقیقت ہے کہ (قتل کرنے والی) جماعت میں اس سے بڑھ کر ان کے خون کا پیاسا ایک بھی نہ تھا، چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے کے سلسلہ میں

الاَمْرُ وَيَقَعَ الشَّكُّ وَوَاللهِ مَاصَنَعَ فِي اَمْرِ عُثْمَانَ وَاحِدَةً مِّنْ ثَلَاثٍ: لَئِنْ كَانَ ابْنُ عُفَّانَ ظَالِمًا كَمَا كَانَ يَزْعُمُ۔ لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهٗ اَنْ يُوَازِرَ قَاتِلِيْهِ اَوْ اَنْ يُنَابِذَ نَاصِرِيْهِ۔ وَلَئِنْ كَانَ مَظْلُوْمًا لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُنَهْنِهِيْنَ عَنْهُ وَالْمُعَذِّرِيْنَ فِيْهِ وَلَئِنْ كَانَ فِي شَكٍّ مِّنَ الْخَصْلَتَيْنِ لَقَدْ كَانَ يَنْبَغِي لَهٗ اَنْ يَّعْتَزِلَهٗ وَيَرْكُدَ جَانِبًا وَّيَدَعَ النَّاسَ مَعَهٗ، فَمَا فَعَلَ وَاحِدَةً مِّنَ الثَّلَاثِ، وَجَآءَ بِاَمْرٍ لَّمْ يُعْرَفْ بَابُهٗ، وَلَمْ تَسْلَمْ مَعَاذِيْرُهٗ۔

جو توجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہا ہے کہ لوگوں کو مغالطہ دے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے اور اس میں شک پڑ جائے۔ خدا کی قسم! اس نے عثمان کے معاملہ میں ان تین باتوں میں سے ایک بات پر بھی تو عمل نہیں کیا۔ اگر ابن[1] عفان جیسا کہ اس کا خیال تھا ظالم تھے تو (اس صورت میں) اسے چاہئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مددگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا اور اگر وہ مظلوم تھے تو اس صورت میں اس کے لئے مناسب تھا کہ ان کے قتل سے روکنے والوں اور ان کی طرف سے عذر معذرت کرنے والوں میں ہوتا اور اگر ان دونوں باتوں میں اُسے شبہہ تھا تو اس صورت میں اسے یہ چاہئے تھا کہ ان سے کنارہ کش ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا اور انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا (کہ وہ جانیں اور ان کا کام) لیکن اُس نے ان باتوں میں سے ایک پر بھی عمل نہ کیا اور ایک ایسی بات کو لے کر سامنے آ گیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر طلحہ حضرت عثمان کو ظالم سمجھتے تھے تو اُن کے قتل ہونے کے بعد ان کے قاتلوں سے آمادہ قصاص ہونے کے بجائے اُن کی مدد کرنا چاہئے تھی اور ان کے اس اقدام کو صحیح و درست قرار دینا چاہئے تھا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے ظالم ہونے کی صورت میں محاصرہ کرنے والوں کی ان کو مدد کرنا چاہئے تھی۔ کیونکہ ان کی مدد و ہمت افزائی تو وہ کرتے ہی رہے تھے۔

## خطبہ ۱۷۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَيُّهَا الْغَافِلُوْنَ غَيْرَ الْمَغْفُوْلِ عَنْهُمْ، وَالتَّارِكُوْنَ الْمَاْخُوْذُ مِنْهُمْ مَالِيْ اَرَاكُمْ عَنِ اللهِ ذَاهِبِيْنَ، وَاِلٰى غَيْرِهٖ رَاغِبِيْنَ۔ كَاَنَّكُمْ نَعَمٌ اَرَاحَ بِهَا سَائِمٌ اِلٰى مَرْعًى وَبِيٍّ وَمَشْرَبٍ دَوِيٍّ اِنَّمَا هِيَ كَالْمَعْلُوْفَةِ لِلْمُدٰى لَا تَعْرِفُ مَاذَا يُرَادُ بِهَا اِذَآ

اے غافلو! کہ جن کی طرف سے غفلت نہیں برتی جا رہی اور اے چھوڑ دینے والو کہ جن کو نہیں چھوڑا جائے گا۔ تعجب ہے کہ میں تمہیں اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ تم اللہ سے دور ہٹتے جا رہے ہو، اور دوسروں کی طرف شوق سے بڑھ رہے ہو گویا تم وہ اونٹ ہو جن کا چرواہا انہیں ایک ہلاک کرنے والی چراگاہ اور تباہ کرنے والے گھاٹ پر لایا ہو۔ یہ اُن چوپاؤں کے مانند ہیں جنہیں چھریوں سے ذبح کرنے کے لئے چارہ دیا جا رہا ہو اور انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ جب ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا ہے تو اس



اُحْسِنَ اِلَيْهَا تَحْسَبُ يَوْمَهَا دَهْرَهَا، وَشِبَعَهَا اَمْرَهَا وَاللهِ لَوْشِئْتُ اَنْ اُخْبِرَ كُلَّ رَجُلٍ مِّنْكُمْ بِمَخْرَجِهٖ وَمَوْلِجِهٖ وَجَمِيْعِ شَاْنِهٖ لَفَعَلْتُ وَلٰكِنْ اَخَافُ اَنْ تَكْفُرُوْا فِيَّ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا وَاِنِّيْ مُفْضِيْهِ اِلَى الْخَاصَّةِ مِمَّنْ يُّؤْمَنُ ذٰلِكَ مِنْهُ۔ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ وَاصْطَفَاهُ عَلَى الْخَلْقِ مَآ اَنْطِقُ اِلَّا صَادِقًا وَلَقَدْ عَهِدَ اِلَيَّ بِذٰلِكَ كُلِّهٖ، وَبِمَهْلِكِ مَنْ يَّهْلِكُ وَمَنْجَى مَنْ يَّنْجُوْ، وَمَآلِ هٰذَا الْاَمْرِ۔ وَمَآ اَبْقٰى شَيْئًا يَّمُرُّ عَلٰى رَاْسِيْٓ اِلَّآ اَفْرَغَهٗ فِيْٓ اُذُنَيَّ وَاَفْضٰى بِهٖٓ اِلَيَّ۔ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ وَاللهِ مَآ اَحُثُّكُمْ عَلٰى طَاعَةٍ اِلَّا وَاَسْبِقُكُمْ اِلَيْهَا وَلَآ اَنْهَاكُمْ عَنْ مَّعْصِيَةٍ اِلَّا وَاَتَنَاهٰى قَبْلَكُمْ عَنْهَا۔

سے مقصود کیا ہے۔ یہ تو اپنے دن کو اپنا پورا زمانہ خیال کرتے ہیں اور پیٹ بھر کر کھا لینا ہی اپنا کام سمجھتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر میں بتانا چاہوں تو تم میں سے ہر شخص کو بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اُسے کہاں جانا ہے اور اس کے پورے حالات کیا ہیں۔ لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم مجھ سے (کھو کر) پیغمبر سے کفر اختیار کر لو گے۔ البتہ میں اپنے مخصوص دوستوں تک یہ چیزیں ضرور پہنچاؤں گا کہ جن کے بھٹک جانے کا اندیشہ نہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے پیغمبرؐ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ساری مخلوقات میں سے ان کو منتخب فرمایا۔ میں جو کہتا ہوں سچ کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام چیزوں اور ہلاک ہونے والوں کی ہلاکت اور نجات پانے والوں کی نجات اور اس امر (خلافت) کے انجام کی خبر دی ہے اور ہر وہ چیز جو سر پر گزرے گی اسے میرے کانوں میں ڈالے اور مجھ تک پہنچائے بغیر نہیں چھوڑا۔ اے لوگو! قسم بخدا میں تمہیں کسی اطاعت پر آمادہ نہیں کرتا مگر یہ کہ تم سے پہلے اس کی طرف بڑھتا ہوں اور کسی گناہ سے تمہیں نہیں روکتا مگر یہ کہ تم سے پہلے خود اُس سے باز رہتا ہوں۔

[1] سرچشمہ وحی و الہام سے سیراب ہونے والے غیب کے پردوں میں مخفی اور مستقبل میں رونما ہونے والی چیزوں کو اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح محسوسات کو آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور یہ ارشاد قدرت قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللهُ (تم کہہ دو کہ اللہ کے سوا زمین و آسمان کے بسنے والوں میں سے کوئی بھی غیب نہیں جانتا) کے منافی نہیں کیونکہ آیت میں ذاتی طور پر علم غیب کے جاننے کی نفی ہے اس علم کی غیب نفی نہیں جو انبیاء و اولیاء کو القائے ربانی سے حاصل ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ مستقبل کے متعلق پیشین گوئیاں کرتے ہیں اور بہت سے احوال و واردات کو بے نقاب کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مطلب پر قرآن مجید کی متعدد آیتیں شاہد ہیں۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③

جب رسولؐ نے اس واقعہ کی خبر اپنی بیوی کو دی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے تو رسولؐ نے کہا کہ مجھے ایک جاننے والے اور واقف کار نے خبر دی۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ

اے رسولؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں وحی کے ذریعہ تمہیں بتاتے ہیں۔

لہٰذا اپنے معتقدات کوسخن پروری کرتے ہوئے یہ کہنا کہ انبیاء و اولیاء کو علم غیب کا حامل سمجھنا شرک فی الصفات ہے۔ حقیقت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ شرک تو اس وقت میں ہوتا کہ جب یہ کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی ذاتی حیثیت سے عالم الغیب ہے جب ایسا نہیں بلکہ انبیا و آئمہ کا علم اللہ کا دیا ہوا ہے تو اُس کو شرک سے کیا واسطہ اور اگر شرک کے یہی معنی ہیں تو پھر حضرت عیسیٰؑ کے اس دعویٰ کا کیا نام ہوگا جو قران مجید میں مذکور ہے۔

اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کا ڈھانچہ بناؤں گا پھر اس میں پھونکوں گا تو وہ خدا کے حکم سے سچ مچ کا پرندہ بن جائے گا اور میں مادر زاد اندھے اور مبروص کو اچھا کردوں گا اور اُس کے حکم سے مردوں کو زندہ کروں گا اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو تم کو بتادوں گا۔

کیا ان کو بحکم خدا خالق وحیات بخش مان لینے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ کی صفت خلق و احیاء میں ان کو شریک سمجھا گیا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر اللہ کے کسی کو اُمورِ غیب پر مطلع کر دینے سے یہ کہاں سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کے عالم الغیب ہونے میں اس کو شریک ٹھہرالیا گیا ہے کہ علم غیب کے جاننے کو شرک سے تعبیر کر کے اپنی موحدانہ عظمت کا مظاہرہ کیا جائے۔

اس حقیقت سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا کہ بعض لوگوں کو خواب میں ایسی چیزیں آجاتی ہیں یا اُس کی تعبیر سے ظاہر ہوجاتی ہیں کہ جن کا ظہور مستقبل سے وابستہ ہوتا ہے حالانکہ خواب کی حالت میں نہ حواس کام دیتے ہیں اور نہ ذہن و ادراک کی قوتیں ساتھ دیتی ہیں تو اگر بیداری میں بعض افراد پر کچھ حقائق منکشف ہوجائیں تو اس پر اچنبھا کیوں اور اس سے وجہ انکار کیا؟ جبکہ عقل کہتی ہے کہ جو چیز خواب میں واقع ہوسکتی ہے وہ بیداری میں بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ابن مثیم نے تحریر کیا ہے کہ خواب میں یہ افادہ و فیضان اس لئے ہوتا ہے کہ نفس تربیت بدن کی الجھنوں سے آزاد اور مادی علائق سے الگ ہوتا ہے جس کی وجہ سے بہت سی ایسی پوشیدہ حقیقتوں کا مشاہدہ کرتا ہے جن کے دیکھنے سے حجاب عنصری مانع ہوتا ہے یونہی وہ نفوس کاملہ جو ضبۂ مادی سے بے اعتنا و قلب و روح کی پوری توجہ سے افاضہ علمی کے مرکز سے رجوع ہوتے ہیں ان پر وہ حقائق و بواطن منکشف ہوجاتے ہیں جنہیں ظاہری آنکھیں دیکھنے سے عاجز و قاصر ہوتی ہیں۔ لہٰذا اہل بیت کی روحانی عظمت کے پیش نظر اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں کہ وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں سے آگاہ ہوسکیں۔ چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے کہ

و اذكانت الكرامة تقع لغيرهم فما ظنك بهم علما ودينا و أثار امن النبوة وعناية

جبکہ کرامات کا ظہور اوروں سے ہوسکتا ہے تو ان ہستیوں کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے کہ جو علم و دیانت کے



من الله بالاصل الكريم تشهد الفروعه الطيبه وقد ينقل بين اهل البيت كثيرًا من هذا الكلام غير منسوب الى احد۔
(مقدمه ابن خلدون ص ۲۳۴)

لحاظ سے ممتاز اور نبوت کی نشانیوں کے آئینہ دار تھے اور اس بزرگ اصل (رسولؐ) پر جو نظر توجہ باری تھی وہ اس کی پاکیزہ شاخوں کے کمالات پر شاہد ہے۔ چنانچہ اُمورِ غیب کے متعلق اہل بیتؑ سے بہت سے واقعات نقل کئے جاتے ہیں جو کسی اور کی طرف منسوب نہیں کئے جاسکتے۔

اس صورت میں امیر المومنینؑ کے دعوے پر کوئی وجہ استعجاب نہیں جبکہ آپ پروردۂ آغوش رسالت و متعلم درس گاہ قدرت تھے۔ البتہ جن کا علم محسوسات کی حد سے آگے نہیں بڑھتا اور ان کے علم و ادراک کا وسیلہ صرف ظاہری حواس ہوتے ہیں وہ عرفان و حقیقت کی راہوں سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے اس قسم کے بالمغیبات سے انکار کردیتے ہیں۔ اگر اس قسم کا دعویٰ انوکھا ہوتا اور صرف آپ ہی سے سننے میں آیا ہوتا تو ہوسکتا تھا کہ اسے تسلیم کرنے میں دماغ پس و پیش کرتے طبیعتیں ہچکچاتیں مگر قرآن میں جب حضرت عیسیٰؑ کا یہ تک دعویٰ موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو، اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو، تو امیر المومنینؑ کے اس دعویٰ پر کیوں موجود ہے کہ میں تمہیں خبر دے سکتا ہوں کہ تم کیا کھاتے پیتے ہو، اور کیا گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو، تو امیر المومنینؑ کے اس دعویٰ پر کیوں پس و پیش کیا جاتا ہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ امیر المومنینؑ پیغمبرؐ کے تمام کمالات و خصوصیات کے وارث تھے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن چیزوں کو حضرت عیسیٰؑ جان سکتے تھے پیغمبر اکرمؐ ان سے بے خبر تھے تو پھر وارث علم پیغمبر اگر ایسا دعویٰ کرے تو اس سے انکار کیسا۔ جبکہ حضرت کی یہ علمی وسعت پیغمبر کے علم و کمال کی ایک بہترین حجت و دلیل اور اُن کی صداقت کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ امر حیرت انگیز ہے کہ وہ حالات پر مطلع ہونے کے باوجود اپنے کسی قول و عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ وہ انہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ اس دعویٰ کی غیر معمولی عظمت و اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن عجائب هٰذا القول ان علی ابن ابی طالب مع علمه بتفصيل الا حوال يسير فی النّاس بِالمقال و الفعال سيرة من لا يعتقد من يراه انهٗ عارف ببواطن تلك الاعمال و الافعال والاقوال وقد عرف العقلاء ان كل من عرف واطلع علےٰ مايتجدد من حركة مّن حركات نفسه اوحركات من يصحبه اويطلع علےٰ اسرار الناس فانه يظهر علےٰ وجهه وفعله اثر علمه بذلك وان من يعلم ويكون كمن لا يعلم فانه من

اس دعویٰ کا حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ باوجود اس کے کہ امیر المومنینؑ احوال و وقائع سے باخبر تھے پھر بھی قول و عمل کے لحاظ سے ایسی روش اختیار کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا یہ ماننے کے لئے تیار ہوسکتا تھا کہ آپ دوسروں کی پوشیدہ باتوں اور مخفی کاموں پر مطلع ہوں گے کیونکہ عقلاً کو یہ اعتراف ہے کہ جس کو یہ معلوم ہو کہ اس سے کونسا عمل ظہور پذیر ہونے والا ہے یا اس کا ساتھی کیا قدم اٹھانے والا ہے یا لوگوں کے چھپے ہوئے بھید اس کی نظر میں ہوں تو اس علم کے اثرات اس کے چہرے کے خط و خال اور اس کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہونے لگتے ہیں اور جو شخص جاننے بوجھنے کے باوجود اس طرح

الایات الباهرات والجمع بین الاضداد المشکلات۔ (طرائف ص ۴۲۲)

رہے سہے کہ گویا وہ بے خبر ہے اور کچھ نہیں جانتا تو اس کی شخصیت ایک معجزہ اور متضاد چیزوں کا مجموعہ ہوگی۔

اس موقعہ پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنے باطنی علم کے مقتضیات پر عمل کیوں نہ کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ احکام شریعت کی بنیاد ظاہری اسباب پر ہے، چنانچہ قاضی کو اگر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فریق حق بجانب ہے اور فلاں باطل پر ہے تو وہ اپنے علم پر بنا کرتے ہوئے فریق اول کے حق میں فیصلہ نہیں کرے گا، بلکہ کسی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے جو شرعی اور متعارف طریقے ہیں انہیں پر چلے گا اور ان سے جو نتیجہ نکلے گا اُسی کا پابند ہوگا مثلاً قاضی کو اگر خواب مکاشفہ یا فراست سے یہ علم ہو جائے کہ زید نے عمرو کی دیوار گرائی ہے تو اُسے یہ حق نہیں پہنچتا، کہ وہ اپنے اس علم کے مطابق فیصلہ کرے بلکہ وہ یہ دیکھے گا کہ بینہ شہادت کی رو سے اس پر جرم عائد ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ان ظاہری طریق سے جرم ثابت نہ ہوگا تو اُسے مجرم نہ قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ اسے اپنے مقام پر اس کے مجرم ہونے کا یقین ہو۔ اس کے علاوہ انبیاء و اولیاء اپنے علم باطنی پر بنا کرتے ہوئے عملدرآمد کرتے تو یہ امر اختلال و انتشار امت کا باعث ہو جاتا مثلاً اگر کوئی نبی یا ولی اپنے علم باطنی کی وجہ سے کسی واجب القتل کو قتل کی سزا دے تو یہ دیکھنے والوں میں ایک اضطراب و ہیجان پیدا ہو جائے کہ اس نے ناحق ایک شخص کو قتل کر دیا ہے اسی لئے قدرت نے خاص موارد کے علاوہ علم باطنی پر بنا کر کے نتائج مرتب کرنے کی اجازت نہیں دی اور صرف ظواہر کا پابند بنایا ہے۔ چنانچہ پیغمبر بعض منافقین کے نفاق سے آگاہ ہونے کے باوجود اُن سے وہی رویہ رکھتے تھے جو ایک مسلمان کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

اب اس اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ کہا جائے کہ اگر وہ پوشیدہ چیزوں کو جانتے تھے تو اس کے مطابق عمل کیوں نہ کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ علم باطنی کے مقتضیات پر عمل پیرا ہونے کے لئے مامور ہی نہ تھے البتہ پند و موعظت اور انداز و بشارت کے لئے جہاں حالات و مقتضیات ہوتے تھے بعض امور کو ظاہر کر دیتے تھے تاکہ پیش آئندہ واقعات کی پیش بندی کی جا سکے جیسا کہ امام جعفر صادق سلام اللہ علیہ نے یحییٰ ابن زید کو مطلع کر دیا کہ وہ اگر نکلے تو قتل کر دیئے جائیں گے چنانچہ ابن خلدون نے تحریر کیا ہے۔

وقد صح عنه انه کان یحذر بعض قرابته بوقائع تکون لهم فتصح کما یقول وقد حذر یحییٰ ابن عمه زید من مصرعه و عصی فخرج وقتل بالجوزجان۔

(مقدمه ابن خلدون ص ۲۴۳)

امام جعفر صادق سے صحیح طریقہ پر وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے بعض عزیزوں کو پیش آنیوالے حادثوں سے آگاہ کر دیتے تھے اور وہ اسی طرح ہو کر رہتے تھے جس طرح آپ فرما دیتے تھے چنانچہ آپ نے اپنے ابن عم یحییٰ ابن زید کو قتل ہو جانے سے متنبہ کیا مگر وہ آپکے حکم سے سرتابی کرتے ہوئے چل دیئے اور جوزجان میں قتل کر دیئے گئے۔

البتہ جہاں ذہنوں میں تشویش پیدا ہونی کا اندیشہ ہوتا تھا وہاں اس کا اظہار تک نہ کیا جاتا تھا چنانچہ اس خطبہ میں حضرت نے اس اندیشہ کے پیش نظر کہ ان کو رسول کی منزل سے بھی بالاتر سمجھنے لگیں گے زیادہ تفصیل سے کام نہیں لیا۔ لیکن اس کے باوجود جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لوگ بھٹک گئے اور انہیں ابن اللہ کہنے لگے یونہی حضرت کے متعلق "بعض"، بعض کج فہم کچھ کا کچھ کہنے لگے اور غلو کی حد تک پہنچ کر گمراہ ہو گئے۔



# خطبہ ۱۷۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اِنْتَفِعُوْا بِبَيَانِ اللهِ، وَاتَّعِظُوْا بِمَوَاعِظِ اللهِ، وَاقْبَلُوْا نَصِيْحَةَ اللهِ - فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَعْذَرَ اِلَيْكُمْ بِالْجَلِيَّةِ وَاَخَذَ عَلَيْكُمُ الْحُجَّةَ وَبَيَّنَ لَكُمْ مَحَآبَّهٗ مِنَ الْاَعْمَالِ وَمَكَارِهَهٗ مِنْهَا لِتَتَّبِعُوْا هٰذِهٖ وَتَجْتَنِبُوْا هٰذِهٖ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ: اِنَّ الْجَنَّةَ حُفَّتْ بِالْمَكَارِهِ وَاِنَّ النَّارَ حُفَّتْ بِالشَّهَوَاتِ۔" وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَا مِنْ طَاعَةِ اللهِ شَيْءٌ اِلَّا يَأْتِيْ فِيْ كُرْهٍ وَمَا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ شَيْءٌ اِلَّا يَأْتِيْ فِيْ شَهْوَةٍ۔ فَرَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا نَزَعَ عَنْ شَهْوَتِهٖ۔ وَقَمَعَ هَوٰى نَفْسِهٖ، فَاِنَّ هٰذِهِ النَّفْسَ اَبْعَدُ شَيْءٍ مَنْزَعًا وَاِنَّهَا لَا تَزَالُ تَنْزِعُ اِلٰى مَعْصِيَةٍ فِيْ هَوًى۔ وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللهِ اَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يُمْسِيْ وَلَا يُصْبِحُ اِلَّا وَنَفْسُهٗ ظَنُوْنٌ عِنْدَهٗ۔ فَلَا يَزَالُ زَارِيًا عَلَيْهَا وَمُسْتَزِيْدًا لَّهَا فَكُوْنُوْا كَالسَّابِقِيْنَ قَبْلَكُمْ وَالْمَاضِيْنَ اَمَامَكُمْ قَوَّضُوْا مِنَ الدُّنْيَا تَقْوِيْضَ الرَّاحِلِ وَطَوَوْهَا طَيَّ الْمَنَازِلِ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ هُوَ النَّاصِحُ الَّذِيْ لَا يَغُشُّ، وَالْهَادِي الَّذِيْ لَا يُضِلُّ، وَالْمُحَدِّثُ الَّذِيْ

خداوند عالم کے ارشادات سے فائدہ اٹھاؤ اور اس کے موعظوں سے نصیحت حاصل کرو اور اس کی نصیحتوں کو مانو کیونکہ اُس نے واضح دلیلوں سے تمہارے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں رکھی اور تم پر (پوری طرح) حجّت کو تمام کر دیا ہے اور اپنے پسندیدہ و ناپسند اعمال تم سے بیان کر دیئے ہیں تاکہ اچھے اعمال بجالاؤ اور بُرے کاموں سے بچو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اُس شخص پر رحمت کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا، کیونکہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجہ تک بڑھنے والا ہے اور وہ ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مومن (زندگی کے) صبح و شام میں اپنے نفس سے بدگمان رہتا ہے اور اس پر (کوتاہیوں) کا الزام لگاتا ہے اور اس سے (عبادتوں میں) اضافہ کا خواہش مند رہتا ہے۔ تم ان لوگوں کی طرح بنو کہ جو تم سے پہلے آگے بڑھ چکے ہیں اور تمہارے قبل اس راہ سے گزر چکے ہیں انہوں نے دنیا سے یوں اپنا رخت سفر باندھا جس طرح مسافر اپنا ڈیرا اٹھا لیتا ہے اور دنیا کو اس طرح طے کیا جس طرح (سفر کی) منزلوں کو یاد رکھو کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنے والا ہے جو فریب نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنے والا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا۔ جو بھی اس قرآن کا ہم نشین ہوا وہ ہدایت کو

لَا يَكْذِبُ۔ وَمَا جَالَسَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ اَحَدٌ اِلَّا قَامَ عَنْهُ بِزِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ: زِيَادَةٍ فِي هُدًى: اَوْنُقْصَانٍ مِنْ عَمًى۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ لَيْسَ عَلٰے اَحَدٍ[۴] بَعْدَالْقُرْاٰنِ مِنْ فَاقَةٍ، وَلَا لِاَحَدٍ قَبْلَ الْقُرْاٰنِ مِنْ غِنًى فَاسْتَشْفُوْهُ مِنْ اَدْوَائِكُمْ وَاسْتَعِيْنُوْا بِهٖ عَلٰے لَاْوَائِكُمْ، فَاِنَّ فِيْهِ شِفَآءً مِّنْ اَكْبَرِ الدَّآءِ وَهُوَ الْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ وَالْغَيُّ وَالضَّلَالُ۔ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ بِهٖ، وَتَوَجَّهُوْٓا اِلَيْهِ بِحُبِّهٖ، وَلَا تَسْاَلُوْا بِهٖ خَلْقَهٗ اِنَّهٗ مَا تَوَجَّهَ الْعِبَادُ اِلَى اللّٰهِ بِمِثْلِهٖ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ شَافِعٌ وَّمُشَفَّعٌ، وَّقَآئِلٌ وَّ مُصَدَّقٌ وَّاَنَّهٗ مَنْ شَفَعَ لَهُ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شُفِّعَ فِيْهِ، وَمَنْ مَحَلَ بِهِ الْقُرْاٰنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُدِّقَ عَلَيْهِ فَاِنَّهٗ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلَا اِنَّ كُلَّ حَارِثٍ مُبْتَلًى فِيْ حَرْثِهٖ وَعَاقِبَةِ عَمَلِهٖ غَيْرَ حَرَثَةِ الْقُرْاٰنِ، فَكُوْنُوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ۔ وَاسْتَدِلُّوْا مِنْ حَرَثَتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ۔ وَاسْتَدِلُّوْهُ عَلٰے رَبِّكُمْ، وَاسْتَنْصِحُوْهُ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَاتَّهِمُوْا عَلَيْهِ اٰرَآئَكُمْ وَاسْتَغِشُّوْا فِيْهِ اَهْوَآءَكُمْ اَلْعَمَلَ الْعَمَلَ، ثُمَّ النِّهَايَةَ النِّهَايَةَ۔ وَالْاِسْتِقَامَةَ الْاِسْتِقَامَةَ، ثُمَّ الصَّبْرَ الصَّبْرَ، وَالْوَرَعَ الْوَرَعَ۔ اِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً

بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اس سے الگ ہوا۔ جان لو کہ کسی کو قرآن (کے تعلیمات) کے بعد (کسی اور لائحہ عمل کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے (کچھ سیکھنے) سے پہلے اس سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اپنی مصیبتوں پر اس سے مدد مانگو۔ اس میں سفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی مرضوں کی شفا پائی جاتی ہے اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی شفا پائی جاتی ہے اس کے وسیلہ سے اللہ سے مانگو اور اس کی دوستی کو لئے ہوئے اس کا رخ کرو اور اسے لوگوں سے مانگنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ یقیناً بندوں کے لئے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن ایسا شفاعت کرنے والا ہے جس کی شفاعت مقبول اور ایسا کلام کرنے والا ہے (جس کی ہر بات) تصدیق شدہ ہے۔ قیامت کے دن جس کی یہ شفاعت کرے گا، وہ اس کے حق میں مانی جائیں گی اور اُس روز جس کے عیوب بتائے گا تو اس کی بارے میں بھی اس کے قول کی تصدیق کی جائے گی۔ قیامت کے دن ایک ندا دینے والا پکار کر کہے گا کہ دیکھو قرآن کی کھیتی بونے والوں کے علاوہ ہر بونے والا اپنی کھیتی اور اپنے اعمال کے نتیجہ میں مبتلا ہے۔ لہٰذا تم قرآن کی کھیتی بونے والے اور اس کے پیروکار بنو، اور اپنے پروردگار تک پہنچنے کے لئے اُس سے پند و نصیحت چاہو اور اس کے مقابلہ میں اپنی خواہشوں کو غلط و فریب خوردہ سمجھو۔ عمل کرو۔ عمل کرو اور عاقبت و انجام کو دیکھو، استوار و برقرار رہو، پھر یہ کہ صبر کرو، تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو، تمہارے لئے ایک منزل منتہا ہے اپنے کو وہاں تک پہنچاؤ، اور تمہارے لئے ایک نشان ہے اس سے ہدایت حاصل کرو۔ اسلام کی ایک حد ہے، تم اس حد



فَانْتَهُوْٓا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ وَاِنَّ لَكُمْ عَلَمًا فَاهْتَدُوْا بِعَلَمِكُمْ۔ وَاِنَّ لَكُمْ عَلَمًا فَاهْتَدُوْا بِعَلَمِكُمْ۔ وَاِنَّ لِلْاِسْلَامِ غَايَةً فَانْتَهُوْٓا اِلٰى غَايَتِهٖ۔ وَاخْرُجُوْٓا اِلَى اللّٰهِ بِمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَقِّهٖ وَبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ وَّظَائِفِهٖ۔ اَنَا شَاهِدٌ لَّكُمْ وَحَجِيْجٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَنْكُمْ۔

اَلَا وَاِنَّ الْقَدَرَ السَّابِقَ قَدْ وَقَعَ، وَالْقَضَآءَ الْمَاضِيَ قَدْ تَوَرَّدَ وَاِنِّيْ مُتَكَلِّمٌ بِعِدَةِ اللّٰهِ وَحُجَّتِهٖ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔" وَقَدْ قُلْتُمْ رَبُّنَا اللّٰهُ، فَاسْتَقِيْمُوْا عَلٰى كِتَابِهٖ، وَعَلٰى مِنْهَاجِ اَمْرِهٖ۔ وَعَلَى الطَّرِيْقَةِ الصَّالِحَةِ مِنْ عِبَادَتِهٖ۔ ثُمَّ لَا تَمْرُقُوْا مِنْهَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا وَلَا تَبْتَدِعُوْا فِيْهَا وَلَا تُخَالِفُوْا عَنْهَا۔ فَاِنَّ اَهْلَ الْمُرُوْقِ مُنْقَطَعٌ بِهِمْ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ ثُمَّ اِيَّاكُمْ وَتَهْزِيْعَ الْاَخْلَاقِ وَتَصْرِيْفَهَا۔ وَاجْعَلُوا اللِّسَانَ وَاحِدًا۔ وَلْيَخْزُنِ الرَّجُلُ لِسَانَهٗ۔ فَاِنَّ هٰذَا اللِّسَانَ جَمُوْحٌ بِصَاحِبِهٖ وَاللّٰهِ مَا اَرٰى عَبْدًا يَتَّقِيْ تَقْوٰى تَنْفَعُهٗ حَتّٰى يَخْزُنَ لِسَانَهٗ۔ وَاِنَّ لِسَانَ الْمُؤْمِنِ مِنْ وَّرَآءِ قَلْبِهٖ۔ وَاِنَّ قَلْبَ

وانتہا تک پہنچو۔ اللہ نے جن حقوق کی ادائیگی کو تم پر فرض کیا ہے اور جن فرائض کو تم سے بیان کیا ہے انہیں ادا کر کے اُس سے عہدہ برآ ہو جاؤ میں تمہارے اعمال کا گواہ اور قیامت کے دن تمہاری طرف سے حجت پیش کرنے والا ہوں۔ دیکھو! جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا اور جو فیصلہ خداوندی تھا وہ سامنے آ گیا۔ میں الٰہی وعدہ و برہان کی رو سے کلام کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بیشک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدہ) پر جمے رہے۔ ان پر فرشتے اُترتے ہیں اور (یہ کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو۔ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اب تمہارا قول تو یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقہ پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل کر نہ بھاگو، اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ (کی رحمت) سے جدا ہونے والے ہیں۔ پھر یہ کہ تم اپنے اخلاق و اطوار کو پلٹنے اور انہیں ادلنے بدلنے سے پرہیز کرو۔ دو رخی اور متلون مزاجی سے بچتے رہو، اور ایک زبان رکھو۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ اس لئے کہ یہ اپنے مالک سے منہ زوری کرنے والی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی پرہیز گار کو نہیں دیکھا کہ تقویٰ اس کے لئے مفید ثابت ہوا ہو۔ جب تک کہ اس نے اپنی زبان کی حفاظت نہ کی ہو۔ بے شک مومن کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور منافق کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہے۔ کیونکہ مومن جب کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے دل میں سوچ لیتا ہے اور اگر وہ اچھی بات ہوتی ہے تو اُسے ظاہر کرتا ہے اور اگر بُری ہوتی ہے تو اُسے پوشیدہ ہی رہنے دیتا ہے

الْمُنَافِقِ مِنْ وَّرَآءِ لِسَانِهٖ اَنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَآ اَرَادَ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِكَلَامٍ تَدَبَّرَهٗ فِيْ نَفْسِهٖ، فَاِنْ كَانَ خَيْرًا اَبْدَاهُ، وَاِنْ كَانَ شَرًّا وَّارَاهُ وَاِنَّ الْمُنَافِقَ يَتَكَلَّمُ بِمَآ أَتٰى عَلٰى لِسَانِهٖ لَا يَدْرِيْ مَاذَالَهٗ وَمَا ذَا عَلَيْهِ وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ "لَا يَسْتَقِيْمُ اِيْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ قَلْبُهٗ۔ وَلَا يَسْتَقِيْمُ قَلْبُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ لِسَانُهٗ۔" فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ وَهُوَ نَقِيُّ الرَّاحَةِ مِنْ دِمَآءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ اَمْوَالِهِمْ، سَلِيْمُ اللِّسَانِ مِنْ اِعْرَاضِهِمْ فَلْيَفْعَلْ۔ وَاعْلَمُوْا عِبَادَاللّٰهِ اَنَّ الْمُؤْمِنَ يَسْتَحِلُّ الْعَامَ مَا اسْتَحَلَّ عَامًا اَوَّلَ، وَيُحَرِّمُ الْعَامَ مَاحَرَّمَ عَامًا اَوَّلَ وَاِنَّ مَا اَحْدَثَ النَّاسُ لَا يُحِلُّ لَكُمْ شَيْئًا مِّمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ وَلٰكِنِ الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ، فَقَدْ جَرَّبْتُمُ الْاُمُوْرَ وَضَرَّسْتُمُوْهَا وَوُعِظْتُمْ بِمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَضُرِبَتِ لَكُمُ الْاَمْثَالُ وَدُعِيْتُمْ اِلَى الْاَمْرِ الْوَاضِحِ، فَلَا يَصَمُّ عَنْ ذٰلِكَ اِلَّا اَصَمُّ، وَلَا يَعْمٰى عَنْ ذَالِكَ اِلَّا اَصَمُّ، وَلَا يَعْمٰى عَنْ ذَالِكَ اِلَّا اَعْمٰى وَمَنْ لَّمْ يَنْفَعْهُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ وَالتَّجَارِبِ لَمْ يَنْتَفِعْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْعِظَةِ وَاَتَاهُ التَّقْصِيْرُ مِنْ

اورمنافق کی زبان پر جو آتا ہے کہہ گزرتا ہے اسے یہ کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی بات اس کے حق میں ہے اور کون سی بات مضر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کا ایمان اُس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو۔ لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک وصاف اور اس کی زبان ان کی آبرو ریزی سے محفوظ رہے تو اُسے ایسا ہی کرنا چاہئے خدا کے بندو! یاد رکھو کہ مومن اس سال بھی اسی چیز کو حلال سمجھتا ہے جسے پارسال حلال سمجھ چکا ہے اور اس سال بھی اسی چیز کو حرام کہتا ہے جسے گذشتہ سال حرام کہہ چکا ہے اور یاد رکھو! کہ لوگوں کی پیدا کی ہوئی بدعتیں ان چیزوں کو جو خدا کی طرف سے حرام ہیں حلال نہیں کرسکتیں، بلکہ حلال وہ ہے جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔ تم تمام چیزوں کو تجربہ وآزمائش سے پرکھ چکے ہو اور پہلے لوگوں سے تمہیں پند و نصیحت بھی کی جاچکی ہے اور (حق و باطل) کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کی جاچکی ہیں اور واضح حقیقتوں کی طرف تمہیں دعوت دی جاچکی ہے۔ اب اس آواز کے سننے سے قاصر وہی ہوسکتا ہے جو واقعی بہرا ہو اور اس کے دیکھنے سے معذور وہی سمجھا جاسکتا ہے جو اندھا ہو اور جسے اللہ کی آزمائشوں اور تجربوں سے فائدہ نہ پہنچے وہ کسی پند و نصیحت سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اسے زیاں کاریاں ہی درپیش ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ بُری باتوں کو اچھا اور اچھی باتوں کو بُرا سمجھے گا۔ چونکہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شریعت کے پیروکار اور دوسرے بدعت ساز



اَمَامِهٖ حَتّٰى يَعْرِفَ مَا اَنْكَرَ، وَيُنْكِرَ مَا عَرَفَ فَاِنَّ النَّاسَ رَجُلَانِ مُتَّبِعٌ شِرْعَةً وَمُبْتَدِعٌ بِدْعَةً لَيْسَ مَعَهٗ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ بُرْهَانُ سُنَّةٍ وَلَا ضِيَآءُ بُرْهَانٍ سُنَّةٍ وَلَا ضِيَآءُ حُجَّةٍ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يَعِظْ اَحَدًا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ، فَاِنَّهٗ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ وَسَبَبُهُ الْاَمِيْنُ، وَفِيْهِ رَبِيْعُ الْقَلْبِ وَيَنَابِيْعُ الْعِلْمِ وَمَا لِلْقَلْبِ جِلَاءٌ غَيْرُهٗ، مَعَ اَنَّهٗ قَدْ ذَهَبَ الْمُتَذَكِّرُوْنَ وَبَقِيَ النَّاسُوْنَ اَوِالْمُتَنَاسُوْنَ فَاِذَا رَاَيْتُمْ خَيْرًا فَاَعِيْنُوْا عَلَيْهِ، وَاِذَا رَاَيْتُمْ شَرًّا فَاذْهَبُوْا عَنْهُ فَاِنَّ رَسُوْلَ يَا ابْنَ اٰدَمَ اعْمَلِ الْخَيْرَ وَدَعِ الشَّرَّ فَاِذَا اَنْتَ جَوَادٌ قَاصِدٌ" اَلَا وَاِنَّ الظُّلْمَ ثَلٰثَةٌ فَظُلْمٌ لَا يُغْفَرُ وَظُلْمٌ لَا يُتْرَكُ وَظُلْمٌ مَغْفُوْرٌ لَا يُطْلَبُ ، فَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِيْ لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ۔" وَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِيْ يُغْفَرُ فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ عِنْدَ بَعْضِ الْهَنَاتِ وَاَمَّا الظُّلْمُ الَّذِيْ لَا يُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا۔ اَلْقِصَاصُ هُنَاكَ شَدِيْدٌ لَيْسَ هُوَجَرْحًا بِالْمُدٰى وَلَا ضَرْبًا بِالسِّيَاطِ، وَلٰكِنَّهٗ مَا يُسْتَصْغَرُ ذَالِكَ مَعَهٗ، فَاِيَّاكُمْ وَالتَّلَوُّنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ فَاِنَّ جَمَاعَةً فِيْمَا تَكْرَهُوْنَ مِنَ الْحَقِّ خَيْرٌ مِّنْ فُرْقَةٍ فِيْمَا تُحِبُّوْنَ مِنَ الْبَاطِلِ وَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَمْ يُعْطِ

کے جن کے پاس نہ سنّتِ پیغمبر کی کوئی سند ہوتی ہے اور نہ دلیل و برہان کی روشنی۔ بلاشبہ اللہ سبحانہٗ نے کسی کو ایسی نصیحت نہیں کی جو اس قرآن کے مانند ہو کیوں کہ یہ اللہ کی مضبوط رسی اور امانتدار وسیلہ ہے۔ اسی میں دل کی بہار اور علم کے سرچشمے ہیں اور اسی سے (آئینہ) قلب پر جلا ہوتی ہے۔ باوجودیکہ یاد رکھنے والے گزر گئے اور بھو جانے والے یا بھلاوے میں ڈالنے والے باقی رہ گئے ہیں۔ اب تمہارا کام یہ ہے کہ بھلائی کو دیکھو تو اُسے تقویت پہنچاؤ اور بُرائی کو دیکھو تو اس سے (دامن بچا کر) چل دو، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے فرزند آدمؑ! اچھے کام کرو اور برائیوں کو چھوڑ دے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو تو نیک چلن اور راست رو ہے۔ دیکھو! ظلم تین طرح کا ہوتا ہے ایک ظلم وہ جو بخشا نہیں جائے گا اور دوسرا ظلم وہ جس کا (مواخذہ) چھوڑا نہیں جائے گا، تیسرا وہ جو بخش دیا جائے گا اور اس کی باز پرس نہیں ہوگی۔ لیکن وہ ظلم جو بخشا نہیں جائے گا وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ خدا اس (گناہ) کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔ وہ ظلم جو بخش دیا جائے وہ ہے جو بندہ چھوٹے چھوٹے گناہوں کا مرتکب ہو کر اپنے نفس پر کرتا ہے اور وہ ظلم کہ جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا وہ بندوں کا ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کرنا ہے جس کا آخرت میں سخت بدلہ لیا جائے گا۔ وہ کوئی چھریوں سے کچوکے دینا اور کوڑوں سے مارنا نہیں ہے بلکہ ایک ایسا سخت عذاب ہے جس کے مقابلہ میں یہ چیزیں بہت ہی کم ہیں۔ دین خدا میں رنگ بدلنے سے بچو، کیونکہ تمہارا حق پر ایکا کرلینا جسے تم ناپسند کرتے ہو باطل راستوں پر جا کر بٹ جانے سے جو تمہارا محبوب مشغلہ ہے، بہتر ہے بے شک اللہ سبحانہٗ نے اگلوں

اَحَدًا بِفُرْقَةٍ خَيْرًا مِمَّنْ مَضٰى وَلَا مِمَّنْ بَقِيَ۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهٗ عَيْبُهٗ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ، وَطُوْبٰى لِمَنْ لَزِمَ بَيْتَهٗ وَاَكَلَ قُوْتَهٗ وَاشْتَغَلَ بِطَاعَةِ رَبِّهٖ، وَبَكٰى عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ فَكَانَ مِنْ نَفْسِهٖ فِيْ شُغُلٍ وَالنَّاسُ مِنْهُ فِيْ رَاحَةٍ۔

اور پچھلوں میں کسی کو متفرق اور پراگندہ ہو جانے سے کوئی بھلائی نہیں دی۔

اے لوگو! لائق مبارک باد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں اور قابل مبارک باد وہ شخص ہے جو اپنے گھر (کے گوشہ) میں بیٹھ جائے اور جو کھانا میسّر آجائے کھالے اور اپنے اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور اپنے گناہوں پر آنسو بہائے کہ اس طرح وہ بس اپنی ذات کی فکر میں رہے اور دوسرے لوگ اس سے آرام میں رہیں۔

## خطبہ ۱۷۵

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ مَعْنَى الْحَكَمَيْنِ

حکمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا۔

فَاَجْمَعَ رَاْيُ مَلَئِكُمْ عَلٰۤى اَنِ اخْتَارُوْا رَجُلَيْنِ فَاَخَذْنَا عَلَيْهِمَا اَنْ يُّجَعْجِعَا عِنْدَ الْقُرْاٰنِ، وَلَا يُجَاوِزَاهُ، وَتَكُوْنُ اَلْسِنَتُهُمَا مَعَهٗ وَقُلُوْبُهُمَا تَبَعَهٗ، فَتَاهَا عَنْهُ وَتَرَكَا الْحَقَّ وَهُمَا يُبْصِرَانِهٖ وَكَانَ الْجَوْرُ هَوَاهُمَا۔ وَالْاِعْوِجَاجُ رَاْيُهُمَا وَقَدْ سَبَقَ اسْتِثْنَاؤُنَا عَلَيْهِمَا فِي الْحُكْمِ بِالْعَدْلِ وَالْعَمَلِ بِالْحَقِّ سُوْءَ رَاْيِهِمَا وَاَجْوَرَ حُكْمِهِمَا، وَالثِّقَةُ فِيْۤ اَيْدِيْنَا لِاَنْفُسِنَا حِيْنَ خَالَفَا سَبِيْلَ الْحَقِّ وَاَتَيَا بِمَا لَا يُعْرَفُ مِنْ مَعْكُوْسِ الْحُكْمِ۔

تمہاری جماعت ہی نے دو شخصوں کے چن لینے کی رائے طے کی تھی۔ چنانچہ ہم نے ان دونوں سے یہ عہد لیا تھا، کہ وہ قرآن کے مطابق عمل کریں اور اس سے سرمو تجاوز نہ کریں اور ان کی زبانیں اس سے ہمنوا اور ان کے دل اس کے پیرو رہیں مگر وہ قرآن سے بھٹک گئے اور حق کو چھوڑ بیٹھے حالانکہ وہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ ظلم ان کی عین خواہش اور کجروی اُن کی روش تھی حالانکہ ہم نے پہلے ہی ان سے یہ ٹھہرا لیا تھا کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے اور حق پر عمل پیرا ہونے میں بدنیتی اور ناانصافی کو دخل نہ دیں گے۔ اب جب انہوں نے راہ حق سے انحراف کیا اور طے شدہ قرارداد کے برعکس حکم لگایا تو ہمارے ہاتھوں میں (ان کا فیصلہ ٹھکرا دینے کے لئے) ایک مضبوط دلیل (اور معقول وجہ) موجود ہے۔

## خطبہ ۱۷۶

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

خداوندِ عالم کو ایک حالت دوسری حالت سے سدِّ راہ نہیں ہوتی



لَا يَشْغَلُهٗ شَاْنٌ عَنْ شَاْنٍ وَلَا يُغَيِّرُهٗ زَمَانٌ وَلَا يَحْوِيْهِ مَكَانٌ وَلَا يَصِفُهٗ لِسَانٌ، لَا يَعْزُبُ عَنْهُ عَدَدُ قَطْرِ الْمَاءِ، وَلَا نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَلَا سَوَافِي الرِّيْحِ فِي الْهَوَاءِ وَلَا دَبِيْبِ النَّمْلِ عَلَى الصَّفَا۔ وَلَا مَقِيْلُ الذَّرِّ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ يَعْلَمُ مَسَاقِطَ الْاَوْرَاقِ، وَخَفِيَّ طَرْفِ الْاَحْدَاقِ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ غَيْرَ مَعْدُوْلٍ بِهٖ وَلَا مَشْكُوْكٍ فِيْهِ، وَلَا مَكْفُوْرٍ دِيْنُهٗ، وَلَا مَجْحُوْدٍ تَكْوِيْنُهٗ شَهَادَةَ مَنْ صَدَقَتْ نِيَّتُهٗ وَصَفَتْ دِخْلَتُهٗ، وَخَلَصَ يَقِيْنُهٗ وَثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ، وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الْمُجْتَبٰى مِنْ خَلَائِقِهٖ۔ وَالْمُعْتَامُ لِشَرْحِ حَقَائِقِهٖ وَالْمُخْتَصُّ بِعَقَائِلِ كَرَامَاتِهٖ، وَالْمُصْطَفٰى لِكَرَائِمِ رِسَالَاتِهٖ وَالْمُوْضَحَةُ بِهٖ اَشْرَاطُ الْهُدٰى، وَالْمَجْلُوُّ بِهٖ غِرْبِيْبُ الْعَمٰى۔

نہ زمانہ اس میں تبدیلی پیدا کرتا ہے، نہ کوئی جگہ اسے گھیرتی ہے اور نہ زبان اس کا وصف کر سکتی ہے۔ اس سے پانی کے قطروں اور آسمان کے ستاروں اور ہوا کے جھکڑوں کا شمار چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹیوں کے قیام کرنے کی جگہ کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ پتوں کے گرنے کی جگہوں اور آنکھوں کے چوری چھپے اشاروں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ اس کی ہستی میں کوئی شبہ نہ اس کے دین سے سرتابی ہو سکتی ہے اور نہ اس کی آفرینش سے انکار، اس شخص کی سی گواہی جس کی نیت سچی، باطن پاکیزہ، یقین (شبہوں سے) پاک اور اس کے (نیک اعمال کا) پلہ بھاری ہو، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے عبد اور رسول ہیں اور مخلوقات میں منتخب، بیان شریعت کے لئے برگزیدہ، گراں بہا بزرگیوں سے مخصوص، اور عمدہ پیغاموں (کے پہنچانے) کے لئے منتخب ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے ہدایت کے نشانات روشن کئے گئے اور گمراہی کی تیرگیوں کو چھانٹا گیا۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ الدُّنْيَا تَغُرُّ الْمُؤَمِّلَ لَهَا وَالْمُخْلِدَ اِلَيْهَا وَلَا تَنْفَسُ بِمَنْ نَافَسَ فِيْهَا، وَتَغْلِبُ مَنْ غَلَبَ عَلَيْهَا، وَاَيْمُ اللّٰهِ مَا كَانَ قَوْمٌ قَطُّ فِيْ غَضِّ نِعْمَةٍ مِنْ عَيْشٍ فَزَالَ عَنْهُمْ اِلَّا بِذُنُوْبٍ اجْتَرَحُوْهَا لِاَنَّ النَّاسَ حِيْنَ تَنْزِلُ بِهِمُ النِّقَمُ وَتَزُوْلُ عَنْهُمُ النِّعَمُ فَزِعُوْا اِلٰى

اے لوگو! جو شخص دنیا کی آرزوئیں کرتا ہے اور اس کی جانب کھنچتا ہے وہ اسے انجام کار فریب دیتی ہے اور جو اس کا خواہش مند ہوتا ہے اس سے بخل نہیں کرتی اور جو اس پر چھا جاتا ہے وہ اس پر قابو پالے گی۔ خدا کی قسم جن لوگوں کے پاس زندگی کی تر و تازہ و شاداب نعمتیں تھیں اور پھر ان کے ہاتھوں سے نکل گئیں اور یہ ان کے گناہوں کے مرتکب ہونے کی پاداش ہے کیونکہ اللہ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا اگر لوگ اس وقت کہ جب ان پر مصیبتیں ٹوٹ رہی ہوں اور نعمتیں ان سے زائل ہو رہی ہوں صدق نیت و رجوع قلب سے اپنے اللہ کی طرف متوجہ ہوں تو وہ برگشتہ ہو جانے والی نعمتوں کو پھر ان کی

رَبِّهِمْ بِصِدْقٍ مِنْ نِيَّاتِهِمْ كُلَّ شَارِدٍ، وَ أَصْلَحَ لَهُمْ كُلَّ فَاسِدٍ وَإِنِّي لَا أَخْشَى عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا فِي فَتْرَةٍ. وَقَدْ كَانَتْ أُمُورٌ مَضَتْ مِلْتُمْ فِيهَا مَيْلَةً كُنْتُمْ فِيهَا عِنْدِي غَيْرَ مَحْمُودِينَ وَلَئِنْ رُدَّ عَلَيْكُمْ أَمْرُكُمْ إِنَّكُمْ لَسُعَدَاءُ وَمَا عَلَيَّ إِلَّا الْجُهْدُ، وَ لَوْ أَشَاءُ أَنْ أَقُولَ لَقُلْتُ، عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ.

طرف پلٹا دے گا اور ہر خرابی کی اصلاح کر دے گا۔ مجھے تم سے یہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم جہالت و نادانی میں نہ پڑ جاؤ۔ کچھ واقعات ایسے ہو گزرے ہیں کہ جن میں تم نے نامناسب جذبات سے کام لیا۔ میرے نزدیک تم ان میں سراہنے کے قابل نہیں ہو۔ اگر تمہیں پہلی روش پر پھر لگا دیا جائے تو تم یقیناً نیک بخت و سعادت مند بن جاؤ گے۔ میرا کام تو صرف کوشش کرنا ہے اگر میں کچھ کہنا چاہوں تو البتہ یہی کہوں گا کہ خدا (تمہاری) گزشتہ لغزشوں سے درگزر کرے۔

## خطبہ ۱۷۷

### وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

وَقَدْ سَأَلَهُ ذِعْلَبُ الْيَمَانِيُّ فَقَالَ هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

أَفَأَعْبُدُ مَا لَا أَرَى؟ فَقَالَ: وَ كَيْفَ تَرَاهُ؟

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

لَا يَرَاهُ الْعُيُونُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِيَانِ وَلَكِنْ تُدْرِكُهُ الْقُلُوبُ بِحَقَائِقِ الْإِيمَانِ قَرِيبٌ مِنَ الْأَشْيَاءِ غَيْرُ مُلَامِسٍ بَعِيدٌ مِنْهَا غَيْرُ مُبَايِنٍ مُتَكَلِّمٌ لَا بِرَوِيَّةٍ، مُرِيدٌ لَا بِهِمَّةٍ صَانِعٌ لَا بِجَارِحَةٍ، لَطِيفٌ لَا يُوصَفُ بِالْخَفَاءِ بَصِيرٌ لَا يُوصَفُ بِالْحَاسَّةِ رَحِيمٌ لَا يُوصَفُ بِالرِّقَّةِ تَعْنُوا الْوُجُوهُ لِعَظَمَتِهِ، وَتَجِبُ الْقُلُوبُ مِنْ مَخَافَتِهِ.

ذعلب یمنی نے آپ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنینؑ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا میں اُس اللہ کی عبادت کرتا ہوں؟ جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔ اُس نے کہا آپ کیوں کر دیکھتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں اُسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں، بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں۔ وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں۔ وہ ہر شے سے دور ہے مگر الگ نہیں۔ وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء (کی مدد) کے بنانے والا ہے۔ وہ لطیف ہے لیکن پوشیدگی سے اُسے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بزرگ و برتر ہے مگر تند خوئی و بد خلقی کی صفت اس میں نہیں۔ وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اُسے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اُس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔



## خطبہ ۱۷۸

### وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي ذَمِّ أَصْحَابِهِ.

أَحْمَدُ اللَّهَ عَلَى مَا قَضَى مِنْ أَمْرٍ وَقَدَّرَ مِنْ فِعْلٍ وَعَلَى ابْتِلَائِي بِكُمْ أَيَّتُهَا الْفِرْقَةُ الَّتِي إِذَا أَمَرْتُ لَمْ تُطِعْ. وَإِذَا دَعَوْتُ لَمْ تُجِبْ إِنْ أُمْهِلْتُمْ خُضْتُمْ، وَإِنْ حُورِبْتُمْ خُرْتُمْ طَعَنْتُمْ، وَإِنْ أُجِئْتُمْ إِلَى مُشَاقَّةٍ نَكَصْتُمْ. لَا أَبَا لِغَيْرِكُمْ مَا تَنْتَظِرُونَ بِنَصْرِكُمْ، وَالْجِهَادِ عَلَى حَقِّكُمْ؟ الْمَوْتَ أَوِ الذُّلَّ لَكُمْ فَوَاللَّهِ لَئِنْ جَاءَ يَوْمِي، وَلَيَأْتِيَنِّي لَيُفَرِّقَنَّ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأَنَا لِصُحْبَتِكُمْ قَالٍ وَبِكُمْ غَيْرُ كَثِيرٍ. لِلَّهِ أَنْتُمْ أَمَا دِينٌ يَجْمَعُكُمْ؟ وَلَا حَمِيَّةٌ تَشْحَذُكُمْ أَوَلَيْسَ عَجَبًا أَنَّ مُعَاوِيَةَ يَدْعُو الْجُفَاةَ الطَّغَامَ فَيَتَّبِعُونَهُ عَلَى غَيْرِ مَعُونَةٍ وَ لَا عَطَاءٍ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ وَأَنْتُمْ تَرِيكَةُ الْإِسْلَامِ وَبَقِيَّةُ النَّاسِ إِلَى الْمَعُونَةِ وَطَائِفَةٍ مِنَ الْعَطَاءِ فَتَفَرَّقُونَ عَنِّي وَ تَخْتَلِفُونَ عَلَيَّ. إِنَّهُ لَا يَخْرُجُ إِلَيْكُمْ مِنْ أَمْرِي رِضًى فَتَرْضَوْنَهُ. وَلَا سَخَطٌ فَتَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ وَإِنَّ أَحَبَّ مَا أَنَا لَاقٍ إِلَيَّ الْمَوْتُ. قَدْ دَارَسْتُكُمْ

اپنے اصحاب کی مذمت میں فرمایا:

میں اللہ کی حمد و ثناء کرتا ہوں ہر اُس امر پر جس کا اُس نے فیصلہ کیا اور ہر اُس کام پر جو اُس کی تقدیر نے طے کیا ہو اور اس آزمائش پر جو تمہارے ہاتھوں اُس نے میری کی ہے۔ اے لوگو! کہ جنہیں کوئی حکم دیتا ہوں تو نافرمانی کرتے ہیں اور پکارتا ہوں تو میری آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ اگر تمہیں (جنگ سے) کچھ مہلت ملتی ہے تو ڈینگیں مارنے لگتے ہو اور اگر جنگ چھڑ جاتی ہے تو بزدلی دکھاتے ہو اور جب لوگ امام پر ایکا کر لیتے ہیں تو تم طعن و تشنیع کرنے لگتے ہو اور اگر تمہیں (جکڑ باندھ کر) جنگ کی طرف لایا جاتا ہے تو الٹے پیروں لوٹ جاتے ہو۔ تمہارے دشمنوں کا بُرا ہو۔ تم اب نصرت کے لئے آمادہ ہونے اور اپنے حق کے لئے جہاد کرنے میں کس چیز کے منتظر ہو۔ موت کے یا اپنی ذلت و رسوائی کے؟ خدا کی قسم! اگر میری موت کا دن آئے گا اور البتہ آ کر رہے گا تو وہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ درآنحالیکہ میں تمہاری ہم نشینی سے بیزار اور (تمہاری کثرت کے باوجود) اکیلا ہوں۔ اب تمہیں اللہ ہی اجر دے۔ کیا کوئی دین تمہیں ایک مرکز پر جمع نہیں کرتا اور غیرت تمہیں (دشمن کی روک تھام پر) آمادہ نہیں کرتی۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ معاویہ چند تند مزاج اوباشوں کو دعوت دیتا ہے اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اُس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے ہو، اور مخالفتیں کرتے ہو۔ حالانکہ تم اسلام کے رہے سہے افراد اور مسلمانوں کا بقیہ ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو۔ چاہے وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف میں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں ان میں سب سے زیادہ محبوب

الْكِتَابَ وَفَاتَحْتُكُمُ الْحِجَاجَ. وَعَرَّفْتُكُمْ مَا أَنْكَرْتُمْ وَسَوَّغْتُكُمْ مَا مَجَجْتُمْ لَوْ كَانَ الْأَعْمٰى يَلْحَظُ أَوِ النَّائِمُ يَسْتَيْقِظُ، وَأَقْرِبْ بِقَوْمٍ مِنَ الْجَهْلِ بِاللّٰهِ قَائِدُهُمْ مُعَاوِيَةُ وَمُؤَدِّبُهُمُ ابْنُ النَّابِغَةِ.

مجھے موت ہے، میں نے تمہیں قرآن کی تعلیم دی اور دلیل و برہان سے تمہارے درمیان فیصلے کئے اور ان چیزوں سے تمہیں روشناس کیا جنہیں تم نہیں جانتے تھے اور ان چیزوں کو تمہارے لئے خوشگوار بنایا جنہیں تم تھوک دیتے تھے کاش کہ اندھے کو کچھ نظر آئے اور سونے والا (خوابِ غفلت سے) بیدار ہو۔ وہ قوم اللہ (کے احکام) سے کتنی جاہل ہے کہ جس کا پیشرو معاویہ اور معلم نابغہ[1] کا بیٹا ہے۔

[1] ''نابغہ'' عمرو ابن عاص کی والدہ لیلیٰ غزیہ کا لقب ہے اسے بجائے باپ کے ماں کی طرف نسبت دینے کی وجہ اس کی عمومی شہرت ہے، چنانچہ جب اروی بنت حارث معاویہ کے ہاں گئیں تو دوران گفتگو عمرو ابن عاص کے ٹوکنے پر آپ نے اُس سے کہا۔

وانت يا ابن النابغة تتكلم وامك كانت اشهر امـــــرأة تغنى بمكة واخذهن اجرة ادعاك خمسة نفر من قريش فسئلت امك عنهم فقالت كلهم اتانى فانظروا اشبهم به فالحقوه به فغلب ليك شبه العاص ابن وائل فلحقت به۔

اے نابغہ کے بیٹے تم بھی بولنے کی جرأت کرتے ہو حالانکہ تمہاری ماں شہرہ آفاق اور مکہ میں گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی اور اُجرت لیتی تھی۔ چنانچہ تمہارے متعلق پانچ آدمیوں نے دعویٰ کیا اور جب تمہاری ماں سے دریافت کیا گیا تو اُس نے کہا کہ ہاں یہ پانچوں آدمی میرے پاس آئے تھے لہٰذا جس سے یہ مشابہہ ہو اس کا اسے بیٹا قرار دے لو تو تم عاص ابن وائل سے زیادہ مشابہ نظر آئے جسکی وجہ سے تم اسکے بیٹے کہلانے لگے۔ وہ پانچ آدمی یہ ہیں۔ عاص ابن وائل، ابو لہب، امیہ ابن خلف، ہشام ابن مغیرہ، ابوسفیان ابن حرب۔

## خطبہ ۱۷۹

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ أَرْسَلَ رَجُلًا مِّنْ أَصْحَابِهٖ يَعْلَمُ لَهٗ عِلْمَ أَحْوَالِ قَوْمٍ مِنْ جُنْدِ الْكُوفَةِ قَدْ هَمُّوْا بِاللِّحَاقِ بِالْخَوَارِجِ وَكَانُوْا عَلٰى خَوْفٍ مِنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَلَمَّا عَادَ إِلَيْهِ الرَّجُلُ قَالَ لَهٗ: أَأَمِنُوْا فَقَطَنُوْا أَمْ جَبَنُوْا فَظَعَنُوْا؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ ظَعَنُوْا يَا أَمِيْرَ

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو سپاہ کوفہ کی ایک جماعت کی خبر لانے کے لئے بھیجا جو خارجیوں سے منضم ہونے کا تہیہ کئے بیٹھی تھی، لیکن حضرت سے خائف تھی۔ چنانچہ جب وہ شخص پلٹ کر آیا تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا وہ مطمئن ہو کر ٹھہر گئے ہیں یا کمزوری و بزدلی دکھاتے ہوئے چل دیئے ہیں۔ اس نے کہا یا امیر المومنینؑ وہ تو چلے گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا، انہیں قوم ثمود کی طرح



الْمُؤْمِنِيْنَ: فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: بُعْدًا لَّهُمْ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ. أَمَا لَوْ أُشْرِعَتِ الْأَسِنَّةُ إِلَيْهِمْ وَصُبَّتِ السُّيُوْفُ عَلٰى هَامَاتِهِمْ، لَقَدْ نَدِمُوْا عَلٰى مَا كَانَ مِنْهُمْ أَنَّ الشَّيْطَانَ الْيَوْمَ قَدِ اسْتَفَلَّهُمْ وَهُوَ غَدًا مُتَبَرِّئٌ مِنْهُمْ وَمُتَخَلٍّ عَنْهُمْ فَحَسْبُهُمْ بِخُرُوْجِهِمْ مِنَ الْهُدٰى وَارْتِكَاسِهِمْ فِي الضَّلَالِ وَالْعَمٰى وَصَدِّهِمْ عَنِ الْحَقِّ وَجِمَاحِهِمْ فِي التِّيْهِ.

خدا کی رحمت سے دور ہو۔ دیکھنا جب نیزوں کے رخ اُن کی طرف سیدھے ہوں گے اور تلواروں (کے وار) ان کی کھوپڑیوں پر پڑیں گے تو اپنے کئے پر پچھتائیں گے، آج تو شیطان نے انہیں تتر بتر کر دیا ہے اور کل ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوا ان سے الگ ہو جائے گا۔ ان کا ہدایت سے نکل جانا، گمراہی و ضلالت میں جا پڑنا حق سے منہ پھیر لینا اور ضلالتوں میں منہ زوریاں دکھانا ہی ان کے (مستحق عذاب) ہونے کے لئے کافی ہے۔

[1] قبیلہ بنی ناجیہ کا ایک شخص خریت ابن راشد جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے ساتھ شریک تھا مگر تحکیم کے بعد بغاوت پر اُتر آیا اور تیس آدمیوں کے ہمراہ حضرت کے سامنے آ کر کہنے لگا واللہ لا اطیع امرک ولا اصلی خلفک وانی غدا لمفارق لک خدا کی قسم! نہ میں آپ کا کوئی حکم مانوں گا نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا اور کل آپ سے الگ ہو جاؤں گا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ تمہیں پہلے اس تحکیم کے وجوہ پر غور کرنا چاہئے اور اس سلسلہ میں مجھ سے بات چیت کرنا چاہئے۔ اگر تمہارا اطمینان نہ ہو تو پھر جو چاہو کرو، اُس نے کہا کہ میں کل آؤں گا اور اس کے متعلق گفتگو کروں گا۔ حضرت نے فرمایا: کہ دیکھو یہاں سے جا کر دوسروں کے بہکانے میں نہ آ جانا اور کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کرنا۔ اگر تم سمجھنا چاہو گے تو میں تمہیں اس ٹیڑھی راہ سے ہٹا کر شاہراہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ اس گفتگو کے بعد وہ واپس ہو گیا۔ مگر اس کے تیور اس امر کے غماز تھے کہ وہ بغاوت پر تلا بیٹھا ہے اور کسی طرح سمجھانے سے نہیں سمجھے گا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ وہ معاملہ فہمی کے بجائے اپنی بات پر اڑ گیا اور اپنی منزل پر پہنچ کر اپنے قبیلہ والوں سے کہا کہ جب ہم نے امیر المومنینؑ سے الگ ہونے کا تہیہ کر لیا ہے تو ان کے پاس جانے کی کوئی ضرورت نہیں اور ہمیں جو قدم اٹھانا ہے اٹھا لینا چاہئے۔ اس موقعہ پر عبداللہ بن قعین ازدی بھی ان کی ٹوہ لگانے کے لئے ان کے ہاں پہنچ گئے۔ جب انہوں نے یہ رنگ دیکھا تو مدرک ابن ریان ناجی سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ اور اس بغاوت کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ اپنے پورے قبیلہ کے لئے تباہی کا باعث بن جائے جس پر مدرک نے اطمینان دلایا کہ اسے کوئی غلط قدم نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ چنانچہ عبداللہ مطمئن ہو کر واپس پلٹ آئے اور دوسرے دن امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام کیفیت سے آپ کو مطلع کیا جس پر حضرت نے فرمایا کہ دیکھیں اس کے آنے پر کیا صورت ہوتی ہے۔ لیکن مقررہ وقت گزرنے کے بعد جب وہ نہ آیا تو حضرت نے عبداللہ سے فرمایا کہ تم جا کر دیکھو کہ کیا بات ہے اور اس تاخیر کا کیا سبب ہے۔ جب عبداللہ وہاں پہنچے تو وہ سب جا چکے تھے، پلٹ کر امیر المومنینؑ کے پاس آئے تو حضرت نے اس موقعہ پر یہ کلام فرمایا۔

خریت ابن راشد اور اس کی جماعت کا جو حشر ہوا وہ خطبہ نمبر ۴۴ کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔

# خطبہ ۱۸۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رُوِيَ عَنْ نَوْفِ الْبَكَالِيِّ قَالَ خَطَبَنَا هٰذِهِ الْخُطْبَةَ بِالْكُوفَةِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ قَائِمٌ عَلٰى حِجَارَةٍ نَصَبَهَا لَهُ جَعْدَةُ بْنُ هُبَيْرَةَ الْمَخْزُوْمِيُّ، وَعَلَيْهِ مِدْرَعَةٌ مِنْ صُوْفٍ وَحَمَائِلُ سَيْفِهِ لِيْفٌ وَفِيْ رِجْلَيْهِ نَعْلَانِ مِنْ لِيْفٍ، وَكَاَنَّ جَبِيْنَهُ ثَفِنَةُ بَعِيْرٍ۔ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ مَصَآئِرُ الْخَلْقِ، وَعَوَاقِبُ الْاَمْرِ۔ نَحْمَدُهُ عَلٰى عَظِيْمِ اِحْسَانِهِ وَنَيِّرِ بُرْهَانِهِ، وَنَوَامِيْ فَضْلِهِ وَامْتِنَانِهِ، حَمْدًا يَكُوْنُ لِحَقِّهِ قَضَآءً وَلِشُكْرِهِ أَدَاءً وَاِلٰى ثَوَابِهِ مُقَرِّبًا وَلِحُسْنِ مَزِيْدِهِ مُوْجِبًا وَ نَسْتَعِيْنُ بِهِ اسْتِعَانَةَ رَاجٍ لِفَضْلِهِ مُؤَمِّلٍ لِنَفْعِهِ وَاثِقٍ بِدَفْعِهِ مُعْتَرِفٍ لَّهُ بِالطَّوْلِ۔ مُذْعِنٍ لَّهُ بِالْعَمَلِ وَالْقَوْلِ وَنُؤْمِنُ بِهِ اِيْمَانَ مَنْ رَجَاهُ مُوْقِنًا، وَاَنَابَ اِلَيْهِ مُؤْمِنًا وَخَنَعَ لَهُ مُذْعِنًا وَاَخْلَصَ لَهُ مُوَحِّدًا وَعَظَّمَهُ مُمَجِّدًا، وَلَاذَ بِهِ رَاغِبًا مُجْتَهِدًا۔ لَمْ يُوْلَدْ سُبْحَانَهُ فَيَكُوْنَ فِي الْعِزِّ مُشَارَكًا۔ وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مُوْرِثًا هَالِكًا۔ وَلَمْ

نوف بکالی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت نے یہ خطبہ ہمارے سامنے کوفہ میں اس پتھر پر کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا جسے جعدہ ابن ہبیرہ مخزومی نے نصب کیا تھا۔ اس وقت آپ کے جسم مبارک پر ایک اُونی جُبہ تھا، اور آپ کی تلوار کا پرتلہ لیف خرما کا تھا اور پیروں میں جوتے بھی کھجور کی پتیوں کے تھے اور (سجدوں کی وجہ سے) پیشانی یوں معلوم ہوتی تھی جیسے اونٹ کے گھٹنے پر کا گھٹا۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس کی طرف تمام مخلوق کی بازگشت اور ہر چیز کی انتہا ہے۔ ہم اس کے عظیم احسان، روشن و واضح برہان اور اس کے لطف و کرم کی افزائش پر اس کی حمد و ثناء کرتے ہیں۔ ایسی حمد کہ جس سے اس کا حق پورا ہو اور شکر ادا ہو اور اس کے ثواب کے قریب لے جانے والی اور اس کی بخششوں کو بڑھانے والی ہو۔ ہم اس سے اس طرح مدد مانگتے ہیں جس طرح اس کے فضل کا امیدوار اس کے نفع کا آرزومند (دفع بلیات کا) اطمینان رکھنے والا اور بخشش و عطا کا معترف اور قول و عمل سے اس کا مطیع و فرمانبردار اس سے مدد چاہتا ہو اور ہم اس شخص کی طرح اس پر ایمان رکھتے ہیں جو یقین کے ساتھ اس سے آس لگائے ہو، اور ایمان (کامل) کے ساتھ اس کی طرف رجوع ہو اور اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ اس کے سامنے عاجزی و فروتنی کرتا ہو، اور اُسے ایک جانتے ہوئے اس سے اخلاص برتتا ہو، اور سپاس گزاری کے ساتھ اسے بزرگ جانتا ہو اور رغبت و کوشش سے اُس کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہو اس کا کوئی باپ نہیں کہ وہ عزت و بزرگی میں اس کا شریک ہو نہ اُس کے کوئی اولاد ہے کہ اُسے چھوڑ کر وہ دنیا سے رخصت ہوجائے اور وہ اس کی وارث ہوجائے نہ اس کے پہلے وقت اور زمانہ تھا، نہ اس پر یکے بعد دیگرے کمی اور زیادتی طاری ہوتی



يَتَقَدَّمْهُ وَقْتٌ وَلَا زَمَانٌ وَلَمْ يَتَعَاوَرْهُ زِيَادَةٌ وَلَا نُقْصَانٌ بَلْ ظَهَرَ لِلْعُقُوْلِ بِمَآ أَرَانَا مِنْ عَلَامَاتِ التَّدْبِيْرِ الْمُتْقَنِ وَالْقَضَآءِ الْمُبْرَمِ فَمِنْ شَوَاهِدِ خَلْقِهِ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ مُوَطَّدَاتٍ بِلَا عَمَدٍ، قَآئِمَاتٍ بِلَا سَنَدٍ دَعَاهُنَّ فَأَجَبْنَ طَآئِعَاتٍ مُذْعِنَاتٍ غَيْرَ مُتَلَكِّئَاتٍ وَلَا مُبْطِئَاتٍ وَلَوْلَآ اِقْرَارُهُنَّ لَهُ بِالرُّبُوْبِيَّةِ وَ اِذْعَانُهُنَّ لَهُ بِالطَّوَاعِيَةِ لَمَا جَعَلَهُنَّ مَوْضِعًا لِعَرْشِهِ، وَلَا مَسْكَنًا لِمَلَآئِكَتِهِ وَلَا مَصْعَدًا لِلْكَلِمِ الطَّيِّبِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ مِنْ خَلْقِهِ۔ جَعَلَ نُجُوْمَهَا اَعْلَامًا يَسْتَدِلُّ بِهَا الْحَيْرَانُ فِيْ مُخْتَلَفِ فِجَاجِ الْاَقْطَارِ۔ لَمْ يَمْنَعْ ضَوْءَ نُوْرِهَا اِدْلِهْمَامُ سَجْفِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ۔ وَلَا اسْتَطَاعَتْ جَلَابِيْبُ سَوَادِ الْحَنَادِسِ اَنْ تَرُدَّ مَا شَعَّ فِي السَّمٰوٰتِ مِنْ تَلَأْلُؤِ نُوْرِ الْقَمَرِ۔ فَسُبْحَانَ مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ سَوَادُ غَسَقٍ دَاجٍ وَلَا لَيْلٍ سَاجٍ فِيْ بِقَاعِ الْاَرَضِيْنَ الْمُتَطَأْطِئَاتِ، وَلَا فِيْ يَفَاعِ السُّفْعِ الْمُتَجَاوِرَاتِ۔ وَمَا يَتَجَلْجَلُ بِهِ الرَّعْدُ فِيْٓ اُفُقِ السَّمَآءِ، وَمَا تَلَاشَتْ عَنْهُ بُرُوْقُ الْغَمَامِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ تُزِيْلُهَا عَنْ مَسْقَطِهَا عَوَاصِفُ الْاَنْوَآءِ وَانْهِطَالُ السَّمَآءِ

ہے، بلکہ جو اس نے مضبوط نظام (کائنات) اور اٹل احکام کی علامتیں ہمیں دکھائی ہیں ان کی وجہ سے وہ عقلوں کے لئے ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ اس آفرینش پر گواہی دینے والوں میں آسمانوں کی خلقت ہے کہ جو بغیر ستونوں کے ثابت و برقرار اور بغیر سہارے کے قائم ہیں۔ خداوند عالم نے انہیں پکارا تو یہ بغیر کسی سستی اور توقف کے اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے لبیک کہہ اٹھے۔ اگر وہ اس کی ربوبیت کا اقرار نہ کرتے اور اُس کے سامنے سر اطاعت نہ جھکاتے تو وہ انہیں اپنے عرش کا مقام اور اپنے فرشتوں کا مسکن اور پاکیزہ کلموں اور مخلوق کے نیک عملوں کے بلند ہونے کی جگہ نہ بناتا۔ اللہ نے ان کے ستاروں کو ایسی روشن نشانیاں قرار دیا ہے کہ جن سے حیران و سرگرداں اطراف زمین کی راہوں میں آنے جانے کے لئے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اندھیری رات کی اندھیاریوں کے سیاہ پردے ان کے نور کی ضو پاشیوں کو نہیں روکتے اور نہ شب ہائے تاریک کی تیرگی کے پردے یہ طاقت رکھتے ہیں کہ وہ آسمانوں میں پھیلی ہوئی چاند کے نور کی جگمگاہٹ کو پلٹا دیں۔ پاک ہے وہ ذات جس پر پست زمین کے قطعوں اور باہم ملے ہوئے سیاہ پہاڑوں کی چوٹیوں میں اندھیری رات کی اندھیاریاں اور پرسکون شب کی ظلمتیں پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ افق آسمان میں رعد کی گرج اس سے مخفی ہے اور نہ وہ چیزیں کہ جن پر بادلوں کی بجلیاں کوند کر ناپید ہوجاتی ہیں اور نہ وہ پتے جو (ٹوٹ کر) گرتے ہیں کہ جنہیں (بارش کے) پچھتروں کی تند ہوائیں اور موسلادھار بارشیں ان کے گرنے کی جگہ سے ہٹا دیتی ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ بارش کے قطرے کہاں گریں گے اور کہاں ٹھہریں گے اور چھوٹی چونٹیاں کہاں رینگیں گی اور کہاں (اپنے کو) کھینچ کر لے جائینگی اور مچھروں کو کونسی روزی کفایت کرے گی اور

وَيَعْلَمُ مَسْقَطَ الْقَطْرَةِ وَمَقَرَّهَا، وَمَسْحَبَ الذَّرَّةِ وَمَجَرَّهَا۔ وَمَا يَكْفِي الْبَعُوضَةَ مِنْ قُوتِهَا، وَمَا تَحْمِلُ الْاُنْثٰى فِي بَطْنِهَا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْكَائِنِ قَبْلَ اَنْ يَّكُوْنَ كُرْسِيٌّ اَوْعَرْشٌ، اَوْسَمَاۤءٌ اَوْاَرْضٌ اِوْجَانٌّ اَوْاِنْسٌ۔ لَا يُدْرَكُ بِوَهْمٍ، وَلَا يُقَدَّرُ بِفَهْمٍ وَلَا يَشْغَلُهٗ سَآئِلٌ وَلَا يَنْقُصُهٗ نَآئِلٌ وَلَا يُبْصَرُ بِعَيْنٍ وَلَا يُحَدُّ بِأَيْنٍ۔ وَلَا يُوْصَفُ بِالْاَزْوَاجِ وَلَا يُخْلَقُ بِعِلَاجٍ۔ وَلَا يُدْرَكُ بِالْحَوَآسِّ۔ وَلَا يُقَاسُ بِالنَّاسِ الَّذِيْ كَلَّمَ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا، وَاَرَاهُ مِنْ اٰيَاتِهٖ عَظِيْمًا۔ بِلَاجَوَارِحَ وَلَا اَدَوَاتٍ، وَلَا نُطْقٍ۔ وَلَا لَهَوَاتٍ بَلْ اِنْ كُنْتَ صَادِقًا اَيُّهَا الْمُتَكَلِّفُ لِوَصْفِ رَبِّكَ فَصِفْ جِبْرَآئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَجُنُوْدَ الْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ فِيْ حُجُرَاتِ الْقُدُسِ مُرْجَحِنِّيْنَ مُتَوَلِّهَةً عُقُوْلُهُمْ اَنْ يَّحُدُّوْا اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ فَاِنَّمَا يُدْرَكُ بِالصِّفَاتِ ذَوُو الْهَيْئَاتِ وَالْاَدَوَاتِ وَمَنْ يَّنْقَضِيْ اِذَا بَلَغَ اَمَدَ حَدِّهٖ بِالْفَنَاۤءِ، فَلَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَضَاۤءَ بِنُوْرِهٖ كُلَّ ظَلَامٍ وَاَظْلَمَ بِظُلْمَتِهٖ كُلَّ نُوْرٍ۔ اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ الَّذِيْ اَلْبَسَكُمُ الرِّيَاشَ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمُ

مادہ اپنے پیٹ میں کیا لئے ہوئے ہے۔

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو عرش و کرسی، زمین و آسمان اور جن و انس سے پہلے موجود تھا۔ نہ (انسانی) واہموں سے اُسے جانا جاسکتا ہے اور نہ عقل و فہم سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اسے کوئی سوال کرنیوالا (دوسرے سائلوں سے) غافل نہیں بناتا اور نہ بخشش و عطا سے اُس کے ہاں کچھ کمی آتی ہے۔ وہ آنکھوں سے دیکھا نہیں جاسکتا اور نہ کسی جگہ میں اُس کی حد بنی ہوسکتی ہے۔ نہ ساتھیوں کے ساتھ اسے متصف کیا جاسکتا ہے اور نہ اعضاء و جوارح کی حرکت سے وہ پیدا کرتا ہے اور نہ حواس سے وہ جانا پہچانا جاسکتا ہے اور نہ انسانوں پر اس کا قیاس ہوسکتا ہے وہ خدا کہ جس نے بغیر اعضاء و جوارح اور بغیر گویائی اور بغیر حلق کے کوّوں کو ہلائے ہوئے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انہیں اپنے عظیم نشانات دکھائیں اے اللہ کی توصیف میں رنج و تعب اٹھانے والے اگر تو (اس سے عہدہ برآ ہونے میں) سچا ہے تو پہلے جبرائیل و میکائیل اور مقرب فرشتوں کے لاؤ لشکر کا وصف بیان کر کہ جو پاکیزگی و طہارت کے حجروں میں اس عالم میں سر جھکائے پڑے ہیں کہ ان کی عقلیں ششدرہ و حیران ہیں کہ اس بہترین خالق کی توصیف کرسکیں۔ صفتوں کے ذریعے وہ چیزیں جانی پہچانی جاتی ہیں جو شکل و صورت اور اعضاء و جوارح رکھتی ہوں اور وہ کہ جو اپنی حد انتہا کو پہنچ کر موت کے ہاتھوں ختم ہوجائیں۔ اُس اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ جس نے اپنے نور سے تمام تاریکیوں کو روشن و منور کیا اور ظلمت (عدم) سے ہر نور کو تیرہ و تار بنادیا ہے۔

اللہ کے بندو! میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تم کو لباس سے ڈھانپا اور ہر طرح کا سامان معیشت تمہارے لئے مہیا کیا اگر کوئی دینوی بقاء کی (بلندیوں پر) چڑھنے کا زینہ یا موت کو دور کرنے کا راستہ پاسکتا ہوتا تو وہ



الْمَعَاشَ۔ وَلَوْ اَنَّ اَحَدًا يَّجِدُ اِلَى الْبَقَاۤءِ سُلَّمًا، اَوْاِلٰى دَفْعِ الْمَوْتِ سَبِيْلًا لَكَانَ ذٰلِكَ سُلَيْمَانَ بْنَ دَاوٗدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ سُخِّرَ لَهٗ مُلْكُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ مَعَ النُّبُوَّةِ وَعَظِيْمِ الزُّلْفَةِ۔ فَلَمَّا اسْتَوْفٰى طُعْمَتَهٗ وَاسْتَكْمَلَ مُدَّتَهٗ۔ رَمَتْهُ قِسِيُّ الْفَنَاۤءِ بِنِبَالِ الْمَوْتِ ۔ وَاَصْبَحَتِ الدِّيَارُ مِنْهُ خَالِيَةً وَالْمَسَاكِنُ مُعَطَّلَةً، وَوَرِثَهَا قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْقُرُوْنِ السَّالِفَةِ لَعِبْرَةً۔ اَيْنَ الْعَمَالِقَةُ وَاَبْنَاۤءُ الْعَمَالِقَةِ اَيْنَ الْفَرَاعِنَةُ وَاَبْنَاۤءُ الْفَرَاعِنَةِ اَيْنَ اَصْحَابُ مَدَآئِنِ الرَّسِّ الَّذِيْنَ قَتَلُوا النَّبِيِّيْنَ وَاَطْفَاُوْا سُنَنَ الْمُرْسَلِيْنَ وَاَحْيَوْا سُنَنَ الْجَبَّارِيْنَ۔ اَيْنَ الَّذِيْنَ سَارُوْا بِالْجُيُوْشِ۔ وَهَزَمُوا الْاُلُوْفَ وَعَسْكَرُوا الْعَسَاكِرَ وَمَدَّنُوا الْمَدَآئِنَ۔

(مِنْهَا) قَدْلَبِسَ لِلْحِكْمَةِ جُنَّتَهَا وَاَخَذَهَا بِجَمِيْعِ اَدَبِهَا مِنَ الْاِقْبَالِ عَلَيْهَا وَالْمَعْرِفَةِ بِهَا وَالتَّفَرُّغِ لَهَا وَهِيَ عِنْدَ نَفْسِهٖ ضَالَّتُهُ الَّتِيْ يَطْلُبُهَا وَحَاجَتُهُ الَّتِيْ يَسْاَلُ عَنْهَا فَهُوَ مُغْتَرِبٌ اِذَا اغْتَرَبَ الْاِسْلَامُ وَضَرَبَ بِعَسِيْبِ ذَنَبِهٖ، وَاَلْصَقَ الْاَرْضَ بِجِرَانِهٖ بَقِيَّةٌ مِّنْ بَقَايَا حُجَّتِهٖ، خَلِيْفَةٌ مِّنْ خَلَآئِفِ اَنْبِيَآئِهٖ۔

(ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

سلیمان ابن داؤد (علیہما السلام) ہوتے کہ جن کے لئے نبوت و انتہائے تقرب کے ساتھ جن و انس کی سلطنت قبضہ میں دے دی گئی تھی لیکن جب وہ اپنا آب و دانہ پورا اور اپنی مدت (حیات) ختم کر چکے تو فنا کی کمانوں نے انہیں موت کے تیروں کی زد پر رکھ لیا گھر اُن سے خالی ہوگئے اور بستیاں اجڑ گئیں اور دوسرے لوگ ان کے وارث ہوگئے۔ تمہارے لئے گذشتہ دوروں (کے ہر دور) میں عبرتیں (ہی عبرتیں) ہیں (ذرا سوچو) تو کہ کہاں ہیں عمالقہ اور اُن کے بیٹے اور کہاں ہیں فرعون اور ان کی اولادیں، اور کہاں ہیں اصحاب الرّس کے شہروں کے باشندے جنہوں نے نبیوں کو قتل کیا، پیغمبر کے روشن طریقوں کو مٹایا اور ظالموں کے طور طریقوں کو زندہ کیا، کہاں ہیں وہ لوگ جو لشکروں کو لے کر بڑھے ہزاروں کو شکست دی اور فوجوں کو فراہم کر کے شہروں کو آباد کیا۔

اسی خطبہ کے ذیل میں فرمایا ہے وہ حکمت کی سپر پہنے ہوگا اور اُس کو اُس کے تمام شرائط و آداب کے ساتھ حاصل کیا ہوگا (جو یہ ہیں کہ) ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو اُس کی اچھی طرح شناخت ہو، اور دل (علائق دنیا سے) خالی ہو چنانچہ وہ اس کے نزدیک اسی کی گمشدہ چیز اور اسی کی حاجت و آرزو ہے کہ جس کا وہ طلب گار و خواستگار ہے وہ اس وقت (نظروں سے اوجھل ہوکر) غریب و مسافر ہوگا کہ جب اسلام عالم غریب میں اور مثل اُس اونٹ کے ہوگا جو تھکن سے اپنی دم زمین پر مارتا ہو اور گردن کا اگلا حصہ زمین پر ڈالے ہوئے ہو، وہ اللہ کی باقی ماندہ حجتوں کا بقیہ اور انبیاء کے جانشینوں میں سے ایک وارث و جانشین ہے۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا: اے لوگو! میں نے تمہیں اسی طرح نصیحتیں کی ہیں جس طرح کی انبیاء اپنی امتوں کو کرتے چلے آئے ہیں اور ان چیزوں کو تم تک پہنچایا ہے جو اوصیاء بعد

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ قَدْ بَثَثْتُ لَكُمُ الْمَوَاعِظَ الَّتِیْ وَعَظَ الْاَنْبِيَآءُ بِهَا اُمَمَهُمْ۔ وَاَدَّيْتُ اِلَيْكُمْ مَّا اَدَّتِ الْاَوْصِيَآءُ اِلٰی مَنْ بَعْدَهُمْ۔ وَاَدَّبْتُكُمْ بِسَوْطِیْ فَلَمْ تَسْتَقِيْمُوْا وَحَدَوْتُكُمْ بِالزَّوَاجِرِ فَلَمْ تَسْتَوْثِقُوْا لِلّٰهِ اَنْتُمْ! اَتَتَوَقَّعُوْنَ اِمَامًا غَيْرِیْ يَطَأُبِكُمُ الطَّرِيْقَ، وَيُرْشِدُكُمُ السَّبِيْلَ؟ اَلَا اِنَّهٗ قَدْ اَدْبَرَ مِنَ الدُّنْيَا مَاكَانَ مُقْبِلًا، وَاَقْبَلَ مِنْهَا مَكَانَ مُدْبِرًا، وَاَزْمَعَ التَّرْحَالَ عِبَادُ اللّٰهِ الْاَخْيَارُ، بَاعُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الدُّنْيَا لَا يَبْقٰی بِكَثِيْرٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ لَا يَفْنٰی۔ مَا ضَرَّ اِخْوَانَنَا الَّذِيْنَ سُفِكَتْ دِمَآؤُهُمْ وَهُمْ بِصِفِّيْنَ اَنْ لَّا يَكُوْنُوا الْيَوْمَ اَحْيَآءً؟ يُسِيْغُوْنَ الْغُصَصَ وَيَشْرَبُوْنَ الرَّنِقَ قَدْ وَاللّٰهِ لَقُوا اللّٰهَ فَوَفَّاهُمْ اُجُوْرَهُمْ، وَاَحَلَّهُمْ دَارَ الْاَمْنِ بَعْدَ خَوْفِهِمْ۔ اَيْنَ اِخْوَانِیَ الَّذِيْنَ رَكِبُوا الطَّرِيْقَ وَمَضَوْا عَلَی الْحَقِّ؟ اَيْنَ عَمَّارٌ؟ وَاَيْنَ ابْنُ التَّيِّهَانِ؟ وَاَيْنَ ذُوالشَّهَادَتَيْنِ؟ وَاَيْنَ نُظَرَآؤُهُمْ مِّنْ اِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ تَعَاقَدُوْا عَلَی الْمَنِيَّةِ وَاُبْرِدَ بِرُءُوْسِهِمْ اِلَی الْفَجَرَةِ۔ (قَالَ ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰی لِحْيَتِهِ الشَّرِيْفَةِ الْكَرِيْمَةِ فَاَطَالَ الْبُكَاءَ، (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) اَوِّهِ عَلٰی اِخْوَانِیَ الَّذِيْنَ تَلَوُا الْقُرْاٰنَ فَاَحْكَمُوْهُ وَتَدَبَّرُوا الْفَرْضَ فَاَقَامُوْهُ،

والوں تک پہنچایا کئے ہیں۔ میں نے تمہیں اپنے تازیانہ سے ادب سکھانا چاہا مگر تم سیدھے نہ ہوئے اور زجر و توبیخ سے تمہیں ہنکایا لیکن تم ایک جا نہ ہوئے۔ اللہ تمہیں سمجھے کیا میرے علاوہ کسی اور امام کے امیدوار ہو جو تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اور صحیح راستہ دکھائے۔ دیکھو! دنیا کی طرف رخ کرنے والی چیزوں نے جو رخ کئے ہوئے تھیں پیٹھ پھرا لی، اور جو پیٹھ پھرائے ہوئے تھیں انہوں نے رخ کر لیا۔ اللہ کے نیک بندوں نے (دنیا سے) کوچ کرنے کا تہیا کر لیا اور فنا ہونے والی تھوڑی سی دنیا ہاتھ سے دے کر ہمیشہ رہنے والی بہت سی آخرت مول لے لی۔ بھلا ہمارے ان بھائی بندوں کو کہا جن کے خون صفین میں بہائے گئے اس سے کیا نقصان پہنچا؟ کہ وہ آج زندہ موجود نہیں ہیں (یہی نہ کہ اگر وہ ہوتے) تو تلخ گھونٹوں کو گوارہ کرتے اور گندلا پانی پیتے۔ خدا کی قسم! وہ خدا کے حضور میں پہنچ گئے اس نے ان کو پورا پورا اجر دیا اور خوف و ہراس کے بعد انہیں امن چین والے گھر میں اُتارا کہاں ہیں؟ وہ میرے بھائی کہ جو سیدھی راہ پر چلتے رہے اور حق پر گزر گئے، کہاں ہیں؟ عمار اور کہاں ہیں؟ ابن تیہان اور کہاں ہیں ذوالشہادتین اور کہاں ہیں ان کے ایسے اور دوسرے بھائی کہ جو مرنے پر عہد و پیمان باندھے ہوئے تھے اور جن کے سروں کو فاسقوں کے پاس روانہ کیا گیا۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے اپنا ہاتھ ریش مبارک پر پھیرا اور دیر تک رویا کئے اور پھر فرمایا۔

آہ! میرے وہ بھائی کہ جنہوں نے قرآن کو پڑھا تو اسے مضبوط کیا اپنے فرائض میں غور و فکر کیا تو انہیں ادا کیا، سنت کو زندہ کیا اور بدعت کو موت کے گھاٹ اُتارا جہاد کے لئے انہیں بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہی اور اپنے پیشوا پر یقین کامل کے ساتھ بھروسا



اَحْيُوا السُّنَّةَ وَاَمَاتُوا الْبِدْعَةَ۔ دُعُوْا لِلْجِهَادِ فَاَجَابُوْا وَوَثِقُوْا بِالْقَائِدِ فَاتَّبَعُوْهُ (ثُمَّ نَادٰی بِاَعْلٰی صَوْتِهٖ) اَلْجِهَادَ الْجِهَادَ عِبَادَ اللّٰهِ۔ اَلَا وَاِنِّیْ مُعَسْكِرٌ فِیْ يَوْمِیْ هٰذَا فَمَنْ اَرَادَ الرَّوَاحَ اِلَی اللّٰهِ فَلْيَخْرُجْ۔ قَالَ نَوْفٌ: وَعَقَدَ لِلْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِیْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَلِقَيْسِ ابْنِ سَعْدٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ فِیْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَّلِاَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ فِیْ عَشَرَةِ اٰلَافٍ، وَلِغَيْرِهِمْ عَلٰی اَعْدَادٍ اُخَرَ وَهُوَ يُرِيْدُ الرَّجْعَةَ اِلٰی صِفِّيْنَ، فَمَا دَارَتِ الْجُمُعَةُ حَتّٰی ضَرَبَهُ الْمَلْعُوْنُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ، فَتَرَاجَعَتِ الْعَسَاكِرُ فَكُنَّا كَاَغْنَامٍ فَقَدَتْ رَاعِيَهَا تَخْتَطِفُهَا الذِّئَابُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔

کیا۔ تو اس کی پیروی بھی کی (اس کے بعد حضرت نے بلند آواز سے پکار کر کہا) جہاد جہاد۔ اے بندگانِ خدا! دیکھو میں آج ہی لشکر کو ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل کھڑا ہو۔

نوف کہتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت نے دس ہزار کی سپاہ پر حسین (علیہ السلام) کو اور دس ہزار کی فوج پر قیس ابن سعد (رحمہ اللہ) کو اور دس ہزار کے لشکر پر ابو ایوب انصاری (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنایا اور دوسرے لوگوں کو مختلف تعداد کی فوجوں پر سالار مقرر کیا اور آپ صفین کی طرف پلٹ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن ایک ہفتہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ملعون ابن ملجم (لعنہ اللہ) نے آپ کے (سر اقدس) پر ضرب لگائی جس سے تمام لشکر پلٹ گئے اور ہماری حالت ان بھیڑ بکریوں کے مانند ہو گئی جو اپنے چرواہے کو کھو چکی ہوں اور بھیڑیئے ہر طرف سے انہیں اُچک کر لے جا رہے ہوں۔

۱؎ تاریخ کے صفحات اس کے شاہد ہیں کہ اکثر و بیشتر قوموں کی ہلاکت و تباہی ان کے ظلم و جور اور علانیہ فسق و فجور کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ چنانچہ وہ قومیں جنہوں نے ربع مسکون کے ہر گوشہ پر اپنے اقتدار کے سکے جمائے اور شرق و غرب عالم پر اپنے پرچم لہرائے جب ان کی بداعمالیوں اور بدکرداریوں سے پردہ ہٹا تو "پاداش عمل" کے قانون نے اس طرح ان کا استیصال کیا کہ صفحہ عالم سے حرف غلط کی طرح محو ہو گئے۔ عاد ثمود کی سلطنتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ فرعون اور نمرود کی شاہنشاہیاں مٹ گئیں طسم و جدیس کی سر بفلک عمارتیں سنسان کھنڈر بن گئیں۔ اصحاب الرس کی بستیاں اجڑ کر ویرانہ ہو گئیں، اور جہاں زندگی کے قہقہے تھے وہاں موت کی اداسیاں اور جہاں جمگھٹے تھے وہاں بھیانک سناٹے چھا گئے۔ یہ قوموں کا عروج و زوال چشم، بینا کے لئے ہزاروں عبرت کے سامان رکھتا ہے اور ان واقعات کے پیش کرنے سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ انسان ان کے احوال و واردات سے عبرت اندوز ہو اور غرور و طغیان کی سرمستیوں میں کھو کر اپنے انجام کو بھول نہ جائے چنانچہ امیر المومنینؑ نے اسی موعظت و عبرت کے لئے عمالقہ، فراعنہ اور اصحاب الرس کی تباہیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو عظمت و ارتفاع کی چوٹیوں سے ہلاکت و بربادی کے قعرِ مذلت میں اس طرح گرے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔

یہ عمالقہ کون تھے؟ اس کے لئے ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے۔

وَمن ولد ارم ابن سام ابن نوح طسم وجديس ابنا لاود ابن ارم بن سام بن نوح ونزلو اليمامة واخرهما عمليق ابن لاودبن ارم بن سام ابن نوح نزل بعضهم بالحرم وبعضهم بالشام فمنهم العماليق امم تفرقوا فى البلاد و منهم فراعنة مصر و الجبابرة۔

(المعارف ص ۱۳)

ارم ابن سام ابن نوح کی اولاد میں سے طسم اور جدیس تھے کہ جو اولاد ابن ارم ابن سام ابن نوح کے بیٹے تھے یہ یمامہ میں فروکش ہوئے اور ان کا ایک بھائی عملیق ابن لاود ابن ارم ابن سام ابن نوح تھا کہ جس کی اولاد سے کچھ افراد مکہ میں اور کچھ شام میں مقیم تھے اور انہی قبائل عرب میں عمالقہ تھے کہ جو متعدد گروہوں کی صورت میں مختلف شہروں میں پھیل گئے اور انہی میں سے فراعنہ مصر اور شام کے فرمانروا تھے۔

مورخ طبری نے لکھا ہے

وولد للاود ایضا عمليق وكَان منزله الحرم واكناف مكّة ولحق بعض ولده بالشام فمنهم كانت العماليق ومن العماليق الفراعنه بمصر

(طبری ج ص ۱۴۲)

اور کا ایک بیٹا عملیق تھا اور مکہ اور اس کے اطراف میں اس کی رہائش تھی اور اس کی اولاد میں سے کچھ لوگ شام چلے گئے اور اسی کی اولاد میں سے عمالقہ تھے اور انہی عمالقہ میں سے فراعنہ مصر تھے۔

اس سے ظاہر ہوا کہ عمالقہ عرب کے قبائل بائدہ تھے جنہوں نے شام وحجاز پر اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ چنانچہ ابتداء میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ عملیق کو اقتدار حاصل تھا مگر اس کے بعد طسم کی طرف منتقل ہو گیا اور طسم کے بعد جب عملوق ابن طسم برسر اقتدار آیا تو اُس نے ظلم و جور اور فسق و فجور کی حد کر دی، یہاں تک کہ اُس نے حکم دے رکھا تھا کہ قبیلہ جدیس کی جو عورت بیاہی جائے وہ شوہر کے ہاں جانے سے پہلے اس کے شبستانِ عشرت میں ایک رات گذار کر جائے چنانچہ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اور جب اسی خاندان کی ایک عورت عفیرہ بنت عفار کے ساتھ یہی شرمناک برتاؤ ہوا تو اُس نے شوہر کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور اپنے قبیلہ کو اشعار کے ذریعہ سے غیرت دلائی جس پر پورا قبیلہ اپنی عزت و ناموس کی بربادیوں پر تلملا اٹھا اور انتقام لینے کے درپے ہو گیا۔ چنانچہ عفیرہ کے بھائی اسود ابن عفار نے عملوق کو اس کے عملہ کے ساتھ دعوت کے بہانے سے اپنے ہاں بلوا لیا اور اُن کے پہنچتے ہی بنی جدیس نے تلواریں نیاموں سے نکال لیں اور اُن پر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ریاح ابن مر کے علاوہ کوئی اپنا بچاؤ نہ کر سکا۔ یہ بھاگ کر شاہ یمن کے دربار میں جا پہنچا اور اُسے بنی جدیس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ چانچہ وہ ایک لشکر جرار لے کر اُن پر چڑھ دوڑا، اور انہیں شکست دے کر ہلاک و منتشر کر دیا اور اقتدار اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا۔ یہ عمالقہ وہی ہیں جنہوں نے ۲۰۰۰ ق م مصر پر حملہ کیا تھا اور جنہیں ہیکسوس (چرواہے بادشاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسعودی نے ان کے مصر میں داخل ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے۔

وملكوا النساء فطمعت فيهم ملوك الارض فسار اليهم من الشام ملك من ملوك العماليق يقال لہ الوليد ابن دومع فكانت له حروب بها وغلب علے الملك فانقادوا اليه واستقام له الامر الى ان هلك (ثم ملك بعده) الريان بن الوليد العملاقى وهو فرعون يوسف (ثم ملك بعده) وارم بن الريان العملاقى (ثم ملك بعده) كامس ابن معدان العملاقى۔

(مروج الذهب ج ص ۲۲۲)

جب اہل مصر نے عورتوں کے ہاتھ میں اقتدار دے دیا تو دوسرے بادشاہوں کے دل میں اُسے فتح کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ شاہان عمالقہ میں سے ایک بادشاہ جسے ولید ابن ودمع کہا جاتا ہے مصر پر چڑھائی کی اور بہت سی لڑائیاں لڑیں۔ آخر اہل مصر نے اسکے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور اس کی حکومت تسلیم کر لی جب یہ مر گیا تو ریان ابن ولید عملاقی تخت فرمانروائی پر بیٹھا اور یہی حضرت یوسفؑ کے زمانہ کا فرعون تھا۔ اس کے بعد دارم ابن ریان اور پھر کامس ابن معدان عملاقی فرمانروا ہوا۔



یہ انتہائی سرکش وظالم حکمران تھے جس کی پاداش میں قدرت نے ان کو نیست و نابود کرنے کے سامان پیدا کر دیئے چنانچہ مسعودی تحریر کرتے ہیں۔

وقد كانت العماليق بغت فى الارض فسلّط الله عليهم ملوك الارض

(مروج الذهب ج، ص ۲۶۵)

عمالقہ نے زمین میں شر و فساد پھیلا رکھا تھا جس کے نتیجہ میں قدرت نے ان پر دوسرے فرمانرواؤں کو مسلّط کر دیا جنہوں نے انہیں فنا و برباد کر دیا۔

ان عمالقہ کے بعد ولید ابن مصعب حکمران ہوا یہ بعض مورخین کے نزدیک شام کے قبیلہ لخم سے تھا اور بعض نے اسے قبطی لکھا ہے اور یہی حضرت موسیٰؑ کے عہد کا فرعون تھا۔ اس کے کبر و انانیت اور غرور و نخوت کی یہ حالت تھی کہ انا ربکم الاعلیٰ کا دعویٰ کر کے دنیا کی ساری قوتوں کو اپنے تصرف و اختیار میں سمجھنے لگا تھا۔ اور اس زعم میں مبتلا تھا کہ کوئی طاقت اس سے سلطنت و حکومت کو چھین نہیں سکتی۔ چنانچہ قرآن مجید نے اس کے دعوے انا ولا غیری کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِىْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِىْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اس نے کہا کہ اے قوم! کیا یہ ملک مصر میرا نہیں ہے اور یہ میرے محل کے نیچے بہتی ہوئی نہریں میری نہیں ہیں کیا تمہیں یہ نظر نہیں آتا۔

مگر جب اس کی سلطنت مٹنے پر آئی تو لمحوں میں مٹ گئی۔ نہ اس کی جاہ و حشمت سد راہ ہوئی اور نہ مملکت کی وسعت روک تھام کر سکی۔ بلکہ جن نہروں کی ملکیت پر اُسے گھمنڈ تھا انہی کی تلملاتی لہروں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے کر اس کی روح کو دار البوار میں اور جسم کو کائنات کی عبرت و بصیرت کے لئے کنارے پھینک دیا۔

اسی طرح اصحاب الرس ایک نبی کی دعوت و تبلیغ کو ٹھکرانے اور سرکشی و نافرمانی کرنے کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہو گئے،

چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَاۡ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوۡنًۢا بَیۡنَ ذٰلِکَ کَثِیۡرًا (۳۸) وَ کُلًّا ضَرَبۡنَا لَہُ الۡاَمۡثَالَ ۫ وَ کُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِیۡرًا (۳۹)

اور اسی طرح عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے درمیانی کی بہت سی قوموں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے سب کے لئے مثالیں بیان کی تھیں اور آخر ہم نے ان سب کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دیا۔

''رس'' آذربائیجان کے علاقہ میں ایک نہر کا نام ہے جس کے کنارے پر بارہ بستیاں آباد تھیں جن کے رہنے والوں کو اصحاب الرس کہا جاتا ہے۔ ان بستیوں کے نام[1] (۱) ابان، (۲) آذر دی، (۳) بہمن، (۴) اسفندآر، (۵) فروردین، (۶) اردی، (۷) بہشت، (۸) خرداد، (۹) مردانہ، (۱۰) تیر، (۱۱) صر، (۱۲) شہر یور تھے۔ ان میں اسفندار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور اس میں صنوبر کا ایک درخت تھا جسے یافث ابن نوح نے لگایا تھا اور اُسے شاہ درخت کہا جاتا تھا۔ اسی درخت کے بیجوں سے دوسری بستیوں میں بھی ایک ایک درخت لگایا گیا تھا، یہ لوگ ہر مہینے ایک بستی میں جمع ہوتے اور اس درخت کی پرستش کرتے اور سال میں ایک مرتبہ نوروز کے موقع پر اسفندار میں ان کا اجتماع ہوتا تھا اور اس اصل درخت کی خاص اہتمام سے پوجا کرتے۔ قربانیاں چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ قدرت نے انہیں اس درخت کی عبادت سے روکنے کے لئے یہودا ابن یعقوب کی نسل سے ایک پیغمبر اُن کی طرف بھیجا جنہوں نے انہیں اس مشرکانہ عبادت سے روکنا چاہا مگر انہوں نے ان کا کہنا نہ مانا اور انکار و سرکشی پر اُتر آئے اور اُن کی ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ چنانچہ ان لوگوں نے چشمہ کے اندر ایک کنواں کھود کر اس میں انہیں پھینک دیا اور اُس کا منہ ایک پتھر سے بند کر دیا جس سے وہ تڑپ تڑپ کر جان بحق ہو گئے۔ اس ظلم و سفاکی کے نتیجہ میں قہر الٰہی نے کروٹ لی اور ان پر لو کے ایسے جھونکے چلے کہ اُن کے بدن جھلس کر رہ گئے اور زمین سے گندھک کا لاوا پھوٹ نکلا جس سے ان کے جسم کی ہڈیاں تک پگھل گئیں اور ساری کی ساری بستیاں الٹ گئیں۔

[1] یہی نام فارسی مہینوں کے ہیں جو انہی بستیوں کے نام پر رکھے گئے تھے کیونکہ ہر مہینہ ان لوگوں کا ایک بستی میں اجتماع ہوتا تھا جس کی وجہ سے اس مہینہ کا بھی وہی نام ہو گیا جو اس بستی کا تھا۔



# خطبہ ۱۸۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ الْمَعْرُوفِ مِنْ غَيْرِ رُؤْيَةٍ وَالْخَالِقِ مِنْ غَيْرِ مَنْصَبَةٍ. خَلَقَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَاسْتَعْبَدَ الْأَرْبَابَ بِعِزَّتِهِ وَسَادَ الْعُظَمَاءَ بِجُودِهِ. وَهُوَ الَّذِي أَسْكَنَ الدُّنْيَا خَلْقَهُ. وَبَعَثَ إِلَى الْجِنِّ وَالْإِنْسِ رُسُلَهُ لِيَكْشِفُوا لَهُمْ عَنْ غِطَائِهَا وَلِيُحَذِّرُوهُمْ مِنْ ضَرَّائِهَا، وَلِيَضْرِبُوا لَهُمْ أَمْثَالَهَا وَلِيُبَصِّرُوهُمْ عُيُوبَهَا وَلِيَهْجُمُوا عَلَيْهِمْ بِمُعْتَبَرٍ مِنْ تَصَرُّفِ مَصَاحِّهَا وَأَسْقَامِهَا وَحَلَالِهَا وَحَرَامِهَا. وَمَا أَعَدَّ اللَّهُ لِلْمُطِيعِينَ مِنْهُمْ وَالْعُصَاةِ مِنْ جَنَّةٍ وَنَارٍ وَكَرَامَةٍ وَهَوَانٍ. أَحْمَدُهُ إِلَى نَفْسِهِ كَمَا اسْتَحْمَدَ إِلَى خَلْقِهِ وَ جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا، وَلِكُلِّ قَدْرٍ أَجَلًا، وَلِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابًا.

(مِنْهَا) فَالْقُرْآنُ آمِرٌ زَاجِرٌ وَصَامِتٌ نَاطِقٌ. حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ. أَخَذَ عَلَيْهِمْ مِيثَاقَهُ. وَارْتَهَنَ عَلَيْهِ أَنْفُسَهُمْ. أَتَمَّ نُورَهُ، وَأَكْمَلَ بِهِ دِينَهُ وَقَبَضَ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَ قَدْ فَرَغَ

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے کہ جو بن دیکھے جانا پہچانا ہوا اور بے رنج و تعب اٹھائے (ہر چیز کا) پیدا کرنے والا ہے۔ اُس نے اپنی قدرت سے مخلوقات کو پیدا کیا اور اپنی عزت و جلالت سے پیش نظر فرمانرواؤں سے اطاعت و بندگی اور اپنے جود و عطا کی بدولت باعظمت لوگوں پر سرداری کی۔ وہ اللہ جس نے دنیا میں اپنی مخلوقات کو آباد کیا اور اپنے رسولوں کو جن و انس کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کے سامنے دنیا کو بے نقاب کریں اور اس کی مضرتوں سے انہیں ڈرائیں دھمکائیں اس کی (بیوفائی کی) مثالیں بیان کریں اور اُس کی صحت و بیماری کے تغیرات سے ایک دم انہیں پوری پوری عبرت دلانے کا سامان کر دیں اور اُس کے عیوب اور حلال و حرام کے (ذرائع اکتساب) اور فرمانبرداروں اور نافرمانوں کے لئے جو بہشت و دوزخ اور عزت و ذلت کے سامان اللہ نے مہیا کئے ہیں دکھلائیں۔ میں اس کی ذات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کر اُس کی ایسی حمد و ثناء کرتا ہوں جیسی حمد اُس نے اپنی مخلوقات سے چاہی ہے۔ اُس نے ہر شے کا اندازہ اور ہر اندازے کی ایک مدت اور ہر مدت کے لئے ایک نوشتہ قرار دیا ہے۔

اس خطبہ کا ایک جُز یہ ہے: قرآن (اچھائیوں کا) حکم دینے والا، برائیوں سے روکنے والا (بظاہر) خاموش اور (بباطن) گویا اور مخلوقات پر اللہ کی حجت ہے کہ جس پر (عمل کرنے کا) اُس نے بندوں سے عہد لیا ہے اور اُن کے نفسوں کو اُس کا پابند بنا لیا ہے۔ اس کے نور کو کامل اور اس کے ذریعہ سے دین کو مکمل کیا ہے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس حالت میں دنیا سے اٹھایا کہ وہ لوگوں کو ایسے احکام قرآن کی تبلیغ کر کے فارغ

اِلَى الْخَلْقِ مِنْ اَحْكَامِ الْهُدٰى بِهٖ۔ فَعَظِّمُوْا مِنْهُ سُبْحَانَهٗ مَا عَظَّمَ مِنْ نَفْسِهٖ۔ فَاِنَّهٗ لَمْ يُخْفِ عَنْكُمْ شَيْئًا مِّنْ دِيْنِهٖ۔ وَلَمْ يَتْرُكْ شَيْئًا رَضِيَهٗ اَوْكَرِهَهٗ اِلَّا وَجَعَلَ لَهٗ عَلَمًا بَادِيًا وَّاٰيَةً مُّحْكَمَةً تَزْجُرُ عَنْهُ اَوْتَدْعُوْ اِلَيْهِ۔ فَرِضَاهُ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ وَسَخَطُهٗ فِيْمَا بَقِيَ وَاحِدٌ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ لَنْ يَّرْضٰى عَنْكُمْ بِشَيْءٍ سَخِطَهٗ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، وَلَنْ يَّسْخَطَ عَلَيْكُمْ بِشَيْءٍ رَضِيَهٗ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ وَاِنَّمَا تَسِيْرُوْنَ فِيْٓ اَثَرٍ بَيِّنٍ، وَتَتَكَلَّمُوْنَ بِرَجْعِ قَوْلٍ قَدْقَالَهُ الرِّجَالُ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ قَدْ كَفَاكُمْ مَؤُوْنَةَ دُنْيَاكُمْ، وَحَثَّكُمْ عَلَى الشُّكْرِ وَافْتَرَضَ مِنْ اَلْسِنَتِكُمُ الذِّكْرَ وَاَوْصَاكُمْ بِالتَّقْوٰى وَجَعَلَهَا مُنْتَهٰى رِضَاهُ وَحَاجَتَهٗ مِنْ خَلْقِهٖ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِعَيْنِهٖ وَنَوَاصِيْكُمْ بِيَدِهٖ، وَتَقَلُّبُكُمْ فِيْ قَبْضَتِهٖ۔ وَاِنْ اَسْرَرْتُمْ عَلِمَهٗ، وَاِنْ اَعْلَنْتُمْ كَتَبَهٗ۔ قَدْ وَكَّلَ بِكُمْ حَفَظَةً كِرَامًا لَّا يُسْقِطُوْنَ حَقًّا، وَلَا يُثْبِتُوْنَ بَاطِلًا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا مِّنَ الْفِتَنِ وَنُوْرًا مِّنَ الظُّلَمِ۔ وَيُخَلِّدْهُ فِيْمَا اشْتَهَتْ نَفْسُهٗ، وَيُنْزِلْهُ

ہو چکے تھے کہ جو ہدایت و رُستگاری کا سبب ہیں۔ لہٰذا اللہ سبحانہٗ کو ایسی بزرگی وعظمت کے ساتھ یاد کرو جیسی اپنی بزرگی خود اُس نے بیان کی ہے کیونکہ اُس نے اپنے دین کی کوئی بات تم سے نہیں چھپائی اور کسی شے کو خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند بغیر کسی واضح علامت اور محکم نشان کے نہیں چھوڑا جو ناپسند اُمور سے روکے اور پسندیدہ باتوں کی طرف دعوت دے (ان احکام کے متعلق) اس کی خوشنودی و ناراضگی کا معیار زمانہ آئندہ میں بھی ایک رہے گا۔ یاد رکھو! کہ وہ تم سے کسی ایسی چیز پر رضا مند نہ ہوگا کہ جس پر تمہارے اگلوں سے ناراض ہو چکا ہو، اور نہ کسی ایسی چیز پر غضب ناک ہوگا کہ جس پر پہلے لوگوں سے خوش رہ چکا ہو۔ تمہیں تو بس یہی چاہئے کہ تم واضح نشانوں پر چلتے رہو، اور تم سے پہلے لوگوں نے جو کہا ہے اسے دہراتے رہو۔ وہ تمہاری ضروریات دنیا کا ذمہ لے چکا ہے اور تمہیں صرف شکر گزار رہنے کی ترغیب دی ہے اور تم پر واجب کیا ہے کہ اپنی زبان سے اس کا ذکر کرتے رہو اور تمہیں تقویٰ و پرہیز گاری کی ہدایت کی ہے اور اسے اپنی رضا و خوشنودی کی حدِ آخر اور مخلوق سے اپنا مدعا قرار دیا ہے۔ اُس اللہ سے ڈرو کہ تم جس کی نظروں کے سامنے ہو اور جس کے ہاتھ میں تمہاری پیشانیوں کے بال اور جس کے قبضہ قدرت میں تمہارا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا پھرنا ہے۔ اگر تم کوئی بات مخفی رکھو گے تو وہ اُسے جان لے گا اور ظاہر کرو گے تو اسے لکھ لے گا (یوں کہ) اُس نے تم پر نگہبانی کرنے والے مکرم فرشتے مقرر کر رکھے ہیں۔ وہ کسی حق کو نظر انداز اور کسی غلط چیز کو درج نہیں کرتے۔ یاد رکھو کہ جو اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے فتنوں سے (بچ کر) نکلنے کی راہ نکال دے گا اور اندھیاریوں سے اجالے لے آئے گا اور اس کے حسبِ دلخواہ نعمتوں میں اُسے ہمیشہ رکھے گا اور اُسے اپنے پاس ایسے گھر میں کہ جسے اُس



مَنْزِلَةَ الْكَرَامَةِ عِنْدَهٗ۔ فِيْ دَارٍ اصْطَنَعَهَا لِنَفْسِهٖ۔ ظِلُّهَا عَرْشُهٗ۔ وَنُوْرُهَا بَهْجَتُهٗ۔ وَزُوَّارُهَا مَلَآئِكَتُهٗ وَرُفَقَآؤُهَا رُسُلُهٗ۔ فَبَادِرُوا الْمَعَادَ وَسَابِقُوا الْاٰجَالَ۔ فَاِنَّ النَّاسَ يُوْشِكُ اَنْ يَّنْقَطِعَ بِهِمُ الْاَمَلُ، وَيَرْهَقَهُمُ الْاَجَلُ، وَيُسَدَّ عَنْهُمْ بَابُ التَّوْبَةِ۔ فَقَدْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ مِثْلِ مَاسَاَلَ اِلَيْهِ الرَّجْعَةَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ وَاَنْتُمْ بَنُوْ سَبِيْلٍ عَلٰى سَفَرٍ مِّنْ دَارٍ لَيْسَتْ بِدَارِكُمْ وَقَدْ اُوْذِنْتُمْ مِنْهَا بِالْاِرْتِحَالِ وَاُمِرْتُمْ فِيْهَا بِالزَّادِ۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ لَيْسَ لِهٰذَا الْجِلْدِ الرَّقِيْقِ صَبْرٌ عَلَى النَّارِ، فَارْحَمُوْا نُفُوْسَكُمْ فَاِنَّكُمْ قَدْ جَرَّبْتُمُوْهَا فِيْ مَصَائِبِ الدُّنْيَا۔ اَفَرَاَيْتُمْ جَزَعَ اَحَدِكُمْ مِنَ الشَّوْكَةِ تُصِيْبُهٗ، وَالْعَثْرَةِ تُدْمِيْهِ وَالرَّمْضَاءِ تُحْرِقُهٗ؟ فَكَيْفَ اِذَا كَانَ بَيْنَ طَابَقَيْنِ مِنْ نَّارٍ، ضَجِيْعَ حَجَرٍ وَقَرِيْنَ شَيْطَانٍ۔ اَعَلِمْتُمْ اَنَّ مَالِكًا اِذَا غَضِبَ عَلَى النَّارِ حَطَمَ بَعْضُهَا بَعْضًا لِغَضَبِهٖ وَاِذَا زَجَرَهَا تَوَثَّبَتْ بَيْنَ اَبْوَابِهَا جَزَعًا مِّنْ زَجْرَتِهٖ۔
اَيُّهَا الْيَفَنُ الْكَبِيْرُ الَّذِيْ قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيْرُ، كَيْفَ اَنْتَ اِذَا الْتَحَمَتْ اَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْاَعْنَاقِ! وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتّٰى

نے اپنے لئے منتخب کیا ہے عزت و بزرگی کی منزل میں اُتارے گا۔ اس گھر کا سایہ عرش، اس کی روشنی جمال قدرت (کی چھوٹ) اس میں ملاقاتی ملائکہ اور رفیق و ہم نشین انبیاء و مرسلین ہیں۔ اپنی جائے بازگشت کی طرف بڑھو اور زادِ عمل فراہم کرنے میں موت پر سبقت کرو اس لئے کہ وہ وقت قریب ہے کہ لوگوں کی امیدیں ٹوٹ جائیں، موت ان پر چھا جائے اور توبہ کا دروازہ اُن کے لئے بند ہو جائے، ابھی تو تم اس دور میں ہو کہ جس کی طرف پلٹنے کی تم سے قبل گزر جانے والے لوگ تمنا کرتے ہیں۔ تم اس دارِ دنیا میں کہ جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے مسافر راہ نورد ہو۔ اس سے تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی جا چکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زاد کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یاد رکھو کہ اس نرم و نازک کھال میں آتش جہنم کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں (تو پھر) اپنی جانوں پر رحم کھاؤ۔ کیونکہ تم نے ان کو دنیا کی مصیبتوں میں آزما کر دیکھ لیا ہے۔ کیا تم نے اپنے میں سے کسی ایک کو دیکھا ہے کہ وہ (جسم میں) کانٹا لگنے سے یا ایسی ٹھوکر کھانے سے کہ جو اسے لہولہان کر دے یا ایسے گرم ریت (کی تپش) سے کہ جو اسے جلا دے کس طرح بے چین ہو کر چیختا ہے۔ (ذرا سوچو تو) کہ اُس وقت کیا حالت ہوگی کہ جب وہ جہنم کے دو آتشین تودوں کے درمیان (دہکتے ہوئے) پتھروں کا پہلو نشین اور شیطان کا ساتھی ہوگا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ جب مالک (پاسبان جہنم) آگ پر غضب ناک ہوگا تو وہ اس کے غصہ سے (بھڑک کر آپس میں ٹکرانے لگے گی) اور اس کے اجزاء ایک دوسرے کو توڑنے پھوڑنے لگیں گے اور جب اُسے جھڑکے گا تو اُسکی جھڑکیوں سے (تلملا کر) دوزخ کے دروازوں میں اُچھلنے لگے گی۔ اے پیر کہن سال کہ جس پر بڑھاپا چھایا ہوا ہے اُس وقت تیری کیا

اَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ مَعْشَرَ الْعِبَادِ وَاَنْتُمْ سَالِمُوْنَ فِى الصِّحَّةِ قَبْلَ السُّقْمِ۔ وَفِى الْفُسْحَةِ قَبْلَ الضِّيْقِ فَاسْعَوْا فِىْ فِكَاكِ رِقَابِكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَغْلَقَ رَهَائِنُهَا۔ اَسْهِرُوْا عُيُوْنَكُمْ وَاَضْمِرُوْا بُطُوْنَكُمْ وَاسْتَعْمِلُوْا اَقْدَامَكُمْ وَبُطُوْنَكُمْ وَاسْتَعْمِلُوْا اِقْدَامَكُمْ وَاَنْفِقُوْا اَمْوَالَكُمْ وَخُذُوْا مِنْ اَجْسَادِكُمْ وَجُوْدُوْا بِهَا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَبْخَلُوْا بِهَا عَنْهَا فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ۔" وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِيْمٌ" فَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ ذُلٍّ، وَلَمْ يَسْتَقْرِضْكُمْ مِنْ قُلٍّ، اِسْتَنْصَرَكُمْ وَلَهٗ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ وَاسْتَقْرَضَكُمْ وَلَهٗ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ، وَاِنَّمَا اَرَادَ اَنْ يَّبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ فَبَادِرُوْا بِاَعْمَالِكُمْ تَكُوْنُوْا مَعَ جِيْرَانِ اللّٰهِ فِىْ دَارِهٖ۔ رَافَقَ بِهِمْ رُسُلَهٗ، وَاَزَارَهُمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ وَاَكْرَمَ اَسْمَاعَهُمْ اَنْ تَسْمَعَ حَسِيْسَ نَارٍ اَبَدًا، وَصَانَ اَجْسَادَهُمْ اَنْ تَلْقٰى لُغُوْبًا وَنَصَبًا۔ "ذٰلِكَ فَضْلُ

حالت ہوگی کہ جب آتشین طوق گردن کی ہڈیوں میں پیوست ہو جائیں گے اور (ہاتھوں میں) ہتھکڑیاں گڑ جائیں گی؟ یہاں تک کہ وہ کلائیوں کا گوشت کھالیں گے۔ اے خدا کے بندو! اب جبکہ تم بیماریوں میں مبتلا ہونے اور تنگی و ضیق میں پڑنے سے پہلے صحت و فراخی کے عالم میں صحیح و سالم ہو اللہ کا خوف کھالو اور اپنی گردنوں کو قبل اس کے کہ وہ اس طرح گروی ہو جائیں کہ انہیں چھڑایا نہ جاسکے چھڑانے کی کوشش کرو۔ اپنی آنکھوں کو بیدار اور شکموں کو لاغر بناؤ۔ (میدان سعی میں) اپنے قدموں کو کام میں لاؤ اور اپنے مال کو (اُس کی راہ میں) خرچ کرو۔ اپنے جسموں کو اپنے نفسوں پر نثار کردو، اور اُن سے بخل نہ برتو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا" اور (پھر) فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے، تو خدا اس کے اجر کو دوگنا کردے گا اور اس کے لئے عمدہ جزا ہے خدا نے کسی کمزوری کی بناء پر تم سے مدد نہیں مانگی اور نہ بے مائگی کی وجہ سے تم سے قرض کا سوال کیا ہے۔ اُس نے تم سے مدد چاہی ہے۔ باوجودیکہ اس کے پاس سارے آسمان و زمین کے لشکر ہیں اور وہ غلبہ اور حکمت والا ہے اور تم سے قرض مانگا ہے حالانکہ آسمان و زمین کے خزانے اُسکے قبضہ میں ہیں اور وہ بے نیاز و لائق حمد و ثنا ہے۔ اُس نے تو یہ چاہا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اعمال کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ تم اپنے اعمال کو لے کر بڑھو تا کہ اللہ کے ہمسایوں کے ساتھ اس کے گھر (جنت) میں رہو۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں کہ اللہ نے جنہیں پیغمبروں کا رفیق بنایا ہے اور فرشتوں کو اُن کی ملاقات کا حکم دیا ہے اور اُن کے کانوں کو ہمیشہ کے لئے محفوظ رکھا ہے کہ آگ (کی اذیتوں) کی بھنک ان میں نہ پڑے اور ان کے جسموں کو بچائے رکھا ہے کہ وہ رنج و



اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ" اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى نَفْسِىْ وَاَنْفُسِكُمْ وَهُوَ حَسْبِىَ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

تکان سے دوچار نہ ہوں۔ یہ خدا کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور خدا تو بڑے فضل و کرم والا ہے۔ میں وہی کہہ رہا ہوں جو تم سن رہے ہو۔ میرے اور تمہارے نفسوں کے لئے اللہ ہی مددگار ہے اور وہی میرے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

## خطبہ ۱۸۲

وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

قَالَهٗ لِلْبُرْجِ بْنِ مُسْهِرٍ الطَّائِىِّ وَقَدْ قَالَ لَهٗ بِحَيْثُ يَسْمَعُهٗ: لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ، وَكَانَ مِنَ الْخَوَارِجِ۔ اُسْكُتْ قَبَّحَكَ اللّٰهُ يَا اَثْرَمُ، فَوَاللّٰهِ لَقَدْ ظَهَرَ الْحَقُّ فَكُنْتَ فِيْهِ ضَئِيْلًا شَخْصُكَ، خَفِيًّا صَوْتُكَ، حَتّٰى اِذَا نَعَرَ الْبَاطِلُ نَجَمْتَ نُجُوْمَ قَرْنِ الْمَاعِزِ۔

برج ابن مسہر طائی نے کہ جو خوارج میں سے تھا (مشہور نعرہ) لاحکم الا اللہ (حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے) اس طرح بلند کیا کہ حضرت سن لیں۔ چنانچہ آپ نے سن کر ارشاد فرمایا: خاموش! خدا تیرا برا کرے۔ اے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے! خدا کی قسم جب حق ظاہر ہوا تو اُس وقت تیری شخصیت ذلیل اور تیری آواز دبی ہوئی تھی اور جب باطل زور سے چیخا ہے تو بھی بکری کے سنگ کی طرح ابھر آیا ہے۔

## خطبہ ۱۸۳

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا تُدْرِكُهُ الشَّوَاهِدُ، وَلَا تَحْوِيْهِ الْمَشَاهِدُ وَلَا تَرَاهُ النَّوَاظِرُ، وَلَا تَحْجُبُهُ السَّوَاتِرُ، الدَّالِّ عَلٰى قِدَمِهٖ بِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ وَبِحُدُوْثِ خَلْقِهٖ عَلٰى وُجُوْدِهٖ وَبِاشْتِبَاهِهِمْ عَلٰى اَنْ لَّا شِبْهَ لَهٗ۔ الَّذِىْ صَدَقَ فِىْ مِيْعَادِهٖ، وَارْتَفَعَ عَنْ ظُلْمِ عِبَادِهٖ۔ وَقَامَ بِالْقِسْطِ فِىْ خَلْقِهٖ، وَعَدَلَ عَلَيْهِمْ

ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لئے ہے جسے حواس پا نہیں سکتے، نہ جگہیں اُسے گھیر سکتی ہیں۔ نہ پردے اُسے چھپا سکتے ہیں وہ مخلوقات کے نیست کے بعد ہست ہونے سے اپنے ہمیشہ سے ہونے والے کا اور اُن کے باہم مشابہ ہونے سے اپنے بے مثل و بے نظیر ہونے کا پتہ دیتا ہے۔ وہ اپنے وعدہ میں سچا اور بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وہ مخلوق کے بارے میں عدل سے چلتا ہے اور اپنے حکم میں انصاف برتتا ہے۔ وہ چیزوں کے وجود پذیر ہونے سے اپنی قدامت پر ان کے عجز و کمزوری کے نشانوں سے اپنی قدرت پر اور ان کے فنا ہو جانے کی اضطراری کیفیتوں سے اپنی ہمیشگی پر (عقل سے) گواہی حاصل کرتا ہے۔ وہ گنتی

فِیْ حُکْمِہٖ مُسْتَشْهِدٌ بِحُدُوْثِ الْاَشْیَآءِ عَلٰی اَزَلِیَّتِہٖ، وَبِمَا وَسَمَهَا بِہٖ مِنَ الْعَجْزِ عَلٰی قُدْرَتِہٖ، وَبِمَا اضْطَرَّهَا اِلَیْہِ مِنَ الْفَنَاءِ عَلٰی دَوَامِہٖ وَاحِدٌ لَا بِعَدَدٍ، وَدَآئِمٌ لَّا بِاَمَدٍ، وَقَآئِمٌ لَّا بِعَمَدٍ، تَتَلَقَّاهُ الْاَذْهَانُ لَا بِمُشَاعَرَةٍ۔ وَتَشْهَدُ لَهُ الْمَرَائِیْ لَا بِمُحَاضَرَةٍ۔ لَمْ تُحِطْ بِہِ الْاَوْهَامُ، بَلْ تَجَلّٰی لَهَا، وَبِهَا امْتَنَعَ مِنْهَا وَاِلَیْهَا حَاکَمَهَا۔ لَیْسَ بِذِیْ کِبَرٍ امْتَدَّتْ بِہِ النِّهَایَاتُ فَکَبَّرَتْهُ تَجْسِیْمًا، وَلَا بِذِیْ عِظَمٍ، تَنَاهَتْ بِہِ الْغَایَاتُ فَعَظَّمَتْهُ تَجْسِیْدًا۔ بَلْ کَبُرَ شَاْنًا، وَعَظُمَ سُلْطَانًا۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الصَّفِیُّ وَاَمِیْنُهُ الرَّضِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَرْسَلَهٗ بِوُجُوْبِ الْحُجَجِ وَظُهُوْرِ الْفَلَجِ وَاِیْضَاحِ الْمَنْهَجِ فَبَلَّغَ الرِّسَالَةَ صَادِعًا بِهَا وَحَمَلَ عَلَی الْمَحَجَّةِ دَالًّا عَلَیْهَا وَاَقَامَ اَعْلَامَ الْاِهْتِدَاءِ وَمَنَارَ الضِّیَاءِ وَجَعَلَ اَمْرَاسَ الْاِسْلَامِ مَتِیْنَةً وَعُرَی الْاِیْمَانِ وَثِیْقَةً۔

مِنْهَا فِیْ صِفَةِ (عَجِیْبِ) خَلْقِ اَصْنَافٍ مِنَ الْحَیَوَانِ، وَلَوْ فَکَّرُوْا فِیْ عَظِیْمِ الْقُدْرَةِ وَجَسِیْمِ النِّعْمَةِ، لَرَجَعُوْا اِلَی الطَّرِیْقِ وَخَافُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ وَلٰکِنَّ

اور شمار میں آئے بغیر ایک (یگانہ) ہے وہ کسی (متعینہ) مدت کے بغیر ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور ستونوں (اعضاء) کے سہارے کے بغیر قائم و برقرار ہے۔ حواس و مشاعر کے بغیر ذہن اُسے قبول کرتے ہیں اور اُس تک پہنچے بغیر نظر آنے والی چیزیں اُس کی ہستی کی گواہی دیتی ہیں۔ عقلیں اُس کی حقیقت کا احاطہ نہیں کر سکتیں بلکہ وہ عقلوں کے وسیلہ سے عقلوں کے لئے آشکارا ہوا ہے اور عقلوں ہی کے ذریعہ سے عقل و فہم میں آنے سے انکار ہے اور ان کے معاملہ میں خود انہی کو حکم ٹھہرایا ہے۔ وہ اس معنی کو جو اسے مجسّم صورت میں بڑا کر کے دکھاتے ہیں اور نہ اس اعتبار سے عظیم ہے کہ وہ جسامت میں انتہائی حدوں تک پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ وہ شان و منزلت کے اعتبار سے بڑا اور دبدبہ و اقتدار کے لحاظ سے عظیم ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کے عبد اور برگزیدہ رسول اور پسندیدہ امین ہیں۔ خدا ان پر ان کے اہل بیتؑ پر رحمت فراواں نازل کرے اللہ نے انہیں نا قابل انکار دلیلوں، واضح کامرانیوں اور راہ (شریعت) کی رہنمائیوں کے ساتھ بھیجا۔ چنانچہ آپ نے (حق کو باطل سے) چھانٹ کر اس کا پیغام پہنچایا، راہِ حق دکھا کر اس پر لوگوں کو لگایا۔ ہدایت کے نشان اور روشنی کے مینار قائم کئے۔ اسلام کی رسّیوں اور ایمان کے بندھنوں کو مستحکم کیا۔

اس خطبہ کا ایک جُزیہ ہے جس میں مختلف قسم کے جانوروں کی عجیب و غریب آفرینش کا ذکر فرمایا ہے اگر لوگ اس کی عظیم الشان قدرتوں اور بلند پایہ نعمتوں میں غور و فکر کریں تو سیدھی راہ کی طرف پلٹ آئیں اور دوزخ کے عذاب سے خوف کھانے لگیں۔ لیکن دل بیمار اور بصیرتیں کھوٹی ہیں۔ کیا وہ لوگ ان چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کہ جنہیں اس نے پیدا کیا ہے نہیں دیکھتے کہ کیونکر ان کی آفرینش کو استحکام بخشا ہے اور ان کے جوڑ



الْقُلُوْبَ عَلِیْلَةٌ وَالْبَصَآئِرَ مَدْخُوْلَةٌ۔ اَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلٰی صَغِیْرِ مَا خَلَقَ کَیْفَ اَحْکَمَ خَلْقَهٗ، وَاَتْقَنَ تَرْکِیْبَهٗ، وَفَلَقَ لَهُ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ، وَسَوّٰی لَهُ الْعَظْمَ وَالْبَشَرَ۔ اُنْظُرُوْا اِلَی النَّمْلَةِ فِیْ صِغَرِ جُثَّتِهَا وَلَطَافَةِ هَیْئَتِهَا، لَا تَکَادُ تُنَالُ بِلَحْظِ الْبَصَرِ، وَلَا بِمُسْتَدْرَکِ الْفِکَرِ، کَیْفَ دَبَّتْ عَلٰی اَرْضِهَا، وَصُبَّتْ عَلٰی رِزْقِهَا، تَنْقُلُ الْحَبَّةَ اِلٰی جُحْرِهَا، وَتُعِدُّهَا فِیْ مُسْتَقَرِّهَا تَجْمَعُ فِیْ حَرِّهَا لِبَرْدِهَا، وَفِیْ دُرُوْدِهَا لِصَدَرِهَا مَکْفُوْلَةٌ بِرِزْقِهَا مَرْزُوْقَةٌ بِوِفْقِهَا۔ لَا یُغْفِلُهَا الْمَنَّانُ، وَلَا یَحْرِمُهَا الدَّیَّانُ وَلَوْ فِی الصَّفَا الْیَابِسِ وَالْحَجَرِ الْجَامِسِ۔ وَلَوْ فَکَّرْتَ فِیْ مَجَارِیْ اَکْلِهَا فِیْ عُلْوِهَا وَسُفْلِهَا وَمَا فِی الْجَوْفِ مِنْ شَرَاسِیْفِ بَطْنِهَا وَمَا فِی الرَّاْسِ مِنْ عَیْنِهَا وَاُذُنِهَا لَقَضَیْتَ مِنْ وَصْفِهَا تَعَبًا۔ فَتَعَالَی الَّذِیْ اَقَامَهَا عَلٰی قَوَائِمِهَا، وَبَنَاهَا عَلٰی دَعَائِمِهَا، لَمْ یَشْرَکْهُ فِیْ فِطْرَتِهَا فَاطِرٌ، وَلَمْ یُعِنْهُ فِیْ خَلْقِهَا قَادِرٌ۔ وَلَوْ ضَرَبْتَ فِیْ مَذَاهِبِ فِکْرِکَ لِتَبْلُغَ غَایَاتِہٖ مَادَلَّتْکَ الدَّلَالَةُ اِلَّا عَلٰی اَنَّ فَاطِرَ النَّمْلَةِ هُوَ فَاطِرُ النَّخْلَةِ، لِدَقِیْقِ تَفْصِیْلِ کُلِّ

بند کو باہم استواری کے ساتھ ملایا ہے اور ان کے لئے کان اور آنکھ (کے سوراخ کھولے ہیں اور ہڈی اور کھال کو اور کھال کو (پوری مناسبت سے) درست کیا ہے۔ ذرا اس چیونٹی[1] کی طرف، اس کی جسامت کے اختصار اور شکل و صورت کی باریکی کے عالم میں نظر کرو اتنی چھوٹی کہ گوشہ چشم سے بمشکل دیکھی جا سکے اور نہ فکروں میں سماتی ہے دیکھو تو کیونکر زمین پر رینگتی پھرتی ہے اور اپنے رزق کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لیے جاتی ہے اور اسے اپنے قیام گاہ میں مہیا رکھتی ہے اور گرمیوں میں، جاڑے کے موسم کے لئے قوت اور توانائی کے زمانہ میں عجز و درماندگی کے دنوں کے لئے ذخیرہ اکٹھا کر لیتی ہے۔ اس کی روزی کا ذمہ لیا جا چکا ہے اور اس کے مناسب حال رزق اسے پہنچتا رہتا ہے۔ خدائے کریم اس سے تغافل نہیں برتتا اور صاحب عطا و جزا اسے محروم نہیں رکھتا۔ اگر چہ وہ خشک پتھر اور جمے ہوئے سنگ خارا کے اندر کیوں نہ ہو اگر تم اس کی غذا کی نالیوں اور اس کے بلند و پست حصوں اور اس کے خول میں پیٹ کی طرف جھکے ہوئے پسلیوں کے کناروں اور اس کے سر میں (چھوٹی چھوٹی) آنکھوں اور کانوں کی (ساخت میں) غور و فکر کرو گے تو اس کی آفرینش پر تمہیں تعجب ہوگا، اور اس کا وصف کرنے میں تمہیں تعب اٹھانا پڑے گا۔ بلند و برتر ہے وہ کہ جس نے اس کو اس کے پیروں پر کھڑا کیا ہے اور ستونوں (اعضاء) پر اس کی بنیاد رکھی ہے۔ اس کے بنانے میں کوئی بنانے والا اس کا شریک نہیں ہوا، اور نہ اُس کے پیدا کرنے میں کسی قادر و توانا نے اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر تم سوچ بچار کی راہوں کو طے کرتے ہوئے اُس کی آخری حد تک پہنچ جاؤ تو عقل کی رہنمائی تمہیں بس اس نتیجہ پر پہنچائے گی کہ جو چیونٹی کا پیدا کرنے والا ہے وہی کھجور کے درخت کا پیدا کرنے والا ہے کیونکہ ہر چیز[2] کی تفصیل لطافت و باریکی لئے ہوئے ہے اور

شَیْءٍ وَغَامِضِ اخْتِلَافِ كُلِّ حَيٍّ، وَمَا لْجَلِيلُ وَاللَّطِيفُ وَالثَّقِيلُ وَالْخَفِيفُ وَالْقَوِيُّ وَالضَّعِيفُ فِي خَلْقِهِ إِلَّا سَوَآءٌ وَكَذٰلِكَ السَّمَآءُ وَالْهَوَآءُ وَالرِّيَاحُ وَالْمَاءُ فَانْظُرْ إِلَى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنَّبَاتِ وَالشَّجَرِ وَالْمَاءِ وَالْحَجَرِ وَاخْتِلَافِ هٰذَا اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ، وَتَفَجُّرِ هٰذِهِ الْبِحَارِ وَكَثْرَةِ هٰذِهِ الْجِبَالِ، وَطُولِ هٰذِهِ الْقِلَالِ وَتَفَرُّقِ هٰذِهِ اللُّغَاتِ، وَالْأَلْسُنِ الْمُخْتَلِفَاتِ۔ فَالْوَيْلُ لِمَنْ جَحَدَ الْمُقَدِّرَ وَأَنْكَرَ الْمُدَبِّرَ۔ زَعَمُوا أَنَّهُمْ كَالنَّبَاتِ مَالَهُمْ زَارِعٌ، وَلَا لِاخْتِلَافِ صُوَرِهِمْ صَانِعٌ۔ وَلَمْ يَلْجَأُوا إِلَى حُجَّةٍ فِيمَا ادَّعَوْا، وَلَا تَحْقِيقٍ لِمَا أَوْعَوْا۔ وَهَلْ يَكُونُ بِنَاءٌ مِّنْ غَيْرِ بَانٍ، أَوْجِنَايَةٌ مِّنْ غَيْرِ جَانٍ۔ وَإِنْ شِئْتَ قُلْتَ فِي الْجَرَادَةِ إِذْخَلَقَ لَهَا عَيْنَيْنِ حَمْرَاوَيْنِ وَجَعَلَ لَهَا السَّمْعَ الْخَفِيَّ، وَفَتَحَ لَهَا الْفَمَ السَّوِيَّ، وَجَعَلَ لَهَا الْحِسَّ الْقَوِيَّ وَنَابَيْنِ بِهِمَا تَقْرِضُ، وَمِنْجَلَيْنِ بِهِمَا تَقْبِضُ يَرْهَبُهَا الزُّرَّاعُ فِي زَرْعِهِمْ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ ذَبَّهَا وَلَوْ أَجْلَبُوا بِجَمْعِهِمْ، حَتَّى تَرِدَ الْحَرْثَ فِي نَزَوَاتِهَا وَخَلْقُهَا كُلُّهُ لَا يَكُونُ إِصْبَعًا

ہرذی حیات کے مختلف اعضاء میں باریک ہی سا فرق ہے اس کی مخلوقات میں بڑی اور چھوٹی، بھاری اور ہلکی، طاقتور اور کمزور چیزیں یکساں ہیں اور یونہی آسمان، فضا، ہوا اور پانی برابر ہیں۔ لہٰذا تم سورج، چاند، آسمان، فضا، ہوا اور پتھر کی طرف دیکھو اور اس رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے اور اُن دریاؤں کے جاری ہونے اور اُن پہاڑوں کے بہتات اور اُن چوٹیوں کی اُچان پر نگاہ دوڑاؤ اور اُن نعمتوں اور قسم قسم کی زبانوں کے اختلاف پر نظر کرو۔ اس کے بعد افسوس ہے ان پر کہ جو قضاء وقدر کی مالک ذات اور نظم وانضباط کی قائم کرنے والی ہستی سے انکار کریں انہوں نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ گھاس پھونس کی طرح خود بخود اگ آئے ہیں، نہ ان کا کوئی بولنے والا ہے اور نہ ان کی گونا گوں صورتوں کا کوئی بنانے والا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعوے کی بنیاد کسی دلیل پر نہیں رکھی اور نہ سنی سنائی باتوں کی تحقیق کی ہے۔ (ذرا سوچو تو کہ) کیا کوئی عمارت بغیر بنانے والے کے ہوا کرتی ہے؟ اور کوئی جرم بغیر مجرم کے ہوتا ہے؟ اگر چاہو تو (چیونٹی کی طرح[۲] ٹڈی کے متعلق بھی کچھ کہو، کہ اس کے لئے لال بھبوکا دو آنکھیں پیدا کیں اور اُس کی آنکھوں کے چاند سے دونوں حلقوں کے چراغ روشن کئے اور اُس کے لئے بہت ہی چھوٹے چھوٹے کان بنائے اور مناسب ومعتدل منہ کا شگاف بنایا اور اُس کے حس کو قوی اور تیز قرار دیا اور ایسے دو دانت بنائے کہ جن سے وہ (پتیوں کو) کاٹتی ہے اور درانتی کی طرح کے دو پیر دیئے کہ جن سے وہ (گھاس پات کو) پکڑتی ہے۔ کاشتکار اپنی زراعت کے بارے میں اس سے ہراساں رہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جتھوں کو سمیٹ لیں، جب بھی اس ٹڈی کا دل کا ہنکانا ان کے بس میں نہیں ہوتا، یہاں تک کہ وہ جست وخیز کرتا ہوا اُن کی کھیتیوں پر ٹوٹ پڑتا ہے اور ان سے اپنی خواہشوں کو پورا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کا جسم ایک باریک



مُسْتَدِقَّةً فَتَبَارَكَ اللّٰهُ الَّذِي يَسْجُدُلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا، وَيَعْنُولَهُ خَدًّا وَّوَجْهًا، وَيُلْقِي إِلَيْهِ بِالطَّاعَةِ سَلْمًا وَضَعْفًا، وَيُعْطِي لَهُ الْقِيَادَ رَهْبَةً وَخَوْفًا۔ فَالطَّيْرُ مُسَخَّرَةٌ لِأَمْرِهِ۔ أَحْصٰى عَدَدَ الرِّيْشِ مِنْهَا وَالنَّفَسِ، وَأَرْسٰى قَوَائِمَهَا عَلَى النَّدٰى وَالْيَبَسِ۔ وَقَدَّرَ أَقْوَاتَهَا، وَأَحْصٰى أَجْنَاسَهَا۔ فَهٰذَا غُرَابٌ وَهٰذَا عُقَابٌ۔ وَهٰذَا حَمَامٌ وَهٰذَا نَعَامٌ۔ دَعَا كُلَّ طَائِرٍ بِاسْمِهِ وَكَفَلَ لَهُ بِرِزْقِهِ وَأَنْشَأَ السَّحَابَ الثِّقَالَ فَأَهْطَلَ دِيَمَهَا وَعَدَّدَ قِسَمَهَا، فَبَلَّ الْأَرْضَ بَعْدَ جُفُوفِهَا وَأَخْرَجَ نَبْتَهَا بَعْدَ جُدُوبِهَا۔

انگلی کے بھی برابر نہیں ہوتا۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس کے سامنے آسمان وزمین میں جو کوئی بھی ہے خوشی یا مجبوری سے بہر صورت سجدہ میں گرا ہوا ہے اور اس کے لئے رخسار اور چہرے کو خاک پر مَل رہا ہے اور عجز وانکسار سے اس کے آگے سرنگوں ہے اور خوف و دہشت سے اپنی باگ دوڑ اسے سونپے ہوئے ہے۔ پرندے اُس کے حکم (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے ہیں وہ ان کے پروں اور سانسوں کی گنتی تک کو جانتا ہے اور (ان میں سے کچھ کے) پیر تری پر اور (کچھ کے) خشکی پر جما دیئے ہیں اور ان کی روزیاں معیّن کر دی ہیں اور ان کے انواع واقسام پر احاطہ رکھتا ہے کہ یہ کوّا ہے، اور یہ عقاب، یہ کبوتر، اور یہ شتر مرغ۔ اُس نے ہر پرندے کو اس کے نام پر دعوت (وجود) دی اور ان کی روزی کا ذمہ لیا اور یہ بھاری بوجھل بادل پیدا کئے کہ جن سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور حصہ رسدی مختلف (سرزمینوں پر) انہیں بانٹ دیا اور زمین کو اس کے خشک ہو جانے کے بعد تر بتر کر دیا اور بنجر ہونے کے بعد اُس سے (لہلہاتا ہوا) سبزہ اُگایا۔

تشریح:۔

[۱] چیونٹی بظاہر ایک حقیر سی مخلوق ہے اور جسامت کے اعتبار سے نہایت چھوٹی مگر قدرت نے شعور اور احساس کی اتنی قوتیں اس میں ودیعت کی ہیں کہ عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کے حسیات خصوصاً قوت شامہ بہت تیز ہوتی ہے جہاں کہیں خوارک ہو یہ اپنے حاسہ کی مدد سے فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے اور اپنے جسم سے بیس گناہ زائد وزن اٹھا لیتی ہے اور جس چیز کو اکیلے نہیں اٹھا سکتی اُسے اٹھانے کے لئے دوسری چیونٹوں کو اطلاع کر دیتی ہے اور وہ سب مل کر اسے اٹھا لے جاتی ہیں۔ اگر دیوار یا بلندی پر چڑھنے سے بوجھ گر پڑتا ہے تو جتنی مرتبہ گرے اُسے اٹھانے کے لئے پلٹتی ہے۔ دھوپ ہو یا سایہ، گرمی ہو یا سردی نہ ہمت ہارتی ہیں اور نہ محنت سے جی چراتی ہیں۔ ہمہ وقت طلب وتلاش میں لگی رہتی ہیں۔ یوں تو گرمی وسردی میں یکساں سعی وکاوش کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر گرمیوں میں زیادہ سرگرم عمل رہتی ہیں تا کہ سردی اور برسات کے لئے اپنے بلوں میں اتنا ذخیرہ فراہم کر لیں جس سے ان کی گذر بسر ہو سکے۔ ان بلوں میں ٹیڑھے میڑھے راستے بناتی ہیں تا کہ بارش کے پانی سے تحفظ ہو سکے۔ اس غذا کی جمع آوری کے ساتھ اس کے بچاؤ کی بھی تمام تدابیر عمل میں لاتی ہیں۔ چنانچہ جب اُس کے خراب یا متعفن ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے تو اُسے بلوں سے باہر نکال کر ہوا میں پھیلا دیتی ہیں اور سوکھ جانے کے بعد اسے پھر بلوں میں منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ نقل وحمل عموماً چاندنی راتوں میں کرتی ہیں تا کہ دن کے وقت گزرنے والے کی وجہ سے ذخیرہ پامال نہ ہو اور اتنی روشنی بھی رہے کہ کام جاری رکھا جا سکے اور اگر زمین کی تری ورطوبت کی وجہ سے دانوں سے کونپلیں پھوٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ہر دانے کے دو ٹکڑے کر دیتی ہیں

اور دھنئے کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں تو بھی اُگ آتا ہے اس لئے اس کے چار ٹکڑے کر دیتی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ اہتمام بھی کرتی ہیں کہ دانوں کی سطح پر بھوسے کے تنکے بچھا دیتی ہیں تاکہ زمین کے اندر کی نمی سے محفوظ رہیں۔

چیونٹیوں میں نظم و ضبط سے رہنے مل جل کر کام کرنے اور ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کا بھرپور جذبہ ہوتا ہے۔ ان میں کچھ کارکن ہوتی ہیں جو خوراک فراہم کرتی ہیں اور کچھ حفاظتی فریضہ انجام دیتی ہیں اور ایک ملکہ ہوتی ہے جو نگران کار ہوتی ہے۔ غرض یہ تمام کام تقسیم عمل اور نظم و ضبط کے تحت انجام پاتے ہیں۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کا جائزہ لیا جائے تو وہ اپنے اندر اُن تمام چیزوں کو سمیٹے ہوئے ہوگی جو بڑی سے بڑی چیز کے اندر پائی جاتی ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی صنعت طرازی و کارسازی کی جھلک یکساں اور ہر ایک کی نسبت اس کی قوت و توانائی کی طرف برابر ہوگی۔ خواہ وہ چیونٹی کی طرح چھوٹی ہو یا درخت خرما کی طرح بڑی، ایسا نہیں نہیں کہ چھوٹی چیز کو بنانا سہل اور بڑی چیز کو پیدا کرنا اس کے لئے مشکل ہو کیونکہ صورت رنگ، حجم اور مقدار کا اختلاف صرف اس کی حکمت و تدبیر کی کارفرمائی کی بناء پر ہے۔ مگر اصل خلقت کے اعتبار سے ان میں کوئی تفاوت نہیں۔ لہٰذا خلقت و آفرینش کی یہ یک رنگی اس کے صانع کی وحدت و یکتائی کی دلیل ہے۔

۳۔ ٹڈی ایک مختصر جسامت کا جانور ہے۔ بچپنے میں اس کے پیر چھوٹے ٹانگیں لانبی، سر بڑا اور دُم چھوٹی ہوتی ہے جب بچپنے کا دور گذر جاتا ہے تو پر بڑے اور جسم کی لمبائی زیادہ ہو جاتی ہے۔ خوراک کی تلاش میں جتھا بنا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا رہتا ہے۔ اس پرواز سے اُس کے جسم اور اعضاء پر خوشگوار اثر پڑتا ہے اور جسم قوی اور اعصاب مضبوط ہو جاتے ہیں لیکن یہ دور اس کے لئے انتہائی پریشان کن ہوتا ہے۔ کیونکہ بھوک کی شدت اسے کسی کروٹ چین نہیں لینے دیتی۔ چنانچہ جب ٹڈی دل مل کر پرواز کرتا ہے تو جہاں کہیں سبزہ نظر آتا ہے بے تحاشا ٹوٹ پڑتا ہے اور مادہ اپنی دم سے زمین میں سوراخ کر کے انڈے چھوڑ جاتی ہے۔ جن سے بچے نکلتے ہیں اور جب ان کے جسم و جان میں توانائی آتی ہے تو اڑنے لگتے ہیں۔ ان کا پھیلاؤ کبھی کبھی دو ہزار مربع میل تک پہنچ جاتا ہے اور ایک دن میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر لیتے ہیں اور جدھر سے ہو کر گزرتے ہیں کھڑی کھیتوں اور سبزہ زاروں کو اس طرح چاٹ جاتے ہیں کہ روئیدگی کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ یہ پرواز گرم خشک موسم میں ہوتی ہے، اور جب تک موسم سازگار رہتا ہے پرواز جاری رہتی ہے جب سخت سردی یا تیز آندھی انہیں منتشر کر دیتی ہے تو جماعتی زندگی کی کشمکش سے آزاد ہو کر تنہا رہ جاتے ہیں۔ یہ تنہائی کی زندگی ان کے لئے بڑی مطمئن زندگی ہوتی ہے۔ نہ انہیں بھوک ستاتی ہے اور نہ پرواز کی تعب و مشقت نڈھال کرتی ہے۔

# خطبہ ۱۸۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) فِي التَّوْحِيْدِ، وَتَجْمَعُ هٰذِهِ الْخُطْبَةُ مِنْ اُصُوْلِ الْعِلْمِ مَالَا تَجْمَعُهٗ خُطْبَةٌ (غَيْرُهَا)

یہ خطبہ توحید کے متعلق ہے اور علم و معرفت کی اتنی بنیادی باتوں پر مشتمل ہے کہ جن پر کوئی دوسرا خطبہ حاوی نہیں ہے۔



مَا وَحَّدَهٗ مَنْ كَيَّفَهٗ وَلَا حَقِيْقَتَهٗ اَصَابَ مَنْ مَثَّلَهٗ۔ وَلَا اِيَّاهُ عَنٰى مَنْ شَبَّهَهٗ، وَلَا صَمَدَهٗ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَتَوَهَّمَهٗ۔ كُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهٖ مَصْنُوْعٌ۔ وَكُلُّ قَآئِمٍ فِيْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ۔ فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابِ اٰلَةٍ مُقَدِّرٌ لَا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ غَنِيٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ لَا تَصْحَبُهُ الْاَوْقَاتُ وَلَا تَرْفِدُهُ الْاَدَوَاتُ سَبَقَ الْاَوْقَاتَ كَوْنُهٗ، وَالْعَدَمَ وُجُوْدُهٗ وَالْاِبْتِدَآءَ اَزَلُهٗ۔ بِتَشْعِيْرِهِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ اَنْ لَّا مَشْعَرَ لَهٗ وَبِمُضَادَّتِهٖ بَيْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَهٗ وَبِمُقَارَنَتِهٖ بَيْنَ الْاَشْيَآءِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِيْنَ لَهٗ۔ ضَادَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَةِ وَالْوُضُوْحَ بِالْبُهْمَةِ وَالْجُمُوْدَ بِالْبَلَلِ، وَالْحَرُوْرَ بِالصَّرَدِ مُؤَلِّفٌ بَيْنَ مُتَعَادِيَاتِهَا مُقَارِنٌ بَيْنَ مُتَبَايِنَاتِهَا مُقَرِّبٌ بَيْنَ مُتَبَاعِدَاتِهَا۔ مُفَرِّقٌ بَيْنَ مُتَدَانِيَاتِهَا۔ لَا يُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَلَا يُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَاِنَّمَا تَحُدُّ الْاَدَوَاتُ اَنْفُسَهَا، وَتُشِيْرُ الْاٰلَةُ اِلٰى نَظَائِرِهَا مَنَعَتْهَا مُنْذُ الْقِدْمِيَّةَ، وَحَمَتْهَا قَدُ الْاَزَلِيَّةَ وَجَنَّبَتْهَا لَوْلَا التَّكْمِلَةَ بِهَا تَجَلّٰى صَانِعُهَا لِلْعُقُوْلِ وَبِهَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُيُوْنِ۔ لَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ السُّكُوْنُ

جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اُس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اُس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اُس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابل اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا اُس نے اس کا رخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے وہ ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے۔ بغیر فکر کی جولانی کے وہ تونگر و غنی ہے۔ بغیر دوسروں سے استفادہ کئے نہ زمانہ اس کا ہم نشین اور نہ آلات اس کے معاون اور معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اُس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اُس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی ساتھی نہیں، اُس نے نور کو ظلمت کی روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، اور دوسرے سے دور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا ہے، اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں انہیں لفظ منذ نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے اور لفظ قد نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے اور لفظ لولا نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔

انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدے سے بَری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات پر

وَالْحَرَكَةُ - وَكَيْفَ يَجْرِيْ عَلَيْهِ مَاهُوَ اَجْرَاهُ، وَيَعُوْدُ فِيْهِ مَا هُوَ اَحْدَثَهٗ- اِذًا لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُهٗ، وَلَتَجَزَّءَ كُنْهُهٗ وَلَا مْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ مَعْنَاهُ- وَلَكَانَ لَهٗ وَرَآءٌ اِذْوُجِدَ لَهٗ اَمَامٌ وَلَا لْتَمَسَ التَّمَامَ اِذْلَزِمَهُ النُّقْصَانُ وَاِذًا لَقَامَتْ اٰيَةُ الْمَصْنُوْعِ فِيْهِ، وَلَتَحَوَّلَ دَلِيْلًا بَعْدَ اَنْ كَانَ مَدْلُوْلًا عَلَيْهِ- وَخَرَجَ بِسُلْطَانِ الْاِمْتِنَاعِ مِنْ اَنْ يُؤَثِّرَ فِيْهِ مَا يُؤَثِّرُ فِيْ غَيْرِهِ الَّذِيْ لَا يَحُوْلُ، وَلَا يَزُوْلُ وَلَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ الْاُفُوْلُ، وَلَمْ يَلِدْ فَيَكُوْنَ مَوْلُوْدًا وَلَمْ يُوْلَدْ فَيَصِيْرَ مَحْدُوْدًا- جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْاَبْنَآءِ وَطَهُرَ عَنْ مُلَامَسَةِ النِّسَآءِ- لَا تَنَالُهُ الْاَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهٗ وَلَا تَتَوَهَّمُهُ الْفِطَنُ فَتُصَوِّرَهٗ وَلَا تُدْرِكُهُ الْحَوَاسُّ فَتُحِسَّهٗ وَلَا تَلْمِسُهُ الْاَيْدِيْ فَتَمَسَّهٗ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَلَا يَتَبَدَّلُ فِي الْاَحْوَالِ وَلَا تُبْلِيْهِ اللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامُ، وَلَا يُغَيِّرُهُ الضِّيَآءُ وَالظَّلَامُ- وَلَا يُوْصَفُ بِشَيْءٍ مِنَ الْاَجْزَآءِ، وَلَا بِالْجَوَارِحِ وَالْاَعْضَآءِ وَلَا بِعَرَضٍ مِّنَ الْاَعْرَاضِ وَلَا بِالْغَيْرِيَّةِ وَالْاَبْعَاضِ وَلَا يُقَالُ لَهٗ حَدٌّ وَلَا نِهَايَةٌ، وَلَا انْقِطَاعٌ وَلَا غَايَةٌ- وَلَا اَنَّ الْاَشْيَآءَ تَحْوِيْهِ، فَتُقِلَّهٗ اَوْتُهْوِيَهٗ اَوْ اَنَّ شَيْئًا يَحْمِلُهٗ فَيُمِيْلَهٗ اَوْ يَعْدِلَهٗ-

طاری کی ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہوسکتی ہے، اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہوسکتی ہے اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو وہ اس میں کیونکر پیدا ہوسکتی اگر ایسا ہو تو اُس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی اور اس کی ہستی قابل تجزیہ ٹھہرے گی اور اس کی حقیقت ہمیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے لئے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آ جاتیں اور جب کہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس امر مسلّمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے۔ اس سے امر مُسلّمہ کی رو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ ادلتا بدلتا نہیں نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لئے روا ہے اُس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا، وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چھونے سے پاک ہے۔ تصورات اسے پا نہیں سکتے کہ اُس کا اندازہ ٹھہرا لیں اور عقلیں اُس کا تصور نہیں کر سکتیں کہ اُس کی کوئی صورت مقرر کر لیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اُسے محسوس کر لیں اور ہاتھ اُس سے مس نہیں ہوتے کہ اُسے چھو لیں۔ وہ کسی حال میں بدلتا نہیں اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اُسے بلند کریں



وَلَيْسَ فِي الْاَشْيَآءِ بِوَالِجٍ، وَلَا عَنْهَا بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ لَهَوَاتٍ، وَيَسْمَعُ لَا بِخُرُوْقٍ وَاَدَوَاتٍ- يَقُوْلُ وَلَا يَلْفِظُ وَيَحْفَظُ وَيَتَحَفَّظُ، وَيُرِيْدُ وَلَا يُضْمِرُ- يُحِبُّ وَيَرْضٰى مِنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَيُبْغِضُ وَيَغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ- يَقُوْلُ لِمَنْ اَرَادَ كَوْنَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ- لَا بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَلَا بِنِدَآءٍ يُسْمَعُ- وَاِنَّمَا كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلٌ مِنْهُ اَنْشَاَهٗ- وَمِثْلُهٗ لَمْ يَكُنْ مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ كَائِنًا، وَلَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَكَانَ اِلٰهًا ثَانِيًا لَا يُقَالُ كَانَ بَعْدَ اَنْ لَمْ يَكُنْ فَتَجْرِيَ عَلَيْهِ الصِّفَاتُ الْمُحْدَثَاتُ وَلَا يَكُوْنُ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ فَصْلٌ، وَلَا لَهٗ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِيَ الصَّانِعُ وَ الْمَصْنُوْعُ، وَيَتَكَافَاَ الْمُبْتَدِعُ وَالْبَدِيْعُ- خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهٖ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلٰى خَلْقِهَا بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ- وَاَنْشَاَ الْاَرْضَ فَاَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ- وَاَرْسَاهَا عَلٰى غَيْرِ قَرَارٍ- وَاَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَآئِمَ- وَرَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمَ- وَحَصَّنَهَا مِنَ الْاَوَدِ وَالْاِعْوِجَاجِ وَمَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَالْاِنْفِرَاجِ- اَرْسٰى اَوْتَادَهَا وَضَرَبَ اَسْدَادَهَا وَاسْتَفَاضَ عُيُوْنَهَا

اور خواہ پست، یا چیزیں اُسے اٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اُسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہے اُسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے اور نہ اُن سے باہر، وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلات سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ ارادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقت طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے۔ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے اُسے ''ہو جا'' کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے۔ بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جا سکے۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ کا کلام بس اُس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آ جائیں اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اُس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونے کے پیدا کیا کہ جو اس سے پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو اور اس کے بنانے میں اُس نے مخلوقات میں سے کسی ایک بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں الجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اُس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے بچائے رہا۔ اس کی پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو

وَحَدَّاَوْدِيَتَهَا۔ فَلَمْ يَهِنْ مَابَنَاهُ، وَلَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ۔ هُوَالظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهٖ وَعَظَمَتِهٖ، وَهُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَالْعَالِیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مِّنْهَا بِجَلَالِهٖ وَعِزَّتِهٖ۔ وَلَا يُعْجِزُهٗ شَیْءٌ مِّنْهَاطَلَبَهٗ، وَلَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهٗ وَلَا يَفُوْتُهُ السَّرِيْعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهٗ، وَلَا يَحْتَاجُ اِلٰی ذِیْ مَالٍ فَيَرْزُقَهٗ خَضَعَتِ الْاَشْيَآءُ لَهٗ وَذَلَّتْ مُسْتَكِيْنَةً لِعَظَمَتِهٖ، لَا تَسْتَطِيْعُ الْهَرَابَ مِنْ سُلْطَانِهٖ اِلٰی غَيْرِهٖ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهٖ وَضَرِّهٖ وَلَا كُفْوَ لَهٗ فَيُكَافِئَهٗ وَلَا نَظِيْرَ لَهٗ فَيُسَاوِيَهٗ هُوَ الْمُفْنِیْ لَهَا بَعْدَوُجُوْدِهَا حَتّٰی يَصِيْرَ مَوْجُوْدُهَا كَمَفْقُوْدِهَا وَلَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَابْتِدَاعِهَا بِاَعْجَبَ مِنْ اِنْشَائِهَا وَاخْتِرَاعِهَا وَكَيْفَ وَلَوِاجْتَمَعَ جَمِيْعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَبَهَائِمِهَا، وَمَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَسَائِمِهَا، وَاَصْنَافِ اَسْنَاخِهَا وَاَجْنَاسِهَا وَمُتَبَلِّدَةِ اُمَمِهَا وَاَكْيَاسِهَا عَلٰی اِحْدَاثِ بَعُوْضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلٰی اِحْدَاثِهَا، وَلَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيْلُ اِلٰی اِيْجَادِهَا۔ وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُوْلُهَافِیْ عِلْمِ ذٰلِكَ وَتَاهَتْ وَعَجَزَتْ قُوَاهَا وَتَنَاهَتْ، وَرَجَعَتْ خَاسِئَةً

مضبوطی سے نصب کیا، اس کے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی ہستی نہ آئی اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ اپنی عظمت وشاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم ودانائی کی بدولت اُس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال وعزت کے سبب سے اُس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اُس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اُس کے دسترس سے باہر نہیں ہوسکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آسکتی ہے اور نہ کوئی تیز رو اُس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اُس سے بڑھ جائے اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اُسے روزی دے۔ تمام چیزیں اُس کے سامنے عاجز اور اُس کی بزرگی وعظمت کے آگے ذلیل وخوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود وعطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے جو اس کے برابر اُتر سکے نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں، اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (ودشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہوسکتا ہے جبکہ تمام حیوان و پرندے ہوں یا چوپائے رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگاہوں میں چرنے والے جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں اور تمام آدمی کودن وغبی صنف سے ہوں یا زیرک وہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی



حَسِيْرَةً عَارِفَةً بِاَنَّهَا مَقْهُوْرَةٌ مُقِرَّةً بِالْعَجْزِ عَنْ اِنْشَائِهَا مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ اِفْنَائِهَا وَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَعُوْدُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهٗ لَاشَیْءَ مَعَهٗ كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذٰلِكَ يَكُوْنُ بَعْدَ فَنَائِهَا۔ بِلَاوَقْتٍ وَلَا مَكَانٍ، وَلَا حِيْنٍ وَلَا زَمَانٍ عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْاٰجَالُ وَالْاَوْقَاتُ، وَزَالَتِ السُّنُوْنُ وَالسَّاعَاتُ فَلَا شَیْءَ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِیْ اِلَيْهِ مَصِيْرُ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ۔ بِلَا قُدْرَةٍ مِّنْهَا كَانَ ابْتِدَآءُ خَلْقِهَا وَبِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا۔ وَلَوْقَدَرَتْ عَلَی الْاِمْتِنَاعِ دَامَ بَقَاؤُهَا۔ لَمْ يَتَكَائَدْهُ صُنْعُ شَیْءٍ مِّنْهَا اِذْصَنَعَهٗ، وَلَمْ يَؤُدْهُ۔ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهٗ وَبَرَاَهٗ، وَلَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيْدِ سُلْطَانٍ۔ وَلَا لِخَوْفٍ مِّنْ زَوَالٍ وَنُقْصَانٍ، وَلَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلٰی نِدٍّمُكَاثِرٍ، وَلَا لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُثَاوِرٍ۔ وَلَا لِلْاِزْدِيَادِ بِهَا فِیْ مُلْكِهٖ، وَلَا لِمُكَاثَرَةِ شَرِيْكٍ فِیْ شِرْكِهٖ۔ وَلَا لِوَحْشَةٍ كَانَتْ مِنْهُ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَاْنِسَ اِلَيْهَا۔ ثُمَّ هُوَيُفْنِيْهَا بَعْدَ تَكْوِيْنِهَالَا لِسَاَمٍ دَخَلَ عَلَيْهِ فِیْ تَصْرِيْفِهَا وَتَدْبِيْرِهَا وَلَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ اِلَيْهِ۔ وَلَالِثِقَلِ شَیْءٍ مِّنْهَا

کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔ بلاشبہ اللہ سبحانہٗ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہوگا کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہوگی جس طرح کہ دنیا کی ایجاد وآفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہوگا اُس وقت مدتیں اور اوقات سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے اختیار و قدرت سے باہر تھی اور اُن کا فنا ہونا بھی اُن کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار پر قدرت ہوتی تو اُن کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی جب اُس نے کسی چیز کو بنایا تو اُس کے بنانے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی اور نہ جس چیز کو اُس نے خلق و ایجاد کیا اُس کی آفرینش نے اُسے خستہ و درماندہ کیا۔ اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطاط کے خطرات (سے بچنے) اور کسی جمع جتھے والے حریف کے خلاف مدد حاصل کرنے اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک وسلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اترانے کے لئے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا اور نہ اس لئے کہ اس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لئے نہیں کہ ان میں ردوبدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو اور نہ اُس آسودگی و راحت

عَلَيۡهِ، لَمۡ يُمِلَّهٗ طُوۡلُ بَقَائِهَا فَيَدۡعُوۡهُ اِلٰى سُرۡعَةِ اِفۡنَائِهَا لٰكِنَّهٗ سُبۡحَانَهٗ دَبَّرَهَا بِلُطۡفِهٖ وَاَمۡسَكَهَا بِاَمۡرِهٖ، وَاَتۡقَنَهَا بِقُدۡرَتِهٖ ثُمَّ يُعِيۡدُهَا بَعۡدَ الۡفَنَاءِ مِنۡ غَيۡرِ حَاجَةٍ مِّنۡهُ اِلَيۡهَا وَلَا اسۡتِعَانَةٍ بِشَيۡءٍ مِّنۡهَا عَلَيۡهَا وَلَا لِانۡصِرَافٍ مِنۡ حَالِ وَحۡشَةٍ اِلٰى حَالِ اسۡتِئۡنَاسٍ، وَلَا مِنۡ حَالِ جَهۡلٍ وَعَمًى اِلٰى حَالِ عِلۡمٍ وَالۡتِمَاسٍ۔ وَلَا مِنۡ فَقۡرٍ وَحَاجَةٍ اِلٰى غِنًى وَكَثۡرَةٍ۔ وَلَا مِنۡ ذُلٍّ وَضَعَةٍ اِلٰى عِزٍّ وَقُدۡرَةٍ۔

کے خیال سے کہ جو (انہیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے لطف و کرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا نہ اس لئے کہ ان میں سے کسی چیز کی اُسے احتیاج ہے اور اُن کی مدد کا خواہاں ہے اور نہ تنہائی کی الجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لئے اور جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لئے اور فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلّت و پستی کے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لئے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔

ۭ۱ مطلب یہ ہے کہ لفظ منذ "قد" اور لولا جن معانی کی لئے وضع ہیں وہ قدیم و ازلی و کامل ہونے کے منافی ہیں۔ لہٰذا ان کا اشیاء سے متعلق ہونا ان کے حادثات و ناقص ہونے کی دلیل ہوگا وہ اس طرح کہ منذ ابتدائے زمانہ کی تعیین کے لئے وضع ہے جیسے قد وجد منذ کذا (یہ چیز فلاں وقت سے پائی جاتی ہے) اس سے وقت کی تعیین و حد بندی ہوگئی اور جس کے لئے تحدید وقت ہو سکے وہ قدیم نہیں ہو سکتی اور لفظ قد ماضی قریب کے معنی دیتا ہے اور یہ معنی اسی میں ہو سکتے ہیں جو زمانہ میں محدود ہو اور لولا کی وضع امتناع الشئی لوجود غیرہ کے لئے ہے جیسے "ما احسنہ و اکملہ لولا فیہ کذا" یہ چیز کتنی حسین و کامل ہوتی اگر اس میں یہ بات نہ ہوتی۔ لہٰذا جس سے یہ متعلق ہوگا وہ حسن و کمال میں دوسرے کا محتاج اور اپنی ذات میں ناقص ہوگا۔

# خطبہ ۱۸۵

(وَمِنۡ خُطۡبَةٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ)

جو حوادث و فتن کے ذکر سے مخصوص ہے

تَخۡتَصُّ بِذِكۡرِ الۡمَلَاحِمِ۔ اَلَا بِاَبِيۡ اُمِّيۡ هُمۡ مِّنۡ عِدَّةٍ اَسۡمَاؤُهُمۡ فِي السَّمَاءِ مَعۡرُوۡفَةٌ، وَفِي الۡاَرۡضِ مَجۡهُوۡلَةٌ، اَلَا فَتَوَقَّعُوۡا مَا يَكُوۡنُ مِنۡ اِدۡبَارِ اُمُوۡرِكُمۡ، وَانۡقِطَاعِ وَصۡلِكُمۡ وَاسۡتِعۡمَالِ صِغَارِكُمۡ۔

ہاں! میرے ماں باپ ان گنتی کے چند افراد پر قربان ہوں، جن کے نام آسمانوں میں جانے پہچانے ہوئے اور زمین میں انجانے ہیں۔ لہٰذا اس صورت حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں اور تم میں کے چھوٹے برسر کار نظر آئیں یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لئے



ذَاكَ حَيۡثُ تَكُوۡنُ ضَرۡبَةُ السَّيۡفِ عَلَى الۡمُؤۡمِنِ اَهۡوَنَ مِنَ الدِّرۡهَمِ مِنۡ حِلِّهٖ۔ ذٰلِكَ حَيۡثُ يَكُوۡنُ الۡمُعۡطٰى اَعۡظَمَ اَجۡرًا مِنَ الۡمُعۡطِيۡ ـ ذَاكَ حَيۡثُ تَسۡكَرُوۡنَ مِنۡ غَيۡرِ شَرَابٍ، بَلۡ مِنَ النِّعۡمَةِ وَالنَّعِيۡمِ، وَتَحۡلِفُوۡنَ مِنۡ غَيۡرِ اضۡطِرَارٍ، وَتَكۡذِبُوۡنَ مِنۡ غَيۡرِ اِحۡرَاجٍ وَذٰلِكَ اِذَا عَضَّكُمُ الۡبَلَاءُ كَمَا يَعَضُّ الۡقَتَبُ غَارِبَ الۡبَعِيۡرِ مَا اَطۡوَلَ هٰذَا الۡعَنَاءَ وَاَبۡعَدَ هٰذَا الرَّجَاءَ۔

بطریق حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھنا آسان ہوگا۔ وہ[1] وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر ثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا، یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست و سرشار ہوں گے۔ شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالان (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اَيُّهَا النَّاسُ اَلۡقُوۡا هٰذِهِ الۡاَزِمَّةَ الَّتِيۡ تَحۡمِلُ ظُهُوۡرُهَا عَلَى سُلۡطَانِكُمۡ فَتَدُمُّوۡا غِبَّ فِعَالِكُمۡ وَلَا تَقۡتَحِمُوۡا مَا اسۡتَقۡبَلۡتُمۡ مِنۡ فَوۡرِ نَارِ الۡفِتۡنَةِ۔ وَ اَمِيۡطُوۡا عَنۡ سَنَنِهَا، وَخَلُّوۡا عَنۡ سَنَنِهَا، وَخَلُّوۡا قَصۡدَ السَّبِيۡلِ لَهَا۔ فَقَدۡ لَعَمۡرِيۡ يَهۡلِكُ فِيۡ لَهَبِهَا الۡمُؤۡمِنُ وَيَسۡلَمُ فِيۡهَا غَيۡرُ الۡمُسۡلِمِ۔ اِنَّمَا مَثَلِيۡ بَيۡنَكُمۡ مَثَلُ السِّرَاجِ فِي الظُّلۡمَةِ يَسۡتَضِيۡءُ بِهٖ مَنۡ وَلَجَهَا۔ فَاسۡمَعُوۡا اَيُّهَا النَّاسُ وَعُوۡا وَاَحۡضِرُوۡا اٰذَانَ قُلُوۡبِكُمۡ تَفۡهَمُوۡا۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اُتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں۔ اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بداعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو بُرا بھلا کہو گے اور جو آتش فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اُس میں اندھا دھند کود نہ پڑو۔ اُس کی راہ سے مڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اُس کے لئے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول کر) سامنے لاؤ، تاکہ سمجھ سکو۔

ۭ۱ اس دور میں رہنے والے مالدار سے لینے والے فقیر نادار کا اجر و ثواب اس لئے زیادہ ہوگا کہ مالدار کے اکتساب رزق کے ذرائع ناجائز و حرام ہوں گے اور وہ جو کچھ دے گا اس میں نمود و ریا اور شہرت و نمائش مقصود ہوگی جس کی وجہ سے وہ کسی اجر کا مستحق نہ ہوگا اور غریب لے گا تو اپنی غربت و بیچارگی سے مجبور ہو کر اور اُسے صحیح مصرف میں صرف کرنے سے اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

شارح معتزلی نے اس کے ایک اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر وہ مال و دولت مند کے پاس رہتا اور یہ فقیر اُسے نہ لیتا تو وہ حسب معمول اسے بھی حرام کاریوں اور عیش پرستوں میں صرف کرتا اور چونکہ اس کا لے لینا بظاہر اُس کے مصرف ناجائز میں صرف کرنے سے سدراہ ہوا ہے لہٰذا اس بُرے مصرف کی روک تھام کی وجہ سے وہ اجر و ثواب کا مستحق ہوگا۔

# خطبہ ۱۸۶

(مِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اُوْصِيْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَكَثْرَةِ حَمْدِهٖ عَلٰى اٰلَآئِهٖ اِلَيْكُمْ وَنَعْمَآئِهٖ عَلَيْكُمْ وَبَلَآئِهٖ لَدَيْكُمْ۔ فَكَمْ خَصَّكُمْ بِنِعْمَةٍ، وَتَدَارَكَكُمْ بِرَحْمَةٍ اَعْوَرْتُمْ لَهٗ فَسَتَرَكُمْ، وَتَعَرَّضْتُمْ لِاَخْذِهٖ فَاَمْهَلَكُمْ۔ وَاُوْصِيْكُمْ بِذِكْرِ الْمَوْتِ وَاِقْلَالِ الْغَفْلَةِ عَنْهُ وَكَيْفَ غَفْلَتُكُمْ عَمَّا لَيْسَ يُغْفِلُكُمْ وَطَمَعُكُمْ فِيْمَنْ لَيْسَ يُمْهِلُكُمْ فَكَفٰى وَاعِظًا بِمَوْتٰى عَايَنْتُمُوْهُمْ حُمِلُوْا اِلٰى قُبُوْرِهِمْ غَيْرَ رَاكِبِيْنَ، وَاُنْزِلُوْا فِيْهَا غَيْرَ نَازِلِيْنَ۔ فَكَاَنَّهُمْ لَمْ يَكُوْنُوْا لِلدُّنْيَا عُمَّارًا، وَكَاَنَّ الْاٰخِرَةَ لَمْ تَزَلْ لَهُمْ دَارًا۔ اَوْحَشُوْا مَاكَانُوْا يُوْطِنُوْنَ، وَاَوْطَنُوْا مَا كَانُوْا يُوْحِشُوْنَ وَاشْتَغَلُوْا بِمَا فَارَقُوْا، وَاَضَاعُوْا مَا اِلَيْهِ انْتَقَلُوْا۔ لَا عَنْ قَبِيْحٍ يَسْتَطِيْعُوْنَ انْتِقَالًا، وَلَا فِيْ حَسَنٍ يَسْتَطِيْعُوْنَ اِزْدِيَادًا۔ اَنِسُوْا بِالدُّنْيَا فَغَرَّتْهُمْ، وَوَثِقُوْا بِهَا فَصَرَعَتْهُمْ، فَسَابِقُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلٰى مَنَازِلِكُمُ الَّتِيْ اُمِرْتُمْ اَنْ تَعْمُرُوْهَا، وَالَّتِيْ رُغِّبْتُمْ فِيْهَا وَدُعِيْتُمْ اِلَيْهَا۔ وَاسْتَتِمُّوْا نِعَمَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ عَلٰى طَاعَتِهٖ وَالْمُجَانَبَةِ لِمَعْصِيَتِهٖ فَاِنَّ

اے لوگو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور اُس کی نعمتوں پر جو اُس نے تمہیں دیں۔ ان انعامات پر جو تمہیں بخشے اور اُن احسانات پر جو تم پر ہمیشہ کئے ہیں، بکثرت حمد و ستائش کی نصیحت کرتا ہوں کتنا ہی اُس نے تمہیں اپنی نعمتوں کے لئے مخصوص کیا اور اپنی رحمت سے تمہاری دستگیری کی۔ تم نے علانیہ برائیاں کیں، لیکن اُس نے تمہاری پردہ پوشی کی۔ تم نے ایسی حرکتیں کیں جو قابل گرفت تھیں، مگر اُس نے تمہیں ڈھیل دی۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ موت کو یاد رکھو اور اس سے اپنی غفلت کو کم کرو، اور آخر کیونکر تم اس سے غفلت میں پڑے ہوئے ہو، جو تم سے غافل نہیں، اور کیونکر اس (فرشتہ موت) سے کوئی آس لگاتے ہو، جو تمہیں ذرا مہلت نہ دے گا۔ تمہیں پند و عبرت دینے کے لئے وہی مرنے والے کافی ہیں کہ جنہیں تم دیکھتے رہے ہو۔ انہیں (کندھوں پر) لاد کر قبروں کی طرف لے جایا گیا۔ درآں حالیکہ وہ خود سوار نہیں ہو سکتے اور انہیں قبروں میں اُتارا گیا، جبکہ وہ خود اترنے پر قادر نہ تھے (یوں مٹ مٹا گئے) کہ گویا یہ کبھی دنیا میں بسے ہوئے تھے ہی نہیں اور گویا یہی آخرت (کا گھر) ان کا ہمیشہ سے گھر تھا جسے وطن بنایا تھا اسے سنسان چھوڑ گئے اور جس سے وحشت کھایا کرتے تھے وہاں اب جا کر سکونت اختیار کرنا پڑی۔ ہمیشہ اس کا انتظام کیا، جسے چھوڑنا تھا اور وہاں کی کوئی فکر نہ کی جہاں جانا تھا۔ (اب) نہ تو برائیوں سے (توبہ کر کے) پلٹنا ان کے بس میں ہے اور نہ نیکیوں کو بڑھانا ان کے اختیار میں ہے۔ انہوں نے دنیا سے دل لگایا تو اس نے انہیں فریب دیا اور اس پر بھروسا کیا تو اُس نے انہیں پچھاڑ دیا، خدا تم پر رحم کرے ان گھروں کی طرف توجہ جلدی کرو، جن کے آباد کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جن کا تمہیں شوق دلایا گیا ہے اور جن کی جانب تمہیں بلایا گیا ہے۔ اس کی اطاعت پر صبر اور گناہوں سے کنارہ کشی کر کے اس کی



غَدًا مِنَ الْيَوْمِ قَرِيْبٌ مَآاَسْرَعَ السَّاعَاتِ فِي الْيَوْمِ، وَاَسْرَعَ الْاَيَّامَ فِي الشَّهْرِ، وَاَسْرَعَ الشُّهُوْرَ فِي السَّنَةِ، وَاَسْرَعَ السِّنِيْنَ فِي الْعُمُرِ۔

نعمتوں کو جو تم پر ہیں، پایہ تکمیل تک پہنچاؤ کیونکہ آنے والا ''کل'' آج کے دن سے قریب ہے۔ دن کے اندر گھڑیاں کتنی تیز قدم اور مہینوں کے اندر کتنے تیز رو، اور سالوں کے اندر مہینے کتنے تیز گام اور عمر کے اندر سال کتنے تیز رفتار ہیں۔

# خطبہ ۱۸۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَمِنَ الْاِيْمَانِ مَايَكُوْنُ ثَابِتًا مُّسْتَقِرًّا فِي الْقُلُوْبِ۔ وَمِنْهُ مَا يَكُوْنُ عَوَارِيَ بَيْنَ الْقُلُوْبِ وَالصُّدُوْرِ اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ۔ فَاِذَا كَانَتْ لَكُمْ بَرَآئَةٌ مِّنْ اَحَدٍ فَقِفُوْهُ حَتّٰى يَحْضُرَهُ الْمَوْتُ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَقَعُ حَدُّ الْبَرَآئَةِ وَالْهِجْرَةُ قَآئِمَةٌ عَلٰى حَدِّهَا الْاَوَّلِ مَا كَانَ لِلّٰهِ فِيْ اَهْلِ الْاَرْضِ حَاجَةٌ مِّنْ مُّسْتَسِرِّ الْاُمَّةِ وَمُعْلِنِهَا لَا يَقَعُ اسْمُ الْهِجْرَةِ عَلٰى اَحَدٍ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْحُجَّةِ فِي الْاَرْضِ۔ فَمَنْ عَرَفَهَا وَاَقَرَّ بِهَا فَهُوَ مُهَاجِرٌ وَلَا يَقَعُ اسْمُ الْاِسْتِضْعَافِ عَلٰى مَنْ بَلَغَتْهُ الْحُجَّةُ فَسَمِعَتْهَا اُذُنُهٗ وَوَعَاهَا قَلْبُهٗ اِنَّ اَمْرَنَا صَعْبٌ مُّسْتَصْعَبٌ لَا يَحْمِلُهٗ اِلَّا عَبْدٌ مُّؤْمِنٌ اِمْتَحَنَ اللّٰهُ قَلْبَهٗ لِلْاِيْمَانِ، وَلَا يَعِيْ حَدِيْثَنَا اِلَّا صُدُوْرٌ اَمِيْنَةٌ وَاَحْلَامٌ رَزِيْنَةٌ اَيُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِيْ قَبْلَ

ایک ایمان تو وہ ہوتا ہے جو دلوں میں جما ہوا اور برقرار ہوتا ہے، اور ایک وہ کہ جو دلوں اور سینے (کی تہوں) میں ایک مقررہ مدت تک عاریۃً ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کسی ایک میں تمہیں کوئی برائی ایسی نظر آئے کہ جس سے تمہیں اظہار بیزاری کرنا پڑے تو اُسے اُس وقت تک موقوف رکھو کہ اس شخص کو موت آ جائے کہ اس موقعہ پر اظہار بیزاری اپنی حد پر واقعی ہوگی۔ ہجرت کا اصول پہلے ہی کی طرح اب بھی برقرار ہے۔ اہل زمین میں کوئی گروہ چپکے سے خدا کا راستہ اختیار کر لے یا علانیہ۔ بہر حال اللہ کو اس کی کوئی احتیاج نہیں ہے زمین میں ہجرت خدا کی معرفت کے بغیر کسی ایک کو بھی صحیح معنی میں مہاجر نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں جو اسے پہچانے اور اس کا اقرار کرے وہی مہاجر ہے اور جس تک حجّتِ (الٰہیہ) کی خبر پہنچے، کہ اس کے کان سن لیں اور دل محفوظ کر لیں تو اُسے مستضعفین میں (جو ہجرت سے مستثنٰی ہیں) داخل نہیں سمجھا جا سکتا، بلاشبہ ہمارا معاملہ ایک امر مشکل و دشوار ہے جس کا متحمل وہی بندہ مومن ہوگا کہ جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے لئے پرکھ لیا ہو، اور ہمارے قول و حدیث کو صرف امانت دار سینے اور ٹھوس عقلیں ہی محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ اے لوگو! مجھے کھو دینے سے پہلے مجھ سے پوچھ لو اور میں زمین کی

اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ فَلَأَنَا بِطُرُقِ السَّمَآءِ اَعْلَمُ مِنِّیْ بِطُرُقِ الْاَرْضِ قَبْلَ اَنْ تَشْغَرَ بِرِجْلِهَا فِتْنَةٌ تَطَأُفِیْ خِطَامِهَا، وَتَذْهَبُ بِأَحْلَامِ قَوْمِهَا۔

راہوں سے زیادہ آسمان کے راستوں سے واقف ہوں۔ قبل اس کے کہ وہ فتنہ اپنے پیروں کو اٹھائے جو مہار کو بھی اپنے پیروں کے نیچے روند رہا ہو، اور جس نے لوگوں کی عقلیں زائل کر دی ہوں۔

ل امیر المومنین کے اس ارشاد کی بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ زمین کی راہوں سے مراد اُمور دنیا اور آسمان کے راستوں سے مراد احکام شرعیہ ہیں اور حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ وہ اُمور دنیا سے زائد احکام شرعیہ وفتاوی فقہیہ کے واقف ہیں۔ چنانچہ ابن میثم تحریر کرتے ہیں کہ۔

نقل عن الامام الوبری انه قال ارادان علمه بالدّین اوفر من علمه بالدنیا۔

امام وبری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت کا اس سے مقصد یہ ہے کہ اُن کے دینی معلومات کا دائرہ دنیوی معلومات سے وسیع تر ہے۔

لیکن سیاق وسباق کلام کو دیکھتے ہوئے یہ معنی صحیح نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ کیونکہ یہ جملہ سلونی قبل ان تفقدونی کی علت کے طور پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد فتنہ انگیزی کی پیشین گوئی ہے اور ان دونوں جملوں کے درمیان یہ قول کہ میں امور دنیا سے زیادہ احکام شرعیہ سے واقف ہوں کلام کو بے ربط بنا دیتا ہے کیوں کہ حضرت کا دعویٰ جو چاہو پوچھ لو، احکام شرعیہ تک محدود نہیں ہے کہ یہ جملہ اس کی علت قرار پاسکے اور پھر اس کے بعد فتنہ کے اٹھ کھڑے ہونے کی جو پیشین گوئی کی ہے اُسے مسائل شرعیہ سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے کہ اسے امور دنیا سے علوم دینیہ کے زیادہ جاننے کے ثبوت میں پیش کیا جائے لہٰذا الفاظ کے واضح مفہوم کو نظر انداز کر کے ایسی تاویل کرنا کہ جس کا مورد و محل متحمل نہ ہو سکے کسی صحیح جذبہ کی ترجمانی نہیں کرتا جبکہ سیاق وسباق کے اعتبار سے وہی معنی درست بیٹھتے ہیں کہ جنہیں ظاہر الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت فتنۂ بنی اُمیہ سے آگاہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو، کیونکہ میں مقدرات الٰہیہ کے مجاری و مسالک کو زمین کی راہوں سے زیادہ جانتا ہوں لہٰذا اگر تم ان اُمور کے متعلق بھی دریافت کرنا چاہو گے کہ جو لوح محفوظ میں ثبت اور تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں اور میرے بعد ایک سخت فتنہ اٹھنے والا ہے جس میں تمہیں شک وشبہ نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میری نظریں زمین پر ابھرنے والے نقوش سے زیادہ اُس فلکی خطوط سے آشنا ہیں کہ جن سے حوادث وفتن کا ظہور وابستہ ہے اور اس فتنہ کا ظہور اتنا ہی یقینی ہے جتنا آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اس کی تفصیل اور اس سے بچاؤ کی صورت مجھ سے دریافت کر لو تاکہ وقت آنے پر اپنی حفاظت کا سامان کر سکو۔ اس معنی کی تائید حضرت کے ان متواتر ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو آپ نے غیب کے سلسلہ میں فرمائے اور مستقبل نے اُن کی تصدیق کی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے حضرت کے اس دعویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

قد صدق هذا القول عنه ماتواتر عنه من الاخبار بالغیوب المتکرر لامرة ولا

حضرت کے اس قول کی تصدیق آپ کے ان ارشادات سے بھی ہوتی ہے کہ جو ایک مرتبہ نہیں، سو مرتبہ نہیں بلکہ



مائة مرة حتی زال الشك والریب فی انه اخبار عن علم وانه لیس علی طریق الاتفاق۔
(شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص ۱۱۷)

مسلسل ومتواتر اُمور غیبیہ کے سلسلے میں آپ کی زبان سے نکلے، جس سے اس امر میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ جو فرماتے تھے وہ علم ویقین کی بنیاد پر فرماتے تھے۔ اتفاقی صورت سے ایسا نہ ہوتا تھا۔

امیر المومنینؑ کے اس کلام کے متعلق لکھا جا چکا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی اور جنہوں نے اس طرح کا ادعا کیا انہیں ذلّت ورسوائی ہی اٹھانا پڑی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) مقاتل ابن سلیمان نے ایک موقعہ پر دعویٰ کیا کہ سلونی عمادون العرش عرش سے ادھر کی جو بات چاہو پوچھ لو۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ جب حضرت آدمؑ نے حج کیا تھا تو انہوں نے سر کس سے منڈوایا تھا۔ مقاتل نے کہا اللہ نے تمہارے دل میں یہ سوال اس لئے ڈالا ہے کہ مجھے اس نخوت وغرور پر رسوا وذلیل کرے۔ بھلا مجھے اس کا علم کہاں ہو سکتا ہے۔

(۲) ایک مرتبہ اسی مقاتل ابن سلیمان نے اپنے تبحر علمی کا ثبوت دینے کے لئے کہا کہ مجھ سے عرش کے نیچے اور زمین کے نیچے کی جو چیز پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں عرش اور تحت الثریٰ کی بات دریافت نہیں کرتا بلکہ صرف زمین کے اوپر ہی کی ایک چیز پوچھتا ہوں جس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے اور وہ یہ کہ اصحاب کہف کے کتے کا کیا رنگ تھا۔ مقاتل نے سنا تو شرمندگی سے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

(۳) ابراہیم ابن ہشام نے حج کے موقع پر کہا سلونی سلونی فانا ابن الوحید لا تسئلو ا اعلم منی مجھ سے پوچھو میں یکتائے روزگار اور اعلمِ زمانہ ہوں، جس پر ایک عراقی نے پوچھا کیا قربانی واجب ہے، مگر اس کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

(۴) شافعی نے مکہ میں کہا کہ سلونی ماشئتم احدثکم من کتاب الله و سنة نبیه جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ میں کتاب وسنت سے اس کا جواب دوں گا۔ اس پر ایک شخص نے دریافت کیا کہ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے کہ جس نے حالت احرام میں زنبور کو مار دیا ہو۔ مگر وہ کتاب وسنت سے کوئی جواب نہ دے سکے۔

(۵) مقاتل ابن سلیمان کے ایسا ہی دعویٰ کرنے پر ایک شخص نے پوچھا کہ چیونٹی کی انتڑیاں اس کے جسم کے اگلے حصے میں ہوتی ہیں یا پچھلے حصہ میں؟ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔

(۶) جب قتادہ کوفہ میں وارد ہوا اور لوگوں کا اس کے گرد اجتماع ہوا تو اُس نے کہا کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ اس پر امام ابوحنیفہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس سے پوچھو کہ حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں جس چیونٹی کا ذکر ہے وہ مادہ تھی یا نر۔ اُس سے دریافت کیا گیا مگر وہ جواب سے عاجز رہا۔ جب حضرت ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مادہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی دلیل کیا ہے کہا کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد قالت نملة اُس کے مادہ ہونے کی دلیل ہے۔ اگر نر ہوتا تو قالت کے بجائے قال ہوتا۔ لیکن یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ نملة کا اطلاق مذکر ومؤنث پر یکساں ہوتا ہے اور فعل کی تانیث نملہ کی

ثانیت لفظی کی وجہ سے ہے نہ اس کے مادہ ہونے کی بناء پر۔

(۷) ابن جوزی نے ایک دن منبر پر یہی دعویٰ کیا تو ایک خاتون نے دریافت کیا کہ اس روایت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ امیر المومنینؑ سلمان کی خبر مرگ سن کر ایک ہی رات میں مدائن پہنچ گئے اور ان کی تجہیز و تکفین کی۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے۔ پھر اُس نے پوچھا کہ اس روایت کے متعلق کیا کہتے ہو کہ خلیفہ ثالث تین دن تک دفن نہ ہو سکے۔ حالانکہ امیر المومنینؑ مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے کہا کہ ہاں یہ بھی درست ہے۔ اس نے پھر کہا کہ ان میں امیر المومنینؑ کا کونسا اقدام درست اور کونسا غلط تھا۔ یہ سن کر وہ کچھ چکرا سے گئے، مگر پھر سنبھل کر بولے کہ اے خاتون اگر تو شوہر کے اذن سے آئی ہے تو اس پر لعنت ہو، ورنہ تجھ پر کہ تو بے جھجک یہاں چلی آئی ہے۔ اُس نے کہا کہ اے ابن جوزی کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ ام المومنین کا نکلنا کس ذیل میں آتا ہے۔ اس کے بعد ابن جوزی کے لئے جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

(۸) ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ الناصر لدین اللہ کے عہد میں ایک واعظ طلاقت لسانی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ ایک دفعہ اُس نے دوران بیان میں صفات باری کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر بغداد کے ایک شخص احمد بن عبدالعزیز نے کچھ اعتراضات کئے جن کا کوئی معقول جواب تو وہ دے نہ سکا البتہ اپنی عظمت و جلالت کا سکہ بٹھانے کے لئے پُرشکوہ لفظوں اور مسجع عبارتوں سے کھیلنا شروع کیا جس سے عوام جھومنے لگے اور ہر طرف سے تحسین و آفرین کی آوازیں آنے لگیں۔ واعظ بھی غرور علمی کے نشہ باطل میں بہک گیا اور مجمع سے کہنے لگا، کہ جو پوچھنا چاہو پوچھ لو جس پر احمد نے کہا کہ اے شخص یہ دعویٰ تو حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا ہے اور اس کلام کا ایک تتمہ یہ بھی ہے کہ میرے بعد یہ دعویٰ وہی کرے گا جو جھوٹا ہوگا۔ واعظ نے اپنے علم کی نمائش کرتے ہوئے بڑی تمکنت سے کہا کہ تم کس علی ابن ابی طالب کا ذکر کرتے ہو، کیا علی ابن ابی طالبؑ ابن مبارک نیشاپوری کا یا علی ابن ابی طالبؑ ابن اسحاق مروزی کا علی ابن ابی طالب بن عثمان قیروانی کا، علی ابن ابی طالبؑ بن سلیمان رازی کا۔ اسی طرح کتنے اشخاص گنوا دیئے جن کا نام علی ابن ابی طالب تھا یہ سن کر احمد نے کہا۔

واہ سبحان اللہ! اس وسعت علمی کا کیا ٹھکانا، مگر میری مراد وہ ہیں جو سیدۃ نساء العالمین کے شوہر تھے اور جب پیغمبر نے صحابہ میں ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا تھا تو انہیں اپنی اخوت کے لئے منتخب کیا تھا۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا کہ منبر کی داہنی طرف سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اے شیخ محمد ابن عبداللہ نام کے تو سینکڑوں ملیں گے مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کے حق میں قدرت نے یہ کہا ہو کہ

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى ۚ﴿۲﴾ وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۴﴾

تمہارے ساتھی (پیغمبر) نہ بھٹکے نہ گمراہ ہوئے اور وہ خواہش سے مغلوب ہو کر کچھ نہیں بولتے یہ تو وحی ہے جو ان پر اُترتی ہے۔

اسی طرح علی ابن ابی طالب نام کے تو بہت سے افراد مل جائیں گے مگر ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں زبان وحی ترجمان نے یہ کہا ہو کہ انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی (تم مجھ سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون موسیٰ سے رکھتے تھے، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے) اب واعظ نے ادھر رخ کرنا چاہا تو بائیں طرف سے ایک شخص بول اٹھا کہ



ہاں ہاں اگر علی ابن ابی طالبؑ کو نہ پہچانو تو اس تجاہل عارفانہ سے اُن کی قدر و منزلت گھٹ نہیں سکتی۔

شپرہ گر وصلِ آفتاب نخواہد رونق بازار آفتاب نکاہد

اس بحثا بحثی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ آپس میں اُلجھ پڑے اور واعظ منہ چھپا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

## خطبہ ۱۸۸

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَحْمَدُهٗ شُكْرًا لِّاِنْعَامِهٖ، وَاَسْتَعِيْنُهٗ عَلٰى وَظَائِفِ حُقُوْقِهٖ عَزِيْزُ الْجُنْدِ، عَظِيْمُ الْمَجْدِ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ دَعَا اِلٰى طَاعَتِهٖ وَقَاهَرَ اَعْدَاءَهٗ جِهَادًا عَلٰى دِيْنِهٖ، لَا يَثْنِيْهِ عَنْ ذٰلِكَ اجْتِمَاعٌ عَلٰى تَكْذِيْبِهٖ وَالْتِمَاسٌ لِاِطْفَاءِ نُوْرِهٖ فَاعْتَصِمُوْا بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّ لَهَا حَبْلًا وَثِيْقًا عُرْوَتُهٗ وَمَعْقِلًا مَنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ وَبَادِرُوا الْمَوْتَ فِيْ غَمَرَاتِهٖ۔ وَامْهَدُوْا لَهٗ وَمَعْقِلًا مَنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ وَبَادِرُ الْمَوْتَ فِيْ غَمَرَاتِهٖ۔ وَامْهَدُوْا لَهٗ قَبْلَ حُلُوْلِهٖ۔ وَاَعِدُّوْا لَهٗ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ فَاِنَّ الْغَايَةَ الْقِيَامَةُ۔ وَكَفٰى بِذٰلِكَ وَاعِظًا لِّمَنْ عَقَلَ، وَ مُعْتَبَرًا لِّمَنْ جَهِلَ۔ وَقَبْلَ بُلُوْغِ الْغَايَةِ مَا تَعْلَمُوْنَ مِنْ ضِيْقِ الْاَرْمَاسِ۔ وَشِدَّةِ الْاِبْلَاسِ، وَهَوْلِ الْمُطَّلَعِ، وَرَوْعَاتِ الْفَزَعِ وَاخْتِلَافِ الْاَضْلَاعِ وَاسْتِكَاكِ الْاَسْمَاعِ۔ وَظُلْمَةِ اللَّحْدِ، وَخِيْفَةِ الْوَعْدِ۔ وَغَمِّ الضَّرِيْحِ۔ وَرَدْمِ

میں اس کے انعامات کے شکریہ میں اُس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے حقوق سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اُسی سے مدد چاہتا ہوں۔ وہ بڑے لاؤ لشکر اور بڑی شان والا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اُس کے بندہ اور رسول ہیں۔ جنہوں نے اس کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا اور دین کی راہ میں جہاد کر کے اُس کے دشمنوں پر غلبہ پایا۔ اُن کے جھٹلانے پر لوگوں کا ایکا کر لینا اور اُن کے نور کو بجھانے کے لئے کوشش و تلاش میں لگے رہنا اُن کو اس (تبلیغ و جہاد کی) راہ سے ہٹا نہ سکا اب تم کو لازم ہے کہ خوف الٰہی سے لپٹے رہو۔ اس لئے کہ اس کی ریسمان کے بندھن مضبوط اور اس کی پناہ کی چوٹی ہر طرح محفوظ ہے اور موت اور اس کی سختیوں (کے چھا جانے) سے پہلے فرائض و اعمال اپنے پورے کر دو، اور اُس کے آنے سے پہلے اُس کا سر و سامان کر لو، اور اُس کے وارد ہونے سے قبل تہیا کر لو، کیونکہ آخری منزل قیامت ہے اور یہ عقلمند کے لئے نصیحت دینے اور نادان کے لئے عبرت بننے کے لئے کافی ہے اور اس آخری منزل کے پہلے تم جانتے ہی ہو کہ کیا کیا ہے۔ قبروں کی تنگنائی، برزخ کی ہولناکی، خوف کی دہشتیں (فشار قبر سے) پسلیوں کا اِدھر سے اُدھر ہو جانا، کانوں کا بہرا پن، لحد کی تاریکی، عذاب کی دھمکیاں، قبر کے شگاف کا بند کیا جانا اور اس پر پتھر کی سلوں کا چن دیا جانا۔ اے اللہ کے بندوں! اللہ سے ڈرو! ڈرو

الصَّفِيْحِ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ عِبَادَ اللّٰهِ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَاضِيَةٌ بِكُمْ عَلٰى سَنَنٍ وَاَنْتُمْ وَالسَّاعَةُ فِيْ قَرَنٍ۔ وَكَاَنَّهَا قَدْجَآئَتْ بِاَشْرَاطِهَا۔ وَاَزِفَتْ بِاَفْرَاطِهَا، وَوَقَفَتْ بِكُمْ عَلٰى صِرَاطِهَا۔ وَكَاَنَّهَا قَدْ اَشْرَفَتْ بِزَلَازِلِهَا وَاَنَاخَتْ بِكَلَاكِلِهَا۔ وَانْصَرَمَتِ الدُّنْيَا بِاَهْلِهَا۔ وَاَخْرَجَتْهُمْ مِنْ حِضْنِهَا۔ فَكَانَتْ كَيَوْمٍ مَضٰى۔ اَوْ شَهْرٍ انْقَضٰى۔ وَصَارَجَدِيْدُهَا رَثًّا وَسَمِيْنُهَا غَثًّا، فِيْ مَوْقِفٍ ضَنْكِ الْمَقَامِ۔ وَاُمُوْرٍ مُشْتَبِهَةٍ عِظَامٍ، وَنَارٍ شَدِيْدٍ كَلَبُهَا۔ عَالٍ لَجَبُهَا۔ سَاطِعٍ لَهَبُهَا۔ مُتَغَيِّظٍ زَفِيْرُهَا، مُتَاَجِّجٍ سَعِيْرُهَا، بَعِيْدٍ خُمُوْدُهَا۔ ذَاكٍ وَقُوْدُهَا، مُظْلِمَةٍ اَقْطَارُهَا۔ حَامِيَةٍ قُدُوْرُهَا، فَظِيْعَةٍ اُمُوْرُهَا۔ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا" قَدْ اُمِنَ الْعَذَابُ، وَانْقَطَعَ الْعِتَابُ، وَزُحْزِحُوْا عَنِ النَّارِ۔ وَاطْمَاَنَّتْ بِهِمُ الدَّارُ وَرَضُوا الْمَثْوٰى وَالْقَرَارَ۔ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا زَاكِيَةً، وَاَعْيُنُهُمْ بَاكِيَةً وَكَانَ لَيْلُهُمْ فِيْ دُنْيَاهُمْ نَهَارًا تَخَشُّعًا وَاسْتِغْفَارًا۔ وَكَانَ نَهَارُهُمْ لَيْلًا تَوَحُّشًا وَانْقِطَاعًا۔ فَجَعَلَ اللّٰهُ لَهُمُ الْجَنَّةَ مَاٰبًا

کیونکہ دنیا تمہارے لئے ایک ہی ڈھیرے پر چل رہی ہے اور تم اور قیامت ایک ہی رسّی میں بندھے ہوئے ہو، گویا کہ وہ اپنی علامتوں کو آشکارا کر کے آ چکی ہے اور اپنے جھنڈوں کو لے کر قریب پہنچ چکی ہے اور تمہیں اپنے راستہ پر کھڑا کر دیا ہے گویا کہ وہ اپنی مصیبتوں کو لے کر تمہارے سر پر کھڑی ہوئی ہے۔ اور اپنا سینہ ٹیک دیا ہے اور دنیا اپنے بسنے والوں سے کنارہ کشی کر چکی ہے اور انہیں اپنی آغوش سے الگ رکھ دیا ہے گویا کہ وہ ایک دن تھا جو بیت گیا اور ایک مہینہ تھا جو گزر گیا۔ اُس کی نئی چیزیں پرانی اور موٹے تازے (جسم) دبلے ہوگئے۔ ایک ایسی جگہ میں (پہنچ کر) جو تنگ (وتار) ہے اور ایسی چیزوں میں (پھنس کر) جو پیچیدہ وعظیم ہیں اور ایسی آگ میں (پڑ کر) جس کی ایذائیں شدید، چیخیں بلند، شعلے اٹھتے ہوئے بھڑکنے کی آوازیں غضب ناک، لپٹیں تیز، بجھنا مشکل، بھڑکنا تیز، خطرات دہشت ناک، گہراؤ نگاہ سے دور اطراف تیرہ و تار (آتشیں) دیگیں کھولتی ہوئی اور تمام کیفیتیں سخت و ناگوار ہیں اور جو لوگ اللہ کا خوف کھاتے تھے انہیں جوق در جوق جنت کی طرف بڑھایا جائے گا، وہ عذاب سے محفوظ، عتاب و سرزنش سے علیحدہ اور آگ سے بری ہوں گے، گھر اُن کا پر سکون اور وہ اپنی منزل و جائے قرار سے خوش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دنیا میں اعمال پاک و پاکیزہ تھے اور آنکھیں اشکبار رہتی تھیں۔ دنیا میں ان کی راتیں خضوع و خشوع اور توبہ و استغفار میں (بیداری کی وجہ سے) اور دن لوگوں سے متوحش و علیحدہ رہنے کے باعث ان کے لئے رات تھے، تو اللہ نے جنت کو ان کی جائے بازگشت اور وہاں کی نعمتوں واُن کی جزاء قرار دیا ہے اور وہ اُس کے سزاوار اور اہل و حقدار تھے۔ اس ہمیشہ رہنے والی سلطنت اور برقرار



وَالْجَزَآءَ ثَوَابًا وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا فِيْ مُلْكٍ دَائِمٍ وَنَعِيْمٍ قَائِمٍ۔

فَارْعَوْا عِبَادَاللّٰهِ مَابِرِعَايَتِهٖ يَفُوْزُ فَائِزُكُمْ وَبِاِضَاعَتِهٖ يَخْسَرُ مُبْطِلُكُمْ۔ وَبَادِرُوْا اٰجَالَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ فَاِنَّكُمْ مُرْتَهَنُوْنَ بِمَا اَسْلَفْتُمْ، وَمَدِيْنُوْنَ بِمَا قَدَّمْتُمْ وَكَاَنْ قَدْنَزَلَ بِكُمُ الْمَخُوْفُ فَلَارَجْعَةً تَنَالُوْنَ، وَلَا عَثْرَةً تُقَالُوْنَ اِسْتَعْمَلَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ بِطَاعَتِهٖ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ، وَعَفَاعَنَّا وَعَنْكُمْ بِفَضْلِ رَحْمَتِهٖ اَلْزَمُوا الْاَرْضَ وَاصْبِرُوْا عَلَى الْبَلَاءِ، وَلَا تُحَرِّكُوْا بِاَيْدِيْكُمْ وَلَا تَسْتَعْجِلُوْا بِمَا لَمْ يُعَجِّلْهُ اللّٰهُ لَكُمْ۔ فَاِنَّهٗ مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ عَلٰى فِرَاشِهٖ وَهُوَ عَلٰى مَعْرِفَةِ حَقِّ رَبِّهٖ وَحَقِّ رَسُوْلِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ مَاتَ شَهِيْدًا وَوَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَاسْتَوْجَبَ ثَوَابَ مَانَوٰى مِنْ صَالِحِ عَمَلِهٖ۔ وَقَامَتِ النِّيَّةُ مَقَامَ اِصْلَاتِهٖ لِسَيْفِهٖ۔ وَاِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ مُدَّةً وَّاَجَلًا۔

رہنے والی نعمتوں میں۔ لہٰذا اے خدا کے بندو! ان چیزوں کی پابندی کرو جن کی پابندی کرنے سے تم میں سے کامیاب ہونے والے کامیاب اور انہیں ضائع و برباد کرنے والے غلط کار نقصان رسیدہ ہوگا۔ موت آنے سے پہلے اعمال کا ذخیرہ مہیا کرلو، اس لئے کہ جن اعمال کو تم آگے بھیج چکے ہوگے انہی کے ہاتھوں میں تم گروی ہوگے اور جو کارگزاریاں انجام دے چکے ہوگے انہی کا بدلہ پاؤ گے اور یہ سمجھتے رہنا چاہئے کہ گویا موت تم پر وارد ہو ہی چکی ہے۔ جس کے بعد نہ تو تمہارے لئے پلٹنا ہے، اور نہ گناہوں اور لغزشوں سے دستبرداری کا موقع ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کی توفیق دے اور اپنی رحمت کی فراوانیوں سے ہمیں اور تمہیں دامن عفو میں جگہ دے۔ زمین سے چمٹے رہو بلا و سختی کو برداشت کرتے رہو اور اپنی زبان کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر اپنے ہاتھوں اور تلواروں کو حرکت نہ دو، اور جن چیزوں میں اللہ نے جلدی نہیں کی ان میں جلدی نہ مچاؤ۔ بلاشبہ تم میں سے جو شخص اللہ اور اُس کے رسول اور ان کے اہل بیت کے حق کو پہچانتے ہوئے بستر پر بھی دم توڑے وہ شہید مرتا ہے اور اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جس عمل خیر کی نیت اُس نے کی ہے اُس ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اُس کی یہ نیت تلوار سونتنے کے قائم مقام ہے۔ بے شک ہر چیز کی ایک مدت اور معیار ہوا کرتی ہے۔

## خطبہ ۱۸۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْفَاشِيْ حَمْدُهٗ وَالْغَالِبِ جُنْدُهٗ وَالْمُتَعَالِيْ جَدُّهٗ اَحْمَدُهٗ عَلٰى

تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی حمد ہمہ گیر ہے جس کا لشکر غالب اور عظمت و شان بلند ہے، میں اُس کی پے در پے نعمتوں اور بلند پایہ عطیوں پر اُس کی حمد و ثناء کرتا ہوں۔ اُس کے حلم کا درجہ بلند ہے۔ چنانچہ اُس نے گنہگاروں سے درگزر

نِعَمِهِ التَّوْأَمِ وَ الْآئِهِ الْعِظَامِ۔ الَّذِیْ عَظُمَ حِلْمُهٗ فَعَفَا۔ وَعَدَلَ فِیْ كُلِّ مَا قَضٰی۔ وَعَلِمَ مَا یَمْضِیْ وَمَا مَضٰی مُبْتَدِعِ الْخَلَائِقِ بِعِلْمِهٖ وَمُنْشِئِهِمْ بِحُكْمِهٖ بِلَا اِقْتِدَاءٍ وَلَا تَعْلِیْمٍ وَلَا اِحْتِذَاءٍ لِمِثَالِ صَانِعٍ حَكِیْمٍ وَلَا اِصَابَةِ خَطَاءٍ وَلَا حَضْرَةِ مَلَاءٍ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اِبْتَعَثَهٗ وَالنَّاسُ یَضْرِبُوْنَ فِیْ غَمْرَةٍ وَیَمُوْجُوْنَ فِیْ حَیْرَةٍ قَدْ قَادَتْهُمْ اَزِمَّةُ الْحَیْنِ، وَاسْتَغْلَقَتْ عَلٰی اَفْئِدَتِهِمْ اَقْفَالُ الرَّیْنِ۔

اُوْصِیْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَی اللّٰهِ فَاِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَالْمُوْجِبَةُ عَلَی اللّٰهِ حَقَّكُمْ، وَاَنْ تَسْتَعِیْنُوْا عَلَیْهَا بِاللّٰهِ وَتَسْتَعِیْنُوْا بِهَا عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ التَّقْوٰی فِی الْیَوْمِ الْحِرْزُ وَالْجُنَّةُ وَفِیْ غَدٍ الطَّرِیْقُ اِلَی الْجَنَّةِ مَسْلَكُهَا وَاضِحٌ وَسَالِكُهَا رَابِحٌ، وَمُسْتَوْدَعُهَا حَافِظٌ، لَمْ تَبْرَحْ عَارِضَةً نَفْسَهَا عَلَی الْاُمَمِ الْمَاضِیْنَ وَالْغَابِرِیْنَ لِحَاجَتِهِمْ اِلَیْهَا غَدًا اِذَا اَعَادَ اللّٰهُ مَا اَبْدٰی وَ اَخَذَ مَا اَعْطٰی، وَسَاَلَ عَمَّا اَسْدٰی فَمَا اَقَلَّ مَنْ قَبِلَهَا وَحَمَلَهَا حَقَّ حَمْلِهَا۔ اُولٰٓئِكَ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا وَهُمْ اَهْلُ صِفَةِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ اِذْ یَقُوْلُ ''وَقَلِیْلٌ مِّنْ

کیا، اور اُس کا ہر فیصلہ عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ وہ گزری ہوئی اور گزرنے والی باتوں کو جانتا ہے اور بغیر کسی کے نقشِ قدم پر چلے اور بغیر کسی کے سکھائے پڑھائے اور کسی بافہم صنعت گر کے نمونہ و مثال کی پیروی کئے بغیر اور بغیر لغزشوں سے دوچار ہوئے اور بغیر (مشیروں) کی جماعت کی موجودگی کے وہ اپنے علم و دانش سے مخلوقات کو ایجاد و اختراع کرنے والا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندہ و رسول ہیں جنہیں اُس وقت بھیجا جبکہ لوگ گمراہیوں میں چکر کاٹ رہے تھے اور حیرانیوں میں غلطان و پیچان تھے ہلاکت و تباہی کی مہاریں انہیں کھینچ رہی تھیں اور زنگ و کدورت کے تالے اُن کے دلوں پر لگے ہوئے تھے۔

اے خدا کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ اللہ کا تم پر حق ہے اور تمہارے حق کو اللہ پر ثابت کرنے والا ہے اور یہ کہ تقویٰ کے لئے اللہ سے اعانت چاہو اور (تقربِ) الٰہی کے لئے اُس سے مدد مانگو، اس لئے کہ تقویٰ آج (دنیا میں) پناہ و سپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اس کا راستہ آشکارا اور اس کا راہ پیما نفع میں رہنے والا ہے۔ جس کے سپرد یہ وسیعت ہے وہ اس کا نگہبان ہے۔ یہ تقویٰ اپنے آپ کو گزر جانے والی اور پیچھے رہ جانے والی امتوں کے سامنے ہمیشہ پیش کرتا رہا ہے کیونکہ وہ سب اس کی حاجت مند ہوں گی کل جب خداوند عالم اپنی مخلوق کو دوبارہ پلٹائے گا ار جو دے رکھا ہے وہ واپس لے گا اور اپنی بخشی ہوئی نعمتوں کے بارے میں سوال کریگا تو اسے قبول کرنے والے اور اس کا پورا پورا حق ادا کرنے والے بہت ہی تھوڑے نکلیں گے۔ وہ گنتی کے اعتبار سے کم اور اس توصیف کے مصداق ہیں جو اللہ نے فرمائی ہے کہ ''میرے بندوں میں شکر گذار کم ہیں'' لہٰذا تقویٰ کی (آواز پر) اپنے کان لگاؤ، اور سعی و کوشش سے برابر اس کی پابندی کرو، اور اُس کو



عِبَادِیَ الشَّكُوْرُ'' فَاهْطِعُوْا بِاَسْمَاعِكُمْ اِلَیْهَا، وَكُظُّوْا بِجِدِّكُمْ عَلَیْهَا وَاعْتَاضُوْهَا مِنْ كُلِّ سَلَفٍ خَلَفًا، وَمِنْ كُلِّ مُخَالِفٍ مُوَافِقًا، اَیْقِظُوْا بِهَا نَوْمَكُمْ۔ وَاقْطَعُوْا بِهَا یَوْمَكُمْ، وَاَشْعِرُوْا بِهَا قُلُوْبَكُمْ وَارْحَضُوْا بِهَا ذُنُوْبَكُمْ وَدَاوُوْا بِهَا الْاَسْقَامَ، وَبَادِرُوْا بِهَا الْحِمَامَ، وَبَادِرُوْا بِهَا الْحِمَامَ وَاعْتَبِرُوْا بِمَنْ اَضَاعَهَا وَلَا یَعْتَبِرَنَّ بِكُمْ مَنْ اَطَاعَهَا اَلَا فَصُوْنُوْهَا وَتَصَوَّنُوْا بِهَا وَكُوْنُوْا عَنِ الدُّنْیَا نُزَّاهًا وَاِلَی الْاٰخِرَةِ وُلَّاهًا وَلَا تَضَعُوْا مَنْ رَفَعَتْهُ التَّقْوٰی، وَلَا تَرْفَعُوْا مَنْ رَفَعَتْهُ الدُّنْیَا وَلَا تَشِیْمُوْا بَارِقَهَا وَلَا تَسْتَمِعُوْا نَاطِقَهَا، وَلَا تُجِیْبُوْا نَاعِقَهَا وَلَا تَسْتَضِیْئُوْا بِاِشْرَاقِهَا، وَلَا تُفْتَنُوْا بِاَعْلَاقِهَا فَاِنَّ بَرْقَهَا خَالِبٌ وَنُطْقَهَا كَاذِبٌ وَاَمْوَالَهَا مَحْرُوْبَةٌ وَاَعْلَاقَهَا مَسْلُوْبَةٌ اَلَا وَهِیَ الْمُتَصَدِّیَةُ الْعَنُوْنُ وَالْجَامِحَةُ الْحَرُوْنُ وَالْمَائِنَةُ الْخَؤُوْنُ وَالْجَحُوْدُ الْكَنُوْدُ وَالْعَنُوْدُ الصَّدُوْدُ، وَالْحَیُوْدُ الْمَیُوْدُ، حَالُهَا انْتِقَالٌ، وَوَطْاَتُهَا زِلْزَالٌ۔ وَعِزُّهَا ذُلٌّ، وَجِدُّهَا هَزْلٌ۔ وَعُلُوُّهَا سُفْلٌ۔ دَارُ حَرَبٍ وَسَلَبٍ، وَنَهْبٍ وَعَطَبٍ اَهْلُهَا عَلٰی

گزری ہوئی کوتاہیوں کا عوض قرار دو، اور ہر مخالفت کرنیوالے کے بدلہ میں اُسے اپنا ہمنوا بناؤ۔ اُسے خواب غفلت سے اپنے چونکنے کا ذریعہ بناؤ اور اسی میں اپنے دن کاٹ دو، اور اُسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اُس کے ذریعہ سے دھو ڈالو اور اُس سے اپنی بیماریوں کا علاج کرو، اور موت سے پہلے اُس کا توشہ حاصل کرو اور جنہوں نے اُسے ضائع و برباد کیا ہے اُن سے عبرت حاصل کرو۔ یہ نہ ہو کر دوسرے تقویٰ پر عمل کرنے والے تم سے عبرت اندوز ہوں، دیکھو! اس کی حفاظت کرو، اور اس کے ذریعہ سے اپنے لئے سروسامانِ حفاظت فراہم کرو۔ دنیا کی آلودگیوں سے اپنا دامن پاک وصاف رکھو، اور آخرت کی طرف والہانہ انداز سے بڑھو۔ جسے تقویٰ نے بلندی بخشی ہوا سے پست نہ سمجھو، اور جسے دنیا نے اوجِ رفعت پر پہنچایا ہو، اُسے بلند مرتبہ نہ خیال کرو۔

اُس کے چمکنے والے بادل پر نظر نہ کرو۔ اس کی باتیں کرنے والے کی باتوں پر کان نہ دھرو، اور نہ اس کی دعوت دینے والے کی (آواز پر) لبیک کہو، نہ اُس کی جگمگاہٹوں سے روشنی کی امید کرو، نہ اُس کی عمدہ و نفیس چیزوں پر مرمٹو۔ کیونکہ اُس کی چمکتی ہوئی بجلیاں نمائش اور اُس کی باتیں جھوٹی ہیں اُس کا اثاثہ تباہ اور اُس کا عمدہ متاع غارت ہونے والا ہے۔ دیکھو! یہ دنیا جھلک دکھا کر منہ موڑ لینے والی چنڈال اور منہ زور اڑیل اور جھوٹی، بڑی خائن اور ہٹ دھرم، ناشکری ہے اور سیدھی راہ سی مڑنے رخ پھیر لینے والی اور کجرو پیچ و تاب کھانے والی ہے۔ اس کا وتیرہ (ایک سے دوسرے کی طرف) پلٹ جانا ہے اور اس کا ہر قدم زلزلہ انگیز ہے۔ اس کی عزت (سراسر) ذلت اُس کی سنجیدگی عین ہرزہ سرائی اور اس کی بلندی سرتا پستی ہے۔ یہ غارتگری و تباہ کاری ہلاکت و تاراجی کا گھر ہے۔ اُس کے رہنے والے پا در رکاب چل چلاؤ کے منظر، وصل و ہجر کی کشمکش میں گرفتار اس کے

سِاقٍ وِسِيَاقٍ، وَلِحَاقٍ وَفِرَاقٍ۔ قَدْ تَحَيَّرَتْ مَذَاهِبُهَا، وَاَعْجَزَتْ مَهَارِبُهَا وَخَابَتْ مَطَالِبُهَا۔ فَاَسْلَمَتْهُمُ الْمَعَاقِلُ، وَلَفَظَتْهُمُ الْمَنَازِلُ وَاَعْيَتْهُمُ الْمَحَاوِلُ، فَمِنْ نَاجٍ مَعْقُوْرٍ، وَلَحْمٍ مَجْزُوْرٍ، وَشِلْوٍ مَذْبُوْحٍ، وَدَمٍ مَسْفُوْحٍ۔ وَعَاضٍّ عَلٰى يَدَيْهِ، وَصَافِقٍ بِكَفَّيْهِ وَمُرْتَفِقٍ بِخَدَّيْهِ، وَزَارٍ عَلٰى رَأْيِهِ وَرَاجِعٍ عَنْ عَزْمِهِ۔ وَقَدْ اَدْبَرَتِ الْحِيْلَةُ وَاَقْبَلَتِ الْغِيْلَةُ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔ وَهَيْهَاتَ هَيْهَاتَ۔ قَدْ فَاتَ مَافَاتَ وَذَهَبَ مَاذَهَبَ، وَمَضَتِ الدُّنْيَا لِحَالِ بَالِهَا: "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ۔"

راستے پاشان و پریشان، اُس سے گریز کی راہیں دشوار اور اُس کے منصوبے ناکام ہیں، چنانچہ اس کی محفوظ گھاٹیوں نے ان کو (بے دیار و مددگار) چھوڑ دیا، اور اُن کے گھروں نے انہیں دور پھینک دیا اور اُن کی ساری دانش مندیوں نے انہیں درماندہ کردیا اب جو ہیں (اُن کی حالت یہ ہے) کہ کچھ کی کونچیں کٹے ہوئی ہیں اور کچھ گوشت کے لوتھڑے ہیں جن کی کھال اُتری ہوئی ہے اور کچھ کٹے ہوئے جسم اور بہے ہوئے خون ہیں اور کچھ (غم و اندوہ سے) اپنے ہاتھ کاٹنے والے اور کچھ کفِ افسوس ملنے والے اور کچھ (فکر و تردد میں) رخسار کہنیوں پر رکھے ہوئے ہیں اور کچھ اپنی سمجھ کو کوسنے والے اور کچھ اپنے ارادوں سے روگردانی کرنے والے ہیں۔ (لیکن اب کہاں) جبکہ چارہ سازی کا موقعہ ہاتھ سے نکل چکا اور ناگہانی مصیبت سامنے آگئی اب نکل بھاگنے کا وقت کہاں۔ یہ تو ایک اَن ہونی بات ہے جو چیز ہاتھ سے نکل گئی سو نکل گئی اور جو وقت جاچکا سو جاچکا اور دنیا اپنی من مانی کرتے ہوئے گزر گئی۔ اُن پر نہ آسمان رویا نہ زمین اور نہ ہی انہیں مہلت دی گئی۔

## خطبہ ۱۹۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
تُسَمَّى الْقَاصِعَةَ
وَهِيَ تَتَضَمَّنُ ذَمَّ اِبْلِيْسَ لَعَنَهُ اللّٰهُ عَلٰى اِسْتِكْبَارِهٖ وَتَرْكِهِ السُّجُوْدَ لِاٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ وَاَنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الْعَصَبِيَّةَ وَتَبِعَ الْحَمِيَّةَ وَتَحْذِيْرَ النَّاسِ مِنْ سُلُوْكِ طَرِيْقِهٖ۔

اس خطبہ کا نام خطبہ قاصعہ ہے۔
جس میں ابلیس کی مذمت ہے اس کے تکبر و غرور اور آدم (علیہ السلام) کے آگے سر بسجود نہ ہونے پر اور یہ کہ وہ پہلی فرد ہے جس نے عصبیت کا مظاہرہ کیا اور غرور و نخوت کی راہ اختیار کی اور لوگوں کو اُس کے طور طریقوں پر چلنے سے تنبیہہ کی گئی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَبِسَ الْعِزَّ وَالْكِبْرِيَآءَ وَاخْتَارَهُمَا لِنَفْسِهٖ دُوْنَ خَلْقِهٖ وَجَعَلَهُمَا حِمًى وَحَرَمًا عَلٰى غَيْرِهٖ، وَاصْطَفَاهُمَا لِجَلَالِهٖ، وَجَعَلَ اللَّعْنَةَ عَلٰى مَنْ نَازَعَهٗ فِيْهِمَا مِنْ عِبَادِهٖ۔ ثُمَّ اخْتَبَرَ بِذٰلِكَ مَلَائِكَتَهُ الْمُقَرَّبِيْنَ لِيَمِيْزَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ مِنْهُمْ مِنَ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَهُوَ الْعَالِمُ بِمُضْمَرَاتِ الْقُلُوْبِ، وَمَحْجُوْبَاتِ الْغُيُوْبِ، "اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ، فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّا اِبْلِيْسَ۔" اِعْتَرَضَتْهُ الْحَمِيَّةُ فَافْتَخَرَ عَلٰى اٰدَمَ بِخَلْقِهٖ، وَتَعَصَّبَ عَلَيْهِ لِاَصْلِهٖ۔ فَعَدُوُّ اللّٰهِ اِمَامُ الْمُتَعَصِّبِيْنَ، وَسَلَفُ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ الَّذِیْ وَضَعَ اَسَاسَ الْعَصَبِيَّةِ وَنَازَعَ اللّٰهَ رِدَاءَ الْجَبْرِيَّةِ وَادَّرَعَ لِبَاسَ التَّعَزُّزِ، وَخَلَعَ قِنَاعَ التَّذَلُّلِ اَلَا تَرَوْنَ كَيْفَ صَغَّرَهُ اللّٰهُ بِتَكَبُّرِهٖ وَوَضَعَهٗ بِتَرَفُّعِهٖ فَجَعَلَهٗ فِی الدُّنْيَا مَدْحُوْرًا، وَاَعَدَّ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ سَعِيْرًا۔ وَلَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَخْلُقَ اٰدَمَ مِنْ نُوْرٍ يَخْطَفُ الْاَبْصَارَ ضِيَاؤُهٗ، وَيَبْهَرُ الْعُقُوْلَ رُوَاؤُهٗ وَطِيْبٍ يَاْخُذُ الْاَنْفَاسَ عَرْفُهٗ لَفَعَلَ۔ وَلَوْ فَعَلَ لَظَلَّتْ لَهُ الْاَعْنَاقُ خَاضِعَةً۔ وَلَخَفَّتِ الْبَلْوٰى فِيْهِ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يَبْتَلِیْ خَلْقَهٗ بِبَعْضِ مَا يَجْهَلُوْنَ

یہ تعریف اُس اللہ کے لئے ہے جو عزت و کبریائی کی ردا اوڑھے ہوئے ہے اور جس نے ان دونوں صفتوں کی بلاشرکت غیرے اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا ہے اور دوسروں کے لئے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اپنے لئے انہیں منتخب کیا ہے اور اس کے بندوں میں جو ان صفتوں میں اس سے ٹکر لے اُس پر لعنت ہے اور اسی کی رو سے اُس نے اپنے مقرّب فرشتوں کا امتحان لیا تاکہ اُن میں سے فروتنی کرنے والوں کو گھمنڈ کرنے والوں سے چھانٹ کر الگ کردے۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ نے باوجودیکہ وہ دل کے بھیدوں اور پردۂ غیب میں چھپی ہوئی چیزوں سے آگاہ ہے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں جب میں اس کو تیار کرلوں اور اپنی خاص روح پھونک دوں تو تم اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ سب کے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس، اسے سجدہ کرنے میں عار محسوس ہوئی اور اپنے مادہ تخلیق کی بناء پر آدمؑ کے مقابلہ میں گھمنڈ کیا اور اپنی اصل کے لحاظ سے اُن کے سامنے اکڑ گیا۔ چنانچہ یہ دشمن خدا عصبیت برتنے والوں کا سرغنہ اور سرکشوں کا پیشرو ہے کہ جس نے تعصب کی بنیاد رکھی۔ اللہ سے اس کی روائے عظمت و کبریائی کو چھیننے کا تصور کیا۔ تکبر و سرکشی کا جامہ پہن لیا اور عجز و فرتنی کا نقاب اُتار ڈالی۔ پھر تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے اُسے بڑے بننے کی وجہ سے کس طرح چھوٹا بنایا، اور بلندی کے زعم کی وجہ سے کس طرح پستی دی۔ دنیا میں اسے راندہ درگاہ بنایا اور آخرت میں اس کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ مہیا کی اور اگر اللہ چاہتا تو آدمؑ کو ایک ایسے نور سے پیدا کرتا کہ جس کی روشنی آنکھوں کو چوندھیا دے اور اُس کی خوش نمائی عقلوں پر چھا جائے اور ایسی خوشبو سے کہ جس کی مہک سانسوں کو جکڑ لے اور اگر ایسا کرتا تو ان کے آگے گردنیں خم ہوجاتیں اور فرشتوں کو اُن کے بارے میں آزمائش ہلکی ہوجاتی لیکن اللہ سبحانہٗ اپنی مخلوقات کو ایسی چیزوں سے آزماتا ہے کہ جن کی اصل و حقیقت سے وہ ناواقف ہوتے ہیں۔ تاکہ اس آزمائش کے ذریعہ (اچھے اور بُرے افراد میں) امتیاز کردے۔ ان سے نخوت و

اَصْلَهٗ تَمْيِيزًا بِالْاِخْتِبَارِ لَهُمْ وَنَفْيًا لِلْاِسْتِكْبَارِ عَنْهُمْ، وَاِبْعَادًا لِلْخُيَلَاءِ مِنْهُمْ فَاعْتَبِرُوا بِمَا كَانَ مِنْ فِعْلِ اللّٰهِ بِاِبْلِيسَ اِذْاَحْبَطَ عَمَلَهُ الطَّوِيلَ وَجَهْدَهُ الْجَهِيدَ، وَكَانَ قَدْ عَبَدَ اللّٰهَ سِتَّةَ اٰلَافِ سَنَةٍ لَا يُدْرٰى اَمِنْ سِنِي الدُّنْيَا اَمْ سِنِي الْاٰخِرَةِ عَنْ كِبْرِ سَاعَةٍ وَاحِدَةٍ۔ فَمَنْ ذَا بَعْدَ اِبْلِيسَ يَسْلَمُ عَلَى اللّٰهِ بِمِثْلِ مَعْصِيَتِهٖ؟ كَلَّا مَاكَانَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِيُدْخِلَ الْجَنَّةَ بَشَرًا بِاَمْرٍ اَخْرَجَ بِهٖ مِنْهَا مَلَكًا۔ اِنَّ حُكْمَهٗ فِي اَهْلِ السَّمَاءِ وَاَهْلِ الْاَرْضِ لَوَاحِدٌ، وَمَابَيْنَ اللّٰهِ وَبَيْنَ اَحَدٍ مِنْ خَلْقِهٖ هَوَادَةٌ فِي اِبَاحَةِ حِمًى حَرَّمَهٗ عَلَى الْعَالَمِينَ۔

فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنْ يُعْدِيَكُمْ بِدَائِهٖ وَاَنْ يَسْتَفِزَّكُمْ بِنِدَائِهٖ، وَاَنْ يُجْلِبَ عَلَيْكُمْ بِخَيْلِهٖ وَرَجِلِهٖ۔ فَلَعَمْرِي لَقَدْ فَوَّقَ لَكُمْ سَهْمَ الْوَعِيدِ، وَاَغْرَقَ لَكُمْ بِالنَّزْعِ الشَّدِيدِ، وَرَمَاكُمْ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ۔ وَقَالَ ''رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِينَ۔'' قَذْفًا بِغَيْبٍ بَعِيدٍ وَرَجْمًا بِظَنٍّ غَيْرِ مُصِيبٍ۔ صَدَّقَهٗ بِهٖ نَسَبُكُمْ، وَاَجْلَبَ بِخَيْلِهٖ عَلَيْكُمْ وَقَصَدَ بِرَجِلِهٖ سَبِيلَكُمْ يَقْتَنِصُونَكُمْ بِكُلِّ مَكَانٍ، وَيَضْرِبُونَ مِنْكُمْ كُلَّ بَنَانٍ، لَا تَمْتَنِعُونَ بِحِيلَةٍ وَلَا تَدْفَعُونَ بِعَزِيمَةٍ، فِي

برتری کو الگ اور غرور خود پسندی کو دور کر دے۔ تمہیں چاہئے کہ اللہ نے شیطان کے ساتھ جو کیا اُس سے عبرت حاصل کرو، کہ اُس کی طول طویل عبادتوں اور بھرپور کوششوں پر اس کے ایک گھڑی کے گھمنڈ سے پانی پھیر دیا۔ حالانکہ اُس نے چھ ہزار برس تک جو پتہ نہیں دنیا کے سال تھے یا آخرت کے اس کی عبادت کی تھی، تو اب ابلیس کے بعد کون رہ جاتا ہے جو اس جیسی معصیت کر کے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتا ہو؟ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا، کہ اللہ نے جس چیز کی وجہ سے ایک ملک کو جنت سے نکال باہر کیا ہو، اُسی پر کسی بشر کو جنت میں جگہ دے اُس کا حکم تو اہل آسمان اور اہل زمین میں یکساں ہے۔ اللہ اور مخلوقات میں سے کسی فرد خاص کے درمیان دوستی نہیں کہ اُس کو ایسے امر ممنوع کی اجازت ہو کہ جسے تمام جہان والوں کے لئے اس نے حرام کیا ہو۔

خدا کے بندو! اللہ کے دشمن سے ڈرو کہ کہیں وہ تمہیں اپنا روگ نہ لگا دے۔ اپنی پکار سے تمہیں بہکا نہ دے، اور اپنے سوار و پیارے لے کر تم پر چڑھ نہ دوڑے اس لئے کہ میری جان کی قسم! اس نے شر انگیزی کے تیر کو چلّہ کمان میں جوڑ رکھا ہے اور قریب کی جگہ سے تمہیں اپنے نشانہ کی زد پر رکھ کر کمان کو زور سے کھینچ لیا ہے جیسا کہ اللہ نے اُس کی زبانی فرمایا ہے کہ اے میرے پروردگار! چونکہ تو نے مجھے بہکا دیا ہے، اب میں بھی ان کے سامنے زمین میں گناہوں کو سج کر پیش کروں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا، حالانکہ یہ اُس نے بالکل اٹکل پچو کہا تھا اور غلط گمان کی بناء پر (اندھیرے میں) تیر چلایا تھا۔ لیکن فرزندانِ رعونت برادرانِ عصبیت اور شہسواران غرور و جاہلیت نے اس کی بات کو سچ کر دکھایا، یہاں تک کہ جب تم میں سے سرکش اور منہ زور لوگ اس کے فرمانبردار ہو گئے، اور تمہارے بارے میں اس کی ہوس وطمع قوی ہو گئی اور صورت حال پردہ خفا سے نکل کر کھلم کھلا سامنے آ گئی تو اس کا پورا پورا تسلّط تم پر ہو گیا اور وہ اپنے



حَوْمَةِ ذُلٍّ، وَحَلْقَةِ ضِيقٍ، وَعَرْصَةِ مَوْتٍ وَجَوْلَةِ بَلَاءٍ فَاَطْفِئُوا مَكَمَنَ فِي جُنُودًا وَ اِعْوَانًا، وَرَجْلًا وَفُرْسَانًا، وَلَا تَكُونُوا كَالْمُتَكَبِّرِ عَلَى ابْنِ اُمِّهٖ مِنْ غَيْرِ مَا فَضْلٍ جَعَلَهُ اللّٰهُ فِيهِ سِوٰى مَا اِبْلِيسَ وَجُنُودِهٖ فَاِنَّ لَهٗ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ اَلْحَقَتِ الْعَظَمَةُ بِنَفْسِهٖ مِنْ عَدَاوَةِ الْحَسَدِ وَقَدَحَتِ الْحَمِيَّةُ فِي قَلْبِهٖ مِنْ نَارِ الْغَضَبِ، وَنَفَخَ الشَّيْطَانُ فِي اَنْفِهٖ مِنْ اَبْنَاءِ الْحَمِيَّةِ۔ وَاِخْوَانُ الْعَصَبِيَّةِ، وَفُرْسَانُ الْكِبْرِ وَ الْجَاهِلِيَّةِ حَتّٰى اِذَا انْقَادَتْ لَهُ الْجَامِحَةُ مِنْكُمْ وَاسْتَحْكَمَتِ الطَّمَاعِيَةُ مِنْهُ فِيكُمْ۔ فَنَجَمَتِ الْحَالُ مِنَ السِّرِّ الْخَفِيِّ اِلَى الْاَمْرِ الْجَلِيِّ اِسْتَفْحَلَ سُلْطَانُهٗ عَلَيْكُمْ وَدَلَفَ بِجُنُودِهٖ نَحْوَكُمْ فَاَقْحَمُوكُمْ وَلَجَاتِ الذُّلِّ، وَاَحَلُّوكُمْ وَرَطَاتِ الْقَتْلِ، وَاَوْطَاُوكُمْ اِثْخَانَ الْجِرَاحَةِ طَعْنًا فِي عُيُونِكُمْ۔ وَحَزًّا فِي حُلُوقِكُمْ وَدَقًّا لِمَنَاخِرِكُمْ وَقَصْدًا لِمَقَاتِلِكُمْ، وَسَوْقًا بِخَزَائِمِ الْقَهْرِ اِلَى النَّارِ الْمُعَدَّةِ لَكُمْ فَاَصْبَحَ اَعْظَمَ فِي دِينِكُمْ جَرْحًا وَاَوْرٰى فِي دُنْيَاكُمْ قَدْحًا مِنَ الَّذِينَ اَصْبَحْتُمْ لَهُمْ مُنَاصِبِينَ وَعَلَيْهِمْ مُتَاَلِّبِينَ فَاجْعَلُوا عَلَيْهِ حَدَّكُمْ، وَلَهٗ جِدَّكُمْ، فَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ فَخَرَ عَلٰى اَصْلِكُمْ، وَوَقَعَ فِي حَسَبِكُمْ۔

لشکر و سپاہ کو لے کر تمہاری طرف بڑھ آیا اور انہوں نے تمہیں ذلت کے غاروں میں دھکیل دیا اور قتل و خون کے بھنوروں میں لاگرایا اور گھاؤ پر گھاؤ لگا کر تمہیں کچل دیا۔ تمہاری آنکھوں میں نیزے گڑو کر، تمہارے گلے کاٹ کر، تمہارے نتھنوں کو پارہ پارہ کر کے تمہارے ایک ایک جوڑ بند کو توڑ کر اور تمہاری ناک میں غلبہ و تسلط کی نکیلیں ڈال کر تمہیں اُس آگ کی طرف کھینچے لئے جاتا ہے جو تمہارے لئے تیار کی گئی ہے، اسی طرح اُن دشمنوں سے جن سے کھلم کھلا تم سے مخالفت ہے اور جن کے مقابلہ کے لئے تم فوجیں جمع کرتے ہو، زیادہ بڑھ چڑھ کر وہ تمہارے دین کو مجروح کرنے والا اور دنیا میں تمہارے لئے (فتنہ و فساد) کے شعلے بھڑکانے والا ہے لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ اپنے جوش و غضب کا پورا مرکز اسے قرار دو، اور پوری کوشش اس کے خلاف صرف کرو، کیونکہ اُس نے شروع ہی میں تمہاری اصل (آدم) پر فخر کیا تمہارے حسب (قدر و منزلت) پر حرف رکھا، تمہارے نسب (اصل وطینت) پر طعن کیا، اور اپنے سواروں کو لے کر تم پر یورش کی اور اپنے پیادوں کو لے کر تمہارے راستہ کا قصد کیا ہے۔ وہ ہر جگہ سے تمہیں شکار کرتے ہیں اور تمہاری (انگلی کی) ایک ایک پور پر چوٹیں لگاتے ہیں نہ کسی حیلہ و تدبیر سے تم اپنا بچاؤ اور نہ پورا تہیا کر کے اُس کی روک تھام کر سکتے ہو، درآنحالیکہ تم رسوائی کے بھنور، تنگی و ضیق کے دائرہ، موت کے میدان اور مصیبت و بلا کی جولانگاہ میں ہو، تمہیں لازم ہے کہ اپنے دلوں میں چھپی ہوئی عصبیت کی آگ اور جاہلیت کے کینوں کو فرو کرو۔ کیونکہ مسلمان میں یہ غرور خود پسندی شیطان کی وسوسہ اندازی، نخوت پسندی، فتنہ انگیزی اور فسوں کاری ہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ عجز و فروتنی کو سر کا تاج و رعونت کا طوق گردن سے اُتارنے کا عزم بالجزم کر لو۔ اپنے اور اپنے دشمن شیطان

وَدَفَعَ فِیْ قُلُوْبِکُمْ مِنْ نِیْرَانِ الْعَصَبِیَّةِ وَاَحْقَادِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاِنَّمَا تِلْکَ الْحَمِیَّةُ تَکُوْنُ فِیْ الْمُسْلِمِ مِنْ خَطَرَاتِ الشَّیْطَانِ وَنَخَوَاتِهٖ وَنَزَغَاتِهٖ وَنَفَثَاتِهٖ۔ وَاعْتَمِدُوْا وَضْعَ التَّذَلُّلِ عَلٰی رُءُوْسِکُمْ وَاِلْقَاءَ التَّعَزُّزِ تَحْتَ اَقْدَامِکُمْ وَخَلْعَ التَّکَبُّرِ مِنْ اَعْنَاقِکُمْ۔ وَ اتَّخِذُوا التَّوَاضُعَ مَسْلَحَةً بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ عَدُوِّکُمْ رِیْحَ الْکِبْرِ الَّذِیْ اَعْقَبَهُ اللّٰهُ بِهِ النَّدَامَةَ وَاَلْزَمَهٗ اٰثَامَ الْقَاتِلِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ اَلَا وَقَدْ اَمْعَنْتُمْ فِی الْبَغْیِ، وَاَفْسَدْتُمْ فِی الْاَرْضِ مُصَارَحَةً لِلّٰهِ بِالْمُنَاصَبَةِ وَمُبَارَزَةً لِلْمُؤْمِنِیْنَ بِالْمُحَارَبَةِ۔ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ کِبْرِ الْحَمِیَّةِ وَفَخْرِ الْجَاهِلِیَّةِ۔ فَاِنَّهٗ مَلَاقِحُ الشَّنَاٰنِ۔ وَ مَنَافِخُ الشَّیْطَانِ الَّتِیْ خَدَعَ بِهَا الْاُمَمَ الْمَاضِیَةَ وَالْقُرُوْنَ الْخَالِیَةَ حَتّٰی اَعْنَقُوْا فِیْ حَنَادِسِ جَهَالَتِهٖ وَمَهَاوِیْ ضَلَالَتِهٖ ذُلُلًا عَلٰی سِیَاقِهٖ، سُلُسًا فِیْ قِیَادِهٖ، اَمْرًا تَشَابَهَتِ الْقُلُوْبُ فِیْهِ۔ وَتَتَابَعَتِ الْقُرُوْنُ عَلَیْهِ وَکِبْرًا تَضَایَقَتِ الصُّدُوْرُ بِهٖ۔

اَلَا فَالْحَذَرَ الْحَذَرَ مِنْ طَاعَةِ سَادَاتِکُمْ وَکُبَرَائِکُمُ الَّذِیْنَ تَکَبَّرُوْا عَنْ حَسَبِهِمْ۔ وَتَرَفَّعُوْا فَوْقَ نَسَبِهِمْ وَاَلْقَوُا الْهَجِیْنَةَ عَلٰی رَبِّهِمْ، وَجَاحَدُوا اللّٰهَ مَاصَنَعَ بِهِمْ مُکَابَرَةً لِقَضَائِهٖ وَمُغَالَبَةً لِاٰلَائِهٖ۔ فَاِنَّهُمْ قَوَاعِدُ

اور اُس کی سپاہ کے درمیان تواضع وفروتنی کا مورچہ قائم کرو کیونکہ ہر جماعت میں اُس کے لشکر، یار و مددگار اور سوار و پیادے موجود ہیں۔ تم اس کی طرح نہ بنو کہ جس نے اپنے ماں جائے بھائی کے مقابلہ میں غرور کیا۔ بغیر کسی فضیلت و بلندی کے کہ اللہ نے اس میں قرار دی ہو، سوا اس کے کہ حاسدانہ عداوت سے اس میں اپنی بڑائی کا احساس پیدا ہوا، اور خود پسندی نے اس کے دل میں غیظ وغضب کی آگ بھڑکا دی اور شیطان نے اس کے ناک میں کبر و غرور کی ہوا پھونک دی کہ جس کی وجہ سے اللہ نے ندامت و پشیمانی کو اس کے پیچھے لگا دیا اور قیامت تک کے قاتلوں کے گناہ اُس کے ذمہ ڈال دیئے۔

دیکھو! تم نے اللہ سے کھلم کھلا دشمنی پر اُتر کر اور مومنین سے آمادہ پیکار ہو کر ظلم وتعدی کی انتہا کر دی۔ اور زمین میں فساد مچا دیا۔ تم زمانہ جاہلیت والی خود بینی کی بناء پر فخر و غرور کرنے سے اللہ کا خوف کھاؤ۔ کیونکہ یہ دشمنی وعناد کا سرچشمہ اور شیطان کی فسوں کاری کا مرکز ہے جس سے اُس نے گذشتہ اُمتوں اور پہلی قوموں کو ورغلایا۔ یہاں تک کہ وہ اس کے ڈھکیلنے اور آگے سے کھینچنے پر بے چوں و چرا جہالت کی اندھیاریوں اور ضلالت کے گڑھوں میں تیزی سے جا پڑیں۔ ایسی صورت سے جس میں ایسے لوگوں کے تمام دل ملتے جلتے ہوئے ہیں اور صدیوں کا حال ایک ہی سا رہا ہے اور ایسا غرور جس کے چھپانے سے سینوں کی وسعتیں تنگ ہوتی ہیں۔

دیکھو! اپنے اُن سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ وحشمت پر اکڑتے اور اپنے نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہوں اور بدنما چیزوں کو اللہ کے سر ڈال دیتے ہوں اور اُس کی قضاوقدر سے ٹکر لینے اور اُس کی نعمتوں پر غلبہ پانے کے لئے اُس کے احسانات سے یکسر انکار کر دیتے ہوں۔ یہی لوگ



اَسَاسِ الْعَصَبِیَّةِ وَدَعَائِمُ اَرْکَانِ الْفِتْنَةِ، وَسُیُوْفُ اعْتِزَاءِ الْجَاهِلِیَّةِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَکُوْنُوْا لِنِعَمِهٖ عَلَیْکُمْ اَضْدَادًا، وَلَا لِفَضْلِهٖ عِنْدَکُمْ حُسَّادًا۔ وَلَا تُطِیْعُوا الْاَدْعِیَاءَ الَّذِیْنَ شَرِبْتُمْ بِصَفْوِکُمْ کَدَرَهُمْ وَخَلَطْتُمْ بِصِحَّتِکُمْ مَرَضَهُمْ، وَاَدْخَلْتُمْ فِیْ حَقِّکُمْ بَاطِلَهُمْ، وَهُمْ اَسَاسُ الْفُسُوْقِ وَ اِحْلَاسُ الْعُقُوْقِ اِتَّخَذَهُمْ اِبْلِیْسُ مَطَایَا ضَلَالٍ۔ وَجُنْدًا بِهِمْ یَصُوْلُ عَلَی النَّاسِ، وَتَرَاجِمَةً یَنْطِقُ عَلٰی اَلْسِنَتِهِمْ۔ اِسْتِرَاقًا لِعُقُوْلِکُمْ وَدُخُوْلًا فِیْ عُیُوْنِکُمْ وَنَفَثًا فِیْ اَسْمَاعِکُمْ، فَجَعَلَکُمْ مَرْمٰی نَبْلِهٖ۔ وَمَوْطِئَ قَدَمِهٖ وَمَاْخَذَ یَدِهٖ۔ فَاعْتَبِرُوْا بِمَا اَصَابَ الْاُمَمَ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ وَصَوْلَاتِهٖ وَوَقَائِعِهٖ وَمَثُلَاتِهٖ، وَاتَّعِظُوْا بِمَثَاوِیْ خُدُوْدِهِمْ، وَمَصَارِعِ جُنُوْبِهِمْ، وَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ لَوَاقِحِ الْکِبْرِ کَمَا تَسْتَعِیْذُوْنَهٗ بِهٖ مِنْ طَوَارِقِ الدَّهْرِ۔ فَلَوْ رَخَّصَ اللّٰهُ فِی الْکِبْرِ لِاَحَدٍ مِنْ عِبَادِهٖ لَرَخَّصَ فِیْهِ لِخَاصَّةِ اَنْبِیَائِهٖ وَاَوْلِیَائِهٖ۔ وَلٰکِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ کَرَّهَ اِلَیْهِمُ التَّکَابُرَ وَرَضِیَ لَهُمُ التَّوَاضُعَ فَاَلْصَقُوْا بِالْاَرْضِ خُدُوْدَهُمْ وَعَفَّرُوْا فِی التُّرَابِ وُجُوْهَهُمْ، وَخَفَضُوْا اَجْنِحَتَهُمْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ، وَکَانُوْا اَقْوَامًا مُسْتَضْعَفِیْنَ وَقَدِ اخْتَبَرَهُمُ اللّٰهُ

تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد، فتنہ کے کاخ و ایوان کے ستون اور جاہلیت کے نسبی تفاخر کی تلواریں ہیں، لہٰذا اللہ سے ڈرو، اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں کے دشمن نہ بنو، اور نہ اُس کے فضل و کرم کے جو تم پر ہے حاسد بنو، اور جھوٹے مدعیانِ اسلام کی پیروی نہ کرو کہ جن کا گندلا پانی تم اپنے صاف پانی میں سمو کر پیتے ہو اور اپنی درستگی کے ساتھ ان کی خرابیوں کو خلط ملط کر لیتے ہو اور اپنے حق میں اُن کے باطل کے لئے بھی راہ پیدا کر دیتے ہو وہ فسق و فجور کی بنیاد ہیں اور نافرمانوں کے ساتھ چسپیدہ ہیں۔ جنہیں شیطان نے گمراہی کی بار بردار سواری قرار دے رکھا ہے اور ایسا لشکر جس کو ساتھ لے کر لوگوں پر حملہ کرتا ہے اور ایسے ترجمان کہ جن کی زبان سے وہ گویا ہوتا ہے تاکہ تمہاری عقلیں چھین لے۔ تمہاری آنکھوں میں گھس جائے اور تمہارے کانوں میں پھونک دے۔ اس طرح اُس نے تمہیں اپنے تیروں کا ہدف اپنے قدموں کی جولانگاہ اور اپنے ہاتھوں کا کھلونا بنا لیا ہے تمہیں لازم ہے کہ تم سے قبل سرکش اُمتوں پر جو قہر وعذاب اور عتاب وعقاب نازل ہوا اُس سے عبرت لو اور اُن کے رخساروں کے بل لیٹنے اور پہلوؤں کے بل گرنے کے مقامات سے نصیحت حاصل کرو، اور جس طرح زمانہ کی مصیبتوں سے پناہ مانگتے ہو اُسی طرح مغرور و سرکش بنانے والی چیزوں سے اللہ کے دامن میں پناہ مانگو۔ اگر خداوند عالم اپنے بندوں میں سے کسی ایک کو بھی کبر و رعونت کی اجازت دے سکتا ہوتا تو وہ اپنے مخصوص انبیاء اور اولیاء کو اس کی اجازت دیتا۔ لیکن اُس نے ان کو کبر و غرور سے بیزار ہی رکھا، اور ان کے لئے عجز و مسکنت ہی کو پسند فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رخسارے زمین سے پیوستہ اور چہرے خاک آلودہ رکھے اور مومنین کے آگے تواضع و انکسار سے جھکتے رہے اور وہ دنیا میں جنہیں اللہ

بِالْمَخْمَصَةِ وَ ابْتَلَاهُمْ بِالْمَجْهَدَةِ، وَامْتَحَنَهُمْ بِالْمَخَاوِفِ، وَمَخَضَهُمْ بِالْمَكَارِهِ فَلَا تَعْتَبِرُو الرِّضَا وَالسُّخْطَ بِالْمَالِ وَالْوَلَدِ جَهْلًا بِمَوَاقِعِ الْفِتْنَةِ وَالْاِخْتِبَارِ فِی مَوَاضِعِ الْغِنٰی وَالْاِقْتِدَارِ، وَقَدْ قَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی "اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرَاتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ۔" فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ یَخْتَبِرُ عِبَادَهُ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ فِیْ اَنْفُسِهِمْ بِاَوْلِیَائِهِ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ فِیْ اَعْیُنِهِمْ وَ لَقَدْ دَخَلَ مُوْسَى بْنُ عِمْرَانَ وَمَعَهُ اَخُوْهُ هَارُوْنُ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ عَلٰی فِرْعَوْنَ وَعَلَیْهِمَا مَدَارِعُ الصُّوْفِ وَبِاَیْدِیْهِمَا الْعِصِیُّ فَشَرَطَا لَهُ اِنْ اَسْلَمَ بَقَاءَ مُلْكِهٖ وَدَوَامَ عِزِّهٖ، فَقَالَ "اَلَا تَعْجَبُوْنَ مِنْ هٰذَیْنِ یَشْرُطَانِ لِیْ دَوَامَ الْعِزِّ وَبَقَاءَ الْمُلْكِ وَهُمَا بِمَا تَرَوْنَ مِنْ حَالِ الْفَقْرِ وَالذُّلِّ۔" فَهَلَّا اُلْقِیَ عَلَیْهِمَا اَسَاوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ" اِعْظَامًا لِلذَّهَبِ وَجَمْعِهٖ، وَاحْتِقَارًا لِلصُّوْفِ وَلُبْسِهٖ۔ وَلَوْ اَرَادَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ لِاَنْبِیَائِهٖ حَیْثُ بَعَثَهُمْ اَنْ یَفْتَحَ لَهُمْ كُنُوْزَ الذِّهْبَانِ، وَمَعَادِنَ الْعِقْیَانِ، وَمَغَارِسَ الْجِنَانِ، وَاَنْ یَحْشُرَ مَعَهُمْ طُیُوْرَ السَّمَاءِ وَوُحُوْشَ الْاَرْضِ لَفَعَلَ، وَلَوْ فَعَلَ لَسَقَطَ الْبَلَاءُ، وَبَطَلَ

نے بھوک سے آزمایا تعب و مشقت میں مبتلا کیا خوف و خطر کے موقعوں سے ان کا امتحان لیا اور ابتلاؤ مصیبت سے انہیں تہ و بالا کیا۔ لہٰذا خدا کی خوشنودی و ناخوشنودی کا معیار اولاد و مال کو قرار نہ دو۔ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ اللہ دولت اور اقتدار سے بھی کس کس طرح بندوں کا امتحان لیتا ہے چنانچہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ "وہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے انہیں سہارا دیتے ہیں تو ہم ان کے ساتھ بھلائیاں کرنے میں سرگرم ہیں۔ مگر (جو اصل واقعہ ہے اُسے) یہ لوگ سمجھتے نہیں۔" اسی طرح واقعہ یہ ہے کہ اللہ اپنے اُن بندوں کا جو بجائے خود اپنی بڑائی کا گھمنڈ رکھتے ہیں امتحان لیتا ہے اپنے اُن دوستوں کے ذریعہ سے جو اُن کی نظروں میں عاجز و بے بس ہیں (چنانچہ اُن کی مثال کمزور و بے بس تھے یہ ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس حالت میں فرعون کے پاس آئے کہ اُن کے جسم پر اونی کرتے اور ہاتھوں میں لاٹھیاں تھیں اور اُس سے یہ قول و قرار کیا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اُس کا ملک بھی باقی رہے گا، اور اس کی عزت بھی برقرار رہے گی، تو اُس نے اپنے حاشیہ نشینوں سے کہا کہ تمہیں ان پر تعجب نہیں ہوتا کہ یہ دونوں مجھ سے یہ معاملہ ٹھہرا رہے ہیں کہ میری عزت بھی برقرار رہے گی اور میرا ملک بھی باقی رہے گا اور جس پھٹے حال اور ذلیل صورت میں یہ ہیں تم دیکھ ہی رہے ہو (اگر ان میں اتنا ہی دم خم تھا تو پھر) ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن کیوں نہیں پڑے ہوئے۔ یہ اس لئے کہ وہ سونے کو اور اس کی جمع آوری کو بڑی چیز سمجھتا تھا اور بالوں کے کپڑوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ جس وقت اُس نے نبیوں کو مبعوث کیا تو اُن کے لئے سونے کے خزانوں اور خالص طلاء کی کانوں کے منہ کھول دیتا اور باغوں کی



الْجَزَاءُ وَاضْمَحَلَّتِ الْاَنْبَاءُ، وَلَمَا وَجَبَ لِلْقَابِلِیْنَ اُجُوْرُ الْمُبْتَلِیْنَ۔ وَلَا اسْتَحَقَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ثَوَابَ الْمُحْسِنِیْنَ وَلَا لَزِمَتِ الْاَسْمَاءُ مَعَانِیَهَا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ جَعَلَ رُسُلَهُ اُولِیْ قُوَّةٍ فِیْ عَزَائِمِهِمْ۔ وَضَعَفَةً فِیْمَا تَرَى الْاَعْیُنُ مِنْ حَالَاتِهِمْ مَعَ قَنَاعَةٍ تَمْلَأُ الْقُلُوْبَ وَالْعُیُوْنَ غِنًی، وَخَصَاصَةٍ تَمْلَأُ الْاَبْصَارَ وَالْاَسْمَاعَ اَذًی۔ وَلَوْ كَانَتِ الْاَنْبِیَاءُ اَهْلَ قُوَّةٍ لَا تُرَامُ وَعِزَّةٍ لَا تُضَامُ وَمُلْكٍ تَمْتَدُّ نَحْوَهُ اَعْنَاقُ الرِّجَالِ وَتُشَدُّ اِلَیْهِ عُقَدُ الرِّحَالِ، لَكَانَ ذٰلِكَ اَهْوَنَ عَلَی الْخَلْقِ فِی الْاِعْتِبَارِ وَاَبْعَدَ لَهُمْ فِی الْاِسْتِكْبَارِ، وَلَاٰمَنُوْا عَنْ رَهْبَةٍ قَاهِرَةٍ لَهُمْ اَوْ رَغْبَةٍ مَائِلَةٍ بِهِمْ، فَكَانَتِ النِّیَّاتُ مُشْتَرَكَةً وَالْحَسَنَاتُ مُقْتَسَمَةً وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سُبْحٰنَهُ، اَرَادَ اَنْ یَكُوْنَ الْاِتِّبَاعُ لِرُسُلِهٖ وَالتَّصْدِیْقُ بِكُتُبِهٖ وَالْخُشُوْعُ لِوَجْهِهٖ وَالْاِسْتِكَانَةُ لِاَمْرِهٖ وَالْاِسْتِسْلَامُ لِطَاعَتِهٖ۔ اُمُوْرًا لَهُ خَاصَّةً لَا تَشُوْبُهَا مِنْ غَیْرِهَا شَائِبَةٌ وَكُلَّمَا كَانَتِ الْبَلْوٰی وَالْاِخْتِبَارُ اَعْظَمَ كَانَتِ الْمَثُوْبَةُ وَالْجَزَاءُ اَجْزَلَ۔

اَلَا تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ اِخْتَبَرَ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِلَی الْاٰخِرِیْنَ مِنْ هٰذَا الْعَالَمِ بِاَحْجَارٍ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ، وَلَا تُبْصِرُ، وَلَا تَسْمَعُ فَجَعَلَهَا

کشت زاروں کو ان کے لئے مہیا کر دیتا اور فضا کے پرندوں اور زمین کے صحرائی جانوروں کو اُن کے ہمراہ کر دیتا تو کر سکتا تھا اور اگر ایسا کرتا تو پھر آزمائش ختم، جزاؤ سزا بیکار اور (آسمانی) خبریں اکارت ہو جاتیں اور آزمائش میں پڑنے والوں کا اجر اس طرح کے ماننے والوں کے لئے ضروری نہ رہتا اور نہ ایسے ایمان لانے والے نیک کرداروں کی جزا کے مستحق رہتے۔ اور نہ الفاظ اپنے معنی کا ساتھ دیتے لیکن اللہ سبحانہٗ اپنے رسولوں کو ارادوں میں قوی اور آنکھوں کو دکھائی دینے والے ظاہری حالات میں کمزوری و ناتواں قرار دیتا ہے اور انہیں ایسی قناعت سے سرفراز کرتا ہے جو (دیکھنے اور سننے والوں کے) دلوں اور آنکھوں کو بے نیازی سے بھر دیتی ہے اور ایسا افلاس اُن کے دامن سے وابستہ کر دیتا ہے کہ جس سے آنکھوں کو دیکھ کر اور کانوں کو سن کر اذیت ہوتی ہے۔ اگر انبیاء ایسی قوت و طاقت رکھتے کہ جسے دبانے کا قصد و ارادہ بھی نہ ہو سکتا ہوتا اور ایسا تسلط و اقتدار رکھتے کہ جس سے تعدی ممکن ہی نہ ہوتی اور ایسی سلطنت کے مالک ہوتے کہ جس کی طرف لوگوں کی گردنیں مڑتیں اور اس کے رخ پر سواریوں کے پالان کسے جاتے تو یہ چیز نصیحت پذیری کے لئے بڑی آسان اور اس سے انکار و سرتابی بہت بعید ہوتی ہے اور لوگ چھائے ہوئے خوف یا مائل کرنے والے اسباب رغبت کی بناء پر ایمان لے آتے تو اس صورت میں ان کی نیتیں مشترک اور نیک عمل بٹے ہوئے ہوتے لیکن اللہ سبحانہٗ نے تو یہ چاہا کہ اس کے پیغمبروں کا اتباع اُس کی کتابوں کی تصدیق اور اس کے سامنے فروتنی اس کے احکام کی فرمانبرداری اور اس کی اطاعت یہ سب چیزیں اسی کے لئے مخصوص ہوں اور ان میں کوئی دوسرا شائبہ تک نہ ہو اور جتنی آزمائش کڑی ہوگی اتنا ہی اجر و ثواب زیادہ ہوگا۔ تم دیکھتے نہیں کہ اللہ سبحانہٗ نے آدمؑ سے لے کر اس جہاں کے آخر تک

بَيْتَهُ الْحَرَامَ الَّذِىْ جَعَلَهٗ لِلنَّاسِ قِيَامًا۔ ثُمَّ وَضَعَهٗ بِاَوْعَرِ بِقَاعِ الْاَرْضِ حَجَرًا۔ وَاَقَلِّ نَتَائِقِ الدُّنْيَا مَدَرًا۔ وَاَضْيَقِ بُطُوْنِ الْاَوْدِيَةِ قُطْرًا۔ بَيْنَ جِبَالٍ خَشِنَةٍ، وَرِمَالٍ دَمِثَةٍ وَعُيُوْنٍ وَشِلَةٍ، وَقُرًى مُنْقَطِعَةٍ لَا يَزْكُوْ بِهَا خُفٌّ، وَلَا حَافِرٌ وَلَا ظِلْفٌ، ثُمَّ اَمَرَ اٰدَمَ وَوَلَدَهٗ اَنْ يَثْنُوْا اَعْطَافَهُمْ نَحْوَهٗ، فَصَارَ مَثَابَةً لِمُنْتَجَعِ اَسْفَارِهِمْ وَغَايَةً لِمُلْقَى رِحَالِهِمْ۔ تَهْوِىْ اِلَيْهِ ثِمَارُ الْاَفْئِدَةِ مِنْ مَفَاوِزِ قِفَارٍ سَحِيْقَةٍ وَمَهَاوِىْ فِجَاجٍ عَمِيْقَةٍ وَجَزَائِرِ بِحَارٍ مُنْقَطِعَةٍ، حَتّٰى يَهُزُّوْا مَنَاكِبَهُمْ ذُلُلًا يُهَلِّلُوْنَ لِلّٰهِ حَوْلَهٗ وَيَرْمُلُوْنَ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ شُعْثًا غُبْرًا لَهٗ قَدْ نَبَذُوا السَّرَابِيْلَ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ، وَشَوَّهُوْا بِاِعْفَاءِ الشُّعُوْرِ مَحَاسِنَ خَلْقِهِمْ اِبْتِلَاءً عَظِيْمًا وَامْتِحَانًا شَدِيْدًا وَاخْتِبَارًا مُبِيْنًا۔ وَتَمْحِيْصًا بَلِيْغًا، جَعَلَهُ اللّٰهُ سَبَبًا لِرَحْمَتِهٖ، وَوُصْلَةً اِلٰى جَنَّتِهٖ۔ وَلَوْ اَرَادَ سُبْحَانَهٗ اَنْ يَضَعَ بَيْتَهُ الْحَرَامَ وَمَشَاعِرَهُ الْعِظَامَ بَيْنَ جَنَّاتٍ وَاَنْهَارٍ، وَسَهْلٍ وَقَرَارٍ جَمِّ الْاَشْجَارِ، دَانِى الثِّمَارِ، مُلْتَفِّ الْبُنَا مُتَّصِلِ الْقُرٰى، بَيْنَ بُرَّةٍ سَمْرَآءَ، وَرَوْضَةٍ خَضْرَآءَ وَاَرْيَافٍ مُحْدِقَةٍ، وَعِرَاصٍ مُغْدِقَةٍ وَزُرُوْعٍ نَاضِرَةٍ وَطُرُقٍ عَامِرَةٍ لَكَانَ قَدْ صَغُرَ قَدْرُ الْجَزَآءِ عَلٰى حَسَبِ

کے اگلے پچھلوں کو ایسے پتھروں سے آزمایا ہے کہ جو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اُس نے ان پتھروں ہی کو اپنا محترم گھر قرار دیا کہ جسے لوگوں کے لئے (امن کے) قیام کا ذریعہ ٹھہرایا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اسے زمین کے رقبوں میں سے ایک سنگلاخ رقبہ اور دنیا میں بلندی پر واقع ہونے والی آبادیوں میں سے ایک کم مٹی والے مقام اور گھاٹیوں میں سے ایک تنگ اطراف والی گھاٹی میں قرار دیا کھُرے اور کھردرے پہاڑوں نرم ریتلے میدانوں، کم آب چشموں اور متفرق دیہاتوں کے درمیان کہ جہاں اونٹ، گھوڑا، گائے بکری نشو ونما نہیں پاسکتے پھر بھی اُس نے آدمؑ اور ان کی اولاد کو حکم دیا کہ اپنے رخ اُس کی طرف موڑیں، چنانچہ وہ ان کے سفروں سے فائدہ اٹھانے کا مرکز اور پالانوں کے اُترنے کی منزل بن گیا اور دور افتادہ بے آب وگیا بانوں دور و دراز گھاٹیوں کے نشیبی راہوں اور (زمین سے) کٹے ہوئے دریاؤں کے جزیروں سے نفوسِ انسانی اُدھر متوجہ ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ پوری فرمانبرداری سے اپنے کندھوں کو ہلاتے ہوئے اس کی گرد لبیک اللّٰھم لبیک کی آوازیں بلند کرتے ہیں اور اپنے پیروں سے پویہ دوڑ لگاتے ہیں۔ اس حالت میں کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور بدن خاک میں اَٹے ہوتے ہیں۔ انہوں نے اپنا لباس پشت پر ڈال دیا ہوتا ہے اور بالوں کو بڑھا کر اپنے کو بدصورت بنالیا ہوتا ہے۔ یہ بڑی ابتلا۔ کڑی آزمائش کھلم کھلا امتحان اور پوری پوری جانچ ہے۔ اللہ نے اُسے اپنی رحمت کا ذریعہ اور جنت تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا ہے اور اگر خداوند عالم یہ چاہتا کہ وہ اپنا محترم گھر اور بلند پایہ عبادت گاہیں ایسی جگہ پر بنائے کہ جس کے گرد باغ وچمن کی قطاریں اور بہتی ہوئی نہریں ہوں زمین نرم و ہموار ہو کہ (جس میں)



ضَعْفِ الْبَلَاءِ، وَلَوْ كَانَ الْاِسَاسُ الْمَحْمُوْلُ عَلَيْهَا، وَالْاَحْجَارُ الْمَرْفُوْعُ بِهَا بَيْنَ زُمُرُّدَةٍ خَضْرَآءَ، وَيَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ وَنُوْرٍ وَضِيَاءٍ لَخَفَّفَ ذٰلِكَ مُصَارَعَةَ الشَّكِّ فِى الصُّدُوْرِ وَلَوَضَعَ مُجَاهَدَةَ اِبْلِيْسَ عَنِ الْقُلُوْبِ، وَلَنَفٰى مُعْتَلَجَ الرَّيْبِ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُ عِبَادَهٗ بِاَنْوَاعِ الشَّدَائِدِ وَيَتَعَبَّدُهُمْ بِاَنْوَاعِ الْمَجَاهِدِ وَيَبْتَلِيْهِمْ بِضُرُوْبِ الْمَكَارِهِ اِخْرَاجًا لِلتَّكَبُّرِ مِنْ قُلُوْبِهِمْ وَاِسْكَانًا لِلتَّذَلُّلِ فِىْ نُفُوْسِهِمْ وَلِيَجْعَلَ ذٰلِكَ اَبْوَابًا فُتُحًا اِلٰى فَضْلِهٖ، وَاَسْبَابًا ذُلُلًا لِعَفْوِهٖ فَاللّٰهَ اللّٰهَ فِىْ عَاجِلِ الْبَغْىِ وَاٰجِلِ وَخَامَةِ الظُّلْمِ، وَسُوْءِ عَاقِبَةِ الْكِبْرِ، فَاِنَّهَا مَصْيَدَةُ اِبْلِيْسَ الْعُظْمٰى، وَمَكِيْدَتُهُ الْكُبْرٰى الَّتِىْ تُسَاوِرُ قُلُوْبَ الرِّجَالِ مُسَاوَرَةَ السُّمُوْمِ الْقَاتِلَةِ فَمَا تُكْدِىْ اَبَدًا۔ وَلَا تُشْوِىْ اَحَدًا۔ لَا عَالِمًا لِعِلْمِهٖ، وَلَا مُقِلًّا فِىْ طِمْرِهٖ وَعَنْ ذٰلِكَ مَا حَرَسَ اللّٰهُ عِبَادَهُ الْمُؤْمِنِيْنَ، بِالصَّلَوَاتِ وَالزَّكَوَاتِ وَمُجَاهَدَةِ الصِّيَامِ فِى الْاَيَّامِ الْمَفْرُوْضَاتِ تَسْكِيْنًا لِاَطْرَافِهِمْ وَتَخْشِيْعًا لِاَبْصَارِهِمْ وَتَذْلِيْلًا لِنُفُوْسِهِمْ وَتَخْفِيْضًا لِقُلُوْبِهِمْ وَاِذْهَابًا لِلْخُيَلَاءِ عَنْهُمْ لِمَا فِىْ ذٰلِكَ مِنْ تَعْفِيْرِ عِتَاقِ الْوُجُوْهِ بِالتُّرَابِ تَوَاضُعًا وَالْتِصَاقِ كَرَائِمِ الْجَوَارِحِ بِالْاَرْضِ

درختوں کے جھنڈ اور (اُن میں) جھکے ہوئے پھلوں کے خوشے ہوں جہاں عمارتوں کا جال بچھا ہوا اور آبادیوں کا سلسلہ ملا ہوا ہو۔ جہاں سرخی مائل گیہوں کے پودے، سرسبز مرغزار چمن در کنار سبزہ زار پانی میں شرابور میدان، لہلہاتے ہوئے کھیت اور آباد گزرگاہیں ہوں، تو البتہ وہ جزا وثواب کو اسی اندازہ سے کم کردیتا کہ جس اندازہ سے ابتلاء وآزمائش میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر وہ بنیاد کہ جس پر اس گھر کی تعمیر ہوئی ہے اور وہ پتھر کہ جس پر اس کی عمارت اٹھائی گئی ہے زمرد سبز و یاقوت سرخ کے ہوتے اور (اُن میں) نور وضیاء (کی تابانی) ہوتی تو یہ چیز سینوں میں شک وشبہات کے ٹکراؤ کو کم کردیتی اور دلوں سے شیطان کی دوڑ دھوپ (کا اثر) مٹا دیتی اور لوگوں سے شکوک کے خلجان دور کردیتی۔ لیکن اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں کو گوناگوں سختیوں سے آزماتا ہے اور اُن سے ایسی عبادت کا خواہاں ہے کہ جو طرح طرح کی مشقتوں سے بجالائی گئی ہو اور انہیں قسم قسم کی ناگواریوں سے جانچتا ہے تاکہ اُن کے نفوس میں عجز وفروتنی کو جگہ دے اور یہ کہ اس ابتلاؤ آزمائش (کی راہ) سے اپنے فضل و امتنان کے کھلے ہوئے دروازوں تک (انہیں) پہنچائے اور اُسے اپنی معافی وبخشش کا آسان وسیلہ وذریعہ قرار دے۔ دنیا میں سرکشی کی پاداش اور آخرت میں ظلم کی گرانباری کے عذاب اور غرور ونخوت کے بُرے انجام کے خیال سے اللہ کا خوف کھاؤ کیونکہ یہ (سرکشی ظلم اور غرور وتکبر) شیطان کا بہت بڑا جال اور بہت بڑا ہتھکنڈا ہے کہ جو لوگوں کے دلوں میں زہر قاتل کی طرح اُتر جاتا ہے نہ اُس کا اثر کبھی رائیگاں جاتا ہے نہ اُس کا وار کسی سے خطا کرتا ہے۔ نہ عالم سے اُس کے علم کے باوجود اور نہ پھٹے پرانے چیتھڑوں میں کسی فقیر بے نوا سے یہی وہ چیز ہے جس سے خداوند عالم ایمان سے سرفراز ہونے والے

تَصَاغُرًا وَلُحُوقِ الْبُطُونِ بِالْمُتُونِ مِنَ الصِّيَامِ تَذَلُّلًا مَعَ مَافِي الزَّكٰوةِ مِنْ صَرْفِ ثَمَرَاتِ الْاَرْضِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ اِلَى اَهْلِ الْمَسْكَنَةِ وَالْفَقْرِ۔

اُنْظُرُوْا اِلٰى مَا فِيْ هٰذِهِ الْاَفْعَالِ مِنْ قَمْعِ نَوَاجِمِ الْفَخْرِ۔ وَقَدْعِ طَوَالِعِ الْكِبْرِ، وَلَقَدْ نَظَرْتُ فَمَا وَجَدْتُ اَحَدًا مِنَ الْعَالَمِيْنَ يَتَعَصَّبُ لِشَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَاءِ اِلَّا عَنْ عِلَّةٍ تَحْتَمِلُ تَمْوِيْهَ الْجُهَلَاءِ اَوْ حُجَّةٍ تَلِيْطُ بِعُقُوْلِ السُّفَهَاءِ غَيْرَكُمْ فَاِنَّكُمْ تَتَعَصَّبُوْنَ لِاَمْرٍ لَا يُعْرَفُ لَهٗ سَبَبٌ وَلَا عِلَّةٌ۔ اَمَّا اِبْلِيْسُ فَتَعَصَّبَ عَلٰى اٰدَمَ لِاَصْلِهٖ وَطَعَنَ عَلَيْهِ فِيْ خِلْقَتِهٖ۔ فَقَالَ اَنَا نَارِيٌّ وَاَنْتَ طِيْنِيٌّ۔ وَاَمَّا الْاَغْنِيَاءُ مِنْ مُتْرَفَةِ الْاُمَمِ فَتَعَصَّبُوْا لِاٰثَارِ مَوَاقِعِ النِّعَمِ فَقَالُوْا: ”نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ“۔ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ فَلْيَكُنْ تَعَصُّبُكُمْ لِمَكَارِمِ الْخِصَالِ وَمَحَامِدِ الْاَفْعَالِ، وَمَحَاسِنِ الْاُمُوْرِ الَّتِيْ تَفَاضَلَتْ فِيْهَا الْمُجَدَاءُ وَالنُّجَدَاءُ مِنْ بُيُوْتَاتِ الْعَرَبِ وَيَعَاسِيْبِ الْقَبَائِلِ بِالْاَخْلَاقِ الرَّغِيْبَةِ وَالْاَحْلَامِ الْعَظِيْمَةِ وَالْاَخْطَارِ الْجَلِيْلَةِ وَالْاٰثَارِ الْمَحْمُوْدَةِ فَتَعَصَّبُوْا لِخِلَالِ الْحَمْدِ مِنَ الْحِفْظِ لِلْجِوَارِ وَالْوَفَاءِ بِالذِّمَامِ،

بندوں کو نماز، زکوٰۃ اور مقررہ دنوں میں روزوں کے جہاد کے ذریعہ محفوظ رکھتا ہے اور اس طرح ان کے ہاتھ پیروں (کی طغیانیوں) کو سکون کی سطح پر لاتا ہے۔ ان کی آنکھوں کو عجز و شکستگی سے جھکا کر نفس کو رام اور دلوں کو متواضع بنا کر رعونت و خود پسندی کو اُن سے دور کرتا ہے (نماز میں) نازک چہروں کو عجز و نیاز مندی کی بناء پر خاک آلودہ کیا جاتا ہے اور روزوں میں ازروئے فرمانبرداری پیٹ پیٹھ سے مل جاتے ہیں اور زکوٰۃ میں زمین کی پیداوار وغیرہ کو فقراء اور مساکین تک پہنچایا جاتا ہے۔

دیکھو! کہ ان اعمال و عبادت میں غرور کے ابھرے ہوئے اثرات کو مٹانے اور تمکنت کے نمایاں ہونے والے آثار کو دبانے کے کیسے کیسے فوائد مضمر ہیں۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو دنیا بھر میں ایک فرد بھی ایسا نہ پایا کہ وہ کسی چیز کی پاسداری کرتا ہو، مگر یہ کہ اُس کی نظروں میں اُس کی کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے کہ جو جاہلوں کے اشتباہ کا باعث بن جاتی ہے یا کوئی ایسی دلیل ہوتی ہے جو بیوقوفوں کی عقلوں سے چپک جاتی ہے۔ سوا تمہارے کہ تم ایک چیز کی جنبہ داری تو کرتے ہو، مگر اُس کی کوئی علت اور وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ ابلیس ہی کو لو کہ اُس نے آدم کے سامنے حمیت جاہلیت کا مظاہرہ کیا تو اپنی اصل (آگ) کی وجہ سے اور اُن پر چوٹ کی تو اپنی خلقت و پیدائش کی بناء پر، چنانچہ اُس نے آدم سے کہا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور تم مٹی سے (یونہی) خوشحال قوموں کے مالدار لوگ اپنی نعمتوں پر اتراتے ہوئے بڑا بول بولے کہ ”ہم مال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں کیونکر عذاب کیا جا سکتا ہے۔“ اب اگر تمہیں فخر ہی کرنا ہے تو اس کی پاکیزگی اخلاق، بلند کردار اور حُسنِ سیرت پر فخر و ناز کرو کہ جس میں عرب گھرانوں کے باعظمت و بلند ہمت سرداران قوم اپنی خوش اطواریوں بلند پایہ دانائیوں اعلیٰ مرتبوں اور



وَالطَّاعَةِ لِلْبِرِّ وَالْمَعْصِيَةِ لِلْكِبْرِ وَالْاَخْذِ بِالْفَضْلِ وَالْكَفِّ عَنِ الْبَغْيِ وَالْاِعْظَامِ لِلْقَتْلِ وَالْاِنْصَافِ لِلْخَلْقِ وَالْكَظْمِ لِلْغَيْظِ وَاجْتِنَابِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ وَاحْذَرُوْا مَا نَزَلَ بِالْاُمَمِ قَبْلَكُمْ مِنَ الْمَثُلَاتِ بِسُوْءِ الْاَفْعَالِ وَذَمِيْمِ الْاَعْمَالِ فَتَذَكَّرُوْا فِي الْخَيْرِ وَالشَّرِّ اَحْوَالَهُمْ وَاحْذَرُوْا اَنْ تَكُوْنُوْا اَمْثَالَهُمْ فَاِذَا تَفَكَّرْتُمْ فِيْ تَفَاوُتِ حَالَيْهِمْ فَالْزَمُوْا كُلَّ اَمْرٍ لَزِمَتِ الْعِزَّةُ بِهٖ شَاْنَهُمْ وَزَاحَتِ الْاَعْدَاءُ لَهٗ عَنْهُمْ وَمُدَّتِ الْعَافِيَةُ فِيْهِ عَلَيْهِمْ، وَانْقَادَتِ النِّعْمَةُ لَهٗ مَعَهُمْ، وَوَصَلَتِ الْكَرَامَةُ عَلَيْهِ حَبْلَهُمْ مِنَ الْاِجْتِنَابِ لِلْفُرْقَةِ وَاللُّزُوْمِ لِلْاُلْفَةِ وَالتَّحَاضِّ عَلَيْهَا وَالتَّوَاصِيْ بِهَا، وَاجْتَنِبُوْا كُلَّ اَمْرٍ كَسَرَ فِقْرَتَهُمْ وَاَوْهَنَ مُنَّتَهُمْ مِنْ تَضَاغُنِ الْقُلُوْبِ وَتَشَاحُنِ الصُّدُوْرِ۔ وَتَدَابُرِ النُّفُوْسِ وَتَخَاذُلِ الْاَيْدِيْ، وَ تَدَبَّرُوْا اَحْوَالَ الْمَاضِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ قَبْلَكُمْ كَيْفَ كَانُوْا فِيْ حَالِ التَّمْحِيْصِ وَالْبَلَاءِ۔ اَلَمْ يَكُوْنُوْا اَثْقَلَ وَبَقِيَ قَصَصُ اَخْبَارِهِمْ فِيْكُمْ عِبْرَةً لِّلْمُعْتَبِرِيْنَ (مِنْكُمْ) فَاعْتَبِرُوْا بِحَالِ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ وَبَنِيْ اِسْحٰقَ وَبَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔ فَمَا اَشَدَّ اعْتِدَالَ الْاَحْوَالِ، وَاَقْرَبَ اشْتِبَاهَ

پسندیدہ کارناموں کی وجہ سے ایک دوسرے پر برتری ثابت کرتے تھے۔ تم بھی ان قابل ستائش خصلتوں کی طرفداری کرو۔ جیسے ہمسائیوں کے حقوق کی حفاظت کرنا عہد و پیمان کو نبھاہنا۔ نیکیوں کی اطاعت اور سرکشوں کی مخالفت کرنا حسن سلوک کا پابند اور ظلم و تعدی سے کنارہ کش رہنا۔ خون ریزی سے پناہ مانگنا، خلق خدا سے عدل و انصاف برتنا۔ غصہ کو پی جانا۔ زمین میں شر انگیزی سے دامن بچانا تمہیں اُن عذابوں سے ڈرنا چاہئے جو تم سے پہلی امتوں پر اُن کی بداعمالیوں اور بد کرداریوں کی وجہ سے نازل ہوئے اور (اپنے) اچھے اور بُرے حالات میں ان کے احوال و واردات کو پیش نظر رکھو اور اس امر سے خائف و ترساں رہو کہ کہیں تم بھی انہی کے ایسے نہ ہو جاؤ۔ اگر تم نے ان کی دونوں (اچھی بُری) حالتوں پر غور کر لیا ہے تو پھر ہر اُس چیز کی پابندی کرو کہ جس کی وجہ سے عزت و برتری نے ہر حال میں اُن کا ساتھ دیا اور دشمن اُن سے دور دور رہے اور عیش و سکون کے دامن اُن پر پھیل گئے۔ اور نعمتیں سرنگوں ہو کر اُن کے ساتھ ہولیں اور عزت و سرفرازی نے اپنے بندھن اُن سے جوڑ لئے (وہ کیا چیزیں تھیں؟) یہ کہ وہ افتراق سے بچے اور اتفاق و یک جہتی پر قائم رہے۔ اسی پر ایک دوسرے کو ابھارتے تھے اور اسی کی باہم سفارش کرتے تھے اور تم ہر اس امر سے بچ کر رہو کہ جس نے اُن کی ریڑھ کی ہڈی کو توڑ ڈالا اور قوت و توانائی کو ضعف سے بدل دیا۔ (اور وہ یہ تھا) کہ انہوں نے دلوں میں کینہ اور سینوں میں بغض رکھا اور ایک دوسرے کی مدد سے پیٹھ پھیرا لی اور باہمی تعاون سے ہاتھ اٹھا لیا اور تم کو لازم ہے کہ گزشتہ زمانہ کے اہل ایمان کے وقائع و حالات میں غور و فکر کرو، کہ (صبر آزما) ابتلاؤں اور (جانکاہ) مصیبتوں میں اُن کی کیا حالت تھی کیا وہ ساری کائنات سے

الْاَمْثَالِ، تَاَمَّلُوْا اَمْرَهُمْ فِیْ حَالِ تَشَتُّتِهِمْ
الْخَلَائِقِ اَعْبَاءً وَاَجْهَدَ الْعِبَادِ بَلَاءً وَاَضْیَقَ
اَهْلِ الدُّنْیَا حَالًا۔ اِتَّخَذَتْهُمُ الْفَرَاعِنَةُ
عَبِیْدًا فَسَامُوْهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَجَرَّعُوْ
هُمُ الْمُرَارَ فَلَمْ تَبْرَحِ الْحَالُ بِهِمْ فِیْ ذُلِّ
الْهَلَكَةِ وَقَهْرِ الْغَلَبَةِ۔ لَا یَجِدُوْنَ حِیْلَةً فِیْ
امْتِنَاعٍ، وَلَا سَبِیْلًا اِلٰی دِفَاعٍ حَتّٰی اِذَا رَاَی
اللّٰهُ جِدَّ الصَّبْرِ مِنْهُمْ عَلَی الْاَذٰی فِیْ
مَحَبَّتِهٖ وَ الْاِحْتِمَالَ لِلْمَكْرُوْهِ مِنْ خَوْفِهٖ
جَعَلَ لَهُمْ مِنْ مَضَائِقِ الْبَلَاءِ فَرَجًا فَاَبْدَلَهُمُ
الْعِزَّ مَكَانَ الذُّلِّ، وَالْاَمْنَ مَكَانَ الْخَوْفِ
فَصَارُوْا مُلُوْكًا حُكَّامًا۔ وَاَئِمَّةً اَعْلَامًا،
وَقَدْ بَلَغَتِ الْكَرَامَةُ مِنَ اللّٰهِ لَهُمْ مَا لَمْ تَبْلُغِ
الْاٰمَالُ اِلَیْهِ بِهِمْ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانُوْا حَیْثُ
كَانَتِ الْاَمْلَاءُ مُجْتَمِعَةً وَالْاَهْوَاءُ مُتَّفِقَةً،
وَالْقُلُوْبُ مُعْتَدِلَةً وَالْاَیْدِیْ مُتَرَادِفَةً
وَالسُّیُوْفُ مُتَنَاصِرَةً، وَالْبَصَائِرُ نَافِذَةً،
وَالْعَزَائِمُ وَاحِدَةً اَلَمْ یَكُوْنُوْا اَرْبَابًا فِیْ
اَقْطَارِ الْاَرَضِیْنَ وَمُلُوْكًا عَلٰی رِقَابِ
الْعَالَمِیْنَ۔ فَانْظُرُوْا اِلٰی مَا صَارُوْا اِلَیْهِ فِیْ
اٰخِرِ اُمُوْرِهِمْ حِیْنَ وَقَعَتِ الْفُرْقَةُ وَتَشَتَّتَتِ
الْاُلْفَةُ وَاخْتَلَفَتِ الْكَلِمَةُ وَالْاَفْئِدَةُ
وَتَشَعَّبُوْا مُخْتَلِفِیْنَ، وَتَفَرَّقُوْا مُتَحَارِبِیْنَ
قَدْ خَلَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ لِبَاسَ كَرَامَتِهٖ وَسَلَبَهُمْ

زیادہ گرانبار تمام لوگوں سے زائد مبتلائے تعب و مشقت اور دنیا جہاں سے زیادہ تنگی وضیق کے عالم میں تھے؟ کہ جنہیں دنیا کے فرعونوں نے اپنا غلام بنا رکھا تھا اور انہیں سخت سے سخت اذیتیں پہنچاتے اور تلخیوں کے گھونٹ پلاتے تھے اور اُن کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ وہ تباہی و ہلاکت کی ذلتوں اور غلبہ و تسلّط کی قہرسامانیوں میں گھرتے چلے جا رہے تھے۔ نہ انہیں بچاؤ کی کوئی تدبیر اور نہ روک تھام کا کوئی ذریعہ سوجھتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اللہ سبحانہٗ نے یہ دیکھا کہ یہ میری محبت میں اذیتوں پر پوری کدو کاوش سے صبر کئے جا رہے ہیں اور میرے خیال سے مصیبتوں کو جھیل رہے ہیں تو اُن کے لئے مصیبت و ابتلاء کی تنگنائے سے وسعت کی راہیں نکالیں اور اُن کی ذلت کو عزت اور خوف و ہراس کو امن سے بدل دیا۔ چنانچہ وہ تختِ فرمانروائی پر سلطان اور مسندِ ہدایت پر رہنما ہوئے اور انہیں امیدوں سے بڑھ چڑھ کر اللہ کی طرف سے عزت و سرفرازی حاصل ہوئی۔ غور کرو! کہ جب ان کی جمعیتیں یک جا، خیالات یکسو اور دل یکساں تھے اور ان کے ہاتھ ایک دوسرے کو سہارا دیتے اور تلواریں ایک دوسرے کی معین و مددگار تھیں اور اُن کی بصیرتیں تیز اور ارادے متحد تھے، تو اُس وقت اُن کا عالم کیا تھا! کیا وہ اطرافِ زمین فرمانروا اور دنیا والوں کی گردنوں پر حکمران نہ تھے؟ اور تصویر کا یہ رخ بھی دیکھو! کہ جب ان میں پھوٹ پڑ گئی یکجہتی درہم برہم ہوگئی، ان کی باتوں اور دلوں میں اختلافات کے شاخسانے پھوٹ نکلے، اور وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے اور الگ جتھے بن کر ایک دوسرے سے لڑنے بھڑنے لگے، تو اُن کی نوبت یہ ہوگئی کہ اللہ نے اُن سے عزت و بزرگی کا پیراہن اُتار لیا اور نعمتوں کی آسائشیں اُن سے چھین لیں اور تمہارے درمیان اُن کے واقعات کی حکائتیں عبرت حاصل کرنے والوں



غَضَارَةَ نِعْمَتِهٖ وَتَفَرُّقُهُمْ لَیَالِیَ كَانَتِ
الْاَكَاسِرَةُ وَالْقَیَاصِرَةُ اَرْبَابًا لَهُمْ
یَحْتَازُوْنَهُمْ عَنْ رِیْفِ الْاٰفَاقِ، وَبَحْرِ
الْعِرَاقِ وَخُضْرَةِ الدُّنْیَا اِلٰی مَنَابِتِ الشِّیْحِ
وَمَهَافِی الرِّیْحِ، وَنَكَدِ الْمَعَاشِ فَتَرَكُوْهُمْ
عَالَةً مَسَاكِیْنَ اِخْوَانَ دَبَرٍ وَوَبَرٍ، اَذَلَّ
الْاُمَمِ دَارًا وَاَجْدَبَهُمْ قَرَارًا۔ لَا یَاْوُوْنَ اِلٰی
جَنَاحِ دَعْوَةٍ یَعْتَصِمُوْنَ بِهَا، وَلَا اِلٰی ظِلِّ
اُلْفَةٍ یَعْتَمِدُوْنَ عَلٰی عِزِّهَا۔ فَالْاَحْوَالُ
مُضْطَرِبَةٌ وَالْاَیْدِیْ مُخْتَلِفَةٌ، وَالْكَثْرَةُ
مُتَفَرِّقَةٌ۔ فِیْ بَلَاءِ اَزْلٍ، وَاَطْبَاقِ جَهْلٍ،
مِنْ بَنَاتٍ مَوْءُوْدَةٍ۔ وَاَصْنَامٍ مَعْبُوْدَةٍ،
وَاَرْحَامٍ مَقْطُوْعَةٍ وَغَارَاتٍ مَشْنُوْنَةٍ۔
فَانْظُرُوْا اِلٰی مَوَاقِعِ نِعَمِ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ حِیْنَ
بَعَثَ اِلَیْهِمْ رَسُوْلًا فَعَقَدَ بِمِلَّتِهٖ طَاعَتَهُمْ
وَجَمَعَ عَلٰی دَعْوَتِهٖ اُلْفَتَهُمْ۔ كَیْفَ نَشَرَتِ
النِّعْمَةُ عَلَیْهِمْ جَنَاحَ كَرَامَتِهَا، وَاَسَالَتْ لَهُمْ
جَدَاوِلَ نَعِیْمِهَا، وَالْتَفَّتِ الْمِلَّةُ بِهِمْ فِیْ
عَوَائِدِ بَرَكَتِهَا فَاَصْبَحُوْا فِیْ نِعْمَتِهَا غَرِقِیْنَ،
وَفِیْ خُضْرَةِ عَیْشِهَا فَكِهِیْنَ، قَدْ تَرَبَّعَتِ
الْاُمُوْرُ بِهِمْ فِیْ ظِلِّ سُلْطَانٍ قَاهِرٍ وَاٰوَتْهُمُ
الْحَالُ اِلٰی كَنَفِ عِزٍّ غَالِبٍ وَتَعَطَّفَتِ
الْاُمُوْرُ عَلَیْهِمْ فِیْ ذُرٰی مُلْكٍ ثَابِتٍ، فَهُمْ
حُكَّامٌ عَلَی الْعَالَمِیْنَ، وَمُلُوْكٌ فِیْ اَطْرَافِ

کے لئے عبرت بن کر رہ گئیں۔ (اب ذرا) اسماعیلؑ کی اولاد اسحاقؑ کے فرزندوں اور یعقوبؑ کے بیٹوں کے حالات میں عبرت و نصیحت حاصل کرو۔ حالات کتنے ملتے ہوئے ہیں اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں۔ ان کے منتشر و پراگندہ ہو جانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، اُن میں فکر و تامل کرو، کہ جب شاہانِ عجم اور سلاطینِ روم اُن پر حکمران تھے، وہ انہیں اطرافِ عالم کے سبزہ زاروں عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خار دار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گزر گاہوں اور معیشت کی دشواریوں کی طرف دھکیل دیتے تھے اور آخر انہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑتے تھے۔ ان کے گھر بار دنیا جہاں سے بڑھ کر خستہ و خراب اور اُن کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے، نہ اُن کی کوئی آواز تھی جس کے پر و بال کا سہارا لیں، نہ اُنس و محبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسا کریں۔ اُن کے حالات پراگندہ ہاتھ الگ الگ تھے کثرت و جمعیت بٹی ہوئی، جانگداز مصیبتوں اور جہالت کی تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں گھر گھر مورتی پوجا ہوتی تھی۔ رشتے ناطے توڑے جا چکے تھے اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی۔ بھیجا کہ جس نے اپنی اطاعت کا انہیں پابند بنایا اور انہیں ایک مرکزِ وحدت پر جمع کر دیا اور کیونکر خوش حالی نے اپنے پر و بال اُن پر پھیلا دیئے اور اُن کے لئے بخشش و فیضان کی نہریں بہا دیں اور شریعت نے انہیں اپنی برکت کے بے بہا فائدوں میں لپیٹ لیا۔ چنانچہ وہ اُس کی نعمتوں میں شرابور اور اس کی زندگی کی تر و تازگیوں میں خوشحال اور ایک مسلّط فرمانروا (اسلام کے زیرِ سایہ اُن کی زندگی) کے تمام شعبے (نظم و ترتیب سے) قائم ہوگئے اور اُن کے حالات

الْاَرَضِينَ يَمْلِكُونَ الْاُمُورَ عَلٰى مَنْ كَانَ يَمْلِكُهَا عَلَيْهِمْ وَيُمْضُونَ الْاَحْكَامَ فِيمَنْ كَانَ يُمْضِيهَا فِيهِمْ۔ لَا تُغْمَزُ لَهُمْ قَنَاةٌ وَلَا تُقْرَعُ لِهُمْ صَفَاةٌ۔ اَلَا وَاِنَّكُمْ قَدْ نَفَضْتُمْ اَيْدِيَكُمْ مِنْ حَبْلِ الطَّاعَةِ۔ وَثَلَمْتُمْ حِصْنَ اللّٰهِ الْمَضْرُوبَ عَلَيْكُمْ بِاَحْكَامِ الْجَاهِلِيَّةِ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدِامْتَنَّ عَلٰى جَمَاعَةِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيمَا عَقَدَ بَيْنَهُمْ مِنْ حَبْلِ هٰذِهِ الْاُلْفَةِ الَّتِي يَنْتَقِلُونَ فِي ظِلِّهَا، وَيَاْوُونَ اِلٰى كَنَفِهَا، بِنِعْمَةٍ لَا يَعْرِفُ اَحَدٌ مِنَ الْمَخْلُوقِينَ لَهَا قِيمَةً لِاَنَّهَا اَرْجَحُ مِنْ كُلِّ ثَمَنٍ وَاَجَلُّ مِنْ كُلِّ خَطَرٍ۔

وَاعْلَمُوا اَنَّكُمْ صِرْتُمْ بَعْدَ الْهِجْرَةِ اَعْرَابًا، وَبَعْدَ الْمُوَالَاةِ اَحْزَابًا، مَا تَتَعَلَّقُونَ مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا بِاسْمِهِ، وَلَا تَعْرِفُونَ مِنَ الْاِيمَانِ اِلَّا رَسْمَهُ۔ تَقُولُونَ النَّارَ وَلَا الْعَارَ، كَاَنَّكُمْ تُرِيدُونَ اَنْ تُكْفِئُوا الْاِسْلَامَ عَلٰى وَجْهِهِ اِنْتِهَاكًا لِحَرِيمِهِ، وَنَقْضًا لِمِيثَاقِهِ الَّذِي وَضَعَهُ اللّٰهُ لَكُمْ حَرَمًا فِي اَرْضِهِ، وَاَمْنًا بَيْنَ خَلْقِهِ، وَاِنَّكُمْ اِنْ لَجَاْتُمْ اِلٰى غَيْرِهِ حَارَبَكُمْ اَهْلُ الْكُفْرِ ثُمَّ لَا جَبْرَائِيلُ وَلَا مِيكَائِيلُ وَلَا مُهَاجِرُونَ وَلَا اَنْصَارٌ يَنْصُرُونَكُمْ اِلَّا الْمُقَارَعَةَ بِالسَّيْفِ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَكُمْ، وَاِنَّ

(کی درستگی) نے انہیں غلبہ و بزرگی کے پہلو میں جگہ دی اور ایک مضبوط سلطنت کی سربلند چوٹیوں میں (دین و دنیا کی) سعادتیں اُن پر جھک پڑیں۔ وہ تمام جہان پر حکمران اور زمین کی پہنائیوں میں تخت و تاج کے مالک بن گئے اور جن پابندیوں کی بناء پر دوسروں کے زیرِ دست تھے اب یہ انہیں پابند بنا کر اُن پر مسلط ہو گئے اور جن کے زیرِ فرمان تھے اُن کے فرمانروا بن گئے۔ نہ اُن کا دم خم ہی نکالا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُن کا کس بل توڑا جا سکتا ہے۔

دیکھو! کہ اللہ نے اُن پر کتنے احسانات کئے کہ اُن میں اپنا رسولؐ دیکھو! تم نے اطاعت کے بندھنوں سے اپنے ہاتھوں کو چھڑا لیا اور زمانہ جاہلیت کے طور طریقوں سے اپنے گرد کھچے ہوئے حصار میں رخنہ ڈال دیا۔ خداوند عالم نے اُس امّت کے لوگوں پر اس نعمت بے بہا کے ذریعہ سے لطف و احسان فرمایا کہ جس کی قدر و قیمت کو مخلوقات میں سے کوئی نہیں پہنچانتا کیونکہ وہ ہر (ٹھہرائی ہوئی) قیمت سے گراں تر اور ہر شرف و بلندی سے بالاتر ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے درمیان اُنس و یکجہتی کا رابطہ (اسلام) قائم کیا کہ جس کے سایہ میں وہ منزل کرتے ہیں اور جس کے کنار (عاطفت) میں پناہ لیتے ہیں۔

یہ جانے رہو کہ تم (جہالت و نادانی) کو خیرباد کہہ دینے کے بعد پھر صحرائی بدو اور باہمی دوستی کے بعد پھر مختلف گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ اسلام سے تمہارا واسطہ نام کو رہ گیا ہے اور ایمان سے چند ظاہری لکیروں کے علاوہ تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ تمہارا قول یہ ہے کہ آگ میں کود پڑیں گے مگر عار قبول نہ کریں گے گویا تم یہ چاہتے ہو کہ اسلام کی ہتک حرمت اور اس کا عہد توڑ کر اسے منہ کے بل اوندھا کر دو، وہ عہد کہ جسے اللہ نے زمین میں پناہ اور مخلوقات میں امن قرار دیا ہے (یاد رکھو! کہ) اگر تم نے



عِنْدَكُمُ الْاَمْثَالَ مِنْ بَاْسِ اللّٰهِ وَقَوَارِعِهِ وَاَيَّامِهِ وَوَقَائِعِهِ فَلَا تَسْتَبْطِئُوا وَعِيدَهُ جَهْلًا بِاَخْذِهِ وَتَهَاوُنًا بِبَطْشِهِ وَيَاْسًا مِنْ بَاْسِهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ لَمْ يَلْعَنِ الْقَرْنَ الْمَاضِيَ بَيْنَ اَيْدِيكُمْ اِلَّا لِتَرْكِهِمُ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَلَعَنَ اللّٰهُ السُّفَهَاءَ لِرُكُوبِ الْمَعَاصِي، وَالْحُلَمَاءَ لِتَرْكِ التَّنَاهِي۔

اَلَا وَقَدْ قَطَعْتُمْ قَيْدَ الْاِسْلَامِ وَعَطَّلْتُمْ حُدُودَهُ وَاَمَتُّمْ اَحْكَامَهُ اَلَا وَقَدْ اَمَرَنِيَ اللّٰهُ بِقِتَالِ اَهْلِ الْبَغْيِ وَالنَّكْثِ وَالْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ فَاَمَّا النَّاكِثُونَ فَقَدْ قَاتَلْتُ، وَاَمَّا الْقَاسِطُونَ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَاَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ جَاهَدْتُ، وَاَمَّا الْمَارِقَةُ فَقَدْ دَوَّخْتُ، وَاَمَّا شَيْطَانُ الرَّدْهَةِ فَقَدْ كُفِيتُهُ بِصَعْقَةٍ سُمِعَتْ لَهَا وَجْبَةُ قَلْبِهِ وَرَجَّةُ صَدْرِهِ، وَبَقِيَتْ بَقِيَّةٌ مِنْ اَهْلِ الْبَغْيِ، وَلَئِنْ اَذِنَ اللّٰهُ فِي الْكَرَّةِ عَلَيْهِمْ لَاُدِيلَنَّ مِنْهُمْ اِلَّا مَا يَتَشَذَّرُ فِي اَطْرَافِ الْبِلَادِ تَشَذُّرًا۔ اَنَا وَضَعْتُ فِي الصِّغَرِ بِكَلَاكِلِ الْعَرَبِ وَكَسَرْتُ نَوَاجِمَ قُرُونِ رَبِيعَةَ وَمُضَرَ۔ وَقَدْ عَلِمْتُمْ مَوْضِعِي مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ وَسَلَّمَ بِالْقَرَابَةِ الْقَرِيبَةِ وَالْمَنْزِلَةِ الْخَصِيصَةِ وَضَعَنِي فِي

اسلام کے علاوہ کہیں اور کا رخ کیا تو کفار تم جسے جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ پھر نہ جبرئیلؑ و میکائیلؑ ہیں اور نہ انصار و مہاجر ہیں کہ تمہاری مدد کریں، سوا اس کے کہ تلواروں کو کھٹکھٹاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ خدا کا سخت عذاب، جھنجھوڑنے والا عقاب ابتلاؤں کے دن اور تعزیردہ ہلاکت کے حادثے تمہارے سامنے ہیں۔ اس کی گرفت سے انجان بن کر اور اُس کی پکڑ کو آسان سمجھ کر اور اُس کی سختی سے غافل ہو کر اُس کے قہر و عذاب کو دور نہ سمجھو۔ خداوند عالم نے گذشتہ امتوں کو محض اس لئے اپنی رحمت سے دور رکھا کہ وہ اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے سے منہ موڑ چکے تھے۔ چنانچہ اللہ نے بے وقوفوں پر ارتکاب گناہ کی وجہ سے اور دانش مندوں پر خطاؤں سے باز نہ آنے کے سبب سے لعنت کی ہے۔

دیکھو! تم نے اسلام کی پابندیاں توڑ دیں اور اُس کی حدیں بیکار کر دیں اور اس کے احکام سرے سے ختم کر دیئے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ نے مجھے باغیوں عہد شکنوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں سے جہاد کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے عہد شکنوں (اصحاب جمل) سے جنگ کی نافرمانوں (اہل صفین) سے جہاد کیا اور بے دینوں (خوارج نہروان) کو بھی پوری طرح ذلیل کر کے چھوڑا۔ مگر گڑھے۵ (میں گر کر مرنے) والا شیطان میرے لئے اس کی مہم سر ہو گئی۔ ایک ایسی چنگھاڑنے کے ساتھ کہ جس میں اُس کے دل کی دھڑکن اور سینے کی تھرتھری کی آواز میرے کانوں میں پہنچ رہی تھی۔ اب باغیوں میں سے کچھ رہے سہے باقی رہ گئے ہیں اگر اللہ نے پھر مجھے اُن پر دھاوا بولنے کی اجازت دی تو میں انہیں تہس نہس کر کے دولت و سلطنت کا رخ دوسری طرف موڑ دوں گا (پھر) وہی لوگ بچ سکیں گے جو مختلف شہروں کی دور دراز حدوں میں تتر بتر ہو چکے ہوں گے۔ میں نے

حِجْرِهٖ وَاَنَا وَلَدٌ يَضُمُّنِي اِلٰى صَدْرِهٖ وَيَكْنُفُنِي اِلٰى فِرَاشِهٖ وَيُمِسُّنِي جَسَدَهٗ وَيُشِمُّنِي عَرْفَهٗ وَكَانَ يَمْضَغُ الشَّيْءَ ثُمَّ يُلْقِمُنِيْهِ وَمَا وَجَدَلِي كَذْبَةً فِي قَوْلٍ وَلَا خَطْلَةً فِي فِعْلٍ وَلَقَدْ قَرَنَ اللّٰهُ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ لَدُنْ اَنْ كَانَ فَطِيْمًا اَعْظَمَ مَلَكٍ مِنْ مَلَائِكَتِهٖ يَسْلُكُ بِهٖ طَرِيْقَ الْمَكَارِمِ، وَمَحَاسِنَ اَخْلَاقِ الْعَالَمِ لَيْلَهٗ وَنَهَارَهٗ، وَلَقَدْ كُنْتُ اَتَّبِعُهٗ اِتِّبَاعَ الْفَصِيْلِ اَثَرَ اُمِّهٖ يَرْفَعُ لِي فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنْ اَخْلَاقِهٖ عَلَمًا وَيَاْمُرُنِي بِالْاِقْتِدَاءِ بِهٖ۔ وَلَقَدْ كَانَ يُجَاوِرُ فِي كُلِّ سَنَةٍ بِحِرَاءَ فَاَرَاهُ وَلَا يَرَاهُ غَيْرِي۔ وَلَمْ يَجْمَعْ بَيْتٌ وَاحِدٌ يَوْمَئِذٍ فِي الْاِسْلَامِ غَيْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَخَدِيْجَةَ وَاَنَا ثَالِثُهُمَا۔ اَرٰى نُوْرَ الْوَحْيِ وَالرِّسَالَةِ، وَاَشُمُّ رِيْحَ النُّبُوَّةِ۔

وَلَقَدْ سَمِعْتُ رَنَّةَ الشَّيْطَانِ حِيْنَ نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الرَّنَّةُ؟ فَقَالَ هٰذَا الشَّيْطَانُ اَيِسَ مِنْ عِبَادَتِهٖ اِنَّكَ تَسْمَعُ مَا اَسْمَعُ وَتَرٰى مَا اَرٰى اِلَّا اَنَّكَ لَعَلٰى خَيْرٍ وَلَقَدْ كُنْتُ مَعَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمَّا اَتَاهُ الْمَلَاُ مِنْ قُرَيْشٍ،

تو بچپن ہی میں عرب کا سینہ پیوند زمین کر دیا تھا اور قبیلہ ربیعہ و مضر کے ابھرے ہوئے سینگوں کو توڑ دیا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب کی عزیز داری اور مخصوص قدر و منزلت کی وجہ سے میرا مقام اُن کے نزدیک کیا تھا میں بچہ ہی تھا کہ رسول نے مجھے گود میں لے لیا تھا۔ اپنے سینے سے چمٹائے رکھتے تھے۔ بستر میں اپنے پہلو میں جگہ دیتے تھے۔ اپنے جسم مبارک کو مجھ سے مس کرتے تھے اور اپنی خوشبو مجھے سنگھاتے تھے۔ پہلے آپ کسی چیز کو چباتے پھر اُس کے لقمے بنا کر میرے منہ میں دیتے تھے۔ انہوں نے نہ تو میری کسی بات میں جھوٹ کا شائبہ پایا نہ میرے کسی کام میں لغزش و کمزوری دیکھی۔ اللہ نے آپ کی دودھ بڑھائی کے وقت ہی سے فرشتوں میں سے ایک عظیم المرتبت ملک (روح القدس) کو آپ کے ساتھ لگا دیا تھا جو انہیں شب و روز بزرگ خصلتوں اور پاکیزہ سیرتوں کی راہ پر لے چلتا تھا، اور میں اُن کے پیچھے پیچھے یوں لگا رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے پیچھے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال (کوہ) حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور (اُم المومنین) خدیجہؓ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ تیسرا اُن میں مَیں تھا۔ مَیں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر (پہلے پہل) وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی، جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے کہ جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے (اے علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے



فَقَالُوْا لَهٗ: يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ قَدِ ادَّعَيْتَ عَظِيْمًا لَمْ يَدَّعِهٖ اٰبَاؤُكَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ بَيْتِكَ وَنَحْنُ نَسْاَلُكَ اَمْرًا اِنْ اَنْتَ اَجَبْتَنَا اِلَيْهِ وَاَرَيْتَنَاهُ عَلِمْنَا اَنَّكَ نَبِيٌّ وَرَسُوْلٌ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ عَلِمْنَا اَنَّكَ سَاحِرٌ كَذَّابٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: وَمَا تَسْاَلُوْنَ؟ قَالُوْا تَدْعُوْلَنَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ حَتّٰى تَنْقَلِعَ بِعُرُوْقِهَا وَتَقِفَ بَيْنَ يَدَيْكَ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، فَاِنْ فَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ ذٰلِكَ، اَتُؤْمِنُوْنَ وَتَشْهَدُوْنَ بِالْحَقِّ؟ قَالُوْا نَعَمْ، قَالَ فَاِنِّي سَاُرِيْكُمْ مَا تَطْلُبُوْنَ، وَاِنِّي لَاَعْلَمُ اَنَّكُمْ لَا تَفِيْئُوْنَ اِلٰى خَيْرٍ وَاِنَّ فِيْكُمْ مَنْ يُطْرَحُ فِي الْقَلِيْبِ وَمَنْ يُحَزِّبُ الْاَحْزَابَ، ثُمَّ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ: يَا اَيَّتُهَا الشَّجَرَةُ اِنْ كُنْتِ تُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتَعْلَمِيْنَ اَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ فَانْقَلِعِي بِعُرُوْقِكِ حَتّٰى تَقِفِي بَيْنَ يَدَيَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ فَوَالَّذِي بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ لَانْقَلَعَتْ بِعُرُوْقِهَا وَجَاءَتْ وَلَهَا دَوِيٌّ شَدِيْدٌ وَقَصْفٌ كَقَصْفِ اَجْنِحَةِ الطَّيْرِ حَتّٰى وَقَفَتْ بِغُصْنِهَا الْاَعْلٰى عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ،

ہو، فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا کہ قریش کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور انہوں نے آپ سے کہا کہ اے محمدؐ آپ نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا دعویٰ نہ تو آپ کے باپ دادا نے کیا نہ آپ کے خاندان والوں میں سے کسی اور نے کیا ہم آپ سے ایک امر کا مطالبہ کرتے ہیں اگر آپ نے اُسے پورا کر کے دکھلا دیا تو پھر ہم بھی یقین کر لیں گے کہ آپ نبی و رسول ہیں اور اگر نہ کر سکے تو ہم جان لیں گے کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر اور جھوٹے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ تمہارا مطالبہ ہے کیا؟ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے لئے اس درخت کو پکاریں کہ یہ جڑ سمیت اُکھڑ آئے اور آپ کے سامنے آ کر ٹھہر جائے آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اگر اُس نے تمہارے لئے ایسا کر دکھایا تو کیا تم ایمان لے آؤ گے اور حق کی گواہی دو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں آپؐ نے فرمایا کہ اچھا جو تم چاہتے ہو تمہیں دکھائے دیتا ہوں اور میں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم بھلائی کی طرف پلٹنے والے نہیں ہو۔ یقیناً تم میں کچھ لوگ تو وہ ہیں جنہیں چاہ (بدر) میں جھونک دیا جائے گا اور کچھ وہ ہیں جو (جنگ) احزاب میں جتھا بند کریں گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے درخت اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، تو اپنی جڑ سمیت اکھڑ آ یہاں تک کہ تو بحکم خدا میرے سامنے آ کر ٹھہر جائے (رسول کا یہ فرمانا تھا کہ) اُس ذات کی قسم جس نے آپ کو یقین کے ساتھ مبعوث کیا وہ درخت جڑ سمیت اکھڑ آیا اور اس طرح آیا کہ اُس سے سخت کھڑ کھڑاہٹ اور پرندوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی سی آواز آتی تھی یہاں تک کہ وہ لچکتا جھومتا ہوا

وَبِبَعْضِ اَغْصَانِهَا عَلٰى مَنْكِبِیْ، وَكُنْتُ عَنْ يَمِيْنِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا نَظَرَ الْقَوْمُ اِلٰی ذٰلِكَ قَالُوْا۔ عُلُوًّا وَاسْتِكْبَارًا۔ فَمُرْهَا فَلْيَاْتِكَ نِصْفُهَا، وَيَبْقٰى نِصْفُهَا، فَاَمَرَهَا بِذٰلِكَ، فَاَقْبَلَ اِلَيْهِ نِصْفُهَا كَاَعْجَبِ اِقْبَالٍ وَّ اَشَدِّهٖ دَوِيًّا، فَكَادَتْ تَلْتَفُّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا۔ كُفْرًا وَعُتُوًّا۔ فَمُرْ هٰذَا النِّصْفَ فَلْيَرْجِعْ اِلٰى نِصْفِهٖ كَمَا كَانَ فَاَمَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَعَ فَقُلْتُ اَنَا: لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِنِّیْ اَوَّلُ مُؤْمِنٍ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، وَاَوَّلُ مَنْ اَقَرَّ بِاَنَّ الشَّجَرَةَ فَعَلَتْ مَا فَعَلَتْ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى تَصْدِيْقًا بِنُبُوَّتِكَ وَاِجْلَالًا لِكَلِمَتِكَ، فَقَالَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ بَلْ سَاحِرٌ كَذَّابٌ، عَجِيْبُ السِّحْرِ، خَفِيْفٌ فِيْهِ۔ وَهَلْ يُصَدِّقُكَ فِیْ اَمْرِكَ اِلَّا مِثْلُ هٰذَا (يَعْنُوْنَنِیْ) وَاِنِّیْ لَمِنْ قَوْمٍ لَا تَاْخُذُهُمْ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ سِيْمَاهُمْ سِيْمَا الصِّدِّيْقِيْنَ، وَكَلَامُهُمْ كَلَامُ الْاَبْرَارِ۔ عُمَّارُ اللَّيْلِ وَمَنَارُ النَّهَارِ مُتَمَسِّكُوْنَ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ۔ يُحْيُوْنَ سُنَنَ اللّٰهِ وَسُنَنَ رَسُوْلِهٖ۔ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ وَلَا يَعْلُوْنَ وَلَا يَغُلُّوْنَ وَلَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو آ کر ٹھہر گیا اور بلند شاخیں اُن پر اور کچھ شاخیں میرے کندھے پر ڈال دیں اور میں آپ کی دائیں جانب کھڑا تھا، جب قریش نے یہ دیکھا تو نخوت وغرور سے کہنے لگے کہ اسے حکم دیں کہ آدھا آپ کے پاس آئے اور آدھا اپنی جگہ پر رہے۔ چنانچہ آپ نے اُسے یہی حکم دیا تو اُس کا آدھا حصہ آپ کی طرف بڑھ آیا اس طرح کہ اُس کا آنا (پہلے آنے سے بھی) زیادہ عجیب صورت سے اور زیادہ تیز آواز کے ساتھ تھا اور اب کے وہ قریب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ جائے اب انہوں نے کفرو سرکشی سے کہا کہ اچھا اب اس آدھے کو حکم دیجئے کہ یہ اپنے دوسرے حصے کے پاس پلٹ جائے جس طرح پہلے تھا۔ چنانچہ آپؐ نے حکم دیا اور وہ پلٹ گیا میں نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه اے اللہ کے رسول میں آپ پر پہلے ایمان لانے والا ہوں اور سب سے پہلے اس کا اقرار کرنے والا ہوں کہ اس کے درخت نے بحکم خدا آپؐ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے کلام کی عظمت و برتری دکھانے کے لئے جو کچھ کیا ہے وہ امر واقعی ہے۔ (کوئی آنکھ کا پھیر نہیں) یہ سن کر وہ ساری قوم کہنے لگی کہ یہ (پناہ بخدا) پرلے درجے کے جھوٹے اور جادوگر ہیں۔ ان کا سر عجیب وغریب ہے اور ہیں بھی اس میں چابک دست اس امر پر آپ کی تصدیق ان جیسے ہی کر سکتے ہیں اور اس سے مجھے مراد لیا (جو چاہیں کہیں) میں تو اس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار دن کے روشن مینار اور خدا کی رسی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر کی سنتوں کو زندگی بخشتے ہیں نہ سر بلندی دکھاتے



يُفْسِدُوْنَ، قُلُوْبُهُمْ فِی الْجِنَانِ وَاَجْسَادُهُمْ فِی الْعَمَلِ۔

ہیں نہ خیانت کرتے ہیں نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ اُن کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔

تشریح:۔

۱۔ مطلب یہ کہ جس طرح حسد محسود کی تباہی کے درپے ہوتا ہے اسی طرح تم کفران نعمت وارتکاب معاصی سے زوال نعمت کے اسباب پیدا نہ کرو۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ظاہری رعب ودبدبہ سے مرعوب ہوکر ایمان لایا جائے گا اور قوت وطاقت سے متاثر ہوکر عبادت کی جائے گی تو نہ ایمان اپنے حقیقی مفہوم پر اور نہ عبادت اپنے اصلی معنی پر باقی رہے گی۔ کیونکہ ایمان تصدیق باطنی ویقین قلبی کا نام ہے اور جبر واکراہ سے جس یقین کا مظاہرہ کیا جائے گا وہ صرف زبانی اقرار ہوگا، مگر قلبی اعتراف نہیں ہوگا اور عبادت عبودیت کے مظاہرہ کے نام ہے اور جس عبادت میں احساسِ عبودیت وجذبہ نیاز مندی نہ ہو اور صرف سطوت وہیبت کے پیش نظر بجالائی گئی ہو وہ عبادت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ایسا ایمان اور ایسی عبادت اپنے صحیح معنی کی آئینہ دار نہ ہوگی۔

۳۔ عالم اور فقیر کی وجہ تخصیص یہ ہے کہ عالم کے پاس علم کی روشنی ہوتی ہے جو اس کی رہنمائی کر سکتی ہے اور فقیر کی بے مائگی اُس کے لئے مانع ہوسکتی ہے۔ مگر اس کے باوجود عالم وفقیر دونوں اس کے فریب میں آجاتے ہیں تو پھر جاہل کس طرح اپنے کو اس کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے اور مالدار کہ جس کے پاس بے راہ روی کے سارے وسائل وذرائع موجود ہوتے ہیں کس طرح اس سے اپنا بچاؤ کر سکتا ہے كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝ بے شک انسان جب اپنے کو مالدار دیکھتا ہے تو سرکشی کرنے لگتا ہے۔

۴۔ امم سابقہ کے عروج وزوال اور وقائع وحالات پر اگر نظر کی جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قوموں کا بننا بگڑنا صرف بخت واتفاق کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں بڑی حد تک اُن کے افعال واعمال کا دخل ہوتا ہے اور وہ اعمال جس نوعیت کے ہوتے ہیں ویسا ہی اُن کا نتیجہ وثمر ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ قوموں کے حالات وواقعات اُس کے آئینہ دار ہیں کہ ظلم وبدعملی کا نتیجہ ہمیشہ تباہی وہلاکت اور نیکی وسلامت روی کا ثمرہ ہمیشہ خوش بختی وکامرانی رہا ہے اور چونکہ زمانوں اور قوموں کے اختلاف سے نتائج میں کوئی فرق نہیں پڑتا لہٰذا ویسے حالات اگر پھر پیدا ہوں اور ویسے واقعات اگر پھر دہرائے جائیں تو وہی نتائج ابھر کر سامنے آئیں گے جو پہلے حالات کے نتیجہ میں سامنے آچکے ہیں کیونکہ ہر چیز کے خواص ونتائج کی طرح اچھے اور بُرے عملوں کے نتائج کا ظہور بھی قطعی اور یقینی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو گذشتہ واقعات اور اُن کے نتائج کو پیش کر کے مظلوموں اور بے بس لوگوں کو پُر امید نہ بنایا جاسکتا اور ظالموں اور ستمرانوں کو اُن کی پاداش عمل سے خائف وترساں نہ کیا جاسکتا۔ اس بناء پر کہ کیا ضروری ہے کہ وہی نتائج اب پھر ظاہر ہوں جو اُن جیسے واقعات سے ظاہر ہوچکے ہیں۔ لیکن نتائج کی یک رنگی ہی وہ چیز ہے جو گذشتہ واقعات کو بعد والوں کے لئے مرقع عبرت بنا کر پیش کرتی ہے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر امیر المومنینؑ نے بنی اسماعیل وبنی اسحٰق وبنی اسرائیل کے مختلف حالات وادوار اور شاہان عجم وروم کے ہاتھوں اُن کی ابتلاؤ ومشقت اور تباہی وبربادی کا تذکرہ کر کے دعوت فکر وبصیرت دی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے بڑے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد بنی اسمٰعیل اور چھوٹے بیٹے حضرت اسحٰقؑ کی اولاد بنی اسحٰق کہلاتی ہے جو

بعد میں شاخ درشاخ ہوکر مختلف قبیلوں میں بٹتی اور مختلف ناموں سے موسوم ہوتی گئی۔ اُن کا ابتدائی مسکن فلسطین کے علاقے میں مقام کنعان تھا۔ جہاں حضرت ابراہیمؑ سرزمین دجلہ وفرات سے ہجرت کر کے مقیم ہوگئے تھے، ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی منزل سرزمین حجاز تھی جہاں حضرت ابراہیمؑ انہیں اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہ کو چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی اطراف میں بسنے والے قبیلہ جرہم کی ایک خاتون السیدہ بنت مضاض سے شادی کی جن سے اُن کی اولاد پھلی پھولی اور اطراف واکناف عالم میں پھیل گئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے فرزند حضرت اسحٰق کنعان ہی میں مقیم رہے اور ان کے فرزند حضرت یعقوب (اسرائیل) تھے جنہوں نے اپنے ماموں لبان ابن ناہر کی دختر لیا سے عقد کیا اور اس کے مرنے کے بعد اُن کی دوسری صاحب زادی راحیل سے شادی کی اور ان دونوں سے ان کی اولاد ہوئی جو بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ ان فرزندوں میں سے ایک فرزند حضرت یوسفؑ تھے جو اپنے ہمسایہ ملک مصر میں ایک ناگہانی صورت سے پہنچ گئے اور غلامی واسیری کی کڑیاں جھیلنے کے بعد مصر کے تخت وتاج کے مالک ہوگئے۔ اس انقلاب کے بعد انہوں نے اپنے تمام عزیزوں اور کنبہ والوں کو بھی وہیں بلالیا اور اس طرح مصر بنی اسرائیل کا مستقر قرار پا گیا۔ یہ لوگ کچھ عرصہ تک امن چین سے رہتے سہتے اور عزت واحترام کی زندگی گزارتے رہے مگر رفتہ رفتہ وہاں کے باشندے انہیں ذلت وحقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے اور انہیں ہر طرح کے مظالم کا نشانہ بنالیا۔ یہاں تک کہ لڑکوں کو ذبح اور اُن کی عورتوں کو کنیزی کے لئے رکھ لیتے تھے جس سے اُن کی عزم و ہمت پامال اور روح آزادی مضمحل ہوکر رہ گئی۔ آخر حالات نے پلٹا کھایا اور چار سو برس تک غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رہنے کے بعد نکبت ومصیبت کا دور کٹا اور فرعونی حکومت کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو بھیج دیا جو انہیں لے کر مصر سے نکل کھڑے ہوئے لیکن قدرت نے فرعون کو تباہ کرنے کے لئے اسرائیلیوں کا رخ دریائے نیل کی طرف موڑ دیا۔ جہاں آگے پانی کی طغیانیاں تھیں اور پیچھے فرعون کی دل بادل فوجیں جس سے یہ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ مگر قدرت نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ بے کھٹکے دریا کے اندر اُتر جائیں۔ چنانچہ جب وہ بڑھے تو دریا میں ایک چھوڑ کئی راستے پیدا ہوگئے۔ اور حضرت موسیٰؑ اسرائیلیوں کو لے کر دریا کے اُس پار اُتر گئے۔ فرعون عقب سے آ ہی رہا تھا جب اُس نے اُن کو گزرتے ہوئے دیکھا تو لشکر کے ساتھ آگے بڑھا اور جب وسط دریا میں پہنچا تو رکے ہوئے پانی میں حرکت پیدا ہوئی اور فرعون اور اس کے لشکر کو اپنی لپیٹ میں لے کر فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وَ اِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾

اور اُس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تمہیں بُرے سے بُرا عذاب دیتے تھے۔ تمہارے لڑکوں کو ذبح کرڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی کٹھن آزمائش تھی۔

بہرصورت جب یہ حدودِ مصر سے نکل کر اپنے آبائی وطن فلسطین وشام میں پہنچے تو اپنی سلطنت وحکومت کی بنیاد رکھ کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگے اور قدرت نے ان کی پستی وذلت کو فرمانروائی کی بلندی ورفعت سے بدل دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا

ہم نے اُس جماعت کو جو کمزور وناتواں سمجھی جاتی تھی زمین کے پورب وپچھم کے اُن حصوں کا وارث بنایا جنہیں ہم نے اپنی



فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

برکتوں سے مالا مال کیا ہے۔ اے پیغمبرؐ تمہارے پروردگار کا خوشگوار وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا۔ چونکہ وہ (فرعون کے مظالم پر) صبر واستقامت سے جمے رہے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو عمارتیں بلند کرتی تھی ہم نے سب برباد کردیں۔

اسرائیلیوں نے تخت فرمانروائی پر قدم رکھنے اور خوشحال وفارغ البالی کرنے کے بعد دورِ غلامی کی تمام ذلتوں اور رسوائیوں کو فراموش کردیا اور اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں پر شکر گذار ہونے کے بجائے سرکشی وبغاوت پر اُتر آئے چنانچہ وہ بدکرداری اور بداخلاقی کی طرف بے جھجک بڑھتے۔ شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، حیلے حوالوں سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرانے میں کوئی باک نہ کرتے۔ خدا کی طرف سے تبلیغ ودعوت کے فرائض انجام دینے والے انبیاء کو ستاتے اور ان کے خون ناحق سے ہاتھ رنگتے۔ اب ان کی بداعمالیوں کا تقاضا یہی تھا کہ انہیں ان کے پاداش عمل کی گرفت میں جکڑ لیا جائے۔ چنانچہ بخت نصر کو جو ۶۰۰ ق۔م بابل (عراق) پر اپنا پرچم حکومت لہرا رہا تھا شام وفلسطین پر حملہ کرنے کے لئے اٹھا اور اپنی خونچکاں تلواروں سے ستر ہزار اسرائیلیوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو تباہ وبرباد کردیا، اور بقیۃ السیف کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر کے اپنے ساتھ لے لیا، اور انہیں غلامی کے بندھنوں میں کس کر قعر مذلت میں لا پھینکا۔ اگر چہ اس تباہی وبربادی کے بعد کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی کہ وہ پھر اوج وعروج حاصل کرسکیں گے۔ مگر قدرت نے انہیں سنبھلنے کا ایک اور موقع دیا چنانچہ بخت نصر کے مرنے کے بعد حکومت کا نظم ونسق بیل شازار کے سپرد ہوا تو اُس نے رعیت پر طرح طرح کے مظالم شروع کردیئے جس سے تنگ آ کر وہاں کے باشندوں نے شہنشاہ فارس (سائرس) کو پیغام بھجوایا کہ ہم اپنے فرمانروا کے ظلم وجور سہتے سہتے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ ہماری دستگیری کیجئے اور بیل شازار کے مظالم سے چھٹکارا دلا دیئے۔ خورس جو عدل گستر وانصاف پرور حکمران تھا اُس آواز پر لبیک کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، اور وہاں کے لوگوں کے تعاون سے اُس نے بابل کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جس کے نتیجہ میں بنی اسرائیل کی گردنوں سے غلامی کا جوا اترا اور انہیں فلسطین کی طرف پلٹ جانے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ انہوں نے ستر برس غلامی میں گزارنے کے بعد دوبارہ اپنے ملک میں قدم رکھا اور حکومت کی باگ سنبھال لی۔ اب اگر وہ گزشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرتے تو ان بداعمالیوں کے مرتکب نہ ہوتے کہ جن کے نتیجہ میں انہیں غلامی کی ذلت سے دوچار ہونا پڑا تھا مگر اُس ناہنجار قوم کے مزاج کی ساخت ہی کچھ اس طرح کی تھی کہ جب بھی انہیں آسائش وفارغ البالی حاصل ہوتی تو دولت کی سرمستیوں میں کھو جاتے اور عیش پرستیوں میں پڑ جاتے۔ احکام شریعت کا تمسخر اڑاتے اور انبیاء کا استہزاء کرتے بلکہ ان کے قتل سے بھی ان کی جبیں پر شکن نہ آتی تھی۔ چنانچہ جب ان کے فرمانروا ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کے کہنے سے حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے اسے بطور تحفہ پیش کیا تو کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوسکا کہ وہ اس ظلم کے خلاف کوئی آواز بلند کرتا یا اس سے کوئی اثر لیتا۔ ان کی سرکشیوں اور منہ زوریوں کا یہی عالم تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ظہور فرمایا جو انہیں بے راہ رویوں سے روکتے اور نیکی وخوش اطواری کی تلقین فرماتے تھے لیکن انہوں نے ان کی بھی مخالفت کی اور طرح طرح کے دکھ پہنچائے۔ یہاں تک کہ ان کی زندگی کا خاتمہ کردینے کے درپے ہوگئے۔ لیکن قدرت نے ان کی تمام کوششوں کو ناکام بنادیا اور حضرت عیسیٰؑ کو ان کے دستبرد سے محفوظ کردیا۔ جب ان کی طغیانیاں اس حد تک بڑھ گئیں اور قبول ہدایت کی صلاحیتیں دم توڑ چکیں تو تقدیر نے ان کی ہلاکت وبربادی سامان مکمل کر کے ان کی تباہی کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ قیصر روم اسپنیانوس

نے اپنے لڑکے ملیطوس (ٹیٹس) کو شام پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا جس نے بیت المقدس کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ مکانوں کو مسمار اور ہیکل کی دیواروں کو توڑ دیا جس سے ہزاروں اسرائیلی گھروں کو چھوڑ کر منتشر ہو گئے اور ہزاروں بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر گئے اور جو رہ گئے وہ تلواروں کی نذر ہو گئے اور وہ اسرائیل جو حصار کے زمانہ میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے ان میں سے بیشتر حجاز و یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ مگر پیغمبر آخر الزمان کے انکار سے ان کی قومیت کا شیرازہ اس طرح بکھرا کہ پھر کسی مرکز عزت پر جمع نہ ہو سکے اور ذلت و رسوائی کے سوا عزت اور سرفرازی کی زندگی انہیں نصیب نہ ہوئی۔

اسی طرح شاہان عجم نے بھی عرب پر شدید حملے کئے اور وہاں کے باشندوں کو مقہور و مغلوب بنا لیا۔ چنانچہ سابور ابن ہرمز نے سولہ برس کی عمر میں چار ہزار جنگجوؤں کو اپنے ساتھ لے کر اُن عربوں پر حملہ کیا جو حدودِ فارس میں آباد تھے اور پھر بحرین قطیف اور ہجر کی طرف چڑھائی کی اور بنی تمیم و بنی بکر ابن وائل و بنی عبد قیس کو تباہ و برباد کیا، اور ستر ہزار عربوں کے شانے چیر ڈالے جس سے اُس کا لقب ذوالاکتاف پڑ گیا۔ اُس نے عربوں کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ صرف بالوں کی جھونپڑیوں میں رہیں اپنے سر کے بالوں کو بڑھا لیں۔ سفید لباس نہ پہنیں اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کریں اور پھر عراق و شام کے درمیان نصیبین میں بارہ ہزار اصفہان اور فارس کے دوسرے شہروں کے باشندے بسائے اور اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو سرسبز و شاداب جگہوں سے صحراؤں اور بے آب و گیاہ جنگلوں کی طرف دھکیل دیا۔ جہاں نہ زندگی و راحت کا کوئی سامان تھا اور نہ معیشت کا کوئی ذریعہ اور یہ آپس کے تفرقہ و انتشار کے نتیجہ میں مدتوں تک دوسروں کی قہرسانیوں کا نشانہ بنتے رہے، آخر قدرت نے سرورِ کائنات کو مبعوث فرما کر انہیں ذلت سے عروج و رفعت کی بلند منزل پر پہنچا دیا۔

۵ گڑھے میں گر کر مرنے والے شیطان سے مراد ذو الثدیہ ہے جو نہروان میں صاعقہ آسمانی کے گرنے سے ہلاک ہوا۔ اور اُس پر تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی نہ پڑی اس کی ہلاکت کے متعلق پیغمبر اکرمؐ پیشین گوئی فرما چکے تھے اس لئے امیر المومنینؑ نہروان کے میدان میں استیصال خوارج کے بعد اس کی تلاش میں نکلے لیکن اس کی لاش کہیں نظر نہ آئی۔ مگر ریان ابن صبرہ نے نہر کے کنارے ایک گڑھے کے اندر چالیس پچاس لاشیں دیکھیں۔ جب انہیں نکالا گیا تو ان میں ذو الثدیہ کی بھی لاش تھی اور اس کے شانے پر گوشت کا ایک لوتھڑا اُبھرا ہوا تھا جس کی وجہ سے اُسے ذو الثدیہ کہا جاتا تھا۔ جب امیر المومنینؑ نے دیکھا تو فرمایا ''اللہ اکبر۔ خدا کی قسم! نہ میں نے جھوٹ کہا تھا اور نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی تھی۔''

## خطبہ ۱۹۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
رُوِيَ اَنَّ صَاحِبًا لِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُقَالُ لَهُ هَمَّامٌ كَانَ رَجُلًا عَابِدًا، فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ صِفْ لِيَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلَيْهِمْ فَتَثَاقَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَوَابِهٖ ثُمَّ قَالَ: يَا هَمَّامُ اتَّقِ اللّٰهَ وَاَحْسِنْ فَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِيْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ، فَلَمْ يَقْنَعْ هَمَّامٌ بِهٰذَا الْقَوْلِ حَتّٰى عَزَمَ عَلَيْهِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ:

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى خَلَقَ الْخَلْقَ حِيْنَ خَلَقَهُمْ غَنِيًّا عَنْ طَاعَتِهِمْ، اٰمِنًا مِنْ مَعْصِيَتِهِمْ، لِاَنَّهٗ لَا تَضُرُّهٗ مَعْصِيَةُ مَنْ عَصَاهُ وَلَا تَنْفَعُهٗ طَاعَةُ مَنْ اَطَاعَهٗ، فَقَسَمَ بَيْنَهُمْ مَعِيْشَتَهُمْ وَوَضَعَهُمْ مِنَ الدُّنْيَا مَوَاضِعَهُمْ فَالْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا هُمْ اَهْلُ الْفَضَائِلِ مَنْطِقُهُمُ الصَّوَابُ وَمَلْبَسُهُمُ الْاِقْتِصَادُ وَمَشْيُهُمُ التَّوَاضُعُ غَضُّوْا اَبْصَارَهُمْ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَوَقَفُوْا اَسْمَاعَهُمْ عَلَى الْعِلْمِ النَّافِعِ لَهُمْ، نُزِّلَتْ اَنْفُسُهُمْ مِنْهُمْ فِي الْبَلَاءِ كَالَّتِيْ نُزِّلَتْ فِي الرَّخَاءِ۔ وَلَوْلَا الْاَجَلُ الَّذِيْ كُتِبَ لَهُمْ لَمْ تَسْتَقِرَّ اَرْوَاحُهُمْ فِيْ اَجْسَادِهِمْ طَرْفَةَ عَيْنٍ شَوْقًا اِلَى الثَّوَابِ، وَخَوْفًا مِنَ الْعِقَابِ، عَظُمَ الْخَالِقُ فِيْ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِيْ اَعْيُنِهِمْ فَهُمْ وَالْجَنَّةُ كَمَنْ قَدْ رَاٰهَا فَهُمْ فِيْهَا مُنَعَّمُوْنَ، وَهُمْ وَالنَّارُ كَمَنْ قَدْ رَاٰهَا فَهُمْ فِيْهَا مُعَذَّبُوْنَ قُلُوْبُهُمْ مَحْزُوْنَةٌ، وَشُرُوْرُهُمْ مَاْمُوْنَةٌ،

بیان کیا گیا ہے کہ امیر المومنین (علیہ السلام) کے ایک[1] صحابی نے کہ جنہیں ہمام کہا جاتا ہے اور جو بہت عبادت گزار شخص تھے حضرت سے عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ مجھ سے پرہیزگاروں کی حالت اس طرح بیان فرمائیں کہ ان کی تصویر میری نظروں میں پھرنے لگے۔ حضرت نے جواب دینے میں کچھ تامل کیا۔ پھر اتنا فرمایا کہ اے ہمام اللہ سے ڈرو اور اچھے عمل کرو، کیونکہ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو متقی و نیک کردار ہوں۔ ہمام نے آپ کے اس جواب پر اکتفا نہ کیا اور آپ کو (مزید بیان فرمانے کیلئے) قسم دی جس پر حضرت نے خدا کی حمد و ثنا کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجا اور یہ فرمایا۔

اللہ سبحانہٗ نے جب مخلوقات کو پیدا کیا تو اُن کی اطاعت سے بے نیاز اور اُن کے گناہوں سے بے خطر ہو کر کارگاہِ ہستی میں انہیں جگہ دی، کیونکہ اُسے نہ کسی معصیت کار کی معصیت سے نقصان اور نہ کسی فرمانبردار کی اطاعت سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اُس نے زندگی کا سروسامان اُن میں بانٹ دیا ہے اور دنیا میں ہر ایک کو اُس کے مناسب حال محل و مقام پر رکھا ہے۔ چنانچہ فضیلت اُن کے لئے ہے جو پرہیزگار ہیں کیونکہ ان کی گفتگو جچی تلی ہوئی، پہناوا میانہ روی اور چال ڈھال عجز و فروتنی ہے۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور فائدہ مند علم پر کان دھر لئے ہیں۔ ان کے نفس زحمت و تکلیف میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں، جیسے آرام و آسائش میں اگر (زندگی کی مقررہ) مدت نہ ہوتی تو اللہ نے اُن کے لئے لکھ دی ہے تو ثواب کے شوق اور عتاب کے خوف سے اُن کی روحیں اُن کے جسموں میں چشم زدن کے لئے بھی نہ ٹھہرتیں۔ خالق کی عظمت اُن کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اسلئے کہ اس کے ماسوا ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے، اُن کو جنت کا ایسا ہی یقین ہے جیسے کسی کو آنکھوں دیکھی چیز کا ہوتا ہے، تو گویا وہ اسی وقت جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور دوزخ کا بھی ایسا ہی یقین ہے جیسے کہ وہ دیکھ رہے ہیں تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہاں کا عذاب اُن کے گرد و پیش موجود ہے اُن کے دل غمزدہ و محزون اور لوگ اُن کے شر و ایذا سے محفوظ و مامون

وَاَجْسَادُهُمْ نَحِيفَةٌ وَهَاجَاتُهُمْ خَفِيفَةٌ، وَاَنْفُسُهُمْ عَفِيفَةٌ، صَبَرُوا اَيَّامًا قَصِيرَةً اَعْقَبَتْهُمْ رَاحَةً طَوِيلَةً، تِجَارَةٌ مُرْبِحَةٌ يَسَّرَهَا لَهُمْ رَبُّهُمْ اَرَادَتْهُمُ الدُّنْيَا فَلَمْ يُرِيدُوهَا، وَاَسَرَتْهُمْ فَفَدَوْا اَنْفُسَهُمْ مِنْهَا۔ اَمَّا اللَّيْلَ فَصَافُّونَ اِقْدَامَهُمْ، تَالِينَ لِاَجْزَاءِ الْقُرْاٰنِ يُرَتِّلُونَهُ تَرْتِيلًا، يُحَزِّنُونَ بِهِ اَنْفُسَهُمْ وَيَسْتَثِيرُونَ بِهِ دَوَاءَ دَائِهِمْ۔ فَاِذَا مَرُّوا بِاٰيَةٍ فِيهَا تَشْوِيقٌ رَكَنُوا اِلَيْهَا طَمَعًا، وَتَطَلَّعَتْ نُفُوسُهُمْ اِلَيْهَا شَوْقًا، وَظَنُّوا اَنَّهَا نُصْبَ اَعْيُنِهِمْ۔ وَاِذَا مَرُّوا بِاٰيَةٍ فِيهَا تَخْوِيفٌ اَصْغَوْا اِلَيْهَا مَسَامِعَ قُلُوبِهِمْ وَظَنُّوا اَنَّ زَفِيرَ جَهَنَّمَ وَشَهِيقَهَا فِي اُصُولِ اٰذَانِهِمْ فَهُمْ حَانُونَ عَلٰى اَوْسَاطِهِمْ مُفْتَرِشُونَ لِجِبَاهِهِمْ وَاَكُفِّهِمْ وَرُكَبِهِمْ وَاَطْرَافِ اَقْدَامِهِمْ يَطْلُبُونَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِي فَكَاكِ رِقَابِهِمْ وَاَمَّا النَّهَارُ فَحُلَمَاءُ عُلَمَاءُ اَبْرَارٌ اَتْقِيَاءُ۔ قَدْ بَرَاهُمُ الْخَوْفُ بَرْيَ الْقِدَاحِ يَنْظُرُ اِلَيْهِمُ النَّاظِرُ فَيَحْسَبُهُمْ مَرْضٰى وَمَا بِالْقَوْمِ مِنْ مَرَضٍ وَيَقُولُ قَدْ خُولِطُوا۔ وَلَقَدْ خَالَطَهُمْ اَمْرٌ عَظِيمٌ۔ لَا يَرْضَوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الْقَلِيلَ وَلَا يَسْتَكْثِرُونَ

ہیں اُن کے بدن لاغر، ضروریات کم اور نفس نفسانی خواہشوں سے بری ہیں۔ انہوں نے چند مختصر سے دنوں کی (تکلیف پر) صبر کیا جس کے نتیجہ میں دائمی آسائشیں حاصل کی۔ یہ ایک فائدہ مند تجارت ہے جو اللہ نے اُن کے لئے مہیا کی، دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہ چاہا اُس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ رات ہوتی ہے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر قران کی آیتوں کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرتے ہیں جس سے اپنے دلوں میں غم و اندوہ تازہ کرتے ہیں اور اپنے مرض کا چارہ ڈھونڈتے ہیں جب کسی ایسی آیت پر اُن کی نگاہ پڑتی ہے جس میں جنت کی ترغیب دلائی گئی ہو تو اس کی طمع میں اُدھر جھک پڑتے ہیں اور اُس کے اشتیاق میں اُن کے دل بے تابانہ کھنچتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (پرکیف) منظر اُن کی نظروں میں سامنے ہے اور جب کسی ایسی آیت پر ان کی نظر پڑتی ہے کہ جس میں (دوزخ سے) ڈرایا گیا ہو، تو اُس کی جانب دل کے کانوں کو جھکا دیتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ جہنم کے شعلوں کی آواز اور وہاں کی چیخ پکار اُن کے کانوں کے اندر پہنچ رہی ہے، وہ (رکوع میں) اپنی کمریں جھکائے اور (سجدہ میں اپنی پیشانیاں ہتھیلیاں گھٹنے اور پیروں کے کنارے (انگوٹھے) زمین پر بچھائے ہوئے ہیں اور اللہ سے گلو خلاصی کے لئے التجائیں کرتے ہیں۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانش مند عالم، نیکوکار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔ خوف نے انہیں تیروں کی طرح لاغر کر چھوڑا ہے۔ دیکھنے والا انہیں دیکھ کر مریض سمجھتا ہے، حالانکہ انہیں کوئی مرض نہیں ہوتا اور جب ان کی باتوں کو سنتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ ان کی عقلوں میں فتور ہے (ایسا نہیں) بلکہ انہیں تو ایک دوسرا ہی خطرہ لاحق ہے۔ وہ اپنے اعمال کی کم مقدار سے مطمئن نہیں



الْكَثِيرَ، فَهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ مُتَّهِمُونَ وَمِنْ اَعْمَالِهِمْ مُشْفِقُونَ۔ اِذَا زُكِّيَ اَحَدُهُمْ خَافَ مِمَّا يُقَالُ لَهُ فَيَقُولُ "اَنَا اَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْ غَيْرِي وَرَبِّي اَعْلَمُ بِي مِنِّي بِنَفْسِي اَللّٰهُمَّ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا يَقُولُونَ۔ وَاجْعَلْنِي اَفْضَلَ مِمَّا يَظُنُّونَ۔ وَاغْفِرْ لِي مَا لَا يَعْلَمُونَ۔

فَمِنْ عَلَامَةِ اَحَدِهِمْ اَنَّكَ تَرٰى لَهُ قُوَّةً فِي دِينٍ وَحَزْمًا فِي لِينٍ، وَاِيمَانًا فِي يَقِينٍ وَحِرْصًا فِي عِلْمٍ، وَعِلْمًا فِي حِلْمٍ وَقَصْدًا فِي غِنًى، وَخُشُوعًا فِي عِبَادَةٍ، وَتَجَمُّلًا فِي فَاقَةٍ، وَصَبْرًا فِي شِدَّةٍ وَطَلَبًا فِي حَلَالٍ۔ وَنَشَاطًا فِي هُدًى۔ وَتَحَرُّجًا عَنْ طَمَعٍ يَعْمَلُ الْاَعْمَالَ الصَّالِحَةَ وَهُوَ عَلٰى وَجَلٍ۔ يُمْسِي وَهَمُّهُ الشُّكْرُ وَيُصْبِحُ وَهَمُّهُ الذِّكْرُ يَبِيتُ حَذِرًا وَيُصْبِحُ فَرِحًا۔ حَذِرًا لِمَا حَذِرَ مِنَ الْغَفْلَةِ وَفَرِحًا بِمَا اَصَابَ مِنَ الْفَضْلِ وَالرَّحْمَةِ اِنِ اسْتَصْعَبَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ فِيمَا تَكْرَهُ لَمْ يُعْطِهَا سُؤْلَهَا فِيمَا تُحِبُّ قُرَّةُ عَيْنِهِ فِيمَا لَا يَزُولُ۔ وَزَهَادَتُهُ فِيمَا لَا يَبْقٰى۔ يَمْزُجُ الْحِلْمَ بِالْعِلْمِ وَالْقَوْلَ بِالْعَمَلِ۔ تَرَاهُ قَرِيبًا اَمَلُهُ۔ قَلِيلًا زَلَلُهُ، خَاشِعًا قَلْبُهُ قَانِعَةً نَفْسُهُ۔ مَنْزُورًا

ہوتے، اور زیادہ کو زیادہ نہیں سمجھتے، وہ اپنے ہی نفسوں پر (کوتاہیوں) کا الزام رکھتے ہیں اور اپنے اعمال سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ جب ان میں سے کسی ایک کو (صلاح و تقویٰ کی بناء پر) سراہا جاتا ہے تو وہ اپنے حق میں کہی ہوئی باتوں سے لرز اٹھتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس کو جانتا ہوں، اور میرا پروردگار مجھ سے بھی زیادہ میرے نفس کو جانتا ہے خدایا ان کی باتوں پر میری گرفت نہ کرنا اور میرے متعلق جو یہ حسن ظن رکھتے ہیں مجھے اس سے بہتر قرار دینا اور میرے اُن گناہوں کو بخش دینا جو ان کے علم میں نہیں۔

ان میں سے ایک کی علامت یہ ہے کہ تم اس کے دین میں استحکام، نرمی و خوش خلقی کے ساتھ دوراندیشی، ایمان میں یقین و استواری، بردباری کے ساتھ دانائی، خوش حالی میں میانہ روی، عبادت میں عجز و نیاز مندی فقر و فقر و فاقہ میں آن بان، مصیبت میں صبر، طلب رزق میں حلال پر نظر، ہدایت میں کیف و سرور اور طمع سے نفرت و بے تعلقی دیکھو گے۔ وہ نیک اعمال بجا لانے کے باوجود خائف رہتا ہے شام ہوتی ہے تو اس کی پیش نظر اللہ کا شکر اور صبح ہوتی ہے تو اس کا مقصد یاد خدا ہوتا ہے۔ رات خوف و خطر میں گزارتا ہے اور صبح کو خوش اٹھتا ہے۔ خطرہ اُس کا کہ رات غفلت میں نہ گزر جائے اور خوشی اس فضل و رحمت کی دولت پر جو اُسے نصیب ہوئی ہے۔ اگر اُس کا نفس کسی ناگوار صورت حال کے برداشت کرنے سے انکار کرتا ہے تو وہ اس کی من مانی خواہش کو پورا نہیں کرتا۔ جاودانی نعمتوں میں اس کے لئے آنکھوں کا سرور ہے اور دار فانی کی چیزوں سے بے تعلقی و بیزاری ہے۔ اُس نے علم میں حلم اور قول میں عمل کو سمو دیا ہے، تم دیکھو گے اس کی امیدوں کا دامن کوتاہ، لغزشیں کم، دل متواضع اور نفس قانع، غذا قلیل، رویہ بے زحمت دین محفوظ خواہشیں مردہ اور غصہ ناپید ہے۔ اُس سے بھلائی ہی کی توقع

اَكْلُهُ۔ سَهْلًا اَمْرُهُ۔ حَرِيْزًا دِيْنُهُ مَيِّتَةً شَهْوَتُهُ۔ مَخْظُوْمًا غَيْظُهُ۔ اَلْخَيْرُ مِنْهُ مَامُوْلٌ، وَالشَّرُّ مِنْهُ مَامُوْنٌ اِنْ كَانَ فِي الْغَافِلِيْنَ كُتِبَ فِي الذَّاكِرِيْنَ۔ وَاِنْ كَانَ فِي الذَّاكِرِيْنَ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔ يَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَهُ وَيُعْطِيْ مَنْ حَرَمَهُ وَيَصِلُ مَنْ قَطَعَهُ۔ بَعِيْدًا فُحْشُهُ۔ لَيِّنًا قَوْلُهُ۔ غَائِبًا مُنْكَرُهُ۔ حَاضِرًا مَعْرُوْفُهُ۔ مُقْبِلًا خَيْرُهُ۔ مُدْبِرًا شَرُّهُ۔ فِي الزَّلَازِلِ وَقُوْرٌ، وَفِي الْمَكَارِهِ صَبُوْرٌ وَفِي الرَّخَاءِ شَكُوْرٌ۔ لَا يَحِيْفُ عَلٰى مَنْ يُّبْغِضُ۔ وَلَا يَأْثَمُ فِيْمَنْ يُّحِبُّ۔ يَعْتَرِفُ بِالْحَقِّ قَبْلَ اَنْ يُّشْهَدَ عَلَيْهِ۔ لَا يُضِيْعُ مَا اسْتُحْفِظَ۔ وَلَا يَنْسٰى مَا ذُكِّرَ۔ وَلَا يُنَابِزُ بِالْاَلْقَابِ۔ وَلَا يُضَارُّ بِالْجَارِ۔ وَلَا يَشْمَتُ بِالْمَصَائِبِ۔ وَلَا يَدْخُلُ فِي الْبَاطِلِ۔ وَلَا يَخْرُجُ مِنَ الْحَقِّ۔ اِنْ صَمَتَ لَمْ يَغُمَّهُ صَمْتُهُ وَاِنْ ضَحِكَ لَمْ يَعْلُ صَوْتُهُ وَاِنْ بُغِيَ عَلَيْهِ صَبَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْ يَنْتَقِمُ لَهُ نَفْسُهُ مِنْهُ فِيْ عَنَاءٍ۔ وَالنَّاسُ مِنْهُ فِيْ رَاحَةٍ۔ اَتْعَبَ نَفْسَهُ لِاٰخِرَتِهِ وَاَرَاحَ النَّاسَ مِنْ نَفْسِهِ۔ بُعْدُهُ عَمَّنْ تَبَاعَدَ عَنْهُ زُهْدٌ وَّ نَزَاهَةٌ۔ وَدُنُوُّهُ مِمَّنْ

ہوسکتی ہے اور اُس سے گزند کا کوئی اندیشہ نہیں ہوتا۔ جس وقت ذکر خدا سے غافل ہونے والوں میں نظر آتا ہے جب بھی ذکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے چونکہ اس کا دل غافل نہیں ہوتا، اور جب ذکر کرنے والوں میں ہوتا ہے تو ظاہر ہی ہے کہ اسے غفلت شعاروں میں شمار نہیں کیا جاتا۔ جو اس پر ظلم کرتا ہے اُس سے درگزر کر جاتا ہے اور جو اُسے محروم کرتا ہے اُس کا دامن اپنی عطا سے بھر دیتا ہے جو اس سے بگاڑتا ہے یہ اس سے بناتا ہے۔ بیہودہ بکواس اُس کے قریب نہیں پھٹکتی اُس کی باتیں نرم، برائیاں ناپید اور اچھائیاں نمایاں ہیں۔ خوبیاں اُبھر کر سامنے آتی ہیں اور بدیاں پیچھے ہٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ یہ مصیبت کے جھٹکوں میں کوہ حلم و وقار سختیوں پر صابر اور خوش حالی میں شاکر رہتا ہے۔ جس کا دشمن بھی ہو اُس کے خلاف بے جا زیادتی نہیں کرتا اور جس کا دوست ہوتا ہے اس کی خاطر بھی کوئی گناہ نہیں کرتا۔ قبل اس کے کہ اس کی کسی بات کے خلاف گواہی کی ضرورت پڑے وہ خود ہی حق کا اعتراف کرلیتا ہے امانت کو ضائع و برباد نہیں کرتا جو اسے یاد دلایا گیا ہے اسے فراموش نہیں کرتا۔ نہ دوسروں کو بُرے ناموں سے یاد کرتا ہے، نہ ہمسایوں کو گزند پہنچاتا ہے، نہ دوسروں کی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے، نہ باطل کی سرحد میں داخل ہوتا ہے اور نہ جادہ حق سے قدم باہر نکالتا ہے۔ اگر چپ سادھ لیتا ہے تو اس خاموشی سے اُس کا دل نہیں بجھتا، اور اگر ہنستا ہے تو آواز بلند نہیں ہوتی۔ اگر اُس پر زیادتی کی جائے تو سہ لیتا ہے تاکہ اللہ ہی اس کا انتقام لے۔ اس کا نفس اُس کے ہاتھوں مشقت میں مبتلا ہے اور دوسرے لوگ اس سے امن و راحت میں ہیں۔ اُس نے آخرت کی خاطر اپنے نفس کو زحمت میں اور خلق خدا کو اپنے نفس (کے شر) سے راحت میں رکھا ہے جن سے دوری اختیار کرتا ہے تو یہ زہد و پاکیزگی کے لئے ہوتی ہے اور جن سے



دَنَا مِنْهُ لِيْنٌ وَّرَحْمَةٌ۔ لَيْسَ تَبَاعُدُهُ بِكِبْرٍ وَّعَظَمَةٍ، وَلَا دُنُوُّهُ بِمَكْرٍ وَّخَدِيْعَةٍ۔

(قَالَ) فَصَعِقَ هَمَّامٌ صَعْقَةً كَانَتْ نَفْسُهُ فِيْهَا۔ فَقَالَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَخَافُهَا عَلَيْهِ۔ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا تَصْنَعُ الْمَوَاعِظُ الْبَالِغَةُ بِاَهْلِهَا۔ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ فَمَا بَالُكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟ فَقَالَ: وَيْحَكَ اِنَّ لِكُلِّ اَجَلٍ وَقْتًا لَا يَعْدُوْهُ وَسَبَبًا لَا يَتَجَاوَزُهُ فَمَهْلًا لَا تَعُدْ لِمِثْلِهَا فَاِنَّمَا نَفَثَ الشَّيْطَانُ عَلٰى لِسَانِكَ۔

قریب ہوتا ہے تو یہ خوش خلقی رحم دلی کی بناء پر ہے نہ اس کی دوری غرور و کبر کی وجہ سے اور نہ اس کا میل جول کسی فریب اور مکر کی بناء پر ہوتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ ان کلمات کو سنتے سنتے ہمام[1] پر غشی طاری ہوئی اور اسی عالم میں اُس کی روح پرواز کرگئی۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا، کہ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق یہی خطرہ تھا۔ پھر فرمایا کہ موثر نصیحتیں نصیحت پذیر طبیعتوں پر یہی اثر کیا کرتی ہیں۔ اس وقت ایک[2] کہنے والے نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ پھر کیا بات ہے کہ خود آپ پر ایسا اثر نہیں ہوتا؟ حضرت نے فرمایا کہ بلاشبہ موت کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے کہ وہ اُس سے آگے بڑھ ہی نہیں سکتا اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے جو کبھی ٹل نہیں سکتا۔ ایسی (بے معنی) گفتگو سے جو شیطان نے تمہاری زبان پر جاری کی ہے باز آؤ اور ایسی بات پھر زبان پر نہ لانا۔

[1] ابن ابی الحدید کے نزدیک اس سے ہمام ابن شریح مراد ہیں اور علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ اس سے بظاہر ہمام ابن عبادہ مراد ہیں۔

[2] یہ شخص عبدا بن کوا تھا جو خوارج کی ہنگامہ آرائیوں میں پیش پیش اور حضرت کا سخت مخالف تھا۔

## خطبہ ۱۹۲

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

(يَصِفُ فِيْهَا الْمُنٰفِقِيْنَ)

نَحْمَدُهُ عَلٰى مَا وَفَّقَ لَهُ مِنَ الطَّاعَةِ، وَذَادَ عَنْهُ مِنَ الْمَعْصِيَةِ وَنَسْاَلُهُ لِمِنَّتِهِ تَمَامًا وَبِحَبْلِهِ اعْتِصَامًا۔ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ خَاضَ اِلٰى رِضْوَانِ اللّٰهِ كُلَّ غَمْرَةٍ، وَتَجَرَّعَ فِيْهِ كُلَّ غُصَّةٍ۔ وَقَدْ تَلَوَّنَ لَهُ الْاَدْنَوْنَ وَتَاَلَّبَ عَلَيْهِ الْاَقْصَوْنَ۔ وَخَلَعَتْ اِلَيْهِ

ہم اُس کی حمد و ستائش کرتے ہیں جس نے اطاعت کی توفیق بخشی اور معصیت سے روک کر رکھا۔ ہم اُس سے نعمتوں کے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خواہش اور اُس سے (اسلام کی) رسی سے وابستہ رہنے کا سوال کرتے ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے عبد اور رسول ہیں۔ جو اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کی لئے ہر سختی میں پھاند پڑے اور جنہوں نے اس کے لئے غم و غصہ کے گھونٹ پئے۔ جن کے قریبیوں نے بھی مختلف رنگ بدلے اور دور والوں نے بھی ان کی دشمنی پر ایکا کرلیا اور عرب والے بھی اُن کے خلاف بگٹٹ چڑھ دوڑے اور دور دراز جگہوں اور دور اُفتادہ سرحدوں سے

الْعَرَبُ اَعِنَّتَهَا، وَضَرَبَتْ لِمُحَارَبَتِهٖ بُطُوْنَ رَوَاحِلِهَا، حَتّٰى اَنْزَلَتْ بِسَاحَتِهٖ عَدَاوَتَهَا مِنْ اَبْعَدِ الدَّارِ وَاَسْحَقِ الْمَزَارِ۔

اُوْصِيْكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَاُحَذِّرُكُمْ اَهْلَ النِّفَاقِ فَاِنَّهُمُ الضَّآلُّوْنَ الْمُضِلُّوْنَ وَالزَّآلُّوْنَ الْمُزِلُّوْنَ يَتَلَوَّنُوْنَ اَلْوَانًا، وَيَفْتَنُّوْنَ افْتِنَانًا وَيَعْمِدُوْنَكُمْ بِكُلِّ عِمَادٍ، وَيَرْصُدُوْنَكُمْ بِكُلِّ مِرْصَادٍ قُلُوْبُهُمْ دَوِيَّةٌ، وَصِفَاحُهُمْ نَقِيَّةٌ وَيَمْشُوْنَ الْخَفَآءَ، وَيَدِبُّوْنَ الضَّرَآءَ وَصْفُهُمْ دَوَآءٌ، وَقَوْلُهُمْ شِفَآءٌ، وَفِعْلُهُمُ الدَّآءُ الْعَيَاءُ۔ حَسَدَةُ الرَّخَآءِ، وَمُؤَكِّدُو الْبَلَآءِ، وَمُقْنِطُوا الرَّجَآءِ، لَهُمْ بِكُلِّ طَرِيْقٍ صَرِيْعٌ وَاِلٰى كُلِّ قَلْبٍ شَفِيْعٌ، وَلِكُلِّ شَجْوٍ دُمُوْعٌ، يَتَقَارَضُوْنَ الثَّنَآءَ وَيَتَرَاقَبُوْنَ الْجَزَآءَ اِنْ سَاَلُوْا اَلْحَفُوْا، وَاِنْ عَذَلُوْا كَشَفُوْا، وَاِنْ حَكَمُوْا اَسْرَفُوْا، قَدْ اَعَدُّوْا لِكُلِّ حَقٍّ بَاطِلًا، وَلِكُلِّ قَآئِمٍ مَآئِلًا، وَلِكُلِّ حَيٍّ قَاتِلًا، وَلِكُلِّ بَابٍ مِفْتَاحًا، وَلِكُلِّ لَيْلٍ مِصْبَاحًا۔ يَتَوَصَّلُوْنَ اِلَى الطَّمَعِ بِالْيَاْسِ لِيُقِيْمُوْا بِهٖ اَسْوَاقَهُمْ، وَيُنْفِقُوْا بِهٖ اَعْلَاقَهُمْ يَقُوْلُوْنَ فَيُشَبِّهُوْنَ وَيَصِفُوْنَ

سواریوں کے پیٹ پر ایڑ لگاتے ہوئے آپ سے لڑنے کے لئے جمع ہو گئے اور عداوتوں کے (پشتارے) آپ کے صحن میں لا اُتارے۔

اے خدا کے بندو! میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی تمہیں وصیت کرتا ہوں اور منافقوں سے بھی چوکنا کئے دیتا ہوں کیونکہ وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والے بے راہ اور بے راہروی پر لگانے والے ہیں۔ وہ مختلف رنگ اور ہر بات میں جداگانہ پینترا بدلتے ہیں اور (تمہیں ہم خیال بنانے کے لئے) ہر قسم کے مکرو فریب کے اڑانوں کا سہارا دیتے ہیں اور ہر گھات کی جگہ میں تمہاری تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ اُن کے دل (نفاق کے) روگ میں مبتلا اور چہرے (بظاہر کدورتوں سے) پاک وصاف ہیں وہ اندر ہی اندر چالیں چلتے ہیں اور (بہکانے کے لئے) اس طرح رینگتے ہوئے بڑھتے ہیں جس طرح مرض چپکے سے سرایت کرتا ہے ان کے طور طریقے دوا باتیں شفا اور کرتوت و ردبے درماں ہیں (دوسروں کی) خوشحالی پر جلنے والے انہیں مصیبت میں پھنسانے کیلئے جدوجہد کرنے والے اور انہیں امیدوں سے بے آس بنانے والے ہیں۔ ہر راہ گذر پر اُن کا ایک کشتہ اور ہر دل میں گھر کرنے کا ان کے پاس وسیلہ ہے اور ہر غم کے لئے ان کی (آنکھوں میں مگر مچھ کے) آنسو ہیں ایک دوسرے کی قرضہ کے طور پر مدح وستائش کرتے ہیں اور اس کا بدلہ دیئے جانے کی آس لگائے رکھتے ہیں۔ اگر مانگتے ہیں تو لپٹ ہی جاتے ہیں اور بُرا بھلا کہنے پر آتے ہیں تو پھر رسوا کر کے چھوڑتے ہیں۔ اگر کوئی فیصلہ کرتے ہیں تو بے راہروی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ انہوں نے ہر حق کے مقابلہ میں باطل اور ہر راست کے مقابلہ میں کج ہر زندہ کے لئے قاتل ہر در کے لئے کلید اور ہر رات کے لئے چراغ مہیا کر رکھا ہے، وہ بے آسی میں آس پیدا کر لیتے ہیں کہ جس سے اپنے بازار



فَيُمَوِّهُوْنَ، قَدْ هَوَّنُوا الطَّرِيْقَ، وَاَضْلَعُوا الْمَضِيْقَ۔ فَهُمْ لُمَةُ الشَّيْطَانِ وَحُمَةُ النِّيْرَانِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ۔"

جمائیں اور اپنے مال کو رواج دیں۔ غلط بات کو صحیح بات کے انداز میں کہتے ہیں اور باطل کو حق کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے پیچیدگیاں ڈال دی ہیں۔ وہ شیطان کا گروہ اور آگ کا شعلہ ہیں (جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ) یہ شیطان کا گروہ ہے اور جانے رہو کہ شیطان کا گروہ ہی گھاٹا اٹھانے والا ہے۔

## خطبہ ۱۹۳

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَظْهَرَ مِنْ اٰثَارِ سُلْطَانِهٖ وَجَلَالِ كِبْرِيَآئِهٖ مَا حَيَّرَ مُقَلَ الْعُيُوْنِ مِنْ عَجَآئِبِ قُدْرَتِهٖ وَرَدَعَ خَطَرَاتِ هَمَاهِمِ النُّفُوْسِ عَنْ عِرْفَانِ كُنْهِ صِفَتِهٖ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهَادَةَ اِيْمَانٍ وَ اِيْقَانٍ وَاِخْلَاصٍ وَاِذْعَانٍ۔ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ وَاَعْلَامُ الْهُدٰى دَارِسَةٌ وَمَنَاهِجُ الدِّيْنِ طَامِسَةٌ فَصَدَعَ بِالْحَقِّ، وَنَصَحَ لِلْخَلْقِ۔ وَهَدٰى اِلَى الرُّشْدِ، وَاَمَرَ بِالْقَصْدِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ۔

وَاعْلَمُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اَنَّهٗ لَمْ يَخْلُقْكُمْ عَبَثًا۔ وَلَمْ يُرْسِلْكُمْ هَمَلًا۔ عَلِمَ مَبْلَغَ نِعَمِهٖ عَلَيْكُمْ وَاَحْصٰى اِحْسَانَهٗ اِلَيْكُمْ۔ فَاسْتَفْتِحُوْهُ وَاسْتَنْجِحُوْهُ، وَاطْلُبُوْا اِلَيْهِ وَاسْتَمْنِحُوْهُ، فَمَا قَطَعَكُمْ عَنْهُ

تمام تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے اپنی فرمانروائی وجلال کبریائی کے آثار کو نمایاں کر کے اپنی قدرت کی عجیب وغریب نقش آرائیوں سے آنکھ کی پتلیوں کو محوِ حیرت کر دیا ہے اور انسانی واہموں کو اپنی صفتوں کی تہ تک پہنچنے سے روک دیا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ایسا اقرار جو سراپا ایمان، یقین، اخلاص اور فرمانبرداری ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ ورسول ہیں۔ جنہیں اس وقت رسول بنا کر بھیجا کہ جب ہدایت کے نشان مٹ چکے تھے اور دین کی راہیں اجڑ چکی تھیں، آپ نے حق کو آشکارا کیا۔ خلقِ خدا کی نصیحت کی ہدایت کی۔ ہدایت کی جانب رہنمائی فرمائی اور افراط وتفریط کی سمتوں سے بچ کر درمیانی راہ پر چلنے کا حکم دیا۔ خدا اُن پر اور اُن کے اہل بیتؑ پر رحمت نازل کرے۔ اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ اُس نے تم کو بیکار پیدا نہیں کیا اور نہ یونہی کھلے بندوں چھوڑ دیا ہے جو نعمتیں اُس نے تمہیں دی ہیں، اُن کی مقدار سے آگاہ اور جو احسانات تم پر کئے ہیں اُس کا شمار جانتا ہے۔ اُس سے فتح و کامرانی اور حاجت روائی چاہو اُس کے سامنے دست طلب پھیلاؤ۔ اُس سے بخشش وعطا کی بھیک مانگو۔ تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے اور نہ تمہارے لئے اُس کا دروازہ بند ہے۔ وہ ہر جگہ اور ہر ساعت وہر آن اور ہر جن و

حِجَابٌ، وَلَا أُغْلِقَ عَنْكُمْ دُونَهُ بَابٌ، وَإِنَّهُ لَبِكُلِّ مَكَانٍ، وَفِي كُلِّ حِينٍ وَأَوَانٍ، وَمَعَ كُلِّ إِنْسٍ وَجَانٍّ لَا يَثْلِمُهُ الْعَطَاءُ، وَلَا يَنْقُصُهُ الْحِبَاءُ وَلَا يَسْتَنْفِدُهُ سَائِلٌ، وَلَا يَسْتَقْصِيهِ نَائِلٌ وَلَا يَلْوِيهِ شَخْصٌ عَنْ شَخْصٍ، وَلَا يُلْهِيهِ صَوْتٌ عَنْ صَوْتٍ۔ وَلَا تَحْجُزُهُ هِبَةٌ عَنْ سَلْبٍ۔ وَلَا يَشْغَلُهُ غَضَبٌ عَنْ رَحْمَةٍ وَلَا تُولِهُهُ رَحْمَةٌ عَنْ عِقَابٍ۔ وَلَا يُجِنُّهُ الْبُطُونُ عَنِ الظُّهُورِ۔ وَلَا يَقْطَعُهُ الظُّهُورُ عَنِ الْبُطُونِ۔ قَرُبَ فَنَأَى، وَعَلَا فَدَنَا۔ وَظَهَرَ فَبَطَنَ، وَبَطَنَ فَعَلَنَ۔ وَدَانَ وَلَمْ يُدَنْ۔ لَمْ يَذْرَإِ الْخَلْقَ بِاحْتِيَالٍ، وَلَا اسْتَعَانَ بِهِمْ لِكَلَالٍ۔

أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ فَإِنَّهَا الزِّمَامُ وَالْقِوَامُ۔ فَتَمَسَّكُوا بِوَثَائِقِهَا، وَاعْتَصِمُوا بِحَقَائِقِهَا تَؤُلْ بِكُمْ إِلَى أَكْنَانِ الدَّعَةِ وَأَوْطَانِ السَّعَةِ، وَمَعَاقِلِ الْحِرْزِ وَمَنَازِلِ الْعِزِّ فِي يَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ، وَتُظْلِمُ لَهُ الْأَقْطَارُ۔ وَتُعَطَّلُ فِيهِ صُرُومُ الْعِشَارِ۔ وَيُنْفَخُ فِي الصُّورِ۔ فَتَزْهَقُ كُلُّ مُهْجَةٍ، وَتَبْكَمُ كُلُّ لَهْجَةٍ، وَتَذِلُّ الشُّمُّ الشَّوَامِخُ، وَالصُّمُّ الرَّوَاسِخُ۔ فَيَصِيرُ صَلْدُهَا

انسان کے ساتھ موجود ہے نہ جود وسخا سے اس میں کوئی رخنہ پڑتا ہے نہ داد ودہش سے اُس کے ہاں کمی ہوتی ہے نہ مانگنے والے اُس کے خزانوں کو ختم کر سکتے ہیں نہ بخشش و فیضان اس کی نعمتوں کو انتہا تک پہنچا سکتا ہے نہ ایک طرف التفات دوسروں سے اُس کی توجہ کو موڑ سکتا ہے اور نہ ایک آواز میں محویت دوسری آواز سے اُسے بے خبر بناتی ہے۔ نہ اُسے (بیک وقت) ایک نعمت کا دینا دوسری نعمت کے چھین لینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ غضب کے شرارے) رحمت (کے فیضان) سے اُسے روکتے ہیں اور نہ لطف وکرم اُسے تنبیہ وعقاب سے غافل کرتا ہے، اُس کی ذات کی پوشیدگی اور اُس کے آثار کی جلوہ پاشیوں پر نقاب نہیں ڈالتی اور نہ آثار کی جلوہ طرازیاں اس کی ذات سے پوشیدگی کو الگ کر سکتی ہیں۔ وہ قریب پھر بھی دور ہے اور بلند مگر نزدیک ہے، وہ ظاہر مگر اس کے ساتھ باطن وہ پوشیدہ مگر آشکارا ہے۔ وہ جزا دیتا ہے مگر اُسے جزا نہیں دی جاسکتی۔ اُس نے خلقت کائنات کو سوچ سوچ کر ایجاد نہیں کیا اور نہ تکان کی وجہ سے اُن سے مدد لینے کا محتاج ہے۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں خوف خدا کی نصیحت کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سعادت کی باگ ڈور اور (دین کا) مضبوط سہارا ہے اس کے بندھنوں سے وابستہ رہو اور اس کی حقیقتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ یہ تمہیں آسائش کی جگہوں، آسودگی کے گھروں، حفاظت کے قلعوں اور عزت کی منزلوں میں پہنچائے گا۔ جس دن کہ آنکھیں (خوف کی وجہ سے) پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ دس دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی اور صور پھونکا جائے گا۔ تو ہر جان بدن سے نکل جائے گی زبانیں گونگی ہو جائیں گی اور بلند پہاڑ اور مضبوط چٹانیں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، اور سخت پتھر (آپس میں ٹکرا ٹکرا کر) چمکتے ہوئے سراب کی طرح ہو جائیں گے اور جہاں آبادیاں (اور فلک بوس عمارتیں) تھیں وہ جگہیں ہموار میدان کی صورت میں



سَرَابًا رَقْرَقًا وَمَعْهَدُهَا قَاعًا سَمْلَقًا۔ فَلَا شَفِيعٌ يَشْفَعُ وَلَا حَمِيمٌ يَدْفَعُ وَلَا مَعْذِرَةٌ تَنْفَعُ۔

ہو جائیں گی (اس موقعہ پر) نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سفارش کرے، نہ کوئی عزیز ہوگا جو (اس عذات کی) روک تھام کرے۔ نہ عذر ومعذرت پیش کی جاسکے گی کہ کچھ فائدہ بخشے۔

## خطبہ ۱۹۴

وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بَعَثَهُ حِينَ لَا عَلَمٌ قَائِمٌ۔ وَلَا مَنَارٌ سَاطِعٌ۔ وَلَا مَنْهَجٌ وَاضِحٌ، أُوصِيكُمْ عِبَادَ اللهِ بِتَقْوَى اللهِ وَأُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَإِنَّهَا دَارُ شُخُوصٍ، وَمَحَلَّةُ تَنْغِيصٍ۔ سَاكِنُهَا ظَاعِنٌ۔ وَقَاطِنُهَا بَائِنٌ۔ تَمِيدُ بِأَهْلِهَا مَيَدَانَ السَّفِينَةِ تَقْصِفُهَا الْعَوَاصِفُ فِي لُجَجِ الْبِحَارِ۔

فَمِنْهُمُ الْغَرِقُ الْوَبِقُ۔ وَمِنْهُمُ النَّاجِي عَلَى بُطُونِ الْأَمْوَاجِ تَحْفِزُهُ الرِّيَاحُ بِأَذْيَالِهَا، وَتَحْمِلُهُ عَلَى أَهْوَالِهَا فَمَا غَرِقَ مِنْهَا فَلَيْسَ بِمُسْتَدْرَكٍ، وَمَا نَجَا مِنْهَا وَإِلَى مَهْلَكٍ۔

عِبَادَ اللهِ الْآنَ فَاعْمَلُوا وَالْأَلْسُنُ مُطْلَقَةٌ، وَالْأَبْدَانُ صَحِيحَةٌ، وَالْأَعْضَاءُ لَدْنَةٌ، وَالْمُنْقَلَبُ فَسِيحٌ، وَالْمَجَالُ عَرِيضٌ قَبْلَ إِرْهَاقِ الْفَوْتِ، وَحُلُولِ الْمَوْتِ۔ فَحَقِّقُوا عَلَيْكُمْ نُزُولَهُ، وَلَا تَنْتَظِرُوا قُدُومَهُ۔

اللہ نے اپنے رسول کو اُس وقت مبعوث کیا جبکہ (ہدایت) کی کوئی نشان باقی نہ رہا تھا نہ (دین کا) کوئی بلند مینار اور نہ (شریعت کی) کوئی واضح راہ موجود تھی۔ اے اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں اور اس دنیا سے متنبہ کئے دیتا ہوں کہ جو کوچ کی جگہ اور بے لطفی اور بدمزگی کا مقام ہے۔ اُس میں بسنے والا آخر اُس سے چل چلاؤ پر مجبور ہوگا اور ٹھہرنے والا اپنا رخ موڑ کر اُس سے الگ ہو جائے گا یہ اپنے رہنے والوں سمیت اس طرح ڈانوا ڈول ہو رہی ہے جس طرح وہ کشتی جسے تند ہوائیں ہچکولے دے رہی ہوں کچھ تو ان میں سے ہلاک وغرق ہو گئے ہیں اور جو بچ رہے ہیں وہ موجوں کی سطح پر تھپیڑے کھا رہے ہیں اور ہوائیں اپنے دامنوں سے انہیں دھکیل رہی ہیں اور ہولناکیوں میں بڑھائے لئے جا رہی ہیں جو غرق ہو چکا ہے، وہ ہاتھ نہیں لگے گا، اور جو بچ رہا ہے وہ مہلکوں میں پڑا رہیگا۔

اے اللہ کے بندو! اعمال نیک بجالاؤ، ابھی جبکہ زبانون کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں۔ بدن تندرست اور ہاتھ پیروں میں لچک ہے (کہ جو چاہو اُن سے کام لے سکتے ہو)

ہو) آنے جانے کی جگہ وسیع اور میدان (عمل) کشادہ ہے۔ قبل اس کے کہ فرصت رفتہ موقع نہ دے اور موت ٹوٹ پڑے اپنے لئے موت کو یہ سمجھو کہ وہ آ چکی۔ اس کا انتظار نہ کرو کہ وہ آئے گی۔

# خطبہ ۱۹۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَلَقَدْ عَلِمَ الْمُسْتَحْفَظُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَمْ اَرُدَّ عَلَے اللّٰهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ سَاعَةً قَطُّوَ لَقَدْ وَاسيته بِنَفْسِيْ فِي الْمَوَاطِنِ الَّتِيْ تَنْكُصُ فِيْهَا الْاَبْطَالُ، وَتَتَاَخَّرُ فِيْهَا الْاَقْدَامُ نَجْدَةً اَكْرَمَنِيَ اللّٰهُ بِهَا، وَلَقَدْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاِنَّ رَاْسَهٗ لَعَلٰى صَدْرِيْ، وَلَقَدْ سَالَتْ نَفْسُهٗ فِيْ كَفِّيْ فَاَمْرَرْتُهَا عَلٰى وَجْهِيْ۔ وَلَقَدْ وَلِيْتُ غُسْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ اَعْوَانِيْ، فَضَجَّتِ الدَّارُ وَالْاَفْنِيَةُ مَلَاٌ يَهْبِطُ وَمَلَاٌ يَعْرُجُ وَمَا فَارَقَتْ سَمْعِيْ هَيْنَمَةٌ مِنْهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ حَتّٰى وَارَيْنَاهُ فِيْ ضَرِيْحِهٖ، فَمَنْ ذَا اَحَقُّ بِهٖ مِنِّيْ، حَيًّا وَمَيِّتًا؟ فَانْفُذُوْا عَلٰى بَصَآئِرِكُمْ، وَلْتَصْدُقْ نِيَّاتُكُمْ فِيْ جِهَادِ عَدُوِّكُمْ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِنِّيْ لَعَلٰى جَادَّةِ الْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَعَلٰى مَزَلَّةِ الْبَاطِلِ۔ اَقُوْلُ مَا تَسْمَعُوْنَ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ۔

پیغمبر کے وہ اصحاب جو (احکام شریعت) کے امین ٹھہرائے گئے تھے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ میں [1] نے کبھی ایک آن کے لئے بھی اللہ اور اُس کے رسول کے احکام سے سرتابی نہیں کی اور میں [2] نے اس جوانمردی کے بل بوتے پر کہ جس سے اللہ نے مجھے سرفراز کیا ہے پیغمبر کی دل و جان سے مدد ان موقعوں پر کی کہ جن موقعوں سے بہادر (جی چرا کر) بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور قدم (آگے بڑھنے کے بجائے) پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو اُن کا سر (اقدس) میرے سینے پر تھا اور جب میرے ہاتھوں میں اُن کی روح طیب نے مفارقت کی تو میں نے (تبرکاً) اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لئے۔ میں نے آپ کے غسل کا فریضہ انجام دیا۔ اس عالم میں کہ ملائکہ میرا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ (آپ کی رحلت سے) گھر اور اس کے اطراف و جوانب نالہ و فریاد سے گونج رہے تھے۔ (فرشتوں کا تانتا بندھا ہوا تھا) ایک گروہ اترتا تھا اور ایک گروہ چڑھتا تھا۔ وہ حضرت پر نماز پڑھتے تھے اور ان کی دھیمی آوازیں برابر میرے کانوں میں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں چھپا دیا تو اب ان کی زندگی میں اور موت کے بعد مجھ سے زائد کون اُن کا حق دار ہو سکتا ہے؟ (جب میرا حق تمہیں معلوم ہو چکا) تو تم بصیرت کے جلو میں دشمن سے جہاد کرنے کے لئے صدق نیت سے بڑھو۔ اُس ذات کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بلاشبہ میں جادۂ حق پر ہوں اور وہ (اہل شام) باطل کی ایسی گھاٹی پر ہیں کہ جہاں سے پھسلے کہ پھسلے۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ تم سن رہے ہو، میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ سے آمرزش کا طلب گار ہوں۔



[1] ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ امیر المومنینؑ کا ارشاد کہ "میں نے کبھی پیغمبر کے احکام سے سرتابی نہیں کی" یہ اُن لوگوں پر ایک طرح کا طنز ہے کہ جو پیغمبرؐ کے احکام کو رد کرنے میں بے باک تھے اور انہیں ٹوکنے کی جسارت کر گزرتے تھے جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب پیغمبرؐ کفار قریش سے صلح پر آمادہ ہو گئے تو اصحاب میں سے ایک صاحب اتنے برافروختہ ہوئے کہ وہ پیغمبر کی رسالت میں شک کا اظہار کرنے لگے جس پر حضرت ابوبکر کو یہ کہنا پڑا۔

وَيْحَكَ الزم غرزه فوالله انهٗ لَرَسُوْلُ الله وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُهٗ — تم پر افسوس ہے تمہیں ان کی رکاب تھامے رہنا چاہئے۔ یہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ انہیں ضائع و برباد نہیں ہونے دے گا۔

اس شک کے ازالہ کے لئے قسم اِنّ اور لام تاکید کے ذریعہ نبوت کے یقین دلانے کی کوشش کرنا اور اس امر کا پتہ دیتا ہے کہ مخاطب شک کی منزل سے بھی کچھ آگے نکل چکا تھا کیونکہ یہ تاکیدی لفظیں وہیں پر استعمال کی جاتی ہیں جہاں انکار تک کی نوبت پہنچ چکی ہو۔ بہر صورت اگر ایمان عدم شک کا نام ہے تو شک سے ایمان کا مجروح ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے۔

انما المُؤمنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا۔ — مومن بس وہی لوگ ہیں جو اللہ و رسول پر ایمان لانے کے بعد شک نہیں کرتے۔

اسی طرح جب پیغمبرؐ نے ابن سلول کی میت پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو پیغمبر سے "کیف تستغفر لراس المنافقين" کیا اس منافقوں کے سردار کے لئے آپ دعائے مغفرت کریں گے۔" اور یہ کہہ کر پیغمبر کو دامن سے پکڑ کر کھینچ لیا جس پر پیغمبر کو یہ کہنا پڑا کہ میرا کوئی اقدام حکم خدا کے بغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح جیش اسامہ کے ہمراہ جانے میں پیغمبر کے تاکیدی حکم کو ٹھکرا دیا گیا اور اُن تمام سرتابیوں سے بڑھ کر وہ سرتابی تھی جو تحریر وصیت کے سلسلہ میں ظاہر ہوئی اور پیغمبر کی طرف ایسی غلط نسبت دی گئی کہ جس سے احکام شریعت پر سے اعتماد ہی اٹھ جاتا ہے اور ہر حکم کے متعلق یہ اہتمام پیدا ہو سکتا ہے کہ نہ معلوم کہ یہ حکم وحی الٰہی کی بناء پر ہے یا معاذ اللہ کسی بدحواسی کا نتیجہ ہے۔

[2] اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ ہر معرکہ اور جان جوکھوں کے موقعہ پر پیغمبرؐ کے سینہ سپر رہے اور اپنی خداداد جرأت و ہمت سے ان کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ پہلا جاں نثاری کا موقعہ وہ ہے کہ جب قریش نے قتل پیغمبر کا عزم الجزم کر لیا تو آپ تلواروں کے نرغہ اور دشمنوں کے ہجوم میں بستر نبوت پر سو گئے جس سے دشمنوں کو اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہونا پڑا۔ پھر ان جنگوں میں کہ جہاں دشمن ہجوم کر کے پیغمبر پر ٹوٹ پڑتے تھے اور اچھے اچھے بہادروں کے قدم ڈگمگا جاتے تھے آپ علم لشکر کو لے کر پامردگی سے جمے رہتے تھے، چنانچہ ابن عبدالبر تحریر کرتے ہیں۔

عن ابن عباس قال لعلى اربع خصال ليست لاحد غيره هو اول عربى و عجمى صلى مع رسول الله صَلَّى اللّٰهُ — ابن عباس کہتے ہیں کہ امیر المومنینؑ میں چار خصوصیتیں ایسی تھیں جو اُن کے علاوہ کسی کو حاصل نہ تھیں ایک یہ کہ آپ نے ہر عربی و غیر عربی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ

عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَ هوالذی کان لوائه معه فی کل زَحف و هوالذی صبر معه یوم فرعنه غیره و هُوالذی غسله وادخله قبره۔

(استیعاب ج ۲۔ ص ۴۷۰)

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرے ہر معرکہ وارد گیر میں علمبردار ہوتے رہے اور تیسرے جب لوگ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے تو آپ صبر و استقامت سے جمے رہتے تھے اور چوتھے یہ کہ آپ ہی نے پیغمبرؐ کو غسل دیا اور قبر میں اُتارا۔

اسلامی غزوات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جنگ تبوک کے علاوہ کہ جس میں بحکم پیغمبر امیر المومنینؑ شرکت نہ کر سکے تمام جنگیں آپ کی حُسنِ کارکردگی کی آئینہ دار اور تمام فتوحات آپ کے قوت بازو کی مرہون منت ہیں۔ چنانچہ جنگ بدر میں ستر کفار قتل ہوئے جن میں سے نصف امیر المومنینؑ کی تلوار سے مارے گئے۔ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کے مال غنیمت پر ٹوٹ پڑنے کی وجہ سے فتح و شکست کی صورت اختیار کر گئی اور دشمنوں کے اچانک حملہ سے مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تو امیر المومنینؑ جہاد کو فریضۂ ایمانی سمجھتے ہوئے ثابت قدمی سے جمے رہے اور پیغمبر کی ہمدردی و جان نثاری میں وہ کارنمایاں کیا کہ جس کا پیغمبرؐ نے بھی اعتراف کیا اور ملک نے بھی اقرار کیا۔ جنگ احزاب میں پیغمبرؐ کے ہمراہ تین ہزار نبرد آزما تھے۔ مگر عمرو ابن ود کے مقابلہ میں بڑھنے کی کسی ایک کو بھی جرأت نہ ہوئی۔ آخر امیر المومنین نے اسے قتل کر کے مسلمانوں کو رسائی سے بچالیا۔ جنگ خیبر میں حضرت ابو بکر حضرت عمر علَم لے کر گئے مگر پلٹ آئے اس موقع پر بھی امیر المومنین نے اس مہم کو سر کیا۔ جنگ حنین میں مسلمانوں کو اپنی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا چونکہ اُن کی تعداد دس ہزار تھی اور کفار کی گنتی چار ہزار تھی، مگر یہاں بھی مال غنیمت پر لپ پڑے جس کی وجہ سے کفار کو موقع مل گیا کہ وہ اُن پر ٹوٹ پڑیں۔ چنانچہ اس اچانک حملہ سے مسلمان گھبرا کر بھاگ کھڑے ہوئے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

وَلَقَدۡ نَصرکُم الله فی مواطن کثیرة و یَوم حنین اذا عجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئًا وضاقت عَلَیۡکُم الاَرۡض بمارحبت ثم ولّیتم مدبِرِین۔

اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد کی اور حنین کے دن بھی جب تم اپنی کثرت میں اتراتے تھے اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر چلتے بنے۔

اس موقعہ پر بھی امیر المومنینؑ پہاڑ کی طرح جمے رہے اور آخر تائید خداوندی سے فتح و کامرانی حاصل ہوئی۔

## خطبہ ۱۹۶

(وَمِنۡ خُطۡبَةٍ لَّهٗ عَلَيۡهِ السَّلَامُ)

يَعۡلَمُ عَجِيۡجَ الۡوُحُوۡشِ فِى الۡفَلَوَاتِ وَمَعَاصِىَ الۡعِبَادِ فِى الۡخَلَوَاتِ وَ اخۡتِلَافَ النِّيۡنَانِ فِى الۡبِحَارِ الۡغَامِرَاتِ

وہ (خداوند عالم) بیابانوں میں چوپاؤں کے نالے (سنتا ہے) تنہائیوں میں بندوں کے گناہوں سے آگاہ ہے۔ اور اتھاہ دریاؤں میں مچھلیوں کی آمد و شد اور تند ہواؤں کے ٹکراؤ سے پانی کے تھپیڑوں کو جانتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ



وَتَلَاطُمَ الۡمَآءِ بِالرِّيَاحِ الۡعَاصِفَاتِ وَاَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا نَجِيۡبُ اللّٰهِ وَ سَفِيۡرُ وَحۡيِهٖ وَرَسُوۡلُ رَحۡمَتِهٖ۔

اَمَّا بَعۡدُ، فَاِنِّىۡ اُوۡصِيۡكُمۡ بِتَقۡوَى اللّٰهِ الَّذِىۡ ابۡتَدَاَ خَلۡقَكُمۡ، وَاِلَيۡهِ يَكُوۡنُ مَعَادُكُمۡ، وَبِهٖ نَجَاحُ طَلِبَتِكُمۡ، وَاِلَيۡهِ مُنۡتَهٰى رَغۡبَتِكُمۡ وَنَحۡوَهٗ قَصۡدُ سَبِيۡلِكُمۡ، وَاِلَيۡهِ مَرَامِىۡ مَفۡزَعِكُمۡ۔ فَاِنَّ تَقۡوَى اللّٰهِ دَوَآءُ دَاۤءِ قُلُوۡبِكُمۡ، وَبَصَرُ عَمٰى اَفۡئِدَتِكُمۡ، وَشِفَآءُ مَرَضِ اَجۡسَادِكُمۡ، وَصَلَاحُ فَسَادِ صُدُوۡرِكُمۡ، وَطُهُوۡرُ دَنَسِ اَنۡفُسِكُمۡ وَجِلَاءُ غِشَاءِ اَبۡصَارِكُمۡ وَاَمۡنُ فَزَعِ جَاۡشِكُمۡ، وَضِيَاۤءُ سَوَادِ ظُلۡمَتِكُمۡ فَاجۡعَلُوۡا طَاعَةَ اللّٰهِ شِعَارًا دُوۡنَ دِثَارِكُمۡ، وَدَخِيۡلًا دُوۡنَ شِعَارِكُمۡ، وَلَطِيۡفًا بَيۡنَ اَضۡلَاعِكُمۡ وَاَمِيۡرًا فَوۡقَ اُمُوۡرِكُمۡ وَمَنۡهَلًا لِحِيۡنِ وُرُوۡدِكُمۡ، وَشَفِيۡعًا لِدَرَكِ طَلِبَتِكُمۡ وَجُنَّةً لِيَوۡمِ فَزَعِكُمۡ وَمَصَابِيۡحَ لِبُطُوۡنِ قُبُوۡرِكُمۡ، وَسَكَنًا لِطُوۡلِ وَحۡشَتِكُمۡ، وَنَفَسًا لِكُرَبِ مَوَاطِنِكُمۡ۔ فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ حِرۡزٌ مِّنۡ مَتَالِفَ مُكۡتَنِفَةٍ وَمَخَاوِفَ مُتَوَقَّعَةٍ، وَاُوَارِ نِيۡرَانٍ مُوۡقَدَةٍ۔ فَمَنۡ اَخَذَ بِالتَّقۡوٰى عَزَبَتۡ عَنۡهُ الشَّدَاۤئِدُ بَعۡدَ دُنُوِّهَا، وَاحۡلَوۡلَتۡ لَهُ

علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برگزیدہ اُس کی وحی کے ترجمان اور رحمت کے پیغامبر ہیں۔

میں تمہیں اُس اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں پیدا کیا اور جس کی طرف تمہیں پلٹنا ہے وہی تمہاری کامرانیوں کا ذریعہ اور تمہاری آرزوؤں کی منزل منتہا ہے تمہاری راہ حق اسی کی طرف پلٹتی ہے اور وہی خوف و ہراس کے وقت تمہارے لئے پناہ گاہ ہے (دل میں اللہ کا خوف رکھو) کیونکہ یہ تمہارے دلوں کے روگ کا چارہ، فکر و شعور کی تاریکیوں کے لئے اُجالا جسموں کی بیماریوں کے لئے شفا، سینے کی تباہ کاریوں کے لئے اصلاح، نفس کی کثافتوں کے لئے پاکیزگی، آنکھوں کی تیرگی کے لئے جلا، دل کی دہشت کے لئے ڈھارس اور جہالت کی آندھیاریوں کے لئے روشنی ہے۔ صرف ظاہری طور پر اللہ کی اطاعت کا جامہ نہ اوڑھ لو (بلکہ) اُسے اپنا اندرونی پہناوا بناؤ، نہ صرف اندرونی پہناوا بلکہ ایسا کرو کہ وہ تمہارے باطن میں اُتر جائے اور پسلیوں کے اندر (دل میں) رچ بس جائے اور اُسے اپنے معاملات پر حکمران اور (حشر میں) وارد ہونے کے وقت سر چشمہ منزل مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ، خوف کے دن کے لئے سپر، نہاں خانہ، قبر کے لئے چراغ، (تنہائی کی) طویل وحشتوں کے لئے ہمنوا و دمساز اور منزل کی اندوہنا کیوں سے رہائی (کا ذریعہ) قرار دو، کیونکہ اطاعت خدا گھیرنے والے مہلکوں، پیش آئند خوف و دہشت کے مرحلوں اور بھڑکتی ہوئی آگ کی لپکوں کے لئے پناہ گاہ ہے جو تقویٰ کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے تو مصیبتیں اس کے قریب ہونے کے باوجود دور ہٹ جاتی ہیں۔ تمام اُمور تلخی و بدمزگی کے بعد شیریں و خوشگوار ہو جاتے ہیں (تباہی و ہلاکت کی) موجیں ہجوم کرنے کے بعد چھٹ جاتی ہیں اور دشواریاں سختیوں میں مبتلا کرنے کے بعد

الْاُمُوْرُ بَعْدَ مَرَارَتِهَا، وَانْفَرَجَتْ عَنْهُ الْاَمْوَاجُ بَعْدَ تَرَاكُبِهَا وَاَسْهَلَتْ لَهُ الصِّعَابُ بَعْدَ اِنْصَابِهَا وَهَطَلَتْ عَلَيْهِ الْكَرَامَةُ بَعْدَ قُحُوْطِهَا، وَتَحَدَّبَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ بَعْدَ نُفُوْرِهَا، وَتَفَجَّرَتْ عَلَيْهِ النِّعَمُ بَعْدَ نُضُوْبِهَا، وَوَبَلَتْ عَلَيْهِ الْبَرَكَةُ بَعْدَ اِرْذَاذِهَا۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ نَفَعَكُمْ بِمَوْعِظَتِهٖ، وَوَعَظَكُمْ بِرِسَالَتِهٖ، وَامْتَنَّ عَلَيْكُمْ بِنِعْمَتِهٖ۔ فَعَبِّدُوْا اَنْفُسَكُمْ لِعِبَادَتِهٖ وَاخْرُجُوْا اِلَيْهِ مِنْ حَقِّ طَاعَتِهٖ۔ ثُمَّ اِنَّ هٰذَا الْاِسْلَامَ دِيْنُ اللّٰهِ الَّذِیْ اصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، وَاصْطَنَعَهٗ عَلٰی عَيْنِهٖ، وَاَصْفَاهُ خِيَرَةَ خَلْقِهٖ، وَاَقَامَ دَعَائِمَهٗ عَلٰی مَحَبَّتِهٖ۔ اَذَلَّ الْاَدْيَانَ بِعِزَّتِهٖ، وَوَضَعَ الْمِلَلَ بِرَفْعِهٖ، وَاَهَانَ اَعْدَآئَهٗ بِكَرَامَتِهٖ، وَخَذَلَ مُحَادِّيْهِ بِنَصْرِهٖ، وَهَدَمَ اَرْكَانَ الضَّلَالَةِ بِرُكْنِهٖ۔ وَسَقٰی مَنْ عَطِشَ مِنْ حِيَاضِهٖ، وَاَتْاَقَ الْحِيَاضَ بِمَوَاتِحِهٖ ثُمَّ جَعَلَهٗ لَا انْفِصَامَ لِعُرْوَتِهٖ، وَلَا فَكَّ لِحَلْقَتِهٖ، وَلَا انْهِدَامَ لِاَسَاسِهٖ، وَلَا زَوَالَ لِدَعَائِمِهٖ، وَلَا انْقِلَاعَ لِشَجَرَتِهٖ، وَلَا انْقِطَاعَ لِمُدَّتِهٖ، وَلَا عَفَآءَ لِشَرَآئِعِهٖ، وَلَا جَذَّ لِفُرُوْعِهٖ، وَلَا ضَنْكَ لِطُرُقِهٖ، وَلَا دُعُوْثَةَ لِسُهُوْلَتِهٖ،

آسان ہو جاتی ہیں۔ قحط و نایابی کے بعد لطف و کرم کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ رحمت برگشتہ ہونے کے بعد پھر جھک پڑتی ہے۔ زمین میں پایاب ہونے کے بعد پھر نعمتوں کے سرچشمے اُبل پڑتے ہیں۔ پھوار کی کمی کے بعد رحمت و برکت کی دھواں دھار بارشیں ہونے لگتی ہیں۔ اُس اللہ سے ڈرو کہ جس نے پند و موعظمت سے تمہیں فائدہ پہنچایا۔ اپنے پیغام کے ذریعے تمہیں وعظ و نصیحت کی، اپنی نعمتوں سے تم پر لطف و احسان کیا۔ اس کی بندگی و نیاز مندی کے لئے اپنے نفسوں کو رام کرو، اور اُس کی فرمانبرداری کا پورا پورا حق ادا کرو۔ پھر یہ کہ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ نے اپنے پہچنوانے کے لئے پسند کیا اپنی نظروں کے سامنے اُس کی دیکھ بھال کی۔ اُس کی (تبلیغ کے لئے) بہترین خلق کا انتخاب فرمایا۔ اپنی محبت پر اُس کے ستون کھڑے کیے، اُس کی برتری کی وجہ سے تمام دینوں کو سرنگوں کیا اور اُس کی بلندی کے سامنے سب مِلّتوں کو پست کیا۔ اُس کی عزت و بزرگی کے ذریعہ دشمنوں کو ذلیل اور اس کی نصرت و تائید سے مخالفوں کو رسوا کیا۔ اُس کے ستون سے گمراہی کے کھمبوں کو گرا دیا۔ پیاسوں کو اُس کے تالابوں سے سیراب کیا اور پانی اُلچنے والوں کے ذریعہ حوضوں کو بھر دیا۔ پھر یہ کہ اسے اس طرح مضبوط کیا کہ اس کے بندھنوں کے لئے شکست و ریخت نہیں، نہ اُس کے حلقہ (کی کڑیاں، الگ الگ ہو سکتی ہیں، نہ اُس کی بنیاد گر سکتی ہے، نہ اُس کے ستون اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں نہ اُس کا درخت اکھڑ سکتا ہے نہ اُس کی مدت ختم ہو سکتی ہے، نہ اُس کے قوانین محو ہوتے ہیں، نہ اُس کی شاخیں کٹ سکتی ہیں، نہ اُس کی راہیں تنگ، نہ اُس کی آسانیاں دشوار ہیں، نہ اُس کے سفید دامن پر سیاہی کا دھبہ، نہ اُس کی استقامت میں پیچ و خم، نہ اُس کی لکڑی میں کجی نہ اُس کی کشادہ راہ میں کوئی دشواری ہے، نہ



ضَنْكَ لِطُرُقِهٖ، وَلَا دُعُوْثَةَ لِسُهُوْلَتِهٖ، وَلَا سَوَادَ لِوَضَحِهٖ، وَلَا عِوَاجَ لِانْتِصَابِهٖ، وَلَا عَصَلَ فِیْ عُوْدِهٖ، وَلَا وَعَثَ لِفَجِّهٖ، وَلَا انْطِفَآءَ لِمَصَابِيْحِهٖ وَلَا مَرَارَةَ لِحَلَاوَتِهٖ فَهُوَ دَعَائِمُ اَسَاخَ فِی الْحَقِّ اَسْنَاخَهَا، وَثَبَّتَ لَهَا اَسَاسَهَا وَيَنَابِيْعُ غَزُرَتْ عُيُوْنُهَا وَمَصَابِيْحُ شَبَّتْ نِيْرَانُهَا، وَمَنَارٌ اقْتَدٰی بِهَا سُفَّارُهَا، وَاَعْلَامٌ قُصِدَ بِهَا فِجَاجُهَا، وَمَنَاهِلُ رَوِیَ بِهَا وُرَّادُهَا جَعَلَ فِيْهِ مُنْتَهٰی رِضْوَانِهٖ، وَذِرْوَةَ دَعَائِمِهٖ، وَسَنَامَ طَاعَتِهٖ۔ فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ وَثِيْقُ الْاَرْكَانِ، رَفِيْعُ الْبُنْيَانِ، مُنِيْرُ الْبُرْهَانِ، مُضِیْءُ النِّيْرَانِ، عَزِيْزُ السُّلْطَانِ، مُشْرِفُ الْمَنَارِ۔ مُعْوِزُ الْمَثَارِ۔ فَشَرِّفُوْهُ وَاتَّبِعُوْهُ، وَاَدُّوْا اِلَيْهِ حَقَّهٗ، وَضَعُوْهُ مَوَاضِعَهٗ۔ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ حِيْنَ دَنَا مِنَ الدُّنْيَا الْاِنْقِطَاعُ۔ وَاَقْبَلَ مِنَ الْاٰخِرَةِ الْاِطِّلَاعُ۔ وَاَظْلَمَتْ بَهْجَتُهَا بَعْدَ اِشْرَاقٍ، وَقَامَتْ بِاَهْلِهَا عَلٰی سَاقٍ۔ وَخَشُنَ مِنْهَا مِهَادٌ، وَاَزِفَ مِنْهَا قِيَادٌ۔ فِی انْقِطَاعٍ مِنْ مُدَّتِهَا، وَاقْتِرَابٍ مِنْ اَشْرَاطِهَا، وَتَصَرُّمٍ مِنْ اَهْلِهَا وَانْفِصَامٍ

اُس کے چراغ گل ہوتے ہیں، نہ اُس کی خوشگواریوں میں تلخیوں کا گزر ہوتا ہے۔ اسلام ایسے ستونوں پر حاوی ہے جس کے پائے اللہ نے حق (کی سرزمین) میں قائم کئے ہیں اور اُن کی اساس و بنیاد کو استحکام بخشا ہے اور ایسے سرچشمے ہیں جن کے چشمے پانی سے بھرپور اور ایسے چراغ ہیں جن کی لوئیں ضیابار ہیں، ایسے مینار ہیں جن کی روشنی میں مسافر قدم بڑھاتے ہیں اور ایسے نشان ہیں کہ جن سے سیدھی راہوں کا قصد کیا جاتا ہے اور ایسے گھاٹ ہیں جن پر اُترنے والے اُن سے سیراب ہوتے ہیں۔ اللہ نے اسلام میں اپنی انتہائے رضا مندی بلند ترین ارکان اور اپنی اطاعت کی اونچی سطح کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے نزدیک اس کے ستون مضبوط، اس کی عمارت سربلند دلیلیں روشن اور ضیائیں نور پاش ہیں۔ اس کی سلطنت غالب اور مینار بلند ہیں اور اس کی بیخ کنی دشوار ہے۔ اُس کی عزت و وقار باقی رکھو۔ اُس کے (احکام کی) پیروی کرو، اس کے حقوق ادا کرو، اُس کے (ہر حکم کو) اُس کی جگہ پر قائم کرو۔ پھر یہ کہ اللہ سبحانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُس وقت حق کے ساتھ مبعوث کیا جبکہ فنا نے دنیا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے اور آخر سر پر منڈلانے لگی، اُس کی رونقوں کا اجالا اندھیرے سے بدلنے لگا۔ اور اپنے رہنے والوں کے لئے مصیبت بن کر کھڑی ہو گئی۔ اُس کا فرش درشت و ناہموار ہو گیا اور فنا کے ہاتھوں میں باگ ڈور دینے کے لئے آمادہ ہو گئی یہ اُس وقت کہ جب اُس کی مدت اختتام پذیر اور (فنا کی) علامتیں قریب آ گئیں، اُس کے بسنے والے تباہ اور اُس کے حلقہ کی کڑیاں الگ ہونے لگیں۔ اُس کے بندھن پراگندہ اور نشانات بوسیدہ ہو گئے، اُس کے عیب کھلنے اور پھیلے ہوئے دامن سمٹنے لگے۔ اللہ نے اُن کو پیغام رسانی اور اُمت کی سرفرازی کا ذریعہ اہل عالم کے لئے بہار اور

مِنْ حَلْقَتِهَا، وَانْتِشَارٍ مِنْ سَبَبِهَا، وَعَفَاءٍ مِنْ اَعْلَامِهَا، وَتَكَشُّفٍ مِنْ عَوْرَاتِهَا، وَقِصَرٍ مِنْ طُوْلِهَا، جَعَلَهُ اللّٰهُ بَلَاغًا لِرِسَالَتِهٖ، وَكَرَامَةً لِاُمَّتِهٖ، وَرَبِيْعًا لِاَهْلِ زَمَانِهٖ، وَرِفْعَةً لِاَعْوَانِهٖ، وَشَرَفًا لِاَنْصَارِهٖ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ نُوْرًا لَا تُطْفَاُ مَصَابِيْحُهٗ وَسِرَاجًا لَا يَخْبُوْ تَوَقُّدُهٗ، وَبَحْرًا لَا يُدْرَكُ قَعْرُهٗ، وَمِنْهَاجًا لَا يُضِلُّ نَهْجُهٗ، وَشُعَاعًا لَا يُظْلِمُ ضَوْئُهٗ، وَفُرْقَانًا لَا يُخْمَدُ بُرْهَانُهٗ وَتِبْيَانًا لَا تُهْدَمُ اَرْكَانُهٗ۔ وَشِفَآءً لَا تُخْشٰى اَسْقَامُهٗ، وَعِزًّا لَا تُهْزَمُ اَنْصَارُهٗ، وَحَقًّا لَا تُخْذَلُ اَعْوَانُهٗ۔ فَهُوَ مَعْدِنُ الْاِيْمَانِ وَبُحْبُوْحَتُهٗ وَيَنَابِيْعُ الْعِلْمِ وَبُحُوْرُهٗ، وَرِيَاضُ الْعَدْلِ وَغُدْرَانُهٗ، وَاَثَافِيُّ الْاِسْلَامِ وَبُنْيَانُهٗ، وَاَوْدِيَةُ الْحَقِّ وَغِيْطَانُهٗ، وَبَحْرٌ لَا يَنْزِفُهُ الْمُسْتَنْزِفُوْنَ، وَعُيُوْنٌ لَا يَنْضِبُهَا الْوَارِدُوْنَ، وَمَنَازِلُ لَا يَضِلُّ نَهْجَهَا الْمُسَافِرُوْنَ، وَاَعْلَامٌ لَا يَعْمٰى عَنْهَا السَّآئِرُوْنَ وَاٰكَامٌ لَا يَجُوْزُ عَنْهَا الْقَاصِدُوْنَ جَعَلَهُ اللّٰهُ رِيًّا لِعَطَشِ الْعُلَمَآءِ، وَرَبِيْعًا لِقُلُوْبِ الْفُقَهَآءِ، وَمَحَاجَّ لِطُرُقِ الصُّلَحَآءِ، وَدَوَآءً لَيْسَ

یاروانصار کی رفعت وعزت کا سبب قرار دیا۔ پھر آپ پر ایک ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی، ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں لگائی جاسکتی۔ ایسی شاہراہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی۔ ایسی کرن ہے جس کی چھوٹ مدہم نہیں پڑتی۔ وہ ایسا (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والا ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی۔ ایسا کھول کر بیان کرنے والا ہے جس کے ستون منہدم نہیں کیے جاسکتے وہ سراسر شفا ہے (کہ جس کے ہوتے ہوئے روحانی) بیماریوں کا کھٹکا نہیں وہ سرتا سر عزت وغلبہ ہے جس کے یارو مددگار شکست نہیں کھاتے، وہ (سراپا) حق ہے جس کے معین ومعاون بے مدد چھوڑے نہیں جاتے۔ وہ ایمان کا معدن اور مرکز ہے اس سے علم کے چشمے پھوٹتے اور دریا بہتے ہیں۔ اس میں عدل کے چمن اور انصاف کے حوض ہیں۔ وہ اسلام کا سنگ بنیاد اور اس کی اساس ہے۔ حق کی وادی اور اُس کا ہموار میدان ہے۔ وہ ایسا دریا ہے کہ جسے پانی بھرنے والے ختم نہیں کرسکتے۔ وہ ایسا چشمہ ہے کہ پانی الچنے والی اُسے خشک نہیں کرسکتے۔ وہ ایسا گھاٹ ہے کہ اُس پر اترنے والوں سے اُس کا پانی گھٹ نہیں سکتا۔ وہ ایسی منزل ہے کہ جس کی راہ میں کوئی راہرو بھٹکتا نہیں۔ وہ ایسا نشان ہے کہ چلنے والے کی نظر سے اوجھل نہیں ہوتا۔ وہ ایسا ٹیلہ ہے کہ حق کا قصد کرنے والے اس سے آگے گزر نہیں سکتے۔ اللہ نے اسے عالموں کی تشنگی کے لئے سیرابی فقیہوں کے دلوں کے لئے بہار اور نیکوں کی راہ گزر کے لئے شاہراہ قرار دیا ہے، یہ ایسی دوا ہے کہ جس سے کوئی مرض نہیں رہتا۔ ایسا نور ہے جس میں تیرگی کا گزر نہیں۔ ایسی رسی ہے کہ جس کے حلقے مضبوط ہیں، ایسی چوٹی ہے کہ جس کی پناہ گاہ محفوظ ہے۔ جو اُس سے وابستہ ہو اس کے لئے سرمایہ عزت ہے جو اس کے حدود میں داخل ہو اس کے



بَعْدَهٗ دَآءٌ، وَنُوْرًا لَيْسَ مَعَهٗ ظُلْمَةٌ وَحَبْلًا وَثِيْقًا عُرْوَتُهٗ، وَمَعْقِلًا مَنِيْعًا ذِرْوَتُهٗ وَعِزًّا لِمَنْ تَوَلَّاهُ، وَسِلْمًا لِمَنْ دَخَلَهٗ، وَهُدًى لِمَنِ ائْتَمَّ بِهٖ وَعُذْرًا لِمَنِ انْتَحَلَهٗ وَبُرْهَانًا لِمَنْ تَكَلَّمَ بِهٖ، وَشَاهِدًا لِمَنْ خَاصَمَ بِهٖ، وَفَلْجًا لِمَنْ حَاجَّ بِهٖ وَحَامِلًا لِمَنْ حَمَلَهٗ وَمَطِيَّةً لِمَنْ اَعْمَلَهٗ، وَاٰيَةً لِمَنْ تَوَسَّمَ، وَجُنَّةً لِمَنِ اسْتَلْاَمَ وَعِلْمًا لِمَنْ وَعٰى، وَحَدِيْثًا لِمَنْ رَوٰى، وَحُكْمًا لِمَنْ قَضٰى۔

لئے پیغام صلح وامن ہے۔ جو اُس کی پیروی کرے اُس کے لئے ہدایت ہے جو اسے اپنی طرف نسبت دے اُس کے لئے حجت ہے اس کی رو سے بات کرے اُس کے لئے دلیل و برہان ہے جو اُس کی بنیاد پر بحث ومناظرہ کرے اُس کے لئے گواہ ہے۔ جو اسے حجت بنا کر پیش کرے اُس کے لئے فتح وکامرانی ہے، جو اس کا بار اٹھائے یہ اس کا بوجھ بٹانے والا ہے، جو اسے اپنا دستور العمل بنائے اس کے لئے مرکب (تیز گام) ہے۔ یہ حقیقت شناس کے لئے ایک واضح نشان ہے (جو ضلالت سے ٹکرانے کے لئے) سلاح بند ہو اُس کے لئے سپر ہے جو اُس کی ہدایت کو گرہ میں باندھ لے اُس کے لئے علم و دانش ہے بیان کرنے والے کے لئے بہترین کلام اور فیصلہ کرنے والے کے لئے قطعی حکم ہے۔

## خطبہ ۱۹۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَانَ يُوْصِيْ بِهٖ اَصْحَابَهٗ:

تَعَاهَدُوْا اَمْرَ الصَّلٰوةِ وَحَافِظُوْا عَلَيْهَا، وَاسْتَكْثِرُوْا مِنْهَا، وَتَقَرَّبُوْا بِهَا، فَاِنَّهَا كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِلٰى جَوَابِ اَهْلِ النَّارِ حِيْنَ سُئِلُوْا: مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ؟ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔" وَاِنَّهَا لَتَحُتُّ الذُّنُوْبَ حَتَّ الْوَرَقِ، وَتُطْلِقُهَا اِطْلَاقَ الرِّبَقِ وَشَبَّهَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْحَمَّةِ تَكُوْنُ عَلٰى بَابِ الرَّجُلِ فَهُوَ يَغْتَسِلُ مِنْهَا فِيْ

حضرت اپنے اصحاب کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے

نماز کی پابندی اور اُس کی نگہداشت کرو، اور اُسے زیادہ سے زیادہ بجالاؤ اور اُس کے ذریعہ سے اللہ کا تقرب چاہو، کیونکہ نماز مسلمانوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ واجب کی گئی ہے۔ کیا (قرآن میں) دوزخیوں کے جواب کو تم نے نہیں سنا کہ جب اُن سے پوچھا جائے گا کہ "کون سی چیز تمہیں دوزخ کی طرف کھینچ لائی ہے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے۔" بلاشبہ نماز گناہوں کو جھاڑ اس طرح الگ کردیتی ہے جس طرح (درخت سے) پتے جھڑتے ہیں اور انہیں اس طرح الگ کرتی ہے جس طرح (چوپاؤں کی گردنوں سے) پھندے کھول کر انہیں رہا کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کو اُس گرم چشمہ سے تشبیہ دی ہے جو کسی شخص کے گھر کے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ اُس کے (جسم پر) کوئی میل رہ جائے

الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ خَمْسَ مَرَّاتٍ فَمَا عَسٰی اَنْ یَبْقٰی عَلَیْهِ مِنَ الدَّرَنِ۔ وَقَدْ عَرَفَ حَقَّهَا رِجَالٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ لَا تَشْغَلُهُمْ عَنْهَا زِیْنَةُ مَتَاعٍ وَلَا قُرَّةُ عَیْنٍ مِنْ وَّلَدٍ وَلَا مَالٍ یَقُوْلُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاۗءِ الزَّکٰوةِ۔" وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَصِبًا بِالصَّلٰوةِ بَعْدَ التَّبْشِیْرِ لَهٗ بِالْجَنَّةِ لِقَوْلِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ۔ "وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا۔" فَکَانَ یَأْمُرُ اَهْلَهٗ وَیَصْبِرُ عَلَیْهَا نَفْسَهٗ۔ ثُمَّ اِنَّ الزَّکٰوةَ جُعِلَتْ مَعَ الصَّلٰوةِ قُرْبَانًا لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَمَنْ اَعْطَاهَا طَیِّبَ النَّفْسِ بِهَا فَاِنَّهَا تُجْعَلُ لَهٗ کَفَّارَةً، وَمِنَ النَّارِ حِجَازًا وَوِقَایَةً فَلَا یُتْبِعَنَّهَا اَحَدٌ نَفْسَهٗ، وَلَا یُکْثِرَنَّ عَلَیْهَا لَهَفَهٗ۔ فَاِنَّ مَنْ اَعْطَاهَا غَیْرَ طَیِّبِ النَّفْسِ بِهَا یَرْجُوْ بِهَا مَاهُوَ اَفْضَلُ مِنْهَا فَهُوَ جَاهِلٌ بِالسُّنَّةِ مَغْبُوْنُ الْاَجْرِ۔ ضَالُّ الْعَمَلِ۔ طَوِیْلُ النَّدَمِ۔ ثُمَّ اَدَاۗءَ الْاَمَانَةِ، فَقَدْ خَابَ مَنْ لَیْسَ مِنْ اَهْلِهَا۔ اِنَّهَا عُرِضَتْ عَلَی السَّمٰوٰتِ الْمَبْنِیَّةِ، وَالْاَرَضِیْنَ الْمَدْحُوَّةِ، وَالْجِبَالِ ذَاتِ الطُّوْلِ الْمَنْصُوْبَةِ، فَلَا اَطْوَلَ وَلَا

دروازہ پر ہو اور وہ اُس میں دن رات پانچ مرتبہ غسل کرے، تو گا؟ نماز کا حق تو وہی مردانِ باخدا پہچانتے ہیں جنہیں متاعِ دنیا کی سج دھج اور مال و اولاد کا سرور دیدہ و دل اس سے غفلت میں نہیں ڈالتا۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ "کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں خدا کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم باوجودیکہ انہیں جنت کی نوید دی جا چکی تھی (بکثرت) نماز پڑھنے سے اپنے کو زحمت و تعب میں ڈالتے تھے۔ چونکہ انہیں اللہ کا ارشاد تھا کہ "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔ چنانچہ حضرت اپنے گھر والوں کو خصوصیت کے ساتھ نماز کی تاکید بھی فرماتے تھے اور خود بھی اس کی کثرت و بجا آوری میں زحمت و مشقت برداشت کرتے تھے پھر مسلمانوں کے لئے نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے تو جو شخص اُسی برضاء و رغبت ادا کرے گا اُس کے لئے یہ گناہوں کا کفارہ اور دوزخ سے آڑ اور بچاؤ ہے۔ (دیکھو! ادا کرنے کے بعد) کوئی شخص اُس کا خیال تک دل میں نہ لائے اور نہ اُس پر زیادہ ہائے وائے مچائے کیونکہ جو شخص دلی لگن کے بغیر زکوٰۃ دے کر اُس سے بہتر چیز کے لئے چشم براہ رہتا ہے وہ سنت سے بے خبر اجر کے اعتبار سے نقصان اٹھانے والا، غلط کار اور دائمی پریشانی و ندامت میں گرفتار ہے پھر امانت کا ادا کرنا ہے جو اپنے کو امانت کا اہل نہ بنا سکے وہ ناکام و نامراد ہے۔ اس امانت کو مضبوط آسمانوں پھیلی ہوئی زمینوں اور لمبے چوڑے گڑے ہوئے پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ بھلا اُن سے تو بڑھ کر کوئی چیز لمبی، چوڑی، اونچی اور بڑی نہیں ہے تو اگر کوئی چیز لمبائی چوڑائی یا قوت اور غلبہ کے بل بوتے پر سرتابی کر سکتی ہوتی تو یہ سرتابی کر سکتے تھے لیکن یہ تو اُس



اِعْرَضَ وَلَا اَعْلٰی وَلَا اَعْظَمَ مِنْهَا۔ وَلَوِ امْتَنَعَ شَیْءٌ بِطُوْلٍ اَوْ عَرْضٍ اَوْ قُوَّةٍ اَوْ عِزٍّ لَامْتَنَعْنَ، وَلٰکِنْ اَشْفَقْنَ مِنَ الْعُقُوْبَةِ، وَعَقَلْنَ مَاجَهِلَ مَنْ هُوَ اَضْعَفُ مِنْهُنَّ وَهُوَ الْاِنْسَانُ۔ "اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ مَا الْعِبَادُ مُقْتَرِفُوْنَ فِیْ لَیَالِیْهِمْ وَنَهَارِهِمْ لَطُفَ بِهٖ خُبْرًا، وَاَحَاطَ بِهٖ عِلْمًا اَعْضَاۗؤُکُمْ شُهُوْدُهٗ، وَجَوَارِحُکُمْ جُنُوْدُهٗ، وَ ضَمَاۗئِرُکُمْ عُیُوْنُهٗ، وَ خَلَوَاتُکُمْ عِیَانُهٗ۔

کے عقاب و عتاب سے ڈر گئے تھے اور اُس چیز کو جان گئے جسے ان سے کمزور تر مخلوق انسان نہ جان سکا۔ بلاشبہ انسان بڑا ناانصاف اور بڑا جاہل ہے۔

یہ بندگانِ خدا رات (کے پردوں) اور دن (کے اجالوں) میں جو گناہ کرتے ہیں وہ اللہ سے ڈھکے چھپے ہوئے نہیں وہ تو ہر چھوٹی سی چھوٹی چیز سے آگاہ اور ہر شے پر اُس کا علم محیط ہے۔ تمہارے ہی اعضاء اُس کے سامنے گواہ بن کر پیش ہوں گے اور تمہارے ہی ہاتھ پاؤں اُسکے لاؤ لشکر ہیں اور تمہارے ہی قلب و ضمیر اُس کے جاسوس ہیں اور تمہاری تنہائیوں (کے عشرت کدے) اُس کی نظروں کے سامنے ہیں۔

## خطبہ ۱۹۸

(وَمِنْ کَلَامٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

وَاللّٰهِ مَا مُعَاوِیَةُ بِاَدْهٰی مِنِّیْ وَلٰکِنَّهٗ یَغْدِرُ وَیَفْجُرُ۔ وَلَوْ لَا کَرَاهِیَةُ الْغَدْرِ لَکُنْتُ مِنْ اَدْهَی النَّاسِ، وَلٰکِنْ کُلُّ غَدْرَةٍ فَجْرَةٌ، وَکُلُّ فَجْرَةٍ کَفْرَةٌ۔ وَلِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاۗءٌ یُعْرَفُ بِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَاللّٰهِ مَا اُسْتَغْفَلُ بِالْمَکِیْدَةِ، وَلَا اُسْتَغْمَزُ بِالشَّدِیْدَةِ۔

خدا[1] کی قسم! معاویہ مجھ سے زیادہ چالاک اور ہوشیار نہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا۔ اگر مجھے عیاری و غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زائد ہوشیار و زیرک ہوتا۔ لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے۔ چنانچہ قیامت کے دن ہر غدار کے ہاتھوں میں ایک جھنڈا ہوگا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ خدا کی قسم! مجھے ہتھکنڈوں سے غفلت میں نہیں ڈالا جا سکتا اور نہ سختیوں سے دبایا جا سکتا ہے۔

تشریح:۔

[1] وہ افراد جو مذہب و اخلاق سے بیگانہ شرعی قید و بند سے آزاد اور جزا و سزا کے تصور سے ناآشنا ہوتے ہیں ان کے لئے مطلب برآری کے لئے حیل ذرائع کی کمی نہیں ہوتی وہ ہر منزل پر کامیابی و کامرانی کی تدبیریں نکال لیتے ہیں۔ لیکن جہاں انسانی و اسلامی تقاضے اور اخلاقی و شرعی حدیں روک بن کر کھڑی ہو جاتی ہیں وہاں حیلہ و تدبیر کا میدان تنگ اور جولانگاہ عمل کی وسعت محدود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معاویہ کا نفوذ و تسلط انہی تدابیر و حیل کا نتیجہ تھا کہ جن پر عمل پیرا ہونے میں اُسے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ نہ حلال و حرام کا سوال اُس کے لئے سدِ راہ ہوتا تھا اور نہ پاداشِ آخرت کا خوف اُسے ان مطلق العنانیوں اور بیباکیوں سے روکتا

تھا جیسا کہ امام راغب اصفہانی اُس کی سیرت وکردار کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

لَم یکن غایته الادرك الحاجة حلّ او حرم ثم لم یکن یبالی بالدین ولا یتفکر فی سخط ربّ العالمین (محاضرات)

اُسکا مطمع نظر یہی ہوتا تھا کہ کسی طرح بن پڑے اپنا مطلب پورا کرو۔ نہ حلال وحرام سے اُسے کوئی واسطہ تھا نہ دین کی اُسے کوئی پرواتھی اور نہ خدا کے غضب کی کوئی فکر تھی۔

چنانچہ اُس نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے غلط بیانی وافترا پردازی کے سہارے ڈھونڈے طرح طرح کے مکروفریب کے حربے استعمال کئے اور جب یہ دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو جنگ میں الجھائے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی تو طلحہ وزبیر کو آپ کے خلاف ابھار کر کھڑا کردیا اور جب اس صورت سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو شامیوں کو بھڑکا کر جنگ صفین کا فتنہ برپا کردیا اور پھر حضرت عمار کی شہادت سے جب اس کا ظلم وعدوان بے نقاب ہونے لگا تو عوام فریبی کے لئے کبھی یہ کہہ دیا کہ عمار کے قاتل علیؑ ہیں کیونکہ وہی انہیں ہمراہ لانے والے ہیں اور کبھی حدیثِ پیغمبرؐ میں لفظ فئۃ باغیۃ کی یہ تاویل کی کہ اس کے معنی باغی گروہ کے نہیں بلکہ اس کے معنی حلب کرنے والی جماعت کے ہیں۔ یعنی عمار اس گروہ کے ہاتھ سے قتل ہوں گے جو خون عثمان کے قصاص کا طالب ہوگا۔ حالانکہ اس حدیث کا دوسرا ٹکڑا۔ یدعوھم الی الجنة ویدعونھم الی النار (عمار اُن کو بہشت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے) اس تاویل کی کوئی گنجائش پیدا نہیں کرتا۔ جب ایسے اوچھے ہتھیاروں سے بھی فتح وکامرانی کے آثار نظر نہ آئے تو قران کو نیزوں پر بلند کرنے کا پرفریب حربہ استعمال کیا۔ حالانکہ اس کی نظروں میں نہ قرآن کا کوئی وزن اور نہ اُس کے فیصلہ کی کوئی اہمیت تھی۔ اگر اسے قرآن کا فیصلہ ہی مطلوب ہوتا تو یہ مطالبہ جنگ کے چھڑنے سے پہلے کرتا اور پھر جب اس پر یہ حقیقت کھل گئی کہ عمرو ابن عاص نے ابوموسیٰ کو فریب دے کر اُس کے حق میں فیصلہ کیا ہے اور اس کے فیصلہ کو قرآن سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے تو وہ اس پرفریب تحکیم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوتا اور عمرو ابن عاص کو اس فریب کاری کی سزا دیتا یا کم از کم تنبیہہ وسرزنش کرتا۔ مگر یہاں تو اس کے کارناموں پر اُس کی تحسین وآفرین کی جاتی ہے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اسے مصر کا گورنر بنادیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس امیر المومنینؑ کی سیرت شریعت واخلاق کے اعلیٰ معیار کا نمونہ تھی۔ وہ ناموافق حالات میں بھی حق وصداقت کے مقتضیات کو نظر میں رکھتے تھے اور اپنی پاکیزہ زندگی کو حیلہ ومکر کی آلودگیوں سے آلودہ نہ ہونے دیتے تھے وہ چاہتے تو حیلوں کا توڑ حیلوں سے کرسکتے تھے اور اس کی رکاکت آمیز حرکتوں کا جواب ویسی ہی حرکتوں سے دیا جاسکتا تھا جیسے اس نے فرات پر پہرا بٹھا کر پانی روک دیا تھا تو اُس کو اس امر کے جواز میں پیش کیا جاسکتا تھا کہ جب عراقیوں نے فرات پر قبضہ کرلیا تو ان پر بھی پانی بند کردیا جاتا اور اس ذریعہ سے ان کی قوت حرب وضرب کو مضمحل کرکے انہیں مغلوب بنالیا جاتا۔ مگر امیر المومنینؑ ایسے ننگ انسانیت اقدام سے کہ جس کی کوئی آئین واخلاق اجازت نہیں دیتا کبھی اپنے دامن کو آلودہ ن ہونے دیتے تھے۔ اگرچہ دنیا والے ایسے حربوں کو دشمن کے مقابلہ میں جائز سمجھتے ہیں اور اپنی کامرانی کے لئے ظاہر وباطن کی دورنگی کی سیاست وحسن تدبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر امیر المومنینؑ کسی موقعہ پر فریب کاری ودورنگی سے اپنے اقتدار کے استحکام کا تصور بھی نہ کرتے تھے چنانچہ جب لوگوں نے آپ کو یہ مشورے دیئے کہ عثمانی دور کے عمال کو ان کے عہدوں پر برقرار رہنے دیا جائے اور طلحہ وزبیر کو کوفہ وبصرہ کی امارت دے کر ہمنوا بنالیا جائے اور معاویہ کو شام کا اقتدار سونپ کر اُس کے دنیوی تدبر سے فائدہ اٹھایا جائے تو آپ نے دنیوی مصلحتوں پر شرعی تقاضوں کو ترجیح دیتے ہوئے اُسے ماننے سے انکار کردیا۔



اور معاویہ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں فرمایا۔

ان اقررت معاویة علی مافی یدہ کنت متخذ المضلین عضدا

(استیعاب ج ۱، ص ۲۵۹)

اگر میں معاویہ کو اس کے مقبوضہ علاقہ پر برقرار رہنے دوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا قوت بازو بنارہا ہوں۔

ظاہر میں لوگ صرف ظاہری کامیابی دیکھتے ہیں اور یہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ یہ کامیابی کن ذرائع سے حاصل ہوئی ہے۔ وہ شاطرانہ چالوں اور عیارانہ گھاتوں سے جسے کامیاب وکامران ہوتے دیکھتے ہیں اُس کے ساتھ ہوجاتے ہیں اور اُسے مدبر وبافہم اور سیاستدان اور بیدار مغز اور خدا جانے کیا کیا سمجھنے لگتے ہیں اور جو الٰہی تعلیمات اور اسلامی ہدایات کی پابندی کی وجہ سے چالوں اور ہتھکنڈوں کو کام میں نہ لائے اور غلط طریق کار سے حاصل کی ہوئی کامیابی پر محرومی کو ترجیح دے وہ اُن کی نظروں میں سیاست سے ناآشنا اور سوجھ بوجھ کے لحاظ سے کمزور سمجھا جاتا ہے۔ انہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ وہ یہ سوچیں کہ ایک پابند اصول وشرع کی راہ میں کتنی مشکلیں اور رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ جو منزل وکامرانی کے قریب پہنچنے کے باوجود اُسے قدم آگے بڑھانے سے روک دیتی ہے۔

## خطبہ ۱۹۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَيُّهَا النَّاسُ لَا تَسْتَوْحِشُوْا فِیْ طَرِيْقِ الْهُدٰی لِقِلَّةِ اِهْلِهٖ۔ فَاِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی مَائِدَةٍ شِبَعُهَا قَصِيْرٌ، وَجُوْعُهَا طَوِيْلٌ۔ اَيُّهَا لنَّاسُ اِنَّمَا يَجْمَعُ النَّاسَ الرِّضَا وَالسُّخْطُ۔ وَاِنَّمَا عَقَرَ نَاقَةَ ثَمُوْدَ رَجُلٌ وَّاحِدٌ فَعَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْعَذَابِ لَمَّا عَمُّوْهُ بِالرِّضَا فَقَالَ سُبْحَانَهٗ: ”فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نَادِمِيْنَ۔ فَمَا كَانَ اِلَّا اَنْ خَارَتْ اَرْضُهُمْ بِالْخَسْفَةِ خُوَارَ السِّكَّةِ الْمُحْمَاةِ فِی الْاَرْضِ الْخَوَّارَةِ۔ اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ سَلَكَ الطَّرِيْقَ الْوَاضِحَ

اے لوگو! ہدایت کی راہ میں ہدایت پانے والوں کی کمی سے گھبرا نہ جاؤ کیونکہ لوگ تو اسی دنیا کے خوانِ نعمت پر ٹوٹے پڑتے ہیں جس سے شکم پُری کی مدت کم اور گرسنگی کا عرصہ دراز ہے۔ اے لوگو! (افعال و اعمال چاہے مختلف ہوں مگر) رضاء و ناراضگی کے جذبات تمام لوگوں کو ایک حکم میں لے آتے ہیں۔ آخر قومِ ثمود کی اونٹنی کو ایک ہی شخص نے پے کیا تھا لیکن اللہ نے عذاب سب پر کیا کیونکہ وہ سارے کے سارے اُس پر رضامند تھے۔ چنانچہ اللہ کا ارشاد ہے ”کہ انہوں نے اونٹی کے پاؤں کاٹ ڈالے اور صبح کے وقت (جب عذاب کے آثار دیکھے تو اپنے کئے پر) نادم وپریشان ہوئے (عذاب کی آمدیوں تھی) کہ زمین کے دھنسنے (اور زلزلوں کے جھٹکوں سے) ایسی گھڑگھڑاہٹ ہونے لگی جیسے نرم زمین میں ہل کی تپی ہوئی پھالی کے چلانے سے آواز آتی ہے۔ اے لوگو! جو روشن وواضح راہ پر چلتا ہے وہ سرچشمہ ہدایت پر پہنچ جاتا ہے اور جو بے راہ روی کرتا

وَرَدَ الْمَآءَ، وَمَنْ خَالَفَ وَقَعَ فِی التِّیْهِ۔

ہے وہ صحرائے بے آب وگیاہ میں جا پڑتا ہے۔

ا۔ ثمود ابن عامر ابن سام کی اولاد قوم ثمود کہلاتی ہے ان کا موطن و مستقر حجاز شام کے راستے میں مقام وادی القریٰ تھا جو متفرق بستیوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھا۔ خداوند عالم نے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ان میں حضرت صالح کو مبعوث فرمایا جو ۱۶ برس کی عمر سے ۱۲۰ برس کی عمر تک انہیں ہدایت و تبلیغ کرتے رہے۔ مگر وہ بتوں کی پرستش اور اپنی گمراہی و ضلالت سے باز نہ آئے۔ آخر اللہ نے ایک اونٹنی کو ان کے سامنے اپنی آیت و نشانی کے طور پر پیش کیا جس کے متعلق حضرت صالح نے اُن سے کہا کہ ایک دن چشمہ کا پانی یہ پیئے گی اور ایک دن تم اور تمہارے مویشی پئیں گے اور یہ جہاں چاہے چرتی پھرے تم اس سے کوئی تعرض نہ کرنا اور اگر تم نے اسے کوئی صدمہ پہنچایا تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ ایک دن وہ اپنی ضروریات کے لئے پانی لے لیتے اور دوسرے دن اُس اونٹنی کے پینے کے لئے چھوڑ دیتے۔ مگر اُن لوگوں نے اس پر اکتفا نہ کی اور آپس میں مشورہ کر کے اس اونٹنی کو ہلاک کرنے کا تہیا کر لیا۔ چنانچہ قدار ابن سالف نے اس کی کونچیں کاٹ کر اُسے ہلاک کر دیا۔ حضرت صالح (علیہ السلام) نے جب یہ دیکھا تو اُن سے کہا کہ تم نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، اگر تم تین دن کے اندر اندر توبہ نہ کر لو گے تو تم پر عذاب نازل ہوگا۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان کی بات کو تمسخر میں اڑا دیا۔ آخر تین دن گزرنے کے بعد ایسا آتش فشاں زلزلہ آیا جس نے ان کا نام و نشان تک صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔

## خطبہ ۲۰۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

رُوِیَ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَهٗ: عِنْدَ دَفْنِ سَیِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ: کَالْمُنَاجِیْ بِهٖ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ قَبْرِهٖ۔

سیدۃ النساء حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دفن کے موقع پر فرمایا

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنِّیْ وَعَنِ ابْنَتِكَ النَّازِلَةِ فِیْ جِوَارِكَ وَالسَّرِیْعَةِ اللَّحَاقِ بِكَ قَلَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَنْ صَفِیَّتِكَ صَبْرِیْ وَرَقَّ عَنْهَا تَجَلُّدِیْ اِلَّا اَنَّ لِیْ فِی التَّاَسِّیْ بِعَظِیْمِ فُرْقَتِكَ وَفَادِحِ مُصِیْبَتِكَ مَوْضِعَ تَعَزٍّ۔ فَلَقَدْ وَسَّدْتُكَ فِیْ مَلْحُوْدَةِ قَبْرِكَ، وَفَاضَتْ بَیْنَ نَحْرِیْ وَصَدْرِیْ نَفْسُكَ۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ فَلَقَدِ اسْتُرْجِعَتِ الْوَدِیْعَةُ، وَاُخِذَتِ الرَّهِیْنَةُ۔ اَمَّا حُزْنِیْ فَسَرْمَدٌ وَاَمَّا لَیْلِیْ فَمُسَهَّدٌ اِلٰی اَنْ یَخْتَارَ اللّٰهُ لِیْ دَارَكَ الَّتِیْ اَنْتَ بِهَا مُقِیْمٌ۔ وَسَتُنَبِّئُكَ ابْنَتُكَ بِتَضَافُرِ اُمَّتِكَ عَلٰی هَضْمِهَا فَاَحْفِهَا السُّؤَالَ وَاسْتَخْبِرْهَا الْحَالَ۔ هٰذَا وَلَمْ یَطُلِ الْعَهْدُ وَلَمْ یَخْلُ مِنْكَ الذِّكْرُ۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمَا سَلَامَ مُوَدِّعٍ لَا قَالٍ وَلَا سَئِمٍ۔ فَاِنْ اَنْصَرِفْ فَلَا عَنْ مَلَالَةٍ۔ وَاِنْ اُقِمْ فَلَا عَنْ سُوْٓءِ ظَنٍّ بِمَا وَعَدَ اللّٰهُ الصَّابِرِیْنَ۔

یا رسول اللہؐ آپ کو میری جانب سے اور آپ کے پڑوس میں اُترنے والی اور آپ سے جلد ملحق ہونے والی آپ کی بیٹی کی طرف سے سلام ہو۔ یا رسولؐ اللہ آپ کی برگزیدہ (بیٹی کی رحلت) سے میرا صبر و شکیب جاتا رہا۔ میری ہمت و توانائی نے ساتھ چھوڑ دیا۔ لیکن آپ کی مفارقت کے حادثۂ عظمیٰ اور آپ کی رحلت کے صدمہ جانکاہ پر صبر کر لینے کے بعد مجھے اس مصیبت پر بھی صبر و شکیبائی ہی سے کام لینا پڑے گا۔ جبکہ میں نے اپنے ہاتھوں سے آپ کو قبر کی لحد میں اُتارا اور اس عالم میں آپ کی روح نے پرواز کی کہ آپ کا سر میری گردن اور سینے کے درمیان تھا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اب یہ امانت پلٹالی گئی۔ گروی رکھی ہوئی چیز چھڑالی گئی۔ لیکن میرا غم بے پایاں اور میری راتیں بے خواب رہیں گی۔ یہاں تک کہ خداوند عالم میرے لئے بھی اُس گھر کو منتخب کرے جس میں آپ رونق افروز ہیں وہ وقت آ گیا کہ آپ کی بیٹی آپ کو بتائیں کہ کس[۱] طرح آپ کی امت نے اُن پر ظلم ڈھانے کے لئے ایکا کر لیا۔ آپ اُن سے پوری طور پر پوچھیں اور تمام احوال و واردات دریافت کریں۔ یہ ساری مصیبتیں اُن پر بیت گئیں حالانکہ آپ کو گزرے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور نہ آپ کے تذکروں سے زبانیں بند ہوئی تھیں۔ آپ دونوں پر میرا سلام رخصتی ہو نہ ایسا سلام جو کسی ملول و دل تنگ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر میں (اس جگہ سے) پلٹ جاؤں تو اس لئے نہیں کہ آپ سے میرا دل بھر گیا ہے اور اگر ٹھہرا رہوں تو اس لئے نہیں کہ میں اس وعدے سے بدظن ہوں جو اللہ نے صبر کرنے والوں سے کیا ہے۔



تشریح:۔

ا۔ پیغمبر اکرمؐ کی رحلت کے بعد امتِ محمدیہ نے بنت رسول سے جو رویہ اختیار کیا وہ انتہائی تکلیف دہ اور افسوس ناک ہے اگرچہ پیغمبرؐ کے اٹھ جانے کے بعد جناب سیدہ چند ماہ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہیں۔ مگر یہ قلیل عرصہ بھی رنج و اندوہ کی ایک طویل داستان اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس سلسلہ میں جو پہلا منظر سامنے آیا ہے وہ ہے کہ پیغمبر کی تجہیز و تکفین کا سروسامان بھی نہیں ہونے پاتا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جنگ اقتدار شروع ہو جاتی ہے۔ فطری طور پر ان لوگوں کا نعش پیغمبر کو چھوڑ کر چلے جانا۔ سیدہ کے غم رسیدہ دل پر اثر انداز ہوا ہوگا کہ زندگی میں پیمان وفا و محبت باندھنے والے ان کی اکلوتی بیٹی کی تسلی و تسکین کا سامان کرنے کے بجائے اپنے اقتدار کی فکر میں اس طرح کھو گئے کہ نہ یہ پتہ چلا کہ کب پیغمبر کو غسل دیا گیا اور کب دفن کیا گیا۔ اور تعزیت کی بھی تو اس صورت سے کہ پوری شعلہ سامانیوں کے ساتھ ان کے گھر پر ہجوم کر کے آ دھمکے اور ظلم و جبر اور درشتی و تشدد کے مظاہروں کے ساتھ بجبر بیعت لینے کے درپے ہو گئے۔ یہ تمام قہر سامانیاں صرف اس لئے تھیں کہ اس گھر کی عظمت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا جائے تا کہ کسی موقعہ پر یہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیش نظر صدیقہ کبریٰ کی اقتصادی حالت کو پامال کرنے کے لئے اُن کے دعویٰ فدک کو کذب بیانی سے محمول کر کے انہیں محروم کر دیا گیا جس سے متاثر ہو کر سیدہ نے یہ وصیت فرمائی کہ ان میں کوئی مشایعت جنازہ تک نہ کرے۔

## خطبہ ۲۰۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اے لوگو! یہ دنیا گذرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گزر

اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا الدُّنْيَا دَارُ مَجَازٍ وَالْاٰخِرَةُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوْا مِنْ مَمَرِّكُمْ لِمَقَرِّكُمْ، وَلَا تَهْتِكُوْا اَسْتَارَكُمْ عِنْدَ مَنْ يَعْلَمُ اَسْرَارَكُمْ۔ وَاَخْرِجُوْا مِنَ الدُّنْيَا قُلُوْبَكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَخْرُجَ مِنْهَا اَبْدَانُكُمْ۔ فَفِيْهَا اخْتُبِرْتُمْ، وَلِغَيْرِهَا خُلِقْتُمْ اِنَّ الْمَرْءَ اِذَا هَلَكَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَكَ وَقَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ مَا قَدَّمَ۔ لِلّٰهِ اٰبَآؤُكُمْ فَقَدِّمُوْا بَعْضًا يَكُنْ لَّكُمْ قَرْضًا وَلَا تَخَلِّفُوْا كُلًّا فَيَكُوْنَ عَلَيْكُمْ كَلًّا۔

سے اپنی منزل کے لئے توشہ اٹھالو، جس کی سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا۔ اُس کے سامنے اپنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا سے الگ کردیئے جائیں۔ اپنے دل اس سے ہٹالو۔ اس دنیا میں تمہیں جانچا جارہا ہے، لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کے لئے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آگے کے لئے کیا سروسامان کیا ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لئے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لئے ایک طرح سے (اللہ کے ذِمّہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لئے بوجھ ہوگا۔

## خطبہ ۲۰۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَانَ كَثِيْرًا مَّا يُنَادِيْ بِهٖ اَصْحَابَهٗ: تَجَهَّزُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ فَقَدْ نُوْدِيَ فِيْكُمْ بِالرَّحِيْلِ۔ وَاَقِلُّوا الْعُرْجَةَ عَلَى الدُّنْيَا۔ وَانْقَلِبُوْا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِكُمْ مِنَ الزَّادِ فَاِنَّ اَمَامَكُمْ عَقَبَةً كَئُوْدًا وَمَنَازِلَ مَخُوْفَةً مَهُوْلَةً لَا بُدَّ مِنَ الْوُرُوْدِ عَلَيْهَا وَالْوُقُوْفِ عِنْدَهَا۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّ مَلَاحِظَ الْمَنِيَّةِ نَحْوَكُمْ دَانِيَةٌ وَكَاَنَّكُمْ بِمَخَالِبِهَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِيْكُمْ، وَقَدْ دَهَمَتْكُمْ فِيْهَا مُفْظِعَاتُ الْاُمُوْرِ وَمُعْضِلَاتُ الْمَحْذُوْرِ۔ فَقَطِّعُوْا عَلَائِقَ الدُّنْيَا وَاسْتَظْهِرُوْا بِزَادِ التَّقْوٰى۔

اکثر اپنے اصحاب سے پکار کر فرمایا کرتے تھے۔

خدا تم پر رحم کرے کچھ سفر کا ساز و سامان کرلو۔ کوچ کی صدائیں تمہارے گوش گزار ہوچکی ہیں، دنیا کے وقفہ قیام کو زیادہ تصور نہ کرو، اور جو تمہارے دسترس میں بہترین زاد ہے، اُسے لے کر (اللہ کی طرف پلٹو) کیونکہ تمہارے سامنے ایک دشوار گزار کھائی ہے اور پُر ہول و خوفناک مراحل ہیں کہ جہاں اُترے اور ٹھہرے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تمہیں جاننا چاہئے کہ موت کی ترچھی نظریں تم سے قریب پہنچ چکی ہیں اور گویا تم اُسکے پنجوں میں ہو جو تم میں گڑو دیئے گئے ہیں اور موت کے شدائد و مشکلات تم پر چھا گئے ہیں۔ دنیا سے سارے علائق قطع کرلو، اور زادِ تقویٰ سے اپنے کو تقویت پہنچاؤ۔

(وَقَدْ مَضٰى شَيْءٌ مِّنْ هٰذَا الْكَلَامِ فِيْمَا تَقَدَّمَ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ)

(سید رضی کہتے ہیں کہ اس خطبہ کا کچھ حصہ پہلے بھی گزر چکا ہے لیکن اس روایت کے الفاظ پہلی روایت سے کچھ مختلف ہیں)۔



## خطبہ ۲۰۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَلَّمَ بِهٖ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ بَعْدَ بَيْعَتِهٖ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ عَتَبَا عَلَيْهِ مِنْ تَرْكِ مَشْوَرَتِهِمَا وَالْاِسْتِعَانَةِ فِي الْاُمُوْرِ بِهِمَا۔ لَقَدْ نَقَمْتُمَا يَسِيْرًا وَاَرْجَاْتُمَا كَثِيْرًا۔ اَلَا تُخْبِرَانِيْ اَيُّ شَيْءٍ لَّكُمَا فِيْهِ حَقٌّ دَفَعْتُكُمَا عَنْهُ، وَاَيُّ قَسْمٍ اسْتَاْثَرْتُ عَلَيْكُمَا بِهٖ، اَمْ اَيُّ حَقٍّ رَفَعَهٗ اِلَيَّ اَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ضَعُفْتُ عَنْهُ اَمْ جَهِلْتُهٗ، اَمْ جَهِلْتُهٗ، اَمْ اَخْطَاْتُ بَابَهٗ وَاللّٰهِ مَا كَانَتْ لِيْ فِي الْخِلَافَةِ رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ اِرْبَةٌ۔ وَلٰكِنَّكُمْ دَعَوْتُمُوْنِيْ اِلَيْهَا وَحَمَلْتُمُوْنِيْ عَلَيْهَا فَلَمَّا اَفْضَتْ اِلَيَّ نَظَرْتُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَمَا وَضَعَ لَنَا وَاَمَرَنَا بِالْحُكْمِ بِهٖ فَاتَّبَعْتُهٗ، وَمَا اسْتَنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاقْتَدَيْتُهٗ فَلَمْ اَحْتَجْ فِيْ ذٰلِكَ اِلٰى رَاْيِكُمَا وَلَا رَاْيِ غَيْرِكُمَا، وَلَا وَقَعَ حُكْمٌ جَهِلْتُهٗ فَاَسْتَشِيْرَكُمَا وَاِخْوَانِيَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَلَوْ كَانَ ذٰلِكَ لَمْ اَرْغَبْ عَنْكُمَا وَلَا عَنْ غَيْرِكُمَا۔ وَاَمَّا مَا ذَكَرْتُمَا مِنْ اَمْرِ الْاُسْوَةِ

حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد طلحہ اور زبیر نے آپ سے شکایت کی کہ اُن سے کیوں (اُمور حکومت میں مشورہ نہیں لیا جاتا اور کیوں اُن سے امداد کی خواہش نہیں کی جاتی تو حضرت نے فرمایا)

ذرا سی بات پر تو تمہارے تیور بگڑ گئے ہیں اور بہت سی چیزوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے۔ کیا مجھے بتا سکتے ہو کہ کسی چیز میں تمہارا حق تھا اور میں نے اُسے دبا لیا ہو یا تمہارے حصہ میں کوئی چیز آتی ہو اور میں نے اُس سے دریغ کیا ہو یا کسی مسلمان نے میرے سامنے کوئی دعویٰ پیش کیا ہو اور میں اس کا فیصلہ کرنے سے عاجز رہا اُس کے حکم سے جاہل رہا ہوں، یا صحیح طریق کار سے خطا کی ہو۔ خدا کی قسم! مجھے تو کبھی بھی اپنے لئے خلافت اور حکومت کی حاجت و تمنا نہیں رہی۔ تم ہی لوگوں نے مجھے اس کی طرف دعوت دی اور اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ جب وہ مجھ تک پہنچ گئی تو میں نے اللہ کی کتاب کو نظر میں رکھا اور جو لائحہ عمل اُس نے ہمارے سامنے پیش کیا اور جس طرح فیصلہ کرنے کا اُس نے حکم دیا میں اُسی کے مطابق چلا اور جو سنت پیغمبر قرار پا گئی اُس کی پیروی کی۔ اُس میں نہ تو تم سے کبھی مجھے رائے لینے کی احتیاج ہوئی اور نہ تمہارے علاوہ کسی اور سے، لیکن تم نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے (بیت المال سے) برابر کی تقسیم جاری کی ہے تو یہ میری رائے کا حکم اور میری خواہش نفسانی

فَإِنَّ ذٰلِكَ اَمْرٌ لَمْ اَحْكُمْ اَنَا فِيْهِ بِرَاْيِيْ وَلَا وَلِيْتُهٗ هُوًى مِنِّيْ۔ بَلْ وَجَدْتُ اَنَا وَاَنْتُمَا مَاجَآءَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْفُرِغَ مِنْهُ، فَلَمْ اَحْتَجْ اِلَيْكُمَا فِيْمَا فَرَغَ اللّٰهُ مِنْ قَسْمِهٖ وَاَمْضٰى فِيْهِ حُكْمَهٗ۔ فَلَيْسَ لَكُمَا وَاللّٰهِ عِنْدِيْ وَلَا لِغَيْرِكُمَا فِيْ هٰذَا عُتْبٰى: اَخَذَ اللّٰهُ بِقُلُوْبِنَا وَقُلُوْبِكُمْ اِلَى الْحَقِّ، وَاَلْهَمَنَا وَاِيَّاكُمُ الصَّبْرَ۔ (ثُمَّ قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ) رَحِمَ اللّٰهُ امْرَأً رَاٰى حَقًّا فَاَعَانَ عَلَيْهِ۔ اَوْ رَاٰى جَوْرًا فَرَدَّهٗ وَكَانَ عَوْنًا بِالْحَقِّ عَلٰى صَاحِبِهٖ۔

کا فیصلہ نہیں، بلکہ یہ وہی طے شدہ چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے وہ میرے بھی سامنے ہے اور تمہارے بھی پیش نظر ہے، تو جس چیز کی اللہ نے حد بندی کر دی ہے اور اُس کا قطعی حکم دے دیا اُس میں تم سے رائے لینے کی مجھے احتیاج نہیں۔ خدا کی قسم تمہیں اور تمہارے علاوہ کسی کو بھی اس معاملہ میں شکایت کرنے کا حق نہیں۔ خدا ہمارے اور تمہارے دلوں کو حق پر ٹھہرائے اور ہمیں اور تمہیں صبر عطا کرے۔

(پھر آپ نے ارشاد فرمایا) خدا اس شخص پر رحم کرے جو حق کو دیکھے تو اُس کی مدد کرے، باطل کو دیکھے تو اُسے ٹھکرا دے، اور صاحب حق کا حق کے ساتھ معین ہو۔

## خطبہ ۲۰۴

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَقَدْ سَمِعَ قَوْمًا مِنْ اَصْحَابِهٖ يَسُبُّوْنَ اَهْلَ الشَّامِ اَيَّامَ حَرْبِهِمْ بِصِفِّيْنَ۔

اِنِّيْ اَكْرَهُ لَكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا سَبَّابِيْنَ وَلٰكِنَّكُمْ لَوْ وَصَفْتُمْ اَعْمَالَهُمْ وَذَكَرْتُمْ حَالَهُمْ كَانَ اَصْوَبَ فِي الْقَوْلِ وَاَبْلَغَ فِي الْعُذْرِ، وَقُلْتُمْ مَكَانَ سَبِّكُمْ اِيَّاهُمْ: اَللّٰهُمَّ احْقِنْ دِمَآءَنَا وَدِمَآءَهُمْ، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَبَيْنِهِمْ، وَاهْدِهِمْ مِنْ ضَلَالَتِهِمْ حَتّٰى يَعْرِفَ الْحَقَّ مَنْ جَهِلَهٗ وَيَرْعَوِيَ عَنِ الْغَيِّ وَالْعُدْوَانِ مَنْ لَهِجَ بِهٖ۔

آپ نے جنگ صفین کے موقع پر اپنے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو سنا کہ وہ شامیوں پر سب و شتم کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا۔

میں تمہارے لئے اس چیز کو پسند نہیں کرتا کہ تم گالیاں دینے لگو۔ اگر تم ان کے کرتوت کھولو اور اُن کے صحیح حالات پیش کرو تو یہ ایک ٹھکانے کی بات اور عذر تمام کرنے کا صحیح طریق کار ہوگا۔ تم گالم گلوچ کے بجائے یہ کہو کہ خدایا ہمارا بھی خون محفوظ رکھ اور ان کا بھی، اور ہمارے اور اُن کے درمیان اصلاح کی صورت پیدا کر اور انہیں گمراہی سے ہدایت کی طرف لا تاکہ حق سے بے خبر، حق کو پہچان لیں اور گمراہی و سرکشی کے شیدائی اس سے اپنا رخ موڑ لیں۔



## خطبہ ۲۰۵

وَقَالَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ بَعْضِ اَيَّامِ صِفِّيْنَ وَقَدْ رَاٰى الْحَسَنَ ابْنَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَتَسَرَّعُ اِلَى الْحَرْبِ: اَمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ لَا يَهُدَّنِيْ فَاِنَّنِيْ اَنْفَسُ بِهٰذَيْنِ (يَعْنِي الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) عَلَى الْمَوْتِ لِئَلَّا يَنْقَطِعَ بِهِمَا نَسْلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

قَالَ الرضي ابو الحسن وَقَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَمْلِكُوْا عَنِّيْ هٰذَا الْغُلَامَ مِنْ اَعْلَى الْكَلَامِ وَاَفْصَحِهٖ۔

صفین کے موقع پر جب آپ نے اپنے فرزند حسنؑ کو جنگ کی طرف تیزی سے لپکتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

میری طرف سے اس جوان کو روک لو کہیں (اس کی موت) مجھے خستہ و بے حال نہ کر دے، کیونکہ میں ان دونوں جوانوں (حسن اور حسین علیہما السلام) کو موت کے منہ میں دینے سے بخل کرتا ہوں کہ کہیں اُن کے (مرنے سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل قطع نہ ہو جائے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا ارشاد (املکوا عنی هذا الغلام) میری طرف سے اس جوان کو روک لو بہت بلند اور فصیح جملہ ہے۔

## خطبہ ۲۰۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَهٗ لَمَّا اضْطَرَبَ عَلَيْهِ اَصْحَابُهٗ فِيْ اَمْرِ الْحُكُوْمَةِ:

اَيُّهَا النَّاسُ ! اِنَّهٗ لَمْ يَزَلْ اَمْرِيْ مَعَكُمْ عَلٰى مَا اُحِبُّ حَتّٰى نَهَكَتْكُمُ الْحَرْبُ، وَقَدْ وَاللّٰهِ اَخَذَتْ مِنْكُمْ وَتَرَكَتْ، وَهِيَ لِعَدُوِّكُمْ اَنْهَكُ۔

لَقَدْ كُنْتُ اَمْسِ اَمِيْرًا فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَاْمُوْرًا، وَكُنْتُ اَمْسِ نَاهِيًا فَاَصْبَحْتُ الْيَوْمَ مَنْهِيًّا۔ وَقَدْ اَحْبَبْتُمُ الْبَقَآءَ وَلَيْسَ لِيْ اَنْ اَحْمِلَكُمْ عَلٰى مَا تَكْرَهُوْنَ۔

جب [1] تحکیم کے سلسلہ میں آپ کے اصحاب آپ پر پیچ و تاب کھانے لگے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! جب تک جنگ نے تمہیں بے حال نہیں کر دیا میرے حسب منشا میری بات تم سے بنی رہی۔ خدا کی قسم! اس نے تم میں سے کچھ کو تو اپنی گرفت میں لے لیا اور کچھ کو چھوڑ دیا۔ اور تمہارے دشمنوں کو تو اُس نے بالکل ہی نڈھال کر دیا۔ اگر تم جمے رہتے تو پھر جیت تمہاری تھی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ میں کل تک امر و نہی کا مالک تھا اور آج دوسروں کے امر و نہی پر مجھے چلنا پڑ رہا ہے۔ تم (دنیا کی) زندگانی چاہنے لگے اور یہ چیز میرے بس میں نہ رہی کہ جس چیز (جنگ) سے تم بیزار ہو چکے تھے اس پر تمہیں برقرار رکھتا۔

ا۔ جب شامیوں کی بچی بچائی اور نچی کھچی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے پر آمادہ ہوگئی تو معاویہ نے قرآن کو آلۂ کار بنا کر جنگ کا نقشہ ہی بدل دیا اور عراقیوں میں ایسی پھوٹ ڈلوادی کہ امیر المومنینؑ کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ ایک قدم بھی اٹھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور جنگ کے رکوانے پر بضد ہوگئے۔ جس سے حضرت کو بھی مجبوراً تحکیم پر رضا مند ہونا پڑا۔ اُن لوگوں میں کچھ تو ایسے تھے جو واقعتاً دھوکے میں آ گئے تھے اور یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ حقیقتاً قرآن کی طرف دعوت کی جارہی ہے اور کچھ لوگ وہ تھے جو جنگ کے اس طولانی مدت سے اکتا چکتے تھے اور اب جی چھوڑے بیٹھے تھے۔ چنانچہ انہیں جنگ کے رکوانے کا حیلہ مل گیا، تو انہوں نے التوائے جنگ کا شور مچادیا اور کچھ لوگ وہ تھے جو حضرت کے اقتدار سے متاثر ہو کر ساتھ ہو گئے تھے مگر دل سے اُن کے ہمنوا تھے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ آپ کو فتح و کامرانی حاصل ہو اور کچھ لوگ وہ تھے جن کے توقعات معاویہ سے وابستہ تھے اور اس کارکردگی کے صلہ میں اس سے امیدیں باندھنے لگے تھے اور کچھ پہلے ہی سے اس سے ساز باز کئے ہوئے تھے۔ ان حالات میں اور ایسی فوج کے ساتھ دشمن سے اس حد تک ٹکرا جانا بھی امیر المومنینؑ کے حسن سیاست اور فوجی نظم و نسق کی صلاحیت کا نتیجہ تھا اور اگر معاویہ یہ چال نہ چلتا تو کامیابی میں کوئی شبہ ہی نہ تھا کیونکہ فوج شام کی قوت حرب و ضرب ختم ہو چکی تھی اور شکست اُس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ خلص الاشتر الی معاویة فاخذہ بعنقه ولم یکن بقی من قوة الشام الا کحرکة ذنب الوزعة عند قتلها یضرب یمینا و شمالا (شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۰) مالک اشتر معاویہ تک پہنچ چکے اور اسے گردن سے پکڑ لیا تھا اور شامیوں کا سارا دم خم جاتا رہا تھا بس ان میں ایسی ہی حرکت باقی رہ گئی تھی جیسے چھپکلی کو مار دیا جائے تو اُس کی دم دائیں بائیں اچھلتی رہتی ہے۔

## خطبہ ۲۰۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بِالْبَصْرَةِ وَقَدْ دَخَلَ عَلَى الْعَلَاءِ بْنِ زِيَادٍ الْحَارِثِيِّ وَهُوَ مِنْ اَصْحَابِهٖ يَعُوْدُهٗ فَلَمَّا رَاٰى سَعَةَ دَارِهٖ قَالَ:

بصرہ میں اپنے ایک صحابی علاء ابن زیاد حارثی کے ہاں عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو اس کے گھر کی وسعت کو دیکھ کر فرمایا۔

مَا كُنْتَ تَصْنَعُ بِسَعَةِ هٰذِهِ الدَّارِ فِي الدُّنْيَا۔ اَمَا اَنْتَ اِلَيْهَا فِي الْاٰخِرَةِ كُنْتَ اَحْوَجَ، وَبَلٰى اِنْ شِئْتَ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ تَقْرِيْ فِيْهَا الضَّيْفَ وَتَصِلُ فِيْهَا الرَّحِمَ، وَتُطْلِعُ مِنْهَا الْحُقُوْقَ مَطَالِعَهَا، فَاِذَآ اَنْتَ قَدْ بَلَغْتَ بِهَا الْاٰخِرَةَ، فَقَالَ لَهُ الْعَلَاءُ يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَشْكُوْ اِلَيْكَ اَخِيْ عَاصِمَ بْنَ زِيَادٍ، قَالَ وَمَالَهٗ؟ قَالَ لَبِسَ الْعَبَاءَةَ وَتَخَلّٰى عَنِ الدُّنْيَا۔ قَالَ عَلَيَّ بِهٖ۔ فَلَمَّا جَآءَ قَالَ: يَا عُدَيَّ نَفْسِهٖ لَقَدِ اسْتَهَامَ بِكَ الْخَبِيْثُ، اَمَا رَحِمْتَ اَهْلَكَ وَوَلَدَكَ اَتَرَى اللّٰهَ اَحَلَّ لَكَ الطَّيِّبَاتِ وَهُوَ يَكْرَهُ اَنْ تَاْخُذَهَا؟ اَنْتَ اَهْوَنُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ قَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هٰذَا اَنْتَ فِيْ خُشُوْنَةِ مَلْبَسِكَ وَجُشُوْبَةِ مَاْكَلِكَ۔ قَالَ: وَيْحَكَ اِنِّيْ لَسْتُ كَاَنْتَ، اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلٰى اَئِمَّةِ الْعَدْلِ اَنْ يُّقَدِّرُوْآ اَنْفُسَهُمْ بِضَعَفَةِ النَّاسِ كَيْلَا يَتَبَيَّغَ بِالْفَقِيْرِ فَقْرُهٗ۔

تم دنیا میں اس گھر کی وسعت کو کیا کرو گے؟ درآنحالیکہ آخرت میں تم گھر کی وسعت کے زیادہ محتاج ہو (کہ جہاں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے) ہاں! اگر اس کے ساتھ تم آخرت میں بھی وسیع گھر چاہتے ہو تو اس میں مہمانوں کی مہمان نوازی، قریبیوں سے اچھا برتاؤ اور موقع و محل کے مطابق حقوق کی ادائیگی کرو اگر ایسا کیا تو اس کے ذریعے آخرت کی کامرانیوں کو پالو گے۔ علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنا ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں اُس کیا ہوا؟ علاءؓ نے کہا کہ اُس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہو گیا ہے تو حضرت نے کہا اُسے میرے پاس لاؤ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ! اے اپنی جان کے دشمن شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا؟ اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ، برتو گے تو اُسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے اس نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے تو حضرت نے فرمایا کہ تم پر حیف ہے میں تمہارے مانند نہیں ہوں، خدا نے آئمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنے کو مفلس و نادار لوگوں کی طرح پر رکھیں تا کہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔



تشریح:۔

ا۔ رہبانیت و ترک علائق کو زمانہ قدیم سے طہارت نفس و درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھ جاتا رہا ہے چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بخیال خود اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔ اس طریقہ عبادت کی ابتداء یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آ کر اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لئے سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہو گئے بعد میں اس قہری زہد و انزوا نے اختیاری صورت حاصل کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہش مند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا، چنانچہ صدیوں تک اس پر عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقہ عبادت کو آثار بدھسٹوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں لیکن اسلام کا اعتدال پسندانہ مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے وہ روحانی ترقی کے لئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اُس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جزو قرار دیتا ہے۔ اگر

انسان دنیوی حقوق وفرائض کونظر انداز کردے کہ نہ اہل وعیال کی ذمہ داریوں کومحسوس کرے، نہ کسب معاش کے لئے سعی وکوشش کو برسر کار رکھے اور دوسروں پر سہارا کرکے ہروقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کررہا ہے، اگر اللہ کو یہی چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اُس کی عبادت وپرستش میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو قدرت نے اس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حد وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے کہ اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے ادھر اُدھر ہوا تو اُس کے لئے گمراہی ہی گمراہی ہے اور وہ حد وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظر انداز کرکے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دستبردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا کیا تو اُسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور حدِ اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہئے۔ ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال ہوئی چیزوں کو کھانا برتنا خدا پرستی کے خلاف ہو، بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ جو خاصانِ خدا تھے وہ دنیا میں مل جل کر رہتے سہتے اور دنیا داروں کی طرح کھاتے پیتے تھے۔ انہیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا مسکن بنانے اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔ رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے کہ جو دنیا کی ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کردیتے ہیں اور انسان صحیح معنے میں خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال ومشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا، تو انسان کا ذہن خیالات فاسد کا مرکز بن جاتا ہے اور اطمینان ویکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور کبھی ہوناے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے اسی لئے شریعت نے متاہل کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت دی ہے۔ کیونکہ وہ عبادات واعمال میں ذہنی سکون ویکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامہ تصوف پہن کر زہد وبے تعلقی دنیا اور روحانی عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے وہ اسلام کی عمل راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ تعلیم سے ناآشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خود ساختہ سہاروں پر بھروسا کرکے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں۔ چنانچہ ان کی گمراہی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا اُن کی آواز خدا کی آواز اور اُن کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود وقیود سے اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس الحاد وبے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے صوفی کہے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے ابو ہاشم کوفی وشامی نے یہ لقب اختیار کیا کہ جو اموی النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اسے اس لقب سے پکارے جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے زہد وتقویٰ کی نمائش کے لئے صوف کا لباس پہن رکھا تھا۔ بعد میں اس لقب نے عمومیت حاصل کرلی اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔ چنانچہ ایک توجیہہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں ص، و، ف، صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے اور واؤ سے مراد ود، وداد اور وفا ہے اور فا سے مراد فرد، فقر اور فنا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صفہ سے موخوذ



ہے اور صفہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور غربت وبیچارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلہ کے جد اعلیٰ کا نام صوفہ تھا اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلہ کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہے جاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے۔ لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں۔

## (۱) وحدتیہ

یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے یہاں تک کہ ہر نجس وناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اُس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں، بلکہ اُن کا وجود بعینہٖ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

## (۲) اتحادیہ

اس فرقہ کا خیال ہے کہ وہ اللہ سے، اور اللہ اُس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اُس کی صورت وخاصیت پیدا کر چکا ہے۔

## (۳) حلولیہ

اُس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔

## (۴) واصلیہ

یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے، اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ احکام شرع، تکمیل نفس وتہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اُسے تکمیل وتہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہٰذا واصلین کے لئے عبادات واعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ اذا حصلت الحقیقۃ بطلت الشریعۃ (جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بیکار ہو جاتی ہے لہٰذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔

## (۵) زراقیہ

یہ فرقہ نغمہ وسرور کی دھنوں اور حال وقال کی سرمستیوں کو سرمایۂ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی ودریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑہت کرامتیں سنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

## (۶) عشاقیہ

اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ المجازۃ قنطرۃ الحقیقۃ عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہٰذا عشق الٰہی کہ منزل تک پہنچنے کے لئے

ضروری ہے کہ کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و روح کی پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے مگر عشق حقیقی کی منزل سے اُسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

عشق مجاز چوں بہ حقیقت نظر کنی دیواست ودیو رانہ بود پائے رہبری

(۷) تلقیہ

اس فرقے کے نزدیک علوم دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی، ستر برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرّف روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آئمہ اطہارؑ کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیر المومنینؑ نے عاصم ابن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اسے اس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔

## خطبہ ۲۰۸

(وَ مِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَقَدْ سَأَلَهٗ سَائِلٌ عَنْ اَحَادِيْثِ الْبِدَعِ وَعَمَّا فِيْ اَيْدِي النَّاسِ مِنِ اخْتِلَافِ الْخَبَرِ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔
اِنَّ فِيْ اَيْدِي النَّاسِ حَقًّا وَ بَاطِلًا، وَصِدْقًا وَكَذِبًا، وَنَاسِخًا وَمَنْسُوْخًا وَعَامًّا وَخَاصًّا۔ وَمُحْكَمًا وَ مُتَشَابِهًا۔ وَحِفْظًا وَوَهَمًا۔ وَلَقَدْ كُذِبَ عَلٰى عَهْدِهٖ حَتّٰى قَامَ خَطِيْبًا فَقَالَ: "مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" وَاِنَّمَا اَتَاكَ بِالْحَدِيْثِ اَرْبَعَةُ رِجَالٍ لَيْسَ لَهُمْ خَامِسٌ: رَجُلٌ مُنَافِقٌ مُظْهِرٌ لِلْاِيْمَانِ، مُتَصَنِّعٌ بِالْاِسْلَامِ لَا

ایک شخص[1] نے آپ سے من گھڑت اور متعارض حدیثوں کے متعلق دریافت کیا جو (عام طور سے) لوگوں کے ہاتھوں میں پائی جاتی ہیں تو آپؑ[2] نے فرمایا کہ:

لوگوں کے ہاتھوں میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ ناسخ اور منسوخ، عام اور خاص، واضح اور مبہم، صحیح اور غلط سب ہی کچھ ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں آپ پر بہتان لگائے گئے یہاں تک کہ آپ کو کھڑے ہو کر خطبہ میں کہنا پڑا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر بہتان باندھے گا تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔ تمہارے پاس چار طرح کے لوگ حدیث لانے والے ہیں کہ جن کا پانچواں نہیں۔ ایک تو وہ جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ وہ ایمان کی نمائش کرتا ہے اور مسلمانوں کو سی وضع قطع بنا لیتا ہے۔ نہ گناہ کرنے سی گھبراتا ہے اور نہ کسی افتاد میں پڑنے سے جھجکتا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہے، اگر لوگوں کو پتہ چل جاتا



يَتَأَثَّمُ وَلَا يَتَحَرَّجُ، يَكْذِبُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مُتَعَمِّدًا، فَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهٗ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوْا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوْا قَوْلَهٗ۔ وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوْا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَاٰهُ وَسَمِعَ مِنْهُ وَلَقِفَ عَنْهُ فَيَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِهٖ، وَقَدْ اَخْبَرَكَ اللّٰهُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ بِمَا اَخْبَرَكَ، وَوَصَفَهُمْ بِمَا وَصَفَهُمْ بِهٖ لَكَ، ثُمَّ بَقُوْا بَعْدَهٗ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ السَّلَامُ فَتَقَرَّبُوْا اِلٰى اَئِمَّةِ الضَّلَالَةِ وَالدُّعَاةِ اِلَى النَّارِ بِالزُّوْرِ وَالْبُهْتَانِ، فَوَلَّوْهُمُ الْاَعْمَالَ وَجَعَلُوْهُمْ حُكَّامًا عَلٰى رِقَابِ النَّاسِ، وَاَكَلُوْا بِهِمُ الدُّنْيَا۔ وَاِنَّمَا النَّاسُ مَعَ الْمُلُوْكِ وَالدُّنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ فَهُوَ اَحَدُ الْاَرْبَعَةِ۔
وَرَجُلٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ شَيْئًا لَمْ يَحْفَظْهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَوَهِمَ فِيْهِ وَلَمْ يَتَعَمَّدْ كَذِبًا فَهُوَ فِيْ يَدَيْهِ وَيَرْوِيْهِ وَيَعْمَلُ بِهٖ وَيَقُوْلُ اَنَا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَلَوْ عَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اَنَّهٗ وَهِمَ فِيْهِ لَمْ يَقْبَلُوْا مِنْهُ، وَلَوْ عَلِمَ هُوَ اَنَّهٗ كَذٰلِكَ لَرَفَضَهٗ۔
وَرَجُلٌ ثَالِثٌ سَمِعَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ شَيْئًا يَاْمُرُ بِهٖ ثُمَّ نَهٰى عَنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، اَوْ سَمِعَهٗ يَنْهٰى

ہے کہ یہ منافق اور جھوٹا ہے تو اس سے نہ کوئی حدیث قبول کرتے اور نہ اُس کی بات کی تصدیق کرتے۔ لیکن وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے۔ اُس نے آنحضرت کو دیکھا بھی ہے اور اُن سے حدیثیں بھی سنی ہیں اور آپ سے تحصیل علم بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ (بے سوچے سمجھے) اُس کی بات کو قبول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے تمہیں منافقوں کے متعلق خبر دے رکھی ہے اور ان کے رنگ ڈھنگ سے بھی تمہیں آگاہ کر دیا ہے۔ پھر وہ رسولؐ کے بعد بھی باقی و برقرار رہے اور کِذب و بہتان کے ذریعہ گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر و رسوخ پیدا کیا۔ چنانچہ انہوں نے اُن کو (اچھے اچھے) عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیا اور اُن کے ذریعے سے اچھی طرح دنیا کو حلق میں اُتارا اور لوگوں کا تو یہ قاعدہ ہے ہی کہ وہ بادشاہوں اور دنیا (والوں) کا ساتھ دیا کرتے ہیں۔ مگر سوا اُن (محدودے چند افراد کے) کہ جنہیں اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

چار میں سے ایک تو یہ ہوا اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے (تھوڑا بہت) رسول اللہ سے سنا لیکن جوں کا توں اُسے یاد نہ رکھ سکا اور اس میں اُسے سہو ہو گیا۔ یہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتا یہی کچھ اُس کے دسترس میں ہے اُسے ہی دوسروں سے بیان کرتا ہے اور اسی پر خود بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور کہتا بھی یہی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اگر مسلمانوں کو یہ خبر ہو جاتی کہ اُس کی یادداشت میں بھول چوک ہو گئی ہے تو وہ اُس کی بات کو نہ مانتے اور اگر خود بھی اسے اس کا علم ہو جاتا تو اسے چھوڑ دیتا۔ تیسرا شخص وہ ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے سنا کہ آپ نے

عَنْ شَيْءٍ ثُمَّ اَمَرَبِهٖ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ وَلَمْ يَحْفَظِ النَّاسِخَ فَلَوْعَلِمَ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضَهٗ وَلَوْعَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ اِذْ سَمِعُوْهُ مِنْهُ اَنَّهٗ مَنْسُوْخٌ لَرَفَضُوْهُ۔

ایک چیز کے بجالانے کا حکم دیا ہے پھر پیغمبر نے تو اس سے روک دیا لیکن یہ اسے معلوم نہ ہوسکا یا یوں کہ اُس نے پیغمبر کو ایک چیز سے منع کرتے ہوئے سنا پھر آپ نے اس کی اجازت دے دی لیکن اس کے علم میں یہ چیز نہ آسکی اس نے (قول) منسوخ کو یاد رکھا اور (حدیث) ناسخ کو محفوظ نہ رکھ سکا۔ اگر اُسے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ ہے تو وہ اُسے چھوڑ دیتا اور مسلمانوں کو بھی اگر اس کے منسوخ ہو جانے کی خبر ہوتی تو وہ بھی اسے نظر انداز کر دیتے۔

وَاٰخَرُ رَابِعٌ لَمْ يَكْذِبْ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ، مُبْغِضٌ لِلْكَذِبِ خَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ وَتَعْظِيْمًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَهِمْ بَلْ حَفِظَ مَا سَمِعَ عَلٰى وَجْهِهٖ فَجَآءَ بِهٖ عَلٰى مَاسَمِعَهٗ لَمْ يَزِدْ فِيْهِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ، فَحَفِظَ، فَحَفِظَ النَّاسِخَ فَعَمِلَ بِهٖ، وَحَفِظَ الْمَنْسُوْخَ فَجَنَّبَ عَنْهُ وَعَرَفَ الْخَاصَّ وَالْعَامَّ فَوَضَعَ كُلَّ شَيْءٍ مَوْضِعَهٗ وَعَرَفَ الْمُتَشَابِهَ وَمُحْكَمَهٗ۔ وَقَدْ كَانَ يَكُوْنُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الْكَلَامُ لَهٗ وَجْهَانِ فَكَلَامٌ خَاصٌّ وَكَلَامٌ عَامٌّ، فَيَسْمَعُهٗ مَنْ لَا يَعْرِفُ مَا عَنَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِهٖ وَلَا مَا عَنٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، فَيَحْمِلُهُ السَّامِعُ وَيُوَجِّهُهٗ عَلٰى غَيْرِ مَعْرِفَةٍ بِمَعْنَاهُ وَمَا قُصِدَبِهٖ وَمَا خَرَجَ مِنْ اَجْلِهٖ۔ وَلَيْسَ كُلُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ يَسْأَلُهٗ، وَيَسْتَفْهِمُهٗ حَتّٰى اَنْ كَانُوْا

اور چوتھا شخص وہ ہے جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر جھوٹ نہیں باندھتا۔ وہ خوف خدا اور عظمت رسول کے پیش نظر کذب سے نفرت کرتا ہے۔ اس کی یادداشت میں غلطی واقع نہیں ہوتی بلکہ جس طرح سنا اسی طرح اُسے یاد رکھا اور اُسی طرح اُسے بیان کیا۔ نہ اُس میں کچھ بڑھایا نہ اس میں سے کچھ گھٹایا۔ حدیث ناسخ کو یاد رکھا، تو اس پر عمل بھی کیا، حدیث منسوخ کو بھی اپنی نظر میں رکھا اور اس سے اجتناب برتا، وہ اس حدیث کو بھی جانتا تھا جس کا دائرہ محدود، اور اُسے بھی ہمہ گیر اور سب کو شامل ہے اور ہر حدیث کو اس کے محل و مقام پر رکھتا ہے اور یوں ہی واضح اور مبہم حدیثوں کو پہچانتا ہے۔

کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام دو رخ لئے ہوتا تھا

کچھ کلام وہ جو کسی وقت یا افراد سے مخصوص ہوتا تھا

اور کچھ وہ جو تمام اوقات اور تمام افراد کو شامل ہوتا تھا اور ایسے افراد بھی سن لیا کرتے تھے کہ جو سمجھ ہی نہ سکتے تھے کہ اللہ نے اس سے کیا مراد لیا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس سے مقصد کیا ہے۔ تو یہ سننے والے اسے سن تو لیتے تھے، اور کچھ اس کا مفہوم بھی قرار دے لیتے تھے مگر اس کے حقیقی معنی اور مقصد اور وجہ سے ناواقف ہوتے تھے اور نہ اصحاب پیغمبر میں سب ایسے



لَيُحِبُّوْنَ اَنْ يَجِيْءَ الْاَعْرَابِيُّ وَالطَّارِئُ يَسْمَعُوْا۔ وَكَانَ لَا يُمُرُّبِيْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْءٌ اِلَّا سَأَلْتُ عَنْهُ وَحَفِظْتُهٗ۔ فَهٰذِهٖ وُجُوْهُ مَا عَلَيْهِ النَّاسُ فِيْ اخْتِلَافِهِمْ وَعِلَلِهِمْ فِيْ رِوَايَاتِهِمْ۔

تھے کہ جنہیں آپ سے سوال کرنے کی ہمت ہو، بلکہ وہ تو یہ چاہا کرتے تھے کہ کوئی صحرائی بدو یا پردیسی آجائے اور وہ کچھ پوچھے تو یہ بھی سن لیں مگر میرے سامنے سے کوئی چیز نہ گزرتی تھی۔ مگر یہ کہ میں اس کے متعلق پوچھتا تھا اور پھر اُسے یاد رکھتا تھا۔ یہ ہیں لوگوں کے احادیث و روایات میں اختلاف کے وجوہ و اسباب۔

۱؎ یہ سلیم ابن قیس ہلالی تھے جو امیر المومنین علیہ السلام کے رواۃ حدیث میں سے ہیں۔

۲؎ امیر المومنین علیہ السلام نے اس خطبہ میں رواۃ حدیث کو چار قسموں میں منحصر کیا ہے۔

پہلی قسم یہ ہے کہ راوی خود سے کسی روایت کو وضع کر کے پیغمبر کی طرف منسوب کر دے۔ چنانچہ ایسی روائتیں گڑھ کر آپ کے سر منڈھ دی جاتی تھیں اور یونہی یہ سلسلہ جاری رہا اور نت نئی روائتیں معرض وجود میں آتی رہیں یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی بنیاد علم و بصیرت پر نہیں بلکہ سخن پروری و مناظرانہ ضرورت پر ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ علم الہدیٰ سید مرتضیٰ کو علمائے اہل سنت سے مناظرہ کا اتفاق ہوا تو سید مرتضیٰ نے تاریخی حقائق سے ثابت کیا کہ اکابر اصحاب کے فضائل میں جو روائتیں نقل کی جاتی ہیں وہ خود ساختہ اور جعلی ہیں اس پر ان علماء نے کہا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اللہؐ پر افتراء باندھنے کی جرأت کرے اور اپنی طرف سے کوئی روایت گڑھ کر ان کی طرف منسوب کر دے۔ سید مرتضیٰ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ کی حدیث ہے کہ

ستكثر علی الكذابة بعد موتی فمن كذب عَلَّی مُتعمّدًا فليتبوء مقعده من النّار

میرے بعد مجھ پر کثرت سے جھوٹ باندھا جائے گا۔ دیکھو! جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تو اگر اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہو تو تسلیم کرو کہ پیغمبر پر جھوٹ باندھا گیا اور اگر غلط سمجھتے ہو تو اس کا غلط ہونا خود ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے۔ بہر صورت یہ وہ لوگ تھے جن کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا تھا اور دین میں فتنہ و انتشار پیدا کرنے اور کمزور عقیدہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے گڑھت روایتیں بناتے تھے اور جس طرح پیغمبرؐ کے زمانہ میں مسلمانوں سے گھلے ملے رہتے تھے اس طرح ان کے بعد بھی ان میں گھلے ملے رہے اور جس طرح اس وقت فساد و تخریب میں لگے رہتے تھے اسی طرح ان کے بعد بھی اسلام کے تعلیمات کو بگاڑنے اور اس کے نقوش کو مسخ کرنے کی فکر سے غافل نہ تھے بلکہ پیغمبر کے زمانہ میں تو ڈرے سہمے رہتے تھے کہ کہیں پیغمبر انہیں بے نقاب کر کے رسوا نہ کر دیں مگر آنحضرتؐ کے بعد اُن کی منافقانہ سرگرمیاں بڑھ گئیں اور بے جھجک اپنے ذاتی مفاد و اغراض کے لئے پیغمبرؐ پر افتراء باندھ دیتے تھے اور سننے والے انہیں صحابی رسولؐ سمجھ کر اعتبار و اعتماد کر لیتے تھے کہ بس جو کہہ دیا ہے وہ صحیح ہے اور جو فرما دیا ہے وہ درست ہے اور بعد میں بھی الصحابۃ کلھم عدول (صحابہ سب کے سب عادل ہیں) کے عقیدہ نے زبانوں پر پہرہ بٹھا دیا کہ جس کی وجہ سے

نقد ونظر اور جرح وتعدیل سے انہیں بلند وبالا سمجھ لیا گیا اور پھران کے کارہائے نمایاں نے انہیں بارگاہ حکومت میں بھی مقرب بنا رکھا تھا جس کی وجہ سے ان کے خلاف زبان کھولنے کے لئے جرأت وہمت کی ضرورت تھی، چنانچہ امیر المومنینؑ کا یہ قول شاہد ہے۔

فتقربوا الی ائمة الضلالة والدعاة الَی النّار بالزور والبهتان فولوهم الاعمال وجعلوهم حکامًا علٰے رقاب النّاس۔

ان لوگوں نے کذب و بہتان کے ذریعے گمراہی کے پیشواؤں اور جہنم کا بلاوا دینے والوں کے یہاں اثر ورسوخ پیدا کیا چنانچہ انہوں نے ان کو اچھے اچھے عہدوں پر لگایا اور حاکم بنا کر لوگوں کی گردنوں پر مسلّط کر دیا۔

منافقین کا مقصد اسلام کی تخریب کے ساتھ دنیا کو حاصل کرنا بھی تھا اور وہ انہیں مدعی اسلام بنے رہنے کی وجہ سے پوری فراوانی سے حاصل ہو رہی تھی جس کی وجہ سے وہ اسلام کی نقاب اُتار کر اپنے اصلی خط وخال میں سامنے آنا نہیں چاہتے تھے اور اسلام ہی کے پردے میں اپنے شیطانی اطوار کو جاری رکھتے تھے اور اس کی بنیادی تخریب کے لئے روایات وضع کر کے انتشار وافتراق پھیلانے میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔

لما ترکوا ترکوا وحیث سکت عنهم سکتوا عن الاسلام واهله الافی دسیسة خفیة یعملونها نحو الکذب الذی اشار الیه امیر المومنین علیه السلام فانه خالط الحدیث کذب کثیر صدر عن قوم غیر صحیحی العقیدة قصدوا به الاضلال و تخبیت القلوب والعقائد وقصد به بعضهم التنویه بذکر قوم کان لهم فی التنویه بذکرهم غرض دنیوی۔

جب انہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو انہوں نے بھی بہت سی باتوں کو چھوڑ دیا اور جب اُن سے خاموشی اختیار کر لی گئی تو انہوں نے بھی اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں چپ سادھ لی مگر در پردہ فریب کاریاں عمل میں لاتے رہتے تھے۔ جیسے کذب تراشی کہ جس کی طرف امیر المومنین علیہ السلام نے اشارہ کیا ہے کیونکہ حدیث میں جھوٹ کی بہت زیادہ آمیزش کر دی گئی تھی اور یہ فاسد عقیدہ رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی چنانچہ وہ اس کے ذریعہ سے گمراہی پھیلاتے دلوں میں خدشے اور عقائد میں خرابیاں پیدا کرتے تھے اور بعض کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ ایک جماعت کو بلند کریں کہ جس سے اُن کی دنیوی اغراض وابستہ ہوتی تھی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۴)

اس دور کے گزرنے کے بعد جب معاویہ دین کی راہنمائی اور ملک کی قیادت کا ذمہ دار بن کر تخت فرمانروائی پر متمکن ہوا تو اُس نے جعلی روائتیں گڑھنے کا باقاعدہ ایک محکمہ کھول دیا اور اپنے کارندوں کو اس پر مامور کیا کہ وہ اہل بیت اطہار کی تنقیص اور عثمان اور بنی امیہ کے فضائل میں حدیثیں گڑھ کر نشر کریں اور اس کے لئے انعامات اور جاگیریں مقرر کیں جن کے نتیجہ میں کثیر التعداد کو ساختہ فضائل کی روائتیں کتب احادیث میں پھیل گئیں۔ چنانچہ ابو الحسن مدائنی نے کتاب الاحداث میں تحریر کیا



ہے اور ابن ابی الحدید نے اپنی شرح میں اسے درج کیا ہے۔

وکتب الیهم ان نظروا امن قبلکم من شیعة عثمان ومحبیه واهل ولایته والذین یروون فضائله ومناقبه فادنوا مجالسهم وقربوهم واکرموهم واکتبوالی بکل مایروی کل رجل منهم واسمه واسم ابیه وعشیرته ففعلوا ذٰلك حتّٰی اکثروانی فضائل عثمان ومناقبه لما کان یبعثه الیهم معاویة من الصّلات والکسآء والحبآء القطائع۔

معاویہ نے اپنے عُمّالِ حکومت کو تحریر کیا جو تمہارے یہاں عثمان کے طرفدار ہو، یا ور دوستدار ہوں ان پر نظر توجہ رکھو اور ان لوگوں کو جو اُن کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہیں انہیں اپنا دربار نشین اور مقرب قرار دو اور ان کا احترام کرو. اور ان میں سے جو شخص جو روایت کرے وہ مجھے لکھو اور اُس کے اور اُس کے باپ اور اس کے قوم، قبیلے کے نام سے مجھے آگاہ کرو۔ چنانچہ اُن لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ عثمان کے مناقب وفضائل کے انبار لگا دیئے کیونکہ امیر معاویہ ایسے لوگوں کو جائزے خلعتیں عطیے اور جاگیریں دیتا تھا۔

جب حضرت عثمان کے فضائل میں خود ساختہ روائتیں چار دانگ عالم میں پھیل گئیں تو اس خیال سے کہ پہلے خلفاء کا پلّہ سبک نہ رہ جائے اُس نے اپنے اعمال کو تحریر کیا۔

فاذا جاء کم کتابی هٰذا فادعوا الناس الی الروایة فی فضائل الصحابة والخلفاء الاولین ولا تترکوا اخبرا یوویه احد من المسلمین فی ابی تراب الاواتونی بمناقض له فی الصحابة مفتعلة فان هٰذا احب الی واقرلعینی وادحص لحجة ابی تراب و شیعة واشد الیهم من مناقب عثمان و فضله فقرئت کتبه علے الناس فرویت اخبار کثیرة فی مناقب الصحابة مفتعلة لا حقیقة لها۔

جب تمہیں میرا یہ فرمان ملے تو لوگوں کو اس امر کی دعوت دو کہ وہ صحابہ اور پہلے خلفاء کے فضائل میں بھی حدیثیں روایت کریں اور دیکھو مسلمانوں سے جو شخص بھی ابوتراب کے بارے میں کوئی حدیث بیان کرے تو اسے توڑنے کے لئے صحابہ کے لئے بھی ویسی ہی حدیثیں گڑھ کر بیان کر۔ کیونکہ یہ چیز مجھے بہت پسند اور میرے لئے خنکی چشم کا باعث ہے اور یہ چیز ابوتراب اور اس کے شیعوں کی حجت کو کمزور کرنے والی اور عثمان کے فضائل ومناقب سے بھی زیادہ گراں گزرنے والی ہے۔ چنانچہ اس کے خطوط لوگوں کو پڑھ کر سنائے گئے جس کے نتیجہ میں صحابہ کے فضائل میں ایسی روائتیں گڑھنا شروع ہو گئیں کہ جن کی کوئی اصل و حقیقت نہ ہوتی تھی۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۱۶)

اس سلسلہ میں اب عرفہ معروف بہ نفطویہ نے کہ جو اکابر علماء ومحدثین میں سے تھے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے اور ابن ابی الحدید

نے اسے اپنی شرح میں درج کیا ہے کہ۔

ان اکثر الاحادیث الموضوعة فی فضائل الصحابة افتعلت فی ایّام بنی امیّة تقربا الیهم بما یظنون انهم یرغمون به انوف بنی هاشم۔

صحابہ کے فضائل میں اکثر موضوع حدیث بنی امیہ کے دور میں گڑھی گئیں تا کہ ان کی بارگاہ میں رسوخ حاصل کیا جائے کیونکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ اس ذریعہ سے بنی ہاشم کو ذلیل و پست کر سکیں گے۔

(شرح ابن ابی الحدید ج۳ ص ۱۶)

وضع روایات کی عادت تو پڑ ہی چکی تھی اب دنیا پرستوں نے سلاطین و امراء کا تقرب حاصل کرنے اور مال دنیا سمیٹنے کے لئے اُسے ایک ذریعہ بنالیا۔ جیسا کہ غیاث ابن ابراہیم نے مہدی ابن منصور کو خوش کرنے اور اس سے تقرب حاصل کرنے کے لئے کبوتروں کی پرواز میں ایک روایت گڑھ کر سنادی اور ابوسعید مدائنی وغیرہ نے اسے ذریعہ معاش بنالیا، اور حد یہ ہے کہ کرامیہ اور بعض متصوفہ نے معصیت سے روکنے اور اطاعت کی طرف راغب کرنے کے لئے وضع حدیث کے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب کے سلسلہ میں بے کھٹکے روایتیں وضع کی جاتی تھیں اور اسے شریعت و دیانت کے خلاف نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ عموماً یہ کام وہی انجام دیتے تھے کہ جو بظاہر زہد و تقویٰ اور صلاح و رشد سے آراستہ ہوتے تھے اور جن کی راتیں مصلوں پر اور دن جھوٹی روایتوں سے دفتر سیاہ کرنے میں گزرتے تھے۔ چنانچہ ان جعلی روایتوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ امام بخاری نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے دو ہزار چھ سو اکسٹھ حدیثیں منتخب کیں۔ مسلم نے آٹھ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار حدیثیں قابل انتخاب سمجھیں۔ ابوداؤد نے پانچ لاکھ حدیثوں میں سے چار ہزار آٹھ سو حدیثیں انتخاب کیں۔ احمد ابن حنبل نے سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں میں سے تیس ہزار منتخب کیں۔ مگر جب اس انتخاب کو دیکھا جاتا ہے تو ایسی حدیثیں سامنے آتی ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی پیغمبر اکرمؐ کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتیں، چنانچہ آج مسلمانوں میں ایک معتد بہ طبقہ ایسا پیدا ہو چکا ہے جو کہ ان مسانید و صحاح پر نظر کرنے کے سرے سے حدیث کی حجیت ہی سے انکار کر چکا ہے۔

دوسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جو موقع و محل کو سمجھے بغیر جو الٹا سیدھا انہیں یاد رہ جاتا تھا وہ روایت کر دیتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری باب البکاء علی المیت میں ہے کہ جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو صہیب روتے ہوئے ان کے ہاں آئے تو حضرت عمر نے کہا کہ

اتبکی علیّ وقد قال رسول الله ان المیت یعذب ببکاء اهله۔

اے صہیب تم مجھ پر روتے ہو، حالانکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے۔

جب حضرت عمر کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ سے اس کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا کہ خدا عمر پر رحم کرے۔ رسول اللہؐ نے تو ایسا نہیں فرمایا تھا کہ گھر والوں کے رونے سے مومن کی میت پر عذاب ہوتا ہے۔ البتہ یہ فرمایا تھا کہ کافر کی میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اُم المومنین نے فرمایا کہ قرآن میں تو یہ کہ لَا تزر وازرة وزر اخری ایک کا بار دوسرا نہیں اٹھاتا) تو یہاں رونے والوں کا بار میت کیسے اٹھائے گی۔ پھر حضرت عائشہ سے یہ حدیث درج کی ہے کہ جس سے پہلی حدیث کی مزید تشریح ہوتی ہے۔



عن عائشة زوج النّبی قالت انما مر رسول الله علٰی یهودیة یبکی علیها اهلها فقال انهم لیبکون وانها لتعذب فی قبرها۔

زوجہ رسولؐ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ ایک یہودی عورت کی طرف سے ہو کر گزرے کہ جس پر اس کے گھر والے رو رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اس کے گھر والے تو اس پر رو رہے ہیں اور وہ قبر میں مبتلائے عذاب ہے۔

تیسری قسم کے رواۃ وہ ہیں کہ جنہوں نے پیغمبرؐ سے حدیث منسوب کو سنا مگر اس کی ناسخ حدیث کے سننے کا ان کو موقع ہی نہ ملا کہ وہ اُسے بیان کرتے یا اس پر عمل کرتے۔ حدیث ناسخ کی مثال پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ہے کہ جس میں حدیث منسوخ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نهیتکم عن زیارة القُبُوْرِ الا فزوروها (میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم زیارت کر سکتے ہو) اس میں زیارت قبور کی نہی کو اذنِ زیارت قبور سے منسوخ کر دیا ہے تو جن لوگوں نے صرف حدیث منسوخ کو محسن رکھا تھا وہ اسی پر عمل پیرا رہے۔

چوتھی قسم کی رواۃ وہ ہیں کہ جو عدالت سے آراستہ فہم و ذکا کے مالک و حدیث کے مورد و محل سے آگاہ ناسخ و منسوخ خاص و عام، مقید و مطلق سے واقف کذب و افترا سے کنارہ کش ہوتے تھے ان کے حافظہ میں محفوظ رہتا تھا اور اسے صحیح صحیح دوسروں تک پہنچا دیتے تھے، انہی کی بیان کردہ احادیث اسلام کا سرمایہ غل و غش سے پاک اور قابل اعتماد عمل ہیں۔ خصوصاً وہ سرمایہ احادیث جو امیر المومنین علیہ السلام سے امانتدار سینوں میں منتقل ہوتا رہا اور قطع و بُرید اور تحریف و تبدّل سے محفوظ رہنے کی وجہ سے اسلام کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے۔ کاش کہ دنیا علم کے ان سرچشموں سے پیغمبر کے فیوض حاصل کرتی۔ مگر تاریخ کا یہ افسوس ناک باب ہے کہ خوارج و معاندین آلِ محمدؐ سے تو حدیث لی جاتی ہے اور جہاں سلسلہ روایت میں اہل بیتؑ کی کسی فرد کا نام آ جاتا ہے تو قلم رک جاتا ہے۔ چہرے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں اور تیور بدل جاتے ہیں۔

## خطبہ ۲۰۹

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَكَانَ مِنِ اقْتِدَارِ جَبَرُوْتِهٖ وَبَدِيْعِ لَطَائِفِ صَنْعَتِهٖ اَنْ جَعَلَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ الزَّاخِرِ الْمُتَرَاكِمِ الْمُتَقَاصِفِ يَبَسًا جَامِدًا۔ ثُمَّ فَطَرَ مِنْهُ اَطْبَاقًا فَفَتَقَهَا سَبْعَ سَمٰوٰتٍ بَعْدَ ارْتِتَاقِهَا فَاسْتَمْسَكَتْ بِاَمْرِهٖ، وَقَامَتْ عَلٰى حَدِّهٖ۔ وَاَرْسٰى اَرْضًا يَحْمِلُهَا الْاَخْضَرُ

اللہ سبحانہٗ کے زورِ فرمانروائی اور عجیب و غریب صنعت کی لطیف نقش آرائی ایک یہ ہے کہ اُس نے ایک انتہا دریا کے پانی سے جس کی سطحیں تہ بہ تہ اور موجیں تھپیڑے مار رہی تھیں، ایک خشک و بے حرکت زمین کو پیدا کیا پھر یہ کہ اُس نے پانی (کے بخار) کی تہوں پر تہیں چڑھا دیں جو آپس میں ملی ہوئی تھیں اور انہیں الگ الگ کر کے سات آسمان بنائے جو اس کے حکم سے تھمے ہوئے اور اپنے مرکز پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور زمین کو اس طرح قائم کیا کہ اسے ایک نیلگوں گہرا اور (فرمان الٰہی کے

الْمُنْعَجِرُ وَالْقَمْقَامُ الْمُسَخَّرُ، قَدْ ذَلَّ لِأَمْرِهٖ، وَأَذْعَنَ لِهَيْبَتِهٖ، وَوَقَفَ الْجَارِي مِنْهُ لِخَشْيَتِهٖ۔ وَجَبَلَ جَلَامِيدَهَا وَنُشُوزَ مُتُونِهَا وَأَطْوَادِهَا فَأَرْسَاهَا فِي مَرَاسِيهَا۔ وَأَلْزَمَهَا قَرَارَاتِهَا فَمَضَتْ رُؤُوسُهَا فِي الْهَوَآءِ وَرَسَتْ أُصُولُهَا فِي الْمَآءِ۔ فَأَنْهَدَ جِبَالَهَا عَنْ سُهُولِهَا، وَأَسَاخَ قَوَاعِدَهَا فِي مُتُونِ أَقْطَارِهَا وَمَوَاضِعِ أَنْصَابِهَا۔ فَأَشْهَقَ قِلَالَهَا، وَأَطَالَ أَنْشَازَهَا۔ وَجَعَلَهَا لِلْأَرْضِ عِمَادًا، وَأَرَّزَهَا فِيهَا أَوْتَادًا فَسَكَنَتْ عَلٰى حَرَكَتِهَا مِنْ أَنْ تَمِيدَ بِأَهْلِهَا أَوْ تَسِيخَ بِحِمْلِهَا أَوْ تَزُولَ عَنْ مَوَاضِعِهَا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ أَمْسَكَهَا بَعْدَ مَوَجَانِ مِيَاهِهَا، وَأَجْمَدَهَا بَعْدَ رُطُوبَةِ أَكْنَافِهَا فَجَعَلَهَا لِخَلْقِهٖ مِهَادًا، وَبَسَطَهَا لَهُمْ فِرَاشًا فَوْقَ بَحْرٍ لُجِّيٍّ رَاكِدٍ لَا يَجْرِي وَقَائِمٍ لَا يَسْرِي۔ تُكَرْكِرُهُ الرِّيَاحُ الْعَوَاصِفُ۔ وَتَمْخُضُهُ الْغَمَامُ الذَّوَارِفُ (إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى)۔

حدود میں) گھرا ہوا دریا اٹھائے ہوئے ہے جو اس کے حکم کے آگے بے بس اور اُس کی ہیبت کے سامنے سرنگوں ہے اور اُس کے خوف سے اُس کی روانی تھمی ہوئی ہے اور ٹھوس چکنے پتھروں، ٹیلوں اور پہاڑوں کو پیدا کیا اور اُن کو اُن کی جگہوں پر نصب اور اُن کی قرارگاہوں میں قائم کیا۔ چنانچہ اُن کی چوٹیاں فضا کو چیرتی ہوئی نکل گئی ہیں اور بنیادیں پانی میں گڑی ہوئی ہیں۔ اس طرح اُس نے پہاڑوں کو پست اور ہموار زمین سے بلند کیا اور اُن کی بنیادوں کو اُن کے پھیلاؤ اور اُن کے ٹھہراؤ کی جگہوں میں زمین کے اندر اُتار دیا۔ ان کی چوٹیوں کو فلک بوس اور بلندیوں کو آسمان پیما بنادیا اور انہیں زمین کے لئے ستون قرار دیا اور میخوں کی صورت میں انہیں گاڑا، چنانچہ وہ ہچکولے کھانے کے بعد تھم گئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے رہنے والوں کو لے کر جھک پڑے یا اپنے بوجھ کی وجہ سے دھنس جائے یا اپنی جگہ چھوڑ دے۔ پاک ہے وہ ذات کہ جس نے پانی کی طغیانیوں کی بعد زمین کو تھام رکھا اور اس کے اطراف و جوانب کو تر بتر ہونے کے بعد خشک کیا اور اُسے اپنی مخلوقات کے لئے گہوارہ (استراحت) بنایا اور ایک ایسے گہرے دریا کی سطح پر اس کے لئے فرش بچھایا جو تھما ہوا ہے بہتا نہیں اور رکا ہوا ہے جنبش نہیں کرتا جسے تند ہوائیں ادھر سے اُدھر دھکیلتی رہتی ہیں اور برسنے والے بادل اسے متھ کے پانی کھینچتے رہتے ہیں، بے شک ان چیزوں میں سروسامان عبرت ہے اُس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرے۔

## خطبہ ۲۱۰

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ أَيُّمَا عَبْدٍ مِنْ عِبَادِكَ سَمِعَ مَقَالَتَنَا الْعَادِلَةَ غَيْرَ الْجَآئِرَةِ، وَالْمُصْلِحَةَ غَيْرَ الْمُفْسِدَةِ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا فَأَبٰى بَعْدَ سَمْعِهٖ لَهَا إِلَّا النُّكُوصَ عَنْ نُصْرَتِكَ، وَالْإِبْطَآءَ عَنْ إِعْزَازِ دِيْنِكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْهِدُكَ عَلَيْهِ بِأَكْبَرِ الشَّاهِدِيْنَ۔ شَهَادَةً وَنَسْتَشْهِدُ عَلَيْهِ جَمِيْعَ مَنْ أَسْكَنْتَهٗ أَرْضَكَ وَسَمٰوٰتِكَ ثُمَّ أَنْتَ بَعْدَهُ الْمُغْنِي عَنْ نَصْرِهٖ وَالْآخِذُ لَهٗ بِذَنْبِهٖ۔

خدایا تیرے بندوں میں سے جو بندہ ہماری ان باتوں کو سنے کہ جو عدل کے تقاضوں سے ہمنوا، اور ظلم و جور سے الگ ہیں جو دین و دنیا کی اصلاح کرنے والی اور شر انگیزی سے دور ہیں اور سننے کے بعد پھر بھی انہیں ماننے سے انکار کردے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ تیری نصرت سے منہ موڑنے والا، اور تیرے دین کو ترقی دینے سے کوتاہی کرنے والا ہے۔ اے گواہوں میں سب سے بڑے گواہ! ہم تجھے اور اُن سب کو جنہیں تو نے آسمانوں اور زمینوں میں بسایا ہے اُس شخص کے خلاف گواہ کرتے ہیں پھر اس کے بعد تو ہی اس نصرت و امداد سے بے نیاز کرنیوالا اور اسکے گناہ کا اس سے مواخذہ کرنیوالا ہے۔

## خطبہ ۲۱۱

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ عَنْ شَبَهِ الْمَخْلُوْقِيْنَ الْغَالِبِ لِمَقَالِ الْوَاصِفِيْنَ۔ الظَّاهِرِ بِعَجَائِبِ تَدْبِيْرِهٖ لِلنَّاظِرِيْنَ الْبَاطِنِ بِجَلَالِ عِزَّتِهٖ عَنْ فِكْرِ الْمُتَوَهِّمِيْنَ۔ اَلْعَالِمِ بِلَا اكْتِسَابٍ وَلَا ازْدِيَادٍ وَلَا عِلْمٍ مُسْتَفَادٍ، اَلْمُقَدِّرِ لِجَمِيْعِ الْأُمُوْرِ بِلَا رَوِيَّةٍ وَلَا ضَمِيْرٍ۔ الَّذِيْ لَا تَغْشَاهُ الظُّلَمُ وَلَا يَسْتَضِيْءُ بِالْأَنْوَارِ، وَلَا يَرْهَقُهٗ لَيْلٌ وَلَا يَجْرِيْ عَلَيْهِ نَهَارٌ۔ لَيْسَ إِدْرَاكُهٗ بِالْإِبْصَارِ وَلَا عِلْمُهٗ بِالْإِخْبَارِ۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جو مخلوقات کی مشابہت سے بلند تر، توصیف کرنے والوں کے تعریفی کلمات سے بالاتر، اپنے عجیب و غریب نظم و نسق کی بدولت دیکھنے والوں کے سامنے آشکارا اور اپنے جلال عظمت کی وجہ سے وہم و گمان دوڑانے والوں کے فکر و اوہام سے پوشیدہ ہے وہ عالم ہے بغیر اس کے کہ کسی سے کچھ دیکھے یا علم میں اضافہ اور کہیں سے استفادہ کرے اور بغیر فکر و تامل کے ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، نہ اُسے تاریکیاں ڈھانپتی ہیں، نہ وہ روشنیوں سے کسب ضیا کرتا ہے نہ رات اُسے گھیرتی ہے، نہ (دن کی) گردشوں کا اس پر گزر ہوتا ہے اور اس کا جاننا بوجھنا آنکھوں کے ذریعہ سے نہیں اور نہ اس کا علم دوسروں کے بتانے پر منحصر ہے۔

وَمِنْهَا فِيْ ذِكْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) أَرْسَلَهٗ بِالضِّيَاءِ وَقَدَّمَهٗ فِي الْإِصْطِفَاءِ فَرَتَقَ بِهِ الْمَفَاتِقَ، وَسَاوَرَ بِهِ الْمُغَالِبَ۔ وَذَلَّلَ بِهِ الصُّعُوْبَةَ، وَسَهَّلَ بِهِ الْحُزُوْنَةَ حَتّٰى سَرَّحَ الضَّلَالَ عَنْ يَمِيْنٍ وَّشِمَالٍ۔

اسی خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔ اللہ نے انہیں روشنی کے ساتھ بھیجا اور انتخاب کی منزل میں سب سے آگے رکھا تو اُن کے ذریعہ سے تمام پراگندگیوں اور پریشانیوں کو دور کیا اور غلبہ پانے والوں پر تسلط جمالیا۔ مشکلوں کو سہل اور دشواریوں کو آسان بنایا۔ یہاں تک کہ دائیں بائیں (افراط و تفریط) کی سمتوں سے گمراہی کو دور ہٹایا۔

## خطبہ ۲۱۲

وَاَشْهَدُ اَنَّهٗ عَدْلٌ عَدَلَ وَحَكَمٌ فَصَلَ۔ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَسَيِّدُ عِبَادِهٖ كُلَّمَانَسَخَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فِرْقَتَيْنِ جَعَلَهٗ فِيْ خَيْرِهِمَا۔ لَمْ يُسْهِمْ فِيْهِ عَاهِرٌ وَلَا ضَرَبَ فِيْهِ فَاجِرٌ۔

اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ لِلْخَيْرِ اَهْلًا وَ لِلْحَقِّ دَعَائِمَ وَلِلطَّاعَةِ عِصَمًا وَاِنَّ لَكُمْ عِنْدَ كُلِّ طَاعَةٍ عَوْنًا مِنَ اللّٰهِ يَقُوْلُ عَلَى الْاَلْسِنَةِ وَيُثَبِّتُ الْاَفْئِدَةَ۔ فِيْهِ كَفَاءٌ لِمُكْتَفٍ وَشِفَاءٌ لِمُشْتَفٍ۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ عِبَادَ اللّٰهِ الْمُسْتَحْفَظِيْنَ عِلْمَهٗ يَصُوْنُوْنَ مَصُوْنَهٗ، وَيُفَجِّرُوْنَ عُيُوْنَهٗ۔ يَتَوَاصَلُوْنَ بِالْوِلَايَةِ۔ وَيَتَلَاقَوْنَ بِالْمَحَبَّةِ۔ وَيَتَسَاقَوْنَ بِكَاْسٍ رَوِيَّةٍ۔ وَيَصْدُرُوْنَ بِرِيَّةٍ۔ لَا تَشُوْبُهُمُ الرِّيْبَةُ، وَلَا تُسْرِعُ فِيْهِمُ الْغِيْبَةُ عَلٰى ذٰلِكَ عَقَدَ خَلْقَهُمْ وَاَخْلَاقَهُمْ۔ فَعَلَيْهِ يَتَحَابُّوْنَ وَبِهٖ يَتَوَاصَلُوْنَ۔ فَكَانُوْا كَتَفَاضُلِ الْبَذْرِ يُنْتَقٰى، فَيُؤْخَذُ مِنْهُ وَيُلْقٰى، قَدْمَيَّزَهُ التَّخْلِيْصُ، وَهَذَّبَهُ التَّمْحِيْصُ فَلْيَقْبَلِ امْرُؤٌ كَرَامَةً بِقَبُوْلِهَا۔ وَلْيَحْذَرْ قَارِعَةً قَبْلَ حُلُوْلِهَا۔ وَلْيَنْظُرِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ایسا عادل ہے کہ جس نے عدل ہی کی راہ اختیار کی ہے اور ایسا حکم ہے جو (حق و باطل کو) الگ الگ کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول اور بندوں کے سید و سردار ہیں۔ شروع سے انسان نسل میں جہاں جہاں پر سے شاخیں الگ ہوئیں ہر منزل میں وہ شاک جس میں اللہ نے آپ کو قرار دیا تھا دوسری شاخوں سے بہتر ہی تھی۔ آپ کے نسب میں کسی بدکار کا ساجھا اور کسی فاسق کی شرکت نہیں۔

دیکھو! اللہ نے بھلائی کے لئے اہل حق کے لئے ستون، اور اطاعت کے لئے سامان حفاظت مہیا کیا ہے ہر اطاعت کے موقع پر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے نصرت و تائید دستگیری کے لئے موجود ہوتی ہے (جس کو) اس نے زبانوں سے ادا کیا ہے اور اس سے دلوں کو ڈھارس دی ہے۔ اس میں بے نیازی چاہنے والے کے لئے بے نیازی اور شفا چاہنے والے کے لئے شفا ہے۔

تمہیں جاننا چاہیئے کہ اللہ کے وہ بندے جو علم الٰہی کے مانتدار ہیں وہ محفوظ چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے چشموں کو (تشگان علم و معارف کے لئے) بہاتے ہیں ایک دوسرے کی (اعانت کے لئے) باہم ملتے ملاتے ہیں اور خلوص و محبت سے میل ملاقات کرتے ہیں اور (علم و حکمت کے) سیراب کرنیوالوں ساغروں سے چھک کر سیراب ہوتے ہیں اور سیراب ہوکر (سرچشمہ) علم سے پلٹتے ہیں۔ ان میں شک و شبہہ کا شائبہ نہیں ہوتا اور غیب کا گھر نہیں ہوتا۔ اللہ نے ان کیپا کیزہ اخلاق کو ان کی طینت و فطرت میں سمو دیا ہے۔ انہی خوبیوں کی بناء پر وہ آپس میں محبت و انس رکھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ملاتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اس طرح نمایاں ہیں جس طرح (بیجوں میں) صاف ستھرے بیج کہ (اچھے دانوں کو) لے لیا جاتا ہے اور (بروں کو) پھینک دیا جاتا ہے۔ اس



امْرُؤٌ فِيْ قَصِيْرِ اَيَّامِهٖ، وَقَلِيْلِ مُقَامِهٖ فِيْ مَنْزِلِهٖ حَتّٰى يَسْتَبْدِلَ بِهٖ مَنْزِلًا۔ فَلْيَصْنَعْ لِمُتَحَوَّلِهٖ وَمَعَارِفِ مُنْتَقَلِهٖ فَطُوْبٰى لِذِيْ قَلْبٍ سَلِيْمٍ اَطَاعَ مَنْ يَهْدِيْهِ، وَتَجَنَّبَ مَنْ يُرْدِيْهِ، وَاَصَابَ سَبِيْلَ السَّلَامَةِ بِبَصَرِ مَنْ بَصَّرَهٗ وَطَاعَةِ هَادٍ اَمَرَهٗ۔ وَبَادَرَ الْهُدٰى قَبْلَ اَنْ تُغْلَقَ اَبْوَابُهٗ وَتُقْطَعَ اَسْبَابُهٗ وَاسْتَفْتَحَ التَّوْبَةَ وَاَمَاطَ الْحَوْبَةَ فَقَدْ اُقِيْمَ عَلَى الطَّرِيْقِ وَهُدِيَ نَهْجَ السَّبِيْلِ۔

صفائی و پاکیزگی نے انہیں چھانٹ اور پرکھنے نے نکھار دیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اُن اوصاف کی پذیرائی سے اپنے لئے شرف وعزت قبول کرے اور قیامت کے وارد ہونے سے پہلے اُس سے ہراساں رہے اور اُسے چاہیئے کہ وہ (زندگی کے) مختصر دنوں اور اس گھر کے تھوڑے سے قیام میں کہ جو بس اتنا ہے اس کو آخرت کے گھر سے بدل لے، آنکھیں کھولے اور غفلت میں نہ پڑے اور اپنی جائے بازگشت اور منزل آخرت کے جانے پہچانے ہوئے مرحلوں (قبر) برزخ، حشر کے لئے نیک اعمال کر لے۔ مبارک ہو اُس پاک و پاکیزہ دل والے کو کہ جو ہدایت کرنے والے کی پیروی اور تباہی میں ڈالنے والے سے کنارا کرتا ہے اور دیدہ بصیرت میں جلا بخشنے والے کی روشنی اور ہدایت کرنے والے کے حکم کی فرمانبرداری سے سلامتی کی راہ پالیتا ہے اور ہدایت کے دروازوں کے بند اور وسائل و ذرائع کے قطع ہونے سے پہلے ہدایت کی طرف بڑھ جاتا ہے۔ توبہ کا دروازہ کھلواتا ہے اور (پھر) گناہ کا دھبہ اپنے دامن سے چھڑاتا ہے۔ وہ سیدھے راستے پر کھڑا کر دیا گیا ہے اور واضح راہ اسے بتادی گئی ہے۔

## خطبہ ۲۱۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَمِنْ دُعَاءٍ كَانَ يَدْعُوْ بِهٖ
عَلَيْهِ السَّلَامُ كَثِيْرًا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يُصْبِحْ بِيْ مَيِّتًا وَلَا سَقِيْمًا، وَلَا مَضْرُوْبًا عَلٰى عُرُوْقِيْ بِسُوْءٍ، وَلَا مَاْخُوْذًا بِاَسْوَاِ عَمَلِيْ وَلَا مَقْطُوْعًا دَابِرِيْ، وَلَا مُرْتَدًّا عَنْ دِيْنِيْ، وَلَا مُنْكِرًا لِرَبِّيْ، وَلَا مُسْتَوْحِشًا مِّنْ اِيْمَانِيْ وَلَا مُلْتَبِسًا عَقْلِيْ، وَلَا مُعَذَّبًا

امیر المومنین علیہ السلام کے وہ دعائیہ کلمات جو اکثر آپ کی زبان پر جاری رہتے تھے۔

تمام حمد اُس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے اس حالت میں رکھا کہ نہ مردہ ہوں، نہ بیمار، نہ میری رگوں پر برص کے جراثیم کا حملہ ہوا ہے نہ بُرے اعمال (کے نتائج) میں گرفتار ہوں نہ بے اولاد ہوں، نہ دین سے برگشتہ، نہ اپنے پروردگار کا منکر ہوں اور نہ ایمان سے متوحش، نہ میری عقل میں فتور آیا ہے اور نہ پہلی امتوں کے سے عذاب میں مبتلا ہوں۔ میں اس کا بے اختیار بندہ اور اپنے نفس پر ستم راں ہوں (اے اللہ) تیری حجت مجھ پر تمام ہو چکی ہے، اور میرے لئے اب عذر کی کوئی گنجائش نہیں

بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِیْ اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَمْلُوْكًا ظَالِمًا لِنَفْسِیْ لَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ وَلَا حُجَّةَ لِیْ وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ، وَلَا اَتَّقِیَ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِیْ غِنَاكَ، اَوْاَضِلَّ فِیْ هُدَاكَ، اَوْاُضَامَ فِیْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَالْاَمْرُ لَكَ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِیْ اَوَّلَ كَرِیْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَائِمِیْ، وَاَوَّلَ وَدِیْعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِكَ عِنْدِیْ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نَفْتَتِنَ عَنْ دِیْنِكَ، اَوْ تَتَابَعَ بِنَا اَهْوَاؤُنَا دُوْنَ الْهُدَى الَّذِیْ جَآءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کردے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا۔ میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹا لے گا اسے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں بُرائی کی طرف لے جائیں۔

## خطبہ ۲۱۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

(خَطَبَهَا بِصِفِّیْنَ)

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْكُمْ حَقًّا بِوِلَایَةِ اَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَیَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لِیْ عَلَیْكُمْ۔ فَالْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْیَآءِ فِی التَّوَاصُفِ، وَاَضْیَقُهَا فِی التَّنَاصُفِ، لَا یَجْرِیْ لِاَحَدٍ اِلَّا جَرٰی عَلَیْهِ وَلَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ اِلَّا جَرٰی لَهٗ، وَلَوْكَانَ لِاَحَدٍ اَنْ یَجْرِیَ لَهٗ، وَلَا

صفین کے موقع پر فرمایا

اللہ سبحانہٗ نے مجھے تمہارے اُمور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر قائم کردیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ویسا ہی تمہارا بھی مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق اس پر جب ہی ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کے لئے مخصوص ہے نہ اُس کی مخلوق کے لئے



یَجْرِیَ عَلَیْهِ لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ دُوْنَ خَلْقِهٖ لِقُدْرَتِهٖ عَلٰی عِبَادِهٖ وَلِعَدْلِهٖ فِیْ كُلِّ مَاجَرَتْ عَلَیْهِ صُرُوْفُ قَضَآئِهٖ۔ وَلٰكِنَّهٗ جَعَلَ حَقَّهٗ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یُّطِیْعُوْهُ، وَجَعَلَ جَزَآءَهُمْ عَلَیْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِّنْهُ وَتَوَسُّعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِیْدِ اَهْلُهٗ۔ ثُمَّ جَعَلَ سُبْحَانَهٗ مِنْ حُقُوْقِهٖ حُقُوْقًا اِفْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلٰی بَعْضٍ فَجَعَلَهَا تَتَكَافَأُ فِیْ وُجُوْهِهَا وَیُوْجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ وَلَا یُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ۔ وَاَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهٗ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوْقِ حَقُّ الْوَالِیْ عَلَی الرَّعِیَّةِ وَحَقُّ الرَّعِیَّةِ عَلَی الْوَالِیْ۔ فَرِیْضَةٌ فَرَضَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِكُلٍّ عَلٰی كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِّاُلْفَتِهِمْ وَعِزًّا لِدِیْنِهِمْ۔ فَلَیْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِیَّةُ اِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَلَا یَصْلُحُ الْوُلَاةُ اِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِیَّةِ، وَاَدَّی الْوَالِیْ اِلَیْهَا حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَیْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّیْنِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَرَتْ عَلٰی اَذْلَالِهَا السُّنَنُ فَصَلَحَ بِذٰلِكَ الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِیْ بَقَاءِ الدَّوْلَةِ وَیَئِسَتْ مَطَامِعُ الْاَعْدَآءِ۔ وَاِذَا غَلَبَتْ

کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے اور اس نے تمام اُن چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمانِ قضا جاری ہوئے ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے) اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان کو وسعت دینے کی بناء پر کہ جس کا وہ اہل ہے ان کا کئی گناہ اجر قرار دیا ہے پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں ایک کے لئے دوسرے پر قرار دیا ہے اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے۔ اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر اُتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہٗ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیت پر اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے ہر ایک کے لئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطہ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اُسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہوسکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہوتو اُن میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبر کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہوگا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے دین میں

بِعَذَابِ الْاُمَمِ مِنْ قَبْلِیْ اَصْبَحْتُ عَبْدًا مَمْلُوْكًا ظَالِمًا لِنَفْسِیْ لَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ وَلَا حُجَّةَ لِیْ وَلَا اَسْتَطِیْعُ اَنْ اٰخُذَ اِلَّا مَا اَعْطَیْتَنِیْ، وَلَا اَتَّقِیْ اِلَّا مَا وَقَیْتَنِیْ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَفْتَقِرَ فِیْ غِنَاكَ، اَوْ اَضِلَّ فِیْ هُدَاكَ، اَوْ اُضَامَ فِیْ سُلْطَانِكَ، اَوْ اُضْطَهَدَ وَالْاَمْرُ لَكَ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ نَفْسِیْ اَوَّلَ كَرِیْمَةٍ تَنْتَزِعُهَا مِنْ كَرَائِمِیْ، وَاَوَّلَ وَدِیْعَةٍ تَرْتَجِعُهَا مِنْ وَدَائِعِ نِعَمِكَ عِنْدِیْ۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ اَنْ نَذْهَبَ عَنْ قَوْلِكَ، اَوْ نُفْتَتَنَ عَنْ دِیْنِكَ، اَوْ تَتَابَعَ بِنَا اَهْوَاؤُنَا دُوْنَ الْهُدَى الَّذِیْ جَآءَ مِنْ عِنْدِكَ۔

ہے۔ خدایا! مجھ میں کسی چیز کے حاصل کرنے کی قوت نہیں سوا اس کے کہ جو تو مجھے عطا کردے اور کسی چیز سے بچنے کی سکت نہیں سوائے اس کے کہ جس سے تو مجھے بچائے رکھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ کا خواستگار ہوں کہ تیری ثروت کے باوجود فقیر و تہیدست رہوں یا تیری رہنمائی کے ہوتے ہوئے بھٹک جاؤں یا تیری سلطنت میں رہتے ہوئے ستایا جاؤں یا ذلیل کیا جاؤں جبکہ تمام اختیارات تجھے حاصل ہیں۔ خدایا! میری ان نفیس چیزوں میں جنہیں تو چھین لے گا۔ میری روح کو اوّلیت کا درجہ عطا کر اور مجھے سونپی ہوئی ان امانتوں میں جنہیں تو پلٹا لے گا اسے پہلی امانت قرار دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ کے طلب گار ہیں۔ اس بات سے کہ تیرے ارشاد سے منہ موڑیں یا ایسے فتنوں میں پڑ جائیں کہ تیرے دین سے پھر جائیں، یا تیری طرف سے آئی ہوئی ہدایت کو قبول کرنے کے بجائے نفسانی خواہشیں ہمیں برائی کی طرف لے جائیں۔

## خطبہ ۲۱۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

(خَطَبَهَا بِصِفِّیْنَ)

اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِیْ عَلَیْكُمْ حَقًّا بِوِلَایَةِ اَمْرِكُمْ، وَلَكُمْ عَلَیَّ مِنَ الْحَقِّ مِثْلُ الَّذِیْ لِیْ عَلَیْكُمْ۔ فَالْحَقُّ اَوْسَعُ الْاَشْیَآءِ فِی التَّوَاصُفِ، وَاَضْیَقُهَا فِی التَّنَاصُفِ، لَا یَجْرِیْ لِاَحَدٍ اِلَّا جَرٰی عَلَیْهِ وَلَا یَجْرِیْ عَلَیْهِ اِلَّا جَرٰی لَهٗ، وَلَوْ كَانَ لِاَحَدٍ اَنْ یَجْرِیَ لَهٗ، وَلَا

صفین کے موقع پر فرمایا

اللہ سبحانہٗ نے مجھے تمہارے اُمور کا اختیار دے کر میرا حق تم پر قائم کردیا ہے اور جس طرح میرا تم پر حق ہے ویسا ہی تمہارا بھی مجھ پر حق ہے۔ یوں تو حق کے بارے میں باہمی اوصاف گنوانے میں بہت وسعت ہے لیکن آپس میں حق و انصاف کرنے کا دائرہ بہت تنگ ہے۔ دو آدمیوں میں اس کا حق اس پر اسی وقت ہے جب دوسرے کا بھی اس پر حق ہو، اور اس کا حق اس پر جب ہی ہوتا ہے جب اس کا حق اس پر بھی ہو اور اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ اس کا حق تو دوسروں پر ہو لیکن اس پر کسی کا حق نہ ہو تو یہ امر ذات باری کے لئے مخصوص ہے نہ اُس کی مخلوق کے لئے



یَجْرِیَ عَلَیْهِ لَكَانَ ذٰلِكَ خَالِصًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ دُوْنَ خَلْقِهٖ لِقُدْرَتِهٖ عَلٰی عِبَادِهٖ وَلِعَدْلِهٖ فِیْ كُلِّ مَا جَرَتْ عَلَیْهِ صُرُوْفُ قَضَآئِهٖ۔ وَلٰكِنَّهٗ جَعَلَ حَقَّهٗ عَلَی الْعِبَادِ اَنْ یُّطِیْعُوْهُ، وَجَعَلَ جَزَآءَهُمْ عَلَیْهِ مُضَاعَفَةَ الثَّوَابِ تَفَضُّلًا مِّنْهُ وَتَوَسُّعًا بِمَا هُوَ مِنَ الْمَزِیْدِ اَهْلُهٗ۔ ثُمَّ جَعَلَ سُبْحَانَهٗ مِنْ حُقُوْقِهٖ حُقُوْقًا افْتَرَضَهَا لِبَعْضِ النَّاسِ عَلٰی بَعْضٍ فَجَعَلَهَا تَتَكَافَاُ فِیْ وُجُوْهِهَا وَیُوْجِبُ بَعْضُهَا بَعْضًا۔ وَلَا یُسْتَوْجَبُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ۔ وَاَعْظَمُ مَا افْتَرَضَ سُبْحَانَهٗ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوْقِ حَقُّ الْوَالِیْ عَلَی الرَّعِیَّةِ وَحَقُّ الرَّعِیَّةِ عَلَی الْوَالِیْ۔ فَرِیْضَةٌ فَرَضَهَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ لِكُلٍّ عَلٰی كُلٍّ، فَجَعَلَهَا نِظَامًا لِّاُلْفَتِهِمْ وَعِزًّا لِدِیْنِهِمْ۔ فَلَیْسَتْ تَصْلُحُ الرَّعِیَّةُ اِلَّا بِصَلَاحِ الْوُلَاةِ، وَلَا یَصْلُحُ الْوُلَاةُ اِلَّا بِاسْتِقَامَةِ الرَّعِیَّةِ، وَاَدَّی الْوَالِیْ اِلَیْهَا حَقَّهَا، عَزَّ الْحَقُّ بَیْنَهُمْ، وَقَامَتْ مَنَاهِجُ الدِّیْنِ، وَاعْتَدَلَتْ مَعَالِمُ الْعَدْلِ، وَجَرَتْ عَلٰی اَذْلَالِهَا السُّنَنُ فَصَلَحَ بِذٰلِكَ الزَّمَانُ، وَطُمِعَ فِیْ بَقَاءِ الدَّوْلَةِ وَیَئِسَتْ مَطَامِعُ الْاَعْدَآءِ۔ وَاِذَا غَلَبَتْ

کیونکہ وہ اپنے بندوں پر پورا تسلط و اقتدار رکھتا ہے اور اس نے تمام اُن چیزوں میں کہ جن پر اُس کے فرمانِ قضا جاری ہوئے ہیں عدل کرتے ہوئے (ہر صاحب حق کا حق دے دیا ہے) اُس نے بندوں پر اپنا یہ حق رکھا ہے کہ وہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اس نے محض اپنے فضل و کرم اور اپنے احسان کو وسعت دینے کی بناء پر کہ جس کا وہ اہل ہے ان کا کئی گناہ اجر قرار دیا ہے پھر اس نے ان حقوق انسانی کو بھی کہ جنہیں ایک کے لئے دوسرے پر قرار دیا ہے اپنے ہی حقوق میں سے قرار دیا ہے۔ اور انہیں اس طرح ٹھہرایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں برابر اُتریں اور کچھ ان میں سے کچھ حقوق کا باعث ہوتے ہیں اور اس وقت تک واجب نہیں ہوتے جب تک اس کے مقابلہ میں حقوق ثابت نہ ہو جائیں اور سب سے بڑا حق کہ جسے اللہ سبحانہٗ نے واجب کیا ہے حکمران کا رعیت پر اور رعیت کا حکمران پر ہے کہ جسے اللہ نے والی و رعیت میں سے ہر ایک کے لئے فریضہ بنا کر عائد کیا ہے اور اُسے اُن میں رابطہ محبت قائم کرنے اور ان کے دین کو سرفرازی بخشنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ رعیت اُسی وقت خوش حال رہ سکتی ہے جب حاکم کے طور طریقے درست ہوں اور حاکم بھی اُسی وقت صلاح و درستگی سے آراستہ ہوسکتا ہے جب رعیت اس کے احکام کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہو۔ جب رعیت کے حقوق سے عہدہ برآ ہو تو اُن میں حق باوقار، دین کی راہیں استوار اور عدل و انصاف کے نشانات برقرار ہو جائیں گے اور پیغمبرؐ کی سنتیں اپنے ڈھرے پر چل نکلیں گی اور زمانہ سدھر جائے گا۔ بقائے سلطنت کے توقعات پیدا ہو جائیں گے اور دشمنوں کی حرص و طمع یاس و ناامیدی سے بدل جائے گی اور جب رعیت حاکم پر مسلط ہو جائے یا حاکم رعیت پر ظلم ڈھانے لگے تو اس موقعہ پر ہر بات میں اختلاف ہوگا۔ ظلم کے نشانات ابھر آئیں گے دین میں

الرَّعِيَّةُ وَلِيَهَا، وَاَعْجَفَ الْوَالِيْ بِرَعِيَّتِهٖ اخْتَلَفَتْ هُنَالِكَ الْكَلِمَةُ وَظَهَرَتْ مَعَالِمُ الْجَوْرِ وَكَثُرَ الْاِدْغَالُ فِی الدِّیْنِ وَتُرِكَتْ مَحَاجُّ السُّنَنِ۔ فَعُمِلَ بِالْهَوٰی۔ وَعُطِّلَتِ الْاَحْكَامُ۔ وَكَثُرَتْ عِلَلُ النُّفُوْسِ۔ فَلَا یُسْتَوْحَشُ لِعَظِیْمِ حَقٍّ عُطِّلَ وَلَا لِعَظِیْمِ بَاطِلٍ فُعِلَ۔ فَهُنَالِكَ تَذِلُّ الْاَبْرَارُ وَتَعِزُّ الْاَشْرَارُ، وَاتَعْظُمُ تَبِعَاتُ اللّٰهِ عِنْدَ الْعِبَادِ فَعَلَیْكُمْ بِالتَّنَاصُحِ فِیْ ذٰلِكَ وَحُسْنِ التَّعَاوُنِ عَلَیْهِ، فَلَیْسَ اَحَدٌ وَاِنِ اشْتَدَّ عَلٰی رِضَا اللّٰهِ حِرْصُهٗ وَطَالَ فِی الْعَمَلِ اجْتِهَادُهٗ بِبَالِغٍ حَقِیْقَةَ مَا اللّٰهُ اَهْلُهٗ مِنَ الطَّاعَةِ لَهٗ۔ وَلٰكِنْ مِنْ وَاجِبِ حُقُوْقِ اللّٰهِ عَلَی الْعِبَادِ النَّصِیْحَةُ بِمَبْلَغِ جُهْدِهِمْ، وَالتَّعَاوُنُ عَلٰی اِقَامَةِ الْحَقِّ بَیْنَهُمْ، وَلَیْسَ امْرُؤٌ وَاِنْ عَظُمَتْ فِی الْحَقِّ مَنْزِلَتُهٗ، وَتَقَدَّمَتْ فِی الدِّیْنِ فَضِیْلَتُهٗ بِفَوْقِ اَنْ یُّعَانَ عَلٰی مَا حَمَّلَهُ اللّٰهُ مِنْ حَقِّهٖ، وَلَا امْرُؤٌ وَاِنْ صَغَّرَتْهُ النُّفُوْسُ وَاقْتَحَمَتْهُ الْعُیُوْنُ بِدُوْنِ اَنْ یُّعِیْنَ عَلٰی ذٰلِكَ اَوْ یُعَانَ عَلَیْهِ۔

(فَاَجَابَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ بِكَلَامٍ طَوِیْلٍ یُكْثِرُ فِیْهِ الثَّنَآءَ

مفسدے بڑھ جائیں گے۔ شریعت کی راہیں متروک ہو جائیں گی۔ خواہشوں پر عمل درآمد ہوگا۔ شریعت کے احکام ٹھکرا دیئے جائیں گے۔ نفسانی بیماریاں بڑھ جائیں گی اور بڑے سے بڑے حق کو ٹھکرا دینے اور بڑے سے بڑے باطل پر عمل پیرا ہونے سے بھی کوئی نہ گھبرائے گا۔ ایسے موقعہ پر نیکوکار، ذلیل اور بدکردار، باعزت ہو جاتے ہیں اور بندوں پر اللہ کی عقوبتیں بڑھ جاتی ہیں۔ لہٰذا اس حق کی ادائیگی میں ایک دوسرے کو سمجھانا بجھانا اور ایک دوسرے سے بخوبی تعاون کرنا تمہارے لئے ضروری ہے اس لئے کہ کوئی شخص بھی اللہ کی اطاعت و بندگی میں اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ جس کا وہ اہل ہے، چاہے وہ اس کی خوشنودیوں کو حاصل کرنے کے لئے کتنا ہی حریص ہو، اور اُس کی عملی کوششیں بھی بڑھی چڑھی ہوئی ہوں۔ پھر بھی اُس نے بندوں پر یہ حق واجب قرار دیا ہے کہ وہ مقدور بھر پند و نصیحت کریں اور اپنے درمیان حق کو قائم کرنے کے لئے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔ کوئی شخص بھی اپنے کو اس سے بے نیاز نہیں قرار دے سکتا کہ اللہ نے جس ذمہ داری کا بوجھ اُس پر ڈالا ہے اُس میں اس کا ہاتھ بٹایا جائے، چاہے وہ حق میں کتنا ہی بلند منزلت کیوں نہ ہو اور دین میں اُسے فضیلت و برتری کیوں نہ حاصل ہو اور کوئی شخص اس سے بھی گیا گزرا نہیں کہ حق میں تعاون کرے یا اُس کی طرف دستِ تعاون بڑھایا جائے، چاہے لوگ اُسے ذلیل سمجھیں اور اپنی حقارت کی وجہ سے آنکھوں میں نہ جچے۔

اس موقعہ پر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک طویل گفتگو کی جس میں حضرت کی بڑی مدح و ثنا کی اور آپ کی باتوں پر کان دھرنے اور ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا اقرار کیا، تو آپ نے فرمایا جس



عَلَیْهِ وَیَذْكُرُ سَمْعَهٗ وَطَاعَتَهٗ لَهٗ)

فَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ:

اِنَّ مِنْ حَقِّ مَنْ عَظُمَ جَلَالُ اللّٰهِ فِیْ نَفْسِهٖ وَجَلَّ مَوْضِعُهٗ مِنْ قَلْبِهٖ۔ اَنْ یَّصْغُرَ عِنْدَهٗ لِعِظَمِ ذٰلِكَ كُلُّ كَذٰلِكَ لِمَنْ عَظُمَتْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَلَطُفَ اِحْسَانُهٗ اِلَیْهِ۔ فَاِنَّهٗ لَمْ تَعْظُمْ نِعْمَةُ اللّٰهِ عَلٰٓی اَحَدٍ اِلَّا ازْدَادَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَیْهِ عِظَمًا، وَاِنَّ مِنْ اَسْخَفِ حَالَاتِ الْوُلَاتِ عِنْدَ صَالِحِ النَّاسِ اَنْ یُّظَنَّ بِهِمْ حُبُّ الْفَخْرِ، وَیُوْضَعُ اَمْرُهُمْ عَلَی الْكِبْرِ۔ وَقَدْ كَرِهْتُ اَنْ یَّكُوْنَ جَالَ فِیْ ظَنِّكُمْ اَنِّیْٓ اُحِبُّ الْاِطْرَآءَ وَالْاِسْتِمَاعَ الثَّنَآءِ، وَلَسْتُ بِحَمْدِ اللّٰهِ كَذٰلِكَ وَلَوْ كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ یُّقَالَ ذٰلِكَ لَتَرَكْتُهٗ اِنْحِطَاطًا لِلّٰهِ سُبْحَانَهٗ عَنْ تَنَاوُلِ مَاهُوَ اَحَقُّ بِهٖ مِنَ الْعَظَمَةِ وَالْكِبْرِیَآءِ۔ وَرُبَّمَا اسْتَحْلَی النَّاسُ الثَّنَآءَ بَعْدَ الْبَلَآءِ۔ فَلَا تُثْنُوْا عَلَیَّ بِجَمِیْلِ ثَنَآءٍ لِاِخْرَاجِیْ نَفْسِیْ اِلَی اللّٰهِ وَاِلَیْكُمْ مِنَ التَّقِیَّةِ فِیْ حُقُوْقٍ لَمْ اَفْرُغْ مِنْ اَدَآئِهَا، وَفَرَائِضَ لَا بُدَّ مِنْ اِمْضَآئِهَا، فَلَا تُكَلِّمُوْنِیْ بِمَا تُكَلَّمُ بِهِ الْجَبَابِرَةُ، وَلَا تَتَحَفَّظُوْا مِنِّیْ بِمَا یُتَحَفَّظُ بِهٖ عِنْدَ اَهْلِ الْبَادِرَةِ وَلَا تُخَالِطُوْنِیْ بِالْمُصَانَعَةِ،

شخص کے دل میں جلال الٰہی کی عظمت اور قلب میں منزلت خداوندی کی رفعت کا احساس ہو اُسے سزاوار ہے کہ اس جلالت و عظمت کے پیشِ نظر اللہ کے ماسوا ہر چیز کو حقیر جانے اور ایسے لوگوں میں وہ شخص اور بھی اس کا زیادہ اہل ہے کہ جسے اُس نے بڑی نعمتیں دی ہوں اور اچھے احسانات کئے ہوں اس لئے کہ جتنی اللہ کی نعمتیں کسی پر بڑی ہوں گی اتنا ہی اُس پر اللہ کا حق زیادہ ہوگا۔ نیک بندوں کے نزدیک فرمانرواؤں کی ذلیل ترین صورت حال یہ ہے کہ ان کے متعلق یہ گمان ہونے لگے کہ وہ فخر و سربلندی کو دوست رکھتے ہیں اور ان کے حالات کبر و غرور پر محمول ہو سکیں۔ مجھے یہ تک ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اس کا وہم و گمان بھی گزرے کہ میں بڑھ چڑھ کر سراہے جانے یا تعریف سننے کو پسند کرتا ہوں۔ بحمد اللہ کہ میں ایسا نہیں ہوں اور اگر مجھے اس کی خواہش بھی ہوتی کہ ایسا کہا جائے تو بھی اللہ کے سامنے فروتنی کرتے ہوئے اُسے چھوڑ دیتا کہ ایسی عظمت و بزرگی کو اپنایا جائے کہ جس کا وہی اہل ہے۔ یوں تو لوگ اکثر اچھی کارکردگی کے بعد مدح و ثنا کو خوشگوار سمجھا کرتے ہیں (لیکن) میری اس پر مدح و ستائش نہ کرو کہ اللہ کی اطاعت اور تمہارے حقوق سے عہدہ برآ ہوا ہوں۔ کیونکہ ابھی ان حقوق کا ڈر ہے کہ جنہیں پورا کرنے سے میں ابھی فارغ نہیں ہوا۔ اور ان فرائض کا ابھی اندیشہ ہے کہ جن کا نفاذ ضروری ہے۔ مجھ سے ویسی باتیں نہ کیا کرو، جیسی جابر و سرکش فرمانرواؤں سے کی جاتی ہیں اور نہ مجھ سے اس طرح بچاؤ کرو جس طرح طیش کھانے والے حاکموں سے بچ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اور مجھ سے اس طرح کا میل جول نہ رکھو جس سے چاپلوسی اور خوشامد کا پہلو نکلتا ہو۔ میرے متعلق یہ گمان نہ

وَلَا تَظُنُّوا بِيَ اسْتِثْقَالًا فِي حَقٍّ قِيلَ لِيَ وَلَا الْتِمَاسَ إِعْظَامٍ لِنَفْسِي۔ فَإِنَّهُ مَنِ اسْتَثْقَلَ الْحَقَّ أَنْ يُقَالَ لَهُ أَوِ الْعَدْلَ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْهِ كَانَ الْعَمَلُ بِهِمَا أَثْقَلَ عَلَيْهِ فَلَا تَكُفُّوا عَنْ مَقَالَةٍ بِحَقٍّ أَوْ مَشُورَةٍ بِعَدْلٍ، فَإِنِّي لَسْتُ فِي نَفْسِي بِفَوْقِ أَنْ أُخْطِئَ، وَلَا آمَنُ ذَٰلِكَ مِنْ فِعْلِي إِلَّا أَنْ يَكْفِيَ اللهُ مِنْ نَفْسِي مَا هُوَ أَمْلَكُ بِهِ مِنِّي فَإِنَّمَا أَنَا وَأَنْتُمْ عَبِيدٌ مَمْلُوكُونَ لِرَبٍّ لَا رَبَّ غَيْرُهُ۔ يَمْلِكُ مِنَّا مَا لَا نَمْلِكُ مِنْ أَنْفُسِنَا، وَأَخْرَجَنَا مِمَّا كُنَّا فِيهِ إِلَى مَا صَلَحْنَا عَلَيْهِ، فَأَبْدَلَنَا بَعْدَ الضَّلَالَةِ بِالْهُدَى، وَأَعْطَانَا الْبَصِيرَةَ بَعْدَ الْعَمَى۔

کرو کہ میرے سامنے کوئی حق بات کہی جائے گی تو مجھے گراں گزرے گی اور نہ یہ خیال کرو کہ میں یہ درخواست کروں گا کہ مجھے بڑھا چڑھا دو، کیونکہ جو اپنے سامنے حق کے کہے جانے اور عدل کے پیش کئے جانے کو بھی گراں سمجھتا ہو، اُسے حق و انصاف پر عمل کرنا کہیں زیادہ دشوار ہوگا تم اپنے کو حق کی بات کہنے اور عدل کا مشورہ دینے سے نہ روکو۔ کیونکہ میں[1] تو اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں اور نہ اپنے کسی کام کو لغزش سے محفوظ سمجھتا ہوں مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے کہ جس پر وہ مجھ سے زیادہ اختیار رکھتا ہے ہم اور تم اسی رب کے بے اختیار بندے ہیں کہ جس کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ وہ ہم پر اتنا اختیار رکھتا ہے کہ خود ہم اپنے نفسوں پر اتنا اختیار نہیں رکھتے۔ اُسی نے ہمیں پہلی حالت سے نکال کر جس میں ہم تھے بہبودی کی راہ پر لگایا اور اُسی نے ہماری گمراہی کو ہدایت سے بدلا اور بے بصیرتی کے بعد بصیرت عطا کی۔

[1] یہ امر کسی تصریح کا محتاج نہیں ہے کہ عصمت ملکی اور ہے اور عصمت بشری اور ہے۔ فرشتوں کے معصوم ہونے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ان میں کسی خطاؤ لغزش کی تحریک ہی پیدا نہیں ہوتی۔ مگر انسان کے معصوم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں بشری تقاضے اور نفسانی خواہشیں ہوتی ہیں مگر وہ انہیں روکنے کی ایک قوت خاص رکھتا ہے اور ان سے مغلوب ہو کر کسی خطا کا مرتکب نہیں ہوتا اور اسی قوت کا نام عصمت ہے کہ جو ذاتی خواہشات و جذبات کو ابھرنے نہیں دیتی۔ حضرت کے ارشاد فانی لست فی نفسی بفوق ان أخطی (میں اپنے کو اس سے بالاتر نہیں سمجھتا کہ خطا کروں) میں انہی بشری تقاضوں اور خواہشوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور للاان یکفی اللہ فی نفسی (مگر یہ کہ خدا میرے نفس کو اس سے بچائے) میں عصمت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ اسی لب و لہجہ میں حضرت یوسف کی زبانی قرآن میں وارد ہوا ہے کہ وما ابرئ النفس ان النفسی لا مارۃ الؤ الا مارحم ربــــی (میں اپنے نفس کو گناہ سے پاک نہیں ٹھہراتا۔ کیونکہ انسان کا نفس گناہ پر بہت ابھارنے والا ہے یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے۔ تو جس طرح یہاں پر الا مارحم ربی کا جو استثناء ہے اس کی وجہ سے آیت کے پہلے جزو سے آپ کی عصمت کے خلاف دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ اسی طرح امیر المومنین کے کلام میں الا ان یکفی اللہ کا جو استثناء ہے اس کے ہوتے ہوئے کلام کے پہلے ٹکڑے سے آپ کے غیر معصوم ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ورنہ ایک نبی کی عصمت سے بھی انکار کرنا پڑے گا۔ یونہی اس خطبہ کے آخری ٹکڑے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ آپ بعثت رسولؐ سے پہلے دور جاہلیت کے عقائد سے متاثر رہ چکے ہوں گے اور



جس طرح دوسروں کا دامن کفر و شرک سے آلودہ رہ چکا تھا اسی طرح آپ بھی تاریکی و ضلالت میں رہے ہوں گے۔ کیونکہ آپ پیدائش کے دن سے رہبر عالم کے زیر سایہ پرورش پا رہے تھے اور انہی کی تعلیم و تربیت کے اثرات آپ کے دل و دماغ پر چھائے ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ ابتدائے عمر میں پیغمبر کے نقش قدم پر چلنے والا زندگی کے کسی لمحہ میں ہدایت سے بیگانہ رہا ہوگا۔ چنانچہ مسعودی نے تحریر کیا ہے۔

انــه لـم يشـرك بـالله شيـئـا فيسـتـانف الاسلام بل كـان تـابعًـا للنبيؐ فی جميع فعاله مقتديابه بلغ وهو علٰے ذٰلك

آپ نے کبھی شرک ہی نہیں کیا کہ اس سے الگ ہو کر آپ کے اسلام لانے کا سوال پیدا ہو بلکہ تمام افعال و اعمال میں رسول کے تابع اور اُن کے پیرو تھے اور اسی حالت اتباع میں آپ نے سرحد بلوغ میں قدم رکھا۔

(مروج الذہب ج ۲، ص ۳)

اس مقام پر اُن لوگوں سے جن کو اللہ نے تاریکی و گمراہی سے راہِ راست پر لگایا وہ لوگ مراد ہیں جو آپ کے مخاطب تھے چنانچہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ

ليس هٰذا اشارة الى خاص نفسه عليه السّلام لانه لم يكن كافرا فاسلم ولكنه كلام يقوله ويشير به الى القوم الذين يخاطبهم من افناء الناس۔

یہ خود امیر المومنین (علیہ السلام) کی طرف اشارہ نہیں کیونکہ وہ کبھی کافر نہیں رہے کہ کفر کے بعد اسلام لاتے بلکہ لوگوں کی مختلف جماعتیں جو آپ کی مخاطب تھیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۶)

## خطبہ ۲۱۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْتَعْدِيكَ عَلٰى قُرَيْشٍ فَإِنَّهُمْ قَدْ قَطَعُوا رَحِمِي وَأَكْفَأُوا إِنَائِي، وَأَجْمَعُوا عَلٰى مُنَازَعَتِي حَقًّا كُنْتُ أَوْلَى بِهِ مِنْ غَيْرِي، وَقَالُوا: أَلَا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَأْخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تُمْنَعَهُ، فَاصْبِرْ مَغْمُومًا أَوْ مُتْ مُتَأَسِّفًا، فَنَظَرْتُ فَإِذَا لَيْسَ لِي رَافِدٌ وَلَا ذَابٌّ وَلَا

خدایا! میں قریش سے انتقام لینے پر تجھ سے مدد کا خواستگار ہوں کیونکہ انہوں نے میری قرابت و عزیز داری کے بندھن توڑ دیئے اور میرے ظرف (عزت و حرمت) کو اوندھا کر دیا اور اس حق میں کہ جس کا میں سب سے زیادہ اہل ہوں جھگڑا کرنے کے لئے ایکا کر لیا اور یہ کہنے لگے کہ یہ بھی حق ہے آپ اسے لے لیں اور یہ بھی حق ہے کہ آپ کو اس سے روک دیا جائے یا تو غم و حزن کی حالت میں صبر کیجئے یا رنج و اندوہ سے مر جایئے۔ میں نے نگاہ دوڑائی تو مجھے اپنے اہل بیتؑ کے سوا نہ کوئی معاون نظر آیا اور نہ کوئی سینہ سپر اور معین دکھائی دیا تو میں نے انہیں

مُسَاعِدٌ اِلَّا اَهْلَ بَيْتِيْ، فَضَنَنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ فَاَغْضَيْتُ عَلَى الْقَذٰى، وَجَرِعْتُ رِيْقِيْ عَلَى الشَّجٰى وَصَبَرْتُ مِنْ كَظْمِ الْغَيْظِ عَلٰى اَمَرَّ مِنَ الْعَلْقَمِ، وَاٰلَمَ لِلْقَلْبِ مِنْ حَزِّ الشِّفَارِ۔ وَقَدْ مَضٰى هٰذَا الْكَلَامُ فِيْ اَثْنَاءِ خُطْبَةٍ مُتَقَدِّمَةٍ اِلَّا اَنِّيْ كَرَّرْتُهُ هٰهُنَا لِاخْتِلَافِ الرِّوَايَتَيْنِ۔

موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی حلق میں (غم و رنج کے) پھندے تھے مگر میں لعاب دہن نگلتا رہا اور غم و غصہ پی لینے کی وجہ سے ایسے حالات پر صبر کیا جو حنظل (اندرائن) سے زیادہ تلخ اور دل کے لئے چھریوں کے کچوکوں سے زیادہ المناک تھے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت کا یہ کلام ایک پہلے خطبہ کے ضمن میں گزر چکا ہے مگر میں نے پھر اس کا اعادہ کیا ہے چونکہ دونوں روایتوں کی لفظوں میں کچھ فرق ہے

(وَمِنْهُ فِيْ ذِكْرِ السَّائِرِيْنَ اِلَى الْبَصْرَةِ لِحَرْبِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَقَدِمُوْا عَلٰى عُمَّالِيْ وَخُزَّانِ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْ فِيْ يَدِيْ، وَعَلٰى اَهْلِ مِصْرٍ كُلُّهُمْ فِيْ طَاعَتِيْ وَعَلٰى بَيْعَتِيْ، فَشَتَّتُوْا كَلِمَتَهُمْ، وَاَفْسَدُوْا عَلَيَّ جَمَاعَتَهُمْ وَوَثَبُوْا عَلٰى شِيْعَتِيْ فَقَتَلُوْا طَائِفَةً مِّنْهُمْ غَدْرًا، وَطَائِفَةٌ عَضُّوْا عَلٰى اَسْيَافِهِمْ فَضَارَبُوْا بِهَا حَتّٰى لَقُوا اللّٰهَ صَادِقِيْنَ۔

اسی خطبہ کا ایک جزء یہ ہے کہ جس میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو آپ سے لڑنے کے لئے بصرہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے تھے

وہ میرے عاملوں اور مسلمانوں کے اس بیت المال کے خزینہ داروں پر کہ جس کا اختیار میرے ہاتھوں میں تھا اور شہر (بصرہ) کے رہنے والوں پر کہ جو کے سب میرے فرمانبردار اور میری بیعت پر برقرار تھے چڑھ دوڑے چنانچہ انہوں نے ان میں پھوٹ ڈلوادی اور مجھ پر ان کی یک جہتی کو درہم و برہم کر دیا اور میرے پیروکاروں پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک گروہ کو غداری سے قتل کر دیا (البتہ) ایک گروہ نے شمشیر بکف ہو کر دانتوں کو بھینچ لیا اور اُن سے تلواروں کے ساتھ ٹکرائے یہاں تک کہ وہ سچائی کا جامہ پہنے ہوئے اللہ کے حضور میں پہنچ گئے۔

## خطبہ ۲۱۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

لَمَّا مَرَّ بِطَلْحَةَ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَتَّابِ ابْنِ اُسَيْدٍ وَهُمَا قَتِيْلَانِ يَوْمَ الْجَمَلِ:

لَقَدْ اَصْبَحَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ بِهٰذَا الْمَكَانِ غَرِيْبًا۔ اَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ كُنْتُ اَكْرَهُ اَنْ

جب آپ طلحہ و عبد الرحمٰن ابن عتاب ابن اسید کی طرف گزرے کہ جب وہ میدان جمل میں مقتول پڑے تھے تو فرمایا ابو محمد (طلحہ) اس جگہ گھر بار سے دور پڑا ہے خدا کی قسم! میں پسند نہیں کرتا تھا کہ قریش ستاروں کے نیچے (کھلے میدانوں میں) مقتول پڑے ہوں۔ میں نے عبد مناف کی اولاد سے



تَكُوْنَ قُرَيْشٌ قَتْلٰى تَحْتَ بُطُوْنِ الْكَوَاكِبِ۔ اَدْرَكْتُ وَتْرِيْ مِنْ بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ وَاَفْلَتَتْنِيْ اَعْيَانُ بَنِيْ جُمَحٍ لَقَدْ اَتْلَعُوْا اَعْنَاقَهُمْ اِلٰى اَمْرٍ لَمْ يَكُوْنُوْا اَهْلَهُ فَوُقِصُوْا دُوْنَهُ۔

(ان کے کئے کام) بدلہ لے لیا ہے۔ (لیکن) بنی جمح[1] کے اکابر میرے ہاتھوں سے بچ نکلے ہیں۔ انہوں نے اس چیز کی طرف گردنیں اٹھائی تھیں جس کے وہ اہل نہ تھے چنانچہ اس تک پہنچنے سے پہلے ہی اُن کی گردنیں توڑ دی گئیں۔

[1] جنگ جمل میں بنی جمح کی ایک جماعت حضرت عائشہ کے ہمراہ تھی لیکن اس جماعت کے سرکردہ افراد میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان بھاگنے والوں میں سے چند یہ ہیں۔ عبداللہ الطویل ابن صفوان، یحییٰ ابن حکیم عامر ابن مسعود۔ ایوب ابن حبیب۔

## خطبہ ۲۱۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَدْ اَحْيٰى عَقْلَهُ وَاَمَاتَ نَفْسَهُ، حَتّٰى دَقَّ جَلِيْلُهُ وَلَطُفَ غَلِيْظُهُ، وَبَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيْرُ الْبَرْقِ فَاَبَانَ لَهُ الطَّرِيْقَ وَسَلَكَ بِهِ السَّبِيْلَ، وَتَدَافَعَتْهُ الْاَبْوَابُ اِلٰى بَابِ السَّلَامَةِ وَدَارِ الْاِقَامَةِ، وَثَبَتَتْ رِجْلَاهُ بِطُمَاْنِيْنَةِ بَدَنِهِ فِيْ قَرَارِ الْاَمْنِ وَالرَّاحَةِ بِمَا اسْتَعْمَلَ قَلْبَهُ وَاَرْضٰى رَبَّهُ۔

مومن نے اپنی عقل کو زندہ رکھا اور اپنے نفس کو مار ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کا ڈیل ڈول لاغر اور تن و توش ہلکا ہو گیا۔ اس کیلئے بھرپور درخشندگیوں والا نور ہدایت چمکا کہ جس نے اس کے سامنے راستہ نمایاں کر دیا اور اُسے سیدھی راہ پر لے چلا، اور مختلف دروازے اسے دھکیلتے ہوئے سلامتی کے دروازہ اور (دائمی) قرارگاہ تک لے گئے اور اس کے پاؤں بدن کے ٹکاؤ کیساتھ امن و راحت کے مقام پر جم گئے۔ چونکہ اس نے اپنے دل کو عمل میں لگائے رکھا تھا اور اپنے پروردگار کو راضی و خوشنود کیا تھا۔

## خطبہ ۲۱۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَالَهُ بَعْدَ تِلَاوَتِهِ "اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ"

يَالَهُ مَرَامًا مَا اَبْعَدَهُ وَزَوْرًا مَا اَغْفَلَهُ، وَخَطَرًا مَا اَفْظَعَهُ۔ لَقَدِ اسْتَخْلَوْا مِنْهُمْ اَيَّ مُدَّكِرٍ، وَتَنَاوَشُوْهُمْ مِنْ مَكَانٍ بَعِيْدٍ

امیر المومنینؑ نے آیت الھکم التکاثر حتّٰی زرتم المقابر (تمہیں قوم قبیلے کی کثرت پر اترانے نے غافل کر دیا یہاں تک کہ تم نے قبریں دیکھ ڈالیں) کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا۔

دیکھو تم ان بوسیدہ ہڈیوں پر فخر کرنے والوں کا مقصد کتنا دور از عقل ہے، اور یہ قبروں پر آنے والے کتنے غافل و بے خبر ہیں اور یہ مہم کتنی سخت و دشوار ہے۔ انہوں نے مرنے والوں کو کیسی

أَفَبِمَصَارِعِ آبَائِهِمْ يَفْخَرُونَ؟ أَمْ بِعَدِيدِ الْهَلْكَى يَتَكَاثَرُونَ؟ يَرْتَجِعُونَ مِنْهُمْ أَجْسَاداً خَوَتْ، وَحَرَكَاتٍ سَكَنَتْ، وَلَأَنْ يَكُونُوا عِبَراً أَحَقُّ مِنْ أَنْ يَكُونُوا مُفْتَخَراً، وَلَأَنْ يَهْبِطُوا بِهِمْ جَنَابَ ذِلَّةٍ أَحْجَى مِنْ أَنْ يَقُومُوا بِهِمْ مَقَامَ عِزَّةٍ لَقَدْ نَظَرُوا إِلَيْهِمْ بِأَبْصَارِ الْعَشْوَةِ. وَضَرَبُوا مِنْهُمْ فِي غَمْرَةِ جَهَالَةٍ. وَلَوِ اسْتَنْطَقُوا عَنْهُمْ عَرَصَاتِ تِلْكَ الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوعِ الْخَالِيَةِ لَقَالَتْ ذَهَبُوا فِي الْأَرْضِ ضُلَّالاً وَذَهَبْتُمْ فِي أَعْقَابِهِمْ جُهَّالاً. تَطَأُونَ فِي هَامِهِمْ، وَتَسْتَثْبِتُونَ فِي أَجْسَادِهِمْ، وَتَرْتَعُونَ فِيمَا لَفَظُوا، وَتَسْكُنُونَ فِيمَا خَرَّبُوا وَإِنَّمَا الْأَيَّامُ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ بَوَاكٍ وَنَوَائِحُ عَلَيْكُمْ.

أُولَئِكُمْ سَلَفُ غَايَتِكُمْ، وَفُرَّاطُ مَنَاهِلِكُمْ الَّذِينَ كَانَتْ لَهُمْ مَقَاوِمُ الْعِزِّ وَحَلَبَاتُ الْفَخْرِ مُلُوكاً وَسُوَقاً. سَلَكُوا فِي بُطُونِ الْبَرْزَخِ سَبِيلاً سُلِّطَتِ الْأَرْضُ عَلَيْهِمْ فِيهِ، فَأَكَلَتْ مِنْ لُحُومِهِمْ وَشَرِبَتْ مِنْ دِمَائِهِمْ فَأَصْبَحُوا فِي فَجَوَاتِ قُبُورِهِمْ جَمَاداً لَا يَنْمُونَ، وَضِمَاراً لَا يُوجَدُونَ لَا يُفْزِعُهُمْ وُرُودُ الْأَهْوَالِ، وَلَا يَحْزُنُهُمْ

کیس عبرت آموز چیزوں سے خالی سمجھ لیا اور دور دراز جگہ سے انہیں (سرمایہ افتخار بنانے کے لئے) لے لیا۔ کیا یہ اپنے باد داداؤں کی لاشوں پر فخر کرتے ہیں۔ یا ہلاک ہونے والوں کی تعداد سے اپنی کثرت میں اضافہ محسوس رکھتے ہیں، وہ ان جسموں کو پلٹانا چاہتے ہیں، جو بے روح ہو چکے ہیں اور ان جنبشوں کو لوٹانا چاہتے ہیں جو تھم چکی ہیں۔ وہ سبب افتخار بننے سے زیادہ سامان عبرت بننے کے قابل ہیں۔ ان کی وجہ سے عجز وفروتنی کی جگہ پر اترنا عزت وسرفرازی کے مقام پر ٹھہرنے سے زیادہ مناسب ہے۔ انہوں نے چوندھیائی ہوئی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور اُن سے (عبرت لینے کے بجائے) جہالت کے گہراؤ میں اتر پڑے۔ اگر وہ ان کی سرگزشت کو ٹوٹے ہوئے مکانوں اور خالی گھروں کے صحنوں سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ وہ گمراہی کی حالت میں زمین کے اندر چلے گئے اور تم بھی بے خبر و جہالت کے عالم میں ان کے عقب میں بڑھے جا رہے ہو، تم اُن کی کھوپڑیوں کو روندتے ہوئے اور ان کے جسموں کی جگہ پر عمارتیں کھڑی کرنا چاہتے ہو، جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اس میں چر رہے ہو اور جسے وہ خالی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس میں آ بسے ہو، اور یہ دن بھی جو تمہارے اور اُن کے درمیان ہیں تم پر رو رہے ہیں اور نوحہ پڑھ رہے ہیں۔ تمہاری منزل منتہا پر پہلے سے پہنچ جانے والے اور تمہارے سرچشموں پر قبل سے وارد ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کے لئے عزت کی منزلیں تھیں اور فخر و سربلندی کی فراوانی تھی کچھ تاجدار تھے کچھ دوسرے درجہ کے بلند منصب مگر اب تو وہ برزخ کی گہرائیوں میں راہ پیما ہیں کہ جہاں زمین ان پر مسلط کر دی گئی ہے جس نے ان کا گوشت کھا لیا اور لہو چوس لیا ہے۔ چنانچہ وہ قبر کے شگافوں میں نشو و نما کھو کر جماد کی صورت میں پڑے ہیں اور یوں نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں کہ (ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔ نہ پر ہول خطرات کا آنا انہیں خوفزدہ کرتا ہے نہ حالات کا انقلاب انہیں



تَنَكُّرُ الْأَحْوَالِ، وَلَا يَحْفِلُونَ بِالرَّوَاجِفِ، وَلَا يَأْذَنُونَ لِلْقَوَاصِفِ. غُيَّباً لَا يُنْتَظَرُونَ، وَشُهُوداً لَا يَحْضُرُونَ. وَإِنَّمَا كَانُوا جَمِيعاً فَتَشَتَّتُوا، وَآلَافاً فَافْتَرَقُوا. وَمَا عَنْ طُولِ عَهْدِهِمْ وَلَا بُعْدِ مَحَلِّهِمْ عَمِيَتْ أَخْبَارُهُمْ وَصَمَّتْ دِيَارُهُمْ، وَلَكِنَّهُمْ سُقُوا كَأْساً بَدَّلَتْهُمْ بِالنُّطْقِ خَرَساً وَبِالسَّمْعِ صَمَماً، وَبِالْحَرَكَاتِ سُكُوناً، فَكَأَنَّهُمْ فِي ارْتِجَالِ الصِّفَةِ صَرْعَى سُبَاتٍ. جِيرَانٌ بَلِيَتْ بَيْنَهُمْ عُرَى التَّعَارُفِ وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمْ أَسْبَابُ الْإِخَاءِ فَكُلُّهُمْ وَحِيدٌ وَهُمْ جَمِيعٌ وَ بِجَانِبِ الْهَجْرِ وَهُمْ أَخِلَّاءُ. لَا يَتَعَارَفُونَ لِلَيْلٍ صَبَاحاً وَلَا لِنَهَارٍ مَسَاءً. أَيُّ الْجَدِيدَيْنِ ظَعَنُوا فِيهِ كَانَ عَلَيْهِمْ سَرْمَداً شَاهَدُوا مِنْ أَخْطَارِ دَارِهِمْ أَفْظَعَ مِمَّا خَافُوا، وَرَأَوْا مِنْ آيَاتِهَا أَعْظَمَ مِمَّا قَدَّرُوا. فَكِلْتَا الْغَايَتَيْنِ مُدَّتْ لَهُمْ إِلَى مَبَاءَةٍ فَاتَتْ مَبَالِغَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ. فَلَوْ كَانُوا يَنْطِقُونَ بِهَا لَعَيُوا بِصِفَةِ مَا شَاهَدُوا وَمَا عَايَنُوا وَلَئِنْ عَمِيَتْ آثَارُهُمْ وَانْقَطَعَتْ أَخْبَارُهُمْ. النَّوَاعِمُ. وَلَبِسْنَا أَهْدَامَ الْبِلَى. وَتَكَاءَ

اندوہناک بناتا ہے۔ نہ زلزلوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہ رعد کی کڑک پر کان دھرتے ہیں وہ ایسے غائب ہیں کہ جن کا انتظار نہیں کیا جاتا اور ایسے موجود ہیں کہ سامنے نہیں آتے وہ مل جل کر رہتے تھے جواب بکھر گئے ہیں اور آپس میں میل محبت رکھتے تھے، جواب جدا ہو گئے ہیں۔ ان کے واقعات سے بے خبری اور ان کے گھروں کی خاموشی امتداد زمانہ اور دوری منزل کی وجہ سے نہیں، بلکہ انہیں (موت کا) ایسا ساغر پلا دیا گیا ہے کہ جس نے ان کی گویائی چھین کر انہیں گونگا بنا دیا ہے اور ان کی حرکت و جنبش کو سکون و بے حسی سے بدل دیا ہے، گویا کہ وہ سرسری نظر میں یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے نیند میں لیٹے ہوئے ہوں۔ وہ ایسے ہمسائے ہیں جو ایک دوسرے سے انس و محبت کا لگاؤ نہیں رکھتے اور ایسے دوست ہیں جو آپس میں ملتے ملاتے نہیں، ان کے جان پہچان کے رابطے بوسیدہ ہو چکے ہیں اور بھائی بندی کے سلسلے ٹوٹ گئے ہیں وہ ایک ساتھ ہوتے ہوئے پھر اکیلے ہیں اور دوست ہوتے ہوئے پھر علیحدہ اور جدا ہیں۔ یہ لوگ شب ہو تو اس کی صبح سے بے خبر، دن ہو تو اس کی شام سے ناآشنا ہیں۔ جس کے رات یا جس دن میں انہوں نے رخت سفر باندھا ہے وہ ساعت ان پر ہمیشہ اور یکساں رہنے والی ہے۔ انہوں نے منزل آخرت کی ہولناکیوں کو اس سے بھی کہیں زیادہ ہولناک پایا جتنا انہیں ڈر تھا اور وہاں کے آثار کو اس سے عظیم تر دیکھا جتنا کہ وہ اندازہ لگاتے تھے۔ (مومنوں اور کافروں کی) منزل انتہا کو جائے بازگشت دوزخ و جنت تک پھیلا دیا گیا ہے۔ وہ (کافروں کے لئے) ہر درجہ امید سے بالاتر ہے، اگر وہ بول سکتے ہوتے جب بھی دیکھی ہوئی چیزوں کے بیان سے ان کی زبانیں گنگ ہو جاتیں اگرچہ ان کے نشانات مٹ چکے ہیں اور اُن کی خبروں کا سلسلہ قطع ہو چکا ہے۔ لیکن چشم بصیرت انہیں دیکھتی اور گوش عقل وہ خبر ان کی سنتے ہیں، وہ بولے مگر نطق وکلام کے طریقہ پر نہیں بلکہ انہوں نے زبان حال سے کہا شگفتہ

دَنَاضِيقُ الْمَضْجَعِ- وَتَوَارَثْنَا الْوَحْشَةَ- وَتَهَكَّمَتْ عَلَيْنَا الرُّبُوعُ الصُّمُوتُ فَانْمَحَتْ مَحَاسِنُ اَجْسَادِنَا، وَتَنَكَّرَتْ مَعَارِفُ صُوَارِنَا، وَطَالَتْ فِي مَسَاكِنِ الْوَحْشَةِ إِقَامَتُنَا وَلَمْ نَجِدْ مِنْ كَرْبٍ فَرَجًا، وَلَا مِنْ ضِيقٍ مُتَّسَعًا- فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ بِعَقْلِكَ اَوْ كُشِفَ عَنْهُمْ مَحْجُوبُ الْغِطَاءِ لَكَ وَقَدِ ارْتَسَخَتْ اَسْمَاعُهُمْ بِالْهَوَامِّ فَاسْتَكَّتْ، وَاكْتَحَلَتْ اَبْصَارُهُمْ بِالتُّرَابِ فَخَسَفَتْ، وَتَقَطَّعَتِ الْاَلْسِنَةُ فِي اَفْوَاهِهِمْ بَعْدَ ذَلَاقَتِهَا، وَهَمَدَتِ الْقُلُوبُ فِي صُدُورِهِمْ بَعْدَ يَقَظَتِهَا وَعَاثَ فِي كُلِّ جَارِحَةٍ مِنْهُمْ جَدِيدُ بِلًى سَمَّجَهَا، وَسَهَّلَ طُرُقَ الْاٰفَةِ اِلَيْهَا، مُسْتَسْلِمَاتٍ فَلَا اَيْدٍ تَدْفَعُ، وَلَا قُلُوبٌ تَجْزَعُ لَرَاَيْتَ اَشْجَانَ قُلُوبٍ، وَاَقْذَاءَ عُيُونٍ لَهُمْ فِي كُلِّ فَظَاعَةٍ صِفَةُ حَالٍ لَا تَنْتَقِلُ، وَغَمْرَةٌ لَا تَنْجَلِي- وَكَمْ اَكَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ عَزِيزِ جَسَدٍ وَاَنِيقِ لَوْنٍ كَانَ فِي الدُّنْيَا غَذِيَّ تَرَفٍ وَرَبِيبَ شَرَفٍ- يَتَعَلَّلُ بِالسُّرُورِ فِي سَاعَةِ حُزْنِهِ، وَيَفْزَعُ اِلَى السَّلْوَةِ اِنْ مُصِيبَةٌ نَزَلَتْ بِهِ ضَنًّا بِغَضَارَةِ عَيْشِهِ وَشَحَاحَةً بِلَهْوِهِ وَلَعِبِهِ- فَبَيْنَا هُوَ

چہرے بگڑ گئے۔ نرم و نازک بدن مٹی میں مل گئے اور ہم نے بوسیدہ کفن پہن رکھا ہے اور قبر کی تنگی نے ہمیں عاجز کر دیا ہے۔ خوف و دہشت کا ایک دوسرے سے ورثہ پایا ہے۔ ہماری خاموش منزلیں ویران ہو گئیں۔ ہمارے جسم کی رعنائیاں مٹ گئیں۔ ہماری جانی پہچانی ہوئی صورتیں بدل گئیں۔ ان وحشت کدوں میں ہماری مدت رہائش دراز ہو گئی۔ نہ بے چینی سے چھٹکارا نصیب ہے نہ تنگی سے فراخی حاصل ہے۔ اب اس عالم میں کہ جب کیڑوں کی وجہ سے اُن کے کان سماعت کو کھو کر بہرے ہو چکے ہیں اور اُن کی آنکھیں خاک کا سرمہ لگا کر اندر کو دھنس چکی ہیں اور اُن کے منہ میں زبانیں طلاقت و روانی دکھانے کے بعد پارہ پارہ ہو چکی ہیں اور سینوں میں دل چوکنا رہنے کے بعد بے حرکت ہو چکے ہیں اور ان کے ایک ایک عضو کو نت نئی بوسیدگیوں نے تباہ کر کے بد ہیئت بنا دیا ہے اور اس حالت میں کہ وہ (ہر مصیبت سہنے کے لئے) بلا مزاحمت آمادہ ہیں۔ ان کی طرف آفتوں کا راستہ ہموار کر دیا ہے، نہ کوئی ہاتھ ہے جو ان کا بچاؤ کرے اور نہ (پسیجنے والے) دل ہیں جو بے چین ہو جائیں، اگر تم اپنی عقلوں میں اُن کا نقشہ جماؤ، یا یہ کہ تمہارے سامنے سے ان پر پڑا ہوا پردہ ہٹا دیا جائے تو البتہ تم ان کے دلوں کے اندوہ اور آنکھوں میں پڑے ہوئے خس و خاشاک کو دیکھو گے کہ ان پر شدت و سختی کی ایسی حالت ہے کہ وہ بدلتی نہیں اور ایسی مصیبت و جان کاہی ہے کہ ہٹنے کا نام نہیں لیتی، اور تمہیں معلوم ہوگا کہ زمین نے کتنے باوقار جسموں اور دلفریب رنگ روپ والوں کو کھا لیا جو رنج کی گھڑیوں میں بھی مسرت انگیز چیزوں سے دل بہلاتے تھے۔ اگر کوئی مصیبت ان پر آ پڑتی تھی تو اپنے عیش کی تازگیوں پر للچائے رہنے، اور کھیل تفریح پر فریفتہ ہونے کی وجہ سے خوش وقتیوں کے سہارے ڈھونڈتے تھے۔ اسی دوران میں کہ وہ غافل و مدہوش کرنے والی زندگی کی چھاؤں میں دنیا کو دیکھ دیکھ کر ہنس دیتے تھے اور



يَضْحَكُ اِلَى الدُّنْيَا وَتَضْحَكُ الدُّنْيَا اِلَيْهِ فِي ظِلِّ عَيْشٍ غَفُولٍ اِذْ وَطِئَ الدَّهْرُ بِهِ حَسَكَهُ، وَنَقَضَتِ الْاَيَّامُ قُوَاهُ وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ الْحُتُوفُ مِنْ كَثَبٍ، فَخَالَطَهُ بَثٌّ لَا يَعْرِفُهُ، وَنَجِيُّ هَمٍّ مَا كَانَ يَجِدُهُ- وَتَوَلَّدَتْ فِيهِ فَتَرَاتُ عِلَلٍ اٰنَسَ مَا كَانَ بِصِحَّتِهِ فَفَزِعَ اِلَى مَا كَانَ عَوَّدَهُ الْاَطِبَّاءُ مِنْ تَسْكِينِ الْحَارِّ بِالْقَارِّ وَتَحْرِيكِ الْبَارِدِ بِالْحَارِّ، فَلَمْ يُطْفِئْ بِبَارِدٍ اِلَّا ثَوَّرَ حَرَارَةً، وَلَا حَرَّكَ بِحَارٍّ اِلَّا هَيَّجَ بُرُودَةً، وَلَا اعْتَدَلَ بِمُمَازِجٍ لِتِلْكَ الطَّبَائِعِ اِلَّا اَمَدَّ مِنْهَا كُلَّ ذَاتِ دَاءٍ حَتّٰى فَتَرَ مُعَلِّلُهُ، وَذَهَلَ مُمَرِّضُهُ وَتَعَايَا اَهْلُهُ بِصِفَةِ دَائِهِ، وَخَرِسُوا عَنْ جَوَابِ السَّائِلِينَ عَنْهُ- وَتَنَازَعُوا دُونَهُ شَجِيَّ خَبَرٍ يَكْتُمُونَهُ، فَقَائِلٌ يَقُولُ هُوَ لِمَا بِهِ، وَمُمَنٍّ لَهُمْ اِيَابَ عَافِيَتِهِ، وَمُصَبِّرٌ لَهُمْ عَلٰى فَقْدِهِ- يُذَكِّرُهُمْ اُسَى الْمَاضِينَ مِنْ قَبْلِهِ- فَبَيْنَا هُوَ كَذٰلِكَ عَلٰى جَنَاحٍ مِنْ فِرَاقِ الدُّنْيَا وَتَرْكِ الْاَحِبَّةِ، اِذْ عَرَضَ لَهُ عَارِضٌ مِنْ غُصَصِهِ فَتَحَيَّرَتْ نَوَافِذُ فِطْنَتِهِ، وَيَبِسَتْ رُطُوبَةُ لِسَانِهِ- فَكَمْ مِنْ مُهِمٍّ مِنْ جَوَابِهِ عَرَفَهُ فَعَيَّ عَنْ رَدِّهِ، وَدُعَاءٍ مُؤْلِمٍ لِقَلْبِهِ

دنیا انہیں دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہی تھی کہ اچانک زمانہ نے انہیں کانٹوں کی طرح روند دیا اور اُن کے سارے زور توڑ دیئے اور قریب ہی سے موت کی نظریں اُن پر پڑنے لگیں اور ایسا غم و اندوہ اُن پر طاری ہوا کہ جس سے وہ آشنا نہ تھے اور ایسے اندرونی قلق میں مبتلا ہوئے کہ جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا تھا اور اس حالت میں کہ وہ صحت سے بہت زیادہ مانوس تھے۔ ان میں مرض کی کمزوریاں پیدا ہو گئیں تو اب انہوں نے انہی چیزوں کی طرف رجوع کیا جن کا طبیبوں نے انہیں عادی بنا رکھا تھا کہ گرمی کے زور کو سرد دواؤں سے فرو کیا جائے اور سردی کو گرم دواؤں سے ہٹایا جائے۔ مگر سرد دواؤں نے گرمی کو بجھانے کے بجائے اور بھڑکا دیا اور گرم دواؤں نے ٹھنڈک کو ہٹانے کے بجائے اس کا جوش اور بڑھا دیا اور نہ ان طبیعتوں میں مخلوط ہونے والی چیزوں نے ہر عضو ماؤف کا آزار اور بڑھا دیا۔ یہاں تک کہ وہ چارہ گر سست پڑ گئے۔ تیمار دار (مانوس ہو کر) غفلت برتنے لگے۔ گھر والے مرض کی حالت بیان کرنے سے عاجز آ گئے اور مزاج پرسی کرنے والوں کے جواب سے خاموشی اختیار کر لی اور اس سے چھپاتے ہوئے اس اندوہناک خبر کے بارے میں اختلاف رائے کرنے لگے۔ ایک کہنے والا یہ کہتا تھا کہ اس کی حالت جو ہے سو ظاہر ہے اور ایک صحت و تندرستی کے پلٹ آنے کی اُمید دلاتا تھا اور ایک اس کی (ہونے والی) موت پر انہیں صبر کی تلقین کرتا اور اس سے پہلے گزر جانے والوں کی مصیبتیں انہیں یاد دلاتا تھا۔ اسی اثنا میں کہ وہ دنیا سے جانے اور دوستوں کو چھوڑنے کے لئے پر تول رہا تھا کہ ناگاہ گلوگیر پھندوں میں سے ایک ایسا پھندا اُسے لگا کہ اُس کے ہوش و حواس پاشان و پریشان ہو گئے اور زبان کی تری خشک ہو گئی اور کتنے ہی مہم سوالات تھے کہ جن کے جواب وہ جانتا تھا مگر بیان کرنے سے عاجز ہو گیا اور کتنی ہی دل سوز صدائیں اس

سَمِعَهُ فَتَصَامَّ عَنْهُ مِنْ كَبِيرٍ كَانَ يُعَظِّمُهُ اَوْصَغِيرٍ كَانَ يَرْحَمُهُ۔ وَاِنَّ لِلْمَوْتِ لَغَمَرَاتٍ هِيَ اَفْظَعُ مِنْ اَنْ تُسْتَغْرَقَ بِصِفَةٍ اَوْتَعْتَدِلَ عَلٰى عُقُوْلِ اَهْلِ الدُّنْيَا۔

کے کان سے ٹکرائیں کہ جن کے سننے سے بہرہ ہوگیا وہ آواز یا کسی ایسے بزرگ کی ہوتی تھی جس کا یہ بڑا احترام کرتا تھا، یا کسی ایسے خوردسال کی ہوتی تھی جس پر یہ مہربان و شفیق تھا۔ موت کی سختیاں اتنی ہیں کہ مشکل ہے کہ دائرہ بیان میں آسکیں یا اہل دنیا کی عقلوں کے اندازہ پر پوری اُتر سکیں۔

۱؎ اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ بنی عبدمناف اور بنی سہم مال و دولت کی فراوانی اور افراد قبیلہ کی کثرت پر آپس میں تفاخر کرنے لگے اور ایک اپنی کثرت دکھانے کے لئے اپنے مردوں کو بھی شمار کرنے لگا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تمہیں مال و دولت کی کثرت نے غافل کردیا ہے یہاں تک کہ تم نے زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی شمار کرنا شروع کردیا ہے۔ اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کہے گئے ہیں کہ مال و اولاد کی فراوانی نے تمہیں غافل کردیا ہے یہاں تک کہ تم مر کر قبروں تک پہنچ گئے۔ مگر امیر المومنینؑ کے ارشاد سے پہلے معنی کی تائید ہوتی ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جو دن کے وقت مرتے ہیں اُن کی نگاہوں میں ہمیشہ دن ہی رہتا ہے اور جو رات کے وقت مرتے ہیں اُن کے لئے رات کا اندھیرا نہیں چھٹتا۔ کیونکہ وہ ایسے مقام پر ہیں جہاں چاند، سورج کی گردش اور شب روز کا چکر نہیں ہوتا اس مضمون کو ایک شاعر نے اس طرح ادا کیا ہے۔

لابد من یوم بلالیلۃ　　اولیلۃ تاتی بلا یوم

پھر اُجالی رات کا منظر نہ دیکھے گا یہ دن　　صبح کا جلوہ نہ دیکھے گی کبھی شام فراق

## خطبہ ۲۱۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَهٗ عِنْدَ تِلَاوَتِهٖ "رِجَالٌ لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔"
اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الذِّكْرَ جِلَاءً لِلْقُلُوْبِ تَسْمَعُ بِهٖ بَعْدَ الْوَقْرَةِ، وَتُبْصِرُ بِهٖ بَعْدَ الْعَشْوَةِ، وَتَنْقَادُ بِهٖ بَعْدَ الْمُعَانَدَةِ۔ وَمَا بَرِحَ لِلّٰهِ۔ عَزَّتْ اٰلَاؤُهٗ۔ فِي الْبُرْهَةِ بَعْدَ الْبُرْهَةِ وَفِيْ اَزْمَانِ الْفَتَرَاتِ عِبَادٌ نَاجَاهُمْ فِيْ فِكْرِهِمْ

آیہ رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ" وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر الٰہی سے غافل نہیں بناتی۔" کی تلاوت کے بعد فرمایا

بے شک اللہ سبحانہٗ نے اپنی یاد کو دلوں کی صیقل قرار دیا ہے جس کے باعث وہ (اوامر و نواہی سے بہرا ہونے کے بعد سننے لگے اور اندھے پن کے بعد دیکھنے لگے اور دشمنی و عناد کے بعد فرمانبردار ہوگئے یکے بعد دیگرے ہر عہد اور انبیاء سے خالی دور میں حضرت رب العزت کے کچھ مخصوص بندے ہمیشہ موجود رہے ہیں کہ جن کی فکروں میں سرگوشیوں کی صورت میں (حقائق و معارف کا) القاء کرتا ہے اور ان کی عقلوں سے الہامی



وَكَلَّمَهُمْ فِيْ ذَاتِ عُقُوْلِهِمْ، فَاسْتَصْبَحُوْا بِنُوْرِ يَقْظَةٍ فِي الْاَسْمَاعِ وَالْاَبْصَارِ وَالْاَفْئِدَةِ يُذَكِّرُوْنَ بِاَيَّامِ اللّٰهِ، وَيُخَوِّفُوْنَ مَقَامَهٗ بِمَنْزِلَةِ الْاَدِلَّةِ فِي الْفَلَوَاتِ۔ مَنْ اَخَذَ الْقَصْدَ حَمِدُوْا اِلَيْهِ طَرِيْقَهٗ وَبَشَّرُوْهُ بِالنَّجَاةِ وَمَنْ اَخَذَ يَمِيْنًا وَّشِمَالًا ذَمُّوْا اِلَيْهِ الطَّرِيْقَ، وَحَذَّرُوْهُ مِنَ الْهَلَكَةِ وَكَانُوْا كَذٰلِكَ مَصَابِيْحَ تِلْكَ الظُّلُمَاتِ وَاَدِلَّةَ تِلْكَ الشُّبُهَاتِ وَاِنَّ لِلذِّكْرِ لَاَهْلًا اَخَذُوْهُ مِنَ الدُّنْيَا بَدَلًا فَلَمْ تَشْغَلْهُمْ تِجَارَةٌ لَا بَيْعٌ عَنْهُ، يَقْطَعُوْنَ بِهٖ اَيَّامَ الْحَيَاةِ وَيَهْتِفُوْنَ بِالزَّوَاجِرِ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ فِيْ اَسْمَاعِ الْغَافِلِيْنَ۔ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ وَيَأْتَمِرُوْنَ بِهٖ، وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَتَنَاهَوْنَ عَنْهُ۔ فَكَاَنَّمَا قَطَعُوا الدُّنْيَا اِلَى الْاٰخِرَةِ وَهُمْ فِيْهَا فَشَاهَدُوْا مَا وَرَآءَ ذٰلِكَ فَكَاَنَّمَا اطَّلَعُوْا غُيُوْبَ اَهْلِ الْبَرْزَخِ فِيْ طُوْلِ الْاِقَامَةِ فِيْهِ، وَحَقَّقَتِ الْقِيَامَةُ عَلَيْهِمْ عِدَاتِهَا فَكَشَفُوْا غِطَاءَ ذٰلِكَ لِاَهْلِ الدُّنْيَا حَتّٰى كَاَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَالَا يَرَى النَّاسُ وَيَسْمَعُوْنَ مَالَا يَسْمَعُوْنَ، فَلَوْ مَثَّلْتَهُمْ لِعَقْلِكَ فِيْ مَقَاوِمِهِمُ الْمَحْمُوْدَةِ، وَمَجَالِسِهِمُ الْمَشْهُوْدَةِ وَقَدْ

آوازوں کے ساتھ کلام کرتا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھوں کانوں اور دلوں میں بیداری کے نور سے (ہدایت و بصیرت کے) چراغ روشن کئے۔ وہ مخصوص یاد رکھنے (کے قابل) دنوں کی یاد دلاتے ہیں اور اُس کی جلالت و بزرگی سے ڈراتے ہیں۔ وہ لق و دق صحراؤں میں دلیل راہ ہیں۔ جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اس کے طور طریقے پر تحسین و آفرین کرتے ہیں اور اسے نجات کی خوشخبری سناتے ہیں اور جو (افراط و تفریط کی) دائیں بائیں سمتوں پر ہو تباہی و ہلاکت سے خوف دلاتے ہیں۔ انہیں خصوصیتوں کے ساتھ یہ ان اندھیاریوں کے چراغ اور اُن شبہوں کے لئے رہنما ہیں۔ کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یاد الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا۔ انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید و فروخت اسی کے ساتھ زندگی کے دن بسر کرتے ہیں اور محرمات الٰہیہ سے متنبہ کرنے والی آوازوں کے ساتھ غفلت شعاروں کے کانوں میں پکارتے ہیں۔ عدل و انصاف کا حکم دیتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں گویا کہ انہوں نے دنیا میں ہوتے ہوئے آخرت تک منزل کو طے کرلیا اور جو کچھ دنیا کے عقب میں ہے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور گویا کہ وہ اہل برزخ کے ان چھپے ہوئے حالات پر جو ان کے طویل عرصہ قیام میں نہیں پیش آئے گا ہو چکے ہیں اور گویا کہ قیامت نے ان کے لئے اپنے وعدوں کو پورا کردیا اور انہوں نے اہل دنیا کے سامنے ان چیزوں پر سے پردہ الٹ دیا یہاں تک کہ گویا وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں جسے دوسرے لوگ نہیں دیکھ سکتے اور وہ سب کچھ سن رہے ہیں جسے دوسرے نہیں سن سکتے۔ اگر تم ان کی پاکیزہ جگہوں اور پسندیدہ محفلوں میں ان کی تصویر اپنے ذہن میں کھینچو جبکہ وہ اسے اعمالناموں کو کھولے ہوں اور اپنے نفسوں سے ہر چھوٹے بڑے کام کا محاسبہ کرنے پر

نَشَرُوا دَوَاوِينَ أَعْمَالِهِمْ وَفَرَغُوا لِمُحَاسَبَةِ أَنْفُسِهِمْ عَلَى كُلِّ صَغِيرَةٍ وَكَبِيرَةٍ أُمِرُوا بِهَا فَقَصَّرُوا عَنْهَا، أَوْ نُهُوا عَنْهَا فَفَرَّطُوا فِيهَا، وَحَمَّلُوا ثِقَلَ أَوْزَارِهِمْ ظُهُورَهُمْ فَضَعُفُوا عَنِ الْاسْتِقْلَالِ بِهَا فَنَشَجُوا نَشِيجًا وَتَجَاوَبُوا نَحِيبًا يَعِجُّونَ إِلَى رَبِّهِمْ مِنْ مَقَامِ نَدَمٍ۔ وَاعْتِرَافٍ لَرَأَيْتَ أَعْلَامَ هُدًى، وَمَصَابِيحَ دُجًى، قَدْ حَفَّتْ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ، وَتَنَزَّلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَفُتِحَتْ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَأُعِدَّتْ لَهُمْ مَقَاعِدُ الْكَرَامَاتِ فِي مَقَامٍ اطَّلَعَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِيهِ فَرَضِيَ سَعْيَهُمْ وَحَمِدَ مَقَامَهُمْ يَتَنَسَّمُونَ بِدُعَائِهِ رَوْحَ التَّجَاوُزِ۔ رَهَائِنُ فَاقَةٍ إِلَى فَضْلِهِ، وَأُسَارَى ذِلَّةٍ لِعَظَمَتِهِ جَرَحَ طُولُ الْأَسَى قُلُوبَهُمْ۔ وَطُولُ الْبُكَاءِ عُيُونَهُمْ۔ لِكُلِّ بَابِ رَغْبَةٍ إِلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ يَدٌ قَارِعَةٌ يَسْأَلُونَ مَنْ لَا تَضِيقُ لَدَيْهِ الْمَنَادِحُ وَلَا يَخِيبُ عَلَيْهِ الرَّاغِبُونَ۔ فَحَاسِبْ نَفْسَكَ لِنَفْسِكَ فَإِنَّ غَيْرَهَا مِنَ الْأَنْفُسِ لَهَا حَسِيبٌ غَيْرُكَ۔

آمادہ ہوں۔ ایسے کام کہ جن پر وہ مامور تھے اور انہوں نے کوتاہی کی یا ایسے جن سے انہیں روکا گیا تھا، اور اُن سے تقصیر ہوئی اور ہمیشہ اپنی پشتوں کو اپنے گناہوں سے گرانبار محسوس کرتے رہے ہوں کہ جن کے اٹھانے سے وہ اپنے کو عاجز و درماندہ پاتے ہوں اس لئے روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئی ہوں اور بلک بلک کر روتے ہوئے ایک دوسرے کو جواب دے رہے ہوں اور ندامت و اعتراف گناہ کی منزل پر کھڑے ہوئے اللہ سے چیخ چیخ کر فریاد کر رہے ہوں تو اس صورت میں تمہیں ہدایت کے نشان اور اندھیروں کے چراغ نظر آئیں گے کہ جن کے گرد فرشتے حلقہ کئے ہوئے ہوں گے۔ تسلی و تسکین کا ان پر ورود ہو۔ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوئے ہوں۔ عزت کی مسندیں اُن کے لئے مہیا ہوں۔ ایسی جگہ پر کہ جہاں اللہ کی نظر توجہ ان پر ہو وہ ان کی کوششوں سے خوش ہو، اور اُن کی منزلت پر آفرین کرتا ہو۔ وہ اسے پکارنے کی وجہ سے عفو و بخشش کی ہواؤں میں سانس لیتے ہوں، وہ اُس کے فضل و کرم کی احتیاج میں گروی ہوں اور اُس کی عظمت و رفعت کے سامنے ذلت و پستی میں جکڑے ہوئے ہوں۔ غم و اندوہ کی طویل مدت نے ان کے دلوں کو زخمی اور گریہ و بکا کی کثرت نے اُن کی آنکھوں کو مجروح کر دیا ہو، ہر اُس دروازہ پر ان کا ہاتھ دستک دینے والا ہے جو اس کی طرف متوجہ و راغب کرے وہ اُس سے مانگتے ہیں کہ جس کے جود و کرم کی پہنائیاں تنگ نہیں ہوتیں اور نہ خواہش لے کر بڑھنے والے نا اُمید پھرتے ہیں۔ تم اپنی بہبودی کیلئے اپنے ہی نفس کا محاسبہ کرو کیوں کہ دوسروں کا محاسبہ کرنیوالا تمہارے علاوہ دوسرا ہے۔

## خطبہ ۲۲۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) آیت یاایها الانسان ماغرك بربك الكريم



قَالَهُ عِنْدَ تِلَاوَتِهِ:
"يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ۔"

"اے انسان تجھے کس چیز نے پروردگار کریم کے بارے میں دھوکا دیا" کی تلاوت کے وقت ارشاد فرمایا۔

أَدْحَضُ مَسْئُولٍ حُجَّةً، وَأَقْطَعُ مُغْتَرٍّ مَعْذِرَةً۔ لَقَدْ أَبْرَحَ جَهَالَةً بِنَفْسِهِ۔
يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا جَرَّأَكَ عَلَى ذَنْبِكَ، وَمَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ، وَمَا أَنَّسَكَ بِهَلَكَةِ نَفْسِكَ۔ أَمَا مِنْ دَائِكَ بُلُولٌ۔ أَمْ لَيْسَ مِنْ نَوْمَتِكَ يَقَظَةٌ۔ أَمَا تَرْحَمُ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَرْحَمُ مِنْ غَيْرِكَ۔ فَرُبَّمَا تَرَى الضَّاحِيَ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فَتُظِلُّهُ، أَوْ تَرَى الْمُبْتَلَى بِأَلَمٍ يُمِضُّ جَسَدَهُ فَتَبْكِي رَحْمَةً لَهُ فَمَا صَبَّرَكَ عَلَى دَائِكَ، وَجَلَّدَكَ عَلَى مُصَابِكَ، وَعَزَّاكَ عَنِ الْبُكَاءِ عَلَى نَفْسِكَ۔ وَهِيَ أَعَزُّ الْأَنْفُسِ عَلَيْكَ۔ وَكَيْفَ لَا يُوقِظُكَ خَوْفُ بَيَاتِ نِقْمَةٍ وَقَدْ تَوَرَّطْتَ بِمَعَاصِيهِ مَدَارِجَ سَطَوَاتِهِ فَتَدَاوَ مِنْ دَاءِ الْفَتْرَةِ فِي قَلْبِكَ بِعَزِيمَةٍ، وَمِنْ كَرَى الْغَفْلَةِ فِي نَاظِرِكَ بِيَقَظَةٍ وَكُنْ لِلّٰهِ مُطِيعًا، وَبِذِكْرِهِ آنِسًا۔ وَتَمَثَّلْ فِي حَالِ تَوَلِّيكَ عَنْهُ إِقْبَالَهُ عَلَيْكَ۔ يَدْعُوكَ إِلَى عَفْوِهِ وَيَتَغَمَّدُكَ بِفَضْلِهِ وَأَنْتَ مُتَوَلٍّ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ۔ فَتَعَالَى مِنْ قَوِيٍّ مَا أَكْرَمَهُ، وَتَوَاضَعْتَ

یہ شخص جس سے یہ سوال ہو رہا ہے جواب میں کتنا عاجز اور یہ فریب خوردہ عذر پیش کرنے میں کتنا قاصر ہے۔ وہ اپنے نفس کو سختی سے جہالت میں ڈالے ہوئے ہے۔

اے انسان تجھے کس چیز نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنے پروردگار کے بارے میں دھوکا دیا ہے اور کس چیز نے تجھے اپنی تباہی پر مطمئن بنا دیا ہے۔ کیا تیرے مرض کے لئے شفا اور تیرے خواب (غفلت) کے لئے بیداری نہیں ہے۔ کیا تجھے اپنے پر اتنا بھی رحم نہیں آتا جتنا دوسروں پر ترس کھاتا ہے۔ بسا اوقات تو جلتی دھوپ میں کسی کو دیکھتا ہے تو اس پر سایہ کر دیتا ہے یا کسی کو درد و کرب میں مبتلا پاتا ہے تو اس پر شفقت کی بناء پر تیرے آنسو نکل پڑتے ہیں مگر خود اپنے روگ پر کس نے تجھے صبر دلا دیا ہے اور کس نے تجھے اپنی مصیبتوں پر توانا کر دیا ہے اور خود اپنے اوپر رونے سے تسلی دے دی ہے۔ حالانکہ سب جانوں سے تجھے اپنی جان عزیز ہے اور کیوں کر عذاب الٰہی کے رات ہی کو ڈیرے ڈال دینے کا خطرہ تجھے بیدار نہیں رکھتا حالانکہ تو اپنے گناہوں کی بدولت اس کے قہر و تسلط کی راہ میں پڑا ہوا ہے۔ دل کی کوتاہیوں کے روگ کا چارہ عزم راسخ سے آنکھوں کے خواب غفلت کا مداوا بیداری سے کرو۔ اللہ کے مطیع و فرمانبردار بنو اور اس کی یاد سے جی لگاؤ، ذرا اس حالت کا تصور کرو، وہ تمہاری طرف بڑھ رہا ہے اور تم اُس سے منہ پھیرے ہوئے ہو اور وہ تمہیں اپنے دامن عفو میں لینے کے لئے بلا رہا ہے اور اپنے لطف و احسان سے ڈھانپنا چاہتا ہے اور تم ہو کہ اس سے روگرداں و کر دوسری طرف رخ کئے ہوئے ہو۔ بلند و برتر ہے وہ خدائے قوی و توانا کہ جو کتنا بڑا کریم ہے اور تو اتنا عاجز و ناتواں اور اتنا پست ہو کر گناہوں پر کتنا جری اور دلیر ہے حالانکہ

مِنْ ضَعِيفٍ مَا اَجْرَاَكَ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ وَاَنْتَ فِیْ كَنَفِ سِتْرِهٖ مُقِيْمٌ، وَفِیْ سَعَةِ فَضْلِهٖ مُتَقَلِّبٌ۔ فَلَمْ يَمْنَعْكَ فَضْلَهٗ وَلَمْ يَهْتِكْ عَنْكَ سِتْرَهٗ بَلْ لَمْ تَخْلُ مِنْ لُطْفِهٖ مَطْرَفَ عَيْنٍ، فِیْ نِعْمَةٍ يُحْدِثُهَا لَكَ، اَوْسَيِّئَةٍ يَسْتُرُهَا عَلَيْكَ، اَوْبَلِيَّةٍ يَصْرِفُهَا عَنْكَ فَمَا ظَنُّكَ بِهٖ لَوْ اَطَعْتَهٗ؟ وَايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ هٰذِهِ الصِّفَةَ كَانَتْ فِیْ مُتَّفِقِيْنَ فِی الْقُوَّةِ، مُتَوَازِنِيْنَ فِی الْقُدْرَةِ لَكُنْتَ اَوَّلَ حَاكِمٍ عَلٰى نَفْسِكَ بِذَمِيْمِ الْاَخْلَاقِ وَمَسَاوِیْ الْاَعْمَالِ۔ وَحَقًّا اَقُوْلُ مَا الدُّنْيَا غَرَّتْكَ وَلٰكِنْ بِهَا اغْتَرَرْتَ وَلَقَدْ كَاشَفَتْكَ الْعِظَاتُ وَاٰذَنَتْكَ عَلٰى سَوَآءٍ وَلَهِیَ بِمَا تَعِدُكَ مِنْ نُزُوْلِ الْبَلَاءِ بِجِسْمِكَ وَالنَّقْصِ فِیْ قُوَّتِكَ اَصْدَقُ وَاَوْفٰى مِنْ اَنْ تَكْذِبَكَ اَوْتَغُرَّكَ۔ وَلَرُبَّ نَاصِحٍ لَهَا عِنْدَكَ مُتَّهَمٌ، وَصَادِقٍ مِّنْ خَبَرِهَا مُكَذَّبٌ وَلَئِنْ تَعَرَّفْتَهَا فِی الدِّيَارِ الْخَاوِيَةِ وَالرُّبُوْعِ الْخَالِيَةِ لَتَجِدَنَّهَا مِنْ حُسْنِ تَذْكِيْرِكَ وَبَلَاغِ مَوْعِظَتِكَ بِمَحَلَّةِ الشَّفِيْقِ عَلَيْكَ وَالشَّحِيْحِ بِكَ۔ وَلَنِعْمَ دَارُ مَنْ لَّمْ يَرْضَ بِهَا دَارًا، وَمَحَلُّ مَنْ لَّمْ يُوَطِّنْهَا مَحَلًّا۔ وَاِنَّ السُّعَدَآءَ بِالدُّنْيَا غَدًا هُمُ الْهَارِبُوْنَ مِنْهَا الْيَوْمَ۔

اُسی کے دامن پناہ میں اقامت گزیں ہے اور اسی کے لطف و احسان کی پہنائیوں میں اٹھتا بیٹھا ہے۔ اُس نے اپنے لطف و کرم کو تجھ سے روکا نہیں اور نہ تیرا پردہ چاک کیا ہے۔ بلکہ اس کی کسی نعمت میں جو اُس نے تیرے لئے خلق کی یا کسی گناہ میں کہ جس پر اُس نے پردہ ڈالا یا کسی مصیبت و ابتلا میں کہ جس کا رخ تجھ سے موڑا تو اُس کے لطف و کرم سے لحظہ بھر کے لئے محروم نہیں ہوا یہ اُس صورت میں ہے کہ جب تو اُس کی معصیت کرتا ہے تو پھر تیرا اس کی بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر تو اُس کی اطاعت کرتا ہوتا۔ خدا کی قسم! اگر یہی رویہ دو ایسے شخصوں میں ہوتا جو قوت و قدرت میں برابر کے ہم پلہ ہوتے (اور ان میں سے ایک تو ہوتا جو بے رخی کرتا اور دوسرا تجھ پر احسان کرتا تو تو ہی سب سے پہلے اپنے نفس پر کج خلقی و بد کرداری کا حکم لگاتا، سچ کہتا ہوں کہ دنیا نے تجھ کو فریب نہیں دیا بلکہ خود جان بوجھ کر اُس کے فریب میں آیا ہے۔ اس نے تو تیرے سامنے نصیحتوں کو کھول کر رکھ دیا اور تجھے (ہر چیز سے) یکساں طور پر آگاہ کردیا۔ اس نے جن بلاؤں کو تیرے جسم پر نازل ہونے اور جس کمزوری کے تیرے قویٰ پر طاری ہونے کا وعدہ کیا ہے اس میں راستگو اور ایفائے عہد کرنے والی ہے بجائے اس کے کہ تجھ سے جھوٹ کہا ہو یا فریب دیا ہو۔ کتنے ہی اس دنیا کے بارے میں سچے نصیحت کرنے والے ہیں جو تیرے نزدیک قابل اعتبار ہیں اور کتنے ہی اس کے حالات کو صحیح صحیح بیان کرنے والے ہیں جو جھٹلائے جاتے ہیں۔ اگر تو ٹوٹے ہوئے گھروں اور سنسان مکانوں سے دنیا کی معرفت حاصل کرے تو تو انہیں اچھی یاد دہانی اور مؤثر پند دہی کے لحاظ سے بمنزلہ ایک مہربان کے پائے گا کہ جو تیرے (ہلاکتوں میں پڑنے سے) بخل سے کام لیتے ہیں یہ دنیا اس کے لئے اچھا گھر ہے
جو اسے گھر سمجھنے پر خوش نہ ہو اور اسی کے لئے اچھی جگہ ہے جو اسے اپنا وطن بنا کر نہ رہے۔ اس دنیا کی وجہ سے سعادت کی



اِذَا رَجَفَتِ الرَّاجِفَةُ۔ وَحَقَّتْ بِجَلَائِلِهَا الْقِيَامَةُ۔ وَلَحِقَ بِكُلِّ مَنْسَكٍ اَهْلُهٗ، وَبِكُلِّ مَعْبُوْدٍ عَبَدَتُهٗ، وَبِكُلِّ مُطَاعٍ اَهْلُ طَاعَتِهٖ، فَلَمْ يُجْزَفِیْ عَدْلِهٖ وَقِسْطِهٖ يَوْمَئِذٍ خَرْقُ بَصَرٍ فِی الْهَوَآءِ، وَلَا هَمْسُ قَدَمٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا بِحَقِّهٖ، فَكَمْ حُجَّةٍ يَوْمَ ذَاكَ دَاحِضَةٍ وَعَلَائِقِ عُذْرٍ مُنْقَطِعَةٍ۔ فَتَحَرَّمِنْ اَمْرِكَ مَايَقُوْمُ بِهٖ عُذْرُكَ وَتَثْبُتُ بِهٖ حُجَّتُكَ۔ وَخُذْمَا يَبْقٰى لَكَ مِمَّا لَا تَبْقٰى لَهٗ۔ وَتَيَسَّرْ لِسَفَرِكَ۔ وَشِمْ بَرْقَ النَّجَاةِ۔ وَارْحَلْ مَطَايَا التَّشْمِيْرِ۔

منزل پر کل وہی لوگ پہنچیں گے جو آج اس سے گریزاں ہیں۔ جب زمین زلزلہ میں اور قیامت اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آجائے گی اور ہر عبادت گاہ سے اُس کے پجاری ہر معبود سے اُس کے پرستار اور ہر پیشوا سے اُس کے مقتدی ملحق ہو جائیں گے تو اس وقت فضا میں شگاف کرنے والی نظر اور زمین میں قدموں کی ہلکی سی چاپ کا بدلہ بھی اس کی عدالت گستری و انصاف پروری کے پیش نظر حق و انصاف سے پورا پورا دیا جائے گا۔ اُس دن کتنی ہی دلیلیں غلط و بے معنی ہو جائیں گی اور عذر و معذرت کے بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اب اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارا عذر قبول اور تمہاری حجت ثابت ہو سکے جس دنیا سے تم نے ہمیشہ بہر یاب نہیں ہونا اُس سے وہ چیزیں لے لو جو تمہارے لئے ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اپنے سفر کے لئے تیار رہو (دنیا کی ظلمتوں میں) نجات کی چمک پر نظر کرو اور جدوجہد کی سواریوں پر پالان کس لو۔

## خطبہ ۲۲۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

وَاللّٰهِ لَاَنْ اَبِيْتَ عَلٰى حَسَكِ الْاَغْلَالِ مُصَفَّدًا، اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَلْقَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظَالِمًا لِبَعْضِ الْعِبَادِ، وَغَاصِبًا لِشَیْءٍ مِنَ الْحُطَامِ۔ وَكَيْفَ اَظْلِمُ اَحَدًا لِنَفْسٍ يُسْرِعُ اِلَى الْبِلٰى قُفُوْلُهَا وَيَطُوْلُ فِی الثَّرٰى حُلُوْلُهَا۔
وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ عَقِيْلًا، وَقَدْ اَمْلَقَ حَتّٰى اسْتَمَاحَنِیْ مِنْ بُرِّكُمْ صَاعًا، وَرَاَيْتُ صِبْيَانَهٗ شُعْثَ الشُّعُوْرِ غُبْرَ

خدا کی قسم مجھے سعدانؑ کے کانٹوں پر جاگتے ہوئے رات گزارنا اور طوق و زنجیر میں مقید ہو کر گھسیٹا جانا اس سے کہیں زیادہ پسند ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ میں نے کسی بندے پر ظلم کیا ہو۔ یا مال دنیا میں سے کوئی چیز غصب کی ہو، میں اس نفس کی خاطر کیونکر کسی پر ظلم کر سکتا ہوں جو جلد ہی فنا کی طرف پلٹنے والا ہے اور مدتوں تک مٹی کے نیچے پڑا رہنے والا ہے۔
بخدا میں نے (اپنے بھائی) عقیل کو سخت فقر و فاقہ کی حالت میں دیکھا، یہاں تک کہ وہ تمہارے (حصہ کے) گیہوں میں ایک صاع مجھ سے مانگتے تھے اور میں نے اُن کے بچوں کو بھی دیکھا جن کے بال بکھرے ہوئے اور فقر و بے نوائی سے رنگ تیرگی مائل ہو چکے تھے گویا اُن کے چہرے نیل چھڑک کر سیاہ کر دیئے

الْاَلْوَانِ مِنْ فَقْرِهِمْ كَاَنَّمَا سُوِّدَتْ وُجُوْهُهُمْ بِالْعِظْلِمِ، وَعَاوَدَنِیْ مُؤَكِّدًا وَكَرَّرَ عَلَیَّ الْقَوْلَ مُرَدِّدًا فَاَصْغَیْتُ اِلَیْهِ سَمْعِیْ فَظَنَّ اَنِّیْ اَبِیْعُهٗ دِیْنِیْ وَاَتَّبِعُ قِیَادَهٗ مُفَارِقًا طَرِیْقِیْ فَاَحْمَیْتُ لَهٗ حَدِیْدَةً ثُمَّ اَدْنَیْتُهَا مِنْ جِسْمِهٖ لِیَعْتَبِرَ بِهَا فَضَجَّ ضَجِیْجَ ذِیْ دَنَفٍ مِنْ اَلَمِهَا، وَكَادَ اَنْ یَحْتَرِقَ مِنْ مِیْسَمِهَا، فَقُلْتُ لَهٗ ثَكِلَتْكَ الثَّوَاكِلُ یَا عَقِیْلُ، اَتَئِنُّ مِنْ حَدِیْدَةٍ اَحْمَاهَا اِنْسَانُهَا لِلَعِبِهٖ، وَتَجُرُّنِیْ اِلٰی نَارٍ سَجَرَهَا جَبَّارُهَا لِغَضَبِهٖ۔ اَتَئِنُّ مِنَ الْاَذٰی وَلَا اَئِنُّ مِنْ لَظٰی۔ وَاَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ طَارِقٌ طَرَقَنَا بِمَلْفُوْفَةٍ فِیْ وِعَائِهَا، وَمَعْجُوْنَةٍ شَنِئْتُهَا كَاَنَّمَا عُجِنَتْ بِرِیْقِ حَیَّةٍ اَوْ قَیْئِهَا، فَقُلْتُ اَصِلَةٌ اَمْ زَكَاةٌ اَمْ صَدَقَةٌ فَذٰلِكَ مُحَرَّمٌ عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ، فَقَالَ لَا ذَا وَلَا ذَاكَ وَلٰكِنَّهَا هَدِیَّةٌ فَقُلْتُ هَبِلَتْكَ الْهَبُوْلُ، اَعَنْ دِیْنِ اللّٰهِ اَتَیْتَنِیْ لِتَخْدَعَنِیْ، اَمُخْتَبِطٌ اَنْتَ اَمْ ذُوْجِنَّةٍ اَمْ تَهْجُرُ۔ وَاللّٰهِ لَوْ اُعْطِیْتُ الْاَقَالِیْمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاكِهَا عَلٰی اَنْ اَعْصِیَ اللّٰهَ فِیْ نَمْلَةٍ اَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِیْرَةٍ مَا فَعَلْتُ وَاِنَّ دُنْیَاكُمْ عِنْدِیْ لَاَهْوَنُ مِنْ وَرَقَةٍ فِیْ فَمِ

گئے ہیں، وہ اصرار کرتے ہوئے میرے پاس آئے اور اس بات کو بار بار دھرایا میں نے ان کی باتوں کو کان دے کر سنا تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ میں ان کے ہاتھ اپنا دین بیچ ڈالوں گا اور اپنی روش چھوڑ کر ان کی کھینچ تان پر اُن کے پیچھے ہو جاؤں گا مگر میں نے کیا یہ کہ ایک لوہے کے ٹکڑے کو تپایا اور پھر اُن کے جسم کے قریب لے گیا تا کہ عبرت حاصل کریں۔ چنانچہ وہ اس طرح چیخے جس طرح کوئی بیمار درد و کرب سے چیختا ہے اور قریب تھا کہ ان کا بدن اس داغ دینے سے جل جائے پھر میں نے اُن سے کہا کہ اے عقیل رونے والیاں تم پر روئیں کیا تم اس لوہے کے ٹکڑے سے چیخ اٹھے ہو جسے ایک انسان نے ہنسی مذاق میں (بغیر جلانے کی نیت کے) تپایا ہے اور تم مجھے اُس آگ کی طرف کھینچ رہے ہو کہ جسے خدا نے قہار نے اپنے غضب سے بھڑکایا ہے۔ تم تو اذیت سے چیخو اور میں جہنم کے شعلوں سے نہ چلاؤں۔ اس سے عجیب تر واقع یہ ہے کہ ایک شخص[2] رات کے وقت (شہد میں) گندھا ہوا حلوہ ایک سر بند برتن میں لئے ہوئے ہمارے گھر پر آیا جس سے مجھے ایسی نفرت تھی کہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ سانپ کے تھوک یا اُس کی قے میں گوندھا گیا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ کیا یہ کسی بات کا انعام ہے یا زکوٰۃ ہے یا صدقہ ہے کہ جو ہم اہل بیتؑ پر حرام ہے۔ تو اس نے کہا کہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے بلکہ یہ تحفہ ہے۔ تو میں نے کہا کہ مردہ عورتیں تجھ پر روئیں کیا تو دین کی راہ سے مجھے فریب دینے کے لئے آیا ہے۔ کیا تو بہک گیا ہے؟ یا پاگل ہو گیا ہے یا یونہی ہذیان بک رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر ہفت اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمان کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں صرف اللہ کی اتنی معصیت کروں کہ میں چیونٹی سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو کبھی بھی ایسا نہ کروں گا۔ یہ دنیا تو میرے نزدیک اُس پتی سے بھی زیادہ بے قدر ہے جو ٹڈی کے منہ میں ہو کہ جسے وہ چبا رہی ہو۔ علیؑ کو فنا ہونے والی نعمتوں اور مٹ



جَرَادَةٍ تَقْضَمُهَا مَا لِعَلِیٍّ وَلِنَعِیْمٍ یَفْنٰی وَلَذَّةٍ لَا تَبْقٰی۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُبَاتِ الْعَقْلِ وَقُبْحِ الزَّلَلِ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ۔

جانے والی لذتوں سے کیا واسطہ۔ ہم عقل کے خواب غفلت میں پڑ جانے اور لغزشوں کی برائیوں سے خدا کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور اُسی سے مدد کے خواستگار ہیں۔

[1] ایک خاردار جھاڑی ہے جسے اونٹ چرتا ہے۔

[2] یہ اشعث ابن قیس تھا۔

## خطبہ ۲۲۲

(وَمِنْ دُعَاءٍ لَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ صُنْ وَجْهِیْ بِالْیَسَارِ، وَلَا تَبْذُلْ جَاهِیْ بِالْاِقْتَارِ فَاَسْتَرْزِقَ طَالِبِیْ رِزْقِكَ، وَاَسْتَعْطِفَ شِرَارَ خَلْقِكَ، وَاُبْتَلٰی بِحَمْدِ مَنْ اَعْطَانِیْ، وَاُفْتَتَنَ بِذَمِّ مَنْ مَنَعَنِیْ، وَاَنْتَ مِنْ وَرَآءِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ وَلِیُّ الْاَعْطَاءِ وَالْمَنْعِ "اِنَّكَ عَلٰے وَلِیُّ الْاِعْطَاءِ وَالْمَنْعِ "اِنَّكَ عَلٰے كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔"

خدایا! میری آبرو کی غناؤ تونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر و تنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں اور تیرے بندوں کی نگاہ لطف و کرم کو اپنی طرف موڑنے کی تمنا کروں اور جو مجھے دے اُس کی مدح و ثنا کرنے لگوں اور جو نہ دے اُس کی برائی کرنے میں مبتلا ہو جاؤں اور ان سب چیزوں کے پس پردہ تو ہی عطا کرنے اور روک لینے کا اختیار رکھتا ہے۔" بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

## خطبہ ۲۲۳

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ)

دَارٌ بِالْبَلَاءِ مَحْفُوْفَةٌ، وَبِالْغَدْرِ مَعْرُوْفَةٌ۔ لَا تَدُوْمُ اَحْوَالُهَا، وَلَا تَسْلَمُ نُزَّالُهَا اَحْوَالٌ مُخْتَلِفَةٌ، وَتَارَاتٌ مُتَصَرِّفَةٌ الْعَیْشُ فِیْهَا مَذْمُوْمٌ وَالْاَمَانُ فِیْهَا مَعْدُوْمٌ۔ وَاِنَّمَا اَهْلُهَا فِیْهَا اَغْرَاضٌ مُسْتَهْدَفَةٌ تَرْمِیْهِمْ بِسِهَامِهَا وَتُفْنِیْهِمْ بِحِمَامِهَا۔

(یہ دنیا) ایک ایسا گھر ہے جو بلاؤں میں گھرا ہوا اور فریب کاریوں میں شہرت یافتہ ہے اس کے حالات کبھی یکساں نہیں رہتے اور نہ اس میں فروکش ہونے والے صحیح و سالم رہ سکتے ہیں۔ اس کے حالات مختلف اور اطوار ادلنے بدلنے والے ہیں۔ خوش گذرانی کی صورت اس میں قابل مذمت اور امن و سلامتی کا اس میں پتہ نہیں۔ اس کے رہنے والے تیر اندازی کے ایسے نشانے ہیں کہ جن پر دنیا اپنے تیر چلاتی رہتی ہے اور موت کے ذریعہ انہیں فنا کرتی رہتی ہے۔

وَاعْلَمُوْا عِبَادَاللّٰهِ اَنَّكُمْ وَمَا اَنْتُمْ فِيْهِ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا عَلٰى سَبِيْلِ مَنْ قَدْ مَضٰى قَبْلَكُمْ مِمَّنْ كَانَ اَطْوَلَ مِنْكُمْ اَعْمَارًا، وَاَعْمَرَ دِيَارًا، وَاَبْعَدَ اٰثَارًا، اَصْبَحَتْ اَصْوَاتُهُمْ هَامِدَةً، وَرِيَاحُهُمْ رَاكِدَةً، وَاَجْسَادُهُمْ بَالِيَةً، وَدِيَارُهُمْ خَالِيَةً، وَاٰثَارُهُمْ عَافِيَةً۔ فَاسْتَبْدَلُوْا بِالْقُصُوْرِ الْمُشَيَّدَةِ وَالنَّمَارِقِ الْمُمَهَّدَةِ الصُّخُوْرَ وَالْاَحْجَارَ الْمُسَنَّدَةَ، وَالْقُبُوْرَ اللَّاطِئَةَ الْمُلْحَدَةَ۔ الَّتِيْ قَدْ بُنِيَ بِالْخَرَابِ فِنَاؤُهَا، وَشُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا، وَشُيِّدَ بِالتُّرَابِ بِنَاؤُهَا۔ فَمَحَلُّهَا مُقْتَرِبٌ، وَسَاكِنُهَا مُغْتَرِبٌ۔ بَيْنَ اَهْلِ مَحَلَّةٍ مُوْحِشِيْنَ وَاَهْلِ فَرَاغٍ مُتَشَاغِلِيْنَ لَا يَسْتَأْنِسُوْنَ بِالْاَوْطَانِ، وَلَا يَتَوَاصَلُوْنَ تَوَاصُلَ الْجِيْرَانِ عَلٰى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ عَلٰى مَا بَيْنَهُمْ مِنْ قُرْبِ الْجِوَارِ وَدُنُوِّ الدَّارِ وَكَيْفَ يَكُوْنُ بَيْنَهُمْ تَزَاوُرٌ وَقَدْ طَحَنَهُمْ بِكَلْكَلِهِ الْبِلٰى وَاَكَلَتْهُمُ الْجَنَادِلُ وَالثَّرٰى وَكَاَنْ قَدْ صِرْتُمْ اِلٰى مَا صَارُوْا اِلَيْهِ، وَارْتَهَنَكُمْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعُ، وَضَمَّكُمْ ذٰلِكَ الْمُسْتَوْدَعُ۔ فَكَيْفَ بِكُمْ لَوْ تَنَاهَتْ بِكُمُ الْاُمُوْرُ، وَبُعْثِرَتِ الْقُبُوْرُ "هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ

اے خدا کے بندو! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اور اس دنیا کی اُن چیزوں کو کہ جن میں تم ہو انہی لوگوں کی راہ پر گزرنا ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں کہ جو تم سے زیادہ لمبی عمروں والے، تم سے زیادہ آباد گھروں والے اور تم سے زیادہ پائدار نشانیوں والے تھے ان کی آوازیں خاموش ہو گئیں، بندھی ہوائیں اُکھڑ گئیں، بدن گل سڑ گئے، گھر سنسان ہو گئے، اور نام و نشان تک مٹ گئے۔ انہوں نے مضبوط محلوں اور بچھی ہوئی مسندوں کو پتھروں اور چنی ہوئی سلوں اور پیوند زمین ہونے والی (اور) لحد والی قبروں سے بدل لیا کہ جن کے صحنوں کی بنیاد تباہی و ویرانی پر ہے۔ اور مٹی ہی سے ان کی عمارتیں مضبوط کی گئی ہیں۔ ان قبروں کی جگہیں آپس میں نزدیک نزدیک ہیں اور ان میں بسنے والے دور افتادہ مسافر ہیں ایسے مقام میں کہ جہاں وہ بوکھلائے ہوئے ہیں اور ایسی جگہ میں کہ جہاں (دنیا کے کاموں سے) فارغ ہو کر آخرت کی فکروں میں مشغول ہیں۔ وہ اپنے وطن سے اُنس نہیں رکھتے اور نزدیک کی ہمسائیگی اور گھروں کے قریب کے باوجود ہمسایوں کی طرح آپس میں میل ملاپ نہیں رکھتے اور کیونکر آپس میں ملنا جلنا ہو سکتا ہے جبکہ بوسیدگی و تباہی نے اپنے سینہ سے انہیں پیس ڈالا ہے اور پتھروں اور مٹی نے انہیں کھا لیا ہے۔ تم بھی یہی سمجھو کہ (گویا) وہیں پہنچ گئے جہاں وہ پہنچ چکے ہیں اور اسی خواب گاہ (قبر) نے تمہیں بھی جکڑ لیا ہے اور اسی امانت گاہ (لحد) نے تمہیں بھی چمٹا لیا ہے۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہو گی کہ جب تمہارے سارے مرحلے انتہا کو پہنچ جائیں گے اور قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال کے (نفع و نقصان) کی جانچ کرے گا اور وہ اپنے سچے مالک خدا کی



مَّا اَسْلَفَتْ، وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔"

طرف پلٹائے جائیں گے اور جو کچھ افتراء پردازیاں کرتے تھے ان کے کام نہ آئیں گی۔

## خطبہ ۲۲۴

(وَمِنْ دُعَائِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اٰنَسُ الْاٰنِسِيْنَ لِاَوْلِيَآئِكَ۔ وَاَحْضَرُهُمْ بِالْكِفَايَةِ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَ عَلَيْكَ۔ تُشَاهِدُهُمْ فِيْ سَرَائِرِهِمْ، وَتَطَّلِعُ عَلَيْهِمْ فِيْ ضَمَآئِرِهِمْ وَتَعْلَمُ مَبْلَغَ بَصَآئِرِهِمْ۔ فَاَسْرَارُهُمْ لَكَ مَكْشُوْفَةٌ، وَقُلُوْبُهُمْ اِلَيْكَ مَلْهُوْفَةٌ۔ اِنْ اَوْحَشَتْهُمُ الْغُرْبَةُ اٰنَسَهُمْ ذِكْرُكَ، وَاِنْ صُبَّتْ عَلَيْهِمُ الْمَصَائِبُ لَجَاُوْا اِلَى الْاِسْتِجَارَةِ بِكَ عِلْمًا بِاَنَّ اَزِمَّةَ الْاُمُوْرِ بِيَدِكَ وَمَصَادِرَهَا عَنْ قَضَآئِكَ۔

اے اللہ! تو اپنے دوستوں کے ساتھ تمام اُنس رکھنے والوں سے زیادہ مانوس ہے اور تجھ پر بھروسہ رکھنے والے ہیں ان کی حاجت روائی کے لئے ہمہ وقت پیش پیش ہے۔ تو ان کی باطنی کیفیتوں کو دیکھتا اور ان کے چھپے ہوئے بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی بصیرتوں کی رسائی سے باخبر ہے۔ ان کے راز تیرے سامنے آشکارا اور اُن کے دل تیرے آگے فریادی ہیں۔ اگر تنہائی سے ان کا جی گھبراتا ہے تو تیرا ذکر ان کا دل بہلاتا ہے۔ اگر مصیبتیں اُن پر پڑتی ہیں تو وہ تیرے دامن میں پناہ کے لئے ملتجی ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ سب چیزوں کی باگ ڈور تیرے ہاتھ میں ہے اور اُن کے نفاذ پذیر ہونے کی جگہیں تیرے ہی فیصلوں سے وابستہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ فَهِهْتُ عَنْ مَسْاَلَتِيْ اَوْ عَمِيْتُ عَنْ طَلِبَتِيْ فَدُلَّنِيْ عَلٰى مَصَالِحِيْ، وَخُذْ بِقَلْبِيْ اِلٰى مَرَاشِدِيْ، فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِنُكْرٍ مِنْ هِدَايَاتِكَ وَلَا بِبِدْعٍ مِنْ كِفَايَاتِكَ۔

خدایا! اگر میں سوال کرنے سے عاجز رہوں یا اپنے مقصود پر نظر نہ ڈال سکوں تو تو میری مصلحتوں کی طرف رہنمائی فرما اور میرے دل کو اصلاح و بہبود کی صحیح منزل پر پہنچا۔ یہ چیز تیری رہنمائیوں اور حاجت روائیوں کو دیکھتے ہوئے کوئی نرالی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ احْمِلْنِيْ عَلٰى عَفْوِكَ وَلَا تَحْمِلْنِيْ عَلٰى عَدْلِكَ۔

خدایا! میرا معاملہ اپنے عفو و بخشش سے طے کرنا اپنے عدل و انصاف کے معیار سے۔

## خطبہ ۲۲۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فلاں شخص کی کارکردگیوں کی جزا اللہ دے۔

لِلّٰہِ بِلَاءُ فُلَانٍ فَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَی الْعَمَدَ۔ خَلَّفَ الْفِتْنَۃَ وَاَقَامَ السُّنَّۃَ۔ ذَھَبَ نِقِیَّ الثَّوْبِ، قَلِیْلَ الْعَیْبِ اَصَابَ خَیْرَھَا وَسَبَقَ شَرَّھَا۔ اَدّٰی اِلَی اللّٰہِ طَاعَتَہٗ وَاتَّقَاہُ بِحَقِّہٖ۔ رَحَلَ وَتَرَکَھُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَۃٍ لَا یَھْتَدِیْ فِیْھَا الضَّالُّ وَلَا یَسْتَیْقِنُ الْمُھْتَدِیْ۔

انہوں نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا مرض کا چارہ کیا۔ فتنہ و فساد کو پیچھے چھوڑ گئے۔ سنت کو قائم کیا صاف ستھرے دامن اور کم عیبوں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے (دنیا کی) بھلائیوں کو پالیا اور اُس کی شر انگیزیوں سے آگے بڑھ گئے۔ اللہ کی اطاعت بھی کی اور اس کا پورا پورا خوف بھی کھایا۔ خود چلے گئے اور لوگوں کو ایسے متفرق راستوں میں چھوڑ گئے جن میں گم کردہ راہ راستہ نہیں پاسکتا اور ہدایت یافتہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔

[1] ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ لفظ فلاں کنایہ ہے حضرت عمر سے اور یہ کلمات انہی کی مدح و توصیف میں کہے گئے ہیں جیسا کہ سید رضی کے تحریر کردہ نسخہ نہج البلاغہ میں لفظ فلاں کے نیچے انہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا لفظ عمر موجود تھا ابن ابی الحدید کا دعویٰ، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر سید رضی نے بطور تشریح حضرت عمر کا نام لکھا ہوتا تو جس طرح ان کے دوسرے تشریحات موجود ہیں اس تشریح کو بھی موجود ہونا چاہئے تھا اور ان نسخوں میں بھی اس کا وجود ہونا چاہئے تھا کہ جو ان کے نسخہ سے نقل ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ اب بھی موصل میں مستعصم باللہ کے دور کے شہرہ آفاق خطاط یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قدیم ترین نہج البلاغہ کا نسخہ موجود ہے۔ مگر سید رضی کی اس تشریح کی نشان دہی کسی ایک نے بھی نہیں کی، اور اگر ابن ابی الحدید کی اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو اسے زائد سے زائد جناب رضی کی ذاتی رائے کہا جاسکتا ہے جسے کسی قوی دلیل کی موجودگی میں بطورِ موید تو پیش کیا جاسکتا ہے مگر مستقلاً اس شخصی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

حیرت ہے کہ ابن ابی الحدید ساتویں ہجری میں سید رضی کے ڈھائی سو برس بعد یہ افادہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضرت عمر مراد ہیں اور یہ کہ سید رضی نے اس کی تصریح کردی تھی چنانچہ ان کے تتبع میں بعض دوسرے شارحین نے بھی یہی لکھنا شروع کر دیا۔ لیکن سید رضی کے معاصرین میں سے جن لوگوں نے بھی نہج البلاغہ کے متعلق کچھ لکھا ہے ان کی تحریرات میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ حالانکہ بحیثیت معاصر ہونے کے سید رضی کی تحریر پر انہیں زیادہ مطلع ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ علامہ علی ابن الناصر جو جناب سید رضی کے ہمعصر تھے اور انہی کے دور میں نہج البلاغہ کی شرح اعلام نہج البلاغہ کے نام سے لکھتے ہیں اور وہ اس خطبہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں۔

مدح بعض اصحابه بحسن السيرة وانه مات قبل الفتنته التى وقعت بعد رسول الله صلے الله عليه و آله۔

حضرت نے اپنے اصحاب میں سے ایک ایسے شخص کو حُسنِ سیرت کے ساتھ سراہا ہے کہ جو پیغمبرؐ کے بعد پیدا ہونے والے فتنہ سے پہلے ہی انتقال کر چکا تھا۔

اس کی تائید علامہ قطب الدین راوندی متوفی ۵۷۳ھ کی شرح نہج البلاغہ سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ ابن میثم نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔



انما ارا بعض اصحابه فى زمن رسُول الله ممّن مات قبل وقوع الفتنة و انتشارها۔

حضرت نے اس زمانہ پیغمبر کے اپنے ایک ایسے ساتھی کو مراد لیا ہے جو فتنہ کے برپا ہونے اور پھیلنے سے پہلے ہی رحلت کر چکا تھا۔

اگرچہ یہ کلمات حضرت عمر کے متعلق ہوتے اور اس کے متعلق کوئی قابل اعتماد سند ہوتی تو ابن ابی الحدید اس سند و روایت کو درج کرتے اور اس کا ذکر تاریخ میں آتا اور زبانوں پر اس کا چرچا ہوتا، مگر یہاں تو اثبات مدعا کے لئے خود ساختہ قرآئن کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ چنانچہ وہ ''خیرھا و شرھا'' کا ضمیر کا مرجع خلافت کو قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ کلمات ایسی ہی شخص پر صادق آسکتی ہیں جو تسلط اور اقتدار رکھتا ہو، کیونکہ اقتدار کے بغیر ناممکن ہے کہ سنت کی ترویج اور بدعت کی روک تھام کی جاسکے۔ یہ ہے اس دلیل کا خلاصہ جسے اس مقام پر پیش کیا ہے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل نہیں کہ ضمیر کا مرجع خلافت ہے بلکہ وہ دنیا کی طرف راجع ہوسکتی ہے جو سیاق کلام سے مستفاد ہے اور مفاد عامہ کی حفاظت اور ترویج سنت کے لئے اقتدار کی شرط لگا دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند کر دینا ہے حالانکہ خداوندِ عالم نے شرطِ اقتدار کے بغیر امت کے ایک گروہ پر یہ فریضہ عائد کیا ہے۔

ولتكن منكم اُمّة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر۔

تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکے۔

اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ

لا يزال الناس بخير ما امروا بالمعروف ونهوا عن المنكر وتعاونوا على البر والتقوى[1]۔

لوگ جب تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہیں گے اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے رہیں گے وہ بھلائی پر باقی رہیں گے۔

یونہی امیر المومنین اپنی ایک وصیت میں عمومیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ

اقيموا هذين العمودين واوقدوا هذين المصباحين۔

توحید اور سنت کے ستونوں کو قائم کرو اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھو۔

ان ارشادات میں کہیں بھی اس طرف اشارہ نہیں کہ اس فریضہ کی انجام دہی حکومت و اقتدار کے بغیر نہیں ہوسکتی اور واقعات بھی یہ بتاتے ہیں کہ امراؤ سلاطین لشکر و سپاہ و قوت و طاقت کے باوجود برائیوں کو اس حد تک نہ مٹا سکے اور نیکیوں کو اس قدر رواج نہ دے سکے جس قدر بعض گم نام اور شکستہ حال درویش دل و دماغ پر اپنی روحانیت کا نقش بٹھا کر اخلاقی رفعتوں کو ابھار گئے۔ حالانکہ ان کی پشت پر نہ فوج نہ سپاہ ہوتی تھی اور نہ بے سرو سامانی کے علاوہ کوئی سرو سامان ہوتا تھا۔ بے شک تسلط و اقتدار سروں کو جھکا سکتا ہے لیکن ضروری نہیں کہ دلوں میں نیکی کی راہ بھی پیدا کر سکے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیشتر اسلامی تاجداروں نے اسلامی خدوخال کو مٹا کر رکھ دیا اور اسلام اپنے بقاء فروغ میں صرف اُن بے نواؤں کا مرہون منت رہا جن کی جھولی میں فقر و نامرادی کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تھا۔

اگر اسی پر اصرار ہو کہ اس سے صرف ایک حکمران ہی مراد لیا جا سکتا ہے تو کیوں نہ اس سے حضرت کا کوئی ایسا ساتھی مراد لیا جائے جو کسی صوبہ پر حکمران رہ چکا ہو جیسے حضرت سلمان فارسی جن کی تجہیز و تکفین کے لئے حضرت مدائن تشریف لے گئے اور بعید نہیں کہ ان کے دفن کرنے کے بعد ان کی زندگی اور آئین حکمرانی پر تبصرہ فرماتے ہوئے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں۔ پھر یہ سمجھنا کہ وہ حضرت عمر ہی کے متعلق الفاظ ہیں بلا دلیل ہی تو ہے۔ آخر میں اثبات مدعا کے لئے طبری کی اس روایت کو پیش کیا ہے۔

عن المغيرة ابن شعبة قال لمامات عمر رضی الله عنه بكته ابنة ابی حشمة فقالت و اعمراه اقام الاود وابر أ العمد امات الفتن واحيى السنن خرج نقی الثوب بريئًا من العيب (قال) و قال المغيرة عليا وانا احب ان اسمع منه فی عمر شيئًا فخرج ينفض راسه وهو ملتحف بثوب لا يشك ان الامر يصير اليه فقال يرحم الله ابن الخطاب لقد صدقت ابنة ابی حشمة لقد ذهب بخيرها ونجا من شرها اما والله ماقالت ولكن قولت۔

(طبری۔ ج ۳ ص ۲۸۵)

مغیرہ ابن شعبہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر انتقال کر گئے تو بنت ابی حثمہ نے روتے ہوئے کہا کہ ہائے عمر تو وہ تھا جس نے ٹیڑھے پن کو سیدھا کیا بیماریوں کو دور کیا فتنوں کو مٹایا اور سنتوں کو زندہ کیا۔ پاکیزہ دامن اور عیبوں سے بچ کر چل بسا۔ (مورخ طبری کہتے ہیں کہ) مغیرہ نے بیان کیا کہ جب حضرت عمر دفن ہو گئے تو میں حضرت علیؑ کے پاس آیا اور میں چاہتا تھا کہ آپ سے حضرت عمر کے بارے میں کچھ سنوں۔ چنانچہ میرے جانے پر حضرت باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ غسل فرما کر ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور سر اور ڈاڑھی کے بالوں کو جھٹک رہے تھے اور آپ کو اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ خلافت آپ ہی کی طرف پلٹے گی اس موقع پر آپ نے فرمایا خدا ابن خطاب پر رحم کرے۔ بنت ابی حثمہ نے سچ کہا ہے کہ وہ خلافت کے فائدے اٹھا گئے اور بعد میں پیدا ہونیوالے فتنوں سے بچ نکلے۔ خدا کی قسم بنت ابی حثمہ نے کہا نہیں بلکہ اس سے کہلوایا گیا ہے۔

اس واقعہ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے جس کا ام جمیل کے ساتھ فعل بد کا مرتکب ہونا اور شہادت کے باوجود حضرت عمر کا اُسے حد سے بچا لے جانا اور معاویہ کے حکم سے اس کا کوفہ میں علانیہ امیر المومنینؑ پر سب و شتم کرنا تاریخی مسلمات میں سے ہے۔ اس بناء پر اس کی روایت کا جو وزن ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے اور پھر درایۃً بھی اس روایت کو قبول نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اُس نے یہ اندازہ لگایا جبکہ تاریخی حقائق اس کے سراسر خلاف ہیں اور اگر کسی کی خلافت یقینی تھی تو وہ حضرت عثمان تھے۔ چنانچہ عبدالرحمٰن ابن عوف نے شوریٰ کے موقع پر امیر المومنین سے کہا کہ

يا علی لا تجعل علٰے نفسك سبيلًا فانی قد نظرت وشاورت الناس فاذاهم لا يعدلون بعثمان۔ (طبری ج ۳ ص ۲۹۷)

اے علیؑ تم نے اپنے لئے ضرر کی صورت پیدا نہ کرو۔ میں نے دیکھ بھال لیا ہے اور لوگوں سے مشورہ بھی لیا ہے وہ سب عثمان کو چاہتے ہیں۔



چنانچہ حضرت کو خلافت کے نہ ملنے کا پورا یقین تھا جیسا کہ خطبہ شقشقیہ کے ذیل میں تاریخ طبری سے نقل کیا جا چکا ہے کہ امیر المومنینؑ نے ارکان شوریٰ کے نام دیکھتے ہی عباس ابن عبدالمطلب سے فرما دیا تھا کہ خلافت عثمان کے علاوہ کسی اور کو نہیں مل سکتی۔ کیونکہ تمام اختیارات عبدالرحمٰن کو سونپ دیئے گئے تھے اور وہ عثمان کے بہنوئی ہوتے ہیں اور سعد ابن ابی وقاص، عبدالرحمٰن کے عزیز و ہم قبیلہ ہیں اور یہ دونوں مل کر خلافت انہی کو دیں گے۔

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسا جذبہ تھا جس نے مغیرہ کے دل میں یہ تڑپ پیدا کی کہ وہ حضرت عمر کے متعلق امیر المومنینؑ سے کچھ کہلوائے، اگر وہ جانتا تھا کہ حضرت ان کے متعلق اچھے خیالات رکھتے ہیں تو ان کے تاثرات کا بھی اندازہ ہو سکتا تھا اور اگر یہ سمجھتا تھا کہ امیر المومنینؑ ان کے متعلق حسن ظن نہیں رکھتے تو پوچھنے کا مقصد اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ جو کچھ فرمائیں اسے اچھال کر فضا کو ان کے خلاف اور ارکان شوریٰ کو ان سے بدظن کیا جائے اور ارکان شوریٰ کے نظریات تو اسی سے ظاہر ہیں کہ وہ انتخاب خلافت میں سیرت شیخین کی پابندی لگا کر شیخین سے اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں جب مغیرہ نے یہ سازش کرنا چاہی تو آپ نے حکایت واقعہ کے طور پر فرمایا لقد ذھب بخیرھا ونجا من شرھا اس جملہ کو مدح و توصیف سے کوئی لگاؤ نہیں، یقیناً وہ اپنے دور میں ہر طرح کے فائدے اٹھاتے رہے ہیں اور بعد میں پیدا ہونے والے فتنوں سے ان کا دور خالی رہا۔ ابن ابی الحدید اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

وهذا كما ترى يقوى الظن ان المراد والمعنی بالكلام هو عمر ابن الخطاب۔

اس روایت سے یہ ظن قوی ہو جاتا ہے کہ اس کلام سے مراد مقصود عمر ابن الخطاب ہیں۔

اگر اس کلام سے وہ کلمات مراد ہیں جو بنت ابی حثمہ نے کہے ہیں کہ جن کے متعلق امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ یہ اس کے دل کی آواز نہیں بلکہ اس سے کہلوائے گئے ہیں تو بے شک اس سے حضرت عمر مراد ہیں۔ لیکن یہ کہ یہ الفاظ امیر المومنین نے ان کی مدح میں کہے ہیں تو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس روایت سے تو صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بنت ابی حثمہ نے کہے تھے، خدا جانے کس بنا پر۔ بنت ابی حثمہ کے الفاظ کو درج کر کے یہ دعویٰ کرنے کی جرأت کی جاتی ہے کہ یہ الفاظ امیر المومنینؑ نے حضرت عمر کے بارے میں کہے ہیں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے کسی موقع پر یہ الفاظ کسی کے متعلق کہے ہوں گے اور بنت ابی حثمہ نے حضرت عمر کے انتقال پر ان سے ملتے جلتے ہوئے الفاظ کہے تو حضرت علیؑ کے کلمات کو بھی حضرت عمر کی مدح میں سمجھ لیا گیا ورنہ عقل اعتزال کے علاوہ کوئی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ بنت ابی حثمہ کے کہے ہوئے الفاظ کو اس کی دلیل قرار دیا جائے کہ امیر المومنینؑ نے حضرت عمر کی مدح میں الفاظ فرمائے ہیں۔ کیا خطبہ شقشقیہ کے تصریحات کے بعد یہ توقع ہو سکتی ہے کہ امیر المومنینؑ نے ایسے الفاظ کہے ہوں گے اور پھر غور طلب بات یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ حضرت عمر کی رحلت کے موقع پر فرمائے ہوتے تو جب آپ شوریٰ کے موقع پر علانیہ سیرت شیخین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتے ہیں تو آپ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ کل تو آپ یہ فرما رہے تھے کہ انہوں نے سنت کو قائم کیا اور بدعت کو مٹایا تو جب ان کی سیرت سنت سے ہمنوا ہے تو پھر سنت کو تسلیم کرنے کے بعد سیرت سے انکار کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں۔

## خطبہ ۲۲۶

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

آپ کی بیعت کے بیان میں ایسا ہی ایک خطبہ اس سے قبل اس

فِي وَصْفِ بَيْعَتِهِ بِالْخِلَافَةِ وَقَدْ تَقَدَّمَ مِثْلُهُ بِأَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ:

وَبَسَطْتُمْ يَدِي فَكَفَفْتُهَا، وَمَدَدْتُمُوهَا فَقَبَضْتُهَا، ثُمَّ تَدَاكَكْتُمْ عَلَيَّ تَدَاكَّ الْإِبِلِ الْهِيمِ عَلَى حِيَاضِهَا يَوْمَ وُرُودِهَا حَتَّى انْقَطَعَتِ النَّعْلُ وَسَقَطَتِ الرِّدَاءُ وَوُطِئَ الضَّعِيفُ وَبَلَغَ مِنْ سُرُورِ النَّاسِ بِبَيْعَتِهِمْ إِيَّايَ أَنِ ابْتَهَجَ بِهَا الصَّغِيرُ وَهَدَجَ إِلَيْهَا الْكَبِيرُ وَتَحَامَلَ نَحْوَهَا الْعَلِيلُ، وَحَسَرَتْ إِلَيْهَا الْكِعَابُ۔

سے کچھ مختلف لفظوں میں گزر چکا ہے۔
تم نے (بیعت کے لئے) میرا ہاتھ اپنی طرف پھیلانا چاہا تو میں نے اُسے روکا اور تم نے کھینچا تو میں اُسے سمیٹتا رہا مگر تم نے مجھ پر اس طرح ہجوم کیا جس طرح پیاسے اونٹ پینے کے دن تالابوں پر ٹوٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ جوتی (کے تسمے) ٹوٹ گئے اور عبا کاندھے سے گر گئی۔ کمزور و ناتواں کچلے گئے اور میری بیعت پر لوگوں کی مسرت یہاں تک پہنچ گئی کہ چھوٹے چھوٹے بچے خوشیاں منانے لگے اور بوڑھے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے بیعت کیلئے بڑھے۔ بیمار بھی اٹھتے بیٹھتے ہوئے پہنچ گئے اور نوجوان لڑکیاں پردوں سے نکل کر دوڑ پڑیں۔

## خطبہ ۲۲۷

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ، وَذَخِيرَةُ مَعَادٍ۔ وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ، وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ۔ بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ وَيَنْجُو الْهَارِبُ۔ وَتُنَالُ الرَّغَائِبُ۔ فَاعْمَلُوا وَالْعَمَلُ يُرْفَعُ، وَالتَّوْبَةُ تَنْفَعُ، الدُّعَاءُ يُسْمَعُ۔ وَالْحَالُ هَادِئَةٌ، وَالْأَقْلَامُ جَارِيَةٌ۔ وَبَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ عُمُرًا نَاكِسًا، وَمَرَضًا حَابِسًا أَوْ مَوْتًا خَالِسًا۔ فَإِنَّ الْمَوْتَ هَادِمُ لَذَّاتِكُمْ وَمُكَدِّرُ شَهَوَاتِكُمْ، وَمُبَاعِدُ طِيَّاتِكُمْ زَائِرٌ غَيْرُ مَحْبُوبٍ، وَقِرْنٌ غَيْرُ مَغْلُوبٍ، وَوَاتِرٌ غَيْرُ مَطْلُوبٍ، قَدْ أَعْلَقَتْكُمْ حَبَائِلُهُ

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید اور آخرت کا ذخیرہ ہے (خواہشوں کی) ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے۔ اس کے ذریعہ طلب گار منزل مقصود تک پہنچتا اور (سختیوں سے) بھاگنے والا نجات پاتا ہے اور مطلوبہ چیزوں تک پہنچ جاتا ہے۔ (اچھے) اعمال بجالے آؤ، ابھی جبکہ اعمال بلند ہو رہے ہیں توبہ فائدہ دے سکتی ہے۔ پکار سنی جارہی ہے۔ حالات پرسکون اور (کراماً کاتبین کے) قلم رواں ہیں۔ ضعف و پیری کی طرف پلٹانے والی عمر زنجیر پابن جانے والے مرض اور جھپٹ لینے والی موت سے پہلے اعمال کی طرف جلدی کرو کیونکہ موت تمہاری لذتوں کو تباہ کرنے والی خواہشات کو مکدر بنانے والی اور تمہاری منزلوں کو دور کر دینے والی ہے۔ یہ ناپسندیدہ ملاقاتی اور شکست نہ کھانے والا حریف ہے اور ایسی خونخوار ہے کہ اس سے (خون بہا کا) مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے پھندے تمہیں جکڑے ہوئے ہیں اور اس کی تباہ کاریاں



وَتَكَنَّفَتْكُمْ غَوَائِلُهُ، وَأَقْصَدَتْكُمْ مَعَابِلُهُ وَعَظُمَتْ فِيكُمْ سَطْوَتُهُ وَتَتَابَعَتْ عَلَيْكُمْ عَدْوَتُهُ، وَقَلَّتْ عَنْكُمْ نَبْوَتُهُ۔

فَيُوشِكُ أَنْ تَغْشَاكُمْ دَوَاجِي ظُلَلِهِ، وَاحْتِدَامُ عِلَلِهِ۔ وَحَنَادِسُ غَمَرَاتِهِ، وَغَوَاشِي سَكَرَاتِهِ وَأَلِيمُ إِرْهَاقِهِ، وَدُجُوُّ إِطْبَاقِهِ وَجُشُوبَةُ مَذَاقِهِ فَكَأَنْ قَدْ أَتَاكُمْ بَغْتَةً فَأَسْكَتَ نَجِيَّكُمْ، وَفَرَّقَ نَدِيَّكُمْ، وَعَفَّى آثَارَكُمْ وَعَطَّلَ دِيَارَكُمْ وَبَعَثَ وُرَّاثَكُمْ يَقْتَسِمُونَ تُرَاثَكُمْ بَيْنَ حَمِيمٍ خَاصٍّ لَمْ يَنْفَعْ، وَقَرِيبٍ مَحْزُونٍ لَمْ يَمْنَعْ، وَآخَرَ شَامِتٍ لَمْ يَجْزَعْ۔ فَعَلَيْكُمْ بِالْجِدِّ وَالِاجْتِهَادِ، وَالتَّأَهُّبِ وَالِاسْتِعْدَادِ، وَالتَّزَوُّدِ فِي مَنْزِلِ الزَّادِ۔ وَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الدُّنْيَا كَمَا غَرَّتْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ وَالْقُرُونِ الْخَالِيَةِ الَّذِينَ احْتَلَبُوا دِرَّتَهَا وَأَصَابُوا غِرَّتَهَا، وَأَفْنَوْا عِدَّتَهَا وَأَخْلَقُوا جِدَّتَهَا وَأَصْبَحَتْ مَسَاكِنُهُمْ أَجْدَاثًا، وَأَمْوَالُهُمْ مِيرَاثًا۔ لَا يَعْرِفُونَ مَنْ أَتَاهُمْ، وَلَا يَحْفِلُونَ مَنْ بَكَاهُمْ، وَلَا يُجِيبُونَ مَنْ دَعَاهُمْ فَاحْذَرُوا الدُّنْيَا فَإِنَّهَا غَدَّارَةٌ، غَرَّارَةٌ خَدُوعٌ مُعْطِيَةٌ مَنُوعٌ، مُلْبِسَةٌ نَزُوعٌ۔ لَا يَدُومُ رَخَاؤُهَا، وَلَا يَنْقَضِي عَنَاؤُهَا، وَلَا يَرْكُدُ بَلَاؤُهَا۔

تمہیں گھیرے ہوئے ہیں اور اس کے (تیروں کے) پھل تمہیں سیدھا نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور تم پر اس کا غلبہ و تسلط عظیم اور تم پر اس کا ظلم و تعدی برابر جاری ہے اور اس کے وار کے خالی جانے کا امکان کم ہے۔ قریب ہے کہ سحاب مرگ کی تیرگیاں مرض الموت کے لوکے جان لیوا سختیوں کے اندھیرے، سانس اکھڑنے کی مدہوشیاں، جان کنی کی اذیتیں، اس کے ہر طرف سے چھا جانے کی تاریکی اور کام و دہن کے لئے اس کی بدمزگی تمہیں گھیر لے گویا کہ وہ تم پر اچانک آپڑی ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ چپکے چپکے باتیں کرنے والے کو خاموش کر دیا اور تمہاری جماعت کو متفرق و پراگندہ کر دیا اور تمہارے نشانات کو مٹا دیا اور تمہارے گھروں کو سنسان کر دیا۔ اور تمہارے وارثوں کو تیار کر دیا کہ وہ تمہارے ترکہ کو مخصوص عزیزوں میں جنہوں نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور ان غمزدہ قریبیوں میں کو جو (موت کو) روک نہ سکے اور اُن خوش ہونے والے (رشتہ داروں) میں جو ذرا بے چین نہیں ہوتے تقسیم کر لیں لہٰذا تمہیں لازم ہے کہ تم سعی و کوشش کرو، اور (سفر آخرت کے لئے) تیار ہو جاؤ اور سر و سامان مہیا کرو اور زاد مہیا کر لینے والی منزل سے زاد فراہم کر لو۔ دنیا تمہیں فریب نہ دے۔ جس طرح تم سے پہلے گزر جانے والی امتوں اور گذشتہ لوگوں کو فریب دیا کہ جنہوں نے اس دنیا کا دودھ دوہا اور اُس کی غفلت سے فائدہ اٹھالے گئے اور اس کے گنے چنے (دنوں کو) فنا اور تازگیوں کو پژمردہ کر دیا، ان کے گھروں نے قبروں کی صورت اختیار کر لی ہے، ان کا مال ترکہ بن گیا جو ان کی قبروں پر آتا ہے، اسے پہچانتے نہیں جو انہیں روتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتے اور جو پکارے اُسے جواب نہیں دیتے۔ اس دنیا سے ڈرو کہ یہ غدار، دھوکہ باز اور فریب کار ہے، دینے والی (اور پھر) لے لینے والی ہے۔ لباس پہنانے والی (اور پھر) اُتروا لینے والی ہے۔ اس کی آسائشیں ہمیشہ نہیں رہتیں نہ اس کی سختیاں ختم ہوتی ہیں اور نہ اس کی مصیبتیں تھمتی ہیں۔

(وَمِنْهَا فِيْ صِفَةِ الزُّهَادِ) كَانُوْا قَوْمًا مِنْ اَهْلِ الدُّنْيَا وَلَيْسُوا مِنْ اَهْلِهَا فَكَانُوْا فِيْهَا كَمَنْ لَيْسَ مِنْهَا۔ عَمِلُوْا فِيْهَا بِمَا يُبْصِرُوْنَ۔ تَقَلَّبُ اَبْدَانُهُمْ بَيْنَ ظَهْرَانَيْ۔ اَهْلِ الْاٰخِرَةِ، يَرَوْنَ اَهْلَ الدُّنْيَا يُعَظِّمُوْنَ مَوْتَ اَجْسَادِهِمْ وَهُمْ اَشَدُّ اِعْظَامًا لِمَوْتِ قُلُوْبِ اَحْيَائِهِمْ۔

اس خطبہ کا یہ حصہ زاہدوں کے اوصاف میں ہے وہ ایسے لوگ تھے جو اہل دنیا میں تھے مگر (حقیقتاً) دنیا والے نہ تھے۔ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ گویا دنیا سے نہ ہوں۔ اُن کا عمل ان چیزوں پر ہے جنہیں خوب جانے پہچانے ہوئے ہیں اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے بچنے کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ اُن کے جسم گویا اہل آخرت کے مجمع میں گردش کر رہے ہیں وہ اہل دنیا کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی جسمانی موت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور وہ ان اشخاص کے حال کو زیادہ اندوہناک سمجھتے ہیں، جو زندہ ہیں مگر اُن کے دل مردہ ہیں۔

## خطبہ ۲۲۸

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
خَطَبَهَا بِذِيْ قَارٍ وَهُوَ مُتَوَجِّهٌ اِلَى الْبَصْرَةِ۔ ذَكَرَهَا الْوَاقِدِيُّ فِيْ كِتَابِ الْجَمَلِ:
فَصَدَعَ بِمَا اُمِرَ بِهٖ، وَبَلَّغَ رِسَالَاتِ رَبِّهٖ فَلَمَّ اللّٰهُ بِهِ الصَّدْعَ وَرَتَقَ بِهِ الْفَتْقَ۔ وَاَلَّفَ بِهِ الشَّمْلَ بَيْنَ ذَوِي الْاَرْحَامِ بَعْدَ الْعَدَاوَةِ الْوَاغِرَةِ فِي الصُّدُوْرِ وَالضَّغَائِنِ الْقَادِحَةِ فِي الْقُلُوْبِ۔

امیر المومنینؑ نے بصرہ کی طرف جاتے ہوئے مقام ذی قار میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا، اس کا واقدی نے کتاب الجمل میں ذکر کیا ہے۔
رسول اکرمؐ کو جو حکم تھا اُسے آپ نے کھول کر بیان کر دیا اور اللہ کے پیغامات پہنچا دیئے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ بکھرے ہوئے افراد کی شیرازہ بندی کی سینوں میں بھری ہوئی سخت عداوتوں اور دلوں میں بھڑک اٹھنے والے کینوں کے بعد خویش و اقارب کو آپس میں شیر و شکر کر دیا۔

## خطبہ ۲۲۹

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَلَّمَ بِهٖ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ زَمْعَةَ وَهُوَ مِنْ شِيْعَتِهٖ وَذٰلِكَ اَنَّهٗ قَدِمَ عَلَيْهِ فِيْ خِلَافَتِهٖ يَطْلُبُ مِنْهُ مَالًا فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
اِنَّ هٰذَا الْمَالَ لَيْسَ لِيْ وَلَا لَكَ، وَاِنَّمَا هُوَ فَيْءٌ لِّلْمُسْلِمِيْنَ وَجَلْبُ اَسْيَافِهِمْ، فَاِنْ شَرِكْتَهُمْ فِيْ حَرْبِهِمْ كَانَ لَكَ مِثْلُ حَظِّهِمْ، وَاِلَّا فَجَنَاةُ اَيْدِيْهِمْ لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِ اَفْوَاهِهِمْ۔

عبداللہ ابن زمعہ جو آپ کی جماعت میں محسوب ہوتا تھا آپ کے زمانہ خلافت میں کچھ مال طلب کرنے کے لئے حضرت کے پاس آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔
یہ مال نہ میرا ہے نہ تمہارا بلکہ مسلمانوں کا حق مشترکہ اور اُن کی تلواروں کا جمع کیا ہوا سرمایہ ہے۔ اگر تم ان کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے ہوتے تو تمہارا حصہ بھی اُن کے برابر ہوتا، ورنہ ان کے ہاتھوں کی کمائی دوسروں کے منہ کا نوالہ بننے کے لئے نہیں ہے۔



## خطبہ ۲۳۰

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
اَلَا اِنَّ اللِّسَانَ بَضْعَةٌ مِّنَ الْاِنْسَانِ فَلَا يُسْعِدُهُ الْقَوْلُ اِذَا امْتَنَعَ وَلَا يُمْهِلُهُ النُّطْقُ اِذَا اتَّسَعَ۔ وَاِنَّا لَاُمَرَاءُ الْكَلَامِ، وَفِيْنَا تَنَشَّبَتْ عُرُوْقُهٗ وَعَلَيْنَا تَهَدَّلَتْ غُصُوْنُهٗ۔
وَاعْلَمُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اَنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ الْقَائِلُ فِيْهِ بِالْحَقِّ قَلِيْلٌ، وَاللِّسَانُ عَنِ الصِّدْقِ كَلِيْلٌ، وَاللَّازِمُ لِلْحَقِّ ذَلِيْلٌ۔ اَهْلُهٗ مُعْتَكِفُوْنَ عَلَى الْعِصْيَانِ۔ مُصْطَلِحُوْنَ عَلَى الْاِدْهَانِ فَتَاهُمْ عَارِمٌ، وَشَائِبُهُمْ اٰثِمٌ، وَعَالِمُهُمْ مُنَافِقٌ، وَقَارِئُهُمْ مُمَاذِقٌ لَا يُعَظِّمُ صَغِيْرُهُمْ كَبِيْرَهُمْ، وَلَا يَعُوْلُ غَنِيُّهُمْ فَقِيْرَهُمْ۔

معلوم[1] ہونا چاہئے کہ زبان انسان (کے بدن کا) ایک ٹکڑا ہے جس انسان (کا ذہن) رک جائے تو پھر کلام اُن کا ساتھ نہیں دیا کرتا اور جب اُس کے (معلومات میں) وسعت ہو تو پھر کلام زبان کو رکنے کی مہلت نہیں دیا کرتا، اور ہم (اہل بیت) اقلیم سخن کے فرمانروا ہیں۔ وہ ہمارے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے اور اُس کی شاخیں ہم پر جھکی ہوئی ہیں۔
خدا تم پر رحم کرے اس بات کو جان لو کہ تم ایسے دور میں ہو جس میں حق گو کم، زبانیں صدق بیانی سے کند اور حق والے ذلیل و خوار ہیں۔ یہ لوگ گناہ و نافرمانی پر جمے ہوئے ہیں اور ظاہر داری و نفاق کی بناء پر ایک دوسرے سے صلح و صفائی رکھتے ہیں ان کے جوان بدخو، ان کے بوڑھے گنہگار، ان کے عالم منافق اور اُن کے واعظ چاپلوس ہیں، نہ چھوٹوں بڑوں کی تعظیم کرتے ہیں اور نہ مال دار فقیر و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔

[1] امیر المومنین علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنے بھانجے جعدہ ابن ہیرہ مخزومی سے فرمایا کہ وہ خطبہ دیں، مگر جب خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو زبان لڑکھڑانے لگی اور کچھ نہ کہہ سکے۔ جس پر حضرت خطبہ دینے کے لئے منبر پر بلند ہوئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس کے چند جملے سید رضی نے یہاں درج کئے ہیں۔

## خطبہ ۲۳۱

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
رَوٰى ذِعْلَبُ الْيَمَانِيُّ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ قُتَيْبَةَ

ذعلب یمانی نے ابن قیتبہ سے اور اُس نے عبداللہ ابن یزید سے انہوں نے مالک ابن وحیہ سے روایت کی ہے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ يَزِيْدَ عَنْ مَالِكِ بْنِ دَحْيَةَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ ذُكِرَ عِنْدَهُ اخْتِلَافُ النَّاسِ فَقَالَ:
اِنَّمَا فَرَّقَ بَيْنَهُمْ مَبَادِئُ طِيْنِهِمْ وَذٰلِكَ اَنَّهُمْ كَانُوْا فِلْقَةً مِنْ سَبَخِ اَرْضٍ وَعَذْبِهَا، وَحُزْنِ تُرْبَةٍ وَسَهْلِهَا فَهُمْ عَلٰى حَسَبِ قُرْبِ اَرْضِهِمْ يَتَقَارَبُوْنَ، وَعَلٰى قَدْرِ اِخْتِلَافِهَا يَتَفَاوَتُوْنَ۔ فَتَامُّ الرُّوَاءِ نَاقِصُ الْعَقْلِ، وَمَادُّ الْقَامَةِ قَصِيْرُ الْهِمَّةِ، وَزَاكِي الْعَمَلِ قَبِيْحُ الْمَنْظَرِ، وَقَرِيْبُ الْقَعْرِ بَعِيْدُ السَّبْرِ وَمَعْرُوْفُ الضَّرِيْبَةِ مُنْكَرُ الْجَلِيْبَةِ وَتَائِهُ الْقَلْبِ مُتَفَرِّقُ اللُّبِّ وَطَلِيْقُ اللِّسَانِ حَدِيْدُ الْجَنَانِ۔

کہ انہوں نے کہا کہ ہم امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ لوگوں کے اختلاف (صورت وسیرت) کا ذکر چھڑا، تو آپ نے فرمایا۔
ان[1] کے مبدأ طینت نے ان میں تفریق پیدا کر دی ہے اور یہ اس طرح کہ وہ شورہ زار و شیریں زمین اور سخت و نرم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا وہ زمین کے قرب کے اعتبار سے متفق ہوتے اور اختلاف کے تناسب سے مختلف ہوتے ہیں۔ (اس پر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) پورا خوش شکل انسان عقل میں ناقص اور بلند قامت آدمی پست ہمت ہو جاتا ہے اور نیکو کار، بدصورت اور کوتاہ قامت دور اندیش ہوتا ہے اور طبعاً نیک سرشت کسی بُری عادت کے پیچھے لگا لیتا ہے، اور پریشان دل والا پراگندہ عقل اور چلتی ہوئی زبان والا ہوش مند دل رکھتا ہے۔

[1] حضرت نے اس کلام میں انسانی صورت وسیرت کے اختلاف کے سبب انسان کی مبادی طینت کو قرار دیا ہے کہ جن کے مطابق ان کے خط وخال بنتے اور سیرت وکردار کے ڈھانچے ڈھلتے ہیں۔ چنانچہ انسانوں کے مبادی طینت میں جتنا باہمی قرب ہوگا اتنا ہی ان کے ذہنی وفکری رجحانات ہم آہنگ ہوں گے اور جتنا اُن میں بعد ہوگا، اتنا ہی ان کے امیال وعواطف میں اختلاف ابھرے گا۔ مبادی شے سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں کہ جن پر اس کے وجوہ کا انحصار ہو، مگر وہ اس کے لئے علت نہ ہوں اور طین طینت کی جمع ہے جس کے معنی اصل وبنیاد کے ہوتے ہیں اور یہاں پر طینت سے مراد نطفہ ہے کہ جو نشو ونما کی مختلف منزلوں سے گزر کر انسانی صورت میں رونما ہوتا ہے اور اس کے مبادی سے مراد وہ اجزاء عنصر ہیں جن سے اُن چیزوں کی پیدائش ہوتی ہے جس سے نطفہ کی تخلیق وابستہ ہے۔ چنانچہ زمین شورہ اور زار و شیریں اور نرم وسخت سے

انہی اجزاء عنصریہ کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اجزاء عنصریہ چونکہ مختلف کیفیات کے حامل ہوتے ہیں لہٰذا ان سے پیدا ہونے والا نطفہ بھی مختلف خصوصیات واستعدادات کا حامل ہوگا۔ جن کا اظہار اس سے پیدا ہونے والی مخلوق کے اختلاف صور واخلاق سے ہوتا ہے۔

ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ مبادی طینت سے مراد نفوس مدبرہ ہیں کہ جو اپنی ماہیات میں مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ افلاطون اور حکماء کی ایک جماعت کا مسلک ہے اور انہیں مبادی طینت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جسم انسانی کے لئے حصار اور عناصر کے متفرق و پاشاں ہونے سے مانع ہوتے ہیں تو جس طرح سے شے کا وجود اس سے مبادی پر منحصر ہوتا ہے اُسی طرح جسد عنصری کی بقاء نفس مدبرہ پر منحصر ہے۔ چنانچہ جب تک نفس مدبرہ باقی رہتا ہے بدن شکست وریخت سے اور عناصر منتشر و پراگندہ ہونے سے محفوظ رہتے ہیں



اور جب وہ بدن کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے تو پھر عناصر کا شیرازہ بھی بکھر جاتا ہے۔

اس تاویل کی بناء پر حضرت کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ قدرت نے مختلف نفوس پیدا کئے ہیں جن میں سے کچھ شقی ہیں کچھ سعید اور کچھ ضعیف ہیں اور کچھ قوی اور جس میں جیسا نفس کارفرما ہوگا اُس سے ویسے ہی افعال و اعمال صادر ہوں گے اور دو شخصوں کے رجحانات میں اگر یکسانیت وہمرنگی ہوتی ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس یکساں وہمرنگ ہیں اور اگر ان کے میلانات میں فرق ہوتا ہے تو اس لئے کہ ان کے نفس آپس میں کوئی مناسبت نہیں رکھتے لیکن یہ تاویل قابل قبول نہیں کیونکہ امیر المومنینؑ کے ارشاد میں صرف سیرت و کردار کے اختلاف کا تذکرہ نہیں بلکہ صورت وشکل کے اختلاف کا بھی ذکر ہے اور صورت وشکل کے اختلاف کو نفس کے اختلاف کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا۔

بہر صورت انسانی صورت وسیرت کے اختلاف کی وجہ نفوس مدبرہ ہوں یا اجزاء عنصریہ ان کلمات سے نفی اختیار اور جبر کا توہم ہے کہ اگر انسان کی فکری وعملی خصوصیات طینت کی کارفرمائی کی وجہ سے ہوتی ہیں تو وہ اپنے کو ایک معینہ سانچے میں ڈالنے پر مجبور ہوگا کہ جس کی وجہ سے نہ اچھی خصلت پر تحسین وآفرین کا مستحق قرار پائے گا اور نہ بُری خصلت پر نفرت وملامت کے قابل سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ توہم غلط ہے کیونکہ یہ چیز اپنے مقام پر ثابت ہے کہ خداوند عالم جس طرح کائنات کی ہر چیز کو اس کے موجود ہونے کے بعد جانتا ہے اسی طرح اس کے موجود ہونے سے پہلے بھی جانتا تھا اور اس کے علم میں تھا کہ انسان اپنے ارادہ واختیار سے کن چیزوں پر عمل کرے گا، اور کن چیزوں کو ترک کرے گا تو قدرت نے اس کے اختیاری افعال کے لحاظ سے ویسی ہی ایک استعداد دے دی اور ویسی ہی طینت سے اسے خلق کر دیا اور یہ طینت ان افعال کے وقوع کی علت نہیں کہ انسان کو مجبور قرار دے کر اس سے اختیار کو سلب کر لیا جائے، بلکہ مناسب طینت سے خلق کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اس کے لئے بجبر مانع نہیں ہوتا اور جس راہ پر وہ بااختیار خود چلنا چاہتا ہے چلنے دیتا ہے۔

## خطبہ ۲۳۲

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
قَالَهُ وَهُوَ يَلِي غُسْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَتَجْهِيْزَهُ:
بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَا لَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاۤءِ وَاَخْبَارِ السَّمَاۤءِ۔ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَمْتَ حَتّٰى صَارَ النَّاسُ فِيْكَ سَوَاۤءً۔ وَلَوْلَا اَنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل وکفن دیتے وقت فرمایا۔ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کے رحلت فرمانے سے نبوت، خدائی احکام اور آسمانی خبروں کا سلسلہ قطع ہو گیا جو کسی اور (نبی) کے انتقال سے قطع نہیں ہوا تھا (آپ نے) اس مصیبت میں اپنے اہل بیت کو مخصوص کیا۔ یہاں تک کہ آپ نے دوسروں کے غموں سے تسلی دے دی اور (اس غم کو) عام بھی کر دیا کہ سب لوگ آپ کے (سوگ میں) برابر کے شریک ہیں۔ اگر آپ نے صبر کا حکم اور نالہ وفریاد سے روکا نہ ہوتا تو ہم آپ کے غم میں آنسوؤں کا ذخیرہ ختم کر دیتے اور یہ درد منّت پذیر درماں نہ ہوتا اور یہ غم و حزن ساتھ نہ چھوڑتا۔

عَلَيْكَ مَاءَ الشُّئُوْنِ، وَلَكَانَ الدَّاءُ مُمَاطِلًا وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا وَقَلَّالَكَ، وَلٰكِنَّهُ مَالَا يُمْلَكُ رَدُّهُ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهُ۔ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اُذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

(پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔

## خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اقْتَصَّ فِيْهِ ذِكْرَ مَاكَانَ مِنْهُ بَعْدَ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقِهٖ بِهٖ:

فَجَعَلْتُ اَتَّبِعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى الْعَرَجِ (فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ) قَالَ الشَّرِيْفُ (قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ۔ مِنَ الْكَلَامِ الَّذِيْ رُمِيَ بِهٖ اِلٰى غَايَتَيِ الْاِيْجَازِ وَالْفَصَاحَةِ اَرَادَ اِنِّيْ كُنْتُ اُعْطٰى خَبَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوْجِيْ اِلٰى اَنِ انْتَهَيْتُ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ فَكَنّٰى عَنْ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجِيْبَةِ)

اس[1] میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جز ہے اور (فاطا ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں انتہائی درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عروج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

[1] پیغمبر اسلامؐ بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیئے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد دارالندوہ میں صلاح و مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپ پر حملہ کریں اس طرح بنی ہاشم یہ جرأت نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ربیع الاول کی شب اول کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی ادھر قدرت نے کفار قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت



کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے علی ابن ابی طالبؑ کو بلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنینؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر امیر المومنین سجدہ شکر بجا لائے اور سر و تن کی بازی لگا کر رسولؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبر مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفار قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور حملہ کے لئے پر تول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے، امیر المومنینؑ نے اُن کے قدموں کی چاپ سن کر چادر الٹ دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علیؑ ہیں تو پوچھا کہ محمدؐ کہاں ہیں فرمایا کہ کیا مجھے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے مگر غار ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشان قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبر تین دن غار ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنینؑ نے یہ تین دن مکہ میں گذارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبر کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام عروج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبرؐ کا پتہ انہیں چلتا رہا اور اُن کی تلاش میں قدم شوق اٹھتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقام قبا میں پیغمبر سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

## خطبہ ۲۳۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ فِيْ نَفَسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوْطَةٌ۔ وَالْمُدْبِرُ يُدْعٰى، وَالْمُسِيْءُ يُرْجٰى۔ قَبْلَ اَنْ يَخْمُدَ الْعَمَلُ وَيَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَيَنْقَضِيَ الْاَجَلُ وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَائِكَةُ۔

فَاَخَذَ امْرُؤٌ مِنْ نَفْسِهٖ، لِنَفْسِهٖ۔ وَاَخَذَ مِنْ حَيٍّ لِمَيِّتٍ، وَمِنْ فَانٍ لِبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ امْرُؤٌ خَافَ اللّٰهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ اِلٰى اَجَلِهٖ، وَمَنْظُوْرٌ اِلٰى عَمَلِهٖ، امْرُؤٌ لَجَّمَ نَفْسَهٗ بِلِجَامِهَا وَزَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَاَمْسَكَهَا

اعمال بجا لاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گنہگاروں کو امید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں چاہئے کہ انسان خود اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لئے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیات جاودانی کے لئے نفع و بہبود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کیلئے مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کہ اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے

عَلَيْكَ مَاۤءَ الشُّئُوْنِ، وَلَكَانَ الدَّاۤءُ مُمَاطِلًا وَالْكَمَدُ مُحَالِفًا وَقَلَّالَكَ، وَلٰكِنَّهٗ مَالَا يُمْلَكُ رَدُّهٗ وَلَا يُسْتَطَاعُ دَفْعُهٗ۔ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ اذْكُرْنَا عِنْدَ رَبِّكَ وَاجْعَلْنَا مِنْ بَالِكَ۔

(پھر بھی یہ) گریہ و بکا اور اندوہ حزن آپ کی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتا۔ لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس کا پلٹانا اختیار میں نہیں ہے اور نہ اس کا دور کرنا بس میں ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر نثار ہوں ہمیں بھی اپنے پروردگار کے پاس یاد کیجئے گا اور ہمارا خیال رکھئے گا۔

## خطبہ ۲۳۳

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اقْتَصَّ فِيْهِ ذِكْرَ مَاكَانَ مِنْهُ بَعْدَ هِجْرَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَحَاقِهٖ بِهٖ:

اس[1] میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ہجرت کے بعد اپنی کیفیت اور پھر اُن تک پہنچنے تک کی حالت کا تذکرہ کیا ہے۔

فَجَعَلْتُ اَتَّبِعُ مَاْخَذَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلَى الْعَرَجِ (فِيْ كَلَامٍ طَوِيْلٍ) قَالَ الشَّرِيْفُ (قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاَطَاُ ذِكْرَهٗ۔ مِنَ الْكَلَامِ الَّذِيْ رُمِيَ بِهٖ اِلٰى غَايَتَيِ الْاِيْجَازِ وَالْفَصَاحَةِ اَرَادَ اِنِّيْ كُنْتُ اُعْطٰى خَبَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ بَدْءِ خُرُوْجِيْ اِلٰى اَنِ انْتَهَيْتُ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ فَكَنّٰى عَنْ ذٰلِكَ بِهٰذِهِ الْكِنَايَةِ الْعَجِيْبَةِ)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ پر روانہ ہوا، اور آپ کے ذکر کے خطوط پر قدم رکھتا ہوا مقام عرج تک پہنچ گیا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ ٹکڑا ایک طویل کلام کا جز ہے اور (فاطا ذکرہ) ایسا کلام ہے جس میں انتہائی درجہ کا اختصار اور فصاحت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ابتدائے سفر سے لے کر یہاں تک کہ میں اس مقام عروج تک پہنچا برابر آپ کی اطلاعات مجھے پہنچ رہی تھیں۔ آپ نے اس مطلب کو اس عجیب و غریب کنایہ میں ادا کیا ہے۔

[1] پیغمبر اسلامؐ بعثت کے بعد تیرہ برس تک مکہ میں رہے۔ یہ عرصہ آپ کی انتہائی مظلومیت و بے سروسامانی کا تھا۔ کفار قریش نے آپ پر وسائل معیشت کے تمام دروازے بند کر دیے تھے اور ایذا رسانی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا تھا یہاں تک کہ آپ کی جان کے دشمن ہو کر اس فکر میں لگ گئے کہ کسی طرح آپ کا کام تمام کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے چالیس سرکردہ افراد دارالندوہ میں صلاح و مشورہ کے لئے جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک فرد منتخب کر لیا جائے اور وہ مل کر آپ پر حملہ کریں اس طرح بنی ہاشم یہ جرأت نہ کر سکیں گے کہ تمام قبائل کا مقابلہ کریں اور یہ معاملہ خون بہا پر ٹل جائے گا اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ربیع الاول کی شب اول کو یہ لوگ پیغمبر کے گھر کے قریب گھات لگا کر بیٹھ گئے کہ جب حضرت بستر پر استراحت فرمائیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے۔ ادھر قتل کی تیاری مکمل ہو چکی تھی ادھر قدرت نے کفار قریش کی تمام سازشوں سے آپ کو آگاہ کر دیا اور حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلا کر مدینہ کی طرف ہجرت



کر جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے علی ابن ابی طالبؑ کو بلا کر اُن سے اپنا ارادہ ظاہر کیا اور فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔ امیر المومنینؑ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا میرے سو جانے سے آپ کی جان بچ جائے گی۔ فرمایا کہ ہاں، یہ سن کر امیر المومنین سجدہ شکر بجا لائے اور سر و تن کی بازی لگا کر رسولؐ کے بستر پر لیٹ گئے اور پیغمبر مکان کے عقبی دروازے سے نکل گئے۔ کفار قریش جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور حملہ کے لئے پر تول رہے تھے کہ ابولہب نے کہا کہ رات کے وقت حملہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ گھر میں عورتیں بچے ہیں جب صبح ہو تو حملہ کر دینا اور رات بھر ان پر کڑی نگرانی رکھو کہ اِدھر اُدھر نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ رات بھر وہ بستر پر نظریں جمائے رہے اور جب پو پھوٹی تو دبے پاؤں آگے بڑھے، امیر المومنینؑ نے اُن کے قدموں کی چاپ سن کر چادر الٹ دی اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ قریش آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے کہ یہ نظروں کا پھیر ہے یا حقیقت ہے۔ مگر جب یقین ہو گیا کہ یہ علیؑ ہیں تو پوچھا کہ محمد کہاں ہیں فرمایا کہ کیا مجھے سپرد کر گئے تھے جو مجھ سے پوچھتے ہو۔ اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ تعاقب میں آدمی دوڑے مگر غار ثور تک نشان قدم ملتا رہا اور اس کے بعد نہ نشان قدم تھا اور نہ غار میں چھپنے کے کچھ آثار تھے حیران و سراسیمہ ہو کر پلٹ آئے، اور پیغمبر تین دن غار ثور میں گزار کر مدینہ کی طرف چل دیئے۔ امیر المومنینؑ نے یہ تین دن مکہ میں گذارے، لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالے کیں اور پھر پیغمبرؐ کی جستجو میں مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مقام عروج تک جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بستی ہے پیغمبرؐ کا پتہ انہیں چلتا رہا اور اُن کی تلاش میں قدم شوق اٹھتا رہا۔ یہاں تک کہ بارہ ربیع الاول کو مقام قبا میں پیغمبر سے جا ملے اور پھر انہی کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوئے۔

## خطبہ ۲۳۴

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فَاعْمَلُوْا وَاَنْتُمْ فِيْ نَفَسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَالتَّوْبَةُ مَبْسُوْطَةٌ۔ وَالْمُدْبِرُ يُدْعٰى، وَالْمُسِيْٓءُ يُرْجٰى۔ قَبْلَ اَنْ يَخْمُدَ الْعَمَلُ وَيَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَيَنْقَضِيَ الْاَجَلُ وَيُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَتَصْعَدَ الْمَلَآئِكَةُ۔

اعمال بجا لاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رخ پھیر لینے والے کو پکارا جا رہا ہے اور گنہگاروں کو امید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں چاہیئے کہ

فَاَخَذَ امْرُؤٌ مِّنْ نَّفْسِهٖ، لِنَفْسِهٖ۔ وَاَخَذَ مِنْ حَيٍّ لِّمَيِّتٍ، وَمِنْ فَانٍ لِّبَاقٍ، وَمِنْ ذَاهِبٍ لِّدَآئِمٍ امْرُؤٌ خَافَ اللّٰهَ وَهُوَ مُعَمَّرٌ اِلٰى اَجَلِهٖ، وَمَنْظُوْرٌ اِلٰى عَمَلِهٖ، امْرُؤٌ لَجَّمَ نَفْسَهٗ بِلِجَامِهَا وَزَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَاَمْسَكَهَا

انسان خود اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لئے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیات جاودانی کے لئے نفع و بہبود حاصل کرے وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کیلئے مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیئے مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کہ اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے

بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِي اللّٰهِ وَقَادَهَا بِزِمَامِهَا اِلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ۔

ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُسکی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کیطرف اُسے کھینچ لے جائے۔

## خطبہ ۲۳۵

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

فِيْ شَاْنِ الْحَكَمَيْنِ وَذَمِّ اَهْلِ الشَّامِ

جُفَاةٌ طَغَامٌ، عَبِيْدٌ اَقْزَامٌ۔ جُمِّعُوْا مِنْ كُلِّ اَوْبٍ، وَتُلُقِّطُوْا مِنْ كُلِّ شَوْبٍ مِمَّنْ يَنْبَغِيْ اَنْ يُفَقَّهَ وَيُؤَدَّبَ، وَيُعَلَّمَ وَيُدَرَّبَ، وَيُوَلّٰى عَلَيْهِ وَيُؤْخَذَ عَلٰى يَدَيْهِ لَيْسُوْا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ، وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ۔

اَلَا وَاِنَّ الْقَوْمَ اخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا يُحِبُّوْنَ وَاَنَّكُمُ اخْتَرْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ اَقْرَبَ الْقَوْمِ مِمَّا تَكْرَهُوْنَ، وَاِنَّمَا عَهْدُكُمْ بِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُ: "اِنَّهَا فِتْنَةٌ فَقَطِّعُوْا اَوْتَارَكُمْ وَشِيْمُوْا سُيُوْفَكُمْ۔" فَاِنْ كَانَ صَادِقًا فَقَدْ اَخْطَاَ بِمَسِيْرِهٖ غَيْرَ مُسْتَكْرَهٍ، وَاِنْ كَانَ كَاذِبًا فَقَدْ لَزِمَتْهُ التُّهَمَةُ۔ فَادْفَعُوْا فِيْ صَدْرِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ بِعَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ، وَخُذُوْا مَهَلَ الْاَيَّامِ وَحُوْطُوْا قَوَاصِيَ الْاِسْلَامِ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى بِلَادِكُمْ تُغْزٰى، وَاِلٰى صَفَاتِكُمْ تُرْمٰى۔

دونوں ثالثوں (ابوموسیٰ وعمرو ابن عاص) کے بارے میں اور اہل شام کی مذمت میں فرمایا۔

وہ تندخو اوباش اور کمینے ہیں کہ جو ہر طرف سے اکٹھا کر لئے گئے ہیں اور مخلوط النسب لوگوں میں سے چن لئے گئے ہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو جہالت کی بناء پر اس قابل ہیں کہ انہیں (ابھی اسلام کے متعلق) کچھ بتایا جائے اور شائستگی سکھائی جائے (اچھائی اور برائی کی تعلیم) دی جائے اور (عمل کی) مشق کرائی جائے اور ان پر کسی نگران کو چھوڑا جائے اور اُن کے ہاتھ پکڑ کر چلایا جائے، نہ تو وہ مہاجر ہیں نہ انصار اور نہ ان لوگوں میں سے ہیں جو مدینہ میں فروکش تھے۔

دیکھو! اہل شام نے تو اپنے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو ان کے پسندیدہ مقصد کے بہت قریب ہے اور تم نے ایسے شخص کو چنا ہے جو تمہارے ناپسندیدہ مقصد سے انتہائی نزدیک ہے۔ تم کو عبداللہ ابن قیس (ابوموسیٰ) کا کل والا وقت یاد ہوگا (کہ وہ کہتا پھرتا تھا) کہ "یہ جنگ ایک فتنہ ہے لہٰذا اپنی کمانوں کے چلوں کو توڑ دو، اور تلواروں کو نیاموں میں رکھ لو۔" اگر وہ اپنے اس قول میں سچا تھا تو (ہمارے ساتھ) چل کھڑا ہونے میں خطا کار ہے کہ جب اس پر کوئی جبر بھی نہیں اور اگر جھوٹا تھا تو اس پر (تمہیں) بے اعتمادی ہونا چاہئے لہٰذا عمرو ابن عاص کے دھکیلنے کے لئے عبداللہ ابن عباس کو منتخب کرو۔ ان دنوں کی مہلت و غنیمت جانو اور اسلامی (شہروں کی) سرحدوں کو گھیر لو کیا تم اپنے شہروں کو نہیں دیکھتے کہ ان پر حملے ہو رہے ہیں اور تمہاری قوت و طاقت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے۔



## خطبہ ۲۳۶

(وَمِنْ خُطْبَةٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

يَذْكُرُ فِيْهَا اٰلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ:

وَهُمْ عَيْشُ الْعِلْمِ وَمَوْتُ الْجَهْلِ يُخْبِرُكُمْ حِلْمُهُمْ عَنْ عِلْمِهِمْ وَظَاهِرُهُمْ عَنْ بَاطِنِهِمْ وَصَمْتُهُمْ عَنْ حِكَمِ مَنْطِقِهِمْ لَا يُخَالِفُوْنَ الْحَقَّ وَلَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ۔ هُمْ دَعَائِمُ الْاِسْلَامِ وَوَلَائِجُ الْاِعْتِصَامِ بِهِمْ عَادَ الْحَقُّ فِيْ نِصَابِهٖ، وَانْزَاحَ الْبَاطِلُ عَنْ مُقَامِهٖ، وَانْقَطَعَ لِسَانُهٗ عَنْ مَنْبَتِهٖ۔ عَقَلُوا الدِّيْنَ عَقْلَ وِعَايَةٍ وَرِعَايَةٍ، لَا عَقْلَ سَمَاعٍ وَرِوَايَةٍ۔ فَاِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ وَرُعَاتَهٗ قَلِيْلٌ۔

اس میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا۔

وہ علم کے لئے باعث حیات اور جہالت کے لئے سبب مرگ ہیں۔ ان کا حلم ان کے علم کا اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا اور ان کی خاموشی ان کے کلام کی حکمتوں کا پتہ دیتی ہے۔ وہ نہ حق کی خلاف ورزی کرتے ہیں نہ اس میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے ستون اور بچاؤ کا ٹھکانہ ہیں ان کی وجہ سے حق اپنے اصلی مقام پر پلٹ آیا اور باطل اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور اس کی زبان جڑ سے کٹ گئی۔ انہوں نے دین کو سمجھ کر اور اس پر عمل کر کے اسے پہنچانا ہے۔ نہ صرف نقل و سماعت سے اسے جانا ہے یوں تو علم کے راوی بہت ہیں مگر اس پر عمل پیرا ہو کر اس کی نگہداشت کرنے والے کم ہیں۔

## خطبہ ۲۳۷

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

قَالَهٗ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ وَقَدْ جَائَهٗ بِرِسَالَةٍ مِّنْ عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُوْرٌ يَسْاَلُهٗ فِيْهَا الْخُرُوْجَ اِلٰى مَالِهٖ بِيَنْبُعَ لِيَقِلَّ هَتْفُ النَّاسِ بِاسْمِهٖ لِلْخِلَافَةِ بَعْدَ اَنْ كَانَ سَاَلَهٗ مِثْلَ ذٰلِكَ مِنْ قَبْلُ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا يُرِيْدُ عُثْمَانُ اِلَّا اَنْ يَّجْعَلَنِيْ جَمَلًا نَاضِحًا بِالْغَرْبِ اُقْبِلُ وَاُدْبِرُ بَعَثَ

جن دنوں میں عثمان ابن عفان محاصرہ میں تھے تو عبداللہ ابن عباس ان کی ایک تحریر لے کر امیر المومنین کے پاس آئے جس میں آپ سے خواہش کی تھی کہ آپ اپنی جاگیر ینبع کی طرف چلے جائیں تاکہ خلافت کے لئے جو حضرت کا نام پکارا جا رہا ہے اس میں کچھ کمی آ جائے اور وہ ایسی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے جس پر حضرت نے ابن عباس سے فرمایا

اے ابن عباس! عثمان تو بس یہ چاہتے ہیں کہ وہ مجھے اپنا شتر آب کش بنالیں کہ جو ڈول کے ساتھ کبھی آگے بڑھتا ہے اور

إِلَىَّ أَنْ أَخْرُجَ، ثُمَّ بَعَثَ إِلَىَّ أَنْ أَقْدَمَ، ثُمَّ هُوَ الْآنَ يَبْعَثُ إِلَىَّ أَنْ أَخْرُجَ، وَاللهِ لَقَدْ دَفَعْتُ عَنْهُ حَتّٰى خَشِيتُ أَنْ أَكُونَ آثِمًا۔

کبھی پیچھے ہٹتا ہے۔ انہوں نے پہلے بھی یہی پیغام بھیجا تھا کہ میں (مدینہ سے) باہر نکل جاؤں اور اس کے بعد یہ کہلوا بھیجا کہ میں پلٹ آؤں۔ اب پھر وہ پیغام بھیجتے ہیں کہ میں یہاں سے چلا جاؤں (جہاں تک مناسب تھا) میں نے ان کو بچایا، اب تو مجھے ڈر ہے کہ میں (ان کو مدد دینے سے) کہیں گنہگار نہ ہو جاؤں۔

## خطبہ ۲۳۸

(وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

(يَحُثُّ فِيهِ أَصْحَابَهُ عَلَى الْجِهَادِ)

وَاللّٰهُ مُسْتَأْدِيكُمْ شُكْرَهُ وَمُوَرِّثُكُمْ أَمْرَهُ، وَمُمْهِلُكُمْ فِي مِضْمَارٍ مَحْدُودٍ، لِتَتَنَازَعُوا سَبَقَهُ فَشُدُّوا عُقَدَ الْمَآزِرِ، وَاطْوُوا فُضُولَ الْخَوَاصِرِ، وَلَا تَجْتَمِعُ عَزِيمَةٌ وَوَلِيمَةٌ۔ مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَائِمِ الْيَوْمِ، وَأَمْحَى الظُّلَمَ لِتَذَاكِيرِ الْهِمَمِ۔

خداوند عالم تم سے ادائے شکر کا طلب گار ہے اور تمہیں اپنے اقتدار کا مالک بنایا ہے اور تمہیں اس (زندگی کے) محدود میدان میں مہلت دے رکھی ہے تاکہ سبقت کا انعام حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ کمریں مضبوطی سے کس لو اور دامن گردان لو۔ بلند ہمتی اور دعوتوں کی خواہش ایک ساتھ نہیں چل سکتی۔ رات کی گہری نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے اور (اس کی) اندھیاریاں ہمت و جرأت کی یاد کو بہت مٹا دینے والی ہیں۔

---

وَصَلَّى اللهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ مَصَابِيحِ الدُّجٰى وَالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا

# بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابُ الْمُخْتَارِ مِنْ كُتُبِ مَوْلَانَا أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَسَائِلِهٖ إِلَى أَعْدَائِهٖ وَأُمَرَاءِ بِلَادِهٖ وَيَدْخُلُ فِي ذٰلِكَ مَا اخْتِيرَ مِنْ عُهُودِهٖ إِلَى عُمَّالِهٖ وَوَصَايَاهُ لِأَصْحَابِهٖ وَإِنْ كَانَ كُلُّ كَلَامِهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُخْتَارًا

## بابُ التحریرات

اس میں مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کے وہ خطوط اور تحریریں درج ہیں جو آپ نے اپنے مخالفین اور اپنے قلمرو کے مختلف شہروں کے حاکموں کے نام بھیجی ہیں اور اس میں کارندوں کے نام جو حکومت کے پروانے اور اپنے صاحبزادوں اور ساتھیوں کے نام جو وصیت نامے لکھے ہیں یا ہدائتیں کی ہیں، ان کا انتخاب بھی درج ہے۔ اگرچہ حضرت کا تمام کلام انتخاب میں آنے کے لائق ہے۔

## مکتوب (۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهٖ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ

جو مدینہ[۱] سے بصرہ کی جانب روانہ ہوتے ہوئے اہل کوفہ کے نام تحریر فرمایا۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ جَبْهَةِ الْأَنْصَارِ وَسَنَامِ الْعَرَبِ۔ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أُخْبِرُكُمْ عَنْ أَمْرِ عُثْمَانَ حَتّٰى يَكُونَ سَمْعُهُ كَعِيَانِهٖ إِنَّ النَّاسَ طَعَنُوا عَلَيْهِ، فَكُنْتُ رَجُلًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أُكْثِرُ اسْتِعْتَابَهُ وَأُقِلُّ عِتَابَهُ، وَكَانَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ أَهْوَنُ سَيْرِهِمَا فِيهِ الْوَجِيفُ، وَأَرْفَقُ حِدَائِهِمَا الْعَنِيفُ، وَكَانَ مِنْ عَائِشَةَ فِيهِ فَلْتَةُ غَضَبٍ فَأُتِيحَ لَهُ قَوْمٌ فَقَتَلُوهُ، وَبَايَعَنِي النَّاسُ

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے اہل کوفہؓ کے نام جو مددگاروں میں سربرآوردہ، اور قوم عرب میں بلند نام ہیں۔ میں عثمان کے معاملہ سے تمہیں اس طرح آگاہ کئے دیتا ہوں، کہ سننے اور دیکھنے میں کوئی فرق نہ رہے۔ لوگوں نے اُن پر اعتراضات کئے تو مہاجرین میں سے ایک میں ایسا تھا جو زیادہ سے زیادہ کوشش کرتا تھا کہ ان کی مرضی کیخلاف کوئی بات نہ ہو، اور شکوہ شکایت بہت کم کرتا تھا۔ البتہ ان کے بارے میں طلحہ وزبیر کی ہلکی سے ہلکی رفتار بھی سختی و درشتی لئے ہوئے تھی، اور ان پر عائشہ کو بھی بے تحاشہ غصہ تھا۔ چنانچہ ایک گروہ آمادہ ہو گیا اور اُس نے انہیں قتل کر دیا اور لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ اس طرح کہ نہ ان پر کوئی زبردستی تھی، اور نہ انہیں مجبور کیا گیا تھا۔



غَيْرَ مُسْتَكْرِهِينَ وَلَا مُجْبَرِينَ بَلْ طَائِعِينَ مُخَيَّرِينَ وَاعْلَمُوا أَنَّ دَارَ الْهِجْرَةِ قَدْ قَلَعَتْ بِأَهْلِهَا وَقَلَعُوا بِهَا، وَجَاشَتْ جَيْشَ الْمِرْجَلِ وَقَامَتِ الْفِتْنَةُ عَلَى الْقُطْبِ وَأَسْرِعُوا إِلَى أَمِيرِكُمْ وَبَادِرُوا جِهَادَ عَدُوِّكُمْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

بلکہ انہوں نے رغبت واختیار سے ایسا کیا۔ اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ دار الہجرت (مدینہ) اپنے رہنے والوں سے خالی ہو گیا ہے اور اس کے باشندوں کے قدم وہاں سے اکھڑ چکے ہیں اور وہ دیگ کی طرح ابل رہا ہے اور فتنہ کی چکی چلنے لگی ہے لہٰذا اپنے امیر کی طرف تیزی سے بڑھو اور اپنے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لئے جلدی سے نکل کھڑے ہو۔

تشریح:۔

۱۔ ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام طلحہ وزبیر کی شورش انگیزیوں کی خبر سن کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے تو مقام ماء الغدیب میں امام حسنؑ اور عمار یاسر کے ہاتھ یہ خط اہل کوفہ کے نام بھیجا اور ابن ابی الحدید نے یہ روایت لکھی ہے کہ جب حضرت نے ربذہ میں منزل کی تو محمد ابن جعفر اور محمد ابن ابی بکر کے ذریعہ اسے روانہ کیا۔

حضرتؑ نے اس مکتوب میں واضح طور سے اس امر پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت عثمان کا قتل اُم المومنین اور طلحہ وزبیر کی کوششوں کا نتیجہ تھا، اور وہی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے اور حضرت عائشہ تو اپنے حدود کار کا لحاظ کئے بغیر عام اجتماعات میں ان کی بے عنوانیوں کو بے نقاب کر کے ان کے قتل کا حکم دیا کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے تحریر کیا ہے کہ۔

ان ام المؤمنين أخرجت فعلى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقميصه من تحت ستارها وعثمان رضى الله عنه على المنبر وقالت هذان نعلا رسول الله وقميصه لم تبل وقد بدلت من عينه وغيرت من سنته دجرى بينهما كلام المخاشنته فقالت اقتلو نعثلا تشبهه برجل معروف نهج البلاغه (مطبوعہ مصر ج ۲ صفحہ ۳)

حضرت عائشہ نے جب کہ حضرت عثمان منبر پر تھے رسولؐ کی جوتیاں اور قمیض نکالی اور ان سے کہا کہ یہ رسول اللہؐ کی جوتیاں اور اُن کی قمیض ہے۔ ابھی یہ چیزیں پرانی بھی نہیں ہوئیں کہ تم نے ان کے دین کو بدل دیا اور سنت کو مسخ کر دیا۔ پھر دونوں میں بہت زیادہ تلخ کلامی ہوئی اور حضرت عائشہ نے کہا کہ اس نعثل کو قتل کر ڈالو۔ حضرت عائشہ انہیں ایک مشہور آدمی سے تشبیہہ دیتے ہوئے نعثل کہا کرتی تھیں۔

لوگ حضرت عثمان کے ہاتھوں نالاں تو تھے ہی ان باتوں سے اُن کی ہمت بندھی اور انہوں نے ان کو محاصرہ میں لیا تاکہ وہ اپنی روش میں ترمیم کریں یا خلافت سے کنارہ کش ہو جائیں، اور ان حالات میں یہ قوی اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان دو میں سے ایک بات تسلیم نہ کی تو قتل کر دیئے جائیں گے اور یہ سب کچھ حضرت عائشہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ مگر انہوں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور انہیں محاصرہ میں چھوڑ کر مکہ جانے کا تہیہ کر لیا۔ حالانکہ اس موقع پر مروان اور عتاب ابن اسید نے ان سے کہا بھی کہ اگر آپ اپنا سفر ملتوی کر دیں تو ممکن ہے کہ ان کی جان بچ جائے، اور یہ ہجوم چھٹ جائے مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے حج کا مصمم ارادہ کر لیا ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا۔ جس پر مروان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

حـرق قيـــس عـلــى البــلاد حتّـى اذا ضـطـرمـت اجـذمـا

"قیس نے میرے خلاف شہروں میں آگ لگائی اور جب وہ شعلہ ور ہوئے تو دامن بچا کر چلتا ہوا"

اسی طرح طلحہ و زبیر کے غصہ کا پارہ بھی ان کے خلاف چڑھا رہتا تھا اور وہ اس آگ کو بھڑکانے اور مخالفت کو ہوا دینے میں پیش پیش رہتے تھے اور اس لحاظ سے بڑی حد تک قتلِ عثمان میں شریک اور اُن کے خون کے ذمہ دار تھے اور دوسرے لوگ بھی اُن کو اسی حیثیت سے جانتے اور انہی کو قاتل ٹھہراتے تھے اور اُن کے ہوا خواہ بھی صفائی پیش کرنے سے قاصر رہتے تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مقامِ اوطاس میں حضرت عائشہ سے مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے دریافت کیا کہ:

این تریدین یا ام المومنین؟ قالت ارید البصرة قال وَمَا تصنعين بالبصرة قالت اطلب بدم عثمان قَال فهولاء قتلته عثمان معل ثم اقبل علی مروان فقال این ترید ایضا؟ قال البصرة قال وما تصنع بها قال اطلب قتلة عثمان قال نهولاء قتلۂ عثمان معك ان هٰذین الرجلين قتلا عثمان طلحه والزبير (کتاب الامامته والسیاسته ص ۵۵)

اے اُم المومنین کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بصرے کا کہا کہ وہاں کیا کام ہے؟ فرمایا خون عثمان کا قصاص لینا ہے۔ اُس نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو آپ کے ہمراہ ہیں پھر مروان کی طرف متوجہ ہوا، اور پوچھا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا کہ میں بھی بصرہ جا رہا ہوں۔ کہا کس مقصد کے لئے؟ کہا کہ عثمان کے قاتلوں سے بدلہ لینا ہے اُس نے کہا کہ عثمان کے قاتل تو تمہارے ساتھ ہیں، اور انہی طلحہ و زبیر نے انہیں قتل کیا تھا۔

بہر صورت جب یہ قاتلین عثمان کی جماعت امیر المومنینؑ کو موردِ الزام ٹھہرا کر بصرہ میں ہنگامہ آرائی کے لئے پہنچ گئی، تو امیر المومنینؑ بھی اس فتنہ کو دبانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور اہل کوفہ کا تعاون حاصل کرنے کے لئے یہ خط انہیں لکھا جس پر وہاں کے جانبازوں اور جانثاروں کی ایک کثیر جماعت اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ کی فوج میں آ کر شامل ہوگئی اور پوری ہمت و جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کیا، جس کا امیر المومنینؑ نے بھی اعتراف کیا۔ چنانچہ اس کے بعد کا مکتوب اسی اعترافِ حقیقت کے سلسلہ میں ہے۔

## مکتوب (۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَيْهِمْ بَعْدَ فَتْحِ الْبَصْرَةِ:
وَجَزَاكُمُ اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ مِصْرٍ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ نَبِيِّكُمْ أَحْسَنَ مَا يَجْزِي الْعَامِلِيْنَ بِطَاعَتِهِ سَمِعْتُمْ وَأَطَعْتُمْ، وَدُعِيتُمْ فَأَجَبْتُمْ۔

جو فتح بصرہ کے بعد اہل کوفہ کی طرف تحریر فرمایا۔
خدا تم شہر والوں کو تمہارے نبی کے اہل بیت کی طرف سے بہتر سے بہتر وہ جزا دے، جو اطاعت شعاروں اور اپنی نعمت پر شکر گزاروں کو وہ دیتا ہے تم نے ہماری آواز سنی، اور اطاعت کے لئے آمادہ ہوگئے، اور تمہیں پکارا گیا تو تم لبیک کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔



## دستاویز (۳)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَتَبَهُ لِشُرَيْحِ بْنِ الْحَارِثِ قَاضِيْهِ
رُوِيَ اَنَّ شُرَيْحَ ابْنَ الْحَارِثِ قَاضِيَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اشْتَرٰى عَلٰى عَهْدِهٖ دَارً بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا فَبَلَغَهُ ذٰلِكَ فَاسْتَدْعَاهُ وَقَالَ لَهُ: بَلَغَنِيْ أَنَّكَ ابْتَعْتَ دَارًا بِثَمَانِيْنَ دِيْنَارًا وَكَتَبْتَ لَهَا كِتَابًا وَأَشْهَدْتَ فِيْهِ شُهُوْدًا فَقَالَ شُرَيْحٌ: قَدْ كَانَ ذٰلِكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ قَالَ فَنَظَرَ اِلَيْهِ نَظَرَ مُغْضَبٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ: يَاشُرَيْحُ أَمَا اِنَّهُ سَيَأْتِيْكَ مَنْ لَا يَنْظُرُ فِيْ كِتَابِكَ وَلَا يَسْأَلُكَ عَنْ بَيِّنَتِكَ حَتّٰى يُخْرِجَكَ مِنْهَا شَاخِصًا، وَيُسْلِمَكَ اِلٰى قَبْرِكَ خَالِصًا۔ فَانْظُرْ يَا شُرَيْحُ لَا تَكُوْنَ ابْتَعْتَ هٰذِهِ الدَّارَ مِنْ غَيْرِ مَالِكَ، اَوْ نَقَدْتَ الثَّمَنَ مِنْ غَيْرِ حَلَالِكَ فَاِذَا أَنْتَ قَدْ خَسِرْتَ دَارَ الدُّنْيَا وَدَارَ الْاٰخِرَةِ۔ أَمَا اِنَّكَ لَوْ كُنْتَ أَتَيْتَنِيْ عِنْدَ شِرَآئِكَ مَا اشْتَرَيْتَ لَكَتَبْتُ لَكَ كِتَابًا عَلٰى هٰذِهِ النُّسْخَةِ فَلَمْ تَرْغَبْ فِيْ شِرَآءِ هٰذِهِ الدَّارِ بِدِرْهَمٍ فَمَا فَوْقَ۔ وَالنُّسْخَةُ هٰذِهٖ هٰذَا مَا اشْتَرَى عَبْدٌ ذَلِيْلٌ مِنْ عَبْدٍ قَدْ أُزْعِجَ لِلرَّحِيْلِ، اشْتَرَى مِنْهُ دَارًا مِنْ

جو آپ نے شریح ابن حارث قاضی کوفہ کے لئے تحریر فرمائی۔

روایت ہے کہ امیر المومنینؑ کے قاضی شریح ابن حارث نے آپ کے دورِ خلافت میں ایک مکان اسی ۸۰ دینار کو خرید کیا۔ حضرتؑ کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بلوا بھیجا اور فرمایا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے ایک مکان اسّی۸ دینار کو خرید کیا ہے اور دستاویز بھی تحریر کی ہے اور اس پر گواہوں کی گواہی بھی ڈلوائی ہے؟ شریح نے کہا کہ جی ہاں یا امیر المومنینؑ ایسا ہوا تو ہے۔ (راوی کہتا ہے)

اس پر حضرتؑ نے انہیں غصہ کی نظر سے دیکھا اور فرمایا، دیکھو! بہت جلد ہی وہ (ملک الموت) تمہارے پاس آ جائے گا جو نہ تمہاری دستاویز دیکھے گا، اور نہ تم سے گواہوں کو پوچھے گا، اور وہ تمہارا بوریا بستر بندھوا کر یہاں سے نکال باہر کرے گا، اور قبر میں کیلا چھوڑ دے گا اسے شریح دیکھو! ایسا تو نہیں کہ تم نے اس گھر کو دوسرے کے مال سے خریدا ہو، یا حرام کی کمائی سے قیمت ادا کی ہو۔ اگر ایسا ہوا تو سمجھ لو کہ تم نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی۔ دیکھو اس کی خریداری کے وقت تم میرے پاس آئے ہوتے، تو میں اُس وقت تمہارے لئے ایک ایسی دستاویز لکھ دیتا، کہ تم ایک درہم بلکہ اس سے کم کو بھی اس ھر کے خریدنے کو تیار نہ ہوتے۔

وہ دستاویز یہ ہے:۔

یہ وہ ہے جو ایک ذلیل بندے نے ایک ایسے بندے سے کہ جو سفرِ آخرت کے لئے پا در رکاب ہے خرید کیا ہے۔ ایک

دَارِ الْغُرُورِ مِنْ جَانِبِ الْفَانِيْنَ، وَخِطَّةِ الْهَالِكِيْنَ وَيَجْمَعُ هٰذِهِ الدَّارَ حُدُوْدٌ أَرْبَعَةٌ: اَلْحَدُّ الْاَوَّلُ يَنْتَهِيْ إِلَى دَوَاعِي الْاٰفَاتِ، وَالْحَدُّ الثَّانِيْ يَنْتَهِيْ إِلَى دَوَاعِي الْمُصِيْبَاتِ، وَ الْحَدُّ الثَّالِثُ يَنْتَهِيْ إِلَى الْهَوَى الْمُرْدِيْ، وَالْحَدُّ الرَّابِعُ يَنْتَهِيْ إِلَى الشَّيْطٰنِ الْمُغْوِيْ، وَفِيْهِ يُشْرَعُ بَابُ هٰذِهِ الدَّارِ اشْتَرٰى هٰذَا الْمُغْتَرُّ بِالْأَمَلِ مِنْ هٰذَا الْمُزْعَجِ بِالْأَجَلِ هٰذِهِ الدَّارَ بِالْخُرُوْجِ مِنْ عِزِّ الْقَنَاعَةِ وَالدُّخُوْلِ فِيْ ذُلِّ الطَّلَبِ وَالضَّرَاعَةِ، فَمَا أَدْرَكَ هٰذَا الْمُشْتَرِيْ فِيْمَا اشْتَرٰى مِنْ دَرَكٍ فَعَلٰى مُبَلْبِلِ أَجْسَامِ الْمُلُوْكِ، وَسَالِبِ نُفُوْسِ الْجَبَابِرَةِ، وَمُزِيْلِ مُلْكِ الْفَرَاعِنَةِ مِثْلِ كِسْرٰى وَقَيْصَرَ، وَتُبَّعٍ وَحِمْيَرٍ، وَمَنْ جَمَعَ الْمَالَ عَلَى الْمَالِ فَأَكْثَرَ، بَنٰى وَ شَيَّدَ وَزَخْرَفَ، وَنَجَّدَ، وَادَّخَرَ، وَاعْتَقَدَ وَ نَظَرَ بِزَعْمِهٖ لِلْوَلَدِ۔ إِشْخَاصُهُمْ جَمِيْعًا إِلٰى مَوْقِفِ الْعَرْضِ وَالْحِسَابِ وَمَوْضِعِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ إِذَا وَقَعَ الْاَمْرُ بِفَصْلِ الْقَضَآءِ'' وَ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ شَهِدَ عَلٰى ذٰلِكَ الْعَقْلُ إِذَا خَرَجَ مِنْ اَسْرِ الْهَوٰى وَسَلِمَ مِنْ عَلَائِقِ الدُّنْيَا۔

ایسا گھر کہ جو دنیائے پرفریب میں مرنے والوں کے محلے اور ہلاک ہونے والوں کے خطہ میں واقع ہے جس کے حدود اربعہ یہ ہیں پہلی حد آفتوں کے اسباب سے متصل ہے، دوسری حد مصیبتوں کے اسباب سے ملی ہوئی ہے اور تیسری حد ہلاک کرنے والی نفسانی خواہشوں تک پہنچتی ہے اور چوتھی حد گمراہ کرنے والے شیطان سے تعلق رکھتی ہے اور اسی حد میں اس کا دروازہ کھلتا ہے۔ اس فریب خوردہ امید و آرزو نے اس شخص سے کہ جسے موت دھکیل رہی ہے اس گھر کو خریدا ہے اس قیمت پر کہ اُس نے قناعت کی عزت سے ہاتھ اٹھایا اور طلب و خواہش کی ذلت میں جا پڑا۔ اب اگر اس سودے میں خریدار کو کوئی نقصان پہنچے تو بادشاہوں کے جسم کو تہہ و بالا کرنے والے گردن کشوں کی جان لینے والے اور کسریٰ[1]، قیصر اور تبع و حمیر ایسے فرمانرواؤں کی سلطنتیں الٹ دینے والے، اور مال سمیٹ سمیٹ کر اُسے بڑھانے اونچے اونچے محل بنانے سنوارنے انہیں فرش سے سجانے اور اولاد کے خیال سے ذخیرے فراہم کرنے اور جاگیریں بنانے والوں سے سب کچھ چھین لینے والے کے ذمہ ہے کہ وہ ان سب کو لے جا کر حساب و کتاب کے موقف اور عذاب و ثواب کے محل میں کھڑا کرے۔ اس وقت کہ جب حق و باطل کا دوٹوک فیصلہ ہوگا اور باطل والے وہاں خسارے میں رہیں گے۔

گواہ شد برایں عقل: جب خواہشوں کے بندھن سے الگ اور دنیا کی وابستگیوں سے آزاد ہو۔

[1] کسریٰ، خسرو کا معرب ہے جس کے معنی اس بادشاہ کے ہوتے ہیں جس کا دارۂ مملکت وسیع ہو یہ سلاطین عجم کا لقب تھا، اور قیصر و شاہان روم کا لقب ہے جو رومی زبان میں اس بچے کے لئے بولا جاتا ہے جس کی ماں جننے سے پہلے مرجائے اور اُس کا پیٹ چیر کر



بچے کو نکالا جائے۔ چونکہ شاہان روم میں اقسطوس اُسی طرح پیدا ہوا تھا، اس وجہ سے وہ اس نام سے مشہور ہو گیا، اور پھر وہاں کے ہر بادشاہ کے لئے اُس نے لقب کی صورت اختیار کر لی۔

حمیر یمن کے بادشاہوں کا لقب ہے اس حکومت کا بانی حمیر ابن سبا تھا جس نے یمن میں اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی، اور پھر اس کی اولاد نسلاً بھی تخت و تاج کی وارث ہوتی رہی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اکسومی حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے حکومت ان کے ہاتھ سے چھین لی۔ مگر انہوں نے محکومیت اور ذلت کی زندگی گوارا نہ کی اور اپنی منتشر و پراگندہ قوتوں کو یکجا کر کے اکسومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں شکست دے کر دوبارہ اقتدار حاصل کر لیا اور یمن کے ساتھ حضرموت، حبشہ اور حجاز پر بھی اپنی حکومت قائم کر لی۔ یہ سلاطین حمیر کا دوسرا دور تھا جس میں پہلا بادشاہ حارث الرائش تھا جو تبع کے لقب سے تخت حکومت پر بیٹھا اور پھر بعد کے سلاطین اُسی لقب سے پکارے جانے لگے۔ تبع کے معنی سامی زبان میں متبوع و سردار کے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ حبشی زبان کے لفظ ہے جس کے معنی صاحب تسلط و اقتدار کے ہیں۔

## مکتوب (۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلٰى بَعْضِ أُمَرَآءِ جَيْشِهٖ:

فَإِنْ عَادُوْا إِلٰى ظِلِّ الطَّاعَةِ فَذَاكَ الَّذِيْ نُحِبُّ، وَإِنْ تَوَافَتِ الْاُمُوْرُ بِالْقَوْمِ إِلَى الشِّقَاقِ وَالْعِصْيَانِ فَانْهَدْ بِمَنْ أَطَاعَكَ إِلٰى مَنْ عَصَاكَ، وَاسْتَغْنِ بِمَنِ انْقَادَ مَعَكَ عَمَّنْ تَقَاعَسَ عَنْكَ فَإِنَّ الْمُتَكَارِهَ مَغِيْبُهٗ خَيْرٌ مِنْ شُهُوْدِهٖ، وَقُعُوْدُهٗ أَغْنٰى مِنْ نُهُوْضِهٖ۔

ایک سالارِ لشکر کے نام:

اگر وہ اطاعت کی چھاؤں میں پلٹ آئیں، تو یہ تو ہم چاہتے ہی ہیں، اور اگر ان کی تانیں بس بغاوت اور نافرمانی ہی پر ٹوٹیں، تو تم فرماں بردار کو لے کر نافرمانوں کی طرف اٹھ کھڑے ہو، اور جو تمہارا ہمنوا ہو کر تمہارے ساتھ ہے اُس کے ہوتے ہوئے منہ موڑنے والوں کی پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ جو بددلی سے ساتھ ہو اُس کا نہ ہونا ہونے سے بہتر ہے، اور اس کا بیٹھے رہنا اُس کے اٹھ کھڑے ہونے سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوسکتا ہے۔

[1] جب عامل بصرہ عثمان ابن حنیف نے امیر المومنینؑ کو طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کی اطلاع دی اور ان کے عزائم سے آگاہ کیا، تو حضرت نے یہ خط اُن کے نام تحریر کیا جس میں انہیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ اگر دشمن لڑائی پر اُتر آئے تو وہ اس کے مقابلہ کے لئے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ نہ لیں کہ جو ایک طرف حضرت عائشہ اور طلحہ و زبیر کی شخصیت سے متاثر ہوں اور دوسری طرف کہنے سننے سے اُن کے خلاف جنگ پر بھی آمادہ ہو گئے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگوں سے جم کر لڑنے کی توقع نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی اُن پر بھروسا کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایسے لوگ اگر موجود رہے تو دوسروں کو بھی بددل بنانے کی کوشش کریں گے لہٰذا ایسی لوگوں کو نظر انداز کر دینا ہی مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

## مکتوب (۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

اشعث ابن قیس والی آذربائیجان کے نام:

إِلَى الْأَشْعَثِ قَيْسٍ عَامِلِ أَذْرَبِيْجَانَ:
وَإِنَّ عَمَلَكَ لَيْسَ لَكَ بِطُعْمَةٍ وَلَكِنَّهُ فِي عُنُقِكَ أَمَانَةٌ، وَأَنْتَ مُسْتَرْعًى لِمَنْ فَوْقَكَ. لَيْسَ لَكَ أَنْ تَفْتَاتَ فِي رَعِيَّةٍ وَلَا تُخَاطِرَ إِلَّا بِوَثِيقَةٍ، وَفِي يَدَيْكَ مَالٌ مِّنْ مَّالِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأَنْتَ مِنْ خُزَّانِهِ حَتّٰى تُسَلِّمَهُ إِلَيَّ، وَلَعَلِّي أَنْ لَّا أَكُوْنَ شَرَّ وُلَاتِكَ لَكَ وَالسَّلَامُ.

یہ عہدہ[1] تمہارے لئے کوئی آزوقہ نہیں ہے بلکہ وہ تمہاری گردن میں ایک امانت کا پھندا ہے اور تم اپنے حکمران بالا کی طرف سے حفاظت پر مامور ہو۔ تمہیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ رعیت کے معاملہ میں جو چاہو کر گزرو۔ خبردار! کسی مضبوط دلیل کے بغیر کسی بڑے کام میں ہاتھ نہ ڈالا کرو۔ تمہارے ہاتھوں میں خدائے بزرگ و برتر کے اموال میں سے ایک مال ہے اور تم اس وقت تک اسکے خزانچی ہو جب تک میرے حوالے نہ کر دو، بہرحال میں غالباً تمہارے لئے بُرا حکمران نہیں ہوں۔ والسلام۔

[1] جب امیرالمومنینؑ جنگ جمل سے فارغ ہوئے، تو اشعث ابن قیس کو جو حضرت عثمان کے زمانہ سے آذربائیجان کا عامل چلا آرہا تھا تحریر فرمایا کہ وہ اپنے صوبہ کا مال خراج وصدقات روانہ کرے۔ مگر چونکہ اسے اپنا عہدہ و منصب خطرہ میں نظر آرہا تھا، اس لئے وہ حضرت عثمان کے دوسرے عمال کی طرح اس مال کو ہضم کر جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس خط کے پہنچنے کے بعد اُس نے اپنے مخصوصین کو بلایا اور اُن سے اس خط کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ مال مجھ سے چھین نہ لیا جائے۔ لہٰذا میرا ارادہ ہے کہ میں معاویہ کے پاس چلا جاؤں۔ جس پر اُن لوگوں نے کہا یہ کہ تمہارے لئے باعث ننگ و عار ہے کہ اپنے قوم قبیلے کو چھوڑ کر معاویہ کے دامن میں پناہ لو۔ چنانچہ اُن لوگوں کے کہنے سننے سے اس نے جانے کا ارادہ تو ملتوی کر دیا مگر اس مال کے دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُسے کوفہ طلب کرنے کے لئے حجر ابن عدی کندی کو روانہ کیا جو اسے سمجھا بجھا کر کوفہ لے آئے۔ یہاں پہنچنے پر اُس کا سامان دیکھا گیا تو اس میں چار لاکھ درہم پائے گئے جس میں سے تیس ۳۰ ہزار حضرت نے اسے دے دیئے اور بقیہ بیت المال میں داخل کر دیئے۔

## مکتوب (۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلٰى مُعَاوِيَةَ:
إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ يَرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَسَمَّوْهُ إِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رِضًى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ أَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ إِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ أَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَوَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى وَلَعَمْرِيْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّيْ أَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ، وَلَتَعْلَمَنَّ أَنِّيْ كُنْتُ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ إِلَّا أَنْ تَتَجَنّٰى فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ وَالسَّلَامُ.

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:
جن لوگوں نے ابوبکر، عمر اور عثمان کی بیعت کی تھی، انہوں نے میرے ہاتھ پر اسی اصول کے مطابق بیعت کی جس اصول پر وہ ان کی بیعت کر چکے تھے اور اس کی بناء پر جو حاضر ہے اُسے پھر نظرثانی کا حق نہیں، اور جو بروقت موجود نہ ہو، اُسے رد کرنے کا اختیار نہیں اور شوریٰ کا حق صرف مہاجرین و انصار کو ہے، وہ اگر کسی پر ایکا کر لیں اور اُسے خلیفہ سمجھ لیں تو اُسی میں اللہ کی رضا و خوشنودی سمجھی جائیگی۔ اب جو کوئی اس کی شخصیت پر اعتراض یا نیا نظریہ اختیار کرتا ہے الگ ہو جائے تو اُسے وہ سب اُسی طرف واپس لائیں گے، جدھر سے وہ منحرف ہوا ہے اور اگر انکار کرے تو اُس سے لڑیں کیونکہ وہ مومنوں کے طریقے سے ہٹ کر دوسری راہ پر ہولیا ہے اور جدھر وہ پھر گیا ہے اللہ بھی اُسے اُدھر ہی پھیر دے گا۔

اے معاویہ! میری جان کی قسم اگر تم اپنی نفسانی خواہشوں سے دور ہو کر عقل سے دیکھو، تو سب لوگوں سے زیادہ مجھے عثمان کے خون سے بری پاؤ گے۔ مگر یہ کہ تم بہتان باندھ کر کھلی ہوئی چیزوں پر پردہ ڈالنے لگو۔ والسلام۔

تشریح:۔

[1] جب امیرالمومنینؑ کے ہاتھ پر تمام اہل مدینہ نے بالاتفاق بیعت کر لی، تو معاویہ نے اپنے اقتدار کو خطرہ میں محسوس کرتے ہوئے بیعت سے انکار کر دیا اور آپ کی خلافت کی صحت کو محل نظر قرار دینے کے لئے یہ عذر تراشا کہ یہ عمومی انتخاب سے قرار نہیں پائی۔ لہٰذا اس انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب عام ہونا چاہیئے۔ حالانکہ جس خلافت سے اصول انتخاب کی بنیاد پڑی، وہ ایک ناگہانی صورت حال کا نتیجہ تھی جس میں عام افراد کی رائے دہندگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اسے عمومی اختیار کا نتیجہ کہا جا سکے۔ البتہ عوام پر اس کی پابندی عائد کر کے اسے ''فیصلہ جمہوریہ'' سے تعبیر کر لیا گیا۔ جس سے یہ اصول قرار پا گیا کہ جسے اکابر مدینہ منتخب کر لیں وہ تمام دنیائے اسلام کا نمائندہ تصور ہوگا۔ اور کسی کو اس میں چون و چرا کی گنجائش نہ ہوگی۔ خواہ وہ انتخاب کے موقع پر موجود ہو یا موجود نہ ہو۔ بہرصورت اس اصول کے قرار پا جانے کے بعد معاویہ کو یہ حق نہ پہنچتا تھا کہ وہ دوبارہ انتخاب کی تحریک یا بیعت سے انکار کرے۔ جبکہ وہ عملی طور پر ان خلافتوں کو صحیح تسلیم کر چکا تھا کہ جن کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ مدینہ کے اہل حل وعقد نے طے کی تھیں۔ چنانچہ جب اس انتخاب کو غلط قرار دیتے ہوئے بیعت سے انکار کیا، تو امیرالمومنینؑ نے اصول انتخاب کو اُس کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس پر حجت تمام کی اور یہ وہی طرزِ کلام ہے جسے (فرض الباطل مع الخصم حتی تلزمه الحجة) حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت قائم کرنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کسی مرحلہ پر امیرالمومنینؑ نے خلافت کی صحت کا معیار شوریٰ اور رائے عامہ کو نہیں سمجھا۔ ورنہ جن خلافتوں کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار کے اتفاق رائے سے قرار پائی تھیں آپ اس رائے عامہ کو سند و حجت سمجھتے ہوئے ان کو صحیح و درست سمجھتے۔ مگر آپ کا دور اول ہی میں بیعت سے انکار کر دینا کہ جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، اس کی دلیل ہے کہ آپ اُن ساختہ اصولوں کو خلافت کا معیار نہ سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ہر دور میں اپنے استحقاق خلافت کو پیش کرتے رہے کہ جو رسولؐ اللہ سے قولاً و عملاً ثابت تھا۔ مگر معاویہ کے مقابلہ میں اسے پیش کرنا سوال و جواب کا دروازہ کھول دینا تھا۔ اس لئے اسی کے مسلمات و

معتقدات سے اُسے قائل کرنا چاہا ہے تاکہ اس کے لئے تاویلات کے الجھاوے ڈالنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ وہ تو یہ چاہتا ہی تھا کہ کسی طرح بات بڑھتی جائے تاکہ کسی موڑ پر اس کے متزلزل اقتدار کو سہارا مل جائے۔

## مکتوب (۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَيْهِ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَتْنِي مِنْكَ مَوْعِظَةٌ مُوَصَّلَةٌ، وَرِسَالَةٌ مُحَبَّرَةٌ نَمَّقْتَهَا بِضَلَالِكَ، وَأَمْضَيْتَهَا بِسُوءِ رَأْيِكَ، وَكِتَابُ امْرِئٍ لَيْسَ لَهُ بَصَرٌ يَهْدِيهِ وَلَا قَائِدٌ يُرْشِدُهُ قَدْ دَعَاهُ الْهَوَى فَأَجَابَهُ وَقَادَهُ الضَّلَالُ فَاتَّبَعَهُ فَهَجَرَ لَاغِطًا وَضَلَّ خَابِطًا۔ (مِنْهُ)

لِأَنَّهَا بَيْعَةٌ وَاحِدَةٌ لَا يُثَنَّى فِيهَا النَّظَرُ وَلَا يُسْتَأْنَفُ فِيهَا الْخِيَارُ۔ الْخَارِجُ مِنْهَا طَاعِنٌ، وَالْمُرَوِّي فِيهَا مُدَاهِنٌ۔

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

تمہارا بے جوڑ نصیحتوں کا پلندہ اور بنایا سنوارا ہوا خط میرے پاس آیا جسے گمراہی کی بناء پر تم نے لکھا اور اپنی بے عقلی کی وجہ سے بھیجا۔ یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے کہ جسے نہ روشنی نصیب ہے کہ اسے سیدھی راہ دکھائے، اور نہ کوئی رہبر ہے کہ اسے صحیح راستے پر ڈالے۔ جسے نفسانی خواہش نے پکارا تو وہ لبیک کہہ کر اٹھا اور گمراہی نے اسکی رہبری کی تو وہ اسکے پیچھے ہولیا اور یاوہ گوئی کرتے ہوئے اول فول بکنے لگا، اور بے راہ ہوتے ہوئے بھٹک گیا۔

اس مکتوب کا ایک حصہ یہ ہے: کیونکہ یہ بیعت ایک ہی دفعہ ہوتی ہے نہ پھر اس میں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ پھر سے چناؤ ہوسکتا ہے۔ اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا ہے۔

## مکتوب (۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيِّ لَمَّا أَرْسَلَهُ إِلَى مُعَاوِيَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِذَا أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ أَتَاكَ كِتَابِي فَاحْمِلْ مُعَاوِيَةَ عَلَى الْفَصْلِ، وَخُذْهُ بِالْأَمْرِ الْجَزْمِ، ثُمَّ خَيِّرْهُ بَيْنَ حَرْبٍ مُجْلِيَةٍ أَوْ سِلْمٍ مُخْزِيَةٍ، فَإِنِ اخْتَارَ الْحَرْبَ فَانْبِذْ إِلَيْهِ وَإِنِ اخْتَارَ السِّلْمَ فَخُذْ بَيْعَتَهُ وَالسَّلَامُ۔

جب جریر ابن عبداللہ بجلی کو معاویہ کی طرف روانہ کیا اور انہیں پلٹنے میں تاخیر ہوئی تو انہیں تحریر فرمایا:

میرے خط ملتے ہی معاویہ کو دوٹوک فیصلے پر آمادہ کرو، اور اُسے کسی آخری اور قطعی رائے کا پابند بناؤ اور دو باتوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے پر مجبور کرو، کہ گھر سے بے گھر کردینے والی جنگ یا رسوا کرنے والی صلح۔ اگر وہ جنگ کو اختیار کرے تو تمام تعلقات اور گفت و شنید ختم کردو، اور اگر صلح چاہے تو اس سے بیعت لے لو۔ والسلام۔



## مکتوب (۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:

فَأَرَادَ قَوْمُنَا قَتْلَ نَبِيِّنَا وَاجْتِيَاحَ أَصْلِنَا، وَهَمُّوا بِنَا الْهُمُومَ وَفَعَلُوا بِنَا الْأَفَاعِيلَ وَمَنَعُونَا الْعَذْبَ، وَأَحْلَسُونَا الْخَوْفَ، وَاضْطَرُّونَا إِلَى جَبَلٍ وَعْرٍ، وَأَوْقَدُوا لَنَا نَارَ الْحَرْبِ فَعَزَمَ اللهُ لَنَا عَلَى الذَّبِّ عَنْ حَوْزَتِهِ، وَالرَّمْيِ مِنْ وَرَاءِ حُرْمَتِهِ مُؤْمِنُنَا يَبْغِي بِذَالِكَ الْأَجْرَ وَكَافِرُنَا يُحَامِي عَنِ الْأَصْلِ وَمَنْ أَسْلَمَ مِنْ قُرَيْشٍ خِلْوٌ مِمَّا نَحْنُ فِيهِ بِحِلْفٍ يَمْنَعُهُ أَوْ عَشِيرَةٍ تَقُومُ دُونَهُ فَهُوَ مِنَ الْقَتْلِ بِمَكَانِ أَمْنٍ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ وَأَحْجَمَ النَّاسُ قَدَّمَ أَهْلَ بَيْتِهِ فَوَقَى بِهِمْ أَصْحَابَهُ حَرَّ السُّيُوفِ وَالْأَسِنَّةِ فَقُتِلَ عُبَيْدَةُ بْنُ الْحَارِثِ يَوْمَ بَدْرٍ، وَقُتِلَ حَمْزَةُ يَوْمَ أُحُدٍ، وَقُتِلَ جَعْفَرٌ يَوْمَ مُؤْتَةَ وَأَرَادَ مَنْ لَوْ شِئْتُ ذَكَرْتُ اسْمَهُ مِثْلَ الَّذِي أَرَادُوا مِنَ الشَّهَادَةِ، وَلٰكِنْ آجَالُهُمْ عُجِّلَتْ وَمَنِيَّتُهُ أُجِّلَتْ۔

معاویہ کے نام:

ہماری قوم (قریش) نے ہمارے نبی کو قتل کرنے اور ہماری جڑ اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کیا اور ہمارے لئے غم و اندوہ کے سروسامان کئے، اور بُرے سے بُرے برتاؤ ہمارے ساتھ روا رکھے۔ ہمیں آرام و راحت سے روک دیا اور مستقل طور پر خوف و دہشت سے دوچار کردیا اور ایک سنگلاخ و ناہموار پہاڑ میں پناہ لینے پر مجبور کردیا اور ہمارے لئے جنگ کی آگ بھڑکا دی۔ مگر اللہ نے ہماری ہمت باندھی کہ ہم پیغمبرؐ کے دین کی حفاظت کریں اور اُن کے دامن حرمت پر آنچ نہ آنے دیں۔ ہمارے مومن ان سختیوں کی وجہ سے ثواب کے امیدوار تھے، اور ہمارے کافر قرابت کی بناء پر حمایت ضروری سمجھتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ ایمان لائے تھے وہ ہم پر آنے والی مصیبتوں سے کوسوں دور تھے۔ اس عہد و پیماں کی وجہ سے جو ان کی حفاظت کو اٹھ کھڑا ہوتا تھا۔ لہٰذا وہ قتل سے محفوظ تھے اور رسالت مآبؐ کا یہ طریقہ تھا کہ جب جنگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور لوگوں کے قدم پیچھے ہٹنے لگتے تھے تو پیغمبرؐ اپنے اہل بیت کو آگے بڑھا دیتے تھے اور یوں انہیں سینہ سپر بنا کر اصحاب کو نیزہ و شمشیر کی مار سے بچا لے جاتے تھے۔ چنانچہ عبیدہ ابن حارث بدر میں، حمزہ اُحد میں اور جعفر جنگ موتہ میں شہید ہوگئے ایک اور شخص نے بھی کہ اگر میں چاہوں تو اس کا نام لے سکتا ہوں انہیں لوگوں کی طرح شہید ہونا چاہا لیکن اُن کی عمریں جلد پوری ہوگئیں اور اس کی موت پیچھے جا پڑی۔ اس زمانہ (کج رفتار) پر حیرت ہوتی ہے کہ میرے ساتھ ایسوں کا نام لیا جاتا ہے جنہوں نے میدان سعی میں میری سی تیز گامی کبھی نہیں دکھائی اور نہ اُن کے لئے میرے ایسے دیرینہ اسلامی خدمات ہیں۔ ایسے خدمات کہ جن کی

فَيَاعَجَبًا لِلدَّهْرِ إِذْصِرْتُ يُقْرَنُ بِيَ مَنْ لَمْ يَسْعَ بِقَدَمِي، وَلَمْ تَكُنْ لَهُ كَسَابِقَتِي الَّتِي لَا يُدْلِي أَحَدٌ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَدَّعِيَ مُدَّعٍ مَالَا أَعْرِفُهُ، وَلَا أَظُنُّ اللهَ عَلَى كُلِّ حَالٍ۔ وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ مِنْ دَفْعِ قَتَلَةِ عُثْمَانَ إِلَيْكَ فَإِنِّي نَظَرْتُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَلَمْ أَرَهُ يَسَعُنِي دَفْعُهُمْ إِلَيْكَ وَلَا إِلَى غَيْرِكَ، وَلَعَمْرِي لَئِنْ لَمْ تَنْزِعْ عَنْ غَيِّكَ وَشِقَاقِكَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ عَنْ قَلِيلٍ يَطْلُبُونَكَ لَا يُكَلِّفُونَكَ طَلَبَهُمْ فِي بَرٍّ وَلَا بَحْرٍ وَلَا جَبَلٍ وَلَا سَهْلٍ، إِلَّا أَنَّهُ طَلَبٌ يَسُوءُكَ وِجْدَانُهُ، وَزَوْرٌ لَا يَسُرُّكَ لُقْيَانُهُ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

مانند کوئی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ مگر یہ کہ کوئی مدعی ایسی چیز کا دعوے کر بیٹھے کہ جسے میں نہیں جانتا ہوں اور میں نہیں سمجھتا کہ اللہ اُسے جانتا ہوگا (یعنی کچھ ہوتو وہ جانے بہرحال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

اے معاویہ! تمہارا یہ مطالبہ جو ہے کہ میں عثمان کے قاتلوں کو تمہارے حوالے کردوں تو میں نے اس کے ہر پہلو پر غور وفکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ انہیں تمہارے یا تمہارے علاوہ کسی اور کے حوالے کرنا میرے اختیار سے باہر ہے، اور میری جان کی قسم! اگر تم اپنی گمراہی اور انتشار پسندی سے باز نہ آئے تو بہت جلد ہی انہیں پہچان لوگے وہ خود تمہیں ڈھونڈتے ہوئے آئیں گے اور تمہیں جنگلوں، دریاؤں، پہاڑوں اور میدانوں میں اُن کے ڈھونڈنے کی زحمت نہ دیں گے۔ مگر یہ ایک ایسا مطلوب ہوگا جس کا حصول تمہارے لئے ناگواری کا باعث ہوگا اور وہ آنے والے ایسے ہوں گے جن کی ملاقات تمہیں خوش نہ کرے گی۔ سلام اُس پر جو سلام کے لائق ہو۔

ا؎ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوت توحید دینے پر مامور ہوئے تو کفر وعصیاں کی طاقتیں اعلان حق کی راہ روکنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئیں اور قبائل قریش جبر وتشدد سے اس آواز کو دبانے کے درپے ہوگئے۔ اُن منکرین کے دلوں میں اپنے خود ساختہ معبودوں کی محبت اس قدر راسخ ہوچکی تھی کہ وہ ان کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اُن کے سامنے ''ایک خدا'' کا نظریہ پیش کرنا ہی ان کے جذبات کو مشتعل کرنے کے لئے کافی تھا۔ چہ جائیکہ انہوں نے اپنے بتوں کے متعلق ایسے کلمات سنے جو انہیں ایک سنگ بے شعور سے زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے۔ جب اس طرح انہیں اپنے اصول وعقائد خطرہ میں نظر آئے تو وہ پیغمبرؐ کی اذیت پر کمر بستہ ہوگئے اور اپنے ترکش کے ہر تیر کو آزمانے کے لئے میدان میں اُتر آئے اور اس اس طرح ایذا رسانی کے وسائل کام میں لائے کہ آپ کو گھر سے قدم باہر نکالنا مشکل ہوگیا۔ اس دور میں جو گنتی کے چند افراد ایمان لائے تھے، انہیں بھی مسلسل وپیہم آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ان پرستاران توحید کو جلتی ہوئی دھوپ میں زمین پر لٹا دیا جاتا اور پتھروں اور کوڑوں سے اتنا مارا جاتا کہ ان کے بدن لہولہان ہوجاتے جب قریش کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تو پیغمبرؐ نے بعثت کے پانچویں سال انہیں مکہ چھوڑ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرجانے کی اجازت دی۔ قریش نے یہاں بھی ان کا پیچھا کیا مگر حبشہ کے فرمانروا نے انہیں اُن کے حوالے کرنے سے انکار کردیا اور اپنی عدل گستری وانصاف پروری سے ان پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔ ادھر پیغمبرؐ کی تبلیغ برابر جاری تھی، اور حق کی کوشش وتاثیر اپنا کام کررہی تھی اور لوگ اسلام کی تعلیم اور آپ کی شخصیت سے متاثر ہوکر آپؐ کے دامن میں وابستہ ہوتے جارہے تھے۔ جس سے قریش انگاروں پر لوٹتے، اندر ہی اندر پیچ وتاب کھاتے اور اس بڑھتی



ہوئی تاثیر ونفوذ کو روکنے کی کوشش کرتے۔ مگر جب اُن کے کئے کچھ نہ ہوسکا تو یہ طے کیا کہ بنی ہاشم وبنی عبدالمطلب سے تمام تعلقات قطع کرلئے جائیں۔ نہ ان سے میل جول رکھا جائے اور نہ ان سے لین دین کی جائے تاکہ وہ تنگ آکر پیغمبرؐ کی حمایت سے دستبردار ہوجائیں اور پھر وہ جیسا چاہیں اُن کے ساتھ برتاؤ کریں۔ چانچہ ان میں باہمی معاہدہ ہوا اور اس سلسلہ میں ایک دستاویز لکھ کر محفوظ کردی گئی۔ اس معاہدہ کے بعد اگرچہ زمین وہی تھی اور زمین پر بسنے والے بھی وہی تھے مگر بنی ہاشم کے لئے در و دیوار سے اجنبیت برسنے لگی۔ جانی پہچانی ہوئی صورتیں یوں نظر آنے لگیں جیسے کبھی شناسائی تھی ہی نہیں۔ سب نے رخ موڑ لئے اور میل ملاقات اور راہ ورسم بندی کردی۔ ان حالات میں یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں پیغمبرؐ پر اچانک حملہ نہ ہوجائے، اس لئے شہر سے باہر پہاڑ کی ایک تنگ گھاٹی میں کہ جسے ''شعب ابو طالب'' کہا جاتا ہے، پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس موقع پر بنی ہاشم میں سے جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے وہ خاندانی اتحاد کی بناء پر آپؐ کے دکھ درد میں شریک ہوتے اور آڑے وقت پر سینہ سپر ہوکر کھڑے ہوجاتے اور جو ایمان لاچکے تھے۔ جیسے حضرت حمزہ وحضرت ابو طالبؑ، وہ اپنا فریضہ ایمانی سمجھ کر آپؐ کی حفاظت میں سرگرم عمل رہتے۔ خصوصاً حضرت ابو طالب نے اپنا سکون وآرام سب چھوڑ رکھا تھا۔ اُن کے دن پیغمبرؐ کو تسکین دینے اور راتیں پہرا دینے اور پیغمبرؐ کی خواب گاہ بدلوانے میں گزرتی تھیں۔ اس طرح کہ جس بستر پر ایک رات پیغمبرؐ آرام فرماتے دوسری رات اُس بستر پر علیؑ کو سلا دیتے کہ اگر کوئی حملہ کرے تو آنحضرتؐ کے بجائے علیؑ کام آجائیں۔

یہ دور بنی ہاشم کے لئے انتہائی مصائب وآلام کا دور تھا۔ حالت یہ تھی کہ ضروریات زندگی ناپید، معیشت کے تمام دروازے بند ہوچکے تھے۔ درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لئے ورنہ فاقوں میں پڑے رہے جب اس طرح تین برس قید وبند کی سختیاں جھیلتے گزر گئے، تو زبیر ابن ابی اُمیہ، ہشام ابن عمرو، مطعم ابن عدی، ابو البختری اور زمعہ ابن اسود نے چاہا کہ اس معاہدہ کو توڑ دیں۔ چنانچہ اکابر قریش خانہ کعبہ میں مشورے کے لئے جمع ہوئے۔ ابھی کچھ طے نہ کرنے پائے تھے کہ حضرت ابو طالبؑ بھی شعب سے نکل کر ان کے مجمع میں پہنچ گئے اور اُن سے کہا کہ میرے بھتیجے محمد ابن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ جس کاغذ پر تم نے معاہدہ تحریر کیا تھا اُسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اب اُس پر اللہ کے نام کے علاوہ کچھ نہیں رہا۔ لہٰذا تم اس دستاویز کو منگوا کر دیکھو۔ اگر انہوں نے سچ کہا ہے تو تمہیں اُن کی دشمنی سے دستبردار ہوجانا چاہئے۔ اور اگر غلط کہا ہے تو میں انہیں تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں چنانچہ اس دستاویز کو منگوا کر دیکھا گیا تو واقعی ''باسمک اللّٰھم'' کے علاوہ کہ جو دورِ جاہلیت میں سرنامہ کے طور پر لکھا جاتا تھا، تمام تحریر دیمک کی نذر ہوچکی تھی، یہ دیکھ کر مطعم ابن عدی نے اس تحریر کو پارہ پارہ کردیا، اور وہ معاہدہ توڑ دیا گیا اور خدا خدا کرکے بنی ہاشم کو اس مظلومیت وبے کسی کی زندگی سے نجات ملی، لیکن اس کے بعد بھی پیغمبرؐ کے ساتھ مشرکین کے رویّہ میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ بلکہ وہ بغض وعناد میں اس طرح کھو گئے کہ اُن کی جان لینے کی تدبیریں کرنے لگے جس کے نتیجہ میں ہجرت مدینہ کا واقعہ ظہور میں آیا۔ اس موقع پر اگرچہ حضرت ابو طالبؑ زندہ نہ تھے مگر علی ابن ابی طالبؑ نے پیغمبرؐ کے بستر پر لیٹ کر اُن کی یاد دلوں میں تازہ کردی، کیونکہ انہیں کا دبا ہوا درس تھا کہ جس سے پیغمبرؐ کی حفاظت کا سروسامان کیا جاتا تھا۔

یہ واقعات اگرچہ معاویہ سے مخفی نہ تھے مگر چونکہ اُس کے سامنے اُس کے اسلاف کے کارناموں کو رکھ کر اس کی معاندانہ روح کو جھنجھوڑنا مقصود تھا اس لئے قریش وبنی عبدشمس کی ان ایذا رسانیوں کی طرف اُسے توجہ دلائی ہے کہ وہ عہد نبوی کی پرستاران حق اور پرستاران باطل کی روش کو دیکھتے ہوئے یہ غور کرے کہ وہ حق کی راہ میں چل رہا ہے یا اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہے۔

# مکتوب (۱۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَيْهِ إِيْضًا۔

وَكَيْفَ أَنْتَ صَانِعٌ إِذَا تَكَشَّفَتْ عَنْكَ جَلَابِيْبُ مَا أَنْتَ فِيْهِ مِنْ دُنْيَا قَدْ تَبَهَّجَتْ بِزِيْنَتِهَا وَخَدَعَتْ بِلَذَّتِهَا۔ دَعَتْكَ فَأَجَبْتَهَا، وَقَادَتْكَ فَاتَّبَعْتَهَا، وَأَمَرَتْكَ فَأَطَعْتَهَا، وَإِنَّهُ يُوْشِكُ أَنْ يَّقِفَكَ وَاقِفٌ عَلَى مَالَا يُنْجِيْكَ مِنْهُ مِجَنٌّ۔ فَاقْعَسْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، وَخُذْ أُهْبَةَ الْحِسَابِ، وَشَمِّرْ لِمَا قَدْ نَزَلَ بِكَ، وَلَا تُمَكِّنِ الْغُوَاةَ مِنْ سَمْعِكَ وَإِلَّا تَفْعَلْ أُعْلِمْكَ مَا أَغْفَلْتَ مِنْ نَّفْسِكَ، فَإِنَّكَ مُتْرَفٌ قَدْ أَخَذَ الشَّيْطَانُ مِنْكَ مَا خَذَاهُ، وَبَلَغَ فِيْكَ أَمَلَهُ، وَجَرَى مِنْكَ مَجْرَى الرُّوْحِ وَالدَّمِ۔

وَمَتَى كُنْتُمْ يَا مُعَاوِيَةُ سَاسَةَ الرَّعِيَّةِ وَوُلَاةَ أَمْرِ الْأُمَّةِ؟ بِغَيْرِ قَدَمٍ سَابِقٍ وَلَا شَرَفٍ بَاسِقٍ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ لُزُوْمِ سَوَابِقِ الشَّقَاءِ وَأُحَذِّرُكَ أَنْ تَكُوْنَ مُتَمَادِيًا فِيْ غِرَّةِ الْأُمْنِيَّةِ مُخْتَلِفَ الْعَلَانِيَةِ وَالسَّرِيْرَةِ۔

وَقَدْ دَعَوْتَ إِلَى الْحَرْبِ فَدَعِ النَّاسَ جَانِبًا وَاخْرُجْ إِلَيَّ وَأَعْفِ الْفَرِيْقَيْنِ مِنَ

معاویہ کی طرف

تم اس وقت کیا کرو گے جب دنیا کے یہ لباس جن میں لپٹے ہوئے ہو تم سے اُتر جائیں گے۔ یہ دنیا جو اپنی سج دھج کی جھلک دکھاتی اور اپنے حظ و کیف سے ورغلاتی ہے جس نے تمہیں پکارا تو تم نے لبیک کہی۔ اُس نے تمہیں کھینچا تو تم اُس کے پیچھے ہو لئے اور اُس نے تمہیں حکم دیا تو تم نے اُس کی پیروی کی۔ وہ وقت دور نہیں کہ بتانے والا تمہیں ان چیزوں سے آگاہ کرے کہ جن سے کوئی سپر تمہیں بچا نہ سکے گی۔ لہٰذا اس دعوے سے باز آ جاؤ حساب و کتاب کا سروسامان کرو، اور آنے والی موت کے لئے تیار ہو جاؤ، اور گمراہوں کی باتوں پر کان نہ دھرو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا، تو پھر میں تمہاری غفلتوں پر (جھنجھوڑ کر) تمہیں متنبّہ کروں گا۔ تم عیش و عشرت میں پڑے ہو۔ شیطان نے تم میں اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے وہ تمہارے بارے میں اپنی آرزوئیں پوری کر چکا ہے اور تمہارے اندر روح کی طرح سرایت کر گیا ہے اور خون کی طرح (رگ و پے میں) دوڑ رہا ہے۔

اے معاویہ! بھلا تم لوگ (اُمیّہ کی اولاد) کب رعیت پر حکمرانی کی صلاحیت رکھتے تھے اور کب اُمّت کے اُمور کے والی و سرپرست تھے؟ بغیر کسی پیش قدمی اور بغیر کسی بلند عزت و منزلت کے ہم دیرینہ بدبختیوں کے گھر کر لینے سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ میں اس چیز پر تمہیں متنبہ کئے دیتا ہوں کہ تم ہمیشہ آرزوؤں کے فریب پر فریب کھاتے ہو، اور تمہارا ظاہر باطن سے جدا رہتا ہے۔

تم نے مجھے جنگ کے لئے للکارا ہے تو ایسا کرو کہ لوگوں کو ایک طرف کر دو اور خود (میرے مقابلے میں) باہر نکل آؤ۔ دونوں



الْقِتَالِ لِيُعْلَمَ أَيُّنَا الْمَرِيْنُ عَلَى قَلْبِهِ وَالْمُغَطَّى عَلَى بَصَرِهِ، فَأَنَا أَبُوْحَسَنٍ قَاتِلُ جَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيْكَ شَدْخًا يَوْمَ بَدْرٍ، وَذٰلِكَ السَّيْفُ مَعِيَ، وَبِذٰلِكَ الْقَلْبِ أَلْقَى عَدُوِّيَ، مَا اسْتَبْدَلْتُ دِيْنًا، وَلَا اسْتَحْدَثْتُ نَبِيًّا، وَإِنِّيْ لَعَلَى الْمِنْهَاجِ الَّذِيْ تَرَكْتُمُوْهُ طَائِعِيْنَ وَدَخَلْتُمْ فِيْهِ مُكْرَهِيْنَ۔ وَزَعَمْتَ أَنَّكَ جِئْتَ ثَائِرًا بِعُثْمَانَ۔ وَلَقَدْ عَلِمْتَ حَيْثُ وَقَعَ دَمُ عُثْمَانَ فَاطْلُبْهُ مِنْ هُنَاكَ إِنْ كُنْتَ طَالِبًا، فَكَأَنِّيْ قَدْ رَأَيْتُكَ تَضِجُّ مِنَ الْحَرْبِ إِذَا عَضَّتْكَ ضَجِيْجَ الْجِمَالِ بِالْأَثْقَالِ وَكَأَنِّيْ بِجَمَاعَتِكَ تَدْعُوْنِيْ جَزَعًا مِنَ الضَّرْبِ الْمُتَتَابِعِ وَالْقَضَاءِ الْوَاقِعِ وَمَصَارِعَ بَعْدَ مَصَارِعَ.... إِلَى كِتَابِ اللّٰهِ، وَهِيَ كَافِرَةٌ جَاحِدَةٌ، أَوْ مُبَايِعَةٌ حَائِدَةٌ۔

فریق کو کشت و خون سے معاف کرو تا کہ پتہ چل جائے کہ کس کے دل پر زنگ کی تہیں چڑھی ہوئی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ میں (کوئی اور نہیں) وہی ابوالحسن ہوں کہ جس نے تمہارے نانا[1] تمہارے ماموں[2] اور تمہارے[3] بھائی کے پرخچے اڑا کر بدر کے دن مارا تھا۔ وہی تلوار اب بھی میرے پاس ہے اور اُسی دل گردے کے ساتھ اب بھی دشمن سے مقابلہ کرتا ہوں۔ نہ میں نے کوئی دین بدلا ہے، نہ کوئی نیا نبی کھڑا کیا ہے اور میں بلاشبہ اُسی شاہراہ پر ہوں جسے تم نے اپنے اختیار سے چھوڑ رکھا تھا اور پھر بمجبوری اس میں داخل ہوئے اور تم ایسا ظاہر کرتے ہو کہ کہ تم خون عثمان کا بدلہ لینے کو اٹھے ہو حالانکہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کا خون کس کے سر ہے۔ اگر واقعی بدلہ ہی لینا منظور ہے تو انہی سے لو۔

اب[1] تو وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ جب جنگ تمہیں دانتوں سے کاٹ رہی ہوگی اور تم اس طرح بلبلاتے ہو گے جس طرح بھاری بوجھ سے اونٹ بلبلاتے ہیں اور تمہاری جماعت تلواروں کی تابڑ توڑ مار، سر پر منڈلانے والی قضا اور کشتیوں کے پشتے لگ جانے سے گھبرا کر مجھے کتاب خدا کی طرف دعوت دے رہی ہوگی۔ حالانکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کافر اور حق کے منکر ہیں یا بیعت کے بعد اسے توڑ دینے والے ہیں۔

[1] عتبہ بن ربیعہ [2] ولید بن عتبہ [3] حنظلہ ابن ابی سفیان

[1] امیر المومنین علیہ السلام کی یہ پیشین گوئی جنگ صفین کے متعلق ہے جس میں مختصر سے لفظوں میں اس کا پورا منظر کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ ایک طرف معاویہ عراقیوں کے حملوں سے حواس باختہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہا تھا اور دوسری طرف اس کی فوج موت کی پیہم یورش سے گھبرا کر چلا رہی تھی اور آخر کار جب بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو قرآن کو نیزوں پر اٹھا کر صلح کا شور مچا دیا اور اس حیلہ سے بچے کھچے لوگوں نے اپنی جان بچائی۔

اس پیشین گوئی کو کسی قیاس و تخمین یا واقعات سے اخذ نتائج کا نتیجہ نہیں قرار دیا جا سکتا اور نہ ان جزئی تفصیلات کا فراست و دوررس بصیرت سے احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ ان پر سے وہی پردہ اٹھا سکتا ہے جس کا ذریعہ اطلاع پیغمبرؐ کی زبان وحی ترجمان ہو، یا القائے ربانی۔

## ہدایت (۱۱)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
وَصَّى بِهَا جَيْشًا بَعَثَهُ إِلَى الْعَدُوِّ

فَإِذَا نَزَلْتُمْ بِعَدُوٍّ أَوْ نَزَلَ بِكُمْ فَلْيَكُنْ مُعَسْكَرُكُمْ فِي قُبُلِ الْأَشْرَافِ أَوْ سِفَاحِ الْجِبَالِ، أَوْ أَثْنَاءِ الْأَنْهَارِ كَيْمَا يَكُونَ لَكُمْ رِدْءًا وَدُونَكُمْ مَرَدًّا۔ وَلْتَكُنْ مُقَاتَلَتُكُمْ مِنْ وَجْهٍ وَاحِدٍ أَوِ اثْنَيْنِ۔ وَاجْعَلُوا لَكُمْ رُقَبَاءَ فِي صَيَاصِي الْجِبَالِ وَمَنَاكِبِ الْهِضَابِ لِئَلَّا يَأْتِيَكُمُ الْعَدُوُّ مِنْ مَكَانِ مَخَافَةٍ أَوْ أَمْنٍ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ مُقَدِّمَةَ الْقَوْمِ عُيُونُهُمْ، وَعُيُونُ الْمُقَدِّمَةِ طَلَائِعُهُمْ۔ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّفَرُّقَ، فَإِذَا نَزَلْتُمْ فَانْزِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا ارْتَحَلْتُمْ فَارْتَحِلُوا جَمِيعًا، وَإِذَا غَشِيَكُمُ اللَّيْلُ فَاجْعَلُوا الرِّمَاحَ كِفَّةً، وَلَا تَذُوقُوا النَّوْمَ إِلَّا غِرَارًا أَوْ مَضْمَضَةً۔

دشمن کی طرف بھیجے ہوئے ایک لشکر کو یہ ہدائتیں فرمائیں۔

جب[۱] تم دشمن کی طرف بڑھو یا دشمن تمہاری طرف بڑھے، تو تمہارا پڑاؤ ٹیلوں کے آگے یا پہاڑ کے دامن میں، یا نہروں کے موڑ میں ہونا چاہئے تاکہ یہ چیز تمہارے لئے پشت پناہی اور روک کا کام دے، اور جنگ بس ایک طرف یا (زائد سے زائد دو طرف سے ہو) اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ٹیلوں کی بلند سطحوں پر دید بانوں کو بٹھا دو تاکہ دشمن کسی کھٹکے کی جگہ سے یا اطمینان والی جگہ سے (اچانک) نہ آپڑے اور اس کو جانے رہو کہ فوج کا ہراول دستہ فوج کا خبر رساں ہوتا ہے اور ہراوّل دستے کو اطلاعات ان مخبروں سے حاصل ہوتی ہیں (لوگ آگے بڑھ کر سراغ لگاتے ہیں) دیکھو تتّر بتّر ہونے سے بچے رہو، اُترو تو ایک ساتھ اُترو، اور کوچ کرو تو ایک ساتھ کرو، اور جب رات تم پر چھا جائے تو نیزوں کو (اپنے گرد) گاڑ کر ایک دائرہ سا بنا لو، اور صرف اونگھ لینے اور ایک آدھ جھپکی لے لینے کے سوا نیند کا مزہ نہ چکھو۔

[۱] جب امیر المومنینؑ نے نخیلہ کی چھاؤنی سے زیاد ابن نضر حارثی اور شریح ابن ہانی کو آٹھ ہزار کے دستے پر سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تو ان میں منصب کے سلسلے میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا جس کی اطلاع انہوں نے امیر المومنینؑ کو دی اور ایک دوسرے کے خلاف شکایت آمیز خطوط لکھے۔ حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا کہ تم مل کر سفر کرو تو پوری فوج کا نظم و نسق زیادہ ابن نضر کے ہاتھ میں ہوگا، اور اگر الگ الگ سفر کرو تو جس جس دستے پر تمہیں امیر مقرر کیا گیا ہے اُسی کا نظم و انصرام تم سے متعلق ہوگا۔

اس خط کے ذیل میں حضرت نے جنگ کے لئے چند ہدایات بھی انہیں تحریر فرمائے اور علامہ رضی نے صرف ہدایات والا حصہ ہی اس مقام پر درج کیا ہے۔ یہ ہدایات نہ صرف اس زمانہ کے طریقہ جنگ کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور مفید ہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جنگی اصول کی رہنمائی کرنے کے اعتبار سے ان کی افادیت و اہمیت ناقابل انکار ہے۔ وہ ہدایات یہ ہیں کہ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو پہاڑوں کے دامنوں اور ندی نالوں کے موڑوں پر پڑاؤ ڈالو، کیونکہ اس صورت میں نہروں کے نشیب خندق کا اور پہاڑوں کی چوٹیاں



فصیل کا کام دیں گی۔ اور تم عقب سے مطمئن ہو کر دوسرے اطراف سے دشمن کا دفاع کر سکو گے۔ دوسرے یہ کہ لڑائی ایک طرف سے ہو یا زیادہ سے زیادہ دو طرف سے، کیونکہ فوج کے متعدد محاذوں پر تقسیم ہو جانے سے اس میں کمزوری کا رونما ہونا ضروری ہے، اور دشمن تمہاری فوج کے تفرقہ و انتشار سے فائدہ اٹھا کر کامیابی میں کوئی دشواری محسوس نہ کرے گا۔ تیسرے یہ کہ ٹیلوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر پاسبان دستے بٹھا دو، تاکہ وہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے تمہیں آگاہ کر سکیں کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جدھر سے دشمن کے آنے کا خطرہ ہوتا ہے وہ اُدھر سے آنے کی بجائے دوسری طرف سے حملہ کر دیتا ہے۔ لہٰذا اگر بلندیوں پر پاسبان دستے موجود ہوں، تو وہ دور سے اڑتے ہوئے گرد و غبار کو دیکھ کر دشمن کی آمد کا پتہ چلا لیں گے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے اس کا افادی پہلو واضح کرنے کے لئے یہ تاریخی واقعہ نقل کیا ہے کہ جب قحطبہ نے خراساں سے نکل کر ایک گاؤں میں پڑاؤ ڈالا تو وہ اور خالد ابن برمک ایک بلند جگہ پر جا بیٹھے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ خالد نے دیکھا کہ جنگل کی طرف سے ہرنوں کی ٹکڑیاں چلی آ رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر اُس نے قحطبہ سے کہا کہ اے امیر اٹھئے اور لشکر میں فوراً اعلان کرائیے کہ وہ صف بندی کر کے ہتھیاروں کو سنبھال لے۔ یہ سن کر قحطبہ کھڑ بڑا کر اٹھ کھڑا ہوا اور اِدھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگا کہ مجھے تو کہیں بھی دشمن کی فوج نظر نہیں آتی۔ اُس نے کہا کہ اے امیر! یہ وقت باتوں میں ضائع کرنے کا نہیں۔ آپ ان ہرنوں کو دیکھ لیجئے جو اپنے ٹھکانے چھوڑ کر آبادی کی طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عقب میں دشمن کی فوج چلی آ رہی ہے۔ چنانچہ اُس نے فوراً فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ ادھر لشکر کا تیار ہونا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز کانوں میں آنے لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن سر پر منڈلانے لگا اور یہ چونکہ بروقت مدافعت کا سامان کر چکے تھے اس لئے پورے طور سے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر خالد اس بلندی پر نہ ہوتا اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام نہ لیتا، تو دشمن اچانک حملہ کر کے انہیں ختم کر دیتا۔ چوتھے یہ کہ اِدھر اُدھر جاسوس چھوڑ دیئے جائیں تاکہ وہ دشمن کی نقل و حرکت اور اُس کے عزائم سے آگاہ کرتے رہیں اور اُس کی سوچی سمجھی ہوئی چالوں کو ناکام بنایا جا سکے۔ پانچواں یہ کہ پڑاؤ ڈالو تو ایک ساتھ اور کوچ کرو تو ایک ساتھ تاکہ دشمن اس پراگندگی و انتشار کی حالت میں تم پر حملہ کر کے بآسانی قابو نہ پا سکے۔ چھٹے یہ کہ رات کو اپنے گرد نیزے گاڑ کر حصار کھینچ لو تاکہ اگر دشمن شب خوں مارے تو اس کے حملہ آور ہوتے ہی تم اپنے ہتھیاروں کو اپنے ہاتھوں میں لے سکو اور اگر دشمن تیر بارانی کرے تو اس کے ذریعہ سے کچھ بچاؤ ہو سکے۔ ساتویں یہ کہ گہری نیند نہ سوؤ کہ دشمن کی آمد کا تمہیں پتہ ہی نہ چل سکے اور وہ تمہارے سنبھلتے سنبھلتے تمہیں گزند پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔

## ہدایت (۱۲)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِمَعْقِلِ بْنِ قَيْسٍ الرِّيَاحِيِّ حِينَ أَنْفَذَهُ إِلَى الشَّامِ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ مُقَدِّمَةً لَهُ:

اِتَّقِ اللّٰهَ الَّذِي لَا بُدَّ لَكَ مِنْ لِقَائِهِ وَلَا مُنْتَهَى لَكَ دُونَهُ۔
وَلَا تُقَاتِلَنَّ إِلَّا مَنْ قَاتَلَكَ وَسِرِ

جب معقل ابن قیس ریاحی کو تین ہزار کے ہراول دستہ کے ساتھ شام روانہ کیا، تو یہ ہدایت فرمائی۔

اس اللہ سے ڈرتے رہنا جس کے روبرو پیش ہونا لازمی ہے، اور جس کے علاوہ تمہارے لئے کوئی اور آخری منزل نہیں جو تم سے جنگ کرے۔ اس کے سوا کسی سے جنگ نہ کرنا اور صبح و شام کے ٹھنڈے وقت سفر کرنا اور دوپہر کے

الْبَرْدَيْنِ۔ وَغَوِّرْ بِالنَّاسِ وَرَفِّهْ بِالسَّيْرِ۔ وَلَا تَسِرْ أَوَّلَ اللَّيْلِ فَإِنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ سَكَنًا وَقَدَّرَهُ مُقَامًا لَا ظَعْنًا فَأَرِحْ فِيهِ بَدَنَكَ وَرَوِّحْ ظَهْرَكَ۔ فَإِذَا وَقَفْتَ حِينَ يَنْبَطِحُ السَّحَرُ أَوْحِينَ يَنْفَجِرُ الْفَجْرُ فَسِرْ عَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ۔ فَإِذَا لَقِيتَ الْعَدُوَّ فَقِفْ مِنْ أَصْحَابِكَ وَسَطًا، وَلَا تَدْنُ مِنَ الْقَوْمِ دُنُوَّمَنْ يُرِيدُ أَنْ يُنْشِبَ الْحَرْبَ، وَلَا تَبَاعَدْ عَنْهُمْ تَبَاعُدَ مَنْ يَهَابُ الْبَأْسَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ أَمْرِيْ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمْ شَنَآنُهُمْ عَلٰى قِتَالِهِمْ قَبْلَ دُعَائِهِمْ وَالْإِعْذَارِ إِلَيْهِمْ۔

وقت لوگوں کوستانے اور آرام کرنے کا موقعہ دینا، آہستہ چلنا اور شروع رات میں سفر نہ کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رات سکون کیلئے بنائی ہے اور اسے قیام کرنے کیلئے رکھا ہے، نہ سفر وراہ پیمائی کے لئے۔ اس میں اپنے بدن اور اپنی سواری کو آرام پہنچاؤ، اور جب جان لو کہ سپیدۂ سحر پھیلنے اور پو پھوٹنے لگی ہے تو اللہ کی برکت پر چل کھڑے ہونا۔ جب دشمن کا سامنا ہو تو اپنے ساتھیوں کے درمیان ٹھہرو اور دیکھو! دشمن کے اتنے قریب نہ پہنچ جاؤ کہ جیسے کوئی جنگ چھیڑنا ہی چاہتا ہے اور نہ اتنے دور ہٹ کر رہو جیسے کوئی لڑائی سے خوفزدہ ہو، اس وقت تک کہ جب تک میرا حکم تم تک پہنچے اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ اُن کی عداوت تمہیں اس پر آمادہ کر دے کہ تم حق کی دعوت دینے اور اُن پر حجت تمام کرنے سے پہلے ان سے جنگ کرنے لگو۔

## مکتوب (۱۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلٰى أَمِيرَيْنِ مِنْ أُمَرَآءِ جَيْشِهِ :
وَقَدْ أَمَّرْتُ عَلَيْكُمَا وَعَلٰى مَنْ فِيْ حَيِّزِكُمَا مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فَاسْمَعَا لَهُ وَأَطِيعَا، وَاجْعَلَاهُ دِرْعًا وَمِجَنًّا، فَإِنَّهُ مِمَّنْ لَا يُخَافُ وَهْنُهُ وَلَا سَقْطَتُهُ وَلَا بُطْؤُهُ عَمَّا الْإِسْرَاعُ إِلَيْهِ أَحْزَمُ، وَلَا إِسْرَاعُهُ إِلٰى مَا الْبُطْءُ عَنْهُ أَمْثَلُ۔

فوج کے دو سرداروں کے نام:
میں نے مالک[1] ابن حارث اشتر کو تم پر اور تمہارے ماتحت لشکر پر امیر مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ان کے فرمان کی پیروی کرو اور انہیں اپنے لئے زرہ اور ڈھال سمجھو، کیونکہ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جن سے کمزوری ولغزش کا اور جہاں جلدی کرنا تقاضائے ہوشمندی ہو وہاں سستی کا، اور جہاں ڈھیل کرنا مناسب ہو وہاں جلد بازی کا اندیشہ نہیں۔

[1] جب حضرت نے زیاد ابن نضر اور شریح ابن ہانی کے ماتحت بارہ ہزار کا ہراول دستہ شام کی جانب روانہ کیا تو راستہ میں سور الروم کے نزدیک ابوالاعور سلمی سے مڈبھیڑ ہوئی جو شامیوں کے دستہ کے ساتھ وہاں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور ان دونوں نے حارث



ابن جمہان کے ہاتھ ایک خط بھیج کر حضرت کو اس کی اطلاع دی جس پر آپ نے ہراول دستے پر مالک ابن حارث اشتر کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور ان دونوں کو اطلاع دینے کے لئے یہ خط تحریر فرمایا۔ اس میں جن مختصر اور جامع الفاظ میں مالک اشتر کی توصیف فرمائی ہے اس سے مالک اشتر کی عقل وفراست، ہمت وجرأت اور فنون حرب میں تجربہ ومہارت اور اُن کی شخصی عظمت و اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

## ہدایت (۱۴)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لِعَسْكَرِهِ قَبْلَ لِقَاءِ الْعَدُوِّ بِصِفِّيْنَ :
لَا تُقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى يَبْدَأُوكُمْ فَإِنَّكُمْ بِحَمْدِ اللّٰهِ عَلٰى حُجَّةٍ وَتَرْكُكُمْ إِيَّاهُمْ حَتّٰى يَبْدَأُوكُمْ حُجَّةٌ أُخْرٰى لَكُمْ عَلَيْهِمْ۔ فَإِذَا كَانَتِ الْهَزِيمَةُ بِإِذْنِ اللّٰهِ فَلَا تَقْتُلُوا مُدْبِرًا وَلَا تُصِيبُوا مُعْوِرًا، وَلَا تُجْهِزُوا عَلٰى جَرِيحٍ وَلَا تَهِيجُوا النِّسَآءَ بِأَذًى وَإِنْ شَتَمْنَ أَعْرَاضَكُمْ وَسَبَبْنَ أُمَرَآءَكُمْ فَإِنَّهُنَّ ضَعِيفَاتُ الْقُوَى وَالْأَنْفُسِ وَالْعُقُولِ، إِنْ كُنَّا لَنُؤْمَرُ بِالْكَفِّ عَنْهُنَّ وَإِنَّهُنَّ لَمُشْرِكَاتٌ۔ وَإِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَتَنَاوَلُ الْمَرْأَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ بِالْفِهْرِ أَوِالْهِرَاوَةِ فَيُعَيَّرُ بِهَا وَعَقِبُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

صفین میں دشمن کا سامنا کرنے سے پہلے اپنے لشکر کو ہدایت فرمائی۔
جب تک وہ پہل نہ کریں، تم اُن سے جنگ نہ کرنا، کیونکہ تم بحمدللہ دلیل وحجت رکھتے ہو، اور تمہارا انہیں چھوڑ دینا کہ ''وہی پہل کریں'' یہ اُن پر دوسری حجت ہوگی۔ خبردار! جب دشمن (منہ کی کھا کر) میدان چھوڑ بھاگے، تو کسی پیٹھ پھرانے والے کو قتل نہ کرنا۔ کسی بے دست و پا پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ کسی زخمی کی جان نہ لینا اور عورتوں کو اذیت پہنچا کر نہ ستانا چاہئے۔ وہ تمہاری عزت وآبرو پر گالیوں کے ساتھ حملہ کریں اور تمہارے افسروں کو گالیاں دیں، کیونکہ ان کی قوتیں ان کی جانیں اور اُن کی عقلیں کمزور وضعیف ہوتی ہیں۔ ہم (پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی) مامور تھے کہ ان سے کوئی تعرض نہ کریں۔ حالانکہ وہ مشرک ہوتی تھیں۔ اگر جاہلیت میں بھی کوئی دشمن کسی عورت کو پتھر یا لاٹھی سے گزند پہنچاتا تھا تو اُس کو اور اسکے بعد کی پشتوں کو مطعون کیا جاتا تھا۔

تشریح:

[1] امیر المو ؑ اور معاویہ کے درمیان جو جنگ وقتال کی صورت رونما ہوئی اُس کی تمام ذمہ داری معاویہ پر عائد ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اُس نے آپ پر خون عثمان کا غلط الزام لگا کر جنگ کے لئے قدم اٹھایا۔ حالانکہ یہ حقیقت اس سے مخفی نہ تھی کہ قتل عثمان کے کیا وجوہ ہیں اور کن کے ہاتھ سے وہ قتل ہوئے۔ مگر اسے جنگ وجدل کا موقع بہم پہنچائے بغیر چونکہ اپنے مقصد میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی اس لئے اپنے اقتدار کے تحفظ کے لئے اُس نے جنگ چھیڑ دی جو سراسر جارحانہ تھی اور جسے کسی صورت سے جواز کے حدود میں نہیں لایا جاسکتا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت وسرکشی باتفاقِ اُمت حرام ہے۔ چنانچہ امام نودی نے تحریر کیا ہے۔

لا تنازعوا وَلاة الامور فی ولایتهم و لا تعترضوا علیهم الا أن تروا منهم منکرًا محققًا تعلمونهٗ من قواعد الاسلام فاذا رأیتم ذٰلك فانکروه علیهم وقولوا بالحق حیث ماکنتم واما الخروج علیهم وقتال لهم فحرام باجماع المسلمین۔
(شرح مسلم نودی جلد۲ ص ۱۲۵)

حکومت کے معاملات میں فرمانرواؤں سے ٹکر نہ لو اور نہ اُن پر اعتراضات کرو۔ البتہ تم کو اُن میں کوئی ایسی برائی نظر آئے کہ جو پایہ ثبوت کر پہنچ چکی ہو اور تم جانتے ہو کہ وہ اصول اسلام کے خلاف ہے تو اسے ان کے لئے بُرا سمجھو اور جہاں بھی تم ہو صحیح صحیح بات کہو۔ لیکن ان پر خروج کرنا اور ان سے جنگ کرنا باجماع مسلمین حرام ہے۔

عبدالکریم شہرستانی تحریر فرماتے ہیں کہ

من خرج علی الامام الحق الذیٰ تفقت الجماعة علیه یسمی خارجیا سواء کان الخروج فی ایام الصحابة علی الائمه الراشدین أو کان بعد هم علی التابعین لهم باحسان۔

جو شخص اس امام برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کرلیا ہو تو وہ خارجی کہلائے گا۔ چاہے یہ خروج صحابہ کے دور میں آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد اُن کے تابعین پر۔

(کتاب الملل والنحل ص ۵۳)

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ معاویہ کا اقدام بغاوت وسرکشی کا نتیجہ تھا اور باغی کے ظلم وعدوان کو روکنے کے لئے تلوار اٹھانا کسی طرح آئین امن پسندی وصلح جوئی کے خلاف نہیں سمجھا جاسکتا۔ بلکہ یہ مظلوم کا ایک قدرتی حق ہے اور اگر اسے اس حق سے محروم کردیا جائے، تو دنیا میں ظلم واستبداد کی روک تھام اور حقوق کی حفاظت کی کوئی صورت ہی باقی نہ رہے۔ اسی لئے قدرت نے باغی کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ

ان میں سے اگر ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم اس زیادتی کرنے والی جماعت سے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف پلٹ آئے۔

یہ پہلی حجت تھی جس کی طرف حضرتؑ نے انتم بحمد الله علیٰ حجة کہہ کر اشارہ کیا ہے۔ مگر اس حجت کے تمام ہونے کے باوجود حضرت نے اپنی فوج کو ہاتھ اٹھانے اور لڑائی میں پہل کرنے سے روک دیا۔ کیونکہ آپؑ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی طرف سے پہل نہ ہو اور وہ صرف دفاع میں تلوار اٹھائیں۔ چنانچہ جب آپ کی صلح وامن کی کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور دشمن نے جنگ کے لئے قدم اٹھا دیا تو یہ اُن پر دوسری حجت تھی جس کے بعد حضرت کے آمادہ جنگ ہونے پر نہ کوئی حرف گیری کی جاسکتی ہے اور نہ آپ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہ ظلم وتعدی کی طغیانیوں کو روکنے کے لئے ایک ایسا فریضہ تھا جسے آپ کو انجام دینا ہی چاہئے تھا، اور جس کی اللہ سبحانہٗ نے کھلے لفظوں میں اجازت دی ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔



فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾

جو شخص تم پر زیادتی کرے، تم بھی اُس پر ویسی زیادتی کرو، جیسی اُس نے کی ہے اور اللہ سے ڈرو اور اس بات کو جانے رہو کہ اللہ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے۔

اس کے علاوہ امیر المو ؑ سے صف آرا ہونا پیغمبر سے صف آرا ہونا ہے جیسا کہ حدیث نبویؐ "یا علی! حربك حربی" "اے علیؑ! تم سے جنگ کرنا مجھ سے جنگ کرنا ہے۔" اس کی شاہد ہے تو اس صورت میں جو سزا پیغمبرؐ سے جدال وقتال کرنے والے کے لئے ہوگی، وہی سزا امیر المو ؑ سے جنگ وپیکار کرنے والے کے لئے ہونا چاہئے۔ اور پیغمبرؐ سے محاذ جنگ قائم کرنے والے کی سزا قدرت نے یہ تجویز کی ہے۔

انما جزاؤ الَّذین یحاربون الله و رسولهٗ ویسعون فی الارض فسادان یقتلوا أو یصلبوا أو تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف أو ینفوا من الارض ذٰلك لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الاخرة عذاب عظیم۔

جو لوگ اللہ اور اسکے رسولؐ سے جنگ پر آمادہ ہوں اور زمین میں فساد پھیلانے کیلئے تگ و دو کرتے ہوں اُن کی سزا یہ ہے کہ یا تو قتل کردیئے جائیں یا انہیں سولی دی جائے، یا اُن کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹ دیا جائے، یا انہیں جلا وطن کردیا جائے۔ یہ اُن کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کیلئے بڑا عذاب ہے ہی۔

اس کے بعد حضرت نے جو جنگ کے سلسلہ میں ہدایات فرمائی ہیں کہ کسی بھاگنے والے، ہتھیار ڈال دینے والے اور زخمی ہونے والے پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ وہ اخلاقی اعتبار سے اس قدر بلند ہیں کہ انہیں اخلاقی قدروں کا اعلیٰ نمونہ اور اسلامی جنگوں کا بلند معیار قرار دیا جاسکتا ہے اور یہ ہدایات صرف قول تک محدود نہ تھے، بلکہ حضرت ان کی پوری پابندی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیتے تھے اور کسی موقعہ پر بھاگنے والے کا تعاقب اور بے دست وپا پر حملہ اور عورتوں پر سختی گوارا نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جمل کے میدان میں کہ جہاں فوج مخالف کی باگ ڈور ہی ایک عورت کے ہاتھ میں تھی، آپ نے اپنے اصول کو نہیں بدلا بلکہ دشمن کی شکست وہزیمت کے بعد اپنی بلند کرداری کا ثبوت دیتے ہوئے ام المو کو حفاظت کے ساتھ مدینہ پہنچا دیا اور اگر آپ کے بجائے دوسرا ہوتا تو وہ وہی سزا تجویز کرتا جو اس نوعیت کے اقدام کی ہونا چاہئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

لو کانت فعلت بعمر مافعلت به و شقت عصی الامة علیه ثم ظفر بها لقتلها و مزقها اربا اربا ولکن علیا کان حلیما کریما
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۴ ص ۲۰۲)

جو انہوں نے حضرت کے ساتھ برتاؤ کیا اگر ایسا ہی حضرت عمر کے ساتھ کرتیں اور ان کے خلاف رعیت میں بغاوت پھیلاتیں تو وہ اُن قابو پانے کے بعد انہیں قتل کردیتے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتے۔ مگر امیر المو ؑ بہت بُردبار اور بلند نفس تھے۔

## ہدایت (۱۵)

(وَكَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَقُوْلُ إِذَا لَقِیَ

جب لڑنے کے لئے دشمن کے سامنے آتے تھے تو بارگاہ الٰہی میں

الْعَدُوَّ مُحَادِيًا)

عرض کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَفْضَتِ الْقُلُوبُ وَمُدَّتِ الْأَعْنَاقُ وَشَخَصَتِ الْأَبْصَارُ، وَنُقِلَتِ الْأَقْدَامُ، وَأُنْضِيَتِ الْأَبْدَانُ۔

بارالہا! دل تیری طرف کھنچ رہے ہیں، گردنیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں۔ آنکھیں تجھ پر لگی ہوئی ہیں، قدم حرکت میں آچکے ہیں اور بدن لاغر پڑ چکے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ صَرَّحَ مَكْتُومُ الشَّنَآنِ وَجَاشَتْ مَرَاجِلُ الْأَضْغَانِ۔

بارالہا! چھپی ہوئی عداوتیں اُبھر آئی ہیں اور کینہ وعناد کی دیگیں جوش کھانے لگی ہیں۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْكُو إِلَيْكَ غَيْبَةَ نَبِيِّنَا، وَكَثْرَةَ عَدُوِّنَا وَتَشَتُّتَ أَهْوَائِنَا

خداوندا ہم تجھ سے اپنے نبیؐ کے نظروں سے اوجھل ہو جانے، اپنے دشمنوں کے بڑھ جانے اور اپنی خواہشوں میں تفرقہ پڑ جانے کا شکوہ کرتے ہیں۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔

پروردگار تو ہی ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کیساتھ فیصلہ کر اور تو سب سے اچھا فیصلہ کرنیوالا ہے۔

## ہدایت (۱۶)

(وَكَانَ يَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَصْحَابِهِ عِنْدَ الْحَرْبِ):

جنگ کے موقع پر اپنے ساتھیوں سے فرماتے تھے۔

لَا تَشْتَدَّنَّ عَلَيْكُمْ فَرَّةٌ بَعْدَهَا كَرَّةٌ، وَلَا جَوْلَةٌ بَعْدَهَا حَمْلَةٌ وَأَعْطُوا السُّيُوفَ حُقُوقَهَا۔ وَوَطِّئُوا لِلْجُنُوبِ مَصَارِعَهَا وَاذْمُرُوا أَنْفُسَكُمْ عَلَى الطَّعْنِ الدَّعْسِيِّ وَالضَّرْبِ الطِّلَحْفِيِّ۔ وَأَمِيتُوا الْأَصْوَاتَ فَإِنَّهُ أَطْرَدُ لِلْفَشَلِ۔

وہ پسپائی کہ جس کے بعد پلٹنا ہو، اور وہ اپنی سے ہٹنا جس کے بعد حملہ مقصود ہو، تمہیں گراں نہ گزرے، تلواروں کا حق ادا کرو، اور پہلوؤں کے بل گرنے والے (دشمنوں) کے لئے میدان تیار رکھو۔ سخت نیزہ لگانے اور تلواروں کا بھرپور ہاتھ چلانے کے لئے اپنے کو آمادہ کرو۔ آوازوں کو دبالو کہ اس سے بودا پن قریب نہیں بھٹکتا۔

فَوَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ مَا أَسْلَمُوا وَلَكِنِ اسْتَسْلَمُوا وَأَسَرُّوا الْكُفْرَ فَلَمَّا وَجَدُوا أَعْوَانًا عَلَيْهِ أَظْهَرُوهُ۔

اس ذات کی قسم! جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا، وہ لوگ اسلام نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کر لی تھی، اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یار و مددگار مل گئے تو اُسے ظاہر کر دیا۔

## مکتوب (۱۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

معاویہ کے خط کے جواب میں



إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابٍ مِنْهُ إِلَيْهِ:

فَأَمَّا طَلَبُكَ إِلَيَّ الشَّامَ فَإِنِّي لَمْ أَكُنْ لِأُعْطِيَكَ الْيَوْمَ مَا مَنَعْتُكَ أَمْسِ۔ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّ الْحَرْبَ قَدْ أَكَلَتِ الْعَرَبَ إِلَّا حُشَاشَاتِ أَنْفُسٍ بَقِيَتْ أَلَا وَمَنْ أَكَلَهُ الْحَقُّ فَإِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ أَكَلَهُ الْبَاطِلُ فَإِلَى النَّارِ وَأَمَّا اسْتِوَاؤُنَا فِي الْحَرْبِ وَالرِّجَالِ فَلَسْتَ بِأَمْضَى عَلَى الشَّكِّ مِنِّي عَلَى الْيَقِينِ۔ وَلَيْسَ أَهْلُ الشَّامِ بِأَحْرَصَ عَلَى الدُّنْيَا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ عَلَى الْآخِرَةِ وَأَمَّا قَوْلُكَ إِنَّا بَنُو عَبْدِ مَنَافٍ فَكَذَلِكَ نَحْنُ۔ وَلَكِنْ لَيْسَ أُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ۔ وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَا أَبُو سُفْيَانَ كَأَبِي طَالِبٍ وَلَا الْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيقِ وَلَا الصَّرِيحُ كَاللَّصِيقِ۔ وَلَا الْمُحِقُّ كَالْمُبْطِلِ وَلَا الْمُؤْمِنُ كَالْمُدْغِلِ۔ وَلَبِئْسَ الْخَلَفُ خَلَفًا يَتْبَعُ سَلَفًا هَوَى فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔

تمہارا یہ مطالبہ کہ میں شام کا علاقہ تمہارے حوالے کر دوں، تو میں آج وہ چیز تمہیں دینے سے رہا کہ جس سے کل انکار کر چکا ہوں اور تمہارا یہ کہنا کہ جنگ نے عرب کو کھا ڈالا ہے اور آخری سانسوں کے علاوہ اس میں کچھ نہیں رہا، تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جسے حق نے کھایا ہے وہ جنت کو سدھارا ہے اور جسے باطل نے لقمہ بنایا ہے وہ دوزخ میں جا پڑا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ ہم فن جنگ اور کثرت تعداد میں برابر سرابر کے ہیں تو یاد رکھو کہ تم شک میں اتنے سرگرم عمل نہیں ہو سکتے جتنا میں یقین پر قائم رہ سکتا ہوں۔ اور اہل شام دنیا پر اتنے مرمٹے ہوئے نہیں جتنا اہل عراق آخرت پر جان دینے والے ہیں اور تمہارا یہ کہنا کہ ہم عبد مناف کی اولاد ہیں، تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ مگر امیہ ہاشم کے اور حرب عبدالمطلب کے اور ابو سفیان ابو طالب کے برابر نہیں ہیں۔ (فتح مکہ کے بعد) چھوڑ دیا جانے والا مہاجر کا ہم مرتبہ نہیں۔ اور الگ سے نتھی کیا ہوا روشن و پاکیزہ نسب والے کا مانند نہیں اور غلط کار حق کے پرستار کا ہم پلہ نہیں۔ اور منافق مومن کا ہم درجہ نہیں ہے۔ کتنی بُری نسل وہ نسل ہے جو جہنم میں گر چکنے والے اسلاف کی ہی پیروی کر رہی ہے۔

وَفِي أَيْدِينَا بَعْدُ فَضْلُ النُّبُوَّةِ الَّتِي أَذْلَلْنَا بِهَا الْعَزِيزَ وَنَعَشْنَا بِهَا الذَّلِيلَ۔ وَلَمَّا أَدْخَلَ اللّٰهُ الْعَرَبَ فِي دِينِهِ أَفْوَاجًا وَأَسْلَمَتْ لَهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ طَوْعًا وَكَرْهًا كُنْتُمْ مِمَّنْ دَخَلَ فِي الدِّينِ إِمَّا رَغْبَةً وَإِمَّا رَهْبَةً عَلَى حِينَ فَازَ أَهْلُ السَّبْقِ بِسَبْقِهِمْ، وَذَهَبَ الْمُهَاجِرُونَ الْأَوَّلُونَ بِفَضْلِهِمْ۔

پھر اس کے بعد ہمیں نبوت کا بھی شرف حاصل ہے کہ جس کے ذریعے ہم نے طاقتور کو کمزور، اور پست کو بلند و بالا کر دیا اور جب اللہ نے عرب کو اپنے دین میں جوق در جوق داخل کیا اور امت اپنی خوشی سے یا ناخوشی سے اسلام لے آئی تو تم وہ لوگ تھے کہ جو لالچ یا ڈر سے اسلام لائے، اس وقت کہ جب سبقت کرنے والے سبقت حاصل کر چکے تھے اور مہاجرین اولین فضل و شرف کو لے چکے تھے۔

فَلَا تَجْعَلَنَّ لِلشَّيْطَانِ فِيْكَ نَصِيبًا، وَلَا عَلٰى نَفْسِكَ سَبِيلًا۔

(سنو) شیطان کا اپنے میں ساجھا نہ رکھو اور نہ اُسے اپنے اوپر چھا جانے دو۔

۱۔ جنگ صفین کے دوران معاویہ نے چاہا کہ حضرت سے دوبارہ شام کا علاقہ طلب کرے، اور کوئی ایسی چال چلے جس سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائے۔ چنانچہ اس نے عمرو ابن عاص سے اس سلسلہ میں مشورہ لیا۔ مگر اُس نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اے معاویہ! ذرا سوچو کہ تمہاری اس تحریر کا علی ابن ابی طالب پر کیا اثر ہوسکتا ہے، اور وہ تمہارے ورغلانے سے کیسے فریب میں آجائیں گے جس پر معاویہ نے کہا کہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ مجھ میں اور علیؑ میں فرق ہی کیا ہے کہ وہ مجھ سے بازی لے جائیں اور میں انہیں فریب دینے میں کامیاب نہ ہوسکوں۔ عمرو نے کہا کہ اگر ایسا ہی خیال ہے تو پھر لکھ دیکھو۔ چنانچہ اُس نے حضرت کی طرف ایک خط لکھا جس میں شام کا مطالبہ کیا اور یہ بھی تحریر کیا کہ نحن بنو عبد مناف ليس لبعضنا على بعض فضل۔ ''ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں، اور ہم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری نہیں ہے۔'' تو حضرت نے اس کے جواب میں یہ نامہ تحریر فرمایا اور اپنے اسلاف کے پہلو بہ پہلو اس کے اسلاف کا تذکرہ کرکے اس کے دعویٰ ہمپائیگی کو باطل قرار دیا۔ اگرچہ دونوں کی اصل ایک اور دونوں کا سلسلہ نسب عبد مناف تک منتھی ہوتا ہے، مگر عبد شمس کی اولاد تہذیبی و اخلاقی برائیوں کا سرچشمہ اور شرک و ظلم میں مبتلا تھی اور ہاشم کا گھرانا خدائے واحد کا پرستار اور بت پرستی سے کنارہ کش تھا۔ لہٰذا ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی شاخوں میں اگر پھول بھی ہوں اور کانٹے بھی، تو اس سے دونوں کو ایک سطح پر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ چنانچہ یہ امر کسی صراحت کا محتاج نہیں کہ امیہ اور ہاشم، حرب اور عبدالمطلب، ابوسفیان اور ابو طالب کسی اعتبار سے ہم پایہ نہ تھے۔ جس سے نہ کسی مؤرخ کو انکار ہے نہ کسی سیرت نگار کو بلکہ اس جواب کے بعد معاویہ کو بھی اس کی تردید میں کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ کیونکہ اس واضح حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا کہ عبد مناف کے بعد حضرت ہاشم ہی تھے جو قریش میں ایک امتیازی وجاہت کے مالک تھے اور خانہ کعبہ کے اہم ترین عہدوں میں سے سقایہ (حاجیوں کے لئے کھانے پینے کا سامان فراہم کرنا) اور رفادہ (حاجیوں کی مالی اعانت کا انتظام کرنا) انہی سے متعلق تھا۔ چنانچہ حج کے موقع پر قافلوں کے قافلے آپ کے ہاں اُترتے اور آپ کے خوش اسلوبی سے فرائض مہمان نوازی انجام دیتے، کہ آپ کے سرچشمہ جود و سخا سے سیراب ہونے والے مدتوں آپ کی مدح و تحسین میں رطب اللسان رہتے۔

اسی عالی حوصلہ و بلند ہمت باپ کے چشم و چراغ حضرت عبدالمطلب تھے جن کا نام شیبہ اور لقب ''سید البطحاء'' تھا جو نسل ابراہیمی کے شرف کے وارث اور قریش کی عظمت و سرداری کے مالک تھے اور ابرہہ کے سامنے جس عالی ہمتی و بلند نگاہ کا مظاہرہ کیا وہ آپ کی تاریخ کا تابناک باب ہے۔ بہرصورت آپ ہاشم کے تاج کا آویزہ اور عبد مناف کے گھرانے کا روشن ستارہ تھے۔ ''انما عبد مناف جوهر زين الجوهر عبدالمطلب''۔ ''عبد مناف ایک موتی تھے، مگر اس پر جلا کرنے والے عبدالمطلب تھے۔''

حضرت عبدالمطلب کے فرزند حضرت ابوطالبؑ تھے جن کی آغوش یتیم عبداللہ کا گہوارہ اور رسالت کی تربیت گاہ تھی جنہوں نے پیغمبرؐ کو اپنے سایہ میں پروان چڑھایا اور دشمنوں کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوکر ان کی حفاظت کرتے رہے۔ ان جلیل القدر افراد کے مقابلہ میں ابو سفیان، حرب اور اُمیہ کو لانا اور اُن کا ہم رتبہ خیال کرنا ایسا ہی ہے جیسے نور کی ضو پاشیوں سے آنکھ بند کرکے اُسے ظلمت کا ہم پلہ سمجھ لینا۔



اس نسلی تفریق کے بعد دوسری چیز ''وجہ فضیلت'' یہ بیان کی ہے کہ آپ ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں اور معاویہ طلیق ہے۔ طلیق اُسے کہا جاتا ہے جسے پیغمبرؐ نے فتح مکہ کے موقع پر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جب پیغمبرؐ فاتحانہ طور پر مکہ میں وارد ہوئے تو قریش سے پوچھا کہ تمہارا میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ سب نے کہا کہ ہم کریم ابن کریم سے بھلائی ہی کے امیدوار ہیں، جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جاؤ تم طلقاء ہو۔ یعنی تم تھے تو اس قابل کہ تمہیں غلام بنا کر رکھا جاتا مگر تم پر احسان کرتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ان طلقاء میں معاویہ اور ابوسفیان بھی تھے۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے اس مکتوب کے حواشی میں تحریر کیا ہے۔

وابو سفيان و معاوية كان من الطلقاء

ابوسفیان اور معاویہ دونوں طلقاء (آزاد کردہ لوگوں) میں سے تھے۔

تیسری چیز ''وجہ فضیلت'' یہ ہے کہ آپ کا نسب واضح اور روشن ہے جس میں کہیں کوئی شبہ نہیں۔ اس کے برعکس معاویہ کے لئے لفظ یصق استعمال کیا ہے اور اہل لغت نے یصق کے معنی الدعی الملصق بغیر ابیہ کے کیے ہیں۔ یعنی وہ جو اپنے باپ کے علاوہ دوسروں سے منسوب ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلا شبہ اُمیہ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ وہ عبدس کا بیٹا تھا یا اس کا غلام کہ جو صرف اس کی تربیت کی وجہ سے اُس کا بیٹا کہلانے لگا تھا۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں کامل بہائی سے نقل کیا ہے۔

ان اميّة كان غلاما روميا لعبد شمس فلمّا انفاه كيسا فطنا اعتقه و تبناه فقيل اميّة ابن عبد شمس كما كانوا يقولون قبل نزول الاية زيد ابن محمد۔

امیہ عبد شمس کا ایک رومی غلام تھا جب انہوں نے اس کو ہوشیار اور باہم پایا تو اُسے آزاد کردیا، اور اپنا بیٹا بنالیا۔ جیسا کہ آیت اُترنے سے قبل لوگ زید کو ''زید ابن محمدؐ'' کہا کرتے تھے۔

(بحار الانوار جلد ۸ ص ۳۸۳)

اموی سلسلہ نسبت میں دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ حرب جسے فرزند امیہ کہا جاتا ہے وہ اس کا واقعی بیٹا تھا یا پروردہ غلام تھا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے کہ

ان معاوية قال لدعبل النابيه آرأيت عبدالمطلب قال نعم قال كيف رأيته قال رأيته رجلا نبيلا جميلا و ضياكان على وجهه نور النبوة قال افرأيت اميّة ابن عبد شمس قال نعم قال كيف رأيته قال رجلا ضيئلا منحنيا اعمٰى يقوده عبدهٗ ذكوان

معاویہ نے ماہر انساب دعبل سے دریافت کیا کہ تم نے عبدالمطلب کو دیکھا ہے؟ کہا کہ ہاں! پوچھا کہ تم نے اُسے کیسا پایا؟ کہا کہ وہ باوقار، خوب رو اور روشن جبین انسان تھے اور ان کے چہرے پر نورِ نبوت کی درخشندگی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ کیا امیہ کو بھی دیکھا ہے کہا کہ ہاں اُسے بھی دیکھا ہے پوچھا کہ اس کو کیسا پایا؟ کہا کہ کمزور جسم، خمیدہ قامت اور آنکھوں سے نابینا تھا۔ اس کے آگے

فَقال معاوية ذٰلك ابنه ابو عمر وقال انتم تقولون ذٰلك فاما قريش فلم تكن تعرف الا انّه عبده۔
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۶۶)

آگے اُس کا غلام ذکوان ہوتا تھا جو اُس کو لئے لئے پھرتا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ وہ تو اُس کا بیٹا ابوعمرو (حرب) تھا۔ اس نے کہا کہ تم لوگ ایسا کہتے ہو، مگر قریش تو بس یہ جانتے ہیں کہ وہ اس کا غلام تھا۔

اس سلسلہ میں تیسرا شبہ خود معاویہ کے متعلق ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

وکانت هند تذکر فی مکّة بفجور و عهد و قال الزمخشری فی کتاب ربیع الابرار کان معاویة یعزی الی اَربَعَة الی مسافر ابن ابی عمرو و الی عمارة ابن الولید ابن المغیرة دالی العباس و الی الصباح۔ (شرح ابن ابی الحدید جلد ا ص ۶۳)

(معاویہ کی والدہ) ہند مکّہ میں فسق و فجور کی بدنام زندگی گزارتی تھی اور زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ معاویہ کو چار آدمیوں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا جو یہ ہیں مسافر ابن ابی عمرو، عمارہ ابن ولید، ابن مغیرہ، عباس ابن عبدالمطلب اور صباح۔"

چوتھی چیز وجہ فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ حق کے پرستار ہیں، اور معاویہ باطل کا پرستار، اور یہ امر کسی دلیل کا محتاج نہیں کہ معاویہ کی پوری زندگی حق پوشی و باطل کوشی میں گزری اور کسی مرحلہ پر بھی اُس کا قدم حق کی جانب اٹھتا ہوا نظر نہیں آتا۔

پانچویں فضیلت یہ پیش کی ہے کہ آپ مومن ہیں اور معاویہ مفسد و منافق اور جس طرح حضرت کے ایمان میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح معاویہ کی مفسدہ انگیزی و نفاق پروری میں بھی کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ امیرالمو ؑ نے اس کے نفاق کو واضح طور سے اس سے پہلے خطبہ میں ان لفظوں میں بیان کیا ہے۔

ما اسلموا ولکن استسلموا واسروا الکفر فلمّا وجدوا اعوانا علیه اظهروه۔

یہ لوگ ایمان نہیں لائے تھے بلکہ اطاعت کرلی تھی، اور دلوں میں کفر کو چھپائے رکھا تھا۔ اب جبکہ یارو مددگار مل گئے تو اسے ظاہر کردیا۔

## مکتوب (۱۸)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَبْدِاللهِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ :

والیٔ بصرہ عبداللہ ابن عباس کے نام۔

اعْلَمْ أَنَّ الْبَصْرَةَ مَهْبِطُ إِبْلِيسَ وَمَغْرِسُ الْفِتَنِ، فَحَادِثْ أَهْلَهَا بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِمْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةَ الْخَوْفِ عَنْ قُلُوبِهِمْ۔ وَقَدْ بَلَغَنِي تَنَمُّرُكَ لِبَنِي تَمِيمٍ وَغِلْظَتُكَ عَلَيْهِمْ، وَإِنَّ بَنِي تَمِيمٍ لَمْ يَغِبْ لَهُمْ نَجْمٌ إِلَّا طَلَعَ لَهُمْ آخَرُ، وَإِنَّهُمْ لَمْ يُسْبَقُوا بِوَغْمٍ فِي جَاهِلِيَّةٍ وَلَا إِسْلَامٍ۔ وَإِنَّ لَهُمْ بِنَا رَحِمًا مَاسَّةً وَقَرَابَةً خَاصَّةً نَحْنُ مَأْجُورُونَ عَلَى صِلَتِهَا وَمَأْزُورُونَ عَلَى قَطِيعَتِهَا۔ فَارْبَعْ أَبَا الْعَبَّاسِ رَحِمَكَ اللهُ فِيمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ وَيَدِكَ مِنْ خَيْرٍ وَشَرٍّ فَإِنَّا شَرِيكَانِ فِي ذٰلِكَ وَكُنْ عِنْدَ صَالِحِ ظَنِّي بِكَ، وَلَا يَفِيلَنَّ رَأْيِي فِيكَ وَالسَّلَامُ۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بصرہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان اُترتا ہے اور فتنے سر اٹھاتے ہیں۔ یہاں کے باشندوں کو حسن سلوک سے خوش رکھو، اور اُن کے دلوں سے خوف کی گرہیں کھول دو۔ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم بنی تمیم سے درشتی کے ساتھ پیش آتے ہو، اور اُن پر سختی روا رکھتے ہو۔ بنی تمیم تو وہ ہیں کہ جب بھی ان کا کوئی ستارہ ڈوبتا ہے تو اُس کی جگہ دوسرا اُبھر آتا ہے اور جاہلیت اور اسلام میں کوئی اُن سے جنگ جوئی میں بڑھ نہ سکا۔ اور پھر انہیں ہم سے قرابت کا لگاؤ اور عزیز داری کا تعلق بھی ہے کہ اگر ہم اس کا خیال رکھیں گے تو اجر پائیں گے اور اس کا لحاظ نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔ دیکھو ابن عباس! خدا تم پر رحم کرے۔ (رعیت کے بارے میں) تمہارے ہاتھ اور بازو سے جو اچھائی اور برائی ہونے والی ہو، اُس میں جلد بازی نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہم دونوں اس (ذمہ داری) میں برابر کے شریک ہیں۔ تمہیں اس حُسنِ ظن کے مطابق ثابت ہونا چاہئے جو مجھے تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے بارے میں میری رائے غلط ثابت نہ ہونا چاہئے۔ والسلام۔

تشریح:۔

لہ طلحہ و زبیر کے بصرہ پہنچنے کے بعد بنی تمیم ہی وہ تھے جو انتقام عثمان کی تحریک میں سرگرمی سے حصہ لینے والے اور اس فتنہ کو ہوا دینے میں پیش پیش تھے۔ اس لئے جب عبداللہ ابن عباس بصرہ کے عامل مقرر ہوئے تو انہوں نے ان کی بدعہدی و عداوت کو دیکھتے ہوئے انہیں بُرے سلوک ہی کا مستحق سمجھا اور ایک حدتک ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ بھی کیا۔ مگر اس قبیلہ میں کچھ لوگ امیرالمو ؑ کے مخلص شیعہ بھی تھے۔ انہوں نے جب ابن عباس کا اپنے قبیلے کے ساتھ یہ رویہ دیکھا تو حارثہ ابن قدامہ کے ہاتھ ایک خط حضرت کی خدمت میں تحریر کیا جس میں ابن عباس کے متشددانہ رویہ کی شکایت کی جس پر حضرت نے ابن عباس کو یہ خط تحریر کیا جس میں اپنی روش کے بدلنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کی ہدایت فرمائی ہے اور انہیں اس قرابت کی طرف متوجہ کیا ہے جو بنی ہاشم و بنی تمیم میں پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بنی ہاشم و بنی تمیم سلسلہ نسبت میں الیاس ابن پر ایک ہو جاتے ہیں کیونکہ مدر کہ ابن الیاس کی اولاد سے ہاشم ہیں اور طابخہ ابن الیاس کی اولاد سے تمیم تھا۔

## مکتوب (۱۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ :

ایک عامل کے نام

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ دَهَاقِينَ أَهْلِ بَلَدِكَ شَكَوْا مِنْكَ غِلْظَةً وَقَسْوَةً وَاحْتِقَارًا وَجَفْوَةً،

تمہارے شہر کے زمینداروں نے تمہاری سختی، سنگدلی، تحقیر آمیز برتاؤ، اور تشدد کے رویہ کی شکایت کی ہے۔ میں نے غور کیا تو وہ شرک کی وجہ سے اس قابل تو نہیں نہیں آتے کہ انہیں نزدیک

وَنَظَرْتُ فَلَمْ أَرَهُمْ أَهْلًا لِأَنْ يُدْنَوْا لِشِرْكِهِمْ وَلَا أَنْ يُقْصَوْا وَيُجْفَوْا لِعَهْدِهِمْ فَالْبَسْ لَهُمْ جِلْبَابًا مِنَ اللِّيْنِ تَشُوْبُهُ بِطَرَفٍ مِّنَ الشِّدَّةِ، وَدَاوِلْ لَهُمْ بَيْنَ الْقَسْوَةِ وَالرَّأْفَةِ، وَامْزُجْ لَهُمْ بَيْنَ التَّقْرِيْبِ وَالْإِدْنَاءِ، وَالْإِبْعَادِ وَالْإِقْصَاءِ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔

کرلیا جائے، اور معاہدہ کی بناء پر انہیں دور پھینکا اور دھتکارا بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا اُن کے لئے نرمی کا ایسا شعار اختیار کرو جس میں کہیں کہیں سختی کی بھی جھلک ہو، اور کبھی سختی کرلو اور کبھی نرمی برتو، اور قرب و بعد اور نزدیکی و دوری کو سمو کر بین بین راستہ اختیار کرو۔ انشاء اللہ۔

[1] یہ لوگ مجوسی تھے اس لئے حضرت کے عامل کا رویہ ان کے ساتھ ویسا نہ تھا جو عام مسلمانوں کے ساتھ تھا جس سے متاثر ہو کر اُن لوگوں نے امیر المو کو شکایت کا خط لکھا اور اپنے حکمران کے تشدد کا شکوہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے اپنے عامل کو تحریر فرمایا کہ وہ اُن سے ایسا برتاؤ کریں کہ جس میں نہ تشدد ہو، اور نہ اتنی نرمی کہ وہ اُس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر شر انگیزی پر اُتر آئیں کیونکہ انہیں پوری ڈھیل دے دی جائے، تو وہ حکومت کے خلاف ریشہ دوانیوں میں کھو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی فتنہ کھڑا کر کے ملک کے نظم و نسق میں روڑے اٹکاتے ہیں اور پوری طرح سختی و تشدد کا برتاؤ اس لئے روا نہیں رکھا جا سکتا کہ وہ رعایا میں شمار ہوتے ہیں اور اس اعتبار سے ان کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

## مکتوب (۲۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى زِيَادِ بْنِ أَبِيْهِ وَهُوَ خَلِيْفَةُ عَامِلِهِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَلَى الْبَصْرَةِ۔ وَعَبْدُ اللّٰهِ عَامِلُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا وَعَلٰى كُوَرِ الْأَهْوَازِ وَفَارِسَ وَكِرْمَانَ)

وَإِنِّيْ أُقْسِمُ بِاللّٰهِ قَسَمًا صَادِقًا لَئِنْ بَلَغَنِيْ أَنَّكَ خُنْتَ مِنْ فَيْءِ الْمُسْلِمِيْنَ شَيْئًا صَغِيْرًا أَوْ كَبِيْرًا لَأَشُدَّنَّ عَلَيْكَ شَدَّةً تَدَعُكَ قَلِيْلَ الْوَفْرِ، ثَقِيْلَ الظَّهْرِ، ضَئِيْلَ الْأَمْرِ۔ وَالسَّلَامُ۔

زیادہ ابن ابیہ کے نام:

جب کہ عبداللہ ابن عباس بصرہ، نواحی اہواز اور فارس و کرمان پر حکمران تھے اور یہ بصرہ میں ان کا قائم مقام تھا۔

میں اللہ کی سچی قاسم کھاتا ہوں کہ اگر مجھے یہ پتہ چل گیا کہ تم نے مسلمانوں کے مال میں خیانت کرتے ہوئے کسی چھوٹی یا بڑی چیز میں ہیر پھیر کیا ہے، تو یاد رکھو کہ میں ایسی مار ماروں گا کہ جو تمہیں تہی دست، بوجھل پیٹھ والا اور بے آبرو کر کے چھوڑے گی۔

والسلام!

## مکتوب (۲۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

زیاد ابن ابیہ کے نام:



إِلَيْهِ أَيْضًا:

فَدَعِ الْإِسْرَافَ مُقْتَصِدًا، وَاذْكُرْ فِي الْيَوْمِ غَدًا، وَأَمْسِكْ مِنَ الْمَالِ بِقَدْرِ ضَرُوْرَتِكَ، وَقَدِّمِ الْفَضْلَ لِيَوْمِ حَاجَتِكَ۔ أَتَرْجُوْ أَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ أَجْرَ الْمُتَوَاضِعِيْنَ وَأَنْتَ عِنْدَهُ مِنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ وَتَطْمَعُ۔ وَأَنْتَ مُتَمَرِّغٌ فِي النَّعِيْمِ تَمْنَعُهُ الضَّعِيْفَ وَالْأَرْمَلَةَ۔ أَنْ يُوْجِبَ لَكَ ثَوَابَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔ وَإِنَّمَا الْمَرْءُ مَجْزِيٌّ بِمَا أَسْلَفَ وَقَادِمٌ عَلٰى مَا قَدَّمَ وَالسَّلَامُ۔

میانہ روی اختیار کرتے ہوئے فضول خرچی سے باز آؤ، آج کے دن کل کو بھول نہ جاؤ۔ صرف ضرورت بھر کے لئے مال روک کر باقی محتاجی کے دن کیلئے آگے بڑھاؤ۔

کیا تم یہ آس لگائے بیٹھے ہو کہ اللہ تمہیں عجز و انکساری کرنے والوں کا اَجر دے گا؟ حالانکہ تم اس کے نزدیک متکبروں میں سے ہو؟ اور یہ طمع رکھتے ہو کہ وہ خیرات کرنیوالوں کا ثواب تمہارے لئے قرار دے گا؟ حالانکہ تم عشرت سامانیوں میں لوٹ رہے ہو، اور بیکسوں اور بیواؤں کو محروم کر رکھا ہے۔ انسان اپنے ہی کئے کی جزا پاتا ہے اور جو آگے بھیج چکا ہے وہی آگے بڑھ کر پائے گا۔ والسلام۔

## مکتوب (۲۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْعَبَّاسِ)

وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ مَا انْتَفَعْتُ بِكَلَامٍ بَعْدَ كَلَامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَانْتِفَاعِيْ بِهٰذَا الْكَلَامِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْمَرْءَ قَدْ يَسُرُّهُ فَوْتُ مَا لَمْ يَكُنْ لِيُدْرِكَهُ۔ فَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا نِلْتَ مِنْ آخِرَتِكَ۔ وَلْيَكُنْ أَسَفُكَ عَلٰى مَا فَاتَكَ مِنْهَا وَمَا نِلْتَ مِنْ دُنْيَاكَ فَلَا تُكْثِرْ فِيْهِ فَرَحًا۔ وَمَا فَاتَكَ مِنْهَا فَلَا تَأْسَ عَلَيْهِ جَزَعًا۔ وَلْيَكُنْ هَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

عبداللہ ابن عباس کے نام:

عبداللہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ جتنا فائدہ میں نے اس کلام سے حاصل کیا ہے، اتنا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے بعد کسی کلام سے حاصل نہیں کیا۔

انسان کو کبھی ایسی چیز کا پالینا خوش کرتا ہے جو اُس کے ہاتھوں میں جانے والی ہوتی ہی نہیں اور کبھی ایسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا اُسے غمگین کر دیتا ہے جو اُسے حاصل ہونے والی ہوتی ہی نہیں۔ یہ خوشی اور غم بیکار ہیں۔ تمہاری خوشی صرف آخرت کی حاصل کی ہوئی چیزوں پر ہونا چاہئے اور اس میں سے کوئی چیز جاتی رہے اُس پر رنج ہونا چاہئے اور جو چیز دنیا سے پالو، اُس پر بیقرار ہو کر افسوس کرنے نہ لگو بلکہ تمہیں موت کے پیش آنے والے حالات کی طرف اپنی توجہ موڑنا چاہئے۔

## وصیت (۲۳)

(وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

جب ابن ملجم نے آپ کے سرِ اقدس پر ضرب لگائی تو انتقال

قَالَهُ قُبَيْلَ مَوْتِهِ عَلَى سَبِيلِ الْوَصِيَّةِ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجِمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ وَصِيَّتِي لَكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَلَا تُضَيِّعُوا سُنَّتَهُ أَقِيمُوا هٰذَيْنِ الْعَمُودَيْنِ وَأَوْقِدُوا هٰذَيْنِ الْمِصْبَاحَيْنِ وَخَلَاكُمْ ذَمٌّ أَنَا بِالْأَمْسِ صَاحِبُكُمْ۔ وَالْيَوْمَ عِبْرَةٌ لَكُمْ، وَغَدًا مُفَارِقُكُمْ إِنْ أَبْقَ فَأَنَا وَلِيُّ دَمِي وَإِنْ أَفْنَ فَالْفَنَاءُ مِيعَادِي۔ وَإِنْ أَعْفُ فَالْعَفْوُ لِي قُرْبَةٌ وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا "أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔" وَاللّٰهِ مَا فَجَأَنِي مِنَ الْمَوْتِ وَارِدٌ كَرِهْتُهُ، وَلَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ۔ وَمَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدَ وَطَالِبٍ وَجَدَ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ۔"
(أَقُولُ: وَقَدْ مَضَى بَعْضُ هٰذَا الْكَلَامِ فِيمَا تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطَبِ إِلَّا أَنَّ فِيهِ هٰهُنَا زِيَادَةً أَوْجَبَتْ تَكْرِيرَهُ)

سے کچھ پہلے آپ نے بطورِ وصیت ارشادفرمایا
تم لوگوں سے میری وصیت ہے کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا، اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو ضائع و برباد نہ کرنا، ان دونوں ستونوں کو قائم کیے رہنا۔ اور ان دونوں چراغوں کو روشن رکھنا۔ بس پھر برائیوں نے تمہارا پیچھا چھوڑ دیا۔ میں کل تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لئے (سراپا) عبرت ہوں اور کل کو تمہارا ساتھ چھوڑ دوں گا۔ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اپنے خون کا اختیار ہوگا اور اگر مرجاؤں تو موت میری وعدہ گاہ ہے۔ اگر معاف کردوں تو یہ میرے لئے رضائے الٰہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔ "کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔" خدا کی قسم یہ موت کا ناگہانی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ میں اُسے ناپسند جانتا ہوں۔ میری مثال بس اس شخص کی سی ہے جو رات بھر پانی کی تلاش میں چلے اور صبح ہوتے جو مقصد کو پالے اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی نیکو کاروں کے لئے بہتر ہے۔
"سید رضی کہتے ہیں کہ اس کلام کا کچھ حصہ خطبات میں گزر چکا ہے۔ مگر یہاں کچھ اضافہ تھا جس کی وجہ سے دوبارہ درج کرنا ضروری ہوا۔"

## وصیت (۲۴)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) بِمَا يُعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرَفِهِ مِنْ صِفِّينَ۔
هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ لِيُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ۔

حضرت کی وصیت اس امر کے متعلق کہ آپکے اموال میں کیا عمل درآمد ہوگا۔ اُسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا۔
یہ وہ ہے جو خدا کے بندے امیر المو علی ابن ابی طالب نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے محض اللہ کی رضا جوئی کیلئے تاکہ وہ اُس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور امن وآسائش عطا فرمائے۔



(مِنْهَا) وَإِنَّهُ يَقُومُ بِذٰلِكَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِيٍّ يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ وَيُنْفِقُ فِي الْمَعْرُوفِ فَإِنْ حَدَثَ بِحَسَنٍ حَدَثٌ وَحُسَيْنٌ حَيٌّ قَامَ بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَأَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ وَإِنَّ لِبَنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيٍّ إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذٰلِكَ إِلَى ابْنَيْ فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَقُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ، وَتَكْرِيمًا لِحُرْمَتِهِ وَتَشْرِيفًا لِوُصْلَتِهِ وَيَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرُكَ الْمَالَ عَلَى أُصُولِهِ، وَيُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أُمِرَ بِهِ وَهُدِيَ لَهُ، وَأَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ أَوْلَادِ نَخْلِ هٰذِهِ الْقُرَى وَدِيَّةً حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاسًا وَمَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي اللَّاتِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ لَهَا وَلَدٌ أَوْ هِيَ حَامِلٌ فَتُمْسَكُ عَلَى وَلَدِهَا وَهِيَ مِنْ حَظِّهِ فَإِنْ مَاتَ وَلَدُهَا وَهِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتِيقَةٌ قَدْ أُفْرِجَ عَنْهَا الرِّقُّ وَحَرَّرَهَا الْعِتْقُ
قَالَ الرَّضِيُّ (قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هٰذِهِ الْوَصِيَّةِ: أَنْ لَا يَبِيعَ مِنْ نَخْلِهَا وَدِيَّةً۔ الْوَدِيَّةُ الْفَسِيلَةُ وَجَمْعُهَا وَدِيٌّ۔ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضُهَا غِرَاسًا هُوَ مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ وَالْمُرَادُ بِهِ أَنَّ الْأَرْضَ يَكْثُرُ فِيهَا غِرَاسُ النَّخْلِ حَتَّى يَرَاهَا النَّاظِرُ عَلَى غَيْرِ تِلْكَ

اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے حسن ابن علیؑ اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور اُمور خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسنؑ کو کچھ ہوجائے اور حسینؑ زندہ ہوں تو وہ اُن کے بعد اس کو سنبھال لیں گے، اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔ علیؑ کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزندانِ علیؑ کا ہے اتنا ہی اولادِ فاطمہؑ کا ہے۔ بے شک میں نے صرف اللہ کی رضامندی، رسول کے تقرب، اُن کی عزت وحرمت کے اعزاز اور اُن کی قرابت کے احترام کے پیش نظر اس کی تولیت فاطمہؑ کے دونوں فرزندوں سے مخصوص کی ہے اور جو اس جائیداد کا متولّی ہو اُس پر یہ پابندی عائد ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور اُس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کے متعلق ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے اور یہ کہ وہ اُن دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے عالم ہی دوسرا ہوجائے اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ہیں اُن میں سے جس کی گود میں بچہ ہے یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور اُس کے حصہ میں شمار ہوگی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو، تو بھی وہ آزاد ہوگی۔ اس سے غلامی چھٹ گئی ہے اور آزادی اُسے حاصل ہوچکی ہے۔
سید رضی فرماتے ہیں کہ اس وصیت میں حضرتؑ کا ارشاد ان لا یبیع من نخلھا ودیہ میں ودیہ کے معنی کھجور کے چھوٹے درخت کے ہیں اور اس کی جمع ودی آتی ہے اور آپ کا یہ ارشاد حتّٰی تشکل ارضھا غراسا (زمین درختوں کے جم جانے سے مشتبہ ہوجائے) اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں کھجوروں کے پیڑ کثرت سے اُگ آتے ہیں تو دیکھنے والے نے جس صورت میں اُسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت

الصِّفَةِ الَّتِی عَرَفَهَا بِهَا فَیُشْکِلَ عَلَیْهِ أَمْرُهَا وَیَحْسَبُهَا غَیْرَهَا۔

میں دیکھنے کی وجہ سے اُسے اشتباہ ہو جائے گا، اور اُسے دوسری زمین خیال کرے گا۔

ا امیر المو علیہ السلام کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بنجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لئے آپ کی ملکیت میں داخل تھیں۔ مگر آپ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوقِ ملکیت کو اٹھا لیا۔ البتہ قرابت پیغمبرؐ کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقات کی تولیت کیے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی۔ لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا۔ بلکہ دوسری اولاد کی طرح انہیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گذارے بھر کا لے سکتے ہیں اور بقیہ عامۃ المسلمین کے مفاد اور اُمور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں۔

قَدْ علم کل احد ان علیا علیہ السّلام استخرج عیونا کثیرۃ بکدیمینہ بالمدینۃ و ینبع و سویعۃ وَاَحیا بھا امواتا کثیر اثم اخرجھا عن ملکہ و تصدق بھا علی المسلمین ولم یمت وشئی منھا فی ملکہ۔
(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۳۳)

سب کو معلوم ہے کہ امیر المو علیہ السلام نے مدینہ اور ینبع اور سویعہ میں بہت سے چشمے کھود کر نکالے اور بہت سی اُفتادہ زمینوں کو آباد کیا، اور پھر اُن سے اپنا قبضہ اٹھا لیا اور مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اور وہ اُس حالت میں دنیا سے اٹھے کہ کوئی چیز آپ کی ملکیت میں نہ تھی۔"

## وصیت (۲۵)

(وَمِنْ وَصِیَّةٍ لَهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ)
کَانَ یَکْتُبُهَا لِمَنْ یَسْتَعْمِلُهُ عَلَی الصَّدَقَاتِ وَإِنَّمَا ذَکَرْنَا هُنَا جُمَلًا لِیُعْلَمَ بِهَا أَنَّهُ کَانَ یُقِیمُ عِمَادَ الْحَقِّ وَیَشْرَعُ أَمْثِلَةَ الْعَدْلِ فِی صَغِیرِ الْأُمُورِ وَکَبِیرِهَا وَدَقِیقِهَا وَجَلِیلِهَا):
انْطَلِقْ عَلَی تَقْوَی اللّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِیکَ لَهُ۔ وَلَا تُرَوِّعَنَّ مُسْلِمًا وَلَا تَجْتَازَنَّ عَلَیْهِ کَارِهًا، وَلَا تَأْخُذَنَّ مِنْهُ أَکْثَرَ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِی مَالِهِ، فَإِذَا قَدِمْتَ عَلَی الْحَیِّ فَانْزِلْ بِمَآئِهِمْ مِنْ غَیْرِ أَنْ تُخَالِطَ أَبْیَاتَهُمْ، ثُمَّ امْضِ إِلَیْهِمْ بِالسَّکِینَةِ وَالْوَقَارِ حَتَّی تَقُومَ بَیْنَهُمْ فَتُسَلِّمَ عَلَیْهِمْ، وَلَا تُخْدِجْ بِالتَّحِیَّةِ لَهُمْ: ثُمَّ تَقُولَ: عِبَادَ اللّٰهِ أَرْسَلَنِی إِلَیْکُمْ وَلِیُّ اللّٰهِ وَخَلِیفَتُهُ لِآخُذَ مِنْکُمْ حَقَّ اللّٰهِ فِی أَمْوَالِکُمْ، فَهَلْ لِلّٰهِ فِی أَمْوَالِکُمْ مِنْ حَقٍّ فَتُؤَدُّوهُ إِلَی وَلِیِّهِ؟ فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ لَا فَلَا تُرَاجِعْهُ، وَإِنْ أَنْعَمَ لَکَ مُنْعِمٌ فَانْطَلِقْ مَعَهُ مِنْ غَیْرِ أَنْ تُخِیفَهُ أَوْ تُوعِدَهُ أَوْ تَعْسِفَهُ أَوْ تُرْهِقَهُ فَخُذْ مَا أَعْطَاکَ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ فَإِنْ کَانَ لَهُ مَاشِیَةٌ أَوْ إِبِلٌ فَلَا تَدْخُلْهَا إِلَّا بِإِذْنِهِ فَإِنَّ أَکْثَرَهَا لَهُ، فَإِذَا أَتَیْتَهَا فَلَا تَدْخُلْ عَلَیْهَا دُخُولَ مُتَسَلِّطٍ عَلَیْهِ وَلَا عَنِیفٍ بِهِ، وَلَا تُنَفِّرَنَّ بَهِیمَةً وَلَا تُفْزِعَنَّهَا تَسُوئَنَّ صَاحِبَهَا فِیهَا وَاصْدَعِ الْمَالَ صَدْعَیْنِ ثُمَّ خَیِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ ثُمَّ اصْدَعِ الْبَاقِیَ صَدْعَیْنِ ثُمَّ خَیِّرْهُ، فَإِذَا اخْتَارَ فَلَا تَعَرَّضَنَّ لِمَا اخْتَارَهُ، فَلَا تَزَالُ کَذٰلِکَ حَتَّی یَبْقَی مَا فِیهِ وَفَاءٌ لِحَقِّ اللّٰهِ مِنْهُ۔ فَإِنِ اسْتَقَالَکَ فَأَقِلْهُ ثُمَّ اخْلِطْهُمَا ثُمَّ لَا حَتَّی تَأْخُذَ

جن کارندوں کو زکوٰۃ و صدقات کے وصول کرنے پر مقرر کرتے تھے، اُن کے لئے یہ ہدایت نامہ تحریر فرماتے تھے اور ہم نے اُس کے چند ٹکڑے یہاں پر اس لئے درج کئے ہیں کہ معلوم ہو جائے کہ آپؑ ہمیشہ حق کے ستون کھڑے کرتے تھے اور ہر چھوٹے بڑے اور پوشیدہ و ظاہر اُمور میں عدل کے نمونے قائم فرماتے تھے۔

اللہ وحدہٗ لاشریک کا خوف دل میں لیے ہوئے چل کھڑے ہو، اور دیکھو کسی مسلمان کو خوفزدہ نہ کرنا اور اس (کے املاک) پر اس طرح سے نہ گزرنا کہ اُسے ناگوار گزرے اور جتنا اس کے مال میں اللہ کا حق نکلتا ہو اُس سے زائد نہ لینا۔ جب کسی قبیلے کی طرف جانا تو لوگوں کے گھروں میں گھسنے کے بجائے پہلے ان کے کنوؤں پر جا کر اُترنا۔ پھر سکون و وقار کے ساتھ اُن کی طرف بڑھنا۔ یہاں تک کہ جب ان میں جا کر کھڑے ہو جاؤ، تو اُن پر سلام کرنا اور آداب و تسلیم میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھنا۔ اس کے بعد اُن سے کہنا کہ اے اللہ کے بندو! مجھے اللہ کے ولی اور اُس کے خلیفہ نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اگر تمہارے مال میں اللہ کا کوئی حق نکلتا ہے تو اُسے وصول کروں۔ لہٰذا تمہارے مال میں اللہ کا کوئی واجب الادا حق ہے کہ جسے اللہ کے ولی تک پہنچاؤ؟ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ نہیں تو پھر اس سے دہرا کر نہ پوچھنا اور اگر کوئی ہاں کہنے والا ہاں کہے تو اُسے ڈرائے دھمکائے یا اس پر سختی و تشدد کئے بغیر اس کے ساتھ ہو لینا اور جو سونا یا چاندی (درہم و دینار) وہ دے، لے لینا اور اگر اس کے پاس گائے، بکری یا اونٹ ہوں تو اُن کے غول میں اُس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہونا کیونکہ ان میں زیادہ حصہ تو اُسی کا ہے۔ اور جب (اجازت کے بعد) ان تک جانا تو یہ انداز اختیار نہ کرنا کہ جیسے تمہیں اس پر پورا قابو ہے اور تمہیں اس پر تشدد کرنے کا حق حاصل ہے۔ دیکھو نہ کسی جانور کو بھڑکانا، نہ ڈرانا اور نہ اس کے بارے میں اپنے غلط رویہ سے مالک کو رنجیدہ کرنا۔ جتنا مال ہو اُس کے دو حصے کر دینا اور مالک کو یہ اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ چاہے پسند کر لے اور جب وہ کوئی سا حصہ منتخب کر لے تو اس کے انتخاب سے تعرض نہ کرنا۔ پھر بقیہ حصے کے دو حصے کر دینا اور مالک کو اختیار دینا (کہ وہ جو حصہ چاہے لے لے) اور جب وہ ایک حصہ منتخب کر لے تو اس کے انتخاب پر معترض نہ ہونا، یونہی ایسا ہی کرتے رہنا۔ یہاں تک کہ بس اتنا رہ جائے جتنے سے اس مال میں جو اللہ کا حق ہے وہ پورا ہو جا۔ ئے تو اُسے بس تم اپنے قبضہ میں کر لینا اور اس پر بھی اگر وہ پہلے انتخاب کو مسترد کر کے دوبارہ انتخاب کرنا چاہیے تو اُسے اس کا موقع دو اور دونوں حصوں کو ملا کر پھر نئے سرے سے مال سے اللہ کا حق

حَقَّ اللّٰهِ فِي مَالِهٖ. وَلَا تَأْخُذَنَّ عَوْدًا وَلَا هَرِمَةً وَلَا مَكْسُوْرَةً وَلَا مَهْلُوْسَةً وَلَا ذَاتَ عَوَارٍ وَلَا تَأْمَنَنَّ عَلَيْهَا إِلَّا مَنْ تَثِقُ بِدِيْنِهٖ رَافِقًا بِمَالِ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يُوَصِّلَهٗ إِلٰى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهٗ بَيْنَهُمْ وَلَا تُوَصِّلَهٗ إِلٰى وَلِيِّهِمْ فَيَقْسِمَهٗ بَيْنَهُمْ وَلَا تُوَكِّلْ بِهَا إِلَّا نَاصِحًا شَفِيْقًا وَأَمِيْنًا حَفِيْظًا غَيْرَ مُعَنِّفٍ وَلَا مُجْحِفٍ، وَلَا مُلْغِبٍ وَلَا مُتْعِبٍ، ثُمَّ احْدُرْ إِلَيْنَا مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ نُصَيِّرْهُ حَيْثُ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ. فَإِذَا أَخَذَهَا أَمِيْنُكَ فَأَوْعِزْ إِلَيْهِ أَنْ لَا يَحُوْلَ بَيْنَ نَاقَةٍ وَبَيْنَ فَصِيْلِهَا وَلَا يُمَصِّرَ لَبَنَهَا فَيَضُرَّ ذٰلِكَ بِوَلَدِهَا، وَلَا يَجْهَدَنَّهَا رُكُوْبًا. وَلْيَعْدِلْ بَيْنَ صَوَاحِبَاتِهَا فِي ذٰلِكَ وَبَيْنَهَا وَلْيُرَفِّهْ عَلَى اللَّاغِبِ. وَلْيَسْتَأْنِ بِالنَّقِبِ وَالظَّالِعِ. وَلْيُوْرِدْهَا مَا تَمُرُّ بِهٖ مِنَ الْغُدُرِ وَلَا يَعْدِلْ بِهَا عَنْ نَبْتِ الْأَرْضِ إِلٰى جَوَادِّ الطَّرِيْقِ، وَلْيُرَدِّ الطَّرِيْقِ، وَلْيُرَوِّحْهَا فِي السَّاعَاتِ وَلْيُمْهِلْهَا عِنْدَ النِّطَافِ وَالْأَعْشَابِ حَتّٰى تَأْتِيَنَا بِإِذْنِ اللّٰهِ بُدَّنًا مُنْقِيَاتٍ غَيْرَ مُتْعَبَاتٍ وَلَا مَجْهُوْدَاتٍ، لِنَقْسِمَهَا عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَعْظَمُ لِأَجْرِكَ وَأَقْرَبُ لِرُشْدِكَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ.

لے لو۔ ہاں دیکھو! کوئی بوڑھا بالکل پھونس اونٹ اور جس کی کمر شکستہ یا پیر ٹوٹا ہوا ہو، یا بیماری کا مارا ہوا یا عیب دار ہو، نہ لینا۔ اور انہیں کسی ایسے شخص کی امانت میں سونپنا جس کی دینداری پر تم کو اعتماد ہو کہ جو مسلمانوں کے مال کی نگہداشت کرتا ہوا اُن کے امیر تک پہنچا دے تا کہ وہ اس مال کو مسلمانوں میں بانٹ دے۔ کسی ایسے ہی شخص کے سپرد کرنا جو خیر خواہ خدا ترس، امانتدار اور نگران ہو کہ نہ تو ان پر سختی کرے، اور نہ دوڑا دوڑا کر انہیں لاغر و خستہ کرے، نہ انہیں تھکا مارے اور نہ تعب و مشقت میں ڈالے۔ پھر جو کچھ تمہارے پاس جمع ہو اُسے جلد سے جلد ہماری طرف بھیجتے رہنا تا کہ ہم جہاں جہاں اللہ کا حکم ہے اُسے کام میں لائیں۔ جب تمہارا امین اس مال کو اپنی تحویل میں لے لے، تو اُسے فہمائش کرنا کہ وہ اونٹنی اور اُس کے دودھ پیتے بچے کو الگ الگ نہ رکھے اور نہ اُس کا سارے کا سارا دودھ وہ لیا کرے کہ بچے کے لئے ضرر رسانی کا باعث بن جائے اور اُس پر سواری کر کے اُسے ہلکان نہ کر ڈالے۔ اس میں اور اس کے ساتھ کی دوسری اونٹنیوں میں (سواری کرنے اور دوہنے میں) انصاف و مساوات سے کام لے۔ تھکے ماندے اونٹ کو ستانے کا موقع دے، اور جس کے گھر گھس گئے ہوں یا پیر لنگ کرنے لگے ہوں اُسے آہستگی اور نرمی سے لے چلے اور اُن کی گزر گاہوں میں جو تالاب پڑیں وہاں انہیں پانی پینے کے لئے اُتارے اور زمین کی ہریالی سے اُن کا رخ موڑ کر (بے آب و گیاہ) راستوں پر نہ لے چلے اور وقتاً فوقتاً انہیں راحت پہنچاتا رہے اور جہاں تھوڑا بہت پانی یا گھاس سبزہ ہو انہیں کچھ دیر کے لئے مہلت دے تا کہ جب وہ ہمارے پاس پہنچیں تو وہ بحکم خدا موٹے تازے ہوں اور اُن کی ہڈیوں کا گودا بڑھ چکا ہو، وہ تھکے ماندے اور خستہ حال نہ ہوں تا کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق انہیں تقسیم کریں۔ بے شک یہ تمہارے لئے بڑے ثواب کا باعث اور منزل ہدایت تک پہنچنے کا ذریعہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔



# مکتوب (۲۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلٰى بَعْضِ عُمَّالِهٖ وَقَدْ بَعَثَهٗ عَلَى الصَّدَقَةِ:

أَمَرَهٗ بِتَقْوَى اللّٰهِ فِي سَرَائِرِ أَمْرِهٖ وَخَفِيَّاتِ عَمَلِهٖ، حَيْثُ لَا شَهِيْدَ غَيْرُهٗ وَلَا وَكِيْلَ دُوْنَهٗ. وَأَمَرَهٗ أَنْ لَا يَعْمَلَ بِشَيْءٍ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ فِيْمَا ظَهَرَ فَيُخَالِفَ إِلٰى غَيْرِهٖ فِيْمَا أَسَرَّ وَمَنْ لَمْ يَخْتَلِفْ سِرُّهٗ وَعَلَانِيَتُهٗ وَفِعْلُهٗ وَمَقَالَتُهٗ فَقَدْ أَدَّى الْأَمَانَةَ وَأَخْلَصَ الْعِبَادَةَ. وَأَمَرَهٗ أَنْ لَا يَجْبَهَهُمْ وَلَا يَعْضَهَهُمْ، وَلَا يَرْغَبَ عَنْهُمْ تَفَضُّلًا بِالْإِمَارَةِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّهُمُ الْإِخْوَانُ فِي الدِّيْنِ وَالْأَعْوَانُ عَلَى اسْتِخْرَاجِ الْحُقُوْقِ.

وَإِنَّ لَكَ فِي هٰذِهِ الصَّدَقَةِ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا وَحَقًّا مَّعْلُوْمًا وَشُرَكَاءَ أَهْلَ مَسْكَنَةٍ وَضُعَفَاءَ ذَوِي فَاقَةٍ، وَإِنَّا مُوَفُّوْكَ حَقَّكَ فَوَفِّهِمْ حُقُوْقَهُمْ، وَإِلَّا تَفْعَلْ فَإِنَّكَ مِنْ أَكْثَرِ النَّاسِ خُصُوْمًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبُؤْسًا لِمَنْ خَصْمُهٗ عِنْدَ اللّٰهِ الْفُقَرَاءُ وَالْمَسَاكِيْنُ وَالسَّائِلُوْنَ وَالْمَدْفُوْعُوْنَ وَالْغَارِمُ وَابْنُ السَّبِيْلِ؟ وَمَنِ اسْتَهَانَ بِالْأَمَانَةِ وَرَتَعَ فِي الْخِيَانَةِ وَلَمْ يُنَزِّهْ نَفْسَهٗ وَدِيْنَهٗ عَنْهَا فَقَدْ أَحَلَّ بِنَفْسِهٖ فِي الدُّنْيَا الْخِزْيَ

ایک کارندے کے نام کہ جسے زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا گیا، یہ عہد نامہ تحریر فرمایا۔

میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنے پوشیدہ ارادوں اور مخفی کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہیں جہاں نہ اللہ کے علاوہ کوئی گواہ ہوگا اور نہ اُس کے ماسوا کوئی نگران ہے اور انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ ظاہر میں اللہ کا کوئی ایسا فرمان بجا نہ لائیں کہ اُن کے چھپے ہوئے اعمال اس سے مختلف ہوں۔ اس جس شخص کا باطن و ظاہر اور کردار و گفتار مختلف نہ ہو، اُس نے امانتداری کا فرض انجام دیا اور اللہ کی عبادت میں خلوص سے کام لیا۔

اور میں انہیں حکم دیتا ہوں کہ وہ لوگوں کو آزردہ نہ کریں اور نہ انہیں پریشان کریں، اور نہ اُن سے اپنے عہدے کی برتری کی وجہ سے بے رخی برتیں کیونکہ وہ دینی بھائی اور زکوٰۃ و صدقات کے برآمد کرنے میں معین و مددگار ہیں۔

یہ معلوم ہے کہ اس زکوٰۃ میں تمہارا بھی معین حصہ اور جانا پہچانا ہوا حق ہے اور اس میں بیچارے مسکین اور فاقہ کش لوگ بھی تمہارے شریک ہیں، اور ہم تمہارا حق پورا پورا ادا کرتے ہیں، تو تم بھی اُن کا حق پورا پورا ادا کرو۔ نہیں تو یاد رکھو کہ روز قیامت تمہارے ہی دشمن سب سے زیادہ ہوں گے، اور وائے بدبختی اُس شخص کی جس کے خلاف اللہ کے حضور فریق بن کر کھڑے ہونے والے فقیر، نادار، سائل، دھتکارے ہوئے لوگ قرض دار اور (بے خرچ) مسافر ہوں۔ یاد رکھو! کہ جو شخص امانت کو بے وقعت سمجھتے ہوئے اُسے ٹھکرا دے اور خیانت کی چراگاہوں میں چرتا پھرے اور اپنے کو اور اپنے دین کو اس کی آلودگی سے نہ بچائے، تو اُس نے دنیا میں بھی اپنے کو ذلتوں

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَذَلُّ وَأَخْزَى۔ وَإِنَّ أَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْأُمَّةِ، وَأَفْظَعَ الْغِشِّ غِشُّ الْأَئِمَّةِ۔ وَالسَّلَامُ۔

اور خواریوں میں ڈالا، اور آخرت میں بھی رسوا و ذلیل ہوگا۔ سب سے بڑی خیانت امت کی خیانت ہے، اور سب سے بڑی فریب کاری پیشوائے دین کو دغا دینا ہے۔ والسلام۔

## عہد نامہ (۲۷)

(وَمِنْ عَهْدِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ حِينَ قَلَّدَهُ مِصْرَ:

فَاخْفِضْ لَهُمْ جَنَاحَكَ، وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ، وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ، وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ حَتَّى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ لَهُمْ وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ بِهِمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يُسَائِلُكُمْ مَعْشَرَ عِبَادِهِ عَنِ الصَّغِيرَةِ مِنْ أَعْمَالِكُمْ وَالْكَبِيرَةِ وَالظَّاهِرَةِ وَالْمَسْتُورَةِ فَإِنْ يُعَذِّبْ فَأَنْتُمْ أَظْلَمُ، وَإِنْ يَعْفُ فَهُوَ أَكْرَمُ۔

محمد ابن ابی بکر کے نام جبکہ انہیں مصر کی حکومت سپرد کی۔

لوگوں سے تواضع کے ساتھ ملنا، اُن سے نرمی کا برتاؤ کرنا، کشادہ روئی سے پیش آنا اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا تا کہ بڑے لوگ تم سے اپنی ناحق طرف داری کی امید نہ رکھیں اور چھوٹے لوگ تمہارے عدل و انصاف سے ان (بڑوں) کے مقابلہ میں ناامید نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اے اللہ کے بندو! اللہ تمہارے چھوٹے، بڑے، کھلے، ڈھکے اعمال کی تم سے باز پُرس کرے گا، اور اسکے بعد اگر وہ عذاب کرے، تو یہ تمہارے خود ظلم کا نتیجہ ہے، اور اگر وہ معاف کر دے تو وہ اس کے کرم کا تقاضا ہے۔

وَاعْلَمُوا عِبَادَ اللّٰهِ أَنَّ الْمُتَّقِينَ ذَهَبُوا بِعَاجِلِ الدُّنْيَا وَآجِلِ الْآخِرَةِ، فَشَارَكُوا أَهْلَ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ وَلَمْ يُشَارِكْهُمْ أَهْلُ الدُّنْيَا فِي آخِرَتِهِمْ۔ سَكَنُوا الدُّنْيَا بِأَفْضَلِ مَا سُكِنَتْ، وَأَكَلُوهَا بِأَفْضَلِ مَا أُكِلَتْ، فَحَظُوا مِنَ الدُّنْيَا بِمَا حَظِيَ بِهِ الْمُتْرَفُونَ، وَأَخَذُوا مِنْهَا مَا أَخَذَهُ الْجَبَابِرَةُ الْمُتَكَبِّرُونَ ثُمَّ انْقَلَبُوا عَنْهَا بِالزَّادِ الْمُبَلِّغِ وَالْمَتْجَرِ الرَّابِحِ۔ أَصَابُوا

خدا کے بندو! تمہیں جاننا چاہئے کہ پرہیزگاروں نے جانے والی دنیا اور آنے والی آخرت دونوں کے فائدے اٹھائے۔ وہ دنیا والوں کے ساتھ اُن کی دنیا میں شریک رہے، مگر دنیا دار اُن کی آخرت میں حصہ نہ لے سکے۔ وہ دنیا میں بہترین طریقہ پر رہے اور اچھے سے اچھا کھایا اور اس طرح وہ ان تمام چیزوں سے بہرہ یاب ہوئے جو عیش پسند لوگوں کو حاصل تھیں اور وہ سب کچھ حاصل کیا کہ جو سرکش و متکبر لوگوں کو حاصل تھا۔ پھر وہ منزل مقصود پر پہنچانے والے زاد کا سر و سامان اور نفع کا سودا کر کے دنیا سے روانہ ہوئے۔ انہوں نے دنیا میں رہتے ہوئے ترک دنیا کی لذت چکھی۔ اور یہ یقین رکھا کہ وہ کل اللہ کے پڑوس میں ہوں گے جہاں



لَذَّةَ زُهْدِ الدُّنْيَا فِي دُنْيَاهُمْ، وَتَيَقَّنُوا أَنَّهُمْ جِيرَانُ اللّٰهِ غَدًا فِي آخِرَتِهِمْ۔ لَا تُرَدُّ لَهُمْ دَعْوَةٌ وَلَا يَنْقُصُ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنْ لَذَّةٍ فَاحْذَرُوا عِبَادَ اللّٰهِ الْمَوْتَ وَقُرْبَهُ، وَأَعِدُّوا لَهُ عُدَّتَهُ، فَإِنَّهُ يَأْتِي بِأَمْرٍ عَظِيمٍ وَخَطْبٍ جَلِيلٍ، بِخَيْرٍ لَا يَكُونُ مَعَهُ شَرٌّ أَبَدًا، أَوْ شَرٍّ لَا يَكُونُ مَعَهُ خَيْرٌ أَبَدًا، فَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى الْجَنَّةِ مِنْ عَامِلِهَا؟ وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَى النَّارِ مِنْ عَامِلِهَا وَأَنْتُمْ طُرَدَاءُ الْمَوْتِ إِنْ أَقَمْتُمْ لَهُ أَخَذَكُمْ وَإِنْ فَرَرْتُمْ مِنْهُ أَدْرَكَكُمْ، وَهُوَ أَلْزَمُ لَكُمْ مِنْ ظِلِّكُمْ۔ الْمَوْتُ مَعْقُودٌ بِنَوَاصِيكُمْ وَالدُّنْيَا تُطْوَى مِنْ خَلْفِكُمْ فَاحْذَرُوا نَارًا قَعْرُهَا بَعِيدٌ، وَحَرُّهَا شَدِيدٌ وَعَذَابُهَا جَدِيدٌ۔ دَارٌ لَيْسَ فِيهَا رَحْمَةٌ وَلَا تُسْمَعُ فِيهَا دَعْوَةٌ وَلَا تُفَرَّجُ فِيهَا كُرْبَةٌ۔ وَإِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ يَشْتَدَّ خَوْفُكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَأَنْ يَحْسُنَ ظَنُّكُمْ بِهِ فَاجْمَعُوا بَيْنَهُمَا فَإِنَّ أَحْسَنَ النَّاسِ ظَنًّا بِاللّٰهِ أَشَدُّهُمْ خَوْفًا لِلّٰهِ۔

وَاعْلَمْ يَا مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي بَكْرٍ أَنِّي قَدْ وَلَّيْتُكَ أَعْظَمَ أَجْنَادِي فِي نَفْسِي أَهْلَ مِصْرَ، فَأَنْتَ مَحْقُوقٌ أَنْ تُخَالِفَ عَلَى نَفْسِكَ وَأَنْ تُنَافِحَ عَنْ دِينِكَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ

نہ اُن کی کوئی آواز ٹھکرائی جائے گی، نہ اُن کے حظ و نصیب میں کمی ہوگی۔ تو اللہ کے بندو! موت اور اُس کی آمد سے ڈرو، اور اُس کے لئے سر و سامان فراہم کرو۔ وہ آئے گی اور ایک بڑے حادثے اور سانحے کے ساتھ آئے گی۔ جس میں یا تو بھلائی ہی بھلائی ہوگی کہ بُرائی کا اُس میں کبھی گزر نہ ہوگا۔ یا ایسی برائی ہوگی کہ جس میں کبھی بھلائی کا شائبہ نہ آئے گا۔ کون ہے؟ جو جنت کے کام کرنے والے سے زیادہ جنت کے قریب ہو۔ اور کون ہے جو دوزخ کے کام کرنے والے سے زیادہ دوزخ کے نزدیک ہو؟ تم وہ شکار ہو جس کا موت پیچھا کئے ہوئے ہے۔ اگر تم ٹھہرے رہو گے جب بھی تمہیں گرفت میں لے لے گی، اور اگر اس سے بھاگو گے جب بھی وہ تمہیں پا لے گی وہ تو تمہارے سایہ سے بھی زیادہ تمہارے ساتھ ساتھ ہے۔ موت تمہاری پیشانی کے بالوں سے جکڑ کر باندھ دی گئی ہے، اور دنیا تمہارے عقب سے تہہ کی جا رہی ہے لہٰذا جہنم کی اس آگ سے ڈرو جس کا گہراؤ دور تک چلا گیا ہے جس کی تپش بے پناہ ہے اور جس کا عذاب ہمیشہ نیا اور تازہ رہتا ہے۔ وہ ایسا گھر ہے جس میں رحم و کرم کا سوال ہی نہیں، نہ اُس میں کوئی فریاد سنی جاتی ہے اور نہ کرب و اذیت سے چھٹکارا ملتا ہے اگر یہ کر سکو کہ تم اللہ کا زیادہ سے زیادہ خوف بھی رکھو اور اُس سے اچھی امید بھی وابستہ رکھو، تو ان دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لو۔ کیونکہ بندے کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی امید بھی ہوتی ہے جتنا کہ اُس کا ڈر ہوتا ہے اور جو سب سے زیادہ اللہ سے امید رکھتا ہے وہی سب سے زیادہ اُس سے خائف ہوتا ہے۔

اے محمد ابن ابی بکر! اس بات کو جان لو کہ میں تمہیں مصر والوں پر کہ جو میری سب سے بڑی سپاہ ہیں، حکمران بنایا ہے۔ اب تم سے میرا یہ مطالبہ ہے کہ تم اپنے نفس کی خلاف ورزی کرنا، اور اپنے دین کے لئے سینہ سپر رہنا۔ اگرچہ تمہیں زمانہ میں ایک ہی

لَكَ إِلاَّ سَاعَةٌ مِنَ الدَّهْرِ، وَلاَ تُسْخِطِ اللّٰهَ بِرِضَا أَحَدٍ مِنْ خَلْقِهِ فَإِنَّ خَلَفٌ فِي غَيْرِهِ۔ صَلِّ الصَّلَاةَ وَقْتَهَا لِاشْتِغَالٍ وَاعْلَمْ أَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ عَمَلِكَ تَبَعٌ لِصَلَاتِكَ۔

گھڑی کا موقع حاصل ہو اور مخلوقات میں سے کسی کو خوش کرنے کیلئے اللہ کو ناراض نہ کرنا کیونکہ اوروں کا عوض تو اللہ میں مل سکتا، مگر اللہ کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ نماز کو اُس کے مقررہ وقت پر ادا کرنا اور فرصت ہونے کی وجہ سے قبل از وقت نہ پڑھ لینا، اور نہ مشغولیت کی وجہ سے اُسے پیچھے ڈال دینا۔ یاد رکھو کہ تمہارا ہر عمل نماز کے تابع ہے۔

(وَمِنْهُ) فَإِنَّهُ لَا سَوَآءٌ إِمَامُ الْهُدٰى وَإِمَامُ الرَّدٰى، وَوَلِيُّ النَّبِيِّ وَعَدُوُّ النَّبِيِّ وَلَقَدْ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ: إِنِّي لَا أَخَافُ عَلٰى أُمَّتِي مُؤْمِنًا وَلَا مُشْرِكًا۔ أَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَمْنَعُهُ اللّٰهُ بِإِيْمَانِهِ وَأَمَّا الْمُشْرِكُ فَيَقْمَعُهُ اللّٰهُ بِشِرْكِهِ، وَلٰكِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ كُلَّ مُنَافِقِ الْجَنَانِ عَالِمِ اللِّسَانِ، يَقُوْلُ مَا تَعْرِفُوْنَ وَيَفْعَلُ مَا تُنْكِرُوْنَ۔

اس عہد نامہ کا ایک حصہ یہ ہے ہدایت کا امام اور ہلاکت کا پیشوا، پیغمبر کا دوست اور پیغمبر کا دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں نہ مومن سے کھٹکا ہے اور نہ مشرک سے کیونکہ مومن کی اللہ اس کے ایمان کی وجہ سے (گمراہ کرنے سے) حفاظت کرے گا اور مشرک کو اُس کے شرک کی وجہ سے ذلیل وخوار کرے گا۔ (کہ کوئی اس کی بات پر کان نہ دھرے گا) بلکہ مجھے تمہارے لئے ہر اُس شخص سے اندیشہ ہے کہ جو دل سے منافق اور زبان سے عالم ہے۔ کہتا ہوں کہ جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور کرتا وہ ہے جسے تم بُرا جانتے ہو۔

## مکتوب (۲۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلٰى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا۔ وَهُوَ مِنْ مَحَاسِنِ الْكُتُبِ:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ أَتَانِي كِتَابُكَ تَذْكُرُ فِيْهِ اصْطِفَاءَ اللّٰهِ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ لِدِيْنِهِ وَتَأْيِيْدِهِ إِيَّاهُ بِمَنْ أَيَّدَهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَلَقَدْ خَبَأَ لَنَا الدَّهْرُ مِنْكَ عَجَبًا إِذْ طَفِقْتَ تُخْبِرُ بِبَلَاءِ اللّٰهِ عِنْدَنَا وَنِعْمَتِهِ عَلَيْنَا فِي نَبِيِّنَا فَكُنْتَ فِي ذٰلِكَ

معاویہ کے نام:

یہ مکتوب امیر المومنینؑ کے بہترین مکتوب میں سے ہے۔

تمہارا خط پہنچا، تم نے اس میں یہ ذکر کیا ہے، کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کے لئے منتخب فرمایا، اور تائید و نصرت کرنے والے ساتھیوں کے ذریعہ اُن کو قوت و توانائی بخشی۔ زمانہ نے تمہارے عجائبات پر اب تک پردہ ہی ڈالے رکھا تھا جو یوں ظاہر ہو رہے ہیں کہ تم ہمیں ہی خبر دے رہے ہو، ان احسانات کی جو خود ہمیں پر ہوئے ہیں اور اس نعمت کی جو ہمارے رسولؐ کے ذریعہ سے ہمیں پر ہوئی ہے۔ اس طرح تم ویسے ٹھہرے جیسے ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے جانے والا یا



كَنَاقِلِ التَّمْرِ إِلٰى هَجَرَ أَوْ دَاعِي مُسَدِّدِهِ إِلَى النِّضَالِ۔ وَزَعَمْتَ أَنَّ أَفْضَلَ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَذَكَرْتَ أَمْرًا إِنْ تَمَّ اعْتَزَلَكَ كُلُّهُ، وَإِنْ نَقَصَ لَمْ تَلْحَقْكَ ثُلْمَتُهُ۔ وَمَا أَنْتَ وَالْفَاضِلَ وَالْمَفْضُوْلَ وَالسَّائِسَ وَالْمَسُوْسَ؟ وَمَا لِلطُّلَقَاءِ وَأَبْنَاءِ الطُّلَقَاءِ وَالتَّمْيِيْزَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ وَتَرْتِيْبَ دَرَجَاتِهِمْ وَتَعْرِيْفَ طَبَقَاتِهِمْ هَيْهَاتَ لَقَدْ حَنَّ قِدْحٌ لَيْسَ مِنْهَا، وَطَفِقَ يَحْكُمُ فِيْهَا مَنْ عَلَيْهِ الْحُكْمُ لَهَا۔ أَلَا تَرْبَعُ أَيُّهَا الْإِنْسَانُ عَلٰى ظَلْعِكَ وَتَعْرِفُ قُصُوْرَ ذَرْعِكَ؟ وَتَتَأَخَّرُ حَيْثُ أَخَّرَكَ الْقَدَرُ فَمَا عَلَيْكَ غَلَبَةُ الْمَغْلُوْبِ وَلَا لَكَ ظَفَرُ الظَّافِرِ وَإِنَّكَ لَذَهَّابٌ فِي التِّيْهِ رَوَّاغٌ عَنِ الْقَصْدِ۔ أَلَا تَرٰى۔ غَيْرَ مُخْبِرٍ لَكَ وَلٰكِنْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ أُحَدِّثُ۔ أَنَّ قَوْمًا اسْتُشْهِدُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَلِكُلٍّ فَضْلٌ، حَتّٰى إِذَا اسْتُشْهِدَ شَهِيْدُنَا قِيْلَ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ، وَخَصَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ بِسَبْعِيْنَ تَكْبِيْرَةً عِنْدَ صَلَاتِهِ عَلَيْهِ۔ أَوَلَا تَرٰى أَنَّ قَوْمًا قُطِعَتْ أَيْدِيْهِمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ وَلِكُلٍّ فَضْلٌ۔ حَتّٰى إِذَا

اپنے استاد کو تیر اندازی کے مقابلے کی دعوت دینے والا۔ تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اسلام میں سب سے افضل فلاں اور فلاں (ابوبکر و عمر) ہیں۔ یہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر صحیح ہو تو تمہارا اس سے کوئی واسطہ نہیں، اور غلط ہو تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور بھلا کہاں تم اور کہاں یہ، بحث کو کون افضل ہے اور کون غیر افضل، اور کون حاکم ہے اور کون رعایا! بھلا آزاد کردہ لوگوں اور اُن کے بیٹوں کو یہ حق کہاں سے ہو سکتا ہے کہ وہ مہاجرین اولین کے درمیان امتیاز کرنے، اُن کے درجے ٹھہرانے اور اُن کے طبقے پہنچوانے بیٹھیں۔ کتنا نا مناسب ہے کہ جوئے کے تیروں میں نقلی تیر آواز دینے لگے اور کسی معاملہ میں وہ فیصلہ کرنے بیٹھے جس کے خود خلاف۔ بہرحال اس میں فیصلہ ہونا ہے۔ اے شخص، تو اپنے پیروں کے لنگ کو دیکھتے ہوئے اپنی حد پر ٹھہرتا کیوں نہیں، اور اپنی کوتہ دستی کو سمجھتا کیوں نہیں پیچھے ہٹ کر رکتا وہیں جہاں قضا و قدر کا فیصلہ تجھے پیچھے ہٹا چکا ہے۔ آخر تجھے کسی مغلوب کی شکست سے اور کسی فاتح کی کامرانی سے سروکار ہی کیا ہے! تمہیں محسوس ہونا چاہئے کہ تم حیرت و سرگشتگی میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہو، اور راہ راست سے منحرف ہو۔ آخر تم نہیں دیکھتے اور یہ میں جو کہتا ہوں، تمہیں کوئی اطلاع دینا نہیں ہے، بلکہ اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ کرنا ہے کہ مہاجرین و انصار کا ایک گروہ خدا کی راہ میں شہید ہوا، اور سب کے لئے فضیلت کا ایک درجہ ہے۔ مگر جب ہم میں سے شہید نے جام شہادت پیا تو اُسے سید الشہداء کہا گیا اور پیغمبرؐ نے صرف اُسے یہ خصوصیت بخشی کہ اُس کی نماز جنازہ میں ستر تکبیریں کہیں، اور کیا نہیں دیکھتے کہ بہت لوگوں کے ہاتھ خدا کی راہ میں کاٹے گئے اور ہر ایک کے لئے ایک حد تک فضیلت ہے مگر جب ہمارے آدمی کے لئے یہی ہوا جو اوروں کے ساتھ

فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ۔ حَتّٰی إِذَا فُعِلَ بِوَاحِدِنَا مَا فُعِلَ بِوَاحِدِهِمْ قِيْلَ الطَّيَّارُ فِی الْجَنَّةِ وَذُوالْجَنَاحَيْنِ، وَلَوْلَا مَانَهَی اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ تَزْكِيَةِ الْمَرْءِ نَفْسَهُ لَذَكَرَ ذَاكِرٌ فَضَائِلَ جَمَّةً تَعْرِفُهَا قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا تَمُجُّهَا آذَانُ السَّامِعِيْنَ فَدَعْ عَنْكَ مَنْ مَالَتْ بِهِ الرَّمِيَّةُ فَإِنَّا صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالنَّاسُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا۔ لَمْ يَمْنَعْنَا قَدِيْمُ عِزِّنَا وَلَا عَادِیُّ طَوْلِنَا عَلٰی قَوْمِكَ أَنْ خَلَطْنَاكُمْ بِأَنْفُسِنَا فَنَكَحْنَا وَأَنْكَحْنَا فِعْلَ الْأَكْفَاءِ وَلَسْتُمْ هُنَاكَ۔ وَأَنّٰی يَكُوْنُ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ وَمِنَّا النَّبِیُّ وَمِنْكُمُ الْمُكَذِّبُ، وَمِنَّا أَسَدُ اللّٰهِ وَمِنْكُمْ أَسَدُ الْأَحْلَافِ، وَمِنَّا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمِنْكُمْ صِبْيَةُ النَّارِ، وَمِنَّا خَيْرُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ وَمِنْكُمْ حَمَّالَةُ الْحَطَبِ فِیْ كَثِيْرٍ مِمَّا لَنَا وَعَلَيْكُمْ۔

فَإِسْلَامُنَا مَا قَدْ سُمِعَ، وَجَاهِلِيَّتُنَا لَا تُدْفَعُ، وَكِتَابُ اللّٰهِ يَجْمَعُ لَنَا مَا شَذَّ عَنَّا وَهُوَ قَوْلُهُ، "وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ" وَقَوْلُهُ تَعَالٰی "إِنَّ أَوْلَی النَّاسِ بِإِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِيْنَ"، فَنَحْنُ مَرَّةً أَوْلٰی بِالْقَرَابَةِ، وَتَارَةً أَوْلٰی بِالطَّاعَةِ۔ وَلَمَّا احْتَجَّ

ہو چکا تھا تو اسے الطیار فی الجنہ (جنت میں پرواز کرنے والا) اور ذوالجناحین (دو پروں والا) کہا گیا اور اگر خداوند عالم نے خودستائی سے روکا نہ ہوتا تو بیان کرنے والا اپنے بھی وہ فضائل بیان کرتا کہ مومنوں کے دل جن کا اعتراف کرتے ہیں، اور سننے والوں کے کان انہیں اپنے سے الگ نہیں کرنا چاہتے۔ ایسوں کا ذکر کیوں کرو جن کا تیر نشانوں سے خطا کرنے والا ہے۔ ہم وہ ہیں جو براہِ راست اللہ سے نعمتیں لے کر پروان چڑھے ہیں اور دوسرے ہمارے احسان پروردہ ہیں۔ ہم نے اپنی نسلاً بعد نسل چلی آنے والی عزت اور تمہارے خاندان پر قدیمی برتری کے باوجود کوئی خیال نہ کیا، اور تم سے میل جول رکھا، اور برابر والوں کی طرح رشتے دیئے لئے۔ حالانکہ تم اس منزلت پر نہ تھے اور ہو کیسے سکتے ہو جبکہ ہم میں نبی اور تم میں جھٹلانے والا ہم میں اسد اللہ اور تم میں اسد الاحلاف ہم میں دو سردار جوانانِ اہل جنت اور تم میں جہنمی لڑکے، ہم میں سردار زنانِ عالمیان، اور تم میں حمالۃ الحطب اور ایسی ہی بہت باتیں جو ہماری بلندی اور تمہاری پستی کی آئینہ دار ہیں۔

چنانچہ ہمارا ظہور اسلام کے بعد کا دور بھی وہ ہے جس کی شہرت ہے اور جاہلیت کے دور کا بھی ہمارا امتیاز ناقابل انکار ہے اور اس کے بعد جو رہ جائے، وہ اللہ کی کتاب جامع الفاظ میں ہماری لئے بتا دیتی ہے، ارشادِ الٰہی ہے "قرابت اور آپس میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں۔" دوسری جگہ پر ارشاد فرمایا ہے "ابراہیمؑ کے زیادہ حق دار وہ لوگ تھے جو اُن کے پیروکار تھے اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور اللہ ایمان والوں کا سرپرست ہے۔" تو ہمیں قرابت کی وجہ سے بھی دوسروں پر فوقیت حاصل ہے اور اطاعت کی وجہ سے بھی ہمارا حق فائق ہے اور سقیفہ کے دن جب مہاجرین نے رسول کی



الْمُهَاجِرُوْنَ عَلَی الْأَنْصَارِ يَوْمَ السَّقِيْفَةِ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ فَلَجُوْا عَلَيْهِمْ فَإِنْ يَكُنِ الْفَلَجُ بِهٖ فَالْحَقُّ لَنَا دُوْنَكُمْ، وَإِنْ يَكُنْ بِغَيْرِهٖ فَالْأَنْصَارُ عَلٰی دَعْوَاهُمْ وَزَعَمْتَ أَنِّیْ لِكُلِّ الْخُلَفَاءِ حَسَدْتُ وَعَلٰی كُلِّهِمْ بَغَيْتُ، فَإِنْ يَكُنْ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ فَلَيْسَ الْجِنَايَةُ عَلَيْكَ فَيَكُوْنُ الْعُذْرُ إِلَيْكَ:

"وَتِلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عَنْكَ عَارُهَا"

وَقُلْتَ إِنِّیْ كُنْتُ أُقَادُ كَمَا يُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوْشُ حَتّٰی أُبَايِعَ وَلَعَمْرُ اللّٰهِ لَقَدْ أَرَدْتَ أَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ وَأَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ۔ وَمَا عَلَی الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَةٍ فِیْ أَنْ يَكُوْنَ مَظْلُوْمًا مَا لَمْ يَكُنْ شَاكًّا فِیْ دِيْنِهٖ وَلَا مُرْتَابًا بِيَقِيْنِهٖ وَهٰذِهٖ حُجَّتِیْ إِلٰی غَيْرِكَ قَصْدُهَا، وَلٰكِنِّیْ أَطْلَقْتُ لَكَ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِكْرِهَا۔ ثُمَّ ذَكَرْتَ مَا كَانَ مِنْ أَمْرِیْ وَأَمْرِ عُثْمَانَ فَلَكَ أَنْ تُجَابَ عَنْ هٰذِهٖ لِرَحِمِكَ مِنْهُ فَأَيُّنَا كَانَ أَعْدٰی لَهٗ وَأَهْدٰی إِلٰی مَقَاتِلِهٖ۔ أَمَنْ بَذَلَ لَهٗ نُصْرَتَهٗ فَاسْتَقْعَدَهٗ وَاسْتَكَفَّهٗ، أَمَّنِ اسْتَنْصَرَهٗ فَتَرَاخٰی عَنْهُ وَبَثَّ الْمَنُوْنَ إِلَيْهِ حَتّٰی أَتٰی قَدَرُهٗ عَلَيْهِ كَلَّا وَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمَ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ

قرابت کو استدلال میں پیش کیا تو انصار کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے تو ان کی کامیابی اگر قرابت کی وجہ سے تھی، تو پھر یہ خلافت ہمارا حق ہے نہ کہ ان کا اور اگر استحقاق کا کچھ اور معیار ہے تو انصار کا دعویٰ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے سب خلفاء پر حسد کیا اور اُن کے خلاف شورشیں کھڑی کیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو اس سے میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم سے معذرت کروں۔ (بقول شاعر) "یہ ایسی خطاب ہے جس سے مجھے بیعت کے لئے یوں کھینچ کر لایا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے ہوئے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے تو خالق کی ہستی کی قسم! تم اُترے تو برائی کرنے پر تھے، کہ تعریف کرنے لگے۔ چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا ہوگئے۔ بھلا مسلمان آدمی کے لئے اس میں کون سی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو جبکہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اُس کا یقین ڈانوا ڈول ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا، تم سے کر دیا۔

پھر تم نے میرے اور عثمان کے معاملہ کا ذکر کیا ہے تو ہاں اس میں تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تمہیں جواب دیا جائے کیونکہ تمہاری ان سے قرابت ہوتی ہے۔ اچھا تو پھر (سچ سچ) بتاؤ کہ ہم دونوں میں اُن کے ساتھ زیادہ دشمنی کرنے والا، اور اُن کے قتل کا سروسامان کرنے والا کون تھا وہ کہ جس نے اپنی امداد کی پیش کش کی، اور انہوں نے اُسے بٹھا دیا اور روک دیا، یا وہ کہ جس سے انہوں نے مدد چاہی اور وہ ٹال گیا، اور اُن کے مقدر کی موت نے انہیں آ گھیرا، ہرگز نہیں! خدا کی قسم! (وہ پہلا زیادہ دشمن ہرگز قرار نہ پا سکتا) اللہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جنگ سے دوسروں کو روکنے والے ہیں اور اپنے بھائی بندوں سے کہنے والے ہیں کہ آؤ ہماری طرف آؤ، اور خود بھی جنگ کے موقع پر برائے نام ٹھہرتے ہیں۔" بے شک میں اس چیز

إِلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْسَ إِلَّا قَلِيلًا وَمَا كُنْتُ لَأَعْتَذِرَ مِنْ أَنِّي كُنْتُ أَنْقِمُ عَلَيْهِ أَحْدَاثًا، فَإِنْ كَانَ الذَّنْبُ إِلَيْهِ إِرْشَادِيْ وَهِدَايَتِيْ لَهُ فَرُبَّ مَلُوْمٍ لَا ذَنْبَ لَهُ:
وَقَدْ يَسْتَفِيْدُ الظِّنَّةَ الْمُتَنَصِّحُ وَمَا أَرَدْتُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔ وَذَكَرْتَ أَنَّهُ لَيْسَ لِيْ وَلِأَصْحَابِيْ عِنْدَكَ إِلَّا السَّيْفُ۔ وَلَقَدْ أَضْحَكْتَ بَعْدَاسْتِعْبَارٍ، مَتٰى أُلْفِيَتْ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَنِ الْأَعْدَآءِ نَاكِلِيْنَ وَبِالسُّيُوْفِ مُخَوَّفِيْنَ:
لَبِّثْ قَلِيْلًا يَلْحَقِ الْهَيْجَا حَمَلْ"
فَسَيَطْلُبُكَ مَنْ تَطْلُبُ، وَيَقْرُبُ مِنْكَ مَاتَسْتَبْعِدُ، وَأَنَا مُرْقِلٌ نَحْوَكَ فِيْ جَحْفَلٍ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ وَالْأَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ شَدِيْدٍ زِحَامُهُمْ سَاطِعٍ قَتَامُهُمْ مُتَسَرْبِلِيْنَ سَرَابِيْلَ الْمَوْتِ أَحَبُّ اللِّقَاءِ إِلَيْهِمْ لِقَاءُ رَبِّهِمْ، قَدْ صَحِبَتْهُمْ ذُرِّيَّةٌ بَدْرِيَّةٌ وَسُيُوْفٌ هَاشِمِيَّةٌ قَدْ عَرَفْتَ مَوَاقِعَ نِصَالِهَا فِيْ أَخِيْكَ وَخَالِكَ وَجَدِّكَ وَأَهْلِكَ:
"وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ۔"

کے لئے معذرت کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ میں اُن کی بعض بدعتوں کو ناپسند کرتا تھا۔ اگر میری خطا یہی ہے کہ میں انہیں صحیح راہ دکھاتا تھا اور ہدایت کرتا تھا، تو اکثر ناکردہ گناہ ملامتوں کا نشان بن جایا کرتے ہیں اور کبھی نصیحت کرنیوالے کو بدگمانی کا مرکز بن جانا پڑتا ہے۔ میں نے تو جہاں تک بن پڑا یہی چاہا کہ اصلاح حال ہو جائے اور مجھے توفیق حاصل ہونا ہے تو صرف اللہ سے۔ اسی پر میرا بھروسا ہے اور اُسی سے لو لگاتا ہوں۔

تم نے مجھے لکھا ہے کہ "میرے اور میرے ساتھیوں کے لئے تمہارے پاس بس تلوار ہے۔" یہ کہہ کر تو تم روتوں کو بھی ہنسانے لگے۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ تم نے اولاد عبدالمطلب کو کب دشمن سے پیٹھ پھیراتے ہوئے پایا، اور کب تلواروں سے خوفزدہ ہوتے دیکھا۔ (اگر یہی ارادہ ہے تو پھر بقول شاعر)

"تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے۔" عنقریب جسے تم طلب کر رہے ہو وہ خود تمہاری تلاش میں نکل کھڑا ہوگا اور جسے دور سمجھ رہے ہو وہ قریب پہنچے گا۔ میں تمہاری طرف مہاجرین و انصار اور اچھے طریقے سے اُن کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کا لشکر جرار لے کر عنقریب اڑتا ہوا آ رہا ہوں۔ ایسا لشکر کہ جس میں بے پناہ ہجوم اور پھیلا ہوا گرد و غبار ہوگا۔ وہ موت کے کفن پہنے ہوئے ہوں گے۔ ہر ملاقات سے زیادہ انہیں لقائے پروردگار محبوب ہوگی۔ اُن کے ساتھ شہدائے بدر کی اولاد اور ہاشمی تلواریں ہوں گی کہ جن کی تیز دھار کی کاٹ تم اپنے ماموں، بھائی نانا اور کنبہ والوں میں دیکھ چکے ہو۔

"وہ ظالموں سے اب بھی دور نہیں ہیں۔"

۱ امیر المومنین علیہ السلام کا یہ مکتوب معاویہ کے اُس خط کے جواب میں ہے جو اس نے ابوامامہ باہلی کے ہاتھ حضرت کے پاس کوفہ بھیجا تھا اور اُس میں بعض اُن باتوں کا بھی جواب ہے جو اُس نے ابومسلم خولانی کے ہاتھ بھجوائے ہوئے خط میں تحریر کی تھیں۔



معاویہ نے ابوامامہ کے خط میں بعثت پیغمبرؐ اور اُن کے وحی و رسالت پر فائز ہونے کا تذکرہ کچھ اس انداز میں کیا کہ گویا یہ چیزیں امیر المومنینؑ کے لئے انجانی اور ان سمجھی ہیں، اور آپ اُس کے بتانے اور سمجھانے کے محتاج ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اجنبی گھر والوں کو ان کے گھر کا نقشہ بتانے بیٹھے اور ان کی دیکھی بھالی ہوئی چیزوں سے آگاہ کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت نے اس کی روش پر تعجب کرتے ہوئے اُسے اس شخص کے مانند قرار دیا ہے جو ہجر کی طرف کھجوریں لاد کر لے گیا تھا۔ حالانکہ خود ہجر میں بڑی کثرت سے کھجور پیدا ہوتی تھی۔

یہ ایک مثل ہے کہ جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی اپنے سے زیادہ جاننے والے اور واقف کار کو بتانے بیٹھ جائے۔ اس مثل کو واقعہ یہ ہے کہ ہجر سے کہ جو بحرین کے نزدیک ایک شہر ہے ایک شخص بصرہ میں خرید و فروخت کے لئے آیا اور مال فروخت کرنے کے لئے جب خریدنے کے لئے بازار کا جائزہ لیا تو کھجوروں کے علاوہ اُسے کوئی چیز ارزاں نظر نہ آئی۔ لہٰذا اس نے کھجوروں ہی کے خریدنے کا فیصلہ کیا، اور جب کھجوریں لاد کر ہجر پہنچا تو وہاں کی کثرت و ارزانی کی وجہ سے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ فی الحال انہیں ذخیرہ کر کے رکھ دے، اور جب اُن کا بھاؤ چڑھے تو انہیں فروخت کرے۔ مگر اُن کا بھاؤ دن بدن گھٹتا گیا یہاں تک کہ اس انتظار میں وہ تمام کی تمام گل سڑ گئیں اور اُس کے پلے گٹھلیوں کے علاوہ کچھ نہ پڑا۔ بہر حال معاویہ نے پیغمبرؐ کے مبعوث برسالت ہونے کا تذکرہ کرنے کے بعد خلفائے ثلاثہ کے محامد و فضائل اور اُن کے مراتب و مدارج پر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے تحریر کیا۔

فکان افضلھم مرتبۃ واعلاھم عند اللّٰہ والمسلمین منزلۃ الخلیفۃ الاوّل الذی جمع الکلمۃ ولم الدعوۃ وقاتل اھل الردۃ ثم الخلیفۃ الثانی الذی فتح الفتوح و مصر الامصار واُذل رقاب المشرکین ثم الخلیفۃ الثالث المظلوم الذی نشر الملۃ وطبق الافاق بالکلمۃ الحنیفیۃ۔
(شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۴۴۸)

صحابہ میں سب سے افضل اور اللہ اور مسلمانوں کے نزدیک سب سے رفیع المنزلت خلیفہ اول تھے جنہوں نے سب کو ایک آواز پر جمع کیا، انتشار کو مٹایا اور اہل ردہ سے جنگ و قتال کیا۔ ان کے بعد خلیفہ ثانی کا درجہ ہے جنہوں نے فتوحات حاصل کیں، شہروں کو آباد کیا، اور مشرکین کی گردنوں کو ذلیل کیا۔ پھر خلیفہ ثالث کا درجہ ہے جو مظلوم و ستم رسیدہ تھے، انہوں نے ملت کو فروغ دیا، اور کلمہ حق پھیلایا۔

معاویہ کے اس ساز بے آہنگ کے چھیڑنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُن باتوں سے آپ کے احساسات کو مجروح اور جذبات کو مشتعل کر کے آپ کے قلم یا زبان سے ایسی بات اگلوائے کہ جس سے اصحاب ثلاثہ کی مذمت و تنقیص ہوتی ہو، اور پھر اُسے اچھال کر شام و عراق کے باشندوں کو آپ کے خلاف بھڑکائے۔ اگرچہ وہ اہل شام کے ذہنوں میں پہلے یہ بٹھا چکا تھا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کے خلاف لوگوں کو اکسایا، طلحہ و زبیر کو قتل کرایا، اُم المومنینؓ کو گھر سے بے گھر کیا اور ہزاروں مسلمانوں کا خون بہایا، اور وہ اصل واقعات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان بے بنیاد باتوں پر یقین کئے بیٹھے تھے۔ پھر بھی محاذ اختلاف کو مضبوط کرنے کے لئے اُس نے ضروری سمجھا کہ انہیں یہ ذہن نشین کرائے کہ حضرت اصحاب ثلاثہ کی فضیلت سے انکاری، اور اُن سے دشمنی و عناد رکھتے ہیں اور سند میں آپ کی تحریر کو پیش کرے اور اُس کے ذریعہ سے اہل عراق کو بھی ورغلائے کیونکہ ان کی اکثریت ان خلفاء کے ماحول سے متاثر اور اُن کی فضیلت و برتری کی قائل تھی۔ مگر امیر المومنینؑ نے اس کے مقصد کو بھانپ کر ایسا جواب دیا کہ جس سے اُس کی زبان میں گرہ لگ جائے اور کسی

کے سامنے اُسے پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے، چنانچہ اُس کی اسلام دشمنی اور بمجبوری اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے اُس کی پست مرتگی کو ظاہر کرتے ہوئے اُسے اپنی حد پر ٹھہرنے کی ہدایت کی ہے اور اُن مہاجرین کے درجات مقرر کرنے اور ان کے طبقات پہچنوانے سے متنبہ کیا ہے کہ جو اس کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہرصورت فوقیت رکھتے تھے کہ انہوں نے ہجرت میں پیش قدمی کی اور یہ چونکہ طلیق و آزاد کردہ، اور مہاجرین سے دور کا بھی واسطہ نہ رکھتا تھا۔ اس لئے مسئلہ زیرِ بحث میں اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو جوئے کے تیروں میں نقلی تیر کی ہوتی ہے اور یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے جہاں کوئی شخص ایسے لوگوں پر فخر کرے کہ جن سے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ رہا اس کا یہ دعویٰ کہ فلاں اور فلاں افضل ہیں تو حضرت نے لفظ زعمت سے واضح کر دیا کہ یہ اُس کا ذاتی خیال ہے سے حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ یہ لفظ اُسی موقع پر استعمال ہوتی ہے، جہاں کسی غلط اور خلافت موقع چیز کا ادعا کیا جائے۔

اس دعوائے افضلیت کو زعم باطل قرار دینے کے بعد بنی ہاشم کے اُن خصوصیات و امتیازات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو دوسروں کے مقابلہ میں ان کے کمالات کی بلند حیثیت کو نمایاں کرتے ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے پیغمبرؐ کے ساتھ شریک ہو کر شہادت کا شرف حاصل کیا، انہوں نے بلند سے بلند درجات پائے۔ مگر حسن کارکردگی کی وجہ سے جو امتیاز حضرت حمزہ کو حاصل ہوا، وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے انہیں سید الشہداء کے لقب سے یاد کیا اور چودہ مرتبہ اُن پر نماز جنازہ پڑھی کہ جس سے تکبیروں کی مجموعی تعداد ستر تک پہنچ گئی۔ اسی طرح مختلف جنگوں میں مجاہدین کے ہاتھ قطع ہوئے۔ چنانچہ جنگ بدر میں حبیب ابن یساف اور معاذ ابن جبل کے اور جنگ اُحد میں عمرو ابن جموح سلمیٰ اور عبید اللہ ابن عتیک کے ہاتھ کاٹے گئے مگر جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر ابن ابی طالب کے ہاتھ قطع ہوئے تو پیغمبر نے انہیں یہ خصوصیت بخشی کہ انہیں الطیار فی الجنہ اور ذو الجناحین کے لقب سے یاد کیا۔ بنی ہاشم کے امتیاز خصوصی کے بعد اپنے اُن فضائل و کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جن سے تاریخ و حدیث کے دامن چھلک رہے ہیں اور جن کی صحت شک و شبہات سے آلودہ نہ ہو سکی۔ چنانچہ محدثین کا قول ہے۔

ماجاء لاحد من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من الفضائل بالا سانيد الحسان ماجاء لعلی ابن ابی طالب۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۷۹)

جتنی قابل وثوق ذرائع سے علی ابن ابی طالبؑ کی فضیلت میں احادیث وارد ہوئی ہیں، پیغمبر کے صحابہ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی نہیں آئیں۔

ان فضائل مخصوصہ اہل بیتؑ میں سے ایک اہم فضیلت یہ ہے جس کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے کہ نحن صنائع اللہ والناس بعد صنائع لنا یہ وہ معراج فضیلت ہے کہ جس کی بلندیوں تک بلند سے بلند شخصیت کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر منزلت اُس کے سامنے پست و سرنگوں نظر آتی ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید اس جملہ کی عظمت و رفعت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کے معانی و مطالب کے سلسلہ میں تحریر کرتے ہیں۔

يقول ليس من البشر علينا نعمة بل الله تعالىٰ هو الذى انعم علينا فليس بيننا وبينه واسطة والناس باسرهم

حضرتؑ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ ہم پر کسی بشر کا احسان نہیں، بلکہ خداوند عالم نے ہمیں تمام نعمتیں براہِ راست دی ہیں اور ہمارے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ حائل نہیں ہے



صنائعنا فنحن الواسطة بينهم و بين الله تعالىٰ وهٰذا مقام جليل ظاهرة ماسمعت و باطنه انهم عبيد الله و ان الناس عبيدهم

(شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص ۴۵۱)

اور تمام لوگ ہمارے احسان پروردہ اور ساختہ و پرداختہ ہیں اور ہم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ یہ ایک عظیم منزلت اور جلیل مقام ہے۔ ان الفاظ کا ظاہر مفہوم وہی ہے جو تمہارے گوش گذار ہو چکا ہے لیکن ان کے باطنی معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں اور تمام لوگ ہمارے بندے اور حلقہ بگوش ہیں۔

لہٰذا جب یہ فیضان الٰہی کی منزل اول اور مخلوق کے لئے سرچشمہ نعمات ٹھہرے تو مخلوقات میں سے کسی کو ان کی سطح پر نہیں لایا جا سکتا اور نہ دوسروں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کے قائم کرنے سے کسی کو ان کا ہم پایہ تصور کیا جا سکتا ہے چہ جائیکہ وہ افراد کہ جو اُن کے کمالات و خصوصیات سے ایک متضاد حیثیت رکھتے ہوں، اور ہر موقعہ پر حق و صداقت سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام معاویہ کے سامنے تصور کے دونوں رخ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم میں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، اور جھٹلانے والوں میں پیش پیش تمہارا باپ ابوسفیان تھا۔ ہم میں سے حضرت حمزہ تھے جنہیں پیغمبرؐ نے اسد اللہ کا لقب دیا۔ اور تمہارا نانا عتبہ ابن ربیعہ اسد الاحلاف ہونے پر نازاں تھا۔ چنانچہ جب جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ اور عتبہ ابن ربیعہ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت حمزہؓ نے کہا انا حمزة ابن عبد المطلب اسد الله، واسد رسولہ (میں حمزہ ابن عبد المطلب ہوں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ کا شیر ہے) جس پر عتبہ نے کہا انا اسد الحلفاء (میں ہم سوگند جماعت کا شیر ہوں) اور اسد الاحلاف بھی روایت ہوا ہے۔ مقصد اس کا یہ تھا کہ وہ حلف اٹھانے والی جامعت کا سردار تھا۔ اس حلف کا واقعہ یہ ہے کہ جب بنی عبد مناف کے قبائل عرب میں ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوئی تو انہوں نے چاہا کہ بنی عبد الدار کے ہاتھوں میں خانہ کعبہ کے منصب ہیں وہ اُن سے لے لئے جائیں اور انہیں تمام عہدوں سے الگ کر دیا جائے اس سلسلہ میں بنی عبد مناف نے بنی اسد ابن عبد العزیٰ، بنی تیم، بنی زہرہ اور بنی حارث کو اپنے ساتھ ملا لیا اور باہم عہد و پیماں کیا اور اس عہد کو استوار کرنے کے لئے عطر میں اپنے ہاتھ ڈبو کر حلف اٹھایا کہ وہ ایک دوسرے کی نصرت و امداد کریں گے جس کی وجہ سے یہ قبائل خلفاء مطیبین کہلاتے ہیں اور دوسری طرف بنی عبد الدار، بنی مخزوم، بنی سہم اور بنی عدی نے بھی حلف اٹھایا کہ وہ بنی عبد مناف اور ان کے خلیف قبائل کا مقابلہ کریں گے۔ یہ قبائل احلاف کہلاتے ہیں۔ عتبہ نے خلفاء و مطیبین کا اپنے کو سردار گمان کیا ہے۔ بعض شارحین نے اس سے ابوسفیان مراد لیا ہے چونکہ اُس نے جنگ خندق میں رسولؐ سے لڑنے کے لئے مختلف قبائل سے حلف لیا تھا اور بعض نے اس سے اسد ابن عبد العزیٰ مراد لیا ہے، لیکن یہ قول چنداں وزن نہیں رکھتا کیونکہ یہاں روئے سخن معاویہ سے ہے اور اس سے معاویہ پر کوئی زد نہیں پڑتی جبکہ بنی عبد مناف بھی اس حلف میں شامل تھے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور پیغمبرؐ کے حدیث "الحسن والحسین سید اشباب اهل الجنة" کی طرف اشارہ ہے اور تم میں سے جہنمی لڑکے ہیں یہ عتبہ ابن معیط کے لڑکوں کی طرف اشارہ ہے کہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دیتے ہوئے پیغمبر نے عتبہ سے کہا تھا کہ لك ولهم النار (تیرے اور تیرے لڑکوں کے لئے جہنم ہے) پھر فرماتے ہیں کہ ہم میں سے بہترین زنانِ عالمیاں فاطمۃ الزہرہؑ ہیں اور تم میں سے حمالۃ الحطب اس سے معاویہ کی پھوپھی ام جمیل بنت حرب مراد ہے کہ جو ابولہب کے گھر میں تھی۔ یہ کانٹے جمع کر کے رسول اللہؐ کی راہ میں بچھایا کرتی تھی۔ قرآن مجید میں ابولہب کے ساتھ اس کا بھی تذکرہ ان لفظوں میں ہے۔

سیصلی نارًا ذات لهب وامرآته حمالة الحطب۔

وہ عنقریب بھڑکنے والی آگ میں داخل ہوگا اور اس کی بیوی لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے پھرتی ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ جو شخص پند و نصیحت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے، تو اس میں اس کے ذاتی اغراض و مقاصد کا لگاؤ سمجھا جاتا ہے۔ خواہ وہ نصیحتیں کتنی ہی نیک نیتی و بے غرضی پر مبنی ہوں۔ یہ مصرع ایسے ہی مواقع پر بطورِ مثل استعمال ہوتا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

وکم سقت فی اٰثارکم من نصیحة — وقد یستفید الظنة المتنصح

۳؎ یہ مصرع حمل ابن بدر کا ہے اور پورا شعر اس طرح ہے۔

لبث قلیلا یلحق الهیجاء حمل — ما احسن الموت اذا الموت نزل

تھوڑی دیر دم لو کہ حمل میدان جنگ میں پہنچ لے — موت وارد ہونے کے وقت کتنی حسین دلکش ہوتی ہے

اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک ابن زہیر نے حمل کو جنگ کی دھمکی جس کے جواب میں اُس نے یہ شعر پڑھا اور پھر مالک پر حملہ کیا، اور اُسے قتل کر دیا۔ جب مالک کے بھائی نے یہ دیکھا تو اس نے قصاص میں حمل اور اُس کے بھائی حذیفہ کو مار دیا۔ چنانچہ اُس نے اپنے اس شعر میں اس کا ذکر کیا ہے۔

شفیت النفس من حمل ابن بدر — وسیفی من حذیفة قد شفانی

میں نے حمل ابن بدر سے بدلہ لیکر اپنے نفس کا اضطراب دور کیا — اور میری تلوار نے حذیفہ کو قتل کر کے مجھے تسکین دی۔

## مکتوب (۲۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَهْلِ الْبَصْرَةِ:
وَقَدْ كَانَ مِنِ انْتِشَارِ حَبْلِكُمْ وَ شِقَاقِكُمْ مَالَمْ تَغْبُوا عَنْهُ، فَعَفَوْتُ عَنْ مُجْرِمِكُمْ، وَرَفَعْتُ السَّيْفَ عَنْ مُدْبِرِكُمْ، وَقَبِلْتُ مِنْ مُقْبِلِكُمْ۔ فَإِنْ خَطَتْ بِكُمُ الْأُمُورُ الْمُرْدِيَةُ وَسَفَهُ الْآرَاءِ الْجَائِرَةِ إِلَى مُنَابَذَتِي وَخِلَافِي فَهَا أَنَا ذَا قَدْ لَئِنْ الْجَأْتُمُونِي إِلَى الْمَسِيرِ إِلَيْكُمْ لَأُوقِعَنَّ بِكُمْ وَقْعَةً لَا يَكُونُ يَوْمُ الْجَمَلِ إِلَيْهَا إِلَّا كَلَعْقَةِ لَاعِقٍ، مَعَ أَنِّي عَارِفٌ لِذِي الطَّاعَةِ مِنْكُمْ فَضْلَهُ وَلِذِي النَّصِيحَةِ حَقَّهُ، غَيْرَ مُتَجَاوِزٍ مُتَّهَمًا إِلَى بَرِيءٍ، وَلَا نَاكِثًا إِلَى وَفِيٍّ۔

اہلِ بصرہ کی طرف:
تمہاری تفرقہ پردازی و شورش انگیزی کی جو حالت تھی، اُس کو تم خود سمجھ سکتے ہو، لیکن میں نے تمہارے مجرموں سے درگزر کیا، پیٹھ پھرانے والوں سے تلوار روک لی اور بڑھ کر آنے والوں کے لئے میں نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ اب اگر پھر تباہ کن اقدامات اور کج فہمیوں سے پیدا ہونے والے سفیہانہ خیالات نے تمہیں عہد شکنی اور میری مخالفت کی راہ پر ڈالا، تو سن لو کہ میں نے اپنے گھوڑوں کو قریب کر لیا ہے اور اونٹوں پر پالان کس لیا ہے اور تم نے مجھے حرکت کرنے پر مجبور کیا تو تم میں اس طرح معرکہ آرائی کروں گا کہ اس کے سامنے جنگ جمل کی حقیقت بس یہ رہ جائے گی جیسی کوئی زبان سے کوئی چیز چاٹ لے۔ پھر بھی جو تم میں فرمانبردار ہیں ان کے فضل و شرف اور خیر خواہی کرنے والے کے حق کو پہچانتا ہوں اور میرے یہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ مجرموں کے ساتھ بے گناہ اور عہد شکنوں کے ساتھ وفادار بھی لپیٹ میں آ جائیں۔

## مکتوب (۳۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ
فَاتَّقِ اللَّهَ فِيمَا لَدَيْكَ، وَانْظُرْ فِي حَقِّهِ عَلَيْكَ، وَارْجِعْ إِلَى مَعْرِفَةِ مَالَا تُعْذَرُ بِجَهَالَتِهِ، فَإِنَّ لِلطَّاعَةِ أَعْلَامًا وَاضِحَةً، وَسُبُلًا نَيِّرَةً، وَمَحَجَّةً نَهْجَةً وَغَايَةً مَطْلُوبَةً يَرِدُهَا الْأَكْيَاسُ وَيُخَالِفُهَا الْأَنْكَاسُ۔ مَنْ نَكَبَ عَنْهَا جَارَ عَنِ الْحَقِّ وَخَبَطَ فِي التِّيهِ، وَغَيَّرَ اللَّهُ نِعْمَتَهُ، وَأَحَلَّ بِهِ نِقْمَتَهُ۔ فَنَفْسَكَ نَفْسَكَ فَقَدْ بَيَّنَ اللَّهُ لَكَ سَبِيلَكَ وَحَيْثُ تَنَاهَتْ بِكَ أُمُورُكَ فَقَدْ أَجْرَيْتَ إِلَى غَايَةِ خُسْرٍ وَمَحَلَّةِ كُفْرٍ، وَإِنَّ نَفْسَكَ قَدْ أَوْلَجَتْكَ شَرًّا وَأَقْحَمَتْكَ غَيًّا، وَأَوْرَدَتْكَ الْمَهَالِكَ وَأَوْعَرَتْ عَلَيْكَ الْمَسَالِكَ۔

معاویہ کے نام:
جو دنیا کا ساز و سامان تمہارے پاس ہے اُس کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اُس کے حق میں پیش نظر رکھو، اُن حقوق کو پہچانو جن سے لاعلمی میں تمہارا کوئی عذر سنا نہ جائے گا۔ کیونکہ اطاعت کے لئے واضح نشان، روشن راہیں، سیدھی شاہراہیں اور ایک منزل مقصود موجود ہے۔ عقلمند و دانا ان کی طرف بڑھتے ہیں اور سفلے اور کمینے ان سے کترا جاتے ہیں جو ان سے منہ پھیر لیتا ہے، وہ حق سے بے راہ ہو جاتا ہے اور گمراہیوں میں بھٹکنے لگتا ہے۔ اللہ اُس سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے اور اُس پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے لہٰذا اپنا بچاؤ کرو۔ اللہ نے تمہیں راستہ دکھا دیا ہے اور وہ منزل بتا دی ہے کہ جہاں تمہارے معاملات کو پہنچنا ہے۔ تم زیاں کاری کی منزل اور کفر کے مقام کی طرف بگٹٹ دوڑے جا رہے ہو۔ تمہارے نفس نے تمہیں برائیوں میں دھکیل دیا ہے اور گمراہیوں میں جھونک دیا ہے اور مہلکوں میں لا اُتارا ہے اور راستوں کو تمہارے لئے دشوار گذار بنا دیا ہے۔

## وصیت نامہ (۳۱)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) كَتَبَهَا إِلَيْهِ

صفین سے پلٹتے ہوئے جب مقام حاضرین میں منزل کی تو امام حسین علیہ السلام کے لئے یہ وصیت نامہ تحریر فرمایا۔

بِحَاضِرِيْنَ مُنْصَرِفًا مِنْ صِفِّيْنَ:
مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ۔ الْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ الْمُدْبِرِ الْعُمُرِ، الْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ الذَّامِّ لِلدُّنْيَا، السَّاكِنِ مَسَاكِنَ الْمَوْتٰى - وَالظَّاعِنِ عَنْهَا غَدًا۔

اِلَى الْمَوْلُوْدِ الْمُؤَمِّلِ مَالَا يُدْرَكُ السَّالِكِ سَبِيْلَ مَنْ قَدْهَلَكَ غَرَضِ الْاَسْقَامِ وَرَهِيْنَةِ الْاَيَّامِ وَرَمِيَّةِ الْمَصَائِبِ۔ وَعَبْدِ الدُّنْيَا۔ وَتَاجِرِ الْغُرُوْرِ۔ وَغَرِيْمِ الْمَنَايَا وَاَسِيْرِ الْمَوْتِ وَحَلِيْفِ الْهُمُوْمِ۔ وَقَرِيْنِ الْاَحْزَانِ وَنُصْعَبِ الْاٰفَاتِ وَصَرِيْعِ الشَّهَوَاتِ وَخَلِيْفَةِ الْاَمْوَاتِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ فِيْمَا تَبَيَّنْتُ مِنْ إِدْبَارِ الدُّنْيَا عَنِّيْ وَجُمُوْحِ الدَّهْرِ عَلَيَّ وَإِقْبَالِ الْاٰخِرَةِ إِلَيَّ مَا يُرَغِّبُنِيْ عَنْ ذِكْرِ مَنْ سِوَايَ، وَالْاِهْتِمَامِ بِمَا وَرَائِيْ غَيْرَ أَنِّيْ حَيْثُ تَفَرَّدَبِيْ دُوْنَ هُمُوْمِ النَّاسِ هَمُّ نَفْسِيْ، فَصَدَفَنِيْ رَأْيِيْ وَصَرَفَنِيْ عَنْ هَوَايَ، وَصَرَّحَ لِيْ مَحْضُ أَمْرِيْ فَأَفْضٰى بِيْ إِلٰى جِدٍّ لَا يَكُوْنُ فِيْهِ لَعِبٌ، وَصِدْقٍ لَّا يَشُوْبُهُ كَذِبٌ۔ وَوَجَدْتُكَ بَعْضِيْ، بَلْ وَجَدْتُكَ كُلِّيْ حَتّٰى كَأَنَّ شَيْئًا لَوْأَصَابَكَ أَصَابَنِيْ وَكَأَنَّ الْمَوْتَ لَوْأَتَاكَ اَتَانِيْ، فَعَنَانِيْ مِنْ أَمْرِكَ مَا

یہ وصیت ہے اُس باپ کی جو فنا ہونے والا، اور زمانہ (کی چیرہ دستیوں) کا اقرار کرنے والا ہے۔ جس کی عمر پیٹھ پھرائے ہوئے ہے اور جو زمانہ کی سختیوں سے لاچار ہے اور دنیا کی برائیوں کو محسوس کر چکا ہے، اور مرنے والوں کے گھر میں مقیم اور کل کو یہاں سے رخت سفر باندھ لینے والا ہے۔ اس بیٹے کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزومند، جادہ عدم کا راہ پیما، بیماریوں کا ہدف، زمانہ کے ہاتھ گروی، مصیبتوں کا نشانہ، دنیا کا پابند، اور اُس کی فریب کاریوں کا تاجر، موت کا قرضدار، اجل کا قیدی، غموں کا حلیف، حزن و ملال کا ساتھی، آفتوں میں مبتلا، نفس سے عاجز اور مرنے والوں کا جانشین ہے۔

بعدہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے دنیا کی روگردانی زمانہ کی منہ زوری اور آخرت کی پیش قدمی سے جو حقیقت پہچانی ہے وہ اس امر کے لئے کافی ہے کہ مجھے دوسرے تذکروں اور اپنی فکر کے علاوہ دوسری کوئی فکر نہ ہو مگر اسی وقت جبکہ دوسروں کے فکر و اندیشہ کو چھوڑ کر میں اپنی ہی دھن میں کھویا ہوا تھا اور میری عقل و بصیرت نے مجھے خواہشوں سے منحرف و روگرداں کر دیا اور میرا معاملہ کھل کر سامنے آ گیا، اور مجھے واقعی حقیقت اور بے لاگ صداقت تک پہنچا دیا۔

میں نے دیکھا کہ تم میرا ہی ایک ٹکڑا ہو، بلکہ جو میں ہوں، وہی تم ہو، یہاں تک کہ اگر تم پر کوئی آفت آئے تو گویا مجھ پر آئی ہے اور تمہیں موت آئے تو گویا مجھے آئی ہے۔ اس سے مجھے تمہارا اتنا ہی خیال ہوا، جتنا اپنا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا میں نے یہ وصیت نامہ تمہاری رہنمائی میں اسے معین سمجھتے ہوئے تحریر کیا ہے۔ خواہ اس کی بعد میں زندہ رہوں یا دنیا سے اٹھ جاؤں۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اس کے احکام کی پابندی کرنا اور اُس کے ذکر سے قلب کو آباد رکھنا، اور اُسی کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا۔ تمہارے اور اللہ کے



يَعْنِيْنِيْ مِنْ أَمْرِ نَفْسِيْ فَكَتَبْتُ إِلَيْكَ مُسْتَظْهِرًا بِهٖ إِنْ أَنَا بَقِيْتُ لَكَ أَوْفَنِيْتُ۔
فَاِنِّيْ أُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ أَيْ بُنَيَّ وَلُزُوْمِ أَمْرِهٖ، وَعِمَارَةِ قَلْبِكَ بِذِكْرِهٖ، وَالْاِعْتِصَامِ بِحَبْلِهٖ۔ وَأَيُّ سَبَبٍ أَوْثَقُ مِنْ سَبَبٍ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ إِنْ أَنْتَ أَخَذْتَ بِهٖ؟ اَحْيِ قَلْبَكَ بِالْمَوْعِظَةِ، وَأَمِتْهُ بِالزَّهَادَةِ وَقَوِّهٖ بِالْيَقِيْنِ، وَنَوِّرْهُ بِالْحِكْمَةِ، وَذَلِّلْهُ بِذِكْرِ الْمَوْتِ، وَقَرِّرْهُ بِالْفَنَاءِ وَبَصِّرْهُ فَجَائِعَ الدُّنْيَا، وَحَذِّرْهُ صَوْلَةَ الدَّهْرِ وَفُحْشَ تَقَلُّبِ وَاللَّيَالِيْ وَالْاَيَّامِ، وَاعْرِضْ عَلَيْهِ أَخْبَارَ الْمَاضِيْنَ، وَذَكِّرْهُ بِمَا اَصَابَ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ، وَسِرْفِيْ دِيَارِهِمْ وَآثَارِهِمْ فَانْظُرْ فِيْمَا فَعَلُوْا وَعَمَّا انْتَقَلُوْا وَأَيْنَ حَلُّوْا وَنَزَلُوْا، فَاِنَّكَ تَجِدُهُمْ قَدِ انْتَقَلُوْا عَنِ الْاَحِبَّةِ، وَحَلُّوْا دِيَارَ الْغُرْبَةِ، وَكَأَنَّكَ عَنْ قَلِيْلٍ قَدْ صِرْتَ كَأَحَدِهِمْ۔ فَأَصْلِحْ مَثْوَاكَ، وَلَا تَبِعْ آخِرَتَكَ بِدُنْيَاكَ وَدَعِ الْقَوْلَ فِيْمَا لَا تَعْرِفُ وَالْخِطَابَ فِيْمَا لَمْ تُكَلَّفْ۔ وَأَمْسِكْ عَنْ طَرِيْقٍ إِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهٗ فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ طَرِيْقٍ إِذَا خِفْتَ ضَلَالَتَهٗ فَإِنَّ الْكَفَّ عِنْدَ حَيْرَةِ الضَّلَالِ

درمیان جو رشتہ ہے اس سے زیادہ مضبوط رشتہ ہو بھی کیا سکتا ہے؟ بشرطیکہ مضبوطی سے اُسے تھامے رہو۔ وعظ و پند سے دل کو زندہ رکھنا، اور زہد سے اُس کی خواہشوں کو مردہ۔ یقین سے اُسے سہارا دینا اور حکومت سے اُسے پرنور بنانا۔ موت کی یاد سے اُسے قابو میں کرنا۔ فنا کے اقرار پر اُسے ٹھہرانا۔ دنیا کے حادثے اُس کے سامنے لانا۔ گردش روزگار سے اُسے ڈرانا گزرے ہوؤں کے واقعات اس کے سامنے رکھنا۔ تمہارے پہلے والے لوگوں پر جو بیتی ہے اُسے یاد دلانا۔ اُن کے گھروں اور کھنڈروں میں چلنا پھرنا، اور دیکھنا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا، کہاں سے کوچ کیا، کہاں اُترے، اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ دیکھو گے تو تمہیں صاف نظر آئے گا کہ وہ دوستوں سے منہ موڑ کر چل دیئے ہیں، اور پردیس کے گھر میں جا کر اُترے ہیں، اور وہ وقت دور نہیں کہ تمہارا شمار بھی اُن میں ہونے لگے۔ لہٰذا اپنی اصل منزل کا انتظار کرو اور اپنی آخرت کا دنیا سے سودا نہ کرو جو چیز جانتے نہیں ہو، اُس کے متعلق بات نہ کرو، اور جس چیز کا تم سے تعلق نہیں ہے اُس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ۔ جس راہ میں بھٹک جانے کا اندیشہ ہو اُس راہ میں قدم نہ اٹھاؤ کیونکہ بھٹکنے کی سرگردانیاں دیکھ کر قدم روک لینا، خطرات مول لینے سے بہتر ہے نیکی کی تلقین کرو تاکہ خود بھی اہل خیر میں محسوب ہو۔ ہاتھ اور زبان کے ذریعہ برائی کو روکتے رہو۔ جہاں تک ہو سکے بُروں سے الگ رہو۔ خدا کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو، اور اس کے بارے میں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اثر نہ لو۔ حق جہاں ہو سختیوں میں پھاند کر اُس تک پہنچ جاؤ۔ دین میں سوجھ بوجھ پیدا کرو۔ سختیوں کو جھیل لے جانے کے خوگر بنو۔ حق کی راہ میں صبر و شکیبائی بہترین سیرت ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے کو اللہ کے حوالے کر دو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے تم اپنے کو ایک مضبوط پناہ گاہ اور قوی محافظ کے سپرد کر دو گے۔ صرف اپنے

خَيْرٌ مِنْ رُكُوبِ الْأَهْوَالِ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ تَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ، وَأَنْكِرِ الْمُنْكَرَ بِيَدِكَ وَلِسَانِكَ وَبَايِنْ مَنْ فَعَلَهُ بِجُهْدِكَ۔ وَجَاهِدْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ وَلَا تَأْخُذْكَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ۔ وَخُضِ الْغَمَرَاتِ لِلْحَقِّ حَيْثُ كَانَ، وَتَفَقَّهْ فِي الدِّينِ، وَعَوِّدْ نَفْسَكَ التَّصَبُّرَ عَلَى الْمَكْرُوهِ وَنِعْمَ الْخُلُقُ التَّصَبُّرُ فِي الْحَقِّ۔ وَأَلْجِئْ نَفْسَكَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا إِلٰى إِلٰهِكَ فَإِنَّكَ تُلْجِئُهَا إِلٰى كَهْفٍ حَرِيزٍ، وَمَانِعٍ عَزِيزٍ۔ وَأَخْلِصْ فِي الْمَسْأَلَةِ لِرَبِّكَ فَإِنَّ بِيَدِهِ الْعَطَاءَ وَالْحِرْمَانَ وَأَكْثِرِ الْإِسْتِخَارَةَ وَتَفَهَّمْ وَصِيَّتِي وَلَا تَذْهَبَنَّ عَنْهَا صَفْحًا فَإِنَّ خَيْرَ الْقَوْلِ مَا نَفَعَ۔ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِي عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَلَا يُنْتَفَعُ بِعِلْمٍ لَا يَحِقُّ تَعَلُّمُهُ۔

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي لَمَّا رَأَيْتُنِي قَدْ بَلَغْتُ سِنًّا، وَرَأَيْتُنِي أَزْدَادُ وَهْنًا بَادَرْتُ بِوَصِيَّتِي إِلَيْكَ، وَأَوْرَدْتُ خِصَالًا مِنْهَا قَبْلَ أَنْ يَعْجَلَ بِي أَجَلِي دُونَ أَنْ أُفْضِيَ إِلَيْكَ بِمَا فِي نَفْسِي، وَأَنْ أُنْقَصَ فِي رَأْيِي كَمَا نُقِصْتُ فِي جِسْمِي، أَوْ يَسْبِقَنِي إِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَاتِ الْهَوَى وَفِتَنِ الدُّنْيَا،

پروردگار سے سوال کرو کیونکہ دینا اور نہ دینا بس اُسی کے اختیار میں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنے اللہ سے بھلائی کے طالب رہو۔ میری وصیت کو سمجھو اور اس سے روگردانی نہ کرو۔ اچھی بات وہی ہے جو فائدہ دے اور اُس علم میں کوئی بھلائی نہیں جو فائدہ رساں نہ ہو۔ اور جس علم کا سیکھنا سزاوار نہ ہو اُس سے کوئی فائدہ بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔

اے فرزند! جب میں نے دیکھا کہ کافی عمر تک پہنچ چکا ہوں اور دن بدن ضعف بڑھتا جا رہا ہے تو میں نے وصیت کرنے میں جلدی کی اور اُس میں کچھ اہم مضامین درج کئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل و رائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے، یا دنیا کے جھمیلے تمہیں گھیر لیں کہ تم بھڑک اٹھنے والے منہ زور اونٹ کی طرح ہو جاؤ۔ کیونکہ کم سن کا دل اس خالی زمین کے مانند ہوتا ہے جس میں جو بیج ڈالا جاتا ہے اُسے قبول کر لیتی ہے۔ لہٰذا قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور تمہارا ذہن دوسری باتوں میں لگ جائے میں نے تعلیم دینے کے لئے قدم اٹھایا تاکہ تم عقل سلیم کے ذریعہ ان چیزوں کے قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ کہ جن کی آزمائش اور تجربہ کی زحمت سے تجربہ کاروں نے تمہیں بچا لیا ہے اس طرح تم تلاش کی زحمت سے مستغنی اور تجربہ کی کلفتوں سے آسودہ ہو جاؤ گے اور تجربہ و علم کی وہ باتیں (بے تعب و مشقت) تم تک پہنچ رہی ہیں کہ جن پر ہم مطلع ہوئے اور پھر وہ چیزیں بھی اجاگر ہو کر تمہارے سامنے آ رہی ہیں کہ جن میں سے کچھ ممکن ہے۔ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی ہوں۔ اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں پھر بھی میں نے اُن کی کار



فَتَكُونَ كَالصَّعْبِ النَّفُورِ، وَإِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْأَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا أُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْأَدَبِ قَبْلَ أَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ وَيَشْتَغِلَ لُبُّكَ لِتَسْتَقْبِلَ بِجِدِّ رَأْيِكَ مِنَ الْأَمْرِ مَا قَدْ كَفَاكَ أَهْلُ التَّجَارِبِ بُغْيَتَهُ وَتَجْرِبَتَهُ، فَتَكُونَ قَدْ كُفِيتَ مَؤُونَةَ الطَّلَبِ، وَعُوفِيتَ مِنْ عِلَاجِ التَّجْرِبَةِ۔ فَأَتَاكَ مِنْ ذٰلِكَ مَا قَدْ كُنَّا نَأْتِيهِ، وَاسْتَبَانَ لَكَ مَا رُبَّمَا أَظْلَمَ عَلَيْنَا مِنْهُ۔

أَيْ بُنَيَّ إِنِّي وَإِنْ لَمْ أَكُنْ عُمِّرْتُ عُمُرَ مَنْ كَانَ قَبْلِي فَقَدْ نَظَرْتُ فِي أَعْمَالِهِمْ وَفَكَّرْتُ فِي أَخْبَارِهِمْ، وَسِرْتُ فِي آثَارِهِمْ حَتّٰى عُدْتُ كَأَحَدِهِمْ بَلْ كَأَنِّي بِمَا انْتَهٰى إِلَيَّ مِنْ أُمُورِهِمْ قَدْ عُمِّرْتُ مَعَ أَوَّلِهِمْ إِلٰى آخِرِهِمْ، فَعَرَفْتُ صَفْوَ ذٰلِكَ مِنْ كَدَرِهٖ، وَنَفْعَهُ مِنْ ضَرَرِهٖ، فَاسْتَخْلَصْتُ لَكَ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ نَخِيلَهُ وَتَوَخَّيْتُ لَكَ جَمِيلَهُ، وَصَرَفْتُ عَنْكَ مَجْهُولَهُ، وَ صَرَفْتُ حَيْثُ عَنَانِي مِنْ أَمْرِكَ مَا يَعْنِي الْوَالِدَ الشَّفِيقَ وَأَجْمَعْتُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَبِكَ أَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ وَأَنْتَ مُقْبِلُ الْعُمُرِ وَمُقْتَبَلُ الدَّهْرِ، ذُو نِيَّةٍ سَلِيمَةٍ وَنَفْسٍ صَافِيَةٍ، وَأَنْ أَبْتَدِئَكَ

گزاریوں کو دیکھا، اُن کے حالات و واقعات میں غور کیا اور اُن کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں۔ بلکہ اُن سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں اُن کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے اُن کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ چنانچہ میں نے صاف کو گندے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے اور اب سب کا نچوڑ تمہارے لئے مخصوص کر رہا ہوں اور میں نے خوبیوں کو چن چن کر تمہارے لئے سمیٹ دیا ہے اور بے معنی چیزوں کو تم سے جدا رکھا ہے اور چونکہ مجھے تمہاری ہر بات کا اتنا ہی خیال ہے جتنا ایک شفیق باپ کو ہونا چاہیئے اور تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے۔ لہٰذا مناسب سمجھا ہے کہ یہ تعلیم و تربیت اس حالت میں ہو کہ تم نو عمر اور بساط دہر پر تازہ وارد ہو، اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہے اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا احکام شرع اور حلال و حرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں۔ لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد و مذہبی خیالات میں اختلاف ہے تم پر اُسی طرح مشتبہ نہ ہو جائیں جیسے اُن پر مشتبہ ہو گئی ہیں۔ باوجودیکہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا مگر اس پہلو کو مضبوط کر دینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا۔ اس سے کہ تمہیں ایسی صورت حال کے سپرد کر دوں جس میں مجھے تمہارے لئے ہلاکت و تباہی کا خطرہ ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تمہیں ہدایت کی توفیق دے گا اور صحیح راستے کی راہنمائی کرے گا۔ ان وجوہ سے تمہیں یہ وصیت نامہ لکھتا ہوں۔

بیٹا یاد رکھو کہ میری اس وصیت سے جن چیزوں کی تمہیں پابندی کرنا ہے ان میں سب سے زیادہ میری نظر میں جس چیز کی اہمیت ہے وہ اللہ کا تقویٰ ہے اور یہ کہ جو فرائض اللہ کی طرف

بِتَعْلِيمِ كِتَابِ اللّٰهِ وَتَأْوِيلِهِ وَشَرَآئِعِ الْإِسْلَامِ وَأَحْكَامِهِ وَحَلَالِهِ وَحَرَامِهِ وَلَا أُجَاوِزُ ذٰلِكَ بِكَ إِلَى غَيْرِهِ، ثُمَّ أَشْفَقْتُ أَنْ تَلْتَبِسَ عَلَيْكَ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِيهِ مِنْ أَهْوَآءِ هِمْ وَآرَائِهِمْ مِثْلَ الَّذِي الْتَبَسَ عَلَيْهِمْ، فَكَانَ إِحْكَامُ ذٰلِكَ عَلَى مَاكَرِهْتَ مِنْ تَنْبِيهِكَ لَهُ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِكَ إِلَى أَمْرٍ لَا آمَنُ عَلَيْكَ بِهِ الْهَلَكَةَ۔ وَرَجَوْتُ أَنْ يُوَفِّقَكَ اللّٰهُ فِيهِ لِرُشْدِكَ، وَأَنْ يَهْدِيَكَ لِقَصْدِكَ، فَعَهِدْتُ إِلَيْكَ وَصِيَّتِي هٰذِهِ۔

وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ أَنَّ أَحَبَّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِهِ إِلَيَّ مِنْ وَصِيَّتِي تَقْوَى اللّٰهِ وَالْاِقْتِصَارُ عَلَى مَافَرَضَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، وَالْأَخْذُ بِمَا مَضَى عَلَيْهِ الْأَوَّلُونَ مِنْ آبَائِكَ، وَ الصَّالِحُونَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ، فَإِنَّهُمْ لَمْ يَدَعُوا أَنْ نَظَرُوا لِأَنْفُسِهِمْ كَمَا أَنْتَ نَاظِرٌ، وَفَكَّرُوا كَمَا أَنْتَ مُفَكِّرٌ ثُمَّ رَدَّهُمْ آخِرُ ذٰلِكَ إِلَى الْأَخْذِ بِمَا عَرَفُوا وَالْإِمْسَاكِ عَمَّا لَمْ يُكَلَّفُوا۔ فَإِنْ أَبَتْ نَفْسُكَ أَنْ تَقْبَلَ ذٰلِكَ دُونَ أَنْ تَعْلَمَ كَمَا عَلِمُوا فَلْيَكُنْ طَلَبُكَ ذٰلِكَ بِتَفَهُّمٍ وَتَعَلُّمٍ، لَا بِتَوَرُّطِ الشُّبُهَاتِ وَغُلُوِّ الْخُصُومَاتِ وَابْدَأْ قَبْلَ نَظَرِكَ فِي ذٰلِكَ بِالْاِسْتِعَانَةِ بِإِلٰهِكَ وَالرَّغْبَةِ إِلَيْهِ فِي تَوْفِيقِكَ وَتَرْكِ

سے تم پر عائد ہیں ان پر اکتفا کرو، اور جس راہ پر تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے رہو کیونکہ جس طرح تم اپنے لئے نظر و فکر کر سکتے ہو انہوں نے اس نظر و فکر میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ مگر انتہائی غور و فکر نے بھی ان کو اسی نتیجہ پر پہنچایا، کہ جو انہیں اپنے فرائض معلوم ہوں۔ اُن پر اکتفا کریں اور غیر متعلق چیزوں سے قدم روک لیں لیکن اگر تمہارا نفس اس کے لئے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کئے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا، ان باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو، نہ شبہات میں پھاند پڑنے اور بحث و نزاع میں الجھنے کا اور اس فکر و نظر کو شروع کرنے سے پہلے اللہ سے مدد کے خواستگار ہو، اور اُس سے توفیق و تائید کی دعا کرو، اور ہر اُس وہم کے شائبہ سے اپنا دامن بچاؤ کہ جو تمہیں شبہ میں ڈال دے، یا گمراہی میں چھوڑ دے، اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اب تمہارا دل صاف ہو گیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے اور تمہارا ذوق و شوق ایک نقطہ پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں، لیکن تمہارے حسب منشا دل کی یکسوئی اور نظر و فکر کی آسودگی حاصل نہیں ہوئی ہے تو سمجھ لو کہ تم ابھی اس وادی میں شبکور اُونٹنی کی طرح ہاتھ پیر مار رہے ہو اور جو دین (کی حقیقت) کا طلب گار ہو وہ تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہیں مارتا اور نہ خلط مبحث کرتا اس حالت میں قدم نہ رکھنا اس وادی میں بہتر ہے۔

اب اے فرزند! میری وصیت کو سمجھو اور یہ یقین رکھو کہ جس کے ہاتھ میں موت ہے اُسی کے ہاتھ میں زندگی بھی ہے اور جو پیدا کرنے والا ہے وہی مارنے والا بھی ہے اور جو نیست و نابود



كُلِّ شَائِبَةٍ أَوْلَجَتْكَ فِي شُبْهَةٍ، أَوْأَسْلَمَتْكَ إِلَى ضَلَالَةٍ۔ فَإِذَا أَيْقَنْتَ أَنْ قَدْ صَفَاقَلْبُكَ فَخَشَعَ، وَتَمَّ رَأْيُكَ فَاجْتَمَعَ، وَكَانَ هَمُّكَ فِي ذٰلِكَ هَمًّا وَاحِدًا فَانْظُرْ فِيمَا فَسَّرْتُ لَكَ۔ وَإِنْ أَنْتَ لَمْ يَجْتَمِعْ لَكَ مَا تُحِبُّ مِنْ نَفْسِكَ، وَفَرَاغِ نَظَرِكَ وَفِكْرِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا تَخْبِطُ الْعَشْوَآءَ، وَتَتَوَرَّطُ الظَّلْمَآءَ۔ وَلَيْسَ طَالِبُ الدِّينِ مَنْ خَبَطَ أَوْخَلَطَ، وَالْإِمْسَاكُ عَنْ ذٰلِكَ أَمْثَلُ۔ فَتَفَهَّمْ يَابُنَيَّ وَصِيَّتِي، وَاعْلَمْ أَنَّ مَالِكَ الْمَوْتِ هُوَ مَالِكُ الْحَيَاةِ، وَأَنَّ الْخَالِقَ هُوَ الْمُمِيتُ، وَأَنَّ الْمُغْنِيَ هُوَ الْمُعِيدُ، وَأَنَّ الْمُبْتَلِيَ هُوَ الْمُعَافِي، وَأَنَّ الدُّنْيَا لَمْ تَكُنْ لِتَسْتَقِرَّ إِلَّا عَلَى مَا جَعَلَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِ مِنَ النَّعْمَآءِ، وَالْاِبْتِلَآءِ، وَالْجَزَآءِ فِي الْمَعَادِ أَوْمَاشَآءَ مِمَّا لَا نَعْلَمُ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ عَلَى جَهَالَتِكَ بِهِ فَإِنَّكَ أَوَّلُ مَا خُلِقْتَ خُلِقْتَ جَاهِلًا ثُمَّ عَلِمْتَ۔ وَمَا أَكْثَرَ مَا تَجْهَلُ مِنَ الْأَمْرِ وَيَتَحَيَّرُ فِيهِ رَأْيُكَ وَيَضِلُّ فِيهِ بَصَرُكَ، ثُمَّ تُبْصِرُهُ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ فَاعْتَصِمْ بِالَّذِي خَلَقَكَ وَرَزَقَكَ وَ سَوَّاكَ، وَلْيَكُنْ لَهُ تَعَبُّدُكَ وَإِلَيْهِ رَغْبَتُكَ وَمِنْهُ شَفَقَتُكَ۔

کرنے والا ہے وہی دوبارہ پلٹانے والا بھی ہے اور جو بیمار ڈالنے والا ہے وہ ہی صحت عطا کرنے والا بھی ہے اور بہر حال دنیا کا نظام وہی رہے گا جو اللہ نے اس کے لئے مقرر کر دیا ہے نعمتوں کا دنیا ابتلاؤ آزمائش میں ڈالنا اور آخرت میں جزا دینا یا وہ کہ جو اس کی مشیت میں گزر چکا ہے اور ہم اُسے نہیں جانتے تو جو چیز اس میں کی تمہاری سمجھ نہ آئے، تو اُسے لاعلمی پر محمول کرو کیونکہ جب تم پہلے پہل پیدا ہوئے تھے تو کچھ نہ جانتے تھے بعد میں تمہیں سکھایا گیا اور ابھی کتنی ہی ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے تم بے خبر ہو کہ ان میں پہلے تمہارا ذہن پریشان ہوتا ہے اور نظر بھٹکتی ہے اور پھر انہیں پیدا کیا، اور رزق دیا، اور ٹھیک ٹھاک بنایا۔ اُسی کی بس پرستش کرو، اُسی کی طلب ہو، اُسی کا ڈر ہو۔ اے فرزند تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کسی ایک نے بھی اللہ سبحانہٗ کی تعلیمات کو ایسا پیش نہیں کیا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے۔ لہٰذا ان کو بطیّب خاطر اپنا پیشوا، اور نجات کا رہبر مانو۔ میں نے تمہیں نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں کی، اور تم کوشش کے باوجود اپنے سود و بہبود پر اُس حد تک نظر نہیں کر سکتے جس تک میں تمہارے لئے سوچ سکتا ہوں۔ اے فرزند! یقین کرو کہ اگر تمہارے پروردگار کا کوئی شریک ہوتا تو اُس کے بھی رسول آتے، اور اُس کی سلطنت و فرمانروائی کے بھی آثار دکھائی دیتے اور اُس کے افعال و صفات بھی کچھ معلوم ہوتے مگر وہ ایک اکیلا خدا ہے جیسا کہ اُس نے خود بیان کیا ہے۔ اس کے ملک میں کوئی اُس سے ٹکر نہیں لے سکتا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ بغیر کسی نقطہ آغاز کے تمام چیزوں سے پہلے ہے، اور بغیر کسی انتہائی حد کے سب چیزوں کے بعد ہے۔ وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اُس کی ربوبیت کا اثبات قلب یا نگاہ کے گھیرے میں آجانے سے وابستہ ہو۔ جب تم یہ جان

وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يُنْبِئْ عَنِ اللهِ كَمَا أَنْبَأَعَنْهُ الرَّسُولُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَارْضَ بِهِ رَائِدًا وَإِلَى النَّجَاةِ قَائِدًا فَإِنِّي لَمْ آلُكَ نَصِيحَةً۔ وَإِنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ فِي النَّظَرِ لِنَفْسِكَ۔ وَإِنِ اجْتَهَدْتَ۔ مَبْلَغَ نَظَرِي لَكَ۔ وَاعْلَمْ يَا بُنَيَّ أَنَّهُ لَوْ كَانَ لِرَبِّكَ شَرِيكٌ لَأَتَتْكَ رُسُلُهُ، وَلَرَأَيْتَ آثَارَ مُلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ، وَلَعَرَفْتَ أَفْعَالَهُ وَصِفَاتِهِ، وَلٰكِنَّهُ إِلٰهٌ وَاحِدٌ كَمَا وَصَفَ نَفْسَهُ۔ لَا يُضَادُّهُ فِي مُلْكِهِ أَحَدٌ، وَلَا يَزُولُ أَبَدًا وَلَمْ يَزَلْ أَوَّلٌ قَبْلَ الْأَشْيَاءِ بِلَا أَوَّلِيَّةٍ، وَآخِرٌ بَعْدَ الْأَشْيَاءِ بِلَا نِهَايَةٍ عَظُمَ عَنْ تَثْبُتَ رُبُوبِيَّتُهُ بِإِحَاطَةِ قَلْبٍ أَوْ بَصَرٍ۔ فَإِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَافْعَلْ كَمَا يَنْبَغِي لِمِثْلِكَ أَنْ يَفْعَلَهُ فِي صِغَرِ خَطَرِهِ، وَقِلَّةِ مَقْدِرَتِهِ، وَكَثْرَةِ عَجْزِهِ، وَعَظِيمِ حَاجَتِهِ إِلَى رَبِّهِ فِي طَلَبِ طَاعَتِهِ وَالْخَشْيَةِ مِنْ عُقُوبَتِهِ، وَالشَّفَقَةِ مِنْ سُخْطِهِ۔ فَإِنَّهُ لَمْ يَأْمُرْكَ إِلَّا بِحَسَنٍ وَلَمْ يَنْهَكَ إِلَّا عَنْ قَبِيحٍ۔

يَابُنَيَّ إِنِّي قَدْ أَنْبَأْتُكَ عَنِ الدُّنْيَا وَحَالِهَا وَزَوَالِهَا وَانْتِقَالِهَا، وَأَنْبَأْتُكَ عَنِ الْآخِرَةِ وَمَا أُعِدَّ لِأَهْلِهَا فِيهَا، وَضَرَبْتُ لَكَ فِيهِمَا الْأَمْثَالَ لِتَعْتَبِرَ بِهَا وَتَحْذُوَ عَلَيْهَا إِنَّمَا مَثَلُ مَنْ خَبَرَ الدُّنْيَا كَمَثَلِ قَوْمٍ سَفْرٍ نَبَا بِهِمْ

چکے، تو پھر عمل کرو۔ ویسا جو تم ایسی مخلوق کو اپنی پست منزلت کم مقدرت اور بڑھی ہوئی عاجزی اور اس کی اطاعت کی جستجو اور اُس کی سزا کے خوف اور اُس کی ناراضگی کے اندیشہ کے ساتھ پروردگار کی طرف بہت بڑی احتیاج کے ہوتے ہوئے کرنا چاہئے۔ اُس نے تمہیں انہی چیزوں کا حکم دیا ہے جو اچھی ہیں اور انہی چیزوں سے منع کیا ہے جو بُری ہیں۔

اے فرزند! میں نے تمہیں دنیا اور اُس کی حالت کی بے ثباتی و ناپائیداری سے خبردار کر دیا ہے اور آخرت اور آخرت والوں کے لئے جو سرو سامان عشرت مہیا ہے اس سے بھی آگاہ کر دیا ہے اور ان دونوں کی مثالیں بھی تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں تا کہ اُن سے عبرت حاصل کرو اور اُن کے تقاضے پر عمل کرو۔ جن لوگوں نے دنیا کو خوب سمجھ لیا ہے اُن کی مثال اُن مسافروں کی سی ہے جن کا قحط زدہ منزل سے دل اچاٹ ہوا، اور انہوں نے ایک سرسبز و شاداب مقام اور ایک ترو تازہ و پُر بہار جگہ کا رخ کیا تو انہوں نے راستے کی دشواریوں کو جھیلا، دوستوں کی جدائی برداشت کی، سفر کی صعوبتیں گوارا کیں، اور کھانے کی بدمزگیوں پر صبر کیا تا کہ اپنی منزل کی پہنائی اور دائمی قرار گاہ تک پہنچ جائیں۔ اس مقصد کی دھن میں انہیں ان سب چیزوں سے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اور جتنا بھی خرچ ہو جائے اس میں نقصان معلوم نہیں ہوتا۔ انہیں اب سب سے زیادہ وہی چیز مرغوب ہے جو انہیں منزل کے قریب اور مقصد سے نزدیک کر دے اور اُس کے برخلاف اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے دنیا سے فریب کھایا اُن لوگوں کی سی ہے کہ جو ایک شاداب سبزہ زار میں ہوں اور وہاں سے دل برداشتہ ہو جائیں اور اس جگہ کا رخ کر لیں جو خشک سالیوں سے تباہ ہو۔ اُنکے نزدیک خشک سخت ترین حادثہ یہ ہوگا کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ کر اُدھر جائیں کہ



مَنْزِلٌ جَدِيبٌ فَأَمُّوا مَنْزِلًا خَصِيبًا وَجَنَابًا مَرِيعًا فَاحْتَمَلُوا وَعْثَاءَ الطَّرِيقِ وَفِرَاقَ الصَّدِيقِ وَخُشُونَةَ السَّفَرِ، وَجُشُوبَةَ الْمَطْعَمِ لِيَأْتُوا سَعَةَ دَارِهِمْ وَمَنْزِلَ قَرَارِهِمْ، فَلَيْسَ يَجِدُونَ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ أَلَمًا، وَلَا يَرَوْنَ نَفَقَةً فِيهِ مَغْرَمًا، وَلَا شَيْءَ أَحَبُّ إِلَيْهِمْ مِمَّا قَرَّبَهُمْ مِنْ مَنْزِلِهِمْ، وَأَدْنَاهُمْ مِنْ مَحَلِّهِمْ۔ وَمَثَلُ مَنِ اغْتَرَّ بِهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ كَانُوا بِمَنْزِلٍ خَصِيبٍ فَنَبَا بِهِمْ إِلَى مَنْزِلٍ جَدِيبٍ، فَلَيْسَ شَيْءٌ أَكْرَهَ إِلَيْهِمْ وَلَا أَفْظَعَ عِنْدَهُمْ مِنْ مُفَارَقَةِ مَا كَانُوا فِيهِ إِلَى مَا يَهْجُمُونَ عَلَيْهِ وَيَصِيرُونَ إِلَيْهِ۔ يَابُنَيَّ اجْعَلْ نَفْسَكَ مِيزَانًا فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ غَيْرِكَ، فَأَحْبِبْ لِغَيْرِكَ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ وَاكْرَهْ لَهُ مَا تَكْرَهُ لَهَا، وَلَا تَظْلِمْ كَمَا لَا تُحِبُّ أَنْ تُظْلَمَ، وَأَحْسِنْ كَمَا تُحِبُّ أَنْ يُحْسَنَ إِلَيْكَ۔ وَ اسْتَقْبِحْ مِنْ نَفْسِكَ مَا تَسْتَقْبِحُ مِنْ غَيْرِكَ، وَارْضَ مِنَ النَّاسِ بِمَا تَرْضَاهُ لَهُمْ مِنْ نَفْسِكَ وَلَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ وَإِنْ قَلَّ مَا تَعْلَمُ، وَلَا تَقُلْ مَا لَا تُحِبُّ أَنْ يُقَالَ لَكَ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِعْجَابَ ضِدُّ الصَّوَابِ وَآفَةُ الْأَلْبَابِ۔ فَاسْعَ فِي كَدْحِكَ وَلَا تَكُنْ خَازِنًا لِغَيْرِكَ وَإِذَا أَنْتَ هُدِيتَ لِقَصْدِكَ

جہاں انہیں اچانک پہنچنا ہے اور بہر صورت وہاں جانا ہے۔

اے فرزند! اپنے اور دوسروں کے درمیان ہر معاملہ میں اپنی ذات کو میزان قرار دو، جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو، اور جو اپنے لئے نہیں چاہتے اُسے دوسروں کے لئے بھی نہ چاہو۔ جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تم پر زیادتی نہ ہو یونہی دوسروں پر بھی زیادتی نہ کرو اور جس طرح یہ چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک ہو، یونہی دوسروں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ دوسروں کی جس چیز کو بُرا سمجھتے ہو اُسے اپنے میں بھی ہو تو بُرا سمجھو، اور لوگوں کے ساتھ جو تمہارا رویہ ہو اُسی رویہ کو اپنے لئے بھی درست سمجھو۔ جو بات نہیں جانتے اُس کے بارے میں زبان نہ ہلاؤ۔ اگر چہ تمہارے معلومات کم ہوں دوسروں کے لئے وہ بات نہ کہو جو اپنے لئے سننا گوارا نہیں کرتے یاد رکھو! کہ خود پسندی صحیح طریقہ کار کے خلاف اور عقل کی تباہی کا سبب ہے۔ روزی کمانے میں دوڑ دھوپ کرو اور دوسروں کے خزانچی نہ بنو۔ اور اگر سیدھی راہ پر چلنے کی توفیق تمہارے شامل حال ہو جائے تو انتہائی درجہ تک بس اپنے پروردگار کے سامنے تذلل اختیار کرو۔ دیکھو تمہارے سامنے ایک دشوار گزار اور دور دراز راستہ ہے جس کے لئے بہترین زاد کی تلاش اور بقدر توشہ کی فراہمی اس کے علاوہ سبکباری ضروری ہے۔ لہٰذا اپنی طاقت سے زیادہ اپنی پیٹھ پر بوجھ نہ لادو۔ کہ اس کا بار تمہارے لئے وبال ان بن جائے گا اور جب ایسے فاقہ کش لوگ مل جائیں کہ جو تمہارا توشہ اٹھا کر میدان حشر میں پہنچا دیں اور کل کو جب کہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی تمہارے حوالے کر دیں تو اُسے غنیمت جانو اور جتنا ہو سکے اس کی پشت پر رکھ دو۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ پھر تم ایسے شخص کو ڈھونڈو اور نہ پاؤ اور جو تمہاری دولت مندی کی حالت میں تم سے قرض مانگ رہا

فَكُنْ أَخْشَعَ مَاتَكُونُ لِرَبِّكَ وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ طَرِيقًا ذَامَسَافَةٍ بَعِيدَةٍ وَمَشَقَّةٍ شَدِيدَةٍ- وَأَنَّهُ لَا غِنَى لَكَ فِيهِ عَنْ حُسْنِ الْارْتِيَادِ- وَقَدْرِ بَلَاغِكَ مِنَ الزَّادِ مَعَ خِفَّةِ الظَّهْرِ- فَلَا تَحْمِلَنَّ عَلٰى ظَهْرِكَ فَوْقَ طَاقَتِكَ فَيَكُونَ ثِقْلُ ذٰلِكَ وَبَالًا عَلَيْكَ- وَإِذَا وَجَدْتَ مِنْ أَهْلِ الْفَاقَةِ مَنْ يَحْمِلُ لَكَ زَادَكَ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَيُوَافِيكَ بِهٖ غَدًا حَيْثُ تَحْتَاجُ إِلَيْهِ فَاغْتَنِمْهُ وَحَمِّلْهُ إِيَّاهُ- وَأَكْثِرْ مِنْ تَزْوِيدِهٖ وَأَنْتَ قَادِرٌ عَلَيْهِ فَلَعَلَّكَ تَطْلُبُهُ فَلَا تَجِدُهُ- وَاغْتَنِمْ مَنِ اسْتَقْرَضَكَ فِي حَالِ غِنَاكَ لِيَجْعَلَ قَضَائَهُ لَكَ فِي يَوْمِ عُسْرَتِكَ- وَاعْلَمْ أَنَّ أَمَامَكَ عَقَبَةً كَؤُودًا، الْمُخِفُّ فِيهَا أَحْسَنُ حَالًا مِّنَ الْمُثْقِلِ، وَالْمُبْطِئُ عَلَيْهَا أَقْبَحُ حَالًا مِنَ الْمُسْرِعِ، وَأَنَّ مَهْبِطَكَ بِهَا لَا مَحَالَةَ عَلٰى جَنَّةٍ أَوْ عَلٰى نَارٍ فَارْتَدْ لِنَفْسِكَ قَبْلَ نُزُولِكَ وَوَطِّئِ الْمَنْزِلَ قَبْلَ حُلُولِكَ، فَلَيْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٌ، وَلَا إِلَى الدُّنْيَا مُنْصَرَفٌ- وَاعْلَمْ أَنَّ الَّذِي بِيَدِهٖ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ قَدْ أَذِنَ لَكَ فِي الدُّعَاءِ وَتَكَفَّلَ لَكَ بِالْإِجَابَةِ، وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْأَلَهُ لِيُعْطِيَكَ وَتَسْتَرْحِمَهُ لِيَرْحَمَكَ وَلَمْ يَجْعَلْ بَيْنَكَ

ہے اُس وعدہ پر کہ تمہاری تنگدستی کے وقت ادا کر دے گا تو اُسے غنیمت جانو۔

یاد رکھو! تمہارے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی ہے جس میں ہلکا پھلکا آدمی گراں بار آدمی سے کہیں اچھی حالت میں ہوگا اور سست رفتار تیز قدم دوڑنے والے کی بہ نسبت بُری حالت میں ہوگا اور اس راہ میں لامحالہ تمہاری منزل جنت ہوگی یا دوزخ لہٰذا اُترنے سے پہلے جگہ منتخب کرلو، اور پڑاؤ ڈالنے سے پہلے اس جگہ کو ٹھیک ٹھاک کرلو۔ کیونکہ موت کے بعد خوشنودی حاصل کرنے کا موقع نہ ہوگا اور نہ دنیا کی طرف پلٹنے کی کوئی صورت ہوگی۔ یقین رکھو کہ جس کے قبضہ میں قدرت میں آسمان و زمین کے خزانے ہیں اُس نے تمہیں سوال کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور قبول کرنے کا ذمہ لیا ہے اور حکم دیا ہے کہ تم مانگو تاکہ وہ دے رحم کی درخواست کرو تاکہ وہ رحم کرے۔ اُس نے اپنے اور تمہارے درمیان دربان کھڑے نہیں کیے جو تمہیں روکتے ہوں نہ تمہیں اس پر مجبور کیا ہے کہ تم کسی کو اس کے یہاں سفارش کے لئے لاؤ تب ہی کام ہو اور تم نے گناہ کیے ہوں تو اس نے تمہارے لئے توبہ کی گنجائش ختم نہیں کی ہے، نہ سزا دینے میں جلدی کی ہے، اور نہ توبہ و انابت کے بعد وہ کبھی طعنہ دیتا ہے (کہ تم نے پہلے یہ کیا تھا، وہ کیا تھا) نہ ایسے موقعوں پر اُس نے تمہیں رسوا کیا کہ جہاں تمہیں رسوا ہی ہونا چاہئے تھا اور نہ اُس نے توبہ کے قبول کرنے میں (کڑی شرطیں لگا کر) تمہارے ساتھ سخت گیری کی ہے۔ نہ گناہ کے بارے میں تم سے سختی کے ساتھ جرح کرتا ہے اور نہ اپنی رحمت سے مایوس کرتا ہے۔ بلکہ اُس نے گناہ سے کنارہ کشی کو بھی ایک نیکی قرار دیا ہے اور برائی ایک ہو تو اسے ایک (برائی) اور نیکی ایک ہو تو اُسے دس (نیکیوں) کے برابر ٹھہرایا ہے۔ اُس نے توبہ کا دروازہ کھول رکھا



وَبَيْنَهُ مَنْ يَحْجُبُهُ عَنْكَ، وَلَمْ يُلْجِئْكَ إِلٰى مَنْ يَشْفَعُ لَكَ إِلَيْهِ، وَلَمْ يَمْنَعْكَ إِنْ أَسَأْتَ مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَمْ يُعَاجِلْكَ بِالنِّقْمَةِ، وَلَمْ يُعَيِّرْكَ بِالْإِنَابَةِ وَلَمْ يَفْضَحْكَ حَيْثُ الْفَضِيحَةُ بِكَ أَوْلٰى وَلَمْ يُشَدِّدْ عَلَيْكَ فِي قَبُولِ الْإِنَابَةِ، وَلَمْ يُنَاقِشْكَ بِالْجَرِيمَةِ، وَلَمْ يُؤْيِسْكَ مِنَ الرَّحْمَةِ، بَلْ جَعَلَ نُزُوعَكَ عَنِ الذَّنْبِ حَسَنَةً، وَحَسَبَ سَيِّئَتَكَ وَاحِدَةً وَحَسَبَ حَسَنَتَكَ عَشْرًا، وَفَتَحَ لَكَ بَابَ الْمَتَابِ- فَإِذَا نَادَيْتَهُ سَمِعَ نِدَآئَكَ وَإِذَا نَاجَيْتَهُ عَلِمَ نَجْوَاكَ فَأَفْضَيْتَ إِلَيْهِ بِحَاجَتِكَ وَأَبْثَثْتَهُ ذَاتَ نَفْسِكَ، وَشَكَوْتَ إِلَيْهِ هُمُومَكَ، وَاسْتَكْشَفْتَهُ كُرُوبَكَ، وَاسْتَعَنْتَهُ عَلٰى أُمُورِكَ، وَسَأَلْتَهُ مِنْ خَزَآئِنِ رَحْمَتِهٖ مَالَا يَقْدِرُ عَلٰى إِعْطَائِهٖ غَيْرُهُ مِنْ زِيَادَةِ الْأَعْمَارِ وَصِحَّةِ الْأَبْدَانِ وَسَعَةِ الْأَرْزَاقِ- ثُمَّ جَعَلَ فِي يَدَيْكَ مَفَاتِيحَ خَزَآئِنِهٖ بِمَا أَذِنَ لَكَ مِنْ مَسْأَلَتِهٖ، فَمَتٰى شِئْتَ اسْتَفْتَحْتَ بِالدُّعَآءِ أَبْوَابَ نِعْمَتِهٖ، وَاسْتَمْطَرْتَ شَآبِيبَ رَحْمَتِهٖ فَلَا يُقَنِّطَنَّكَ إِبْطَاءُ إِجَابَتِهٖ فَإِنَّ الْعَطِيَّةَ عَلٰى قَدْرِ النِّيَّةِ وَرُبَّمَا أُخِّرَتْ عَنْكَ الْإِجَابَةُ لِيَكُونَ ذٰلِكَ أَعْظَمَ لِأَجْرِ السَّآئِلِ وَأَجْزَلَ لِعَطَآءِ الْآمِلِ- وَرُبَّمَا سَأَلْتَ الشَّيْءَ فَلَا

ہے جب بھی اُسے پکارو وہ تمہاری سنتا ہے اور جب بھی راز و نیاز کرتے ہوئے اُس سے کچھ کہو وہ جان لیتا ہے۔ تم اُسی سے مرادیں مانگتے ہو، اور اُسی کے سامنے دل کے بھید کھولتے ہو۔ اُسی سے اپنے دکھ درد کا رونا روتے ہو اور مصیبتوں سے نکالنے کی التجا کرتے ہو اور اپنے کاموں میں مدد مانگتے ہو اور اُس کی رحمت کے خزانوں سے وہ چیزیں طلب کرتے ہو جن کے دینے پر اور کوئی قدرت نہیں رکھتا۔ جیسے عمروں میں درازی، جسمانی صحت و توانائی اور رزق میں وسعت اور اس پر اُس نے تمہارے ہاتھ میں اپنے خزانوں کے کھولنے والی کنجیاں دے دی ہیں اس طرح کہ تمہیں اپنی بارگاہ میں سوال کرنے کا طریقہ بتایا۔ اس طرح جب تم چاہو دعا کے ذریعہ اُس کی نعمت کے دروازوں کو کھلوا لو، اُس کی رحمت کے جھالوں کو برسا لو۔ ہاں بعض اوقات قبولیت میں دیر ہو، تو اُس سے ناامید نہ ہو۔ اس لئے کہ عطیہ نیت کے مطابق ہوتا ہے اور اکثر قبولیت میں اس لئے دیر کی جاتی ہے کہ سائل کے اجر میں اضافہ ہو، اور امیدوار کو عطئے اور زیادہ ملیں اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تم ایک چیز مانگتے ہو اور وہ حاصل نہیں ہوتی مگر دنیا یا آخرت میں اس سے بہتر چیزیں تمہیں مل جاتی ہیں یا تمہارے کسی بہتر مفاد کے پیش نظر تمہیں اس سے محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے کہ تم کبھی ایسی چیزیں بھی طلب کر لیتے ہو کہ اگر تمہیں دے دی جائیں تو تمہارا دین تباہ ہو جائے۔ لہٰذا تمہیں بس وہ چیز طلب کرنا چاہئے جس کا جمال پائیدار ہو اور جس کا وبال تمہارے سر نہ پڑنے والا ہو۔ رہا دنیا کا مال تو نہ یہ تمہارے لئے رہے گا، اور نہ تم اُس کے لئے رہو گے۔

یاد رکھو! تم آخرت کے لئے پیدا ہوئے ہو، نہ کہ دنیا کے لئے، فنا کے لئے خلق ہوئے ہو، نہ بقا کے لئے موت کے لئے بنے ہو نہ حیات کے لئے، تم ایک ایسی منزل میں ہو جس کا کوئی ٹھیک نہیں

تُؤْتَاهُ وَأُوتِيتَ خَيْرًا مِّنْهُ عَاجِلًا أَوْ آجِلًا، أَوْصُرِفَ عَنْكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ فَلَرُبَّ أَمْرٍ قَدْ طَلَبْتَهُ فِيهِ هَلَاكُ دِينِكَ لَوْ أُوتِيتَهُ فَلْتَكُنْ مَسْأَلَتُكَ فِيمَا يَبْقَى لَكَ جَمَالُهُ وَيَنْفَى عَنْكَ وَبَالُهُ۔ فَالْمَالُ لَا يَبْقَى لَكَ وَلَا تَبْقَى لَهُ۔

وَأَعْلَمْ أَنَّكَ إِنَّمَا خُلِقْتَ لِلْآخِرَةِ لَا لِلدُّنْيَا، وَلِلْفَنَاءِ لَا لِلْبَقَاءِ، وَلِلْمَوْتِ لَا لِلْحَيَاةِ، وَأَنَّكَ فِي مَنْزِلِ قُلْعَةٍ وَدَارِ بُلْغَةٍ، وَطَرِيقٍ إِلَى الْآخِرَةِ، وَأَنَّكَ طَرِيدُ الْمَوْتِ الَّذِي لَا يَنْجُو مِنْهُ هَارِبُهُ، وَلَا بُدَّ أَنَّهُ مُدْرِكُهُ فَكُنْ مِّنْهُ عَلَى حَذَرِ أَنْ يُدْرِكَكَ وَأَنْتَ عَلَى حَالٍ سَيِّئَةٍ قَدْ كُنْتَ تُحَدِّثُ نَفْسَكَ مِنْهَا بِالتَّوْبَةِ فَيَحُولَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ، فَإِذَا أَنْتَ قَدْ أَهْلَكْتَ نَفْسَكَ۔ يَابُنَيَّ أَكْثِرْ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَذِكْرِ مَا تَهْجُمُ عَلَيْهِ وَتُفْضِي بَعْدَ الْمَوْتِ إِلَيْهِ حَتَّى يَأْتِيَكَ وَقَدْ أَخَذْتَ مِنْهُ حِذْرَكَ، وَشَدَدْتَ لَهُ أَزْرَكَ، وَلَا يَأْتِيَكَ بَغْتَةً فَيَبْهَرَكَ۔ وَإِيَّاكَ أَنْ تَغْتَرَّ بِمَا تَرَى مِنْ إِخْلَادِ أَهْلِ الدُّنْيَا إِلَيْهَا، وَتَكَالُبِهِمْ عَلَيْهَا، فَقَدْ نَبَّأَكَ اللّٰهُ عَنْهَا، وَنَعَتْ لَكَ نَفْسَهَا، وَتَكَشَّفَتْ لَكَ عَنْ مَسَاوِيهَا، فَإِنَّمَا أَهْلُهَا كِلَابٌ عَاوِيَةٌ، وَسِبَاعٌ ضَارِيَةٌ، يَهِرُّ بَعْضُهَا بَعْضًا وَيَأْكُلُ عَزِيزُهَا ذَلِيلَهَا

اور ایک ایسے گھر میں ہو جو آخرت کا ساز و سامان مہیا کرنے کے لئے ہے اور صرف منزل آخرت کی گزرگاہ ہے۔ تم وہ ہو جس کا موت پیچھا کئے ہوئے ہے جس سے بھاگنے والا چھٹکارا نہیں پاتا۔ کتنا ہی کوئی چاہے، اُس کے ہاتھ سے نہیں نکل سکتا۔ اور وہ بہرحال اُسے پالیتی ہے۔ لہٰذا ڈرو اس سے کہ موت تمہیں ایسے گناہوں کے عالم میں آجائے جن سے توبہ کے خیالات تم دل میں لاتے تھے۔ مگر وہ تمہارے اور توبہ کے درمیان حائل اے فرزند! موت کو اور اُس منزل کو جس پر تمہیں اچانک وارد ہونا ہے اور جہاں موت کے بعد پہنچنا ہے ہر وقت یاد رکھنا تاکہ جب وہ آئے تو تم اپنا حفاظتی سروسامان مکمل اور اُس کے لئے اپنی قوت مضبوط کر چکے ہو، اور وہ اچانک تم پر نہ ٹوٹ پڑے کہ تمہیں بے دست و پا کردے۔ خبردار! دنیاداروں کی دنیا پرستی اور اُن کی حرص و طمع جو تمہیں دکھائی دیتی ہے وہ تمہیں فریب نہ دے۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کا وصف خوب بیان کر دیا ہے، اور دنیا نے خود بھی اپنی حقیقت واضح کر دی ہے اور اپنی برائیوں کو بے نقاب کر دیا ہے۔ اس (دنیا) کے گرویدہ بھونکنے والے کتے اور پھاڑ کھانے والے درندے ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے پر غراتے ہیں۔ طاقتور کمزور کو نگلے لیتا ہے اور بڑا چھوٹے کو کچل رہا ہے۔ ان میں کچھ چوپائے بندھے ہوئے اور کچھ چھٹے ہوئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی عقلیں کھو دی ہیں اور انجانے راستے پر سوار ہولیے ہیں یہ دشوار گزار وادیوں میں آفتوں کی چراگاہ میں چھٹے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی گلہ بان ہے جو اُن کی رکھوالی کرے، نہ کوئی چرواہا ہے جو انہیں چرائے۔ دنیا نے اُن کو گمراہی کے راستے پر لگایا ہے اور ہدایت کے مینار سے اُن کی آنکھیں بند کر دی ہیں۔ یہ اُس کی گمراہیوں میں سرگرداں اور اُس کی نعمتوں میں غلطاں ہیں، اور اُسے ہی اپنا معبود بنا رکھا



وَيَقْهَرُ كَبِيرُهَا صَغِيرَهَا نَعَمٌ مُعَقَّلَةٌ، وَأُخْرَى مُهْمَلَةٌ قَدْ أَضَلَّتْ عُقُولَهَا وَرَكِبَتْ مَجْهُولَهَا، سُرُوحُ عَاهَةٍ بِوَادٍ وَعْثٍ۔ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ يُقِيمُهَا، وَلَا مُسِيمٌ يُسِيمُهَا۔ سَلَكَتْ بِهِمُ الدُّنْيَا طَرِيقَ الْعَمَى، وَأَخَذَتْ بِأَبْصَارِهِمْ عَنْ مَنَارِ الْهُدَى فَتَاهُوا فِي حَيْرَتِهَا، وَغَرِقُوا فِي نِعْمَتِهَا، وَاتَّخَذُوهَا رَبًّا فَلَعِبَتْ بِهِمْ وَلَعِبُوا بِهَا وَنَسُوا مَاوَرَائَهَا۔

رَوَيْدًا يُسْفِرُ الظَّلَامُ لَكَأَنْ قَدْ وَرَدَتِ الْأَظْعَانُ يُوشِكُ مَنْ أَسْرَعَ أَنْ يَلْحَقَ وَاعْلَمْ أَنَّ مَنْ كَانَتْ مَطِيَّتُهُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فَإِنَّهُ يُسَارُ بِهِ وَإِنْ كَانَ وَاقِفًا، وَيَقْطَعُ الْمَسَافَةَ وَإِنْ كَانَ مُقِيمًا وَادِعًا۔ وَاعْلَمْ يَقِينًا أَنَّكَ لَنْ تَبْلُغَ أَمَلَكَ وَلَنْ تَعْدُوَ أَجَلَكَ وَأَنَّكَ فِي سَبِيلِ مَنْ كَانَ قَبْلَكَ فَخَفِّضْ فِي الطَّلَبِ، وَأَجْمِلْ فِي الْمُكْتَسَبِ فَإِنَّهُ رُبَّ طَلَبٍ قَدْ جَرَّ إِلَى حَرَبٍ فَلَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ بِمَرْزُوقٍ ... طَيِّبَتَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ ذُو نِعْمَةٍ فَافْعَلْ فَإِنَّكَ مُدْرِكٌ قِسْمَكَ وَآخِذٌ سَهْمَكَ وَإِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ أَعْظَمُ وَأَكْرَمُ مِنَ الْكَثِيرِ مِنْ خَلْقِهِ وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِّنْهُ وَتَلَافِيكَ مَافَرَطَ مِنْ صَمْتِكَ أَيْسَرُ مِنْ إِدْرَاكِكَ مَافَاتَ مِنْ مَنْطِقِكَ،

ہے۔ دنیا ان سے کھیل رہی ہے، اور یہ دنیا سے کھیل رہے ہیں اور اس کے آگے کی منزل کھو بھولے ہوئے ہیں۔ ٹھہرو! اندھیرا چھٹنے دو۔ گویا (میدان حشر میں) سواریاں اُتر ہی پڑی ہیں۔ تیز قدم چلنے والوں کے لئے وہ وقت دور نہیں کہ اپنے قافلہ سے مل جائیں اور معلوم ہونا چاہئے کہ جو شخص لیل و نہار کے مرکب پر سوار ہے وہ اگرچہ ٹھہرا ہوا ہے مگر حقیقت میں چل رہا ہے۔ اور اگرچہ ایک جگہ پر قیام کئے ہوئے ہے مگر مسافت طے کئے جا رہا ہے اور یہ یقین کیساتھ جانے رہو کہ تم اپنی آرزوؤں کو پورا کبھی نہیں کر سکتے، اور جتنی زندگی لے کر آئے ہو اُس سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور تم بھی اپنے پہلے والوں کی راہ پر ہو، لہٰذا طلب میں نرم رفتاری اور کسب معاش میں میانہ روی سے کام لو۔ کیونکہ اکثر طلب کا نتیجہ مال کا گنوانا ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ رزق کی تلاش میں لگا رہنے والا کامیاب ہی ہو، اور کد و کاوش میں اعتدال سے کام لینے والا محروم ہی رہے۔ ہر ذلت سے اپنے نفس کو بلند تر سمجھو، اگرچہ وہ تمہاری من مانی چیزوں تک تمہیں پہنچا دے۔ کیونکہ اپنے نفس کی عزت جو کھو دو گے، اُس کا بدل کوئی حاصل نہ کر سکو گے۔ دوسروں کے غلام نہ بن جاؤ جبکہ اللہ نے تمہیں آزاد بنایا ہے۔ اُس بھلائی میں کوئی بہتری نہیں جو بُرائی کے ذریعہ حاصل ہو اور اُس آرام و آسائش میں کوئی بہتری نہیں جس کے لئے (ذلت کی) دشواریاں جھیلنا پڑیں۔ خبردار تمہیں طمع و حرص کی تیز رو سواریاں ہلاکت کے گھاٹ پر نہ لا اُتاریں۔ اگر ہو سکے تو یہ کرو کہ اپنے اور اللہ کے درمیان کسی ولی نعمت کو واسطہ نہ بننے دو کیونکہ تم اپنا حصہ اور اپنی قسمت کا پا کر رہو گے۔ وہ تھوڑا جو اللہ سے بے منت خلق ملے اس بہت سے کہیں بہتر ہے جو مخلوق کے ہاتھوں سے ملے۔ اگرچہ حقیقتاً جو ملتا ہے اللہ ہی کی طرف سے ملتا ہے بے محل خاموشی کا تدارک بے

وَحِفْظُ مَا فِى الْوِعَآءِ بِشَدِّ الْوِكَآءِ وَحِفْظُ مَا فِى يَدَيْكَ أَحَبُّ إِلَىَّ مِنْ طَلَبِ مَا فِى يَدِ غَيْرِكَ ـ وَمَرَارَةُ الْيَأْسِ خَيْرٌ مِّنَ الطَّلَبِ إِلَى النَّاسِ۔ وَالْحِرْفَةُ مَعَ الْعِفَّةِ خَيْرٌ مِنَ الْغِنَى مَعَ الْفُجُورِ۔ وَالْمَرْءُ أَحْفَظُ لِسِرِّهٖ۔ وَرُبَّ سَاعٍ فِيمَا يَضُرُّهُ۔ مَنْ أَكْثَرَ أَهْجَرَ۔ وَمَنْ تَفَكَّرَ أَبْصَرَ۔ قَارِنْ أَهْلَ الْخَيْرِ تَكُنْ مِنْهُمْ۔ وَبَايِنْ أَهْلَ الشَّرِّ تَبِنْ عَنْهُمْ بِئْسَ الطَّعَامُ الْحَرَامُ۔ وَظُلْمُ الضَّعِيفِ أَفْحَشُ الظُّلْمِ۔ إِذَا كَانَ الرِّفْقُ خُرْقًا كَانَ الْخُرْقُ رِفْقًا۔ رُبَّمَا كَانَ الدَّوَآءُ دَاءً وَالدَّاءُ دَوَاءً وَرُبَّمَا نَصَحَ غَيْرُ النَّاصِحِ وَغَشَّ الْمُسْتَنْصَحُ۔ وَإِيَّاكَ وَاتِّكَالَكَ عَلَى الْمُنَى فَإِنَّهَا بَضَائِعُ النَّوْكَى، وَالْعَقْلُ حِفْظُ التَّجَارِبِ وَخَيْرُ مَا جَرَّبْتَ مَا وَعَظَكَ۔ بَادِرِ الْفُرْصَةَ قَبْلَ أَنْ تَكُونَ غُصَّةً لَيْسَ كُلُّ طَالِبٍ يُصِيبُ، وَلَا كُلُّ غَائِبٍ يَؤُوبُ۔ وَمِنَ الْفَسَادِ إِضَاعَةُ الزَّادِ وَمَفْسَدَةُ الْمَعَادِ۔ وَلِكُلِّ أَمْرٍ عَاقِبَةٌ۔ سَوْفَ يَأْتِيكَ مَا قُدِّرَ لَكَ۔ التَّاجِرُ مُخَاطِرٌ۔ وَرُبَّ يَسِيرٍ أَنْمَى مِنْ كَثِيرٍ۔ لَا خَيْرَ فِى مُعِينٍ مَهِينٍ وَلَا فِى صَدِيقٍ ظَنِينٍ۔ سَاهِلِ الدَّهْرَ مَا ذَلَّ لَكَ قَعُودُهُ۔ وَلَا

موقعہ گفتگو سے آسان ہے۔ برتن میں جو ہے اُس کی حفاظت یونہی ہوگی کہ منہ بند رکھو اور جو کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے اُس کو محفوظ رکھنا دوسروں کے آگے دست طلب بڑھانے سے مجھے زیادہ پسند ہے یاس کی تلخی سہہ لینا لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بہتر ہے۔ پاک دامانی کے ساتھ محنت و مزدوری کر لینا فسق و فجور میں گھری ہوئی دولت مندی سے بہتر ہے انسان خود ہی اپنے راز کو خوب چھپا سکتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسی چیز کے لئے کوشاں ہوتے ہیں جو اُن کے لئے ضرر رساں ثابت ہوتی ہے جو زیادہ بولتا ہے وہ بے معنی باتیں کرنے لگتا ہے۔ سوچ بچار سے قدم اٹھانے والا (صحیح راستہ) دیکھ لیتا ہے نیکوں سے میل جول رکھو گے تو تم بھی نیک ہو جاؤ گے، بروں سے بچے رہو گے تو اُن (کے اثرات) سے محفوظ رہو گے۔ بدترین کھانا وہ ہے جو حرام ہو۔ اور بدترین ظلم وہ ہے جو کسی کمزور و ناتواں پر کیا جائے۔ جہاں نرمی سے کام لینا مناسب ہو وہاں سخت گیری ہی نرمی ہے۔ کبھی کبھی دوا بیماری، اور بیماری دوا بن جایا کرتی ہے۔ کبھی بدخواہ بھلائی کی راہ سوجھا دیا کرتا ہے، اور دوست فریب دے جاتا ہے۔ خبردار! امیدوں کے سہارے پر نہ بیٹھنا، کیونکہ امیدیں احمقوں کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ تجربوں کو محفوظ رکھنا عقلمندی ہے۔ بہترین تجربہ وہ ہے جو پند و نصیحت دے۔ فرصت کا موقع غنیمت جانو۔ قبل اس کے کہ وہ رنج و اندوہ کا سبب بن جائے ہر طلب و سعی کرنے والا مقصد کو پا نہیں لیا کرتا، اور ہر جانے والا پلٹ کر نہیں آیا کرتا۔ توشہ کا کھو دینا اور عاقبت بگاڑ لینا بربادی و تباہ کاری ہے۔ ہر چیز کا ایک نتیجہ و ثمر ہوا کرتا ہے جو تمہارے مقدر میں ہے وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ تاجر اپنے کو خطروں میں ڈالا ہی کرتا ہے۔ کبھی تھوڑا مال مالِ فراواں سے زیادہ بابرکت ثابت ہوتا ہے پست طینت مددگار



تُخَاطِرْ بِشَيْءٍ رَجَاءَ أَكْثَرَ مِنْهُ۔ وَإِيَّاكَ أَنْ تَجْمَحَ بِكَ مَطِيَّةُ اللَّجَاجِ۔ احْمِلْ نَفْسَكَ مِنْ أَخِيكَ عِنْدَ صَرْمِهٖ عَلَى الصِّلَةِ، وَعِنْدَ صُدُودِهٖ عَلَى اللُّطْفِ وَالْمُقَارَبَةِ، وَعِنْدَ جُمُودِهٖ عَلَى الْبَذْلِ، وَعِنْدَ تَبَاعُدِهٖ عَلَى الدُّنُوِّ، وَعِنْدَ تَبَاعُدِهٖ عَلَى الدُّنُوِّ، وَعِنْدَ شِدَّتِهٖ عَلَى اللِّينِ، وَعِنْدَ جُرْمِهٖ عَلَى الْعُذْرِ حَتَّى كَأَنَّكَ لَهُ عَبْدٌ وَكَأَنَّهُ ذُونِعْمَةٍ عَلَيْكَ۔

وَإِيَّاكَ أَنْ تَضَعَ ذٰلِكَ فِى غَيْرِ مَوْضِعِهٖ أَوْ أَنْ تَفْعَلَهُ بِغَيْرِ أَهْلِهٖ۔ لَا تَتَّخِذَنَّ عَدُوَّ صَدِيقِكَ صَدِيقًا فَتُعَادِىَ صَدِيقَكَ۔ وَامْحَضْ أَخَاكَ النَّصِيحَةَ حَسَنَةً كَانَتْ أَوْ قَبِيحَةً۔ وَتَجَرَّعِ الْغَيْظَ فَإِنِّى لَمْ أَرَ جُرْعَةً أَحْلَى مِنْهَا عَاقِبَةً وَلَا أَلَذَّ مَغَبَّةً۔ وَلِنْ لِمَنْ غَالَظَكَ فَإِنَّهُ يُوشِكُ أَنْ يَلِينَ لَكَ۔ وَخُذْ عَلَى عَدُوِّكَ بِالْفَضْلِ فَإِنَّهُ أَحْلَى الظَّفَرَيْنِ وَإِنْ أَرَدْتَ قَطِيعَةَ أَخِيكَ فَاسْتَبْقِ لَهُ مِنْ نَفْسِكَ بَقِيَّةً يَرْجِعُ إِلَيْهَا إِنْ بَدَا لَهُ ذٰلِكَ يَوْمًا مَّا۔ وَمَنْ ظَنَّ بِكَ خَيْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ ـ وَلَا تُضِيعَنَّ حَقَّ أَخِيكَ إِتِّكَالًا عَلَى مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكَ بِأَخٍ مَنْ أَضَعْتَ حَقَّهُ۔ وَلَا يَكُنْ

میں کوئی بھلائی نہیں اور نہ بدگمان دوست میں جب تک زمانہ کی سواری تمہارے قابو میں ہے اس سے نباہ کرتے رہو۔ زیادہ کی امید میں اپنے کو خطروں میں نہ ڈالو۔ خبردار! کہیں دشمن و عناد کی سواریاں تم سے منہ زوری نہ کرنے لگیں۔ اپنے کو اپنے بھائی کے لئے اس پر آمادہ کرو کہ جب وہ دوستی توڑے تو تم اُسے جوڑو، وہ منہ پھیرے تو تم آگے بڑھو اور لطف و مہربانی سے پیش آؤ۔ وہ تمہارے لئے کنجوسی کرے تم اُس پر خرچ کرو وہ دوری اختیار کرے تو تم اُس کے نزدیک ہونے کی کوشش کرو، وہ سختی کرتا رہے اور تم نرمی کرو۔ وہ خطا کا مرتکب ہو اور تم اس کے لئے عذر تلاش کرو، یہاں تک کہ گویا تم اس کے غلام اور وہ تمہارا آقائے نعمت ہے۔

مگر خبردار یہ برتاؤ بے محل نہ ہو اور نا اہل سے یہ رویہ نہ اختیار کرو۔ اپنے دوست کے دشمن کو دوست نہ بناؤ ورنہ اس دوست کے دشمن قرار پاؤ گے۔ دوست کو کھری کھری نصیحت کی باتیں سناؤ خواہ اُسے اچھی لگیں یا بُری۔ غصہ کے کڑوے گھونٹ پی جاؤ۔ کیونکہ میں نے نتیجہ کے لحاظ سے اس سے زیادہ خوش مزہ و شیریں گھونٹ نہیں پائے، جو شخص تم سے سختی کے ساتھ پیش آئے اُس سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ کیونکہ اس رویہ سے وہ خود ہی نرم پڑ جائے گا۔ دشمن پر لطف و کرم کے ذریعہ سے راہ چارہ و تدبیر مسدود کرو کیونکہ دو قسم کی کامیابوں میں یہ زیادہ مزے کی کامیابی ہے اپنے کسی دوست سے تعلقات قطع کرنا چاہو تو اپنے دل میں اتنی جگہ رہنے دو کہ اگر اس کا رویہ بدلے تو اس کے لئے گنجائش ہو۔ جو تم سے حُسنِ ظن رکھے اُس کے حُسنِ ظن کو سچا ثابت کرو۔ باہمی روابط کی بناء پر اپنے کسی بھائی کی حق تلفی نہ کرو۔ کیونکہ پھر وہ بھائی کہاں رہا جس کا حق تم تلف کرو۔ یہ نہ چاہیئے کہ تمہارے گھر والے تمہارے ہاتھوں دنیا جہاں میں سب سے زیادہ

أَهْلُكَ أَشْقَى الْخَلْقِ بِكَ۔ وَلَا تَرْغَبَنَّ فِيمَنْ زَهِدَ فِيكَ وَلَا يَكُونَنَّ أَخُوكَ أَقْوٰى عَلٰى قَطِيعَتِكَ مِنْكَ عَلٰى صِلَتِهٖ وَلَا تَكُونَنَّ عَلَى الْإِسَائَةِ أَقْوٰى مِنْكَ عَلَى الْإِحْسَانِ، وَلَا يَكْبُرَنَّ عَلَيْكَ ظُلْمُ مَنْ ظَلَمَكَ فَإِنَّهٗ يَسْعٰى فِي مَضَرَّتِهٖ وَنَفْعِكَ وَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ سَرَّكَ أَنْ تَسُوءَهٗ۔

وَاعْلَمْ يَابُنَيَّ أَنَّ الرِّزْقَ رِزْقَانِ رِزْقٌ تَطْلُبُهٗ، وَرِزْقٌ يَطْلُبُكَ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَأْتِهٖ أَتَاكَ مَا أَقْبَحَ الْخُضُوعَ عِنْدَ الْحَاجَةِ وَالْجَفَاءَ عِنْدَ الْغِنٰى ؟ إِنَّ لَكَ مِنْ دُنْيَاكَ مَا أَصْلَحْتَ بِهٖ مَثْوَاكَ ۔ وَإِنْ جَزِعْتَ عَلٰى مَاتَفَلَّتَ مِنْ يَدَيْكَ فَاجْزَعْ عَلٰى كُلِّ مَالَمْ يَصِلْ إِلَيْكَ اسْتَدِلَّ عَلٰى مَالَمْ يَكُنْ بِمَا قَدْ كَانَ فَإِنَّ الْأُمُورَ أَشْبَاهٌ۔ وَلَا تَكُونَنَّ مِمَّنْ لَا تَنْفَعُهُ الْعِظَةُ إِلَّا إِذَا بَالَغْتَ فِي إِيْلَامِهٖ، فَإِنَّ الْعَاقِلَ يَتَّعِظُ بِالْآدَابِ وَالْبَهَائِمُ لَا تَتَّعِظُ إِلَّا بِالضَّرْبِ۔ اِطْرَحْ عَنْكَ وَارِدَاتِ الْهُمُومِ بِعَزَائِمِ الصَّبْرِ وَحُسْنِ الْيَقِينِ۔ مَنْ تَرَكَ الْقَصْدَ جَارَ وَالصَّاحِبُ مُنَاسِبٌ وَالصَّدِيقُ مَنْ صَدَقَ غَيْبُهٗ۔ وَالْهَوٰى شَرِيكُ الْعَنَاءِ۔ رُبَّ قَرِيبٍ أَبْعَدُ مِنْ بَعِيدٍ، وَأَقْرَبُ مِنْ قَرِيبٍ" وَالْغَرِيبُ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَبِيبٌ۔ مَنْ

بد بخت ہو جائیں۔ جو تم سے تعلقات قائم رکھنا پسند ہی نہ کرتا ہو، اُس کے خواہ مخواہ پیچھے نہ پڑو تمہارا دوست قطع تعلق کرے تو تم رشتہ محبت جوڑنے میں اس پر بازی لے جاؤ اور وہ بُرائی سے پیش آئے تو تم حُسنِ سلوک میں اس سے بڑھ جاؤ۔ ظالم کا ظلم تم پر گراں نہ گزرے کیونکہ وہ اپنے نقصان اور تمہارے فائدے کے لئے سرگرم عمل ہے اور جو تمہاری خوشی کا باعث ہو اس کا صلہ یہ نہیں کہ اس سے برائی کرو۔ اے فرزند! یقین رکھو کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جُس کی تم جستجو کرتے ہو اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں لگا ہوا ہے، اگر تم اس کی طرف نہ جاؤ گے تو بھی وہ تم تک آ کر رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر گڑگڑانا اور مطلب نکل جانے پر کج خلقی سے پیش آنا کتنی بُری عادت ہے۔ دنیا سے بس اتنا ہی اپنا سمجھو جس سے اپنی عقبیٰ کی منزل سنوار سکو۔ اگر تم ہر اُس چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، واویلا مچاتے ہو تو پھر ہر اُس چیز پر رنج و افسوس کرو کہ جو تمہیں نہیں ملی۔ موجودہ حالات سے بعد کے آنے والے حالات کا قیاس کرو۔ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ کہ جن پر نصیحت اُس وقت تک کارگر نہیں ہوتی جب تک انہیں پوری طرح تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ کیونکہ عقل مند باتوں سے مان جاتے ہیں، اور حیوان لاتوں کے بغیر نہیں مانا کرتے۔ ٹوٹ پڑنے والے غم و اندوہ کو صبر کی پختگی اور حُسنِ یقین سے دور کرو، جو درمیانی راستہ چھوڑ دیتا ہے وہ بے راہ ہو جاتا ہے۔ دوست بمنزلہ عزیز کے ہوتا۔ سچا دوست وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی دوستی کو نباہے۔ ہوا و ہوس سے زحمت میں پڑنا لازمی ہے۔ بہت سے قریبی بیگانوں سے بھی زیادہ بے تعلق ہوتے ہیں اور بہت سے بیگانے قریبیوں سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں پردیسی وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو، جو حق سے تجاوز



تَعَدَّى الْحَقَّ ضَاقَ مَذْهَبُهٗ وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلٰى قَدْرِهٖ كَانَ أَبْقٰى لَهٗ۔ وَأَوْثَقُ سَبَبٍ أَخَذْتَ بِهٖ سَبَبٌ بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ۔ وَمَنْ لَمْ يُبَالِكَ فَهُوَ عَدُوُّكَ قَدْ يَكُونُ الْيَأْسُ إِدْرَاكًا إِذَا كَانَ الطَّمَعُ هَلَاكًا۔ لَيْسَ كُلُّ عَوْرَةٍ تَظْهَرُ وَلَا كُلُّ فُرْصَةٍ تُصَابُ۔ وَرُبَّمَا أَخْطَأَ الْبَصِيرُ قَصْدَهٗ وَأَصَابَ الْأَعْمٰى رُشْدَهٗ۔ أَخِّرِ الشَّرَّ فَإِنَّكَ إِذَا شِئْتَ تَعَجَّلْتَهٗ۔ وَقَطِيعَةُ الْجَاهِلِ تَعْدِلُ صِلَةَ الْعَاقِلِ مَنْ أَمِنَ الزَّمَانَ خَانَهٗ، وَمَنْ أَعْظَمَهٗ أَهَانَهٗ لَيْسَ كُلُّ مَنْ رَمٰى أَصَابَ۔ إِذَا تَغَيَّرَ السُّلْطَانُ تَغَيَّرَ الزَّمَانُ سَلْ عَنِ الرَّفِيقِ قَبْلَ الطَّرِيقِ وَعَنِ الْجَارِ قَبْلَ الدَّارِ إِيَّاكَ أَنْ تَذْكُرَ فِي الْكَلَامِ مَا يَكُونُ مُضْحِكًا وَإِنْ حَكَيْتَ ذٰلِكَ عَنْ غَيْرِكَ وَإِيَّاكَ وَمُشَاوَرَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّ رَأْيَهُنَّ إِلٰى أَفَنٍ وَعَزْمَهُنَّ إِلٰى وَهْنٍ ذٰلِكَ يَدْعُوا الصَّحِيحَةَ إِلَى السُّقْمِ وَالْبَرِيئَةَ إِلَى الرِّيَبِ۔ وَاجْعَلْ لِكُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ خَدَمِكَ عَمَلًا تَأْخُذُهٗ بِهٖ فَإِنَّهٗ أَحْرٰى أَنْ لَا يَتَوَاكَلُوا فِي خِدْمَتِكَ وَأَكْرِمْ عَشِيرَتَكَ فَإِنَّهُمْ جَنَاحُكَ الَّذِي بِهٖ تَطِيرُ وَأَصْلُكَ الَّذِي إِلَيْهِ تَصِيرُ، وَيَدُكَ الَّتِي بِهَا تَصُولُ۔ أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِينَكَ وَدُنْيَاكَ۔ وَأَسْأَلُهٗ خَيْرَ

کر جاتا ہے اس کا راستہ تنگ ہو جاتا ہے جو اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھتا اس کی منزل برقرار رہتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں سب سے زیادہ مضبوط وسیلہ وہ ہے جو تمہارے اور اللہ کے درمیان ہے۔ جو تمہاری پرواہ نہیں کرتا وہ تمہارا دشمن ہے۔ جب حرص و طمع تباہی کا سبب ہو تو مایوسی ہی میں کامرانی ہے۔ ہر عیب ظاہر نہیں ہوا کرتا۔ فرصت کا موقع بار بار نہیں ملا کرتا۔ کبھی آنکھوں والا صحیح راہ کھو دیتا ہے اور اندھا صحیح راستہ پالیتا ہے۔ برائی کو پس پشت ڈالتے رہو کیونکہ جب چاہو گے اُس کی طرف بڑھ سکتے ہو۔ جاہل سے علاقہ توڑنا، عقلمند سے رشتہ جوڑنے کے برابر ہے۔ جو دنیا پر اعتماد کر کے مطمئن ہو جاتا ہے دنیا اُسے دغا دے جاتی ہے، اور جو اُسے عظمت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے وہ اُسے پست و ذلیل کرتی ہے۔ ہر تیر انداز کا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا کرتا۔ جب حکومت بدلتی ہے تو زمانہ بدل جاتا ہے۔ راستے سے پہلے شریک سفر اور گھر سے پہلے ہمسایہ کے متعلق پوچھ گچھ کرلو۔ خبردار اپنے گفتگو میں ہنسانے والی باتیں نہ لاؤ۔ اگرچہ وہ نقل قول کی حیثیت سے ہوں۔ عورتوں سے ہرگز مشورہ نہ لو کیونکہ ان کی رائے کمزور اور ارادہ سست ہوتا ہے۔ انہیں پردہ میں بٹھا کر ان کی آنکھوں کو تاک جھانک سے روکو۔ کیونکہ پردہ کی سختی اُن کی عزت و آبرو کو برقرار رکھنے والی ہے۔ ان کا گھروں سے نکلنا اس سے زیادہ خطرناک نہیں ہوتا جتنا کسی ناقابل اعتماد کو گھر میں آنے دینا، اور اگر بن پڑے تو ایسا کرو کہ تمہارے علاوہ کسی اور کو وہ پہچانتی ہی نہ ہوں۔ عورت کو اُس کے ذاتی اُمور کے علاوہ دوسرے اختیارات نہ سونپو کیونکہ عورت ایک پھول ہے وہ کارفرما اور حکمران نہیں ہے۔ اس کا پاس و لحاظ اُس کی ذات سے آگے نہ بڑھاؤ اور یہ حوصلہ پیدا نہ ہونے دو کہ وہ

الْقَضَآءِ لَكَ فِي الْعَاجِلَةِ وَالْآجِلَةِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَالسَّلَامُ۔

وَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ لَّا يَعْرِفْنَ غَيْرَكَ فَافْعَلْ وَلَا تُمَلِّكِ الْمَرْأَةَ مِنْ أَمْرِهَا مَا جَاوَزَ نَفْسَهَا فَإِنَّ الْمَرْأَةَ رَيْحَانَةٌ وَلَيْسَتْ بِقَهْرَمَانَةٍ وَلَا تَعْدُ بِكَرَامَتِهَا نَفْسَهَا، وَلَا تُطْمِعْهَا فِي أَنْ تَشْفَعَ بِغَيْرِهَا۔ وَإِيَّاكَ وَالتَّغَايُرَ فِي غَيْرِ مَوْضِعِ غَيْرَةٍ فَإِنَّ وَاكْفُفْ عَلَيْهِنَّ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحِجَابِ أَبْقَى عَلَيْهِنَّ وَلَيْسَ خُرُوجُهُنَّ بِأَشَدَّ مِنْ إِدْخَالِكَ مَنْ لَّا يُوثَقُ بِهِ عَلَيْهِنَّ،

دوسروں کی سفارش کرنے لگے۔ بے محل شبہ بدگمانی کا اظہار نہ کرو کہ اس سے نیک چلن اور پاکباز عورت بھی بے راہی اور بدکرداری کی راہ دیکھ لیتی ہے۔ اپنے خدمت گزاروں میں ہر شخص کے لئے ایک کام معین کردو، جس کی جواب دہی اس سے کرسکو۔ اس طریق کار سے وہ تمہارے کاموں کو ایک دوسرے پر نہیں ٹالیں گے۔ اپنے قوم قبیلے کا احترام کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے ایسے پروبال ہیں کہ جن سے تم پرواز کرتے ہو، اور ایسی بنیادیں ہیں جن کا تم سہارا لیتے ہو، اور تمہارے وہ دست و بازو ہیں جن سے حملہ کرتے ہو۔ میں تمہارے دین اور تمہاری دنیا کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں اور اس سے حال و مستقبل اور دنیا و آخرت میں تمہارے لئے بھلائی کے فیصلہ کا خواستگار ہوں۔ والسلام۔

۱؎ ابن میثم نے جعفر ابن بابو نہ قمی علیہ الرحمتہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حضرتؑ نے یہ وصیت نامہ محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تحریر فرمایا، اور علامہ رضی نے تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد مخاطب امام حسن علیہ السلام ہیں۔ بہر صورت مخاطب خواہ امام حسنؑ ہوں، یا محمد ابن حنفیہ یہ منشور امامت تمام نوعِ انسان کے لئے درس ہدایت ہے کہ جس پر عمل پیرا ہونے سے سعادت و کامرانی کی راہیں کھل سکتی ہیں۔ اور انسانیت کے بھٹکے ہوئے قافلے جادۂ ہدایت پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ اُس میں دنیا و آخرت کو سنوارنے، اخلاقی شعور کو ابھارنے اور معیشت و معاشرت کو سدھارنے کے وہ بنیادی اصول درج ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے علماء فلاسفر کے ضخیم دفتر قاصر ہیں۔ اس کے حقائق آگیں مواعظ انسانیت کے بھولے ہوئے درس کو یاد دلانے، حسن معاشرت کے مٹے ہوئے نقوش کو تازہ کرنے اور اخلاقی رفعتوں کو ابھارنے کے لئے قوی محرک ہیں۔

## مکتوب (۳۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:

وَأَرْدَيْتَ جِيلًا مِّنَ النَّاسِ كَثِيرًا خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَأَلْقَيْتَهُمْ فِي مَوْجِ بَحْرِكَ تَغْشَاهُمُ الظُّلُمَاتُ وَتَتَلَاطَمُ بِهِمُ

معاویہ کے نام

تم نے لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو تباہ کردیا ہے۔ اپنی گمراہی سے انہیں فریب دیا ہے اور انہیں اپنے سمندر کی موجوں میں ڈال دیا ہے۔ ان پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں اور شبہات کی لہریں انہیں تھپیڑے دے رہی ہیں جس کے بعد وہ سیدھی راہ



الشُّبُهَاتُ فَجَازُوا عَنْ وِجْهَتِهِمْ وَنَكَصُوا عَلَى أَعْقَابِهِمْ وَتَوَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ۔ وَعَوَّلُوا عَلَى أَحْسَابِهِمْ إِلَّا مَنْ فَارَقُوكَ بَعْدَ مَعْرِفَتِكَ، وَهَرَبُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ مُوَازَرَتِكَ إِذْ حَمَلْتَهُمْ عَلَى الصَّعْبِ وَعَدَلْتَ بِهِمْ عَنِ الْقَصْدِ فَاتَّقِ اللَّهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي نَفْسِكَ وَجَاذِبِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ، فَإِنَّ الدُّنْيَا مُنْقَطِعَةٌ عَنْكَ وَ الْآخِرَةُ قَرِيبَةٌ مِنْكَ۔ وَالسَّلَامُ۔

سے بے راہ ہو گئے، الٹے پیروں پھر گئے پیٹھ پھیر کر چلتے بنے، اور اپنے حسب و نسب پر بھروسہ کر بیٹھے، کچھ اہل بصیرت کے جو پلٹ آئے اور تمہیں جان لینے کے بعد تم سے علیحدہ ہو گئے اور تمہاری نصرت و امداد سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف تیزی سے چل پڑے جبکہ تم نے انہیں دشواریوں میں مبتلا کردیا تھا اور اعتدال کی راہ سے ہٹا دیا تھا۔

اے معاویہ! اپنے بارے میں اللہ سے ڈرو، اور اپنی مہار شیطان کے ہاتھ سے چھین لو کیونکہ دنیا تم سے بہرحال قطع ہو جائیگی اور آخرت تمہارے قریب پہنچ چکی ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۳۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى قُثَمَ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى مَكَّةَ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ عَيْنِي بِالْمَغْرِبِ كَتَبَ إِلَيَّ يُعْلِمُنِي أَنَّهُ وُجِّهَ عَلَى الْمَوْسِمِ أُنَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ الْعُمْيِ الْقُلُوبِ الصُّمِّ الْأَسْمَاعِ، الْكُمْهِ الْأَبْصَارِ، الَّذِينَ يَلْتَمِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ، وَيُطِيعُونَ الْمَخْلُوقَ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ، وَيَحْتَلِبُونَ الدُّنْيَا دَرَّهَا بِالدِّينِ، وَيَشْتَرُونَ عَاجِلَهَا بِآجِلِ الْأَبْرَارِ وَالْمُتَّقِينَ۔ وَلَنْ يَفُوزَ بِالْخَيْرِ إِلَّا عَامِلُهُ وَلَا يُجْزَى جَزَاءَ الشَّرِّ إِلَّا فَاعِلُهُ۔ فَأَقِمْ عَلَى مَا فِي يَدَيْكَ قِيَامَ الْحَازِمِ الصَّلِيبِ وَ النَّاصِحِ اللَّبِيبِ، وَالتَّابِعِ لِسُلْطَانِهِ الْمُطِيعِ لِإِمَامِهِ۔ وَإِيَّاكَ وَمَا يُعْتَذَرُ مِنْهُ وَلَا تَكُنْ

والیٔ مکہ قثم ابن عباس کے نام

مغربی[۱] علاقہ کے میرے جاسوس نے مجھے تحریر کیا ہے کہ کچھ شام کے لوگوں کو (مکہ) حج کیلئے روانہ کیا گیا ہے جو دل کے اندھے اور کانوں کے بہرے اور آنکھوں کی روشنی سے محروم ہیں جو حق کو باطل کی راہ سے ڈھونڈتے ہیں، اور اللہ کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت کرتے ہیں، اور دین کے بہانے دنیا (کے تھنوں) سے دودھ دوہتے ہیں، اور نیکوں اور پرہیزگاروں کے اجر آخرت کو ہاتھوں سے دے کر دنیا کا سودا کر لیتے ہیں۔ دیکھو بھلائی اُسی کے حصہ میں آتی ہے جو اُس پر عمل کرتا ہے اور بُرا بدلہ اُسی کو ملتا ہے جو بُرے کام کرتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے فرائض منصبی کو اس شخص کی طرح ادا کرو جو بافہم، پختہ کار، خیر خواہ اور دانش مند ہو اور اپنے حاکم کا فرماں بردار اور اپنے امام کا مطیع رہے اور خبردار! کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ تمہیں معذرت کرنے کی ضرورت پیش آئے اور نعمتوں کی فراوانی کے وقت کبھی اُتراؤ نہیں اور سختیوں کے موقعہ

عِنْدَ النَّعْمَآءِ بَطِرًا وَ لَا عِنْدَ الْبَاسَآءِ فَشِلًا۔ وَالسَّلَامُ۔

پر بوداپن نہیں دکھاؤ۔ والسلام۔

ا معاویہ نے کچھ لوگوں کو حاجیوں کے بھیس میں مکہ روانہ کیا تا کہ وہاں کی خاموش فضا میں سنسنی پیدا کریں اور تقویٰ و ورع کی نمائش سے عوام کا اعتماد حاصل کریں ان کے یہ ذہن نشین کردیں کہ علی ابن ابی طالب نے حضرت عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا، اور آخر انہیں قتل کرا کے دم لیا اور اس طرح حضرت کو ان کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو ان سے بدظن کریں، اور امیر شام کے کردار کی بلندی اخلاق کی عظمت اور داد و دہش کے تذکروں سے لوگوں کو اس کی طرف مائل کریں۔ مگر حضرت نے جن لوگوں کو شام میں حالات کا جائزہ لینے اور خبر رسانی کے لئے مقرر رکھا تھا انہوں نے جب آپ کو اطلاع دی تو آپ نے والئی مکہ قثیم ابن عباس کو ان کے نقل و حرکت پر نظر رکھنے اور ان کی شورش انگیزیوں کے انسداد کے لئے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

## خطبہ (۳۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ:

لَمَّا بَلَغَهُ تَوَجُّدُهُ مِنْ عَزْلِهِ بِالْأَشْتَرِ عَنْ مِصْرَ، ثُمَّ تُوُفِّيَ الْأَشْتَرُ فِي تَوَجُّهِهِ إِلَى مِصْرَ قَبْلَ وُصُولِهِ إِلَيْهَا)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي مَوْجِدَتُكَ مِنْ تَسْرِيحِ الْأَشْتَرِ إِلَى عَمَلِكَ وَإِنِّي لَمْ أَفْعَلْ ذٰلِكَ اسْتِبْطَآءً لَكَ فِي الْجُهْدِ وَلَا ازْدِيَادًا فِي الْجِدِّ وَلَوْ نَزَعْتُ مَا تَحْتَ يَدِكَ مِنْ سُلْطَانِكَ۔ لَوَلَّيْتُكَ مَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَعْجَبُ إِلَيْكَ وِلَايَةً۔

إِنَّ الرَّجُلَ الَّذِي كُنْتُ وَلَّيْتُهُ أَمْرَ مِصْرَ كَانَ لَنَا رَجُلًا لَنَا نَاصِحًا وَ عَلَى عَدُوِّنَا شَدِيدًا نَاقِمًا۔ فَرَحِمَهُ اللّٰهُ فَلَقَدِ اسْتَكْمَلَ أَيَّامَهُ وَلَاقَى حِمَامَهُ وَنَحْنُ عَنْهُ رَاضُونَ۔

محمد ابن ابی بکر کے نام:

اس موقع پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ مصر کی حکومت سے اپنی معزولی اور مالک اشتر کے تقرر کی وجہ سے رنجیدہ ہیں اور پھر مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال فرما گئے، تو آپ نے محمد کو تحریر فرمایا۔

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہاری جگہ پر اشتر کو بھیجنے سے تمہیں ملال ہوا ہے تو واقعہ یہ ہے کہ میں نے یہ تبدیلی اس لئے نہیں کی تھی کہ تمہیں کام میں کمزور اور ڈھیلا پایا ہو اور یہ چاہا ہو کہ تم اپنی کوشش کو تیز کردو اور اگر تمہیں اُس منصب حکومت سے جو تمہارے ہاتھ میں تھا میں نے ہٹایا تھا تو تمہیں کسی ایسی جگہ کی حکومت سپرد کرتا جس میں تمہیں زحمت کم ہو، اور وہ تمہیں پسند بھی زیادہ آئے۔

بلاشبہ جس شخص کو میں نے مصر کا والی بنایا تھا وہ ہمارا خیر خواہ اور دشمنوں کے لئے سخت گیر تھا۔ خدا اس پر رحمت کرے اس نے زندگی کے دن پورے کر لئے اور موت سے ہم کنار ہو گیا۔ اس حالت میں کہ ہم اس سے رضا مند ہیں۔ خدا کی رضا مندیاں بھی اُسے نصیب ہوں اور اُسے بیش از بیش ثواب عطا کرے۔



أَوْلَاهُ اللّٰهُ رِضْوَانَهُ وَضَاعَفَ الثَّوَابَ لَهُ، فَأَصْحِرْ لِعَدُوِّكَ وَامْضِ عَلَى بَصِيرَتِكَ، وَشَمِّرْ لِحَرْبِ مَنْ حَارَبَكَ، وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ، وَأَكْثِرِ الْاِسْتِعَانَةَ بِاللّٰهِ يَكْفِكَ مَا أَهَمَّكَ وَيُعِنْكَ عَلَى مَا نَزَلَ بِكَ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔

اب تم دشمن کے مقابلہ کے لئے باہر نکل کھڑے ہو اور اپنی بصیرت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور جو تم سے لڑے اُس سے لڑنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور اپنے پروردگار کی راہ کی طرف دعوت دو، اور زیادہ سے زیادہ اللہ سے مدد مانگو کہ وہ تمہاری مہمات میں کفایت کرے گا اور مصیبتوں میں تمہاری مدد کرے گا۔ ان شاء اللہ۔

## مکتوب (۳۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ بَعْدَ مَقْتَلِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مِصْرَ قَدِ افْتُتِحَتْ وَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَدِ اسْتُشْهِدَ۔ فَعِنْدَ اللّٰهِ نَحْتَسِبُهُ وَلَدًا نَاصِحًا وَعَامِلًا كَادِحًا وَسَيْفًا قَاطِعًا وَرُكْنًا دَافِعًا۔ وَقَدْ كُنْتُ حَثَثْتُ النَّاسَ عَلَى لِحَاقِهِ وَأَمَرْتُهُمْ سِرًّا وَجَهْرًا وَعَوْدًا وَبَدْءًا فَمِنْهُمُ الْآتِي كَارِهًا، وَمِنْهُمُ الْمُعْتَلُّ كَاذِبًا، وَمِنْهُمُ الْقَاعِدُ خَاذِلًا وَأَسْأَلُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَرَجًا عَاجِلًا، فَوَاللّٰهِ لَوْلَا طَمَعِي عِنْدَ لِقَآئِي عَدُوِّي فِي الشَّهَادَةِ وَتَوْطِينِي نَفْسِي عَلَى الْمَنِيَّةِ لَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَبْقَى مَعَ هٰؤُلَآءِ يَوْمًا وَاحِدًا وَلَا أَلْتَقِيَ بِهِمْ أَبَدًا۔

مصر میں محمد ابن ابی بکر کے شہید ہو جانے کے بعد عبداللہ ابن عباس کے نام۔

مصر کو دشمنوں نے فتح کر لیا ہے، اور محمد ابن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے۔ ہم اللہ ہی سے اجر چاہتے ہیں۔ اس فرزند کے مارے جانے پر کہ جو ہمارا خیر خواہ سرگرم کارکن تیغ براں اور دفاع کا ستون تھا، اور میں نے لوگوں کو اُن کی مدد کو جانے کی دعوت دی تھی۔ اس حادثہ سے پہلے ان کی فریاد کو پہنچنے کا حکم دیا تھا اور لوگوں کو علانیہ اور پوشیدہ بار بار پکارا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ کچھ آئے بھی تو بادل ناخواستہ، اور کچھ حیلے حوالے کرنے لگے اور کچھ نے جھوٹ بہانے کر کے عدم تعاون کیا۔ میں تو اب اللہ سے یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے ان کے ہاتھوں سے جلد چھٹکارا دے۔ خدا کی قسم اگر دشمن کا سامنا کرتے وقت مجھے شہادت کی تمنا نہ ہوتی اور اپنے کو موت پر آمادہ نہ کر چکا ہوتا تو میں اُن کے ساتھ ایک دن بھی رہنا پسند نہ کرتا اور انہیں ساتھ لے کر کبھی دشمن کی جنگ کو نہ نکلتا۔

ا مقتدر باللہ کی حکومت ۲۹۵ھ سے ۳۲۰ھ تک قائم رہی۔

## مکتوب (۳۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَى عَقِيلِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي ذِكْرِ
جَيْشٍ أَنْفَذَهُ إِلَى بَعْضِ الْأَعْدَاءِ
وَهُوَ جَوَابُ كِتَابٍ كَتَبَهُ إِلَيْهِ عَقِيلٌ)
فَسَرَّحْتُ إِلَيْهِ جَيْشًا كَثِيفًا مِنَ
الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا بَلَغَهُ ذَلِكَ شَمَّرَ هَارِبًا
وَنَكَصَ نَادِمًا فَلَحِقُوهُ بِبَعْضِ الطَّرِيقِ
وَقَدْ طَفَّلَتِ الشَّمْسُ لِلْإِيَابِ فَاقْتَتَلُوا
شَيْئًا كَلَا وَلَا، فَمَا كَانَ إِلَّا كَمَوْقِفِ سَاعَةٍ
حَتَّى نَجَا جَرِيضًا بَعْدَ مَا أُخِذَ مِنْهُ
بِالْمُخَنَّقِ وَلَمْ يَبْقَ مِنْهُ غَيْرُ الرَّمَقِ فَلَأْيًا
بِلَأْيٍ مَا نَجَا، فَدَعْ عَنْكَ قُرَيْشًا
وَتَرْكَاضَهُمْ فِي الضَّلَالِ، وَتَجْوَالَهُمْ فِي
الشِّقَاقِ، وَجِمَاحَهُمْ فِي التِّيهِ فَإِنَّهُمْ قَدْ
أَجْمَعُوا عَلَى حَرْبِي كَإِجْمَاعِهِمْ عَلَى
حَرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
قَبْلِي فَجَزَتْ قُرَيْشًا عَنِّي الْجَوَازِي،
فَقَدْ قَطَعُوا رَحِمِي، وَسَلَبُونِي سُلْطَانَ
ابْنِ أُمِّي وَأَمَّا مَا سَأَلْتَ عَنْهُ مِنْ رَأْيِي
فِي الْقِتَالِ فَإِنَّ رَأْيِي فِي قِتَالِ الْمُحِلِّينَ
حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ لَا يَزِيدُنِي كَثْرَةُ النَّاسِ
حَوْلِي عِزَّةً، وَلَا تَفَرُّقُهُمْ عَنِّي

جو امیر المومنینؑ نے اپنے بھائی عقیل ابن ابی طالب کے خط کے جواب میں لکھا ہے جس میں کسی دشمن کی طرف بھیجی ہوئی ایک فوج کا ذکر کیا ہے۔

میں نے اُس کی طرف مسلمانوں کی ایک بھاری فوج روانہ کی تھی جب اس کو پتہ چلا تو وہ دامن گردان کر بھاگ کھڑا ہوا اور پشیمان ہو کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا کہ ہماری فوج نے اُسے ایک راستہ میں جا لیا اور نہ ہونے کے برابر کچھ جھڑپیں ہوئی ہوں گی، اور گھڑی بھر ٹھہرا ہوگا کہ بھاگ کر جان بچا لے گیا جبکہ اُسے گلے سے پکڑا جا چکا تھا اور آخری سانسوں کے سوا اُس میں کچھ باقی نہ رہ گیا تھا اس طرح بڑی مشکل سے وہ بچ نکلا۔

تم قریش کے گمراہی میں دوڑ لگانے، سرکشی میں جولانیاں کرنے اور ضلالت میں منہ زوری دکھانے کی باتیں چھوڑ دو۔ انہوں نے مجھ سے جنگ کرنے میں اُسی طرح ایکا کیا ہے جس طرح وہ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لڑنے کیلئے ایکا کئے ہوئے تھے۔ خدا کرے ان کی کرنی ان کے سامنے آئے۔ انہوں نے میرے رشتے کا کوئی لحاظ نہ کیا اور میرے ماں جائے کی حکومت مجھ سے چھین لی اور جو تم نے جنگ کے بارے میں میری رائے دریافت کی ہے، تو میری آخر دم تک یہی رائے رہے گی کہ جن لوگوں نے جنگ کو جائز قرار دے لیا ہے اُن سے جنگ کرنا چاہئے گردلوگوں کا جمگھٹا دیکھ کر میری ہمت نہیں بڑھتی اور نہ اُن کے چھٹ جانے سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے دیکھو اپنے بھائی کے متعلق چاہے کتنا ہی لوگ اُس کا ساتھ چھوڑ دیں یہ خیال کبھی نہ کرنا کہ وہ بے ہمت و



وَحْشَةً۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ ابْنَ أَبِيكَ۔ وَلَوْ
أَسْلَمَهُ النَّاسُ مُتَضَرِّعًا مُتَخَشِّعًا، وَلَا
مُقِرًّا لِلضَّيْمِ وَاهِنًا، وَلَا سَلِسَ الزِّمَامِ
لِلْقَائِدِ، وَلَا وَطِيءَ الظَّهْرِ لِلرَّاكِبِ
الْمُتَقَعِّدِ، وَلَكِنَّهُ كَمَا قَالَ أَخُو بَنِي سُلَيْمٍ:
فَإِنْ تَسْأَلِينِي كَيْفَ أَنْتَ فَإِنَّنِي صَبُورٌ
عَلَى رَيْبِ الزَّمَانِ صَلِيبُ يَعِزُّ عَلَيَّ أَنْ
تُرَى بِي كَآبَةٌ فَيَشْمَتَ عَادٍ أَوْ يُسَاءَ حَبِيبُ۔

ہراساں ہو جائے گا۔ یا کمزوری دکھاتے ہوئے ذلت کے آگے جھکے گا یا مہار کھینچنے والے ہاتھ میں بآسانی اپنی مہار دے دے گا۔ یا سوار ہونے والے کیلئے اپنی پشت کو مرکب بننے دے گا۔ بلکہ وہ تو ایسا ہے جیسے قبیلہ بنی سلیم والے نے کہا ہے۔ "اگر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیسے ہو تو سنو! کہ میں زمانہ کی سختیاں جھیل لے جانے میں بڑا مضبوط ہوں مجھے یہ گوارا نہیں کہ مجھ میں حزن و غم کے آثار دکھائی پڑیں کہ دشمن خوش ہونے لگیں، اور دوستوں کو رنج پہنچے۔

تشریح:۔

[۱] تحکیم کے بعد جب معاویہ نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو ضحاک ابن قیس فہری کو چار ہزار کے لشکر کے ہمراہ حضرت کے مقبوضہ شہروں پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ حضرت کو جب اس کی غارت گریوں کا علم ہوا تو آپ نے اہل کوفہ کو اس کے مقابلہ کے لئے اُبھارا۔ مگر انہوں نے حیلے بہانے شروع کر دیئے۔ آخر حجر ابن عدی کندی چار ہزار جنگجوؤں کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے مقام تدمر میں اُس کو جا لیا۔ دونوں فریق میں کچھ ہی جھڑپیں ہوئی تھیں کہ شام کا اندھیرا پھیلنے لگا اور وہ اس سے فائدہ اٹھا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عقیل ابن ابی طالب مکہ میں عمرہ بجالانے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ضحاک حیرہ پر حملہ کرنے کے بعد صحیح و سالم بچ نکلا ہے، اور اہل کوفہ جنگ سے جی چھوڑ بیٹھے ہیں اور اُن کی تمام سرگرمیاں ختم ہو گئی ہیں تو آپ نے نصرت و امداد کی پیش کش کرتے ہوئے عبید الرحمٰن ابن عبید ازدی کے ہاتھ ایک مکتوب حضرت کی خدمت میں روانہ کیا جس کے جواب میں حضرت نے یہ مکتوب تحریر فرمایا جس میں اہل کوفہ کے رویہ کا شکوہ اور ضحاک کے فرار کا تذکرہ کیا ہے۔

## خطبہ (۳۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ
فَسُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَشَدَّ لُزُومَكَ لِلْأَهْوَاءِ
الْمُبْتَدَعَةِ وَالْحَيْرَةِ الْمُتَّبَعَةِ، مَعَ تَضْيِيعِ
الْحَقَائِقِ وَاطِّرَاحِ الْوَثَائِقِ الَّتِي هِيَ لِلَّهِ
طِلْبَةٌ، وَعَلَى عِبَادِهِ حُجَّةٌ۔ فَأَمَّا إِكْثَارُكَ
الْحِجَاجَ فِي عُثْمَانَ وَقَتَلَتِهِ فَإِنَّكَ إِنَّمَا

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

اللہ اکبر! تم نفسانی خواہشوں اور زحمت و تعب میں ڈالنے والی حیرت و سرگشتگی سے کس بُری طرح چمٹے ہوئے ہو اور ساتھ ہی حقائق کو برباد کر دیا ہے اور اُن دلائل کو ٹھکرا دیا ہے جو اللہ کو مطلوب اور بندوں پر حجت ہیں۔ تمہارا عثمان اور اُن کے قاتلوں کے بارے میں جھگڑا بڑھانا کیا معنی رکھتا ہے جبکہ[۱] تم نے عثمان کی اُس وقت مدد کی جب وہ مدد خود تمہاری ذات

نَصَرْتَ عُثْمَانَ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَكَ وَخَذَلْتَهُ حَيْثُ كَانَ النَّصْرُ لَهُ. وَالسَّلَامُ.

کے لئے تھی اور اُس وقت انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ جب تمہاری مدد اُن کے حق میں مفید ہو سکتی تھی۔ والسلام۔

ل اس میں گنجائش انکار نہیں کہ معاویہ نے حضرت عثمان کے قتل ہونے کے بعد اُن کی نصرت کا دعویٰ کیا اور جب وہ محاصرہ کے دنوں میں اُس سے مدد مانگ رہے تھے اور خطوط پر خطوط لکھ رہے تھے اُس وقت اُس نے کروٹ لینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ البتہ کہنے کو اُس نے یزید ابن اسد قسری کے زیر کمان ایک دستہ مدینہ کی طرف روانہ کیا تھا لیکن اُسے یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ مدینہ کے قریب وادی ذی خشب میں ٹھہرا رہے اور حالات خواہ کیسے ہی نازک ہو جائیں، وہ مدینہ میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ وہ وادی ذی خشب میں آ کر ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے اور وہ اپنا دستہ لے کر واپس ہو گیا۔

اس میں شبہ نہیں کہ معاویہ یہی چاہتا تھا کہ حضرت عثمان قتل ہو جائیں اور وہ اُن کے خون کے نام پر ہنگامہ آرائی کرے اور ان شورش انگیزیوں کے ذریعہ سے اپنی بیعت کے لئے راستہ ہموار کرے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ اُن کے محاصرہ کے دنوں میں اُس نے اُن کی مدد و نصرت کی، اور نہ اقتدار حاصل کر لینے کے بعد قاتلین عثمان کی تلاش ضروری سمجھی۔

## مکتوب (۳۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى أَهْلِ مِصْرَ لَمَّا وَلَّى عَلَيْهِمُ الْأَشْتَرَ رَحِمَهُ اللّٰهُ)

اہل مصر کے نام جبکہ مالک اشتر کو وہاں کا حاکم بنایا۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ غَضِبُوا لِلّٰهِ حِينَ عُصِيَ فِي أَرْضِهِ وَذُهِبَ بِحَقِّهِ، فَضَرَبَ الْجَوْرُ سُرَادِقَهُ عَلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ وَالْمُقِيمِ وَالظَّاعِنِ، فَلَا مَعْرُوفٌ يُسْتَرَاحُ إِلَيْهِ، وَلَا مُنْكَرٌ يُتَنَاهَى عَنْهُ.

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے ان لوگوں کے نام جو اللہ کے لئے غضب ناک ہوئے اس وقت زمین میں اللہ کی نافرمانی اور اس کے حق کی بربادی ہو رہی تھی اور ظلم نے اپنے شامیانے ہر اچھے بُرے مقامی اور پردیسی پر تان رکھے تھے۔ نہ نیکی کا چلن تھا اور نہ بُرائی سے بچا جاتا تھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَا يَنَامُ أَيَّامَ الْخَوْفِ، وَلَا يَنْكُلُ عَنِ الْأَعْدَاءِ سَاعَاتِ الرَّوْعِ. أَشَدَّ عَلَى الْفُجَّارِ مِنْ حَرِيقِ النَّارِ، وَهُوَ مَالِكُ بْنُ الْحَارِثِ أَخُو مَذْحِجٍ، فَاسْمَعُوا لَهُ

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تمہاری طرف بھیجا ہے جو خطرے کے دنوں میں سوتا نہیں اور خوف کی گھڑیوں میں دشمن سے ہراساں نہیں ہوتا اور فاجروں کے لئے جلانے والی آگ سے بھی زیادہ سخت ہے۔ وہ مالک ابن حارث مذحجی ہیں ان کی بات کو سنو اور اُن کے ہر اس حکم کو جو حق کے مطابق ہو مانو کیونکہ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں کہ جسکی نہ دھار کند



وَأَطِيعُوا أَمْرَهُ فِيمَا طَابَقَ الْحَقَّ فَإِنَّهُ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللّٰهِ لَا كَلِيلُ الظُّبَةِ وَلَا نَابِي الضَّرِيبَةِ، فَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تَنْفِرُوا فَانْفِرُوا، وَإِنْ أَمَرَكُمْ أَنْ تُقِيمُوا فَأَقِيمُوا فَإِنَّهُ لَا يُقْدِمُ وَلَا يُحْجِمُ وَلَا يُؤَخِّرُ وَلَا يُقَدِّمُ إِلَّا عَنْ أَمْرِي، وَقَدْ آثَرْتُكُمْ بِهِ عَلَى نَفْسِي لِنَصِيحَتِهِ لَكُمْ وَشِدَّةِ شَكِيمَتِهِ عَلَى عَدُوِّكُمْ.

ہوتی ہے اور نہ اُس کا وار خالی جاتا ہے۔ اگر وہ تمہیں دشمنوں کی طرف بڑھنے کے لئے کہیں تو بڑھو، اور ٹھہرنے کے لئے کہیں تو ٹھہرے رہو، کیونکہ وہ میرے حکم کے بغیر نہ آگے بڑھیں گے نہ پیچھے ہٹیں گے۔ نہ کسی کو پیچھے ہٹاتے اور نہ آگے بڑھاتے ہیں۔ میں نے اُن کے بارے میں تمہیں خود اپنے اوپر ترجیح دی ہے اس خیال سے کہ تمہارے خیر خواہ اور دشمنوں کے لئے سخت گیر ثابت ہوں گے۔

## مکتوب (۳۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ):

عمرو ابن عاص کے نام

فَإِنَّكَ قَدْ جَعَلْتَ دِينَكَ تَبَعًا لِدُنْيَا امْرِئٍ ظَاهِرٍ غَيُّهُ مَهْتُوكٍ سِتْرُهُ، يَشِينُ الْكَرِيمَ بِمَجْلِسِهِ وَيُسَفِّهُ الْحَلِيمَ بِخِلْطَتِهِ، فَاتَّبَعْتَ أَثَرَهُ وَطَلَبْتَ فَضْلَهُ اتِّبَاعَ الْكَلْبِ لِلضِّرْغَامِ يَلُوذُ إِلَى مَخَالِبِهِ وَيَنْتَظِرُ مَا يُلْقَى إِلَيْهِ مِنْ فَضْلِ فَرِيسَتِهِ، فَأَذْهَبْتَ دُنْيَاكَ وَآخِرَتَكَ، وَلَوْ بِالْحَقِّ أَخَذْتَ أَدْرَكْتَ مَا طَلَبْتَ فَإِنْ يُمَكِّنِّي اللّٰهُ مِنْكَ، وَمِنِ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَجْزِكُمَا بِمَا قَدَّمْتُمَا، وَإِنْ تُعْجِزَا وَتَبْقَيَا فَمَا أَمَامَكُمَا شَرٌّ لَكُمَا. وَالسَّلَامُ.

تم نے اپنے دین کو ایک ایسے شخص کی دنیا کے پیچھے لگا دیا ہے جس کی گمراہی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے جس کا پردہ چاک ہے جو اپنے پاس بٹھا کر شریف انسان کو بھی داغدار اور سنجیدہ اور بردبار شخص کو بیوقوف بنا تا ہے۔ تم اُس کے پیچھے لگ گئے اور اُس کے بچے کھچے ٹکڑوں کے خواہشمند ہو گئے، جس طرح کتا شیر کے پیچھے ہو لیتا ہے، اُس کے پنجوں کو امید بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اور اس انتظار میں کہ اس کے شکار کے بچے کھچے حصہ میں سے کچھ آگے پڑ جائے۔ اس طرح تم نے اپنی دنیا و آخرت دونوں کو گنوایا۔ حالانکہ اگر حق کے پابند رہتے تو بھی تم اپنی مراد کو پا لیتے۔ اب اگر اللہ نے مجھے تم پر اور فرزند ابوسفیان پر غلبہ دیا تو میں تم دونوں کو تمہارے کرتوتوں کا مزا چکھا دوں گا، اور اگر تم میری گرفت میں نہ آئے اور میرے بعد زندہ رہے تو جو تمہیں اس کے بعد درپیش ہوگا وہ تمہارے لئے بہت بُرا ہوگا۔ والسلام

## مکتوب (۴۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

ایک عامل کے نام:

إِلى بَعْضِ عُمَّالِهٖ :

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ رَبَّكَ وَعَصَيْتَ إِمَامَكَ وَأَخْزَيْتَ أَمَانَتَكَ-

بَلَغَنِي أَنَّكَ جَرَّدْتَ الأَرْضَ فَأَخَذْتَ مَاتَحْتَ قَدَمَيْكَ وَأَكَلْتَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ، فَارْفَعْ إِلَيَّ حِسَابَكَ، وَاعْلَمْ أَنَّ حِسَابَ اللهِ أَعْظَمُ مِنْ حِسَابِ النَّاسِ-

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی اطلاع ملی ہے کہ اگر تم اُس کے مرتکب ہوئے ہو تو تم نے اپنے پروردگار کو ناراض کیا، اپنے امام کی نافرمانی کی، اور اپنی امانتداری کو بھی ذلیل ورسوا کیا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے (بیت المال کی) زمین کو صفا چٹ میدان کر دیا ہے اور جو کچھ تمہارے پاؤں تلے تھا، اُس پر قبضہ جما لیا ہے اور جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں تھا اُسے نوش جان کر لیا ہے تم تو ذرا اپنا حساب مجھے بھیج دو، اور یقین رکھو کہ انسانوں کی حساب فہمی سے اللہ کا حساب کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ والسلام۔

## مکتوب (۴۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلى بَعْضِ عُمَّالِهٖ :

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي كُنْتُ أَشْرَكْتُكَ فِي أَمَانَتِي وَجَعَلْتُكَ شِعَارِي وَبِطَانَتِي وَلَمْ يَكُنْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِي أَوْثَقَ مِنْكَ فِي نَفْسِي لِمُوَاسَاتِي وَمُوَازَرَتِي، وَأَدَاءِ الأَمَانَةِ إِلَيَّ- فَلَمَّا رَأَيْتَ الزَّمَانَ عَلَى ابْنِ عَمِّكَ قَدْ كَلِبَ، وَالْعَدُوَّ قَدْ حَرِبَ، وَأَمَانَةَ النَّاسِ قَدْ خَزِيَتْ، وَهٰذِهِ الأُمَّةَ قَدْ فَتَكَتْ وَشَغَرَتْ قَلَبْتَ لِابْنِ عَمِّكَ ظَهْرَ الْمِجَنِّ فَفَارَقْتَهُ مَعَ الْمُفَارِقِينَ، وَخَذَلْتَهُ مَعَ الْخَاذِلِينَ وَخُنْتَهُ مَعَ الْخَائِنِينَ، فَلَا ابْنَ عَمِّكَ آسَيْتَ، وَلَا الأَمَانَةَ أَدَّيْتَ- وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنِ اللهَ تُرِيدُ بِجِهَادِكَ وَكَأَنَّكَ لَمْ تَكُنْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَكَأَنَّكَ إِنَّمَا

ایک عامل کے نام:

میں نے تمہیں اپنی امانت میں شریک کیا تھا، اور تمہیں اپنا بالکل مخصوص آدمی قرار دیا تھا اور تم سے زیادہ ہمدردی، مددگاری اور امانتداری کے لحاظ سے میرے قوم قبیلہ میں میرے بھروسے کا کوئی آدمی نہ تھا۔ لیکن جب تم نے دیکھا کہ زمانہ تمہارے چچا زاد بھائی کے خلاف حملہ آور ہے اور دشمن بپھرا ہوا ہے۔ امانتیں لٹ رہی ہیں اور امت بے راہ اور منتشر و پراگندہ ہو چکی ہے تو تم نے بھی اپنے ابن عم سے رخ موڑ لیا اور ساتھ چھوڑ دینے والوں کے ساتھ تم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اور خیانت کرنے والوں میں داخل ہو کر تم بھی خائن ہو گئے۔ اس طرح نہ تم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ ہمدردی ہی کا خیال کیا، نہ امانت داری کے فرض کا احساس کیا۔ گویا اپنے جہاد سے تمہارا مدعا خدا کی رضا مندی نہ تھا اور گویا تم اپنے پروردگار کی طرف سے کوئی روشن دلیل نہ رکھتے تھے اور اُس امت کے ساتھ اُس کی دنیا بٹورنے کے لئے چال چل رہے تھے اور اس کا مال چھین لینے کے لئے غفلت کا موقع تاک رہے تھے چنانچہ اُمت کے مال میں بھرپور خیانت



كُنْتَ تَكِيدُ هٰذِهِ الأُمَّةَ عَنْ دُنْيَاهُمْ وَتَنْوِي غِرَّتَهُمْ عَنْ فَيْئِهِمْ- فَلَمَّا أَمْكَنَتْكَ الشِّدَّةُ فِي خِيَانَةِ الأُمَّةِ أَسْرَعْتَ الْكَرَّةَ، وَعَاجَلْتَ الْوَثْبَةَ، وَاخْتَطَفْتَ مَا قَدَرْتَ عَلَيْهِ مِنْ أَمْوَالِهِمُ الْمَصُونَةِ لِأَرَامِلِهِمْ وَأَيْتَامِهِمُ اخْتِطَافَ الذِّئْبِ الأَزَلِّ دَامِيَةَ الْمِعْزَى الْكَسِيرَةِ فَحَمَلْتَهُ إِلَى الْحِجَازِ رَحِيبَ الصَّدْرِ بِحَمْلِهٖ غَيْرَ مُتَأَثِّمٍ مِنْ أَخْذِهٖ كَأَنَّكَ لَا أَبَالِغَيْرِكَ- حَدَرْتَ إِلَى أَهْلِكَ تُرَاثًا مِنْ أَبِيكَ وَأُمِّكَ فَسُبْحَانَ اللهِ! أَمَا تُؤْمِنُ بِالْمَعَادِ؟ أَوَمَا تَخَافُ نِقَاشَ الْحِسَابِ؟ أَيُّهَا الْمَعْدُودُ كَانَ عِنْدَنَا مِنْ ذَوِي الأَلْبَابِ كَيْفَ تُسِيغُ شَرَابًا وَطَعَامًا وَأَنْتَ تَعْلَمُ أَنَّكَ تَأْكُلُ حَرَامًا وَتَشْرَبُ حَرَامًا؟ وَتَبْتَاعُ الإِمَاءَ وَتَنْكِحُ النِّسَاءَ مِنْ مَالِ الْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُجَاهِدِينَ الَّذِي أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِمْ هٰذِهِ الأَمْوَالَ وَأَحْرَزَ بِهِمْ هٰذِهِ الْبِلَادَ- فَاتَّقِ اللهَ وَارْدُدْ إِلَى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ أَمْوَالَهُمْ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تَفْعَلْ ثُمَّ أَمْكَنَنِي اللهُ مِنْكَ لَأُعْذِرَنَّ إِلَى اللهِ فِيكَ، وَلَأَضْرِبَنَّكَ بِسَيْفِي الَّذِي مَا ضَرَبْتُ بِهٖ أَحَدًا إِلَّا دَخَلَ النَّارَ- وَاللهِ لَوْ أَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَعَلَا مِثْلَ الَّذِي فَعَلْتَ

کرنے کا موقع تمہیں ملا، تو جھٹ سے دھاوا بول دیا اور جلدی سے کود پڑے اور جتنا بن پڑا اس مال پر جو بیواؤں اور یتیموں کے لئے محفوظ رکھا گیا تھا یوں جھپٹ پڑے جس طرح پھرتیلا بھیڑیا زخمی اور لاچار بکری کو اچانک لیتا ہے اور تم نے بڑے خوش خوش اُسے حجاز روانہ کر دیا اور اُسے لے جانے میں گناہ کا احساس تمہارے لئے سدّ راہ نہ ہوا۔ خدا تمہارے دشمنوں کا بُرا کرے، گویا یہ تمہارے ماں باپ کا ترکہ تھا جسے لے کر تم نے اپنے گھر والوں کی طرف روانہ کر دیا۔ اللہ اکبر کیا تمہارا قیامت پر ایمان نہیں؟ کیا حساب کتاب کی چھان بین کا ذرا بھی ڈر نہیں؟ اے وہ شخص جسے ہم ہوش مندوں میں شمار کرتے تھے، کیونکر وہ کھانا اور پینا تمہیں خوش گوار معلوم ہوتا ہے اور حرام پی رہے ہو۔ تم ان یتیموں مسکینوں، مومنوں اور مجاہدوں کے مال سے جسے اللہ نے ان کا حق قرار دیا تھا اور ان کے ذریعہ سے ان شہروں کی حفاظت کی تھی، کنیزیں خریدتے ہو، اور عورتوں سے بیاہ رچاتے ہو، اب اللہ سے ڈرو اور اُن لوگوں کا مال انہیں واپس کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور پھر اللہ نے مجھے تم پر قابو دے دیا تو میں تمہارے بارے میں اللہ کے سامنے اپنے کو سرخرو کروں گا اور اپنے اس تلوار سے تمہیں ضرب لگاؤں گا جس کا وار میں نے جس کسی پر بھی لگایا، وہ سیدھا دوزخ میں گیا۔ خدا کی قسم حسنؑ و حسینؑ بھی وہ کرتے جو تم نے کیا ہے تو میں اُن سے بھی کوئی رعایت نہ کرتا اور نہ وہ مجھ سے اپنی کوئی خواہش منوا سکتے یہاں تک کہ میں اُن سے حق کو پلٹا لیتا، اور اُن کے ظلم سے پیدا ہونے والے غلط نتائج کو مٹا دیتا۔ میں ربّ العالمین کی قسم کھاتا ہوں کہ میرے لئے یہ

مَا كَانَتْ لَهُمَا عِنْدِيْ هَوَادَةٌ وَلَا ظَفِرَا مِنِّيْ بِإِرَادَةٍ حَتّٰى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُمَا وَأُزِيْحَ الْبَاطِلَ مِنْ مَظْلَمَتِهِمَا وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ مَا يَسُرُّنِيْ أَنَّ مَا أَخَذْتَ مِنْ أَمْوَالِهِمْ حَلَالٌ لِيْ أَتْرُكُهُ مِيْرَاثًا لِمَنْ بَعْدِيْ فَضَحِّ رُوَيْدًا فَكَأَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الْمَدٰى وَدُفِنْتَ تَحْتَ الثَّرٰى وَعُرِضَتْ عَلَيْكَ أَعْمَالُكَ بِالْمَحَلِّ الَّذِيْ يُنَادِي الظَّالِمُ فِيْهِ بِالْحَسْرَةِ وَيَتَمَنَّى الْمُضَيِّعُ الرَّجْعَةَ وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ۔

کوئی دل خوش کن بات نہ تھی کہ وہ مال جو تم نے ہتھیا لیا میرے لئے حلال ہوتا اور میں اُسے بعد والوں کے لئے بطور ترکہ چھوڑ جاتا، ذرا سنبھلو اور سمجھو کہ تم عمر کی آخری حد تک پہنچ چکے ہو، اور مٹی کے نیچے سونپ دیئے گئے ہو، اور تمہارے تمام اعمال تمہارے سامنے پیش ہیں، اس مقام پر کہ جہاں ظالم وا حسرتا کی صدا بلند کرتا ہوگا، اور عمر کو برباد کرنیوالے دنیا کی طرف پلٹنے کی آرزو کر رہے ہونگے۔ حالانکہ اب گریز کا کوئی موقع نہ ہوگا۔

## مکتوب (۴۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى عُمَرَ بْنِ سَلَمَةَ الْمَخْزُوْمِيِّ وَكَانَ عَامِلَهُ عَلَى الْبَحْرَيْنِ فَعَزَلَهُ وَاسْتَعْمَلَ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ مَكَانَهُ)

حاکم بحرین عمر ابن ابی سلمہ مخزومی کے نام جب انہیں معزول کر کے نعمان ابن عجلان زرقی کو ان کی جگہ پر مقرر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ قَدْ وَلَّيْتُ النُّعْمَانَ بْنَ عَجْلَانَ الزُّرَقِيَّ عَلَى الْبَحْرَيْنِ، وَنَزَعْتُ يَدَكَ بِلَا ذَمٍّ لَكَ وَلَا تَثْرِيْبٍ عَلَيْكَ۔ فَلَقَدْ أَحْسَنْتَ الْوِلَايَةَ وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ۔ فَأَقْبِلْ غَيْرَ ظَنِيْنٍ وَلَا مَلُوْمٍ وَلَا مُتَّهَمٍ وَلَا مَأْثُوْمٍ۔ فَقَدْ أَرَدْتُ الْمَسِيْرَ إِلٰى ظَلَمَةِ أَهْلِ الشَّامِ وَأَحْبَبْتُ أَنْ تَشْهَدَ مَعِيْ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلٰى جِهَادِ الْعَدُوِّ وَإِقَامَةِ عَمُوْدِ الدِّيْنِ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

میں نے نعمان ابن عجلان زرقی کو بحرین کی حکومت دی ہے، اور تمہیں اس سے بے دخل کر دیا ہے۔ مگر یہ اس لئے نہیں کہ تمہیں نا اہل سمجھا گیا ہو، اور تم پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم نے تو حکومت کو بڑے اچھے اسلوب سے چلایا، اور امانت کو پورا پورا ادا کیا۔ لہٰذا تم میرے پاس چلے آؤ۔ نہ تم سے کوئی بدگمانی ہے، نہ ملامت کی جا سکتی ہے اور نہ تمہیں خطا کار سمجھا جا رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے شام کے ستم گاروں کی طرف قدم بڑھانے کا ارادہ کیا ہے اور چاہا ہے کہ تم میرے ساتھ رہو۔ کیونکہ تم اُن لوگوں میں سے ہو جن سے دشمن سے لڑنے اور دین کا ستون گاڑنے میں مدد لے سکتا ہوں۔ انشاء اللہ۔



## مکتوب (۴۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى مَصْقَلَةَ بْنِ هُبَيْرَةَ الشَّيْبَانِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰى أَرْدَشِيْرَ خُرَّةَ)۔

مصقلہ ابن ہبیرہ شیبانی کے نام جو آپؑ کی طرف سے اردشیر خرہ کا حاکم تھا۔

بَلَغَنِيْ عَنْكَ أَمْرٌ إِنْ كُنْتَ فَعَلْتَهُ فَقَدْ أَسْخَطْتَ إِلٰهَكَ وَأَغْضَبْتَ إِمَامَكَ: أَنَّكَ تَقْسِمُ فَيْءَ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْ حَازَتْهُ رِمَاحُهُمْ وَخُيُوْلُهُمْ وَأُرِيْقَتْ عَلَيْهِ دِمَاؤُهُمْ فِيْمَنِ اعْتَامَكَ مِنْ أَعْرَابِ قَوْمِكَ فَوَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَئِنْ كَانَ ذٰلِكَ حَقًّا لَتَجِدَنَّ بِكَ عَلَيَّ هَوَانًا، وَلَتَخِفَّنَّ عِنْدِيْ مِيْزَانًا فَلَا تَسْتَهِنْ بِحَقِّ رَبِّكَ، وَلَا تُصْلِحْ دُنْيَاكَ بِمَحْقِ دِيْنِكَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْأَخْسَرِيْنَ أَعْمَالًا۔

مجھے تمہارے متعلق ایک ایسے امر کی خبر ملی ہے جو اگر تم نے کیا ہے تو اپنے خدا کو ناراض کیا، اور اپنے امام کو بھی غضبناک کیا۔ وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے مال غنیمت کو کہ جسے ان کے نیزوں (کی انیوں) اور گھوڑوں (کی ٹاپوں) نے جمع کیا تھا، اور جس پر ان کے خون بہائے گئے تھے تم اپنی قوم کے اُن بدؤں میں بانٹ رہے ہو جو تمہارے ہوا خواہ ہیں۔ اُس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا اور جاندار چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر یہ صحیح ثابت ہوا، تو تم میری نظروں میں ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارا پلہ ہلکا ہو جائے گا۔ اپنے پروردگار کے حق کو سبک نہ سمجھو، اور دین کو بگاڑ کر دنیا کو نہ سنوارو ورنہ عمل کے اعتبار سے خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گے۔

أَلَا وَإِنَّ حَقَّ مَنْ قِبَلَكَ وَقِبَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ قِسْمَةِ هٰذَا الْفَيْءِ سَوَاءٌ يَرِدُوْنَ عِنْدِيْ عَلَيْهِ وَيَصْدُرُوْنَ عَنْهُ۔

دیکھو! وہ مسلمان جو میرے اور تمہارے پاس ہیں، اس مال کی تقسیم میں برابر کے حصہ دار ہیں اسی اصول پر وہ اس مال کو میرے پاس لینے کے لئے آتے ہیں اور لے کر چلے جاتے ہیں۔

## مکتوب (۴۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى زِيَادِ بْنِ أَبِيْهِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ يُرِيْدُ خَدِيْعَتَهُ بِاسْتِلْحَاقِهِ)

زیاد ابن ابیہ کے نام:
جب حضرت کو یہ معلوم ہوا کہ معاویہ نے زیاد کو خط لکھ کر اپنے خاندان میں منسلک کر لینے سے اُسے چکمہ دینا چاہا ہے، تو آپ نے زیاد کو تحریر کیا۔

وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے تمہاری طرف خط لکھ کر تمہاری عقل کو پھسلانا اور تمہاری دھار کو کند کرنا چاہا ہے تم اُس سے

فَإِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ يَأْتِي الْمُؤْمِنَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ لِيَقْتَحِمَ غَفْلَتَهُ وَ يَسْتَلِبَ غِرَّتَهُ۔

ہوشیار رہو کیونکہ وہ شیطان ہے جو مومن کے آگے پیچھے اور داہنی بائیں جانب سے آتا ہے تاکہ اُسے غافل پا کر اُس پر ٹوٹ پڑے اور اُس کی عقل پر چھاپہ مارے۔ واقعہ یہ ہے کہ عمر (ابن خطاب) کے زمانہ میں ابوسفیان کے منہ سے بے سوچے سمجھے ایک بات نکل گئی تھی جو شیطانی وسوسوں سے ایک وسوسہ تھی، جس سے نہ نسب ثابت ہوتا ہے اور نہ وارث ہونے کا حق پہنچتا ہے تو جو شخص اس بات کا سہارا کر بیٹھے وہ ایسا ہے جیسے بزم مے نوشی میں بن بلائے آنے والا کہ اُسے دھکے دے کر نکال باہر کیا جاتا ہے یا زین فرس میں لٹکے ہوئے اس پیالے کے مانند کہ جو اُدھر اِسے اِدھر تھرکتا رہتا ہے۔

وَقَدْ كَانَ مِنْ أَبِي سُفْيَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَلْتَةٌ مِنْ حَدِيثِ النَّفْسِ وَنَزْغَةٌ مِنْ نَزَغَاتِ الشَّيْطَانِ لَا يَثْبُتُ بِهَا نَسَبٌ وَلَا يُسْتَحَقُّ بِهَا إِرْثٌ وَالْمُتَعَلِّقُ بِهَا كَالْوَاغِلِ الْمُدَفَّعِ وَالنَّوْطِ الْمُذَبْذَبِ۔

(فَلَمَّا قَرَأَ زِيَادٌ الْكِتَابَ قَالَ شَهِدَ بِهَا وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَلَمْ يَزَلْ فِي نَفْسِهِ حَتَّى ادَّعَاهُ مُعَاوِيَةُ) قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْوَاغِلُ، هُوَ الَّذِي يَهْجُمُ، عَلَى الشَّرْبِ لِيَشْرَبَ مَعَهُمْ وَلَيْسَ مِنْهُمْ فَلَا يَزَالُ مُدَفَّعًا مُحَاجَزًا وَالنَّوْطُ الْمُذَبْذَبُ هُوَ مَا يُنَاطُ بِرَحْلِ الرَّاكِبِ مِنْ قَعْبٍ أَوْ قَدَحٍ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ فَهُوَ أَبَدًا يَتَقَلْقَلُ إِذَا حَثَّ ظَهْرَهُ وَاسْتَعْجَلَ سَيْرَهُ)۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو کہنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم انہوں نے اس بات کی گواہی دے دی۔ چنانچہ یہ چیز اُس کے دل میں رہی یہاں تک کہ معاویہ نے اُس کے اپنے بھائی ہونے کا ادعا کر دیا) امیر المومنینؑ نے جو لفظ ''الواغل'' فرمائی ہے تو یہ اس شخص کو کہتے ہیں جو مے خواروں کی مجلس میں بن بلائے پہنچ جائے تاکہ اس کے ساتھ پی سکے، حالانکہ وہ ان میں سے نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ایسا شخص ہمیشہ دھتکارا اور روکا جاتا ہے اور النوط المذبذب لکڑی کے پیالہ یا جام اُس سے ملتے جلتے ظرف کو کہا جاتا ہے کہ جو مسافر کے سامان سے بندھا رہتا ہے اور جب سوار سواری کو چلاتا اور تیز ہنکاتا ہے تو وہ برابر ادھر سے اُدھر جنبش کھاتا رہتا ہے۔

[1] حضرت عمر نے زیاد کو یمن کی ایک مہم پر روانہ کیا۔ جب وہ اس مہم کو سر کرنے کے بعد پلٹا تو ایک اجتماع میں (کہ جس میں امیر المومنینؑ، حضرت عمر، عمرو ابن عاص اور ابوسفیان بھی موجود تھے۔ ایک خطبہ دیا جس سے متاثر ہو کر عمرو نے کہا:

لِلّٰه ابو هٰذا الغلام لو كان قرشيا لساق العرب بعصاه۔

اس جوان کا کیا کہنا، اگر یہ قریش میں سے ہوتا، تو تمام عرب کو اپنے عصا سے ہنکالے جاتا۔

جس پر ابوسفیان نے کہا کہ یہ قریش ہی کا ایک فرد ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس کا باپ کون ہے۔ عمرو ابن عاص نے پوچھا کہ وہ کون ہے؟ کہا کہ وہ میں ہوں۔ چنانچہ تاریخ اس پر متفق ہے کہ زیاد کی ماں سمیہ جو حارث ابن کلدہ کی کنیز اور عبید نامی ایک غلام کے نکاح



میں تھی طائف کے محلہ حارۃ البغایا میں بدنام زندگی گزارتی تھی، اور اخلاق باختہ لوگ اُس کے ہاں آیا جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان بھی ابومریم سلولی کے ذریعہ اس کے ہاں پہنچ گیا جس کے نتیجہ میں زیاد کی ولادت ہوئی بہر حال جب عمرو نے ابوسفیان کی زبانی یہ سنا تو اُس نے کہا کہ پھر اسے ظاہر کیوں نہیں کرتے؟ اُس نے حضرت عمر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، کہ مجھے ان کا ڈر ہے۔ ورنہ آج اسے اپنا بیٹا قرار دے دیتا۔ اگرچہ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی مگر معاویہ کو جب اقتدار حاصل ہوا تو اُس نے اس سے خط و کتابت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ معاویہ کو تو ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ہی کہ جو ہوشیار و زیرک اور جوڑ توڑ کرنے میں ماہر ہوں۔ بہر صورت جب امیر المومنینؑ کو اس خط و کتابت کی اطلاع ہوئی تو آپ نے زیاد کو یہ خط لکھا جس میں اُسے معاویہ کے ورغلانے سے خبردار کیا تاکہ وہ اُس کے فریب میں نہ آئے۔ مگر وہ اُس کے بہکانے میں آ گیا، اور معاویہ سے جا کر مل گیا، اور اس نے اُسے اپنا بھائی قرار دے کر نسبی اعتبار سے ملحق کر لیا۔ حالانکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

إن الولد للفراش وللزاني الحجر

بچہ شوہر کا متصور ہوگا، اور زانی کیلئے سنگساری و محرومی ہے۔

## مکتوب (۴۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْبَصْرَةِ وَقَدْ بَلَغَهُ أَنَّهُ دُعِيَ إِلَى وَلِيمَةِ قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا فَمَضَى إِلَيْهَا)

جب حضرت کو یہ خبر پہنچی کہ والئی بصرہ عثمان ابن حنیف کو وہاں کے لوگوں نے کھانے کی دعوت دی ہے اور وہ اُس میں شریک ہوئے ہیں تو انہیں تحریر فرمایا۔

أَمَّا بَعْدُ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا مِنْ فِتْيَةِ أَهْلِ، الْبَصْرَةِ دَعَاكَ إِلَى مَأْدُبَةٍ فَأَسْرَعْتَ إِلَيْهَا تُسْتَطَابُ لَكَ الْأَلْوَانُ وَتُنْقَلُ إِلَيْكَ الْجِفَانُ، وَمَا ظَنَنْتُ أَنَّكَ تُجِيبُ إِلَى طَعَامِ قَوْمٍ عَائِلُهُمْ مَجْفُوٌّ وَغَنِيُّهُمْ مَدْعُوٌّ - فَانْظُرْ إِلَى مَا تَقْضَمُهُ مِنْ هٰذَا الْمَقْضَمِ، فَمَا اشْتَبَهَ عَلَيْكَ عِلْمُهُ فَالْفِظْهُ وَمَا أَيْقَنْتَ بِطِيبِ وُجُوهِهِ فَنَلْ مِنْهُ۔

اے ابن حنیف مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ بصرہ کے جوانوں میں سے ایک شخص نے تمہیں کھانے پر بلایا اور تم لپک کر پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ عمدہ کھانے تمہارے لئے چن چن کر لائے جا رہے تھے اور بڑے بڑے پیالے تمہاری طرف بڑھائے جا رہے تھے۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم اُن لوگوں کی دعوت قبول کر لو گے کہ جن کے یہاں سے فقیر و نادار دھتکارے گئے ہوں، اور دولت مند مدعو ہوں۔ جو لقمے چباتے ہو، انہیں دیکھ لیا کرو، اور جسکے متعلق شبہ بھی ہوا اُسے چھوڑ دیا کرو اور جسکے پاک و پاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو انہیں سے کھاؤ۔

أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَأْمُومٍ إِمَامًا يَقْتَدِي بِهِ وَيَسْتَضِيءُ بِنُورِ عِلْمِهِ، أَلَا وَإِنَّ إِمَامَكُمْ قَدِ اكْتَفَى مِنْ دُنْيَاهُ بِطِمْرَيْهِ- وَمِنْ

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر مقتدی کا ایک پیشوا ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتا ہے، اور جس کے نور علم سے کسب ضیا کرتا ہے۔ دیکھو تمہارے امام کی حالت تو یہ ہے کہ اُس نے دنیا کے ساز و سامان میں سے دو پھٹی پرانی چادروں اور کھانے میں سے دو

طُعْمِهِ بِقُرْصَيْهِ۔ أَلَا وَإِنَّكُمْ لَا تَقْدِرُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَلٰكِنْ أَعِيْنُوْنِيْ بِوَرَعٍ وَاجْتِهَادٍ، وَعِفَّةٍ وَسَدَادٍ۔ فَوَاللّٰهِ مَا كَنَزْتُ مِنْ دُنْيَاكُمْ، تِبْرًا، وَلَا ادَّخَرْتُ مِنْ غَنَائِمِهَا وَفْرًا وَلَا أَعْدَدْتُ لِبَالِيْ ثَوْبِيْ طِمْرًا بَلٰى كَانَتْ فِيْ أَيْدِيْنَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا أَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ آخَرِيْنَ۔ وَنِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ وَمَا أَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَغَيْرِ فَدَكٍ وَالنَّفْسُ مَظَانُّهَا فِيْ غَدٍ جَدَثٌ تَنْقَطِعُ فِيْ ظُلْمَتِهِ آثَارُهَا، وَتَغِيْبُ أَخْبَارُهَا، وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيْدَ فِيْ فُسْحَتِهَا وَأَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا لَأَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ وَإِنَّمَا هِيَ نَفْسِيْ أَرُوْضُهَا بِالتَّقْوٰى لِتَأْتِيَ آمِنَةً يَوْمَ الْخَوْفِ الْأَكْبَرِ، وَتَثْبُتَ عَلٰى جَوَانِبِ الْمَزْلَقِ۔ وَلَوْ شِئْتُ لَاهْتَدَيْتُ الطَّرِيْقَ إِلٰى مُصَفّٰى هٰذَا الْعَسَلِ وَلُبَابِ هٰذَا الْقَمْحِ وَنَسَائِجِ هٰذَا الْقَزِّ، وَلٰكِنْ هَيْهَاتَ أَنْ يَغْلِبَنِيْ هَوَايَ وَيَقُوْدَنِيْ جَشَعِيْ إِلٰى تَخَيُّرِ الْأَطْعِمَةِ۔ وَلَعَلَّ بِالْحِجَازِ أَوِ الْيَمَامَةِ مَنْ لَا طَمَعَ لَهُ فِي الْقُرْصِ وَلَا عَهْدَ لَهُ بِالشِّبَعِ، أَوْ أَبِيْتَ مِبْطَانًا وَحَوْلِيْ بُطُوْنٌ غَرْثٰى وَأَكْبَادٌ حَرّٰى؟ أَوْ أَكُوْنَ كَمَا قَالَ الْقَائِلُ وَحَسْبُكَ دَاءً أَنْ تَبِيْتَ بِبِطْنَةٍ وَحَوْلَكَ

روٹیوں پر قناعت کر لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمہارے بس کی یہ بات نہیں۔ لیکن اتنا تو کرو کہ پرہیز گاری سعی و کوشش پاکدامنی اور سلامت روی میں میرا ساتھ دو۔ خدا کی قسم میں نے تمہاری دنیا سے سونا سمیٹ کر نہیں رکھا اور نہ اس کی مال و متاع میں سے انبار جمع کر رکھے ہیں، اور نہ ان پرانے کپڑوں کے بدلہ میں (جو پہنے ہوئے ہوں) اور کوئی پرانا کپڑا میں نے مہیا کیا ہے۔ بے شک[1] اس آسمان کے سایہ تلے لے دے کر ایک فدک ہمارے ہاتھوں میں تھا اس پر بھی کچھ لوگوں کے منہ سے رال ٹپکی، اور دوسرے فریق نے اس کے جانے کی پرواہ نہ کی اور بہترین فیصلہ کرنے والا اللہ ہے بھلا میں فدک یا فدک کے علاوہ کسی اور چیز کو لے کر کروں ہی گا کیا جبکہ نفس کی منزل کل قبر قرار پانے والی ہے کہ جس کی اندھاریوں میں اُس کے نشانات مٹ جائیں گے اور اُس کی خبریں ناپید ہو جائیں گی۔ وہ تو ایک ایسا گڑھا ہے کہ اگر اُس کا پھیلاؤ بڑھا بھی دیا جائے اور گورکن کے ہاتھ اُسے کشادہ بھی رکھیں، جب بھی پتھر اور کنکر اُس کو تنگ کر دیں گے، اور مسلسل مٹی کے ڈالے جانے سے اُس کی دراڑیں بند ہو جائیں گی۔ میری توجہ تو صرف اس طرف ہے کہ میں تقویٰ الٰہی کے ذریعہ اپنے نفس کو بے قابو نہ ہونے دوں تا کہ اُس دن کہ جب خوف حد سے بڑھ جائے گا وہ مطمئن رہے اور پھسلنے کی جگہوں پر مضبوطی سے جما رہے۔ اگر میں چاہتا تو صاف ستھرے شہد، عمدہ گیہوں اور ریشم کے بنے ہوئے کپڑوں کے لئے ذرائع مہیا کر سکتا تھا لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے کہ خواہشیں مجھے مغلوب بنا لیں، اور حرص مجھے اچھے اچھے کھانوں کے چن لینے کی دعوت دے جبکہ حجاز و یمامہ میں شاید ایسے لوگ ہوں کہ جنہیں ایک روٹی کے ملنے کی بھی آس نہ ہو، اور انہیں پیٹ بھر کر کھانا کبھی نصیب نہ ہوا ہو۔ کیا میں شکم سیر ہو کر پڑا رہا کروں؟ درآنحالیکہ میرے گرد و



أَكْبَادٌ تَحِنُّ إِلَى الْقِدِّ۔ أَأَقْنَعُ مِنْ نَفْسِيْ بِأَنْ يُقَالَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا أُشَارِكُهُمْ فِيْ مَكَارِهِ الدَّهْرِ، أَوْ أَكُوْنَ أُسْوَةً لَهُمْ فِيْ جُشُوْبَةِ الْعَيْشِ۔ فَمَا خُلِقْتُ لِيَشْغَلَنِيْ أَكْلُ الطَّيِّبَاتِ كَالْبَهِيْمَةِ الْمَرْبُوْطَةِ هَمُّهَا عَلَفُهَا، أَوِ الْمُرْسَلَةِ شُغُلُهَا تَقَمُّمُهَا، تَكْتَرِشُ مِنْ أَعْلَافِهَا وَتَلْهُوْ عَمَّا يُرَادُ بِهَا۔ أَوْ أُتْرَكَ سُدًى أَوْ أُهْمَلَ عَابِثًا، أَوْ أَجُرَّ حَبْلَ الضَّلَالَةِ، أَوْ أَعْتَسِفَ طَرِيْقَ الْمَتَاهَةِ وَكَأَنِّيْ بِقَائِلِكُمْ يَقُوْلُ إِذَا كَانَ هٰذَا قُوْتَ ابْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَدْ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ عَنْ قِتَالِ الْأَقْرَانِ وَمُنَازَلَةِ الشُّجْعَانِ۔ أَلَا وَإِنَّ الشَّجَرَةَ الْبَرِّيَّةَ أَصْلَبُ عُوْدًا، وَالرَّوَائِعَ الْخَضِرَةَ أَرَقُّ جُلُوْدًا، وَالنَّبَاتَاتِ الْبَدَوِيَّةَ أَقْوٰى وَقُوْدًا وَأَبْطَأُ خُمُوْدًا، وَأَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَالصِّنْوِ مِنَ الصِّنْوِ وَالذِّرَاعِ مِنَ الْعَضُدِ۔ وَاللّٰهِ لَوْ تَظَاهَرَتِ الْعَرَبُ عَلٰى قِتَالِيْ لَمَا وَلَّيْتُ عَنْهَا، وَلَوْ أَمْكَنَتِ الْفُرَصُ مِنْ رِقَابِهَا لَسَارَعْتُ إِلَيْهَا، وَسَأَجْهَدُ فِيْ أَنْ أُطَهِّرَ الْأَرْضَ مِنْ هٰذَا الشَّخْصِ الْمَعْكُوْسِ وَالْجِسْمِ الْمَرْكُوْسِ حَتّٰى تَخْرُجَ الْمَدَرَةُ مِنْ بَيْنِ حَبِّ الْحَصِيْدِ۔
إِلَيْكِ عَنِّيْ يَا دُنْيَا فَحَبْلُكِ عَلٰى غَارِبِكِ،

پیش بھوکے پیٹ اور پیاسے جگر تڑپتے ہوں یا میں ویسا ہو جاؤں جیسے کہنے والے نے کہا ہے، کہ تمہاری بیماری یہ کیا کم ہے کہ تم پیٹ بھر کر لمبی تان لو اور تمہارے گرد کچھ ایسے جگر ہوں جو سوکھے چمڑے کو ترس رہے ہوں، کیا میں اسی میں مگن رہوں کہ مجھے امیر المومنینؑ کہا جاتا ہے مگر میں زمانہ کی سختیوں میں مومنوں کا شریک و ہمدم اور زندگی کی بدمزگیوں میں اُن کے لئے نمونہ نہ بنوں۔ میں اس لئے تو پیدا نہیں ہوا ہوں کہ اچھے اچھے کھانوں کی فکر میں لگا رہوں۔ اُس بندھے ہوئے مغلوب چوپایہ کی طرح جسے صرف اپنے چارے ہی کی فکر لگی رہتی ہے یا اُس کھلے ہوئے جانور کی طرح جس کا کام منہ مارنا ہوتا ہے، وہ گھاس سے پیٹ بھر لیتا ہے اور جو اُس سے مقصد پیش نظر ہوتا ہے اُس سے غافل رہتا ہے کیا میں بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہوں؟ یا بیکار کھلے بندوں رہا کر دیا گیا ہوں کہ گمراہی کی رسیوں کو کھینچتا رہوں اور بھٹکنے کی جگہوں میں منہ اٹھائے پھرتا رہوں۔

میں سمجھتا ہوں تم میں سے کوئی کہے گا کہ جب ابن ابی طالبؑ کی خوراک یہ ہے تو ضعف و ناتوانی نے اُسے حریفوں سے بھڑنے اور دلیروں سے ٹکرانے سے بٹھا دیا ہوگا۔ مگر یاد رکھو کہ جنگل کے درخت کی لکڑی مضبوط ہوتی ہے اور تر و تازہ پیڑوں کی چھال کمزور اور پتلی ہوتی ہے اور صحرائی جھاڑ کا ایندھن زیادہ بھڑکتا ہے اور دیر میں بجھتا ہے۔ مجھے رسول سے وہی نسبت ہے جو ایک ہی جڑ سے پھوٹنے والی دو شاخوں کو ایک دوسرے سے اور کلائی کو بازو سے ہوتی ہے۔ خدا کی قسم اگر تمام عرب ایکا کر کے مجھ سے بھڑنا چاہیں تو میدان چھوڑ کر پیٹھ نہ دکھاؤں گا اور موقع پاتے ہی اُن کی گردنیں دبوچ لینے کے لئے لپک کر آگے بڑھوں گا اور کوشش کروں گا کہ اس الٹی کھوپڑی والے بے ہنگم ڈھانچے (معاویہ) سے زمین کو پاک کر دوں تا کہ کھلیان کے

قَدِ انسَلَلتُ مِنْ مَخَالِبِكِ وَأَفْلَتُّ مِنْ حِبَائِلِكِ وَ اجْتَنَبْتُ الذَّهَابَ فِي مَدَاحِضِكِ۔ أَيْنَ الْقُرُونُ الَّذِينَ غَرَرْتِهِمْ بِمَدَاعِبِكِ أَيْنَ الأُمَمُ الَّذِينَ فَتَنْتِهِمْ بِزَخَارِفِكِ هَاهُمْ رَهَائِنُ الْقُبُورِ وَمَضَامِينُ اللُّحُودِ۔ وَاللهِ لَوْ كُنْتِ شَخْصًا مَرْئِيًّا وَقَالَبًا حِسِّيًّا لأَقَمْتُ عَلَيْكِ حُدُودَ اللهِ فِي عِبَادٍ غَرَرْتِهِمْ بِالأَمَانِيِّ وَأُمَمٍ أَلْقَيْتِهِمْ فِي الْمَهَاوِي وَمُلُوكٍ أَسْلَمْتِهِمْ إِلَى التَّلَفِ وَأَوْرَدْتِهِمْ مَوَارِدَ الْبَلاَءِ إِذْلاَ وِرْدَ وَلاَ صَدَرَ۔ هَيْهَاتَ مَنْ وَطِئَ دَحْضَكِ زَلِقَ، وَمَنْ رَكِبَ لُجَجَكِ غَرِقَ، وَمَنِ ازْوَرَّ عَنْ حَبَائِلِكِ وُفِّقَ۔ وَالسَّالِمُ مِنْكِ لاَ يُبَالِي إِنْ ضَاقَ بِهِ مُنَاخُهُ وَالدُّنْيَا عِنْدَهُ كَيَوْمٍ حَانَ انْسِلاَخُهُ۔ اعْزُبِي عَنِّي فَوَاللهِ لاَ أَذِلُّ لَكِ فَتَسْتَذِلِّينِي وَلاَ أَسْلَسُ لَكِ فَتَقُودِينِي وَايْمُ اللهِ يَمِينًا أَسْتَثْنِي فِيهَا بِمَشِيئَةِ اللهِ لأَرُوضَنَّ نَفْسِي رِيَاضَةً تَهُشُّ مَعَهَا إِلَى الْقُرْصِ إِذَا قَدَرَتْ عَلَيْهِ مَطْعُومًا، وَتَقْنَعُ بِالْمِلْحِ مَأْدُومًا وَلأَدَعَنَّ مُقْلَتِي كَعَيْنِ مَاءٍ نَضَبَ مَعِينُهَا مُسْتَفْرِغَةً دُمُوعَهَا أَتَمْتَلِئُ السَّائِمَةُ مِنْ رِعْيِهَا فَتَبْرُكَ، وَتَشْبَعُ الرَّبِيضَةُ مِنْ عُشْبِهَا فَتَرْبِضَ وَيَأْكُلُ عَلِيٌّ مِنْ زَادِهِ فَيَهْجَعَ؟ قَرَّتْ إِذًا عَيْنُهُ إِذَا اقْتَدَى بَعْدَ السِّنِينَ

دانوں سے کنکر نکل جائے۔

اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے۔ تیری باگ ڈور تیرے کاندھے پر ہے میں تیرے پنجوں سے نکل چکا ہوں تیرے پھندوں سے باہر ہو چکا ہوں، اور تیرے پھسلنے کی جگہوں میں بڑھنے سے قدم روک رکھے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں تو نے کھیل تفریح کی باتوں سے چکمے دیئے کدھر ہیں وہ جماعتیں جنہیں تو نے اپنی آرائشوں سے ورغلائے رکھا؟ وہ قبروں میں جکڑے ہوئے اور خاک لحد میں دبکے پڑے ہیں، اگر تو دکھائی دینے والا مجسمہ اور سامنے آنے والا ڈھانچہ ہوتی، تو بخدا میں تجھ پر اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں جاری کرتا کہ تو نے بندوں کو امیدیں دلا دلا کر بہکایا، قوموں کی قوموں کو (ہلاکت کے) گڑھوں میں لا پھینکا اور تاجداروں کو تباہیوں کے حوالے کر دیا اور سختیوں کے گھاٹ پر لا اُتارا جن پر اس کے بعد نہ سیراب ہونے کے لئے اُترا جائے گا اور نہ سیراب ہو کر پلٹا جائے گا۔ پناہ بخدا جو تیری پھسلن پر قدم رکھے گا وہ ضرور پھسلے گا جو تیری موجوں پر سوار ہوگا، وہ ضرور ڈوبے گا، جو تیرے پھندوں سے بچ کر رہے گا وہ توفیق سے ہمکنار ہوگا۔ تجھ سے دامن چھڑا لینے والا پروا نہیں کرتا۔ اگرچہ دنیا کی وسعتیں اُس کے لئے تنگ ہو جائیں اُس کے نزدیک تو دنیا ایک دن کے برابر ہے کہ جو ختم ہوا چاہتا ہے۔ مجھ سے دور ہو، میں تیرے قابو میں آنے والا نہیں کہ تو مجھے ذلتوں میں جھونک دے اور نہ میں تیرے سامنے اپنی باگ ڈھیلی چھوڑنے والا ہوں کہ تو مجھے ہنکا لے جائے، میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں ایسی قسم جس میں اللہ کی مشیت کے علاوہ کسی چیز کا استثناء نہیں کرتا کہ میں اپنے نفس کو ایسا سدھاؤں گا کہ وہ کھانے میں ایک روٹی کے ملنے پر خوش ہو جائے اور اس کے ساتھ صرف نمک پر قناعت کر لے اور اپنی آنکھوں کا سوتا اس طرف خالی



الْمُتَطَاوِلَةِ بِالْبَهِيمَةِ الْهَامِلَةِ وَالسَّائِمَةِ الْمَرْعِيَّةِ۔ طُوبَى لِنَفْسٍ أَدَّتْ إِلَى رَبِّهَا فَرْضَهَا، وَعَرَكَتْ بِجَنْبِهَا بُؤْسَهَا وَهَجَرَتْ فِي اللَّيْلِ غُمْضَهَا حَتَّى إِذَا غَلَبَ الْكَرَى عَلَيْهَا افْتَرَشَتْ أَرْضَهَا وَتَوَسَّدَتْ كَفَّهَا فِي مَعْشَرٍ أَسْهَرَ عُيُونَهُمْ خَوْفُ مَعَادِهِمْ، وَتَجَافَتْ عَنْ مَضَاجِعِهِمْ جُنُوبُهُمْ۔ وَهَمْهَمَتْ بِذِكْرِ رَبِّهِمْ شِفَاهُهُمْ، وَتَقَشَّعَتْ بِطُولِ إِسْتِغْفَارِهِمْ ذُنُوبُهُمْ أُولَئِكَ حِزْبُ اللهِ أَلاَ إِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔"

فَاتَّقِ اللهَ يَا ابْنَ حُنَيْفٍ وَلْتَكْفِكَ أَقْرَاصُكَ لِيَكُونَ مِنَ النَّارِ خَلاَصُكَ۔

کر دوں گا جس طرح وہ چشمہ آب جس کا پانی تہ نشین ہو چکا ہے کیا جس طرح بکریاں پیٹ بھر لینے کے بعد سینہ کے بل بیٹھ جاتی ہیں اور سیر ہو کر اپنے باڑے میں گھس جاتی ہیں، اُسی طرح علیؑ بھی اپنے پاس کا کھانا کھا لے اور بس سو جائے اُس کی آنکھیں بے نور ہو جائیں۔ اگر وہ زندگی کے طویل سال گزارنے کے بعد کھلے ہوئے چوپاؤں اور چرنے والے جانوروں کی پیروی کرنے لگے۔

خوشا نصیب اُس شخص کے کہ جس نے اللہ کے فرائض کو پورا کیا۔ سختی اور مصیبت میں صبر کئے پڑا رہا، راتوں کو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھا اور جب نیند کا غلبہ ہوا تو ہاتھ کو تکیہ بنا کر اُن لوگوں کے ساتھ فرش خاک پر پڑا رہا کہ جن کی آنکھیں خوف حشر سے بیدار پہلو بچھونوں سے الگ اور ہونٹ یاد خدا میں زمزمہ سنج رہتے ہیں، اور کثرت استغفار سے جن کے گناہ چھٹ گئے ہیں۔ یہی اللہ کا گروہ ہے اور بے شک اللہ کا گروہ ہی کامران ہونے والا ہے۔

۱۔ فدک مدینہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک سرسبز و شاداب مقام تھا جو یہودیوں کی ملکیت تھا اور انہی سے ۷ھ میں یہ علاقہ پیغمبرؐ اسلام کی صلح کے طور پر حاصل ہوا۔ اس مصالحت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب انہیں فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کی طاقت کا صحیح صحیح اندازہ ہوا تو اُن کے جنگجویانہ حوصلے پست ہو گئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ پیغمبرؐ خدا نے کچھ یہودیوں کو پناہ طلب کرنے پر چھوڑ دیا ہے انہوں نے بھی رسول خداؐ کو پیغام صلح بھیج کر خواہش کی کہ ان سے فدک کا علاقہ لے لیا جائے اور ان کی سرزمین کو جنگ کی آماجگاہ نہ بنایا جائے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ نے ان کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے انہیں امان دے دی۔ اور یہ علاقہ آپ کی خصوصی ملکیت قرار پا گیا، جس میں کسی اور کا دخل نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا کیونکہ دوسرے مسلمانوں کا انہی اموال پر حصہ ہوتا ہے کہ جنہیں جہاد کے نتیجہ میں بطور غنیمت انہوں نے حاصل کیا ہو۔ اور جو مال بغیر فوج کشی کے حاصل ہوا ہو، وہ مال فے کہلاتا ہے جو صرف پیغمبر کا حق ہوتا ہے جس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔

وما اناء الله علٰى رسولهٖ منهم فما أوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله علٰى من يشاء والله علٰى كل شئ قدير۔

جو مال اللہ نے اپنے رسولؐ کو اُن لوگوں سے بغیر جنگ کے دلوایا کہ جس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ (اس میں تمہارا کوئی حق نہیں) بلکہ اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے۔"

اوراس بارے میں کسی اک نے بھی اختلاف نہیں کیا کہ فدک فوج کشی کے بغیر حاصل ہوا۔ اس لئے یہ آنحضرتؐ کی ذاتی جائیداد تھی جس میں کسی دوسرے کا استحقاق نہیں تھا۔ چنانچہ مورخ طبری تحریر کرتے ہیں۔

وکانت فدك خالصةً لرسول الله صلی الله علیه وسلم لانهم لم یجلبوا علیها نجیل ولا رکاب (طبری ج۲ ص ۳۰۲)

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص تھا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

اور امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں کہ

وکانت فدك لرسول الله خالصةً لا نه لم یرجف المسلمون علیها بخیل ولا رکاب (فتوح البلدان ص ۳۷)

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی ملکیت تھا کیونکہ اس پر مسلمانوں نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔"

اور یہ بھی مسلم حیثیت سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں یہ علاقہ جناب سیدہ کو بطور ہبہ عطا کردیا تھا۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں کہ۔

عن أبی سعید الخدری قال لمانزل وأت ذالقربیٰ حقه قال النبی یافاطمة لك فدك (کنز العمال ج۲ ص ۱۰۸)

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیہ وأت ذالقربیٰ حقه نازل ہوا تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے فاطمہؑ فدک تمہارا حصہ ہے۔"

جب حضرت ابوبکر برسراقتدار آئے تو انہوں نے حکومت کی بعض مصلحتوں کے پیش نظر جناب سیدہ کو بے دخل کردیا اور فدک ان کے قبضہ سے نکال لیا۔ چنانچہ ابن حجر تحریر کرتے ہیں۔

إن ابا بکرا نتزع من فاطمة فدك (صواعق محرقه ص ۳۲)

ابوبکر نے جناب سیدہؑ کے ہاتھ سے فدک چھین لیا۔

جناب سیدہؑ نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور حضرت ابوبکر سے احتجاج کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے فدک پر قبضہ کرلیا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ اپنی زندگی میں مجھے ہبہ فرما چکے تھے۔ جس پر ابوبکر نے جناب سیدہؑ سے ہبہ کے گواہ طلب کئے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ اور اُم ایمن نے ان کے حق میں گواہی دی۔ مگر حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ شہادت قابل تسلیم نہیں سمجھی گئی اور جناب سیدہؑ کے دعویٰ کو غلط بیانی پر محمول کرتے ہوئے خارج کردیا گیا۔ چنانچہ امام بلاذری تحریر فرماتے ہیں۔

قالت فاطمة لابی بکر إن رسول الله صلی الله علیه وسلم جعل لی فدك فاعطنی ایاها و شهد لها علی ابن ابی طالب فسئالها شاهدا آخر فشهدت لها ام ایمن فقال قد علمت یا بنت رسول الله انهٗ لا تجوز الا شهادة رجلین او رجل و إمرآتین۔ (فتوح البلدان ص ۳۸)

حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک مجھے دیا تھا، لہٰذا وہ میرے حوالے کرو اور امیر المومنینؑ نے ان کے حق میں گواہی دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے گواہ کا مطالبہ کیا چنانچہ دوسری گواہی ام ایمن نے دی جس پر ابوبکر نے کہا اے دختر رسول تم جانتی ہو کہ گواہی کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں ہونا چاہئیں۔



ان شواہد کے بعد اس میں قطعاً گنجائشِ انکار نہیں رہتی کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور انہوں نے اپنی زندگی میں جناب سیدہ کو قبضہ دلا کر ہبہ کی تکمیل کردی تھی۔ لیکن حضرت ابوبکر نے اس کا قبضہ چھین کر آپ کو بے دخل کردیا اور اسی سلسلہ میں حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی اس وجہ سے مسترد کردی کہ ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی سے نصاب شہادت مکمل نہیں ہوتا۔

اس مقام پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فدک پر جناب سیدہ کا قبضہ مسلّم ہے جیسا کہ حضرت نے بھی اس مکتوب میں بَلٰی کَانَتْ فِیْ اَیْدِیْنَا فدک سے اس کی صراحت کی ہے۔ تو حضرت فاطمہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا سے ان کے دعویٰ پر ثبوت طلب کرنے کے کیا معنی ہوتے ہیں جبکہ بارِ ثبوت اس کے ذمہ نہیں ہوتا جس کا قبضہ ہو؟ بلکہ جو اس کے خلاف دعویٰ کرے، ثبوت کا بہم پہنچانا بھی اس کے ذمہ ہوتا ہے کیونکہ قبضہ خود ایک دلیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر پر امر عائد ہوتا تھا کہ وہ اپنے تصرف کے جواز پر کوئی ثبوت پیش کرتے درصورتیکہ وہ اپنے دعویٰ پر کوئی دلیل نہ لاسکے، جناب سیدہ کا قبضہ ان کی صحیح ملکیت کا ثبوت ہوگا اور اس صورت میں اُن سے کسی اور ثبوت اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا بنیادی طور پر غلط ہوگا۔

حیرت اس پر ہوتی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کے سامنے اسی نوعیت کے اور قضایا پیش ہوتے ہیں تو وہ محض دعوے کی بناء پر مدعی کے حق میں فیصلہ کردیتے ہیں نہ اس سے ثبوت طلب کیا جاتا ہے اور نہ گواہوں کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری تحریر کرتے ہیں۔

عن جابر ابن عبدالله یقول قال لی رسول الله لو قد جاء مال البحرین لقد اعطیتك هکذا وهکذا ثلاثا فلم یقدم مال البحرین حتّٰی قبض رسول الله فلمّا جاء مال البحرین قدم علی ابی بکر اَمرا ابوبکر منادیا فنادیٰ من کان له عند النبی دین أو عدة فلیاتنی قال جابر فجئت ابابکر فاخبرته أن النبی قال لو جاء مال البحرین اعطیتك هکذا و هکذا ثلاثا قال فاعطانی

(صحیح بخاری جلد ۲ جزو ۷ ص ۱۹۰)

جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ اگر بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اور اتنا دوں گا۔ مگر وفات پیغمبرؐ تک وہ مال نہ آیا، اور جب ابوبکر کے زمانہ میں آیا، تو وہ اُن کے پاس گئے، اور ابوبکر نے اعلان کرایا کہ جس کا رسول اللہ پر قرض ہو یا انہوں نے کسی سے وعدہ کیا ہو تو وہ ہمارے پاس آئے۔ چنانچہ میں اُن کے پاس گیا اور اُن سے واقعہ بیان کیا کہ پیغمبرؐ نے بحرین کا مال آنے پر مجھے اتنا اور اتنا دینے کا وعدہ کیا تھا جس پر انہوں نے عطا کردیا۔

اسی حدیث کی شرح میں ابن حجر عسقلانی نے تحریر کیا ہے۔

هٰذا الخبر فيه دلالة على قبول الخبر العدل من الصحابة ولو جر ذٰلك نفعا لنفسه لِاِن ابابكر لم يلتمس من جابر شاهدا علىٰ صحته دعوٰه۔

یہ خبر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ میں سے ایک عادل کی بھی خبر قبول کی جاسکتی ہے۔ اگر چہ وہ خود اسی کے فائدے کے لئے کیوں نہ ہوں، کیوں ابوبکر نے جابر سے ان کے دعوے کی صحت پر کوئی گواہ طلب نہیں کیا۔

اگر حسن ظن پر بنا کرتے ہوئے بغیر کسی شاہد اور بینہ کے جابر کو مال دے دینا جائز تھا تو اُسی حُسنِ ظن کی بناء پر جناب سیدہؑ کے دعویٰ کی تصدیق کرنے میں کیا چیز مانع تھی جبکہ جابر کے متعلق یہ خوش اعتمادی ہوسکتی ہے کہ وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے تو جناب سیدہ کے متعلق یہ خوش اعتمادی کیوں نہیں ہوسکتی کہ وہ ایک قطعہ زمین کی خاطر رسولؐ اللہ پر افترا نہیں باندھ سکتیں۔ اولاً آپ کی مسلمہ صداقت و دیانت ہی اس کے لئے کافی تھی کہ آپ کو ان کے دعویٰ میں سچا سمجھا جاتا۔ چہ جائیکہ حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی بھی اُن کے حق میں موجود ہو اور یہ کہنا کہ ان دو گواہیوں سے جناب سیدہ کے حق میں فیصلہ نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ قرآن نے شہادت کا اصول یہ مقرر کیا ہے کہ

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فوجل و امراتٰن

''اپنے مردوں میں سے دو کی گواہی لیا کرو، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔''

اگر یہ اصول ہمہ گیر اور عام تھا تو ہر موقع پر اس کا لحاظ ہونا چاہئے تھا۔ حالانکہ بعض اُمور پر اس کی پابندی نظر نہیں آتی چنانچہ جب ایک اعرابی نے ناقہ کے معاملہ میں آنحضرت سے جھگڑا کیا تو خزیمہ ابن ثابت نے پیغمبرؐ کے حق میں گواہی دی اور اس ایک گواہی کو دو گواہیوں کے برابر قرار دیا گیا۔ کیونکہ جن کے حق میں یہ گواہی تھی اُن کی دیانت و صداقت میں کوئی شبہ نہ تھا۔ اس لئے نہ آیہ شہادت کے عموم میں کچھ رخنہ پڑا اور نہ اُسے آئین شہادت کے خلاف سمجھا گیا۔ تو اگر یہاں پیغمبرؐ کی صداقت کے پیش نظر اُن کے حق میں ایک گواہی کافی سمجھی گئی تو کیا جناب سیدہؑ کی اخلاقی عظمت اور راست گفتاری کی بناء پر حضرت علیؑ وام ایمن کی گواہی کو اُن کے حق میں کافی نہیں سمجھا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس آیت میں نہیں کیا گیا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت اثبات مدعا کے لئے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمۃ نے احقاق الحق باب المطاعن میں تحریر کیا ہے۔

''معترض کا یہ کہنا ام ایمن کی گواہی سے نصاب شہادت نامکمل رہتا ہے یہ اس بناء پر غلط ہے کہ بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک گواہ اور حلف سے بھی حکم لگانا جائز ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا حکم منسوخ قرار پائے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے حکم لگایا جاسکتا ہے اور ان کی واہی سند و حجت ہے مگر اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ شہادت کے علاوہ اور دلیل ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہے اور نہ اُس کی بناء پر حکم لگایا جاسکتا ہے مگر یہ کہ یہ کہا جائے کہ اس کا مفہوم (لازمی معنی) یہی نکلتا ہے لیکن (ہر مورد میں) مفہوم حجت نہیں ہوتا، لہٰذا اس مفہوم کو برطرف کیا جاسکتا ہے جبکہ حدیث میں اس مفہوم کے خلاف صراحت موجود ہے اور مفہوم کو برطرف کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت منسوخ ہوجائے۔ دوسرے یہ کہ آیت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی میں اختیار دیا گیا ہے اور اگر از روئے حدیث ان دو شقوں میں ایک شق کا اور اضافہ ہوجائے اور وہ یہ کہ ایک گواہی اور قسم سے بھی فیصلہ ہوسکتا ہے تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ قرآن آیت کا حکم منسوخ ہوجائے۔''

بہر حال اس جواب سے یہ امر واضح ہے کہ مدعی اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے اس کا محتاج نہیں کہ دو مردوں یا ایک مرد اور دو



عورتوں کی گواہی پیش کرے۔ بلکہ اگر ایک شاہد کے ساتھ حلف اٹھائے تو اُسے اس کے دعویٰ میں سچا سمجھتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ ہوسکتا ہے۔ چنانچہ ملا علی متقی تحریر کرتے ہیں۔

ان رسول الله وبا بكر و عمرو عثمان كانوا يقضون بشهادة الواحد ويمين المدعى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان ایک گواہی اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کردیا کرتے تھے۔

(كنزل العمال جلد ۴ صفحه ۶)

جب ایک گواہ اور قسم پر فیصلے ہوتے رہے تھے تو اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں نصاب شہادت نامکمل تھا تو وہ جناب سیدہ سے قسم لے لیتے اور اُن کے حق میں فیصلہ کردیتے۔ مگر یہاں تو مقصد ہی یہ تھا کہ جناب سیدہ کی صداقت کو مجروح کیا جائے تاکہ آئندہ کسی منزل پر اُن کی تصدیق کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔

بہر صورت جب اس طرح جناب فاطمہؑ کا دعویٰ مسترد کیا گیا اور فدک کو ہبہ رسولؐ نہ سمجھا گیا تو آپ نے میراث کی رو سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر تم یہ نہیں مانتے کہ پیغمبرؐ نے مجھے ہبہ کیا تھا تو اس سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ فدک پیغمبرؐ کی مخصوص ملکیت تھا اور میں اُن کی تنہا وارث ہوں۔ چنانچہ عبدالکریم شہرستائی تحریر کرتے ہیں۔

ودعوٰى فاطمة عليها السلام وارثة تارة و تملكا اخرى حتى دفعت عن ذٰلك بلاروايـة المشهورة عن النبى نحن معاشر الانبياء لا نورث ماتركناه صدقة

جناب فاطمہ علیہا السلام نے ایک دفعہ وراثت کی رو سے دعویٰ کیا اور ایک دفعہ ملکیت کی رو سے مگر آپکو اس سے محروم کردیا گیا۔ اس مشہور روایت کیوجہ سے جو پیغمبرؐ سے مروی ہے کہ ''آپ نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے بلکہ جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔''

(كتاب الملل و النحل صفحه ۹)

اس قول کا جسے حدیث رسولؐ کہہ کر پیش کیا گیا حضرت ابوبکر کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا اور نہ صحابہ میں سے کسی اور نے اُسے سنا تھا۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی نے تحریر کیا ہے کہ

اختلفوا فى ميراثه فما وجد واعند احد من ذٰلك علما فقال ابو بكر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انا معاشر الانبياء لانورث ما تركناه صدقة

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپؐ کی میراث کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ اور کسی کے پاس اس کے متعلق کوئی اطلاع نہ تھی۔ البتہ ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے، بلکہ جو چھوڑے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۵۴)

عقل یہ تسلیم کرنے سے انکاری ہے کہ پیغمبر اُن افراد کو جو آپ کے وارث سمجھے جاسکتے تھے یہ تک نہ بتائیں کہ وہ وارث نہیں ہوں

گے اور ایک اجنبی کو کہ جسے آنحضرتؐ کی وراثت سے دور کا بھی لگاؤ نہ تھا یہ بتا جائیں کہ ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ پھر یہ روایت اُس وقت منظر عام پر لائی جاتی ہے کہ جب فدک کا مقدمہ آپ کی عدالت میں دائر ہو چکا تھا اور وہ خود اُس میں ایک فریق مخالف کی حیثیت رکھتے تھے، تو ایسی صورت میں ان کا اپنی تائید میں ایسی روایت پیش کرنا جو صرف انہی سے سنی گئی ہو کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابوبکر کی جلالت کے قدر کے پیش نظر اس روایت پر اعتماد کرنا چاہیئے۔ تو اگر ان کی عظمت و منزلت کی بناء پر اس روایت پر وثوق کیا جاسکتا ہے تو کیا جناب سیدہ کی دیانت و راست بازی کے پیش نظر ان کے دعویٰ ہبہ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا؟ جب کہ امیرالمومنینؑ اور ام ایمن کی شہادت بھی ان کے حق میں ہو۔ اور اگر اس سلسلہ میں مزید شہادت کی ضرورت محسوس کی گئی ہو تو اس روایت کے لئے بھی شہادت طلب کی جاسکتی ہے جبکہ یہ روایت قرآن کے عمومی وارث کے بھی مخالف ہے اور ایسی روایت جو روایۃً کمزور اور درایۃً مقدوح و مجروح ہو، قرآن کے عمومی حکم وارث کی مخصص کیونکر قرار پاسکتی ہے جبکہ قرآن میں انبیاء کی وراثت کا صراحۃً تذکرہ موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے

ورث سلیمان داؤد

سلیمانؑ داؤدؑ کے وارث ہوئے

دوسرے موقع پر جناب زکریا علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانی ارشاد ہے۔

إنی خفت الموالی من ورائی وکانت امراتی عاقرا فھب لی من لدنك ولیا یرثنی و یرث من آل یعقوب واجعله رب رضیاء۔

میں اپنے بعد اپنے بنی اعمام سے ڈرتا ہوں۔ اس لئے کہ میری بیوی بے اولاد ہے۔ (اے اللہ) تو مجھ کو اپنی طرف سے ایک ولی عطا فرما جو میرا اور اولاد یعقوب کا وارث ہو، اور اے اللہ تو اسے پسندیدہ قرار دے۔

ان آیات میں ورثہ سے مال ہی کا ورثہ مراد ہے۔ اور اُسے معنی مجازی پر محمول کرتے ہوئے علم و نبوت کا ورثہ مراد لینا نہ صرف بعید بلکہ واقعیت کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ علم و نبوت ورثہ میں ملنے والی چیزیں نہیں ہیں اور نہ ان میں بطور ورثہ منتقل ہونے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اگر چہ یہ ورثہ میں منتقل ہوا کرتیں۔ تو پھر تمام انبیاء کی اولاد کو نبی ہونا چاہیئے تھا۔ اس تفریق کے کوئی معنی نہیں کہ بعض انبیاء کی اولاد کو ورثہ نبوت ملے اور بعض کو اس سے محروم کر دیا جائے۔ حیرت ہے کہ نبوت کے بطور ورثہ منتقل ہونے کا نظریہ اُن لوگوں کی طرف سے پیش ہوتا ہے کہ جو ہمیشہ سے شیعوں پر یہ اعتراض کرتے چلے آئے ہیں کہ انہوں نے امامت و خلافت کو ایک موروثی چیز قرار دے کر اُسے ایک ہی خاندان پر منحصر کر دیا ہے۔ تو کیا یہاں ورثہ نبوت مراد لینے سے نبوت ایک موروثی چیز بن کر نہ رہ جائے گی۔

اگر حضرت ابوبکر کی نظر میں اس حدیث کی رو سے پیغمبر کا کوئی وارث نہیں ہوسکتا تو اُس وقت یہ حدیث کہاں تھی کہ جب حضرت فاطمہؑ کا حق وراثت تسلیم کرتے ہوئے دستاویز تحریر کر دی تھی۔ چنانچہ صاحب سیرۃ حلبیہ سبط ابن جوزی سے نقل کرتے ہیں۔

ان فاطمة جائت الی ابی بکر و هو علی المنبر فقالت یا ابا بکر فی کتاب الله ان ترثك ابنتك ولا ارث ابی فاستعبر ابو بکر باکیاثم نزل و کتب لها بفدك و دخل علیه عمر و فقال ما هذا فقال کتاب کتبت لفاطمة میراثها من ابیها قال فماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتك العرب کماتری ثم اخذ عمر الکتاب فشقه (سیرت حلبیه جلد ۳ صفحه ۴۰۰)

حضرت ابوبکر منبر پر تھے کہ جناب فاطمہ تشریف لائیں اور فرمایا کہ قرآن میں یہ تو ہو تمہاری بیٹی تمہاری وارث بنے اور میں اپنے باپ کا ورثہ نہ پاؤں اس پر حضرت ابوبکر رونے لگے اور منبر سے نیچے اُتر آئے اور حضرت فاطمہ کو دستاویز لکھ دی۔ اتنے میں حضرت عمر آئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے حضرت فاطمہؑ کیلئے میراث کا نوشتہ لکھ دیا ہے کہ جو انہیں ان کے باپ کی طرف سے پہنچتی ہے حضرت عمر نے کہا کہ پھر مسلمانوں پر کیا صرف کرو گے جبکہ عرب تم سے جنگ کیلئے آمادہ ہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمر نے وہ تحریر چاک کر ڈالی۔

اس طرز عمل کو دیکھنے کے بعد ہر صاحب بصیرت بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ یہ روایت خود ساختہ اور غلط ہے اور صرف فدک پر تصرف حاصل کرنے کے لئے گڑھ لی گئی تھی۔ چنانچہ جناب سیدہ نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اس طرح اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا کہ حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں وصیت فرمادی کہ یہ دونوں ان کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں۔ جناب سیدہؑ کی اس ناراضگی کو جذبات پر محمول کرتے ہوئے اس کی اہمیت کو کم کرنا کسی صحیح جذبہ کی بناء پر نہیں ہے۔ کیونکہ اگر یہ ناراضگی جذبات کے ماتحت ہوتی تو امیرالمومنینؑ حضرت زہراؑ کی اس بے محل ناراضگی کو روکتے مگر کوئی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ جناب امیرؑ نے اس ناراضگی کو بے محل سمجھا ہو، اور پھر آپ کی ناراضگی ذاتی رنجش اور جذبات کے نتیجہ میں ہو کیسے سکتی تھی جبکہ ان کی خوشنودی و ناخوشنودی عین منشائے الٰہی کے مطابق ہوتی تھی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد اس کا شاہد ہے۔

یا فاطمة ان الله یغضب لغضبك و یرضی لرضاك۔

اے فاطمہ (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا) اللہ تمہارے غضب سے غضبناک اور تمہاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔

## مکتوب (۴۶)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
(إِلَى بَعْضِ عُمَّالِهِ)

ایک عامل کے نام:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ مِمَّنْ أَسْتَظْهِرُ بِهِ عَلَى إِقَامَةِ الدِّينِ وَأَقْمَعُ بِهِ نَخْوَةَ الْأَثِيمِ، وَأَسُدُّ بِهِ لَهَاةَ الثَّغْرِ الْمَخُوفِ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ عَلَى مَا أَهَمَّكَ، وَاخْلِطِ الشِّدَّةَ بِضِغْثٍ مِنَ اللِّينِ۔ وَارْفُقْ مَا كَانَ الرِّفْقُ أَرْفَقَ۔ وَاعْتَزِمْ بِالشِّدَّةِ حِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ إِلَّا الشِّدَّةُ۔ وَاخْفِضْ لِلرَّعِيَّةِ جَنَاحَكَ،

تم ان لوگوں میں سے ہو جن سے دین کے قیام میں مدد لیتا ہوں اور گنہگاروں کی نخوت توڑتا ہوں، اور خطرناک سرحدوں کی حفاظت کرتا ہوں۔ پیش آنے والی مہمات میں اللہ سے مدد مانگو۔ (رعیت کے بارے میں) سختی کے ساتھ کچھ نرمی کی آمیزش کئے رہو۔ جہاں تک نرمی مناسب ہو نرمی برتو، اور جب سختی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو سختی کرو۔

رعیت سے خوش خلقی اور کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ اُن سے اپنا

وَابْسُطْ لَهُمْ وَجْهَكَ وَأَلِنْ لَهُمْ جَانِبَكَ۔ وَآسِ بَيْنَهُمْ فِي اللَّحْظَةِ وَالنَّظْرَةِ، وَالْإِشَارَةِ وَالتَّحِيَّةِ حَتّٰى لَا يَطْمَعَ الْعُظَمَاءُ فِي حَيْفِكَ، وَلَا يَيْأَسَ الضُّعَفَاءُ مِنْ عَدْلِكَ۔ وَالسَّلَامُ۔

رویہ نرم رکھو اور کنکھیوں اور نظر بھر کر دیکھنے اور اشارہ اور سلام کرنے میں برابری کرو تا کہ بڑے لوگ تم سے بے راہ روی کی توقع نہ رکھیں، اور کمزور تمہارے انصاف سے مایوس نہ ہوں۔ والسلام

## وصیت (۴۷)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ لَمَّا ضَرَبَهُ ابْنُ مُلْجَمٍ لَعَنَهُ اللّٰهُ:

جب آپ کو ابن ملجم لعنہ اللہ ضربت لگا چکا تو آپ نے حسن اور حسین علیہما السلام سے فرمایا۔

أُوصِيكُمَا بِتَقْوَى اللّٰهِ وَأَنْ لَا تَبْغِيَا الدُّنْيَا وَإِنْ بَغَتْكُمَا وَلَا تَأْسَفَا عَلٰى شَيْءٍ مِنْهَا زُوِيَ عَنْكُمَا وَقُولَا بِالْحَقِّ۔ وَاعْمَلَا لِلْأَجْرِ۔ وَكُونَا لِلظَّالِمِ خَصْمًا وَلِلْمَظْلُومِ عَوْنًا۔

میں تم دونوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، دنیا کے خواہشمند نہ ہونا، اگر چہ وہ تمہارے پیچھے لگے اور دنیا کی کسی ایسی چیز پر نہ کڑھنا جو تم سے روک لی جائے، جو کہنا حق کے لئے کہنا، اور جو کرنا ثواب کے لئے کرنا۔ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مدد گار بنے رہنا۔

أُوصِيكُمَا وَجَمِيعَ وَلَدِي وَأَهْلِي وَمَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي بِتَقْوَى اللّٰهِ وَنَظْمِ أَمْرِكُمْ، وَصَلَاحِ ذَاتِ بَيْنِكُمْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكُمَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ أَفْضَلُ مِنْ عَامَّةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّيَامِ" وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْأَيْتَامِ فَلَا تُغِبُّوا أَفْوَاهَهُمْ وَلَا يَضِيعُوا بِحَضْرَتِكُمْ۔ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي جِيرَانِكُمْ فَإِنَّهُمْ وَصِيَّةُ نَبِيِّكُمْ مَا زَالَ يُوصِي بِهِمْ حَتّٰى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُمْ۔ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقُكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّهَا عَمُودُ دِينِكُمْ وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي بَيْتِ رَبِّكُمْ لَا تُخْلُوهُ مَا بَقِيتُمْ فَإِنَّهُ إِنْ تُرِكَ لَمْ تُنَاظَرُوا وَاللّٰهَ اللّٰهَ فِي الْجِهَادِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالتَّوَاصُلِ وَالتَّبَاذُلِ۔ وَإِيَّاكُمْ وَالتَّدَابُرَ وَالتَّقَاطُعَ۔ لَا تَتْرُكُوا الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ فَيُوَلّٰى عَلَيْكُمْ شِرَارُكُمْ ثُمَّ تَدْعُونَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ۔ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا أُلْفِيَنَّكُمْ تَخُوضُونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ، خَوْضًا تَقُولُونَ قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ أَلَا لَا تَقْتُلُنَّ بِي إِلَّا قَاتِلِي۔

میں تم کو اپنی تمام اولاد کو اپنے کنبہ کو اور جن جن تک میرا یہ نوشتہ پہنچے سب کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ اپنے معاملات درست اور آپس کے تعلقات سلجھائے رکھنا، کیونکہ میں نے تمہارے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپس کی کشیدگیوں کو مٹانا عام نماز روزہ سے افضل ہے۔ (دیکھو) یتیموں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ان کا کام و دہن کے لئے فاقہ کی نوبت نہ آئے اور تمہاری موجودگی میں وہ تباہ و برباد نہ ہو جائیں۔ اپنے ہمسایوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ ان کے بارے میں تمہارے پیغمبرؐ نے برابر ہدایت کی ہے اور آپؐ اس حد تک ان کے لئے سفارش فرماتے رہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا کہ آپ انہیں بھی ورثہ دلائیں گے۔ قرآن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا ایسا نہ ہو کہ دوسرے اس پر عمل کرنے میں تم پر سبقت لے جائیں۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرنا کیونکہ وہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ اپنے پروردگار کے گھر کے بارے میں اللہ سے ڈرنا اُسے جیتے جی خالی نہ چھوڑنا کیونکہ اگر یہ خالی چھوڑ دیا گیا، تو پھر (عذاب سے) مہلت نہ پاؤ گے۔ جان، مال اور زبان سے راہ خدا میں جہاد کرنے کے بارے میں اللہ کو نہ بھولنا اور تم کو لازم ہے کہ آپس میں میل ملاپ رکھنا اور ایک دوسرے کی طرف سے پیٹھ پھیرنے اور تعلقات توڑنے سے پرہیز کرنا نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے کبھی ہاتھ نہ اٹھانا ورنہ بدکردار تم پر مسلّط ہو جائیں گے۔ پھر دعا مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

(پھر ارشاد فرمایا) اے عبد المطلب کے بیٹو! ایسا نہ ہونے پائے کہ تم "امیر المومنینؑ قتل ہو گئے، امیر المومنینؑ قتل ہو گئے" کے نعرے لگاتے ہوئے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دو۔

أُنْظُرُوا إِذَا أَنَا مُتُّ مِنْ ضَرْبَتِهِ هٰذِهِ فَاضْرِبُوهُ ضَرْبَةً بِضَرْبَةٍ وَلَا يُمَثَّلُ بِالرَّجُلِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ يَقُولُ: إِيَّاكُمْ وَالْمُثْلَةَ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ۔

دیکھو میرے بدلے میں صرف میرا قاتل ہی قتل کیا جائے اور دیکھو جب میں اس ضرب سے مرجاؤں تو اس ایک ضرب کے بدلے میں ایک ہی ضرب لگانا۔ اور اس شخص کے ہاتھ پیر نہ کاٹنا، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خبردار کسی کے بھی ہاتھ پیر نہ کاٹو، اگر چہ وہ کاٹنے والا کتا ہی ہو۔

## مکتوب (۴۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلٰى مُعَاوِيَةَ

معاویہ ابن ابی سفیان کے نام:

وَإِنَّ الْبَغْيَ وَالزُّورَ يُذِيعَانِ بِالْمَرْءِ فِي دِينِهِ وَدُنْيَاهُ وَيُبْدِيَانِ خَلَلَهُ عِنْدَ مَنْ يَعِيبُهُ۔ وَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّكَ غَيْرُ مُدْرِكٍ

یاد رکھو! سرکشی اور دروغ گوئی انسان کو دین و دنیا میں رسوا کر دیتی ہے اور نکتہ چینی کرنے والے کے سامنے اس کی خامیاں کھول دیتی ہے تم جانتے ہو کہ جس چیز کا ہاتھ سے جانا ہی طے ہے، اُسے تم پا نہیں سکتے۔ بہت سے لوگوں نے بغیر کسی حق

مَا قُضِيَ فَوَاتُهُ۔ وَقَدْ رَامَ أَقْوَامٌ أَمْرًا بِغَيْرِ الْحَقِّ فَتَأَوَّلُوا عَلَى اللّٰهِ فَأَكْذَبَهُمْ فَاحْذَرْ يَوْمًا يَغْتَبِطُ فِيهِ مَنْ أَمْكَنَ الشَّيْطَانَ مِنْ قِيَادِهِ فَلَمْ يُجَاذِبْهُ۔ وَقَدْ دَعَوْتَنَا إِلَى حُكْمِ الْقُرْآنِ وَلَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَسْنَا إِيَّاكَ أَجَبْنَا، لٰكِنَّا أَجَبْنَا الْقُرْآنَ فِي حُكْمِهِ وَالسَّلَامُ

کے کسی مقصد کو چاہا اور منشاء الٰہی کے خلاف تاویلیں کرنے لگے، تو اللہ نے انہیں جھٹلا دیا۔ لہٰذا تم بھی اُس دن سے ڈرو جس میں وہی شخص خوش ہوگا جس نے اپنے اعمال کے نتیجہ کو بہتر بنالیا ہو اور وہ شخص نادم و شرمسار ہوگا جس نے اپنی باگ ڈور شیطان کو تھما دی اور اُس کے ہاتھ سے اُسے نہ چھینا چاہا اور تم نے ہمیں قرآن کے فیصلہ کی طرف دعوت دی۔ حالانکہ تم قرآن کے اہل نہیں تھے تو ہم نے تمہاری آواز پر لبیک نہیں کہی، بلکہ قرآن کے حکم پر لبیک کہی۔ والسلام۔

## مکتوب (۴۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الدُّنْيَا مَشْغَلَةٌ عَنْ غَيْرِهَا، وَلَمْ يُصِبْ صَاحِبُهَا مِنْهَا شَيْئًا إِلَّا فَتَحَتْ لَهُ حِرْصًا عَلَيْهَا وَلَهَجًا بِهَا، وَلَنْ يَسْتَغْنِيَ صَاحِبُهَا بِمَا نَالَ فِيهَا عَمَّا لَمْ يَبْلُغْهُ مِنْهَا وَمِنْ وَرَاءِ ذٰلِكَ فِرَاقُ مَا جَمَعَ وَنَقْضُ مَا أَبْرَمَ وَلَوِ اعْتَبَرْتَ بِمَا مَضَى حَفِظْتَ مَا بَقِيَ وَالسَّلَامُ۔

معاویہ کے نام:

دنیا آخرت سے روگرداں کر دینے والی ہے اور جب دنیا دار اس سے کچھ تھوڑا بہت پالیتا ہے تو وہ اُسکے لئے اپنی حرص و شیفتگی کے دروازے کھول دیتی ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ اب جتنی دولت مل گئی اس پر اکتفا کرے اور جو ہاتھ نہیں آیا اُس سے بے نیاز رہے۔ حالانکہ نتیجہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اُس سے جدائی اور جو کچھ بندوبست کیا ہے اُس کی شکست لازمی ہے اور اگر تم گذشتہ حالات سے عبرت حاصل کرو تو باقی عمر کی حفاظت کرسکو گے۔ (والسلام)

## مکتوب (۵۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى أُمَرَائِهِ عَلَى الْجُيُوشِ)

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَصْحَابِ الْمَسَالِحِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ حَقًّا عَلَى الْوَالِي أَنْ لَا

سرداران لشکر کے نام:

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کا خط چھاؤنیوں کے سالاروں کی طرف۔

حاکم پر فرض ہے کہ جس برتری کو اُس نے پایا ہے اور جس فارغ البالی کی منزل پر پہنچا ہے وہ اس کے رویہ میں جو رعایا کے ساتھ ہے تبدیلی پیدا نہ کرے۔ بلکہ اللہ نے جو نعمت اُس کے نصیب



يُغَيِّرَهُ عَلَى رَعِيَّتِهِ فَضْلٌ نَالَهُ وَلَا طَوْلٌ خُصَّ بِهِ، وَأَنْ يَزِيدَهُ مَا قَسَمَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ نِعَمِهِ دُنُوًّا مِنْ عِبَادِهِ وَعَطْفًا عَلَى إِخْوَانِهِ أَلَا وَإِنَّ لَكُمْ عِنْدِي أَنْ لَا أَحْتَجِزَ دُونَكُمْ سِرًّا إِلَّا فِي حَرْبٍ، وَلَا أَطْوِيَ دُونَكُمْ أَمْرًا إِلَّا فِي حُكْمٍ۔ وَلَا أُؤَخِّرَ لَكُمْ حَقًّا عَنْ مَحَلِّهِ، وَلَا أَقِفَ بِهِ دُونَ مَقْطَعِهِ، وَأَنْ تَكُونُوا عِنْدِي فِي الْحَقِّ سَوَاءً فَإِذَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ وَجَبَتْ لِلّٰهِ عَلَيْكُمُ النِّعْمَةُ وَلِي عَلَيْكُمُ الطَّاعَةُ وَأَنْ لَا تَنْكُصُوا عَنْ دَعْوَةٍ، وَلَا تُفَرِّطُوا فِي صَلَاحٍ وَأَنْ تَخُوضُوا الْغَمَرَاتِ إِلَى الْحَقِّ۔ فَإِنْ أَنْتُمْ لَمْ تَسْتَقِيمُوا لِي عَلَى ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ أَهْوَنَ عَلَيَّ مِمَّنِ اعْوَجَّ مِنْكُمْ، ثُمَّ أُعْظِمُ لَهُ الْعُقُوبَةَ، وَلَا يَجِدُ فِيهَا عِنْدِي رُخْصَةً۔ فَخُذُوا هٰذَا مِنْ أُمَرَائِكُمْ وَأَعْطُوهُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ مَا يُصْلِحُ اللّٰهُ بِهِ أَمْرَكُمْ۔

میں کی ہے وہ اُسے بندگان خدا سے نزدیکی اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی میں اضافہ ہی کا باعث ہو ہاں! مجھ پر تمہارا یہ بھی حق ہے کہ جنگ کی حالت کے علاوہ کوئی راز تم سے پردہ میں نہ رکھوں اور حکم شرعی کے سوا دوسرے اُمور میں تمہاری رائے مشورہ سے پہلو تہی نہ کروں اور تمہارے کسی حق کو پورا کرنے میں کوتاہی نہ کروں اور اُسے انجام تک پہنچائے بغیر دم نہ لوں اور یہ کہ حق میں تم میرے نزدیک سب برابر سمجھے جاؤ۔ جب میرا برتاؤ یہ ہو تو تم پر اللہ کے احسان کا شکر لازم ہے اور میری اطاعت بھی اور یہ کہ کسی پکار پر قدم پیچھے نہ ہٹاؤ۔ اور نیک کاموں میں کوتاہی نہ کرو، اور حق تک پہنچنے کیلئے سختیوں کا مقابلہ کرو۔ اور اگر تم اس رویہ پر برقرار نہ رہو تو پھر تم میں سے بے راہ ہو جانیوالوں سے زیادہ کوئی میری نظر میں ذلیل نہ ہوگا پھر اُسے سزا بھی سخت دوں گا اور وہ اس بارے میں مجھ سے کوئی رعایت نہ پائیگا۔ تم اپنے (ماتحت) سرداروں سے یہی عہد و پیمان لو، اور اپنی طرف سے بھی ایسے حقوق کی پیش کش کرو کہ جس سے اللہ تمہارے معاملات کو سلجھا دے۔ والسلام۔

## مکتوب (۵۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عُمَّالِهِ عَلَى الْخَرَاجِ )

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَصْحَابِ الْخَرَاجِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَحْذَرْ مَا هُوَ صَائِرٌ إِلَيْهِ لَمْ يُقَدِّمْ لِنَفْسِهِ مَا يُحْرِزُهَا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ مَا كُلِّفْتُمْ يَسِيرٌ وَأَنَّ ثَوَابَهُ كَثِيرٌ۔ وَلَوْ

خراج کے تحصیلداروں کے نام

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کا خط خراج وصول کرنے والوں کی طرف۔

جو شخص اپنے انجام کار سے خائف نہیں ہوتا وہ اپنے نفس کے بچاؤ کیلئے کوئی سروسامان فراہم نہیں کرسکتا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جو فرائض تم پر عائد کئے گئے ہیں وہ کم ہیں اور اُن کا ثواب زیادہ ہے۔ خدا نے ظلم و سرکشی سے جو روکا ہے اُس پر

لَمْ يَكُنْ فِيمَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ عِقَابٌ يُخَافُ لَكَانَ فِي ثَوَابِ اجْتِنَابِهِ مَالَا عُذْرَ فِي تَرْكِ طَلَبِهِ فَأَنْصِفُوا النَّاسَ مِنْ أَنْفُسِكُمْ وَاصْبِرُوا لِحَوَائِجِهِمْ فَإِنَّكُمْ خُزَّانُ الرَّعِيَّةِ وَوُكَلَاءُ الْأُمَّةِ وَسُفَرَاءُ الْأَئِمَّةِ۔ وَلَا تَحْسِمُوا أَحَدًا عَنْ حَاجَتِهِ، وَلَا تَحْبِسُوهُ عَنْ طَلِبَتِهِ، وَلَا تَبِيعُنَّ لِلنَّاسِ فِي الْخَرَاجِ كِسْوَةَ شِتَاءٍ وَلَا صَيْفٍ، وَلَا دَابَّةً يَعْتَمِلُونَ عَلَيْهَا وَلَا عَبْدًا، وَلَا تَضْرِبُنَّ أَحَدًا سَوْطًا لِمَكَانِ دِرْهَمٍ، وَلَا تَمَسُّنَّ مَالَ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ مُصَلٍّ وَلَا مُعَاهَدٍ، إِلَّا أَنْ تَجِدُوا فَرَسًا أَوْ سِلَاحًا يُعْدَى بِهِ عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي لِلْمُسْلِمِ أَنْ يَدَعَ ذٰلِكَ فِي أَيْدِي أَعْدَاءِ الْإِسْلَامِ فَيَكُونَ شَوْكَةً عَلَيْهِ۔ وَلَا تَدَّخِرُوا أَنْفُسَكُمْ نَصِيحَةً، وَلَا الْجُنْدَ حُسْنَ سِيرَةٍ وَلَا الرَّعِيَّةَ مَعُونَةً، وَلَا دِينَ اللّٰهِ قُوَّةً۔ وَأَبْلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا اسْتَوْجَبَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ قَدِ اصْطَنَعَ عِنْدَنَا وَعِنْدَكُمْ أَنْ نَشْكُرَهُ بِجُهْدِنَا وَأَنْ نَنْصُرَهُ بِمَا بَلَغَتْ قُوَّتُنَا، وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

سزا کا خوف نہ بھی ہوتا جب بھی اُس سے بچنے کا ثواب ایسا ہے کہ اس کی طلب سے بے نیاز ہونے میں کوئی عذر نہیں کیا جا سکتا۔ لوگوں سے عدل و انصاف کا رویّہ اختیار کرو، اور اُن کی خواہشوں پر صبر و تحمل سے کام لو اس لئے کہ تم رعیت کے خزینہ دار، امت کے نمائندے اور اقتدار اعلیٰ کے فرستادہ ہو۔ کسی سے اس کی ضروریات کو قطع نہ کرو، اور اُس کے مقصد میں روڑے نہ اٹکاؤ اور لوگوں سے خراج وصول کرنے کے لئے اُن کے جاڑے یا گرمی کے کپڑوں اور مویشیوں کو جن سے وہ کام لیتے ہوں، اور اُن کے غلاموں کو فروخت نہ کرو، اور کسی کو پیسہ کی خاطر کوڑے نہ لگاؤ اور کسی مسلمان یا ذمی کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ مگر یہ کہ اُس کے پاس گھوڑا یا ہتھیار ہو کہ جو اہل اسلام کے خلاف استعمال ہونے والا ہو اس لئے کہ یہ ایسی چیز ہے کہ کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اُس کو دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں رہنے دے کہ جو مسلمانوں پر غلبہ کا سبب بن جائے اور اپنوں کی خیر خواہی، فوج سے نیک برتاؤ، رعیت کی امداد اور دین خدا کو مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو۔ اللہ کی راہ میں جو تمہارا فرض ہے اُسے سرانجام دو۔ کیونکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے احسانات کے بدلہ میں ہم سے اور تم سے یہ چاہا ہے کہ ہم مقدور بھر اُس کا شکر اور طاقت بھر اُس کی نصرت کریں اور ہماری قوت و طاقت بھی تو خدا ہی کی طرف سے ہے۔

## مکتوب (۵۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

نماز کے بارے میں مختلف شہروں کے حکمرانوں کے نام:



إِلَى أُمَرَاءِ الْبِلَادِ فِي مَعْنَى الصَّلٰوةِ

أَمَّا بَعْدُ فَصَلُّوا بِالنَّاسِ الظُّهْرَ حَتّٰى تَفِيءَ الشَّمْسُ مِثْلَ مَرْبِضِ الْعَنْزِ وَصَلُّوا بِهِمُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ بَيْضَاءُ حَيَّةٌ فِي عُضْوٍ مِنَ النَّهَارِ حِينَ يُسَارُ فِيهَا فَرْسَخَانِ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ الْمَغْرِبَ حِينَ يُفْطِرُ الصَّائِمُ وَيَدْفَعُ الْحَاجُّ وَصَلُّوا بِهِمُ الْعِشَاءَ حِينَ يَتَوَارَى الشَّفَقُ إِلَى ثُلُثِ اللَّيْلِ۔ وَصَلُّوا بِهِمُ الْغَدَاةَ وَالرَّجُلُ يَعْرِفُ وَجْهَ صَاحِبِهِ وَصَلُّوا بِهِمْ صَلَاةَ أَضْعَفِهِمْ وَلَا تَكُونُوا فَتَّانِينَ۔

ظہر کی نماز پڑھاؤ اُس وقت تک کہ سورج اتنا جھک جائے کہ بکریوں کے باڑے کی دیوار کا سایہ اس کے برابر ہو جائے اور عصر کی نماز اُس وقت تک پڑھا دینا چاہئے کہ سورج ابھی روشن اور زندہ ہو اور دن ابھی اتنا باقی ہو کہ چھ میل کی مسافت طے کی جا سکے اور مغرب کی نماز اُس وقت پڑھاؤ کہ جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور حاجی عرفات سے واپس جاتے ہیں اور عشاء کی نماز مغرب کی سرخی غائب ہونے سے رات کے ایک تہائی حصہ تک پڑھا دو، اور صبح کی نماز اس وقت پڑھاؤ جب آدمی اپنے ہمراہی کا چہرہ پہچان لے اور نماز اتنی مختصر پڑھاؤ جو ان میں کے سب سے کمزور آدمی پر بھی بارنہ ہو اور لوگوں کے لئے صبر آزما نہ بن جاؤ۔

## عہدنامہ (۵۳)

(وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَتَبَهُ لِلْأَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَّاهُ عَلَى مِصْرَ وَأَعْمَالِهَا حِينَ اضْطَرَبَ أَمْرُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ أَطْوَلُ عَهْدٍ وَأَجْمَعُ كُتُبِهِ لِلْمَحَاسِنِ

اس دستاویز کو (مالک) اشتر نخعی رحمۃ اللہ کے لئے تحریر فرمایا۔ جبکہ محمد ابن ابی بکر کے حالات بگڑ جانے پر انہیں مصر اور اُس کے اطراف کی حکومت سپرد کی۔ یہ سب سے طویل عہد نامہ اور امیر المومنینؑ کے توقیعات میں سب سے زیادہ محاسن پر مشتمل ہے۔

(بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيٌّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِينَ وَلَّاهُ مِصْرَ: جِبَايَةَ خَرَاجِهَا، وَجِهَادَ عَدُوِّهَا، وَاسْتِصْلَاحَ أَهْلِهَا، وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا۔ أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَإِيثَارِ طَاعَتِهِ، وَاتِّبَاعِ مَا أَمَرَ بِهِ فِي

یہ ہے وہ فرمان جس پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ نے مالک ابن حارث اشتر کو جب مصر کا انہیں والی بنایا تاکہ وہ خراج جمع کریں دشمنوں سے لڑیں، رعایا کی فلاح و بہبود اور شہروں کی آبادی کا انتظام کریں۔

انہیں حکم ہے کہ اللہ کا خوف کریں، اس کی اطاعت کو مقدم سمجھیں اور جن فرائض و سنن کا اُس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اُن کا اتباع کریں کہ انہی کی پیروی سے سعادت اور انہی کے ٹھکرانے اور برباد کرنے سے بدبختی دامنگیر ہوتی ہے اور یہ

كِتَابِهِ: مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ الَّتِي لَا يَسْعَدُ أَحَدٌ إِلَّا بِاتِّبَاعِهَا، وَلَا يَشْقَى إِلَّا مَعَ جُحُودِهَا وَإِضَاعَتِهَا وَأَنْ يَنْصُرَ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بِقَلْبِهِ وَيَدِهِ وَلِسَانِهِ، فَإِنَّهُ جَلَّ اسْمُهُ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِ مَنْ نَصَرَهُ وَإِعْزَازِ مَنْ أَعَزَّهُ

وَأَمَرَهُ أَنْ يَكْسِرَ نَفْسَهُ مِنَ الشَّهَوَاتِ وَيَزَعَهَا عِنْدَ الْجَمَحَاتِ فَإِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَارَحِمَ اللّٰهُ۔

ثُمَّ اعْلَمْ يَامَالِكُ أَنِّي قَدْ وَجَّهْتُكَ إِلَى بِلَادٍ قَدْ جَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ۔ وَأَنَّ النَّاسَ يَنْظُرُونَ مِنْ أُمُورِكَ فِي مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيهِ مِنْ أُمُورِ الْوُلَاةِ قَبْلَكَ، وَيَقُولُونَ فِيكَ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِيهِمْ۔ وَإِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَى الصَّالِحِينَ بِمَا يُجْرِي اللّٰهُ لَهُمْ عَلَى أَلْسُنِ عِبَادِهِ۔ فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ إِلَيْكَ ذَخِيرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ۔ فَامْلِكْ هَوَاكَ، وَشُحَّ بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَكَ، فَإِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ الْإِنْصَافُ مِنْهَا فِيمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ۔ وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ۔ وَلَا تَكُونَنَّ عَلَيْهِمْ سَبُعًا ضَارِيًا تَغْتَنِمُ أَكْلَهُمْ فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ إِمَّا أَخٌ لَكَ

کہ اپنے دل اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے اللہ کی نصرت میں لگے رہیں۔ کیونکہ خدائے بزرگ و برتر نے ذمّہ لیا ہے کہ جو اُس کی نصرت کرے گا وہ اُس کی مدد کرے گا اور جو اُس کی حمایت کے لئے کھڑا ہوگا وہ اُسے عزت و سرفرازی بخشے گا۔

اس کے علاوہ انہیں حکم ہے کہ وہ نفسانی خواہشوں کے وقت اپنے نفس کو کچلیں اور اُس کی منہ زوریوں کے وقت اُسے روکیں۔ کیونکہ نفس برائیوں ہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ مگر یہ خدا کا لطف و کرم شامل حال ہو۔

اے مالک! اس بات کو جانے رہو کہ تمہیں اُن علاقوں کی طرف بھیج رہا ہوں کہ جہاں تم سے پہلے عادل اور ظالم کئی حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے طرز عمل کو اُسی نظر سے دیکھیں گے جس نظر سے تم اپنے اگلے حکمرانوں کے طور طریقے کو دیکھتے رہے ہو اور تمہارے بارے میں بھی وہی کہیں گے جو تم اُن حکمرانوں کے بارے میں کہتے ہو۔ یہ یاد رکھو، کہ خدا کے نیک بندوں کا پتہ چلتا ہے اُسی نیک نامی سے جو انہیں بندگان الٰہی میں خدا نے دے رکھی ہے۔ لہٰذا ہر ذخیرے سے زیادہ پسند تمہیں نیک اعمال کا ذخیرہ ہونا چاہئے۔ تم اپنی خواہشوں پر قابو رکھو، اور جو مشاغل تمہارے لئے حلال نہیں ہیں اُن میں صرف کرنے سے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرو۔ کیونکہ نفس کے ساتھ بخل کرنا ہی اس کے حق کو ادا کرنا ہے۔ چاہے وہ خود اسے پسند کرے یا ناپسند۔ رعایا کے لئے اپنے دل کے اندر رحم و رافت اور لطف و محبت کو جگہ دو۔ ان کے لئے پھاڑ کھانے والا درندہ نہ بن جاؤ کہ انہیں نگل جانا غنیمت سمجھتے ہو۔ اس لئے کہ رعایا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو تمہارے دینی بھائی اور دوسرے تمہارے جیسی مخلوق خدا۔ اُن کی لغزشیں بھی ہوں گی خطاؤں سے بھی انہیں سابقہ پڑے گا اور اُن کے ہاتھوں سے جان بوجھ



فِي الدِّينِ وَإِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِي الْخَلْقِ يَفْرُطُ مِنْهُمُ الزَّلَلُ، وَتَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ، وَيُؤْتَى عَلَى أَيْدِيهِمْ فِي الْعَمْدِ وَالْخَطَاءِ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَصَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِي تُحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ مِنْ عَفْوِهِ وَصَفْحِهِ، فَإِنَّكَ فَوْقَهُمْ، وَوَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ، وَاللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاكَ، وَقَدِ

اسْتَكْفَاكَ أَمْرَهُمْ وَابْتَلَاكَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسَكَ لِحَرْبِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَا يَدَيْ لَكَ بِنِقْمَتِهِ، وَلَا غِنَى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِهِ۔ وَلَا تَنْدَمَنَّ عَلَى عَفْوٍ۔ وَلَا تَبْجَحَنَّ بِعُقُوبَةٍ، وَلَا تُسْرِعَنَّ إِلَى بَادِرَةٍ وَجَدْتَ مِنْهَا مَنْدُوحَةً، وَلَا تَقُولَنَّ إِنِّي مُؤَمَّرٌ آمُرُ فَأُطَاعُ فَإِنَّ ذٰلِكَ إِدْغَالٌ فِي الْقَلْبِ، وَمَنْهَكَةٌ لِلدِّينِ، وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغِيَرِ، وَإِذَا أَحْدَثَ لَكَ مَا أَنْتَ فِيهِ مِنْ سُلْطَانِكَ أُبَّهَةً أَوْ مَخِيلَةً فَانْظُرْ إِلَى عِظَمِ مُلْكِ اللّٰهِ فَوْقَكَ وَقُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلَى مَالَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُطَامِنُ إِلَيْكَ مِنْ طِمَاحِكَ، وَيَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ وَيَفِيءُ إِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ۔ وَإِيَّاكَ وَمُسَامَاةَ اللّٰهِ فِي عَظَمَتِهِ

کر یا بھولے چوکے سے غلطیاں بھی ہوں گی۔ تم اُن سے اسی طرح عفو و درگزر سے کام لینا، جس طرح اللہ سے اپنے لئے عفو و درگزر کو پسند کرتے ہو۔ اس لئے کہ تم اُن پر حاکم ہو، اور تمہارے اوپر تمہارا امام حاکم ہے۔ اور جس (امام) نے تمہیں والی بنایا ہے اُس کے اوپر اللہ ہے اور اس نے تم سے ان لوگوں کے معاملات کی انجام دہی چاہی ہے اور اُن کے ذریعہ تمہاری آزمائش کی ہے۔ اور دیکھو! خبردار اللہ سے مقابلہ کے لئے نہ اُترنا۔ اس لئے کہ اُس کے غضب کے سامنے تم بے بس ہو اور اُس کے عفو و رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ تمہیں کسی کو معاف کر دینے پر پچھتانا اور سزا دینے پر اترانا نہ چاہئے۔ غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لو۔ جبکہ اُس کے ٹال دینے کی گنجائش ہو کبھی یہ نہ کہنا کہ میں حاکم بنایا گیا ہوں، لہٰذا میرے حکم کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہئے، کیونکہ یہ دل میں فساد پیدا کرنے، دین کو کمزور بنانے اور بربادیوں کو قریب لانے کا سبب ہے اور کبھی حکومت کی وجہ سے تم میں تمکنت یا غرور پیدا ہو تو اپنے بالاتر اللہ کے ملک کی عظمت کو دیکھو اور خیال کرو کہ وہ تم پر وہ قدرت رکھتا ہے کہ جو خود تم اپنے آپ پر نہیں رکھتے۔ یہ چیز تمہاری رعونیت و سرکشی کو دبا دے گی، اور تمہاری طغیانی کو روک دے گی، اور تمہاری کھوئی ہوئی عقل کو پلٹا دے گی۔

خبردار! کبھی اللہ کے ساتھ اُس کی عظمت میں نہ ٹکراؤ اور اس کی شان و جبروت سے ملنے کی کوشش نہ کرو، کیونکہ اللہ ہر جبار و سرکش کو نیچا دکھاتا ہے اور ہر مغرور کے سر کو جھکا دیتا ہے۔

اپنی ذات کے بارے میں اور اپنے خاص عزیزوں اور رعایا میں اپنے دل پسند افراد کے معاملے میں حقوق اللہ اور حقوق النّاس کے متعلق بھی انصاف کرنا کیونکہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ظالم ٹھہرو

وَالتَّشَبُّهَ بِهِ فِي جَبَرُوتِهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُذِلُّ كُلَّ جَبَّارٍ وَيُهِينُ كُلَّ مُخْتَالٍ أَنْصِفِ اللّٰهَ وَأَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَمِنْ خَاصَّةِ أَهْلِكَ وَمَنْ لَكَ فِيهِ هَوًى مِنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّكَ إِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ، وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَ اللّٰهِ كَانَ اللّٰهُ خَصْمَهُ دُونَ عِبَادِهِ، وَمَنْ خَاصَمَهُ اللّٰهُ أَدْحَضَ حُجَّتَهُ وَكَانَ لِلّٰهِ حَرْبًا حَتّٰى يَنْزِعَ وَيَتُوبَ۔ وَلَيْسَ شَيْءٌ أَدْعٰى إِلٰى تَغْيِيرِ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَتَعْجِيلِ نِقْمَتِهِ مِنْ إِقَامَةٍ عَلٰى ظُلْمٍ، فَإِنَّ اللّٰهَ يَسْمَعُ دَعْوَةَ الْمُضْطَهَدِينَ وَهُوَ لِلظَّالِمِينَ بِالْمِرْصَادِ۔ وَلْيَكُنْ أَحَبُّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطَهَا فِي الْحَقِّ وَأَعَمَّهَا فِي الْعَدْلِ وَأَجْمَعَهَا لِرِضَى الرَّعِيَّةِ، فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجْحِفُ بِرِضَى الْخَاصَّةِ وَإِنَّ سُخْطَ الْخَاصَّةِ يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ۔ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِي مَؤُونَةً فِي الرَّخَاءِ، وَأَقَلَّ مَعُونَةً لَهُ فِي الْبَلَاءِ، وَأَكْرَهَ لِلْإِنْصَافِ، وَأَسْأَلَ بِالْإِلْحَافِ، وَأَقَلَّ شُكْرًا عِنْدَ الْإِعْطَاءِ۔ وَأَبْطَأَ عُذْرًا عِنْدَ الْمَنْعِ، وَأَضْعَفَ صَبْرًا عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّينِ وَجِمَاعُ

گے۔ اور جو خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہے تو بندوں کے بجائے اللہ اس کا حریف و دشمن بن جاتا ہے اور جس کا وہ حریف و دشمن ہو، اس کی ہر دلیل کو کچل دے گا، اور وہ اللہ سے برسر پیکار رہے گا۔ یہاں تک کہ باز آئے اور توبہ کرلے۔ اور اللہ کی نعمتوں کو سلب کرنے والی، اور اُس کی عقوبتوں کو جلد بلاوا دینے والی کوئی چیز اس سے بڑھ کر نہیں ہے کہ ظلم پر باقی رہا جائے کیونکہ اللہ مظلوموں کی پکار سنتا ہے اور ظالموں کے لئے موقع کا منتظر رہتا ہے۔

تمہیں سب طریقوں سے زیادہ وہ طریقہ پسند ہونا چاہئے جو حق کے اعتبار سے بہترین، انصاف کے لحاظ سے سب کو شامل اور رعایا کے زیادہ سے زیادہ افراد کی مرضی کے مطابق ہو۔ کیونکہ عوام کی ناراضگی خواص کی رضامندی کو بے اثر بنا دیتی ہے، اور خاص کی ناراضگی عوام کی رضامندی کے ہوتے ہوئے نظر انداز کی جاسکتی ہے اور یہ یاد رکھو کہ رعیت میں خاص سے زیادہ کوئی ایسا نہیں کہ جو خوش حالی کے وقت حاکم پر بوجھ بننے والا مصیبت کے وقت امداد سے کترانے والا انصاف پر ناک بھوں چڑھانے والا، طلب و سوال کے موقعہ پر پنجے جھاڑ کر پیچھے پڑ جانے والا، بخشش پر کم شکرگزار ہونے والا، محروم کردیئے جانے پر بمشکل عذر سننے والا، اور زمانہ کی ابتلاؤں پر بے صبری دکھانے والا ہو اور دین کا مضبوط سہارا، مسلمانوں کی قوت اور دشمن کے مقابلہ میں سامانِ دفاع یہی امت کے عوام ہوتے ہیں لہٰذا تمہاری پوری توجہ اور تمہارا پورا رخ انہی کی جانب ہونا چاہئے۔

اور تمہاری رعایا میں تم سے سب سے زیادہ دور اور سب سے زیادہ تمہیں ناپسند وہ ہونا چاہئے جو لوگوں کی عیب جوئی میں زیادہ لگا رہتا ہو۔ کیونکہ لوگوں میں عیب تو ہوتے ہی ہیں۔ حاکم



الْمُسْلِمِينَ وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ الْعَامَّةُ مِنَ الْأُمَّةِ فَلْيَكُنْ صِغْوُكَ لَهُمْ وَمَيْلُكَ مَعَهُمْ۔ وَلْيَكُنْ أَبْعَدُ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ وَأَشْنَؤُهُمْ عِنْدَكَ أَطْلَبَهُمْ لِمَعَائِبِ النَّاسِ، فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوبًا الْوَالِي أَحَقُّ مَنْ سَتَرَهَا۔ فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَا ظَهَرَ لَكَ، وَاللّٰهُ يَحْكُمُ عَلٰى مَا غَابَ عَنْكَ۔ فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللّٰهُ مِنْكَ مَا تُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ۔ أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ۔ وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ وَتَغَابَ عَنْ كُلِّ مَا لَا يَصِحُّ لَكَ، وَلَا تَعْجَلَنَّ إِلٰى تَصْدِيقِ سَاعٍ فَإِنَّ السَّاعِيَ غَاشٌّ وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ۔ وَلَا تُدْخِلَنَّ فِي مَشُورَتِكَ بَخِيلًا يَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ وَيَعِدُكَ الْفَقْرَ، وَلَا جَبَانًا يُضْعِفُكَ عَنِ الْأُمُورِ، وَلَا حَرِيصًا يُزَيِّنُ لَكَ الشَّرَهَ بِالْجَوْرِ، فَإِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتّٰى يَجْمَعُهَا سُوءُ الظَّنِّ بِاللّٰهِ۔ إِنَّ شَرَّ وُزَرَائِكَ مَنْ كَانَ لِلْأَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِيرًا وَمَنْ شَرِكَهُمْ فِي الْآثَامِ فَلَا يَكُونَنَّ لَكَ بِطَانَةً فَإِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْأَثَمَةِ وَإِخْوَانُ الظَّلَمَةِ، وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَيْرَ

کے لئے انتہائی شایان یہ ہے کہ اُن پر پردہ ڈالے۔ لہٰذا جو عیب تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں انہیں نہ اُچھالنا کیونکہ تمہارا کام انہی عیبوں کو مٹانا ہے کہ جو تمہارے اوپر ظاہر ہوں، اور جو چھپے ڈھکے ہوں اُن کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس لئے جہاں تک بن پڑے عیبوں کو چھپاؤ تا کہ اللہ بھی تمہارے اُن عیبوں کی پردہ پوشی کرے جنہیں تم رعیت سے پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔ لوگوں سے کینہ کی ہر گرہ کو کھول دو اور دشمنی کی ہر رسی کاٹ دو، اور ہر ایسے رویہ سے جو تمہارے لئے مناسب نہیں بے خبر بن جاؤ اور چغل خور کی جھٹ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ۔ کیونکہ وہ فریب کار ہوتا ہے اگر خیرخواہوں کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

اپنے مشورہ میں کسی بخیل کو شریک نہ کرنا کہ وہ تمہیں دوسروں کیساتھ بھلائی کرنے سے روکے گا، اور فقر و افلاس کا خطرہ دلائے گا اور نہ کسی بزدل سے مہمات میں مشورہ لینا کہ وہ تمہاری ہمت پست کردے گا اور نہ کسی لالچی سے مشورہ کرنا کہ وہ ظلم کی راہ سے مال بٹورنے کو تمہاری نظروں میں سج دے گا۔ یاد رکھو کہ بخل بزدلی اور حرص اگرچہ الگ الگ خصلتیں ہیں مگر اللہ سے بدگمانی ان سب میں شریک ہے تمہارے لئے سب سے بدتر وزیر وہ ہوگا جو تم سے پہلے بدکرداروں کا وزیر اور گناہوں میں ان کا شریک رہ چکا ہے اس قسم کے لوگوں کو تمہارے مخصوصین میں سے نہ ہونا چاہئے کیونکہ وہ گنہگاروں کے معاون اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں جو تدبیر و رائے اور کارکردگی کے اعتبار سے ان کے مثل ہوں گے مگر ان کی طرح گناہوں کی گرانباریوں میں دبے ہوئے نہ ہوں۔ جنہوں نے کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی

الْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَائِهِمْ وَنَفَاذِهِمْ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ، وَأَوْزَارِهِمْ مِمَّنْ لَمْ يُعَاوِنْ ظَالِمًا عَلَى ظُلْمِهِ وَلَا آثِمًا عَلَى إِثْمِهِ۔ أُولَئِكَ أَخَفُّ عَلَيْكَ مَؤُونَةً وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُونَةً، وَأَحْنَى عَلَيْكَ عَطْفًا، وَأَقَلُّ لِغَيْرِكَ إِلْفًا فَاتَّخِذْ أُولَئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ، ثُمَّ لْيَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ بِمُرِّ الْحَقِّ لَكَ، وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِيمَا يَكُونُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللّٰهُ لِأَوْلِيَائِهِ وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَيْثُ وَقَعَ، وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ، ثُمَّ رُضْهُمْ عَلَى أَنْ لَا يُطْرُوكَ وَلَا يُبَجِّحُوكَ بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْإِطْرَاءِ تُحْدِثُ الزَّهْوَ وَتُدْنِي مِنَ الْعِزَّةِ۔

وَلَا يَكُونَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِيءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَاءٍ، فَإِنَّ فِي ذٰلِكَ تَزْهِيدًا لِأَهْلِ الْإِحْسَانِ فِي الْإِحْسَانِ، وَتَدْرِيبًا لِأَهْلِ الْإِسَاءَةِ عَلَى الْإِسَاءَةِ۔ وَأَلْزِمْ كُلًّا مِنْهُمْ مَا أَلْزَمَ نَفْسَهُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ بِأَدْعَى إِلَى حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِمْ، وَتَخْفِيفِهِ الْمَؤُونَاتِ عَلَيْهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ إِيَّاهُمْ عَلَى مَا لَيْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ فَالْجُنُودُ بِإِذْنِ اللّٰهِ حُصُونُ الرَّعِيَّةِ، وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَعِزُّ الدِّينِ، وَسُبُلُ الْأَمْنِ،

گنہگار کا اس کے گناہ میں ہاتھ بٹایا ہو، ان کا بوجھ تم پر ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ثابت ہوں گے اور تمہاری طرف محبت سے جھکنے والے ہوں گے اور تمہارے علاوہ دوسروں سے ربط ضبط نہ رکھیں گے۔ انہی کو تم خلوت وجلوت میں اپنا مصاحب خاص ٹھہرانا پھر تمہارے نزدیک ان میں زیادہ ترجیح ان لوگوں کو ہونا چاہئے کہ جو حق کی کڑوی باتیں تم سے کھل کر کہنے والے ہوں اور ان چیزوں میں کہ جنہیں اللہ اپنے مخصوص بندوں کے لئے ناپسند کرتا ہے۔ تمہاری بہت کم مدد کرنے والے ہوں چاہے وہ تمہاری خواہشوں سے کتنی ہی میل کھاتے ہوں۔ پرہیزگاروں اور راستبازوں سے اپنے کو وابستہ رکھنا۔ پھر انہیں اس کا عادی بنانا کہ وہ تمہارے کسی کارنامہ کے بغیر تمہاری تعریف کر کے تمہیں خوش نہ کریں۔ کیونکہ زیادہ مدح سرائی غرور پیدا کرتی ہے اور سرکشی کی منزل سے قریب کر دیتی ہے اور تمہارے نزدیک نیکوکار اور بدکردار دونوں برابر نہ ہوں اور بدوں کو بدی پر آمادہ کرنا ہے ہر شخص کو اسی کی منزلت پر رکھو، جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اس بات کو یاد رکھو کہ حاکم کو اپنی رعایا پر پورا اعتماد اُسی وقت کرنا چاہئے جبکہ وہ ان سے حسن سلوک کرتا ہو اور ان پر بوجھ نہ لادے اور انہیں ایسی ناگوار چیزوں پر مجبور نہ کرے جو اُن کے بس میں نہ ہوں۔ تمہیں ایسا رویہ اختیار کرنا چاہئے کہ اس حُسنِ سلوک سے تمہیں رعیت پر پورا اعتماد ہو سکے کیونکہ یہ اعتماد تمہاری طویل اندرونی الجھنوں کو ختم کر دے گا اور سب سے زیادہ تمہارے اعتماد کے وہ مستحق ہیں جن کے ساتھ تم نے اچھا سلوک کیا ہو اور سب سے زیادہ بے اعتمادی کے مستحق وہ ہیں جن سے تمہارا برتاؤ اچھا نہ رہا ہو۔

اور دیکھو! اس اچھے طور طریقے کو ختم نہ کرنا کہ جس پر اس امت



وَلَيْسَ تَقُومُ الرَّعِيَّةُ إِلَّا بِهِمْ۔ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُودِ إِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخَرَاجِ الَّذِي يَقْوَوْنَ بِهِ عَلَى جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَمِدُونَ عَلَيْهِ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ، وَيَكُونُ مِنْ وَرَاءِ حَاجَتِهِمْ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ إِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ لِمَا يُحْكِمُونَ مِنَ الْمَعَاقِدِ وَيَجْمَعُونَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُونَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِي ذٰلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَبًا طَوِيلًا وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ۔

وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُورُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ، وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ وَلَا تُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاضِي تِلْكَ السُّنَنِ فَيَكُونَ الْأَجْرُ لِمَنْ سَنَّهَا۔ وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا۔ وَأَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَاءِ وَمُنَافَثَةَ الْحُكَمَاءِ فِي تَثْبِيتِ مَا صَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ وَإِقَامَةِ مَا اسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ۔

کے بزرگ چلتے رہے ہیں اور جس سے اتحاد و یک جہتی پیدا اور رعیت کی اصلاح ہوئی ہے اور ایسے طریقے ایجاد نہ کرنا کہ جو پہلے طریقوں کو کچھ ضرر پہنچائیں، اگر ایسا کیا تو نیک روش کے قائم کر جانے والوں کو ثواب تو ملتا رہے گا مگر انہیں ختم کر دینے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا، اور اپنے شہروں کے اصلاحی اُمور کو مستحکم کرنے اور اُن چیزوں کے قائم کرنے میں کہ جن سے اگلے لوگوں کے حالات مضبوط رہے تھے علماء و حکماء کے ساتھ باہمی مشورہ اور بات چیت کرتے رہنا۔

اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ رعایا میں کئی طبقے ہوتے ہیں جن کی سود و بہبود ایک دوسرے سے وابستہ ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ان میں سے ایک طبقہ وہ ہے جو اللہ کی راہ میں کام آنے والے فوجیوں کا ہے دوسرا طبقہ وہ ہے جو عمومی و خصوصی تحریروں کا کام انجام دیتا ہے تیسرا انصاف کرنے والے قضاۃ کا ہے چوتھا حکومت کے وہ عُمّال جن سے امن اور انصاف قائم ہوتا ہے پانچواں خراج دینے والے مسلمان اور جزیہ دینے والے ذمیوں کا چھٹا تجارت پیشہ و اہل حرفہ کا ساتواں فقراء و مساکین کا وہ طبقہ ہے کہ جو سب سے پست ہے اور اللہ نے ہر ایک کا حق معین کر دیا ہے اور اپنی کتاب یا سنت نبویؐ میں اس کی حد بندی کر دی اور وہ (مکمل) دستور ہمارے پاس محفوظ ہے۔

(پہلا طبقہ) فوجی دستے یہ بحکم خدا رعیت کی حفاظت کا قلعہ، فرمانرواؤں کی زینت، دین و مذہب کی قوت اور امن کی راہ ہیں۔ رعیت کا نظم و نسق انہی سے قائم رہ سکتا ہے اور فوج کی زندگی کا سہارا وہ خراج ہے جو اللہ نے اس کے لئے معین کیا ہے کہ جس سے وہ دشمنوں سے جہاد کرنے میں تقویت حاصل کرتے اور اپنی حالت کو درست بناتے اور ضروریات کو بہم

وَاعْلَمْ أَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا إِلَّا بِبَعْضٍ، وَلَا غِنَى بِبَعْضِهَا عَنْ بَعْضٍ، فَمِنْهَا جُنُودُ اللّٰهِ۔ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ۔ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْإِنْصَافِ وَالرِّفْقِ۔ وَمِنْهَا أَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ۔ وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَأَهْلُ الصِّنَاعَاتِ۔ وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ ذَوِي الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ وَكُلًّا قَدْ سَمَّى اللّٰهُ سَهْمَهُ، وَوَضَعَ عَلَى حَدِّهِ فَرِيضَتَهُ فِي كِتَابِهِ أَوْ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَهْدًا مِنْهُ عِنْدَنَا مَحْفُوظًا۔ الْأُمُورِ وَعَوَامِهَا وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيعًا إِلَّا بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ فِيمَا يَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ، وَيُقِيمُونَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ۔ وَيَكْفُونَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ بِأَيْدِيهِمْ مَا لَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَى مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ الَّذِينَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ وَمَعُونَتُهُمْ۔ وَفِي اللّٰهِ لِكُلٍّ سَعَةٌ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِي حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ۔ وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِي مِنْ حَقِيقَةِ مَا أَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ، وَتَوْطِينِ نَفْسِهِ عَلَى لُزُومِ الْحَقِّ،

پہنچاتے ہیں۔ پھر ان دونوں طبقوں کے نظم و بقاء کے لئے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمال اور منشیات دفاتر کا ہے کہ جن کے ذریعہ باہمی معاہدوں کو مضبوطی اور خراج اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور معمولی اور غیر معمولی معاملوں میں ان کے ذریعہ وثوق و اطمینان حاصل کیا جاتا ہے اور سب کا دارومدار سوداگروں اور صناعوں پر ہے کہ وہ ان کی ضروریات کو فراہم کرتے ہیں بازار لگاتے ہیں اور اپنی کاوشوں سے اُن کی ضروریات کو مہیا کر کے انہیں خود مہیا کرنے سے آسودہ کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر فقیروں اور ناداروں کا طبقہ ہے جن کی اعانت و دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزارے کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حاکم پر حق قائم ہے کہ وہ ان کے لئے اتنا مہیا کرے جو ان کی حالت درست کر سکے اور حاکم خدا کے اُن تمام ضروری حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ مگر اسی صورت میں کہ پوری طرح کوشش کرے اور اللہ سے مدد مانگے اور اپنے کو حق پر ثابت و برقرار رکھے اور چاہے اُس کا طبیعت پر آسان ہو یا دشوار بہرحال اُس کو برداشت کرے۔ فوج کا سردار اُس کو بنانا جو اپنے اللہ کا اور اپنے رسولؐ کا اور تمہارے امام کا سب سے زیادہ خیر خواہ ہو، سب سے زیادہ پاک دامن ہو اور بردباری میں نمایاں ہو۔ جلد غصہ میں نہ آ جاتا ہو عذر معذرت پر مطمئن ہو جاتا ہو، کمزوروں پر رحم کھاتا ہو، اور طاقتوروں کے سامنے اکڑ جاتا ہو، نہ بدخوئی اُسے جوش میں لے آتی ہو اور نہ پست ہمتی اُسے بٹھا دیتی ہو۔ پھر ایسا ہونا چاہئے کہ تم بلند خاندان، نیک گھرانے اور عمدہ روایات رکھنے والوں اور ہمت و شجاعت اور جود و سخا کے مالکوں سے اپنا ربط و ضبط بڑھاؤ کیونکہ یہ لوگ بزرگیوں کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ پھر ان کے حالات کی اس طرح



وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ۔ فَوَلِّ مِنْ جُنُودِكَ أَنْصَحَهُمْ فِي نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِإِمَامِكَ، وَأَنْقَاهُمْ جَيْبًا، وَأَفْضَلَهُمْ حِلْمًا مِمَّنْ يُبْطِئُ عَنِ الْغَضَبِ، وَيَسْتَرِيحُ إِلَى الْعُذْرِ، وَيَرْأَفُ بِالضُّعَفَاءِ وَيَنْبُو عَلَى الْأَقْوِيَاءِ۔ وَمِمَّنْ لَا يُثِيرُهُ الْعُنْفُ وَلَا يَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ۔ ثُمَّ أَلْصِقْ بِذَوِي الْأَحْسَابِ وَأَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ۔ ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشَّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ، فَإِنَّهُمْ جِمَاعٌ مِنَ الْكَرَمِ، وَشُعَبٌ مِنَ الْعُرْفِ ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُورِهِمْ مَا يَتَفَقَّدُهُ الْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا، وَلَا يَتَفَاقَمَنَّ فِي نَفْسِكَ شَيْءٌ قَوَّيْتَهُمْ بِهِ۔ وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفًا تَعَاهَدْتَهُمْ بِهِ وَإِنْ قَلَّ فَإِنَّهُ دَاعِيَةٌ لَهُمْ إِلَى بَذْلِ النَّصِيحَةِ لَكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ۔ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِيفِ أُمُورِهِمْ اتِّكَالًا عَلَى جَسِيمِهَا فَإِنَّ لِلْيَسِيرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعًا يَنْتَفِعُونَ بِهِ۔ وَلِلْجَسِيمِ مَوْقِعًا لَا يَسْتَغْنُونَ عَنْهُ۔

وَلْيَكُنْ آثَرُ رُؤُوسِ جُنْدِكَ عِنْدَكَ مَنْ وَاسَاهُمْ فِي مَعُونَتِهِ، وَأَفْضَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ جِدَتِهِ بِمَا يَسَعُهُمْ وَيَسَعُ مَنْ وَرَاءَهُمْ مِنْ خُلُوفِ أَهْلِيهِمْ حَتّٰى يَكُونَ هَمُّهُمْ هَمًّا وَاحِدًا فِي جِهَادِ الْعَدُوِّ۔ الْأُمُورُ، وَلَا

دیکھ بھال کرنا، جس طرح ماں باپ اپنے اولاد کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ اگر اُن کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کرو کہ جو اُن کی تقویت کا سبب ہو تو اُسے بڑا نہ سمجھنا، اور اپنے کسی معمولی سلوک کو بھی غیر اہم نہ سمجھ لینا (کہ اُسے چھوڑ بیٹھو) کیونکہ اس حُسنِ سلوک سے اُن کی خیر خواہی کا جذبہ اُبھرے گا اور حُسنِ اعتماد میں اضافہ ہوگا اور اس خیال سے کہ تم نے اُن کی بڑی ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے کہیں ان کی چھوٹی ضرورتوں سے آنکھ بند نہ کر لینا۔ کیونکہ یہ چھوٹی قسم کی مہربانی کی بات بھی اپنی جگہ فائدہ بخش ہوتی ہے، اور وہ بڑی ضرورتیں اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہیں، اور فوجی سرداروں میں تمہارے یہاں وہ بلند منزلت سمجھا جائے، جو فوجیوں کی اعانت میں برابر کا حصہ لیتا ہو، اور اپنے روپے پیسے سے اتنا سلوک کرتا ہو کہ جس سے اُن کا اور اُن کے پیچھے رہ جانے والے بال بچوں کا بخوبی گزارا ہو سکتا ہو۔ تا کہ وہ ساری فکروں سے بے فکر ہو کہ پوری یکسوئی کے ساتھ دشمن سے جہاد کریں۔ اسلئے کہ فوجی سرداروں کے ساتھ تمہارا مہربانی سے پیش آنا ان کے دلوں کو تمہاری طرف موڑ دے گا۔

حکمرانوں کے لئے سب سے بڑی آنکھوں کی ٹھنڈک اس میں ہے کہ شہروں میں عدل و انصاف برقرار رہے اور رعایا کی محبت ظاہر ہوتی رہے اور ان کی محبت اسی وقت ظاہر ہوا کرتی ہے کہ جب اُن کے دلوں میں میل نہ ہو اور اُن کی خیر خواہی اسی صورت میں ثابت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حکمرانوں کے گرد حفاظت کے لئے گھیرا ڈالے رہیں۔ ان کا اقتدار سر پڑا بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ان کی حکومت کے خاتمہ کے لئے گھڑیاں گنیں۔ لہٰذا ان کی امیدوں میں وسعت و کشائش رکھنا انہیں اچھے لفظوں سے سراہتے رہنا اور ان میں کے اچھی کارکردگی دکھانے والوں کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اس لئے کہ

تَمْحَكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتَمَادَى فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكَشُّفِ الْأُمُورِ وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ۔ وَأُولَئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهِ، وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، فَإِنَّ عَطْفَكَ عَلَيْهِمْ يَعْطِفُ قُلُوبَهُمْ عَلَيْكَ۔ وَإِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةِ عَيْنِ الْوُلَاةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِي الْبِلَادِ، وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ۔ وَإِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ إِلَّا بِسَلَامَةِ صُدُورِهِمْ، وَلَا تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ إِلَّا بِحَيْطَتِهِمْ عَلَى وُلَاةِ أُمُورِهِمْ وَقِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ، وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ۔ فَافْسَحْ فِي آمَالِهِمْ، وَوَاصِلْ

فِي حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ، وَتَعْدِيدِ مَا أَبْلَى ذَوُو الْبَلَاءِ مِنْهُمْ۔ فَإِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ أَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَا أَبْلَى، وَلَا تَضُمَّنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ إِلَى غَيْرِهِ،

ان کے اچھے کارناموں کا ذکر بہادروں کو جوش میں لے آتا ہے اور پست ہمتوں کو ابھارتا ہے۔ انشاء اللہ جو شخص جس کارنامے کو انجام دے اُسے پہچانتے رہنا اور ایک کا کارنامہ دوسرے کی طرف منسوب نہ کر دینا اور اس کی حُسنِ کارکردگی کا صلہ دینے میں کمی نہ کرنا اور کبھی ایسا نہ کرنا کہ کسی شخص کی بلندی و رفعت کی وجہ سے اُس کے معمولی کام کو بڑا سمجھ لو اور کسی کے بڑے کام کو اُس کے خود پست ہونے کی وجہ سے معمولی قرار دے لو۔

جب ایسی مشکلیں تمہیں پیش آئیں کہ جن کا حل نہ ہو سکے اور ایسے معاملات کو جو مشتبہ ہو جائیں تو اُن میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو، کیونکہ خدا نے جن لوگوں کو ہدایت کرنا چاہی ہے اُن کے لئے فرمایا ہے۔ ''اے ایمان دارو! اللہ کی اطاعت کرو اور اُس کے رسولؐ کی اور اُن کی جو تم میں سے صاحبانِ امر ہوں۔'' تو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی محکم آیتوں پر عمل کیا جائے اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اُن متفق علیہ ارشادات پر عمل کیا جائے جن میں کوئی اختلاف نہیں۔

پھر یہ کہ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرو جو تمہارے نزدیک تمہاری رعایا میں سب سے بہتر ہو، جو واقعات کی پیچیدگیوں سے ضیق میں نہ پڑ جاتا ہو اور نہ جھگڑا کرنے والوں کے رویہ سے غصہ میں آتا ہو۔ نہ اپنے کسی غلط نقطہ نظر پر اڑتا ہو، نہ حق کو پہچان کر اُس کے اختیار کرنے میں طبیعت پر بار محسوس کرتا ہو، نہ اُس کا نفس ذاتی طمع پر جھک پڑتا ہو، اور نہ بغیر پوری طرح چھان بین کئے ہوئے سرسری طور پر کسی بڑے صبر و ضبط سے کام لیتا ہو اور جب حقیقت آئینہ ہو جاتی ہو تو بے دھڑک فیصلہ کر دیتا ہو۔ وہ ایسا ہو جسے سراہنا مغرور نہ بنائے اور تانہ جنبہ داری پر آمادہ نہ کر دے۔ اگرچہ



وَلَا تُقَصِّرَنَّ بِهِ دُونَ غَايَةِ بَلَائِهِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ صَغِيرًا وَلَا ضَعَةُ امْرِئٍ إِلَى أَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهِ مَا كَانَ عَظِيمًا۔

أَنْ لَا تَضِيقُ بِهِ الْأُمُورُ، وَلَا تُمَحِّكُهُ الْخُصُومُ، وَلَا يَتَمَادَى فِي الزَّلَّةِ، وَلَا يَحْصَرُ مِنَ الْفَيْءِ إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ وَلَا تُشْرِفُ نَفْسُهُ عَلَى طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِي بِأَدْنَى فَهْمٍ دُونَ أَقْصَاهُ، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّمًا بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَى تَكَشُّفِ الْأُمُورِ وَأَصْرَمَهُمْ عِنْدَ اتِّضَاحِ الْحُكْمِ مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيهِ إِطْرَاءٌ وَلَا يَسْتَمِيلُهُ إِغْرَاءٌ۔ وَأُولَئِكَ قَلِيلٌ ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ قَضَائِهِ، وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ مَا يُزِيلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، وَأَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَا لَا يَطْمَعُ فِيهِ غَيْرُهُ مِنْ خَاصَّتِكَ لِيَأْمَنَ بِذَلِكَ اغْتِيَالَ الرِّجَالِ لَهُ عِنْدَكَ۔ فَانْظُرْ فِي ذَلِكَ نَظَرًا بَلِيغًا، فَإِنَّ هَذَا الدِّينَ قَدْ كَانَ أَسِيرًا فِي أَيْدِي الْأَشْرَارِ يُعْمَلُ فِيهِ بِالْهَوَى، وَتُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا۔

ثُمَّ انْظُرْ فِي أُمُورِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَارًا، وَلَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً وَأَثَرَةً، فَإِنَّهُمَا

ایسے لوگ کم ہی معاملہ کو سمجھ لینے پر اکتفا کرتا ہو۔ شک و شبہ کے موقعہ پر قدم روک لیتا ہو، اور دلیل و حجت کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہو فریقین کی بحثا بحثی سے اکتا نہ جاتا ہو۔ معاملات کی تحقیق میں ملتے ہیں پھر یہ کہ تم خود اُن کے فیصلوں کا بار بار جائزہ لیتے رہنا۔ دل کھول کر انہیں اتنا دینا کہ جو اُن کے ہر عذر کو غیر مسموع بنا دے اور لوگوں کی انہیں کوئی احتیاج نہ رہے۔ اپنے ہاں انہیں ایسے باعزت مرتبہ پر رکھو کہ تمہارے دربار رس لوگ انہیں ضرر پہنچانے کا کوئی خیال نہ کر سکیں تا کہ وہ تمہارے التفات کی وجہ سے لوگوں کی سازش سے محفوظ رہیں اس بارے میں انتہائی بالغ نظری سے کام لینا کیونکہ (اس سے پہلے) یہ دین بدکرداروں کے پنجے میں اسیر رہ چکا ہے جس میں نفسانی خواہشوں کی کار فرمائی تھی، اور اُسے دنیا طلبی کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا تھا۔

پھر اپنے عہدہ داروں کے بارے میں نظر رکھنا ان کو خوب آزمائش کے بعد منصب دینا کبھی صرف رعایت اور جانبداری کی بناء پر انہیں منصب عطا نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہ باتیں نا انصافی اور بے ایمانی کا سرچشمہ ہیں اور ایسے لوگوں کو منتخب کرنا جو آزمودہ و غیرت مند ہوں۔ ایسے خاندانوں میں سے جو اچھے ہوں اور جن کی خدمات اسلام کے سلسلہ میں پہلے سے ہوں کیونکہ ایسے لوگ بلند اخلاق اور بے داغ عزت والے ہوتے ہیں۔ حرص و طمع کی طرف کم جھکتے ہیں اور عواقب و نتائج پر زیادہ نظر رکھتے ہیں۔ پھر ان کی تنخواہوں کا معیار بلند رکھنا، کیونکہ اس سے انہیں اپنے نفوس کے درست رکھنے میں مدد ملے گی، اور اس مال سے بے نیاز رہیں گے جو اُن کے ہاتھوں میں بطور امانت ہوگا۔ اس کی بعد بھی وہ تمہارے حکم کی خلاف ورزی یا امانت میں رخنہ اندازی کریں تو تمہاری حجت اُن پر قائم ہوگی۔ پھر ان

جِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوَارِ الْخِيَانَةِ، وَتَوَخَّ مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ مِنْ أَهْلِ الْبُيُوتَاتِ الصَّالِحَةِ وَالْقَدَمِ فِي الْإِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقًا، وَأَصَحُّ أَعْرَاضًا وَأَقَلُّ فِي الْمَطَامِعِ إِشْرَافًا، وَأَبْلَغُ فِي عَوَاقِبِ الْأُمُورِ نَظَرًا ثُمَّ أَسْبِغْ عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ فَإِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ، وَغِنًى لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَا تَحْتَ أَيْدِيهِمْ وَحُجَّةٌ عَلَيْهِمْ إِنْ خَالَفُوا أَمْرَكَ أَوْ ثَلَمُوا أَمَانَتَكَ ثُمَّ تَفَقَّدْ أَعْمَالَهُمْ، وَابْعَثِ الْعُيُونَ مِنْ أَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ تَعَاهُدَكَ فِي السِّرِّ لِأُمُورِهِمْ حَدْوَةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْأَمَانَةِ وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ وَتَحَفَّظْ مِنَ الْأَعْوَانِ، فَإِنْ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ أَخْبَارُ عُيُونِكَ اكْتَفَيْتَ بِذٰلِكَ شَاهِدًا، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوبَةَ فِي بَدَنِهِ وَأَخَذْتَهُ بِمَا أَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ وَوَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ وَقَلَّدْتَهُ عَارَ التُّهَمَةِ۔

وَتَفَقَّدْ أَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ أَهْلَهُ فَإِنَّ فِي صَلَاحِهِ وَصَلَاحِهِمْ صَلَاحًا لِمَنْ سِوَاهُمْ، وَلَا صَلَاحَ لِمَنْ سِوَاهُمْ إِلَّا بِهِمْ لِأَنَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَأَهْلِهِ۔ وَلْيَكُنْ نَظَرُكَ فِي عِمَارَةِ الْأَرْضِ

کے کاموں کو دیکھتے بھالتے رہنا اور سچے اور وفادار مخبروں کو اُن پر چھوڑ دینا، کیونکہ خفیہ طور پر اُن کے اُمور کی نگرانی انہیں امانت کے برتنے اور رعیت کے ساتھ نرم رویہ رکھنے کی باعث ہوگی۔ خائن مددگاروں سے اپنا بچاؤ کرتے رہنا اور ان میں سے کوئی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے اور متفقہ طور پر جاسوسوں کی اطلاعات تم تک پہنچ جائیں، تو شہادت کے لئے بس اُسے کافی سمجھنا اُسے جسمانی طور پر سزا دینا اور جو کچھ اُس نے اپنے عہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سمیٹا ہے اُسے واپس لینا اور اُسے ذلت کی منزل پر کھڑا کر دینا، اور خیانت کی رسوائیوں کے ساتھ اُسے روشناس کرانا اور ننگ و رسوائی کا طوق اُس کے گلے میں ڈال دینا۔

مال گذاری کے معاملہ میں مال گذاری ادا کرنے والوں کا مفاد پیش نظر رکھنا، کیونکہ باج اور باجگزاروں کی بدولت ہی دوسروں کے حالات درست کئے جاسکتے ہیں۔ سب اسی خراج اور خراج دینے والوں کے سہارے پر جیتے ہیں اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا کیونکہ خراج بھی تو زمین کی آبادی ہی سے حاصل ہوسکتا ہے اور جو آباد کئے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگان خدا کی تباہی کا سامان کرتا ہے اور اُسکی حکومت تھوڑے دنوں سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو، اور اُن کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو،



أَبْلَغَ مِنْ نَظَرِكَ فِي اسْتِجْلَابِ الْخَرَاجِ لِأَنَّ ذٰلِكَ لَا يُدْرَكُ إِلَّا بِالْعِمَارَةِ وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ أَخْرَبَ الْبِلَادَ وَأَهْلَكَ الْعِبَادَ، وَلَمْ يَسْتَقِمْ أَمْرُهُ إِلَّا قَلِيلًا فَإِنْ شَكَوْا ثِقَلًا أَوْ عِلَّةً أَوِ انْقِطَاعَ شِرْبٍ أَوْ بَالَّةٍ أَوْ إِحَالَةَ أَرْضٍ اغْتَمَرَهَا غَرَقٌ أَوْ أَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُو أَنْ يَصْلُحَ بِهِ أَمْرُهُمْ، وَلَا يَثْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُونَةَ عَنْهُمْ فَإِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ وَتَزْيِينِ وِلَايَتِكَ مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنَ ثَنَائِهِمْ وَتَبَجُّحِكَ بِاسْتِفَاضَةِ الْعَدْلِ فِيهِمْ مُعْتَمِدًا فَضْلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ إِجْمَامِكَ لَهُمْ وَالثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ فِي رِفْقِكَ بِهِمْ فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَّلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ احْتَمَلُوهُ طَيِّبَةً أَنْفُسُهُمْ بِهِ، فَإِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَّلْتَهُ وَإِنَّمَا يُؤْتَى خَرَابُ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَازِ أَهْلِهَا وَإِنَّمَا يُعْوِزُ أَهْلُهَا لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ، وَسُوءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ، وَقِلَّةِ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ۔

ثُمَّ انْظُرْ فِي حَالِ كُتَّابِكَ فَوَلِّ عَلَى أُمُورِكَ خَيْرَهُمْ، وَاخْصُصْ رَسَائِلَكَ الَّتِي تُدْخِلُ فِيهَا مَكَائِدَكَ وَأَسْرَارَكَ

کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گیا اور اُس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم رکھنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کرسکو گے اور اپنے اس حُسنِ سلوک کی وجہ سے کہ جس کا ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کرسکو گے اور رحم ورافت کے جلو میں جس سریت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے اس کے سبب سے تمہیں اُن پر وثوق و اعتماد ہوسکے گا اسکے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیّب خاطر جھیل لے جائیں گے۔ کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لادو گے، وہ اٹھالے گا اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ تنگ ہوجائیں اور اُن کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

معاملات اُن کے سپرد کرنا جو اُن میں بہتر ہوں اور اپنے اُن فرامین کو جن میں مخفی تدابیر اور (مملکت کے) رموز و اسرار درج ہوتے ہیں خصوصیت کے ساتھ اُن کے حوالے کرنا جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق کے مالک ہوں جنہیں اعزاز کا حاصل ہونا سرکش نہ بنائے کہ وہ بھری محفلوں میں تمہارے خلاف کچھ کہنے کی جرأت کرنے لگیں اور ایسے بے پرواہ نہ ہو کہ لین دین کے بارے میں جو تم سے متعلق ہوں تمہارے کارندوں کے خطوط تمہارے سامنے پیش کرنے اور ان کے مناسب جوابات روانہ کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں اور وہ تمہارے حق میں جو معاہدہ

بِأَجْمَعِهِمْ لِوُجُودِ صَالِحِ الْأَخْلَاقِ، مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ الْكَرَامَةُ فَيَجْتَرِئَ بِهَا عَلَيْكَ فِي خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَأٍ، وَلَا تُقَصِّرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ إِيرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَيْكَ، وَإِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَى الصَّوَابِ عَنْكَ وَفِيمَا يَأْخُذُ لَكَ وَيُعْطِي مِنْكَ- وَلَا يُضْعِفُ عَقْدًا اعْتَقَدَهُ لَكَ، وَلَا يَعْجِزُ عَنْ مَبْلَغِ قَدْرِ نَفْسِهِ فِي الْأُمُورِ، فَإِنَّ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَنَعَ مِنْهُ، وَلْيَكُنِ الْبَيْعُ بَيْعًا سَمْحًا، وَبِمَوَازِينِ عَدْلٍ وَأَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِيقَيْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ فَمَنْ قَارَفَ حُكْرَةً بَعْدَ نَهْيِكَ إِيَّاهُ فَنَكِّلْ بِهِ، وَعَاقِبْ فِي غَيْرِ إِسْرَافٍ، ثُمَّ اللَّهَ اللَّهَ فِي الطَّبَقَةِ السُّفْلَى مِنَ الَّذِينَ لَا حِيلَةَ لَهُمْ وَالْمَسَاكِينِ وَالْمُحْتَاجِينَ وَأَهْلِ الْجَاهِلِ بِقَدْرِ نَفْسِهِ يَكُونُ بِقَدْرِ غَيْرِهِ أَجْهَلَ، ثُمَّ لَا يَكُنِ اخْتِيَارُكَ إِيَّاهُمْ عَلَى فِرَاسَتِكَ وَاسْتِنَامَتِكَ وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ فَإِنَّ الرِّجَالَ يَتَعَرَّفُونَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ النَّصِيحَةِ وَالْأَمَانَةِ شَيْءٌ، وَلَكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وَلُوا لِلصَّالِحِينَ قَبْلَكَ فَاعْمِدْ لِأَحْسَنِهِمْ كَانَ فِي الْعَامَّةِ أَثَرًا، وَأَعْرَفِهِمْ بِالْأَمَانَةِ وَجْهًا، فَإِنَّ ذَلِكَ دَلِيلٌ عَلَى نَصِيحَتِكَ لِلَّهِ وَلِمَنْ وُلِّيتَ أَمْرَهُ، وَاجْعَلْ

کریں اُس میں کوئی خامی نہ رہنے دیں اور نہ تمہارے خلاف کسی ساز باز کا توڑ کرنے میں کمزوری دکھائیں اور وہ معاملات میں اپنے صحیح مرتبہ اور مقام سے ناآشنا ہوں کیونکہ جو اپنا صحیح مقام نہیں پہچانتا وہ دوسروں کے قدر و مقام سے اور بھی زیادہ ناواقف ہوگا۔ پھر یہ کہ ان کا انتخاب تمہیں اپنی فراست، خوش اعتمادی اور حُسنِ ظن کی بناء پر نہ کرنا چاہئے کیونکہ لوگ تصنع اور حُسنِ خدمات کے ذریعہ حکمرانوں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لیکن تم انہیں ان خدمات سے پرکھو جو تم سے پہلے وہ نیک حاکموں کے ماتحت رہ کر انجام دے چکے ہوں تو جو عوام میں نیک نام اور امانت داری کے اعتبار سے زیادہ مشہور ہوں ان کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا اس کی دلیل ہوگا کہ تم اللہ کے مخلص اور اپنے امام کے خیر خواہ ہو۔ تمہیں محکمہ تحریر کے ہر شعبہ پر ایک ایک افسر مقرر کرنا چاہئے جو اس شعبہ کے بڑے سے بڑے کام پھر یہ کہ اپنے مُنشیانِ دفاتر کی اہمیت پر نظر رکھنا اپنے سے عاجز نہ ہو اور کام کی زیادتی سے بوکھلا نہ اٹھے۔ یاد رکھو کہ ان منشیوں میں جو بھی عیب ہوگا اور تم اُس سے آنکھ بند رکھو گے اُس کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔

پھر تمہیں تاجروں اور صناعوں کے خیال اور اُن کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت کی جاتی ہے اور تمہیں دوسروں کو اُن کے متعلق ہدایت کرنا ہے خواہ وہ ایک جگہ رہ کر بیوپار کرنے والے ہوں یا پھیری لگا کر بیچنے والے ہوں یا جسمانی مشقت (مزدوری یا دستکاری) سے کمانے والے ہوں کیونکہ یہی لوگ منافع کا سرچشمہ اور ضروریات کے مہیا کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ان ضروریات کو خشکیوں، تریوں، میدانی علاقوں اور



لِرَأْسِ كُلِّ أَمْرٍ مِنْ أُمُورِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ لَا يَقْهَرُهُ كَبِيرُهَا، وَلَا يَتَشَتَّتُ عَلَيْهِ كَثِيرُهَا وَمَهْمَا كَانَ فِي كُتَّابِكَ مِنْ عَيْبٍ فَتَغَابَيْتَ عَنْهُ أُلْزِمْتَهُ-

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَّارِ وَذَوِي الصِّنَاعَاتِ وَأَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا الْمُقِيمِ مِنْهُمْ، وَالْمُضْطَرِبِ بِمَالِهِ، وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ، فَإِنَّهُمْ مَوَادُّ الْمَنَافِعِ وَأَسْبَابُ الْمَرَافِقِ وَجُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِ وَالْمَطَارِحِ، فِي بَرِّكَ وَبَحْرِكَ وَسَهْلِكَ وَجَبَلِكَ، وَحَيْثُ لَا يَلْتَئِمُ عَلَيْهَا- فَإِنَّهُمْ سِلْمٌ لَا تُخَافُ بَائِقَتُهُ، وَصُلْحٌ لَا تُخْشَى غَائِلَتُهُ- وَتَفَقَّدْ أُمُورَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَفِي حَوَاشِي بِلَادِكَ- وَاعْلَمْ مَعَ ذَلِكَ أَنَّ فِي كَثِيرٍ مِنْهُمْ ضِيقًا فَاحِشًا وَشُحًّا قَبِيحًا: وَاحْتِكَارًا لِلْمَنَافِعِ وَتَحَكُّمًا فِي الْبِيَاعَاتِ، وَذَلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِلْعَامَّةِ وَعَيْبٌ عَلَى الْوُلَاةِ- فَامْنَعْ مِنَ الِاحْتِكَارِ فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

الْبُؤْسَى وَالزَّمْنَى فَإِنَّ فِي هَذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعًا وَمُعْتَرًّا وَاحْفَظْ لِلَّهِ مَا اسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهِ فِيهِمْ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَيْتِ مَالِكَ وَقِسْمًا مِنْ غَلَّاتِ صَوَافِي الْإِسْلَامِ فِي كُلِّ بَلَدٍ، فَإِنَّ لِلْأَقْصَى مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِي لِلْأَدْنَى- وَكُلٌّ قَدِ اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ، فَإِنَّكَ لَا تُعْذَرُ

پہاڑوں ایسے دور اُفتادہ مقامات سے درآمد کرتے ہیں اور ایسی جگہوں سے جہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے اور نہ وہاں جانے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ امن پسند اور صلح جو ہوتے ہیں۔ ان سے کسی فساد اور شورش کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ تمہارے سامنے ہوں یا جہاں جہاں دوسرے شہروں میں پھیلے ہوئے ہوں۔ تم اُن کی خبر گیری کرتے رہنا۔ ہاں اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو انتہائی تنگ نظر اور بڑے کنجوس ہوتے ہیں جو نفع اندوزی کے لئے مال روک رکھتے ہیں اور اونچے نرخ معیّن کر لیتے ہیں۔ یہ چیز عوام کے لئے نقصان دہ، اور حکام کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے۔ لہٰذا ذخیرہ اندوزی سے منع کرنا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے اور خرید و فروخت صحیح ترازوؤں اور مناسب نرخوں کے ساتھ بسہولت ہونا چاہئے کہ نہ بیچنے والے کو نقصان ہو اور نہ خریدنے والے کو خسارہ ہو۔

اس کے بعد بھی کوئی ذخیرہ اندوزی کے جرم کا مرتکب ہو تو اُسے مناسب حد تک سزا دینا۔ پھر خصوصیت کے ساتھ اللہ کا خوف کرنا۔ پسماندہ و افتادہ طبقہ کے بارے میں جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے۔ ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہیں اور کچھ کی صورت سوال ہوتی ہے اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اس کے اس حق کی حفاظت کرنا جس کا اُس نے تمہیں ذمہ دار بنایا ہے ان کے لئے ایک حصہ بیت المال سے معین کر دینا اور ایک حصہ ہر شہر کے اس غلہ میں سے دینا جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہوا ہو، کیونکہ اس میں دور والوں کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمہیں

بتضييعك التافه لإحكامك الكثير المهم، فلا تشخص همك عنهم، ولا تصعر خدك لهم، وتفقد أمور من لا يصل إليك منهم ممن تقتحمه العيون وتحقره الرجال، ففرغ لأولئك ثقتك من أهل الخشية والتواضع، فليرفع إليك أمورهم، ثم اعمل فيهم بالإعذار إلى الله يوم تلقاه، فإن هؤلاء من بين الرعية أحوج إلى الإنصاف من غيرهم وكل فأعذر إلى الله في تأدية حقه إليه وتعهد أهل اليتم وذوي الرقة في السن ممن لا حيلة له ولا ينصب للمسألة نفسه، وذلك على الولاة ثقيل والحق كله ثقيل- وقد يخففه الله على أقوام طلبوا العاقبة فصبروا أنفسهم ووثقوا بصدق موعود الله لهم- واجعل لذوي الحاجات منك قسما تفرغ لهم فيه شخصك، وتجلس لهم مجلسا عاما فتتواضع فيه لله الذي خلقك وتقعد عنهم جندك وأعوانك من أحراسك وشرطك، حتى يكلمك متكلمهم غير متتعتع فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول في غير موطن لن تقدس أمة لا يوخذ للضعيف فيها من القوي غير متتعتع" ثم احتمل الخرق

دولت کی سرمستی انْ سے غافل نہ کردے۔ کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لئے نظر انداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھو ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی، اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے تم ان کے لئے اپنے کسی بھروسے کے آدمی کو جو خوف خدا رکھنے والا اور متواضع ہو مقرر کر دینا کہ وہ اُن کے حالات تم تک پہنچاتا رہے۔ پھر ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کرنا جس سے قیامت کے روز اللہ کے سامنے حجت پیش کر سکو کیونکہ رعیت میں دوسروں سے زیادہ یہ انصاف کے محتاج ہیں اور یوں تو سب ہی ایسے ہیں کہ تمہیں اُن کے حقوق سے عہدہ برآ ہو کر اللہ کے سامنے سرخرو ہونا ہے اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بوڑھوں کا خیال رکھنا، کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لئے اٹھتے ہیں اور یہی وہ کام ہے جو حکّام پر گراں گزرا کرتا ہے۔ ہاں خدا ان لوگوں کے لئے جو عقبیٰ کے طلب گار رہتے ہیں اس کی گرانیوں کو ہلکا کر دیتا ہے وہ اُسے اپنی ذات پر جھیل لے جاتے ہیں اور اللہ نے جو اُن سے وعدہ کیا ہے اس کی سچائی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

اور تم اپنے اوقات کا ایک حصہ حاجت مندوں کے لئے معین کر دینا جس میں سب کام چھوڑ کر انہی کے لئے مخصوص ہو جانا اور ان کے لئے ایک عام دربار کرنا اور اس میں اپنے پیدا کرنے والے اللہ کے لئے تواضع و انکساری سے کام لینا اور فوجیوں، نگہبانوں اور پولیس والوں کو ہٹا دینا تا کہ کہنے والے بے دھڑک کہہ سکیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کئی موقعوں پر فرماتے سنا ہے کہ "اس قوم میں پاکیزگی نہیں



منهم والعي، ونح عنهم الضيق والأنف يبسط الله عليك بذلك أكناف رحمته، ويوجب لك ثواب طاعته- وأعط ما أعطيت هنيئا، وامنع في إجمال وإعذار- ثم أمور من أمورك لا بد لك من مباشرتها، منها إجابة عمالك بما يعيي عنه كتابك ومنها إصدار حاجات الناس يوم ورودها عليك بما تحرج به صدور أعوانك- وأمض لكل يوم عمله فإن لكل يوم ما فيه، واجعل لنفسك فيما بينك وبين الله أفضل تلك المواقيت وأجزل تلك الأقسام وإن كانت كلها لله إذا صلحت فيها النية وسلمت منها الرعية- وليكن في خاصة ما تخلص به لله دينك إقامة فرائضه التي هي له خاصة، فأعط الله من بدنك في ليلك ونهارك، ووف ما تقربت به إلى الله من ذلك كاملا غير مثلوم ولا منقوص بالغا من بدنك ما بلغ- وإذا أقمت في صلاتك للناس فلا تكونن منفرا ولا مضيعا، فإن في الناس من به العلة وله الحاجة- وقد سألت رسول الله صلى الله عليه وآله حين وجهني إلى اليمن كيف أصلي بهم فقال صل بهم كصلاة أضعفهم وكن بالمومنين رحيما-"

آ سکتی جس میں کمزوروں کو کھل کر طاقتوروں سے حق نہیں دلایا جاتا۔" پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا صاف صاف مطلب نہ کہہ سکیں، تو اُسے برداشت کرنا اور تنگ دلی اور نخوت کو اُن کے مقابلہ میں پاس نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلا دے گا، اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا اور جو حُسنِ سلوک کرنا اس طرح کہ چہرے پر شکن نہ آئے اور نہ دینا تو اچھے طریقے سے عذر خواہی کر لینا۔

پھر کچھ اُمور ایسے ہیں کہ جنہیں خود تم ہی کو انجام دینا چاہئیں۔ اُن میں سے ایک حُکّام کے اُن مراسلات کا جواب دینا ہے جو تمہارے منشیوں کے بس میں نہ ہوں اور ایک لوگوں کی حاجتیں جب تمہارے سامنے پیش ہوں اور تمہارے عملہ کے ارکان اُن سے جی چرائیں تو خود انہیں انجام دینا ہے۔ روز کا کام اُسی روز ختم کر دیا کرو کیونکہ ہر دن اپنے ہی کام کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور اپنے اوقات کا بہتر و افضل حصہ اللہ کی عبادت کے لئے خاص کر دینا۔ اگرچہ وہ تمام کام بھی اللہ ہی کیلئے ہیں جب نیت بخیر ہو اور اُن سے رعیت کی خوش حالی ہو۔

ان مخصوص اشغال میں سے کہ جن کے ساتھ تم خلوص کے ساتھ اللہ کے لئے اپنے دینی فریضہ کو ادا کرتے ہو ان واجبات کی انجام دہی ہونا چاہئے جو اس کی ذات سے مخصوص ہیں۔ تم شب و روز کے اوقات میں اپنی جسمانی طاقتوں کا کچھ حصہ اللہ کے سپرد کر دو اور جو عبادت بھی تقرب الٰہی کی غرض سے بجالانا ایسی ہو کہ نہ اس میں کوئی خلل ہو اور نہ کوئی نقص چاہے اس میں تمہیں کتنی جسمانی زحمت اٹھانا پڑے اور دیکھو! جب لوگوں کو نماز پڑھانا تو ایسی نہیں کہ (طول دے کر) لوگوں کو بے زار کر دو، اور نہ ایسی مختصر کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لئے کہ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور ایسے بھی جنہیں کوئی ضرورت در پیش ہوتی

وَأَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ مَنْ رَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَاةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضِّيقِ، وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْأُمُورِ وَالْاِحْتِجَابُ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَا احْتَجَبُوا دُونَهُ، فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيرُ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيرُ وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ وَيَحْسُنُ الْقَبِيحُ وَيُشَابُ الْحَقُّ بِالْبَاطِلِ، وَإِنَّمَا الْوَالِي بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ مَا تَوَارَى عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْأُمُورِ، وَلَيْسَتْ عَلَى الْحَقِّ سِمَاتٌ تُعْرَفُ بِهَا ضُرُوبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكَذِبِ وَإِنَّمَا أَنْتَ أَحَدُ رَجُلَيْنِ: إِمَّا امْرُؤٌ سَخَتْ نَفْسُكَ بِالْبَذْلِ فِي الْحَقِّ فَفِيمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيهِ، أَوْ فِعْلٍ كَرِيمٍ تُسْدِيهِ، أَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ فَمَا أَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ إِذَا أَيِسُوا مِنْ بَذْلِكَ مَعَ أَنَّ أَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ إِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُونَةَ فِيهِ إِلَيْكَ، وَمِنْ شَكَاةِ مَظْلِمَةٍ، أَوْ طَلَبِ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ۔ ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِي خَاصَّةً وَبِطَانَةً فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَتَطَاوُلٌ، وَقِلَّةُ إِنْصَافٍ فِي مُعَامَلَةٍ فَاحْسِمْ مَادَّةَ أُولَئِكَ بِقَطْعِ أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ۔ وَلَا تُقْطِعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَّتِكَ قَطِيعَةً وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِي اعْتِقَادِ عُقْدَةٍ تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِي شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ

ہے۔ چنانچہ جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف روانہ کیا تو میں نے آپ سے دریافت کیا کہ انہیں نماز کس طرح پڑھاؤں؟ تو فرمایا کہ جیسی ان میں کے سب سے زیادہ کمزور و ناتواں کی نماز ہوسکتی ہے، اور تمہیں مومنوں کے حال پر مہربان ہونا چاہیئے۔

اس کے بعد یہ خیال رہے کہ رعایا سے عرصہ تک روپوشی اختیار نہ کرنا کیونکہ حکمرانوں کا رعایا سے چھپ کر رہنا ایک طرح کی تنگ دلی اور معاملات سے بے خبر رہنے کا سبب ہے اور یہ روپوشی انہیں بھی ان اُمور پر مطلع ہونے سے روکتی ہے کہ جن سے وہ ناواقف ہیں جس کی وجہ سے بڑی چیز ان کی نگاہ میں چھوٹی اور چھوٹی چیز بڑی، اچھائی برائی اور برائی اچھائی ہوجایا کرتی ہے اور حق باطل کے ساتھ مل جل جانا اور حکمران بھی آخر ایسا ہی بشر ہوتا ہے جو ناواقف رہے گا ان معاملات سے جو لوگ اس سے پوشیدہ کریں، اور حق کی پیشانی پر کوئی نشان نہیں ہوا کرے کہ جس کے ذریعے جھوٹ سے سچ کی قسموں کو الگ کرکے پہچان لیا جائے۔ اور پھر تم دو ہی طرح کے آدمی ہوسکتے ہو یا تو تم ایسے ہو کہ تمہارا نفس حق کی ادائیگی کے لئے آمادہ ہے تو پھر واجب حقوق ادا کرنے اور اچھے کام کر گزرنے سے منہ چھپانے کی ضرورت کیا؟ اور یا تم ایسے ہو کہ لوگوں کو تم سے کورا جواب ہی ملنا ہے تو جب لوگ تمہاری عطا سے مایوس ہوجائیں گے تو خود ہی بہت جلد تم سے مانگنا چھوڑ دیں گے اور پھر یہ کہ لوگوں کی اکثر ضرورتیں ایسی ہوں گی جن سے تمہاری جیب پر کوئی بار نہیں پڑتا جیسے کسی کے ظلم کی شکایت یا کسی معاملہ میں انصاف کا مطالبہ۔

اس کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ حکّام کے کچھ خواص اور سر چڑھے لوگ ہوا کرتے ہیں جن میں خود غرضی دست درازی اور



يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَى غَيْرِهِمْ، فَيَكُونَ مَهْنَأُ ذَلِكَ لَهُمْ دُونَكَ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

وَأَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ، وَكُنْ فِي ذَلِكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، وَاقِعًا ذَلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ فَإِنَّ مَغَبَّةَ ذَلِكَ مَحْمُودَةٌ۔

وَإِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا فَأَصْحِرْ لَهُمْ بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ، فَإِنَّ فِي ذَلِكَ رِيَاضَةً مِنْكَ لِنَفْسِكَ، وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ، وَإِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ۔

وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحًا دَعَاكَ إِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيهِ رِضًى، فَإِنَّ فِي الصُّلْحِ دَعَةً لِجُنُودِكَ وَرَاحَةً مِنْ هُمُومِكَ وَأَمْنًا لِبِلَادِكَ وَلَكِنَّ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ فَإِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ، فَخُذْ بِالْحَزْمِ وَاتَّهِمْ فِي ذَلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ، وَإِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ عُقْدَةً أَوْ أَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً فَحُطْ عَهْدَكَ بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ ذِمَّتَكَ بِالْأَمَانَةِ وَاجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً دُونَ مَا أَعْطَيْتَ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ شَيْءٌ النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعًا مَعَ تَفَرُّقِ أَهْوَائِهِمْ

بدمعاملگی ہوا کرتی ہے۔ تم کو ان حالات کے پیدا ہونے کے وجوہ ختم کرکے اس گندے مواد کو ختم کردینا چاہیئے اور دیکھو اپنے کسی حاشیہ نشین اور قرابت دار کو جاگیر نہ دینا اور اُسے تم سے توقع نہ بندھنا چاہیئے کسی ایسی زمین پر قبضہ کرنے کی جو آبپاشی یا کسی مشترکہ معاملہ میں اس کے آس پاس کے لوگوں کے لئے ضرر کی باعث ہو، یوں کہ اس کا بوجھ دوسرے پر ڈال دے اس صورت میں اس کے خوش گوار مزے تو اس کے لئے ہوں گے نہ تمہارے لئے۔ مگر اس کا بدنما دھبہ دنیا و آخرت میں تمہارے دامن پر رہ جائے گا۔

اور جس پر جو حق عائد ہوتا ہو اُس پر اس حق کو نافذ کرنا چاہیئے۔ وہ تمہارا اپنا ہو یا بیگانہ ہو اور اُس کے بارے میں تحمل سے کام لینا اور ثواب کے امیدوار رہنا چاہیے اُس کی زد تمہارے کسی قریبی عزیز یا کسی مصاحب خاص پر کیسی ہی پڑتی ہو اور اس میں تمہاری طبیعت کو جو گرانی محسوس ہو، اس کے اُخروی نتیجہ کو پیش نظر رکھنا کہ اُس کا انجام بہرحال اچھا ہوگا۔

اور اگر رعیت کو تمہارے بارے میں کبھی یہ بدگمانی ہوجائے کہ تم نے اس پر ظلم و زیادتی کی ہے تو اپنے عذر کو واضح طور سے پیش کردو اور عذر واضح کرکے اُن کے خیالات کو بدل دو، اس سے تمہارے نفس کی تربیت ہوگی اور رعایا پر مہربانی ثابت ہوگی اور اس عذر آوری سے اُن کو حق پر استوار کرنے کا مقصد تمہارا پورا ہوگا۔

اگر دشمن ایسی صلح کی تمہیں دعوت دے کہ جس میں اللہ کی رضا مندی ہو تو اُسے کبھی ٹھکرا نہ دینا کیونکہ صلح میں تمہارے لشکر کے لئے آرام و راحت خود تمہارے فکروں سے نجات اور شہروں کے لئے امن کا سامان ہے لیکن صلح کے بعد دشمن سے چوکنا اور خوب ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دشمن قرب حاصل کرتا ہے تاکہ تمہاری غفلت سے فائدہ

وَتَشَتُّتِ آرَائِهِمْ مِنْ تَعْظِيمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُودِ وَقَدْ لَزِمَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُونَ فِيمَا بَيْنَهُمْ دُونَ الْمُسْلِمِينَ لِمَا اسْتَوْبَلُوا مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ۔ فَلَا تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ، وَلَا تَخِيسَنَّ بِعَهْدِكَ، وَلَا تَخْتِلَنَّ عَدُوَّكَ، فَإِنَّهُ لَا يَجْتَرِئُ عَلَى اللّٰهِ إِلَّا جَاهِلٌ شَقِيٌّ۔ وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَهْدَهُ وَذِمَّتَهُ أَمْنًا أَفْضَاهُ بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ وَحَرِيمًا يَسْكُنُونَ إِلَى مَنَعَتِهِ وَيَسْتَفِيضُونَ إِلَى جِوَارِهِ فَلَا إِدْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ وَلَا خِدَاعَ فِيهِ۔ وَلَا تَعْقِدْ عَقْدًا تَجُوزُ فِيهِ الْعِلَلُ، وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلَى لَحْنِ قَوْلٍ بَعْدَ التَّأْكِيدِ وَالتَّوْثِقَةِ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ ضِيقُ أَمْرٍ لَزِمَكَ فِيهِ عَهْدُ اللّٰهِ إِلَى طَلَبِ انْفِسَاخِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَإِنَّ صَبْرَكَ عَلَى ضِيقِ أَمْرٍ تَرْجُو انْفِرَاجَهُ وَفَضْلَ عَاقِبَتِهِ خَيْرٌ مِنْ غَدْرٍ تَخَافُ تَبِعَتَهُ وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ طِلْبَةٌ فَلَا تَسْتَقِيلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا آخِرَتَكَ۔ إِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفْكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ أَدْعَى لِنِقْمَةٍ وَلَا أَعْظَمَ لِتَبِعَةٍ وَلَا أَحْرَى بِزَوَالِ نِعْمَةٍ وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ مِنْ سَفْكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِئٌ بِالْحُكْمِ

اٹھائے۔ لہٰذا اختیار کو ملحوظ رکھو اور اس بارے میں حُسنِ ظن سے کام نہ لو۔ اور اگر اپنے اور دشمن کے درمیان کوئی معاہدہ کرو، یا اُسے اپنے دامن میں پناہ دو تو پھر عہد کی پابندی کرو، وعدہ کا لحاظ رکھو اور اپنے قول و قرار کی حفاظت کے لئے اپنی جان کو سپر بنا دو۔ کیونکہ اللہ کے فرائض میں سے ایفائے عہد کی ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کی اہمیت پر دنیا اپنے الگ الگ نظریوں اور مختلف رایوں کے باوجود یکجہتی سے متفق ہو، اور مسلمانوں کے علاوہ مشرکوں تک نے اپنے درمیان معاہدوں کی پابندی کی ہے۔ اس لئے کہ عہد شکنی کے نتیجہ میں انہوں نے تباہیوں کا اندازہ کیا تھا لہٰذا اپنے عہد و پیمان میں غداری اور قول و قرار میں بدعہدی نہ کرنا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا کیونکہ اللہ پر جرأت جاہل بدبخت کے علاوہ دوسرا نہیں کرسکتا، اور اللہ نے عہد و پیمان کی پابندی کو امن کا پیغام قرار دیا ہے کہ جسے اپنی رحمت سے بندوں میں عام کر دیا ہے، اور ایسی پناہ گاہ بنایا ہے کہ جس کے دامنِ حفاظت میں پناہ لینے اور اُس کے جوار میں منزل کرنے کے لئے وہ تیزی سے بڑھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی جعلسازی، فریب کاری اور مکاری نہ ہونا چاہئے، اور ایسا کوئی معاہدہ کرو ہی نہ جس میں تاویلوں کی ضرورت پڑنے کا امکان ہو، اور معاہدہ کے پختہ اور طے ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ کے دوسرے معنی نکال کر فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرو اور اس عہد و پیمانِ خداوندی میں کسی دشواری کا محسوس ہونا تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہونا چاہئے کہ تم اُسے ناحق منسوخ کرنے کی کوشش کرو کیونکہ ایسی دشواریوں کو جھیل لے جانا کہ جن سے چھٹکارے کی اور انجام بخیر ہونے کی امید ہو اس بدعہدی کرنے سے بہتر ہے جس کے بُرے انجام کا تمہیں خوف اور اُس کا اندیشہ ہو کہ اللہ کے یہاں تم سے اس پر کوئی جواب دہی ہوگی اور اس طرح تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کو تباہی ہوگی۔



بَيْنَ الْعِبَادِ فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفْكِ دَمٍ حَرَامٍ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوهِنُهُ بَلْ يُزِيلُهُ وَيَنْقُلُهُ وَلَا عُذْرَ لَكَ عِنْدَ اللّٰهِ وَلَا عِنْدِي فِي الْقَتْلِ الْعَمْدِ لِأَنَّ فِيهِ قَوَدَ الْبَدَنِ۔ وَإِنِ ابْتُلِيتَ بِخَطَاءٍ وَأَفْرَطَ عَلَيْكَ سَوْطُكَ أَوْ سَيْفُكَ أَوْ يَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ فَإِنَّ فِي الْوَكْزَةِ فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً فَلَا تَطْمَحَنَّ بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى أَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ۔

وَإِيَّاكَ وَالْإِعْجَابَ بِنَفْسِكَ وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا وَحُبَّ الْإِطْرَاءِ فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِي نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَا يَكُونُ مِنْ إِحْسَانِ الْمُحْسِنِينَ۔

وَإِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلَى رَعِيَّتِكَ بِإِحْسَانِكَ، أَوِ التَّزَيُّدَ فِيمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ أَوْ أَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ، فَإِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْإِحْسَانَ، وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُورِ الْحَقِّ، وَالْخُلْفَ يُوجِبُ الْمَقْتَ عِنْدَ اللّٰهِ وَالنَّاسِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى "كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ۔"

وَإِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ أَوَانِهَا، أَوِ التَّسَاقُطَ فِيهَا عِنْدَ إِمْكَانِهَا، أَوِ اللَّجَاجَةَ فِيهَا إِذَا تَنَكَّرَتْ، أَوِ الْوَهْنَ عَنْهَا

دیکھو ناحق خونریزیوں سے دامن بچائے رکھنا کیونکہ عذابِ الٰہی سے قریب اور پاداش کے لحاظ سے سخت اور نعمتوں کے سلب ہونے اور عمر کے خاتمہ کا سبب ناحق خون ریزی سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ سب سے پہلے جو فیصلہ کرے گا وہ انہیں خونوں کا جو بندگانِ خدا نے ایک دوسرے کے بہائے ہیں۔ لہٰذا ناحق خون بہا کر اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کی کبھی کوشش نہ کرنا کیونکہ یہ چیز اقتدار کو کمزور اور کھوکھلا کر دینے والی ہوتی ہے، بلکہ اُس کو بنیادوں سے ہلا کر دوسروں کو سونپ دینے والی، اور جان بوجھ کر قتل کے جرم میں اللہ کے سامنے تمہارا کوئی عذر چل سکے گا نہ میرے سامنے کیونکہ اس میں قصاص ضروری ہے اور اگر غلطی سے تم اُس کے مرتکب ہو جاؤ اور سزا دینے میں تمہارا کوڑا یا تلوار یا ہاتھ حد سے بڑھ جائے اس لئے کہ کبھی گھونسا اور اُس سے بھی چھوٹی ضرب ہلاکت کا سبب ہو جایا کرتی ہے تو ایسی صورت میں اقتدار کا نشہ میں بے خود ہو کر مقتول کا خون بہا اس کے وارثوں تک پہنچانے میں کوتاہی نہ کرنا۔

اور دیکھو خود پسندی سے بچتے رہنا اور اپنی جو باتیں اچھی معلوم ہوں اُن پر اترانا نہیں اور نہ لوگوں کے بڑھا چڑھا کر سراہنے کو پسند کرنا کیونکہ شیطان کو جو مواقع ملا کرتے ہیں اُن میں یہ سب سے زیادہ اس کے نزدیک بھروسے کا ذریعہ ہے کہ وہ اس طرح نیکوکاروں کی نیکیوں پر پانی پھیر دے۔

اور رعایا کے ساتھ نیکی کر کے کبھی احسان نہ جتانا اور جو اُن کے ساتھ حسن سلوک کرنا اُسے زیادہ نہ سمجھنا اور اُس سے وعدہ کر کے بعد میں وعدہ خلافی نہ کرنا کیونکہ احسان جتانا نیکی کو اکارت کر دیتا ہے اور اپنی بھلائی کو زیادہ خیال کرنا حق کی روشنی کو ختم کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے اور بندے بھی چنانچہ اللہ سبحانہٗ خود فرماتا ہے

إِذَا اسْتَوْضَحَتْ فَضَعْ كُلَّ أَمْرٍ مَوْضِعَهُ وَأَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ۔ وَإِيَّاكَ وَالْإِسْتِئْثَارَ بِمَا النَّاسُ فِيهِ أُسْوَةٌ وَالتَّغَابِيَ عَمَّا يُعْنَى بِهِ مِمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُيُونِ فَإِنَّهُ مَأْخُوذٌ مِنْكَ لِغَيْرِكَ۔ وَعَمَّاقَلِيلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ أَغْطِيَةُ الْأُمُورِ وَيُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُومِ۔ امْلِكْ حَمِيَّةَ أَنْفِكَ، وَسَوْرَةَ حَدِّكَ وَسَطْوَةَ يَدِكَ، وَغَرْبَ لِسَانِكَ وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِكَفِّ الْبَادِرَةِ وَتَأْخِيرِ السَّطْوَةِ حَتّٰى يَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْإِخْتِيَارَ، وَلَنْ تُحْكِمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتّٰى تُكْثِرَ هُمُومَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ إِلٰى رَبِّكَ۔

وَالْوَاجِبُ عَلَيْكَ أَنْ تَتَذَكَّرَ مَا مَضٰى لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُومَةٍ عَادِلَةٍ، أَوْ سُنَّةٍ فَاضِلَةٍ أَوْ أَثَرٍ عَنْ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ، أَوْ فَرِيضَةٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَتَقْتَدِيَ بِمَا شَاهَدْتَهُ مِمَّا عَمِلْنَابِهٖ فِيهَا، وَتَجْتَهِدَ لِنَفْسِكَ فِي اتِّبَاعِ مَا عَهِدْتُ إِلَيْكَ فِي عَهْدِي هٰذَا وَاسْتَوْثَقْتُ بِهٖ مِنَ الْحُجَّةِ لِنَفْسِي عَلَيْكَ لِكَيْلَا تَكُونَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ إِلٰى هَوَاهَا۔ وَأَنَا أَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ وَعَظِيمِ قُدْرَتِهٖ عَلٰى إِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ أَنْ يُوَفِّقَنِي وَإِيَّاكَ لِمَا

''خدا کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی چیز ہے کہ تم جو کہو اُسے کرو نہیں۔'' اور دیکھو وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ کرنا اور جب اُس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ دکھانا اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا اور جب طریق کار واضح ہو جائے تو پھر سستی نہ کرنا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھو، اور ہر کام کو اُس کے موقع پر انجام دو۔

اور دیکھو! جن چیزوں میں سب لوگوں کا حق برابر ہوتا ہے اُسے اپنے لئے مخصوص نہ کر لینا اور قابل لحاظ حقوق سے غفلت نہ برتنا جو نظروں کے سامنے نمایاں ہوں کیونکہ دوسروں کے لئے یہ ذمہ داری تم پر عائد ہے اور مستقبل قریب میں تمام معاملات پر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا اور تم سے مظلوم کی دادخواہی کر لی جائے گی۔ دیکھو غضب کی تندی، سرکشی کے جوش ہاتھ کی جنبش، اور زبان کی تیزی پر ہمیشہ قابو رکھو اور ان چیزوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جلد بازی سے کام نہ لو اور سزا دینے میں دیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم اپنے اوپر قابو پالو، اور کبھی یہ بات تم اپنے نفس میں پورے طور پر پیدا نہیں کر سکتے جب تک اللہ کی طرف اپنی بازگشت کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ ان تصورات کو قائم نہ رکھو۔

اور تمہیں لازم ہے کہ گذشتہ زمانوں کی چیزوں کو یاد رکھو خواہ کسی عادل حکومت کا طریق کار ہو یا کوئی اچھا عمل درآمد ہو۔ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ہو، یا کتاب اللہ میں درج شدہ کوئی فریضہ ہو، تو اُن چیزوں کی پیروی کرو جن پر عمل کرتے ہوئے ہمیں دیکھا ہے اور ان ہدایات پر عمل کرتے رہنا جو میں نے اس عہد نامہ میں درج کی ہیں اور ان کے ذریعہ سے میں نے اپنی حجت تم پر قائم کر دی ہے تاکہ تمہارا نفس اپنی خواہشات کی طرف بڑھے تو تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہو۔



فِيهِ رِضَاهُ مِنَ الْإِقَامَةِ عَلَى الْعُذْرِ الْوَاضِحِ إِلَيْهِ وَإِلٰى خَلْقِهٖ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِي الْعِبَادِ وَجَمِيلِ الْأَثَرِ فِي الْبِلَادِ وَتَمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضْعِيفِ الْكَرَامَةِ، وَأَنْ يَخْتِمَ لِي وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا۔ وَالسَّلَامُ۔

اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے جس میں اُس کی رضا مندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کھلا ہوا عذر قائم کر کے سرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچھے اثرات اور اُس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت و شہادت پر ہو، بے شک ہمیں اُس کی طرف پلٹنا ہے۔ والسلام علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ الطیبین الطاہرین وسلّم تسلیماً کثیراً۔ (والسلام۔)

[1] یہ عہد نامہ جسے اسلام کا دستور اساسی کہا جا سکتا ہے۔ اس ہستی کا ترتیب دیا ہوا ہے جو قانون الٰہی کا سب سے بڑا واقف کار اور سب سے زیادہ اُس پر عمل پیرا تھا۔ ان اوراق سے امیر المومنینؑ کے طرزِ جہانبانی کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پیش نظر صرف قانون الٰہی کا نفاذ اور اصلاح معاشرت تھا۔ نہ امن عامہ میں خلل ڈالنا، نہ لوٹ کھسوٹ سے خزانوں کا منہ بھرنا اور نہ توسیع سلطنت کے لئے جائز و ناجائز وسائل سے آنکھ بند کر کے سعی و کوشش کرنا۔ دنیوی حکومتیں عموماً اس طرح کا قانون بنایا کرتی ہیں جس سے زیادہ سے زیادہ حکومت کو فائدہ پہنچے اور ہر ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کیا کرتی ہیں۔ جو ان کے مفاد سے متضاد اور اس کے مقصد کے لئے نقصان رساں ہو۔ مگر اس دستور و آئین کی ہر دفعہ مفاد عمومی کی نگہبان اور نظام اجتماعی کی محافظ ہے۔ اس کے نفاذ و اجرا میں نہ خود غرضی کا لگاؤ ہے اور نہ مفاد پرستی کا شائبہ۔ اس میں اللہ کے فرائض کی نگہداشت اور بلا تفریق مذہب و ملت حقوق انسانیت کی حفاظت اور شکستہ حال و فاقہ کش افراد کی خبر گیری اور پسماندہ و افتادہ طبقہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کی ہدایت ایسے بنیادی اصول ہیں جن سے حق و عدالت کے نشر، امن و سلامتی کے قیام اور رعیت کی فلاح و بہبود کے سلسلہ میں پوری رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

جب ۳۸ھ میں مالک ابن حارث اشتر رحمہ اللہ مصر کی حکومت پر فائز ہوئے تو حضرتؑ نے یہ عہد نامہ ان کے لئے قلم بند فرمایا۔ مالک اشتر امیر المومنینؑ کے اُن خواص اصحاب میں سے تھے جو استقلال و پامردی کے جوہر دکھا کر کامل وثوق و اعتماد اور اپنے اخلاق و کردار کو حضرتؑ کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال کر انتہائی قرب و اختصاص حاصل کر چکے تھے جس کا اندازہ حضرت کے اُن الفاظ سے کیا جا سکتا ہے کہ لقد کان لی مثل ما کنت لرسول اللہ'' مالک میری نظروں میں ایسے ہی تھے جیسا میں رسولؐ اللہ کی نظروں میں تھا۔'' چنانچہ انہوں نے بے لوث جذبہ خدمت سے متاثر ہو کر جنگی مہمات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور تمام معرکوں اور مہموں میں حضرتؑ کے دست بازو ثابت ہوئے اور ہمت و جرأت کے وہ جوہر دکھائے کہ تمام عرب پر ان کی شجاعت کی دھاک بندھ گئی۔ اس غیر معمولی شجاعت کے ساتھ حلم و بردباری میں بھی بلند امتیاز کے حامل تھے چنانچہ ورام ابن ابی فراس نے اپنے مجموعہ میں تحریر کیا ہے کہ آپ ایک

دفعہ ٹاٹ کا پیراہن پہنے اور ٹاٹ ہی کا عمامہ باندھے ہوئے بازار کوفہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک سر پھرے دوکاندار نے آپ کو اس وضع ولباس میں دیکھ کر کچھ گلے سڑے پتے اور شاخیں آپ کے اوپر پھینک دیں۔ مگر اس ناشائستہ حرکت سے آپ کی پیشانی پر نہ بل آیا اور نہ ہی نظر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا بلکہ خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گئے کہ ایک شخص نے اُس دوکاندار سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ یہ گستاخی تم نے کس کے ساتھ کی ہے۔ اُس نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ یہ کون تھے کہا کہ یہ مالک اشتر تھے یہ سن کر اُس کے ہوش وحواس اڑ گئے اور اُسی وقت اُن کے پیچھے دوڑا، تاکہ اُن سے اس گستاخی واہانت کی معافی مانگے، چنانچہ تلاش کرتا ہوا ایک مسجد میں پہنچا، جہاں وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آگے بڑھ کر اُن کے قدموں میں گر پڑا اور نہایت الحاح وزاری سے عفو کا طالب ہوا۔ آپ نے اُس کے سر کو اوپر اٹھایا اور فرمایا کہ خدا کی قسم میں مسجد میں اس غرض سے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بارگاہ خداوندی میں دعائے مغفرت کروں، میں نے تو تمہیں اُسی وقت معاف کر دیا تھا اور امید ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف کر دے گا۔ یہ ہے اُس نبرد آزما کا عفو ودرگزر جس کے نام سے بہادروں کے زہرے آب ہو جاتے تھے اور جس کی تلوار نے شجاعان عرب سے اپنا لوہا منوا لیا تھا اور شجاعت کا اصلی جوہر یہی ہے کہ انسان غیظ وغضب کی تلخیوں میں ضبط نفس سے کام لے اور ناگواریوں کو صبر وسکون کے ساتھ جھیل لے جائے۔ چنانچہ حضرت کا ارشاد ہے کہ

اشجع الناس من غلب هواه — لوگوں میں بڑھ چڑھ کر شجاع وہ ہے جو ہوائے نفس پر غلبہ پائے۔

بہرحال اُن خصوصیات واوصاف کے علاوہ وہ نظم وانصرام مملکت کی بھی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب مصر میں عثمانی گروہ نے تخریبی جراثیم پھیلانا شروع کئے اور شر وفساد سے ملک کے نظم ونسق کو درہم برہم کرنا چاہا، تو حضرت نے محمدؒ ابن ابی بکر کو وہاں کی حکومت سے الگ کر کے آپ ہی کے تقرر کا فیصلہ کیا اگرچہ وہ اس وقت نصیبین میں گورنر کی حیثیت سے مقیم تھے مگر حضرت نے انہیں طلب فرمایا کہ وہ نصیبین میں کسی کو اپنا نائب مقرر کر کے اُن کے پاس پہنچیں۔ مالک نے اس فرمان کے بعد شبیب ابن عامر ازوی کو اپنی جگہ پر متعین کیا اور خود امیر المومنین کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت نے انہیں حکومت کا پروانہ لکھ کر مصر روانہ کیا اور اہل مصر کو ان کی اطاعت وفرمانبرداری کا تحریری حکم بھیجا۔ جب معاویہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ مالک اشتر کے تقرر کا علم ہوا تو وہ چکرا سا گیا، کیونکہ وہ عمرو ابن عاص سے یہ وعدہ کر چکا تھا کہ وہ اُسے اس کی کارکردگیوں کے صلہ میں مصر کی حکومت دے گا اور اُسے یہ توقع تھی کہ عمرو ابن عاص محمد ابن ابی بکر کو بآسانی شکست دے کر ان کے ہاتھ سے اقتدار چھین لے گا۔ مگر مالک اشتر کو مغلوب کر کے مصر کو فتح کرنے کا وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا لہٰذا اُس نے یہ تہیا کر لیا کہ قبل اس کے کہ ان کے ہاتھوں میں اقتدار منتقل ہو انہیں ٹھکانے لگا دے۔ چنانچہ اُس نے شہر عریش کے ایک تعلقہ دار سے یہ ساز باز کی کہ جب ملک مصر جاتے ہوئے عریش سے گزریں تو وہ کسی تدبیر سے انہیں ہلاک کر دے اور اُس کے عوض اس کی جائیداد کا مالیہ واگذار کر دیا جائے گا۔ چنانچہ مالک اشتر جب اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ عریش پہنچے تو اُس نے بڑی آؤ بھگت کی اور آپ کو مہمان ٹھہرانے پر مصر ہوا۔ آپ نے اُس کی دعوت کو منظور فرماتے ہوئے اُس کے ہاں فروکش ہوئے اور جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اُس نے شہد کے شربت میں زہر کی آمیزش کر کے آپ کے سامنے پیش کیا جس کے پیتے ہی زہر کا اثر شروع ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے تلواروں کے سایہ میں کھیلنے والا اور دشمن کی صفوں کو الٹ دینے والا خاموشی سے موت کی آغوش میں سو گیا۔

جب معاویہ کو اپنی اس دسیسہ کاری میں کامیابی کی اطلاع ہوئی تو وہ مسرت سے جھوم اٹھا اور خوشی کا نعرہ لگاتے ہوئے کہنے لگا الا



وان للہ جنودا من عسل ''شہد بھی اللہ کا ایک لشکر ہے'' اور پھر ایک خطبہ کے دوران میں کہا کہ

كان لعلی ابن ابی طالب يمينان فقطعت احدا هما يوم صفين وهو عمار ابن ياسر وقد قطعت الاخری وهو مالك الاشتر۔

علی ابن ابی طالبؑ کے دو دست راست تھے۔ ایک صفین کے دن کٹ گیا، اور وہ عمار یاسر تھے اور دوسرا بھی قطع ہو گیا اور وہ مالک اشتر تھے۔

## مکتوب (۵۴)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلٰى طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ مَعَ عِمْرَانَ ابْنِ الْحُصَيْنِ الْخُزَاعِيِّ ذَكَرَهُ أَبُو جَعْفَرٍ الْإِسْكَافِيُّ فِي كِتَابِ الْمَقَامَاتِ فِي مَنَاقِبِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتُمَا۔ وَإِنْ كَتَمْتُمَا أَنِّي لَمْ أُرِدِ النَّاسَ حَتّٰى أَرَادُونِي وَلَمْ أُبَايِعْهُمْ حَتّٰى بَايَعُونِي، وَ إِنَّكُمَا مِمَّنْ أَرَادَنِي وَبَايَعَنِي وَإِنَّ الْعَامَّةَ لَمْ تُبَايِعْنِي لِسُلْطَانٍ غَالِبٍ وَلَا لِعَرَضٍ حَاضِرٍ، فَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي طَائِعَيْنِ فَارْجِعَا وَتُوبَا إِلَى اللهِ مِنْ قَرِيبٍ وَإِنْ كُنْتُمَا بَايَعْتُمَانِي كَارِهَيْنِ فَقَدْ جَعَلْتُمَا لِي عَلَيْكُمَا السَّبِيلَ بِإِظْهَارِكُمَا الطَّاعَةَ وَإِسْرَارِكُمَا الْمَعْصِيَةَ، وَلَعَمْرِي مَا كُنْتُمَا بِأَحَقِّ الْمُهَاجِرِينَ بِالتَّقِيَّةِ وَالْكِتْمَانِ، وَإِنَّ دَفْعَكُمَا هٰذَا الْأَمْرَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَدْخُلَا فِيهِ كَانَ أَوْسَعَ عَلَيْكُمَا مِنْ خُرُوجِكُمَا مِنْهُ بَعْدَ إِقْرَارِكُمَا بِهِ۔

وَقَدْ زَعَمْتُمَا أَنِّي قَتَلْتُ عُثْمَانَ، فَبَيْنِي

جو عمران[1] ابن حصین خزاعی کے ہاتھ طلحہ وزبیر کے پاس بھیجا۔ اس خط کو ابو جعفر اسکافی نے اپنی کتاب مقامات میں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل میں ہے ذکر کیا ہے۔

چاہے تم کتنا ہی چھپاؤ مگر تم دونوں واقف ہو کہ میں لوگوں کی طرف نہیں بڑھا بلکہ وہ بڑھ کر میری طرف آئے۔ میں نے اپنا ہاتھ بیعت لینے کے لئے نہیں بڑھایا، بلکہ انہوں نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی، اور تم دونوں بھی انہی لوگوں میں سے ہو کہ جو میری طرف بڑھ کر آئے تھے، اور بیعت کی تھی اور عوام نے میرے ہاتھ پر نہ تسلط واقتدار (کے خوف) سے بیعت کی تھی اور نہ مال ودولت کے لالچ میں۔ اب اگر تم دونوں نے اپنی رضامندی سے بیعت کی تھی، تو اس (عہد شکنی) سے پلٹو اور جلد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، اور اگر ناگواری کے ساتھ بیعت کی تھی تو اطاعت کو ظاہر کر کے اور نافرمانی کو چھپا کر تم نے اپنے خلاف میرے لئے حجت قائم کر دی ہے۔ اور[2] مجھے اپنی زندگی کی قسم کہ تم قلبی کیفیت پر پردہ ڈالنے اور اُسے چھپانے میں دوسرے مہاجرین سے زیادہ سزاوار نہ تھے اور بیعت کرنے سے پہلے اُسے رد کرنے کی تمہارے لئے اس سے زیادہ گنجائش تھی کہ اب اقرار کے بعد اس سے نکلنے کی کوشش کرو، اور تم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ میں نے عثمان کو قتل کیا ہے، ہمارے اور تمہارے درمیان مدینہ کے وہ لوگ کہ جو تم سے بھی اور ہم

وَبَيْنَكُمَا مَنْ تَخَلَّفَ عَنِّي وَعَنْكُمَا مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ يُلْزَمُ كُلُّ امْرِئٍ بِقَدْرِ مَا احْتَمَلَ۔ فَارْجِعَا أَيُّهَا الشَّيْخَانِ عَنْ رَأْيِكُمَا فَإِنَّ الْآنَ أَعْظَمُ أَمْرِكُمَا الْعَارُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَجْتَمِعَ الْعَارُ وَالنَّارُ۔ وَالسَّلَامُ۔

سے بھی کنارہ کش ہیں گواہی دینے کو موجود ہیں۔ اس کے بعد جس نے جتنا حصہ لیا ہوا تنے کا اُسے ذمہ دار سمجھا جائے گا۔ بزرگوارو! اپنے اس رویہ سے باز آؤ کیونکہ ابھی تو تم دونوں کے سامنے ننگ و عار ہی کا بڑا امر حلہ ہے مگر اس کے بعد تو اس ننگ و عار کے ساتھ (دوزخ کی آگ بھی جمع ہو جائے گی۔ والسلام۔

۱۔ عمران ابن حصین خزاعی بلند پایہ صحابی، علم و فضل میں ممتاز، اور نقل احادیث میں بہت محتاط تھے۔ خیبر والے سال ایمان لائے اور پیغمبر کیساتھ شریک جہاد رہے۔ کوفہ میں منصب قضا پر فائز ہوئے اور ۵۲ ھج میں بصرہ میں رحلت فرمائی۔

۲۔ یعنی تم دونوں تو دولت و ثروت اور قوم و قبیلہ والے تھے تمہیں اس دوزخی کی کیا ضرورت تھی کہ قلبی کیفیت کو چھپاتے ہوئے اطاعت کا اظہار کرتے اور ناگواری و مجبوری سے بیعت کرتے۔ البتہ تمہارے علاوہ کوئی اور کمزور و ناتواں یہ کہتا کہ وہ بیعت پر مجبور تھا تو کسی حد تک یہ بات تسلیم کی جا سکتی تھی، مگر جب کسی دوسرے نے اپنے مجبور و بے بس ہونے کا اظہار نہیں کیا تو یہ مجبوری تمہارے ہی سر کیوں پڑی کہ اپنی بیعت کو مجبوری کا نتیجہ قرار دو۔

## مکتوب (۵۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ قَدْ جَعَلَ الدُّنْيَا لِمَا بَعْدَهَا، وَابْتَلَى فِيهَا أَهْلَهَا لِيَعْلَمَ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَلَسْنَا لِلدُّنْيَا خُلِقْنَا، وَلَا بِالسَّعْيِ فِيهَا أُمِرْنَا، وَإِنَّمَا وُضِعْنَا فِيهَا لِنُبْتَلَى بِهَا، وَقَدِ ابْتَلَانِي اللَّهُ بِكَ وَابْتَلَاكَ بِي فَجَعَلَ أَحَدَنَا حُجَّةً عَلَى الْآخَرِ، فَعَدَوْتَ عَلَى طَلَبِ الدُّنْيَا بِتَأْوِيلِ الْقُرْآنِ فَطَلَبْتَنِي بِمَا لَمْ تَجْنِ يَدِي وَلَا لِسَانِي وَعَصَبْتَهُ أَنْتَ وَأَهْلُ الشَّامِ بِي وَأَلَّبَ عَالِمُكُمْ

معاویہ کے نام

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہونا چاہیئے کہ خداوند عالم نے دنیا اس کے بعد کی منزل کے لئے بنائی ہے اور اس میں لوگوں کو آزمائش میں ڈالا ہے تا کہ یہ معلوم ہو کہ ان میں کس کے اعمال بہتر ہیں اور ہم دنیا کے لئے پیدا نہیں کئے گئے اور نہ اس میں تگ و دو کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہم تو یہاں اس لئے لائے گئے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ ہماری آزمائش ہو۔ چنانچہ اللہ نے تمہارے ذریعہ سے مجھے اور میرے ذریعہ سے تمہیں آزمائش میں ڈالا ہے اور ایک کو دوسرے پر حجت ٹھہرایا ہے۔ مگر تم قرآن کی (غلط سلط) تاویلیں کر کے دنیا میں چھاپہ مارنے لگے، اور مجھ سے اس چیز کا مواخذہ کرنے لگے جس میں میرا ہاتھ اور زبان دونوں بے گناہ تھے، مگر تم نے اور شامیوں نے مل کر اُسے میرے سر منڈھ دیا تم میں کے واقف کاروں نے ناواقفوں کے اور کھڑے ہوؤں



جَاهِلَكُمْ، وَقَائِمُكُمْ قَاعِدَكُمْ۔ فَاتَّقِ اللَّهَ فِي نَفْسِكَ۔ وَنَازِعِ الشَّيْطَانَ قِيَادَكَ۔ وَاصْرِفْ إِلَى الْآخِرَةِ وَجْهَكَ فَهِيَ طَرِيقُنَا وَطَرِيقُكَ۔ وَاحْذَرْ أَنْ يُصِيبَكَ اللَّهُ مِنْهُ بِعَاجِلِ قَارِعَةٍ تَمَسُّ الْأَصْلَ وَتَقْطَعُ الدَّابِرَ، فَإِنِّي أُولِي لَكَ بِاللَّهِ أَلِيَّةً غَيْرَ فَاجِرَةٍ لَئِنْ جَمَعَتْنِي وَإِيَّاكَ جَوَامِعُ الْأَقْدَارِ لَا أَزَالُ بِبَاحَتِكَ حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔

نے بیٹھے ہوؤں کو آمادہ پیکار کر دیا۔ اپنے دل میں کچھ اللہ کا خوف کرو۔ شیطان سے اپنی باگ چھڑانے کی کوشش کرو، اور آخرت کی طرف اپنا رخ موڑو کیونکہ ہمارا اور تمہارا راستہ وہی ہے اور اس بات سے ڈرو کہ اللہ تمہیں کسی ایسی ناگہانی مصیبت میں نہ جکڑ لے کہ جس سے نہ تمہاری جڑ رہے نہ شاخ۔ میں تم سے قسم کھاتا ہوں ایسی قسم کہ جس کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اگر اسباب تقدیر نے مجھے اور تمہیں ایک جگہ جمع کر دیا تو اس وقت تک تمہارے مقابلہ میں میدان نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ خدا ہمارے درمیان فیصلہ نہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

## وصیت (۵۶)

وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَصَّى بِهَا شُرَيْحَ بْنَ هَانِئٍ لَمَّا جَعَلَهُ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ إِلَى الشَّامِ:

اتَّقِ اللَّهَ فِي كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ، وَخَفْ عَلَى نَفْسِكَ الدُّنْيَا الْغَرُورَ وَلَا تَأْمَنْهَا عَلَى حَالٍ۔ وَاعْلَمْ أَنَّكَ إِنْ لَمْ تَرْدَعْ نَفْسَكَ عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا تُحِبُّ مَخَافَةَ مَكْرُوهِهِ سَمَتْ بِكَ الْأَهْوَاءُ إِلَى كَثِيرٍ مِنَ الضَّرَرِ، فَكُنْ لِنَفْسِكَ مَانِعًا رَادِعًا وَلِنَزْوَتِكَ عِنْدَ الْحَفِيظَةِ وَاقِعًا قَامِعًا۔

جب شریح ابن ہانی کو شام جانے والے لشکر کے آگے دستہ (مقدمہ الجیش) کا سردار مقرر کیا، تو انہیں یہ ہدایت فرمائی۔

صبح و شام برابر اللہ کا خوف رکھنا اور اس فریب کار دنیا سے ڈرتے رہنا اور کسی حالت میں اُس سے مطمئن نہ ہونا۔ اگر تم نے کسی ناگواری کے خوف سے اپنے نفس کو بہت دل پسند باتوں سے نہ روکا، تو تمہاری نفسانی خواہشیں تمہیں بہت سے نقصانات میں ڈال دیں گی۔ لہٰذا اپنے نفس کو روکتے ٹوکتے اور غصہ کے وقت اپنی رست و خیز کو دباتے کچلتے رہنا۔

## مکتوب (۵۷)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَهْلِ الْكُوفَةِ عِنْدَ مَسِيرِهِ مِنَ

مدینہ سے بصرہ کیطرف روانہ ہوتے وقت اہل کوفہ کے نام

بعد حمد و صلوٰۃ واضح ہو کہ دو ہی صورتیں ہیں، یا تو میں اپنے قوم

الْمَدِينَةِ الْبَصْرَةِ:
أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي خَرَجْتُ مِنْ حَيِّي هٰذَا إِمَّا ظَالِمًا وَإِمَّا مَظْلُومًا، وَإِمَّا بَاغِيًا وَإِمَّا مَبْغِيًّا عَلَيْهِ، وَإِنِّي أُذَكِّرُ اللّٰهَ مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هٰذَا لَمَّا نَفَرَ إِلَيَّ فَإِنْ كُنْتُ مُحْسِنًا أَعَانَنِي وَإِنْ كُنْتُ مُسِيئًا اسْتَعْتَبَنِي۔

قبیلے کے شہر سے باہر نکلا ہوں۔ ظالمانہ حیثیت سے یا مظلوم کی حیثیت سے، میں باغی ہوں یا دوسروں نے میرے خلاف بغاوت کی ہے۔ بہر صورت جن جن کے پاس میرا یہ خط پہنچے انہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ آئیں اور اگر میں صحیح راہ پر ہوں تو میری مدد کریں اور اگر میں غلط راستہ پر جا رہا ہوں تو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی کوشش کریں۔

## مکتوب (۵۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
كَتَبَهُ إِلَى أَهْلِ الْأَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيهِ مَاجَرَى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّينَ:

جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئداد سے مطلع کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔

وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا أَنَّا الْتَقَيْنَا وَالْقَوْمُ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ۔ وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَدَعْوَتَنَا فِي الْإِسْلَامِ وَاحِدَةٌ۔ لَا نَسْتَزِيدُهُمْ فِي الْإِيمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيقِ بِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَلَا يَسْتَزِيدُونَنَا الْأَمْرُ وَاحِدٌ إِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ، فَقُلْنَا تَعَالَوْا نُدَاوِ مَالَا يُدْرَكُ الْيَوْمَ بِإِطْفَاءِ النَّائِرَةِ وَتَسْكِينِ الْعَامَّةِ، حَتَّى يَشْتَدَّ الْأَمْرُ وَيَسْتَجْمِعَ، فَنَقْوَى عَلَى وَضْعِ الْحَقِّ مَوَاضِعَهُ، فَقَالُوا بَلْ نُدَاوِيهِ بِالْمُكَابَرَةِ، فَأَبَوْا حَتَّى جَنَحَتِ الْحَرْبُ وَرَكَدَتْ وَوَقَدَتْ نِيرَانُهَا وَحَمِسَتْ فَلَمَّا ضَرَّسَتْنَا وَإِيَّاهُمْ، وَوَضَعَتْ مَخَالِبَهَا

ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبیؐ ایک اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسول کی تصدیق میں اُن سے کچھ زیادتی چاہتے تھے، اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے بالکل اتحاد تھا سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خون عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔ تو ہم نے اُن سے کہا کہ آؤ فتنہ کی آگ بجھا کر اور لوگوں کا جوش ٹھنڈا کر کے اس مرض کا وقتی مداوا کریں، جس کا پورا استیصال ابھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ صورت حال استوار و ہموار ہو جائے اور سکون و اطمینان حاصل ہو جائے۔ اس وقت ہمیں اس کی قوت ہوگی، کہ ہم حق کو اس کی جگہ پر رکھ سکیں۔ لیکن ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کا علاج جنگ و جدل سے کریں گے اور جب انہوں نے ہماری بات ماننے سے انکار کر دیا تو جنگ نے اپنے پیر پھیلا دیئے اور جم کر کھڑی ہو گئی اُس کے شعلے بھڑک اٹھے اور شدت بڑھ گئی۔ اب جب اس نے ہمیں اور انہیں دانتوں سے کاٹا اور اپنے پنجوں میں جکڑ لیا تو وہ



فِينَا وَفِيهِمْ، أَجَابُوا عِنْدَ ذٰلِكَ إِلَى الَّذِي دَعَوْنَاهُمْ إِلَيْهِ فَأَجَبْنَاهُمْ إِلَى مَا دَعَوْا، وَسَارَعْنَاهُمْ إِلَى مَا طَلَبُوا حَتَّى اسْتَبَانَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّةُ، وَانْقَطَعَتْ مِنْهُمُ الْمَعْذِرَةُ۔ فَمَنْ تَمَّ عَلَى ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَهُوَ الَّذِي أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنَ الْهَلَكَةِ، وَمَنْ لَجَّ وَتَمَادَى فَهُوَ الرَّاكِسُ الَّذِي رَانَ عَلَى قَلْبِهِ۔ وَصَارَتْ دَائِرَةُ السَّوْءِ عَلَى رَأْسِهِ۔

اس بات پر اُتر آئے جس کی طرف ہم خود انہیں بلا چکے تھے۔ چنانچہ ہم نے ان کی پیشکش کو مان لیا اور اُن کی خواہش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ اس طرح اُس پر حجت پورے طور سے واضح ہو گئی اور ان کے لئے کسی عذر کی گنجائش نہ رہی۔ اب ان میں سے جو اپنے عہد پر جما رہے گا وہ وہ ہوگا جسے اللہ نے ہلاکت سے بچایا ہے اور جو ہٹ دھرمی کرتے ہوئے گمراہی میں دھنستا جائے، تو وہ عہد شکن ہوگا جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور زمانہ کے حوادث اُس کے سر پر منڈلاتے رہیں گے۔

## مکتوب (۵۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى الْأَسْوَدِ بْنِ قَطِيبَةَ صَاحِبِ حُلْوَانَ)

اسود ابن قطیبہ والئی حلوان کے نام

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْوَالِيَ إِذَا اخْتَلَفَ هَوَاهُ مَنَعَهُ ذٰلِكَ كَثِيرًا مِنَ الْعَدْلِ۔ فَلْيَكُنْ أَمْرُ النَّاسِ عِنْدَكَ فِي الْحَقِّ سَوَاءً فَإِنَّهُ لَيْسَ فِي الْجَوْرِ عِوَضٌ مِنَ الْعَدْلِ۔ فَاجْتَنِبْ مَا تُنْكِرُ أَمْثَالَهُ، وَابْتَذِلْ نَفْسَكَ فِيمَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ رَاجِيًا ثَوَابَهُ وَمُتَخَوِّفًا عِقَابَهُ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الدُّنْيَا دَارُ بَلِيَّةٍ لَمْ يَفْرُغْ صَاحِبُهَا فِيهَا قَطُّ سَاعَةً إِلَّا كَانَتْ فَرْغَتُهُ عَلَيْهِ حَسْرَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَأَنَّهُ لَنْ يُغْنِيَكَ عَنِ الْحَقِّ شَيْءٌ أَبَدًا۔ وَمِنَ الْحَقِّ عَلَيْكَ حِفْظُ نَفْسِكَ وَالْإِحْتِسَابُ عَلَى الرَّعِيَّةِ بِجُهْدِكَ، فَإِنَّ الَّذِي يَصِلُ إِلَيْكَ مِنْ ذٰلِكَ أَفْضَلُ مِنَ الَّذِي يَصِلُ بِكَ وَالسَّلَامُ۔

دیکھو! جب حاکم کے رجحانات (مختلف اشخاص کے لحاظ سے) مختلف ہوں گے، تو یہ امر اس کو اکثر انصاف پروری سے مانع ہوگا۔ لہٰذا حق کی رو سے سب لوگوں کا معاملہ تمہاری نظروں میں برابر ہونا چاہئے کیونکہ ظلم انصاف کا قائم مقام کبھی نہیں ہو سکتا اور دوسروں کے جن کاموں کو تم بُرا سمجھتے ہو اُن سے اپنا دامن بچا کر رکھو، اور جو کچھ خدا نے تم پر واجب کیا ہے اُسے انہماک سے بجا لاتے رہو، اور اس کے ثواب کی امید اور سزا کا خوف قائم رکھو، یاد رکھو کہ دنیا آزمائش کا گھر ہے جو بھی اس میں کوئی گھڑی بے کاری میں گزارے گا قیامت کے دن وہ بے کاری اُسکے بے حسرت کا سبب بن جائے گی اور دیکھو کوئی چیز تمہیں حق سے بے نیاز نہیں بنا سکتی اور یہ بھی ایک حق ہے تم پر، کہ تم اپنے نفس کی حفاظت کرو اور مقدور بھر رعایا کی نگرانی رکھو، اسطرح جو فائدہ تم کو اس سے پہنچے گا وہ اس فائدہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا جو تم سے پہنچے گا۔ والسّلام

## مکتوب (٦٠)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى الْعُمَّالِ الَّذِينَ يَطَأُ الْجَيْشُ عَمَلَهُمْ۔

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مَنْ مَرَّ بِهِ الْجَيْشُ مِنْ جُبَاةِ الْخَرَاجِ وَعُمَّالِ الْبِلَادِ۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي قَدْ سَيَّرْتُ جُنُودًا هِيَ مَارَّةٌ بِكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ، وَقَدْ أَوْصَيْتُهُمْ بِمَا يَجِبُ لِلّٰهِ عَلَيْهِمْ مِنْ كَفِّ الْأَذَى وَصَرْفِ الشَّذَى۔ وَأَنَا أَبْرَأُ إِلَيْكُمْ وَإِلَى ذِمَّتِكُمْ مِنْ مَعَرَّةِ الْجَيْشِ إِلَّا مِنْ جَوْعَةِ الْمُضْطَرِّ لَا يَجِدُ عَنْهَا مَذْهَبًا إِلَى شِبَعِهِ۔ فَنَكِّلُوا مَنْ تَنَاوَلَ مِنْهُمْ شَيْئًا ظُلْمًا عَنْ ظُلْمِهِمْ۔ وَكُفُّوا أَيْدِيَ سُفَهَائِكُمْ عَنْ مُضَادَّتِهِمْ وَالتَّعَرُّضِ لَهُمْ فِيمَا اسْتَثْنَيْنَاهُ مِنْهُمْ۔ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِ الْجَيْشِ فَادْفَعُوا إِلَيَّ مَظَالِمَكُمْ۔ وَمَا عَرَاكُمْ مِمَّا يَغْلِبُكُمْ مِنْ أَمْرِهِمْ وَلَا تُطِيقُونَ دَفْعَهُ إِلَّا بِاللهِ وَبِي فَأَنَا أُغَيِّرُهُ بِمَعُونَةِ اللهِ إِنْ شَاءَ اللهُ۔

اُن عمال حکومت کی طرف جن کا علاقہ فوج کی گزرگاہ میں پڑتا تھا۔

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے اُن خراج جمع کرنے والوں اور شہروں کے عالموں کو جن کے علاقہ سے فوج گزرے گی۔

بعد حمد وصلوٰۃ معلوم ہو کہ میں نے کچھ فوجیں روانہ کی ہیں جو خدا نے چاہا تو عنقریب تمہارے علاقہ سے عبور کریں گی۔ میں نے انہیں ہدایت کردی ہے اس کی جو اللہ کی طرف سے اُن پر لازم ہے، کہ وہ کسی کو ستائیں نہیں اور کسی کو تکلیف نہ دیں اور میں تمہیں اور تمہارے اہل ذمہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ فوج والے کوئی دست درازی کریں تو اُس سے میں بے تعلق ہوں۔ سوا اس صورت کے جبکہ کوئی بھوک سے حالت اضطرار میں ہو اور پیٹ بھرنے کی کوئی صورت اُسے نظر نہ آئے اس کے علاوہ ان میں سے جو کوئی دراز دستی کرے تو تمہیں اُس کی اُسے سزا دینا چاہئے۔ لیکن اپنے سرپھروں کے ہاتھ بھی روکنا کہ وہ اُن سے نہ ٹکرائیں اور جس چیز کی ہم نے اجازت دی ہے اُس میں اُن سے تعرض نہ کریں اور میں تو فوج کے اندر موجود ہی ہوں۔ لہٰذا جو زیادتیاں ہوں یا ایسی سختی تم پر ہو کہ جس کی روک تھام کے لئے تمہیں اللہ کی مدد اور میری طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہو تو مجھے اطلاع دینا۔ میں ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ٹھیک کردونگا۔

## مکتوب (٦١)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى كُمَيْلِ بْنِ زِيَادٍ النَّخَعِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى هِيتَ يُنْكِرُ

والئ ہیت کمیل ابن زیاد نخعی کے نام:
اسمیں اُسکے اس طرزِ عمل پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے کہ جب دشمن کی فوجیں لوٹ مار کے قصد سے اُن کے



عَلَيْهِ تَرْكَهُ دَفْعَ مَنْ يَجْتَازُ بِهِ مِنْ جَيْشِ الْعَدُوِّ طَالِبًا الْغَارَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ تَضْيِيعَ الْمَرْءِ مَا وُلِّيَ وَتَكَلُّفَهُ مَا كُفِيَ لَعَجْزٌ حَاضِرٌ وَرَأْيٌ مُتَبَّرٌ۔ وَإِنَّ تَعَاطِيَكَ الْغَارَةَ عَلَى أَهْلِ قِرْقِيسِيَا وَتَعْطِيلَكَ مَسَالِحَكَ الَّتِي وَلَّيْنَاكَ لَيْسَ بِهَا مَنْ يَمْنَعُهَا وَلَا يَرُدُّ الْجَيْشَ عَنْهَا لَرَأْيٌ شَعَاعٌ۔ فَقَدْ صِرْتَ جِسْرًا لِمَنْ أَرَادَ الْغَارَةَ مِنْ أَعْدَائِكَ عَلَى أَوْلِيَائِكَ غَيْرَ شَدِيدِ الْمَنْكِبِ، وَلَا مَهِيبِ الْجَانِبِ وَلَا سَادٍّ ثُغْرَةً، وَلَا كَاسِرٍ شَوْكَةً وَلَا مُغْنٍ عَنْ أَهْلِ مِصْرِهِ، وَلَا مُجْزٍ عَنْ أَمِيرِهِ۔

علاقہ کیطرف سے گزریں، تو انہوں نے اُنکو روکا نہیں۔

آدمی کا اس کام کو نظرانداز کر دینا کہ جو اُسے سپرد کیا گیا ہے اور جو کام اُس کے بجائے دوسروں سے متعلق ہے اُس میں خواہ مخواہ کو گھسنا ایک کھلی ہوئی کمزوری اور تباہ کن فکر ہے۔ تمہارا اہل قرقیسا پر دھاوا بول دینا اور اپنی سرحدوں کو خالی چھوڑ دینا جبکہ وہاں نہ کوئی حفاظت کرنے والا اور نہ دشمن کی سپاہ کو روکنے والا ہے، ایک پریشان خیالی کا مظاہرہ تھا۔ اس طرح تم اپنے دشمنوں کے لئے پل بن گئے جو تمہارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اس عالم میں کہ نہ تمہارے بازوؤں میں توانائی ہے، نہ تمہارا کچھ رعب و دبدبہ ہے، نہ تم دشمن کا راستہ روکنے والے ہو، نہ اُس کا زور توڑنے والے ہو، نہ اپنے شہر والوں کے کام آنے والے ہو، اور نہ اپنے امیر کی طرف سے کوئی کام انجام دینے والے ہو۔

## مکتوب (٦٢)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى أَهْلِ مِصْرَ مَعَ مَالِكٍ الْأَشْتَرِ لَمَّا وَلَّاهُ إِمَارَتَهَا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ نَذِيرًا لِلْعَالَمِينَ وَمُهَيْمِنًا عَلَى الْمُرْسَلِينَ، فَلَمَّا مَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ تَنَازَعَ الْمُسْلِمُونَ الْأَمْرَ مِنْ بَعْدِهِ فَوَاللهِ مَا كَانَ يُلْقَى فِي رُوعِي وَلَا يَخْطُرُ بِبَالِي أَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْأَمْرَ بَعْدَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَنْ

جب مالک اشتر کو مصر کا حاکم تجویز فرمایا تو اُن کے ہاتھ اہل مصر کو بھیجا۔

اللہ سبحانہٗ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام جہانوں کا (اُن کی بداعمالیوں کی پاداش سے) ڈرانے والا اور تمام رسولوں پر گواہ بنا کر بھیجا پھر جب[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی تو اُن کے بعد مسلمانوں نے خلافت کے بارے میں میں کھینچا تانی شروع کردی۔ اس موقع پر بخدا مجھے یہ کبھی تصور بھی نہیں ہوا تھا اور نہ میرے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرب خلافت کا رخ اُن کے اہل بیت سے موڑ دیں گے اور نہ یہ کہ اُن کے بعد اُسے مجھ سے ہٹا دیں گے۔ مگر ایک دم میرے سامنے یہ منظر آیا، کہ لوگ فلاں شخص

أَهْلِ بَيْتِهِ، وَ أَنَّهُمْ مُنَحُّوهُ عَنِّي مِنْ بَعْدِهِ، فَمَا رَاعَنِي إِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلَى فُلَانٍ يُبَايِعُونَهُ، وَأَمْسَكْتُ يَدِي حَتَّى رَأَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْإِسْلَامِ يَدْعُونَ إِلَى مَحْقِ دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فَخَشِيتُ إِنْ لَمْ أَنْصُرِ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ أَنْ أَرَى فِيهِ ثَلْمًا أَوْ هَدْمًا تَكُونُ الْمُصِيبَةُ بِهِ عَلَيَّ أَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمُ الَّتِي إِنَّمَا هِيَ مَتَاعُ أَيَّامٍ قَلَائِلَ يَزُولُ مِنْهَا مَا كَانَ كَمَا يَزُولُ السَّرَابُ أَوْ كَمَا يَتَقَشَّعُ السَّحَابُ، فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْأَحْدَاثِ حَتَّى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ، وَاطْمَأَنَّ الدِّينُ وَتَنَهْنَهَ۔

(وَمِنْهُ) إِنِّي وَاللّٰهِ لَوْ لَقِيتُهُمْ وَاحِدًا وَهُمْ طِلَاعُ الْأَرْضِ كُلِّهَا مَا بَالَيْتُ وَلَا اسْتَوْحَشْتُ وَإِنِّي مِنْ ضَلَالِهِمُ الَّذِي هُمْ فِيهِ، وَالْهُدَى الَّذِي أَنَا عَلَيْهِ لَعَلَى بَصِيرَةٍ مِنْ نَفْسِي وَيَقِينٍ مِنْ رَبِّي۔ وَإِنِّي إِلَى لِقَاءِ اللّٰهِ وَحُسْنِ ثَوَابِهِ لَمُنْتَظِرٌ رَاجٍ۔ وَلٰكِنَّنِي آسَى أَنْ يَلِيَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ سُفَهَاؤُهَا وَفُجَّارُهَا فَيَتَّخِذُوا مَالَ اللّٰهِ دُوَلًا، وَعِبَادَهُ خَوَلًا، وَالصَّالِحِينَ حَرْبًا، وَالْفَاسِقِينَ حِزْبًا، فَإِنَّ مِنْهُمُ الَّذِي قَدْ شَرِبَ فِيكُمُ الْحَرَامَ وَجُلِدَ حَدًّا فِي الْإِسْلَامِ وَإِنَّ مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُسْلِمْ حَتَّى

کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے دوڑ پڑے۔ ان حالات میں میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہوکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور اہل اسلام کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لئے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی جتنی یہ مصیبت کہ تمہاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے۔ اس میں کی ہر چیز زائل ہوجائے گی اسطرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہوگیا اور دین محفوظ ہوکر تباہی سے بچ گیا۔

اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ ہے۔ بخدا اگر میں تن تنہا ان سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلوں اور زمین کی ساری وسعتیں اُن سے چھلک رہی ہوں، جب بھی میں پرواہ نہ کروں اور نہ پریشان ہوں اور میں جس گمراہی میں وہ ہیں اور جس ہدایت پر میں ہوں، اس کے متعلق پوری بصیرت اور اپنے پروردگار کے فضل و کرم سے یقین رکھتا ہوں اور میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کا مشتاق، اور اس کے حسن ثواب کے لئے دامن امید پھیلائے ہوئے منتظر ہوں۔ مگر مجھے اس کی فکر ہے کہ اس قوم پر حکومت کریں۔ بدمغز اور بدکردار لوگ اور وہ اللہ کے مال کو اپنی املاک اور اس کے بندوں کو غلام بنالیں، نیکوں سے برسرپیکار رہیں اور بدکرداروں کو اپنے جتھے میں رکھیں کیونکہ ان میں [2] بعض کا مشاہدہ تمہیں ہوچکا ہے کہ اُس نے تمہارے اندر شراب نوشی کی اور سلامی حد کے سلسلہ میں اُسے کوڑے لگائے گئے اور اُن میں ایسا شخص بھی ہے جو اس وقت تک اسلام نہیں لایا جب تک اُسے آمدنیاں نہیں ہوئیں۔ اگر اس کی فکر مجھے نہ ہوتی تو میں اس



رُضِخَتْ لَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ الرَّضَائِخُ، فَلَوْ لَا ذٰلِكَ مَا أَكْثَرْتُ تَأْلِيبَكُمْ وَ تَأْنِيبَكُمْ، وَجَمْعَكُمْ وَتَحْرِيضَكُمْ) وَلَتَرَكْتُكُمْ إِذَا أَبَيْتُمْ وَوَنَيْتُمْ۔

أَلَا تَرَوْنَ إِلَى أَطْرَافِكُمْ قَدِ انْتَقَصَتْ، وَإِلَى أَمْصَارِكُمْ قَدِ افْتُتِحَتْ وَإِلَى مَمَالِكِكُمْ تُزْوَى، وَإِلَى بِلَادِكُمْ تُغْزَى۔ انْفِرُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ إِلَى قِتَالِ عَدُوِّكُمْ، وَلَا تَثَّاقَلُوا إِلَى الْأَرْضِ فَتُقِرُّوا بِالْخَسْفِ وَتَبُوءُوا بِالذُّلِّ، وَيَكُونَ نَصِيبُكُمُ الْأَخَسَّ وَإِنَّ أَخَا الْحَرْبِ الْأَرِقُ۔ وَمَنْ نَامَ لَمْ يُنَمْ عَنْهُ۔ وَالسَّلَامُ۔

طرح تمہیں (جہاد پر) آمادہ نہ کرتا نہ اس طرح جھنجھوڑتا نہ تمہیں اکٹھا کرنے اور شوق دلانے کی کوشش کرتا، بلکہ تم سرتابی اور کوتاہی کرتے تو تم کو تمہارے حال پر چھوڑ دیتا۔

کیا تم دیکھتے نہیں کہ تمہارے شہروں کے حدود (روز بروز) کم ہوتے جارہے ہیں اور تمہارے ملک کے مختلف حصوں پر قبضہ کیا جارہا ہے، تمہاری ملکیتیں چھن رہی ہیں، اور تمہارے شہروں پر چڑھائیاں ہورہی ہیں۔ خدا تم پر رحم کرے۔ اپنے دشمنوں سے لڑنے کے لئے چل پڑو اور سست ہوکر زمین سے چمٹے نہ رہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ ظلم و ستم سہتے رہو گے اور ذلت میں پڑے رہو گے، اور تمہارا حصہ انتہائی پست ہوگا۔ سنو! جنگ آزما ہوشیار و بیدار رہا کرتا ہے اور جو سو جاتا ہے دشمن اُس سے غافل ہوکر سویا نہیں کرتا۔ والسلام۔

تشریح:۔

[1] پیغمبر اکرمؐ نے امیر المومنین کے بارے میں ھٰذا اخی ووصی وخلیفتی فیکم (یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم لوگوں میں میرا جانشین ہے) اور حجۃ الوداع سے پلٹتے ہوئے غدیر خم کے مقام پر "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" فرما کر نیابت و جانشینی کا مسئلہ طے کردیا تھا جس کے بعد کسی جدید انتخاب کی ضرورت ہی نہ تھی اور نہ یہ تصور و خیال کیا جاسکتا تھا کہ اہل مدینہ انتخاب کی ضرورت محسوس کریں گے۔ مگر کچھ اقتدار پرست افراد نے ان واضح ارشادات کو اس طرح نظر انداز کردیا کہ گویا اُن کے کان کبھی ان سے آشنا ہی نہ تھے اور انتخاب کو اس درجہ ضروری سمجھا کہ تجہیز و تکفین پیغمبرؐ کو چھوڑ چھاڑ کر سیقفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوگئے اور جمہوریت کے نام پر حضرت ابوبکر کو خلیفہ منتخب کرلیا۔ یہ موقع امیر المومنینؑ کے لئے انتہائی کشمکش کا تھا کیونکہ ایک طرف کچھ مفاد پرست لوگ یہ چاہ رہے تھے کہ آپ شمشیر بکف میدان میں اُتر آئیں اور دوسری طرف آپ یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ عرب جو اسلام کی طاقت سے مرعوب ہوکر اسلام لائے تھے مرتد ہوتے جارہے ہیں اور مسیلمہ کذاب و طلیحہ ابن خویلد قبیلوں کے قبیلوں کو گمراہی کی طرف جھونک رہے ہیں۔ ان حالات میں اگر خانہ جنگی شروع ہوگئی اور مسلمانوں کی تلواریں مسلمانوں کے مقابلے میں بے نیام ہوکر نکل آئیں تو ارتداد و نفاق کو قوتیں مل کر اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابود کردیں گی، اس لئے آپ نے جنگ پر وقتی سکوت کو ترجیح دی اور وحدت اسلامی کو برقرار رکھنے کے لئے تلوار کا سہارا لینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ احتجاج کافی سمجھا، کیونکہ آپ کو ظاہری اقتدار اتنا عزیز نہ تھا جتنی ملت کی فلاح و بہبود عزیز تھی اور منافقین کی ریشہ دوانیوں کے سدِّ باب اور فتنہ پردازوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ آپ اپنے حق سے دستبردار ہوکر جنگ کو ہوا نہ دیں اور یہ بقائے ملت و اسلام کے سلسلہ میں اتنا بڑا کارنامہ ہے جس کا تمام فِرَقِ اسلامیہ کو اعتراف ہے۔

۲ میں شراب نوشی کرنے والے سے مراد ولید ابن عقبہ ہے جس نے کوفہ میں شراب پی اور نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی اور اس کی پاداش میں اُسے کوڑے لگائے گئے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابوالفرج اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ:

كان الوليد زانيا يشرب الخمر فشرب بالكوفة وقام يصلي بهم الصبح في المسجد الجامع فصلي بهم اربع ركعات ثم التفت اليهم۔ فقال ازيد كم۔
(شرح ابن ابی الحدید ج۴ص۱۹۳)

ولید بدکار اور شراب خوار تھا۔ اس نے کوفہ میں شراب پی اور مسجد جامع میں لوگوں کو صبح کی نماز دو رکعت کے بجائے چار رکعت پڑھادی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہوا، اور کہا کہ اگر تم چاہو تو کچھ اور بڑھادوں۔

اور مالی انتفاع کی وجہ سے ایمان لانے والے سے مراد معاویہ ہے کہ جو صرف دنیوی انتفاعات کی وجہ سے اپنا رشتہ اسلام سے جوڑے ہوئے تھا۔

## مکتوب (۶۳)

(وَمِنْ كِتَاب لَهٗ عَلَيْهِ ال سَّلَامُ)
إِلَى اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَهُوَ عَامِلُهٗ عَلَى الْكُوْفَةِ وَقَدْ بَلَغَهٗ عَنْهُ تَثْبِيْطُهُ النَّاسَ عَنِ الْخُرُوْجِ إِلَيْهِ لَمَّا نَدَبَهُمْ لِحَرْبِ اَصْحَابِ الْجَمَلِ۔
مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ۔
أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِيْ عَنْكَ قَوْلٌ هُوَ لَكَ وَعَلَيْكَ، فَإِذَا قَدِمَ رَسُوْلِيْ عَلَيْكَ فَارْفَعْ ذَيْلَكَ، وَ اشْدُدْ مِئْزَرَكَ، وَاخْرُجْ مِنْ جُحْرِكَ، وَانْدُبْ مَنْ مَعَكَ فَإِنْ حَقَّقْتَ فَانْفُذْ، وَإِنْ تَفَشَّلْتَ فَابْعُدْ۔ وَايْمُ اللّٰهِ لَتُؤْتَيَنَّ مِنْ حَيْثُ أَنْتَ، وَلَا تُتْرَكُ حَتّٰى يُخْلَطَ زُبْدُكَ بِخَاثِرِكَ وَذَائِبُكَ

عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام:
جب حضرتؑ کو خبر پہنچی کہ وہ اہل کوفہ کو جنگ کے سلسلہ میں جبکہ آپ نے انہیں مدد کے لئے بلایا تھا روک رہا ہے۔
خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے عبداللہ ابن قیس (ابو موسیٰ) کے نام:
مجھے تمہاری طرف سے ایسی بات کی خبر ملی ہے جو تمہارے حق میں بھی ہوسکتی ہے اور تمہارے خلاف بھی پڑسکتی ہے۔ جب میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو (جہاد کے لئے) دامن گردان لو، کمر کس لو، اور اپنے بل سے باہر نکل آؤ، اور اپنے ساتھ والوں کو بھی دعوت دو، اور اگر حق تمہارے نزدیک ثابت ہے تو کھڑے ہو اور اگر بودا پن دکھانا ہے تو (ہماری نظروں سے) دور ہو جاؤ۔ خدا کی قسم تم گھیر گھار کر لائے جاؤ گے خواہ کہیں بھی ہو، اور چھوڑے نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ تم اپنی دو عملی کی وجہ سے بوکھلا اٹھو گے اور تمہارا سارا تار پور بکھر جائے گا۔ یہاں تک کہ تمہیں اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب نہ ہوگا، اور سامنے سے بھی



بِجَامِدِكَ، وَحَتّٰى تُعْجَلَ عَنْ قِعْدَتِكَ، وَتَحْذَرَ مِنْ أَمَامِكَ كَحَذَرِكَ مِنْ خَلْفِكَ وَمَا هِيَ بِالْهُوَيْنٰى الَّتِيْ تَرْجُوْ، وَلٰكِنَّهَا الدَّاهِيَةُ الْكُبْرٰى، يُرْكَبُ جَمَلُهَا وَيُذَلُّ صَعْبُهَا وَيَسْهَلُ جَبَلُهَا فَاعْقِلْ عَقْلَكَ، وَامْلِكْ اَمْرَكَ وَخُذْ نَصِيْبَكَ وَحَظَّكَ، فَإِنْ كَرِهْتَ فَتَنَحَّ إِلَى غَيْرِ رَحْبٍ، وَلَا فِيْ نَجَاةٍ، فَبِالْحَرِيِّ لَتُكْفَيَنَّ وَاَنْتَ نَائِمٌ حَتّٰى لَا يُقَالَ اَيْنَ فُلَانٌ وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَحَقٌّ مَعَ مُحِقٍّ وَمَا نُبَالِيْ مَا صَنَعَ الْمُلْحِدُوْنَ۔ وَالسَّلَامُ۔

اس طرح ڈرو گے جس طرح اپنے پیچھے سے ڈرتے ہو جیسا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ یہ کوئی آسان بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی مصیبت ہے جس کے اونٹ پر بہرحال سوار ہونا پڑے گا۔ اور اس کی دشواریوں کو ہموار کیا جائے گا اور اس پہاڑ کو سر کیا جائے گا لہٰذا اپنی عقل کو ٹھکانے پر لاؤ، اپنے حالات پر قابو حاصل کرو اور اپنا حظ و نصیب لینے کی کوشش کرو اور اگر یہ ناگوار ہے تو اُدھر دفان ہو جہاں نہ تمہارے لئے آؤ بھگت ہے نہ تمہارے لئے چھٹکارے کی کوئی صورت۔ اب یہی مناسب ہے کہ تمہیں بے ضرورت سمجھ کر نظر انداز کیا جائے۔ مزے سے سوئے پڑے رہو کوئی یہ بھی نہ پوچھے گا کہ فلاں ہے کہاں۔ خدا کی قسم یہ حق پرست کا صحیح اقدام ہے اور ہمیں بے دینوں کے کوتوتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہوسکتی۔ والسلام۔

تشریح:۔

۱ جب امیر المومنینؑ نے اہل بصرہ کی فتنہ انگیزی کو دبانے کے لئے قدم اٹھانا چاہا تو امام حسنؑ کے ہاتھ یہ مکتوب عامل کوفہ ابو موسیٰ اشعری کے نام بھیجا جس میں اس کی دورنگی اور متضاد روش پر اسے تہدید و سرزنش کرتے ہوئے اُسے آمادہ جہاد کرنا چاہا ہے کیونکہ وہ ایک طرف تو یہ کہتا تھا کہ امیر المومنین امام برحق ہیں اور ان کی بیعت صحیح ہے اور دوسری طرف یہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ ہوکر اہل قبلہ سے جنگ کرنا درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک فتنہ ہے اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہنا چاہئے۔ چنانچہ اس متضاد قول کی طرف حضرتؑ نے "ھولک وعلیک" سے اشارہ کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ حضرتؑ کو امام برحق سمجھتا ہے تو پھر اُن کے ساتھ ہوکر دشمن سے برسر پیکار ہونا کیوں غلط ہے اور اگر آپ کے ساتھ ہوکہ جنگ کرنا صحیح نہیں ہے تو آپؑ کو امام برحق سمجھنے کے کیا معنی۔

بہرحال اس کے جنگ سے روکنے اور قدم قدم پر رکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود اہل کوفہ جوق در جوق اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت کی سپاہ میں شامل ہوکر جنگ میں پورا حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ایسی شکست دی کہ وہ پھر فتنہ انگیزی کے لئے کھڑے ہونے کی جرأت نہ کرسکے۔

## مکتوب (۶۴)

(وَمِنْ كِتَاب لَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
إِلَى مُعَاوِيَةَ جَوَابًا عَنْ كِتَابِه
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّا كُنَّا نَحْنُ وَاَنْتُمْ عَلٰى مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْاُلْفَةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَفَرَّقَ

بجواب معاویہ:
جیسا کہ تم نے لکھا ہے (اسلام سے پہلے) ہمارے اور تمہارے درمیان اتفاق و اتحاد تھا لیکن کل ہم اور تم میں تفرقہ پڑا کہ ہم ایمان لائے اور تم نے کفر اختیار کیا اور آج یہ ہے کہ ہم حق پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں اور تم فتنوں میں پڑ گئے ہو اور تم

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَمْسِ أَنَّا آمَنَّا وَكَفَرْتُمْ، وَالْيَوْمَ أَنَّا اسْتَقَمْنَا وَفُتِنْتُمْ وَمَا أَسْلَمَ مُسْلِمُكُمْ إِلَّا كَرْهًا، وَبَعْدَ أَنْ كَانَ أَنْفُ الْإِسْلَامِ كُلُّهُ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ حِزْبًا۔ وَذَكَرْتَ أَنِّي قَتَلْتُ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ، وَشَرَّدْتُ بِعَائِشَةَ وَنَزَلْتُ بَيْنَ الْمِصْرَيْنِ، وَذٰلِكَ أَمْرٌ غِبْتَ عَنْهُ فَلَا عَلَيْكَ وَلَا الْعُذْرُ فِيهِ إِلَيْكَ۔ وَذَكَرْتَ أَنَّكَ زَائِرِي فِي الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَقَدِ انْقَطَعَتِ الْهِجْرَةُ يَوْمَ أُسِرَ أَخُوكَ، فَإِنْ كَانَ فِيكَ عَجَلٌ فَاسْتَرْفِهْ، فَإِنِّي إِنْ أَزُرْكَ فَذٰلِكَ جَدِيرٌ أَنْ يَكُونَ اللهُ إِنَّمَا بَعَثَنِي إِلَيْكَ لِلنِّقْمَةِ مِنْكَ، وَإِنْ تَزُرْنِي فَكَمَا قَالَ أَخُو بَنِي أَسَدٍ: مُسْتَقْبِلِينَ رِيَاحَ الصَّيْفِ تَضْرِبُهُمْ بِحَاصِبٍ بَيْنَ أَغْوَارٍ وَجُلْمُودِ۔
وَعِنْدِي السَّيْفُ الَّذِي أَعْضَضْتُهُ، بِجَدِّكَ وَخَالِكَ وَأَخِيكَ فِي مَقَامٍ وَاحِدٍ۔ وَإِنَّكَ وَاللهِ مَا عَلِمْتُ لَأَغْلَفُ الْقَلْبِ الْمُقَارِبُ الْعَقْلِ، وَالْأَوْلَى أَنْ يُقَالَ لَكَ إِنَّكَ رَقِيتَ سُلَّمًا أَطْلَعَكَ مَطْلَعَ سُوءٍ عَلَيْكَ لَا لَكَ، لِأَنَّكَ نَشَدْتَ غَيْرَ ضَالَّتِكَ، وَرَعَيْتَ غَيْرَ سَائِمَتِكَ، وَطَلَبْتَ أَمْرًا لَسْتَ مِنْ أَهْلِهِ وَلَا فِي مَعْدِنِهِ، فَمَا أَبْعَدَ قَوْلَكَ مِنْ فِعْلِكَ۔ وَقَرِيبٌ مَا أَشْبَهْتَ مِنْ

میں سے جو بھی اسلام لایا تھا وہ مجبوری سے اور وہ اس وقت کی جب تمام (اشرف عرب) اسلام لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ ہو چکے تھے تم نے (اپنے خط میں) ذکر کیا ہے کہ میں نے طلحہ و زبیر کو قتل کیا اور عائشہ کو گھر سے نکالا اور (مدینہ چھوڑ کر) کوفہ و بصرہ میں قیام کیا۔ مگر یہ وہ باتیں ہیں جن کا تم سے کوئی واسطہ نہیں، نہ تم پر کوئی زیادتی ہے اور نہ تم سے عذر خواہی کی اس میں ضرورت ہے۔

اور تم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تم مہاجرین و انصار کے جتھے کے ساتھ مجھ سے ملنے (مقابلہ) کو نکلنے والے ہو۔ لیکن ہجرت کا دروازہ تو اُسی دن بند ہو گیا تھا جس دن تمہارا بھائی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اگر جنگ کی تمہیں اتنی ہی جلدی ہے تو ذرا دم لو، ہو سکتا ہے کہ میں خود تم سے ملنے آ جاؤں۔ اور یہ ٹھیک ہوگا اس اعتبار سے کہ اللہ نے تمہیں سزا دینے کے لئے مجھے مقرر کیا ہوگا اور اگر تم مجھ سے ملنے کو آئے تو وہ ہوگا جو شاعر بنی اسد نے کہا ہے۔

”وہ موسم گرما کی ایسی ہواؤں کا سامنا کر رہے ہیں جو نشیبوں اور چٹانوں میں اُن پر سنگریزوں کی بارش کر رہی ہیں۔“

میرے ہاتھ میں وہی تلوار ہے جس کی گزند سے تمہارے نانا تمہارے ماموں اور تمہارے بھائی کو ایک ہی جگہ پہنچا چکا ہوں، خدا کی قسم تم جیسا میں جانتا ہوں، ایسے ہو جس کے دل پر تہیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور جس کی عقل بہت محدود ہے۔ تمہارے بارے میں یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تم ایک ایسی سیڑھی پر چڑھ گئے ہو جہاں پر تمہارے لئے بُرا منظر پیش نظر ہو سکتا ہے جس میں تمہارا بُرا ہی ہوگا، بھلا نہیں ہوگا کیونکہ غیر کی کھوئی ہوئی چیز کی جستجو میں ہو اور دوسرے کے چوپائے چرانے لگے ہو، اور ایسی چیز کے لئے ہاتھ پیر مار رہے ہو جس کے نہ تم اہل ہو، اور نہ تمہارا اس سے کوئی بنیادی لگاؤ ہے۔ تمہارے قول و فعل میں کتنا



أَعْمَامٍ وَأَخْوَالٍ حَمَلَتْهُمُ الشَّقَاوَةُ وَتَمَنِّي الْبَاطِلِ عَلَى الْجُحُودِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ، فَصُرِعُوا مَصَارِعَهُمْ حَيْثُ عَلِمْتَ، لَمْ يَدْفَعُوا عَظِيمًا، وَلَمْ يَمْنَعُوا حَرِيمًا بِوَقْعِ سُيُوفٍ مَا خَلَا مِنْهَا الْوَغَى وَلَمْ تُمَاشِهَا الْهُوَيْنَى۔
وَقَدْ أَكْثَرْتَ فِي قَتَلَةِ عُثْمَانَ فَادْخُلْ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ ثُمَّ حَاكِمِ الْقَوْمَ إِلَيَّ أَحْمِلْكَ وَإِيَّاهُمْ عَلَى كِتَابِ اللهِ تَعَالَى۔ وَأَمَّا تِلْكَ الَّتِي تُرِيدُ فَإِنَّهَا خُدْعَةُ الصَّبِيِّ عَنِ اللَّبَنِ فِي أَوَّلِ الْفِصَالِ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

فرق ہے اور تمہیں اپنے ان چچاؤں اور ماموؤں سے کتنی قریبی شباہت ہے جنہیں بدبختی و آرزوئے باطل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ کے انکار پر ابھارا تھا جس کے انجام میں وہ قتل ہو ہو کر گرے۔ اور جیسا تمہیں معلوم ہے نہ کسی بلا کو وہ ٹال سکے اور نہ اپنے مخصوص احاطہ کی حفاظت کر سکے اُن تلواروں کی مار سے جن سے میدان وغا خالی نہیں ہوتا اور جن میں سستی کا گزر نہیں۔

اور تم نے عثمان کے قاتلوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تو پہلے میری بیعت میں داخل ہو جاؤ جس میں سب داخل ہو چکے ہیں پھر میری عدالت میں اُن لوگوں پر مقدمہ دائر کرنا، تو میں کتاب خدا کی رو سے تمہارا اور اُن کا فیصلہ کر دوں گا۔ لیکن یہ جو تم چاہ رہے ہو تو یہ وہ دھوکا ہے جو بچہ کو دودھ سے روکنے کے لئے دیا جاتا ہے۔ سلام اُس پر جو اس کا اہل ہو۔

[1] معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا تھا جس میں باہمی یکجہتی و اتفاق کا تذکرہ کرنے کے بعد آپ پر طلحہ و زبیر کے قتل اور اُم المومنین عائشہ کو گھر سے بے گھر کرنے کا الزام لگایا، اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو مرکز قرار دینے پر اعتراض کیا اور آخر میں جنگ کی دھمکی دیتے ہوئے لکھا کہ میں انصار و مہاجرین کے جتھے کے ساتھ جنگ کے لئے نکلنے والا ہوں۔ حضرتؑ نے اس کے جواب میں یہ مکتوب اُس کے نام لکھا جس میں اُس کے دعویٰ اتحاد و یک جہتی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ مانا کہ ہم میں اور تم میں اتحاد ہوگا مگر اسلام کے بعد ہم میں اور تم میں ایسی خلیج حائل ہو چکی ہے جسے پاٹا نہیں جا سکتا، اور ایسا تفرقہ پڑ گیا ہے جسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ وہ اس طرح کہ ہم نے پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام میں سبقت کی اور تمہاری حالت یہ تھی کہ تم اس وقت کفر و جہالت میں پڑے ہوئے تھے جس سے ہماری اور تمہاری راہیں الگ الگ ہو گئیں۔ البتہ جب اسلام کے قدم جم گئے اور اشراف عرب حلقہ گوش اسلام ہو چکے، تو تم نے مجبوری کے عالم میں اطاعت قبول کر لی اور چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال کر اپنی جانوں کا تحفظ کر لیا۔ مگر در پردہ اُس کی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے لئے فتنوں کو ہوا دیتے رہے اور ہم نے چونکہ رضا و رغبت سے اسلام قبول کیا تھا اس لئے راہ حق پر جمے رہے اور کسی مرحلہ پر ہمارے ثبات قدم میں جنبش نہ آئی، لہٰذا تمہارا اسلام لانا بھی ہمیں تمہارا ہمنوا نہ بنا سکا۔

اب رہا اس کا یہ الزام کہ حضرتؑ نے طلحہ و زبیر کے قتل کا سر و سامان کیا تو اگر اس الزام کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو کیا یہ حقیقت نہیں کہ انہوں نے حضرت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت کی تھی اور بیعت کو توڑ کر جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا اگر وہ بغاوت کے سلسلہ میں مارے گئے تو اُن کا خون رائیگاں سمجھا جائے گا اور قتل کرنے والے پر الزام عائد نہ ہوگا۔ کیونکہ امام برحق کے خلاف بغاوت

کرنے والے کی سزا قتل اور اُس سے جنگ وقتال بلاشبہ جائز ہے اور اصل واقعہ یہ ہے کہ اس الزام کی کوئی اصلیت ہی نہیں ہے کیونکہ اپنے ہی گروہ کے ایک فرد کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ چنانچہ صاحب استیعاب تحریر فرماتے ہیں۔

رمی مروان طلحة بسهم ثم التفت الی ابان ابن عثمان فقال قد کفینا بعض قتلة ابیك۔ (استیعاب ج ۲ ص ۲۲۲)

مروان نے طلحہ کو تیر سے مارا اور پھر ابان ابن عثمان سے کہا کہ ہم نے تمہارے باپ کے بعض قاتلوں سے بدلہ لے کر تمہیں اس مہم سے سبکدوش کر دیا ہے۔

اور زبیر بصرہ سے پلٹتے ہوئے وادیٔ السباع میں عمرو ابن جرموز کے ہاتھ سے قتل ہوئے تھے جس میں امیر المومنینؑ کا کوئی ایما نہ تھا۔ اسی طرح حضرت عائشہ اس باغی گروہ کی سربراہ بن کر خود سے نکل کھڑی ہوئی تھیں اور امیر المومنینؑ نے متعدد دفعہ سمجھایا کہ وہ اپنے موقف کو پہچانیں اور اپنے حدود کار سے قدم باہر نہ نکالیں۔ مگر اُن پر ان باتوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔

اسی نوعیت کی یہ نکتہ چینی ہے کہ حضرت نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اس لئے دار الخلافہ بنایا کہ مدینہ بُروں کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور گندگی کو چھانٹ دیتا ہے۔ اس کا جواب تو بس اتنا ہی ہے کہ وہ خود بھی تو مدینہ کو چھوڑ کر ہمیشہ شام ہی کو اپنا مرکز بنائے رہا تو اس صورت میں اُسے حضرت کے مرکز بدلنے پر کیا حق اعتراض پہنچتا ہے۔ اگر حضرت نے مدینہ کو چھوڑا تو اُس کی وجہ وہ شورشیں تھیں جو ہر طرف سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں جن کی روک تھام کے لئے ایسے ہی مقام کو مرکز قرار دینا مفید ثابت ہوسکتا تھا کہ جہاں سے ہر وقت فوجی امداد حاصل کی جاسکے۔

چنانچہ امیر المومنینؑ نے جنگ جمل کے موقع پر دیکھ لیا تھا کہ اہل کوفہ کی خاصی بڑی اکثریت نے آپ کے ساتھ تعاون کیا ہے لہٰذا اسے فوجی چھاؤنی قرار دے کر بڑی آسانی سے دشمن کا دفاع کیا جاسکتا ہے اور مدینہ نہ فوجی کمک کے اعتبار سے اور نہ رسد رسانی کے لحاظ سے مفید تھا۔

آخر میں معاویہ کی یہ دھمکی کہ وہ مہاجرین وانصار کے گروہ کے ساتھ نکلنے والا ہے، تو حضرتؑ نے اُس کا بڑے لطیف پیرایہ میں یہ جواب دیا ہے کہ اب تم مہاجر کہاں سے لاؤ گے جبکہ ہجرت کا دروازہ اُسی دن بند ہوگیا تھا کہ جب تمہارا بھائی یزید ابن ابی سفیان اسیر ہوا تھا اور یہ فتح مکہ کے موقع پر گرفتار ہوا تھا اور فتح مکہ کے بعد ہجرت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ کوئی مہاجر کہلا سکے۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا ھجرة بعد الفتح ''فتح کے بعد ہجرت نہیں ہے۔''

## مکتوب (۶۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَيْهِ أَيْضًا:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ آنَ لَكَ أَنْ تَنْتَفِعَ بِاللَّمْحِ الْبَاصِرِ مِنْ عِيَانِ الْأُمُورِ فَقَدْ سَلَكْتَ مَدَارِجَ أَسْلَافِكَ بِادِّعَائِكَ الْأَبَاطِيلَ وَإِقْحَامِكَ غُرُورَ الْمَيْنِ وَالْأَكَاذِيبِ وَبِانْتِحَالِكَ مَا قَدْ عَلَا عَنْكَ، وَابْتِزَازِكَ لِمَا اخْتُزِنَ دُونَكَ، فِرَارًا مِنَ الْحَقِّ وَجُحُودًا لِمَا هُوَ أَلْزَمُ لَكَ مِنْ لَحْمِكَ وَدَمِكَ مِمَّا قَدْ وَعَاهُ سَمْعُكَ، وَمُلِئَ بِهِ صَدْرُكَ، فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ الْمُبِينُ، وَبَعْدَ الْبَيَانِ إِلَّا اللَّبْسُ۔ فَاحْذَرِ الشُّبْهَةَ وَاشْتِمَالَهَا عَلَى لُبْسَتِهَا، فَإِنَّ الْفِتْنَةَ طَالَمَا أَغْدَفَتْ جَلَابِيبَهَا وَأَعْشَتِ الْأَبْصَارَ ظُلْمَتُهَا۔ وَقَدْ أَتَانِي كِتَابٌ مِنْكَ ذُو أَفَانِينَ مِنَ الْقَوْلِ ضَعُفَتْ قُوَاهَا عَنِ السِّلْمِ وَأَسَاطِيرَ لَمْ يَحُكْهَا مِنْكَ عِلْمٌ وَلَا حِلْمٌ، أَصْبَحْتَ مِنْهَا كَالْخَائِضِ فِي الدَّهَاسِ، وَالْخَابِطِ فِي الدِّيمَاسِ وَتَرَقَّيْتَ إِلَى مَرْقَبَةٍ بَعِيدَةِ الْمَرَامِ نَازِحَةِ الْأَعْلَامِ تَقْصُرُ دُونَهَا الْأَنُوقُ وَيُحَاذَى بِهَا الْعَيُّوقُ۔ وَحَاشَا لِلّٰهِ أَنْ تَلِيَ لِلْمُسْلِمِينَ بَعْدِي صَدَرًا أَوْ وِرْدًا، أَوْ أُجْرِيَ لَكَ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ عَقْدًا أَوْ عَهْدًا، فَمِنَ الْآنَ فَتَدَارَكْ نَفْسَكَ وَانْظُرْ لَهَا، فَإِنَّكَ إِنْ فَرَّطْتَ حَتَّى يَنْهَدَ إِلَيْكَ عِبَادُ اللّٰهِ أُرْتِجَتْ عَلَيْكَ الْأُمُورُ وَمُنِعْتَ أَمْرًا هُوَ مِنْكَ الْيَوْمَ مَقْبُولٌ۔ وَالسَّلَامُ۔

معاویہ کے نام:[1]

اب اس کا وقت ہے کہ روشن حقیقتوں کو دیکھ کر اُن سے فائدہ اٹھالو، مگر تم تو باطل دعویٰ کرنے کذب وفریب میں لوگوں کو جھونکنے، اپنی حیثیت سے بلند چیز کا اِدّعا کرنے اور ممنوعہ چیزوں کو ہتھیا لینے میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر چل رہے ہو۔ یہ اس لئے کہ حق سے بھاگنا چاہتے ہو اور ان چیزوں سے کہ جو گوشت وخون سے بھی زیادہ تم سے چمٹی ہوئی ہیں اور تمہارے کانوں میں محفوظ اور سینے میں بھری ہوئی ہیں۔ انکار کرنا چاہتے ہو تو حق کو چھوڑنے کے بعد کھلی ہوئی گمراہی و بیان حقیقت کے نظر انداز کئے جانے کے بعد سراسر فریب کاری کے سوا اور ہے ہی کیا؟ لہٰذا شبہات اور ان کی تلبیس کاریوں سے بچو۔ کیونکہ فتنے مدت سے دامن لٹکائے ہوئے ہیں اور ان کے اندھیروں نے آنکھوں کو چوندھیا رکھا ہے۔

تمہارا خط مجھے ملا ہے کہ جس میں قسم قسم کی بے جوڑ باتیں ہیں جن سے صلح دامن کے مقصد کو کوئی تقویت نہیں پہنچ سکتی اور اس میں ایسے خرافات ہیں کہ جن کے تانے بانے کو علم و دانائی سے نہیں بنا۔ تم تو ان باتوں کی وجہ سے ایسے ہوگئے ہو جیسے کوئی دلدل میں دھنستا جا رہا ہو اور اندھے کنوئیں میں ہاتھ پیر مار رہا ہو تم اپنے کو اونچا کر کے ایسی بلند بام اور گم کردہ نشان چوٹی تک لے گئے ہو کہ عقاب بھی وہاں پر نہیں مار سکتا، اور ستارہ عیوق کی بلندی سے ٹکر لے رہی ہے۔

حَاشَا وکلا یہ کہاں ہوسکتا ہے کہ تم میرے با اقتدار ہونے کے بعد مسلمانوں کے حل وعقد کے مالک بنو، یا میں تمہیں کسی ایک شخص پر بھی حکومت کا کوئی پروانہ یا دستاویز لکھ دوں۔ خیر! اب کے سہی۔ اپنے نفس کو بچاؤ اور اُس کی دیکھ بھال کرو۔ کیونکہ اگر تم نے اس وقت تک کوتاہی کی کہ جب خدا کے بندے تمہارے مقابلہ کو اٹھ کھڑے ہوئے پھر تمہاری ساری راہیں بند ہو جائیں گی اور جو صورت تم سے آج قبول کی جاسکتی ہے اُس وقت قبول نہ کی جائے گی۔ والسلام۔

[1] جنگ خوارج کے اختتام پر معاویہ نے امیر المومنینؑ کو ایک خط تحریر کیا جس میں حسب عادت الزام تراشی سے کام لیا۔ اس کے

جواب میں حضرتؑ نے یہ مکتوب اس کے نام لکھا۔ اس میں جس روشن حقیقت کی طرف معاویہ کو متوجہ کرنا چاہا ہے وہ یہی خوارج کی جنگ اور اس میں آپ کی نمایاں کامیابی ہے۔ کیونکہ یہ جنگ پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی اور خود حضرت بھی جنگ کے واقع ہونے سے قبل فرما چکے تھے کہ مجھے اصحاب جمل و صفین کے علاوہ ایک اور گروہ سے بھی لڑنا ہے اور وہ مارقین (دین سے برگشتہ ہونے والے خوارج) کا ہے۔ لہٰذا اس جنگ کا واقع ہونا، اور پیغمبرؐ کی پیشین گوئی کے مطابق ذوالثدیہ کا مارا جانا حضرتؑ کی صداقت کی ایک روشن دلیل تھا۔ اگر معاویہ شخصی نمود اور ملک گیری کی ہوس میں مبتلا نہ ہوتا اور اپنے اسلاف ابوسفیان و عتبہ کی طرح حق سے چشم پوشی نہ کرتا، تو وہ حق کو دیکھ کر اُس کی راہ پر آ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنی افتاد طبع سے مجبور ہو کر ہمیشہ حق و صداقت سے پہلو بچاتا رہا اور ان ارشادات سے جو حضرت کی امامت و وصایت پر روشنی ڈالتے تھے آنکھ بند کئے پڑا رہا۔ حالانکہ حجۃ الوداع میں شریک ہونے کی وجہ سے پیغمبرؐ کا قول من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور غزوہ تبوک کے موقعہ پر موجود ہونے کی وجہ سے یاعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ اس سے مخفی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ حق پوشی و باطل کوشی میں زندگی کے لمحات بسر کرتا رہا۔ یہ کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ صرف ہوس اقتدار اسے حق و انصاف کے کچلنے اور دبانے پر ابھارتی رہی۔

## مکتوب (٦٦)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِلَى عَبْدِ اللهِ ابْنِ الْعَبَّاسِ۔ وَقَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ بِخِلَافِ هٰذِهِ الرِّوَايَةِ:

عبد اللہ ابن عباس کے نام:

یہ خط اس سے پہلے دوسری عبارت میں درج کیا جا چکا ہے۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْمَرْءَ لَيَفْرَحُ بِالشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيَفُوْتَهُ وَيَحْزَنُ عَلَى الشَّيْءِ الَّذِیْ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ۔ فَلَا يَكُنْ اَفْضَلُ مَانِلْتَ فِیْ نَفْسِكَ مِنْ دُنْيَاكَ بُلُوْغَ لَذَّةٍ اَوْ شِفَآءَ غَيْظٍ، وَلٰكِنْ اِطْفَآءَ بَاطِلٍ اَوْ اِحْيَاءَ حَقٍّ وَلْيَكُنْ سُرُوْرُكَ بِمَا قَدَّمْتَ، وَاَسَفُكَ عَلٰى خَلَّفْتَ، وَهَمُّكَ فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

بندہ کبھی اس شے کو پا کر خوش ہونے لگتا ہے جو اس کے ہاتھ سے جانے والی تھی ہی نہیں اور ایسی چیز کی وجہ سے رنجیدہ ہوتا ہے جو اُسے ملنے والی ہی نہ تھی۔ لہٰذا لذت کا حصول اور جذبہ انتقال کو فرو کرنا ہی تمہاری نظروں میں دنیا کی بہترین نعمت نہ ہو، بلکہ باطل کو مٹانا اور حق کو زندہ کرنا ہو اور تمہاری خوشی اس ذخیرہ پر ہونا چاہئے جو تم نے آخرت کے لئے فراہم کیا ہے۔ اور تمہارا رنج اس سرمایہ پر ہونا چاہئے جسے صحیح مصرف میں صرف کئے بغیر چھوڑ رہے ہو اور تمہیں فکر صرف موت کے بعد کی ہونا چاہئے۔

## مکتوب (٦٧)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلٰى قُثَمِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلٰى مَكَّةَ

اَمَّا بَعْدُ، فَاَقِمْ لِلنَّاسِ الْحَجَّ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ

والئ مکہ قثم ابن عباس کے نام:

لوگوں کے لئے حج کے قیام کا سروسامان کرو اور اللہ کے یادگار دنوں کی یاد لاؤ اور لوگوں کے لئے صبح و شام اپنی نشست قرار



اللهِ، وَاجْلِسْ لَهُمُ الْعَصْرَيْنِ فَاَفْتِ الْمُسْتَفْتِيَ وَعَلِّمِ الْجَاهِلَ وَذَاكِرِ الْعَالِمَ۔ وَلَا يَكُنْ لَكَ اِلَى النَّاسِ سَفِيْرٌ اِلَّا لِسَانُكَ، وَلَا حَاجِبٌ اِلَّا وَجْهُكَ، وَلَا تَحْجُبَنَّ ذَا حَاجَةٍ عَنْ لِقَائِكَ بِهَا، فَاِنَّهَا اِنْ ذِيْدَتْ عَنْ اَبْوَابِكَ فِيْ اَوَّلِ وِرْدِهَا لَمْ تُحْمَدْ فِيْمَا بَعْدُ عَلٰى قَضَآئِهَا۔

دو۔ مسئلہ پوچھنے والے کو مسئلہ بتاؤ، جاہل کو تعلیم دو، اور عالم سے تبادلہ خیالات کرو۔ اور دیکھو لوگوں تک پیغام پہنچانے کے لئے تمہاری زبان کے سوا کوئی سفیر نہ ہونا چاہئے اور تمہارے چہرے کے سوا کوئی تمہارا دربان نہ ہونا چاہئے اور کسی ضرورت مند کو اپنی ملاقات سے محروم نہ کرنا اس لئے کہ پہلی دفعہ اگر حاجت تمہارے دروازوں سے ناکام واپس کردی گئی تو بعد میں اُسے پورا کردینے سے بھی تمہاری تعریف نہ ہوگی۔

وَانْظُرْ اِلٰى مَا اجْتَمَعَ عِنْدَكَ مِنْ مَالِ اللهِ فَاصْرِفْهُ اِلٰى مَنْ قِبَلَكَ مِنْ ذَوِي الْعِيَالِ وَالْمَجَاعَةِ مُصِيْبًا بِهٖ مَوَاضِعَ الْفَاقَةِ وَالْخَلَّاتِ، وَمَا فَضَلَ عَنْ ذٰلِكَ فَاحْمِلْهُ اِلَيْنَا لِنَقْسِمَهُ فِيْمَنْ قِبَلَنَا۔

اور دیکھو! تمہارے پاس جو اللہ کا مال جمع ہو اُسے اپنی طرف کے عیال داروں اور بھوکے ننگوں تک پہنچاؤ۔ اس لحاظ کیساتھ کہ وہ استحقاق اور احتیاج کے صحیح مرکزوں تک پہنچے اور جو اس سے بچ رہے اُسے ہماری طرف بھیج دو تاکہ ہم اُسے ان لوگوں میں بانٹیں جو ہماری گرد جمع ہیں۔

وَمُرْ اَهْلَ مَكَّةَ اَنْ لَا يَاْخُذُوْا مِنْ سَاكِنٍ اَجْرًا فَاِنَّ اللهَ سُبْحَانَهُ يَقُوْلُ: "سَوَآءً ن الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ" فَالْعَاكِفُ الْمُقِيْمُ بِهٖ وَالْبَادِيْ الَّذِيْ يَحُجُّ اِلَيْهِ مِنْ غَيْرِ اَهْلِهٖ۔ وَفَّقَنَا اللهُ وَاِيَّاكُمْ لِمَحَابِّهٖ۔ وَالسَّلَامُ۔

اور مکّہ والوں کو حکم دو کہ وہ باہر سے آکر ٹھہرنے والوں سے کرایہ نہ لیں کیونکہ اللہ سبحانہ فرماتا ہے کہ اس میں عاکف اور بادی یکساں ہیں۔ عاکف وہ ہے جو اس میں مقیم ہو اور بادی وہ ہے جو باہر سے حج کے لئے آیا ہو۔ خداوند عالم ہمیں اور تمہیں پسندیدہ کاموں کی توفیق دے۔ والسلام۔

## مکتوب (٦٨)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِلٰى سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَبْلَ اَيَّامِ خِلَافَتِهٖ۔

اپنے زمانہ خلافت سے قبل سلمان فارسی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا مَثَلُ الدُّنْيَا مَثَلُ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا، قَاتِلٌ سَمُّهَا، فَاَعْرِضْ عَمَّا يُعْجِبُكَ فِيْهَا لِقِلَّةِ مَا يَصْحَبُكَ مِنْهَا، وَضَعْ عَنْكَ

دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اس کا زہر مہلک ہوتا ہے۔ لہٰذا دنیا میں جو چیزیں تمہیں اچھی معلوم ہوں اُن سے منہ موڑے رہنا کیونکہ ان میں سے تمہارے ساتھ جانے والی چیزیں بہت کم ہیں اس کی فکروں کو اپنے سے دور رکھو۔ کیونکہ تمہیں اس کے جدا ہو جانے اور اس

هُمُومَهَا لِمَا اَيْقَنْتَ مِنْ فِرَاقِهَا، وَتَصَرُّفِ حَالَاتِهَا، وَكُنْ اَنَسَ مَا تَكُونُ بِهَا اَحْذَرَ مَا تَكُونُ مِنْهَا، فَاِنَّ صَاحِبَهَا كُلَّمَا اطْمَاَنَّ اِلٰى سُرُورٍ اَشْخَصَتْهُ عَنْهُ اِلٰى مَحْذُورٍ۔ اَوْ اِلٰى اِينَاسٍ اَزَالَتْهُ عَنْهُ اِلٰى اِيحَاشٍ۔

کے حالات کے "پلٹا کھانے کا یقین ہے اور جس وقت اُس سے بہت زیادہ وابستگی محسوس کرو، اُسی وقت اُس سے زیادہ پریشان ہو، کیونکہ جب بھی دنیا دار اُس کی مسرت پر مطمئن ہو جاتا ہے تو وہ اُسے سختیوں میں جھونک دیتی ہے یا اُس کے اُنس پر بھروسا کر لیتا ہے تو وہ اُس کے اُنس کو وحشت و ہراس سے بدل دیتی ہے۔

## مکتوب (۶۹)

وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ:
اِلٰى الْحَارِثِ الْهَمْدَانِيِّ:
وَتَمَسَّكْ بِحَبْلِ الْقُرْاٰنِ وَانْتَصِحْهُ۔ وَاَحِلَّ حَلَالَهُ وَحَرِّمْ حَرَامَهُ، وَصَدِّقْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبِرْ بِمَا سَلَفَ مِنَ الْحَقِّ وَاعْتَبِرْ بِمَا مَضَى مِنَ الدُّنْيَا مَابَقِيَ مِنْهَا فَاِنَّ بَعْضَهَا يُشْبِهُ بَعْضًا، وَاٰخِرَهَا لَاحِقٌ بِاَوَّلِهَا، وَكُلَّهَا حَائِلٌ مُفَارِقٌ وَعَظِّمِ اسْمَ اللّٰهِ اَنْ تَذْكُرَهُ اِلَّا عَلٰى حَقٍّ وَاَكْثِرْ ذِكْرَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَلَا تَتَمَنَّ الْمَوْتَ اِلَّا بِشَرْطٍ وَثِيقٍ۔ وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يَرْضَاهُ صَاحِبُهُ لِنَفْسِهِ وَيَكْرَهُ لِعَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ۔ وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ يُعْمَلُ بِهِ فِي السِّرِّ وَيُسْتَحٰى مِنْهُ فِي الْعَلَانِيَةِ وَاحْذَرْ كُلَّ عَمَلٍ اِذَا سُئِلَ عَنْهُ صَاحِبُهُ أَنْكَرَهُ أَوِ اعْتَذَرَ مِنْهُ وَلَا تَجْعَلْ عِرْضَكَ غَرَضًا لِنِبَالِ الْقَوْلِ وَلَا تُحَدِّثِ النَّاسَ بِكُلِّ مَا سَمِعْتَ فَكَفٰى بِذٰلِكَ كَذِبًا، وَلَا تَرُدَّ عَلَى

حارث ہمدانی کے نام:
قرآن کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، اس سے پند و نصیحت حاصل کرو، اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو، اور گذشتہ حق کی باتوں کی تصدیق کرو، اور گزری ہوئی دنیا سے باقی دنیا کے بارے میں عبرت حاصل کرو۔ کیونکہ اس کا ہر دور دوسرے دور سے ملتا جلتا ہے اور اس کا آخر بھی اپنے اول سے ملنے والا ہے اور یہ دنیا سب کی سب فنا ہونے والی اور بچھڑ جانے والی ہے۔ دیکھو! اللہ کی عظمت کے پیش نظر حق بات کے علاوہ اُس کے نام کو قسم نہ کھاؤ۔ موت اور موت کے بعد کی منزل کو بہت زیادہ یاد کرو۔ موت کے طلب گار نہ بنو، مگر قابل اطمینان شرائط کے ساتھ اور ہر اُس کام سے بچو جو آدمی اپنے لئے پسند کرتا ہو، اور عام مسلمانوں کے لئے اُسے ناپسند کرتا ہو۔ ہر اُس کام سے دور رہو جو چوری چھپے کیا جا سکتا ہو، مگر علانیہ کرنے میں شرم دامن گیر ہوتی ہو، اور ہر اُس فعل سے کنارہ کش ہو کر کہ جب اُس کے مرتکب ہونے والے سے جواب طلب کیا جائے، تو وہ خود بھی اسے بُرا قرار دے یا معذرت کرنے کی ضرورت پڑے۔ اپنی عزت و آبرو کو چہ میگوئیوں کے تیروں کا نشانہ نہ بناؤ جو سنو اُسے لوگوں سے واقعہ کی حیثیت سے بیان نہ کرتے پھرو کہ جھوٹا قرار پانے کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا اور لوگوں کو اُن کی ہر بات



النَّاسِ كُلَّ مَا حَدَّثُوكَ بِهِ فَكَفٰى بِذٰلِكَ جَهْلًا۔ وَاكْظِمِ الْغَيْظَ وَتَجَاوَزْ عِنْدَ الْمَقْدِرَةِ، وَاحْلُمْ عِنْدَ الْغَضَبِ، وَاصْفَحْ مَعَ الدَّوْلَةِ تَكُنْ لَكَ الْعَاقِبَةُ وَاسْتَصْلِحْ كُلَّ نِعْمَةٍ اَنْعَمَهَا اللّٰهُ عَلَيْكَ۔ وَلَا تُضَيِّعَنَّ نِعْمَةً مِنْ نِعَمِ اللّٰهِ عِنْدَكَ، وَلْيُرَ عَلَيْكَ اَثَرُ مَا أَنْعَمَ اللّٰهُ بِهِ عَلَيْكَ۔
وَاعْلَمْ أَنَّ أَفْضَلَ الْمُؤْمِنِينَ أَفْضَلُهُمْ تَقْدِمَةً مِنْ نَفْسِهِ وَأَهْلِهِ وَمَالِهِ، فَاِنَّكَ مَاتُقَدِّمْ مِنْ خَيْرٍ يَبْقَ لَكَ ذُخْرُهُ۔ وَمَا تُؤَخِّرْهُ يَكُنْ لِغَيْرِكَ خَيْرُهُ۔ وَاحْذَرْ صَحَابَةَ مَنْ يَفِيلُ رَأْيُهُ وَيُنْكَرُ عَمَلُهُ فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ عَمَلُهُ فَاِنَّ الصَّاحِبَ مُعْتَبَرٌ بِصَاحِبِهِ۔ وَاسْكُنِ الْاَمْصَارَ الْعِظَامَ فَاِنَّهَا جِمَاعُ الْمُسْلِمِينَ وَاحْذَرْ مَنَازِلَ الْغَفْلَةِ وَالْجَفَاءِ وَالْجَفَاءِ وَقِلَّةِ الْاَعْوَانِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ۔ وَاقْصُرْ رَأْيَكَ عَلٰى مَا يَعْنِيكَ، وَاِيَّاكَ وَمَقَاعِدَ الْاَسْوَاقِ فَاِنَّهَا مَحَاضِرُ الشَّيْطَانِ وَمَعَارِضُ الْفِتَنِ۔ وَأَكْثِرْ اَنْ تَنْظُرَ اِلٰى مَنْ فُضِّلْتَ عَلَيْهِ فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَبْوَابِ الشُّكْرِ۔ وَلَا تُسَافِرْ فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ حَتّٰى تَشْهَدَ الصَّلٰوةَ اِلَّا فَاصِلًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، أَوْ فِي أَمْرٍ تُعْذَرُ بِهِ ۔ وَاَطِعِ اللّٰهَ فِي جَمِيعِ اُمُورِكَ فَاِنَّ طَاعَةَ اللّٰهِ فَاضِلَةٌ عَلٰى مَاسِوَاهَا۔ وَخَادِعْ نَفْسَكَ فِي الْعِبَادَةِ

میں جھٹلانے میں نہ لگو کہ یہ پوری پوری جہالت ہے۔ غصہ کو ضبط کرو، اور اختیار و اقتدار کے ہوتے ہوئے عفو و درگزر سے کام لو، اور غصہ کے وقت برد باری اختیار کرو اور دولت و اقتدار کے ہوتے ہوئے معاف کرو، تو انجام کی کامیابی تمہارے ہاتھ رہے گی۔ اور اللہ نے جو نعمتیں تمہیں بخشی ہیں (اُن پر شکر بجا لاتے ہوئے) اُن کی بہبودی چاہو اور اُس کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کسی نعمت کو ضائع نہ کرو۔ اور اُس نے جو انعامات تمہیں بخشے ہیں اُن کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔
اور یاد رکھو کہ ایمان والوں میں سب سے افضل وہ ہے جو اپنی طرف سے اور اپنے اہل و عیال اور مال کی طرف سے خیرات کرے کیونکہ تم آخر کے لئے جو کچھ بھی بھیج دو گے وہ ذخیرہ بن کر تمہارے لئے محفوظ رہے گا اور جو پیچھے چھوڑ جاؤ گے اُس سے دوسرے فائدہ اٹھائیں گے اور اُس آدمی کی صحبت سے بچو جس کی رائے کمزور اور افعال بُرے ہوں۔ کیونکہ آدمی کا اس کے ساتھی پر قیاس کیا جاتا ہے بڑے شہروں میں رہائش رکھو۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے اجتماعی مرکز ہوتے ہیں۔ غفلت اور بیوفائی کی جگہوں اور اُن مقامات سے کہ جہاں اللہ کی اطاعت میں مدد گاروں کی کمی ہو، پرہیز کرو، اور صرف مطلب کی باتوں میں اپنی فکر پیمائی کو محدود رکھو، اور بازاری اڈوں میں اٹھنے بیٹھنے سے الگ رہو۔ کیونکہ یہ شیطان کی بیٹھکیں اور فتنوں کی آماج گاہیں ہوتی ہیں اور جو لوگ تم سے پست حیثیت کے ہیں انہی کو زیادہ دیکھا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے شکر کا ایک راستہ ہے۔ جمعہ کے دن نماز میں حاضر ہوئے بغیر سفر نہ کرنا، مگر یہ کہ خدا کی راہ میں جہاد کے لئے جانا ہو یا کوئی معذوری درپیش ہو اور اپنے تمام کاموں میں اللہ کی اطاعت کرو، کیونکہ اللہ کی اطاعت دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔ اپنے نفس کو بہانے کر کر کے عبادت کی راہ پر لاؤ، اور اُس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔ دباؤ سے کام نہ لو۔ جب

وَارْفُقْ بِهَا وَلَا تَقْهَرْهَا۔ وَخُذْ عَفْوَهَا وَنَشَاطَهَا إِلَّا مَا كَانَ مَكْتُوبًا عَلَيْكَ مِنَ الْفَرِيضَةِ فَإِنَّهُ لَا بُدَّ مِنْ قَضَائِهَا وَتَعَاهُدِهَا عِنْدَ مَحَلِّهَا۔ وَإِيَّاكَ أَنْ يَنْزِلَ بِكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ آبِقٌ مِنْ رَبِّكَ فِي طَلَبِ الدُّنْيَا۔ وَإِيَّاكَ وَمُصَاحَبَةَ الْفُسَّاقِ فَإِنَّ الشَّرَّ بِالشَّرِّ مُلْحَقٌ۔ وَوَقِّرِ اللّٰهَ وَأَحْبِبْ أَحِبَّاءَهُ۔ وَاحْذَرِ الْغَضَبَ فَإِنَّهُ جُنْدٌ عَظِيمٌ مِنْ جُنُودِ إِبْلِيسَ۔ وَالسَّلَامُ۔

وہ دوسری فکروں سے فارغ البال اور چونچال ہو، اُس وقت اُس سے عبادت کا کام لو۔ مگر جو واجب عبادتیں ہیں اُن کی بات دوسری ہے۔ انہیں تو بہرحال ادا کرنا ہے اور وقت پر بجا لانا ہے۔ اور دیکھو ایسا نہ ہو کہ موت تم پر آپڑے اس حال میں کہ تم اپنے پروردگار سے بھاگے ہوئے دنیا طلبی میں لگے رہو۔ اور فاسقوں کی صحبت سے بچے رہنا کیونکہ بُرائی بُرائی کی طرف بڑھا کرتی ہے اور اللہ کی عظمت و توقیر کا خیال رکھو، اور اُس کے دوستوں سے دوستی کرو اور غصے سے ڈرو، کیونکہ یہ شیطان کے لشکروں میں سے ایک بڑا لشکر ہے۔ والسلام۔

## مکتوب (۷۰)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

(إِلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ الْأَنْصَارِيِّ وَهُوَ عَامِلُهُ عَلَى الْمَدِينَةِ فِي مَعْنَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِهَا لَحِقُوا بِمُعَاوِيَةَ):

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ بَلَغَنِي أَنَّ رِجَالًا مِمَّنْ قِبَلَكَ يَتَسَلَّلُونَ إِلَى مُعَاوِيَةَ فَلَا تَأْسَفْ عَلَى مَا يَفُوتُكَ مِنْ عَدَدِهِمْ وَيَذْهَبُ عَنْكَ مِنْ مَدَدِهِمْ۔ فَكَفَى لَهُمْ غَيًّا وَلَكَ مِنْهُمْ شَافِيًا فِرَارُهُمْ مِنَ الْهُدَى وَالْحَقِّ وَإِيضَاعُهُمْ إِلَى الْعَمَى وَالْجَهْلِ، وَإِنَّمَا هُمْ أَهْلُ دُنْيَا مُقْبِلُونَ عَلَيْهَا وَمُهْطِعُونَ إِلَيْهَا، وَقَدْ عَرَفُوا الْعَدْلَ وَرَأَوْهُ وَسَمِعُوهُ وَوَعَوْهُ، وَعَلِمُوا أَنَّ النَّاسَ عِنْدَنَا فِي الْحَقِّ أُسْوَةٌ فَهَرَبُوا إِلَى الْأَثَرَةِ فَبُعْدًا لَهُمْ وَسُحْقًا۔

والیٔ مدینہ سہل ابن حنیف انصاری کے نام!

مدینے کے کچھ باشندوں کے بارے میں جو معاویہ سے جا کر مل گئے تھے۔

مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے یہاں کے کچھ لوگ چپکے چپکے معاویہ کی طرف کھسک رہے ہیں تم اس تعداد پر کہ جو نکل گئی ہے اور اس کمک پر کہ جو جاتی رہی ہے ذرا افسوس نہ کرو۔ اُن کے گمراہ ہو جانے اور تمہارے اس قلق و اندوہ سے چھٹکارا پانے کے لئے یہی بہت ہے کہ وہ حق و ہدایت کی طرف سے بھاگ رہے ہیں، اور جہالت و گمراہی کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ یہ دنیا دار ہیں جو دنیا کی طرف جھک رہے ہیں اور اُسی کی طرف تیزی سے لپک رہے ہیں۔ انہوں نے عدل کو پہچانا، دیکھا، سنا اور محفوظ کیا اور اُسے خوب سمجھ لیا کہ یہاں حق کے اعتبار سے سب برابر سمجھے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ اُدھر بھاگ کھڑے ہوئے جہاں جنبہ داری اور تخصیص برتی جاتی ہے۔



إِنَّهُمْ وَاللّٰهِ لَمْ يَنْفِرُوا مِنْ جَوْرٍ وَلَمْ يَلْحَقُوا بِعَدْلٍ۔ وَإِنَّا لَنَطْمَعُ فِي هٰذَا الْأَمْرِ أَنْ يُذَلِّلَ اللّٰهُ لَنَا صَعْبَهُ وَيُسَهِّلَ لَنَا حَزْنَهُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔ وَالسَّلَامُ۔

خدا کی قسم وہ ظلم سے نہیں بھاگے اور عدل سے جا کر نہیں چمٹے اور ہم امیدوار ہیں کہ اللہ اس معاملہ کی ہر سختی کو آسان اور اس سنگلاخ زمین کو ہمارے لئے ہموار کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ (والسلام۔)

## مکتوب (۷۱)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

(إِلَى الْمُنْذِرِ بْنِ الْجَارُودِ الْعَبْدِيِّ وَقَدْ خَانَ فِي بَعْضِ مَا وَلَّاهُ مِنْ أَعْمَالِهِ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ صَلَاحَ أَبِيكَ غَرَّنِي مِنْكَ، وَظَنَنْتُ أَنَّكَ تَتَّبِعُ هَدْيَهُ وَتَسْلُكُ سَبِيلَهُ فَإِذَا أَنْتَ فِيمَا رُقِّيَ إِلَيَّ عَنْكَ لَا تَدَعُ لِهَوَاكَ انْقِيَادًا، وَلَا تُبْقِي لِآخِرَتِكَ عَتَادًا، وَتَعْمُرُ دُنْيَاكَ بِخَرَابِ آخِرَتِكَ وَتَصِلُ عَشِيرَتَكَ بِقَطِيعَةِ دِينِكَ۔ وَلَئِنْ كَانَ مَا بَلَغَنِي عَنْكَ حَقًّا لَجَمَلُ أَهْلِكَ وَشِسْعُ نَعْلِكَ خَيْرٌ مِنْكَ۔ وَمَنْ كَانَ بِصِفَتِكَ فَلَيْسَ بِأَهْلٍ أَنْ يُسَدَّ بِهِ ثَغْرٌ، أَوْ يُنْفَذَ بِهِ أَمْرٌ، أَوْ يُعْلَى لَهُ قَدْرٌ أَوْ يُشْرَكَ فِي أَمَانَةٍ، أَوْ يُؤْمَنَ عَلَى خِيَانَةٍ فَأَقْبِلْ إِلَيَّ حِينَ يَصِلُ إِلَيْكَ كِتَابِي هٰذَا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

(وَالْمُنْذِرُ هٰذَا هُوَ الَّذِي قَالَ فِيهِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّهُ لَنَظَّارٌ فِي عِطْفَيْهِ مُخْتَالٌ فِي بُرْدَيْهِ تَفَّالٌ فِي شِرَاكَيْهِ۔"

منذر ابن جارودِ عبدی کے نام جبکہ اُس نے خیانت کی بعض اُن چیزوں میں جن کا انتظام آپ نے اُس کے سپرد کیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ تمہارے باپ کی سلامت روی نے مجھے تمہارے بارے میں دھوکا دیا۔ میں یہ خیال کرتا تھا کہ تم بھی اُن کی روش کی پیروی کرتے اور اُن کی راہ پر چلتے ہو گے۔ مگر اچانک مجھے تمہاری متعلق ایسی اطلاعات ملی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی سے ہاتھ نہیں اٹھاتے اور آخرت کے لئے کوئی توشہ باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ تم اپنی آخرت گنوا کر دنیا بنا رہے ہو، اور دین سے رشتہ توڑ کر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر رہے ہو، جو مجھے معلوم ہوا ہے اگر وہ سچ ہے تو تمہارے گھر والوں کا اونٹ اور تمہاری جوتی کا تسمہ بھی تم سے بہتر ہے۔ جو تمہارے طور طریقے کا آدمی ہو وہ اس لائق نہیں کہ اس کے ذریعہ کسی رخنہ کو پاٹا جائے یا کوئی کام انجام دیا جائے یا اس کا رتبہ بڑھایا جائے یا اُسے امانت میں شریک کیا جائے یا خیانت کی روک تھام کے لئے اس پر اطمینان کیا جائے۔ لہٰذا جب میرا خط ملے تو فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔ انشاء اللہ۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ منذر وہی ہے کہ جس کے بارے میں امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے وہ اِدھر اُدھر اپنے بازوؤں کو بہت دیکھتا ہے، اور اپنی دونوں چادروں میں غرور سے جھومتا ہے اور اپنی جوتی کے تسموں پر پھونک مارتا رہتا ہے (کہ کہیں اس پر گرد نہ جم جائے)۔

## مکتوب (۷۲)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ)

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ لَسْتَ بِسَابِقٍ أَجَلَكَ وَلَا مَرْزُوقٍ مَا لَيْسَ لَكَ۔ وَاعْلَمْ بِأَنَّ الدَّهْرَ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ وَيَوْمٌ عَلَيْكَ وَأَنَّ الدُّنْيَا دَارُ دُوَلٍ، فَمَا كَانَ مِنْهَا لَكَ أَتَاكَ عَلَى ضَعْفِكَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا عَلَيْكَ لَمْ تَدْفَعْهُ بِقُوَّتِكَ۔

عبداللہ ابن عباس رحمہ اللہ کے نام:

تم اپنی زندگی کی حد سے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ اس چیز کو حاصل کر سکتے ہو جو تمہارے مقدر میں نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ زمانہ دو دنوں میں تقسیم ہے ایک دن تمہارے موافق اور ایک دن تمہارا مخالف اور دنیا مملکتوں کے انقلاب و انتقال کا گھر ہے۔ اس میں جو چیز تمہارے فائدہ کی ہوگی وہ تمہاری کمزوری و ناتوانی کے باوجود پہنچ کر رہے گی اور جو چیز تمہارے نقصان کی ہوگی، اُسے تم قوت و طاقت سے بھی نہیں ہٹا سکتے۔

## مکتوب (۷۳)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

إِلَى مُعَاوِيَةَ:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي عَلَى التَّرَدُّدِ فِي جَوَابِكَ وَالاسْتِمَاعِ إِلَى كِتَابِكَ لَمُوَهِّنٌ رَأْيِي وَمُخَطِّئٌ فِرَاسَتِي۔ وَإِنَّكَ إِذْ تُحَاوِلُنِي الْأُمُورَ وَتُرَاجِعُنِي السُّطُورَ كَالْمُسْتَثْقِلِ النَّائِمِ تَكْذِبُهُ أَحْلَامُهُ۔ أَوِ الْمُتَحَيِّرِ الْقَائِمِ يَبْهَظُهُ مَقَامُهُ۔ لَا يَدْرِي أَلَهُ مَا يَأْتِي أَمْ عَلَيْهِ۔ وَلَسْتَ بِهِ، غَيْرَ أَنَّهُ بِكَ شَبِيهٌ۔ وَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ إِنَّهُ لَوْلَا بَعْضُ الِاسْتِبْقَاءِ لَوَصَلَتْ إِلَيْكَ مِنِّي قَوَارِعُ تَقْرَعُ الْعَظْمَ وَتَهْلِسُ اللَّحْمَ۔ وَاعْلَمْ أَنَّ الشَّيْطٰنَ قَدْ ثَبَّطَكَ عَنْ أَنْ تُرَاجِعَ أَحْسَنَ أُمُورِكَ

معاویہ کے نام:

میں تم سے سوال و جواب کے تبادلہ اور تمہارے خطوں کو توجہ کے ساتھ سننے میں اپنے طریقہ کار کی کمزوری اور اپنی سمجھ کی غلطی کا احساس کر رہا ہوں اور تم اپنی جو خواہشوں کے منوانے کے مجھ سے درپے ہوتے ہو اور مجھ سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کئے ہوئے ہو تو ایسے ہو گئے ہو جیسے کوئی گہری نیند میں پڑا خواب دیکھ رہا ہو اور بعد میں اس کے خواب بے حقیقت ثابت ہوں یا جیسے کوئی حیرت زدہ منہ اٹھائے کھڑا ہو کہ نہ اس کے لئے جائے رفتن ہو نہ پائے ماندن اور اُسے کچھ خبر نہ ہو کہ سامنے آنے والی چیز اسے فائدہ دے گی یا نقصان پہنچائے گی۔ ایسا نہیں کہ تم بالکل ہی یہ شخص ہو۔ بلکہ وہ تمہارے مانند ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی حد تک طرح دینا میں مناسب نہ سمجھتا ہوتا تو میری طرف سے ایسی تباہیوں کا تمہیں سامنا کرنا پڑتا جو ہڈیوں کو توڑ دیتیں اور جسم پر گوشت کا نام نہ چھوڑتیں اس بات کو خوب سمجھ لو کہ شیطان نے



وَتَأْذَنَ لِمَقَالِ نَصِيحَتِكَ۔ وَالسَّلَامُ لِأَهْلِهِ۔

تمہیں اچھے کاموں کی طرف رجوع ہونے اور نصیحت کی باتیں سننے سے روک دیا ہے۔ سلام اُس پر جو سلام کے قابل ہے۔

## نوشتہ (۷۴)

(وَمِنْ حِلْفٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

كَتَبَهُ بَيْنَ رَبِيعَةَ وَالْيَمَنِ (نُقِلَ مِنْ خَطِّ هِشَامِ بْنِ الْكَلْبِيِّ)

هٰذَا مَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْيَمَنِ: حَاضِرُهَا وَبَادِيهَا، وَرَبِيعَةُ: حَاضِرُهَا وَبَادِيهَا، أَنَّهُمْ عَلَى كِتَابِ اللّٰهِ يَدْعُونَ إِلَيْهِ وَيَأْمُرُونَ بِهِ وَمُجِيبُونَ مَنْ دَعَا إِلَيْهِ وَأَمَرَ بِهِ۔ لَا يَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا وَلَا يَرْضَوْنَ بِهِ بَدَلًا، وَأَنَّهُمْ يَدٌ وَاحِدَةٌ عَلَى مَنْ خَالَفَ ذٰلِكَ وَتَرَكَهُ۔ أَنْصَارٌ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ، دَعْوَتُهُمْ وَاحِدَةٌ۔ لَا يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ لِمَعْتَبَةِ عَاتِبٍ وَلَا لِغَضَبِ غَاضِبٍ، وَلَا لِاسْتِذْلَالِ قَوْمٍ قَوْمًا وَلَا لِمَسَبَّةِ قَوْمٍ قَوْمًا۔ عَلَى ذٰلِكَ شَاهِدُهُمْ وَغَائِبُهُمْ، سَفِيهُهُمْ وَعَالِمُهُمْ، وَحَلِيمُهُمْ وَجَاهِلُهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ عَهْدَ اللّٰهِ وَمِيثَاقَهُ إِنَّ عَهْدَ اللّٰهِ كَانَ مَسْئُولًا۔ وَكَتَبَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

جو حضرت نے قبیلہ ربیعہ اور اہل یمن کے مابین بطور معاہدہ تحریر فرمایا: (اسے ہشام ابن سائب کلبی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے)۔

یہ ہے وہ عہد جس پر اہل یمن نے وہ شہری ہوں یا دیہاتی اور قبیلہ ربیعہ نے وہ شہر میں آباد ہوں یا بادیہ نشین اتفاق کیا ہے کہ وہ سب کے سب کتاب اللہ پر ثابت قدم رہیں گے۔ اُس کی طرف دعوت دیں گے۔ اُسی کے ساتھ حکم دیں گے اور جو اس کی طرف دعوت دے گا اور اُس کی رو سے حکم دے گا اُس کی آواز پر لبیک کہیں گے، نہ اس کے عوض کوئی فائدہ چاہیں گے، اور نہ اُس کے کسی بدل پر راضی ہوں گے، اور جو کتاب اللہ کے خلاف چلے گا اور اُسے چھوڑ دے گا اُس کے مقابلہ میں متحد ہو کر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں گے ان کی آواز ایک ہوگی اور وہ کسی سرزنش کرنے والے کی سرزنش کی وجہ سے، کسی غصہ کرنے والے کے غصہ کی وجہ سے اور ایک گروہ کے دوسرے گروہ کو ذلیل کرنے کی وجہ سے اور ایک جماعت کے دوسری جماعت کو گالی دینے سے اس عہد کو نہیں توڑیں گے۔ بلکہ حاضر یا غیر حاضر، کم عقل، عالم، برد بار، جاہل سب اس کے پابند رہیں گے۔ پھر اس عہد کی وجہ سے ان پر اللہ کا عہد و پیمان بھی لازم ہو گیا ہے اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔ (کاتب سطور علی ابن ابی طالبؑ)

## مکتوب (۷۵)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

شروع شروع میں جب آپ کی بیعت کی گئی تو آپ

(إلى مُعَاوِيَةَ فِي أَوَّلِ مَا بُوِيعَ لَهُ، ذَكَرَهُ الْوَاقِدِيُّ فِي كِتَابِ الْجَمَلِ)

نے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام تحریر فرمایا (اسے واقدی نے کتاب الجمل میں تحریر کیا ہے)

مِنْ عَبْدِ اللهِ عَلِيٍّ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ:

خدا کے بندے علی امیر المومنینؑ کی طرف سے معاویہ ابن ابی سفیان کے نام۔

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ عَلِمْتَ إِعْذَارِي فِيكُمْ وَأَعْرَاضِي عَنْكُمْ حَتَّى كَانَ مَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَلَا دَفْعَ لَهُ. وَالْحَدِيثُ طَوِيلٌ، وَالْكَلَامُ كَثِيرٌ، وَقَدْ أَدْبَرَ مَا أَدْبَرَ وَأَقْبَلَ مَا أَقْبَلَ، فَبَايِعْ مَنْ قِبَلَكَ وَأَقْبِلْ إِلَيَّ فِي وَفْدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ.

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے لوگوں کے بارے میں پورے طور پر حجت ختم کردی اور تمہارے معاملات سے چشم پوشی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ واقعہ ہوکر رہا کہ جسے ہونا تھا، اور روکا نہ جاسکتا تھا۔ یہ قصہ لمبا ہے اور باتیں بہت ہیں۔ بہرحال جو گزرنا تھا گزر گیا اور جسے آنا تھا آ گیا۔ لہٰذا اٹھو اور اپنے یہاں کے لوگوں سے میری بیعت حاصل کرو اور اپنے ساتھیوں کے وفد کے ساتھ میرے پاس پہنچو۔ والسلام

## وصیت (۷۶)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ عِنْدَ اسْتِخْلَافِهِ إِيَّاهُ عَلَى الْبَصْرَةِ.

عبداللہ ابن عباس کے نام جبکہ انہیں بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

سَعِ النَّاسَ بِوَجْهِكَ وَمَجْلِسِكَ وَحُكْمِكَ، وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فَإِنَّهُ طِيَرَةٌ مِنَ الشَّيْطَانِ. وَاعْلَمْ أَنَّ مَا قَرَّبَكَ مِنَ اللهِ يُبَاعِدُكَ مِنَ النَّارِ، وَمَا بَاعَدَكَ مِنَ اللهِ يُقَرِّبُكَ مِنَ النَّارِ.

لوگوں سے کشادہ روئی سے پیش آؤ۔ اپنی مجلس میں لوگوں کو راہ دو۔ حکم میں تنگی روا نہ رکھو۔ غصہ سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شیطان کے لئے شگون نیک ہے اور اس بات کو جانے رہو کہ جو چیز تمہیں اللہ کے قریب کرتی ہے وہ دوزخ سے دور کرتی ہے اور جو چیز اللہ سے دور کرتی ہے وہ دوزخ سے قریب کرتی ہے۔

## ہدایت (۷۷)

(وَمِنْ وَصِيَّةٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) لِعَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ لَمَّا بَعَثَهُ لِلِاحْتِجَاجِ عَلَى الْخَوَارِجِ

جو عبداللہ ابن عباس کو خوارج سے مناظرہ کرنے کے لئے بھیجتے وقت فرمائی۔

لَا تُخَاصِمْهُمْ بِالْقُرْآنِ فَإِنَّ الْقُرْآنَ حَمَّالٌ ذُو وُجُوهٍ تَقُولُ وَيَقُولُونَ وَلَكِنْ حَاجِجْهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَجِدُوا عَنْهَا مَحِيصًا.

تم اُن سے قرآن کی رو سے بحث نہ کرنا، کیونکہ قرآن بہت سے معنی کا حامل ہوتا ہے اور بہت سی وجہیں رکھتا ہے تم اپنی کہتے رہو گے، وہ اپنی کہتے رہیں گے بلکہ تم حدیث سے اُن کے سامنے استدلال کرنا، وہ اس سے گریز کی کوئی راہ نہ پاسکیں گے۔



## مکتوب (۷۸)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ) إِلَى أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ جَوَابًا فِي أَمْرِ الْحَكَمَيْنِ ذَكَرَهُ سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ فِي كِتَابِ الْمَغَازِي:

ابوموسیٰ اشعری کے نام: حکمین کے سلسلہ میں اُن کے ایک خط کے جواب میں (اسے سعید ابن یحییٰ اموی نے اپنی کتاب المغازی میں درج کیا ہے)۔

فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ تَغَيَّرَ كَثِيرٌ مِنْهُمْ عَنْ كَثِيرٍ مِنْ حَظِّهِمْ فَمَالُوا مَعَ الدُّنْيَا وَنَطَقُوا بِالْهَوَى، وَإِنِّي نَزَلْتُ مِنْ هَذَا الْأَمْرِ مَنْزِلًا مُعْجِبًا اجْتَمَعَ بِهِ أَقْوَامٌ أَعْجَبَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ فَإِنِّي أُدَاوِي مِنْهُمْ قَرْحًا أَخَافُ أَنْ يَكُونَ عَلَقًا، وَلَيْسَ رَجُلٌ. فَاعْلَمْ. أَحْرَصَ عَلَى جَمَاعَةِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَأُلْفَتِهَا مِنِّي أَبْتَغِي بِذَلِكَ حُسْنَ الثَّوَابِ وَكَرَمَ الْمَآبِ. وَسَأَفِي بِالَّذِي وَأَيْتُ عَلَى نَفْسِي وَإِنْ تَغَيَّرْتَ عَنْ صَالِحِ مَا فَارَقْتَنِي عَلَيْهِ، فَإِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ نَفْعَ مَا أُوتِيَ مِنَ الْعَقْلِ وَالتَّجْرِبَةِ، وَإِنِّي لَأَعْبَدُ أَنْ يَقُولَ قَائِلٌ بِبَاطِلٍ وَأَنْ أُفْسِدَ أَمْرًا قَدْ أَصْلَحَهُ اللهُ فَدَعْ مَا لَا تَعْرِفُ فَإِنَّ شِرَارَ النَّاسِ طَائِرُونَ إِلَيْكَ بِأَقَاوِيلِ السُّوءِ. وَالسَّلَامُ.

کتنے ہی لوگ ہیں جو آخرت کی بہت سی سعادتوں سے محروم ہوکر رہ گئے۔ وہ دنیا کے ساتھ ہولیے۔ خواہش نفسانی سے بولنے لگے۔ میں اس معاملہ کی وجہ سے ایک حیرت و استعجاب کی منزل میں ہوں کہ جہاں ایسے لوگ اکٹھے ہوں گئے ہیں جو خود بنی، اور خود پسندی میں مبتلا ہیں۔ میں اُن کے زخم کا مداوا تو کررہا ہوں مگر ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ منجمد خون کی صورت اختیار کرکے لاعلاج نہ ہوئے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص بھی امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جماعت بندی اور اتحاد باہمی کا خواہش مند نہیں ہے جس سے میری غرض صرف حسن ثواب اور آخرت کی سرفرازی ہے۔ میں نے جو عہد کیا ہے اُسے پورا کرکے رہوں گا۔ اگرچہ تم اس نیک خیال سے کہ جو مجھ سے آخری ملاقات تک تمہارا تھا، اب پلٹ جاؤ، یقیناً وہ بدبخت ہے کہ جو عقل و تجربہ کے ہوتے ہوئے اُس کے فوائد سے محروم رہے۔ میں تو اس بات پر پیچ و تاب کھاتا ہوں کہ کوئی کہنے والا باطل بات کہے، یا کسی ایسے معاملے کو خراب ہونے دوں کہ جسے اللہ درست کرچکا ہو۔ لہٰذا جس بات کو تم نہیں جانتے، اُس کے درپے نہ ہو۔ کیونکہ شریر لوگ بُری باتیں تم تک پہنچانے کے لیے اڑ کر پہنچا کریں گے۔ والسلام۔

## مکتوب (۷۹)

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)
لَمَّا اسْتُخْلِفَ إِلَى أُمَرَاءِ الْأَجْنَادِ:
أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ مَنَعُوا النَّاسَ الْحَقَّ فَاشْتَرَوْهُ، وَأَخَذُوهُمْ بِالْبَاطِلِ فَاقْتَدَوْهُ۔

جو ظاہری خلافت پر متمکّن ہونے کے بعد فوجی سپہ سالاروں کو تحریر فرمایا۔
اگلے لوگوں کو اس بات نے تباہ کیا کہ انہوں نے لوگوں کے حق روک لئے تو انہوں نے (رشوتیں دے دے کر) اُسے خریدا اور انہیں باطل کا پابند بنایا، تو وہ اُن کے پیچھے انہی راستوں پر چل کھڑے ہوئے۔

تَمَّ بابُ الكُتبِ بِحَمْدِ اللهِ تعالٰی



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# بَابَ الْمُخْتَارِ مِنْ حِكَمِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

## امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب حِکَم و مواعظ کا باب

### ویدخل فی ذٰلك المختار من اجوبة مسائله والكلام القصير الخارج فی سائر اغراضه

اس باب میں سوالات کے جوابات اور چھوٹے چھوٹے حکیمانہ جملوں کا انتخاب ہے جو مختلف اغراض و مقاصد کے سلسلہ میں بیان کئے گئے ہیں

(۱) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كُنْ فِي الْفِتْنَةِ كَابْنِ اللَّبُونِ لَا ظَهْرٌ فَيُرْكَبَ، وَلَا ضَرْعٌ فَيُحْلَبَ۔

(۱) فتنہ و فساد میں اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کئے ہوں کہ نہ تو اُس کی پیٹھ پر سواری کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جاسکتا ہے۔

تشریح:۔ لبون دودھ دینے والی اونٹنی کو اور ابن اللبون اُس کے دو سالہ بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس عمر میں نہ سواری کے قابل ہوتا ہے، اور نہ اُس کے تھن ہی ہوتے ہیں کہ ان سے دودھ دوہا جاسکے۔ اسے ابن اللبون اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس دو سال کے عرصہ میں اس کی ماں عموماً دوسرا بچہ دے کر دودھ دینے لگتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہئے کہ لوگ اُسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں، اور کسی جماعت میں اس کی شرکت کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ البتہ جہاں حق و باطل کا ٹکراؤ ہو وہاں پر غیر جانبداری جائز نہیں اور نہ اُسے فتنہ و فساد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لئے کھڑا ہونا واجب ہے۔ جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا۔

---

(۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَزْرَى بِنَفْسِهِ مَنِ اسْتَشْعَرَ الطَّمَعَ، وَرَضِيَ بِالذُّلِّ مَنْ كَشَفَ عَنْ ضُرِّهِ، وَهَانَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ مَنْ أَمَّرَ عَلَيْهَا لِسَانَهُ۔

(۲) جس نے طمع کو اپنا شعار بنایا، اُس نے اپنے کو سبک کیا اور جس نے اپنی پریشان حالی کا اظہار کیا وہ ذلت پر آمادہ ہوگیا، اور جس نے اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھا، اُس نے خود اپنی بے وقعتی کا سامان کرلیا۔

---

(۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْبُخْلُ عَارٌ، وَالْجُبْنُ مَنْقَصَةٌ، وَالْفَقْرُ يُخْرِسُ الْفَطِنَ

(۳) بخل ننگ و عار ہے، اور بزدلی نقص و عیب ہے، اور غربت مردِ زیرک و دانا کی زبان کو دلائل سے قوت

عَنْ حُجَّتِهِ، وَالْمُقِلُّ غَرِيبٌ فِي بَلْدَتِهِ، وَالْعَجْزُ آفَةٌ وَالصَّبْرُ شُجَاعَةٌ، وَالزُّهْدُ ثَرْوَةٌ، وَالْوَرَعُ جُنَّةٌ۔

دکھانے سے عاجز بنا دیتی ہے اور مفلس اپنے شہر میں رہ کر بھی غریب الوطن ہوتا ہے اور عجز و درماندگی مصیبت ہے، اور صبر و شکیبائی شجاعت ہے، اور دنیا سے بے تعلقی بڑی دولت ہے، اور پرہیزگاری ایک بڑی سپر ہے۔

---

(۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: نِعْمَ الْقَرِينُ الرِّضَا، وَالْعِلْمُ وِرَاثَةٌ كَرِيمَةٌ، وَالْآدَابُ حُلَلٌ مُجَدَّدَةٌ، وَالْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ۔

(۴) تسلیم و رضا بہترین مصاحب اور علم شریف ترین میراث ہے اور علمی و عملی اوصاف نو بنو خلعت ہیں اور فکر صاف و شفاف آئینہ ہے۔

---

(۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: صَدْرُ الْعَاقِلِ صُنْدُوقُ سِرِّهِ، وَالْبَشَاشَةُ حِبَالَةُ الْمَوَدَّةِ، وَالِاحْتِمَالُ قَبْرُ الْعُيُوبِ (أَوْ): وَالْمُسَالَمَةُ خِبَاءُ الْعُيُوبِ۔

(۵) عقلمند کا سینہ اُس کے بھیدوں کا مخزن ہوتا ہے اور کشادہ روئی محبت و دوستی کا پھندا ہے اور تحمل و بردباری عیبوں کا مدفن ہے (یا اس فقرہ کے بجائے حضرت نے یہ فرمایا کہ) صلح و صفائی عیبوں کو ڈھانپنے کا ذریعہ ہے۔

---

(۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَضِيَ عَنْ نَفْسِهِ كَثُرَ السَّاخِطُ عَلَيْهِ وَالصَّدَقَةُ دَوَاءٌ مُنْجِحٌ وَأَعْمَالُ الْعِبَادِ فِي عَاجِلِهِمْ، نُصْبُ أَعْيُنِهِمْ فِي آجِلِهِمْ۔

(۶) جو شخص اپنے کو بہت پسند کرتا ہے، وہ دوسروں کو ناپسند ہو جاتا ہے اور صدقہ کامیاب دوا ہے، اور دنیا میں بندوں کے جو اعمال ہیں وہ آخرت میں اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے۔

یہ ارشاد تین جملوں پر مشتمل ہے: پہلے جملہ میں خود پسندی سے پیدا ہونے والے نتائج و اثرات کا ذکر کیا ہے کہ اس سے دوسروں کے دلوں میں نفرت و حقارت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنی ذات کو نمایاں کرنے کے لئے بات بات میں اپنی برتری کا مظاہرہ کرتا ہے وہ کبھی عزت و احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور لوگ اُس کی تفوق پسندانہ ذہنیت کو دیکھتے ہوئے اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اُسے اتنا بھی سمجھنے کو تیار نہیں ہوتے، جتنا کچھ وہ ہے چہ جائیکہ جو کچھ وہ اپنے آپ کو سمجھتا ہے وہی کچھ اُسے سمجھ لیں۔

دوسرا جملہ صدقہ کے متعلق ہے اور اُسے ایک ''کامیاب دوا'' سے تعبیر کیا ہے کیونکہ جب انسان صدقہ و خیرات سے محتاجوں اور ناداروں کی مدد کرتا ہے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اُس کے لئے دعائے صحت و عافیت کرتے ہیں جو قبولیت حاصل کر کے اُس کی شفایابی کا باعث ہوتی ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ ''داو وامر ضاکم بالصدقة اپنے بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو۔''

تیسرا جملہ حشر میں اعمال کے بے نقاب ہونے کے متعلق ہے کہ انسان اس دنیا میں جو اچھے اور بُرے کام کرتا ہے وہ حجاب عنصری کے قائل ہونے کی وجہ سے ظاہری حواس سے ادراک نہیں ہو سکتے۔ مگر آخرت میں جب مادیت کے پردے اٹھا دیئے جائیں گے، تو وہ



اس طرح آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے کہ کسی کے لئے گنجائش انکار نہ رہے گی۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

یومئذٍ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالهم فمن یعمل مثقال ذرّة خیرا یرهٗ ومن یعمل مثقال ذرّة شرّا یرهٗ۔

اُس دن لوگ گروہ گروہ (قبروں سے) اٹھ کھڑے ہوں گے تاکہ وہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اُسے دیکھ لے گا۔

---

(۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِعْجَبُوا لِهٰذَا الْإِنْسَانِ يَنْظُرُ بِشَحْمٍ، وَيَتَكَلَّمُ بِلَحْمٍ، وَيَسْمَعُ بِعَظْمٍ، وَيَتَنَفَّسُ مِنْ خَرْمٍ!

(۷) یہ انسان تعجب کے قابل ہے کہ وہ چربی سے دیکھتا ہے، اور گوشت کے لوتھڑے سے بولتا ہے اور ہڈی سے سنتا ہے، اور ایک سوراخ سے سانس لیتا ہے۔

---

(۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا أَقْبَلَتِ الدُّنْيَا عَلَىٰ أَحَدٍ أَعَارَتْهُ مَحَاسِنَ غَيْرِهِ وَإِذَا أَدْبَرَتْ عَنْهُ سَلَبَتْهُ مَحَاسِنَ نَفْسِهِ۔

(۸) جب دنیا (اپنی نعمتوں کو لے کر) کسی کی طرف بڑھتی ہے، تو دوسروں کی خوبیاں بھی اُسے عاریت دے دیتی ہے اور جب اس سے رخ موڑ لیتی ہے تو خود اُس کی خوبیاں بھی اُس سے چھین لیتی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جس کا بخت یاور اور دنیا اُس سے سازگار ہوتی ہے، اہل دنیا اُس کی کارگزاریوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دوسروں کے کارناموں کا سہرا بھی اُس کے سر باندھ دیتے ہیں اور جس کے ہاتھ سے دنیا جاتی رہتی ہے اور ادبار و نحوست کی گھٹا اُس پر چھا جاتی ہے اُس کی خوبیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اور بھولے سے بھی اُس کا نام زبان پر لانا گوارا نہیں کرتے۔

دوستند آنکہ را زمانہ نواخت — دشمنند آنکہ را زمانہ فگند

---

(۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: خَالِطُوا النَّاسَ مُخَالَطَةً إِنْ مُتُّمْ مَعَهَا بَكَوْا عَلَيْكُمْ وَإِنْ عِشْتُمْ حَنُّوا إِلَيْكُمْ۔

(۹) لوگوں سے اس طریقہ سے ملو کہ اگر مر جاؤ تو تم پر روئیں، اور زندہ رہو تو تمہارے مشتاق ہوں۔

تشریح:۔ جو شخص لوگوں کے ساتھ نرمی اور اخلاق کا برتاؤ کرتا ہے، لوگ اس کی طرف دست تعاون بڑھاتے، اُس کی عزت و توقیر کرتے، اور اُس کے مرنے کے بعد اُس کی یاد میں آنسو بہاتے ہیں۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ اس طرح مرنجاں مرنج زندگی گزارے کہ کسی کو اس سے شکایت پیدا نہ ہو اور نہ اُس سے کسی کو گزند پہنچے تاکہ اُسے زندگی میں دوسروں کی ہمدردی حاصل ہو، اور مرنے کے بعد بھی اُسے لفظوں میں یاد کیا جائے۔

چناں با نیک و بد سر کن کہ بعد از مردنت عرفی — مسلمانت بزمزم شوید و کافر بسوز اند

---

(۱۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا قَدَرْتَ عَلَى عَدُوِّكَ فَاجْعَلِ الْعَفْوَ عَنْهُ شُكْرًا لِلْقُدْرَةِ عَلَيْهِ۔

(۱۰) دشمن پر قابو پاؤ، تو اس قابو پانے کا شکرانہ اس کو معاف کر دینا قرار دو۔

تشریح:۔ عفو ودرگزر کا محل وہی ہوتا ہے جہاں انتقال پر قدرت ہو، اور جہاں قدرت ہی نہ ہو وہاں انتقال سے ہاتھ اٹھالینا مجبوری کا نتیجہ ہوتا ہے جس پر کوئی فضیلت مرتب نہیں ہوتی۔ البتہ قدرت واقتدار کے ہوتے ہوئے عفو ودرگذر سے کام لینا فضیلت انسانی کا جوہر اور اللہ کی اس بخشی ہوئی نعمت کے مقابلہ میں اظہار تشکر ہے کیونکہ شکر کا جذبہ اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے سامنے تذلّل وانکسار سے جھکے جس سے اس کے دل میں رحم ورافت کے لطیف جذبات پیدا ہوں گے اور غیظ وغضب کے بھڑکتے ہوئے شعلے ٹھنڈے پڑ جائیں گے جس کے بعد انتقال کا کوئی داعی ہی نہ رہے گا کہ وہ اس قوت وقدرت کو ٹھیک ٹھیک کام میں لانے کے بجائے اپنے غضب کے فرو کرنے کا ذریعہ قرار دے۔

---

(۱۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَعْجَزُ النَّاسِ مَنْ عَجَزَ عَنِ اكْتِسَابِ الْإِخْوَانِ وَأَعْجَزُ مِنْهُ مَنْ ضَيَّعَ مَنْ ظَفِرَ بِهِ مِنْهُمْ۔

(۱۱) لوگوں میں بہت درماندہ وہ ہے جو اپنی عمر میں کچھ بھائی اپنے لئے نہ حاصل کر سکے، اور اس سے بھی زیادہ درماندہ وہ ہے جو پا کر اُسے کھو دے۔

خوش اخلاقی وخندہ پیشانی سے دوسروں کو اپنی طرف جذب کرنا، اور شیریں کلامی سے غیروں کو اپنانا کوئی دشوار چیز نہیں کیونکہ اس کے لئے نہ جسمانی مشقت کی ضرورت اور نہ دماغی کدوکاوش کی حاجت ہوتی ہے اور دوست بنانے کے بعد دوستی اور تعلقات کی خوش گواری کو باقی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ آسان ہے کیونکہ دوستی پیدا کرنے کے لئے پھر بھی کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے مگر اُسے باقی رکھنے کے لئے تو کوئی مہم سر کرنا نہیں پڑتی۔ لہٰذا جو شخص ایسی چیز کی بھی نگہداشت نہ کر سکے کہ جسے صرف پیشانی کی سلوٹیں دور کر کے باقی رکھا جا سکتا ہے اس سے زیادہ عاجز ودرماندہ کون ہو سکتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو ہر ایک سے خوش خلقی وخندہ روئی سے پیش آنا چاہئے تاکہ لوگ اُس سے وابستگی چاہیں اور اُس کی دوستی کی طرف ہاتھ بڑھائیں۔

---

(۱۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا وَصَلَتْ إِلَيْكُمْ أَطْرَافُ النِّعَمِ فَلَا تُنَفِّرُوا أَقْصَاهَا بِقِلَّةِ الشُّكْرِ۔

(۱۲) جب تمہیں تھوڑی بہت نعمتیں حاصل ہوں تو ناشکری سے انہیں اپنے تک پہنچنے سے پہلے بھگا نہ دو۔

---

(۱۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ ضَيَّعَهُ الْأَقْرَبُ أُتِيحَ لَهُ الْأَبْعَدُ۔

(۱۳) جسے قریبی چھوڑ دیں اُسے بیگانہ مل جائیں گے۔

---



(۱۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا كُلُّ مَفْتُونٍ يُعَاتَبُ۔

(۱۴) ہر فتنہ میں پڑ جانے والا قابل عتاب نہیں ہوتا۔

جب سعد ابن ابی وقاص، محمد ابن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمر نے اصحاب جمل کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دینے سے انکار کیا تو اُس موقع پر یہ جملہ فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مجھ سے ایسے منحرف ہو چکے ہیں کہ اُن پر نہ میری بات کا کچھ اثر ہوتا ہے اور نہ ان پر میری عتاب وسرزنش کارگر ثابت ہوتی ہے۔

---

(۱۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: تَذِلُّ الْأُمُورُ لِلْمَقَادِيرِ حَتَّى يَكُونَ الْحَتْفُ فِي التَّدْبِيرِ۔

(۱۵) سب معاملے تقدیر کے آگے سرنگوں ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی تدبیر کے نتیجہ میں موت ہو جاتی ہے۔

---

(۱۶) وَسُئِلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ غَيِّرُوا الشَّيْبَ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ" فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ وَالدِّينُ قُلٌّ، فَأَمَّا الْآنَ وَقَدِ اتَّسَعَ نِطَاقُهُ، وَضَرَبَ بِجِرَانِهِ فَامْرُؤٌ وَمَا اخْتَارَ۔

(۱۶) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے متعلق کہ "بڑھاپے کو (خضاب کے ذریعہ) بدل دو، اور یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو۔" آپؑ سے سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اس موقع کے لئے فرمایا تھا جب کہ دین (والے) کم تھے، اور اب جبکہ اس کا دامن پھیل چکا ہے اور سینہ ٹیک کر جم چکا ہے تو ہر شخص کو اختیار ہے۔

مقصد یہ ہے کہ چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو جماعتی حیثیت کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں یہودیوں سے ممتاز رکھا جائے۔ اس لئے آنحضرتؐ نے خضاب کا حکم دیا کہ جو یہودیوں کے ہاں موسوم نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ مقصد بھی تھا کہ وہ شخص دشمن کے مقابلہ میں ضعیف وسن رسیدہ دکھائی نہ دے۔

---

(۱۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فِي الَّذِينَ اعْتَزَلُوا الْقِتَالَ مَعَهُ خَذَلُوا الْحَقَّ وَلَمْ يَنْصُرُوا الْبَاطِلَ۔

(۱۷) اُن لوگوں کے بارے میں کہ جو آپؑ کے ہمراہ ہو کر لڑنے سے کنارہ کش رہے فرمایا اُن لوگوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی بھی نصرت نہیں کی۔

یہ ارشاد اُن لوگوں کے متعلق ہے کہ جو اپنے کو غیر جانبدار ظاہر کرتے تھے جیسے عبداللہ ابن عمر، سعد ابن ابی وقاص، ابوموسیٰ اشعری، احنف ابن قیس اور انس ابن مالک وغیرہ۔ بے شک ان لوگوں نے کھل کر باطل کی حمایت نہیں کی مگر حق کی نصرت سے ہاتھ اٹھالینا بھی ایک طرح سے باطل کو تقویت پہنچانا ہے۔ اس لئے ان کا شمار مخالفین حق کے گروہ ہی میں ہوگا۔

---

(۱۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ جَرَى فِي عِنَانِ أَمَلِهِ عَثَرَ بِأَجَلِهِ۔

(۱۸) جو شخص امید کی راہ میں بگٹٹ دوڑتا ہے وہ موت سے ٹھوکر کھاتا ہے۔

---

(۱۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَقِيلُوا ذَوِي الْمُرُوءَاتِ عَثَرَاتِهِمْ، فَمَا يَعْثُرُ مِنْهُمْ عَاثِرٌ إِلَّا وَيَدُ اللهِ بِيَدِهِ يَرْفَعُهُ

(۱۹) بامروّت لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرو۔ (کیونکہ) ان میں سے جو بھی لغزش کھا کر گرتا ہے تو اللہ اُس کے ہاتھ دے کر اسے اوپر اٹھالیتا ہے۔

---

(۲۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُرِنَتِ الْهَيْبَةُ بِالْخَيْبَةِ، وَالْحَيَاءُ بِالْحِرْمَانِ، وَالْفُرْصَةُ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ فَانْتَهِزُوا فُرَصَ الْخَيْرِ۔

(۲۰) خوف کا نتیجہ ناکامی اور شرم کا نتیجہ محرومی ہے اور فرصت کی گھڑیاں (تیز رو) ابر کی طرح گزر جاتی ہیں۔ لہٰذا بھلائی کے ملے ہوئے موقعوں کو غنیمت جانو۔

عوام میں ایک چیز خواہ کتنی ہی معیوب خیال کی جائے اور تحقیر آمیز نظروں سے دیکھی جائے اگر اس میں کوئی واقعی عیب نہیں ہے تو اُس سے شرمانا سراسر نادانی ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اکثر اُن چیزوں سے محروم ہونا پڑتا ہے جو دنیا و آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا باعث ہوتی ہیں۔ جیسے کوئی شخص اس خیال سے کہ لوگ اُسے جاہل تصور کریں گے کسی اہم اور ضروری بات کے دریافت کرنے میں عار محسوس کرے، تو یہ بے موقع و بے محل خودداری اُس کے لئے علم و دانش سے محرومی کا سبب بن جائے گی۔ اس لئے کوئی ہوش مند انسان سیکھنے اور دریافت کرنے میں عار نہیں محسوس کرے گا۔ چنانچہ ایک سن رسیدہ شخص سے کہ جو بڑھاپے کے باوجود تحصیل علم کرتا تھا کہا گیا کہ ما تستحی ان تتعلم علی الکبر "تمہیں بڑھاپے میں پڑھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔" اُس نے جواب میں کہا۔ "انا لا استحی من الجھل علی الکبر فکیف استحی من التعلم علی الکبر" "جب مجھے بڑھاپے میں جہالت سے شرم نہیں آتی تو اس بڑھاپے میں پڑھنے سے شرم کیسے آسکتی ہے۔" البتہ جن چیزوں میں واقعی برائی اور مفسدہ ہو، اُن کے ارتکاب سے شرم محسوس کرنا انسانیت اور شرافت کا جوہر ہے جیسے وہ اعمال ناشائستہ کہ جو شرع و عقل اور مذہب و اخلاق کی رو سے مذموم ہیں۔ بہر حال یہ اعمال کی پہلی قبیح اور دوسری قسم حسن ہے۔ چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے۔

الحیاء حیاء ان حیاء عقل و حیاء حمق فحیاء العقل ھو العلم وحیاء الحمق ھو الجھل

حیا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو بتقاضائے عقل ہوتی ہے۔ یہ حیا علم و دانائی ہے اور ایک وہ جو حماقت کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ یہ سراسر جہل و نادانی ہے۔

---

(۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَنَا حَقٌّ فَإِنْ أُعْطِينَاهُ وَإِلَّا رَكِبْنَا أَعْجَازَ الْإِبِلِ وَإِنْ طَالَ السُّرَى۔

قال الرضی: وھذا من لطیف الکلام وفصیحہ، و معانه انا ان لم نعط حقنا کنا أذلا، وذلك أن الردیف یرکب عجز البعیر کالعبد والأسیر و من یجری مجراھما۔

(۲۱) ہمارا ایک حق ہے اگر وہ ہمیں دیا گیا تو ہم لے لیں گے، ورنہ ہم اونٹ کے پیچھے والے پٹھوں پر سوار ہوں گے، اگرچہ شب روی طویل ہو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ بہت عمدہ اور فصیح کلام ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں ہمارا حق نہ دیا گیا، تو ہم ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور یہ مطلب اس طرح نکلتا ہے کہ اونٹ کے پیچھے کے حصہ پر ردیف بن کر غلام اور قیدی یا اس قسم کے لوگ ہی سوار ہوا کرتے تھے۔



سید رضی علیہ الرحمتہ کے تحریر کردہ معنی کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اگر ہمارے حق کا کہ جو امام مفترض الطاعتہ ہونے کی حیثیت سے دوسروں پر واجب ہے اقرار کر لیا گیا اور ہمیں ظاہری خلافت کا موقع دیا گیا تو بہتر ورنہ ہمیں ہر طرح کی مشقتوں اور خواریوں کو برداشت کرنا پڑے گا اور ہم اس تحقیر و تذلیل کی حالت میں زندگی کا ایک طویل عرصہ گزارنے پر مجبور ہوں گے۔

بعض شارحین نے اس معنی کے علاوہ اور معنی بھی تحریر کئے ہیں اور وہ یہ کہ اگر ہمیں ہمارے مرتبہ سے گرا کر پیچھے ڈال دیا گیا اور دوسروں کو ہم پر مقدم کر دیا گیا تو ہم صبر سے کام لیتے ہوئے پیچھے ہٹنا گوارا کر لیں گے اور اونٹ کے پٹھے پر سوار ہونے سے یہی مراد ہے۔ کیونکہ جو اونٹ کے پٹھے پر سوار ہوتا ہے وہ پیچھے ہوتا ہے اور جو پشت پر سوار ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے۔ اور بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ اگر ہمارا حق دے دیا گیا تو ہم اُسے لے لیں گے، اور اگر نہ دیا گیا تو ہم اس سوار کی مانند نہ ہوں گے کہ جو اپنی سواری کی باگ دوسرے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اور وہ جدھر اُسے لے جانا چاہے لے جائے۔ بلکہ اپنے مطالبہ حق پر برقرار رہیں گے، خواہ مدت دراز کیوں نہ گزر جائے اور کبھی اپنے حق سے دستبردار ہو کر غصب کرنے والوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں گے۔

---

(۲۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ۔

(۲۲) جسے اُس کے اعمال پیچھے ہٹا دیں اُسے حسب و نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔

---

(۲۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ كَفَّارَاتِ الذُّنُوبِ الْعِظَامِ إِغَاثَةُ الْمَلْهُوفِ وَالتَّنْفِيسُ عَنِ الْمَكْرُوبِ۔

(۲۳) کسی مضطرب کی داد فریاد سننا، اور مصیبت زدہ کو مصیبت سے چھٹکارا دلانا بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے۔

---

(۲۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: يَا ابْنَ آدَمَ، إِذَا رَأَيْتَ رَبَّكَ سُبْحَانَهُ يُتَابِعُ عَلَيْكَ نِعَمَهُ وَأَنْتَ تَعْصِيهِ فَاحْذَرْهُ۔

(۲۴) اے آدمؑ کے بیٹے جب تو دیکھے کہ اللہ سبحانہ تجھے پے در پے نعمتیں دے رہا ہے تو اُس کی نافرمانی کر رہا ہے تو اس سے ڈرتے رہنا۔

تشریح:۔ جب کسی کو گناہوں کے باوجود پے در پے نعمتیں حاصل ہو رہی ہوں تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اللہ اُس سے خوش ہے اور یہ اُس کی خوشنودی و نظر کرم کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ نعمتوں میں زیادتی شکر گزاری کی صورت میں ہوتی ہے، اور ناشکری کے نتیجہ میں نعمتوں کا سلسلہ قطع ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہیں اور زیادہ نعمتیں دونگا اور اگر ناشکری کی تو پھر یاد رکھو کہ میرا عذاب سخت عذاب ہے۔

لہٰذا عصیان و ناسپاسی کی صورت میں برابر نعمتوں کا ملنا اللہ کی خوشنودی و رضامندی کا ثمرہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ نے اس صورت میں اُسے نعمتیں دے کر شبہہ میں ڈال دیا ہے کہ وہ نعمتوں کی فراوانی کو اُس کی خوشنودی کا ثمرہ سمجھے۔ کیونکہ جب وہ یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ خطاکار و عاصی ہے اور گناہ کو گناہ اور برائی کو برائی سمجھ کر اُس کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس اشتباہ کی کیا وجہ کہ وہ اللہ کی خوشنودی و

رضا مندی کا تصور کرے؟ بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ ایک طرح کی آزمائش اور مہلت ہے تاکہ جب اُس کی طغیانی و سرکشی انتہا کو پہنچ جائے تو اُسے دفعتاً گرفت میں لے لیا جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں اُسے منتظر رہنا چاہیئے کہ کب اُس پر غضب الٰہی کا ورود ہو۔ اور یہ نعمتیں اُس سے چھین لی جائیں اور محرومی و نامرادی کی عقوبتوں میں اُسے جکڑ لیا جائے۔

---

(۲۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَضْمَرَ أَحَدٌ شَيْئًا إِلَّا ظَهَرَ فِيْ فَلَتَاتِ لِسَانِهِ، وَصَفَحَاتِ وَجْهِهِ۔

(۲۵) جس کسی نے بھی کوئی بات دل میں چھپا کر رکھنا چاہی وہ اُس کی زبان سے بے ساختہ نکلے ہوئے الفاظ اور چہرہ کے آثار سے نمایاں ضرور ہو جاتی ہے۔

انسان جن باتوں کو دوسروں سے چھپانا چاہتا ہے وہ کسی نہ کسی وقت زبان سے نکل ہی جاتی ہیں، اور چھپانے کی کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عقل مصلحت اندیش اگرچہ انہیں پوشیدہ رکھنا چاہتی ہے مگر کبھی کسی اور اہم معاملہ میں الجھ کر اُدھر سے غافل ہو جاتی ہے اور وہ بے اختیار لفظوں کی صورت میں زبان سے نکل جاتی ہیں اور جب عقل ملتفت ہوتی ہے تو تیر از کمان جستہ واپس پلٹایا نہیں جا سکتا اور اگر یہ صورت نہ بھی پیش آئے اور عقل پورے طور سے متنبہ و ہوشیار رہے، جب بھی وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتیں۔ کیونکہ چہرے کے خط و خال ذہنی تصورات کے غماز اور قلبی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ چنانچہ چہرہ کی سرخی سے شرمندگی کا اور زردی سے خوف کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے۔

---

(۲۶) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِمْشِ بِدَائِكَ مَا مَشَى بِكَ۔

۲۶۔ مرض میں جب تک ہمت ساتھ دے چلتے پھرتے رہو۔

مقصد یہ ہے کہ جب تک مرض شدت اختیار نہ کرے، اُسے اہمیت نہ دینا چاہیئے کیونکہ اہمیت دینے سے طبیعت احساس مرض سے متاثر ہو کر اس کے اضافہ کا باعث ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے چلتے پھرتے رہنا اور اپنے کو صحت مند تصور کرنا تحلیل مرض کے علاوہ طبیعت کی قوت مدافعت کو مضمحل ہونے نہیں دیتا اور اس کی قوت معنوی کو برقرار رکھتا ہے اور قوت معنوی چھوٹے موٹے مرض کو خود ہی دبا دیا کرتی ہے۔ بشرطیکہ مرض کے وہم میں مبتلا ہو کر اُسے سپر انداختہ ہونے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔

---

(۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَفْضَلُ الزُّهْدِ إِخْفَاءُ الزُّهْدِ۔

(۲۷) بہترین زُہد زُہد کا مخفی رکھنا ہے۔

---

(۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِذَا كُنْتَ فِيْ إِدْبَارٍ وَالْمَوْتُ فِيْ إِقْبَالٍ فَمَا أَسْرَعَ الْمُلْتَقَى۔

(۲۸) جب تم (دنیا کو) پیٹھ دکھا رہے ہو اور موت تمہاری طرف رخ کئے ہوئے بڑھ رہی ہو تو پھر ملاقات میں دیر کیسی۔

---

(۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلْحَذَرَ اَلْحَذَرَ! فَوَاللهِ لَقَدْ سَتَرَ حَتّٰى كَأَنَّهُ قَدْ غَفَرَ۔

(۲۹) ڈرو! ڈرو اس لئے کہ بخدا اُس نے اس حد تک تمہاری پردہ پوشی کی ہے، کہ گویا تمہیں بخش دیا ہے۔

---



(۳۰) وَسُئِلَ عَنِ الْإِيْمَانِ، فَقَالَ: الْإِيْمَانُ عَلٰى أَرْبَعِ دَعَائِمَ: عَلَى الصَّبْرِ، وَالْيَقِيْنِ، وَالْعَدْلِ، وَالْجِهَادِ، وَالصَّبْرُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى الشَّوْقِ وَالشَّفَقِ، وَالزُّهْدِ، وَالتَّرَقُّبِ: فَمَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَلَا عَنِ الشَّهَوَاتِ، وَمَنْ أَشْفَقَ مِنَ النَّارِ اجْتَنَبَ الْمُحَرَّمَاتِ، وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا اسْتَهَانَ بِالْمُصِيْبَاتِ وَمَنِ ارْتَقَبَ الْمَوْتَ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَالْيَقِيْنُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلٰى تَبْصِرَةِ الْفِطْنَةِ وَتَأَوُّلِ الْحِكْمَةِ وَمَوْعِظَةِ الْعِبْرَةِ، وَسُنَّةِ الْأَوَّلِيْنَ: فَمَنْ تَبَصَّرَ فِي الْفِطْنَةِ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ، وَمَنْ تَبَيَّنَتْ لَهُ الْحِكْمَةُ عَرَفَ الْعِبْرَةَ، وَمَنْ عَرَفَ الْعِبْرَةَ فَكَأَنَّمَا كَانَ فِي الْأَوَّلِيْنَ۔ وَالْعَدْلُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلٰى غَائِصِ الْفَهْمِ، وَغَوْرِ الْعِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ، وَزُهْرَةِ الْحُكْمِ وَرَسَاخَةِ الْحِلْمِ: فَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ، وَمَنْ عَلِمَ غَوْرَ الْعِلْمِ صَدَرَ عَنْ شَرَائِعِ الْحُكْمِ، وَمَنْ حَلُمَ لَمْ يُفَرِّطْ فِيْ أَمْرِهِ وَعَاشَ فِي النَّاسِ حَمِيْدًا، وَالْجِهَادُ مِنْهَا عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ: عَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ، وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ، وَالصِّدْقِ فِي الْمَوَاطِنِ وَشَنَآنِ الْفَاسِقِيْنَ أَمَرَ بِالْمَعْرُوْفِ شَدَّ ظُهُوْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَمَنْ نَهَى عَنِ الْمُنْكَرِ أَرْغَمَ أُنُوْفَ الْكَافِرِيْنَ، وَمَنْ

(۳۰) حضرتؑ سے ایمان کے متعلق سوال کیا گیا، تو آپ نے فرمایا۔ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل اور جہاد۔ پھر عدل کی چار شاخیں ہیں۔ اشتیاق، خوف، دنیا سے بے اعتنائی اور انتظار۔ اس لئے کہ جو جنت کا مشتاق ہوگا، وہ خواہشوں کو بھلا دے گا اور جو دوزخ سے خوف کھائے گا وہ محرمات سے کنارہ کشی کرے گا اور جو دنیا سے بے اعتنائی اختیار کرے گا وہ مصیبتوں کو سہل سمجھے گا اور جسے موت کا انتظار ہوگا وہ نیک کاموں میں جلدی کرے گا۔ اور یقین کی بھی چار شاخیں ہیں۔ روشن نگاہی، حقیقت رسی، عبرت اندوزی اور اگلوں کا طور طریقہ۔ چنانچہ جو دانش و آگہی حاصل کرے گا اس کے سامنے علم و عمل کی راہیں واضح ہو جائیں گی اور جس کے لئے علم و عمل آشکارا ہو جائے گا وہ عبرت سے آشنا ہوگا اور جو عبرت سے آشنا ہوگا وہ ایسا ہے جیسے وہ پہلے لوگوں میں موجود رہا ہو، اور عدل کی بھی چار شاخیں ہیں: تہوں تک پہنچنے والی فکر، اور علمی گہرائی، اور فیصلہ کی خوبی اور عقل کی پائیداری۔ چنانچہ جس نے غور و فکر کیا، وہ علم کی گہرائیوں سے آشنا ہوا۔ اور جو علم کی گہرائیوں میں اُترا وہ فیصلہ کے سرچشموں سے سیراب ہو کر پلٹا اور جس نے حلم و بردباری اختیار کی اُس نے اپنے معاملات میں کوئی کمی نہیں کی اور لوگوں میں نیک نام رہ کر زندگی بسر کی۔ اور جہاد کی چار شاخیں ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تمام موقعوں پر راست گفتاری، اور بد کرداروں سے نفرت۔ چنانچہ جس نے امر بالمعروف کیا اس نے مومنین کی پشت مضبوط کی اور جس نے نہی عن المنکر کیا اُس نے کافروں کو ذلیل کیا اور جس نے تمام موقعوں پر سچ بولا اُس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور جس نے فاسقوں کو بُرا سمجھا

صَدَقَ فِي الْمَوَاطِنِ قَضٰى مَا عَلَيْهِ، وَمَنْ شَنِئَ الْفَاسِقِيْنَ وَغَضِبَ لِلّٰهِ غَضِبَ اللّٰهُ لَهٗ وَأَرْضَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اور اللہ کے لئے غضبناک ہوا اللہ بھی اُس کے لئے دوسروں پر غضبناک ہوگا اور قیامت کے دن اُس کی خوشی کا سامان کرے گا۔

---

(۳۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : اَلْكُفْرُ عَلٰى أَرْبَعِ دَعَائِمَ : عَلَى التَّعَمُّقِ، وَالتَّنَازُعِ، وَالزَّيْغِ وَالشِّقَاقِ: فَمَنْ تَعَمَّقَ لَمْ يُنِبْ إِلَى الْحَقِّ، وَمَنْ كَثُرَ نِزَاعُهُ بِالْجَهْلِ دَامَ عَمَاهُ عَنِ الْحَقِّ، وَمَنْ زَاغَ سَاءَتْ عِنْدَهُ الْحَسَنَةُ، وَحَسُنَتْ عِنْدَهُ السَّيِّئَةُ، وَسَكِرَ سُكْرَ الضَّلَالَةِ، وَمَنْ شَاقَّ وَعُرَتْ عَلَيْهِ طُرُقُهُ، وَأَعْضَلَ عَلَيْهِ أَمْرُهُ، وَضَاقَ عَلَيْهِ مَخْرَجُهُ۔ وَالشَّكُّ عَلٰى أَرْبَعِ شُعَبٍ عَلَى التَّمَارِيْ وَالْهَوْلِ وَالتَّرَدُّدِ وَالْاِسْتِسْلَامِ: فَمَنْ جَعَلَ الْمِرَاءَ دِيْنًا لَمْ يُصْبِحْ لَيْلُهُ، وَمَنْ هَالَهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَمَنْ تَرَدَّدَ فِي الرَّيْبِ وَطِئَتْهُ سَنَابِكُ الشَّيَاطِيْنِ وَمَنِ اسْتَسْلَمَ لِهَلَكَةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ هَلَكَ فِيْهِمَا۔

قال الرضي وبعد هٰذا كلام تركنا ذكره خوف الاطالة والخروج عن الغرض المقصود في هٰذا الباب۔

(۳۱) کفر بھی چار ستونوں پر قائم ہے۔ حد سے بڑھی ہوئی کاوش، جھگڑالو پن، کج روی اور اختلاف تو جو بے جا تعمق و کاوش کرتا ہے، وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہوتا اور جو جہالت کی وجہ سے آئے دن جھگڑے کرتا ہے، وہ حق سے ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور جو حق سے منہ موڑ لیتا ہے وہ اچھائی کو بُرائی اور بُرائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑا رہتا ہے اور جو حق کی خلاف ورزی کرتا ہے اُس کے راستے بہت دشوار اور اُس کے معاملات سخت پیچیدہ ہو جاتے ہیں اور بچ کے نکلنے کی راہ اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے۔ شک کی بھی چار شاخیں ہیں: کٹھ حجتی، خوف، سرگردانی اور باطل کے آگے جبین سائی۔ چنانچہ جس نے لڑائی جھگڑے کو اپنا شیوہ بنا لیا اُس کی رات کبھی صبح سے ہمکنار نہیں ہوسکتی اور جس کو سامنے کی چیزوں نے ہول میں ڈال دیا وہ الٹے پیر پلٹ جاتا ہے اور جو شک و شبہہ میں سرگرداں رہتا ہے اُسے شیاطین اپنے پنجوں سے روند ڈالتے ہیں اور جس نے دنیا و آخرت کی تباہی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا وہ دو جہاں میں تباہ ہوا۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ہم نے طوالت کے خوف اور اس خیال سے کہ اصل مقصد جو اس باب کا ہے فوت نہ ہو، بقیہ کلام کو چھوڑ دیا ہے۔

---

(۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : فَاعِلُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنْهُ، وَفَاعِلُ الشَّرِّ شَرٌّ مِّنْهُ۔

(۳۲) نیک کام کرنے والا خود اس کام سے بہتر اور بُرائی کا مرتکب ہونے والا خود اُس برائی سے بدتر ہے۔



(۳۳) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : كُنْ سَمْحًا وَّلَا تَكُنْ مُبَذِّرًا، وَكُنْ مُقَدِّرًا وَّلَا۔

(۳۳) سخاوت کرو، لیکن فضول خرچی نہ کرو اور جز رسی کرو، مگر بخل نہیں۔

---

(۳۴) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : أَشْرَفُ الْغِنٰى تَرْكُ الْمُنٰى۔

(۳۴) بہترین دولت مندی یہ ہے کہ تمناؤں کو ترک کرے۔

---

(۳۵) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَنْ أَسْرَعَ إِلَى النَّاسِ بِمَا يَكْرَهُوْنَ قَالُوْا فِيْهِ مَا لَا يَعْلَمُوْنَ۔

(۳۵) جو شخص لوگوں کے بارے میں جھٹ سے ایسی باتیں کہہ دیتا ہے جو انہیں ناگوار گذریں، تو پھر وہ اُس کے لئے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ جنہیں وہ جانتے نہیں۔

---

(۳۶) قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : مَنْ أَطَالَ الْأَمَلَ أَسَاءَ الْعَمَلَ۔

(۳۶) جس نے طول طویل امیدیں باندھیں، اُس نے اپنے اعمال بگاڑ لیے۔

---

(۳۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : وقد لقيه عند مسيره إلى الشام دهاقين الانبار، فترجلوا له واشتدوا بين يديه، فقال : مَا هٰذَا الَّذِيْ صَنَعْتُمُوْهُ؟ فقال : خلق منا نعظم به أمرائنا، فَقَالَ : وَاللّٰهِ مَا يَنْتَفِعُ بِهٰذَا أُمَرَاؤُكُمْ، وَإِنَّكُمْ لَتَشُقُّوْنَ عَلٰى أَنْفُسِكُمْ فِيْ دُنْيَاكُمْ، وَتَشْقَوْنَ بِهٖ فِيْ اٰخِرَتِكُمْ، وَمَا أَخْسَرَ الْمَشَقَّةَ وَرَاءَهَا الْعِقَابُ وَأَرْبَحَ الدَّعَةَ مَعَهَا الْأَمَانُ مِنَ النَّارِ۔

(۳۷) امیر المومنینؑ سے شام کی جانب روانہ ہوتے وقت مقام انبار کے زمینداروں کا سامنا ہوا، تو آپ کو دیکھ کر پیادہ ہوگئے اور آپ کے سامنے دوڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا یہ تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا عام طریقہ ہے جس سے ہم اپنے حکمرانوں کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے تمہارے حکمرانوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا البتہ تم اس دنیا میں اپنے کو زحمت و مشقت میں ڈالتے ہو، اور آخرت میں اس کی وجہ سے بدبختی مول لیتے ہو، وہ مشقت کتنی گھاٹے والی ہے جس کا نتیجہ سزائے اُخروی ہو، اور وہ راحت کتنی فائدہ مند ہے جس کا نتیجہ دوزخ سے امان ہو۔

---

(۳۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لابنه الحسن : يَا بُنَيَّ، احْفَظْ عَنِّيْ أَرْبَعًا، وَأَرْبَعًا، لَا يَضُرُّكَ مَا عَمِلْتَ مَعَهُنَّ: إِنَّ أَغْنَى الْغِنٰى الْعَقْلُ، وَأَكْبَرُ الْفَقْرِ الْحُمْقُ، وَأَوْحَشَ

(۳۸) اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام سے فرمایا: مجھ سے چار، اور پھر چار باتیں یاد رکھو۔ ان کے ہوتے ہوئے جو کچھ کرو گے وہ تمہیں ضرر نہ پہنچائے گا۔ سب سے بڑی ثروت عقل و دانش ہے اور سب سے بڑی ناداری حماقت و

الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ۔

بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور وخود بینی ہے اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حُسنِ اخلاق ہے۔

يَابُنَيَّ، إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ، يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَاتَكُونُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيعُكَ بِالتَّافِهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ: يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيدَ، وَيُبْعِدُ عَلَيْكَ الْقَرِيبَ۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اُسکی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

---

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَاقُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَائِضِ۔

(۳۹) مستحبات سے قربِ الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا، جبکہ وہ واجبات میں سدِ راہ ہوں۔

---

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهِ، وَقَلْبُ الْأَحْمَقِ وَرَآءَ لِسَانِهِ۔

قال الرضي وهٰذا من المعاني الْعَجِيبَةِ الشريفة، والمراد به أن العاقل لا يطلق لسانه الا بعد مشاورة الروية ومؤامرة الفكرة، والأحمق تسبق حذفات لسانه و فلتات كلامه مراجعة فكرهٖ ومما خضته رأيهٖ فكان لسان العاقل تابع لقلبه، وكأن قلب الأحمق تابع للسانه۔

(۴۰) عقلمندوں کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کے پیچھے ہے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اُس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور وفکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے، اس طرح گویا عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کا تابع ہے۔

---

(۴۱) وقد روی عنه عليه السَّلَام هٰذا المعنى بلفظ اٰخر، وهو قوله: قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِي فِيهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِي قَلْبِهِ۔ وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔

(۴۱) یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ ''بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے۔'' بہرحال ان دووں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

---



(۴۲) وقال لبعض أصحابه في علته اعتلها: جَعَلَ اللّٰهُ مَاكَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَاأَجْرَفِيهِ، وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ وَيَحُتُّهَا حَتَّ الْأَوْرَاقِ۔ وَإِنَّمَا الْأَجْرُفِي الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِي وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔

قَالَ الرضي: وَأقول صدق عليه السلام، إن المرض لا أجر فيه: لانئه من قبيل ما يستحق عليه العوض لأن العوض يستحق على ماكان في مقابلة فعل الله تعالىٰ بالعبد من الآلام والأمراض وما يجري مجرى ذٰلك، والأجر والثواب يستحقان علىٰ مَاكان في مقابلة فعل العبد، فبينهما فرق قد بينه عليه السلام كما يقتضيه علمه الثاقب ورأيه الصائب۔

(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے وابستہ ہے اور دور اندیشی فرمایا: اللہ نے تمہارے مرض کو تو، بر بھیدوں کو چھپا کر کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ خود مرض، نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انہیں اس طرح جھ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اُس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاک دامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے۔ اور اجر و ثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اُسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرما دیا ہے۔

---

(۴۳) وقال عليه السلام في ذكر خباب ابن الأرت۔ يَرْحَمُ اللّٰهُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتِّ فَلَقَدْ أَسْلَمَ رَاغِبًا، وَهَاجَرَ طَائِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللّٰهِ، وَعَاشَ مُجَاهِدًا۔

(۴۳) خباب ابن ارت کے بارے میں فرمایا۔ خدا، خباب ابن ارت پر رحمت اپنی شامل حال فرمائے، وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

---

حضرت خباب ابن ارت پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبرؐ اکرم کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآبؐ کے ہمرکاب رہے۔ صفین و نہروان میں امیر المومنینؑ کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت

الْوَحْشَةِ الْعُجْبُ، وَأَكْرَمَ الْحَسَبِ حُسْنُ الْخُلُقِ۔

يَابُنَيَّ، إِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْأَحْمَقِ فَإِنَّهُ يُرِيْدُ اَنْ يَنْفَعَكَ فَيَضُرُّكَ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْبَخِيلِ فَإِنَّهُ، يَبْعُدُ عَنْكَ أَحْوَجَ مَاتَكُوْنُ إِلَيْهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْفَاجِرِ فَإِنَّهُ يَبِيْعُكَ بِالتَّافِهِ، وَإِيَّاكَ وَمُصَادَقَةَ الْكَذَّابِ فَإِنَّهُ كَالسَّرَابِ : يُقَرِّبُ عَلَيْكَ الْبَعِيْدَ، وَيُبْعِدُ عَلَيْكَ الْقَرِيْبَ۔

بے عقلی ہے، اور سب سے بڑی وحشت غرور وخود بینی ہے اور سب سے بڑا جوہر ذاتی حُسنِ اخلاق ہے۔

اے فرزند! بیوقوف سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ تمہیں فائدہ پہنچانا چاہے گا، تو نقصان پہنچائے گا اور بخیل سے دوستی نہ کرنا کیونکہ جب تمہیں اُسکی مدد کی انتہائی احتیاج ہوگی وہ تم سے دور بھاگے گا اور بدکردار سے دوستی نہ کرنا، ورنہ وہ تمہیں کوڑیوں کے مول بیچ ڈالے گا اور جھوٹے سے دوستی نہ کرنا کیونکہ وہ سراب کے مانند تمہارے لئے دور کی چیزوں کو قریب اور قریب کی چیزوں کو دور کر کے دکھائے گا۔

---

(۳۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: لَاقُرْبَةَ بِالنَّوَافِلِ إِذَا أَضَرَّتْ بِالْفَرَآئِضِ۔

(۳۹) مستحبات سے قربِ الٰہی نہیں حاصل ہوسکتا، جبکہ وہ واجبات میں سدِ راہ ہوں۔

---

(۴۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لِسَانُ الْعَاقِلِ وَرَآءَ قَلْبِهٖ، وَقَلْبُ الْأَحْمَقِ وَرَآءَ لِسَانِهٖ۔

قال الرضی وهٰذا من المعانی الْعَجِيْبَةِ الشريفة، وَالمراد به أن العاقل لا يطلق لسانه الابعد مشاورة الروية ومؤامرة الفكرة، وَالأحمق تسبق حذفات لسانه و فلتات كلامه مراجعة فكرهٖ ومما خضته رأيهٗ فكان لسان العاقل تابع لقلبه، وَكأن قلب الأحمق تابع للسانه۔

(۴۰) عقلمندوں کی زبان اُس کے دل کے پیچھے ہے اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کے پیچھے ہے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ جملہ عجیب و پاکیزہ معنی کا حامل ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عقلمند اُس وقت زبان کھولتا ہے جب دل میں سوچ بچار اور غور وفکر سے نتیجہ اخذ کر لیتا ہے لیکن بے وقوف بے سوچے سمجھے جو منہ میں آتا ہے کہہ گزرتا ہے، اس طرح گویا عقلمند کی زبان اُس کے دل کے تابع ہے، اور بیوقوف کا دل اُس کی زبان کا تابع ہے۔

---

(۴۱) وقد روی عنه عليه السَّلَام هٰذا المعنى بلفظ اٰخر، وهو قوله: قَلْبُ الْأَحْمَقِ فِيْ فَيْهِ، وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِيْ قَلْبِهٖ۔ وَمَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ۔

(۴۱) یہی مطلب دوسرے لفظوں میں بھی حضرت سے مروی ہے اور وہ یہ کہ ''بیوقوف کا دل اُس کے منہ میں ہے اور عقلمند کی زبان اُس کے دل میں ہے۔'' بہرحال ان دووں جملوں کا مقصد ایک ہے۔

---



(۴۲) وقال لبعض أصحابه فی علته اعتلها : جَعَلَ اللّٰهُ مَاكَانَ مِنْ شَكْوَاكَ حَطًّا لِسَيِّئَاتِكَ، فَإِنَّ الْمَرَضَ لَاأَجْرَفِيْهِ، وَلٰكِنَّهُ يَحُطُّ السَّيِّئَاتِ وَيَحُتُّهَاحَتَّ الْاَوْرَاقِ۔ وَإِنَّمَا الْأَجْرُفِی الْقَوْلِ بِاللِّسَانِ، وَالْعَمَلِ بِالْأَيْدِیْ وَالْأَقْدَامِ، وَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ يُدْخِلُ بِصِدْقِ النِّيَّةِ وَالسَّرِيْرَةِ الصَّالِحَةِ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ الْجَنَّةَ۔

قَالَ الرضی : وَأقول صدق عليه السلام، إِن المرض لا أَجر فيه : لائنه من قبيل ما يستحق عليه العوض لأن العوض يستحق على ماكان فی مقابلة فعل الله تعالىٰ بالعبد من الآلام والأمراض وما يجری مجری ذٰلك، والأجر والثواب يستحقان علىٰ مَاكان فی مقابلة فعل العبد، فبينهما فرق قد بينه عليه السلام كما يقتضيه علمه الثاقب ورأيه الصائب۔

(۴۲) اپنے ایک ساتھی سے اس کی بیماری کی حالت میں فرمایا: اللہ نے تمہارے مرض کو تمہارے گناہوں کو دور کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے کیونکہ خود مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے مگر وہ گناہوں کو مٹاتا، اور انہیں اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔ ہاں! ثواب اُس میں ہوتا ہے کہ کچھ زبان سے کہا جائے اور کچھ ہاتھ پیروں سے کیا جائے، اور خداوند عالم اپنے بندوں میں سے نیک نیتی اور پاک دامنی کی وجہ سے جسے چاہتا ہے جنت میں داخل کرتا ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ حضرت نے سچ فرمایا کہ مرض کا کوئی ثواب نہیں ہے کیونکہ مرض تو اس قسم کی چیزوں میں سے ہے جن میں عوض کا استحقاق ہوتا ہے اس لئے کہ عوض اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ جو امر عمل میں آئے جیسے دکھ، درد، بیماری وغیرہ۔ اس کے مقابلہ میں اسے ملتا ہے۔ اور اجر وثواب وہ ہے کہ کسی عمل پر اُسے کچھ حاصل ہو۔ لہٰذا عوض اور ہے، اور اجر اور ہے اور اس فرق کو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے علم روشن اور رائے صائب کے مطابق بیان فرمادیا ہے۔

---

(۴۳) وقال عليه السلام فی ذكر خباب ابن الأرت۔ يَرْحَمُ اللّٰهُ خَبَّابَ بْنَ الْأَرَتَّ فَلَقَدْ اَسْلَمَ رَاغِبًا، وَهَاجَرَ طَآئِعًا، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِیَ عَنِ اللّٰهِ، وَعَاشَ مُجَاهِدًا۔

(۴۳) خباب ابن ارت کے بارے میں فرمایا۔ خدا، خباب ابن ارت پر رحمت اپنی شامل حال فرمائے، وہ اپنی رضا مندی سے اسلام لائے اور بخوشی ہجرت کی اور ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہے اور مجاہدانہ شان سے زندگی بسر کی۔

---

حضرت خباب ابن ارت پیغمبرؐ کے جلیل القدر صحابی اور مہاجرین اولین میں سے تھے۔ انہوں نے قریش کے ہاتھوں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں، چلچلاتی دھوپ میں کھڑے کئے گئے، آگ پر لٹائے گئے، مگر کسی طرح پیغمبر اکرمؐ کا دامن چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ بدر اور دوسرے معرکوں میں رسالت مآبؐ کے ہمرکاب رہے۔ صفین ونہروان میں امیر المومنینؑ کا ساتھ دیا۔ مدینہ چھوڑ کر کوفہ میں سکونت

اختیار کرلی تھی۔ چنانچہ یہیں پر ۷۳ برس کی عمر میں ۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ نماز جنازہ امیر المومنینؑ نے پڑھائی اور بیرون کوفہ دفن ہوئے اور حضرت نے یہ کلمات ترحم اُن کی قبر پر کھڑے ہوکر فرمائے۔

(۴۴) وقال علیہ السّلام: طُوبٰی لِمَنْ ذَكَرَ الْمَعَادَ، وَعَمِلَ لِلْحِسَابِ، وَقَنِعَ بِالْكَفَافِ، وَرَضِيَ عَنِ اللهِ۔

(۴۴) خوشا نصیب اُس کے جس نے آخرت کو یاد رکھا، حساب و کتاب کے لئے عمل کیا ضرورت بھر پر قناعت کی اور اللہ سے راضی و خوشنود رہا۔

---

(۴۵) وَقَالَ علیہ السّلام: لَوْ ضَرَبْتُ خَيْشُومَ الْمُؤْمِنِ بِسَيْفِي هٰذَا عَلٰى اَنْ يُبْغِضَنِي مَا أَبْغَضَنِي، وَلَوْ صَبَبْتُ الدُّنْيَا بِجَمَّاتِهَا عَلَى الْمُنَافِقِ عَلٰى اَنْ يُحِبَّنِي مَا اَحَبَّنِي، وَذٰلِكَ أَنَّهُ قُضِيَ فَانْقَضٰى عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: يَا عَلِيُّ! لَا يُبْغِضُكَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يُحِبُّكَ مُنَافِقٌ۔

(۴۵) اگر میں مومن کی ناک پر تلواریں لگاؤں کہ وہ مجھے دشمن رکھے، تو جب بھی وہ مجھ سے دشمنی نہ کرے گا اور اگر تمام متاع دنیا کافر کے آگے ڈھیر کردوں کہ وہ مجھے دوست رکھے تو بھی وہ مجھے دوست رکھے، تو بھی وہ مجھے دوست نہ رکھے گا۔ اس لئے کہ یہ وہ فیصلہ ہے جو پیغمبر اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے ہوگیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! کوئی مومن تم سے دشمنی نہ رکھے گا، اور کوئی منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔

---

(۴۶) وقال علیہ السّلام: سَيِّئَةٌ تَسُوْؤُكَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ مِنْ حَسَنَةٍ تُعْجِبُكَ۔

(۴۶) وہ گناہ جس کا تمہیں رنج ہو اللہ کے نزدیک اُس نیکی سے کہیں اچھا ہے جو تمہیں خود پسند بنادے۔

جو شخص ارتکاب گناہ کے بعد ندامت و پشیمانی محسوس کرے اور اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرے تو وہ گناہ کی عقوبت سے محفوظ اور توبہ کے ثواب کا مستحق ہے اور جو نیک عمل بجالانے کے بعد دوسروں کے مقابلہ میں برتری محسوس کرتا ہے اور اپنی نیکی پر گھمنڈ کرتے ہوئے یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لئے کوئی کھٹکا نہیں رہا وہ اپنی نیکی کو برباد کردیتا ہے اور حُسنِ عمل کے ثواب سے محروم رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو توبہ سے معصیت کے داغ کو صاف کرچکا ہو وہ اس سے بہتر ہوگا جو اپنے غرور کی وجہ سے اپنے کئے کرائے کا ضائع کرچکا ہو اور توبہ کے ثواب سے بھی اُس کا دامن خالی ہو۔

---

(۴۷) وَقال علیہ السّلام: قَدْرُ الرَّجُلِ عَلٰى قَدْرِ هِمَّتِهٖ۔ وَصِدْقُهٗ عَلٰى قَدْرِ مُرُوْئَتِهٖ، وَشُجَاعَتُهٗ عَلٰى قَدْرِ أَنَفَتِهٖ، وَعِفَّتُهٗ عَلٰى قَدْرِ غَيْرَتِهٖ۔

(۴۷) انسان کی جتنی ہمت ہو، اتنی ہی اُس کی قدر قیمت ہے اور جتنی مروت اور جوان مردی ہوگی اتنی ہی راست گوئی ہوگی اور جتنی حمیت و خودداری ہوگی اتنی ہی شجاعت ہوگی اور جتنی غیرت ہوگی اتنی ہی پاک دامنی ہوگی۔

---



(۴۸) وَقَالَ علیہ السّلام: الظَّفَرُ بِالْحَزْمِ۔ وَالْحَزْمُ بِإِجَالَةِ الرَّاْيِ، وَالرَّاْيُ بِتَحْصِيْنِ الْاَسْرَارِ۔

(۴۸) کامیابی دوراندیشی سے وابستہ ہے اور دوراندیشی فکر و تدبر کو کام میں لانے سے، اور تدبر بھیدوں کو چھپا کر رکھنے سے۔

---

(۴۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَحْذَرُوْا صَوْلَةَ الْكَرِيْمِ إِذَا جَاعَ، وَاللَّئِيْمِ إِذَا شَبِعَ۔

(۴۹) بھوکے شریف اور پیٹ بھرے کمینے کے حملہ سے ڈرتے رہو۔

مطلب یہ ہے کہ باعزت و باوقار آدمی کبھی ذلت و توہین گوارا نہیں کرتا۔ اگر اس کی عزت و وقار پر حملہ ہوگا تو وہ بھوکے شیر کی طرح جھپٹے گا اور ذلت کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گا اور اگر ذلیل و کم ظرف کو اس کی حیثیت سے بڑھا دیا جائے تو اُس کا ظرف چھلک اٹھے گا اور وہ اپنے کو بلند مرتبہ خیال کرتے ہوئے دوسروں کے وقار پر حملہ آور ہوگا۔

---

(۵۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قُلُوْبُ الرِّجَالِ وَحْشِيَّةٌ فَمَنْ تَاَلَّفَهَا اَقْبَلَتْ عَلَيْهِ۔

(۵۰) لوگوں کے دل صحرائی جانور ہیں، جو اُن کو سدھائے گا اُس کی طرف جھکیں گے۔

اس قول سے اس نظریہ کی تائید وتی ہے کہ انسانی قلوب اصل فطرت کے لحاظ سے وحشت پسند واقع ہوئے ہیں اور ان میں اُنس و محبت کا جذبہ ایک اکتسابی جذبہ ہے۔ چنانچہ جب اُنس و محبت کے دواعی و اسباب پیدا ہوتے ہیں تو وہ مانوس ہوجاتے ہیں اور جب اس کے دواعی ختم ہوجاتے ہیں یا اس کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں تو وحشت کی طرف عود کر جاتے ہیں اور پھر بڑی مشکل سے محبت و استئلاف کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں۔

مرنجاں دلے راکہ ایں مرغ وحشی زبامے کہ برخواست مشکل نشیند

---

(۵۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: عَيْبُكَ مَسْتُوْرٌ مَا اَسْعَدَكَ جَدُّكَ۔

(۵۱) جب تک تمہارے نصیب یاور ہیں تمہارے عیب ڈھکے ہوئے ہیں۔

---

(۵۲) وقال علیہ السّلام: اَوْلَى النَّاسِ بِالْعَفْوِ اَقْدَرُهُمْ عَلَى الْعُقُوْبَةِ۔

(۵۲) معاف کرنا سب سے زیادہ اُسے زیب دیتا ہے جو سزا دینے پر قادر ہو۔

---

(۵۳) وقال علیہ السّلام السَّخَاءُ مَا كَانَ ابْتِدَاءً فَاَمَّا مَا كَانَ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَحَيَاءٌ وَتَذَمُّمٌ۔

(۵۳) سخاوت وہ ہے جو بن مانگے ہو، اور مانگے سے دینا یا شرم ہے یا بدگوئی سے بچنا۔

---

(۵۴) وقال علیه السلام: لَاغِنَی کَالْعَقْلِ، وَلَا فَقْرَ کَالْجَهْلِ، وَلَا مِیرَاثَ کَالْاَدَبِ، وَلَا ظَهِیرَ کَالْمُشَاوَرَةِ۔

(۵۴) عقل سے بڑھ کر کوئی ثروت نہیں اور جہالت سے بڑھ کر کوئی بے مائیگی نہیں۔ ادب سے بڑھ کر کوئی میراث نہیں اور مشورہ سے زیادہ کوئی چیز معین و مددگار نہیں۔

---

(۵۵) وقال علیه السلام: اَلصَّبْرُ صَبْرَانِ: صَبْرٌ عَلٰی مَا تَکْرَهُ، وَصَبْرٌ عَمَّا تُحِبُّ۔

(۵۵) صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک ناگوار باتوں پر صبر، دوسرے پسندیدہ چیزوں سے صبر۔

---

(۵۶) وقال علیه السلام: اَلْغِنَی فِی الْغُرْبَةِ وَطَنٌ، وَالْفَقْرُ فِی الْوَطَنِ غُرْبَةٌ۔

(۵۶) دولت ہو تو پردیس میں بھی دیس ہے اور مفلسی ہو تو دیس میں بھی پردیس۔

اگر انسان صاحب دولت ہو تو وہ جہاں کہیں ہوگا، اُسے دوست و آشنا مل جائیں گے۔ جس کی وجہ سے اُسے پردیس میں مسافرت کا احساس نہ ہوگا اور اگر فقیر و نادار ہو تو اُسے وطن میں بھی دوست و آشنا میسر نہ ہوں گے۔ کیونکہ لوگ غریب و نادار سے دوستی قائم کرنے کے خواہش مند نہیں ہوتے اور نہ اس سے تعلقات بڑھانا ناپسند کرتے ہیں۔ اس لئے وہ وطن میں بھی بے وطن ہوتا ہے اور کوئی اس کا شناسا و پرسان حال نہیں ہوتا۔

آنرا کہ برمراد جہاں نیست دسترس     در زاد و بوم خویش غریب است و ناشناخت

---

(۵۷) وَقال علیه السلام: اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا یَنْفَدُ۔

(۵۷) قناعت وہ سرمایا ہے جو ختم نہیں ہوسکتا۔

(قال الرضی: وقد روی هٰذا الکلام عن النبی صلّی الله علیه واٰله وسلم)

''علامہ رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی مروی ہے۔''

قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو جو میسر ہو اس پر خوش و خرم رہے اور کم ملنے پر کبیدہ خاطر و شاکی نہ ہو اور اگر تھوڑے پر مطمئن نہیں ہوگا تو رشوت، خیانت اور مکر و فریب ایسے محرمات اخلاق کے ذریعہ اپنے دامن حرص کو بھرنے کی کوشش کرے گا۔ کیونکہ حرص کا تقاضا ہی یہ ہے کہ جس طرح بن پڑے خواہشات کو پورا کیا جائے اور ان خواہشات کا سلسلہ کہیں پر رکنے نہیں پاتا۔ کیونکہ ایک خواہش کا پورا ہونا دوسری خواہش کی تمہید بن جایا کرتا ہے اور جوں جوں انسان کی خواہشیں کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہیں اس کی احتیاج بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس لئے کبھی بھی محتاجی و بے اطمینانی سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔ اگر اس بڑھتی ہوئی خواہش کو روکا جاسکتا ہے تو وہ صرف قناعت سے کہ جو ناگزیر ضرورتوں کے علاوہ ہر ضرورت سے مستغنی بنا دیتی ہے اور وہ لازوال سرمایہ ہے جو ہمیشہ کے لئے فارغ البال کر دیتا ہے۔

---

(۵۸) وقال علیه السّلام: اَلْمَالُ مَادَّةُ الشَّهَوَاتِ۔

(۵۸) مال نفسانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔

---



(۵۹) وقال علیه السَّلام: مَنْ حَذَّرَكَ کَمَنْ بَشَّرَكَ۔

(۵۹) زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اُسے کھلا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔

---

(۶۰) وقال علیه السلام: اَللِّسَانُ سَبُعٌ إِنْ خُلِّیَ عَنْهُ عَقَرَ۔

(۶۰) زبان ایک ایسا درندہ ہے کہ اگر اسے کھلا چھوڑ دیا جائے، تو پھاڑ کھائے۔

---

(۶۱) وقال علیه السَّلَامُ: اَلْمَرْأَةُ عَقْرَبٌ حُلْوَةُ اللِّبْسَةِ۔

(۶۱) عورت ایک ایسا بچھو ہے جس کے لپٹنے میں بھی مزہ آتا۔

---

(۶۲) وقال علیه السَّلام إِذَا حُیِّیتَ بِتَحِیَّةٍ فَحَیِّ بِأَحْسَنَ مِنْهَا، وَإِذَا أُسْدِیَتْ إِلَیْكَ یَدٌ فَکَافِئْهَا بِمَا یُرْبِی عَلَیْهَا، وَالْفَضْلُ مَعَ ذٰلِكَ لِلْبَادِیْ۔

(۶۲) جب تم پر سلام کیا جائے، تو اُس سے اچھے طریقہ سے جواب دو، اور جب تم پر کوئی احسان کرے تو اُس سے بڑھ چڑھ کر بدلہ دو، اگرچہ اس صورت میں بھی فضیلت پہل کرنے والے ہی کے لئے ہوگی۔

---

(۶۳) وقال علیه السّلام: اَلشَّفِیعُ جَنَاحُ الطَّالِبِ۔

(۶۳) سفارش کرنے والا امیدوار کے لئے بمنزلہ پر و بال کے ہوتا ہے۔

---

(۶۴) وقال عَلیه السَّلام: أَهْلُ الدُّنْیَا کَرَکْبٍ یُسَارُ بِهِمْ وَهُمْ نِیَامٌ۔

(۶۴) دنیا والے ایسے سواروں کے مانند ہیں جو سو رہے ہیں اور سفر جاری ہے۔

---

(۶۵) وقال علیه السّلام: فَقْدُ الْاَحِبَّةِ غُرْبَةٌ۔

(۶۵) دوستوں کو کھو دینا غریب الوطنی ہے۔

---

(۶۶) وقال علیه السّلام: فَوْتُ الْحَاجَةِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِهَا إِلٰی غَیْرِ أَهْلِهَا۔

(۶۶) مطلب کا ہاتھ سے چلا جانا نااہل کے آگے ہاتھ پھیلانے سے آسان ہے۔

نااہل کے سامنے حاجت پیش کرنے سے جو شرمندگی حاصل ہوتی ہے وہ محرومی کے اندوہ سے کہیں زیادہ روحانی اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ اس لئے مقصد سے محرومی کو برداشت کیا جاسکتا ہے مگر ایک دنی و فرومایہ کی زیر باری ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ چنانچہ ہر باحمیت انسان نااہل کے ممنونِ احسان ہونے سے اپنی حرمان نصیبی کو ترجیح دے گا، اور کسی پست و دنی کے آگے دست سوال دراز کرنا گوارا نہ کرے گا۔

---

(۶۷) وقال عليه السلام: لَا تَسْتَحِ مِنْ إِعْطَاءِ الْقَلِيْلِ، فَإِنَّ الْحِرْمَانَ أَقَلُّ مِنْهُ۔

(۶۷) تھوڑا دینے سے شرماؤ نہیں کیونکہ خالی ہاتھ پھیرنا تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے۔

---

(۶۸) وقال عليه السلام: اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى۔

(۶۸) عفت فقر کا زیور ہے، اور شکر دولت مندی کی زینت ہے۔

---

(۶۹) وقال عليه السلام: إِذَا لَمْ يَكُنْ مَاتُرِيْدُ فَلَا تُبَلْ مَاكُنْتَ۔

(۶۹) اگر حسب منشا تمہارا کام نہ بن سکے تو پھر جس حالت میں ہو مگن رہو۔

---

(۷۰) وقال عليه السلام: لَاتَرَى الْجَهِلَ إِلَّا مُفْرِطًا اَوْمُفَرِّطًا۔

(۷۰) جاہل کو نہ پاؤ گے مگر یا حد سے آگے بڑھا ہوا، اور یا اس سے بہت پیچھے۔

---

(۷۱) وقال عليه السلام: إِذَا تَمَّ الْعَقْلُ نَقَصَ الْكَلَامُ۔

(۷۱) جب عقل بڑھتی ہے تو باتیں کم ہو جاتی ہیں۔

بسیار گوئی پریشان خیالی کا، اور پریشان خیالی عقل کی خامی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جب انسان کی عقل کامل اور فہم پختہ ہوتا ہے تو اس کے ذہن اور خیالات میں توازن پیدا ہو جاتا ہے اور عقل دوسرے قوائے بدنیہ کی طرح زبان پر بھی تسلط و اقتدار حاصل کر لیتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں زبان عقل کے تقاضوں سے ہٹ کر اور بے سوچے سمجھے کھلنا گوارا نہیں کرتی اور ظاہر کے بعد جو کلام ہو گا وہ مختصر اور زوائد سے پاک ہوگا۔

مرو چوں عقلش بیفزائید بکاہد در سخن تانیا بد فرصت گفتار نکشاید دہن

---

(۷۲) وقال عليه السلام: اَلدَّهْرُ يُخْلِقُ الْاَبْدَانَ، وَيُجَدِّدُ الْاٰمَالَ، وَيُقَرِّبُ الْمَنِيَّةَ: وَيُبَاعِدُ الْاُمْنِيَّةَ: مَنْ ظَفِرَ بِهِ نَصِبَ، وَمَنْ فَاتَهُ تَعِبَ۔

(۷۲) زمانہ جسموں کو کہنہ و بوسیدہ اور آرزوؤں کو تر و تازہ کرتا ہے۔ موت کو قریب اور آرزوؤں کو دور کرتا ہے۔ جو زمانہ سے کچھ پالیتا ہے، وہ بھی رنج سہتا ہے اور جو کھو دیتا ہے وہ تو دکھ جھیلتا ہی ہے۔

---

(۷۳) وقال عليه السلام: مَنْ نَصَبَ نَفْسَهُ لِلنَّاسِ إِمَامًا فَلْيَبْدَأْ بِتَعْلِيْمِ نَفْسِهِ قَبْلَ تَعْلِيْمِ غَيْرِهِ، وَلْيَكُنْ تَأْدِيْبُهُ بِسِيْرَتِهِ قَبْلَ

(۷۳) جو لوگوں کا پیشوا بنتا ہے تو اُسے دوسروں کو تعلیم دینے سے پہلے اپنے کو تعلیم دینا چاہئے اور زبان سے درس اخلاق دینے سے پہلے اپنی سیرت و کردار سے تعلیم دینا چاہئے۔



تَأْدِيْبِهِ بِلِسَانِهِ، وَمُعَلِّمُ نَفْسِهِ وَمُؤَدِّبُهَا أَحَقُّ بِالْاِجْلَالِ مِنْ مُعَلِّمِ النَّاسِ وَمُؤَدِّبِهِمْ۔

اور جو اپنے نفس کو تعلیم و تادیب کر لے وہ دوسروں کی تعلیم و تادیب کرنے والے سے زیادہ احترام کا مستحق ہے۔

---

(۷۴) وقال عليه السلام: نَفَسُ الْمَرْءِ خُطَاهُ إِلَى أَجَلِهِ۔

(۷۴) انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اُسے موت کی طرف بڑھائے جا رہا ہے۔

یعنی جس طرح ایک قدم مٹ کر دوسرے قدم کے لئے جگہ خالی کرتا ہے اور یہ قدم فرسائی منزل کے قرب کا باعث ہوتی ہے یونہی زندگی کی ہر سانس پہلی سانس کے لئے پیغام فنا بن کر کاروانِ زندگی کو موت کی طرف بڑھائے لئے جاتی ہے۔ گویا جس سانس کو آمد کو پیغام حیات سمجھا جاتا ہے وہی سانس زندگی کے ایک لمحے کے فنا ہونے کی علامت اور منزل موت سے قرب کا باعث ہوتی ہے کیونکہ ایک سانس کی حیات دوسری سانس کے لئے موت ہے اور انہی فنا بردوش سانسوں کے مجموعے کا نام زندگی ہے۔

ہر نفس عمر گزشتہ کی ہے میت فانی
زندگی نام ہے مر مر کے جیئے جانے کا

---

(۷۵) وقال عليه السلام: كُلُّ مَعْدُوْدٍ مُنْقَضٍ، وَكُلُّ مُتَوَقَّعٍ اٰتٍ۔

(۷۵) جو چیز شمار میں آئے اُسے ختم ہونا چاہئے اور جسے آنا چاہئے وہ آکر رہے گا۔

---

(۷۶) وقال عليه السلام: إِنَّ الْاُمُوْرَ إِذَا أَشْتَبَهَتْ أُعْتُبِرَ اٰخِرُهَا بِاَوَّلِهَا۔

(۷۶) جب کسی کام میں اچھے بُرے کی پہچان نہ رہے تو آغاز کو دیکھ کر انجام کو پہچان لینا چاہئے۔

ایک بیج کو دیکھ کر کاشتکار یہ حکم لگا سکتا ہے کہ اس سے کونسا درخت پیدا ہوگا۔ اس کے پھل پھول اور پتے کیسے ہوں گے۔ اس کا پھیلاؤ اور بڑھاؤ کتنا ہوگا۔ اسی طرح ایک طالب علم کی سعی و کوشش کو دیکھ کر اس کی کامیابی پر، اور دوسرے کی آرام طلبی و غفلت کو دیکھ کر اس کی ناکامی پر حکم لگایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اوائل اواخر کے اور مقدمات نتائج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ لہٰذا کسی چیز کا انجام سجھائی نہ دیتا ہو تو اس کی ابتداء کو دیکھا جائے۔ اگر ابتداء بُری ہوگی تو انتہا بھی بُری ہوگی اور اگر ابتداء اچھی ہوگی تو انتہا بھی اچھی ہوگی۔ ع

سالے کہ نکو است از بہارش پیدا

---

(۷۷) ومن خبر ضرار بن ضمرة الضبائی عند دخوله علٰی معاوية ومسئالته لهٗ عن أمير المومنين وَ قال: فأشهد لقد رأيته فی بعض مواقفه وقد

(۷۷) جب ضرار ابن ضمرۃ ضبائی معاویہ کے پاس گئے اور معاویہ نے امیر المومنین کے متعلق اُن سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے بعض موقعوں پر آپ کو دیکھا جبکہ رات اپنے دامن

أرخى اللّيل سدوله وهو قائم في محرابه قابض على لحيته يتململ تململ السليم يبكي بكاء الحزين ويقول:

يَا دُنْيَا يا دُنْيَا، إِلَيكَ عَنّيَ، أَبِيَ تَعَرَّضْتِ؟ أَمْ إِلَيَّ تَشَوَّقْتِ؟ لَاحَانَ حِيْنُكَ هَيهَاتَ! غُرِّيْ غَيْرِيْ، لَا حَاجَةَ لِيَ فِيْكِ، قَدْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَةَ فِيْهَا! فَعَيْشُكِ قَصِيْرٌ، وَخَطَرُكِ يَسِيْرٌ، وَأَمَلُكِ حَقِيْرٌ۔ آهِ مِنْ قِلَّةِ الزَّادِ، وَطُوْلِ الطَّرِيْقِ، وَبُعْدِ السَّفَرِ، وَعَظِيْمِ الْمَوْرِدِ۔

ظلمت کو پھیلا چکی تھی، تو آپ محراب عبادت میں ایستادہ ریش مبارک کو ہاتھوں میں پکڑے ہوئے مار گزیدہ کی طرح تڑپ رہے تھے اور غم رسیدہ کی طرح رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

اے دنیا! اے دنیا دور ہو مجھ سے۔ کیا میرے سامنے اپنے کو لاتی ہے؟ یا میری دلدادہ و فریفتہ بن کر آئی ہے۔ تیرا وہ وقت نہ آئے (کہ تو مجھے فریب دے سکے) بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے، جا کسی اور کو جل دے مجھے تیری خواہش نہیں ہے، میں تو تین بار تجھے طلاق دے چکا ہوں کہ جس کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں۔ تیری زندگی تھوڑی، تیری اہمیت بہت ہی کم اور تیری آرزو ذلیل و پست ہے، افسوس زادِ راہ تھوڑا، راستہ طویل سفر دور و دراز اور منزل سخت ہے۔

اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ جب معاویہ نے ضرار کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اُس کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور کہنے لگا کہ خدا ابو الحسن پر رحم کرے وہ واقعتاً ایسے ہی تھے، پھر ضرار سے مخاطب ہوکر کہا کہ اے ضرار ان کی مفارقت میں تمہارے رنج و اندوہ کی کیا حالت ہے۔ ضرار نے کہا کہ بس یہ سمجھ لو کہ میرا غم اتنا ہی ہے جتنا اُس ماں کا ہوتا ہے کہ جس کی گود میں اُس کا اکلوتا بچہ ذبح کردیا جائے۔

---

(۷۸) ومن كلام له عليه السّلام (للسائل الشامي) الماسأله: أكان مسيرنا إلى الشام بقضاء من الله و قدر؟

بعد كلام طويل هذا مختاره۔

وَيْحَكَ! لَعَلَّكَ ظَنَنْتَ قَضَاءً لَازِمًا وَقَدَرًا حَاتِمًا، وَلَوْكَانَ (ذٰلِكَ) كَذٰلِكَ لَبَطَلَ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَسَقَطَ الْوَعْدُ وَالْوَعِيْدُ إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ أَمَرَ عِبَادَهُ تَخْيِيْرًا وَنَهَاهُمْ تَحْذِيْرًا، وَكَلَّفَ يَسِيْرًا، وَلَمْ يُكَلِّفْ عَسِيْرًا، وَأَعْطَى عَلَى الْقَلِيْلِ كَثِيْرًا، وَلَمْ يُعْصَ مَغْلُوْبًا، وَلَمْ يُطَعْ مُكْرَهًا، وَلَمْ يُرْسِلِ الْأَنْبِيَاءَ لَعِبًا، وَلَمْ يُنْزِلِ الْكِتَابَ لِلْعِبَادِ عَبَثًا، وَلَا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا وَ (ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔

(۷۸) ایک شخص نے امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا ہمارا اہل شام سے لڑنے کیلئے جانا قضا و قدر تھا؟ تو آپ نے ایک طویل جواب دیا جس کا ایک منتخب حصہ یہ ہے۔

خدا تم پر رحم کرے شاید تم نے حتمی و لازمی قضا و قدر سمجھ لیا ہے (کہ جس کے انجام دینے پر ہم مجبور ہیں) اگر ایسا ہوتا تو پھر نہ ثواب کا کوئی سوال پیدا ہوتا نہ عذاب کا، نہ وعدے کے کچھ معنی رہتے نہ وعید کے۔ خداوند عالم نے تو بندوں کو خود مختار بنا کر مامور کیا ہے اور (عذاب سے) ڈراتے ہوئے نہی کی ہے۔ اُس نے سہل و آسان تکلیف دی ہے اور دشواریوں سے بچائے رکھا ہے وہ تھوڑے کئے پر زیادہ اجر دیتا ہے۔ اسکی نافرمانی اسلئے نہیں ہوتی کہ وہ دب گیا ہے اور نہ اس کی اطاعت اسلئے کی جاتی ہے کہ اُس نے مجبور کر رکھا ہے اس نے پیغمبروں کو بطور تفریح نہیں بھیجا اور بندوں کیلئے کتابیں بے فائدہ نہیں اُتاری ہیں اور نہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان سب کو بیکار پیدا کیا ہے۔ یہ تو اُن لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا، تو افسوس ہے ان پر جنہوں نے کفر اختیار کیا آتش جہنم کے عذاب سے۔



اس روایت کا تتمہ یہ ہے کہ پھر اس شخص نے کہا کہ وہ کون سی قضاء و قدر تھی جس کی وجہ سے ہمیں جانا پڑا۔ آپ نے کہا کہ قضا کے معنی حکم باری کے ہیں جیسا کہ اُس کا ارشاد ہے وقضى ربك الا تعبد واالا اياه ''اور تمہارے پروردگار نے تو حکم دے دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔'' یہاں پر قضی بمعنی امر ہے۔

---

(۷۹) وقال عليه السّلام: خُذِ الْحِكْمَةَ أَنّٰى كَانَتْ فَإِنَّ الْحِكْمَةَ تَكُوْنُ فِي صَدْرِ الْمُنَافِقِ فَتَلَجْلَجُ فِي صَدْرِهٖ حَتّٰى تَخْرُجَ فَتَسْكُنَ إِلٰى صَوَاحِبِهَا فِي صَدْرِ الْمُؤْمِنِ۔

(۷۹) حکمت کی بات جہاں کہیں ہو، اُسے حاصل کرو، کیونکہ حکمت منافق کے سینہ میں بھی ہوتی ہے لیکن جب تک اُس (کی زبان) سے نکل کر مومن کے سینہ میں پہنچ کر دوسری حکمتوں کے ساتھ بہل نہیں جاتی تڑپتی رہتی ہے۔

---

(۸۰) وقال عليه السّلام: اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ، فَخُذِ الْحِكْمَةَ وَلَوْ مِنْ أَهْلِ النِّفَاقِ۔

(۸۰) حکمت مومن ہی کی گم شدہ چیز ہے اسے حاصل کرو، اگرچہ منافق سے لینا پڑے۔

(۸۱) وقال عليه السّلام: قِيْمَةُ كُلِّ امْرِئٍ مَا يُحْسِنُهُ۔

قال الرّضي: وهي الكلمة التي لا تصاب لها قيمة، ولا توزن بها حكمته ولا تقرن إليها كلمة۔

(۸۱) ہر شخص کی قیمت وہ ہنر ہے جو اس شخص میں ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا انمول جملہ ہے کہ نہ کوئی حکیمانہ بات اس کے ہم وزن ہوسکتی ہے اور نہ کوئی جملہ اُس کا ہم پلہ ہوسکتا ہے۔

انسان کی حقیقی قیمت اس کا جوہر عمل و کمال ہے۔ وہ علم و کمال کی جس بلندی پر فائز ہوگا اسی کے مطابق اُس کی قدر و منزلت ہوگی۔ چنانچہ جوہر شناس نگاہیں شکل و صورت، بلندی قد و قامت اور ظاہری جاہ و حشمت کو نہیں دیکھتیں بلکہ انسان کے ہنر کو دیکھتی ہیں اور اسی ہنر کے لحاظ سے اس کی قیمت ٹھہراتی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو اکتساب فضائل و تحصیل علم و دانش میں جدو جہد کرنا چاہئے۔

زآنکہ ہر کس رابقدرِ دانش او قیمت است

---

(۸۲) وقال عليه السّلام: أُوْصِيْكُمْ

(۸۲) تمہیں ایسی پانچ باتوں کی ہدایت کی جاتی ہے کہ

بِخَمْسٍ لَوْ ضَرَبْتُمْ إِلَيْهَا آبَاطَ الْإِبِلِ لَكَانَتْ لِذٰلِكَ أَهْلًا: لَا يَرْجُوَنَّ أَحَدٌ مِّنْكُمْ إِلَّا رَبَّهُ، وَلَا يَخَافَنَّ إِلَّا ذَنْبَهُ وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ (مِنْكُمْ) إِذَا سُئِلَ عَمَّا لَا يَعْلَمُ أَنْ يَقُولَ لَا أَعْلَمُ، وَلَا يَسْتَحِيَنَّ أَحَدٌ إِذَا لَمْ يَعْلَمِ الشَّيْءَ أَنْ يَتَعَلَّمَهُ۔ وَعَلَيْكُمْ بِالصَّبْرِ فَإِنَّ الصَّبْرَ مِنَ الْإِيمَانِ كَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ، وَلَا خَيْرَ فِي جَسَدٍ لَا رَأْسَ مَعَهُ، وَلَا فِي إِيمَانٍ لَا صَبْرَ مَعَهُ۔

اگر انہیں حاصل کرنے کے لئے اونٹوں کو ایڑ لگا کر تیز ہنکاؤ تو وہ اسی قابل ہوں گی۔ تم میں سے کوئی شخص اللہ کے سوا کسی سے آس نہ لگائے، اور اس کے گناہ کے علاوہ کسی شے سے خوف نہ کھائے اور اگر تم میں سے کسی سے کوئی ایسی بات پوچھ جائے کہ جسے وہ نہ جانتا ہو تو یہ کہنے میں نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا اور اگر کوئی شخص کسی بات کو نہیں جانتا تو اُس کے سیکھنے میں شرمائے نہیں، اور صبر و شکیبائی اختیار کرو کیونکہ صبر کو ایمان سے وہی نسبت ہے جو سر کو بدن سے ہوتی ہے۔ اگر سر نہ ہو تو بدن بیکار ہے، یونہی ایمان کے ساتھ صبر نہ ہو تو ایمان میں کوئی خوبی نہیں۔ ہر را صبر نیست ایمان نیست۔

---

(۸۳) وَقال عليه السّلام: لِرَجُلٍ أَفْرَطَ فِي الثَّنَاءِ عَلَيْهِ، وَكَانَ لَهُ مُتَّهِمًا: أَنَا دُونَ مَا تَقُولُ وَفَوْقَ مَا فِي نَفْسِكَ۔

(۸۳) ایک شخص نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی حالانکہ وہ آپ سے عقیدت و ارادت نہ رکھتا تھا تو آپ نے فرمایا جو تمہاری زبان پر ہے میں اس سے کم ہوں اور تمہارے دل میں اُس سے زیادہ ہوں۔

---

(۸۴) وقال عليه السّلام: بَقِيَّةُ السَّيْفِ أَبْقَى عَدَدًا أَكْثَرُ وَلَدًا۔

(۸۴) تلوار سے بچے کچے لوگ زیادہ باقی رہتے ہیں اور اُن کی نسل زیادہ رہتی ہے۔

---

(۸۵) وقال عليه السّلام: مَنْ تَرَكَ قَوْلَ "لَا أَدْرِي" أُصِيبَتْ مَقَاتِلُهُ۔

(۸۵) جس کی زبان پر کبھی یہ جملہ نہ آئے کہ "میں نہیں جانتا" تو وہ چوٹ کھانے کی جگہوں پر چوٹ کھا کر رہتا ہے۔

---

(۸۶) وقال عليه السّلام: رَأْيُ الشَّيْخِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ جَلَدِ الْغُلَامِ وروى "من مشهد الغلام"۔

(۸۶) بوڑھے کی رائے مجھے جوان کی ہمت سے زیادہ پسند ہے (ایک روایت میں یوں ہے کہ بوڑھے کی رائے مجھے جوان کے خطرہ میں ڈٹے رہنے سے زیادہ پسند ہے)

---

(۸۷) وقال عليه السّلام: عَجِبْتُ لِمَنْ يَقْنَطُ وَمَعَهُ الْاِسْتِغْفَارُ۔

(۸۷) اُس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ جو توبہ کی گنجائش کے ہوتے ہوئے مایوس ہو جائے۔

---



(۸۸) وحكى عنه أبو جعفر محمّد بن علي الباقر عليهما السّلام أنّه قال:
كَانَ فِي الْأَرْضِ أَمَانَانِ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ وَقَدْ رُفِعَ أَحَدُهُمَا فَدُونَكُمُ الْآخَرَ فَتَمَسَّكُوا بِهِ: أَمَّا الْأَمَانُ الَّذِي رُفِعَ فَهُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَمَّا الْأَمَانُ الْبَاقِي فَالْاِسْتِغْفَارُ۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى۔ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)
قال الرضي: وهذا من محاسن الاستخراج ولطائف الاستنباط۔

(۸۸) ابو جعفر محمد ابن علی الباقر علیہما السلام نے روایت کی ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔
دنیا میں عذاب خدا سے دو چیزیں باعث امان تھیں، ایک اُن میں سے اٹھ گئی، مگر دوسری تمہارے پاس موجود ہے۔ لہٰذا اُسے مضبوطی سے تھامے رہو۔ وہ امان جو اٹھالی گئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے، اور وہ امان جو باقی ہے وہ توبہ و استغفار ہے جیسا کہ اللہ سبحانہٗ نے فرمایا "اللہ اِن لوگوں پر عذاب نہیں کرے گا جب تک تم اُن میں موجود ہو۔" اللہ اِن لوگوں پر عذاب نہیں اُتارے گا جبکہ یہ لوگ توبہ و استغفار کر رہے ہوں گے۔
سید رضی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ بہترین استخراج اور عمدہ نکتہ آفرینی ہے۔

---

(۸۹) وقال عليه السّلام: مَنْ أَصْلَحَ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللّٰهِ أَصْلَحَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ؛ وَمَنْ أَصْلَحَ أَمْرَ آخِرَتِهِ أَصْلَحَ اللّٰهُ لَهُ أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ مِنْ نَفْسِهِ وَاعِظٌ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ حَافِظٌ۔

(۸۹) جس نے اپنے اور اللہ کے مابین معاملات کو ٹھیک رکھا، تو اللہ اس کے اور لوگوں کے معاملات سلجھائے رکھے گا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوار لیا، تو خدا اُس کی دنیا بھی سنوار دے گا اور جو خود اپنے آپ کو وعظ و پند کر لے، تو اللہ کی طرف سے اُس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

---

(۹۰) وقال عليه السّلام: الْفَقِيهُ كُلُّ الْفَقِيهِ مَنْ لَمْ يُقَنِّطِ النَّاسَ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْيِسْهُمْ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ، وَلَمْ يُؤْمِنْهُمْ مِنْ مَكْرِ اللّٰهِ۔

(۹۰) پورا عالم و دانا وہ ہے جو لوگوں کو رحمت خدا سے مایوس اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی آسائش و راحت سے ناامید نہ کرے، اور نہ انہیں اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن کر دے۔

---

(۹۱) وقال عليه السّلام: إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ۔ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكَمِ۔

(۹۱) یہ دل بھی اُسی طرح اکتا جاتے ہیں جس طرح بدن اکتا جاتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) اُن کے لئے لطیف حکیمانہ نکات تلاش کرو۔

---

(۹۲) وقالَ عَلَيه السَّلام : أَوْضَعُ الْعِلْمِ مَا وَقَفَ عَلَى اللِّسَانِ؛ وَأَرْفَعُهُ مَا ظَهَرَ فِي الْجَوَارِحِ وَالْاَرْكَانِ۔

(۹۲) وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے اور وہ علم بہت بلند مرتبہ ہے جو اعضاء و جوارح سے نمودار ہو۔

---

(۹۳) وقال عليه السّلام:
لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوذُبِكَ مِنَ الْفِتْنَةِ" لِأَنَّهُ لَيسَ اَحَدٌ إلَّا وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى فِتْنَةٍ وَلٰكِنْ مَنِ اسْتَعَاذَ فَلْيَسْتَعِذْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ؛ فَإِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَقُولُ: (وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ) وَمَعْنٰى ذٰلِكَ أَنَّهُ يَخْتَبِرُهُمْ بِالْأَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ لِيَتَبَيَّنَ السَّاخِطُ لِرِزْقِهٖ، وَالرَّاضِي بِقِسْمِهٖ، وَإِنْ كَانَ سُبْحَانَهُ أَعْلَمَ بِهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَلٰكِنْ لِتَظْهَرَ الْاَفْعَالُ الَّتِي بِهَا يُسْتَحَقُّ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ لِأَنَّ بَعْضَهُمْ يُحِبُّ الذُّكُورَ وَيَكْرَهُ الْإِنَاثَ، وَبَعْضَهُمْ يُحِبُّ تَثْمِيرَ الْمَالِ وَيَكْرَهُ انْثِلَامَ الْحَالِ۔

قال الرضی : وهذا من غريب ماسمع منه فی التفسير۔

(۹۳) تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں۔" اسلئے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنیوالے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے "اور اس بات کو جانے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعہ آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چین بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہ، اُن کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اسلئے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ بعض اولاد نرینہ کو چاہتے ہیں اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو بُرا سمجھتے ہیں۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ اُن عجیب و غریب باتوں میں سے ہے جو تفسیر کے سلسلہ میں آپ سے وارد ہوئی ہیں۔

---

(۹۴) وسئل عن الخير ماهو؟ فقال لَيْسَ الْخَيْرُ اَنْ يَكْثُرَ مَالُكَ وَوَلَدُكَ وَلٰكِنَّ الْخَيْرَ أَنْ يَكْثُرَ عِلْمُكَ وَ(اَنْ) يَعْظُمَ حِلْمُكَ، وَأَنْ تُبَاهِيَ النَّاسَ بِعِبَادَةِ رَبِّكَ، فَإِنْ أَحْسَنْتَ حَمِدْتَ لِلّٰهَ، وَإِنْ أَسَأْتَ اسْتَغْفَرْتَ اللّٰهَ؛ وَلَا خَيْرَ فِي الدُّنْيَا إِلَّا لِرَجُلَيْنِ: رَجُلٌ

(۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا، کہ نیکی کیا چیز ہے؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ نیکی یہ نہیں کہ تمہارے مال و اولاد میں فراوانی ہو جائے بلکہ خوبی یہ ہے کہ تمہارا علم زیادہ اور حلم بڑا ہو اور تم اپنے پروردگار کی عبادت پر ناز کر سکو۔ اب اگر اچھا کام کرو، تو اللہ کا شکر بجالاؤ، اور اگر کسی بُرائی کا ارتکاب کرو تو توبہ و استغفار کرو، اور دنیا میں صرف دو شخصوں کے لئے بھلائی ہے۔ ایک وہ جو گناہ



أَذْنَبَ ذُنُوبًا فَهُوَ يَتَدَارَكُهَا بِالتَّوْبَةِ، وَرَجُلٌ يُسَارِعُ فِي الْخَيْرَاتِ۔

کرے تو توبہ سے اُس کی تلافی کرے اور دوسرا وہ جو نیک کاموں میں تیز گام ہو۔

---

(۹۵) وقال عليه السّلام : لَا يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوَى؛ وَكَيْفَ يَقِلُّ مَا يُتَقَبَّلُ ؟

(۹۵) جو عمل تقویٰ کیساتھ انجام دیا جائے وہ تھوڑا نہیں سمجھا جا سکتا اور مقبول ہونیوالا عمل تھوڑا کیونکر ہو سکتا ہے۔

---

(۹۶) وقال عليه السّلام : إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِالْأَنْبِيَاءِ أَعْلَمُهُمْ بِمَا جَاءُوا بِهٖ، ثُمَّ تَلَى : (إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا) ثُمَّ قَالَ: إِنَّ وَلِيَّ مُحَمَّدٍ مَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَإِنْ بَعُدَتْ لُحْمَتُهُ وَإِنَّ عَدُوَّ مُحَمَّدٍ مَنْ عَصَى اللّٰهَ وَإِنْ قَرُبَتْ قَرَابَتُهُ۔

(۹۶) انبیاء سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو حاصل ہوتی ہے کہ جو اُن کی لائی ہوئی چیزوں کا زیادہ علم رکھتے ہوں (پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی) ابراہیمؑ سے زیادہ خصوصیت اُن لوگوں کو تھی، جو اُن کے فرمانبردار تھے اور اب اس نبی اور ایمان لانے والوں کو خصوصیت ہے (پھر فرمایا) حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اگرچہ اُن سے کوئی قرابت نہ رکھتا ہو اور اُن کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگرچہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔

---

(۹۷) وَقَدْ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الحرورية يَتَهَجَّدُ وَيَقْرَأُ، فَقَالَ : نَوْمٌ عَلَى يَقِينٍ خَيْرٌ مِنْ صَلٰوةٍ فِي شَكٍّ۔

(۹۷) ایک خارجی کے متعلق آپؑ نے سنا کہ وہ نماز شب پڑھتا ہے اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو آپؑ نے فرمایا یقین کی حالت میں سونا شک کی حالت میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

---

(۹۸) وقال عليه السّلام : اِعْقِلُوا الْخَبَرَ إِذَا سَمِعْتُمُوهُ عَقْلَ رِعَايَةٍ لَا عَقْلَ رِوَايَةٍ؛ فَإِنَّ رُوَاةَ الْعِلْمِ كَثِيرٌ، وَرُعَاتَهُ قَلِيلٌ۔

(۹۸) جب کوئی حدیث سنو تو اُسے عقل کے معیار پر پرکھ لو، صرف نقل پر بس نہ کرو، کیونکہ علم کے نقل کرنے والے تو بہت ہیں اور اس میں غور و فکر کرنے والے کم ہیں۔

---

(۹۹) وسمع رجلا يقول : (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ قولنا (إِنَّا لِلّٰهِ) إِقْرَارٌ عَلٰى أَنْفُسِنَا بِالْمُلْكِ؛ وَقَوْلُنَا (وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ) إِقْرَارٌ عَلٰى أَنْفُسِنَا بِالْهُلْكِ۔

(۹۹) ایک شخص کو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (ہم اللہ کے ہیں اور ہمیں اُس کی طرف پلٹنا ہے) کہتے سنا تو فرمایا کہ ہمارا یہ کہنا کہ "ہم اللہ کے ہیں" اس کے ملک ہونے کا اعتراف ہے اور یہ کہنا کہ "ہمیں اُسی کی طرف پلٹنا ہے" یہ اپنے لئے فنا کا اقرار ہے۔

(۱۰۰) ومدح قوم في وجهه، فقال:
اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ أَعْلَمُ بِي مِنْ نَفْسِي، وَأَنَا أَعْلَمُ بِنَفْسِي مِنْهُمْ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا خَيْرًا مِمَّا يَظُنُّونَ، وَاغْفِرْ لَنَا مَالَا يَعْلَمُونَ۔

(۱۰۰) کچھ لوگوں نے آپؑ کے روبرو آپؑ کی مدح وستائش کی تو فرمایا اے اللہ! تو مجھے مجھ سے بھی زیادہ جانتا ہے، اور اُن لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کو میں پہنچانتا ہوں۔ اے خدا جو اُن لوگوں کا خیال ہے ہمیں اس سے بہتر قرار دے اور ان (لغزشوں) کو بخش دے جن کا انہیں علم نہیں۔

---

(۱۰۱) وقال عليه السّلام: لَا يَسْتَقِيمُ قَضَاءُ الْحَوَائِجِ إِلَّا بِثَلَاثٍ: بِاسْتِصْغَارِهَا لِتَعْظُمَ؛ وَبِاسْتِكْتَامِهَا لِتَظْهَرَ؛ وَبِتَعْجِيلِهَا لِتَهْنُوَ۔

(۱۰۱) حاجت روائی تین چیزوں کے بغیر پائدار نہیں ہوتی۔ اُسے چھوٹا سمجھا جائے تاکہ وہ بڑی قرار پائے، اُسے چھپایا جائے تاکہ وہ خود بخود ظاہر ہو، اور اُس میں جلدی کی جائے تاکہ وہ خوش گوار ہو۔

---

(۱۰۲) وقال عليه السّلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُقَرَّبُ فِيهِ إِلَّا الْمَاحِلُ؛ وَلَا يُظَرَّفُ فِيهِ إِلَّا الْفَاجِرُ وَلَا يُضَعَّفُ فِيهِ إِلَّا الْمُنْصِفُ: يَعُدُّونَ الصَّدَقَةَ غُرْمًا؛ وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنًّا، وَالْعِبَادَةَ اسْتِطَالَةً عَلَى النَّاسِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَكُونُ السُّلْطَانُ بِمَشُورَةِ النِّسَاءِ وَإِمَارَةِ الصِّبْيَانِ وَتَدْبِيرِ الْخِصْيَانِ۔

(۱۰۲) لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جس میں وہی بارگاہوں میں مقرب ہوگا جو لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا ہو، اور وہی خوش مذاق سمجھا جائے گا جو فاسق و فاجر ہو اور انصاف پسند کو کمزور و ناتواں سمجھا جائے گا۔ صدقہ کو لوگ خسارہ، اور صلہ رحمی کو احسان سمجھیں گے اور عبادت لوگوں پر تفوق جتلانے کیلئے ہوگی۔ ایسے زمانہ میں حکومت کا دارومدار عورتوں کے مشورے، نوخیز لڑکوں کی کارفرمائی، اور خواجہ سراؤں کی تدبیر ورائے پر ہوگا۔

---

(۱۰۳) ورئي عليه إزار خلق مرقوع فقيل له في ذٰلك، فقال:-
يَخْشَعُ لَهُ الْقَلْبُ، وَتَذِلُّ بِهِ النَّفْسُ، وَيَقْتَدِي بِهِ الْمُؤْمِنُونَ إِنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ عَدُوَّانِ مُتَفَاوِتَانِ، وَسَبِيلَانِ مُخْتَلِفَانِ: فَمَنْ أَحَبَّ الدُّنْيَا وَتَوَلَّاهَا أَبْغَضَ الْآخِرَةَ وَعَادَاهَا وَهُمَا بِمَنْزِلَةِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، وَمَاشٍ بَيْنَهُمَا: كُلَّمَا قَرُبَ مِنْ وَاحِدٍ بَعُدَ

(۱۰۳) آپؑ کے جسم پر ایک بوسیدہ اور پیوند دار جامہ دیکھا گیا، تو آپؑ سے اس کے بارے میں کہا گیا۔ آپؑ نے فرمایا اس سے دل متواضع اور نفس رام ہوتا ہے اور مومن اس کی تاسی کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت آپس میں دو ناسازگار دشمن اور دو جدا جدا راستے ہیں۔ چنانچہ دنیا کو چاہے گا اور اُس سے دل لگائے گا، وہ آخرت سے بیر اور دشمنی رکھے گا وہ دونوں بمنزلہ مشرق و مغرب کے ہیں اور ان دونوں سمتوں کے درمیان چلنے والا جب بھی ایک سے قریب ہوگا تو دوسرے سے دور ہونا پڑے گا۔ پھر ان دونوں



مِنَ الْآخَرِ؛ وَهُمَا بَعْدُ ضَرَّتَانِ۔

کا رشتہ ایسا ہی ہے جیسا دو سوتوں کا ہوتا ہے۔

---

(۱۰۴) وَعَنْ نَوْفٍ الْبَكَالِي، قَالَ: رَأَيْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَقَدْ خَرَجَ مِنْ فِرَاشِهِ فَنَظَرَ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لِي: يَانَوْفُ أَرَاقِدٌ أَنْتَ أَمْ رَامِقٌ؟ فَقُلْتُ: بَلْ رَامِقٌ، قَالَ: يَانَوْفُ۔
طُوبَىٰ لِلزَّاهِدِينَ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبِينَ فِي الْآخِرَةِ، أُولٰئِكَ قَوْمٌ اتَّخَذُوا الْأَرْضَ بِسَاطًا، وَتُرَابَهَا فِرَاشًا: وَمَاءَهَا طِيبًا، وَالْقُرْآنَ شِعَارًا وَالدُّعَاءَ دِثَارًا، ثُمَّ قَرَضُوا الدُّنْيَا قَرْضًا عَلَى مِنْهَاجِ الْمَسِيحِ۔
يَا نَوْفُ! إِنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ فِي مِثْلِ هٰذِهِ السَّاعَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ: إِنَّهَا سَاعَةٌ لَا يَدْعُو فِيهَا عَبْدٌ إِلَّا اسْتُجِيبَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَشَّارًا أَوْ عَرِيفًا أَوْ شُرْطِيًّا، أَوْ صَاحِبَ عَرْطَبَةٍ (وهي الطنبور) أَوْ صَاحِبَ كُوبَةٍ (وهي الطبل)۔ وقد قيل ايضًا: إن العرطبة الطبل والكوبة الطنبور۔

(۱۰۴) نوف (ابن فصالہ) بکالی کہتے ہیں کہ میں نے ایک شب امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ فرش خواب سے اٹھے، ایک نظر ستاروں پر ڈالی اور پھر فرمایا اے نوف! سوتے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ یا امیرالمومنینؑ جاگ رہا ہوں۔ فرمایا اے نوف!
خوشا نصیب اُن کے کہ جنہوں نے دنیا میں زُہد اختیار کیا، اور ہمہ تن آخرت کی طرف متوجہ رہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے زمین کو فرش، مٹی کو بستر اور پانی کو شربت خوش گوار قرار دیا۔ قرآن کو سینے سے لگایا، اور دعا کو سپر بنایا۔ پھر حضرت مسیح کی طرح دامن جھاڑ کر دنیا سے الگ تھلگ ہوگئے۔
اے نوف! داؤد علیہ السلام رات کے ایسے ہی حصہ میں اٹھے اور فرمایا کہ یہ وہ گھڑی ہے کہ جس میں بندہ جو بھی دعا مانگے مستجاب ہوگی سوا اس شخص کے جو سرکاری ٹیکس وصول کرنے والا، یا لوگوں کی برائیاں کرنے والا، یا (کسی ظالم حکومت کی) پولیس میں ہو یا سارنگی یا ڈھول تاشہ بجانے والا ہو۔
سید رضی کہتے ہیں ہیں کہ قرطبہ کے معنی سارنگی، اور کوبہ کے معنی ڈھول کے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ عرطبہ کے معنی ڈھول اور کوبہ کے معنی طنبور کے ہیں۔

---

(۱۰۵) وقال عليه السّلام:
إِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْفَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوهَا وَحَدَّ لَكُمْ حُدُودًا فَلَا تَعْتَدُوهَا؛ وَنَهَاكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوهَا وَسَكَتَ لَكُمْ عَنْ أَشْيَاءَ وَلَمْ يَدَعْهَا نِسْيَانًا فَلَا تَتَكَلَّفُوهَا۔

(۱۰۵) اللہ نے چند فرائض تم پر عائد کئے ہیں انہیں ضائع نہ کرو اور تمہارے حدود کار مقرر کر دیئے ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو۔ اُس نے چند چیزوں سے تمہیں منع کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرو، اور جن چند چیزوں کا اس نے حکم بیان نہیں کیا، انہیں بھولے سے نہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا خواہ مخواہ انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔

(۱۰۶) وقال عليه السّلام: لَا يَتْرُكُ النَّاسُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِ دِينِهِمْ لِاسْتِصْلَاحِ دُنْيَاهُمْ إِلَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُوَ أَضَرُّ مِنْهُ۔

(۱۰۶) جو لوگ اپنی دنیا سنوارنے کے لئے دین سے ہاتھ اٹھا لیتے ہیں، تو خدا اُس دنیوی فائدہ سے کہیں زیادہ اُن کے لئے نقصان کی صورتیں پیدا کر دیتا ہے۔

---

(۱۰۷) وقال عليه السلام: رُبَّ عَالِمٍ قَدْ قَتَلَهُ جَهْلُهُ، وَعِلْمُهُ مَعَهُ لَا يَنْفَعُهُ۔

(۱۰۷) بہت سے پڑھے لکھوں کو (دین سے) بے خبری تباہ کر دیتی ہے اور جو علم اُن کے پاس ہوتا ہے انہیں ذرا بھی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

---

(۱۰۸) وقال عليه السّلام: لَقَدْ عُلِّقَ بِنِيَاطِ هٰذَا الْإِنْسَانِ بَضْعَةٌ هِيَ أَعْجَبُ مَا فِيهِ وَذٰلِكَ الْقَلْبُ؛ وَلَهُ مَوَادُّ مِنَ الْحِكْمَةِ وَأَضْدَادٌ مِّنْ خِلَافِهَا: فَإِنْ سَنَحَ لَهُ الرَّجَاءُ أَذَلَّهُ الطَّمَعُ وَإِنْ هَاجَ بِهِ الطَّمَعُ أَهْلَكَهُ الْحِرْصُ، وَإِنْ مَلَكَهُ الْيَأْسُ قَتَلَهُ الْأَسَفُ، وَإِنْ عَرَضَ لَهُ الْغَضَبُ اشْتَدَّ بِهِ الْغَيْظُ، وَإِنْ أَسْعَدَهُ الرِّضَا نَسِيَ التَّحَفُّظَ وَإِنْ نَالَهُ الْخَوْفُ شَغَلَهُ الْحَذَرُ، وَإِنِ اتَّسَعَ لَهُ الْأَمْنُ اسْتَلَبَتْهُ الْغِرَّةُ، وَإِنْ أَفَادَ مَالًا أَطْغَاهُ الْغِنَى، وَإِنْ أَصَابَتْهُ مُصِيبَةٌ فَضَحَهُ الْجَزَعُ، وَإِنْ عَضَّتْهُ الْفَاقَةُ شَغَلَهُ الْبَلَاءُ، وَإِنْ جَهَدَهُ الْجُوعُ قَعَدَ بِهِ الضَّعْفُ وَإِنْ أَفْرَطَ بِهِ الشِّبَعُ كَظَّتْهُ الْبِطْنَةُ فَكُلُّ تَقْصِيرٍ بِهِ مُضِرٌّ، وَكُلُّ إِفْرَاطٍ لَهُ مُفْسِدٌ۔

(۱۰۸) اس انسان سے بھی زیادہ عجیب وہ گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جو اُس کی ایک رگ کے ساتھ آویزاں کر دیا گیا ہے اور وہ دل ہے جس میں حکمت و دانائی کے ذخیرے ہیں اور اس کے برخلاف بھی صفتیں پائی جاتی ہیں۔ اگر اُسے اُمید کی جھلک نظر آتی ہے تو طمع اُسے ذلت میں مبتلا کرتی ہے اور اگر طمع ابھرتی ہے تو اُسے حرص تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ اگر ناامیدی اُس پر چھا جاتی ہے تو حسرت و اندوہ اس کے لئے جان لیوا بن جاتے ہیں اور اگر غضب اُس پر طاری ہوتا ہے تو غم و غصہ شدت اختیار کر لیتا ہے اور اگر خوش و خوشنود ہوتا ہے تو حفظ ما تقدم کو بھول جاتا ہے اور اگر اچانک اس پر خوف طاری ہوتا ہے تو فکر و اندیشہ دوسری قسم کے تصورات سے اُسے روک دیتا ہے۔ اگر امن و امان کا دور دورہ ہوتا ہے تو غفلت اس پر قبضہ کر لیتی ہے اور اگر مال و دولت حاصل کر لیتا ہے تو دولتمندی اُسے سرکش بنا دیتی ہے اور اگر اس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو بے تابی و بے قراری اُسے رسوا کر دیتی ہے اور اگر فقر و فاقہ کی تکلیف میں مبتلا ہو تو مصیبت و ابتلا اُسے جکڑ لیتی ہے اور اگر بھوک اس پر غلبہ کرتی ہے تو ناتوانی اُسے اٹھنے نہیں دیتی اور اگر شکم پُری بڑھ جاتی ہے تو یہ شکم پُری اُس کے لئے کرب و اذیت کا باعث ہوتی ہے۔ ہر کوتاہی اس کے لئے نقصان رساں اور حد سے زیادتی اس کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔



(۱۰۹) وقال عليه السلام: نَحْنُ النُّمْرُقَةُ الْوُسْطَى بِهَا يَلْحَقُ التَّالِي، وَإِلَيْهَا يَرْجِعُ الْغَالِي۔

(۱۰۹) ہم (اہل بیتؑ) ہی وہ نقطہ اعتدال ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے کو اس سے آ کر ملنا ہے اور آگے بڑھ جانے والوں کو اُس کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

---

(۱۱۰) وقال عليه السّلام: لَا يُقِيمُ أَمْرَ اللّٰهِ سُبْحَانَهُ إِلَّا مَنْ لَا يُصَانِعُ وَلَا يُضَارِعُ، وَلَا يَتَّبِعُ الْمَطَامِعَ۔

(۱۱۰) حکم خدا کا نفاذ وہی کر سکتا ہے جو (حق کے معاملہ میں) نرمی نہ برتے، عجز و کمزوری کا اظہار نہ کرے اور حرص و طمع کے پیچھے نہ لگ جائے۔

---

(۱۱۱) وقال عليه السّلام: وقد توفي سهل بن حنيف الانصاري بالكوفة بعد مرجعه معه من صفين، وكان أحب الناس إليه۔ لَوْ أَحَبَّنِي جَبَلٌ لَتَهَافَتَ۔ معنى ذٰلك أن المحنة تغلظ عليه فتسرع المصائب إليه، ولا يفعل ذٰلك إلا بالأتقياء الابرار والمصطفين الاخيار؛ وهٰذا مثل قوله عليه السلام:

(۱۱۱) سہل ابن حنیف انصاری حضرت کو سب لوگوں میں زیادہ عزیز تھے۔ یہ جب آپ کے ہمراہ صفین سے پلٹ کر کوفہ پہنچے تو انتقال فرما گئے جس پر حضرت نے فرمایا "اگر پہاڑ بھی مجھے دوست رکھے گا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیگا۔" سید رضی فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی آزمائش کڑی اور سخت ہوتی ہے اسلئے مصیبتیں اُسکی طرف لپک کر بڑھتی ہیں اور ایسی آزمائشیں انہی کی ہوتی ہیں جو پرہیزگار، نیکوکار، منتخب و برگزیدہ ہوتے ہیں اور ایسا ہی آپ کا دوسرا ارشاد ہے۔

---

(۱۱۲) مَنْ أَحَبَّنَا أَهْلَ الْبَيْتِ فَلْيَسْتَعِدَّ لِلْفَقْرِ جِلْبَابًا۔

"وقد يؤول ذٰلك على معنى آخر ليس هٰذا موضع ذكره"

(۱۱۲) جو ہم اہل بیتؑ سے محبت کرے، اُسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کے اس ارشاد کے ایک اور معنی بھی کئے گئے ہیں جس کے ذکر کا یہ محل نہیں ہے۔

شاید اس روایت کے دوسرے معنی یہ ہوں کہ جو ہمیں دوست رکھتا ہے اُسے دنیا طلبی کے لئے تگ و دو نہ کرنا چاہئے، خواہ اس کے نتیجہ میں اُسے فقر و افلاس سے دوچار ہونا پڑے بلکہ قناعت اختیار کرتے ہوئے دنیا طلبی سے الگ رہنا چاہئے۔

---

(۱۱۳) وقال عليه السّلام: لَا مَالَ أَعْوَدُ مِنَ الْعَقْلِ، وَلَا وَحْدَةَ أَوْحَشُ مِنَ الْعُجْبِ، وَلَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ، وَلَا كَرَمَ كَالتَّقْوٰى، وَلَا قَرِينَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ، وَلَا مِيرَاثَ كَالْأَدَبِ،

(۱۱۳) عقل سے بڑھ کر کوئی مال سود مند اور خود بینی سے بڑھ کر کوئی تنہائی وحشت ناک نہیں اور تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل کی بات نہیں اور کوئی بزرگی تقویٰ کے مثل نہیں اور خوش خلقی سے بہتر کوئی ساتھی اور ادب کے مانند کوئی میراث نہیں اور توفیق کے مانند کوئی پیشرو اور اعمال خیر سے

وَلَا قَائِدَ كَالتَّوْفِيقِ، وَلَاتِجَارَةَ كَالْعَمَلِ الصَّالِحِ وَلَا رِبْحَ كَالثَّوَابِ، وَلَا وَرَعَ كَالْوُقُوفِ عِنْدَ الشُّبْهَةِ، وَلَا زُهْدَ كَالزُّهْدِ فِي الْحَرَامِ وَلَا عِلْمَ كَالتَّفَكُّرِ، وَلَا عِبَادَةَ كَأَدَاءِ الْفَرَائِضِ، وَلَا إِيمَانَ كَالْحَيَاءِ وَالصَّبْرِ، وَلَا حَسَبَ كَالتَّوَاضُعِ، وَلَا شَرَفَ كَالْعِلْمِ (وَلَا عِزَّ كَالْحِلْمِ) وَلَا مُظَاهَرَةَ أَوْثَقُ مِنَ الْمُشَاوَرَةِ۔

بڑھ کر کوئی تجارت نہیں اور ثواب کا ایسا کوئی نفع نہیں اور کوئی پرہیز گاری شبہات میں توقف سے بڑھ کر نہیں اور حرام کی طرف بے رغبتی سے بڑھ کر کوئی زہد اور تفکر و پیش بینی سے بڑھ کر کوئی علم نہیں اور ادائے فرائض کے مانند کوئی عبادت اور حیا و صبر سے بڑھ کر کوئی ایمان نہیں اور فروتنی سے بڑھ کر کوئی سرفرازی اور علم کے مانند کوئی بزرگی و شرافت نہیں۔ حلم کے مانند کوئی عزت اور مشورہ سے مضبوط کوئی پشت پناہ نہیں۔

---

(۱۱۴) وقال علیه السّلام:

إِذَا اسْتَوْلَى الصَّلَاحُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ ثُمَّ أَسَاءَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ لَّمْ تَظْهَرْ مِنْهُ خِزْيَةٌ فَقَدْ ظَلَمَ! وَإِذَا اسْتَوْلَى الْفَسَادُ عَلَى الزَّمَانِ وَأَهْلِهِ فَأَحْسَنَ رَجُلٌ الظَّنَّ بِرَجُلٍ فَقَدْ غَرَّرَ!

(۱۱۴) جب دنیا اور اہل دنیا میں نیکی کا چلن ہو، اور پھر کوئی شخص کسی ایسے سے کہ جس سے رسوائی کی کوئی بات ظاہر نہیں ہوتی سوءظن رکھے تو اس نے اس پر ظلم و زیادتی کی اور جب دنیا و اہل دنیا پر شر و فساد کا غلبہ ہو اور پھر کوئی شخص کسی دوسرے شخص سے حُسنِ ظن رکھے، تو اُس نے (خود ہی اپنے کو) خطرے میں ڈالا۔

---

(۱۱۵) وقیل لهٗ علیه السّلام:

كَيْفَ تَجِدُكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ؟ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: كَيْفَ يَكُونُ (حَالُ) مَنْ يَفْنَى بِبَقَائِهِ وَيَسْقَمُ بِصِحَّتِهِ، وَيُؤْتَى مِنْ مَأْمَنِهِ۔

(۱۱۵) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپؑ کا حال کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اس کا حال کیا ہوگا جسے زندگی موت کی طرف لے جا رہی ہو اور جس کی صحت بیماری کا پیش خیمہ ہو اور جسے اپنی پناہ گاہ سے گرفت میں لے لیا جائے۔

---

(۱۱۶) وقال علیه السّلام:

كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ؛ وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ! وَمَا ابْتَلَى اللّٰهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهٗ۔

(۱۱۶) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں ہے۔

---



(۱۱۷) وقال علیه السّلام:

هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ؛ مُحِبٌّ غَالٍ وَمُبْغِضٌ قَالٍ!

(۱۱۷) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ تباہ و برباد ہوئے۔ ایک وہ چاہنے والا جو حد سے بڑھ جائے اور ایک وہ دشمنی رکھنے والا جو عداوت رکھے۔

---

(۱۱۸) وقال علیه السّلام:

إِضَاعَةُ الْفُرْصَةِ غُصَّةٌ۔

(۱۱۸) موقع کو ہاتھ سے جانے دینا رنج و اندوہ کا باعث ہوتا ہے۔

---

(۱۱۹) وقال علیه السّلام: مَثَلُ الدُّنْيَا كَمَثَلِ الْحَيَّةِ لَيِّنٌ مَسُّهَا وَالسُّمُّ النَّاقِعُ فِي جَوْفِهَا: يَهْوِي إِلَيْهَا الْغِرُّ الْجَاهِلُ وَيَحْذَرُهَا ذُو اللُّبِّ الْعَاقِلُ!

(۱۱۹) دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم معلوم ہوتا ہے مگر اُس کے اندر زہر ہلاہل بھرا ہوتا ہے۔ فریب خوردہ جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند و دانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔

---

(۱۲۰) وسئل علیه السَّلام عن قریش فقال: أَمَّا بَنُو مَخْزُومٍ فَرَيْحَانَةُ قُرَيْشٍ تُحِبُّ حَدِيثَ رِجَالِهِمْ، وَالنِّكَاحَ فِي نِسَائِهِمْ، وَأَمَّا بَنُو عَبْدِ شَمْسٍ فَأَبْعَدُهَا رَأْيًا، وَأَمْنَعُهَا لِمَا وَرَاءَ ظُهُورِهَا، وَأَمَّا نَحْنُ فَأَبْذَلُ لِمَا فِي أَيْدِينَا، وَأَسْمَحُ عِنْدَ الْمَوْتِ بِنُفُوسِنَا، وَهُمْ أَكْثَرُ وَأَمْكَرُ وَأَنْكَرُ، وَنَحْنُ أَفْصَحُ وَأَنْصَحُ وَأَصْبَحُ۔

(۱۲۰) حضرت سے قریش کے بارے میں سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا کہ (قبیلہ) بنی مخزوم قریش کا مہکتا ہوا پھول ہیں۔ اُن کے مردوں سے گفتگو اور ان کی عورتوں سے شادی پسندیدہ ہے اور بنی عبد شمس دور اندیش اور پیٹھ پیچھے کی اوجھل چیزوں کی پوری روک تھام کرنے والے ہیں۔ لیکن ہم (بنی ہاشم) تو جو ہمارے ہاتھ میں ہوتا ہے اُسے صرف کر ڈالتے ہیں، اور موت آنے پر جان دیتے ہیں۔ بڑے جوانمرد ہوتے ہیں اور یہ بنی (عبد شمس) گنتی میں زیادہ حیلہ باز اور بدصورت ہوتے ہیں اور ہم خوش گفتار خیر خواہ اور خوب صورت ہوتے ہیں۔

---

(۱۲۱) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: شَتَّانَ مَا بَيْنَ عَمَلَيْنِ۔ عَمَلٌ تَذْهَبُ لَذَّتُهٗ وَتَبْقَى تَبِعَتُهٗ، وَعَمَلٌ تَذْهَبُ مَؤُونَتُهٗ وَيَبْقَى أَجْرُهٗ۔

(۱۲۱) ان دونوں قسم کے عملوں میں کتنا فرق ہے ایک وہ عمل جس کی لذت مٹ جائے لیکن اس کا وبال رہ جائے اور ایک وہ جس کی سختی ختم ہو جائے لیکن اُس کا اجر و ثواب باقی رہے۔

---

(۱۲۲) وَتبع جنازة فسمع رجلا، یضحك فقال: كَأَنَّ الْمَوْتَ فِيهَا عَلَى

(۱۲۲) حضرت ایک جنازہ کے پیچھے جا رہے تھے کہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز سنی جس پر آپ نے فرمایا۔

غَیرِنَا کُتِبَ، وَکَأَنَّ الْحَقَّ فِیهَا عَلٰی غَیرِنَا وَجَبَ، وَکَأَنَّ الَّذِیْ نَرَی مِنَ الْاَمْوَاتِ سَفْرٌ عَمَّا قَلِیلٍ إِلَیْنَا رَاجِعُونَ! نُبَوِّئُهُمْ اَجْدَاثَهُمْ، وَنَأْکُلُ تُرَاثَهُمْ؛ (کَأَنَّا مُخَلَّدُونَ بَعْدَهُمْ) ثُمَّ قَدْ نَسِینَا کُلَّ وَاعِظٍ و وَاعِظَةٍ وَرُمِینَا بِکُلِّ جَائِحَةٍ !!

گویا اس دنیا میں موت ہمارے علاوہ دوسروں کیلئے لکھی گئی ہے اور گویا یہ حق (موت) دوسروں ہی پر لازم ہے اور گویا جن مرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں وہ مسافر ہیں جو عنقریب ہماری طرف پلٹ آئیں گے۔ ادھر ہم انہیں قبروں میں اُتارتے ہیں اُدھر اُن کا ترکہ کھانے لگتے ہیں۔ گویا ان کے بعد ہم ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ پھر یہ کہ ہم نے ہر پند و نصیحت کرنے والے کو وہ مرد ہو یا عورت بھلا دیا ہے اور ہر آفت کا نشانہ بن گئے ہیں۔

---

(۱۲۳) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام: طُوبٰی لِمَنْ ذَلَّ فِی نَفْسِهٖ، وَطَابَ کَسْبُهٗ، وَصَلُحَتْ سَرِیرَتُهٗ، وَحَسُنَتْ خَلِیقَتُهٗ، وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَالِهٖ، وَأَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ لِسَانِهٖ، وَعَزَلَ عَنِ النَّاسِ شَرَّهٗ، وَوَسِعَتْهُ السُّنَّةُ، وَلَمْ یُنْسَبْ اِلَی الْبِدْعَةِ قَالَ الرَّضی: أقول: ومن الناس مَن یَنْسِبُ هٰذا الکلام إلی رسول الله صلّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَالِهٖ وسلم وَکذالك الذی قبله۔

(۱۲۳) خوشا نصیب اُسکے کہ جس نے اپنے مقام پر فروتنی اختیار کی جس کی کمائی پاک و پاکیزہ نیت نیک اور خصلت و عادت پسندیدہ رہی جس نے اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال خدا کی راہ میں صرف کیا بے کار باتوں سے اپنی زبان کو روک لیا، مردم آزادی سے کنارہ کش رہا، سنت اسے ناگوار نہ ہوئی اور بدعت کی طرف منسوب نہ ہوا۔

سید رضی کہتے ہیں۔

کہ کچھ لوگوں نے اس کلام کو اور اس سے پہلے کلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

---

(۱۲۴) وقال علیه السلام: غَیْرَةُ الْمَرْأَةِ کُفْرٌ وَغَیْرَةُ الرَّجُلِ اِیْمَانٌ۔

(۱۲۴) عورت کا غیرت کرنا کفر ہے اور مرد کا غیور ہونا ایمان ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مرد کو چار عورتیں تک کرنے کی اجازت ہے تو عورت کو سوت گوارا نہ کرنا حلال خدا سے ناگواری کا اظہار اور ایک طرح سے حلال کو حرام سمجھنا ہے اور یہ کفر کے ہمپایہ ہے، اور چونکہ عورت کے لئے متعدد شوہر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے مرد کا اشتراک گوارا نہ کرنا اُس کی غیرت کا تقاضا اور حرام خدا کو حرام سمجھنا ہے اور یہ ایمان کے مرادف ہے۔

مرد عورت میں تفریق اس لئے ہے تا کہ تولید و بقائے نسل انسانی میں کوئی روک پیدا نہ ہو، کیونکہ یہ مقصد اسی صورت میں بدرجہ اتم حاصل ہو سکتا ہے جب مرد کے لئے تعدادِ ازواج کی اجازت ہو، کیونکہ ایک مرد سے ایک ہی زمانہ میں متعدد اولادیں ہو سکتی ہیں اور عورت اس سے معذور و قاصر ہے کہ وہ متعدد مردوں کے عقد میں آنے سے متعدد اولادیں پیدا کر سکے۔ کیونکہ زمانہ حمل میں دوبار حمل کا



سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ اس کے علاوہ اس پر ایسے حالات بھی طاری ہوتے رہتے ہیں کہ مرد کو اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ حیض اور رضاعت کا زمانہ ایسا ہی ہوتا ہے جس سے تولید کا سلسلہ رک جاتا ہے اور اگر متعدد ازواج ہونگی، تو سلسلہ تولید جاری رہ سکتا ہے۔ کیونکہ متعدد بیویوں میں سے کوئی نہ کوئی بیوی ان عوارض سے خالی ہوگی جس سے نسل انسانی کی ترقی کا مقصد حاصل ہوتا رہے گا کیونکہ مرد کے لئے ایسے مواقع پیدا نہیں ہوتے کہ جو سلسلہ تولید میں روک بن سکیں۔ اس لئے خداوند عالم نے مردوں کے لئے تعدد ازواج کو جائز قرار دیا ہے اور عورتوں کے لئے یہ صورت جائز نہیں رکھی کہ وہ بوقت واحد متعدد مردوں کے عقد میں آئیں۔ کیونکہ ایک عورت کا کئی شوہر کرنا غیرت و شرافت کے بھی منافی ہے اور اس کے علاوہ ایسی صورت میں نسب کی بھی تمیز نہ ہو سکے گی کہ کون کس کی صلب سے ہے۔ چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ مرد ایک وقت میں چار بیویوں تک کر سکتا ہے اور عورت ایک وقت میں ایک مرد سے زیادہ شوہر نہیں کر سکتی۔ حضرت نے فرمایا کہ مرد جب متعدد عورتوں سے نکاح کرے گا تو اولاد بہر صورت اسی کی طرف منسوب ہوگی اور اگر عورت کے دو یا دو سے زیادہ شوہر ہوں گے تو یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون کس کی اولاد اور کس شوہر سے ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں نسب مشتبہ ہو کر رہ جائے گا اور صحیح باپ کی تعیین نہ ہو سکے گی اور یہ امر اس مولود کے مفاد کے بھی خلاف ہوگا۔ کیونکہ کوئی بھی بحیثیت باپ کے اس کی تربیت کی طرف متوجہ نہ ہوگا جس سے وہ اخلاق و آداب سے بے بہرہ اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو کر رہ جائے گا۔

---

(۱۲۵) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَام: لَأَنْسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ یَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِی: اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِیمُ وَالتَّسْلِیمُ هُوَ الْیَقِینُ، وَالْیَقِینُ هُوَ التَّصْدِیقُ، وَالتَّصْدِیقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَالْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَاءُ؛ وَالْاَدَاءُ هُوَ الْعَمَلُ۔

(۱۲۵) میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ اسلام سرتسلیم خم کرنا ہے اور سرتسلیم جھکانا یقین ہے اور یقین تصدیق ہے اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔

---

(۱۲۶) وَقَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَجِبْتُ لِلْبَخِیلِ یَسْتَعْجِلُ الْفَقْرَ الَّذِی مِنْهُ هَرَبَ، وَیَفُوتُهُ الْغِنَی الَّذِیْ اِیَّاهُ طَلَبَ، فَیَعِیشُ فِی الدُّنْیَا عَیْشَ الْفُقَرَآءِ، وَیُحَاسَبُ فِی الاٰخِرَةِ حِسَابَ الْاَغْنِیَآءِ، وَعَجِبْتُ لِلْمُتَکَبِّرِ الَّذِیْ کَانَ بِالْاَمْسِ نُطْفَةً وَیَکُونُ غَدًا جِیفَةً، وَعَجِبْتُ لِمَن شَكَّ فِی اللّٰهِ وَهُوَ یَرَی خَلْقَ اللّٰهِ، وَعَجِبْتُ لِمَنْ

(۱۲۶) مجھے تعجب ہوتا ہے بخیل پر کہ جس فقر و ناداری سے بھاگنا چاہتا ہے اُس کی طرف تیزی سے بڑھتا ہے اور جس ثروت و خوش حالی کا طالب ہوتا ہے وہی اُس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ وہ دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت میں دولتمندوں کا سا اُس سے محاسبہ ہوگا، اور مجھے تعجب ہوتا ہے متکبر و مغرور پر کہ جو کل ایک نطفہ تھا، اور کل کو مردار ہوگا اور مجھے تعجب ہے اُس پر کہ جو اللہ کی پیدا کی ہوئی کائنات کو دیکھتا ہے اور پھر اُس کے وجود میں شک کرتا ہے

نَسِيَ الْمَوْتَ وَهُوَ يَرَى الْمَوْتَى وَعَجِبْتُ لِمَنْ أَنْكَرَ النَّشْأَةَ الْأُخْرَى وَهُوَ يَرَى النَّشْأَةَ الْأُولَى، وَعَجِبْتُ لِعَامِرِ دَارِ الْفَنَاءِ وَ تَارِكِ دَارِ الْبَقَاءِ !!!

اور تعجب ہے اُس پر کہ جو مرنے والوں کو دیکھتا ہے اور پھر موت کو بھولے ہوئے ہے اور تعجب ہے اُس پر کہ جو پہلی پیدائش کو دیکھتا ہے اور پھر دوبارہ اٹھائے جانے سے انکار کرتا ہے اور تعجب ہے اُس پر جو سرائے فانی کو آباد کرتا ہے، اور منزل جاودانی کو چھوڑ دیتا ہے۔

---

(۱۲۷) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام: مَنْ قَصَّرَ فِي الْعَمَلِ ابْتُلِيَ بِالْهَمِّ وَلَا حَاجَةَ فِيمَنْ لَيْسَ لِلّٰهِ فِي مَالِهِ وَنَفْسِهِ نَصِيبٌ۔

(۱۲۷) جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے وہ رنج و اندوہ میں مبتلا رہتا ہے اور جس کے مال و جان میں اللہ کا کچھ حصہ نہ ہو اللہ کو ایسے کی کوئی ضرورت نہیں۔

---

(۱۲۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام: تَوَقَّوُا الْبَرْدَ فِي أَوَّلِهِ، وَتَلَقَّوْهُ فِي آخِرِهِ فَإِنَّهُ يَفْعَلُ فِي الْأَبْدَانِ كَفِعْلِهِ فِي الْأَشْجَارِ: أَوَّلُهُ يُحْرِقُ، وَآخِرُهُ يُورِقُ۔

(۱۲۸) شروع سردی میں سردی سے احتیاط کرو اور آخر میں اُس کا خیر مقدم کرو، کیونکہ سردی جسموں میں وہی کرتی ہے جو وہ درختوں میں کرتی ہے کہ ابتداء میں درختوں کو جھلس دیتی ہے اور انتہا میں سرسبز و شاداب کرتی ہے۔

موسم خزاں میں سردی سے بچاؤ اس لئے ضروری ہے کہ موسم کی تبدیلی سے مزاج میں انحراف پیدا ہو جاتا ہے اور نزلہ و زکام اور کھانسی وغیرہ کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بدن گرمی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ ناگاہ سردی سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس سے دماغ کے مسامات سکڑ جاتے ہیں اور مزاج میں برودت و یبوست بڑھ جاتی ہے چنانچہ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد فوراً ٹھنڈے پانی سے نہانا اسی لئے مضر ہے کہ گرم پانی سے مسامات کھل چکے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ سرد پانی کے اثرات کو فوراً قبول کر لیتے ہیں اور نتیجہ میں حرارت غریزی کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ موسم بہار میں سردی سے بچاؤ کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے کیونکہ بدن پہلے ہی سے سردی کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں، اس لئے بہار کی معتدل سردی بدن پر ناخوش گوار اثر نہیں ڈالتی، بلکہ سردی کا زور ٹوٹنے سے بدن میں حرارت و رطوبت بڑھ جاتی ہے جس سے نشو و نما میں قوت آتی ہے، حرارت غریزی ابھرتی ہے اور جسم میں نمو طبیعت میں شگفتگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔

اسی طرح عالم نباتات پر بھی تبدیلی موسم کا یہی اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ موسم خزاں میں برودت و یبوست کے غالب آنے سے پتے مرجھا جاتے ہیں، روح نباتی افسردہ ہو جاتی ہے چمن کی حسن و تازگی مٹ جاتی ہے اور سبزہ زاروں پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور موسم بہار اُن کے لئے زندگی کا پیغام لے کر آتا ہے اور بارآور ہواؤں کے چلنے سے پتے اور شگوفے پھوٹنے لگتے ہیں اور شجر سرسبز و شاداب اور دشت و صحرا سبزہ پوش ہو جاتے ہیں۔

---



(۱۲۹) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِظَمُ الْخَالِقِ عِنْدَكَ يُصَغِّرُ الْمَخْلُوقَ فِي عَيْنِكَ۔

(۱۲۹) اللہ کی عظمت کا احساس تمہاری نظروں میں کائنات کو حقیر و پست کر دے۔

---

(۱۳۰) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَدْ رجع من صفين فاشرف على القبور بظاهر الكوفة: يَا أَهْلَ الدِّيَارِ الْمُوحِشَةِ وَالْمَحَالِّ الْمُقْفِرَةِ، وَالْقُبُورِ الْمُظْلِمَةِ يَا أَهْلَ التُّرْبَةِ، يَا أَهْلَ الْغُرْبَةِ (يَا أَهْلَ الْوَاحِدَةِ يَا أَهْلَ الْوَحْشَةِ؛ أَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ سَابِقٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ لَاحِقٌ؛ أَمَّا الدُّورُ فَقَدْ سُكِنَتْ وَأَمَّا الْأَزْوَاجُ فَقَدْ نُكِحَتْ؛ وَأَمَّا الْأَمْوَالُ فَقَدْ قُسِمَتْ هٰذَا خَبَرُ مَا عِنْدَنَا فَمَا خَبَرُ مَا عِنْدَكُمْ؟
ثم التفت إلى أصحابه فقال: أَمَا لَوْ أُذِنَ لَهُمْ فِي الْكَلَامِ لَأَخْبَرُوكُمْ أَنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى۔

(۱۳۰) صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ سے باہر قبرستان پر نظر پڑی تو فرمایا۔
اے وحشت افزا گھروں، اجڑے مکانوں اور اندھیری قبروں کے رہنے والو! اے خاک نشینوں اے عالم غربت کے ساکنو اے تنہائی اور الجھن میں بسر کرنے والو تم تیز رو ہو جو ہم سے آگے بڑھ گئے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر چل کر تم سے ملا چاہتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ گھروں میں دوسرے بس گئے ہیں۔ بیویوں سے اوروں نے نکاح کر لیے ہیں اور تمہارا مال و اسباب تقسیم ہو چکا ہے یہ تو ہمارے یہاں کی خبر ہے اب تم کہو کہ تمہاری یہاں کی کیا خبر ہے؟
(پھر حضرتؑ اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) اگر انہیں بات کرنے کی اجازت دی جائے، تو یہ تمہیں بتائیں گے کہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

---

(۱۳۱) وقال عليه السّلام، وقد سمع رجلا يذم الدنيا: أَيُّهَا الذَّامُّ لِلدُّنْيَا الْمُغْتَرُّ بِغُرُورِهَا الْمَخْدُوعُ بِأَبَاطِيلِهَا! أَتَغْتَرُّ بِالدُّنْيَا ثُمَّ تَذُمُّهَا؛ أَنْتَ الْمُتَجَرِّمُ عَلَيْهَا أَمْ هِيَ الْمُتَجَرِّمَةُ عَلَيْكَ؟ مَتَى اسْتَهْوَتْكَ أَمْ مَتَى غَرَّتْكَ؟ أَبِمَصَارِعِ آبَائِكَ مِنَ الْبِلَى؟ أَمْ بِمَضَاجِعِ أُمَّهَاتِكَ تَحْتَ الثَّرَى؟ كَمْ عَلَّلْتَ بِكَفَّيْكَ؟ وَكَمْ مَرَّضْتَ بِيَدَيْكَ؟ تَبْغِي لَهُمُ الشِّفَاءَ، وَ تَسْتَوْصِفُ لَهُمُ الْأَطِبَّاءَ، (غَدَاةَ لَا يُغْنِي

(۱۳۱) ایک شخص کو دنیا کی برائی کرتے ہوئے سنا تو فرمایا!
اے دنیا کی برائی کرنے والے اُس کے فریب میں مبتلا ہونے والے اور اُس کی غلط سلط باتوں کے دھوکے میں آنے والے تم اس پر گرویدہ بھی ہوتے ہو اور پھر اُس کی مذمت بھی کرتے ہو کیا تم دنیا کو مجرم ٹھہرانے کا حق رکھتے ہو یا وہ تمہیں مجرم ٹھہرائے تو حق بجانب ہے؟ دنیا نے کب تمہارے ہوش و حواس سلب کئے اور کس بات سے فریب دیا؟ کیا ہلاکت و کہنگی سے تمہارے باپ دادا کے بے جان ہو کر گرنے سے یا مٹی کے نیچے تمہاری ماؤں کی خوابگاہوں سے؟ کتنی تم نے بیماروں کی دیکھ بھال کی، اور کتنی دفعہ خود تیمار داری کی اس صبح کو کہ جب نہ دوا کارگر

عَنهُمْ دَوَاؤُكَ، وَلَا يُجْدِيْ عَلَيْهِمْ بُكَاؤُكَ) لَمْ يَنْفَعْ أَحَدَهُمْ إِشْفَاقُكَ وَلَمْ تُسْعَفْ بِطِلْبَتِكَ، وَلَمْ تَدْفَعْ عَنْهُ بِقُوَّتِكَ! (وَقَدْ مَثَّلَتْ لَكَ بِهِ الدُّنْيَا نَفْسَكَ! وَبِمَصْرَعِهِ مَصْرَعَكَ. إِنَّ الدُّنْيَا دَارُ صِدْقٍ لِمَنْ صَدَقَهَا، وَدَارُ عَافِيَةٍ لِمَنْ فَهِمَ عَنْهَا، وَدَارُ غِنًى لِمَنْ تَزَوَّدَ مِنْهَا، وَدَارُ مَوْعِظَةٍ لِمَنِ اتَّعَظَ بِهَا، مَسْجِدُ أَحِبَّاءِ اللهِ وَمُصَلَّى مَلَائِكَةِ اللهِ وَمَهْبِطُ وَحْيِ اللهِ، وَمَتْجَرُ أَوْلِيَاءِ اللهِ، اكْتَسَبُوا فِيهَا الرَّحْمَةَ، وَرَبِحُوا فِيهَا الْجَنَّةَ، فَمَنْ ذَا يَذُمُّهَا وَقَدْ آذَنَتْ بِبَيْنِهَا وَنَادَتْ بِفِرَاقِهَا، وَنَعَتْ نَفْسَهَا وَأَهْلَهَا فَمَثَّلَتْ لَهُمْ بِبَلَائِهَا الْبَلَاءَ، وَشَوَّقَتْهُمْ بِسُرُورِهَا إِلَى السُّرُورِ؟ رَاحَتْ بِعَافِيَةٍ، وَابْتَكَرَتْ بِفَجِيعَةٍ؛ تَرْغِيبًا وَتَرْهِيبًا، وَتَخْوِيفًا وَتَحْذِيرًا، فَذَمَّهَا رِجَالٌ غَدَاةَ النَّدَامَةِ، وَحَمِدَهَا آخَرُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؛ ذَكَّرَتْهُمُ الدُّنْيَا فَتَذَكَّرُوا؛ وَحَدَّثَتْهُمْ فَصَدَّقُوا وَوَعَظَتْهُمْ فَاتَّعَظُوا.

ہوتی نظر آتی تھی، اور نہ تمہارا رونا دھونا اُن کے لئے کچھ مفید تھا۔ تم اُن کے لئے شفا کے خواہش مند تھے اور طبیبوں سے دوا دارو پوچھتے پھرتے تھے۔ اُن میں سے کسی ایک کے لئے بھی تمہارا اندیشہ فائدہ مند ثابت نہ ہوسکا اور تمہارا مقصد حاصل نہ ہوا اور اپنی چارہ سازی سے تم موت کو اُس بیمار سے ہٹا نہ سکے۔ تو دنیا نے تو اُس کے پردہ میں خود تمہارا انجام اور اُس کے ہلاک ہونے سے خود تمہاری ہلاکت کا نقشہ تمہیں دکھا دیا۔ بلاشبہ دنیا اُس شخص کے لئے باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور جو اُس کی ان باتوں کو سمجھے اُس کے لئے امن و عافیت کی منزل ہے اور اُس سے زادِ راہ حاصل کرے، اُس کے لئے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے نصیحت حاصل کرے اُس کے لئے وعظ و نصیحت کا محل ہے۔ وہ دوستانِ خدا کے لئے عبادت کی جگہ، اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز پڑھنے کا مقام وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے۔ انہوں نے اس میں فضل و رحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کیا، تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے، جبکہ اُس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے اور اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے اور اپنے بسنے والوں کی موت کی خبر دے دی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنی ابتلا سے ابتلا کا پتہ دیا ہے اور اپنی مسرتوں سے آخرت کی مسرتوں کا شوق دلایا ہے۔ وہ رغبت دلانے اور ڈرانے، خوفزدہ کرنے اور متنبہ کرنے کے لئے شام کو امن و عافیت کا اور صبح کو درد و اندوہ کا پیغام لے کر آتی ہے تو جن لوگوں نے شرمسار ہو کر صبح کی وہ اس کی برائی کرنے لگے اور دوسرے لوگ قیامت کے دن اس کی تعریف کریں گے کہ دنیا نے اُن کو آخرت کی یاد دلائی تو انہوں نے یاد رکھا اور اُس نے انہیں خبر دی تو انہوں نے تصدیق کی اور اس نے انہیں پند و نصیحت کی تو انہوں نے نصیحت حاصل کی۔

ہر متکلم و خطیب کی زبان منجھے ہوئے موضوع ہی پر زور بیان دکھایا کرتی ہے اور اگر اُسے موضوعِ سخن بدلنا پڑے تو نہ ذہن کام



کرے گا اور نہ زبان کی گویائی ساتھ دے گی۔ مگر جس کے ذہن میں صلاحیت تصرف اور دماغ میں قوت فکر ہو، وہ جس طرح چاہے کلام کو گردش دے سکتا ہے اور جس موضوع پر چاہے ''قادر الکلامی'' کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ زبان جو ہمیشہ دنیا کی مذمت اور اس کی فریب کاریوں کے بے نقاب کرنے میں کھلتی تھی، جب اُس کی مدح میں کھلتی ہے تو وہی قدرت کلام و قوت استدلال نظر آتی ہے جو اس زبان کا طرہ امتیاز ہے اور پھر الفاظ کو توصیفی سانچہ میں ڈھالنے سے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی اور راہوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود منزل گاہِ مقصود ایک ہی رہتی ہے۔

---

(۱۳۲) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ لِلّٰهِ مَلَكًا يُنَادِيْ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ: لِدُوْا لِلْمَوْتِ، وَاجْمَعُوْا لِلْفَنَاءِ وَابْنُوْا لِلْخَرَابِ.

(۱۳۲) اللہ کا ایک فرشتہ ہر روز یہ ندا کرتا ہے کہ موت کے لئے اولاد پیدا کرو، برباد ہونے کے لئے جمع کرو اور تباہ ہونے کے لئے عمارتیں کھڑی کرو۔

---

(۱۳۳) وقال عليه السلام: أَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ، وَالنَّاسُ فِيْهَا رَجُلَانِ: رَجُلٌ بَاعَ فِيْهَا نَفْسَهُ فَأَوْبَقَهَا، وَرَجُلٌ ابْتَاعَ نَفْسَهُ فَأَعْتَقَهَا.

(۱۳۳) ''دنیا'' اصل منزل قرار کے لئے ایک گزرگاہ ہے۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے اس میں اپنے نفس کو بیچ کر ہلاک کر دیا اور ایک وہ جنہوں نے اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر دیا۔

---

(۱۳۴) وقال عليه السلام:
لَا يَكُوْنُ الصَّدِيْقُ صَدِيْقًا حَتّٰى يَحْفَظَ أَخَاهُ فِيْ ثَلَاثٍ: فِيْ نَكْبَتِهِ، وَغَيْبَتِهِ، وَوَفَاتِهِ.

(۱۳۴) دوست اُس وقت تک دوست نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کی تین موقعوں پر نگہداشت نہ کرے۔ مصیبت کے موقع پر، اُس کے پس پشت اور اُس کے مرنے کے بعد۔

---

(۱۳۵) وَقَالَ عليه السلام: مَنْ أُعْطِيَ أَرْبَعًا لَمْ يُحْرَمْ أَرْبَعًا: مَنْ أُعْطِيَ الدُّعَاءَ لَمْ يُحْرَمِ الْإِجَابَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ التَّوْبَةَ لَمْ يُحْرَمِ الْقَبُوْلَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الْاِسْتِغْفَارَ لَمْ يُحْرَمِ الْمَغْفِرَةَ، وَمَنْ أُعْطِيَ الشُّكْرَ لَمْ يُحْرَمِ الزِّيَادَةَ.
وَتَصْدِيْقُ ذٰلِكَ كِتَابُ اللهِ، قَالَ اللّٰهُ فِيْ

(۱۳۵) جس شخص کو چار چیزیں عطا ہوئی ہیں وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہتا۔ جو دعا کرے وہ قبولیت سے محروم نہیں ہوتا۔ جسے توبہ کی توفیق ہو وہ مقبولیت سے ناامید نہیں ہوتا، جسے استغفار نصیب ہو، وہ مغفرت سے محروم نہیں ہوا اور جو شکر کرے وہ اضافہ سے محروم نہیں ہوتا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے ہوتی ہے۔ چنانچہ دعا کے متعلق ارشاد الٰہی ہے ''تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔'' اور استغفار کے متعلق ارشاد فرمایا ''جو

الدُّعَاءِ : (اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ) وقال فی الاستغفار : (وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْءًا أَوْيَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) وقَالَ فِی الشکر : (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ) وقال فِی التَّوْبَةِ (اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ، فَأُولٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا)۔

شخص کوئی بُرا عمل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اللہ سے مغفرت کی دعا مانگے تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا پائے گا" اور شکر کے بارے میں فرمایا ہے "اگر تم شکر کرو گے تو میں تم پر (نعمت میں) اضافہ کروں گا" اور توبہ کے لئے فرمایا ہے " اللہ اُن ہی لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے جو جہالت کی بناء پر کوئی بُری حرکت کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کرلیں تو خدا ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خدا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

---

(۱۳۶) وقال علیه السلام : اَلصَّلٰوةُ قُرْبَانُ كُلِّ تَقِيٍّ، وَالْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ، وَلِكُلِّ شَیْءٍ زَكٰوةٌ وَزَكٰوةُ الْبَدَنِ الصِّيَامُ وَجِهَادُ الْمَرْأَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ۔

(۱۳۶) نماز ہر پرہیز گار کے لئے باعث تقرب ہے اور حج ہر ضعیف و ناتوان کا جہاد ہے۔ ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے اور عورت کا جہاد شوہر سے حُسنِ معاشرت ہے۔

---

(۱۳۷) وقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام : اِسْتَنْزِلُوْا الرِّزْقَ بِالصَّدَقَةِ۔

(۱۳۷) صدقہ کے ذریعہ روزی طلب کرو۔

---

(۱۳۸) وقَال عَلیه السلام : مَنْ أَيْقَنَ بِالْخَلَفِ جَادَ بِالْعَطِيَّةِ۔

(۱۳۸) جسے عوض کے ملنے کا یقین ہو، وہ عطیہ دینے میں دریادلی دکھاتا ہے۔

---

(۱۳۹) وقال علیه السلام : تَنْزِلُ الْمَعُوْنَةُ عَلٰى قَدْرِ الْمَؤُوْنَةِ۔

(۱۳۹) جتنا خرچ ہو اُتنی ہی امداد ملتی ہے۔

---

(۱۴۰) وقال علیه السلام : مَا أَعَالَ مَنِ اقْتَصَدَ۔

(۱۴۰) جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ محتاج نہیں ہوتا۔

---

(۱۴۱) وقال علیه السلام : قِلَّةُ الْعِيَالِ أَحَدُ الْيَسَارَيْنِ۔

(۱۴۱) متعلقین کی کمی دو قسموں میں سے ایک قسم کی آسودگی ہے۔

---



(۱۴۲) (وقال علیه السلام : التَّوَدُّدُ نِصْفُ الْعَقْلِ)۔

(۱۴۲) میل محبت پیدا کرنا عقل کا نصف حصہ ہے۔

---

(۱۴۳) وقال علیه السلام : اَلْهَمُّ نِصْفُ الْهَرَمِ۔

(۱۴۳) غم آدھا بڑھاپا ہے۔

---

(۱۴۴) وقال علیه السلام : يَنْزِلُ الصَّبْرُ عَلٰى قَدْرِ الْمُصِيْبَةِ، وَمَنْ ضَرَبَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ عِنْدَ مُصِيْبَتِهٖ حَبِطَ عَمَلُهٗ۔

(۱۴۴) مصیبت کے اندازہ پر (اللہ کی طرف سے) صبر کی ہمت حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت ران پر ہاتھ مارے اُس کا عمل اکارت جاتا ہے۔

---

(۱۴۵) وقال علیه السلامُ : كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ إِلَّا (الْجُوْعُ وَ) الظَّمَأُ، وَكَمْ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ إِلَّا السَّهَرُ وَ الْعَنَاءُ، حَبَّذَا نَوْمُ الْأَكْيَاسِ وَإِفْطَارُهُمْ۔

(۱۴۵) بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزوں کا ثمرہ بھوک پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے عابد شب زندہ دار ایسے ہیں جنہیں عبادت کے نتیجہ میں جاگنے اور زحمت اٹھانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ زیرک و دانا لوگوں کا سونا اور روزہ نہ رکھنا بھی قابل ستائش ہوتا ہے۔

---

(۱۴۶) وقال علیه السلامُ : سُوْسُوْا إِيْمَانَكُمْ بِالصَّدَقَةِ، وَحَصِّنُوْا أَمْوَالَكُمْ بِالزَّكٰوةِ، وَادْفَعُوْا أَمْوَاجَ الْبَلَاءِ بِالدُّعَاءِ۔

(۱۴۶) صدقہ سے اپنے ایمان کی نگہداشت اور زکوٰۃ سے اپنے مال کی حفاظت کرو اور دعا سے مصیبت و ابتلاء کی لہروں کو دور کرو۔

---

(۱۴۷) وَمِنْ كَلَامه علیه السلام لکمیل بن زیاد النخعی۔

قال كميل بن زياد : أخذ بيدی أمير المؤمنين علی بن أبی طَالِب عليه السلام فأخرجنی إلی الجبان فلما أصحر تنفس الصعداء؛ ثم قال :۔

يَا كُمَيْلُ (بْنَ زِيَادٍ) إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ أَوْعِيَةٌ، فَخَيْرُهَا أَوْعَاهَا، فَاحْفَظْ عَنِّیْ مَا أَقُوْلُ لَكَ۔

(۱۴۷) کمیل ابن زیاد نخعی کہتے ہیں کہ:
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا، اور قبرستان کی طرف لے چلے۔ جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ کی۔ پھر فرمایا۔
اے کمیل ! یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔
لہٰذا تو جو میں تمہیں بتاؤں اُسے یاد رکھنا۔
دیکھو! تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک عالم ربانی دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار ہے، اور تیسرا عوام الناس

اَلنَّاسُ ثَلَاثَةٌ: فَعَالِمٌ رَبَّانِيٌّ، وَمُتَعَلِّمٌ عَلٰى سَبِيْلِ نَجَاةٍ، وَهَمَجٌ رَعَاعٌ أَتْبَاعُ كُلِّ نَاعِقٍ يَمِيْلُوْنَ مَعَ كُلِّ رِيْحٍ، لَمْ يَسْتَضِيْئُوْا بِنُوْرِ الْعِلْمِ وَلَمْ يَلْجَأُوْا إِلٰى رُكْنٍ وَثِيْقٍ۔

يَا كُمَيْلُ: اَلْعِلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَالِ، الْعِلْمُ يَحْرُسُكَ وَأَنْتَ تَحْرُسُ الْمَالَ (وَ) الْمَالُ تَنْقُصُهُ النَّفَقَةُ وَالْعِلْمُ يَزْكُوْ عَلَى الْإِنْفَاقِ، وَصَنِيْعُ الْمَالِ يَزُوْلُ بِزَوَالِهٖ۔

يَاكُمَيْلُ (بْنَ زِيَادٍ)، مَعْرِفَةُ الْعِلْمِ دِيْنٌ يُدَانُ بِهٖ، بِهٖ يَكْسِبُ الْاِنْسَانُ الطَّاعَةَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَجَمِيْلَ الْأُحْدُوْثَةِ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، وَالْعِلْمُ حَاكِمٌ وَالْمَالُ مَحْكُوْمٌ عَلَيْهِ۔

يَا كُمَيْلُ هَلَكَ خُزَّانُ الْاَمْوَالِ وَهُمْ اَحْيَاءٌ وَالْعُلَمَاءُ بَاقُوْنَ مَا بَقِيَ الدَّهْرُ؛ أَعْيَانُهُمْ مَفْقُوْدَةٌ، وَأَمْثَالُهُمْ فِي الْقُلُوْبِ مَوْجُوْدَةٌ۔ هَا إِنَّ هٰهُنَا لَعِلْمًا جَمًّا (وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلٰى صَدْرِهٖ) لَوْ أَصَبْتُ لَهٗ حَمَلَةً! بَلٰى أَصَبْتُ لَقِنًا غَيْرَ مَأْمُوْنٍ عَلَيْهِ مُسْتَعْمِلًا اٰلَةَ الدِّيْنِ لِلدُّنْيَا، وَمُسْتَظْهِرًا بِنِعَمِ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَبِحُجَجِهٖ عَلٰى أَوْلِيَائِهٖ، أَوْمُنْقَادًا لِحَمَلَةِ الْحَقِّ لَابَصِيْرَةَ لَهٗ فِيْ أَحْنَائِهٖ، يَنْقَدِحُ الشَّكُّ فِيْ قَلْبِهٖ لِأَوَّلِ عَارِضٍ مِنْ شُبْهَةٍ أَلَا لَاذَا وَلَا ذَاكَ! أَوْمَنْهُوْمًا بِاللَّذَّةِ سَلِسَ الْقِيَادِ لِلشَّهْوَةِ، أَوْمُغْرَمًا بِالْجَمْعِ وَالْاِدِّخَارِ، لَيْسَا مِنْ رُعَاةِ الدِّيْنِ فِيْ شَيْءٍ، أَقْرَبُ شَيْءٍ شَبَهًا بِهِمَا

کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والےکے پیچھے ہولیتا ہے، اور ہر ہوا کے رخ پر مڑ جاتا ہے نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا، نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔

اے کمیل یاد رکھ، کہ علم مال سے بہتر ہے (کیونکہ) علم تمہاری نگہداشت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنا پڑتی ہے اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم صرف کرنے سے بڑھتا ہے، اور مال و دولت کے نتائج و اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہوجاتے ہیں۔

اے کمیل علم کی شناسائی ایک دین ہے کہ جسکی اقتداء کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت منواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے، اور مال محکوم۔

اے کمیل! مال اکٹھا کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں مگر اُن کی صورتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں (اس کے بعد حضرت نے اپنے سینہ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا) دیکھو! یہاں علم کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش! اس کے اٹھانے والے مجھے مل جاتے، ہاں ملا، کوی تو، یا ایسا جو ذہین تو ہے، مگر نا قابل اطمینان ہے اور جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اور اللہ کی ان نعمتوں کی وجہ سے اس کے بندوں پر اور اس کی حجتوں وجہ سے اس کے دوستوں پر تفوق و برتری جتلانے والا ہے۔ یا جو ارباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اُسکے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ بس ادھر ذرا سا شبہہ عارض ہوا کہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے یا ایسا شخص ملتا ہے کہ جو لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور بآسانی خواہش



الْاَنْعَامُ السَّائِمَةُ! كَذَالِكَ يَمُوْتُ الْعِلْمُ بِمَوْتِ حَامِلِيْهِ۔

اَللّٰهُمَّ بَلٰى؛ لَا تَخْلُو الْأَرْضُ مِنْ قَائِمٍ لِلّٰهِ بِحُجَّةٍ: إِمَّا ظَاهِرًا مَشْهُوْرًا أَوْخَائِفًا مَغْمُوْرًا لِئَلَّا تَبْطُلَ حُجَجُ اللّٰهِ وَبَيِّنَاتُهٗ، وَكَمْ ذَا وَأَيْنَ أُولٰئِكَ؟؟ أُولٰئِكَ۔ وَاللّٰهِ۔ الْاَقَلُّوْنَ عَدَدًا، وَالْاَعْظَمُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ قَدْرًا۔ يَحْفَظُ اللّٰهُ بِهِمْ حُجَجَهٗ وَبَيِّنَاتِهٖ حَتّٰى يُوْدِعُوْهَا نُظَرَاءَ هُمْ، وَيَزْرَعُوْهَا فِيْ قُلُوْبِ اَشْبَاهِهِمْ هَجَمَ بِهِمُ الْعِلْمُ عَلٰى حَقِيْقَةِ الْبَصِيْرَةِ، وَبَاشَرُوْا رُوْحَ الْيَقِيْنِ، وَاسْتَلَانُوْا مَا اسْتَوْعَرَهُ الْمُتْرَفُوْنَ وَأَنِسُوْا بِمَا اسْتَوْحَشَ مِنْهُ الْجَاهِلُوْنَ، وَصَحِبُوا الدُّنْيَا بِأَبْدَانٍ أَرْوَاحُهَا مُعَلَّقَةٌ بِالْمَحَلِّ الْاَعْلٰى۔ أُولٰئِكَ خُلَفَاءُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ، وَالدُّعَاةُ إِلٰى دِيْنِهٖ آهِ آهِ شَوْقًا إِلٰى رُؤْيَتِهِمْ! اِنْصَرِفْ (يَا كُمَيْلُ) إِذَا شِئْتَ۔

نفسانی کی راہ پر کھینچ جانیوالا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری و ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنیوالے نہیں ہیں ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہوجاتا ہے۔

ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہتی کہ جو خدا کی حجت کو برقرار رکھتا ہے چاہے وہ ظاہر وہ مشہور یا خائف و پنہاں تا کہ اللہ کی دلیلیں اور نشان مٹنے نہ پائیں اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں؟ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدر و منزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ایسوں کے سپرد کردیں اور اپنے ایسوں کے دلوں میں انہیں بودیں۔ علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور اُن چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا، اپنے لئے سہل و آسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں اُن سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے سہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے اُن کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی۔ (پھر حضرت نے کمیل سے فرمایا) اے کمیل! (مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا) اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

کمیل ابن زیاد نخعی رحمہ اللہ اسرار امامت کے خزینہ دار اور امیر المومنین کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ علم و فضل میں بلند مرتبہ اور زہد و ورع میں امتیاز خاص کے حامل تھے۔ حضرت کی طرف سے کچھ عرصہ تک ہیئت کے عامل رہے۔ ۸۳ھ میں ۹۰ برس کی عمر میں حجاج ابن یوسف ثقفی کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور بیرون کوفہ دفن ہوئے۔

(۱۴۸) وَقال علیه السلام :

اَلْمَرْءُ مَخْبُوءٌ تَحْتَ لِسَانِهٖ۔

(۱۴۸) انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی قدر و قیمت کا اندازہ اس کی گفتگو سے ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کی گفتگو اُس کی ذہنی و اخلاقی حالت کی آئینہ دار ہوتی ہے جس سے اس کے خیالات و جذبات کا بڑی آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لہٰذا جب تک وہ خاموش ہے اس کا عیب و ہنر پوشیدہ ہے اور جب اُس کی زبان کھلتی ہے تو اس کا جوہر نمایاں ہو جاتا ہے۔

مرد پنہاں است در زیرِ زبان خویشتن  قیمت و قدرش ندانی تانیائید درسخن

(۱۴۹) وقال علیه السلام :

هَلَكَ امْرُؤٌ لَمْ يَعْرِفْ قَدْرَهٗ۔

(۱۴۹) جو شخص اپنی قدر و منزلت کو نہیں پہچانتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

---

(۱۵۰) وقال علیه السلام

: لرجلٍ ساله أن يعظه :۔

لَا تَكُنْ مِمَّنْ يَرْجُوا الْآخِرَةَ بِغَيْرِ الْعَمَلِ، وَيُرَجِّي التَّوْبَةَ بِطُولِ الْأَمَلِ، يَقُولُ فِي الدُّنْيَا بِقَوْلِ الزَّاهِدِينَ، وَيَعْمَلُ فِيهَا بِعَمَلِ الرَّاغِبِينَ، إِنْ أُعْطِيَ مِنْهَا لَمْ يَشْبَعْ، وَإِنْ مُنِعَ مِنْهَا لَمْ يَقْنَعْ، يَعْجِزُ عَنْ شُكْرِ مَا أُوتِيَ، وَيَبْتَغِي الزِّيَادَةَ فِيمَا بَقِيَ، يَنْهَى وَلَا يَنْتَهِي، وَيَأْمُرُ بِمَا لَا يَأْتِي، يُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَا يَعْمَلُ عَمَلَهُمْ، وَيُبْغِضُ الْمُذْنِبِينَ وَهُوَ أَحَدُهُمْ، يَكْرَهُ الْمَوْتَ لِكَثْرَةِ ذُنُوبِهٖ، وَيُقِيمُ عَلَى مَا يَكْرَهُ الْمَوْتَ لَهٗ، إِنْ سَقِمَ ظَلَّ نَادِمًا، وَإِنْ صَحَّ أَمِنَ لَاهِيًا، يُعْجَبُ بِنَفْسِهٖ إِذَا عُوفِيَ، وَيَقْنَطُ إِذَا ابْتُلِيَ، إِنْ أَصَابَهٗ بَلَاءٌ دَعَا مُضْطَرًّا،

(۱۵۰) ایک شخص نے آپ سے پند و موعظت کی درخواست کی، تو فرمایا۔

تم کو اُن لوگوں میں سے نہ ہونا چاہئے کہ جو عمل کے بغیر حُسنِ انجام کو امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں۔ جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کے سے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے، جو انہیں ملا ہے اُس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا ہے اُس کے اضافہ کے خواہش مند رہتے ہیں۔ دوسروں کو منع کرتے ہیں اور خود باز نہیں آتے اور دوسروں کو حکم دیتے ہیں ایسی باتوں کو جنہیں خود بجا نہیں لاتے۔ نیکوں کو دوست رکھتے ہیں مگر اُن کے سے اعمال نہیں کرتے اور گنہگاروں سے نفرت و عناد رکھتے ہیں حالانکہ وہ خود انہی میں داخل ہیں اپنے گناہوں کی کثرت کے باعث موت کو بُرا سمجھتے ہیں مگر جن گناہوں کی وجہ سے موت کو ناپسند کرتے ہیں انہی پر قائم ہیں۔ اگر بیمار پڑتے ہیں تو پشیمان ہوتے ہیں اور تندرست ہوتے ہیں تو مطمئن ہو کر کھیل کود میں پڑ جاتے ہیں۔ جب بیماری سے چھٹکارا پاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور مبتلا ہوتے ہیں تو ان پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ جب کسی سختی و ابتلا میں پڑتے ہیں تو لاچار و بے بس ہو کر دعائیں مانگتے ہیں اور جب فراخ دستی نصیب ہوتی ہے تو فریب



وَإِنْ نَالَهٗ رَخَاءٌ أَعْرَضَ مُغْتَرًّا، تَغْلِبُهٗ نَفْسُهٗ عَلَى مَا يَظُنُّ، وَلَا يَغْلِبُهَا عَلَى مَا يَسْتَيْقِنُ، يَخَافُ عَلَى غَيْرِهٖ بِأَدْنَى مِنْ عَمَلِهٖ، إِنِ اسْتَغْنَى بَطِرَ وَفُتِنَ، وَإِنِ افْتَقَرَ قَنَطَ وَوَهَنَ، يُقَصِّرُ إِذَا عَمِلَ، وَيُبَالِغُ إِذَا سَأَلَ، إِنْ عَرَضَتْ لَهٗ شَهْوَةٌ أَسْلَفَ الْمَعْصِيَةَ، وَسَوَّفَ التَّوْبَةَ، وَإِنْ عَرَتْهُ مِحْنَةٌ انْفَرَجَ عَنْ شَرَائِطِ الْمِلَّةِ، يَصِفُ الْعِبْرَةَ وَلَا يَعْتَبِرُ، وَيُبَالِغُ فِي الْمَوْعِظَةِ وَلَا يَتَّعِظُ، فَهُوَ بِالْقَوْلِ مُدِلٌّ، وَمِنَ الْعَمَلِ مُقِلٌّ، يُنَافِسُ فِيمَا يَفْنَى، وَيُسَامِحُ فِيمَا يَبْقَى، يَرَى الْغُنْمَ مَغْرَمًا، وَالْغُرْمَ مَغْنَمًا، يَخْشَى الْمَوْتَ، وَلَا يُبَادِرُ الْفَوْتَ۔ يَسْتَعْظِمُ مِنْ مَعْصِيَةِ غَيْرِهٖ مَا يَسْتَقِلُّ أَكْثَرَ مِنْهُ مِنْ نَفْسِهٖ، وَيَسْتَكْثِرُ مِنْ طَاعَتِهٖ مَا يَحْقِرُهٗ مِنْ طَاعَةِ غَيْرِهٖ، فَهُوَ عَلَى النَّاسِ طَاعِنٌ، وَلِنَفْسِهٖ مُدَاهِنٌ، اللَّهْوُ مَعَ الْأَغْنِيَاءِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنَ الذِّكْرِ مَعَ الْفُقَرَاءِ، يَحْكُمُ عَلَى غَيْرِهٖ لِنَفْسِهٖ، وَلَا يَحْكُمُ عَلَيْهَا لِغَيْرِهٖ، وَيُرْشِدُ غَيْرَهٗ وَيُغْوِي نَفْسَهٗ فَهُوَ يُطَاعُ وَيَعْصِي، وَيَسْتَوْفِي

میں مبتلا ہو کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ اُن کا نفس خیالی باتوں پر انہیں قابو میں لے آتا ہے اور وہ یقینی باتوں پر اُسے نہیں دبا لیتے۔ دوسروں کے لئے اُن کے گناہ سے زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنے اعمال سے زیادہ جزا کے متوقع رہتے ہیں۔ اگر مالدار ہو جاتے ہیں تو اترانے لگتے ہیں اور فتنہ و گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور اگر فقیر ہو جاتے ہیں تو ناامید ہو جاتے ہیں اور سستی کرنے لگتی ہیں۔ جب عمل کرتے ہیں تو اُس میں سستی کرتے ہیں اور جب مانگنے پر آتے ہیں تو اصرار میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اگر اُن پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہوتا ہے تو گناہ جلد سے جلد کرتے ہیں اور توبہ کو تعویق میں ڈالتے رہتے ہیں اگر کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو جماعت اسلامی کے خصوصی امتیازات سے الگ ہو جاتے ہیں۔ عبرت کے واقعات بیان کرتے ہیں مگر خود عبرت حاصل نہیں کرتے اور وعظ و نصیحت میں زور باندھتے ہیں مگر خود اُس نصیحت کا اثر نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ بات کرنے میں تو اونچے رہتے ہیں مگر عمل میں کم ہی کم رہتے ہیں۔ فانی چیزوں میں نفسی نفسی کرتے ہیں اور باقی رہنے والی چیزوں میں سہل انگاری سے کام لیتے ہیں۔ وہ نفع کو نقصان اور نقصان کو نفع خیال کرتے ہیں۔ موت سے ڈرتے ہیں مگر فرصت کا موقع نکل جانے سے پہلے اعمال میں جلدی نہیں کرتے۔ دوسروں کے ایسے گناہ کو بہت بُرا سمجھتے ہیں جس سے بڑے گناہ کو خود اپنے لئے چھوٹا خیال کرتے ہیں اور اپنی ایسی اطاعت کو زیادہ سمجھتے ہیں جسے دوسروں سے کم سمجھتے ہیں لہٰذا وہ لوگوں پر معترض ہوتے ہیں اور اپنے نفس کی چکنی چپڑی باتوں سی تعریف کرتے ہیں۔ دولت مندوں کے ساتھ طرب و نشاط میں مشغول رہنا انہیں غریبوں کے ساتھ محفلِ ذکر میں شرکت سے زیادہ پسند ہے۔ اپنے حق میں دوسرے کے خلاف حکم لگاتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں کرتے کہ دوسرے کے حق میں اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اوروں کو ہدایت کرتے ہیں اور اپنے کو گمراہی کی راہ پر لگاتے ہیں وہ اطاعت لیتے ہیں اور خود نافرمانی کرتے ہیں اور حق

وَ لَا يُوْفِىْ، وَيَخْشَى الْخَلْقَ فِىْ غَيْرِ رَبِّهٖ وَلَا يَخْشَى رَبَّهٗ فِىْ خَلْقِهٖ۔

پورا پورا وصول کر لیتے ہیں مگر خود ادا نہیں کرتے۔ وہ اپنے پروردگار کو نظر انداز کر کے مخلوق سے خوف کھاتے ہیں اور مخلوقات کے بارے میں اپنے پروردگار سے نہیں ڈرتے۔

قال الرضی ولو لم یکن فی هذا الکتاب إلا هٰذا الکلام لکفی (به) موعظة ناجعة وحکمة بالغة، وبصیرة لمبصر، وعبرة لناظر مفکر۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں صرف ایک یہی کلام ہوتا تو کامیاب موعظہ اور مؤثر حکمت اور چشم بینا رکھنے والے کے لئے بصیرت اور نظر و فکر کرنے والے کے لئے عبرت کے اعتبار سے بہت کافی تھا۔

---

(۱۵۱) وقال علیه السلام: لِكُلِّ امْرِیءٍ عَاقِبَةٌ حُلْوَةٌ أَوْمُرَّةٌ۔

(۱۵۱) ہر شخص کا ایک انجام ہے۔ اب خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ۔

---

(۱۵۲) وقال علیه السلام: لِكُلِّ مُقْبِلٍ إِدْبَارٌ وَمَا أَدْبَرَ كَانَ لَمْ يَكُنْ۔

(۱۵۲) ہر آنے والے کے لئے پلٹنا ہے، اور جب پلٹ گیا تو جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔

---

(۱۵۳) وقال علیه السلام: لَا يَعْدَمُ الصَّبُوْرُ وَإِنْ طَالَ بِهِ الزَّمَانُ۔

(۱۵۳) صبر کرنے والا ظفر و کامرانی سے محروم نہیں ہوتا، چاہے اُس میں طویل زمانہ لگ جائے۔

---

(۱۵۴) وقال علیه السلام: الرَّاضِیْ بِفِعْلِ قَوْمٍ كَالدَّاخِلِ فِيْهِ مَعَهُمْ وَعَلٰى كُلِّ دَاخِلٍ فِیْ بَاطِلٍ إِثْمَانِ: إِثْمُ الفعل بِهٖ، وَإِثْمُ الرِّضَا بِهٖ۔

کسی جماعت کے فعل پر رضا مند ہونے والا ایسا ہے جیسے اس کے کام میں شریک ہو اور غلط کام میں شریک ہونے والے پر دو گناہ ہیں۔ ایک اس پر عمل کرنے کا، اور ایک اُس پر رضا مند ہونے کا۔

---

(۱۵۵) وقال علیه السّلام: اِعْتَصِمُوْا بِالذِّمَمِ فِیْ أَوْتَادِهَا۔

(۱۵۵) عہد و پیمان کی ذمہ داریوں کو اُن سے وابستہ کرو جو میخوں کے ایسے (مضبوط) ہوں۔

---

(۱۵۶) وقال علیه السّلام: عَلَيْكُمْ بِطَاعَةِ مَنْ لَا تُعْذَرُوْنَ بِجَهَالَتِهٖ۔

(۱۵۶) تم پر اطاعت بھی لازم ہے اُن کی جن سے ناواقف رہنے کی بھی تمہیں معافی نہیں۔

خداوند عالم نے اپنے عدل و رحمت سے جس طرح دین کی طرف رہبری و رہنمائی کرنے کے لئے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اسی طرح سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد دین کی تبدیل و تحریف سے محفوظ رکھنے کے لئے امامت کا نفاذ کیا تا کہ ہر امامؑ اپنے اپنے دور میں



تعلیمات الٰہیہ کو خواہش پرستی کی زد سے اسلام کے صحیح احکام کی رہنمائی کرتا رہے اور جس طرح شریعت کے مبلغ کی معرفت واجب ہے اسی طرح شریعت کے محافظ کی بھی معرفت ضروری ہے اور جاہل کو اس میں معذور نہیں قرار دیا جا سکتا۔ کیونکہ منصب امامت پر صدہا ایسے دلائل و شواہد موجود ہیں جن سے کسی بابصیرت کے لئے گنجائش انکار نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة۔

جو شخص اپنے دورِ حیات کے امام کو نہ پہچانے اور دنیا سے اٹھ جائے اُس کی موت کفر و ضلالت کی موت ہے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اس ذات سے کہ جس سے ناواقفیت و جہالت عذر مسموع نہیں بن سکتی حضرت کی ذات کو مراد لیا ہے اور ان کی اطاعت کا اعتراف اور منکرِ امامت کے غیر ناجی ہونے کا قرار کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

من جهل امامة علی علیه السلام و انکر صحتها ولزومها فهو عند اصحابنامخلد فی النار لا ینفعه صوم ولا صلوٰة لان المعرفة بذٰلك من الاصول الکلیته التی هی ارکان الدین ولکنا لانسمی منکر امامته کافرابل نسمیه فاسقاو خارجیا و مارقا و نحوذٰلك والشیعة تسمیه کافرا فهذا هوالفرق بنیاو بینهم و هوفی اللفظ لا فی المعنی۔

(شرح ابن ابی الحدید ۴ ص ۱۳۱۹)

جو شخص حضرت علی علیہ السلام کی امامت سے جاہل اور اس کی صحت و لزوم کا منکر ہو وہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔ نہ اسے نماز فائدہ دے سکتی ہے نہ روزہ۔ کیونکہ معرفت امامت ان بنیادی اصولوں میں شمار ہوتی ہے جو دین کے مسلمہ ارکان ہیں۔ البتہ ہم آپ کی امامت کے منکر کو کافر کے نام سے نہیں پکارتے بلکہ اُسے فاسق، خارجی اور بے دین وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور شیعہ ایسے شخص کو کافر سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی ہمارے اصحاب اور اُن میں فرق ہے۔ مگر صرف لفظی فرق ہے، کوئی واقعی اور معنوی فرق نہیں ہے۔

---

(۱۵۷) وقال علیه السلام: قَدْ بُصِّرْتُمْ إِنْ أَبْصَرْتُمْ وَقَدْ هُدِيْتُمْ إِنِ اهْتَدَيْتُمْ (وَأُسْمِعْتُمْ إِنِ اسْتَمَعْتُمْ)

(۱۵۷) اگر تم دیکھو تو تمہیں دکھایا جا چکا ہے اور اگر تم ہدایت حاصل کرو تو تمہیں ہدایت کی جا چکی ہے اور اگر سننا چاہو تو تمہیں سنایا جا چکا ہے۔

---

(۱۵۸) وقال علیه السّلام: عَاتِبْ أَخَاكَ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَارْدُدْ شَرَّهٗ بِالْإِنْعَامِ عَلَيْهِ۔

(۱۵۸) اپنے بھائی کو شرمندہ احسان بنا کر سرزنش کرو اور لطف و کرم کے ذریعہ سے اس کے شر کو دور کرو۔

اگر برائی کا جواب بُرائی سے اور گالی کا جواب گالی سے دیا جائے تو اس سے دشمنی و نزاع کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر بُرائی سے پیش آنے والے کے ساتھ نرمی و ملائمت کا رویہ اختیار کیا جائے تو وہ بھی اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ امام حسن علیہ السلام بازار مدینہ میں سے گزر رہے تھے کہ ایک شامی نے آپ کی جاذبِ نظر شخصیت سے متاثر ہو کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون

ہیں؟ اُسے بتایا گیا کہ یہ حسن بن علی (علیہما السلام) ہیں۔ یہ سن کر اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور آپ کے قریب آ کر انہیں بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ مگر آپ خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو آپؑ نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم یہاں نو وارد ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا کہ پھر تم میرے ساتھ چلو، میرے گھر میں ٹھہرو، اگر تمہیں کوئی حاجت ہوگی تو میں اُسے پورا کروں گا، اور مالی امداد کی ضرورت ہوگی تو مالی امداد بھی دوں گا۔ جب اُس نے اپنی سخت و درشت باتوں کے جواب میں یہ نرم روی و خوش اخلاقی دیکھی تو شرم سے پانی پانی ہوگیا اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عفو کا طالب ہوا اور جب آپ سے رخصت ہوا تو روئے زمین پر ان سے زیادہ کسی اور کی قدر و منزلت اُس کی نگاہ میں نہ تھی۔

---

(۱۵۹) وقال علیه السّلام: مَنْ وَضَعَ نَفْسَهُ مَوَاضِعَ التُّهَمَةِ فَلَا يَلُومَنَّ مَنْ اَسَآءَ بِهِ الظَّنَّ۔

(۱۵۹) جو شخص بدنامی کی جگہوں پر اپنے کو لے جائے تو پھر اُسے بُرا نہ کہے جو اس سے بدظن ہو۔

---

(۱۶۰) وقال علیه السّلام: مَنْ مَلَكَ اسْتَأْثَرَ۔

(۱۶۰) جو اقتدار حاصل کرلیتا ہے، جانبداری کرنے ہی لگتا ہے۔

---

(۱۶۱) وقال علیه السّلام: مَنِ اسْتَبَدَّ بِرَأْيِهِ هَلَكَ، وَمَنْ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَكَهَا فِي عُقُولِهَا۔

(۱۶۱) جو خود رائی سے کام لے گا وہ تباہ و برباد ہوگا، اور جو دوسروں سے مشورہ لے گا وہ اُن کی عقلوں میں شریک ہو جائے گا۔

---

(۱۶۲) وقال علیه السّلام: مَنْ كَتَمَ سِرَّهُ كَانَتِ الْخِيَرَةُ بِيَدِهِ۔

(۱۶۲) جو اپنے راز کو چھپائے رہے گا اُسے پورا قابو رہے گا۔

---

(۱۶۳) وقال علیه السّلام: اَلْفَقْرُ الْمَوْتُ الْاَكْبَرُ

(۱۶۳) فقیری سب سے بڑی موت ہے۔

---

(۱۶۴) وقال علیه السّلام: مَنْ قَضَى حَقَّ مَنْ لَا يَقْضِي حَقَّهُ فَقَدْ عَبَدَهُ۔

(۱۶۴) جو ایسے کا حق ادا کرے کہ جو اُس کا حق ادا نہ کرتا ہو تو وہ اُس کی پرستش کرتا ہے۔

---

(۱۶۵) وقال علیه السّلام: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔

(۱۶۵) خالق کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

---



(۱۶۶) وقال علیه السّلام: لَا يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَأْخِيرِ حَقِّهِ إِنَّمَا يُعَابُ مَنْ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهُ۔

(۱۶۶) اگر کوئی شخص اپنے حق میں دیر کرے تو اس پر عیب نہیں لگایا جاسکتا۔ بلکہ عیب کی بات یہ ہے کہ انسان دوسرے کے حق پر چھاپا مارے۔

---

(۱۶۷) وقال علیه السّلام: اَلْاِعْجَابُ يَمْنَعُ الْاِزْدِيَادَ۔

(۱۶۷) خود پسندی ترقی سے مانع ہوتی ہے۔

جو شخص جویائے کمال ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ ابھی وہ کمال سے عاری ہے، اُس سے منزل کمال پر فائز ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن جو شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ وہ تمام و کمال ترقی کے مدارج طے کر چکا ہے وہ حصولِ کمال کے لئے سعی و طلب کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ بزعم خود کمال کی تمام منزلیں ختم کر چکا ہے، اب اُسے کوئی منزل نظر نہیں آتی کہ اُس کے لئے تگ و دو کرے۔ چنانچہ یہ خود پسند و برخود غلط انسان ہمیشہ کمال سے محروم ہی رہے گا اور یہ خود پسندی اس کے لئے ترقی کی راہیں مسدود کردے گی۔

---

(۱۶۸) وقال علیه السّلام: اَلْاَمْرُ قَرِيبٌ وَالْاِصْطِحَابُ قَلِيلٌ۔

(۱۶۸) آخرت کا مرحلہ قریب اور (دنیا میں) باہمی رفاقت کی مدت کم ہے۔

---

(۱۶۹) وقال علیه السّلام: قَدْ أَضَآءَ الصُّبْحُ لِذِي عَيْنَيْنِ۔

(۱۶۹) آنکھ والے کے لئے صبح روشن ہو چکی ہے۔

---

(۱۷۰) وقال علیه السّلام: تَرْكُ الذَّنْبِ أَهْوَنُ مِنْ طَلَبِ الْمَعُونَةِ۔

(۱۷۰) ترکِ گناہ کی منزل بعد میں مدد مانگنے سے آسان ہے۔

اول مرتبہ میں گناہ سے باز رہنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا گناہ سے مانوس اور اُس کی لذت سے آشنا ہونے کے بعد۔ کیونکہ انسان جس چیز کا خوگر ہو جاتا ہے اُس کے بجالانے میں طبیعت پر بار محسوس نہیں کرتا۔ لیکن اسے چھوڑنے میں لوہے لگ جاتے ہیں اور جوں جوں عادت پختہ ہوتی جاتی ہے ضمیر کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے اور توبہ میں دشواریاں حائل ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ کہہ کر دل کو ڈھارس دیتے رہنا کہ "پھر توبہ کرلیں گے" اکثر بے نتیجہ ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جب ابتداء میں گناہ سے دستبردار ہونے میں دشواری محسوس ہو رہی ہے تو گناہ کی مدت کو بڑھا لے جانے کے بعد توبہ دشوار تر ہو جائے گی۔

---

(۱۷۱) وقال علیه السّلام: كَمْ مِنْ أَكْلَةٍ مَنَعَتْ أَكَلَاتٍ!

(۱۷۱) بسا اوقات ایک دفعہ کا کھانا بہت دفعہ کے کھانوں سے مانع ہو جاتا ہے۔

یہ ایک مثل ہے جو ایسے موقع پر استعمال ہوتی ہے جہاں کوئی شخص ایک فائدہ کے پیچھے اس طرح کھو جائے کہ اُسے دوسرے فائدوں سے ہاتھ اٹھا لینا پڑے جس طرح وہ شخص جو ناموافق طبع یا ضرورت سے زیادہ کھا لے تو اُسے بہت سے کھانوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔

---

(۱۷۲) وقال علیہ السّلام: النَّاسُ أَعْدَآءُ مَا جَهِلُوْا۔

(۱۷۲) لوگ اُس چیز کے دشمن ہوتے ہیں، جسے نہیں جانتے۔

انسان جس علم و فن سے واقف ہوتا ہے اُسے بڑی اہمیت دیتا ہے اور جس علم سے عاری ہوتا ہے اُسے غیر اہم قرار دے کر اُس کی تنقیص و مذمت کرتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ جس محفل میں اس علم و فن پر گفتگو ہوتی ہے اُسے ناقابلِ اعتنا سمجھ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ایک طرح کی سبکی محسوس کرتا ہے اور یہ سب کی اس کے لئے اذیت کا باعث ہوتی ہے اور انسان جس چیز سے بھی اذیت محسوس کرے گا اُس سے طبعاً نفرت کرے گا اور اُس سے بُغض رکھے گا۔ چنانچہ افلاطون سے دریافت کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ نہ جاننے والا جاننے والے سے بغض رکھتا ہے مگر جاننے والا نہ جاننے والے سے بغض و عناد نہیں رکھتا؟ اس نے کہا کہ چونکہ نہ جاننے والا اپنے اندر ایک نقص محسوس کرتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ جاننے والا اُس کی جہالت کی بناء پر اُسے حقیر و پست سمجھتا ہوگا جس سے متاثر ہو کر وہ اُس سے بغض رکھتا ہے اور جاننے والا چونکہ جہالت کے نقص سے بری ہوتا ہے اس لئے وہ یہ تصور نہیں کرتا کہ نہ جاننے والا اُسے حقیر سمجھتا ہوگا۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں ہوتی کہ وہ اس سے بغض رکھے۔

---

(۱۷۳) وقال علیہ السّلامُ: مَنِ اسْتَقْبَلَ وُجُوْهَ الْآرَآءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الْخَطَايَا۔

(۱۷۳) جو شخص مختلف رایوں کا سامنا کرتا ہے وہ خطا و لغزش کے مقامات کو پہچان لیتا ہے۔

---

(۱۷۴) وقال علیہ السّلام: مَنْ أَحَدَّ سِنَانَ الْغَضَبِ لِلّٰهِ قَوِيَ عَلٰى قَتْلِ أَشِدَّآءِ الْبَاطِلِ۔

(۱۷۴) جو شخص اللہ کی خاطر سنانِ غضب تیز کرتا ہے وہ باطل کے سورماؤں کے قتل پر توانا ہو جاتا ہے۔

جو شخص محض اللہ کی خاطر باطل سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اُسے خداوند عالم کی طرف سے تائید و نصرت حاصل ہوتی ہے اور کمزور و بے سروسامانی کے باوجود باطل قوتیں اُس کے عزم میں تزلزل اور ثبات قدم میں جنبش پیدا نہیں کر سکتیں اور اگر اس کے اقدام میں ذاتی غرض شریک ہو تو اُسے بڑی آسانی سے اُس کے ارادہ سے باز رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سید نعمت جزائری علیہ الرحمہ نے زہر الربیع میں تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے کچھ لوگوں کو ایک درخت کی پرستش کرتے دیکھا تو اُس نے جذبہ دینی سے متاثر ہو کر اُس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کیا اور جب تیشہ لے کر آگے بڑھا تو شیطان نے اُس کا راستہ روکا اور پوچھا کہ کیا ارادہ ہے؟ اُس نے کہا کہ میں اس درخت کو کاٹنا چاہتا ہوں تاکہ لوگ اس مشرکانہ طریق عبادت سے باز رہیں۔ شیطان لعین نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب وہ جانیں اور ان کا کام، مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا جب شیطان نے دیکھا کہ یہ ایسا کر ہی گزرے گا تو اُس نے کہا کہ اگر تم واپس چلے جاؤ تو میں تمہیں چار درہم ہر روز دیا کروں گا، جو تمہیں بستر کے نیچے سے مل جایا کریں گے۔ یہ سن کر اُس کی نیت ڈانواں ڈول ہونے لگی اور کہا



کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اُس نے کہا کہ تجربہ کر کے دیکھ لو، اگر ایسا نہ ہوا تو درخت کے کاٹنے کا موقع پھر بھی تمہیں مل سکتا ہے۔ چنانچہ وہ لالچ میں آ کر پلٹ آیا اور دوسرے دن وہ درہم اُسے بستر کے نیچے مل گئے۔ مگر دو چار روز کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب وہ پھر طیش میں آیا، اور تیشہ لے کر درخت کی طرف بڑھا کہ شیطان نے آگے بڑھ کر کہا کہ اب تمہارے بس میں نہیں کہ تم اُسے کاٹ سکو۔ کیونکہ پہلی دفعہ تم صرف اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے نکلے تھے، اور اب چند پیسوں کی خاطر نکلے ہو۔ لہٰذا تم نے ہاتھ اٹھایا تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ بے نیل و مرام پلٹ آیا۔

---

(۱۷۵) وقالَ علیہ السّلام: إِذَا هِبْتَ أَمْرًا فَقَعْ فِيْهِ، فَإِنَّ شِدَّةَ تَوَقِّيْهِ أَعْظَمُ مِمَّا تَخَافُ مِنْهُ۔

(۱۷۵) جب کسی امر سے دہشت محسوس کرو تو اُس میں پھاند پڑو، اس لئے کہ کھٹکا لگا رہنا اُس ضرر سے کہ جس کا خوف زیادہ تکلیف دہ چیز ہے۔

---

(۱۷۶) وقال علیہ السّلام: آلَةُ الرِّيَاسَةِ سِعَةُ الصَّدْرِ۔

(۱۷۶) سربرآوردہ ہونے کا ذریعہ سینہ کی وسعت ہے۔

---

(۱۷۷) وقال علیہ السّلام: اُزْجُرِ الْمُسِيْءَ بِثَوَابِ الْمُحْسِنِ۔

(۱۷۷) بدکار کی سرزنش نیک کو اُس کا بدلہ دے کر کرو۔

مقصد یہ ہے کہ اچھوں کو اُن کی حُسنِ کارکردگی کا پورا پورا صلہ دینا اور اُن کے کارناموں کی بناء پر اُن کی قدر افزائی کرنا بُروں کو بھی اچھائی کی راہ پر لگاتا ہے، اور یہ چیز اخلاقی مواعظ اور تنبیہہ و سرزنش سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان طبعاً اُن چیزوں کی طرف راغب ہوتا ہے جن کے نتیجہ میں اُسے فوائد حاصل ہوں اور اُس کے کانوں میں مدح و تحسین کے ترانے گونجیں۔

---

(۱۷۸) وقال علیہ السّلام: اُحْصُدِ الشَّرَّ مِنْ صَدْرِ غَيْرِكَ بِقَلْعِهٖ مِنْ صَدْرِكَ۔

(۱۷۸) دوسرے کے سینہ سے کینہ و شر کی جڑ اس طرح کاٹو، کہ خود اپنے سینہ سے اُسے نکال پھینکو۔

اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر تم کسی کی طرف سے دل میں کینہ رکھو گے تو وہ بھی تمہاری طرف سے کینہ رکھے گا۔ لہٰذا اپنے دل کی کدورتوں کو مٹا کر اس کے دل سے بھی کدورت کو مٹا دو۔ کیونکہ دل دل کا آئینہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے آئینہ دل میں کدورت کا زنگ نہ رہے گا، تو اس کے دل سے بھی کدورت جاتی رہے گی اور اسی لئے انسان دوسرے کے دل کی صفائی کا اندازہ اپنے دل کی صفائی سے بآسانی کر لیتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنے ایک دوست سے پوچھا کہ تم مجھے کتنا چاہتے ہو؟ اُس نے جواب میں کہا "سل قلبک" اپنے دل سے پوچھو' یعنی جتنا تم مجھے دوست رکھتے ہو، اتنا ہی میں تمہیں دوست رکھتا ہوں۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر یہ چاہتے ہو کہ دوسرے کو بُرائی سے روکو، تو پہلے خود اس برائی سے باز آؤ۔ اس طرح تمہاری نصیحت دوسرے پر اثر انداز ہو سکتی ہے، ورنہ بے اثر ہو کر رہ جائے گی۔

---

(۱۷۹) وقال عليه السّلام: اللَّجاجَةُ تَسُلُّ الرَّأْيَ۔

(۱۷۹) ضد اور ہٹ دھرمی صحیح رائے کو دور کر دیتی ہے۔

---

(۱۸۰) وقال عليه السّلام الطَّمَعُ رِقٌّ مُؤَبَّدٌ۔

(۱۸۰) لالچ ہمیشہ کی غلامی ہے۔

---

(۱۸۱) وقال عليه السلام: ثَمَرَةُ التَّفْرِيطِ النَّدَامَةُ، وَثَمَرَةُ الْحَزْمِ السَّلَامَةُ۔

(۱۸۱) کوتاہی کا نتیجہ شرمندگی، اور احتیاط و دور اندیشی کا نتیجہ سلامتی ہے۔

---

(۱۸۲) وقال عليه السّلام: لَا خَيْرَ فِي الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ، لَا خَيْرَ فِي الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ۔

(۱۸۲) حکیمانہ بات سے خاموشی اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں، جس طرح جہالت کی بات میں کوئی اچھائی نہیں۔

---

(۱۸۳) وقال عليه السّلام: مَا اخْتَلَفَتْ دَعْوَتَانِ إِلَّا كَانَتْ إِحْدَاهُمَا ضَلَالَةً۔

(۱۸۳) جب دو مختلف دعوتیں ہوں گی، تو اُن میں سے ایک ضرور گمراہی کی دعوت ہوگی۔

---

(۱۸۴) وقال عليه السّلام: مَا شَكَكْتُ فِي الْحَقِّ مُذْ أُرِيتُهُ۔

(۱۸۴) جب سے مجھے حق دکھایا گیا ہے میں نے اس میں کبھی شک نہیں کیا۔

---

(۱۸۵) وقال عليه السّلام: مَا كَذَبْتُ وَلَا كُذِبْتُ، وَلَا ضَلَلْتُ وَلَا ضُلَّ بِي۔

(۱۸۵) نہ میں نے جھوٹ کہا ہے، نہ مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ نہ میں خود گمراہ ہوا، نہ مجھے گمراہ کیا گیا۔

(۱۸۶) وقال عليه السّلام: لِلظَّالِمِ الْبَادِي غَدًا بِكَفِّهِ عَضَّةٌ۔

(۱۸۶) ظلم میں پہل کرنے والا کل (ندامت سے) اپنا ہاتھ اپنے دانتوں سے کاٹتا ہوگا۔

---

(۱۸۷) وقال عليه السلام: الرَّحِيلُ وَشِيكٌ۔

(۱۸۷) چل چلاؤ قریب ہے۔

---

(۱۸۸) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَنْ أَبْدَى صَفْحَتَهُ لِلْحَقِّ هَلَكَ۔

(۱۸۸) جو حق سے منہ موڑتا ہے، تباہ ہو جاتا ہے۔

---



(۱۸۹) وقال عليه السّلام: مَنْ لَمْ يُنْجِهِ الصَّبْرُ أَهْلَكَهُ الْجَزَعُ۔

(۱۸۹) جسے صبر رہائی نہیں دلاتا، اُسے بے تابی و بے قراری ہلاک کر دیتی ہے۔

---

(۱۹۰) وقال عليه السَّلَامُ: وَاعَجَبَاهُ أَتَكُونُ الْخِلَافَةُ بِالصَّحَابَةِ وَالْقَرَابَةِ؟ قال الرضي: وروى له شعر في هذا المعنى فَإِنْ كُنْتَ بِالشُّورَى مَلَكْتَ أُمُورَهُمْ فَكَيْفَ بِهَذَا وَالْمُشِيرُونَ غُيَّبٌ؟ وَإِنْ كُنْتَ بِالْقُرْبَى حَجَجْتَ خَصِيمَهُمْ فَغَيْرُكَ أَوْلَى بِالنَّبِيِّ وَأَقْرَبُ۔

(۱۹۰) العجب کیا خلافت کا معیار بس صحابیت اور قرابت ہی ہے؟

سید رضی کہتے ہیں کہ اس مضمون کے اشعار بھی حضرت سے مروی ہیں جو یہ ہیں۔ اگر تم شوریٰ کے ذریعہ لوگوں کے سیاہ وسفید کے مالک ہوگئے ہو تو یہ کیسے جبکہ مشورہ دینے کے حقدار افراد غیر حاضر تھے، اور اگر قرابت کی وجہ سے تم اپنے حریف پر غالب آئے ہو تو پھر تمہارے علاوہ دوسرا نبی کا زیادہ حقدار اور اُن سے زیادہ قریبی ہے۔

---

(۱۹۱) وقال عليه السّلام: إِنَّمَا الْمَرْءُ فِي الدُّنْيَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِيهِ الْمَنَايَا وَنَهْبٌ تُبَادِرُهُ الْمَصَائِبُ، وَمَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَفِي كُلِّ أُكْلَةٍ غَصَصٌ وَلَا يَنَالُ الْعَبْدُ نِعْمَةً إِلَّا بِفِرَاقِ أُخْرَى وَلَا يَسْتَقْبِلُ يَوْمًا مِنْ عُمُرِهِ إِلَّا بِفِرَاقِ آخَرَ مِنْ أَجَلِهِ۔ فَنَحْنُ أَعْوَانُ الْمَنُونِ وَأَنْفُسُنَا نَصْبُ الْحُتُوفِ فَمِنْ أَيْنَ نَرْجُو الْبَقَاءَ وَهَذَا اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ لَمْ يَرْفَعَا مِنْ شَيْءٍ شَرَفًا إِلَّا أَسْرَعَا الْكَرَّةَ فِي هَدْمِ مَا بَنَيَا، وَتَفْرِيقِ مَا جَمَعَا؟

(۱۹۱) دنیا میں انسان موت کی تیر اندازی کا ہدف اور مصیبت و ابتلا کی غارت گری کی جولانگاہ ہے جہاں ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے اور جہاں بندہ ایک نعمت اُس وقت تک نہیں پاتا جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے اور اُس کی عمر کا ایک دن آتا نہیں جب تک ایک دن اس کی عمر سے کم نہ ہو جائے ہم موت کے مددگار ہیں اور ہماری جانیں ہلاکت کی زد پر ہیں تو اس صورت میں ہم کہاں سے بقا کی امید کر سکتے ہیں۔ جبکہ شب و روز کسی عمارت کو بلند نہیں کرتے مگر یہ کہ حملہ آور ہو کر جو بنایا ہے اُسے گراتے اور جو یکجا کیا ہے اُسے بکھیرتے ہوتے ہیں۔

---

(۱۹۲) وقال عليه السّلام: يَا ابْنَ آدَمَ مَا كَسَبْتَ فَوْقَ قُوتِكَ فَأَنْتَ فِيهِ خَازِنٌ لِغَيْرِكَ۔

(۱۹۲) اے فرزند آدمؑ! تو نے اپنی غذا سے جو زیادہ کمایا ہے اُس میں دوسرے کا خزانچی ہے۔

---

(۱۹۳) وقال علیه السّلام: إِنَّ لِلْقُلُوبِ شَهْوَةً وَإِقْبَالاً وَإِدْبَاراً فَأْتُوهَا مِنْ قِبَلِ شَهْوَتِهَا وَإِقْبَالِهَا، فَإِنَّ الْقَلْبَ إِذَا أُكْرِهَ عَمِيَ۔

(۱۹۳) دلوں کے لئے رغبت و میلان، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان سے اُس وقت کام لو جب ان میں خواہش و میلان ہو، کیونکہ دل کو مجبور کر کے کسی کام پر لگایا جائے تو اُسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

---

(۱۹۴) وکان علیه السّلام یقول متی أَشْفِي غَيْظِي إِذَا غَضِبْتُ؟ أَحِينَ أَعْجِزُ عَنِ الْانْتِقَامِ فَيُقَالَ لِي لَوْ صَبَرْتَ؟ أَمْ حِينَ أَقْدِرُ عَلَيْهِ فَيُقَالَ لِي لَوْ غَفَرْتَ۔

(۱۹۴) جب غصہ مجھے آئے تو کب اپنے غصہ کو اُتاروں؟ کیا اُس وقت کہ جب انتقام نہ لے سکوں۔ اور یہ کہا جائے کہ صبر کیجئے یا اُس وقت کہ جب انتقام پر قدرت ہو، اور کہا جائے کہ بہتر ہے درگزر کیجئے۔

---

(۱۹۵) وقال علیه السّلام: وقد مر بقذر علٰی مزیلة: هٰذَا مَا بَخِلَ بِهِ الْبَاخِلُونَ وروی فی خبر اٰخر أنه قال: هٰذَا مَا كُنْتُمْ تَتَنَافَسُونَ فِيهِ بِالْأَمْسِ۔

(۱۹۵) آپ کا گزر ہوا ایک گھورے کی طرف سے جس پر غلاظتیں تھیں فرمایا ''یہ وہ ہے جس کے ساتھ بخل کرنے والوں نے بخل کیا تھا۔'' ایک اور روایت میں ہے کہ اس موقع پر آپ نے فرمایا ''یہ وہ ہے جس پر تم لوگ کل ایک دوسرے پر رشک کرتے تھے۔''

---

(۱۹۶) وقال علیه السلام: لَمْ يَذْهَبْ مِنْ مَالِكَ مَا وَعَظَكَ

(۱۹۶) تمہارا وہ مال اکارت نہیں گیا جو تمہارے لئے عبرت و نصیحت کا باعث بن جائے۔

جو شخص مال و دولت کھو کر تجربہ و نصیحت حاصل کرے، اُسے ضیاع مال کی فکر نہ کرنا چاہئے اور مال کے مقابلہ میں تجربہ کو گراں قدر سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ مال تو یوں بھی ضائع ہو جاتا ہے مگر تجربہ آئندہ کے خطرات سے بچا لے جاتا ہے۔ چنانچہ ایک عالم سے جو مالدار ہونے کے بعد فقیر و نادار ہو چکا تھا پوچھا گیا کہ تمہارا مال کیا ہوا؟ اُس نے کہا کہ میں نے اس سے تجربات خرید لئے ہیں جو میرے لئے مال سے زیادہ فائدہ مند ثابت ہوئے ہیں۔ لہٰذا سب کچھ کھو دینے کے بعد بھی میں نقصان میں نہیں رہا۔

---

(۱۹۷) وقال علیه السّلام: إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَمَلُّ كَمَا تَمَلُّ الْأَبْدَانُ فَابْتَغُوا لَهَا طَرَائِفَ الْحِكْمَةِ۔

(۱۹۷) یہ دل بھی اُسی طرح تھکتے ہیں جس طرح بدن تھکتے ہیں۔ لہٰذا (جب ایسا ہو تو) ان کے لئے لطیف حکیمانہ جملے تلاش کرو۔

---

(۱۹۸) وقال علیه السّلام لما سمع قول الخوارج (لا حکم إلا لله) كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا بَاطِلٌ۔

(۱۹۸) جب خوارج کا قول ''لاحُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ (حکم اللہ سے مخصوص ہے) سنا تو فرمایا یہ جملہ صحیح ہے مگر جو اس سے مراد لیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔



---

(۱۹۹) وقال علیه السّلام فی صفة الغوغاء: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا غَلَبُوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا لَمْ يُعْرَفُوا، وَقِيلَ: بل قَالَ علیه السّلام: هُمُ الَّذِينَ إِذَا اجْتَمَعُوا ضَرُّوا، وَإِذَا تَفَرَّقُوا نَفَعُوا، فقيل: قد عرفنا مضرة اجتماعهم فما منفعة افتراقهم؟ فقال: يَرْجِعُ أَصْحَابُ الْمِهَنِ إِلَى مِهَنِهِمْ، فَيَنْتَفِعُ النَّاسُ بِهِمْ كَرُجُوعِ الْبَنَّاءِ إِلَى بِنَائِهِ، وَالنَّسَّاجِ إِلَى مَنْسَجِهِ، وَالْخَبَّازِ إِلَى مَخْبَزِهِ۔

(۱۹۹) بازاری آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے بارے میں فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ مجتمع ہوں تو چھا جاتے ہیں اور جب منتشر ہوں تو پہچانے نہیں جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: کہ جب اکٹھا ہوتے ہیں تو باعث ضرر ہوتے ہیں اور جب منتشر ہو جاتے ہیں تو فائدہ مند ثابت ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں ان کے مجتمع ہونے کا نقصان تو معلوم ہے مگر اُن کے منتشر ہونے کا فائدہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ پیشہ ور اپنے اپنے کاروبار کی طرف پلٹ جاتے ہیں تو لوگ اُن کے ذریعہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے معمار اپنی (زیرتعمیر) عمارت کی طرف جولاہا اپنے کاروبار کی طرف اور نانبائی اپنے تنور کی طرف۔

---

(۲۰۰) وقال علیه السّلام، وَأُتِيَ بجان ومعه غوغاء فقال: لَا مَرْحَبًا بِوُجُوهٍ لَا تُرَى إِلَّا عِنْدَ كُلِّ سَوْأَةٍ۔

(۲۰۰) آپ کے سامنے ایک مجرم لایا گیا جس کے ساتھ تماشائیوں کا ہجوم تھا تو آپ نے فرمایا ان چہروں پر پھٹکار کہ جو ہر رسوائی کے موقع پر ہی نظر آتے ہیں۔

(۲۰۱) وقال علیه السّلام: إِنَّ مَعَ كُلِّ إِنْسَانٍ مَلَكَيْنِ يَحْفَظَانِهِ، فَإِذَا جَاءَ الْقَدَرُ خَلَّيَا بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ وَإِنَّ الْأَجَلَ جُنَّةٌ حَصِينَةٌ۔

(۲۰۱) ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں جو اسکی حفاظت کرتے ہیں اور جب موت کا وقت آتا ہے تو وہ اُسکے اور موت کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور بے شک انسان کی مقررہ عمر اُس کیلئے ایک مضبوط سپر ہے۔

---

(۲۰۲) وقال علیه السلام، وقد قال له طلحة والزبیر: نبایعك علٰی أنا شركاؤك فی هٰذا الأمر: لَا، وَلٰكِنَّكُمَا شَرِيكَانِ فِي الْقُوَّةِ وَالْاسْتِعَانَةِ وَعَوْنَانِ عَلَى الْعَجْزِ وَالْأَوَدِ۔

(۲۰۲) طلحہ و زبیر نے حضرت سے کہا کہ ہم اس شرط پر آپ کی بیعت کرتے ہیں کہ اس حکومت میں آپ کے ساتھ شریک رہیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم تقویت پہنچانے اور ہاتھ بٹانے میں شریک اور عاجزی اور سختی کے موقع پر مددگار رہو گے۔

---

(۲۰۳) وقال علیه السّلام : أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي إِنْ قُلْتُمْ سَمِعَ، وَإِنْ أَضْمَرْتُمْ عَلِمَ، وَبَادِرُوا الْمَوْتَ الَّذِي إِنْ هَرَبْتُمْ (مِنْهُ) أَدْرَكَكُمْ، وَإِنْ أَقَمْتُمْ أَخَذَكُمْ، وَإِنْ نَسِيتُمُوهُ ذَكَرَكُمْ۔

(۲۰۳) اے لوگو! اُس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے، اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سروسامان کرو کہ جس سے بھاگے، تو وہ تمہیں پالے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اُسی بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔

(۲۰۴) وقال علیه السلام : لَا يُزَهِّدَنَّكَ فِي الْمَعْرُوفِ مَنْ لَا يَشْكُرُ لَكَ، فَقَدْ يَشْكُرُكَ عَلَيْهِ مَنْ لَا يَسْتَمْتِعُ (بِشَيْءٍ) مِنْهُ، وَقَدْ تُدْرِكُ مِنْ شُكْرِ الشَّاكِرِ أَكْثَرَ مِمَّا أَضَاعَ الْكَافِرُ، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔

(۲۰۴) کسی شخص کا تمہارے حُسنِ سلوک پر شکر گزار نہ ہونا تمہیں نیکی اور بھلائی سے بددل نہ بنا دے۔ اس لئے کہ بسا اوقات تمہاری اس بھلائی کی وہ قدر کرے گا، جس نے اُس سے کچھ فائدہ بھی نہیں اٹھایا اور اس ناشکرے نے جتنا تمہارا حق ضائع کیا ہے اُس سے کہیں زیادہ تم ایک قدر دان کی قدر دانی حاصل کر لو گے اور خدا نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۲۰۵) وقال علیه السّلام : كُلُّ وِعَاءٍ يَضِيقُ بِمَا جُعِلَ فِيهِ إِلَّا وِعَاءَ الْعِلْمِ فَإِنَّهُ يَتَّسِعُ۔

(۲۰۵) ہر ظرف اُس سے کہ جو اُس میں رکھا جائے تنگ ہوتا جاتا ہے۔ مگر علم کا ظرف وسیع ہوتا جاتا ہے۔

(۲۰۶) وقال علیه السّلام : أَوَّلُ عِوَضِ الْحَلِيمِ مِنْ حِلْمِهِ أَنَّ النَّاسَ أَنْصَارُهُ عَلَى الْجَاهِلِ۔

(۲۰۶) بردبار کو اپنی بردباری کا پہلا عوض یہ ملتا ہے کہ لوگ جہالت دکھانے والے کے خلاف اُس کے طرفدار ہو جاتے ہیں۔

(۲۰۷) وقال علیه السلام : إِنْ لَمْ تَكُنْ حَلِيمًا فَتَحَلَّمْ، فَإِنَّهُ قَلَّ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ إِلَّا أَوْشَكَ أَنْ يَكُونَ مِنْهُمْ۔

(۲۰۷) اگر تم بردبار نہیں ہو تو بظاہر بردبار بننے کی کوشش کرو کیونکہ ایسا کم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت سے شباہت اختیار کرے اور اُن میں سے نہ ہو جائے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر انسان طبعاً حلیم و بردبار نہ ہو تو اُسے بردبار بننے کی کوشش کرنا چاہئے اس طرح کہ اپنی افتادِ طبیعت کے خلاف حلم و بردباری کا مظاہرہ کرے اگرچہ اُسے طبیعت کا رخ موڑنے میں کچھ زحمت محسوس ہوگی مگر اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ حلم طبعی خصلت کی صورت اختیار کر لے گا اور پھر تکلف کی حاجت نہ رہے گی۔ کیونکہ عادت رفتہ رفتہ طبیعت ثانیہ بن جایا کرتی ہے۔



(۲۰۸) وقال علیه السّلام : مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ رَبِحَ، وَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا خَسِرَ، وَمَنْ خَافَ أَمِنَ، وَمَنِ اعْتَبَرَ أَبْصَرَ وَمَنْ أَبْصَرَ فَهِمَ وَمَنْ فَهِمَ عَلِمَ۔

(۲۰۸) جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے وہ فائدہ اٹھاتا ہے اور جو غفلت کرتا ہے وہ نقصان میں رہتا ہے جو ڈرتا ہے وہ (عذاب سے) محفوظ ہو جاتا ہے اور جو عبرت حاصل کرتا ہے وہ بینا ہو جاتا ہے اور جو بینا ہوتا ہے وہ بافہم ہو جاتا ہے اور جو بافہم ہوتا ہے اُسے علم حاصل ہو جاتا ہے۔

(۲۰۹) وقال علیه السّلام : لَتَعْطِفَنَّ الدُّنْيَا عَلَيْنَا بَعْدَ شِمَاسِهَا عَطْفَ الضَّرُوسِ عَلَى وَلَدِهَا۔ وَتَلَا عَقِيبَ ذٰلِكَ : (وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ)۔

(۲۰۹) یہ دنیا منہ زوری دکھانے کے بعد پھر ہماری طرف جھکے گی جس طرح کاٹنے والی اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جھکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت نے اس آیت کی تلاوت فرمائی ''ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ لوگ زمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں، اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہی کو (اس زمین کا) مالک بنائیں۔

یہ ارشاد امام منتظرؑ کے متعلق ہے جو سلسلہ امامت کے آخری فرد ہیں۔ ان کے ظہور کے بعد تمام سلطنتیں اور حکومتیں ختم ہو جائیں گی اور ''لیظہرہ علی الدّین کلّہ'' کا مکمل نمونہ نگاہوں کے سامنے آ جائے گا۔

ہر کسے را دولتے از آسمان آید پدید  دولتِ آل علیؑ آخر زمان آید پدید

(۲۱۰) وقال علیه السّلام : اتَّقُوا اللّٰهَ تَقِيَّةَ مَنْ شَمَّرَ تَجْرِيدًا وَجَدَّ تَشْمِيرًا : وَكَمَشَ فِي مَهَلٍ وَبَادَرَ عَنْ وَجَلٍ، وَنَظَرَ فِي كَرَّةِ الْمَوْئِلِ، وَعَاقِبَةِ الْمَصْدَرِ وَمَغَبَّةِ الْمَرْجِعِ۔

(۲۱۰) اللہ سے ڈرو اُس شخص کے ڈرنے کے مانند، جس نے دنیا کی وابستگیوں کو چھوڑ کر دامن گردان لیا اور دامن گردان کر کوشش میں لگ گیا اور اچھائیوں کے لئے اس وقفۂ حیات میں تیز گامی کیساتھ چلا اور خطروں کے پیش نظر اس نے نیکیوں کی طرف قدم بڑھایا اور اپنی قرارگاہ اور اپنے اعمال کے نتیجہ اور انجام کار کی منزل پر نظر رکھی۔

(۲۱۱) وقال علیه السّلام : اَلْجُودُ حَارِسُ الْأَعْرَاضِ، وَالْحِلْمُ فِدَامُ السَّفِيهِ، وَالْعَفْوُ زَكَاةُ الظَّفَرِ، وَالسُّلُوُّ عِوَضُكَ مِمَّنْ غَدَرَ، وَالْاِسْتِشَارَةُ عَيْنُ الْهِدَايَةِ وَقَدْ

(۲۱۱) سخاوت، عزت و آبرو کی پاسبان ہے بردباری احمق کے منہ کا تسمہ ہے، درگزر کرنا کامیابی کی زکوٰۃ ہے جو غداری کرے اُسے بھول جانا اس کا بدل ہے۔ مشورہ لینا خود صحیح راستہ پا جانا ہے۔ جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کر کے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ اپنے کو خطرہ میں ڈالتا ہے۔ صبر

خَاطَرَ مَنِ اسْتَغْنٰی بِرَأْيِهٖ، وَالصَّبْرُ يُنَاضِلُ الْحِدْثَانَ وَالْجَزَعُ مِنْ اَعْوَانِ الزَّمَانِ، وَاَشْرَفُ الْغِنٰی تَرْكُ الْمُنٰی، وَكَمْ مِّنْ عَقْلٍ أَسِيْرٍ تَحْتَ هَوٰی اَمِيْرٍ، وَمِنَ التَّوْفِيْقِ حِفْظُ التَّجْرِبَةِ، وَالْمَوَدَّةُ قَرَابَةٌ مُّسْتَفَادَةٌ وَلَا تَاْمَنَنَّ مَلُوْلًا۔

مصائب وحوادث کا مقابلہ کرتا ہے۔ بیتابی و بے قراری زمانہ کے مددگاروں میں سے ہے۔ بہترین دولتمندی آرزوؤں سے ہاتھ اٹھا لینا ہے۔ بہت سی غلام عقلیں امیروں کی ہواؤ ہوس کے بار میں دبی ہوئی ہیں۔ تجربہ و آزمائش کی نگہداشت حسن توفیق کا نتیجہ ہے۔ دوستی ومحبت اکتسابی قرابت ہے جوتم سے رنجیدہ ودل تنگ ہو، اُس پر اطمینان واعتماد نہ کرو۔

---

(۲۱۲) وقال علیہ السّلام: عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ أَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ۔

(۲۱۲) انسان کی خود پسندی اُس کی عقل کی حریفوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح حاسد محسود کی کسی خوبی وحسن کو نہیں دیکھ سکتا، اسی طرح خود پسندی عقل کے جوہر کا ابھرنا اور اُس کے خصائص کا نمایاں ہونا گوارا نہیں کرتی۔ جس سے مغرور وخود بین انسان اُن عادات وخصائل سے محروم رہتا ہے، جو عقل کے نزدیک پسندیدہ ہوتے ہیں۔

---

(۲۱۳) وقال علیہ السّلام: أَغْضِ عَلَى الْقَذٰى وَإِلَّا لَمْ تَرْضَ أَبَدًا۔

(۲۱۳) تکلیف سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔

ہر شخص میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور ہوتی ہے۔ اگر انسان دوسروں کی خامیوں اور کمزوریوں سے متاثر ہو کر اُن سے علیحدگی اختیار کرتا جائے، تو رفتہ رفتہ وہ اپنے دوستوں کو کھو دے گا، اور دنیا میں تنہا اور بے یار ومددگار ہو کر رہ جائے گا۔ جس سے اُس کی زندگی تلخ اور الجھنیں بڑھ جائیں گی۔ ایسے موقع پر انسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ اس معاشرہ میں اُسے فرشتے نہیں مل سکتے کہ جن سے اُسے کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہو۔ اسے انہی لوگوں میں رہنا سہنا اور انہی لوگوں میں زندگی گزارنا ہے۔ لہٰذا جہاں تک ہو سکے ان کی کمزوریوں کو نظر انداز کرے، اور اُن کی ایذارسانیوں سے چشم پوشی کرتا رہے۔

---

(۲۱۴) وقال علیہ السّلام: مَنْ لَانَ عُوْدُهٗ كَثُفَتْ أَغْصَانُهٗ۔

(۲۱۴) جس (درخت) کی لکڑی نرم ہو اُس کی شاخیں گھنی ہوتی ہیں۔

جو شخص تندخو اور بدمزاج ہو وہ کبھی اپنے ماحول کو خوش گوار بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے ملنے والے بھی اُس کے ہاتھوں نالاں اور اُس سے بیزار رہیں گے اور جو خوش خلق اور شیریں زبان ہو، لوگ اُس کے قرب کے خواہاں اور اُس کی دوستی کے خواہش مند ہوں گے، اور وقت پڑنے پر اُس کے معاون ومددگار ثابت ہوں گے جس سے وہ اپنی زندگی کو کامیاب بنا لے جا سکتا ہے۔

---



(۲۱۵) وقال علیہ السّلام: اَلْخِلَافُ يَهْدِمُ الرَّأْيَ۔

(۲۱۵) مخالفت صحیح رائے کو برباد کر دیتی ہے۔

---

(۲۱۶) وقال علیہ السّلام: مَنْ نَالَ اسْتَطَالَ۔

(۲۱۶) جو منصب پا لیتا ہے دست درازی کرنے لگتا ہے۔

---

(۲۱۷) وقال علیہ السّلام: فِيْ تَقَلُّبِ الْاَحْوَالِ عِلْمُ جَوَاهِرِ الرِّجَالِ۔

(۲۱۷) حالات کے پلٹوں ہی میں مردوں کے جوہر کھلتے ہیں۔

---

(۲۱۸) وقال علیہ السّلام: حَسَدُ الصَّدِيْقِ مِنْ سُقْمِ الْمَوَدَّةِ۔

(۲۱۸) دوست کا حسد کرنا دوستی کی خامی ہے۔

---

(۲۱۹) وقال علیہ السّلام: أَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُوْلِ تَحْتَ بُرُوْقِ الْمَطَامِعِ۔

(۲۱۹) اکثر عقلوں کا ٹھوکر کھا کر گرنا طمع وحرص کی بجلیاں چمکنے پر ہوتا ہے۔

جب انسان طمع وحرص میں پڑ جاتا ہے تو رشوت، چوری، خیانت، سودخواری اور اس قبیل کے دوسرے اخلاقی عیوب اُس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور عقل ان باطل خواہشوں کی جگمگاہٹ سے اس طرح خیرہ ہو جاتی ہے کہ اُسے ان قبیح افعال کے عواقب ونتائج نظر ہی نہیں آتے کہ وہ اُسے روکے ٹوکے اور اس خواب غفلت سے جھنجھوڑے۔ البتہ جب دنیا سے رخت سفر باندھنے پر تیار ہوتا ہے اور دیکھتا ہے کہ جو کچھ سمیٹا تھا وہ یہیں کے لئے تھا ساتھ نہیں لے جا سکتا، تو اُس وقت اُس کی آنکھیں کھلتی ہیں۔

---

(۲۲۰) وقال علیہ السّلام: لَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ الْقَضَاءُ عَلَى الثِّقَةِ بِالظَّنِّ۔

(۲۲۰) یہ انصاف نہیں ہے کہ صرف ظن وگمان پر اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔

---

(۲۲۱) وقال علیہ السّلام: بِئْسَ الزَّادُ إِلَى الْمَعَادِ، الْعُدْوَانُ عَلَى الْعِبَادِ۔

(۲۲۱) آخرت کے لئے بہت برا توشہ ہے بندگان خدا پر ظلم وتعدی کرنا۔

---

(۲۲۲) وقال علیہ السّلام: مِنْ أَشْرَفِ أَعْمَالِ الْكَرِيْمِ غَفْلَتُهٗ عَمَّا يَعْلَمُ۔

(۲۲۲) بلند انسان کے بہترین افعال میں سے یہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے چشم پوشی کرے جنہیں وہ جانتا ہے۔

---

(۲۲۳) وقال علیہ السّلام: مَنْ كَسَاهُ الْحَيَاءُ ثَوْبَهٗ لَمْ يَرَ النَّاسُ عَيْبَهٗ۔

(۲۲۳) جس پر حیا نے اپنا لباس پہنا دیا ہے اُس کے عیب لوگوں کی نظروں کے سامنے نہیں آ سکتے۔

جوشخص حیا کے جوہر سے آراستہ ہوتا ہے اس کے لئے حیا ایسے اُمور کے ارتکاب سے مانع ہوتی ہے جو معیوب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اس میں عیب ہوتا ہی نہیں کہ دوسرے دیکھیں اور اگر کسی امر قبیح کا اس سے ارتکاب ہو بھی جاتا ہے تو حیا کی وجہ سے علانیہ مرتکب نہیں ہوتا کہ لوگوں کی نگاہیں اس کے عیب پر پڑ سکیں۔

---

(۲۲۴) وقال علیه السّلام: بِكَثْرَةِ الصَّمْتِ تَكُوْنُ الْهَيْبَةُ، وَبِالنَّصَفَةِ يَكْثُرُ الْمُوَاصِلُوْنَ، وَبِالْإِفْضَالِ تَعْظُمُ الْأَقْدَارُ، وَبِالتَّوَاضُعِ تَتِمُّ النِّعْمَةُ وَبِاحْتِمَالِ الْمُؤَنِ يَجِبُ السُّؤْدُدُ، وَبِالسِّيْرَةِ الْعَادِلَةِ يُقْهَرُ الْمُنَاوِئُ، وَبِالْحِلْمِ عَنِ السَّفِيْهِ تَكْثُرُ الْأَنْصَارُ عَلَيْهِ۔

(۲۲۴) زیادہ خاموشی رعب وہیبت کا باعث ہوتی ہے اور انصاف سے دوستوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ لطف وکرم سے قدر ومنزلت بلند ہوتی ہے جھک کر ملنے سے نعمت تمام ہوتی ہے۔ دوسروں کا بوجھ بٹانے سے لازماً سرداری حاصل ہوتی ہے اور خوش رفتاری سے کینہ ور دشمن مغلوب ہوتا ہے اور سر پھرے آدمی کے مقابلہ میں بردباری کرنے سے اسکے مقابلہ میں اپنے طرفدار ہوجاتے ہیں۔

---

(۲۲۵) وقال علیه السّلام: اَلْعَجَبُ لِغَفْلَةِ الْحُسَّادِ عَنْ سَلَامَةِ الْأَجْسَادِ۔

(۲۲۵) تعجب ہے کہ حاسد جسمانی تندرستی پر حسد کرنے سے کیوں غافل ہوگئے۔

حاسد دوسروں کے مال وجاہ پر تو حسد کرتا ہے مگر اُن کی صحت وتوانائی پر حسد نہیں کرتا حالانکہ یہ نعمت تمام نعمتوں سے زیادہ گرانقدر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دولت وثروت کے اثرات ظاہری طمطراق اور آرام وآسائش کے اسباب سے نگاہوں کے سامنے ہوتے ہیں اور صحت ایک عمومی چیز قرار پاکر ناقدری کا شکار ہوجاتی ہے اور اُسے اتنا بے قدر سمجھا جاتا ہے کہ حاسد بھی اُسے حسد کے قابل نہیں۔ چنانچہ ایک دولت مند کو دیکھتا ہے تو اُس کے مال ودولت پر اُسے حسد ہوتا ہے، اور ایک مزدور کو دیکھتا ہے کہ جو سر پر بوجھ اٹھائے دن بھر چلتا پھرتا ہے تو وہ اُس کی نظروں میں قابل حسد نہیں ہوتا۔ گویا صحت وتوانائی اُس کے نزدیک حسد کے لائق چیز نہیں ہے کہ اُس پر حسد کرے البتہ جب خود بیمار پڑتا ہے تو اُسے صحت کی قدر وقیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس موقع پر اُسے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ قابل حسد یہی صحت تھی جو اب تک اُس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔

مقصد یہ ہے کہ صحت کو ایک گرانقدر نعمت سمجھنا چاہئے اور اس کی حفاظت ونگہداشت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے۔

---

(۲۲۶) وقال علیه السلام: اَلطَّامِعُ فِیْ وِثَاقِ الذُّلِّ۔

(۲۲۶) طمع کرنے والا ذلت کی زنجیروں میں گرفتار رہتا ہے۔

---

(۲۲۷) وسئل عن الایمان فقال اَلْإِيْمَانُ مَعْرِفَةٌ بِالْقَلْبِ، وَإِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ، وَعَمَلٌ بِالْأَرْكَانِ۔

(۲۲۷) آپ سے ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایمان دل سے پہچاننا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء سے عمل کرنا ہے۔

---



(۲۲۸) وقال علیه السّلام: مَنْ اَصْبَحَ عَلَى الدُّنْيَا حَزِيْنًا فَقَدْ أَصْبَحَ لِقَضَاءِ اللّٰهِ سَاخِطًا، وَمَنْ أَصْبَحَ يَشْكُوْ مُصِيْبَةً نَزَلَتْ بِهٖ فَقَدْ اَصْبَحَ يَشْكُوْ رَبَّهٗ، وَمَنْ أَتٰى غَنِيًّا فَتَوَاضَعَ (لَهٗ) لِغَنَاهُ ذَهَبَ ثُلُثَا دِيْنِهٖ وَمَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَمَاتَ فَدَخَلَ النَّارَ فَهُوَ مِمَّنْ كَانَ يَتَّخِذُ آيَاتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَمَنْ لَهِجَ قَلْبُهٗ بِحُبِّ الدُّنْيَا الْتَاطَ قَلْبُهٗ مِنْهَا بِثَلَاثٍ: هَمٌّ لَا يُغِبُّهٗ، وَحِرْصٌ لَا يَتْرُكُهٗ، وَأَمَلٌ لَا يُدْرِكُهٗ۔

(۲۲۸) جو دنیا کیلئے اندوہناک ہو وہ قضا وقدر الٰہی سے ناراض ہے اور جو اس مصیبت پر کہ جس میں مبتلا ہے شکوہ کرے، تو وہ اپنے پروردگار کا شاکی ہے اور جو کسی دولت مند کے پاس پہنچ کر اُس کی دولت مندی کی وجہ سے جھکے تو اُس کا دوتہائی دین جاتا رہتا ہے اور جو شخص قرآن کی تلاوت کرے پھر مر کر دوزخ میں داخل ہو تو وہ ایسے ہی لوگوں میں سے ہوگا جو اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑاتے تھے اور جس کا دل دنیا کی محبت میں وارفتہ ہوجائے تو اُس کے دل میں دنیا کی یہ تین چیزیں پیوست ہوجاتی ہیں۔ ایسا غم کہ جو اُس سے جدا نہیں ہوتا اور ایسی حرص کہ جو اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور ایسی اُمید کہ جو بر نہیں آتی۔

---

(۲۲۹) وقال علیه السّلام: كَفٰى بِالْقَنَاعَةِ مُلْكًا وَبِحُسْنِ الْخُلُقِ نَعِيْمًا وسئل علیه السّلام عن قوله تعالیٰ: فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً؟) فقال: هِيَ الْقَنَاعَةُ۔

(۲۲۹) قناعت سے بڑھ کر کوئی سلطنت اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی عیش وآرام نہیں ہے۔ حضرتؑ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ ''ہم اس کو پاک و پاکیزہ زندگی دیں گے؟'' آپ نے فرمایا کہ وہ قناعت ہے۔

حسن خلق کو نعمت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح نعمت باعث لذت ہوتی ہے اسی طرح انسان خوش اخلاقی ونرمی سے دوسروں کے دلوں کو اپنی مٹھی میں لے کر اپنے ماحول کو خوش گوار بنا سکتا ہے اور اپنے لئے لذت وراحت کا سامان کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے اور قناعت کو سرمایہ وجاگیر اس لئے قرار دیا ہے کہ جس طرح ملک وجاگیر احتیاج کو ختم کردیتی ہے اسی طرح جب انسان قناعت اختیار کرلیتا ہے اور اپنے رزق پر خوش رہتا ہے تو وہ خلق سے مستغنیٰ اور احتیاج سے دور ہوجاتا ہے۔

ہر کہ قانع شد بخشک و ترشہ بحر و بر است

---

(۲۳۰) وقال علیه السّلام: شَارِكُوا الَّذِيْ قَدْ اِقْبَلَ عَلَيْهِ الرِّزْقُ، فَاِنَّهٗ، أَخْلَقُ لِلْغِنٰى وَأَجْدَرُ بِإِقْبَالِ الْحَظِّ عَلَيْهِ۔

(۲۳۰) جس کی طرف فراخ روزی رخ کئے ہوئے ہو اُس کے ساتھ شرکت کرو کیونکہ اُس میں دولت حاصل کرنے کا زیادہ امکان اور خوش نصیبی کا زیادہ قرینہ ہے۔

---

(۲۳۱) وقال عَلَيْهِ السّلام فِی قوله تعالیٰ:

(۲۳۱) خداوند کے ارشاد کے مطابق کہ ''اللہ تمہیں عدل و

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ، الْعَدْلُ: الْإِنْصَافُ، وَالْإِحْسَانُ التَّفَضُّلُ۔

احسان کا حکم دیتا ہے" فرمایا عدل انصاف ہے اور احسان لطف و کرم۔

---

(۲۳۲) وقال علیه السّلام: مَنْ يُعْطِ بِالْيَدِ الْقَصِيرَةِ يُعْطَ بِالْيَدِ الطَّوِيلَةِ

(۲۳۲) جو عاجز و قاصر ہاتھ سے دیتا ہے اُسے با اقتدار ہاتھ سے ملتا ہے۔

قال الرّضي: أقول: ومعنى ذلك أن ماينفقه المرء من ماله في سبيل الخير و البر وإن كان يسيرًا فإن الله تعالىٰ يجعل الجزاء عليه عظيما كثيرا، واليدان ههنا عبارتان عن النعمتين، ففرق عليه السّلام بين نعمة العبد ونعمة الرب (تعالىٰ ذكره) فجعل تلك قصيرة وهذه طويلة لأن نعم الله أبدًا تضعف الله أصل النعم كلّها، فكل نعمة إليها ترجع و منها تنزع۔

سید رضی کہتے ہیں کہ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے مال میں سے جو کچھ خیر و نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہے اگرچہ وہ کم ہو، مگر خداوند عالم اُس کا اجر بہت زیادہ قرار دیتا ہے اور اس مقام پر دو ہاتھوں سے مراد دو نعمتیں ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام نے بندہ کی نعمت اور پروردگار کی نعمت میں فرق بتایا ہے کہ وہ تو عجز و قصور کی حامل ہے اور وہ با اقتدار ہے۔ کیونکہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں مخلوق کی دی ہوئی نعمتوں سے ہمیشہ بدرجہا بڑھی چڑھی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ اللہ ہی کی نعمتیں تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہیں لہٰذا ہر نعمت انہی نعمتوں کی طرف پلٹتی ہے اور انہی سے وجود پاتی ہے۔

---

(۲۳۳) وقال علیه السّلام لابنه الحسن علیهما السّلام: لَا تَدْعُوَنَّ إِلَىٰ مُبَارَزَةٍ وَإِنْ دُعِيتَ إِلَيْهَا فَأَجِبْ فَإِنَّ الدَّاعِيَ بَاغٍ وَالْبَاغِي مَصْرُوعٌ۔

(۲۳۳) اپنے فرزند امام حسنؑ سے فرمایا کسی کو مقابلہ کے لئے خود نہ للکارو۔ ہاں اگر دوسرا للکارے تو فوراً جواب دو۔ اس لئے کہ جنگ کی خود سے دعوت دینے والا زیادتی کرنے والا ہے اور زیادتی کرنے والا تباہ ہوتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر دشمن آمادہ پیکار ہو اور جنگ میں پہل کرے تو اس موقع پر اُس کی روک تھام کے لئے قدم اٹھانا چاہئے اور از خود حملہ نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ سراسر ظلم و تعدی ہے اور ظلم و تعدی کا مرتکب ہوگا وہ اُس کی پاداش میں خاک مذلت پر پچھاڑ دیا جائے گا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ ہمیشہ دشمن کے للکارنے پر میدان میں آتے اور خود سے دعوت مقابلہ نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ:

ماسمعنا انه علیه السلام دعا الى مبارزة قط وانما كان يدعى هو بعينه او يدعى من يبارز فيخرج اليه فيقتله۔

(شرح ابن الحدید ج۴ ص۳۴۴)

ہمارے سننے میں نہیں آیا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مقابلہ کے لئے للکارا ہو۔ بلکہ جب مخصوص طور پر آپ کو دعوت مقابلہ دی جاتی تھی یا عمومی طور پر دشمن للکارتا تھا تو اُس کے مقابلہ میں نکلتے تھے اور اُسے قتل کر دیتے تھے۔



(۲۳۴) وقال علیه السّلام: خِيَارُ خِصَالِ النِّسَاءِ شِرَارُ خِصَالِ الرِّجَالِ: الزَّهْوُ، وَالْجُبْنُ، وَالْبُخْلُ فَإِذَا كَانَتِ الْمَرْأَةُ مَزْهُوَّةً لَمْ تُمَكِّنْ مِنْ نَفْسِهَا، وَإِذَا كَانَتْ بَخِيلَةً حَفِظَتْ مَالَهَا وَمَالَ بَعْلِهَا، وَإِذَا كَانَتْ جَبَانَةً فَرِقَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يَعْرِضُ لَهَا۔

(۲۳۴) عورتوں کی بہترین خصلتیں وہ ہیں جو مردوں کی بدترین صفتیں ہیں۔ غرور، بزدلی اور کنجوسی اس لئے کہ عورت جب مغرور ہوگی تو وہ کسی کو اپنے نفس پر قابو نہ دے گی اور کنجوس ہوگی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی اور بزدل ہوگی تو وہ ہر اُس چیز سے ڈرے گی جو اُسے پیش آئے گی۔

---

(۲۳۵) وقيل له: صِفْ لَنَا الْعَاقِلَ، فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: هُوَ الَّذِي يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَهُ، فَقِيلَ: فَصِفْ لَنَا الْجَاهِلَ فَقَالَ: قَدْ فَعَلْتُ۔

(۲۳۵) آپ سے عرض کیا گیا کہ عقلمند کے اوصاف بیان کیجئے۔ فرمایا عقلمند وہ ہے جو ہر چیز کو اس کی موقع و محل پر رکھے۔" پھر آپ سے کہا گیا کہ جاہل کا وصف بتایئے، تو فرمایا کہ میں بیان کر چکا۔

قال الرّضي: يَعْنِي أَنَّ الْجَاهِلَ هُوَ الَّذِي لَا يَضَعُ الشَّيْءَ مَوَاضِعَهُ فَكَانَ تَرْكُ صِفَتِهِ صِفَةً لَهُ! إِذْ كَانَ بِخِلَافِ وَصْفِ الْعَاقِلِ۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ مقصد یہ ہے کہ جاہل وہ ہے جو کسی چیز کو اُس کے موقع محل پر نہ رکھے۔ گویا حضرت کا اسے نہ بیان کرنا ہی بیان کرنا ہے، کیونکہ اس کے اوصاف عقلمند کے اوصاف کے برعکس ہیں۔

---

(۲۳۶) وقال علیه السّلام: وَاللّٰهِ لَدُنْيَاكُمْ هٰذِهِ أَهْوَنُ فِي عَيْنِي مِنْ عِرَاقِ خِنْزِيرٍ فِي يَدِ مَجْذُومٍ۔

(۲۳۶) خدا کی قسم تمہاری یہ دنیا میری نظروں میں سور کی اُن انتڑیوں سے بھی زیادہ ذلیل ہے جو کسی کوڑھی کے ہاتھ میں ہوں۔

---

(۲۳۷) وقال علیه السّلام: إِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَغْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ التُّجَّارِ، وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ رَهْبَةً فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْعَبِيدِ، وَإِنَّ قَوْمًا عَبَدُوا اللّٰهَ شُكْرًا فَتِلْكَ عِبَادَةُ الْأَحْرَارِ۔

(۲۳۷) ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت و خواہش کے پیش نظر یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے از روئے شکر و سپاس گزاری اس کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے۔

---

(۲۳۸) وقال علیه السّلام: الْمَرْأَةُ شَرٌّ كُلُّهَا، وَشَرُّ مَا فِيهَا أَنَّهُ لَا بُدَّ مِنْهَا۔

(۲۳۸) عورت سراپا بُرائی ہے اور سب سے بڑی بُرائی اس میں یہ ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔

(۲۳۹) وقال علیہ السّلام: مَنْ اَطَاعَ التَّوَانِیَ ضَیَّعَ الْحُقُوقَ وَمَنْ اَطَاعَ الْوَاشِیَ ضَیَّعَ الصَّدِیقَ۔

(۲۳۹) جو شخص سستی و کاہلی کرتا ہے، وہ اپنے حقوق کو ضائع و برباد کر دیتا ہے اور جو چغل خور کی بات پر اعتماد کرتا ہے، وہ دوست کو اپنے ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔

---

(۲۴۰) وقال علیہ السّلام: اَلْحَجَرُ الْغَصِیبُ فِی الدَّارِ رَهْنٌ عَلٰی خَرَابِهَا۔

(۲۴۰) گھر میں ایک غصبی پتھر کا لگانا اُس کی ضمانت ہے کہ وہ تباہ و برباد ہو کر رہے گا۔

قال الرّضی ویروی هٰذا الکلام عن النبی صلّی الله علیه واٰله وسلّم، ولا عجب أن یشتبه الکلامان؛ لان مستقاهما من قلیب، ومفرغهما من ذنوب۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ ایک روایت میں یہ کلام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہوا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا کہ دونوں کے کلام ایک دوسرے کے مثل ہوں کیونکہ دونوں کا سرچشمہ تو ایک ہی ہے۔

---

(۲۴۱) وقال علیہ السّلام: یَوْمُ الْمَظْلُومِ عَلَی الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ یَوْمِ الظَّالِمِ عَلَی الْمَظْلُومِ۔

(۲۴۱) مظلوم کے ظالم پر قابو پانے کا دن اس دن سے کہیں زیادہ ہوگا جس میں ظالم مظلوم کے خلاف اپنی طاقت دکھاتا ہے۔

دنیا میں ظلم سہہ لینا آسان ہے، مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ ظلم سہنے کا عرصہ زندگی بھر کیوں نہ ہو، پھر بھی محدود ہے۔ اور ظلم کی پاداش جہنم ہے، جس کا سب سے زیادہ ہولناک پہلو یہ ہے کہ وہاں زندگی ختم نہ ہوگی کہ موت دوزخ کے عذاب سے بچالے جائے۔ چنانچہ ایک ظالم اگر کسی کو قتل کر دیتا ہے تو قتل کے ساتھ ظلم کی حد بھی ختم ہو جائے گی، اور اب اس کی گنجائش نہ ہوگی کہ اُس پر مزید ظلم کیا جا سکے مگر اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالا جائے کہ جہاں وہ اپنے کئے کی سزا بھگتتا رہے۔

پنداشت ستمگر کہ جفا برما کرد    درگردنِ او بماند و برما بگذشت

---

(۲۴۲) وقال علیہ السّلام: اِتَّقِ اللّٰهَ بَعْضَ التُّقٰی وَاِنْ قَلَّ، وَاجْعَلْ بَیْنَكَ وَبَیْنَ اللّٰهِ سِتْرًا وَاِنْ رَقَّ۔

(۲۴۲) اللہ سے کچھ ڈرو، چاہے وہ کم ہی ہو، اور اپنے اور اللہ کے درمیان کچھ تو پردہ رکھو، چاہے وہ باریک ہی سا ہو۔

---

(۲۴۳) وقال علیہ السّلام: اِذَا ازْدَحَمَ الْجَوَابُ خَفِیَ الصَّوَابُ۔

(۲۴۳) جب (ایک سوال کیلئے) جوابات کی بہتات ہو جائے تو صحیح بات چھپ جایا کرتی ہے۔

اگر کسی سوال کے جواب میں ہر گوشہ سے آوازیں بلند ہونے لگیں تو ہر جواب نئے سوال کا تقاضا بن کر بحث و جدل کا دروازہ کھول



دے گا اور جوں جوں جوابات کی کثرت ہوگی اصل حقیقت کی کھوج اور صحیح جواب کی سراغ رسانی مشکل ہو جائے گی کیونکہ ہر شخص اپنے جواب کو صحیح تسلیم کرانے کے لئے اِدھر اُدھر سے دلائل فراہم کرنے کی کوشش کرے گا جس سے سارا معاملہ الجھاؤ میں پڑ جائے گا اور یہ خواب کثرتِ تعبیر سے خواب پریشان ہو کر رہ جائے گا۔

---

(۲۴۴) وقال علیہ السّلام: اِنَّ لِلّٰهِ فِی کُلِّ نِعْمَةٍ حَقًّا، فَمَنْ اَدَّاهُ زَادَهُ مِنْهَا، وَمَنْ قَصَّرَ عَنْهُ خَاطَرَ بِزَوَالِ نِعْمَتِهِ۔

(۲۴۴) بے شک اللہ تعالیٰ کے لئے ہر نعمت میں ایک حق ہے تو جو اس حق کو ادا کرتا ہے اللہ اُس کے لئے نعمت کو اور بڑھاتا ہے اور جو کوتاہی کرتا ہے وہ موجود نعمت کو بھی خطرہ میں ڈالتا ہے۔

---

(۲۴۵) وقال علیہ السّلام: اِذَا کَثُرَتِ الْمَقْدُرَةُ قَلَّتِ الشَّهْوَةُ۔

(۲۴۵) جب مقدرت زیادہ ہو جاتی ہے تو خواہش کم ہو جاتی ہے۔

---

(۲۴۶) وقال علیہ السّلام: احْذَرُوا نِفَارَ النِّعَمِ فَمَا کُلُّ شَارِدٍ بِمَرْدُودٍ۔

(۲۴۶) نعمتوں کو زائل ہونے سے ڈرتے رہو کیونکہ ہر بے قابو ہو کر نکل جانے والی چیز پلٹا نہیں کرتی۔

---

(۲۴۷) وقال علیہ السلام: اَلْکَرَمُ أَعْطَفُ مِنَ الرَّحِمِ۔

(۲۴۷) جذبۂ کرم رابطۂ قرابت سے زیادہ لطف و مہربانی کا سبب ہوتا ہے۔

---

(۲۴۸) وقال علیہ السلام: مَنْ ظَنَّ بِكَ خَیْرًا فَصَدِّقْ ظَنَّهُ۔

(۲۴۸) جو تم سے حُسنِ ظن رکھے اُس کے گمان کو سچا ثابت کرو۔

---

(۲۴۹) وقال علیہ السّلام: أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ مَا أَکْرَهْتَ نَفْسَكَ عَلَیْهِ۔

(۲۴۹) بہترین عمل وہ ہے جس کے بجالانے پر تمہیں اپنے نفس کو مجبور کرنا پڑے۔

(۲۵۰) وقال علیہ السّلام: عَرَفْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ، وَحَلِّ الْعُقُودِ، وَنَقْضِ الْهِمَمِ۔

(۲۵۰) میں نے اللہ سبحانہٗ کو پہچانا ارادوں کے ٹوٹ جانے، نیتوں کے بدل جانے اور ہمتوں کے پست ہو جانے سے۔

ارادوں کو ٹوٹنے اور ہمتوں کے پست ہونے سے خداوند عالم کی ہستی پر اس طرح استدلال کیا جا سکتا ہے کہ مثلاً ایک کام کے کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، مگر وہ ارادہ فعل سے ہمکنار ہونے سے پہلے ہی بدل جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور ارادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ

ارادوں کا ادلنا بدلنا اور ان میں تغیر و انقلاب کا رونما ہونا اُس کی دلیل ہے کہ ہمارے ارادوں پر ایک بالا دست قوت کارفرما ہے جو انہیں عدل سے وجود اور وجود سے عدل میں لانے کی قوت و طاقت رکھتی ہے، اور یہ امر انسان کے احاطۂ اختیار سے باہر ہے۔ لہٰذا اسے اپنے سے مافوق ایک طاقت کو تسلیم کرنا ہوگا کہ جو ارادوں میں ردوبدل کرتی رہتی ہے۔

---

(۲۵۱) وقال علیہ السّلام: مَرَارَةُ الدُّنْيَا حَلَاوَةُ الْاٰخِرَةِ، وَحَلَاوَةُ الدُّنْيَا مَرَارَةُ الْاٰخِرَةِ۔

(۲۵۱) دنیا کی تلخی آخرت کی خوشگواری ہے، اور دنیا کی خوشگواری آخرت کی تلخی ہے۔

---

(۲۵۲) وقال علیہ السّلام: فَرَضَ اللّٰهُ الْاِيْمَانَ تَطْهِيْرًا مِّنَ الشِّرْكِ وَالصَّلٰوةَ تَنْزِيْهًا عَنِ الْكِبْرِ، وَالزَّكَاةَ تَسْبِيْبًا لِلرِّزْقِ، وَالصِّيَامَ ابْتِلَآءً لِاِخْلَاصِ الْخَلْقِ، وَالْحَجَّ تَقْوِيَةً لِلدِّيْنِ، وَالْجِهَادَ عِزًّا لِلْاِسْلَامِ، وَالْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ مَصْلَحَةً لِلْعَوَامِّ، وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ رَدْعًا لِلسُّفَهَآءِ وَصِلَةَ الرَّحِمِ مَنْمَاةً لِلْعَدَدِ وَالْقِصَاصَ حَقْنًا لِلدِّمَآءِ، وَاِقَامَةَ الْحُدُوْدِ اِعْظَامًا لِلْمَحَارِمِ، وَتَرْكَ شُرْبِ الْخَمْرِ تَحْصِيْنًا لِلْعَقْلِ وَمُجَانَبَةَ السَّرِقَةِ اِيْجَابًا لِلْعِفَّةِ، وَتَرْكَ الزِّنَا تَحْصِيْنًا لِلنَّسَبِ، وَتَرْكَ اللِّوَاطِ تَكْثِيْرًا لِلنَّسْلِ، وَالشَّهَادَةَ اسْتِظْهَارًا عَلَى الْمُجَاحَدَاتِ وَتَرْكَ الْكِذْبِ تَشْرِيْفًا لِلصِّدْقِ، وَالسَّلَامَ أَمَانًا مِنَ الْمَخَاوِفِ، وَالْاَمَانَاتِ نِظَامًا لِلْاُمَّةِ وَالطَّاعَةَ تَعْظِيْمًا لِلْاِمَامَةِ۔

(۲۵۲) خداوند عالم نے ایمان کا فریضہ عائد کیا۔ شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کیلئے، اور نماز کو فرض کیا، رعونت سے بچانے کیلئے، اور زکوٰۃ کو رزق کے اضافہ کا سبب بنانے کیلئے، اور روزہ کو مخلوق کے اخلاص کو آزمانے کیلئے، اور حج کو دین کے تقویت پہنچانے کیلئے، اور جہاد کو اسلام کو سرفرازی بخشنے کیلئے اور امر بالمعروف کو اصلاح خلائق کیلئے اور نہی عن المنکر کو سرپھروں کی روک تھام کیلئے اور حقوق قرابت کے ادا کرنے کو (یار و انصار کی) گنتی بڑھانے کیلئے اور قصاص کو خون ریزی کے انسداد کیلئے اور حدودِ شرعیہ کے اجراء کو محرمات کی اہمیت قائم کرنے کیلئے اور شراب خوری کے ترک کو عقل کی حفاظت کیلئے اور چوری سے پرہیز کو پاک بازی کا باعث ہونے کیلئے اور زنا کاری سے بچنے کو نسب کے محفوظ رکھنے کیلئے اور اغلام کے ترک کو نسل بڑھانے کیلئے اور گواہی کو انکار حقوق کے مقابلہ میں ثبوت مہیا کرنے کیلئے اور جھوٹ سے علیحدگی کو سچائی کا شرف آشکارا کرنے کیلئے اور قیام امن کو خطروں سے تحفظ کیلئے اور امانتوں کی حفاظت کو امت کا نظام درست رکھنے کیلئے اور اطاعت کو امامت کی عظمت ظاہر کرنے کیلئے۔

تشریح:۔ احکام شرع کی بعض حکمتوں اور مصلحتوں کا تذکرہ کرنے سے قبل ایمان کی غرض و غایت کا ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ایمان شرعی احکام کے لئے اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے بغیر کسی شرع و آئین کی ضرورت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوتا۔

ایمان: ہستی خالق کے اقرار اور اُس کی یگانگت کے اعتراف کا نام ہے اور جب انسان کے قلب و ضمیر میں یہ عقیدہ رچ بس جاتا ہے



تو وہ کسی دوسرے کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا، اور نہ کسی طاقت سے مرعوب و متاثر ہوتا ہے۔ بلکہ ذہنی طور پر تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر خود کو خدائے واحد کا حلقہ بگوش تصور کرتا ہے اور اس طرح توحید سے وابستگی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دامن شرک کی آلودگیوں سے آلودہ ہونے نہیں پاتا۔

**نماز:** عبادات میں سب سے بڑی عبادت ہے جو قیام و قعود اور رکوع و سجود پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ اعمال غرور و نخوت کے احساسات کو ختم کرنے، کبر و انانیت کو مٹانے اور عجز و فروتنی کے پیدا کرنے کا کامیاب ذریعہ ہے۔ کیونکہ متکبرانہ افعال و حرکات سے نفس میں تکبر و رعونیت کا جذبہ اُبھرتا ہے، اور منکسرانہ اعمال سے نفس میں تذلل و خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ ان اعمال کی بجا آوری سے انسان متواضع و منکسر المزاج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ عرب کہ جن کے کبر و غرور کا یہ عالم تھا کہ اگر اُن کے ہاتھ سے کوڑا گر پڑتا تھا تو اُسے اٹھانے کے لئے جھکنا گوارا نہ کرتے تھے اور چلتے ہوئے جوتی کا تسمہ ٹوٹ جاتا تھا تو جھک کر اُسے درست کرنا عار سمجھتے تھے سجدوں میں اپنے چہرے خاک مذلت پر بچھانے لگے اور نماز جماعت میں دوسروں کے قدموں کی جگہ پر اپنی پیشانیاں رکھنے لگے اور غرور و عصبیت جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام کی صحیح روح سے آشنا ہو گئے۔

**زکوٰۃ:** یعنی ہر با استطاعت اپنے مال میں سے ایک مقررہ مقدار سال بہ سال ان لوگوں کو دے کہ جو وسائل حیات سے بالکل محروم یا سال بھر کے آزوقہ کا کوئی ذریعہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے غرض یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ کی کوئی فرد محتاج و مفلس نہ رہے اور احتیاج و افلاس سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے محفوظ رہیں اور اس کے علاوہ یہ بھی مقصد ہے کہ دولت چلتی پھرتی اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہے اور چند افراد کے لئے مخصوص ہو کر نہ رہ جائے۔

**روزہ:** وہ عبادت ہے جس میں ریا کا شائبہ نہیں ہوتا اور نہ حُسنِ نیت کے علاوہ کوئی اور جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ تنہائی میں جبکہ بھوک بے چین کئے ہوئے ہو، اور پیاس تڑپا رہی ہو نہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھتا ہے، نہ پانی کی خواہش بے قابو ہونے دیتی ہے۔ حالانکہ اگر کھا پی لیا جائے تو کوئی پیٹ میں جھانک کر دیکھنے والا نہیں ہوتا۔ مگر ضمیر کا حسن اور خلوص کا جوہر نیت کو ڈانواڈول نہیں ہونے دیتا اور یہی روزہ کا سب سے بڑا فائدہ ہے کہ اس سے عمل میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

**حج:** کا مقصد یہ ہے کہ حلقہ بگوشان اسلام اطراف و اکناف عالم سے سمٹ کر ایک مرکز پر جمع ہوں تا کہ اس عالمی اجتماع سے اسلام کی عظمت کا مظاہرہ ہو اور اللہ کی پرستش و عبادت کا ولولہ تازہ اور آپس میں روابط کے قائم کرنے کا موقع حاصل ہو۔

**جہاد:** کا مقصد یہ ہے کہ جو قوتیں اسلام کی راہ میں مزاحم ہوں اُن کے خلاف امکانی طاقتوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جائے تا کہ اسلام کو فروغ و استحکام حاصل ہو۔ اگرچہ اس راہ میں جان کے لئے خطرات پیدا ہوتے ہیں اور قدم قدم پر مشکلیں حائل ہوتی ہیں مگر راحت ابدی و حیات دائمی کی نوید، ان تمام مصیبتوں کو جھیل لے جانے کی ہمت بندھاتی رہتی ہے۔

**امر بالمعروف اور نہی عن المنکر:** دوسروں کو صحیح راہ دکھانے اور غلط روی سے باز رکھنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اگر کسی قوم میں اس فریضہ کے انجام دینے والے ناپید ہو جاتے ہیں تو پھر اُس کو تباہی سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی اور وہ اخلاقی و تمدنی لحاظ سے انتہائی پستیوں میں جا گرتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے اور فرائض کے مقابلہ میں اُسے بڑی اہمیت دی ہے اور اس سے پہلو بچا لے جانے کو ''ناقابل تلافی جرم'' قرار دیا ہے۔

**صلہ:** رحمی یہ ہے کہ انسان اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور کم از کم باہمی سلام و کلام کا سلسلہ قطع نہ کرے تا کہ دلوں میں صفائی پیدا ہو اور خاندان کی شیرازہ بندی ہو کر یہ بکھرے ہوئے افراد ایک دوسرے کے دست و بازو ثابت ہوں۔

**قصاص:** یہ ایک حق ہے جو مقتول کے وارثوں کو دیا گیا ہے کہ وہ قتل کے بدلہ میں قتل کا مطالبہ کریں تا کہ پاداش جرم کے خوف سے آئندہ کسی کو قتل کی جرأت نہ ہو سکے اور وارثوں کے جوشِ انتقام میں ایک جان سے زیادہ جانوں کے ہلاک ہونے کی نوبت نہ پہنچے۔ بے شک عفو و درگزر اپنے مقام پر فضیلت رکھتا ہے مگر جہاں حقوق بشر کی پامالی اور امن عالم کی تباہی کا سبب بن جائے، اُسے اصلاح نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ اس موقع پر قتل و خونریزی کے انسداد اور حیات انسانی کی بقا کا واحد ذریعہ قصاص ہی ہو گا چنانچہ ارشاد قدرت ہے۔

ولکم فی القصاص حیوۃ یا اُولی الالباب ط

''اے عقل والو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔''

**اجرائے حدود:** کا مقصد یہ ہے کہ محرّماتِ الٰہیہ کے مرتکب ہونے والے کو جرم کی سنگینی کا احساس دلایا جائے تا کہ وہ سزا و عقوبت کے خوف سے منہیات سے اپنا دامن بچا کر رکھے۔

**شراب:** ذہنی انتشار، پراگندگی، حواس اور زوال عقل کا باعث ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان وہ قبیح افعال کر گزرتا ہے جن کی ہوش و حواس کی حالت میں اس سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ اس کے علاوہ یہ صحت کو تباہ اور طبیعت کو وبائی امراض کی پذیرائی کے لئے مستعد کر دیتی ہے اور بے خوابی، ضعف اعصاب اور نقرس وغیرہ امراض اس کا لازمی خاصہ ہیں اور انہی مفاد و مفاسد کو دیکھتے ہوئے شریعت نے اسے حرام کیا ہے۔

**سرقہ:** یعنی دوسروں کے مال میں دست درازی کرنا وہ قبیح عادت ہے جو حرص اور ہوائے نفس کے غلبہ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور چونکہ مشتہیات نفس کو حد افراط سے ہٹا کر نقطۂ اعتدال پر لانا عفت کہلاتا ہے اس لئے بڑھتی ہوئی خواہش اور طمع کو روک کر چوری سے اجتناب کرنا عفت کا باعث ہو گا۔

**زنا و لواطہ:** کو اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ نسب محفوظ رہے اور نسل انسانی پھلے پھولے اور بڑھے، کیونکہ زنا سے پیدا ہونے والی اولاد، اولاد ہی نہیں قرار پاتی کہ اُس سے نسب ثابت ہوتا۔ اسی لئے اُسے مستحق میراث نہیں قرار دیا جاتا اور خلافِ فطرت افعال سے نسل کے بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان قبیح افعال کے نتیجہ میں انسان ایسے امراض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو قطع نسل کے ساتھ زندگی کی بربادی کا سبب ہوتی ہیں۔

**قانون شہادت:** کی اس لئے ضرورت ہے کہ اگر ایک فریق دوسرے فریق کے کسی حق کا انکار کرے، تو شہادت کے ذریعہ اپنے حق کا اثبات کر کے اُسے محفوظ کر سکے۔

**کذب و دروغ:** سے اجتناب کا حکم اس لئے ہے تا کہ اس کی ضد یعنی صداقت کی عظمت و اہمیت نمایاں ہو اور سچائی کے مصالح و منافع کو دیکھ کر جھوٹ سے پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں سے بچا جائے۔



**سلام**[1]**:** کے معنی امن و صلح پسندی کے ہیں اور ظاہر ہے کہ صلح پسندانہ روش خطرات سے تحفظ اور جنگ و جدال کی روک تھام کا کامیاب ذریعہ ہے۔ عموماً شارحین نے سلام کو باہمی سلام و دعا کے معنی میں لیا ہے مگر سیاق کلام اور فرائض کے ذیل میں اسکا تذکرہ اس معنی کی تائید نہیں کرتا۔ بہر حال اس معنی کی رو سے سلام خطرات سے تحفظ کا ذریعہ ہے اس طرح کہ اسے امن و سلامتی کا شعار سمجھا جاتا ہے اور جب دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے پر سلام کرتے ہیں تو اُس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی و دوستی کا اعلان کرتے ہیں جس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔

[1] نہج البلاغہ کے عام نسخوں میں لفظ سلام ہی تحریر ہے مگر ابن میثم نے اسے لفظ ''اسلام'' قرار دیتے ہوئے اس کی شرح کی ہے اور لفظ اسلام بھی روایت کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی نسخہ میں لفظ ''اسلام'' بھی ہو۔

**امانت:** کا تعلق صرف مال ہی سے نہیں بلکہ اپنے متعلقہ اُمور کی بجا آوری میں کوتاہی کرنا بھی امانت کے منافی ہے تو جب مسلمان اپنے فرائض و متعلقہ اُمور کا لحاظ رکھیں گے تو اس سے نظم و نسق ملت کا مقصد حاصل ہو گا اور جماعت کی شیرازہ بندی پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔

**امامت:** کے اجراء کا مقصد یہ ہے کہ اُمت کی شیرازہ بندی ہو اور اسلام کے احکام تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں۔ کیونکہ اگر اُمت کا کوئی سربراہ اور دین کا کوئی محافظ نہ ہو تو نہ اُمت کا نظم و نسق باقی رہ سکتا ہے اور نہ احکام دوسرے کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور یہ مقصد اُسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب اُمت پر اُس کی طاعت بھی واجب ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ مطاع اور واجب الاطاعت نہ ہو گا تو وہ نہ عدل و انصاف قائم کر سکتا ہے نہ ظالم سے مظلوم کا حق دلا سکتا ہے نہ قوانین شریعت کا اجراء و نفاذ کر سکتا ہے، اور نہ دنیا سے فتنہ و فساد کے ختم ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

---

(۲۵۳) وکان علیہ السّلام یقول: أَحْلِفُوا الظَّالِمَ- إِذَا أَرَدْتُمْ يَمِينَهُ بِأَنَّهُ بَرِيءٌ مِّنْ حِوْلِ اللهِ وَقُوَّتِهِ فَإِنَّهُ إِذَا حَلَفَ بِهَا كَاذِبًا عُوجِلَ الْعُقُوبَةَ) وَإِذَا حَلَفَ بِاللهِ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَمْ يُعَاجَلْ ؛ لِأَنَّهُ قَدْ وَحَّدَ اللهِ تَعَالَى-

(۲۵۳) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی ظالم سے قسم لینا ہو تو اُس سے اس طرح حلف اٹھواؤ کہ وہ اللہ کی قوت و توانائی سے بَری ہے؟ کیونکہ جب وہ اس طرح جھوٹی قسم کھائے گا، تو جلد اس کی سزا پائے گا اور جب یوں قسم کھائے کہ قسم اُس اللہ کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تو جلد اُس کی گرفت نہ ہو گی، کیونکہ اُس نے اللہ کو وحدت و یکتا کے ساتھ یاد کیا ہے۔

ابن میثم نے تحریر کیا ہے کہ ایک شخص نے منصور عباسی کے پاس امام جعفر صادق علیہ السلام پر کچھ الزمات عائد کیے جس پر منصور نے حضرت کو طلب کیا اور کہا کہ فلاں شخص نے آپ کے بارے میں مجھے یہ اور یہ کہا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور اس میں ذرا بھر صداقت نہیں، تم اس شخص کو میرے سامنے بلا کر پوچھو۔ چنانچہ اُسے بلا کر پوچھا گیا تو اُس نے کہا، کہ میں نے جو کچھ کہا تھا صحیح اور درست تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو جس طرح میں تمہیں قسم دلاؤں تم قسم کھاؤ۔ چنانچہ حضرتؑ نے اسے یہی قسم دلائی کہ ''میں خدا کی قوت و طاعت سے بری ہوں'' اس قسم کے کھاتے ہی اُس پر فالج گرا اور وہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گیا۔ اور امام علیہ السلام عزت و احترام کے ساتھ پلٹ آئے۔

---

(۲۵۴) قَالَ عليه السّلام: يَابْنَ آدَمَ كُنْ وَصِيَّ نَفْسِكَ فِي مَالِكَ، وَاعْمَلْ فِيهِ مَا تُؤْثِرُ أَنْ يُعْمَلَ فِيهِ مِنْ بَعْدِكَ۔

(۲۵۴) اے فرزند آدمؑ! اپنے مال میں اپنا وصی خود بن، اور جو تو چاہتا ہے کہ تیرے بعد تیرے مال میں سے خیر خیرات کی جائے، وہ خود انجام دے دے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے مال کا کچھ حصہ اُمور خیر میں صرف کیا جائے تو اُسے موت کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ جیتے جی جہاں صرف کرنا چاہتا ہے صرف کر جائے۔ اس لئے کہ ہوسکتا ہے اُس کے مرنے کے بعد اُس کے وارث اس کی وصیت پر عمل نہ کریں، یا اُسے وصیت کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

زرونعمت اکنوں بدہ کاں تواست     کہ بعد از تو بیروں زفرمان تواست

---

(۲۵۵) وقال عليه السّلام: اَلْحِدَّةُ ضَرْبٌ مِّنَ الْجُنُونِ لِأَنَّ صَاحِبَهَا يَنْدَمُ فَإِنْ لَّمْ يَنْدَمْ فَجُنُونُهُ مُسْتَحْكَمٌ۔

(۲۵۵) غصہ ایک قسم کی دیوانگی ہے۔ کیونکہ غصہ ور بعد میں پشیمان ضرور ہوتا ہے اور اگر پشیمان نہیں ہوتا تو اس کی دیوانگی پختہ ہے۔

---

(۲۵۶) وقال عليه السّلام: صِحَّةُ الْجَسَدِ مِنْ قِلَّةِ الْحَسَدِ۔

(۲۵۶) حسد کی کمی بدن کی تندرستی کا سبب ہے۔

حسد سے دل میں ایک ایسا زہریلا مواد پیدا ہوتا ہے جو حرارتِ غریزی کو ختم کر دیتا ہے جس کے نتیجہ میں جسم نڈھال اور روح پژمردہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لئے حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں، بلکہ حسد کی آنچ میں پگھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے۔

---

(۲۵۷) وقال عليه السّلام: (لكميل بن زياد النَّخعي): يَا كُمَيْلُ، مُرْ أَهْلَكَ أَنْ يَرُوحُوا فِي كَسْبِ الْمَكَارِمِ، وَ يُدْلِجُوا فِي حَاجَةِ مَنْ هُوَ نَائِمٌ فَوَ الَّذِي وَسِعَ سَمْعُهُ الْأَصْوَاتَ مَا مِنْ أَحَدٍ أَوْدَعَ قَلْبًا سُرُورًا إِلَّا وَخَلَقَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ ذٰلِكَ السُّرُورِ لُطْفًا، فَإِذَا نَزَلَتْ بِهِ نَائِبَةٌ جَرَى إِلَيْهَا كَالْمَاءِ فِي انْحِدَارِهِ حَتّٰى يَطْرُدَهَا عَنْهُ كَمَا تُطْرَدُ غَرِيبَةُ الْإِبِلِ۔

(۲۵۷) کمیل ابن زیاد نخعی سے فرمایا! اے کمیل! اپنے عزیز و اقارب کو ہدایت کرو کہ وہ اچھی خصلتوں کو حاصل کرنے کیلئے دن کے وقت نکلیں اور رات کو سو جانے والے کی حاجت روائی کو چل کھڑے ہوں۔ اُس ذات کی قسم جس کی قوت شنوائی تمام آوازوں پر حاوی ہے جس کسی نے بھی کسی کے دل کو خوش کیا، تو اللہ اُس کیلئے اُس سرور سے ایک لطفِ خاص خلق فرمائے گا کہ جب بھی اُس پر کوئی مصیبت نازل ہو تو وہ نشیب میں بہنے والے پانی کیطرح تیزی سے بڑھے اور اجنبی اونٹوں کو ہنکانے کی طرح اس مصیبت کو ہنکا کر دور کر دے۔

---



۲۵۸۔ وقال عليه السّلام: إِذَا أَسْلَفْتُمْ فَتَاجِرُوا اللّٰهَ بِالصَّدَقَةِ۔

(۲۵۸) جب تنگدست ہو جاؤ، تو صدقہ کے ذریعہ اللہ سے بیوپار کرو۔

---

۲۵۹۔ وقال عليه السّلام: اَلْوَفَاءُ لِأَهْلِ الْغَدْرِ غَدْرٌ عِنْدَ اللّٰهِ، وَالْغَدْرُ بِأَهْلِ الْغَدْرِ وَفَاءٌ عِنْدَ اللّٰهِ۔

(۲۵۹) غداروں سے وفا کرنا اللہ کے نزدیک غداری ہے، اور غداروں کے ساتھ غداری کرنا اللہ کے نزدیک عین وفا ہے۔

---

۲۶۰۔ وقال عليه السّلام: كَمْ مِنْ مُسْتَدْرَجٍ بِالْإِحْسَانِ إِلَيْهِ، وَمَغْرُورٍ بِالسَّتْرِ عَلَيْهِ، وَمَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔ وَمَا ابْتَلَى اللّٰهُ سُبْحَانَهُ أَحَدًا بِمِثْلِ الْإِمْلَاءِ لَهُ۔

قال الرضي: وقد مضى هذا الكلام فيما تقدم، إلا أن فيه ههنا زيادة جيدة مفيدة۔

(۲۶۰) کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہیں نعمتیں دے کر رفتہ رفتہ عذاب کا مستحق بنایا جاتا ہے اور کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی پردہ پوشی سے دھوکا کھائے ہوئے ہیں اور اپنے بارے میں اچھے الفاظ سن کر فریب میں پڑ گئے ہیں اور مہلت دینے سے زیادہ اللہ کی جانب سے کوئی بڑی آزمائش نہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام پہلے بھی گزر چکا ہے مگر یہاں اس میں کچھ عمدہ اور مفید اضافہ ہے۔

---

## فصل نذكر فيه شيئا من اختيار غريب كلامه المحتاج الى التفسير

### فصل: اسمیں ہم امیر المومنینؑ علیہ السلام کاوہ مشکل ودقیق کلام منتخب کر کے درج کرینگے جومحتاج تشریح ہے

(۱) فی حدیثه علیه السّلام: فَإِذَا كَانَ ذٰلِكَ ضَرَبَ يَعْسُوبُ الدِّيْنِ بِذَنَبِهٖ، فَيَجْتَمِعُونَ إِلَيْهِ كَمَا يَجْتَمِعُ۔

قال الرضی: اليعسوب: السيّد الْعَظِيْمُ المالك لامور الناس يومئذ والقزع: قطع الغيم التی لا ماء فيها۔ قَزَعُ الْخَرِيْفِ۔

(۱) جب وہ وقت آئے گا، تو دین کا یعسوب اپنی جگہ پر قرار پائیگا، اور لوگ اسی طرح سمٹ کر اُس طرف بڑھیں گے جس طرح موسم خریف کے قزع جمع ہو جاتے ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یعسوب سے وہ بلند مرتبہ سردار مراد ہے جو اس دن لوگوں کے معاملات کا مالک ومختار ہوگا اور قزع ابر کی اُن ٹکڑیوں کو کہتے ہیں جن میں پانی نہ ہو۔

یعسوب شہد کی مکھیوں کے سربراہ کو کہتے ہیں اور ''یعسوب الدین'' (حاکم دین وشریعت) سے مراد حضرت حجتؑ ہیں۔ اس لفظ سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح امیر نحل کا ظاہر و باطن پاک ہوتا ہے اور وہ نجاست سے احتراز کرتے ہوئے پھولوں اور شگوفوں سے اپنی غذا حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح حضرت حجت بھی تمام آلودگیوں سے پاک وصاف اور ہر طرح سے طیب وطاہر ہوں گے۔ اس جملہ کے چند معنی کئے گئے ہیں۔

پہلے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت حجت فضائے عالم میں سیر وگردش کے بعد اپنے مرکز پر مقیم ہوں گے۔ کیونکہ امر نحل دن کا بیشتر حصہ پرواز میں گزارتا ہے اور جب اپنے جسم کا آخری حصہ کہیں پر ٹکاتا ہے تو وہ اپنی حرکت و پرواز کو ختم کر دیتا ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرتؑ اپنے رفقاء وانصار کے ساتھ زمین میں چلیں پھریں گے اُس صورت میں ضرب کے معنی چلنے پھرنے کے اور ذنب سے مراد انصار واتباع ہوں گے۔

تیسرے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت شمشیر بکف اٹھ کھڑے ہوں گے اُس صورت میں ضرب ذنب کے معنی شہد کی مکھی کے ڈسنے کے ہوں گے۔

چوتھے معنی یہ ہیں کہ جب حضرت'' جوش وخروش کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے، اُس صورت میں یہ جملہ غضب وہیجان کی کیفیت اور حملہ آوری کی ہیئت سے کنایہ ہوگا۔''

---

(۲) وفی حديثه عليه السّلام: هٰذَا لَخَطِيْبُ الشَّحْشَحُ۔ يريد الماهر بالخطبة الماضی فيها، وكل ماض فی كلام أوسير فهو شحشح؛ والشحشح فی غير هذا الموضع البخيل المسك۔

(۲) یہ خطیب شحشح ہے

سید رضی کہتے ہیں کہ شحشح کے معنی خطیب ماہر وشعلہ بیان کے ہیں اور جو زبان آوری یا رفتاری میں رواں ہو اُسے شحشح کہا جاتا ہے اور دوسرے مقام پر اس کے معنی بخیل اور کنجوس کے ہوتے ہیں۔



خطیب ماہر سے مراد صعصعہ ابن صوحان عبدی ہیں جو حضرت کے خواص اصحاب میں سے تھے۔ امیر المومنینؑ کے اس ارشاد سے ان کی خطابت کی رفعت اور قوت کلام کی بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے۔

وكفى صعصعة بها فخرا ان يكون مثل علی عليه السلام يثنی عليه بالمهارة وفصاحة اللسان۔

(شرح ابن ابی الحدید ج۴ ص ۳۵۵)

صعصعہ کے افتخار کے لئے یہ کافی ہے کہ امیر المومنینؑ ایسے (افصح عالم) ان کی مہارت کلام وفصاحت کو سراہتے ہیں۔''

---

(۳) وفی حديثه عليه السّلام: إِنَّ لِلْخُصُوْمَةِ قُحَمًا۔

يُريد بالقحم المهالك: لانها تقحم أصحابها فی المهالك و المتالف فی الأكثر، ومن ذٰلك ''قحمة الاعراف'' وهو أنّ تصيبهم السنة فتتعرق اموالهم فذلك تقحمها فيهم۔ وقيل فيه وَجه آخر، وهوا نها تقحمهم بلاد الريف، أی: تحوجهم إلى دخولِ الحضر عند محول البدر۔

(۳) لڑائی جھگڑے کا نتیجہ قحم ہوتے ہیں۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) قحم سے تباہیاں مراد ہیں کیونکہ (اقحام کے معنی ڈھکیلنے کے ہیں اور) لڑائی جھگڑا عموماً لڑنے جھگڑنے والوں کو مہلکوں اور تباہیوں میں ڈھکیل دیتا ہے۔ اور اسی سے قحمۃ الاعراب (کی لفظ) ماخوذ ہے اور وہ یہ ہوتی ہے کہ بادیہ نشین عرب خشک سالیوں میں اس طرح مبتلا ہو جائیں کہ انکے چوپائے صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو کر رہ جائیں اور یہی اس بلا کا انہیں ڈھکیل دینا ہے۔ اور اس کی ایک اور بھی توجیہ کی گئی ہے اور وہ یہ کہ سختی وشدت چونکہ انہیں شاداب حصوں کی طرف ڈھکیل دیتی ہے یعنی صحرائی زندگی وقحط انہیں شہروں میں چلے جانے پر مجبور کر دیتی ہے (اس لئے اسے قحمۃ کہا جاتا ہے)۔

---

(۴) وفی حديثه عليه السلام: إِذَا بَلَغَ النِّسَآءُ نَصَّ الْحَقَآئِقِ فَالْعَصَبَةُ أَوْلٰی وَ يُرْوٰی نَصُّ الْحِقَائِقِ۔ وَالنص: منتهی الأشياء و مبلغ أقصاها كالنص فی السير لأنه أقصى ماتقدر عليه الدابة وتقول نصصت الرجل عن الأمر؛ إذا استقصيت مسألته عنه لتستخرج ماعنده فيه۔ فنص الحقاق يريد به الادراك لأنه منتهی

(۴) جب لڑکیاں نص الحقائق کو پہنچ جائیں تو اُن کے لئے دودھیالی رشتہ دار زیادہ حق رکھتے ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ نص الحقائق کی جگہ نص الحقاق بھی وارد ہوا ہے۔ نص چیزوں کی انتہا اور اُن کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ جیسے چوپایہ کی وہ انتہائی رفتار کہ جو وہ دوڑ سکتا ہے نص کہلاتی ہے اور یونہی نصصت الرجل عن الامر اس موقع پر کہا جاتا ہے جب کسی شخص سے پوری طرح پوچھ گچھ کرنے کے بعد اُس سے سب کچھ اگلوا لیا ہو، تو حضرت

الصغو والوقت الذی یخرج منه الصّغر إلی حد الکبیر، وهو من أفصح الکنایات عن هذا الأمر (واغربهَا۔یقول:) فاذا بلغ النسآء ذٰلك فالعصبة اولی بالمرأة من أمها اَذا کانوا محرمًا مثل الأخرة والاَعمال وبتزویجها اِن ارادوا ذٰلك والحقاق محاقة الأمر للعصبة فی المرأة وهو الجدال و الخصومة وقول کل واحد منها للاخوأنا احق منك: بهذا یقال منه: حاققته حقاقا، مثل جادلته جدالا۔ وقد قیل: اِن "نص الحقاق" بلوغ العقل، وهو الادراك؛ لأنه علیه السلام انما اراد منتهی الاَمر الذی تجب فیه الحقوق والأحکام، ومن رواه نص الحقائق" فانما أراد جمع حقیقة۔
هٰذا معنی ماذکرهٗ ابوعبید (القاسم بن سلام) والذی عندی أن المراد بنص الحاق ههنا بلوغ المرأة الی الحد الذی یجوزفیه تزویجها وتصرفها فی حقوقها تشبیها بالحقاق من الابل، وهی جمع حقته و حق وهوالذی استکمل ثلاث سنین ودخل فی الرابعة، وعند ذٰلك یبلغ إلی الحدالذی تیمکن فیه من رکوب ظهره ونصه فی السیر، والحقائق ایضا: جمع حقة۔ فالروایتان جمیعا ترجعان إلی معنی واحد، وهذا اشبه بطریقة العرب من المعنی المذکور۔

نے نص الحقاق سے حدکمال تک پہنچنا مراد لیا ہے جو بچپن کی حدآخراور وہ زمانہ ہوتا ہے کہ کم سن کم سنی کے حدود سے نکل کر بڑوں کی صف میں داخل ہوتا ہے اور یہ بلوغ کے لئے نہایت فصیح اور بہت عجیب کنایہ ہے۔ حضرت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جب لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں تو ددھیالی رشتہ دار جبکہ وہ محرم بھی ہوں، جیسے بھائی اور چچا، وہ ان کا رشتہ کہیں کرنا چاہیں تو وہ اُن کی ماں سے زیادہ رشتہ کے انتخاب کا حق رکھتے ہیں اور حقاق سے (لڑکی کی) ماں کا ددھیالی رشتہ داروں سے جھگڑنا مراد ہے۔ اور ہر ایک کا اپنے کو دوسرے سے زیادہ حق دار ثابت کرنا ہے اور اسی سے حاققہ حقاقا بروزن جادلتہ جدالا ہے۔ یعنی میں نے اس سے لڑائی جھگڑا کیا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نص الحقاق سے مراد بلوغ عقل اور حد رشید و کمال تک پہنچنا ہے۔
کیونکہ حضرت نے وہ زمانہ مراد لیا ہے کہ جس میں لڑکی پر حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں اور جس نے نص الحقائق کی روایت کی ہے اُس نے حقائق کو حقیقت کی جمع لیا ہے۔
یہ مفاد ہے اس کا جو ابوعبیدہ قاسم ابن سلام نے کہا ہے۔ مگر میرے خیال میں اس مقام پر نص الحقاق سے مراد یہ ہے کہ لڑکیاں اس حد تک پہنچ جائیں کہ جس میں ان کے لئے عقد اور اپنے حقوق کا خود استعمال جائز ہوتا ہے۔ اس طرح اُسے سہ ۳ سالہ اونٹنیوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور حقاق حق اور حقہ کی جمع ہے۔ یہ اُس اونٹنی اور اونٹ کو کہتے ہیں جو تین سال ختم کرنے کے بعد چوتھے سال میں داخل ہو، اور اونٹ اس عمر میں سواری اور تیز دوڑانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور حقائق بھی حقہ، کی جمع ہے۔ اس بناء پر دونوں روائتوں کے ایک ہی معنی ہوں گے، اور یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں پہلے معنی سے زیادہ اسلوب کلام عرب سے میل کھاتے ہیں۔



(۵) وفی حدیثه علیه السّلام: اِنَّ الْاِیْمَانَ یَبْدُوْلَمْظَةً فی الْقَلْبِ کُلَّمَا ازْدَادَ الْاَیْمَانُ ازْدَادَتِ اللُّمْظَةُ،
واللمظة مثل النکتة أونحوها من البیاض۔ ومنه قیل: فرس المظ إذا کانَ بحجفلته شَیء من البیاض۔

(۵) ایمان ایک "لمظہ" کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے۔ وہ لمظہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔
(سیدرضی کہتے ہیں کہ) لمظہ سفید نقطہ یا اُس کے مانند سفید نشان کو کہتے ہیں، اور اسی سے فرس المظ اُس گھوڑے کو کہا جاتا ہے جسکے نیچے کے ہونٹ پر کچھ سفیدی ہو۔

---

(۶) وفی حدیثه علیه السّلام:
اِنَّ الرَّجُلَ إذَا کَانَ لَهُ الدَّیْنُ الظَّنُوْنَ یَجِبُ عَلَیْهِ أَنْ یُزَکِّیَهِ لما مَضَے إذَا قَبَضَهُ فَالظنون (الذی لا یعلم صاحبه أیقبضه من الذی هو علیه أمر لا، فکانه، الذی یظن به فمرة یرجوه ومرة لا یرجوه۔ وهذا من أفصح الکلام؛ وکذلك کل أمر تطلبه ولا تدری علی أی شی اَنت منه فهو ظنون وعلی ذلك قول الاعشی
مَا یُجْعَلُ الْجُدُّ الظُّنُوْنُ الَّذِیْ جُنِّبَ صَوْبَ اللَّجِبِ الْمَاطِرِ مِثْلَ الْفُرَاتِیِّ اِذَا مَاطَمَا یَقْذِفُ بِالْبُوْصِیِّ وَالْمَاهِرِ۔
وَالجد: البئر (العادیه فی الصحراء) والظنون: التی لا یعلم هل فیها ماء اَم لا۔

(۶) جو شخص کوئی دین ظنون وصول کرے تو جتنے سال اُس پر گزرے ہوں گے اُن کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔
(سیدرضی کہتے ہیں کہ) دین ظنون وہ قرضہ ہوتا ہے کہ قرض خواہ یہ فیصلہ نہ کرسکے کہ وہ اُسے وصول ہوگا یا نہیں کبھی امید پیدا ہو، اور کبھی ناامیدی اور یہ بہت فصیح کلام ہے۔ یونہی ہر وہ چیز جسکی تمہیں طلب ہو اور یہ جان سکو کہ تم اُسے حاصل کرو گے یا نہیں۔ وہ ظنون کہلاتی ہے۔
چنانچہ اعشی کا یہ قول اسی معنی کا حامل ہے جسکا مضمون ہے۔ "وہ جد ظنون جو گرج کر برسنے والے ابر کی بارش سے بھی محروم ہو، دریائے فرات کے مانند نہیں قرار دیا جاسکتا جبکہ وہ ٹھاٹھیں مار رہا ہو اور کشتی اور اچھے تیراک کو ڈھکیل کر دور پھینک رہا ہو۔"
جد اس پرانے کنوئیں کو کہتے ہیں جو کسی بیابان میں واقع ہو، اور ظنون وہ ہے کہ جس کے متعلق یہ خبر نہ ہو کہ اس میں پانی ہے یا نہیں۔

---

(۷) وفی حدیثه علیه السّلام: أنه شیع جیشًا یغزیه فقال: اَعْذِبُوْا عَنِ النِّسَاءِ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔
وَمَعناه اصدفوا عن ذکر النساء وَشغل

(۷) جب آپ نے لڑنے کے لئے لشکر روانہ کیا، تو اُسے رخصت کرتے وقت فرمایا۔
جہاں تک بن پڑے عورتوں سے عاذب رہو۔
(سیدرضی فرماتے ہیں کہ) اس کے معنی یہ ہیں کہ عورتوں کی یاد میں کھو نہ جاؤ، اور اُن سے دل لگانے اور اُن سے

القلب بهن، وامتنعوا من المقاربة لهن، لأن ذٰلك يفت في عضد الحمية ويقدح في معاقد العزيمة، ويكسو عن العدو، ويلفت عن الابعاد في الغزو، وكل من امتنع من شئ فقد أعذب منه۔ والعاذب والعذوب: الممتنع من الأكل والشرب۔

مقاربت کرنے سے پرہیز کرو، کیونکہ یہ چیز بازوئے حمیت میں کمزوری اور عزم کی پختگیوں میں سستی پیدا کرنے والی ہے اور دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور جنگ میں سعی و کوشش سے روگرداں کرنے والی ہے۔ اور جو شخص کسی چیز سی منہ پھیر لے، اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ اعذب عنہ (وہ اس سے الگ ہو گیا) اور جو کھانا پینا چھوڑ دے اُسے عاذب اور عذوب کہا جاتا ہے۔

---

(۸) وفي حديثه عليه السّلام: كَالْيَاسِرِ الْفَالِجِ يَنْتَظِرُ أَوَّلَ فَوْزَةٍ مِنْ قِدَاحِهِ۔

الياسرون: هم الذين يتضاربون بالقداح على الجزور، والفالج: القاهر الغالب، يقال: فلج عليهم وفلجهم،

وقال الراجز:

لما رايت فالجاً قد فلجا۔

(۸) وہ اس یاسر فالج کے مانند ہے جو جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینک کر پہلے ہی داؤں میں کامیابی کا متوقع ہوتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) یاسرون وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو نحر کی ہوئی اونٹنی پر جوئے کے تیروں کا پانسہ پھینکتے ہیں۔ اور فالج کے معنی جیتنے والے کے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے قد فلج علیھم وفلجھم (وہ اُن پر غالب ہوا)

چنانچہ مشہور رجز نظم کرنیوالے شاعر کا قول ہے۔ "جب میں نے کسی فالج کو دیکھا کہ اُس نے فلج حاصل کی۔"

---

(۹) وفي حديثه عليه السّلام: كُنَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَّا أَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوِّ مِنْهُ۔

ومعنى ذٰلك أنه إذا عظم الخوف من العدو واشتد عضاض الحرب فزع المسلمون إلى قتال رسول الله صلّى الله عليه وآله وسلّم بنفسه، فينزل الله عليهم النصر به، ويامنون ممّا كانوا يخافونه بمكانه۔

وقوله "إذا احمر الباس، كناية عن اشتداد

(۹) جب سخت جنگ ہوتی تھا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن جاتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی اُن سے زیادہ دشمن سے قریب تر نہ ہوتا تھا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن کا خطرہ بڑھ جاتا تھا اور جنگ سختی سے کاٹنے لگتی تھی اور مسلمان یہ سہارا ڈھونڈنے لگتے تھے کہ رسول اللہؐ خود بنفس نفیس جنگ کریں تو اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کی وجہ سے ان کی نصرت فرمائے اور آپؐ کی موجودگی کے باعث خوف و خطر کے موقع سے محفوظ رہیں۔

حضرت کا ارشاد احمر الباس ہوتا تھا (جس کے لفظی معنی یہ ہیں کہ جنگ سرخ ہو جاتی تھی) یہ کنایہ ہے جنگ کی شدت



الأمر، وقد قيل في ذٰلك أقوال احسنها: أنهٗ شبه حمى الحرب بالنّار التي تجمع الحرارة والحمرة بفعلها ولونها، وممّا يقوي ذٰلك قول رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وقد رأى مجتلد الناس يوم حنين وهي حرب هوازن: "الآن حمي الوطيس" فالوطيس: مستوقد النار، فشبه رسول الله صلى الله عليه وسلّم ما استحر من جلاد القوم باحتدام النار وشدة التهابها۔

وسختی سے اور اس کی توجیہ میں چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر ان میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ آپ نے جنگ کی تیزی اور گرمی کو آگ سے تشبیہ دی ہے۔ جو اپنے اثر اور رنگ دونوں کے اعتبار سے گرمی اور سرخی لئے ہوتی ہے اور اس معنی کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حنین کے دن قبیلہ بنی ہوازن کی جنگ میں لوگوں کو جنگ کرتے دیکھا، تو فرمایا! اب وطیس گرم ہو گیا۔ وطیس اُس جگہ کو کہتے ہیں جس میں آگ جلائی جائے۔ اس مقام پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے میدانِ کارزار کی گرم بازاری کو آگ کے بھڑکنے اور اس کے لپکوں کی تیزی سے تشبیہ دی ہے۔

---

## انقضى هٰذا الفصل، ورجعناء الى سنن الغرض الاول في هٰذا الباب

## یہ فصل تمام ہوگئی اب ہم اس باب میں پہلے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں

---

(۲۶۱) وقال عليه السّلام، لما بلغه إغارة أصحاب معاوية على الانبار: فخرج بنفسه ماشيًا حتّى أتى النخيلة فأدركه الناس، وقالوا ياأمير المومنين، نحن نكفيكهم فقال: مَا تَكْفُونَنِي أَنْفُسَكُمْ فَكَيْفَ تَكْفُونَنِي غَيْرَكُمْ؟ إِنْ كَانَتِ الرَّعَايَا قَبْلِي لَتَشْكُو حَيْفَ رُعَاتِهَا، وَإِنَّنِي الْيَوْمَ لَأَشْكُو حَيْفَ رَعِيَّتِي، كَأَنَّنِي الْمَقُودُ وَهُمُ الْقَادَةُ أَوِ الْمَوْزُوعُ وَهُمُ الْوَزَعَةُ۔

(۲۶۱) جب امیر المومنین علیہ السلام کو یہ اطلاع ملی کہ معاویہ کے ساتھیوں نے (شہر) انبار پر دھاوا کیا ہے تو آپ بنفس نفیس پیادہ پا چل کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ نخیلہ تک پہنچ گئے، اتنے میں لوگ بھی آپکے پاس پہنچ گئے اور کہنے لگے یا امیر المومنینؑ! ہم دشمن سے نپٹ لیں گے، آپ کے تشریف لے جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے سے تو میرا بچاؤ کر نہیں سکتے دوسروں سے کیا بچاؤ کرو گے۔ مجھ سے پہلے رعایا اپنے حاکموں کے ظلم و جور کی شکایت کیا کرتی تھی مگر میں آج اپنی رعیت کی زیادتیوں کا گلہ کرتا ہوں، گویا کہ میں رعیت ہوں اور وہ حاکم اور میں حلقہ بگوش ہوں اور وہ فرمانروا۔

فلما قال عليه السّلام هٰذا القول في كلام

(سید رضی کہتے ہیں کہ) جب امیر المومنین علیہ السلام نے

طویل قد ذکرنا مختاره فی جملة الخطب، تقدم الیه رجلان من أصحابه فقال احدهما: انی لا أملك إلا نفسی واخی فمرنا بامرك یاأمیر المؤمنین ننفذله فقال علیه السّلام : وَأَیْنَ تَقَعَانِ مِمَّا أُرِیْدُ؟

ایک طویل کلام کے ذیل میں کہ جس کا منتخب حصہ ہم خطب میں درج کر چکے ہیں یہ کلمات ارشاد فرمائے تو آپ کے اصحاب میں سے دو شخص اٹھ کھڑے ہوئے اور اُن میں سے ایک نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ مجھے اپنی ذات اور اپنے بھائی کے علاوہ کسی پر اختیار نہیں تو آپ ہمیں حکم دیں ہم اُسے بجالائیں گے۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں، وہ تم دو آدمیوں سے کہاں سرانجام پا سکتا ہے؟

---

(۲۶۲) وقیل إن الحارث بن حوط اتاه فقال: أترانی اظن أصحاب الجمل کانوا علیٰ ضلالة؟

فقال علیه السلام: یَا حَارِثُ إِنَّكَ نَظَرْتَ تَحْتَكَ وَلَمْ تَنْظُرْ فَوْقَكَ فَحِرْتَ! إِنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ الْحَقَّ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ؛ وَلَمْ تَعْرِفِ الْبَاطِلَ فَتَعْرِفَ مَنْ أَتَاهُ، فقال الحارث: فإنی أعتزل مع سعد بن مالك وعبدالله بن عمر؟ فقال علیه السّلام: إِنَّ سَعْدًا وَعَبْدَاللّٰهِ بْنَ عُمَرَ لَمْ یَنْصُرُ الْحَقَّ وَلَمْ یَخْذُلَا الْبَاطِلَ۔

(۲۶۲) بیان کیا گیا ہے کہ حارث ابن حوط حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کیا آپ کے خیال میں مجھے اس کا گمان بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب جمل گمراہ تھے؟ حضرت نے فرمایا کہ اے حارث! تم نے نیچے کی طرف دیکھا، اوپر کی طرف نگاہ نہیں ڈالی، جس کے نتیجہ میں تم حیران و سرگرداں ہو گئے ہو، تم حق ہی کو نہیں جانتے کہ حق والوں کو جانو، اور باطل ہی کو نہیں پہچانتے کہ باطل کی راہ پر چلنے والوں کو پہچانو۔

حارث نے کہا کہ میں سعد ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر کے ساتھ گوشہ گزیں ہو جاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ! سعد اور عبداللہ ابن عمر نے حق کی مدد کی، اور نہ باطل کی نصرت سے ہاتھ اٹھایا۔

سعد ابن مالک (سعد بن ابی وقاص) اور عبداللہ ابن عمر ان لوگوں میں سے تھے جو امیر المومنینؑ کی رفاقت و ہمنوائی سے منہ موڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سعد ابن ابی وقاص تو حضرت عثمان کے قتل کے بعد ایک صحرا کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں زندگی گزار دی، اور حضرت کی بیعت نہ کرنا تھی نہ کی اور عبداللہ ابن عمر نے اگرچہ بیعت کر لی تھی مگر جنگوں میں حضرت کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا اور عذر یہ پیش کیا تھا کہ میں عبادت کے لئے گوشہ گزینی اختیار کر چکا ہوں، اب حرب و پیکار سے کوئی سروکار رکھنا نہیں چاہتا۔

عذر ہائے ایں چنیں نزدِ خرد بیشکے عذرے است بدتر از گناہ

---

(۲۶۳) وقال علیه السّلام: صَاحِبُ السُّلْطَانِ كَرَاكِبِ الأَسَدِ: یُغْبَطُ بِمَوْقِعِهِ، وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَوْضِعِهِ۔

(۲۶۳) بادشاہ کا ندیم و مصاحب ایسا ہے جیسے شیر پر سوار ہونے والا کہ اس کے مرتبہ پر رشک کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اپنے موقف سے خوب واقف ہے۔



مقصد یہ ہے کہ جسے بارگاہِ سلطانی میں تقریب حاصل ہوتا ہے لوگ اُس کے جاہ و منصب اور عزت و اقبال کو رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر خود اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں بادشاہ کی نظر میں اس سے پھر نہ جائیں اور وہ ذلت و رسوائی یا موت و تباہی کے گڑھے میں نہ جا پڑے جیسے شیر سوار کہ لوگ اُس سے مرعوب ہوتے ہیں اور وہ اس خطرہ میں گھرا ہوتا ہے کہ کہیں یہ شیر اُسے پھاڑ نہ کھائے، یا کسی مہلک گڑھے میں نہ جا گرائے۔

---

(۲۶۴) وقال علیه السّلام: أَحْسِنُوْا فِیْ عَقِبِ غَیْرِكُمْ تُحْفَظُوْا فِیْ عَقِبِكُمْ۔

(۲۶۴) دوسروں کے پسماندگان سے بھلائی کرو تاکہ تمہارے پسماندگان پر بھی نظر شفقت پڑے۔

---

(۲۶۵) وقال علیه السّلام: إِنَّ كَلَامَ الْحُكَمَاءِ إِنَّ كَانَ صَوَابًا كَانَ دَوَآءً وَإِذَا كَانَ خَطَأً كَانَ۔

(۲۶۵) جب حکماء کا کلام صحیح ہو تو وہ دوا ہے، اور غلط ہو تو وہ سراسر مرض ہے۔

علمائے مصلحین کا طبقہ اصلاح کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے، اور افساد کا بھی کیونکہ عوام اُن کے زیر اثر ہوتے ہیں اور ان کے قول و عمل کو صحیح و معیاری سمجھتے ہوئے اُس سے استناد کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس صورت میں اگر ان کی تعلیم اصلاح کی حامل ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد صلاح و رشد سے آراستہ ہو جائیں گے اور اگر اس میں خرابی ہوگی، تو اس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد گمراہی و بے راہروی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ''إِذَا فَسَدَ الْعَالِمُ فَسَدَ الْعَالَمُ'' جب عالم میں فساد رونما ہوتا ہے تو اس فساد کا اثر ایک دنیا پر پڑتا ہے۔

---

(۲۶۶) وسأله رجل أن یعرفه الایمان فقال علیه السّلام: إِذَاكَانَ الْغَدُ فَأْتِنِیْ حَتّٰی أُخْبِرَ عَلٰی أَسْمَاعِ النَّاسِ، فَإِنْ نَسِیْتَ مَقَالَتِیْ حَفِظَهَا عَلَیْكَ غَیْرُكَ، فَإِنَّ الْكَلَامَ كَالشَّارِدَةِ یَنْقُفُهَا هٰذَا وَیُخْطِئُهَا هٰذَا۔

وقد ذکرنا ما أجابه به فیما تقدم من هذا الباب وهو قوله الایمان علیٰ اربع شعب"

(۲۶۶) حضرت سے ایک شخص نے سوال کیا، کہ ایمان کی تعریف کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا تاکہ میں تمہیں اس موقع پر بتاؤں کہ دوسرے لوگ بھی سن سکیں کہ اگر تم بھول جاؤ تو دوسرے یاد رکھیں۔ اس لئے کہ کلام بھڑکے ہوئے شکار کے مانند ہوتا ہے کہ ایک کی گرفت میں آجاتا ہے اور دوسروں کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) حضرت نے اس کے بعد جو جواب دیا وہ ہم اسی باب میں پہلے درج کر چکے ہیں اور وہ آپ کا یہ ارشاد تھا کہ ''الایمان علی اربع شعب'' (ایمان کی چار قسمیں ہیں)۔

---

(۲۶۷) وقال علیہ السّلام: یَابْنَ اٰدَمَ، لَا تَحْمِلْ هَمَّ یَوْمِكَ الَّذِیْ لَمْ یَأْتِكَ عَلٰی یَوْمِكَ الَّذِیْ قَدْ اَتَاكَ، فَاِنَّهُ اِنْ یَكُ مِنْ عُمُرِكَ یَاْتِ اللّٰهُ فِیْهِ بِرِزْقِكَ۔

(۲۶۷) اے فرزند آدمؑ! اُس دن کی فکر کا بار جو ابھی آیا نہیں، آج کے اپنے دن پر نہ ڈال کہ جو آ چکا ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک دن بھی تیری عمر کا باقی ہوگا، تو اللہ تیرا رزق تجھ تک پہنچائے گا۔

---

(۲۶۸) وقال علیہ السّلام: أَحْبِبْ حَبِیْبَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰی أَنْ یَّكُوْنَ بَغِیْضَكَ یَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِیْضَكَ هَوْنًا مَّا، عَسٰی أَنْ یَّكُوْنَ حَبِیْبَكَ یَوْمًا مَّا۔

(۲۶۸) اپنے دوست سے بس ایک حد تک محبت کرو، کیونکہ شاید کسی دن وہ تمہارا دشمن ہو جائے اور دشمن کی دشمنی بس ایک حد میں رکھو ہوسکتا ہے کہ کسی دن وہ تمہارا دوست ہو جائے۔

---

(۲۶۹) وقال علیہ السّلام: النَّاسُ فِی الدُّنْیَا عَامِلَانِ: عَامِلٌ عَمِلَ (فِی الدُّنْیَا) لِلدُّنْیَا، قَدْ شَغَلَتْهُ دُنْیَاهُ عَنْ اٰخِرَتِهٖ، یَخْشٰی عَلٰی مَنْ یَّخْلُفُهُ الْفَقْرَ وَیَاْمَنُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ، فَیُفْنِیْ عُمُرَهٗ فِیْ مَنْفَعَةِ غَیْرِهٖ، وَعَامِلٌ عَمِلَ فِی الدُّنْیَا لِمَا بَعْدَهَا فَجَآئَهُ الَّذِیْ لَهٗ مِنَ الدُّنْیَا بِغَیْرِ عَمَلٍ، فَأَحْرَزَ الْحَظَّیْنِ مَعًا، وَمَلَكَ الدَّارَیْنِ جَمِیْعًا فَاَصْبَحَ وَجِیْهًا عِنْدَ اللّٰهِ، لَا یَسْئَلُ اللّٰهَ حَاجَةً فَیَمْنَعُهٗ۔

(۲۶۹) دنیا میں کام کرنے والے دو ہی قسم کے ہیں ایک وہ جو دنیا کے لئے سرگرم عمل رہتا ہے اور اُسے دنیا نے آخرت سے روک رکھا ہے۔ وہ اپنے پسماندگان کیلئے فقر و فاقہ کا خوف کرتا ہے مگر اپنی تنگدستی سے مطمئن ہے۔ تو وہ دوسروں کے فائدہ ہی میں پوری عمر بسر کر دیتا ہے اور ایک وہ ہے جو دنیا میں رہ کر اُس کے بعد کی منزل کے لئے عمل کرتا ہے تو اُسے تگ و دو کئے بغیر دنیا بھی حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ دونوں حصوں کو سمیٹ لیتا ہے اور دونوں گھروں کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک باوقار ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی حاجت نہیں مانگتا جو اللہ پوری نہ کرے۔

---

(۲۷۰) وروی أنہ ذکر عند عمر بن الخطاب فِی أیامه حلی الکعبة وکثرته، فقال قوم: لو أخذته فجهزت به جیوش المسلمین کان أعظم للاجر وما تصنع الکعبة بالحلی؟ فهم عمر بذلك، وسأل أمیر المومنین علیہ السّلام۔

فقال علیہ السلام: اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَالْاَمْوَالُ اَرْبَعَةٌ اَمْوَالُ الْمُسْلِمِیْنَ فَقَسَّمَهَا بَیْنَ الْوَرَثَةِ فِی الْفَرَآئِضِ وَالْفَیْءُ فَقَسَّمَهٗ عَلٰی مُسْتَحِقِّیْهِ وَالْخُمُسُ فَوَضَعَهُ اللّٰهُ حَیْثُ وَضَعَهٗ وَالصَّدَقَاتُ فَجَعَلَهَا اللّٰهُ حَیْثُ جَعَلَهَا، وَكَانَ حَلْیُ الْكَعْبَةِ فِیْهَا یَوْمَئِذٍ، فَتَرَكَهُ اللّٰهُ عَلٰی حَالِهٖ، وَلَمْ یَتْرُكْهُ نِسْیَانًا، وَلَمْ یَخْفَ عَلَیْهِ مَكَانًا، فَاَقِرَّهٗ حَیْثُ أَقَرَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

فقال له عمر: لولاك لافتضحنا، وترك الحلی بحاله۔

(۲۷۰) بیان کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب کے سامنے خانہ کعبہ کے زیورات اور اُن کی کثرت کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے اُن سے کہا کہ اگر آپ ان زیورات کو لے لیں اور انہیں مسلمانوں کے لشکر پر صرف کر کے اُن کی روانگی کا سامان کریں تو زیادہ باعث اجر ہوگا، خانہ کعبہ کو ان زیورات کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ عمر نے اس کا ارادہ کرلیا اور امیر المومنین علیہ السلام سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا۔

آپ نے فرمایا کہ جب قرآن مجید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تو اس وقت چار قسم کے اموال تھے، ایک مسلمانوں کا ذاتی مال تھا، اُسے آپ نے اُن کے وارثوں میں ان کے حصہ کے مطابق تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ دوسرا مال غنیمت تھا اُسے اس کے مستحقین پر تقسیم کیا۔ تیسرا مال خمس تھا اُس مال کے اللہ تعالیٰ نے خاص مصارف مقرر کر دیئے۔ چوتھے زکوٰۃ و صدقات تھے انہیں اللہ نے وہاں صرف کرنے کا حکم دیا جو اُن کا مصرف ہے۔ یہ خانہ کعبہ کے زیورات اُس زمانہ میں بھی موجود تھے لیکن اللہ نے اُن کو ان کے حال پر رہنے دیا اور ایسا بھولے سے تو نہیں ہوا، اور نہ اُن کا وجود اس پر پوشیدہ تھا۔ لہٰذا آپ بھی انہیں وہیں رہنے دیجئے جہاں اللہ اور اُس کے رسولؐ نے انہیں رکھا ہے۔ یہ سن کر عمر نے کہا کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم رسوا ہو جاتے اور زیوارت کو ان کی حالت پر رہنے دیا۔

---

(۲۷۱) وروی أنہ علیہ السلام رفع إلیه رجلان سرقا من مال الله، والآخر من عرض الناس فقال علیہ السّلام: أَمَّا هٰذَا فَهُوَ مِنْ مَالِ اللّٰهِ وَلَا حَدَّ عَلَیْهِ مَالُ اللّٰهِ أَكَلَ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَعَلَیْهِ الْحَدُّ (الشَّدِیْدُ) فَقَطَعَ یَدَهٗ۔

(۲۷۱) روایت کی گئی ہے کہ حضرت کے سامنے دو آدمیوں کو پیش کیا گیا جنہوں نے بیت المال میں چوری کی تھی۔ ایک تو اُن میں غلام اور خود بیت المال کی ملکیت تھا، اور دوسرا لوگوں میں سے کسی کی ملکیت میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ "یہ غلام جو بیت المال کا ہے اس پر حد جاری نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ کا مال اللہ کے مال ہی نے کھایا ہے لیکن دوسرے پر حد جاری ہوگی۔" چنانچہ اس کا ہاتھ قطع کر دیا۔

---

(۲۷۲) وقال علیہ السّلام: لَوْ قَدِ اسْتَوَتْ قَدَمَایَ مِنْ هٰذِهِ الْمَدَاحِضِ لَغَیَّرْتُ اَشْیَاءَ

(۲۷۲) اگر ان پھسلنوں سے بچ کر میرے پیر جم گئے، تو میں بہت سی چیزوں میں تبدیلی کر دوں گا۔

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پیغمبر اسلام کے بعد دین میں تغیرات رونما ہونا شروع ہو گئے اور کچھ افراد نے قیاس و رائے سے کام لے کر احکام شریعت میں ترمیم و تنسیخ کی بنیاد ڈالی۔ حالانکہ حکم شرعی میں تبدیلی کا کسی کو حق نہیں پہنچتا، کہ وہ قرآن و سنت کے واضح

احکام کو ٹھکرا کر اپنے قیاسی احکام کا نفاذ کرے۔ چنانچہ قرآن کریم میں طلاق کی یہ واضح صورت بیان ہوئی ہے کہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰن ''طلاق (رجعی کہ جس میں بغیر محلّل کے رجوع ہوسکتی ہے) دو مرتبہ ہے۔'' مگر حضرت عمر نے بعض مصالح کے پیش نظر ایک ہی نشست میں تین طلاقوں کے واقع ہونے کا حکم دے دیا۔ اسی طرح میراث میں عول کا طریقہ رائج کیا اور نماز جنازہ میں چار تکبیروں کو رواج دیا یونہی حضرت عثمان نے نماز جمعہ میں ایک اذان بڑھا دی اور قصر کے موقع پر پوری نماز کے پڑھنے کا حکم دیا اور نماز عید میں خطبہ کو نماز پر مقدم کر دیا اور اسی طرح کے بے شمار احکام وضع کر لیے گئے جس سے صحیح احکام بھی غلط احکام کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتماد بن گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام جو شریعت کے سب سے زیادہ واقف کار تھے وہ ان احکام کے خلاف احتجاج کرتے اور صحابہ کے خلاف اپنی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ

ولسنا نشك انه كان يذهب فى الاحكام الشرعية والقضايا إلى اشياء يخالف فيها اقوال الصحابة۔

ہمارے لئے اس میں شک کی گنجائش نہیں کہ امیر المومنینؑ شرعی احکام و قضایا میں صحابہ کے خلاف رائے رکھتے تھے۔

(شرح ابن ابی الحدید ج ۴ ص ۳۷۳)

جب حضرت ظاہری خلافت پر متمکن ہوئے تو ابھی آپ کے قدم پوری طرح سے جمنے نہ پائے تھے کہ چاروں طرف سے فتنے اٹھ کھڑے ہوئے، اور اُن الجھنوں سے آخر وقت تک چھٹکارا حاصل نہ کر سکے جس کی وجہ سے تبدیل شدہ احکام میں پوری طرح ترمیم نہ ہوسکی، اور مرکز سے دور علاقوں میں بہت سے غلط سلط احکام رواج پا گئے۔ البتہ وہ طبقہ جو آپ سے وابستہ تھا، وہ آپ سے احکام شریعت کو دریافت کرتا تھا اور انہیں محفوظ رکھتا تھا جس کی وجہ سے صحیح احکام نابود، اور غلط مسائل ہمہ گیر نہ ہوسکے۔

---

(۲۷۳) وقال عليه السّلام: اِعْلَمُوْا عِلْمًا يَقِيْنًا أَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَجْعَلْ لِلْعَبْدِ۔ وَاِنْ عَظُمَتْ حِيْلَتُهٗ، وَاشْتَدَّتْ طِلْبَتُهٗ وَقَوِيَتْ مَكِيْدَتُهٗ۔ أَكْثَرَ مِمَّا سَمّٰى لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، وَلَمْ يَحُلْ بَيْنَ الْعَبْدِ فِيْ ضَعْفِهٖ وَقِلَّةِ حِيْلَتِهٖ، وَبَيْنَ اَنْ يَبْلُغَ مَا سُمِّيَ لَهٗ فِي الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ۔ وَالْعَارِفُ لِهٰذَا الْعَامِلُ بِهٖ أَعْظَمُ النَّاسِ رَاحَةً فِيْ مَنْفَعَةٍ، وَالتَّارِكُ لَهُ الشَّاكُّ فِيْهِ أَعْظَمُ النَّاسِ شُغُلًا فِيْ مَضَرَّةٍ،

(۲۷۳) پورے یقین کے ساتھ اس امر کو جانے رہو کہ اللہ سبحانہٗ نے کسی بندے کیلئے چاہے اُس کی تدبیریں بہت زبردست، اُس کی جستجو شدید اور اُس کی ترکیبیں طاقت ور ہوں اس سے زائد رزق قرار نہیں دیا جتنا کہ تقدیر الٰہی میں اس کے لئے مقرر ہو چکا ہے اور کسی بندے کے لئے اس کی کمزوری و بے چارگی کی وجہ سے لوح محفوظ میں اس کے مقررہ رزق تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس حقیقت کو سمجھنے والا اور اس پر عمل کرنے والا سود و منفعت کی راحتوں میں سب لوگوں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور اسے نظر انداز کرنے اور اس میں شک و شبہ کرنے والا سب لوگوں سے زیادہ زیاں کاری میں مبتلا ہے۔ بہت سے وہ جنہیں نعمتیں ملی



وَرُبَّ مُنْعَمٍ عَلَيْهِ مُسْتَدْرَجٌ بِالنُّعْمٰى، وَرُبَّ مُبْتَلًى مَصْنُوْعٌ لَهٗ بِالْبَلْوٰى، فَزِدْ أَيُّهَا الْمُسْتَمِعُ فِيْ شُكْرِكَ، وَقَصِّرْ مِنْ عَجَلَتِكَ، وَقِفْ عِنْدَ مُنْتَهٰى رِزْقِكَ۔

ہیں نعمتوں کی بدولت کم کم عذاب کے نزدیک کئے جا رہے ہیں اور بہت سوں کیساتھ فقر و فاقہ کے پردہ میں اللہ کا لطف و کرم شامل حال ہے لہٰذا اے سننے والے شکر زیادہ اور جلد بازی کم کر اور جو تیری روزی کی حد ہے اُس پر ٹھہرا رہ۔

---

(۲۷۴) وقال عليه السّلام: لَا تَجْعَلُوْا عِلْمَكُمْ جَهْلًا، وَيَقِيْنَكُمْ شَكًّا اِذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوْا، وَاِذَا تَيَقَّنْتُمْ فَأَقْدِمُوْا۔

(۲۷۴) اپنے علم کو جہل اور اپنے یقین کو شک نہ بناؤ۔ جب جان لیا تو عمل کرو، اور جب یقین پیدا ہو گیا تو آگے بڑھو۔

علم و یقین کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے اور اگر اس کے مطابق عمل ظہور میں نہ آئے تو اُسے علم و یقین سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مجھے یقین ہے کہ فلاں راستہ میں خطرات ہیں اور وہ بے خطر راستہ کو چھوڑ کر اُسی پر خطر راستہ میں راہ پیمائی کرے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس راہ کے خطرات پر یقین رکھتا ہے۔ جبکہ اس یقین کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے کہ وہ اُس راستہ پر چلنے سے احتراز کرتا۔ اسی طرح جو شخص حشر و نشر اور عذاب و ثواب پر یقین رکھتا ہے، وہ دنیا کی غفلتوں سے مغلوب ہو کر آخرت کو نظر انداز نہیں کر سکتا اور نہ عذاب و عقاب کے خوف سے عمل میں کوتاہی کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

---

(۲۷۵) وقال عليه السّلام: إِنَّ الطَّمَعَ مُوْرِدٌ غَيْرُ مُصْدِرٍ، وَضَامِنٌ غَيْرُ وَفِيٍّ، وَرُبَّمَا شَرِقَ شَارِبُ الْمَآءِ قَبْلَ رِيِّهٖ، وَكُلَّمَا عَظُمَ قَدْرُ الشَّيْءِ الْمُتَنَافَسِ فِيْهِ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ لِفَقْدِهٖ، وَالْاَمَانِيُّ تُعْمِيْ أَعْيُنَ الْبَصَائِرِ، وَالْحَظُّ يَأْتِيْ مَنْ لَّا يَأْتِيْهِ۔

(۲۷۵) طمع گھاٹ پر اتارتی ہے، مگر سیراب کئے بغیر پلٹا دیتی ہے۔ ذمہ داری کا بوجھ اٹھاتی ہے مگر اُسے پورا نہیں کرتی اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پانی پینے والے کو پینے سے پہلے ہی اچھو ہو جاتا ہے اور جتنی کسی مرغوب و پسندیدہ چیز کی قدر و منزلت زیادہ ہوتی ہے اُتنا ہی اُسے کھو دینے کا رنج زیادہ ہوتا ہے۔ آرزوئیں دیدۂ بصیرت کو اندھا کر دیتی ہیں، اور جو نصیب میں ہوتا ہے پہنچنے کی کوشش کئے بغیر مل جاتا ہے۔

---

(۲۷۶) وقال عليه السّلام: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ (مِنْ) أَنْ تُحَسِّنَ فِيْ لَامِعَةِ الْعُيُوْنِ عَلَانِيَتِيْ، وَتُقَبِّحَ فِيْمَا اُبْطِنُ لَكَ سَرِيْرَتِيْ، مُحَافِظًا عَلٰى رِئَآءِ النَّاسِ

(۲۷۶) اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میرا ظاہر لوگوں کی چشم ظاہر بیں میں بہتر ہو اور جو اپنے باطن میں چھپائے ہوئے ہوں، وہ تیری نظروں میں بُرا ہو۔ درآں حالیکہ میں لوگوں کے دکھاوے کیلئے اپنے نفس کی اُن چیزوں سے نگہداشت کروں کہ جن سب پر تو آگاہ ہے۔ اس طرح

مِنْ نَفْسِی بِجَمِیعِ مَا أَنْتَ مُطَّلِعٌ عَلَیْهِ مِنِّی، فَأُبْدِیَ لِلنَّاسِ حُسْنَ ظَاهِرِی، وَأُفْضِیَ إِلَیْكَ بِسُوءِ عَمَلِی، تَقَرُّبًا إِلٰی عِبَادِكَ، وَتَبَاعُدًا مِنْ مَرْضَاتِكَ۔

لوگوں کے سامنے تو ظاہر کے اچھا ہونے کی نمائش کروں، اور تیرے سامنے اپنی بداعمالیوں کو پیش کرتا رہوں جسکے نتیجہ میں تیرے بندوں سے تقرب حاصل کروں، اور تیری خوشنودیوں سے دور ہی ہوتا چلا جاؤں۔

---

(۲۷۷) وقال علیه السّلام: لَا وَالَّذِی أَمْسَیْنَا مِنْهُ فِی غُبَّرِ لَیْلَةٍ دَهْمَاءَ تَكْشِرُ عَنْ یَوْمٍ أَغَرَّ مَاكَانَ كَذَا وَكَذَا۔

(۲۷۷) (کسی موقع پر قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا) اُس ذات کی قسم جس کی بدولت ہم نے ایسی شب تار کے باقی ماندہ حصہ کو بسر کردیا جس کے چھٹتے ہی روزِ درخشاں ظاہر ہوگا ایسا اور ایسا نہیں ہوا۔

---

(۲۷۸) وقال علیه السّلام:
قَلِیلٌ تَدُومُ عَلَیْهِ أَرْجَی مِنْ كَثِیرٍ مَمْلُولٍ (مِنْهُ)

(۲۷۸) وہ تھوڑا عمل جو پابندی سے بجالیا جاتا ہے، زیادہ فائدہ مند ہے اس کثیر عمل سے کہ جس سے دل اکتا جائے۔

---

(۲۷۹) وقال علیه السّلام:
إِذَا أَضَرَّتِ النَّوَافِلُ بِالْفَرَائِضِ فَارْفُضُوهَا۔

(۲۷۹) جب مستحبات فرائض میں سدِ راہ ہوں، تو انہیں چھوڑ دو۔

---

(۲۸۰) وقال علیه السّلام:
مَنْ تَذَكَّرَ بُعْدَ السَّفَرِ اسْتَعَدَّ۔

(۲۸۰) جو سفر کی دوری کو پیش نظر رکھتا ہے وہ کمر بستہ رہتا ہے۔

---

(۲۸۱) وقال علیه السّلام:
لَیْسَتِ الرُّوْیَةُ كَالْمُعَایَنَةِ مَعَ الْأَبْصَارِ فَقَدْ تَكْذِبُ الْعُیُونُ أَهْلَهَا، وَلَا یَغُشُّ الْعَقْلُ مَنِ اسْتَنْصَحَهُ۔

(۲۸۱) آنکھوں کا دیکھنا حقیقت میں دیکھنا نہیں۔ کیونکہ آنکھیں کبھی اپنے اشخاص سے غلط بیانی بھی کرجاتی ہیں مگر عقل اُس شخص کو جو اُس سے نصیحت چاہے کبھی فریب نہیں دیتی۔

---

(۲۸۲) وقال علیه السّلام: بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الْمَوْعِظَةِ حِجَابٌ مِنَ الْغِرَّةِ۔

(۲۸۲) تمہارے اور پند و نصیحت کے درمیان غفلت کا ایک بڑا پردہ حائل ہے۔

---

(۲۸۳) وقال علیه السّلام جَاهِلُكُمْ مُزْدَادٌ، وَعَالِمُكُمْ مُسَوَّفٌ۔

(۲۸۳) تمہارے جاہل دولت زیادہ پاجاتے ہیں اور عالم آئندہ کے توقعات میں مبتلا رکھے جاتے ہیں۔

---



(۲۸۴) وقال علیه السّلام:
قَطَعَ الْعِلْمُ عُذْرَ الْمُتَعَلِّلِینَ۔

(۲۸۴) علم کا حاصل ہوجانا، بہانے کرنے والوں کے عذر کو ختم کردیتا ہے۔

---

(۲۸۵) وقال علیه السّلام: كُلُّ مُعَاجَلٍ یَسْأَلُ الْإِنْظَارَ، وَكُلُّ مُؤَجَّلٍ یَتَعَلَّلُ بِالتَّسْوِیفِ۔

(۲۸۵) جسے جلدی سے موت آجاتی ہے وہ مہلت کا خواہاں ہوتا ہے اور جسے مہلت زندگی دی گئی ہے وہ ٹال مٹول کرتا رہتا ہے۔

---

(۲۸۶) وقال علیه السّلام: مَاقَالَ النَّاسُ لِشَیْءٍ "طُوبَی لَهُ" إِلَّا وَقَدْ خَبَأَ لَهُ الدَّهْرُ یَوْمَ سُوءٍ۔

(۲۸۶) لوگ کسی شے پر "واہ واہ" نہیں کرتے مگر یہ کہ زمانہ اُس کے لئے بُرا دن چھپائے ہوئے ہے۔

---

(۲۸۷) وسئل عن القدر فقال: طَرِیقٌ مُظْلِمٌ فَلَا تَسْلُكُوهُ، وَبَحْرٌ عَمِیقٌ فَلَاتَلِجُوهُ، وَسِرُّ اللّٰهِ فَلَا تَتَكَلَّفُوهُ۔

(۲۸۷) آپ سے قضا و قدر کے متعلق پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا! یہ ایک تاریک راستہ ہے، اس میں قدم نہ اٹھاؤ۔ ایک گہرا سمندر ہے اس میں نہ اُترو اللہ کا ایک راز ہے، اسے جاننے کی زحمت نہ اٹھاؤ۔

---

(۲۸۸) وقال علیه السّلام: إِذَا أَرْذَلَ اللّٰهُ عَبْدًا حَظَرَ عَلَیْهِ الْعِلْمَ۔

(۲۸۸) اللہ جس بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے اُسے علم و دانش سے محروم کردیتا ہے۔

---

(۲۸۹) وقالَ علیه السّلام: كَانَ لِی فِیمَا مَضَی أَخٌ فِی اللّٰهِ، وَكَانَ یُعْظِمُهُ، فِی عَیْنِی صِغَرُ الدُّنْیَا فِی عَیْنِهِ، وَكَانَ خَارِجًا مِنْ سُلْطَانِ بَطْنِهِ فَلَا یَشْتَهِی مَالَا یَجِدُ وَلَا یُكْثِرُ إِذَا وَجَدَ، وَكَانَ أَكْثَرَ دَهْرِهِ صَامِتًا فَإِنْ قَالَ بَذَّ الْقَائِلِینَ وَنَقَعَ غَلِیلَ السَّائِلِینَ۔ وَكَانَ ضَعِیفًا مُسْتَضْعَفًا! فَإِنْ جَاءَ الْجِدُّ فَهُوَ لَیْثُ غَابٍ وَصِلُّ وَادٍ، لَا یُدْلِی بِحُجَّةٍ حَتّٰی یَأْتِیَ

(۲۸۹) عہد ماضی میں میرا ایک دینی بھائی تھا اور وہ میری نظروں میں اس وقت سے باعزت تھا کہ دنیا اُس کی نظروں میں پست و حقیر تھی۔ اُس پر پیٹ کے تقاضے مسلط نہ تھے۔ لہٰذا جو چیز اُسے میسر نہ تھی اُس کی خواہش نہ کرتا تھا اور جو چیز میسر تھی، اُسے ضرورت سے زیادہ صرف میں نہ لاتا تھا۔ وہ اکثر اوقات خاموش رہتا تھا اور اگر بولتا تھا تو بولنے والوں کو چپ کردیتا تھا۔ اور سوال کرنیوالوں کی پیاس بجھا دیتا تھا۔ یوں تو وہ عاجز و کمزور تھا، مگر جہاد کا موقع آجائے تو وہ شیر بیشہ اور وادی کا اژدھا تھا۔ وہ جو دلیل

قَاضِيًا؛ وَكَانَ لَا يَلُوْمُ اَحَدً عَلٰى مَايَجِدُ الْعُذْرَ فِيْ مِثْلِهٖ حَتّٰى يَسْمَعَ اعْتِذَارَهٗ۔ وَكَانَ لَا يَشْكُوْ وَجَعًا اِلَّا عِنْدَ بُرْئِهٖ؛ وَكَانَ يَقُوْلُ مَايَفْعَلُ وَلَا يَقُوْلُ مَالَا يَفْعَلُ، وَكَانَ اِذَا غُلِبَ عَلَى الْكَلَامِ لَمْ يُغْلَبْ عَلَى السُّكُوْتِ، وَكَانَ عَلٰى مَايَسْمَعُ اَحْرَصَ مِنْهُ عَلٰى اَنْ يَتَكَلَّمَ، وَكَانَ اِذَا بَدَهَهٗ اَمْرَانِ يَنْظُرُ اَيُّهُمَا أَقْرَبُ إِلَى الْهَوٰى فَخَالَفَهٗ، فَعَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْخَلَائِقِ فَالْزَمُوْهَا وَتَنَافَسُوْا فِيْهَا، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِيْعُوْهَا۔ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اَخْذَ الْقَلِيْلِ خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ الْكَثِيْرِ۔

و برہان پیش کرتا تھا وہ فیصلہ کن ہوتی تھی۔ وہ اُن چیزوں میں کہ جن میں عذر کی گنجائش ہوتی تھی، کسی کو سرزنش نہ کرتا تھا جب تک کہ اُس کے عذر معذرت کو سن نہ لے۔ وہ کسی درد و تکلیف کا ذکر نہ کرتا تھا۔ مگر اُس وقت کہ جب اُس سے چھٹکارا پالیتا تھا، وہ جو کرتا تھا وہی کہتا تھا اور جو نہیں کرتا تھا وہ اُسے کہتا نہیں تھا۔ اگر بولنے میں اُس پر کبھی غلبہ پا بھی لیا جائے تو خاموشی میں اُس پر غلبہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ بولنے سے زیادہ سننے کا خواہش مند رہتا تھا اور جب اچانک اُس کے سامنے دو چیزیں آ جاتی تھیں، تو وہ دیکھتا تھا کہ ان دونوں میں سے ہوائے نفس کے زیادہ قریب کون ہے تو وہ اُس کی مخالفت کرتا تھا۔ لہٰذا تمہیں ان عادات و خصائل کو حاصل کرنا چاہیئے اور ان پر عمل پیرا اور ان کا خواہش مند رہنا چاہیئے۔ اگر ان تمام کا حاصل کرنا تمہاری قدرت سے باہر ہو تو اس بات کو جانے رہو کہ تھوڑی سی چیز حاصل کرنا پورے کے چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔

حضرت نے اس کلام میں جس شخص کو بھائی کے لفظ سے یاد کرتے ہوئے اُس کے عادات و شمائل کا تذکرہ کیا ہے اس سے بعض نے حضرت ابوذر غفاری، بعض نے عثمان ابن مظعون اور بعض نے مقداد ابن اسود کو مراد لیا ہے۔ مگر بعید نہیں کہ اس سے کوئی فرد خاص مراد نہ ہو کیونکہ عرب کا یہ عام طریقہ کلام ہے کہ وہ اپنے کلام میں بھائی یا ساتھی کا ذکر کر جاتے ہیں، اور کوئی معین شخص اُن کے پیش نظر نہیں ہوتا

(۲۹۰) وقال علیه السّلام :
لَوْلَمْ يَتَوَعَّدِ اللّٰهُ عَلٰى مَعْصِيَتِهٖ لَكَانَ يَجِبُ اَنْ لَا يُعْصٰى شُكْرًا لِنِعَمِهٖ۔

(۲۹۰) اگر خداوند عالم نے اپنی معصیت کے عذاب سے نہ ڈرایا ہوتا، جب بھی اس کی نعمتوں پر شکر کا تقاضا یہ تھا، کہ اُس کی معصیت نہ کی جائے۔

---

(۲۹۱) وقال علیه السّلام : وقد عزی الاشعث بن قیس عن ابن له:
يَا اَشْعَثُ، إِنْ تَحْزَنْ عَلٰى ابْنِكَ فَقَدِ اسْتَحَقَّتْ مِنْكَ ذٰلِكَ الرَّحِمُ، وَاِنْ تَصْبِرْ فَفِي اللّٰهِ مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ خَلَفٌ۔ يَا أَشْعَثُ، اِنْ صَبَرْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَاجُوْرٌ؛ وَاِنْ جَزِعْتَ جَرٰى عَلَيْكَ الْقَدَرُ وَأَنْتَ مَأْزُوْرٌ، (يَا اَشْعَثُ) ابْنُكَ سَرَّكَ وَهُوَ بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَحَزَنَكَ وَهُوَ ثَوَابٌ وَرَحْمَةٌ۔

(۲۹۱) اشعث ابن قیس کو اس کے بیٹے کا پُرسا دیتے ہوئے فرمایا۔
اے اشعث! اگر تم اپنے بیٹے پر رنج و ملال کرو، تو یہ خون کا رشتہ اس کا سزاوار ہے، اور اگر صبر کرو تو اللہ کے نزدیک ہر مصیبت کا عوض ہے۔ اے اشعث! اگر تم نے صبر کیا تو تقدیر الٰہی نافذ ہوگی اس حال میں کہ تم اجر و ثواب کے حقدار ہو گے اور اگر چیخے چلائے، جب بھی حکم قضا جاری ہو کر رہے گا۔ مگر اس حال میں کہ تم پر گناہ کا بوجھ ہوگا۔ تمہارے لئے بیٹا مسرت کا سبب ہوا حالانکہ وہ ایک زحمت و آزمائش تھا اور تمہارے لئے رنج و اندوہ کا سبب ہوا حالانکہ وہ (مرنے سے) تمہارے لئے اجر و رحمت کا باعث ہوا ہے۔

---

(۲۹۲) وقال علیه السّلام علی قبر رسُول اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ساعة دفن: اِنَّ الصَّبْرَ لَجَمِيْلٌ إِلَّا عَنْكَ؛ وَاِنَّ الْجَزَعَ لَقَبِيْحٌ اِلَّا عَلَيْكَ؛ وَإِنَّ الْمُصَابَ بِكَ لَجَلِيْلٌ۔ وَإِنَّهٗ قَبْلَكَ وَبَعْدَكَ لَجَلَلٌ۔

(۲۹۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے دفن کے وقت قبر پر یہ الفاظ کہے
صبر عموماً اچھی چیز ہے سوائے آپ کے غم کے اور بیتابی و بیقراری عموماً بُری چیز ہے سوائے آپ کی وفات کے اور بلاشبہ آپ کی موت کا صدمہ عظیم ہے، اور آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آنے والی ہر مصیبت سبک ہے۔

---

(۲۹۳) وقال علیه السّلام : لَا تَصْحَبِ الْمَائِقَ فَإِنَّهٗ يُزَيِّنُ لَكَ فِعْلَهٗ، وَيَوَدُّ أَنْ تَكُوْنَ مِثْلَهٗ۔

(۲۹۳) بے وقوف کی ہم نشینی اختیار نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے سامنے اپنے کاموں کو سج کر پیش کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تم اُسی کے ایسے ہو جاؤ۔

بے وقوف انسان اپنے طریق کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست سے بھی یہی چاہتا ہے کہ وہ اُس کا سا طور طریقہ اختیار کرے، اور جیسا وہ خود ہے ویسا ہی وہ ہو جائے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اس کا دوست بھی اس جیسا ہو جائے۔ کیونکہ وہ اپنے کو بیوقوف ہی کب سمجھتا ہے جو یہ چاہے اور اگر سمجھتا ہوتا تو بے وقوف ہی کیوں ہوتا۔ بلکہ اپنے کو عقلمند اور اپنے طریقہ کار کو صحیح سمجھتے ہوئے اپنے دوست کو بھی اپنے ہی ایسا عقلمند دیکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رائے کو سج کر اس کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا اس سے خواہش مند ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کا دوست اس کی باتوں سے متاثر ہو کر اس کی راہ چل پڑے۔ اس لئے اس سے الگ تھلگ رہنا ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

---

(۲۹۴) وقد سئل عن مسافة مابين المشرق والمغرب فقال علیه السلام : مَسِيْرَةُ يَوْمٍ لِلشَّمْسِ۔

(۲۹۴) آپ سے دریافت کیا گیا کہ مشرق و مغرب کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا "سورج کا ایک دن کا راستہ"

---

(۲۹۵) وقال علیه السّلام : أَصْدِقَاؤُكَ

(۲۹۵) تین قسم کے تمہارے دوست ہیں اور تین قسم کے

ثَلَاثَةٌ، وَأَعْدَاؤُكَ ثَلَاثَةٌ فَأَصْدِقَاؤُكَ صَدِيقُكَ، وَصَدِيقُ صَدِيقِكَ وَعَدُوُّ عَدُوِّكَ وَأَعْدَاؤُكَ عَدُوُّكَ وَعَدُوُّ صَدِيقِكَ، وَصَدِيقُ عَدُوِّكَ۔

دشمن۔ دوست یہ ہیں: تمہارا دوست تمہارے دوست کا دوست، اور تمہارے دشمن کا دشمن اور دشمن یہ ہیں۔ تمہارا دشمن، تمہارے دوست کا دشمن اور تمہارے دشمن کا دوست۔

---

(۲۹۶) وقال علیه السّلام: لرجل رآه يسعى على عدوله بما فيه إضرار بنفسه: إِنَّمَا أَنْتَ كَالطَّاعِنِ نَفْسَهُ لِيَقْتُلَ رِدْفَهُ۔

(۲۹۶) حضرت نے ایک ایسے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دشمن کو ایسی چیز کے ذریعہ سے نقصان پہنچانے کے درپے ہے جس میں خود اس کا بھی نقصان پہنچے گا تو آپ نے فرمایا کہ تم اس شخص کی مانند ہو جو اپنے پیچھے والے سوار کو قتل کرنے کے لئے اپنے سینہ میں نیزہ مارے۔

---

(۲۹۷) وقال علیه السّلام: مَا أَكْثَرَ الْعِبَرَ وَأَقَلَّ الْاِعْتِبَارَ!

(۲۹۷) نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں اور ان سے اثر لینا کتنا کم ہے۔

اگر زمانہ کے حوادث وانقلابات پر نظر کی جائے اور گزشتہ لوگوں کے احوال وواردات کو دیکھا اور اُن کی سرگزشتوں کو سنا جائے تو ہر گوشہ سے عبرت کی ایک ایسی داستان سنی جا سکتی ہے جو روح کو خواب غفلت سے جھنجھوڑنے پند وموعظت کرنے اور عبرت وبصیرت دلانے کا پورا سروسامان رکھتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں ہر چیز کا بننا اور بگڑنا اور پھولوں کا کھلنا اور مرجھانا، سبزے کا لہلہانا اور پامال ہونا اور ہر ذرہ کا تغیر وتبدل کی آماج گاہ بننا ایسا درس عبرت ہے جو سراب زندگی سے جام بقا کے حاصل کرنے کے توقعات ختم کر دیتا ہے۔ بشرطیکہ دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان ان عبرت افزا چیزوں سے بند نہ ہوں۔

کاخ جہاں پُر است زذکرِ گزشتگاں     لیکن کسیکہ گوش دہد، ایں ندا کم است؟

---

(۲۹۸) وقال علیه السّلام: مَنْ بَالَغَ فِي الْخُصُومَةِ أَثِمَ، وَمَنْ قَصَّرَ فِيهَا ظُلِمَ، وَلَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ مَنْ خَاصَمَ۔

(۲۹۸) جو لڑائی جھگڑے میں حد سے بڑھ جائے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اس میں کمی کرے، اُس پر ظلم ڈھائے جاتے ہیں اور جو لڑتا جھگڑتا ہے اُس کے لئے مشکل ہوتا ہے کہ خوف خدا قائم رکھے۔

---

(۲۹۹) وقال علیه السّلام: مَا أَهَمَّنِي ذَنْبٌ أُمْهِلْتُ بَعْدَهُ حَتَّى أُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ (وَأَسْأَلَ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ)۔

(۲۹۹) وہ گناہ مجھے اندوہناک نہیں کرتا جس کے بعد مجھے اتنی مہلت مل جائے کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں اور اللہ سے امن وعافیت کا سوال کروں۔

---



(۳۰۰) وَسُئِلَ علیه السّلام: كيف يحاسب الله الخلق على كثرتهم فقال علیه السّلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ عَلَى كَثْرَتِهِمْ، فقيل: كيف يحاسبهم ولا يرونه؟ فقال علیه السّلام: كَمَا يَرْزُقُهُمْ وَلَا يَرَوْنَهُ۔

(۳۰۰) امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ خداوند عالم اس کثیر التعداد مخلوق کا حساب کیونکر لے گا؟ فرمایا جس طرح اس کی کثرت کے باوجود انہیں روزی پہنچاتا ہے پوچھا وہ کیونکر حساب لے گا جبکہ مخلوق اُسے دیکھے گی نہیں؟ فرمایا جس طرح انہیں روزی دیتا ہے، اور وہ اُسے دیکھتے نہیں۔

---

(۳۰۱) وقال علیه السّلام: رَسُولُكَ تَرْجُمَانُ عَقْلِكَ، وَكِتَابُكَ أَبْلَغُ مَا يَنْطِقُ عَنْكَ!

(۳۰۱) تمہارا قاصد تمہاری عقل کا ترجمان ہے اور تمہاری طرف سے کامیاب ترین ترجمانی کرنے والا تمہارا خط ہے۔

---

(۳۰۲) وقال علیه السّلام: مَا الْمُبْتَلَى الَّذِي قَدِ اشْتَدَّ بِهِ الْبَلَاءُ بِأَحْوَجَ إِلَى الدُّعَاءِ مِنَ الْمُعَافَى الَّذِي لَا يَأْمَنُ الْبَلَاءَ!

(۳۰۲) ایسا شخص جو سختی ومصیبت میں مبتلا ہو جتنا محتاج دعا ہے اُس سے کم وہ محتاج نہیں ہے کہ جو اس وقت خیر وعافیت سے ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ نہ جانے کب مصیبت آ جائے۔

(۳۰۳) وقال علیه السّلام: اَلنَّاسُ أَبْنَاءُ الدُّنْيَا، وَلَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ أُمِّهِ۔

(۳۰۳) لوگ اُسی دنیا کی اولاد ہیں اور کسی شخص کو اپنی ماں کی محبت پر لعنت ملامت نہیں کی جاسکتی۔

(۳۰۴) وقال علیه السّلام: إِنَّ الْمِسْكِينَ رَسُولُ اللّٰهِ فَمَنْ مَنَعَهُ فَقَدْ مَنَعَ اللّٰهَ، وَمَنْ أَعْطَاهُ فَقَدْ أَعْطَى اللّٰهَ۔

(۳۰۴) غریب ومسکین اللہ کا فرستادہ ہوتا ہے تو جس نے اُس سے اپنا ہاتھ روکا اُس نے خدا سے ہاتھ روکا اور جس نے اُسے کچھ دیا اُس نے خدا کو دیا۔

---

(۳۰۵) وقال علیه السّلام: مَا زَنَى غَيُورٌ قَطُّ۔

(۳۰۵) غیرت مند کبھی زنا نہیں کرتا۔

---

(۳۰۶) وقال علیه السّلام: كَفَى بِالْأَجَلِ حَارِساً۔

(۳۰۶) مدت حیات نگہبانی کے لئے کافی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ لاکھ آسمان کی بجلیاں کڑکیں، حوادث کے طوفان امڈیں، زمین میں زلزلے آئیں اور پہاڑ آپس میں ٹکرائیں،

اگر زندگی باقی ہے تو کوئی حادثہ گزند نہیں پہنچا سکتا اور نہ صرصر موت شمع زندگی کو بجھا سکتی ہے کیونکہ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس مقررہ وقت تک کوئی چیز سلسلۂ حیات کو قطع نہیں کر سکتی، اس لحاظ سے بلاشبہ موت خود زندگی کی محافظ و نگہبان ہے۔ ع

"موت کہتے ہیں جسے ہے پاسبانِ زندگی"

---

(۳۰۷) وقال علیہ السّلام: یَنَامُ الرَّجُلُ عَلَی الثُّکْلِ وَلَا یَنَامُ عَلَی الْحَرَبِ!

قال الرضی: ومعنٰی ذٰلك أَنَّهٗ یصبر علٰی قتل الأولاد ولا یصبر علٰی سلب الأموال۔

(۳۰۷) اولاد کے مرنے پر آدمی کو نیند آ جاتی ہے مگر مال کے چھن جانے پر اُسے نیند نہیں آتی۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اولاد کے لئے مرنے پر صبر کر لیتا ہے مگر مال کے جانے پر صبر نہیں کرتا۔

---

(۳۰۸) وقال علیہ السّلام: مَوَدَّةُ الْآبَاءِ قَرَابَةٌ بَیْنَ الْاَبْنَاءِ وَالْقَرَابَةُ إِلَی الْمَوَدَّةِ أَحْوَجُ مِنَ الْمَوَدَّةِ إِلَی الْقَرَابَةِ۔

(۳۰۸) باپوں کی باہمی محبت اولاد کے درمیان ایک قرابت ہوا کرتی ہے اور محبت کو قرابت کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی قرابت کو محبت کی۔

---

(۳۰۹) وقال علیہ السّلام: اتَّقُوْا ظُنُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰی أَلْسِنَتِهِمْ۔

(۳۰۹) اہل ایمان کے گمان سے ڈرتے رہو، کیونکہ خداوند عالم نے حق کو ان کی زبانوں پر قرار دیا ہے۔

---

(۳۱۰) وقال علیہ السّلام: لَا یَصْدُقُ إِیْمَانُ عَبْدٍ حَتّٰی یَکُوْنَ بِمَا فِیْ یَدِ اللّٰهِ أَوْثَقَ مِنْهُ بِمَا فِیْ یَدِهٖ۔

(۳۱۰) کسی بندے کا ایمان اُس وقت تک سچا نہیں ہوتا جب تک اپنے ہاتھ میں موجود ہونیوالے مال سے اُس پر زیادہ اطمینان نہ ہو جو قدرت کے ہاتھ میں ہے۔

---

(۳۱۱) وقال علیہ السّلام: لأنس بن مالك، وقد کان بعثه إلی طلحة و الزبیر لما جاء إلی البصرة یذکرهما شیئا ممّا سمعه من رسول الله صلّی الله علیه وآله وسلّم فی معناهما، فلوٰی عن ذٰلك، نرجع إلیه، فقال: إِنِّیْ أُنْسِیْتُ ذٰلِكَ الْاَمْرَ۔ فقال علیہ السّلام:

(۳۱۱) جب حضرتؑ بصرہ میں وارد ہوئے تو انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس بھیجا تھا کہ ان دونوں کو کچھ وہ اقوال یاد دلائیں جو آپؑ کے بارے میں انہوں نے خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں۔ مگر انہوں نے اس سے پہلو تہی کی، اور جب پلٹ کر آئے تو کہا کہ وہ بات مجھے یاد نہیں رہی۔ اس پر حضرتؑ نے فرمایا:

اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو اس کی پاداش میں خداوند عالم



إِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَضَرَبَكَ اللّٰهُ بِهَا بَیْضَآءَ لَامِعَةً لَا تُوَارِیْهَا الْعِمَامَةُ۔

ایسے چمکدار داغ میں تمہیں مبتلا کرے کہ جسے دستار بھی نہ چھپا سکے۔

قال الرضی: یعنی البرص، فأصاب أنسًا هٰذا الداء فیما بعد فی وجهه فکان لا یرٰی إلّا مبرقعا۔

(سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ) سفید داغ سے مراد برص ہے۔ چنانچہ انس اس مرض میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ہمیشہ نقاب پوش دکھائی دیتے تھے۔

علامہ رضیؒ نے اس کلام کے جس مورد و محل کی طرف اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت نے جنگ جمل کے موقع پر انس ابن مالک کو طلحہ و زبیر کے پاس اس مقصد سے بھیجا کہ وہ انہیں پیغمبر کا قول "انکما ستقاتلان علیا وانتما له ظالمان" (تم عنقریب علیؑ سے جنگ کرو گے، اور تم اُن کے حق میں ظلم و زیادتی کرنے والے ہو گے) یاد دلائیں۔ تو انہوں نے پلٹ کر یہ ظاہر کیا کہ وہ اُس کا تذکرہ کرنا بھول گئے تو حضرت نے ان کے لئے یہ کلمات کہے۔ مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت نے یہ جملہ اُس موقع پر فرمایا جب آپ نے پیغمبر صلعم کے اس ارشاد کی تصدیق چاہی کہ

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

جسکا میں مولا ہوں اُسکے علیؑ بھی مولا ہیں۔ اے اللہ جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اُسے دشمن رکھ۔

چنانچہ متعدد لوگوں نے اس کی صحت کی گواہی دی۔ مگر انس ابن مالک خاموش رہے جس پر حضرت نے اُن سے فرمایا کہ تم بھی تو غدیر خم کے موقع پر موجود تھے پھر اس خاموشی کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یا امیر المومنینؑ میں بوڑھا ہو چکا ہوں، اب میری یادداشت کام نہیں کرتی جس پر حضرت نے اُن کے لئے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ابن قتیبہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

ذکر قوم ان علیا رضی الله عنه ساله عن قول رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اللّٰهم وال من ولاه وعاد من عاداه فقال کبرت سنی ونسیت فقال علی ان کنت کاذبًا فضربك الله ببیضاء لامعة لا تواریها العمامه

(المعارف ص ۲۵۱)

لوگوں نے بیان کیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے انس ابن مالک سے رسول اللہؐ کے ارشاد "اے اللہ جو علیؑ کو دوست رکھے تو بھی اُسے دوست رکھ اور جو انہیں دشمن رکھے تو بھی اُسے دشمن رکھ" کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور اسے بھول چکا ہوں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم جھوٹ کہتے ہو تو خدا تمہیں ایسے برص میں مبتلا کرے جسے عمامہ بھی نہ چھپا سکے۔

ابن ابی الحدید نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے اور سید رضیؒ کے تحریر کردہ واقعہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ

فاما ماذکره الرضی من انه بعث انسا الی طلحة والزبیر فغیر معروف ولو کان

سید رضیؒ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضرت نے انس کو طلحہ و زبیر کی طرف روانہ کیا تھا ایک غیر معروف

قد بعثه ليذكرهما بكلام يختص بهما من رسول الله صلّى الله عليه واله لما امكنه ان يرجع فيقول انى انسيته لانه مافارقه متوجها نحوهما الا وقد اقر بمعرفته و ذكره فكيف يرجع بعد ساعة اويوم فيقول انسيته فينكر بعد الاقرار هٰذا ممّا لا يقع (شرح ابن الحديد ج۴ ص ۳۸۸)

واقعہ ہے۔ اگر حضرت نے اس کلام کی یاد دہانی کیلئے انہیں بھیجا ہوتا کہ وہ پیغمبرؐ نے ان دونوں کے بارے میں فرمایا تھا تو یہ بعید ہے کہ وہ پلٹ کر یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا۔ کیونکہ جب وہ حضرت سے الگ ہوکر روانہ ہوئے تھے تو اس وقت یہ اقرار کیا تھا کہ پیغمبر کا یہ ارشاد میرے علم میں ہے اور مجھے یاد ہے پھر کس طرح یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک گھڑی یا ایک دن کے بعد یہ کہیں کہ میں بھول گیا تھا اور اقرار کے بعد انکار کریں۔ یہ ایک نہ ہونیوالی بات ہے۔"

---

(۳۱۲) وقال عليه السّلام: إِنَّ لِلْقُلُوْبِ إِقْبَالًا وَّ إِدْبَارً: فَإِذَا أَقْبَلَتْ فَاحْمِلُوْهَا عَلَى النَّوَافِلِ، وَإِذَا أَدْبَرَتْ فَاقْتَصِرُوْا بِهَا عَلَى الْفَرَآئِضِ۔

(۳۱۲) دل کبھی مائل ہوتے ہیں اور کبھی اچاٹ ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا جب مائل ہوں اُس وقت انہیں مستحبات کی بجا آوری پر آمادہ کرو۔ اور جب اچاٹ ہوں تو واجبات پر اکتفا کرو۔

---

(۳۱۳) وقال عليه السّلام: وَفِي الْقُرْاٰنِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ، وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ، وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ۔

(۳۱۳) قرآن میں تم سے پہلے کی خبریں تمہارے بعد کے واقعات اور تمہارے درمیانی حالات کے لئے احکام ہیں۔

---

(۳۱۴) وقال عليه السّلام: رُدُّوا الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَآءَ؛ فَإِنَّ الشَّرَّ لَا يَدْفَعُهُ إِلَّا الشَّرُّ۔

(۳۱۴) جدھر سے پتھر آئے اُسے اُدھر ہی پلٹا دو۔ کیونکہ سختی کا دفعیہ سختی ہی سے ہوسکتا ہے۔

---

(۳۱۵) وقال عليه السّلام لكاتبه عبيدالله بن (ابى) رافع أَلِقْ دَوَاتَكَ، وَأَطِلْ جِلْفَةَ قَلَمِكَ، وَفَرِّجْ بَيْنَ السُّطُوْرِ، وَقَرْمِطْ بَيْنَ الْحُرُوْفِ فَإِنَّ ذٰلِكَ اَجْدَرُ بِصَبَاحَةِ الْخَطِّ۔

(۳۱۵) اپنے منشی عبید اللہ بن ابی رافع سے فرمایا۔ دوات میں صوف ڈالا کرو، اور قلم کی زبان لانبی رکھا کرو۔ سطروں کے درمیان فاصلہ زیادہ چھوڑا کرو اور حروف کو ساتھ ملا کر لکھا کرو کہ یہ خط کی دیدہ زیبی کے لئے مناسب ہے۔

---

(۳۱۶) وقال عليه السّلام: أَنَا يَعْسُوْبُ

(۳۱۶) میں اہل ایمان کا یعسوب ہوں اور بدکرداروں کا



الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمَالُ يَعْسُوْبُ الْفُجَّارِ۔ قال الرضى: ومعنى ذٰلك أن المومنين يتبعوننى والفجار يتبعون المال كما تتبع النحل يعسوبها، وهو رئيسها۔

یعسوب مال ہے۔
(سید رضی فرماتے ہیں کہ) اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان والے میری پیروی کرتے ہیں اور بدکردار مال و دولت کا اسی طرح اتباع کرتے ہیں جس طرح شہد کی مکھیاں یعسوب کی اقتدا کرتی ہیں اور یعسوب اُس مکھی کو کہتے ہیں جو اُن کی سردار ہوتی ہے۔

---

(۳۱۷) وقال له بعض الْيهود: ما دفنتم نبيكم حَتى اختلفتم فيه؟ فقال عليه السلام له: إِنَّمَا اخْتَلَفْنَا عَنْهُ لَا فِيْهِ، وَلٰكِنَّكُمْ مَاجَفَّتْ أَرْجُلُكُمْ مِنَ الْبَحْرِ حَتّٰى قُلْتُمْ لِنَبِيِّكُمْ: (اجْعَلْ لَنَا إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ فَقَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ)

(۳۱۷) ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ ابھی تم لوگوں نے اپنے نبی کو دفن نہیں کیا تھا کہ ان کے بارے میں اختلاف شروع کردیا۔ حضرت نے فرمایا ہم نے ان کے بارے میں اختلاف نہیں کیا بلکہ اُن کے بعد جانشینی کے سلسلہ میں اختلاف ہوا۔ مگر تم تو وہ ہو کہ ابھی دریائے نیل سے نکل کر تمہارے پیر خشک بھی نہ ہوئے تھے کہ اپنے نبی سے کہنے لگے ہمارے لئے بھی ایک ایسا خدا بنا دیجئے جیسے اُن لوگوں کے خدا ہیں۔ تو موسیٰ نے کہا کہ "بے شک تم ایک جاہل قوم ہو۔"

اس یہودی کی نکتہ چینی کا مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہمی اختلاف کو پیش کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو ایک اختلافی امر ثابت کرلے۔ مگر حضرت نے لفظ فیہ کے بجائے لفظ عنہ فرما کر اختلاف کا مورد واضح کردیا کہ وہ اختلاف رسولؐ کی نبوت کے بارے میں نہ تھا بلکہ اُن کی نیابت وجانشینی کے سلسلہ میں تھا۔ اور پھر یہودیوں کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو آج پیغمبرؐ کے بعد مسلمانوں کے باہمی اختلاف پر نقد کررہے ہیں خود ان کی حالت یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی ہی میں عقیدہ توحید میں متزلزل ہوگئے تھے۔ چنانچہ جب وہ اہل مصر کی غلامی سے چھٹکارا پاکر دریا کے پار اُترے تو سینا کے بت خانہ میں بچھڑے کی ایک مورتی دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ ہمارے لئے بھی ایک ایسی مورتی بنا دیجئے جس پر حضرت موسیٰؑ نے ان سے کہا کہ تم اب بھی ویسے ہی جاہل ہو، جیسے مصر میں تھے تو جس قوم میں توحید کی تعلیم پانے کے بعد بھی بت پرستی کا جذبہ اتنا ہو کہ وہ ایک بت کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور یہ چاہے کہ اُس کے لئے بھی ایک بت خانہ بنا دیا جائے اُس کو مسلمانوں کے کسی اختلاف پر تبصرہ کرنے کا کیا حق پہنچا ہے۔

---

(۳۱۸) وقيل له: بأى شئى غلبت الأقران؟ فقال عليه السلام مالَقِيْتُ رَجُلًا إِلَّا أَعَانَنِيْ عَلٰى نَفْسِهِ قال الرضى: يومئى بذلك إلى تمكن هيبته فى القلوب۔

(۳۱۸) حضرت سے کہا گیا کہ آپ کس وجہ سے اپنے حریفوں پر غالب آتے رہے ہیں تو آپ نے فرمایا میں جس شخص کا بھی مقابلہ کرتا تھا وہ اپنے خلاف میری مدد کرتا تھا۔ (سید رضی فرماتے ہیں) کہ حضرت نے اُس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آپ کی ہیبت دلوں پر چھا جاتی تھی۔

جو شخص اپنے حریفوں سے مرعوب ہو جائے، اُس کا پسپا ہونا ضروری سا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ کے لئے صرف جسمانی طاقت کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ دل کا ٹھہراؤ اور حوصلہ کی مضبوطی بھی ضروری ہے اور جب وہ ہمت ہار دے گا اور یہ خیال دل میں جما لے گا کہ مجھے مغلوب ہی ہونا ہے، تو وہ مغلوب ہو کر رہے گا۔ یہی صورت امیر المومنینؑ کے حریف کی ہوتی تھی کہ وہ اُن کی مسلمہ شجاعت سے اس طرح متاثر ہوتا تھا کہ اُسے موت کا یقین ہو جاتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں اُس کی قوت معنوی و خود اعتمادی ختم ہو جاتی تھی اور آخر یہ ذہنی تاثر اُسے موت کی راہ پر لا کھڑا کرتا تھا۔

---

(۳۱۹) وقال عليه السّلام لابنه محمد بن الحنفية: يا بُنَيَّ، إِنِّي أَخَاف عَلَيْكَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللهِ مِنْهُ فَإِنَّ الْفَقْرَ مَنْقَصَةٌ لِلدِّين مَدْهَشَةٌ لِلْعَقْلِ دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ۔

(۳۱۹) اپنے فرزند محمد ابن حنیفہ سے فرمایا: ''اے فرزند! میں تمہارے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں لہٰذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو۔ کیونکہ یہ دین کی نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

---

(۳۲۰) وقال عليه السّلام لسائل سأله عن معضلة: سَلْ تَفَقُّهاً، وَلاَ تَسْأَلْ تَعَنُّتاً؛ فَإِنَّ الْجَاهِلَ الْمُتَعَلِّمَ شَبِيهٌ بِالْعَالِمِ، وَإِنَّ الْعَالِمَ الْمُتَعَسِّفَ شَبِيهٌ بِالْجَاهِلِ الْمُتَعَنِّتِ۔

(۳۲۰) ایک شخص نے ایک مشکل مسئلہ آپ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا سمجھنے کے لئے پوچھو، الجھنے کے لئے نہ پوچھو۔ کیونکہ وہ جاہل جو سیکھنا چاہتا ہے مثل عالم کے ہے اور وہ عالم جو اُلجھنا چاہتا ہے، وہ مثل جاہل کے ہے۔

---

(۳۲۱) وقال عليه السّلام لعبد الله بن العباس، وقد أشار عليه في شئی لم يوافق رأيه: لَكَ أَنْ تُشِيرَ عَلَيَّ وَأَرَى؛ فَإِنْ عَصَيْتُكَ فَأَطِعْنِي۔

(۳۲۱) عبداللہ ابن عباس نے ایک امر میں آپ کو مشورہ دیا جو آپ کے نظریہ کے خلاف تھا۔ تو آپ نے اُن سے فرمایا تمہارا یہ کام ہے کہ مجھے رائے دو۔ اُس کے بعد مجھے مصلحت دیکھنا ہے اور اگر تمہاری رائے کو نہ مانوں تو تمہیں میری اطلاعت لازم ہے۔

عبداللہ ابن عباس نے امیر المومنینؑ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ طلحہ اور زبیر کو کوفہ کی حکومت کا پروانہ لکھ دیجئے اور معاویہ کو شام کی ولایت پر برقرار رہنے دیجئے۔ یہاں تک کہ آپ کے قدم مضبوطی سے جم جائیں اور حکومت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ میں دوسروں کی دنیا کی خاطر اپنے دین کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتا۔ لہٰذا تم اپنی بات منوانے کے بجائے میری بات کو سنو اور میری اطاعت کرو۔

---

(۳۲۲) وروی أنه عليك السّلام لما ورد الكوفة قادما من صفين مر بالشباميين

(۳۲۲) وارد ہوا ہے کہ جب حضرت صفین سے پلٹتے ہوئے کوفہ پہنچے تو قبیلہ شبام کی آبادی سے ہو کر گزرے



فسمع بكاء النسآء علی قتلی صفين و خرج إليه حرب بن شرجيل الشبامی وكان من وجوه قومه فقال عليه السلام له: أَتَغْلِبُكُمْ نِسَآؤُكُمْ عَلَى مَا أَسْمَعُ؟ أَلاَ تَنْهَوْ نَهُنَّ عَنْ هٰذَا الرَّنِينِ، وَأقبل (حرب) يمشی معه وهو عليه السلام راكب فقال عليه السلام: ارْجِعْ فَإِنَّ مَشْيَ مِثْلِكَ مَعَ مِثْلِي فِتْنَةٌ لِلْوَالِي وَمَذَلَّةٌ لِلْمُؤْمِنِ۔

جہاں صفین کے کشتوں پر رونے کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ اتنے میں حرب ابن شرجیل شبامی جو اپنی قوم کے سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے، حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اُس سے فرمایا! کیا تمہارا ان عورتوں پر بس نہیں چلتا۔ جو میں رونے کی آوازیں سن رہا ہوں اس رونے چلانے سے تم انہیں منع نہیں کرتے؟ حرب آگے بڑھ کر حضرت کے ہم رکاب ہو لئے درآں حالیکہ حضرت سوار تھے تو آپ نے فرمایا! پلٹ جاؤ تم۔ ایسے آدمی کا مجھ ایسے کے ساتھ پیادہ چلنا وَالی کے لئے فتنہ، اور مومن کے لئے ذلت ہے۔

---

(۳۲۳) وقال عليه السّلام: وقد مر بقتلی الخوارج يوم النهروان! بُؤْساً لَكُمْ، لَقَدْ ضَرَّكُمْ مَنْ غَرَّكُمْ، فقيل له: من غرهم يا أمير المؤمنين؟ فقال: الشَّيْطَانُ الْمُضِلُّ وَالْأَنْفُسُ الْأَمَّارَةُ بِالسُّوْءِ غَرَّتْهُمْ بِالْأَمَانِيِّ، وَفَسَحَتْ لَهُمْ بِالْمَعَاصِي، وَوَعَدَتْهُمُ الْإِظْهَارَ فَاقْتَحَمَتْ بِهِمُ النَّارَ۔

(۳۲۳) نہروان کے دن خوارج کے کشتوں کی طرف ہو کر گزرے تو فرمایا! تمہارے لئے ہلاکت و تباہی ہو جس نے تمہیں ورغلایا، اُس نے تمہیں فریب دیا۔ کہا گیا کہ ''یا امیر المومنینؑ کس نے انہیں ورغلایا تھا؟ فرمایا کہ گمراہ کرنیوالے شیطان اور بُرائی پر ابھارنے والے نفس نے کہ جس نے انہیں امیدوں" کے فریب میں ڈالا اور گناہوں کا راستہ اُن کیلئے کھول دیا۔ فتح و کامرانی کے اُن سے وعدے کیے اور اس طرح انہیں دوزخ میں جھونک دیا۔

---

(۳۲۴) وقال عليه السّلام: اتَّقُوا مَعَاصِيَ اللهِ فِي الْخَلَوَاتِ؛ فَإِنَّ الشَّاهِدَ هُوَ الْحَاكِمُ۔

(۳۲۴) تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنے سے ڈرو۔ کیونکہ جو گواہ ہے وہی حاکم ہے۔

---

(۳۲۵) وقال عليه السّلام لما بلغه قتل محمّد بن أبی بكر: إِنَّ حُزْنَنَا عَلَيْهِ عَلَى قَدْرِ سُرُورِهِمْ بِهِ؛ إِلاَّ أَنَّهُمْ نَقَصُوا بَغِيضاً وَنَقَصْنَا حَبِيباً۔

(۳۲۵) جب آپ کو محمد ابن ابی بکر (رحمتہ اللہ علیہ) کے شہید ہونے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ہمیں ان کے مرنے کا اتنا ہی رنج و قلق ہے جتنی دشمنوں کو اس کی خوشی ہے۔ بلاشبہ اُن کا ایک دشمن کم ہوا، اور ہم نے ایک دوست کو کھو دیا۔

---

(۳۲۶) وقال علیہ السّلام : اَلْعُمُرُ الَّذِیْ أَعْذَرَ اللّٰهُ فِیْهِ إِلٰی ابْنِ اٰدَمَ سِتُّوْنَ سَنَةً۔

(۳۲۶) وہ عمر کہ جس کے بعد اللہ تعالیٰ آدمی کے عذر کو قبول نہیں کرتا، ساٹھ برس کی ہے۔

---

(۳۲۷) وقال علیہ السّلام : مَا ظَفِرَ مَنْ ظَفِرَ الْإِثْمُ بِهٖ، وَالْغَالِبُ بِالشَّرِّ مَغْلُوْبٌ۔

(۳۲۷) جس پر گناہ قابو پالے، وہ کامران نہیں اور شر کے ذریعہ غلبہ پانے والا حقیقتاً مغلوب ہے۔

(۳۲۸) وقال علیہ السّلام : إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَرَضَ فِیْ أَمْوَالِ الْأَغْنِیَاءِ أَقْوَاتَ الْفُقَرَآءِ: فَمَا جَاعَ فَقِیْرٌ إِلَّا بِمَا مُتِّعَ غَنِیٌّ، وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَائِلُهُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔

(۳۲۸) خداوند عالم نے دولتمندوں کے مال میں فقیروں کا رزق مقرر کیا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی فقیر بھوکا رہتا ہے تو اُسلئے کہ دولت نے دولت کو سمیٹ لیا ہے اور خدائے بزرگ و برتر اُن سے اس کا مواخذہ کرنیوالا ہے۔

---

(۳۲۹) وقال علیہ السّلام : اَلْاِسْتِغْنَاءُ عَنِ الْعُذْرِ أَعَزُّ مِنَ الصِّدْقِ بِهٖ۔

(۳۲۹) سچا عذر پیش کرنے سے یہ زیادہ وقیع ہے کہ عذر کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے فرائض پر اس طرح کار بند ہونا چاہئے کہ اُسے معذرت پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ کیونکہ معذرت میں ایک گونہ کوتاہی کی جھلک اور ذلت کی نمود ہوتی ہے، اگر چہ وہ صحیح و درست ہی کیوں نہ ہو۔

---

(۳۳۰) وقال علیہ السّلام : أَقَلُّ مَا یَلْزَمُكُمْ لِلّٰهِ أَنْ لَا تَسْتَعِیْنُوْا بِنِعَمِهٖ عَلٰی مَعَاصِیْهِ۔

(۳۳۰) اللہ کا کم سے کم حق جو تم پر عائد ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی نعمتوں سے گناہوں میں مدد نہ لو۔

کفران نعمت و ناسپاسی کے چند درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان نعمت ہی کی تشخیص نہ کرسکے۔ جیسے آنکھوں کی روشنی، زبان کی گویائی، کانوں کی شنوائی اور ہاتھ پیروں کی حرکت یہ سب اللہ کی بخشی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مگر بہت سے لوگوں کو ان کے نعمت ہونے کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہو۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت کو دیکھے اور سمجھے۔ مگر اس کے مقابلہ میں شکر بجا نہ لائے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ نعمت بخشنے والے کی مخالفت و نافرمانی کرے۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسی کی دی ہوئی نعمتوں کو اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کے بجائے اس کی معصیت و نافرمانی صرف کرے یہ کفران نعمت کا سب سے بڑا درجہ ہے۔

---

(۳۳۱) وقال علیہ السّلام : إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ جَعَلَ الطَّاعَةَ غَنِیْمَةَ الْأَکْیَاسِ عِنْدَ تَفْرِیْطِ الْعَجَزَةِ۔

(۳۳۱) جب کاہل اور ناکارہ افراد عمل میں کوتاہی کرتے ہیں، تو اللہ کی طرف سے یہ عقلمندوں کے لئے ادائے فرض کا ایک بہترین موقع ہوتا ہے۔

---



(۳۳۲) وقال علیہ السّلام : اَلسُّلْطَانُ وَزَعَةُ اللّٰهِ فِیْ أَرْضِهٖ۔

(۳۳۲) حکام اللہ کی سرزمین میں اس کے پاسبان ہیں۔

---

(۳۳۳) وقال علیہ السّلام فی صفة المؤمن : اَلْمُؤْمِنُ بِشْرُهٗ فِیْ وَجْهِهٖ وَحُزْنُهٗ فِیْ قَلْبِهٖ، أَوْسَعُ شَیْءٍ صَدْرًا، وَأَذَلُّ شَیْءٍ نَفْسًا، یَکْرَهُ الرِّفْعَةَ، وَیَشْنَأُ السُّمْعَةَ، طَوِیْلٌ غَمُّهٗ، بَعِیْدٌ هَمُّهٗ، کَثِیْرٌ صَمْتُهٗ، مَشْغُوْلٌ وَقْتُهٗ، شَکُوْرٌ صَبُوْرٌ، مَغْمُوْرٌ بِفِکْرَتِهٖ، ضَنِیْنٌ بِخَلَّتِهٖ، سَهْلُ الْخَلِیْقَةِ، لَیِّنُ الْعَرِیْکَةِ! نَفْسُهٗ أَصْلَبُ مِنَ الصَّلْدِ، وَهُوَ أَذَلُّ مِنَ الْعَبْدِ۔

(۳۳۳) مومن کے متعلق فرمایا:
مومن کے چہرے پر بشاشت اور دل میں غم و اندوہ ہوتا ہے۔ ہمت اُس کی بلند ہے اور اپنے دل میں وہ اپنے کو ذلیل وخوار سمجھتا ہے سربلندی کو بُرا سمجھتا ہے اور شہرت سے نفرت کرتا ہے۔ اس کا غم بے پایاں اور ہمت بلند ہوتی ہے۔ بہت خاموش، ہمہ وقت مشغول، شاکر، صابر، فکر میں غرق، دستِ طلب بڑھانے میں بخیل، خوش خلق اور نرم طبیعت ہوتا ہے اور اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت اور وہ خود غلام سے زیادہ متواضع ہوتا ہے۔

---

(۳۳۴) وقال علیہ السّلام : لَوْ رَأَی الْعَبْدُ الْأَجَلَ وَمَصِیْرَهٗ لَأَبْغَضَ الْأَمَلَ وَغُرُوْرَهٗ۔

(۳۳۴) اگر کوئی بندہ مدّتِ حیات اور اس کے انجام کو دیکھے تو امیدوں اور اُنکے فریب سے نفرت کرنے لگے۔

---

(۳۳۵) وقال علیہ السّلام : لِکُلِّ امْرِئٍ فِیْ مَالِهٖ شَرِیْکَانِ: الْوَارِثُ، وَالْحَوَادِثُ۔

(۳۳۵) ہر شخص کے مال میں دو حصہ دار ہوتے ہیں۔ ایک وارث اور دوسرے حوادث۔

---

(۳۳۶) وقال علیہ السّلام : اَلدَّاعِیْ بِلَا عَمَلٍ کَالرَّامِیْ بِلَا وَتَرٍ۔

(۳۳۶) جو عمل نہیں کرتا اور دعا مانتا ہے، وہ ایسا ہے جیسے بغیر چلّہ کمان کے تیر چلانے والا۔

---

(۳۳۷) وقال علیہ السّلام : اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ: مَطْبُوْعٌ وَمَسْمُوْعٌ، وَلَا یَنْفَعُ الْمَسْمُوْعُ إِذَا لَمْ یَکُنِ الْمَطْبُوْعُ۔

(۳۳۷) علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ جو نفس میں رچ بس جائے اور ایک وہ جو صرف سن لیا گیا ہو اور سنا سنایا علم فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ دل میں راسخ نہ ہو۔

---

(۳۳۸) وقال علیہ السّلام : صَوَابُ الرَّأْیِ بِالدُّوَلِ: یُقْبِلُ بِإِقْبَالِهَا، وَیَذْهَبُ بِذَهَابِهَا۔

(۳۳۸) اصابت رائے اقبال و دولت سے وابستہ ہے۔ اگر یہ ہے تو وہ بھی ہوتی ہے اگر یہ نہیں تو وہ بھی نہیں ہوتی۔

جب کسی کا بخت یاور اور اقبال اوج وعروج پر ہوتا ہے تو اس کے قدم خود بخود منزل مقصود کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور ذہن وفکر کو صحیح طریق کار کے طے کرنے میں کوئی الجھن نہیں ہوتی اور جس کا اقبال ختم ہونے پر آتا ہے وہ روشنی میں بھی ٹھوکریں کھاتا ہے اور ذہن و فکر کی قوتیں معطل ہو کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ جب بنی برمک کا زوال شروع ہوا تو ان میں کے دس آدمی ایک امر میں مشورہ کرنے کے لئے جمع ہوئے مگر پوری ردوکد کے بعد بھی کسی صحیح نتیجہ تک نہ پہنچ سکے۔ یہ دیکھ کر یحییٰ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ ہمارے زوال کا پیش خیمہ اور ہمارے ادبار کی علامت ہے کہ ہم دس آدمی بھی کوئی صحیح فیصلہ نہیں کرسکیں۔ ورنہ جب ہمارا نیّرِ اقبال بامِ عروج پر تھا، تو ہمارا ایک آدمی ایسی دس دس گھتیوں کو بڑی آسانی سے سلجھا لیتا تھا۔

---

(۳۳۹) وقال علیہ السّلام: اَلْعَفَافُ زِيْنَةُ الْفَقْرِ، وَالشُّكْرُ زِيْنَةُ الْغِنٰى۔

(۳۳۹) فقر کی زینت پاکدامنی، اور تونگری کی زینت شکر ہے۔

---

(۳۴۰) وقال علیہ السّلام: يَوْمُ الْعَدْلِ عَلَى الظَّالِمِ أَشَدُّ مِنْ يَوْمِ الْجَوْرِ عَلَى الْمَظْلُوْمِ۔

(۳۴۰) ظالم کے لئے انصاف کا دن اُس سے زیادہ سخت ہوگا، جتنا مظلوم پر ظلم کا دن۔

---

(۳۴۱) (وقال علیہ السّلام: اَلْغِنَى الْأَكْبَرُ اَلْيَأْسُ عَمَّا فِيْ أَيْدِي النَّاسِ)

(۳۴۱) سب سے بڑی دولت مندی یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ میں جو ہے اُس کی آس نہ رکھی جائے۔

---

(۳۴۲) وقال علیہ السّلام: اَلْأَقَاوِيْلُ مَحْفُوْظَةٌ، وَالسَّرَائِرُ مَبْلُوَّةٌ، وَكُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ وَالنَّاسُ مَنْقُوْصُوْنَ مَدْخُوْلُوْنَ إِلَّا مَنْ عَصَمَ اللّٰهُ: سَائِلُهُمْ مُتَعَنِّتٌ وَمُجِيْبُهُمْ مُتَكَلِّفٌ، يَكَادُ أَفْضَلُهُمْ رَأْيًا يَرُدُّهُ عَنْ فَضْلِ رَأْيِهِ الرِّضَا وَالسُّخْطُ، وَيَكَادُ أَصْلَبُهُمْ عُوْدًا تَنْكَؤُهُ وَتَسْتَحِيْلُهُ الْكَلِمَةُ الْوَاحِدَةُ!

(۳۴۲) گفتگوئیں محفوظ ہیں اور دلوں کے بھید جانچے جانے والے ہیں۔ ہر شخص اپنے اعمال کے ہاتھوں میں گروی ہے اور لوگوں کے جسموں میں نقص اور عقلوں میں فتور آنے والا ہے۔ مگر وہ کہ جسے اللہ بچائے رکھے۔ ان میں پوچھنے والا الجھانا چاہتا ہے اور جواب دینے والا (بے جانے بوجھے جواب کی) زحمت اٹھاتا ہے۔ جو ان میں درست رائے رکھتا ہے اکثر خوشنودی و ناراضگی کے تصورات اُسے صحیح رائے سے موڑ دیتے ہیں اور جو اُن میں عقل کے لحاظ سے پختہ ہوتا ہے بہت ممکن ہے کہ ایک نگاہ اُس کے دل پر اثر کردے اور ایک کلمہ اس میں انقلاب پیدا کردے۔

---

(۳۴۳) وقال علیہ السّلام: مَعَاشِرَ

(۳۴۳) اے گروہ مردم! اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ کتنے



النَّاسِ، اتَّقُوا اللّٰهَ فَكَمْ مِنْ مُؤَمِّلٍ مَا لَا يَبْلُغُهُ وَبَانٍ مَا لَا يَسْكُنُهُ وَجَامِعٍ مَا سَوْفَ يَتْرُكُهُ، وَلَعَلَّهُ مِنْ بَاطِلٍ جَمَعَهُ، وَمِنْ حَقٍّ مَنَعَهُ: أَصَابَهُ حَرَامًا، وَاحْتَمَلَ بِهِ آثَامًا، فَبَاءَ بِوِزْرِهِ وَقَدِمَ عَلٰى رَبِّهِ آسِفًا لَاهِفًا، قَدْ (خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ، ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ)

ہی ایسی باتوں کی امید باندھنے والے ہیں جن تک پہنچتے نہیں اور ایسے گھر تعمیر کرنیوالے ہیں جن میں رہنا نصیب نہیں ہوتا اور ایسا مال جمع کرنے والے ہیں جسے چھوڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ ہوسکتا ہے کہ اسے غلط طریقہ سے جمع کیا ہو، یا کسی کا حق دبا کر حاصل کیا ہو۔ اس طرح اُسے بطور حرام پایا ہو اور اُس کی وجہ سے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہو، تو اس کا وبال لے کر پلٹے اور اپنے پروردگار کے حضور رنج و افسوس کرتے ہوئے جا پہنچے دنیا و آخرت دونوں میں گھاٹا اٹھایا۔ یہی تو کھلم کھلا گھاٹا ہے۔

---

(۳۴۴) وقال علیہ السّلام: مِنَ الْعِصْمَةِ تَعَذُّرُ الْمَعَاصِيْ۔

(۳۴۴) گناہ تک رسائی کا نہ ہونا بھی ایک صورت پاکدامنی کی ہے۔

---

(۳۴۵) وقال علیہ السّلام: مَاءُ وَجْهِكَ جَامِدٌ يُقْطِرُهُ السُّؤَالُ، فَانْظُرْ عِنْدَ مَنْ تُقْطِرُهُ۔

(۳۴۵) تمہاری آبرو قائم ہے جسے دستِ سوال دراز کرنا بہا دیتا ہے۔ لہٰذا یہ خیال رہے کہ کسی کے آگے اپنی آبرو ریزی کر رہے ہو۔

---

(۳۴۶) وقال علیہ السّلام: اَلثَّنَاءُ بِأَكْثَرَ مِنَ الْاِسْتِحْقَاقِ مَلَقٌ، وَالتَّقْصِيْرُ عَنِ الْاِسْتِحْقَاقِ عِيٌّ أَوْ حَسَدٌ۔

(۳۴۶) کسی کو اس کے حق سے زیادہ سراہنا چاپلوسی ہے اور حق میں کمی کرنا کوتاہ بیانی ہے یا حسد۔

---

(۳۴۷) وقال علیہ السّلام: أَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَهَانَ بِهِ صَاحِبُهُ۔

(۳۴۷) سب سے بھاری گناہ وہ ہے کہ جس کا ارتکاب کرنے والا اُسے سبک سمجھے۔

چھوٹے گناہوں میں بے باکی و بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان گناہ کے معاملہ میں بے پروا سا ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ یہ عادت بڑے بڑے گناہوں کی جرأت دلا دیتی ہے اور پھر وہ بغیر کسی جھجک کے ان کا مرتکب ہونے لگتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے گناہوں کو بڑے گناہوں کا پیش خیمہ سمجھتے ہوئے ان سے احتراز کرنا چاہئے تاکہ بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔

---

(۳۴۸) وقال علیہ السّلام: مَنْ نَظَرَ فِيْ عَيْبِ نَفْسِهِ اشْتَغَلَ عَنْ عَيْبِ غَيْرِهِ وَمَنْ

(۳۴۸) جو شخص اپنے عیوب پر نظر رکھے گا وہ دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہے گا، اور جو اللہ کے دیئے ہوئے

رَضِیَ بِرِزْقِ اللّٰهِ لَمْ يَحْزَنْ عَلٰى مَافَاتَهٗ؛ وَمَنْ سَلَّ سَيْفَ الْبَغْيِ قُتِلَ بِهٖ وَمَنْ كَابَدَ الْاُمُوْرَ عَطِبَ وَمَنِ اقْتَحَمَ اللُّجَجَ غَرِقَ؛ وَمَنْ دَخَلَ مَدَاخِلَ السُّوْءِ اتُّهِمَ، وَمَنْ كَثُرَ كَلَامُهٗ كَثُرَ خَطَؤُهٗ؛ وَمَنْ كَثُرَ خَطَؤُهٗ قَلَّ حَيَاؤُهٗ قَلَّ وَرَعُهٗ؛ وَمَنْ قَلَّ وَرَعُهٗ مَاتَ قَلْبُهٗ؛ وَمَنْ مَاتَ قَلْبُهٗ دَخَلَ النَّارَ، وَمَنْ نَظَرَ فِيْ عُيُوْبِ النَّاسِ فَاَنْكَرَهَا ثُمَّ رَضِيَهَا لِنَفْسِهٖ فَذٰلِكَ الْاَحْمَقُ بِعَيْنِهٖ (وَالْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ) وَمَنْ اَكْثَرَ مِنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ رَضِيَ مِنَ الدُّنْيَا بِالْيَسِيْرِ وَمَنْ عَلِمَ اَنَّ كَلَامَهٗ مِنْ عَمَلِهٖ قَلَّ كَلَامُهٗ اِلَّا فِيْمَا يَعْنِيْهِ۔

رزق پر خوش رہے گا، وہ نہ ملنے والی چیز پر رنجیدہ نہیں ہوگا۔ جو ظلم کی تلوار کھینچتا ہے وہ اسی سے قتل ہوتا ہے۔ جو اہم اُمور کو زبردستی انجام دینا چاہتا ہے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے، جو اُٹھتی ہوئی موجوں میں پھاندتا ہے وہ ڈوبتا ہے، جو بدنامی کی جگہوں پر جائے گا وہ بدنام ہوگا۔ جو زیادہ بولے گا وہ زیادہ لغزشیں کرے گا۔ اور جس کی لغزشیں زیادہ ہوں اُس کی حیا کم ہو جائے گی اور جس میں حیا کم ہو اُس میں تقویٰ کم ہوگا اور جس میں تقویٰ کم ہوگا اُس کا دل مُردہ ہو جائے گا اور جس کا دل مُردہ ہو گیا وہ دوزخ میں جا پڑا۔ جو شخص لوگوں کے عیوب دیکھ کر ناک بھوں چڑھائے اور پھر انہیں اپنے لئے چاہے وہ سراسر احمق ہے۔ قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ جو موت کو زیادہ یاد رکھتا ہے وہ تھوڑی سی دنیا پر بھی خوش رہتا ہے۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ اُس کا قول بھی عمل کا ایک جز ہے وہ مطلب کی بات کے علاوہ کلام نہیں کرتا۔

---

(۳۴۹) وقال علیه السّلام: لِلظَّالِمِ مِنَ الرِّجَالِ ثَلَاثُ عَلَامَاتٍ: يَظْلِمُ مَنْ فَوْقَهٗ بِالْمَعْصِيَةِ، وَمَنْ دُوْنَهٗ بِالْغَلَبَةِ، وَيُظَاهِرُ الْقَوْمَ الظَّلَمَةَ۔

(۳۴۹) لوگوں میں جو ظالم ہو اس کی تین علامتیں ہیں! وہ ظلم کرتا ہے اپنے سے بالا ہستی کی خلاف ورزی سے، اور اپنے سے پست لوگوں پر قہر و تسلط سے اور ظالموں کی کمک و امداد کرتا ہے۔

---

(۳۵۰) وقال علیه السّلام عِنْدَ تَنَاهِي الشِّدَّةِ تَكُوْنُ الْفُرْجَةُ، وَعِنْدَ تَضَايُقِ حَلَقِ الْبَلَآءِ يَكُوْنُ الرَّخَآءُ۔

(۳۵۰) جب سختی انتہا کو پہنچ جائے تو کشائش و فراخی ہوگی اور جب ابتلاء و مصیبت کی کڑیاں تنگ ہو جائیں تو راحت و آسائش حاصل ہوتی ہے۔

---

(۳۵۱) وقال علیه السّلام لِبَعْضِ أَصْحَابِهٖ: لَا يَجْعَلَنَّ اَكْثَرَ شُغْلِكَ بِأَهْلِكَ وَوَلَدِكَ: فَاِنْ يَّكُنْ أَهْلُكَ وَوَلَدُكَ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ

(۳۵۱) اپنے اصحاب میں سے ایک سے فرمایا زن و فرزند کی زیادہ فکر میں نہ رکھو۔ اس لئے کہ اگر وہ دوستانِ خدا ہیں تو خدا اپنے دوستوں کو برباد نہ ہونے دے گا اور اگر



لَا يُضِيْعُ أَوْلِيَآئَهٗ وَاِنْ يَّكُوْنُوْا أَعْدَآءَ اللّٰهِ فَمَا هَمُّكَ وَشُغْلُكَ بِاَعْدَآءِ اللّٰهِ؟

دشمنانِ خدا ہیں تو تمہیں دشمنانِ خدا کی فکروں اور دھندوں میں پڑنے سے مطلب ہی کیا۔

---

(۳۵۲) وقال علیه السّلام: أَكْبَرُ الْعَيْبِ أَنْ تَعِيْبَ مَافِيْكَ مِثْلُهٗ۔

(۳۵۲) سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس عیب کو بُرا کہو، جس کے مانند خود تمہارے اندر موجود ہے۔

اس سے بڑھ کر اور عیب کیا ہو سکتا ہے کہ انسان دوسروں کے اُن عیوب پر نکتہ چینی کرے جو خود اُس کے اندر بھی پائے جاتے ہوں۔ تقاضائے عدل تو یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب پر نظر کرنے سے پہلے اپنے عیوب پر نظر کرے اور سوچے کہ عیب، عیب ہے وہ دوسروں کے اندر پایا جائے یا اپنے اندر۔

همه عیب خلق و یدن نه مروت است و مروی　　نگهی بخویشتن کن که همه گناه داری

---

(۳۵۳) وهنأبحضرته رجل رجلا بغلام ولدله فقال له: لِيَهْنِئْكَ الْفَارِسُ فقال علیه السلام: لَا تَقُلْ ذٰلِكَ، وَلٰكِنْ قُلْ شَكَرْتَ الْوَاهِبَ، وَبُوْرِكَ لَكَ فِي الْمَوْهُوْبِ، وَبَلَغَ أَشُدَّهٗ، وَرُزِقْتَ بِرَّهٗ۔

(۳۵۳) حضرت کے سامنے ایک نے دوسرے شخص کو فرزند کے پیدا ہونے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ "شہسوار مبارک ہو" جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ تم بخشنے والے (خدا) کے شکرگزار ہوئے یہ بخشی ہوئی نعمت تمہیں مبارک ہو، یہ اپنے کمال کو پہنچے اور اس کی نیکی و سعادت تمہیں نصیب ہو۔

---

(۳۵۴) وبنى رجل من عماله بناء فخما فقال علیه السّلام: اَطْلَعَتِ الْوَرِقُ رُءُوْسَهَا اِنَّ الْبِنَاءَ يَصِفُ لَكَ الْغِنٰى۔

(۳۵۴) حضرت کے عمّال میں سے ایک شخص نے ایک بلند عمارت تعمیر کی جس پر آپ نے فرمایا چاندی کے سکوں نے سر نکالا ہے، بلاشبہ یہ عمارت تمہاری ثروت کی غمازی کرتی ہے۔

---

(۳۵۵) وقيل له علیه السّلام: لو سد على رجل باب بيته وترك فيه من أين كان ياتيه رزقه؟ فقال علیه السلام: مِنْ حَيْثُ يَأْتِيْهِ أَجَلُهٗ۔

(۳۵۵) حضرت سے کہا گیا کہ اگر کسی شخص کو گھر میں چھوڑ کر اُس کا دروازہ بند کر دیا جائے، تو اُس کی روزی کدھر سے آئے گی؟ فرمایا جدھر سے اُس کی موت آئے گی۔

اگر خداوندِ عالم کی مصلحت اس امر کی مقتضی ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو زندہ رکھے جسے کسی بند جگہ میں محصور کر دیا گیا ہو، تو وہ اس کے لئے سر و سامانِ زندگی مہیا کر کے اُسے زندہ رکھنے پر قادر ہے اور جس طرح بند دروازے موت کو نہیں روک سکتے، اسی طرح رزق سے بھی مانع نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس قادرِ مطلق کی قدرت دونوں پر یکساں کارفرما ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کو رزق کے معاملہ میں قانع ہونا

چاہئے کیونکہ جو اس کے مقدر میں ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، اُسے بہر صورت ملے گا۔

می رسد در خانہ در بستہ روزی چوں اجل    حرص دارد ایں چنیں آشفتہ خاطر خلق را

---

(۳۵۶) وَعَزَّى قومًا عن ميّت مات لهم فقال عليه السّلام: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَيْسَ لَكُمْ بَدَأَ، وَلَا إِلَيْكُمُ انْتَهٰى؛ وَقَدْ كَانَ صَاحِبُكُمْ هٰذَا يُسَافِرُ فَعُدُّوهُ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَإِنْ قَدِمَ عَلَيْكُمْ وَإِلَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْهِ۔

(۳۵۶) حضرت نے ایک جماعت کو اُن کے مرنے والے کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اس موت کی ابتداء تم سے نہیں ہوئی ہے اور نہ اس کی انتہا تم سے ہے۔ یہ تمہارا ساتھی مصروف سفر رہتا تھا۔ اب بھی یہی سمجھو کہ وہ اپنے کسی سفر میں ہے۔ اگر وہ آ گیا تو بہتر، ورنہ تم خود اُس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

(۳۵۷) وقال عليه السّلام: أَيُّهَا النَّاسُ، لِيَرَكُمُ اللّٰهُ مِنَ النِّعْمَةِ وَجِلِينَ كَمَا يَرَاكُمْ مِنَ النِّقْمَةِ فَرِقِينَ! إِنَّهُ مَنْ وُسِّعَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اسْتِدْرَاجًا فَقَدْ أَمِنَ مَخُوفًا، وَمَنْ ضُيِّقَ عَلَيْهِ فِي ذَاتِ يَدِهِ فَلَمْ يَرَ ذٰلِكَ اخْتِبَارًا فَقَدْ ضَيَّعَ مَأْمُولًا۔

(۳۵۷) اے لوگو! چاہئے کہ اللہ تم کو نعمت و آسائش کے موقع پر بھی اسی طرح خائف و ترساں دیکھے جس طرح تمہیں عذاب سے ہراساں دیکھتا ہے۔ بیشک جسے فراخ دستی حاصل ہو، اور وہ اُسے کم کم عذاب کی طرف بڑھنے کا سبب نہ سمجھے تو اُس نے خوفناک چیز سے اپنے کو مطمئن سمجھ لیا اور جو تنگدست ہو وہ اُسے آزمائش نہ سمجھے، تو اُس نے اس ثواب کو ضائع کر دیا کہ جس کی اُمید و آرزو کی جاتی ہے۔

---

(۳۵۸) وقال عليه السّلام: يَا أَسْرَى الرَّغْبَةِ أَقْصِرُوا فَإِنَّ الْمُعَرِّجَ عَلَى الدُّنْيَا لَا يَرُوعُهُ مِنْهَا إِلَّا صَرِيفُ أَنْيَابِ الْحَدَثَانِ۔ أَيُّهَا النَّاسُ، تَوَلَّوْا مِنْ أَنْفُسِكُمْ تَأْدِيبَهَا وَاعْدِلُوا بِهَا عَنْ ضَرَاوَةِ عَادَاتِهَا۔

(۳۵۸) اے حرص و طمع کے اسیرو! باز آؤ کیونکہ دنیا پر ٹوٹنے والوں کو حوادثِ زمانہ کے دانت پیسنے ہی کا اندیشہ کرنا چاہئے۔

اے لوگو! خود ہی اپنی اصلاح کا ذمہ لو، اور اپنی عادتوں کے تقاضوں سے منہ موڑ لو۔

---

(۳۵۹) وقال عليه السّلام: لَا تَظُنَّنَّ بِكَلِمَةٍ خَرَجَتْ مِنْ أَحَدٍ سُوءًا وَأَنْتَ تَجِدُ لَهَا فِي الْخَيْرِ مُحْتَمَلًا۔

(۳۵۹) کسی کے منہ سے نکلنے والی بات میں اگر اچھائی کا پہلو نکل سکتا ہو تو اس کے بارے میں بدگمانی نہ کرو۔

---



(۳۶۰) وقال عليه السّلام: إِذَا كَانَتْ لَكَ إِلَى اللّٰهِ، سُبْحَانَهُ، حَاجَةٌ فَابْدَأْ بِمَسْأَلَةِ الصَّلَاةِ عَلٰى رَسُولِهِ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ سَلْ حَاجَتَكَ فَإِنَّ اللّٰهَ أَكْرَمُ مِنْ أَنْ يُسْأَلَ حَاجَتَيْنِ فَيَقْضِيَ إِحْدَاهُمَا وَيَمْنَعَ الْأُخْرٰى۔

(۳۶۰) جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرو، تو پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو، پھر اپنی حاجت مانگو، کیونکہ خداوند عالم اس سے بلند تر ہے کہ اس سے دو حاجتیں طلب کی جائیں اور وہ ایک پوری کر دے اور ایک روک لے۔

---

(۳۶۱) وقال عليه السّلام: مَنْ ضَنَّ بِعِرْضِهِ فَلْيَدَعِ الْمِرَاءَ۔

(۳۶۱) جسے اپنی آبرو عزیز ہو، وہ لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش رہے۔

---

(۳۶۲) وقال عليه السّلام: مِنَ الْخُرْقِ الْمُعَاجَلَةُ قَبْلَ الْإِمْكَانِ، وَالْأَنَاةُ بَعْدَ الْفُرْصَةِ۔

(۳۶۲) امکان پیدا ہونے سے پہلے کسی کام میں جلد بازی کرنا اور موقع آنے پر دیر کرنا دونوں حماقت میں داخل ہیں۔

---

(۳۶۳) وقال عليه السّلام: لَا تَسْأَلْ عَمَّا لَا يَكُونُ فَفِي الَّذِي قَدْ كَانَ لَكَ شُغُلٌ۔

(۳۶۳) جو بات نہ ہونے والی ہو، اُس کے متعلق سوال نہ کرو۔ اس لئے کہ جو ہے وہی تمہاری لئے کافی ہے۔

---

(۳۶۴) وقال عليه السّلام: الْفِكْرُ مِرْآةٌ صَافِيَةٌ، وَالْاِعْتِبَارُ مُنْذِرٌ نَاصِحٌ وَكَفٰى أَدَبًا لِنَفْسِكَ تَجَنُّبُكَ مَا كَرِهْتَهُ لِغَيْرِكَ۔

(۳۶۴) فکر ایک روشن آئینہ ہے، عبرت اندوزی ایک خیر خواہ متنبہ کرنے والی چیز ہے، نفس کی اصلاح کے لئے یہی کافی ہے کہ جن چیزوں کو دوسروں کے لئے بُرا سمجھتے ہو اُن سے بچ کر رہو۔

---

(۳۶۵) وقال عليه السّلام: الْعِلْمُ مَقْرُونٌ بِالْعَمَلِ: فَمَنْ عَلِمَ عَمِلَ، وَالْعِلْمُ يَهْتِفُ بِالْعَمَلِ، فَإِنْ أَجَابَهُ وَإِلَّا ارْتَحَلَ عَنْهُ۔

(۳۶۵) علم عمل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جو جانتا ہے وہ عمل بھی کرتا ہے اور علم عمل کو پکارتا ہے اگر وہ لبیک کہتا ہے تو بہتر، ورنہ وہ بھی اس سے رخصت ہو جاتا ہے۔

---

(۳۶۶) وقال عليه السّلام: يَا أَيُّهَا النَّاسُ، مَتَاعُ الدُّنْيَا حُطَامٌ مُوبِئٌ فَتَجَنَّبُوا مَرْعَاهُ! قُلْعَتُهَا أَحْظٰى مِنْ طُمَأْنِينَتِهَا۔ وَبُلْغَتُهَا

(۳۶۶) اے لوگو! دنیا کا ساز و سامان سوکھا سڑا بھوسا ہے جو وبا پیدا کرنے والا ہے۔ لہٰذا اس چراگاہ سے دور رہو کہ جس سے چل چلاؤ باطمینان منزل کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے اور صرف بقدر کفاف لے لینا اُس دولت و ثروت

أَزْكَى مِنْ ثَرْوَتِهَا۔ حُكِمَ عَلَى مُكْثِرٍ بِهَا بِالْفَاقَةِ، وَأُعِينَ مَنْ غَنِيَ عَنْهَا بِالرَّاحَةِ۔ وَمَنْ رَاقَهُ زِبْرِجُهَا أَعْقَبَتْ نَاظِرَيْهِ كَمَهًا، وَمَنِ اسْتَشْعَرَ الشَّغَفَ بِهَا مَلَأَتْ ضَمِيرَهُ أَشْجَانًا۔ لَهُنَّ رَقْصٌ عَلَى سُوَيْدَاءِ قَلْبِهِ هَمٌّ يَشْغَلُهُ، وَهَمٌّ يَحْزُنُهُ، كَذٰلِكَ حَتّٰى يُؤْخَذَ بِكَظَمِهِ فَيُلْقَى بِالْفَضَاءِ مُنْقَطِعًا أَبْهَرَاهُ، هَيِّنًا عَلَى اللّٰهِ فَنَاؤُهُ، وَعَلَى الْإِخْوَانِ إِلْقَاؤُهُ۔ (وَ) إِنَّمَا يَنْظُرُ الْمُؤْمِنُ إِلَى الدُّنْيَا بِعَيْنِ الْاِعْتِبَارِ؛ وَيَقْتَاتُ مِنْهَا بِبَطْنِ الْاِضْطِرَارِ، وَيَسْمَعُ فِيهَا بِأُذُنِ الْمَقْتِ وَالْإِبْغَاضِ (إِنْ قِيلَ أَثْرَى قِيلَ أَكْدَى!! وَإِنْ فُرِحَ بِالْبَقَاءِ حُزِنَ لَهُ بِالْفَنَاءِ! هٰذَا!! وَلَمْ يَأْتِهِمْ يَوْمٌ فِيهِ يُبْلِسُونَ۔

سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس کے دولت مندوں کے لئے فقر طے ہو چکا ہے اور اس سے بے نیاز رہنے والوں کو راحت کا سہارا دیا گیا ہے۔ جس کو اس کی سج دھج لبھا لیتی ہے، وہ انجام کار اس کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے اور جو اس کی چاہت کو اپنا شعار بنا لیتا ہے وہ اس کے دل کو ایسے غموں سے بھر دیتی ہے جو دل کی گہرائیوں میں تلاطم برپا کرتے ہیں۔ یوں کہ کبھی کوئی فکر اُسے گھیرے رہتی ہے، اور کبھی کوئی اندیشہ اُسے رنجیدہ بنائے رہتا ہے۔ وہ اسی حالت میں ہوتا ہے کہ اس کا گلا گھوٹا جانے لگتا ہے اور وہ بیابان میں ڈال دیا جاتا ہے اس عالم میں کہ اس کے دل کی دونوں رگیں ٹوٹ چکی ہوتی ہیں۔ اللہ کو اس کا فنا کرنا سہل اور اس کے بھائی بندوں کا اُسے قبر میں اُتارنا آسان ہو جاتا ہے۔ مومن دنیا کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس سے اتنی ہی غذا حاصل کرتا ہے جتنی پیٹ کی ضرورت مجبور کرتی ہے اور اس کے بارے میں ہر بات کو بغض و عناد کے کانوں سے سنتا ہے۔ اگر کسی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مال دار ہو گیا ہے تو پھر یہ بھی کہنے میں آتا ہے کہ نادار ہو گیا ہے۔ اگر زندگی پر خوشی کی جاتی ہے تو مرنے پر غم بھی ہوتا ہے۔ یہ حالت ہے حالانکہ ابھی وہ دن نہیں آیا کہ جس میں پوری پوری مایوسی چھا جائے گی۔

---

(۳۶۷) وقال عليه السّلام: إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَضَعَ الثَّوَابَ عَلَى طَاعَتِهِ، وَالْعِقَابَ عَلَى مَعْصِيَتِهِ ذِيَادَةً لِعِبَادِهِ عَنْ نِقْمَتِهِ وَحِيَاشَةً لَهُمْ إِلَى جَنَّتِهِ۔

(۳۶۷) اللہ سبحانہٗ نے اپنی اطاعت پر ثواب اور اپنی معصیت پر سزا اس لئے رکھی ہے کہ اپنے بندوں کو عذاب سے دور کرے، اور جنّت کی طرف گھیر کر لے جائے۔

---

(۳۶۸) (وقال عليه السّلام: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى فِيهِمْ مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ، وَمِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اسْمُهُ،

(۳۶۸) لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا جب ان میں صرف قرآن کے نقوش اور اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اس وقت مسجدیں تعمیر و زینت کے لحاظ سے آباد اور ہدایت کے اعتبار سے ویران ہوں گی۔ ان میں ٹھہرنے والے اور



وَمَسَاجِدُهُمْ يَوْمَئِذٍ عَامِرَةٌ مِنَ الْبِنَاءِ، خَرَابٌ مِنَ الْهُدَى، سُكَّانُهَا وَعُمَّارُهَا شَرُّ أَهْلِ الْأَرْضِ: مِنْهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَإِلَيْهِمْ تَأْوِي الْخَطِيئَةُ، يَرُدُّونَ مَنْ شَذَّ عَنْهَا فِيهَا، وَيَسُوقُونَ مَنْ تَأَخَّرَ عَنْهَا إِلَيْهَا، يَقُولُ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ فَبِي حَلَفْتُ لَأَبْعَثَنَّ عَلَى أُولٰئِكَ فِتْنَةً أَتْرُكُ الْحَلِيمَ فِيهَا حَيْرَانَ وَقَدْ فَعَلَ، وَنَحْنُ نَسْتَقِيلُ اللّٰهَ عَثْرَةَ الْغَفْلَةِ)۔

انہیں آباد کرنے والے تمام اہل زمین میں سب سے بدتر ہوں گے۔ وہ فتنوں کا سرچشمہ اور گناہوں کا مرکز ہوں گے۔ جو ان فتنوں سے منہ موڑے گا انہیں انہی فتنوں کی طرف پلٹائیں گے اور جو قدم پیچھے ہٹائے گا، انہیں دھکیل کر ان کی طرف لائیں گے۔ ارشاد الٰہی ہے کہ "مجھے اپنی ذات کی قسم میں ان لوگوں پر ایسا فتنہ نازل کروں گا جس میں حلیم و بردبار کو حیران و سرگرداں چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ ہم اللہ سے غفلت کی ٹھوکروں سے عفو کے خواستگار ہیں۔

---

(۳۶۹) وروى أنه عليه السلام فلمّا اعتدل به المنبر إلا قال أمام الخطبة: أَيُّهَا النَّاسُ، اتَّقُوا اللّٰهَ فَمَا خُلِقَ امْرُؤٌ عَبَثًا فَيَلْهُوَ؛ وَلَا تُرِكَ سُدًى فَيَلْغُوَ! وَمَا دُنْيَاهُ الَّتِي تَحَسَّنَتْ لَهُ بِخَلَفٍ مِنَ الْآخِرَةِ الَّتِي قَبَّحَهَا سُوءُ النَّظَرِ عِنْدَهُ؛ وَمَا الْمَغْرُورُ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الدُّنْيَا بِأَعْلَى هِمَّتِهِ كَالْآخَرِ الَّذِي ظَفِرَ مِنَ الْآخِرَةِ بِأَدْنَى سُهْمَتِهِ۔

(۳۶۹) جب بھی آپ منبر پر رونق افروز ہوتے تو ایسا اتفاق کم ہوتا تھا کہ خطبہ سے پہلے یہ کلمات نہ فرمائیں۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو کیونکہ کوئی شخص بے کار پیدا نہیں کیا گیا کہ وہ کھیل کود میں پڑ جائے، اور نہ اُسے بے قید و بند چھوڑ دیا گیا ہے کہ بیہودگیاں کرنے لگے اور یہ دنیا جو اس کیلئے آراستہ و پیراستہ ہے اس آخرت کا عوض نہیں ہو سکتی کہ جس کو اس کی غلط نگاہ نے بُری صورت میں پیش کیا ہے۔ وہ فریب خوردہ جو اپنی بلند ہمتی سے دنیا حاصل کرنے میں کامیاب ہوا اس دوسرے شخص کے مانند نہیں ہو سکتا جس نے تھوڑا بہت آخرت کا حصہ حاصل کر لیا ہو۔

---

(۳۷۰) وقال عليه السّلام: لَا شَرَفَ أَعْلَى مِنَ الْإِسْلَامِ؛ وَلَا عِزَّ أَعَزُّ مِنَ التَّقْوَى؛ وَلَا مَعْقِلَ أَحْسَنُ مِنَ الْوَرَعِ وَلَا شَفِيعَ أَنْجَحُ مِنَ التَّوْبَةِ، وَلَا كَنْزَ أَغْنَى مِنَ الْقَنَاعَةِ وَلَا مَالَ أَذْهَبُ لِلْفَاقَةِ مِنَ الرِّضَا بِالْقُوتِ؛ وَمَنِ اقْتَصَرَ عَلَى بُلْغَةِ الْكَفَافِ فَقَدِ انْتَظَمَ

(۳۷۰) کوئی شرف اسلام سے بلند تر نہیں، کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ باوقار نہیں، کوئی پناہ گاہ پرہیزگاری سے بہتر نہیں، کوئی سفارش کرنے والا توبہ سے بڑھ کر کامیاب نہیں، کوئی خزانہ قناعت سے زیادہ بے نیاز کرنے والا نہیں، کوئی مال بقدر کفاف پر رضامند رہنے سے بڑھ کر فقر و احتیاج کا دور کرنے والا نہیں جو شخص قدر حاجت پر اکتفا کر لیتا ہے، وہ آسائش و راحت پا لیتا ہے اور آرام و

الرَّاحَةَ وَ تَبَوَّأَخَفْضَ الدَّعَةِ۔ وَالرَّغْبَةُ مِفْتَاحُ النَّصَبِ وَمَطِيَّةُ التَّعَبِ: وَالْحِرْصُ وَالْكِبْرُ وَالْحَسَدُ دَوَاعٍ إِلَى التَّقَحُّمِ فِى الذُّنُوبِ وَالشَّرُّ جَامِعٌ لِمَسَاوِى الْعُيُوبِ۔

آسودگی میں منزل بنالیتا ہے۔ خواہش و رغبت رنج و تکلیف کی کلید اور مشقت و اندوہ کی سواری ہے۔ حرص، تکبر اور حسد گناہوں میں پھاند پڑنے کے محرکات ہیں اور بد کرداری تمام بُرے عیوب کو حاوی ہے۔

---

(۳۷۱) وقال علیه السّلام: لِجَابِرِ بن عبدالله الأنصاری:

يَاجَابِرُ، قِوَامُ (الدِّينِ وَ) الدُّنْيَا بِأَرْبَعَةٍ: عَالِمٍ مُسْتَعْمِلٍ عِلْمَهُ، وَجَاهِلٍ لَايَسْتَنْكِفُ أَنْ يَتَعَلَّمَ، وَجَوَادٍ لَا يَبْخَلُ بِمَعْرُوفِهِ، وَفَقِيرٍ لَا لَايَبِيعُ آخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ؛ فَإِذَا ضَيَّعَ الْعَالِمُ عِلْمَهُ اسْتَنْكَفَ الْجَاهِلُ أَنْ يَتَعَلَّمَ؛ وَإِذَا بَخِلَ الْغَنِيُّ بِمَعْرُوفِهِ بَاعَ الْفَقِيرُ اٰخِرَتَهُ بِدُنْيَاهُ۔ يَاجَابِرُ مَنْ كَثُرَتْ نِعَمُ اللهِ عَلَيْهِ كَثُرَتْ حَوَائِجُ النَّاسِ إِلَيْهِ؛ فَمَنْ قَامَ لِلّٰهِ فِيهَا بِمَا يَجِبُ (فِيهَا) عَرَّضَهَا لِلدَّوَامِ وَالْبَقَاءِ وَمَنْ لَّمْ يَقُمْ فِيهَا بِمَا يَجِبُ عَرَّضَهَا لِلزَّوَالِ وَالْفَنَاءِ۔

(۳۷۱) جابر ابن عبداللہ انصاری سے فرمایا

اے جابر! چار قسم کے آدمیوں سے دین و دنیا کا قیام ہے (۱) عالم جو اپنے علم کو کام میں لاتا ہو، (۲) جاہل جو علم کے حاصل کرنے میں عار نہ کرتا ہو (۳) سخی جو داد و دہش میں بخل نہ کرتا ہو (۴) اور فقیر جو آخرت کو دنیا کے عوض نہ بیچتا ہو۔ تو جب عالم اپنے علم کو برباد کرے گا، تو جاہل اُس کے سیکھنے میں عار سمجھے گا، اور جب دولت مند نیکی و احسان میں بخل کرے گا تو فقیر اپنی آخرت دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

اے جابر جس پر اللہ کی نعمتیں زیادہ ہوں گی لوگوں کی حاجتیں بھی اُس کے دامن سے زیادہ وابستہ ہوں گی۔ لہٰذا جو شخص ان نعمتوں پر عائد ہونے والے حقوق کو اللہ کی خاطر ادا کرے گا، وہ ان کے لئے دوام و ہمیشگی کا سامان کرے گا اور جو ان واجب حقوق کے ادا کرنے کیلئے کھڑا نہیں ہوگا، وہ انہیں فنا و بربادی کی زد پر لے آئے گا۔

---

(۳۷۲) وروى ابن جرير الطبرى فى تاريخة عن عبدالرحمٰن بن أبى ليلى الفقيه۔ وكَانَ ممن خرج لقتال الحجاج مع ابن الأشعث۔ انه قَال فِيما كان يحض به الناس على الجهاد إلى سمعت عليا عليه السّلام يقول يوم القيناأهل الشام۔

أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ؛ إِنَّهُ مَنْ رَأَى عُدْوَانًا يُعْمَلُ بِهِ وَمُنْكَرًا يُدْعَى إِلَيْهِ فَأَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ سَلِمَ وَبَرِئَ۔ وَ مَنْ أَنْكَرَهُ بِلِسَانِهِ فَقَدْ أُجِرَ وَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهِ وَمَنْ أَنْكَرَهُ بِالسَّيْفِ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللهِ هِيَ الْعُلْيَا وَكَلِمَةُ الظّٰلِمِينَ هِيَ السُّفْلٰى فَذٰلِكَ الَّذِىْ أَصَابَ سَبِيلَ الْهُدٰى، وَقَامَ عَلَى الطَّرِيقِ، وَنَوَّرَ فِى قَلْبِهِ الْيَقِينُ۔

(۳۷۲) ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلٰی فقیہ سے روایت کی ہے اور یہ اُن لوگوں میں سے تھے جو ابن اشعث کے ساتھ حجاج سے لڑنے کے لئے نکلے تھے کہ وہ لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے لئے کہتے تھے کہ جب اہل شام سے لڑنے کے لئے بڑھے تو میں نے علی علیہ السلام کو فرماتے سنا۔

اے اہل ایمان! جو شخص دیکھے کہ ظلم و عدوان پر عمل ہو رہا ہے اور برائی کی طرف دعوت دی جارہی ہے اور وہ دل سے اُسے بُرا سمجھے تو وہ (عذاب سے) محفوظ اور (گناہ سے) بری ہوگیا، اور جو زبان سے اُسے بُرا کہے وہ ماجور ہے اور صرف دل سے بُرا سمجھنے والے سے افضل ہے اور جو شخص شمشیر بکف ہو کر اس بُرائی کے خلاف کھڑا ہوتا کہ اللہ کا بول بالا ہو، اور ظالموں کی بات گر جائے، تو یہی وہ شخص ہے جس نے ہدایت کی راہ کو پالیا اور سیدھے راستے پر ہولیا اور اُس کے دل میں یقین نے روشنی پھیلا دی۔

---

(۳۷۳) وفى كلام اخر له يجرى هٰذا المجرى: فَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ لِلْمُنْكَرِ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ فَذٰلِكَ الْمُسْتَكْمِلُ لِخِصَالِ الْخَيْرِ، وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِلِسَانِهِ وَقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ فَذٰلِكَ مُتَمَسِّكٌ بِخَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ الْخَيْرِ وَمُضَيِّعٌ خَصْلَةً وَمِنْهُمُ الْمُنْكِرُ بِقَلْبِهِ وَالتَّارِكُ بِيَدِهِ وَلِسَانِهِ فَذٰلِكَ الَّذِىْ ضَيَّعَ أَشْرَفَ الْخَصْلَتَيْنِ مِنَ الثَّلَاثِ وَتَمَسَّكَ بِوَاحِدَةٍ وَمِنْهُمْ تَارِكٌ لِإِنْكَارِ الْمُنْكَرِ بِلِسَانِهِ وَ قَلْبِهِ وَيَدِهِ فَذٰلِكَ مَيِّتُ الْأَحْيَاءِ۔ وَمَاأَعْمَالُ الْبِرِّ كُلُّهَا وَالْجِهَادُ فِى سَبِيلِ اللهِ عِنْدَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ إِلَّا كَنَفْثَةٍ فِى بَحْرٍ لُجِّيٍّ وَإِنَّ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ لَايُقَرِّبَانِ مِنْ أَجَلٍ، وَلَا يَنْقُصَانِ مِنْ رِزْقٍ، وَأَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ كُلِّهِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ إِمَامٍ جَائِرٍ۔

(۳۷۳) اسی انداز پر حضرت کا ایک یہ کلام ہے۔ لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو برائی کو ہاتھ، زبان اور دل سے بُرا سمجھتا ہے۔ چنانچہ اُس نے اچھی خصلتوں کو پورے طور سے حاصل کرلیا ہے اور ایک وہ ہے جو زبان اور دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن ہاتھ سے اُسے نہیں مٹاتا تو اُس نے اچھی خصلتوں میں سے دو خصلتوں سے ربط رکھا اور ایک خصلت کو رائیگاں کردیا اور ایک وہ ہے جو دل سے بُرا سمجھتا ہے لیکن اُسے مٹانے کے لئے ہاتھ اور زبان کسی سے کام نہیں لیتا۔ اُس نے تین خصلتوں میں سے دو عمدہ خصلتوں کو ضائع کردیا اور صرف ایک سے وابستہ رہا اور ایک وہ ہے جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے اور نہ دل سے بُرائی کی روک تھام کرتا ہے، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاش ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمام اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقابلہ میں ایسے ہیں، جیسے گہرے دریا میں لعاب دہن کے ریزے ہوں۔ یہ نیکی کا حکم دینا، اور برائی سے روکنا ایسا نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے موت قبل از وقت آجائے، یا رزق معین میں کمی ہوجائے اور ان سب سے بہتر وہ حق بات ہے جو کسی جابر حکمران کے سامنے کہی جائے۔

---

(۳۷۴) وَعَن أبی جحیفه قال : سمعت أمیر المؤمنین علیه السلام یقول أَوَّلُ مَا تُغْلَبُونَ عَلَیْهِ مِنَ الْجِهَادِ الْجِهَادُ بِأَیْدِیکُم ثُمَّ بِأَلْسِنَتِکُمْ ثُمَّ بِقُلُوبِکُمْ فَمَنْ لَمْ یَعْرِفْ بِقَلْبِهِ مَعْرُوفًا وَلَمْ یُنْکِرْ مُنْکَرًا قُلِبَ فَجُعِلَ أَعْلَاهُ أَسْفَلَهُ وَأَسْفَلُهُ أَعْلَاهُ۔

(۳۷۴) ابو جحیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے امیر المومنینؑ کو فرماتے سنا کہ پہلا جہاد کہ جس سے تم مغلوب ہو جاؤ گے ہاتھ کا جہاد ہے۔ پھر زبان کا، اور پھر دل کا جس نے دل سے بھلائی کو اچھا اور برائی کو بُرا نہ سمجھا، اُسے الٹ پلٹ کر دیا جائے گا۔ اس طرح کہ اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا جائے گا۔

---

(۳۷۵) وقال علیه السّلام إِنَّ الْحَقَّ ثَقِیلٌ مَرِیءٌ، وَإِنَّ الْبَاطِلَ خَفِیفٌ وَبِیءٌ۔

(۳۷۵) حق گراں، مگر خوش گوار ہوتا ہے اور باطل ہلکا، مگر وبا پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

---

(۳۷۶) وقال علیه السّلام : لَا تَأْمَنَنَّ عَلَىٰ خَیْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَذَابَ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ : (فَلَا یَأْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ) وَلَا تَیْأَسَنَّ لِشَرِّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ لِقَوْلِهِ تَعَالَىٰ: إِنَّهُ لَا یَیْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْکَافِرُونَ)۔

(۳۷۶) اُس امّت کے بہترین شخص کے بارے میں بھی اللہ کے عذاب سے بالکل مطمئن نہ ہو جاؤ کیونکہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے کہ ''گھاٹا اٹھانے والے لوگ ہی اللہ کے عذاب سے مطمئن ہو بیٹھے ہیں۔'' اور اس امت کے بدترین آدمی کے بارے میں بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ ''خدا کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی اور نا امید نہیں ہوا۔''

---

(۳۷۷) وقال علیه السّلام : اَلْبُخْلُ جَامِعٌ لِمَسَاوِی الْعُیُوبِ، وَهُوَ زِمَامٌ یُقَادُ بِهِ إِلَىٰ کُلِّ سُوءٍ۔

(۳۷۷) بخل تمام بُرے عیوب کا مجموعہ ہے اور ایسی مہار ہے جس سے ہر بُرائی کی طرف کھینچ کر جایا جا سکتا ہے۔

---

(۳۷۸) وقال علیه السّلام : الرِّزْقُ رِزْقَانِ: رِزْقٌ تَطْلُبُهُ، وَرِزْقٌ یَطْلُبُكَ فَإِنْ لَمْ تَأْتِهِ أَتَاكَ۔ فَلَا تَحْمِلْ هَمَّ سَنَتِكَ عَلَىٰ هَمِّ یَوْمِكَ کَفَاكَ کُلَّ یَوْمٍ عَلَىٰ مَا فِیهِ، فَإِنْ تَکُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَإِنَّ

(۳۷۸) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کی تلاش میں تم ہو، اور ایک وہ جو تمہاری جستجو میں ہے۔ اگر تم اس تک نہ پہنچ سکو گے، تو وہ تم تک پہنچ کر رہے گا۔ لہٰذا اپنے ایک دن کی فکر پر سال بھر کی فکریں نہ لادو۔ جو ہر دن کا رزق ہے وہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی ہے تو اللہ ہر نئے دن جو روزی اُس نے تمہارے



اللّٰهَ تَعَالَىٰ سَیُؤْتِیكَ فِی کُلِّ غَدٍ جَدِیدٍ مَا قَسَمَ لَكَ، وَإِنْ لَمْ تَکُنِ السَّنَةُ مِنْ عُمُرِكَ فَمَا تَصْنَعُ بِالْهَمِّ لِمَا لَیْسَ لَكَ، وَلَنْ یَسْبِقَكَ إِلَىٰ رِزْقِكَ طَالِبٌ، وَلَنْ یَغْلِبَكَ عَلَیْهِ غَالِبٌ، وَلَنْ یُبْطِئَ عَنْكَ مَا قَدْ قُدِّرَ لَكَ۔

لئے مقرر کر رکھی ہے وہ تمہیں دے گا اور اگر تمہاری عمر کا کوئی سال باقی نہیں ہے تو پھر اس چیز کی فکر کیوں کرو، جو تمہارے لئے نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی طلبگار تمہارے رزق کی طرف سے آگے بڑھ نہیں سکتا اور نہ کوئی غلبہ پانے والا اس میں تم پر غالب آ سکتا ہے اور جو تمہارے لئے مقدر ہو چکا ہے اس کے ملنے میں کبھی تاخیر نہ ہوگی۔

قال الرضی: وقد مضی هذا الکلام فیما تقدم من هذا الباب، إلا أنه ههنا أوضح وأشرح، فلذلك کررناه علی القاعدة المقررة فی اول الکتاب۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام اسی باب میں پہلے بھی درج ہو چکا ہے مگر یہاں کچھ زیادہ وضاحت و تشریح کے ساتھ تھا اس لئے ہم نے اس کا اعادہ کیا ہے اُس قاعدے کی بناء پر جو کتاب کے دیباچہ میں گزر چکا ہے۔

---

(۳۷۹) وقال علیه السّلام : رُبَّ مُسْتَقْبِلٍ یَوْمًا لَیْسَ بِمُسْتَدْبِرِهِ، وَمَغْبُوطٍ فِی أَوَّلِ لَیْلِهِ قَامَتْ بَوَاکِیهِ فِی آخِرِهِ۔

(۳۷۹) بہت سے لوگ ایسے دن کا سامنا کرتے ہیں جس سے انہیں پیٹھ پھرانا نہیں ہوتا اور بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ رات کے پہلے حصے میں اُن پر رشک کیا جاتا ہے اور آخر حصہ میں اُن پر رونے والیوں کا کہرام بپا ہوتا ہے۔

---

(۳۸۰) وقال علیه السّلام : الْکَلَامُ فِی وَثَاقِكَ مَا لَمْ تَتَکَلَّمْ بِهِ فَإِذَا تَکَلَّمْتَ بِهِ صِرْتَ فِی وَثَاقِهِ فَاخْزُنْ لِسَانَكَ کَمَا تَخْزُنُ ذَهَبَكَ وَوَرِقَكَ، فَرُبَّ کَلِمَةٍ سَلَبَتْ نِعْمَةً (وَجَلَبَتْ نِقْمَةً)

(۳۸۰) کلام تمہارے قید و بند میں ہے جب تک تم نے اُسے کہا نہیں ہے اور جب کہہ دیا تو تم اُس کی قید و بند میں ہو۔ لہٰذا اپنی زبان کی اسی طرح حفاظت کرو، جس طرح اپنے سونے چاندی کی حفاظت کرتے ہو کیونکہ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو کسی بڑی نعمت کو چھین لیتی اور مصیبت کو نازل کر دیتی ہیں۔

---

(۳۸۱) وقال علیه السّلام : لَا تَقُلْ مَا لَا تَعْلَمُ بَلْ لَا تَقُلْ کُلَّ مَا تَعْلَمُ فَإِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ عَلَىٰ جَوَارِحِكَ (کلها) فَرَائِضَ یَحْتَجُّ بِهَا عَلَیْكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

(۳۸۱) جو نہیں جانتے اُسے نہ کہو، بلکہ جو جانتے ہو، وہ بھی سب کا سب نہ کہو کیونکہ اللہ سبحانہ نے تمہارے تمام اعضاء پر کچھ فرائض عائد کئے ہیں جن کے ذریعہ قیامت کے دن تم پر حجّت لائے گا۔

---

(٣٨٢) وقال عليه السّلام: إِحْذَرْ أَنْ يَرَاكَ اللّٰهُ عِنْدَ مَعْصِيَتِهِ وَيَفْقِدَكَ عِنْدَ طَاعَتِهِ فَتَكُونُ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، وَإِذَا قَوِيْتَ فَاقْوَ عَلٰى طَاعَةِ وَإِذَا ضَعُفْتَ فَاضْعُفْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔

(٣٨٢) اس بات سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہیں اپنی معصیت کے وقت موجود اور اپنی اطاعت کے وقت غیر حاضر پائے، تو تمہارا شمار گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوگا۔ جب قوی و توانا ثابت ہونا ہو تو اللہ کی اطاعت پر اپنی قوت دکھاؤ اور کمزور بننا ہو تو اُس کی معصیت سے کمزوری دکھاؤ۔

---

(٣٨٣) وقال عليه السّلام: الرُّكُونُ إِلَى الدُّنْيَا مَعَ مَاتُعَايِنُ مِنْهَا جَهْلٌ وَالتَّقْصِيْرُ فِيْ حُسْنِ الْعَمَلِ إِذَا وَثِقْتَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ غَبْنٌ وَالطَّمَانِيْنَةُ إِلَى كُلِّ أَحَدٍ قَبْلَ الْاِخْتِبَارِ عَجْزٌ۔

(٣٨٣) دنیا کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھکنا جہالت ہے اور حسن عمل کے ثواب کا یقین رکھتے ہوئے اس میں کوتاہی کرنا گھاٹا اٹھانا ہے، اور پرکھے ہر ایک پر بھروسا کر لینا عجز و کمزوری ہے۔

---

(٣٨٤) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مِنْ هَوَانِ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُعْصَى إِلَّا فِيْهَا، وَلَا يَنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِتَرْكِهَا۔

(٣٨٤) اللہ کے نزدیک دنیا کی حقارت کے لئے یہی بہت ہے کہ اللہ کی معصیت ہوتی ہے تو اس میں اور اس کے یہاں کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں تو اسے چھوڑنے سے۔

---

(٣٨٥) وقال عليه السَّلَامُ: مَنْ طَلَبَ شَيْئًا نَالَهُ أَوْ بَعْضَهُ۔

(٣٨٥) جو شخص کسی چیز کو طلب کرے، تو اُسے یا اُس کے بعض حصہ کو پالے گا۔ (جویندہ یابندہ)

---

(٣٨٦) وقال عليه السّلامُ: مَاخَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ، وَمَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ وَكُلُّ نَعِيْمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُوْرٌ، وَكُلُّ بَلَاءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِيَةٌ۔

(٣٨٦) وہ بھلائی بھلائی نہیں جس کے بعد دوزخ کی آگ ہو اور وہ بُرائی بُرائی نہیں جس کے بعد جنت ہو۔ جنت کے سامنے ہر نعمت حقیر، اور دوزخ کے مقابلہ میں ہر مصیبت راحت ہے۔

---

(٣٨٧) وقال عليه السّلام: أَلَا وَإِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةَ؛ وَأَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ؛ وَأَشَدُّ مِنْ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ؛ أَلَا وَإِنَّ مِنَ النِّعَمِ سَعَةُ الْمَالِ، وَأَفْضَلُ مِنْ سَعَةِ الْمَالِ صِحَّةُ الْبَدَنِ؛ وَأَفْضَلُ مِنْ صِحَّةِ الْبَدَنِ تَقْوَى الْقَلْبِ۔

(٣٨٧) اس بات کو جانے رہو کہ فقر و فاقہ ایک مصیبت ہے، اور فقر سے زیادہ سخت جسمانی امراض ہیں، اور جسمانی امراض سے زیادہ سخت دل کا روگ ہے۔ یاد رکھو کہ مال کی فراوانی ایک نعمت ہے اور مال کی فراوانی سے بہتر صحت بدن ہے، اور صحت بدن سے بہتر دل کی پرہیز گاری ہے۔

---

(٣٨٨) (وقال عليه السّلام: مَنْ أَبْطَأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ وفي رواية أُخْرَى: مَنْ فَاتَهُ حَسَبُ نَفْسِهِ لَمْ يَنْفَعْهُ حَسَبُ آبَائِهِ)۔

(٣٨٨) جسے عمل پیچھے ہٹائے، اُسے نسب آگے نہیں بڑھا سکتا (ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے) جسے ذاتی شرف و منزلت حاصل نہ ہو، اُسے آباؤ اجداد کی منزلت کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

---

(٣٨٩) (وقال عليه السّلام: لِلْمُؤْمِنِ ثَلَاثُ سَاعَاتٍ: فَسَاعَةٌ يُنَاجِيْ فِيْهَا رَبَّهُ؛ وَسَاعَةٌ يَرُمُّ مَعَاشَهُ؛ وَسَاعَةٌ يُخَلِّيْ بَيْنَ نَفْسِهِ وَبَيْنَ لَذَّتِهَا فِيْمَا يَحِلُّ وَيَجْمُلُ وَلَيْسَ لِلْعَاقِلِ أَنْ يَكُوْنَ شَاخِصًا إِلَّا فِيْ ثَلَاثٍ مَرَمَّةٍ لِمَعَاشٍ، أَوْ خُطْوَةٍ فِيْ مَعَادٍ أَوْ لَذَّةٍ فِيْ غَيْرِ مُحَرَّمٍ۔

(٣٨٩) مومن کے اوقات تین ساعتوں پر منقسم ہوتے ہیں ایک وہ کہ جس میں اپنے پروردگار سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور ایک وہ کہ جس میں اپنے معاش کا سروسامان کرتا ہے، اور وہ کہ جسمیں حلال و پاکیزہ لذتوں میں اپنے نفس کو آزاد چھوڑ دیتا ہے عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ گھر سے دور ہو۔ مگر تین چیزوں کیلئے ''معاش کے بندوبست کیلئے یا امر آخرت کی طرف قدم اٹھانے کیلئے، یا ایسی لذت اندوزی کیلئے کہ جو حرام نہ ہو۔

---

(٣٩٠) وقال عليه السّلام: ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُبَصِّرْكَ اللّٰهُ عَوْرَاتِهَا؛ وَلَا تَغْفُلْ فَلَسْتَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْكَ۔

(٣٩٠) دنیا سے بے تعلق رہو، تاکہ اللہ تم میں دنیا کی برائیوں کا احساس پیدا کرے۔ اور غافل نہ ہو اس لئے کہ تمہاری طرف سے غافل نہیں ہوا جائے گا۔

---

(٣٩١) وقال عليه السّلام: تَكَلَّمُوْا تُعْرَفُوْا؛ فَإِنَّ الْمَرْءَ مَخْبُوْءٌ تَحْتَ لِسَانِهِ۔

(٣٩١) بات کرو، تاکہ پہچانے جاؤ، کیونکہ آدمی اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔

---

(٣٩٢) وقال عليه السّلام: خُذْ مِنَ الدُّنْيَا مَا أَتَاكَ، وَتَوَلَّ عَمَّا تَوَلّٰى عَنْكَ فَإِنْ أَنْتَ لَمْ تَفْعَلْ فَأَجْمِلْ فِي الطَّلَبِ۔

(٣٩٢) جو دنیا سے تمہیں حاصل ہوا اُسے لے لو اور جو چیز رخ پھیر لے اُس سے منہ موڑے رہو۔ اور اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تحصیل و طلب میں میانہ روی اختیار کرو۔

---

(٣٩٣) وقال عليه السّلام: رُبَّ قَوْلٍ

(٣٩٣) بہت سے کلمے حملہ سے زیادہ اثر و نفوذ

أَنْفَذُ مِنْ صَوْلٍ۔

رکھتے ہیں۔"

---

(۳۹۴) وقال علیہ السّلام: كُلُّ مُقْتَصَرٍ عَلَيْهِ كَافٍ۔

(۳۹۴) جس چیز پر قناعت کر لی جائے وہ کافی ہے۔

---

(۳۹۵) وقال علیہ السّلام: اَلْمَنِيَّةُ وَلَا الدَّنِيَّةُ! وَالتَّقَلُّلُ وَلَا التَّوَسُّلُ وَمَنْ لَمْ يُعْطَ قَاعِدًا لَمْ يُعْطَ قَائِمًا، وَالدَّهْرُ يَوْمَانِ: يَوْمٌ لَكَ، وَيَوْمٌ عَلَيْكَ فَإِذَا كَانَ لَكَ فَلَا تَبْطَرْ، وَإِذَا كَانَ عَلَيْكَ فَاصْبِرْ۔

(۳۹۵) موت ہو اور ذلّت نہ ہو کم ملے اور دوسروں کو وسیلہ بنانا نہ ہو۔ جسے بیٹھے بٹھائے نہیں ملتا اُسے اٹھنے سے بھی کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ زمانہ دو دنوں پر منقسم ہے۔ ایک دن تمہارے موافق ہے اور ایک تمہارے مخالف۔ جب موافق ہو تو اتراؤ نہیں اور جب مخالف ہو تو صبر کرو۔

---

(۳۹۶) (وقال علیہ السّلام: نِعْمَ الطِّيبُ الْمِسْكُ خَفِيفٌ مَحْمِلُهُ، عَطِرٌ رِيحُهُ)

(۳۹۶) بہترین خوشبو مشک ہے جس کا ظرف ہلکا اور مہک عطر بار ہے۔

---

(۳۹۷) وقال علیہ السّلام: ضَعْ فَخْرَكَ، وَاحْطُطْ كِبْرَكَ، وَاذْكُرْ قَبْرَكَ)

(۳۹۷) فخر و سر بلندی کو چھوڑو، تکبر و غرور کو مٹاؤ اور قبر کو یاد رکھو۔

---

(۳۹۸) (وقال علیہ السّلام: إِنَّ لِلْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ حَقًّا، وَإِنَّ لِلْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ حَقًّا، فَحَقُّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ أَنْ يُطِيعَهُ فِي كُلِّ شَيْءٍ، إِلَّا فِي مَعْصِيَةِ اللهِ سُبْحَانَهُ، وَحَقُّ الْوَلَدِ عَلَى الْوَالِدِ أَنْ يُحَسِّنَ اسْمَهُ۔ وَيُحَسِّنَ أَدَبَهُ، وَيُعَلِّمَهُ الْقُرْآنَ)۔

(۳۹۸) ایک حق فرزند کا باپ پر ہوتا ہے اور ایک حق باپ کا فرزند پر ہوتا ہے۔ باپ کا فرزند پر یہ حق ہے کہ وہ سوائے اللہ کے معصیت کے ہر بات میں اُس کی اطاعت کرے اور فرزند کا باپ پر یہ حق ہے کہ اس کا نام اچھا تجویز کرے، اچھے اخلاق و آداب سے آراستہ کرے، اور قرآن کی اُسے تعلیم دے۔

---

(۳۹۹) وقال علیہ السلام: اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَالرُّقَى حَقٌّ، وَالسِّحْرُ حَقٌّ وَالْفَالُ حَقٌّ وَالطِّيَرَةُ لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالْعَدْوَى لَيْسَتْ بِحَقٍّ، وَالطِّيبُ نُشْرَةٌ، وَالْعَسَلُ نُشْرَةٌ، وَالرُّكُوبُ نُشْرَةٌ، وَالنَّظَرُ إِلَى الْخُضْرَةِ نُشْرَةٌ۔

(۳۹۹) چشم بد، افسوں، سحر اور فال نیک ان سب سے واقعیت ہے۔ البتہ فال بد اور ایک کی بیماری کا دوسرے کو لگ جانا غلط ہے۔ خوشبو سونگھنا، شہد کھانا، سواری کرنا اور سبزے پر نظر کرنا غم و اندوہ اور قلق و اضطراب کو دور کرتا ہے۔



طیرہ کے معنی فال بد اور تفال کے معنی فال نیک کے ہوتے ہیں۔ شرعی لحاظ سے کسی چیز سے بُرا شگون لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور یہ صرف توہمات کا کرشمہ ہے، اس بدشگونی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ کیومرث کے بیٹوں نے رات کے پہلے حصہ میں مرغ کی اذان سنی، اور اتفاق سے اُسی رات کو کیومرث کا انتقال ہوگیا جس سے انہیں یہ توہم ہوا کہ مرغ کا بے وقت اذان دینا کسی خبرِ غم کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس مرغ کو ذبح کر دیا، اور بعد میں مختلف حادثوں کا مختلف چیزوں سے خصوصی تعلق قائم کر لیا گیا۔

البتہ فال نیک لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب ہجرت پیغمبرؐ کے بعد قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو آنحضرت کو گرفتار کرے گا تو اُسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے تو ابو بریدہ اسلمی اپنے قبیلہ کے ستّر آدمیوں کے ہمراہ آپ کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ اور جب ایک منزل پر آمنا سامنا ہوا تو آنحضرت نے پوچھا تم کون ہو اُس نے کہا کہ بریدہ ابن خصیب حضرت نے یہ نام سنا تو فرمایا بردا مرنا" ہمارا معاملہ خوشگوار ہوگیا" پھر پوچھا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا کہ اسلم سے تو فرمایا کہ سلمنا" ہم نے سلامتی پائی۔" پھر دریافت کیا کہ کس شاخ سے ہو؟ اُس نے کہا بنی سہم سے تو فرمایا کہ خَرَجَ سَهْمُكَ "تمہارا تیر نکل گیا" بریدہ اس انداز گفتگو اور حسنِ گفتار سے بہت متاثر ہوا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا کہ محمد ابن عبداللہ...... یہ سن کر بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلا اشھد انك رَسُوْلُ اللهِ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قریش کے انعام سے دستبردار ہو کر دولت ایمان سے مالا مال ہوگیا۔

---

(۴۰۰) وقال علیہ السّلام: مُقَارَبَةُ النَّاسِ فِي أَخْلَاقِهِمْ أَمْنٌ مِنْ غَوَائِلِهِمْ۔

(۴۰۰) لوگوں سے ان کے اخلاق و اطوار میں ہمرنگ ہونا ان کے شر سے محفوظ ہو جانا ہے۔

---

(۴۰۱) وقال علیہ السّلام: لبعض مخاطبيه وقد تكلم بكلمة يستصغر مثله عن قول مثلها: لَقَدْ طِرْتَ شَكِيرًا، وَهَدَرْتَ سَقْبًا۔

قال الرضی: والشكير ههنا: اوّل ما ينبت من ريش الطائر قبل أن يقوى الابل، ولا يهدر الابعد أن يستفحل۔

(۴۰۱) ایک ہم کلام ہونے والے سے کہ جس نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک بات کہی تھی، فرمایا تم پر نکلتے ہی اڑنے لگے اور جوان ہونے سے پہلے بلبلانے لگے۔

"(سید رضی فرماتے ہیں) کہ اس فقرہ میں شکیر سے مراد وہ پر ہیں جو پہلے پہل نکلتے ہیں اور ابھی مضبوط و مستحکم نہیں ہونے پاتے، اور سقب اونٹ کے بچے کو کہتے ہیں اور وہ اس وقت بلبلاتا ہے جب جوان ہو جاتا ہے۔

---

(۴۰۲) وقال علیہ السّلام: مَنْ أَوْمَأَ إِلَى مُتَفَاوِتٍ خَذَلَتْهُ الْحِيَلُ۔

(۴۰۲) جو شخص مختلف چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے اس کی ساری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں "طَلَبُ الْكُلِّ، فَوْتُ الْكُلِّ۔"

---

(۴۰۳) وقال علیه السّلام: وَ قَدْ سُئِلَ عَنْ مَعْنِی قَوْلِهِمْ (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ) إِنَّا لَا نَمْلِكُ مَعَ اللّٰهِ شَيْئًا، وَلَا نَمْلِكُ إِلَّا مَا مَلَّكَنَا فَمَتَی مَلَّكَنَا مَاهُوَ أَمْلَكُ بِهٖ مِنَّا كَلَّفَنَا وَمَتٰی أَخَذَهٗ مِنَّا وَضَعَ تَكْلِيفَهٗ عَنَّا۔

(۴۰۳) حضرت سے لاحول ولا قوۃ الا باللہ (قوت و توانائی نہیں مگر اللہ کے سبب سے) کے معنے دریافت کئے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس نے جن چیزوں کا ہمیں مالک بنایا ہے بس ہم انہیں پر اختیار رکھتے ہیں تو جب اس نے ہمیں ایسی چیز کا مالک بنایا جس پر وہ ہم سے زیادہ اختیار رکھتا ہے تو ہم پر شرعی ذمہ داریاں عائد کیں اور جب اس چیز کو واپس لے لے گا تو ہم سے اس ذمہ داری کو بھی برطرف کر دے گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو کسی سے پر مستقلاً تملک و اختیار حاصل نہیں بلکہ یہ حق ملکیت وقوت تصرف وقدرت کا بخشا ہوا ایک عطیہ ہے اور جب تک یہ تملک و اختیار باقی رہتا ہے، تکلیف شرعی برقرار رہتی ہے اور اُسے سلب کرلیا جاتا ہے، تو تکلیف بھی برطرف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا تکلیف مالا یطاق ہے جو کسی حکیم و دانا کی طرف سے عائد نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ نے اعضاء و جوارح میں اعمال کے بجالانے کی قوت ودیعت فرمانے کے بعد ان سے تکلیف متعلق کی۔ لہٰذا جب تک یہ قوت باقی رہے گی، ان سے تکلیف کا تعلق رہے گا اور اس وقت کے سلب کر لینے کے بعد تکلیف بھی برطرف ہو جائے گی، جیسے زکوٰۃ کا فریضہ اُسی وقت عائد ہوتا ہے جب دولت ہو، اور جب وہ دولت کو چھین لے گا، تو اس کے نتیجہ میں زکوٰۃ کا وجوب بھی ساقط کر دے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں تکلیف کا عائد کرنا عقلاً قبیح ہے۔

---

(۴۰۴) وقال علیه السّلام: لعمار بن یاسر، وقد سمعه یراجع المغیرة بن شعبة کلامًا: دَعْهُ يَا عَمَّارُ، فَإِنَّهٗ لَمْ يَأْخُذْ مِنَ الدِّينِ إِلَّا مَا قَارَبَهٗ مِنَ الدُّنْيَا، وَعَلَی عَمْدٍ لَبَّسَ عَلٰی نَفْسِهٖ لِيَجْعَلَ الشُّبُهَاتِ عَاذِرًا لِسَقَطَاتِهٖ۔

(۴۰۴) عمار بن یاسر کو جب مغیرہ ابن شعبہ سے سوال و جواب کرتے سنا تو اُن سے فرمایا، اے عمار اسے چھوڑو۔ اُس نے دین سے بس وہ لیا ہے جو اُسے دنیا سے قریب کرے اور اُس نے جان بوجھ کر اپنے کو اشتباہ میں ڈال رکھا ہے تاکہ ان شبہات کو اپنی لغزشوں کے لئے بہانہ قرار دے سکے۔

---

(۴۰۵) وقال علیه السّلام: مَا أَحْسَنَ تَوَاضُعَ الْأَغْنِيَاءِ لِلْفُقَرَاءِ طَلَبًا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ! وَأَحْسَنُ مِنْهُ تِيهُ الْفُقَرَاءِ عَلَی الْأَغْنِيَاءِ اتِّكَالًا عَلَی اللّٰهِ۔

(۴۰۵) اللہ کے یہاں اجر کے لئے دولتمندوں کا فقیروں سے عجز و انکساری برتنا کتنا اچھا ہے، اور اس سے اچھا فقراء کا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دولت مندوں کے مقابلہ میں غرور سے پیش آنا ہے۔

---

(۴۰۶) وقال علیه السّلام: مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰهُ

(۴۰۶) اللہ نے کسی شخص کو عقل ودیعت نہیں کی ہے۔ مگر یہ



امْرَأً عِقْلًا إِلَّا اسْتَنْقَذَهٗ بِهٖ يَوْمًا مَّا۔

کہ وہ کسی دن اُسکے ذریعہ سے اُسے تباہی سے بچائے گا۔

---

(۴۰۷) وقال علیه السّلام: مَنْ صَارَعَ الْحَقَّ صَرَعَهٗ۔

(۴۰۷) جو حق سے ٹکرائے گا، حق اُسے پچھاڑ دے گا۔

---

(۴۰۸) وقال علیه السّلام: اَلْقَلْبُ مُصْحَفُ الْبَصَرِ۔

(۴۰۸) دل آنکھوں کا صحیفہ ہے۔

---

(۴۰۹) وقال علیه السّلام: اَلتُّقٰی رَئِيسُ الْأَخْلَاقِ۔

(۴۰۹) تقویٰ تمام خصلتوں کا سرتاج ہے۔

---

(۴۱۰) وقال علیه السّلام: لَا تَجْعَلَنَّ ذَرَبَ لِسَانِكَ عَلٰی مَنْ أَنْطَقَكَ، وَبَلَاغَةَ قَوْلِكَ عَلٰی مَنْ سَدَّدَكَ۔

(۴۱۰) جس ذات نے تمہیں بولنا سکھایا ہے اُسی کے خلاف اپنی زبان کی تیزی صرف نہ کرو اور جس نے تمہیں راہ پر لگایا ہے اسکے مقابلے میں فصاحت گفتار کا مظاہرہ نہ کرو۔

---

(۴۱۱) وقال علیه السّلام: كَفَاكَ أَدَبًا لِنَفْسِكَ اجْتِنَابُ مَا تَكْرَهُهٗ مِنْ غَيْرِكَ۔

(۴۱۱) تمہارے نفس کی آراستگی کے لئے یہی کافی ہے کہ جس چیز کو اوروں کے لئے ناپسند کرتے ہو اُس سے خود بھی پرہیز کرو۔

---

(۴۱۲) وقال علیه السّلام: مَنْ صَبَرَ صَبْرَ الْأَحْرَارِ، وَإِلَّا سَلَا سُلُوَّ الْأَغْمَارِ۔

(۴۱۲) جوانمردوں کی طرح صبر کرے، نہیں تو سادہ لوحوں کی طرح بھول بھال کر چپ ہوگا۔

---

(۴۱۳) وفی خبر آخر أنه علیه السّلام قال للأشعث بن قیس معزیًا إِنْ صَبَرْتَ صَبْرَ الْأَكَارِمِ؛ وَإِلَّا سَلَوْتَ سُلُوَّ الْبَهَائِمِ۔

(۴۱۳) ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اشعث ابن قیس کو تعزیت دیتے ہوئے فرمایا اگر بزرگوں کی طرح تم نے صبر کیا، تو خیر! ورنہ چوپاؤں کی طرح ایک دن بھول جاؤ گے۔

---

(۴۱۴) وقال علیه السّلام فی صفة الدنیا: تَغُرُّ وَتَضُرُّ وَتَمُرُّ؛ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی

(۴۱۴) دنیا کے متعلق فرمایا۔
دنیا دھوکے باز، نقصان رساں اور رواں دواں ہے۔ اللہ نے اپنے دوستوں کے لئے اسے بطورِ ثواب پسند نہیں کیا،

لَمْ يَرْضَهَا ثَوَابًا لِأَوْلِيَائِهِ، وَلَا عِقَابًا لِأَعْدَائِهِ؛ وَإِنَّ أَهْلَ الدُّنْيَا كَرَكْبٍ بَيْنَاهُمْ حَلُّوا إِذْصَاحَ بِهِمْ سَائِقُهُمْ فَارْتَحَلُوا۔

اور نہ دشمنوں کے لئے اسے بطورِ سزا پسند کیا۔ اہل دنیا سواروں کے مانند ہیں کہ ابھی انہوں نے منزل کی ہی تھی کہ ہنکانے والے نے انہیں للکارا، اور یہ چل دیئے۔

---

(۴۱۵) وقال لابنه الحسن عليه السلام: لا تُخَلِّفَنَّ وَرَاءَكَ شَيْئًا مِنَ الدُّنْيَا؛ فَإِنَّكَ تُخَلِّفُهُ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: إِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ وَإِمَّا رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ (فَشَقِيَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ) فَكُنْتَ عَوْنًا لَهُ عَلَى مَعْصِيَتِهِ؛ وَلَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ حَقِيقًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ۔

قال الرضي: ويروى هٰذا الكلام على وجه آخر و هو

أَمَّا بَعْدُ، فَإِنَّ الَّذِي فِي يَدِكَ مِنَ الدُّنْيَا قَدْ كَانَ لَهُ أَهْلٌ قَبْلَكَ، وَهُوَ صَائِرٌ إِلَى أَهْلٍ بَعْدَكَ؛ إِنَّمَا أَنْتَ جَامِعٌ لِأَحَدِ رَجُلَيْنِ: رَجُلٌ عَمِلَ فِيمَا جَمَعْتَهُ بِطَاعَةِ اللهِ فَسَعِدَ بِمَا شَقِيتَ بِهِ؛ أَوْ رَجُلٍ عَمِلَ فِيهِ بِمَعْصِيَةِ اللهِ فَشَقِيتَ بِمَا جَمَعْتَ لَهُ، وَلَيْسَ أَحَدُ هٰذَيْنِ أَهْلًا أَنْ تُؤْثِرَهُ عَلَى نَفْسِكَ وَلَا أَنْ تَحْمِلَ لَهُ عَلَى ظَهْرِكَ فَارْجُ لِمَنْ مَضَى رَحْمَةَ اللهِ، وَلِمَنْ بَقِيَ رِزْقَ اللهِ۔

(۴۱۵) اپنے فرزند حسن علیہ السلام سے فرمایا اے فرزند! دنیا کی کوئی چیز اپنے پیچھے نہ چھوڑو۔ اس لئے کہ تم دو میں سے ایک کے لئے چھوڑو گے۔ ایک وہ جو اس مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب بنا وہ اُس کے لئے راحت و آرام کا باعث ہوگا۔ یا وہ ہوگا جو اسے خدا کی معصیت میں صرف کرے اور اس صورت میں تم خدا کی معصیت میں اس کے معین و مددگار ہوگے، اور ان دونوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں کہ اُسے اپنے نفس پر ترجیح دو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام ایک دوسری صورت میں بھی روایت کیا گیا ہے جو یہ ہے جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے تم سے پہلے کے مالک دوسرے تھے اور یہ تمہارے بعد دوسروں کی طرف پلٹ جائے گا اور تم دو میں سے ایک کے لئے جمع کرنے والے ہو۔ ایک وہ جو تمہارے جمع کئے ہوئے مال کو خدا کی اطاعت میں صرف کرے گا۔ تو جو مال تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوا وہ اُس کے لئے سعادت و نیک بختی کا سبب ہوگا یا وہ جو اس مال سے اللہ کی معصیت کرے تو جو تم نے اس کے لئے جمع کیا وہ تمہارے لئے بدبختی کا سبب ہوگا اور ان دونوں میں سے ایک بھی اس قابل نہیں کہ اسے اپنے نفس پر ترجیح دو، اور ان کی وجہ سے اپنی پشت کو گرانبار کرو، جو گزر گیا اس کے لئے اللہ کی رحمت، اور جو باقی رہ گیا اس کیلئے رزقِ الٰہی کے امیدوار رہو۔

---

(۴۱۶) وقال عليه السّلام لقائل قال

(۴۱۶) ایک کہنے والے نے آپکے سامنے استغفر اللہ کہا تو آپ نے اس سے فرمایا:



بحضرته أَسْتَغْفِرُ اللهَ ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَتَدْرِي مَا الْاِسْتِغْفَارُ؟ الْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَةُ الْعِلِّيِّينَ، وَهُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلَى سِتَّةِ مَعَانٍ: أَوَّلُهَا النَّدَمُ عَلَى مَا مَضَى، وَالثَّانِي: الْعَزْمُ عَلَى تَرْكِ الْعَوْدِ إِلَيْهِ أَبَدًا وَالثَّالِثُ أَنْ تُؤَدِّيَ إِلَى الْمَخْلُوقِينَ حُقُوقَهُمْ حَتَّى تَلْقَى اللهَ أَمْلَسَ لَيْسَ عَلَيْكَ تَبِعَةٌ، وَالرَّابِعُ: أَنْ تَعْمِدَ إِلَى كُلِّ فَرِيضَةٍ عَلَيْكَ ضَيَّعْتَهَا فَتُؤَدِّيَ حَقَّهَا، وَالْخَامِسُ أَنْ تَعْمِدَ إِلَى اللَّحْمِ الَّذِي نَبَتَ عَلَى السُّحْتِ فَتُذِيبَهُ بِالْأَحْزَانِ حَتَّى تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ وَيَنْشَأَ بَيْنَهُمَا لَحْمٌ جَدِيدٌ وَالسَّادِسُ: أَنْ تُذِيقَ الْجِسْمَ أَلَمَ الطَّاعَةِ كَمَا أَذَقْتَهُ حَلَاوَةَ الْمَعْصِيَةِ، فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُولُ: أَسْتَغْفِرُ اللهَ۔"

تمہاری ماں تمہارا سوگ منائے کچھ معلوم بھی ہے کہ استغفار کیا ہے؟ استغفار بلند منزلت لوگوں کا مقام ہے اور یہ ایک ایسا لفظ ہے جو چھ باتوں پر حاوی ہے پہلے یہ کہ جو ہو چکا اُس پر نادم ہو، دوسرے ہمیشہ کے لئے اس کے مرتکب نہ ہونے کا تہیا کرنا۔ تیسرے یہ کہ مخلوق کے حقوق ادا کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ کے حضور میں اس حالت میں پہنچو کہ تمہارا دامن پاک و صاف اور تم پر کوئی مواخذہ نہ ہو۔ چوتھے یہ کہ جو فرائض تم پر عائد ہوئے تھے، اور تم نے انہیں ضائع کر دیا تھا، انہیں اب پورے طور پر بجالاؤ۔ پانچویں یہ کہ جو گوشت (اکل) حرام سے نشو ونما پاتا رہا ہے، اس کو غم و اندوہ سے پگھلاؤ۔ یہاں تک کہ کھال کو ہڈیوں سے ملا دو کہ پھر سے ان دونوں کے درمیان نیا گوشت پیدا ہو۔ چھٹے یہ کہ اپنے جسم کو اطاعت کے رنج سے آشنا کرو۔ جس طرح اُسے گناہ کی شیرینی سے لذت اندوز کیا ہے۔ تو اب کہو "استغفر اللہ"

---

(۴۱۷) وقال عليه السّلام: اَلْحِلْمُ عَشِيرَةٌ

(۴۱۷) حلم و تحمل ایک پورا قبیلہ ہے۔

---

(۴۱۸) وقال عليه السّلام: مِسْكِينُ ابْنُ آدَمَ: مَكْتُومُ الْأَجَلِ، مَكْنُونُ الْعِلَلِ، مَحْفُوظُ الْعَمَلِ، تُؤْلِمُهُ الْبَقَّةُ وَتَقْتُلُهُ الشَّرْقَةُ، وَتُنْتِنُهُ الْعَرْقَةُ۔

(۴۱۸) بیچارہ آدمی کتنا بے بس ہے۔ موت اس سے نہاں، بیماریاں اس سے پوشیدہ، اور اس کے اعمال محفوظ ہیں۔ مچھر کے کاٹنے سے چیخ اٹھتا ہے، اچھو لگنے سے مر جاتا ہے اور پسینہ اس میں بدبو پیدا کر دیتا ہے۔

---

(۴۱۹) وروی أنّهُ عليه السَّلام كان جالسافي أصحابه، فمرت بهم امرأة جميلة فرمقها القوم بابصارهم فقال عليه السّلام: إِنَّ أَبْصَارَ هٰذِهِ الْفُحُولِ طَوَامِحُ، وَإِنَّ ذٰلِكَ

(۴۱۹) وارد ہوا ہے کہ حضرت اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، کہ اُن کے سامنے ایک حسین عورت کا گزر ہوا جسے اُن لوگوں نے دیکھنا شروع کیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا۔

ان مردوں کی آنکھیں تاکنے والی ہیں اور یہ نظر بازی ان کی

سَبَبُ هَبَابِهَا، فَإِذَا نَظَرَ أَحَدُكم إِلَى امْرَأَةٍ تُعْجِبُهُ فَلْيُلَامِسْ أَهْلَهُ، فَإِنَّمَا هِيَ امْرَأَةٌ كَامْرَأَةٍ فقال رجل من الخوارج قاتله الله كافرًا ما أفقهه۔" فوثب القوم ليقتلوه، فقال عليه السّلام: رُوَيْدًا إِنَّمَا هُوَ سَبٌّ بِسَبٍّ أَوْعَفْوٌ عَنْ ذَنْبٍ!

خواہشات کو برانگیختہ کرنے کا سبب ہے۔لہٰذا اگر تم میں سے کسی کی نظر ایسی عورت پر پڑے کہ جو اُسے اچھی معلوم ہو، تو اُسے اپنی زوجہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔کیونکہ یہ عورت بھی عورت کے مانند ہے۔یہ سن کر ایک خارجی نے کہا کہ خدا اُس کافر کو قتل کرے یہ کتنا بڑا فقیہ ہے۔یہ سن کر لوگ اُسے قتل کرنے اٹھے۔حضرت نے فرمایا کہ ٹھہرو! زیادہ سے زیادہ گالی کا بدلہ گالی سے ہوسکتا ہے، یا اس کے گناہ ہی سے درگزر کرو۔

(۴۲۰) (وقال عليه السّلام: كَفَاكَ مِنْ عَقْلِكَ مَا أَوْضَحَ لَكَ سُبُلَ غَيِّكَ مِنْ رُشْدِكَ)

(۴۲۰) اتنی عقل تمہارے لئے کافی ہے کہ جو گمراہی کی راہوں کو عدالت کے راستوں سے الگ کرکے تمہیں دکھادے۔

---

(۴۲۱) وقال عليه السّلام: افْعَلُوا الْخَيْرَ وَلَا تَحْقِرُوا مِنْهُ شَيْئًا فَإِنَّ صَغِيرَهُ كَبِيرٌ وَقَلِيلَهُ كَثِيرٌ، وَلَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ إِنَّ أَحَدًا أَوْلَى بِفِعْلِ الْخَيْرِ مِنِّي فَيَكُونَ وَاللهِ كَذٰلِكَ۔ إِنَّ لِلْخَيْرِ وَالشَّرِّ أَهْلًا فَمَهْمَا تَرَكْتُمُوهُ مِنْهُمَا كَفَاكُمُوهُ أَهْلُهُ۔

(۴۲۱) اچھے کام کرو اور تھوڑی سی بھلائی کو بھی حقیر نہ سمجھو کیونکہ چھوٹی سی نیکی بھی بڑی اور تھوڑی سی بھلائی بہت ہے۔تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ اچھے کام کرنے میں کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔ورنہ خدا کی قسم ایسا ہی ہوکر رہے گا۔کچھ نیکی والے ہوتے ہیں اور کچھ بُرائی والے۔جب تم نیکی یا بدی کسی ایک کو چھوڑ دو گے، تو تمہارے بجائے اسکے اہل اسے انجام دے کر رہیں گے۔

---

(۴۲۲) وقال عليه السّلام: مَنْ أَصْلَحَ سَرِيرَتَهُ أَصْلَحَ اللّٰهُ عَلَانِيَتَهُ وَمَنْ عَمِلَ لِدِينِهِ كَفَاهُ (اللّٰهُ) أَمْرَ دُنْيَاهُ، وَمَنْ أَحْسَنَ فِيمَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللهِ أَحْسَنَ اللّٰهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ۔

(۴۲۲) جو اپنے اندرونی حالات کو درست رکھتا ہے خدا اسکے ظاہر کو بھی درست کردیتا ہے۔اور جو دین کیلئے سرگرم عمل ہوتا ہے اللہ اسکے دنیا کے کاموں کو پورا کردیتا ہے اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان خوش معاملگی رکھتا ہے خدا اُس کے اور بندوں کے درمیان معاملات ٹھیک کردیتا ہے۔

---

(۴۲۳) وقال عليه السّلام: الْحِلْمُ غِطَاءٌ سَاتِرٌ، وَالْعَقْلُ حُسَامٌ قَاطِعٌ

(۴۲۳) حلم و تحمّل ڈھانکنے والا پردہ اور عقل کاٹنے والی تلوار ہے۔لہٰذا اپنے اخلاق کے کمزور پہلو کو حلم و بردباری



فَاسْتُرْ خَلَلَ خُلُقِكَ بِحِلْمِكَ، وَقَاتِلْ هَوَاكَ بِعَقْلِكَ۔

سے چھپاؤ، اور اپنی عقل سے خواہش نفسانی کا مقابلہ کرو۔

---

(۴۲۴) وقال عليه السّلام: إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يَخْتَصُّهُمُ اللّٰهُ بِالنِّعَمِ لِمَنَافِعِ الْعِبَادِ فَيُقِرُّهَا فِي أَيْدِيهِمْ مَابَذَلُوهَا، فَإِذَا مَنَعُوهَا نَزَعَهَا مِنْهُمْ ثُمَّ حَوَّلَهَا إِلَى غَيْرِهِمْ۔

(۴۲۴) بندوں کی منفعت رسانی کیلئے اللہ کچھ بندگان خدا کو نعمتوں سے مخصوص کرلیتا ہے۔لہٰذا جب تک وہ دیتے دلاتے رہتے ہیں، اللہ ان نعمتوں کو اُن کے ہاتھوں میں برقرار رکھتا ہے اور جب ان نعمتوں کو روک لیتے ہیں تو اللہ اُن سے چھین کر دوسروں کیطرف منتقل کردیتا ہے۔

---

(۴۲۵) وقال عليه السّلام: لَا يَنْبَغِي لِلْعَبْدِ أَنْ يَثِقَ بِخَصْلَتَيْنِ: الْعَافِيَةِ، وَالْغِنَى، بَيْنَا تَرَاهُ مُعَافًى إِذْ سَقِمَ، وَبَيْنَا تَرَاهُ غَنِيًّا إِذَا فْتَقَرَ۔

(۴۲۵) کسی بندے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ دو چیزوں پر بھروسا کرے۔ایک صحت اور دوسرے دولت کیونکہ ابھی تم کسی کو تندرست دیکھ رہے تھے، کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے بیمار پڑ جاتا ہے اور ابھی تم اُسے دولتمند دیکھ رہے تھے کہ فقیر و نادار ہو جاتا ہے۔

---

(۴۲۶) وقال عليه السّلام: مَنْ شَكَا الْحَاجَةَ إِلَى مُؤْمِنٍ فَكَأَنَّهُ شَكَاهَا إِلَى اللهِ، وَمَنْ شَكَاهَا إِلَى كَافِرٍ فَكَأَنَّمَا شَكَا اللّٰهَ۔

(۴۲۶) جو شخص اپنی حاجت کا گلہ کسی مرد مومن سے کرتا ہے، گویا اُس نے اللہ کے سامنے اپنی شکایت پیش کی اور جو کافر کے سامنے گلہ کرتا ہے، گویا اُس نے اپنے اللہ کی شکایت کی۔

---

(۴۲۷) وقال عليه السّلام: في بعض الأعياد: إِنَّمَا هُوَ عِيدٌ لِمَنْ قَبِلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ وَشَكَرَ قِيَامَهُ وَكُلُّ يَوْمٍ لَا يُعْصَى اللّٰهُ فِيهِ فَهُوَ عِيدٌ۔

(۴۲۷) ایک عید کے موقع پر فرمایا: عید صرف اس کیلئے ہے جس کے روزوں کو اللہ نے قبول کیا ہو، اور اس کے قیام (نماز) کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہو، اور ہر وہ دن کہ جس میں اللہ کی معصیت نہ کی جائے، عید کا دن ہے۔

اگر حس و ضمیر زندہ ہو تو گناہ کی تکلیف دہ یاد سے اطمینان قلب جاتا رہتا ہے۔کیونکہ طمانیت و مسرّت اُسی وقت حاصل ہوتی ہے جب روح گناہ کے بوجھ سے ہلکی اور دامن معصیت کی آلائش سے پاک ہو، اور سچی خوشی زمانہ اور وقت کی پابندی نہیں ہوتی بلکہ انسان جس دن چاہے گناہ سے بچ کر اس مسرّت سے کیف اندوز ہوسکتا ہے اور یہی مسرّت حقیقی مسرّت اور عید کا پیغام ہوگی۔

ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی!

---

(۴۲۸) وقال علیه السّلام: إِنَّ أَعْظَمَ الْحَسَرَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَسْرَةُ رَجُلٍ كَسَبَ مَالاً فِي غَيْرِ طَاعَةِ اللهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ طَاعَةِ اللهِ فَوَرِثَهُ رَجُلٌ فَأَنْفَقَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ سُبْحَانَهُ فَدَخَلَ بِهِ الْجَنَّةَ وَدَخَلَ الْاَوَّلُ بِهِ النَّارَ۔

(۴۲۸) قیامت کے دن سب سے بڑی حسرت اُس شخص کی ہوگی جس نے اللہ کی نافرمانی کرکے مال حاصل کیا ہو، اور اُس کا وارث وہ شخص ہوا ہو جس نے اُسے اللہ کی اطاعت میں صرف کیا ہو کہ یہ تو اس مال کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور پہلا اس کی وجہ سے جہنم میں گیا۔

---

(۴۲۹) وقال علیه السّلام: إِنَّ أَخْسَرَ النَّاسِ صَفْقَةً وَأَخْيَبَهُمْ سَعْيًا رَجُلٌ أَخْلَقَ بَدَنَهُ فِي طَلَبِ مَالِهِ؛ وَلَمْ تُسَاعِدْهُ الْمَقَادِيرُ عَلَى إِرَادَتِهِ، فَخَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا بِحَسْرَتِهِ وَقَدِمَ عَلَى الْاٰخِرَةِ بِتَبِعَتِهِ۔

(۴۲۹) لین دین میں سب سے زیادہ گھاٹا اٹھانے والا اور دوڑ دھوپ میں سب سے زیادہ ناکام ہونے والا وہ شخص ہے جس نے مال کی طلب میں اپنے بدن کو بوسیدہ کرڈالا ہو۔ مگر تقدیر نے اُس کے ارادوں میں اس کا ساتھ نہ دیا ہو۔ لہٰذا وہ دنیا سے بھی حسرت لیے ہوئے گیا، اور آخرت میں بھی اس کی پاداش کا سامنا کیا۔

انسان زندگی بھر تگ و دو کرنے کے باوجود دنیا کی تمام کامرانیوں سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ اگر کہیں سعی و طلب کے نتیجہ میں کامیاب ہوتا ہے، تو اُسے بہت سے موقعوں پر ناکامی و نامرادی سے دوچار اور تقدیر کے سامنے درماندہ و سرافگندہ ہوکر اپنے ارادوں سے دستبردار بھی ہونا پڑتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو بخوبی اس نتیجہ پر پہنچا جاسکتا ہے کہ جب دنیا طلب و کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوتی، تو اُخروی کامرانی بغیر طلب و سعی کے کیونکر حاصل ہوسکتی ہے؟

دنیا طلبیدید و بمقصد نہ رسیدید یارب چہ شود آخرت ناطلبیدہ

---

(۴۳۰) وقال علیه السّلام: الرِّزْقُ رِزْقَانِ: طَالِبٌ، وَمَطْلُوبٌ؛ فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا طَلَبَهُ الْمَوْتُ حَتّٰى يُخْرِجَهُ عَنْهَا، وَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ طَلَبَتْهُ الدُّنْيَا حَتّٰى يَسْتَوْفِيَ رِزْقَهُ مِنْهَا۔

(۴۳۰) رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جو خود ڈھونڈتا ہے اور ایک وہ جسے ڈھونڈا جاتا ہے۔ چنانچہ جو دنیا کا طلبگار ہوتا ہے، موت اُس کو ڈھونڈتی ہے یہاں تک کہ دنیا سے اُسے نکال باہر کرتی ہے اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہوتا ہے دنیا خود اُسے تلاش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اس سے تمام و کمال اپنی روزی حاصل کرلیتا ہے۔

---

(۴۳۱) وقال علیه السّلام: إِنَّ أَوْلِيَاءَ

(۴۳۱) دوستان خدا وہ ہیں کہ جب لوگ دنیا کے ظاہر کو



اللهِ هُمُ الَّذِينَ نَظَرُوا إِلَى بَاطِنِ الدُّنْيَا إِذَا نَظَرَ النَّاسُ إِلَى ظَاهِرِهَا، وَاشْتَغَلُوا بِاٰجِلِهَا إِذَا اشْتَغَلَ النَّاسُ بِعَاجِلِهَا، فَأَمَاتُوا مِنْهَا مَا خَشُوا أَنْ يُمِيتَهُمْ وَتَرَكُوا مِنْهَا مَا عَلِمُوا أَنَّهُ سَيَتْرُكُهُمْ وَرَأَوا اسْتِكْثَارَ غَيْرِهِمْ مِنْهَا اسْتِقْلَالاً، وَدَرَكَهُمْ لَهَا فَوْتًا، أَعْدَاءُ مَا سَالَمَ النَّاسُ وَسِلْمُ مَا عَادَى النَّاسُ بِهِمْ عُلِمَ الْكِتَابُ وَبِهِ عَلِمُوا؛ وَبِهِمْ قَامَ الْكِتَابُ وَبِهِ قَامُوا؛ لَا يَرَوْنَ مَرْجُوًّا فَوْقَ مَا يَرْجُونَ، وَلَا مَخُوفًا فَوْقَ مَا يَخَافُونَ۔

دیکھتے ہیں تو وہ اسکے باطن پر نظر کرتے ہیں اور جب لوگ اسکی جلد میسر آجانے والی نعمتوں میں کھو جاتے ہیں تو وہ آخرت میں حاصل ہونیوالی چیزوں میں منہمک رہتے ہیں اور جن چیزوں کے متعلق انہیں یہ کھٹکا تھا کہ وہ انہیں تباہ کریں گے، انہیں تباہ کرکے رکھ دیا اور جن چیزوں کے متعلق انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں انہیں انہوں نے جان لیا کہ وہ انہیں چھوڑ دینے والی ہیں۔ انہیں انہوں نے خود چھوڑ دیا اور دوسروں کے دنیا زیادہ سمیٹنے کو کم خیال کیا، اور اُسے حاصل کرنے کو کھونے کے برابر جانا۔ وہ ان چیزوں کے دشمن ہیں جن سے دوسروں کی دوستی ہے اور اُن چیزوں کے دوست ہیں جن سے اوروں کو دشمنی ہے۔ انکے ذریعہ سے قرآن کا علم حاصل ہوا، اور قرآن کے ذریعہ سے ان کا علم ہوا، اور انکے ذریعہ سے کتاب خدا محفوظ اور وہ اُسکے ذریعہ سے برقرار ہیں۔ وہ جس چیز کی امید رکھتے ہیں اس سے کسی چیز کو بلند نہیں سمجھتے، اور جس چیز سے خائف ہیں اُس سے زیادہ کسی شے کو خوفناک نہیں جانتے۔

---

(۴۳۲) وقال علیه السّلام: اُذْكُرُوا انْقِطَاعَ اللَّذَّاتِ، وَبَقَاءَ التَّبِعَاتِ۔

(۴۳۲) لذتوں کے ختم ہونے اور پاداشوں کے باقی رہنے کو یاد رکھو۔

---

(۴۳۳) وقال علیه السّلام: أُخْبُرْ تَقْلِهْ

قال الرضی: ومن الناس من يروی هٰذا للرّسول صلّی الله علیه واٰله وسلّم وممّا يقوی أنّه من كلام امير المومنين علیه السلام ما حكاه ثعلب عن ابن الاعرابی قال المامون: لولا أن عليا قال أخبر تقله" لقلت: اقْلِهْ تَخْبُرْ۔

(۴۳۳) آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اس فقرے کی جناب رسالت مآبؐ سے روایت کی ہے۔ مگر اس کے کلام امیر المومنینؑ ہونے کے مؤیدات میں سے ہے وہ جسے ثعلب نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ ماموں نے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام نے یہ نہ کہا ہوتا کہ "آزماؤ کہ اس سے نفرت کرو" تو میں یوں کہتا کہ دشمنی کرو اس سے تاکہ آزماؤ۔

---

(۴۳۴) وقال عليه السّلام: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَفْتَحَ عَلَىٰ عَبْدٍ بَابَ الشُّكْرِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الزِّيَادَةِ، وَلَا لِيَفْتَحَ عَلَىٰ عَبْدٍ بَابَ الدُّعَاءِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْإِجَابَةِ وَلَا لِيَفْتَحَ لِعَبْدٍ بَابَ التَّوْبَةِ وَيُغْلِقَ عَنْهُ بَابَ الْمَغْفِرَةِ۔

(۴۳۴) ایسا نہیں کہ اللہ کسی بندی کے لئے شکر کا دروازہ کھولے اور (نعمتوں کی) افزائش کا دروازہ بند کردے اور کسی بندے کے لئے دعا کا دروازہ کھولے اور درِ قبولیت کو اس کے لئے بند رکھے، اور کسی بندے کے لئے توبہ کا دروازہ کھولے اور مغفرت کا دروازہ اس کے لئے بند کردے۔

---

(۴۳۵) وقال عليه السّلام: أَوْلَى النَّاسِ بِالْكَرَمِ مَنْ عَرَّقَتْ فِيهِ الْكِرَامُ۔

(۴۳۵) لوگوں میں سب سے زیادہ کرم و بخشش کا وہ اہل ہے جس کا رشتہ اشراف سے ملتا ہے۔

---

(۴۳۶) وسئل منه عليه السّلام: أيما أفضل: العدل، أو الجود؟ فقال عليه السلام: اَلْعَدْلُ يَضَعُ الْأُمُورَ مَوَاضِعَهَا، وَالْجُودُ يُخْرِجُهَا مِنْ جِهَتِهَا، وَالْعَدْلُ سَائِسٌ عَامٌّ، وَالْجُودُ عَارِضٌ خَاصٌّ، فَالْعَدْلُ أَشْرَفُهُمَا وَأَفْضَلُهُمَا۔

(۴۳۶) آپ سے دریافت کیا گیا کہ عدل بہتر ہے یا سخاوت؟ فرمایا کہ عدل تمام اُمور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا ہے اور سخاوت ان کو ان کی حدوں سے باہر کردیتی ہے۔ عدل سب کی نگہداشت کرنے والا اور سخاوت اسی سے مخصوص ہوگی جسے دیا جائے۔ لہٰذا عدل سخاوت سے بہتر و برتر ہے۔

---

(۴۳۷) وقال عليه السّلام: اَلنَّاسُ أَعْدَآءُ مَاجَهِلُوا۔

(۴۳۷) لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اُس کے دشمن ہوتے ہیں۔

---

(۴۳۸) وقال عليه السّلام: اَلزُّهْدُ كُلُّهُ بَيْنَ كَلِمَتَيْنِ مِنَ الْقُرْآنِ: قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ۔ (لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ) وَمَنْ لَمْ يَأْسَ عَلَى الْمَاضِي وَلَمْ يَفْرَحْ بِالْآتِي فَقَدْ أَخَذَ الزُّهْدَ بِطَرَفَيْهِ۔

(۴۳۸) (زہد کی مکمل تعریف قرآن کے دو جملوں میں ہے) ارشادِ الٰہی ہے "جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، اس پر رنج نہ کرو، اور جو چیز خدا تمہیں دے اس پر اتراؤ نہیں۔" لہٰذا جو شخص جانے والی چیز پر افسوس نہیں کرتا اور آنے والی چیز پر اتراتا نہیں اس نے زہد کو دونوں سمتوں سے سمیٹ لیا۔

---

(۴۳۹) وقال عليه السّلام: مَا أَنْقَضَ النَّوْمَ لِعَزَآئِمِ الْيَوْمِ۔

(۴۳۹) نیند دن کی مہموں میں بڑی کمزوری پیدا کرنے والی ہے۔



---

(۴۴۰) وقال عليه السّلام: اَلْوِلَايَاتُ مَضَامِيرُ الرِّجَالِ۔

(۴۴۰) حکومت لوگوں کے لئے آزمائش کا میدان ہے۔

---

(۴۴۱) وقال عليه السّلام: لَيْسَ بَلَدٌ بِأَحَقَّ (بِكَ) مِنْ بَلَدٍ، خَيْرُ الْبِلَادِ مَا حَمَلَكَ۔

(۴۴۱) تمہارے لئے ایک شہر دوسرے شہر سے زیادہ حق دار نہیں (بلکہ) بہترین شہر وہ ہے جو تمہارا بوجھ اٹھائے۔

---

(۴۴۲) وقال عليه السّلام: وقد جاءه نعي الأشتر رحمه الله: مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ (وَاللّٰهِ) لَوْكَانَ جَبَلًا لَكَانَ فِنْدًا (وَلَوْكَانَ حَجَرًا لَكَانَ صَلْدًا): لَا يَرْتَقِيهِ الْحَافِرُ، وَلَا يُوفِي عَلَيْهِ الطَّائِرُ۔

قال الرضي: والفند: المنفرد مِنَ الْجِبَالِ۔

(۴۴۲) جب مالک اشتر رحمہ اللہ کی خبرِ شہادت آئی، تو فرمایا مالک! اور مالک کیا شخص تھا۔ خدا کی قسم اگر وہ پہاڑ ہوتا تو ایک کوہِ بلند ہوتا، اور اگر وہ پتھر ہوتا تو ایک سنگِ گراں ہوتا۔ کہ نہ تو اس کی بلندیوں تک کوئی سُم پہنچ سکتا اور نہ کوئی پرندہ وہاں تک پر مار سکتا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ فند اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو دوسرے پہاڑوں سے الگ ہو۔

---

(۴۴۳) وقال عليه السّلام: قَلِيلٌ مَدُومٌ عَلَيْهِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ مَمْلُولٍ مِنْهُ۔

(۴۴۳) وہ تھوڑا سا عمل جس میں ہمیشگی ہو اُس زیادہ سے بہتر ہے، جو دل تنگی کا باعث ہو۔

---

(۴۴۴) وقال عليه السّلام: إِذَا كَانَ فِي رَجُلٍ خَلَّةٌ رَائِقَةٌ فَانْتَظِرُوا أَخَوَاتِهَا۔

(۴۴۴) اگر کسی آدمی میں عمدہ و پاکیزہ خصلت ہو، تو ویسی ہی دوسری خصلتوں کے متوقع رہو۔

انسان میں جو اچھی یا بُری خصلت پائی جاتی ہے وہ اس کی اُفتادِ طبیعت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور اگر طبیعت ایک خصلت کی مقتضی ہے تو اس خصلت سے ملتے جلتے ہوئے دوسرے خصائل کی بھی مقتضی ہوگی۔ اس لئے کہ طبیعت کے تقاضے دونوں جگہ پر یکساں کارفرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص اگر زکوٰۃ و خمس ادا کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی طبیعت مُمسِک و بخیل نہیں۔ لہٰذا اس سے یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ دوسرے اُمورِ خیر میں بھی خرچ کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اُس سے یہ امید بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ غیبت بھی کرے گا کیونکہ یہ دونوں عادتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

---

(۴۴۵) وقال عليه السّلام لغالب بن صعصعة أبي الفرزدق، في كلام دَارَ بَيْنَهُمَا:

(۴۴۵) فرزدق کے باپ غالب ابن صعصعہ سے باہمی گفتگو کے دوران فرمایا۔

مَافَعَلَتْ إِبِلُكَ الْكَثِيرَةُ؟ قَالَ: ذَعْذَعَتْهَا الْحُقُوقُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فقال عليه السلام: ذٰلِكَ أَحْمَدُ سُبُلِهَا۔

وہ تمہارے بہت سے اونٹ کیا ہوئے؟ کہا کہ حقوق کی ادائیگی نے انہیں منتشر کردیا۔ فرمایا کہ: "یہ تو ان کا انتہائی اچھا مصرف ہوا"۔

---

(۴۴۶) وقال علیه السّلام: مَنِ اتَّجَرَ بِغَيْرِ فِقْهٍ فَقَدِ ارْتَطَمَ فِي الرِّبَا۔

(۴۴۶) جو شخص احکام فقہ کے جانے بغیر تجارت کرے گا، وہ ربا میں مبتلا ہو جائے گا۔

---

(۴۴۷) وقال علیه السّلام: مَنْ عَظَّمَ صِغَارَ الْمَصَائِبِ ابْتَلَاهُ اللّٰهُ بِكِبَارِهَا۔

(۴۴۷) جو شخص ذرا سی مصیبت کو بڑی اہمیت دیتا ہے اللہ اُسے بڑی مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

---

(۴۴۸) وقال علیه السّلام: مَنْ كَرُمَتْ عَلَيْهِ نَفْسُهُ هَانَتْ عَلَيْهِ شَهَوَاتُهُ۔

(۴۴۸) جس کی نظر میں خود اپنے نفس کی عزت ہوگی، وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو بے وقعت سمجھے گا۔

---

(۴۴۹) وقال علیه السّلام: مَا مَزَحَ امْرُؤٌ مَزْحَةً إِلَّا مَجَّ مِنْ عَقْلِهِ مَجَّةً۔

(۴۴۹) کوئی شخص کسی دفعہ ہنسی مذاق نہیں کرتا، مگر یہ کہ وہ اپنی عقل کا ایک حصہ اپنے سے الگ کر دیتا ہے۔

---

(۴۵۰) وَقال علیه السّلام: زُهْدُكَ فِي رَاغِبٍ فِيكَ نُقْصَانُ حَظٍّ، وَرَغْبَتُكَ فِي زَاهِدٍ فِيكَ ذُلُّ نَفْسٍ۔

(۴۵۰) جو تمہاری طرف جھکے اس سے بے اعتنائی برتنا اپنے حظ ونصیب میں خسارہ کرنا ہے، اور جو تم سے بے رخی اختیار کرے اس کی طرف جھکنا نفس کی ذلت ہے۔

---

(۴۵۱) وقال علیه السّلام: الْغِنَى وَالْفَقْرُ بَعْدَ الْعَرْضِ عَلَى اللّٰهِ۔

(۴۵۱) اصل فقر و غنا (قیامت میں) اللہ کے سامنے پیش ہونے کے بعد ہوگا۔

---

(۴۵۲) (وقال علیه السّلام: مَا زَالَ الزُّبَيْرُ رَجُلًا مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ حَتَّى نَشَأَ ابْنُهُ الْمَشْئُومُ عَبْدُاللّٰهِ)

(۴۵۲) زبیر ہمیشہ ہمارے گھر کا آدمی رہا، یہاں تک کہ اُس کا بدبخت بیٹا عبداللہ نمودار ہوا۔

---

(۴۵۳) وقال علیه السلام: مَالِابْنِ آدَمَ وَالْفَخْرِ: أَوَّلُهُ نُطْفَةٌ، وَآخِرُهُ جِيفَةٌ، وَلَا يَرْزُقُ نَفْسَهُ، وَلَا يَدْفَعُ حَتْفَهُ۔

(۴۵۳) فرزند آدم کو فخر ومباہات سے کیا ربط، جبکہ اس کی ابتداء نطفہ اور انتہاء مردار ہے، وہ نہ اپنے لئے روزی کا سامان کرسکتا ہے، نہ موت کو اپنے سے ہٹا سکتا ہے۔



اگر انسان اپنی تخلیق کی ابتدائی صورت اور جسمانی شکست وریخت کے بعد کی حالت کا تصور کرے، تو وہ فخر وغرور کے بجائے اپنی حقارت وپستی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوگا۔ کیونکہ وہ دیکھے گا کہ ایک وقت وہ تھا کہ صفحہ ہستی پر اس کا نام ونشان بھی نہ تھا کہ خداوند عالم نے نطفہ کے ایک حقیر قطرہ سے اس کے وجوہ کی بنیاد رکھی جو شکم مادر میں ایک لوتھڑے کی صورت میں رونما ہوا، اور غلیظ خون سے پلتا اور نشو ونما پاتا رہا اور جب جسمانی تکمیل کے بعد زمین پر قدم رکھا تو اتنا بے بس اور لاچار کہ نہ بھوک پیاس پر اختیار، نہ مرض وصحت پر قابو، نہ نفع ونقصان ہاتھ میں، اور نہ موت وحیات بس میں۔ نہ معلوم کب ہاتھ پیروں کی حرکت جواب دے جائے۔ حس وشعور کی قوتیں ساتھ چھوڑ جائیں۔ آنکھوں کا نور چھن جائے، اور کانوں کی سماعت سلب ہو جائے، اور کب موت روح کو جسم سے الگ کرے، اور اُسے گلنے سڑنے کے لئے چھوڑ جائے، تاکہ چیل، گدھیں اسے نوچیں، یا قبر میں اُسے کیڑے کھائیں۔

مابال من اوّله نطفة وجيفة أخره يفخر

---

(۴۵۴) وَسُئِلَ مَنْ أَشْعَرُ الشُّعَرَاءِ؟ فَقَالَ علیه السّلام: إِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَجْرُوا فِي حَلْبَةٍ تُعْرَفُ الْغَايَةُ عِنْدَ قَصَبَتِهَا فَإِنْ كَانَ وَلَا بُدَّ فَالْمَلِكُ الضِّلِّيلُ (يريد امرأ القيس))

(۴۵۴) حضرت سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ فرمایا کہ شعرا کی دوڑ ایک روش پر نہ تھی کہ گوئے سبقت لے جانے سے ان کی آخری حد کو پہچانا جائے، اور اگر ایک کو ترجیح دینا ہے تو پھر ملک ضلیل (گمراہ بادشاہ) ہے سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے امراء القیس مراد لیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شعراء میں موازنہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے، جب ان کے توسن فکر ایک ہی میدان سخن میں جولانیاں دکھائیں۔ اور جب کہ ایک کی روش دوسرے کی روش سے جدا اور ایک کا اسلوب کلام دوسرے کے اسلوب کلام سے مختلف ہے، تو یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل ہے کہ کون میدان ہار گیا اور کون گوئے سبقت لے گیا۔ چنانچہ مختلف اعتبارات سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جاتی ہے، اور کوئی کسی لحاظ سے اور کوئی کسی لحاظ سے اشعر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جیسا کہ مشہور مقولہ ہے کہ

اشعر العرب امرأ القيس اذا ركب و الاعشى اذا رغب والنابغة اذا رهب۔

عرب کا سب سے بڑا شاعر امرأ القیس ہے جب وہ سوار ہو اور اعشی جب وہ کسی چیز کو خواہش مند ہو اور نابغہ جب اُسے خوف وہراس ہو۔

لیکن اس تقید کے باوجود امرأ القیس حُسنِ تخیل ولطف محاکات اور ان چھوتی تشبیہات اور نادار استعارات کے لحاظ سے طبقہ اولیٰ کے شعراء میں سب سے اونچی سطح پر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے اکثر اشعار عام معیار اخلاق سے گرے ہوئے اور فحش مضامین پر مشتمل ہیں۔ مگر اس فحش نگاری کے باوجود اس کی فنی عظمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے کہ فن کار صرف فنی زاویہ نگاہ سے شعر کے حسن وقبح کو دیکھتا ہے اور دوسری حیثیات کو جو فن میں دخیل نہیں ہوتیں، نظر انداز کر دیتا ہے۔

بہر حال امراء القیس عرب کا نامور شاعر تھا، اور اس کا باپ حجر کندی سلاطین کندہ کی آخری فرد اور صاحب علم وسپاہ تھا اور بنی

تغلب کے مشہور شاعر و سخن داں کلیب اور مہلہل اُس کے ماموں ہوتے تھے۔ اس لئے فطری رجحان کے علاوہ یہ اپنے ننھیال کی طرف سے بھی شعر و سخن کا ورثہ دار تھا اور سرزمین نجد کی آزاد فضا اور عیش و تنعم کے گہوارے میں تربیت پانے کی وجہ سے شورہ پشتی و سرمستی اس کے ضمیر میں رچ بس گئی تھی۔ چنانچہ حسن و عشق اور نغمۂ و شعر کی کیفیت آور فضاؤں میں پوری طرح کھو گیا۔ باپ نے باز رکھنا چاہا، مگر اس کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی۔ آخر اُس نے مجبور ہو کر اسے الگ کر دیا۔ الگ ہونے کے بعد اُس کے لئے کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ پوری طرح دادِ عیش و عشرت دینے پر اُتر آیا اور جب اپنے باپ کے مارے جانے کی اُسے خبر ہوئی تو اُس کے قصاص کے لئے کمر بستہ ہوا، اور مختلف قبیلوں کے چکر لگائے تاکہ اُن سے مدد حاصل کرے اور جب کہیں سے حسب دلخواہ امداد حاصل نہ ہوئی تو قیصر روم کے ہاں جا پہنچا اور اُس سے مدد کا طالب ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہاں بھی اُس نے ایک ناشائستہ حرکت کی جس سے قیصر روم نے اسے ٹھکانے لگانے کے لئے ایک زہر آلودہ پیراہن دیا۔ جس کے پہنتے ہی زہر کا اثر اُس کے جسم میں سرایت کر گیا اور اُسی زہر کے نتیجہ میں اُس کی موت واقع ہوئی، اور انقرہ میں دفن ہوا۔

---

(۴۵۵) وقال علیه السّلام: الْأَحُرٌّ يَدَعُ هٰذِهِ اللُّمَاظَةَ لِأَهْلِهَا؟ إِنَّهُ لَيْسَ لِأَنْفُسِكُمْ ثَمَنٌ إِلَّا الْجَنَّةَ، فَلَا تَبِيعُوهَا إِلَّا بِهَا۔

(۴۵۵) کیا کوئی جوان مرد ہے جو اس چبائے ہوئے لقمہ (دنیا) کو اس کے اہل کے لئے چھوڑ دے۔ تمہارے نفسوں کی قیمت صرف جنت ہے۔ لہٰذا جنت کے علاوہ اور کسی قیمت پر انہیں نہ بیچو۔

---

(۴۵۶) وقال علیه السّلام: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: طَالِبُ عِلْمٍ، وَطَالِبُ دُنْيَا۔

(۴۵۶) دو ایسے خواہش مند ہیں جو سیر نہیں ہوتے طالب علم اور طلب گار دنیا۔

---

(۴۵۷) وقال علیه السّلام: الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ، وَأَنْ لَا يَكُونَ فِي حَدِيثِكَ فَضْلٌ عَنْ عَمَلِكَ وَأَنْ تَتَّقِيَ اللّٰهَ فِي حَدِيثِ غَيْرِكَ۔

(۴۵۷) ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تمہارے لئے سچائی باعث نقصان ہو، اُسے جھوٹ پر ترجیح دو۔ خواہ وہ تمہارے فائدہ کا باعث ہو رہا ہو اور تمہاری باتیں تمہارے عمل سے زیادہ نہ ہوں اور دوسرے کے متعلق بات کرنے میں اللہ کا خوف کرتے رہو۔

---

(۴۵۸) وقال علیه السّلام: يَغْلِبُ الْمِقْدَارُ عَلَى التَّقْدِيرِ حَتّٰى تَكُونَ الْآفَةُ فِي التَّدْبِيرِ۔

(۴۵۸) تقدیر ٹھہرائے ہوئے اندازے پر غالب آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ چارہ سازی ہی تباہی و آفت بن جاتی ہے۔

قال الرضی: وقد مضی هذا المعنی فیما تقدم بروایة تخالف هذه الألفاظ

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ مطلب اس سے مختلف لفظوں میں پہلے بھی گزر چکا ہے۔



---

(۴۵۹) وقال علیه السّلام: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ تَوْءَمَانِ يُنْتِجُهُمَا عُلُوُّ الْهِمَّةِ

(۴۵۹) بُردباری اور صبر دونوں کا ہمیشہ ہمیشہ کا ساتھ ہے اور یہ دونوں بلند ہمتی کا نتیجہ ہیں۔

---

(۴۶۰) وقال علیه السّلام: الْغِيبَةُ جُهْدُ الْعَاجِزِ۔

(۴۶۰) کمزور کا یہی زور چلتا ہے، کہ وہ پیٹھ پیچھے بُرائے کرے۔

---

(۴۶۱) وقال علیه السّلام: رُبَّ مَفْتُونٍ بِحُسْنِ الْقَوْلِ فِيهِ۔

(۴۶۱) بہت سے لوگ اس وجہ سے فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ان کے بارے میں اچھے خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے۔

---

(۴۶۲) وقال علیه السّلام: الدُّنْيَا خُلِقَتْ لِغَيْرِهَا، وَلَمْ تُخْلَقْ لِنَفْسِهَا۔

(۴۶۲) دنیا ایک دوسری منزل کے لئے پیدا کی گئی ہے نہ اپنے (بقا و دوام کے) لئے۔

---

(۴۶۳) وقال علیه السّلام: إِنَّ لِبَنِي أُمَيَّةَ مُرْوَدًا يَجْرُونَ فِيهِ، وَلَوْ قَدِ اخْتَلَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ ثُمَّ كَادَتْهُمُ الضِّبَاعُ لَغَلَبَتْهُمْ۔

(۴۶۳) بنی امیہ کے لئے ایک مرود (مہلت کا میدان) ہے جس میں وہ دوڑ لگا رہے ہیں۔ جب ان میں باہمی اختلاف رونما ہو تو پھر بجو بھی ان پر حملہ کریں تو ان پر غالب آجائیں گے۔

قال الرضی: وَالمرودهنا مفعل من الائرواد، وهوالاء مهال والانظار، وهذا من أفصح الکلام و أغربه، فکأنه علیه السّلام شبه المهلة التی هم فیها بالمضمار الذی یجرون فیه الی الغایة، فاذا بلغوا منقطعها التقض نظامهم بعدها۔

(سید رضی فرماتے ہیں کہ) مرود ارواد سے مفعل کے وزن پر ہے اور اس کے معنی مہلت و فرصت دینے کے ہیں اور یہ بہت فصیح اور عجیب و غریب کلام ہے گویا آپؑ نے ان کے زمانہ مہلت کو ایک میدان سے تشبیہ دی ہے جس میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ رہے ہیں چنانچہ جب اپنی آخر حد تک پہنچ جائیں تو ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

یہ پیشین گوئی بنی اُمیہ کی سلطنت کے زوال و انقراض کے متعلق ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی۔ اس سلطنت کی بنیاد معاویہ ابن سفیان نے رکھی اور نوے برس گیارہ مہینے اور تیرہ دن کے بعد ۱۳۲ھ میں مروان الحمار پر ختم ہوگئی۔ بنی امیہ کا دورِ ظلم و ستم اور قہر و استبداد کے لحاظ سے آپ اپنی نظیر تھا۔ اس عہد کے مطلق العنان حکمرانوں نے ایسے ایسے مظالم کئے کہ جس سے اسلام کا دامن داغدار، تاریخ کے اوراق سیاہ اور روح انسانیت مجروح نظر آتی ہے۔ انہوں نے اپنے شخصی اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے ہر تباہی و بربادی کو جائز قرار دے

لیا تھا۔ مکہ پر فوجوں کی یلغار کی، خانہ کعبہ پر آگ برسائی، مدینہ کو اپنی بہیمانہ خواہشوں کا مرکز بنایا اور مسلمانوں کے قتل عام سے خون کی ندیاں بہادیں۔ آخر ان سفاکیوں اور خونریزیوں کے نتیجہ میں ہر طرف سے بغاوتیں اور سازشیں اٹھ کھڑی ہوئیں اور ان کے اندرونی خلفشار اور باہمی رزم آرائی نے اُن کی بربادی کا راستہ ہموار کردیا۔ اگرچہ سیاسی اضطراب ان میں پہلے ہی سے شروع ہو چکا تھا مگر ولید ابن یزید کے دور میں کھلم کھلا نزاع کا دروازہ کھل گیا اور اُدھر چپکے چپکے بنی عباس نے بھی پر پرزے نکالنا شروع کئے اور مروان الحمار کے دور میں "خلافت الہیہ" کے نام سے ایک تحریک شروع کردی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے انہیں ابو مسلم خراسانی ایسا امیر سپاہ مل گیا، جو سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لینے کے علاوہ فنون حرب میں بھی پوری مہارت رکھتا تھا۔ چنانچہ اُس نے خراسان کو مرکز قرار دے کر اُمویوں کے خلاف ایک جال بچھادیا اور عباسیوں کو برسر اقتدار لانے میں کامیاب ہوگیا۔

یہ شخص ابتداء میں گم نام اور غیر معروف تھا۔ چنانچہ اسی گمنامی و پستی کی بناء پر حضرت نے اُسے اور اس کے ساتھیوں کو "بجو" سے تعبیر کیا ہے کہ جوادنیٰ و فرومایہ لوگوں کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

---

(۴۶۴) وقال علیہ السّلام فِیْ مَدْحِ اَلْاَنْصَارِ: هُمْ وَاللّٰهِ رَبُّوا الْاِسْلَامَ كَمَا يُرَبَّى الْفِلُوُّمَعَ غِنَائِهِمْ بِاَيْدِيْهِمُ السِّبَاطِ وَاَلْسِنَتِهِمُ السِّلَاطِ۔

(۴۶۴) انصار کی مدح و توصیف میں فرمایا خدا کی قسم انہوں نے اپنی خوش حالی سے اسلام کی اس طرح تربیت کی جس طرح یکسالہ بچھڑے کو پالا پوسا جاتا ہے۔ اپنے کریم ہاتھوں اور تیز زبانوں کے ساتھ۔

---

(۴۶۵) وقال علیہ السّلام: العین و کاءَ السہ قال الرضی: وھٰذہ من الاستعاراتِ الْعجیبة کأنه یشبه السه بالوعاء، والعین بالوکاء، فإذا أطلق الوکاء لم ینضبط الوعاء، وھذا القول فی الأشھر الأظھر من کلام النبی صلّی الله علیه وآله وسلّم، وقد رواہ قوم لأمیر المؤمنین علیه السّلام، وذکر ذلكَ المبرد فی کتاب (المقتضب) فی باب (اللفظ بالحروف) وقد تکلمنا علیٰ ھٰذہ الاستعارة فی کتابنا الموسوم! (بمعجازات الآثار النبویة)

(۴۶۵) آنکھ عقب کے لئے تسمہ ہے۔

سید رضی فرماتے ہیں کہ یہ کلام عجیب و غریب استعارات میں سے ہے۔ گویا آپ نے عقب کو ظرف سے اور آنکھ کو تسمہ سے تشبیہ دی ہے اور جب تسمہ کھول دیا جائے تو برتن میں کچھ ہوتا ہے رک نہیں سکتا مشہور و واضح یہ ہے کہ یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے مگر کچھ لوگوں نے اسے امیر المومنین علیہ السلام سے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ مبرد نے اس کا اپنی کتاب "المقتضب" باب اللفظ بالحروف میں ذکر کیا ہے، اور ہم نے اپنی کتاب "مجازات الآثار النبویہ" میں اس استعارہ کے متعلق بحث کی ہے۔

---

(۴۶۶) وقال علیہ السّلام: فی کلام له: وَوَلِيَهُمْ وَالٍ فَأَقَامَ وَاسْتَقَامَ، حتّٰى ضَرَبَ

(۴۶۶) ایک کلام کے ضمن میں آپ نے فرمایا لوگوں کے اُمور کا ایک حاکم و فرماں روا ذمہ دار ہوا جو سیدھے راستے



الدِّيْنُ بِجَرَانِهِ۔

پر چلا اور دوسروں کو اس راہ پر لگایا۔ یہاں تک کہ دین نے اپنا سینہ ٹیک دیا۔

---

(۴۶۷) وقال علیہ السّلام: يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ عَضُوْضٌ يَعَضُّ الْمُوْسِرُ فِيْهِ عَلٰى مَافِيْ يَدَيْهِ وَلَمْ يُؤْمَرْ بِذٰلِكَ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ: (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ) تَنْهَدُ فِيْهِ الْأَشْرَارُ وَتُسْتَذَلُّ الْأَخْيَارُ، وَيُبَايِعُ الْمُضْطَرُّوْنَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُضْطَرِّيْنَ۔

(۴۶۷) لوگوں پر ایک ایسا گزند پہنچانے والا دور آئے گا، جس میں مالدار اپنے مال میں بخل کرے گا حالانکہ اُسے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے کہ "آپس میں حسن سلوک کو فراموش نہ کرو" اس زمانہ میں شریر لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے اور نیکو کار ذلیل و خوار سمجھے جائیں گے اور مجبور و بے بس لوگوں سے خرید و فروخت کی جائیگی۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجبور و مضطر لوگوں سے (اونے پونے) خریدنے کو منع کیا ہے۔

مجبور و مضطر لوگوں سے معاملہ عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ ان کی احتیاج و ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اُن سے سستے داموں چیزیں خرید لی جاتی ہیں اور مہنگے داموں اُن کے ہاتھ فروخت کی جاتی ہیں۔ اس پریشان حالی میں ان کی مجبوری و بے بسی سے فائدہ اٹھانے کی کوئی مذہب اجازت نہیں دیتا اور نہ آئین اخلاق میں اس کی کوئی گنجائش ہے کہ دوسرے کی اضطراری کیفیت سے نفع اندوزی کی راہیں نکالی جائیں۔

---

(۴۶۸) وقال علیہ السّلام: يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ مُفْرِطٌ، وَبَاهِتٌ مُفْتَرٍ۔

قال الرضی: وھذا مثل قوله علیه السلام: هَلَكَ فِيَّ رَجُلَانِ: مُحِبٌّ غَالٍ، وَمُبْغِضٌ قَالٍ۔

(۴۶۸) میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاکت میں مبتلا ہوں گے۔ ایک محبت میں حد سے بڑھ جانے والا اور دوسرا جھوٹ و افترا باندھنے والا۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت کا یہ قول اس ارشاد کے مانند ہے کہ میرے بارے میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے ایک محبت میں غلو کرنیوالا اور دوسرا دشمنی و عناد رکھنے والا۔

---

(۴۶۹) وسئل عن التوحید و العدل فقال علیه السّلام:

التَّوْحِيْدُ أَنْ لَا تَتَوَهَّمَهُ، وَالْعَدْلُ أَنْ لَا تَتَّهِمَهُ۔

(۴۶۹) حضرت سے توحید و عدل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

توحید یہ ہے کہ اسے اپنے وہم و تصور کا پابند بناؤ۔ اور یہ عدل ہے کہ اس پر الزامات نہ لگاؤ۔

عقیدہ توحید اُس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اس میں تنزیہ کی آمیزش نہ ہو۔ یعنی اُسے جسم و صورت اور مکان و زمان کے حدود

سے بالاتر سمجھتے ہوئے اپنے اوہام وظنون کا پابند نہ بنایا جائے کیونکہ جسے اوہام وظنوں کا پابند بنایا جائے گا، وہ خدا نہیں ہوگا، بلکہ ذہن انسانی کی پیداوار ہوگا اور ذہنی قوتیں دیکھی بھالی ہوئی چیزوں ہی میں محدود رہتی ہیں۔ لہٰذا انسان جتنا گڑھی ہوئی تمثیلوں اور قوت واہمہ کی خیال آرائیوں سے اُسے سمجھنے کی کوشش کرے گا، اتنا ہی حقیقت سے دور ہوتا جائے گا۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

كلّما ميز تمُوهُ باوهامكم فهو مخلوق مثلكم مردود اليكم۔

جب بھی تم اُسے اپنے تصور و وہم کا پابند بناؤ گے وہ خدا نہیں رہے گا بلکہ تمہاری طرح کی مخلوق اور تمہاری ہی طرف پلٹنے والی کوئی چیز ہوگی۔

اور عدل یہ ہے کہ ظلم وقبح کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں اُن کی ذات باری سے نفی کی جائے اور اُسے ان چیزوں سے متہم نہ کیا جائے کہ جو بُری اور بے فائدہ ہیں، اور جنہیں عقل اس کیلئے کسی طرح تجویز نہیں کرسکتی۔ چنانچہ قدرت کا ارشاد ہے۔

وتمت كلمة ربّك صدقا و عدلا لا مبدل لكلماته۔

تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری ہوئی کوئی چیز اُس کی باتوں میں تبدیلی نہیں کرسکتی۔

---

(۴۷۰) وقال عليه السّلام: (لَا خَيْرَ فِى الصَّمْتِ عَنِ الْحُكْمِ، كَمَا أَنَّهُ لَا خَيْرَ فِى الْقَوْلِ بِالْجَهْلِ)۔

(۴۷۰) حکمت کی بات سے خاموشی اختیار کرنا کوئی خوبی نہیں۔ جس طرح جہالت کے ساتھ بات کرنے میں کوئی بھلائی نہیں۔

---

(۴۷۱) وقال عليه السّلام فى دعاء استسقى به: اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا ذُلَلَ السَّحَابِ دُوْنَ صِعَابِهَا۔

قال الرضى: وهذا من الكلام العجيب الفصاحة، وذٰلك أنّهُ عليه السلام شبه السحائب ذوات الرعود والبوارق والرياح والصواعق بالابل الصعاب التى تقمص برحالها وتقص بركبانها، وشبه السحائب الخالية من تلك الروائح بالابل الذلل التى تحتلب طيعة وتقتعد مسمحة۔

(۴۷۱) طلب باراں کی ایک دعا میں فرمایا:

بار الٰہا! ہمیں فرمانبردار ابروں سے سیراب کر، نہ اُن ابروں سے جو سرکش اور منہ زور ہوں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ کلام عجیب وغریب فصاحت پر مشتمل ہے۔ اس طرح کہ امیر المومنین علیہ السلام نے کڑک چمک، ہوا اور بجلی والے بادلوں کو اُن اونٹوں سے تشبیہ دی ہے کہ جو اپنی منہ زوری سے زمین پر سر پیر مار کر پالان پھینک دیتے ہوں اور اپنے سواروں کو گرا دیتے ہوں۔ اور ان خوفناک چیزوں سے خالی ابر کو ان اونٹنیوں سے تشبیہ دی جو دوہنے میں مطیع ہوں اور سواری کرنے میں سوار کی مرضی کے مطابق چلیں۔

---

(۴۷۲) وقيل له عليه السّلام: لو غيرت شيبك يا امير المؤمنين، فقال عليه السّلام: اَلْخِضَابُ زِيْنَةٌ وَنَحْنُ قَوْمٌ فِى مُصِيْبَةٍ! (يريد وفاة رسول الله صلّى الله عليه واٰله وسلّم)۔

(۴۷۲) حضرت سے کہا گیا کہ اگر آپ سفید بالوں کو (خضاب سے) بدل دیتے، تو بہتر ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ خضاب زینت ہے اور ہم لوگ سوگوار ہیں۔

سید رضی کہتے ہیں کہ حضرت نے اس سے وفاتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد لی ہے۔

---

(۴۷۳) (وقال عليه السّلام: مَا الْمُجَاهِدُ الشَّهِيْدُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَعْظَمَ أَجْرًا مِمَّنْ قَدَرَ فَعَفَّ: لَكَادَ الْعَفِيْفُ اَنْ يَكُوْنَ مَلَكًا مِنَ الْمَلَآئِكَةِ)۔

(۴۷۳) وہ مجاہد جو خدا کی راہ میں شہید ہو، اُس شخص سے زیادہ اجر کا مستحق نہیں ہے جو قدرت واختیار رکھتے ہوئے پاک دامن رہے۔ کیا بعید ہے کہ پاکدامن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہو جائے۔

---

(۴۷۴) وقال عليه السّلام: اَلْقَنَاعَةُ مَالٌ لَا يَنْفَدُ۔

قال الرضى: وقد روى بعضهم هٰذا الكلام لرسول الله صلّى الله عليه واٰله۔

(۴۷۴) قناعت ایسا سرمایہ ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) بعض لوگوں نے اس کلام کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

---

(۴۷۵) وقال عليه السّلام لزياد بن ابيه۔ وقد استخلفه لعبد الله بن العباس على فارس وأعمالها، فى كلام طويل كان بينهما نهاه فيه عن تقديم الخراج۔

اِسْتَعْمِلِ الْعَدْلَ، وَاحْذَرِ الْعَسْفَ وَالْحَيْفَ؛ فَإِنَّ الْعَسْفَ يَعُوْدُ بِالْجَلَاءِ وَالْحَيْفَ يَدْعُوْ إِلَى السَّيْفِ۔

(۴۷۵) جب زیادہ ابن ابیہ کو عبد اللہ ابن عباس کی قائم مقامی میں فارس اور اس کے ملحقہ علاقوں پر عامل مقرر کیا تو ایک باہمی گفتگو کے دوران میں کہ جس میں اسے پیشگی مالگزاری کے وصول کرنے سے روکنا چاہا یہ فرمایا۔

عدل کی روش پر چلو۔ بے راہ روی اور ظلم سے کنارہ کشی کرو، کیونکہ بے راہ روی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انہیں گھر بار چھوڑنا پڑے گا، اور ظلم انہیں تلوار اٹھانے کی دعوت دے گا۔

---

(۴۷۶) وقال عليه السّلام: أَشَدُّ الذُّنُوْبِ مَا اسْتَخَفَّ بِهِ صَاحِبُهُ۔

(۴۷۶) سب سے بھاری گناہ وہ ہے جسے مرتکب ہونے والا سبک سمجھے۔

---

(۴۷۷) وقال عليه السّلام: مَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَى أَهْلِ الْجَهْلِ أَنْ يَتَعَلَّمُوْا حَتّٰى أَخَذَ

(۴۷۷) خداوند عالم نے جاہلوں سے اس وقت تک سیکھنے کا عہد نہیں لیا جب تک جاننے والوں سے یہ عہد

عَلٰی أَهْلِ الْعِلْمِ أَنْ یُعَلِّمُوا۔

نہیں لیا کہ وہ سکھانے میں دریغ نہ کریں۔

---

(۴۷۸) وقال علیه السّلام : شَرُّ الْإِخْوَانِ مَنْ تُکُلِّفَ لَهُ۔

قال الرضی : لأن التکلیف مستلزم للمشقة، وهو شر لازم عن الأخ المکلف له؛ فهو شر الأخوان۔

(۴۷۸) بدترین بھائی وہ ہے جس کے لئے زحمت اٹھانا پڑے۔

سید رضی کہتے ہیں کہ یہ اس لئے کہ مقدور سے زیادہ تکلیف، رنج و مشقت کا سبب ہوتی ہے اور جس بھائی کے لئے تکلف کیا جائے اُس سے لازمی طور پر زحمت پہنچے گی۔ لہٰذا وہ بُرا بھائی ہوا۔

جس دوستی کی بنیاد محبت و خلوص پر ہو وہ رسمی تکلفات سے بے نیاز کر دیتی ہے اور جس دوستی کے سلسلہ میں تکلفات کی ضرورت محسوس ہو وہ دوستی خام، اور ایسا دوست سچا دوست نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ سچی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دوست دوست کے لئے باعث زحمت نہ بنے، اور اگر زحمت کا باعث ہوگا تو وہ اذیت رساں اور تکلیف دہ ثابت ہوگا، اور یہ ایذا رسانی اس کے بدترین دوست ہونے کی علامت ہے۔

---

(۴۷۹) وقال علیه السّلام : إِذَا احْتَشَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ فَقَدْ فَارَقَهُ۔

قال الرضی : یقال حشمه و أحشمه إذا أغضبه، وقیل : أخجلهٗ "وَاحتشمه" طلب ذٰلك له' وهو مظنة مفارقته۔

(۴۷۹) جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کا احتشام کرے تو یہ اُس سے جدائی کا سبب ہوگا۔

(سید رضی کہتے ہیں کہ) حشم و احشام کے معنی ہیں غضب ناک کرنا، اور ایک معنی ہیں شرمندہ کرنا اور احتشام کے معنی ہیں "اس سے غصہ یا خجالت کا طالب ہونا، اور ایسا کرنے سے جدائی کا امکان غالب ہوتا ہے۔

---

وهذا حین انتهاء الغایة بنا إلی قطع المختار من کلام أمیر المومنین علیه السّلام، حامدین لله سبحانهٗ علی ما من به من توفیقنا لضم ما انتشر من أطرافه، وتقریب مابعد من أقطاره، وتقرر العزم کما شرطنا أولا علی تفصیل أوراق من البیاض فی أخر کل باب من الأبواب لیکون لاقتناص الشارد واستلحاق الوارد، وماعسی أن یظهر لنابعد الغموض، ویقع إلینا بعد الشذوذ، وما توفیقنا إلّا بالله : علیه توکلنا، وهو حسبنا ونعم الوکیل۔

وذٰلك فی رجب سنة اربع مائة من الهجرة۔

اب یہ ہمارے پایان کار کی منزل ہے کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے منتخب کلام کا سلسلہ ختم کریں۔ ہم اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں شکر گذار ہیں کہ اُس نے ہم پر یہ احسان کیا کہ ہمیں توفیق دی کہ ہم حضرت کے منتشر کلام کو ایک جا کریں اور دور دست کلام کو قریب لائیں۔ ہمارا ارادہ ہے جیسا کہ پہلے طے کر چکے ہیں کہ ان ابواب میں سے ہر بات کے آخر میں کچھ سادہ اوراق چھوڑ دیں تا کہ جو کلام اب تک ہاتھ نہیں لگا اُسے قابو میں لاسکیں، اور جو ملے اُسے درج کر دیں۔ شاید ایسا کلام جو اس وقت ہماری نظروں سے اوجھل ہے بعد میں ہمارے لئے ظاہر ہو، اور دور ہونے کے بعد ہمارے دامن میں سمٹ آئے۔ ہمیں توفیق حاصل ہے، تو اللہ سے اور اسی پر ہمارا بھروسا ہے اور وہی ہمارے لئے کافی اور اچھا کارساز ہے۔

وَصَلَّی اللهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الرُّسُلِ، وَالْهَادِیْ إِلٰی خَیْرِ السُّبُلِ
وَالِهِ الطَّاهِرِیْنَ، وَأَصْحَابِهِ نُجُوْمَ الْیَقِیْنِ؟

---

بتائید ایزد سبحان ترجمہ نہج البلاغہ ظہر روز جمعہ ہیژدہم ماہ رجب سال ھزار و سہ صد و ہفتاد و پنج در بلدہ لاہور پایاں یافت

وَاَسْئَلُ اللهَ اَنْ یَجْعَلَ ذٰلِكَ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ خَیْرَ وَسِیْلَةٍ اِلٰی نَیْلِ مَثُوْبَاتِهٖ وَمَرْضَاتِهٖ یَوْمَ الدِّیْنِ
بِمَنِّهٖ وَکَرَمِهٖ اِنَّهٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔